www.urdufanz.com

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

فہرست

گرجے کا تابوت
قاتل گدھ
عنبر عورت بن گیا؟
لاشوں کے چور
کانا چمگادڑ
فرعون کی ممی

گرجے کا تابوت

مکار خادمہ گریٹا کی سازش بڑی بھیانک تھی۔

اگر عنبر کے پاس خفیہ طاقت نہ ہوتی تو اسے اور بوڑھے جاگیردار کپتان جارج کو ہلاک ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی تھی۔

ایسی خطرناک سازش آج تک کبھی کسی نے عنبر کے خلاف تیار نہیں کی تھی۔ چھوٹے بھائی مائیکل کے

www.urdurasala.com
www.urdufanz.com

قتل ہونے کے بعد مکار خادمہ بوڑھے جارج کے پرانے خاندانی گھر سے بھاگ کر مائیکل کے بڑے بھائی ہنری کے پاس چلی گئی۔

ہنری نے اس بوڑھے جاگیردار جارج کے خلاف پہلے تو خوب کان بھرے اور پھر کہا کہ اس نے مائیکل کو اپنی خواب گاہ میں بلا کر قتل کیا ہے۔

مائیکل بے گناہ تھا۔ وہ بوڑھے جارج کو قتل کرنے کی نیت سے اس کے کمرے میں ہرگز نہیں گیا تھا۔

ہنری بڑا چالاک آدمی تھا۔

وہ ساری بات سمجھ گیا تھا۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ اس کا خالہ زاد بھائی مائیکل بوڑھے جارج کو قتل کر

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

کے اس کی ساری جائیداد پر قبضہ کرنے کی نیت سے اس کی خواب گاہ میں گیا تھا مگر چال الٹی پڑ گئی اور خود مارا گیا۔

اسے یہ بھی معلوم تھا کہ یہ مکار خادمہ اس کے ساتھ ملی ہوئی تھی مگر اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ عنبر کس قدر طاقت کا نوجوان ہے اور یہ کہ اس پر موت کا اثر نہیں ہوتا۔

ہنری کو یہ بھی معلوم تھا کہ مائیکل نے بوڑھے جارج کو ہلاک کرنے کے بعد اسے بھی ہلاک کرنے کا منصوبہ بنا رکھا تھا، تا کہ وہ کسی دوسرے کی شرکت کے بغیر ساری جائیداد کا اکیلا مالک بن بیٹھے۔

www.urdufanz.com

چنانچہ مائیکل کے مرنے کے بعد ایک طرح سے اسے بھی اطمینان ہو گیا کہ ایک روڑا تو اس کی راہ سے ہٹ گیا۔

اب صرف بوڑھا جاگیر دار باقی تھا۔ اس کو قتل کرنے کی سازش وہ مکار خادمہ کے ساتھ مل کر بنانا چاہتا تھا۔

مکار خادمہ گریٹا اس لیے ہنری کی ہمدردی حاصل کرنا چاہتی تھی کہ اگر مائیکل تو نہیں وہ ہنری سے ہی شادی کر کے دولت مند بن کر باقی ساری زندگی بسر کر سکے۔

وہ ہنری پر یہی اثر ڈالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کہ

گرجے کا تابوت (خوفناک ماریا قسط نمبر 61)

اسے بوڑھے جارج کی دولت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ وہ تو مائیکل کے قتل کا بوڑھے جارج سے بدلہ لینا چاہتی ہے۔

اس مکار خادمہ نے بھی ایک منصوبہ اپنے دماغ میں بنا رکھا تھا جو یہ تھا کہ بوڑھے جارج کی موت کے بعد وہ ہنری کو اپنے دام میں پھنسا کر اس سے شادی کر لے گی اور بعد میں وہ اس کو بھی موت کی نیند سلا کر اس پرانے شاہی مکان اور خاندان کی پوری کی پوری جائیداد کی واحد مالک بن بیٹھے گی۔

مکار خادمہ بھی ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتی تھی اور چالاک ہنری بھی ایک تیر سے دو نشانے لگانا چاہتا

تھا۔

اس نے اپنی سکیم پر عمل کرانا شروع کر دیا۔

خادمہ گریٹا نے کہا۔

''بوڑھا جارج تو اسے اپنی جائیداد کا آدھا حصہ دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں نے اسے ایک روز یہ کہتے سنا تھا کہ عنبر! میں تمہیں جائیداد کا آدھا حصہ دوں گا''۔

ہنری نے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

''دیکھوں گا، وہ بڈھا کس طرح ہماری خاندانی جائیداد کا آدھا حصہ ایک غیر ملکی کو دیتا ہے''۔

گریٹا نے خوش ہو کر کہا۔

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

''شاباش ہنری! مجھے تم سے یہی امید ہے۔ ان لوگوں سے ایسا بدلہ لو کہ مائیکل کی روح جنت میں خوش ہو جائے''۔

اور دل میں سوچنے لگی کہ جلدی بڈھے جارج کو ہلاک کر دو تا کہ بعد میں، میں تمہیں بھی ٹھکانے لگا کر ساری جائیداد کی مالک بن جاؤں۔

ہنری دل میں کہہ رہا تھا۔ فکر نہ کرو مکار خادمہ گریٹا کی نانی! میں ایسا چکر چلاؤں گا کہ تم بھی نہ بچ سکو گی۔

اوپر سے اس نے کہا۔

''گریٹا! میں شام کو بڈھے جارج کے پاس اس کی جان بچ جانے کی مبارک دینے جا رہا ہوں''۔

www.urdufanz.com
www.urduresala.com

خادمہ گریٹا نے کہا۔

"ضرور جاؤ ہنری! یہ بہت ضروری ہے۔"

"ہاہاہا" ہنری نے قہقہہ لگایا۔

"یہ بڈھا اور اس کی ساری جائیداد مجھ سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتی۔ میں اس ساری جائیداد کا واحد وارث ہوں"۔

خادمہ گریٹا نے جھٹ گرہ لگائی۔

"اور آپ کی خدمت کرنے والی صرف میں ہوں"۔

"کیوں نہیں کیوں نہیں۔ تم میرے ساتھ ہمیشہ رہو گی"۔

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

بلکہ میں تم سے شادی کر لوں گا۔

"سچ!" خادمہ گریٹا نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں مائی لارڈ ہنری!"۔

ہنری نے کہا۔

کیوں نہیں۔ آخر تم میں کیا عیب ہے۔ تم ہماری خادمہ ہو تو کیا ہوا۔ آخر تم ایک شاہی خاندان کی خادمہ ہو اور خود بھی ایک اعلی خاندان سے تعلق رکھتی ہو۔

میں تم سے ضرور شادی کروں گا۔ اسی لیے تو میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ رہنا اور جس طرح میں کہوں، اس پر عمل کرنا۔

بوڑھے جارج کو اور اس کے ساتھی کو ہمیں اس

www.urdufanz.com

طرح سے ٹھکانے لگانا ہوگا کہ قانون ہم پر ہاتھ نہ ڈال سکے، کیونکہ اگر قتل کرنے کے بعد ہم بھی پکڑے گئے تو سارے کیے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔

ہماری جدوجہد کا مقصد فوت ہو جائے گا، کیونکہ پھر ہمیں یا تو پھانسی کی سزا ہو جائے گی یا ساری عمر قید خانے میں بسر ہوگی۔

گریٹا نے سہم کر کہا۔

"نہیں نہیں ہنری! ہمیں بڑی ہوشیاری اور عقل مندی سے یہ کام کرنا ہوگا۔ تم جس طرح کہو گے میں اسی طرح سے کروں گی"۔

"شاباش! مجھے تم سے یہی امید تھی"۔

گرجے کا تابوت (عبرتناک ماریا قسط نمبر 61)

ہنری نے گریٹا کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ شام ہوئی تو ہنری نے کالا سوٹ پہنا، کالی ٹائی لگائی اور بوڑھے جارج کے گھر جا پہنچا سب سے پہلے اس نے بوڑھے جارج کو اس کی جان بچ جانے پر مبارکباد دی۔ اور پھر اپنے خالہ زاد بھائی مائیکل کی موت پر افسوس کیا کہ ناحق اپنی جان گنوا بیٹھا۔

بوڑھے جارج نے ہنری کے ساتھ عنبر کا تعارف کروایا۔

"ان سے ملو ہنری! یہ میرے دوست عنبر ہیں۔ ہندوستان واپس آتے ہوئے جہاز میں جب مجھ پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا انہوں نے میری جان بچائی تھی"۔

www.urdufanz.com

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

ہنری نے عنبر سے ہاتھ ملایا اور اسے غور سے دیکھا۔ پھر مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر عنبر! آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ آپ نے ہمارے چچا جارج کی جان بچا کر ہم پر، ہمارے سارے خاندان پر بڑا احسان کیا ہے۔ ہم آپ کے شکر گزار ہیں"۔

عنبر اس شخص کی نیت سے واقف تھا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے اور اسے جارج کے نہ مرنے کا افسوس ہے کیونکہ اسی نے قاتلوں کو بھیجا تھا۔

مگر اوپر سے وہ بھی ہنری سے اچھی طرح ملا ابھی وہ اس کے ساتھ اچھی طرح سے ہی پیش آنا چاہتا تھا تا کہ ان کے دلوں میں اب کیا سازش ہے، اس کا پتہ چل سکے۔

تھوڑی دیر بیٹھ کر ہنری چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد عنبر نے کہا۔

بوڑھا جارج مسکرایا۔

"اس میں کیا شک ہے عنبر! مگر جانتے ہو یہ میری بہن کی آخری نشانی ہے۔ اس واسطے مجھے ہنری سے محبت سے پیش آنا پڑتا ہے"۔

ہنری نے کہا۔

"انکل! آپ جتنی جلدی ہو سکے اماں کے تابوت کو پانی سے بچائیے۔ خواب میں اماں کو بڑی سردی

www.urdufanz.com

گرجے کا تابوت (عبرتناک ماریا قسط نمبر 61)

لگ رہی تھی"۔

"فکر نہ کرو بیٹا! تمہاری اماں میری بہن تھی۔ میں آج ہی تہہ خانے میں جاؤں گا"۔

ہنری سلام کر کے چلا گیا۔ اس کی سازش کا پہلا مرحلہ کامیاب ہو گیا تھا۔ گھر جا کر اس نے مکار خادمہ گریٹا کو خوش خبری سنائی کہ بوڑھا جارج آج شام گرجا گھر کے تہہ خانے میں جا رہا ہے۔ وہ بڑی خوش ہوئی۔

"بس آج رات ہی ان دونوں کا تمام ہو جانا چاہیے لیکن ہنری پیارے! کیا وہ عنبر جارج کے ساتھ ہی جائے گا؟"۔

ہنری نے کہا۔

"کیوں نہیں۔ بوڑھا جارج اکیلا کبھی اس تہہ خانے میں نہیں جائے گا۔ جب میں نے اسے کہا کہ اماں رات خواب میں آئی تھی اور اس نے کہا تھا کہ میرے تابوت میں پانی آ گیا ہے تو بڈھا بے چین ہو گیا۔

ہنری نے زور سے قہقہہ لگایا اور بولا۔

خادمہ نے کہا۔

"مگر ہنری تہہ خانے کے پتھریلے دروازے کی کل کا تمہیں علم ہے ناں؟"۔

"میں ایسا بچہ نہیں ہوں۔ جب بوڑھا جارج تہہ

www.urdufanz.com

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

خانے کا دروازہ کھولے گا تو میں دیکھ رہا ہوں گا۔ میرے جال سے یہ لوگ اب بچ کر نہیں جا سکتے۔ کل ان دونوں کی لاشیں تہہ خانے میں پڑی ہوں گی اور میں جارج کی کروڑوں روپے کی جائیداد کا اکیلا مالک ہوں گا"۔

مکار خادمہ نے کہا۔

"اور میں کہاں؟"۔

ہنری نے اس کی طرف تیز نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"ہاں ہاں اور تم بھی میرے ساتھ ہو گی، فکر نہ کرو"۔

دوپہر کے بعد عنبر سے بوڑھے جارج نے اپنی بہن کے تہہ خانے والے تابوت کی بات کی اور کہا کہ وہ تہہ خانے میں اس کے ساتھ جائے۔

"میری مرحومہ بہن کے تابوت میں پانی آ گیا ہے عنبر! میں تابوت کو اٹھا کر پتھر کے چبوترے پر رکھنا چاہتا ہوں تاکہ پھر وہ تو اسے اٹھا اذیت سے نجات ملے"۔

عنبر کا ماتھا ٹھنکا۔ اس سے بات کی تہہ میں کوئی گہری سازش نظر آ رہی تھی۔ اس نے بوڑھے جارج کو تہہ خانے میں جانے سے روکا مگر بوڑھا جارج کسی طرح راضی نہ ہوا۔

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

یہ کیسے ہو سکتا ہے عنبر کہ میری بہن کی میت پانی اور سردی میں ٹھٹھری رہے اور میں خاموشی سے یہاں بیٹھا رہوں۔

میں ضرور جاؤں گا۔ اگر تم میرے ساتھ نہ بھی گئے تو میں اکیلا ہی چلا جاؤں گا۔

عنبر نے کہا۔

"نہیں نہیں! میں آپ کو اکیلا نہیں جانے دوں گا میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا"۔

چنانچہ شام سے کچھ دیر پہلے بوڑھے جارج نے عنبر کو ساتھ لیا اور شہر سے باہر گرجے کے کھنڈروں میں پہنچ گئے۔

یہ جگہ بڑی ویران اور ڈراؤنی تھی۔ درختوں نے جگہ جگہ جھنڈ بنا رکھے تھے۔ جنگلی جھاڑیوں نے گرجا گھر کی بوسیدہ کھڑکیوں اور دروازوں کو ڈھانپ رکھا تھا۔

جارج کو اپنے ساتھ لے کر عنبر کو چھوٹے سے بے کے سائے میں آ گیا۔

"عنبر! یہ ہمارے آباؤ اجداد کا قبرستان ہے"۔

عنبر نے دیکھا کہ وہاں کوئی ایک پرانی قبروں کے نشان بکھرے ہوئے تھے۔ قبر ڈھے چکی تھیں۔ ان کے پتھریلے کتبے گرے ہوئے تھے۔

"وہ تہہ خانہ کہاں ہے انکل جارج؟"۔

www.urdufanz.com

عنبر نے پوچھا۔

"ابھی بتاتا ہوں"۔

بوڑھا جارج عنبر کو ایک پتھر کی دیوار کے پاس لے آیا۔

اس دیوار کو دیکھتے ہو؟

یہ دروازہ ہے، نیچے تہہ خانے میں جانے کا۔ اسے ایک خفیہ کل کے ذریعے کھولا جاتا ہے۔ اس خفیہ راستے اس کے سوائے اور کسی کو علم نہیں تھا۔

"راستہ نیچے تہہ خانے کو جاتا ہے۔ جہاں میری پیاری بہن کا تابوت ہے۔ آؤ میرے ساتھ"۔

بوڑھے جارج نے موم بتی جلا کر ہاتھ میں پکڑ لی

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

اور سیڑھیاں اترنے لگا۔ سیڑھیاں پتھر کی تھیں اور ان پر کائی جمی تھی۔ عنبر بوڑھے جارج کے ساتھ نیچے اتر گیا۔

تہہ خانے کی فضا میں نمی اور سیل کی تیز بو تھی۔

ایسے لگتا تھا جیسے یہاں کئی سالوں سے کبھی کوئی انسان نہیں آیا۔

سیڑھیاں اترے تو فرش آ گیا۔ فرش پر موم بتی کی روشنی میں کچھ تابوت دیوار کے ساتھ لگے ہوئے نظر آئے۔ بوڑھے جارج نے کہا۔

"ان تابوتوں میں ہمارے بزرگوں کی لاشیں پڑی ہیں۔ ان میں میری مرحومہ بہن کا تابوت بھی

www.urdufanz.com

ہے۔ دیکھو!

ہنری ٹھیک کہتا تھا۔ فرش پر پانی آیا ہوا ہے۔

عنبر نے محسوس کیا کہ فرش پر پانی تھا۔ اس کے جوتے پانی میں بھیگ رہے تھے۔

"انکل! بہن کا تابوت کہاں ہے؟"۔

بوڑھا جارج موم بتی آگے کر کے اس کی روشنی میں تابوت پر لکھی ہوئی تحریریں پڑھنے لگا۔

"یہ ہے میری بہن کا تابوت"۔

عنبر نے دیکھا کہ اس تابوت پر انگریزی زبان میں بوڑھے جارج کی بہن کا نام سن پیدائش اور سن وفات لکھا تھا۔

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

قریب ہی ایک پتھر کا چبوترہ تھا۔

"عنبر! ہمیں تابوت کو اٹھا کر اس چبوترے پر رکھنا ہے"۔

عنبر نے ساتھ مل کر تابوت اٹھایا۔ تابوت بھاری تھا۔ انہوں نے تابوت پر چبوترے پر رکھ دیا۔ سیڑھیوں کے اوپر پتھر کا دروازہ ویسے ہی تھوڑا سا کھلا تھا اور اس میں سے شام کی ہلکی ہلکی روشنی سیڑھیوں پر پڑ رہی تھی۔

بوڑھے جارج نے دعا پڑھی اور کہا۔

"عنبر ادھر آؤ۔ اس کونے میں۔ تمہیں اپنے خاندان کا خزانہ دکھاؤں"۔

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

جارج نے کونے میں پڑے ہوئے لوہے کے ایک صندوق کا ڈھکنا اٹھانے کی کوشش کی مگر ڈھکنا بہت بھاری تھا۔

عنبر کی مدد سے ڈھکنا اٹھایا گیا تو صندوق سونے کے زیورات اور جواہرات سے بھرا ہوا تھا۔ عنبر اس طرح کے بہت سے خزانے دیکھ چکا تھا۔

اس کے لیے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں تھی۔ مگر بوڑھا جارج بہت خوش ہو رہا تھا۔

یہ کروڑوں کا خزانہ ہے عنبر! اس خزانے کو حاصل کرنے کے لیے بھتیجے اور رشتہ داروں نے مجھے کئی بار قتل کرنے کی سازش کی مگر ناکام رہے۔

اس سارے خزانے کا مالک میں ہوں۔ میرے بھتیجوں کو اس میں سے کچھ نہیں مل سکتا۔ میرے وصیت میں ان کے لیے صرف شہر کے مکان لکھے ہیں۔

جارج مسکرایا۔

عنبر نے کہا۔

"میرا خیال ہے، اب ہمیں یہاں سے باہر نکل جانا چاہیے۔"

جارج نے کہا۔

"ارے تم خوف زدہ ہو رہے ہو؟ برخوردار! یہ تو ہمارا خاندانی قبرستان ہے۔ یہاں سب میرے

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

بزرگ سو رہے ہیں"۔

بوڑھا جارج جواہرات اور زیورات کو موم بتی کی روشنی میں بار بار دیکھ رہا تھا اور عنبر کی نگاہ سیڑھیوں کے اوپر ذرا سے کھلے پتھر کے دروازے کی طرف تھی۔

اسے احساس تھا کہ کوئی سازش ہو رہی ہے۔ یہ لوگ تہہ خانے میں تھے اور باہر ہنری اور گریٹا خادمہ جھاڑیوں سے نکل کر تہہ خانے کے دروازے پر آ گئے تھے۔

انہوں نے چھپ کر بوڑھے جارج اور عنبر کو تہہ خانے میں جاتے اور خفیہ جگہ سے ہتھی نیچے کرتے دیکھ لیا تھا۔

یوں اسے تہہ خانے کے کھلنے اور بند ہونے کا راز معلوم ہو گیا تھا۔ اس نے خادمہ گریٹا سے کہا۔

"تم اسی جگہ میرا انتظار کرو۔ وقت آ گیا ہے کہ ان دونوں کو تہہ خانے میں اذیت ناک موت مرنے کے لیے بند کر دیا جائے"۔

ہنری جھاڑیوں میں سے نکل کر تہہ خانے کے دروازے کے پاس آیا۔ اس نے آتے ہی ایک منٹ بھی ضائع کیے بغیر خانے میں ہاتھ ڈال کر ہتھی کو اوپر کھینچ دیا۔

تہہ خانے میں بوڑھا جارج خزانے کے زیورات دکھا رہا تھا کہ اچانک دروازہ آہستہ آہستہ بند ہونا

www.urdufanz.com

کرسچے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

شروع ہو گیا تھا۔

عنبر کو پہلے ہی خطرہ تھا۔ اس نے جو دروازہ بند ہوتے دیکھا تو لپک کر سیڑھیوں پر آیا۔ بھاگتا ہوا اوپر چڑھا مگر اس کے اوپر آتے آتے پتھر کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔

اسے باہر ہنری کے قہقہے کی آواز سنائی دی۔

"اب تم لوگ قیامت کے روز تک اسی تہہ خانے میں رہو گے۔ تمہیں لاشیں اس تہہ خانے میں گل سڑ جائیں گے"۔

بوڑھے جارج نے دروازہ بند ہوتے دیکھا تو چکرا کر رہ گیا۔

"عنبر! ہنری نے دھوکا دے دیا ہمیں۔ اب کیا ہو گا؟"۔

عنبر نے کہا۔

میں نے آپ کو یہاں سے کئی بار روکا تھا۔ مگر آپ پر میری باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا"۔

بوڑھا جارج پریشانی سے بولا۔

"اب کیا ہو گا عنبر! کیا ہم تہہ خانے ہی مر جائیں گے؟"۔

"میں دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا ہوں"۔

عنبر نے بہت زور لگایا مگر تہہ خانے کا دروازہ تو پتھر کی دیوار تھی۔

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

جیسے پہاڑ سامنے کھڑا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے ذرا بھی نہ ہلی۔ عنبر نے دو تین بار اپنی پوری طاقت جمع کر کے پاؤں سے ٹھوکر ماری مگر دیوار پر ذرا سا بھی اثر نہ ہوا۔ وہ سر جھکا کر سیڑھیوں پر بیٹھ گیا۔

''معلوم ہوتا ہے، اب ہم یہاں سے نہیں نکل سکیں گے''۔

بوڑھا جارج نڈھال سا ہو کر ایک تابوت پر بیٹھ گیا۔ خوف اور وحشت سے اس کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس خاندانی تہہ خانے سے باہر نکلنے کا اب کوئی راستہ نہیں ہے۔

زندگی میں کبھی اتنا ناامید نہیں ہوا تھا۔ اس نے

کرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

عنبر سے کہا کہ وہ دروازے کو کھولنے کی کوشش نہ کرے کیونکہ یہ دروازہ دنیا کا طاقتور ترین انسان بھی نہیں کھول سکتا۔ یہ پہاڑ کی دیوار ہے۔

''آؤ اب ہم بہادروں کی طرح موت کو اپنے سینے سے لگا لیں عنبر!''۔

www.urdufanz.com

قاتل گدھ

ہنری اور مکار خادمہ بڑے خوش خوش گھر واپس آ گئے۔

انہیں بوڑھے جارج اور عنبر کی موت کا پکا یقین تھا۔ اور یقین کرنے والی بات بھی تھی۔ اگر کسی شخص کو ایک تہہ خانے میں بھوکا پیاسا بند کر دیا جائے تو وہ کتنے دن زندہ رہ سکتا ہے؟۔

کرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

جارج تو بوڑھا تھا۔ ہنری کو یہ خبر نہیں تھی کہ عنبر نہیں مر سکتا۔ عنبر کو یہ فکر تھا کہ بوڑھا جارج یقیناً دو ایک دن کے بعد مر جائے گا۔

وہ اسے نہیں مرنے دینا چاہتا تھا۔ مگر وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ پتھر کا دروازہ کھولنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

بوڑھا جارج تابوت پر لیٹ گیا سردی اور نمی کی وجہ سے اس پر نیم بے ہوشی طاری ہو رہی تھی۔ موم بتی آخری دموں پر تھی۔

عنبر نے ایک بار پھر دروازے کو زور لگا کر کھولنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ تہہ خانے میں تلاش کرتے

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

کرتے اسے لوہے کی ایک مضبوط سی سلاخ مل گئی۔

عنبر نے پتھر کے دروازے کے ایک طرف سوراخ کرنا شروع کر دیا۔ کافی دیر محنت کرنے کے بعد وہ تھوڑا سا سوراخ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

باہر سے ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا اندر آنے لگی۔ مگر جارج صرف ہوا پر زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ اسے کھانے پینے کو بھی کچھ چاہیے تھا جو وہاں نہیں مل سکتا تھا۔

سونے کے زیورات اور جواہرات اس کا پیٹ نہیں بھر سکتے تھے۔

ادھر اب ناگ کی بھی خبر لیتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہے؟ ناگ اسی شام عنبر اور ماریا کی تلاش میں پھرتا

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

پھرتا شہر شہر کے اس حصے میں آ گیا جہاں ہنری کا مکان تھا۔

اس وقت ہنری باہر گیا ہوا تھا۔ مکان پر صرف خادمہ تھا۔ ناگ مکان کے قریب سے گزرا تو اسے پیاس محسوس ہوئی۔

سوچا اس مکان سے شاید پینے کو پانی مل جائے۔

اس نے دروازے پر دستک دی۔ کھڑکی کے پردے کو ہٹا کر خادمہ نے دیکھا۔

"کون ہو؟"۔

ناگ نے کہا۔

"بہن پیاس لگی ہے، پانی مل جائے گا؟"۔

www.urdufanz.com

خادمہ نے کہا۔

"یہاں پانی نہیں ہے، جاؤ سامنے سرائے میں جا کر پی لو"۔

ناگ کو بڑا افسوس ہوا کہ یہ کیسی عورت ہے کہ پیاسے کو پانی بھی نہیں دیتی۔ بہر حال ناگ آگے چل دیا۔

تھوڑی دور جا کر سڑک کے کونے پر ایک سرائے نظر آئی۔ اس نے کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا۔ اندر دو چار آدمی بیٹھے کافی پی رہے تھے۔

ناگ بھی اندر آ کر ایک میز پر بیٹھ گیا۔

نوکر نے پوچھا۔

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

"کیا چاہیے؟"۔

ناگ نے کہا۔

"پانی"۔

نوکر نے کہا۔

"یہاں پانی نہیں ہے، سوڈا واٹر ہے"۔

"تو پھر سوڈا واٹر ہی لا دو"۔

نوکر نے سوڈے کی بوتل لا کر رکھ دی۔ ناگ کھارا سوڈا پینے لگا۔ اتفاق کی بات یہ ہوئی کہ ہنری بھی اپنے دو بد معاش دوستوں کے ساتھ وہیں قریبی میز پر بیٹھا تھا۔

وہ اپنے چچا کو ہلاک کرنے بعد پوری جائیداد کا

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر61)

مالک بن رہا تھا، چنانچہ وہ بد معاش دوستوں کے ساتھ بیٹھا دعوت اڑا رہا تھا۔

اس کو خالی سوڈا پیتے دیکھا تو مذاق سے کہا۔

"کیوں میاں! بیمار ہو گیا؟"۔

ناگ خاموش رہا۔

ہنری نے پھر کہا۔

"باہر سے آئے ہوئے معلوم ہوتے ہو"۔

اس کا بدمعاش دوست بولا۔

"یہ تو ہندوستانی کالا آدمی ہے"۔

ناگ اب بھی خاموش رہا۔ وہ خواہ مخواہ کسی سے نہیں الجھنا چاہتا تھا۔ اتنے میں ہنری نے اپنی پلیٹ میں سے ایک ہڈی اٹھا کر ناگ کی طرف پھینکی۔

"لو اسے کھا لو پیو"۔

ناگ کو غصہ تو بہت آیا مگر وہ پی گیا۔ ہنری اور اس کے دوست اٹھ کر ناگ کے پاس آ گئے اور اسے فضول تنگ کرنے لگے۔

ناگ نے کہا۔

"بھائیو! میں یہاں پردیسی ہوں۔ آپ سے لڑائی کرنا نہیں چاہتا۔ اس لیے مجھے تنگ نہ کرو"۔

ہنری نے کہا۔

"لڑائی کر کے بھی تم کیا کر لو گے؟"۔

اور دوسرے بدمعاش نے زور سے ایک مکا ناگ

www.urdufanz.com

کے منہ پر مار دیا۔ ناگ کرسی سے نیچے گر پڑا۔ یہ اس کی بڑی توہین تھی سرائے کا مالک بھی بدمعاشوں کے ساتھ مل کر قہقہے لگا رہا تھا۔ ناگ نے زمین پر سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میں پھر بھی آپ لوگوں کو کچھ نہیں کہوں گا۔"

ہنری کے بدمعاش دوست نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"دیکھو ہمیں تہذیب سکھا رہا ہے۔"

دوسرا بدمعاش بولا۔

"اسے اٹھا کر لے چلو۔ آج اس کی دعوت اڑاتے ہیں۔"

دونوں بدمعاشوں نے دیکھتے ہی دیکھتے ناگ

کرسچے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

کے سر پر تابڑ توڑ چھ سات ایسے زبردست مارے کے ناگ بے ہوش ہو گیا۔ انہوں نے ناگ کو اٹھایا اور ہنری کے گھر لے آئے اور ایک کمرے میں پھینک دیا۔

"یار اس کالے ہندوستانی کا کیا کریں گے۔ خواہ مخواہ اسے یہاں لے آئے۔"

ہنری نے کہا۔

"آج کل ڈاکٹر لوگوں کو لاشوں کی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی ڈاکٹر کو دیدیں گے، تاکہ اس پر تجربے کرلے۔"

ایک بدمعاش خوش ہو کر بولا۔

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

گرجے کا تابوت (عمبرناگ ماریا قسط نمبر 61)

"اچھا خیال ہے۔ اس لاش کے عوض ہمیں روپے بھی ملیں گے۔"

وہ ناگ کی کوٹھڑی کی طرف بڑھے۔ ادھر ناگ کو ہوش آیا تو اپنے آپ کو ایک گندی سی اندھیری کوٹھڑی میں پایا۔

اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے دبانے لگا۔ اس نے دیکھا برآمدے میں وہی لوگ آ رہے تھے۔ ایک بدمعاش کے ہاتھ میں خنجر تھا۔

ناگ سمجھ گیا کہ یہ لوگ اسے قتل کرنے کے ارادے سے آ رہے ہیں۔ اب وہ ان کا لحاظ نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے آنکھیں بند کر کے گہرا سانس لیا اور انسان سے ایک ننھی سی چڑیا بن کر کوٹھڑی کی دیوار پر بیٹھ گیا۔

وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ لوگ کون ہیں اور ان کا کس خونی گروہ سے تعلق ہے۔ ہنری اور دونوں بدمعاشوں نے جب اندر آ کر دیکھا کہ ناگ غائب ہے تو بڑے حیران ہوئے۔

ہنری قہقہہ لگا کر بولا۔

"کالا ہندوستانی بھاگ گیا"۔

اس کے بعد وہ تاش کھیلنے لگ گئے۔ کچھ دیر بعد دونوں بدمعاش جنہوں نے ناگ نے بہت مارا تھا

www.urdufanz.com

اٹھے اور اجازت لے کر اپنے گھروں کو جانے کے لیے باہر آ گئے۔

رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ ناگ نے سانپ کا روپ بدلا اور مکان کے باہر آ کر ایک کھیت کے کنارے جھاڑیوں میں چھپ کر ان کا انتظار کرنے لگا۔

اتنے میں دونوں بدمعاش جھومتے جھامتے ہنس ہنس کر باتیں کرتے قریب آ گئے۔ جب وہ ناگ کے پاس سے ہو کر گزرنے لگے تو ناگ پھن اٹھا کر باہر نکل آیا۔

اس نے پلک جھپکتے میں ایک بدمعاش کو ڈس لیا۔

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

دوسرا گھبرا کر بھاگا۔ مگر بھاگ کر کہاں جا سکتا تھا۔ ناگ نے اسے بھی راستے میں پکڑ لیا اور ڈس کر ہلاک کر دیا۔

ناگ اب واپس اس گھر میں آ گیا۔ وہ ہنری سے بھی بدلہ لینا چاہتا تھا۔ وہ ایک کونے میں کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا۔

"بس کل یہ دونوں قید خانے میں مر جائیں گے۔ اس کے بعد میں مشہور کر دوں گا کہ انکل جارج ایک مہم پر افریقہ چلے گئے۔ جب وہ کافی عرصہ تک واپس نہیں آئیں گے۔ تو میں اخبار میں خبر چھپوا دوں گا کہ افریقہ میں انہیں شیر کھا گیا ہے اور بس پھر ساری

www.urdufanz.com

کرسچے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

جائیداد میری ہو گی۔ ہا ہا ہا ہا"۔

خادمہ نے کہا۔

"اور عنبر بھی تو ساتھ مر چکا ہو گا"۔

"کیوں نہیں۔ وہ بھی تہہ خانے میں ختم ہو جائے گا"۔

عنبر کا نام سنتے ہی ناگ چونک اٹھا۔ تو کیا عنبر کو ان لوگوں نے کسی تہہ خانے میں قید کر رکھا ہے؟۔

ناگ کا چہرہ خوشی سے جھوم اٹھا۔ اس نے خدا کا شکریہ ادا کیا کہ عنبر کا سراغ مل گیا۔

اسے معلوم تھا کہ یہ لوگ عنبر کو قید کر سکتے ہیں مگر ہلاک نہیں کر سکتے۔ عنبر کو ان لوگوں کا باپ بھی ہلاک نہیں کر سکتا تھا۔

اب یہ معلوم کرنا تھا کہ عنبر کو ان لوگوں نے کس تہہ خانے میں قید کر رکھا ہے؟۔

ناگ ان کی باتیں غور سے سننے لگا، لیکن ان کی گفتگو سے یہ بالکل نہ معلوم ہو سکا کہ عنبر کہاں قید ہے۔ اتنا اسے ضرور پتہ چل گیا کہ عنبر کے ساتھ ہنری کا چچا بھی قید ہے۔

ناگ سانپ بن کر سوراخ میں سے باہر نکل گیا۔

باہر جا کر وہ پھر انسان کی شکل میں آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ ذرا اوپر دیوار میں ایک خانہ بنا ہے جس میں لوہے کی ایک ہتھی چھپی ہوئی ہے۔

ناگ نے جلدی سے ہتھی کو نیچے گرا دیا۔ ہتھی کا نیچے گرنا تھا کہ پتھر کا دروازہ کھل گیا۔ ناگ اندر آ گیا۔ دونوں نے مل کر بوڑھے جارج کو باہر کھلی ہوا میں نکالا۔ تازہ ہوا سے جارج نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔

''کیا میں زندہ ہوں کہ جنت میں آ گیا ہوں؟''۔

عنبر نے کہا۔

''انکل جارج آپ زندہ ہیں اور ہم آپ کو گھر لے جا رہے ہیں''۔

گھر لے جا کر بوڑھے جارج کو بستر پر لٹا دیا گیا۔

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

اس کھانے پینے کو نرم دلیا اور چائے دی گئی۔ کچھ کھا کر جارج کو ہوش آیا۔ عنبر نے ناگ کا تعارف کروایا۔

''یہ میرا بھائی ناگ ہے۔ جس کی تلاش میں میں یہاں آیا تھا''۔

جارج نے ناگ سے ہاتھ ملایا اور کہا۔

''مگر مسٹر ناگ تم تہہ خانے کے اندر کس طرح آ گئے؟''۔

عنبر نے جلدی سے کہا۔

''کسی طرح اس نے دیوار میں چھپی ہوئی ہتھی کا پتہ چلا لیا تھا انکل''۔

''ہوں ٹھیک ہے۔ مگر اس جگہ کا پتہ چلانا آسان

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

نہیں ہے۔ بد بخت ہنری تو چھپ کر ہمیں اندر جاتے دیکھ رہا تھا۔

خیر! اب میں اس کی خبر لوں گا۔ مگر میں کیا کر سکتا ہوں۔ بوڑھا ہو چکا ہوں۔

ممکن ہے اسے پتہ چلے کہ میں زندہ ہوں تو یہاں مجھے ہلاک کر دے۔

عنبر نے کہا۔

"انکل جارج! بے فکر رہیں۔ اب وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہاں اگر آپ کہیں تو ہم اس سے بدلہ لے سکتے ہیں۔ اور اسے ختم کر سکتے ہیں"۔

بوڑھے جارج نے تیز غصیلی آواز سے کہا۔

"اس حرام خور کو ختم کر دو۔ اور اس کمینی مکار گریٹا کو بھی۔ وہ بھی میرے قتل کی سازش میں شریک تھی"۔

"ایسا ہی ہو گا انکل! آپ پریشان نہ ہوں۔ میں اسے یہاں بلاؤں گا۔ اور آپ کی آنکھوں کے سامنے اس کا حشر کروں گا"۔

بوڑھے جارج نے کہا۔

"نہیں! ان دونوں کو اسی تہہ خانے میں بند کر کے ہلاک کر دو۔ تا کہ ان کی لاشیں میرے بزرگوں کی لاشوں کے قدموں میں ہمیشہ پڑی رہیں"۔

"ٹھیک ہے انکل!"۔

عنبر ناگ کو لے کر ہنری کے گھر کی طرف روانہ ہو

www.urdufanz.com

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

گیا۔

ہنری گھر آ گیا تھا اور کھانا کھا رہا تھا۔ کھانے کے بعد خادمہ نے کہا۔

”کافی لاؤں؟“۔

”ہاں لے آؤ“۔

پھر اچانک کمرے میں ناگ انسان کی شکل میں آ گیا۔

ہنری نے کہا۔

تم پھر آ گئے کالے ہندوستانی! اب میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تمہاری وجہ سے میرے دو دوست سانپ کے ڈسنے سے مر گئے ہیں۔ میں ان کی جان کا بدلہ تم سے لوں گا۔

اور ہنری نے خنجر نکال لیا۔ اب عنبر بھی کمرے میں آ گیا عنبر کو دیکھ کر ہنری کے ہاتھ سے خنجر گر پڑا۔

”تم ،تم زندہ ہو؟“۔

عنبر نے بڑے اطمینان سے کہا۔

”صرف میں ہی نہیں بلکہ انکل جارج بھی زندہ ہیں اور اپنے گرم گرم بستر پر آرام کر رہا ہے۔ اب تمہاری باری ہے۔ ہم تمہیں لینے آئے ہیں“۔

”کیا مطلب؟“۔

ہنری نے گھبراہٹ سے کہا۔

عنبر بولا۔

"مطلب یہ ہے کہ ہمارے ساتھ ذرا تہہ خانے تک چلو۔ ہم تمہیں اپنے ہاتھوں سے وہ بے بہا خزانہ دینا چاہتے ہیں جس کے لیے تم نے انکل جارج اور مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی"۔

اور ہنری نے لمبا پستول نکال کر عنبر کی طرف تان لیا۔

مکار خادمہ نے بھی ان کی گفتگو سن لی تھی عنبر کو دیکھ کر اور جارج کے زندہ بچ نکلنے کا سن کر اس کے پاؤں تلے سے بھی زمین نکل گئی تھی۔

اس نے جلدی سے ایک سلاخ اٹھائی اور پیچھے سے آ کر عنبر کے سر پر دے ماری۔ سلاخ ٹوٹ کر گر

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

پڑی عنبر اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔

اس نے ناگ سے کہا۔

"ناگ! ذرا اس عورت کو سنبھالنا۔ میں ہنری صاحب کی خبر لیتا ہوں"۔

ناگ نے اسی وقت غائب ہو کر خونخوار شیر کی شکل اختیار کر لی۔

وہ زور سے دھاڑا اور اس نے خادمہ کو پنجوں میں اس طرح اٹھا لیا کہ وہ زخمی نہ ہو۔ خادمہ تو بے ہوش ہو گئی۔

ہنری نے ناگ کو شیر بنتے دیکھا تو اس پر کپکپی طاری ہو گئی۔ پستول اس کے ہاتھ میں کانپنے لگا۔ اس

www.urdufanz.com

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

نے عنبر پر پستول چلا دیا۔

گولیاں عنبر کے جسم سے ٹکرا کر نیچے گر پڑیں۔عنبر نے جھک کر گولیاں اٹھائیں اور ہنری کی طرف بڑھ کر کہا۔

"نہیں اگر تم ایک ہزار مرتبہ بھی پستول بھر کر مجھ پر چلاؤ تو میرے جسم پر ایک خراش تک نہیں پڑے گی"۔

اتنے میں ناگ پھر سے انسان کی شکل میں آ گیا۔عنبر نے ناگ سے کہا۔

"ناگ! ان دونوں کو تہہ خانے کی طرف لے چلیں؟"۔

"میرا خیال ہے، خزانہ ان کے حوالے کر ہی دیں؟"۔

"ضرور ضرور"۔

ناگ نے حامی بھرتے ہوئے کہا۔

عنبر نے پستول اٹھا کر ہنری کی گردن پر رکھا اور کہا۔

"خاموشی سے تہہ خانے کی طرف چل پڑو۔ یاد رکھو اگر بھاگنے کی کوشش کی تو گولی تمہاری گردن سے گزر جائے گی"۔

ناگ نے کہا۔

"ٹھہرو میں اس کے ہاتھ باندھ دیتا ہوں"۔

www.urdufanz.com

ناگ نے رسی سے ہنری کے ہاتھ کس کر باندھ ڈالے۔

مکار خادمہ کو ناگ نے کاندھے پر اٹھالیا اور تہہ خانے کی طرف چل دیئے۔ تہہ خانے کی دیوار کے پاس آ کر خادمہ کو بھی ہوش آ گیا تھا۔

ناگ نے اسے اٹھا کر تہہ خانے کی سیڑھیوں پر پھینک دیا۔ مکار خادمہ لڑھکتی ہوئی تہہ خانے کے فرش پر تابوت کے پاس جا گری۔

ہنری فرار ہونے کی فکر میں تھا۔ دروازے کے قریب آ کر اس نے ایکدم سے جھٹکا لگایا اور بھاگ اٹھا عنبر نے ناگ کو اشارہ کیا۔ ناگ نے گہرا سانس لیا

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

اور دونوں ہاتھ پھیلائے۔

وہ ایکدم سے گدھ کی شکل میں آ کر اڑتا ہوا ہنری کے سر پر پہنچ گیا۔ ہنری کھیتوں میں بھاگا جا رہا تھا۔

گدھ اس کے سر پر آ گیا اور جھپٹا مار کر اس کی گردن پر حملہ کیا۔

ہنری نے پہلو بدل لیا۔ گدھ نے دوسری بار پھر حملہ کیا۔ اور اس کی گردن میں سے بڑی سی بوٹی اتار لی۔ ہنری کی گردن سے خون جاری ہو گیا۔

گدھ اوپر جا کر ہوائی جہاز کی طرح ہنری کی طرف آیا اور جھپٹا مار کر اس کی آنکھ نکال کر لے گیا۔

ہنری کھیت میں گر پڑا۔

www.urdufanz.com

اس کی آنکھوں سے خون بہنے لگا۔ درد سے وہ کراہنے لگا۔ اب عنبر بھی وہاں آ گیا تھا۔ گدھ نے اس کی دوسری آنکھ بھی نکال کر اسے بالکل اندھا کر دیا۔

ناگ نے پھر سے انسان کی شکل اختیار کر لی۔ دونوں نے مکار قاتل کو اٹھایا۔ اسے تہہ خانے کی سیڑھیوں تک لائے اور اندر پھینک دیا۔

پھر انہوں نے ہتھی اٹھا کر تہہ خانے کا پتھریلا دروازہ بند کر دیا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔

عنبر اور ناگ وہاں سے سیدھے سیدھے بوڑھے جارج کے پاس اور اسے ہنری اور مکار خادمہ کے

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

ٹھکانے لگا دینے کی خوشخبری سنائی۔

بوڑھا جارج بڑا خوش ہوا۔

"میرے بچو! میں تم دونوں پر بہت راضی ہوا ہوں۔ تم نے نہ صرف میری جان بچائی، بلکہ میرے دشمنوں کو بھی موت کی نیند سلا دیا۔ اب میری خواہش ہے کہ اپنی ساری جائیداد تم دونوں میں تقسیم کر دوں"۔

ناگ نے کہا۔

"محترم! ہمیں دولت کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کا لالچ بھی نہیں، کیونکہ ہمارے پاس بے پناہ دولت ہے۔ اس زمین کے اندر آج تک جس قدر بھی دولت دفن ہے، اس پر ہمارا قبضہ ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں

www.urdufanz.com
www.urduraesala.com

آپ کو یہ ساری دولت ابھی دکھا سکتا ہوں"۔

جارج ہنس پڑا۔

وہ سمجھ رہا تھا کہ ناگ اس سے مذاق کر رہا ہے۔

عنبر نے کہا۔

ویسے بھی چچا جارج ہمیں یہاں نہیں رکھتا۔ ہم اپنی بہن کی تلاش میں ہیں۔ خدا جانے یہاں سے ہمیں کس ملک کو جانا پڑے۔

اس لیے ہماری خواہش ہے کہ آپ اپنی ساری دولت غریبوں اور یتیموں کے لیے وقف کر جائیں، تا کہ رہتی دنیا تک آپ کو اس کا ثواب پہنچتا رہے۔

جارج بولا۔

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

اگر تم میری جائیداد کے حصے دار بننے پر راضی نہیں تو پھر مجھے ایسا ہی کرنا پڑے گا۔ مجھے اپنی ساری جائیداد غریبوں اور محتاجوں کے لیے وقف کر دینی ہو گی۔

ناگ نے کہا۔

"اور یہ ایک بڑا نیک کام ہے انکل"۔

"بے شک! اس سے بڑھ کر اور نیک کام بھلا کیا ہو سکتا ہے کہ انسان دوسرے انسان کی خدمت کرے"۔

اسی روز عنبر اور ناگ وہاں سے رخصت ہو کر سرائے میں آ گئے جہاں ناگ ایک تاجر کی حیثیت

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

سے رو رہا تھا۔

رات گئے تک وہ دونوں ماریا کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔

وہ کہاں ہوگی؟۔

کس شہر میں ہوگی؟۔

کس ملک میں ہوگی؟۔

عنبر نے کہا۔

"میرا دل کہتا ہے کہ ماریا اس ملک میں نہیں ہیں"۔

ناگ نے پوچھا۔

"پھر وہ کس ملک میں ہوگی؟"۔

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

کوئی تھوڑا سا سراغ ملے تو ہم یہاں سے کوچ کریں۔

"اس کا بھی پتہ چلا لیں گے"۔

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

عنبر عورت بن گیا

شہر میں دس بارہ عورتیں اوپر تلے قتل ہو گئیں۔

ہر دوسرے تیسرے روز رات کو کسی نہ کسی گلی کے کونے میں عورت کی لاش پڑی ملتی۔

اس کی گردن کٹی ہوتی اور کٹے ہوئے سر کی پیشانی پر "R" کا نشان چاقو سے کھدا ہوا ہوتا۔ ایکدم سے ہراس پھیل گیا۔

پولیس چوکس ہو گئی کہ آخر یہ "R" کون ہے جو صرف عورتوں ہی کو اور وہ بھی جوان عورتوں کے رات کے وقت کو قتل کر جاتا ہے۔

عنبر اور ناگ نے بھی یہ دہشت ناک خبر سنی اور بڑے حیران ہوئے۔ راتوں کو گھوڑوں پر سوار ہو کر پولیس نے گشت لگانی شروع کر دی۔ اس کے باوجود دوسرے تیسرے روز ایک عورت ضرور قتل ہو جاتی۔

سردیوں کے دن تھے۔ شہر میں رات کو زبردست دھند پھیلی ہوئی تھی۔ تین چار گز کے فاصلے پر کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔

عورتوں نے گھروں سے نکلنا بند کر دیا۔ اب

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

پولیس والوں کی لاشیں ملنا شروع ہو گئیں۔ قاتل کسی نہ کسی بازار یا گلی میں کسی پولیس والے پر حملہ کر کے اس کی گردن تن سے جدا کر دیتا اور پیشانی پر "R" کا لفظ کھود کر فرار ہو جاتا۔

اس کے بعد پھر عورتوں کا قتل شروع ہو گیا۔ قاتل کسی عورت کے گھر میں گھس کر اسے قتل کرتا اور لاش گلی میں پھینک جاتا۔

پولیس عاجز آ گئی۔

ناگ نے عنبر سے کہا۔

"اس قاتل نے تو شہر میں ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ اسے ضرور ختم کرنا چاہیے۔ بے چارے

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

پولیس والے بھی اس کا شکار بننے لگے ہیں"۔

عنبر نے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے بڑا سنگ دل قاتل ہے۔ شاید ذہنی مریض ہے۔ کچھ بھی ہو میں تمہارے اس خیال سے اتفاق کرتا ہوں کہ اب اس کا زندہ رہنا انسانیت کے لیے بے حد خطرناک ہے"۔

"تو پھر کیا ارادہ ہے؟ اس کی تلاش میں نکلیں؟"۔

"ہم سب سے پہلے ہمیں پولیس والوں کو اپنی مدد پیش کرنی چاہیے۔ تا کہ پولیس ہماری کارروائی سے باخبر رہے۔ کہیں ایسا نہ ہوں کہ ہم دھوکے میں کسی دوسرے شخص کو قتل کر دیں"۔

www.urdufanz.com
www.urduresala.com

کرنجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر61)

چنانچہ ناگ اور عنبر پولیس والوں کے بڑے دفتر میں آ گئے موٹی توند والا تھا۔ تھانیدار ابلے ہوئے آلوؤں پر نمک چھڑک کر کھا رہا تھا۔

اس نے بے پروائی سے عنبر اور ناگ کی طرف دیکھا اور آلو منہ میں رکھ کر بولا۔

"کیا تمہارا ابھی کوئی قتل ہو گیا ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"میرا اپنا تو کوئی قتل نہیں ہوا جناب لیکن شہر کے لوگ کوئی غیر نہیں ہیں۔ وہ بھی ہمارے اپنے ہی ہیں"۔

موٹے تھانیدار نے توند پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ترچھی آنکھ سے دیکھا۔

"تم لوگ کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"۔

عنبر بولا۔

جناب ہم امن پسند شہری ہیں اور ملک مصر کے رہنے والے ہیں مگر لندن میں کاروبار کے سلسلے میں آباد ہیں۔

جب سے شہر میں قتل کی وارداتوں کا سنا ہے، ہماری تشویش بڑھ گئی ہے۔

تھانیدار نے کہا۔

"تو پھر تم کیا کہنے آئے ہو؟"۔

ناگ بولا۔

جناب ہم اپنی خدمات پیش کرنے آئے ہیں۔
تھانے دار ہنس پڑا۔ اس نے اپنے قریب بیٹھے
سپاہیوں کو آنکھ ماری۔ گویا عنبر اور ناگ کا مذاق اڑا رہا
ہو اور بولا۔

"کیا تم قاتل کو پکڑنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"۔

"جی ہاں جناب"۔

عنبر نے کہا۔

تھانے دار نے کہا۔

"جس قاتل کو ہماری ساری پولیس ابھی تک نہیں
پکڑ سکی، اسے ایک عام شہری کیسے پکڑ سکو گے؟"۔

عنبر نے کہا۔

کرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے جناب؟۔

"کونسی ترکیب؟"۔

تھانے دار نے پوچھا۔

عنبر بولا۔

"میں عورت کا لباس پہن کر شہر کے گنجان علاقے
میں قاتل کا انتظار کروں گا"۔

تھانے دار قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"اور جب قاتل تمہیں عورت سمجھ کر تم پر حملہ آور
ہوگا تو بڑے آرام سے قتل ہو جاؤ گے"۔

ناگ کے منہ سے نکل گیا۔

"نہیں جناب! عنبر قتل نہیں ہو سکتا"۔

www.urdufanz.com
www.urdusala.com

"کیا مطلب؟"۔

تھانے دار نے حیرانی سے پوچھا۔

کیا یہ پتھر کا انسان ہے؟۔

کیا اس کے گوشت پر چاقو کا اثر نہیں ہوتا؟

جاؤ جاؤ جا کر اپنا کاروبار کرو۔تم لوگ کیوں اپنی جان مصیبت میں ڈال رہے ہو۔

عنبر بولا۔

"جناب ہم آپ کی مدد کرنا چاہتے ہیں"۔

تھانے دار نے انگلی اٹھا کر کہا۔

"میرا وقت ضائع نہ کرو۔اور یہاں سے چلے جاؤ نہیں تم میں پولیس کے ذریعے تمہیں باہر نکال دوں

گا"۔

عنبر اور ناگ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔وہ تو بڑی امیدیں لے کر آئے تھے،لیکن اس موٹے تھانیدار نے تو انہیں سخت مایوس کیا تھا۔

ناچار وہاں سے واپس آ گئے۔ابھی وہ تھوڑی دیر ہی گئے تھے کہ پیچھے سے کسی نے اسے آواز دی۔

"مسٹر عنبر!"۔

عنبر اور ناگ رک گئے۔ایک سیاہ سوٹ والا نوجوان آدمی ان کے پاس آ کر رک گیا۔

عنبر نے اسے پہچان لیا۔یہ موٹے تھانیدار کے قریب ہی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

www.urdufanz.com
www.urduresala.com

"مسٹر عنبر! میرا نام جیمز ہے۔ میں سراغ رساں ہوں۔ تمہاری ہمدردانہ باتوں نے مجھے بڑا متاثر کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہیں شہر والوں سے دلی ہمدردی ہے جو تم ان کی خاطر اپنی زندگی خطرے میں ڈال رہے ہو۔ کیا میں آپ دونوں حضرات کو چائے کی دعوت دے سکتا ہوں؟"۔

"ضرور۔ بلکہ چائے ہم آپ کو پلائیں گے مسٹر جیمز!"۔

"شکریہ میرا حق پہلے ہے"۔

رات کا اندھیرا شہر کے گلی کوچوں میں پھیل گیا تھا اور دھند اتنی زیادہ تھی کہ تین چار گز آگے کچھ نظر نہ آتا

کریجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

تھا۔

تینوں ایک گلی کے ریستوران میں داخل ہو گئے۔ یہاں لوگ بیٹھے بڑی خاموشی سے کافی چائے وغیرہ پی رہے تھے۔

جیمز بھی عنبر اور ناگ کے ساتھ کونے والی میز پر بیٹھ گیا۔ اس نے چائے کا آرڈر دیا۔

"مسٹر عنبر! کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ سے کہاں آئے ہیں؟"۔

عنبر نے اسے بھی وہی کچھ بتایا کہ وہ دونوں بھائی ہیں اور ملک مصر سے تجارت کی غرض سے انگلستان آئے ہیں۔

کرچے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

"تم کس چیز کی تجارت کرتے ہو؟"۔

عنبر نے کہا۔

"ہم جڑی بوٹیوں کی تجارت کرتے ہیں"۔

"بہت خوب!"۔

نوکر نے چائے لا کر میز پر سجا دی۔ جیمز نے چائے بنا کر ناگ اور عنبر کو پیش کی۔ چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے جیمز نے کہا۔

قاتل بڑا ہوشیار ہے۔ اسے لوگ R قاتل کے نام سے پکارنے لگے ہیں۔ وہ بڑی مکاری سے کسی کونے سے نکل کر حملہ کرتا ہے۔

شاید وہ سرشام ہی کسی جگہ بھیس بدل کر چھپ جاتا ہے۔ جب رات کا اندھیرا دھند میں مل کر فضا کو پر اسرار بنا دیتا ہے تو وہ اپنے شکار کی تلاش میں مکانوں کی دیواروں کے ساتھ ساتھ آگے رینگتا ہے۔ دور سے اپنے شکار کی آواز سنتا ہے تو کونے میں چھپ جاتا ہے۔ اور پھر اچانک حملہ کر کے کسی تیز دھار آلے سے گردن اتار کر الگ کر دیتا ہے۔

ناگ نے کہا۔

"وہ گھروں سے بھی تو عورتوں کو ہلاک کر کے باہر پھینک دیتا ہے"۔

ہاں! عورتوں کو وہ خاص طور پر اپنا نشانہ بناتا ہے۔ پولیس بدنام ہو رہی ہے۔ ہم لوگ بھی بدنام ہو

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

رہے ہیں۔ مگر ہم کیا کریں۔

ہماری کوئی سکیم کامیاب نہیں ہو رہی۔ تمہاری تجویز مجھے پسند آئی ہے۔ اگر کوئی سراغ رساں یا پولیس کا آدمی عورت بن کر قاتل کو اپنی طرف آنے کی دعوت دے تو اسے پکڑا جا سکتا ہے۔

مگر اس میں اس پولیس والے کی موت یقینی ہے۔ قاتل کو اگر کسی دوسرے سپاہی نے پکڑ بھی لیا تو وہ پہلے سپاہی کو یعنی جس نے عورت کا بھیس بدل رکھا ہوگا، ضرور قتل کر چکا ہوگا۔

عنبر نے پوچھا۔

"تو پھر تمہارا کیا خیال ہے مسٹر جیمز! کہ ہمیں

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

قاتل کو گرفتار کرنے کے لیے اور کیا کرنا چاہیے؟"۔

جیمز سوچ میں پڑ گیا۔

پھر بولا۔

"میری سمجھ میں تو یہی ایک ترکیب آئی ہے کہ کوئی شخص اپنی جان پر کھیل کر خوبصورت لڑکی کا بھڑکیلا لباس پہن کر رات کو شہر کے گلی کوچوں میں چلتا پھرے۔

ظاہر ہے، ایک نہ ایک روز قاتل کی نظر اس پر پڑے گی۔ وہ اس پر حملہ آور ہوگا۔ پس وہ عورت یعنی وہ شخص جیب سے پستول نکال کر قاتل پر حملہ کر دے۔

ناگ نے کہا۔

www.urdufanz.com

"مگر قاتل اس کا موقع ہی کب دے گا۔ وہ تو عورت پر پیچھے سے حملہ کرے گا اور اچانک حملہ کرے گا۔ ایسی صورت میں اس شخص کی موت یقینی ہے۔"

جیمز بولا۔

یہی بات تو مجھے پریشان کر رہی ہے۔ اس کا ہمارے پاس کوئی حل نہیں ہے۔

بہر حال زندگی کا خطرہ مول لینے والی بات ہے۔

ناگ نے کہا۔

"اس کام کے لیے تو کوئی ایسا انسان ہونا چاہیے جس پر خنجر چاقو یا چھری بالکل اثر نہ کرتی ہو۔"

پھر زور سے ہنس پڑا۔

کرچے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

"یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے تو آسمان سے کسی جن بھوت کو بلانا پڑے گا۔"

"ناگ نے جیمز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔"

"ایسا آدمی تمہارے سامنے بیٹھا ہے مسٹر جیمز"۔

"کیا مطلب؟"۔

جیمز نے تعجب سے پوچھا۔

ناگ نے کہا۔

"مطلب یہ ہے کہ عنبر پر چاقو چھری گولی یا خنجر کے زخم کا کوئی اثر نہیں ہوگا"۔

جیمز نے کہا۔

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

"تم نشے میں تو نہیں ہو مسٹر ناگ؟"۔

عنبر نے کہا۔

مسٹر جیمز! ناگ میرا بھائی سچ کہہ رہا ہے۔ وہ نشے میں نہیں۔ انسان کی بھلائی کے لیے ہمیں یہ راز تم پر ظاہر کرنا پڑ گیا، کیونکہ ہم اس قاتل کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں جو بے گناہ عورتوں اور بچوں کا خون بہا رہا ہے۔

جیمز زور سے ہنس پڑا۔

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اگر تم پر کوئی گولی چلائی جائے، تمہیں خنجر مارا جائے۔ تمہاری گردن میں چاقو گھونپا جائے تو تم مرو گے نہیں؟"۔

عنبر نے آہستہ سے کہا۔

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

"مسٹر جیمز! مرنا تو بڑے دور کی بات ہے۔ میرے جسم میں نہ گولی داخل ہو سکتی ہے اور نہ چاقو"۔

جیمز نے سر کھجلا کر کہا۔

"اگر آپ لوگ مجھ سے مذاق ہی کرنا چاہتے تھے تو مجھے پہلے کہہ دیا ہوتا کہ میں اس موضوع پر آپ سے کوئی بات نہ کرو۔ اچھا مجھے اجازت دیجیے خدا حافظ!"۔

جیمز اٹھ کر جانے لگا تو عنبر نے اسے زبردستی کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر جیمز! ہم بالکل مذاق نہیں کر رہے ہیں جو کچھ کہہ رہا ہوں آپ سے حقیقت بیان کر رہا ہوں۔

اگر آپ چاہیں تو آزما لیں"۔

"یعنی کس طرح؟"۔

"اس طرح سے کہ مجھ پر گولی چلائیں یا چاقو سے حملہ کریں"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"۔

"تو پھر آپ کو یقین کیسے آئے گا؟ یہ لیجیے میرا چاقو اور میری کلائی میں اسے داخل کر کے دکھا دیں"۔

جیمز کچھ نہیں سمجھ سکا تھا کہ اس کے ساتھ کس قسم کا مذاق ہو رہا ہے۔

عمبر نے جیب سے ایک تیز نوکدار چاقو نکال کر جیمز کے سامنے میز پر رکھ دیا۔

چلئے چاقو سے حملہ کریں۔

جیمز نے چاقو ہاتھ میں پکڑ لیا اور ناگ کی طرف دیکھا۔

ناگ نے آہستہ سے کہا۔

"مسٹر جیمز! بالکل نہ ڈریں۔ چاقو عمبر کی کلائی میں داخل کرنے کی کوشش کریں"۔

جیمز نے چاقو کی نوک عمبر کی کلائی پر رکھ کر ذرا زور لگایا۔ چاقو نے آگے جانے سے انکار کر دیا۔ جیسے وہ کلائی نہ ہو پتھر ہو۔

"اور زور لگاؤ مسٹر جیمز"۔

عمبر نے کہا۔

جیمز نے اپنی ساری طاقت خرچ کر کے چاقو عنبر کی کلائی میں داخل کرنے کی کوشش کی مگر ایسا نہ ہو سکا۔ بلکہ اچانک چاقو ٹیڑھا ہو گیا۔ اب جیمز پھٹی پھٹی آنکھوں سے عنبر کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا تم کوئی جن بھوت ہو مسٹر عنبر؟"۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

نہیں جیمز! میں جن بھوت نہیں ہوں۔ تمہاری طرح کا انسان ہوں۔ گوشت پوست کا انسان۔

فرق صرف اتنا ہے کہ میں نے ایک خاص جڑی بوٹی کا ست گھول کر پی رکھا ہے۔ بس اسی روز سے

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر61)

میرے جسم پر زخم نہیں لگا۔

"کیا تم مجھے بھی وہ شربت گھول کر پلا سکتے ہو؟"۔

عنبر ہنس دیا۔

افسوس مسٹر جیمز! وہ جڑی بوٹی اب میرے پاس نہیں ہے۔ بہر حال ہمیں اصل کام کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ تمہیں یقین آ گیا ہے کہ مجھ پہ قاتل کا حملہ کامیاب نہیں ہوگا۔

اور میں اسے آسانی گرفتار کر سکوں گا۔

جیمز نے میز پر خوشی سے مکا مار کر کہا۔

"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔ خدا کی قسم کمال ہو

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

جائے گا۔ تم اس ملک کے ہیرو بن جاؤ گے۔ تمہیں آج ہی اس انسان دوست مہم کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ پیچھے پیچھے ہوں گا۔

ناگ نے کہا۔

مگر جیمز! تمہیں بے حد محتاط رہنا پڑے گا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے تمہیں اپنی چھری کا نشانہ بنائے۔ اور پھر دھند میں تم زیادہ دور سے دیکھ کر اپنا بچاؤ بھی نہیں کر سکو گے۔

جیمز نے کہا۔

"میں بڑا ہوشیار رہوں گا"۔

عنبر بولا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر ہم آج رات ہی اپنے شکار کی تلاش میں نکلتے ہیں"۔

عنبر نے ناگ سے کہا۔

"ناگ بھائی! تمہیں مسٹر جیمز کے ساتھ رہ کر ان کی خبر گیری کرنی ہو گی"۔

"بہتر ہے۔ میں ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں"۔

آدھی رات کو عنبر نے لڑکیوں کا لباس یعنی گون، فراک، جرابیں اور سر پر گول ہیٹ رکھا۔ ہاتھ میں رنگدار چھتری پکڑی۔

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

گردن پر مصنوعی بالوں کی لٹیں بکھرائیں اور ناگ اور جیمو کے ساتھ گھر سے نکل پڑا۔ وہ شہر کے اس علاقے میں آ گئے جہاں ان دنوں قاتل کی سرگرمیاں بڑے زوروں پر تھی اور ایک روز پہلے ایک عورت قتل ہو گئی تھی۔

پولیس کو خبردار کر دیا گیا تھا۔ سراغ رساں نے تھانے میں اطلاع کر دی تھی کہ مسٹر عنبر عورتوں کے لباس میں قاتل کو گرفتار کروانے کی خطرناک کوشش کر رہے تھے۔

طے یہ ہوا کہ عنبر جس جگہ کھڑا ہو گا ناگ اور جیمو اس کے تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہو کر اسے دیکھتے رہیں گے۔

جونہی قاتل کسی کونے سے نکل کر اس پر حملہ کرے گا، یہ لوگ بھاگ کر قاتل کو قابو میں کر لیں گے اور اگر پستول بھی چلانا پڑا تو یہ گریز نہ کریں گے۔

عنبر ایک گلی کے کونے پر جا کر رک گیا۔ کچھ دیر کھڑے رہنے کے بعد اس نے فٹ پاتھ پر بند دکانوں کے آگے یوں ٹہلنا شروع کر دیا جیسے وہ کسی کا انتظار کر رہا ہو۔

ایک آدمی جھومتا ہوا آیا اور یہ دیکھ کر کہ ایک نوجوان حسین لڑکی رات کو اکیلی فٹ پاتھ پر کھڑی ہے قریب آ کر عنبر کو مذاق کرنے لگا۔

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

عنبر بڑا تنگ آ گیا۔ سراغ رساں اور ناگ نے یہ منظر دیکھا تو پہلے تو وہ بہت ہنسے پھر جیمز نے ایک پولیس والے کو بلا کر کہا کہ اس آدمی کو وہاں سے بھگا دے۔

پولیس کا سپاہی عنبر کے پاس گیا اور آوارہ آدمی کو گردن سے پکڑ کر تھانے لے گیا۔

عنبر لڑکی کے لباس میں بڑا چوکنا ہو کر یونہی سیٹیاں بجا بجا کر فٹ پاتھ پر چل پھر رہا تھا۔ وہ قاتل کو دعوت دے رہا تھا۔

مگر شاید قاتل بھی ہوشیار ہو چکا تھا۔ ساری رات عنبر عورتوں کا لباس پہنے فٹ پاتھ پر سردی اور دھند

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

میں چہل قدمی کرتا رہا مگر قاتل نہ آیا۔

اگلا دن اس نے گرم گرم بستر میں سو کر گزارا۔ ناگ بھی آرام کرتا رہا۔ شام کے بعد سراغ رساں جیمز بھی ان کے پاس آ گیا۔ وہ بار بار چھینک رہا تھا۔

"کم بخت مجھے تو ساری رات سردی میں کھڑے رہنے سے زکام ہو گیا"۔

عنبر نے کہا۔

"پھر تم آج رات آرام کرو۔ میں اور ناگ ہی کافی ہیں"۔

سراغ رساں نے کہا۔

"نہیں بھائی! کسی پولیس کے آدمی کا تمہارے

www.urdufanz.com
www.urduresala.com

ساتھ ہونا بہت ضروری ہے جو اس بات کی گواہی دے کر قاتل کو اس نے حملہ آور ہوتے دیکھا ہے۔

تینوں نکل کر پولیس اسٹیشن آ گئے۔ موٹے تھانے دار کو سراغ رساں جیمز نے بالکل نہیں بتایا تھا کہ عنبر پر کوئی ہتھیار اثر نہیں کرتا۔

عنبر نے ہی اسے یہ راز ظاہر کرنے سے منع کیا تھا۔ موٹے تھانیدار نے عنبر کی طرف دیکھ کر شرارت سے کہا۔

"مادام کیا حال ہے آپ کا؟"۔

سارے لوگ ہنس پڑے۔ عنبر کو تھانے دار کی بات بری لگی۔ ناگ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں عنبر

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

سے اجازت مانگی کہ اگر اجازت ہو تو اس موٹے تھانیدار کی توند پر ابھی سانپ بن کر بیٹھ جاؤں؟ عنبر نے اشارے سے اسے منع کیا۔

اس لیے کہ وہ ایک انسان دوستی اور بھلائی کے کام پر نکلے ہوئے تھے۔ انہیں ہر قسم کا ہنسی مذاق برداشت کرنا ہی پڑے گا۔

سراغ رساں نے بھی موٹے تھانیدار کے اس مذاق کو پسند نہ کیا۔ کیونکہ عنبر بغیر کسی لالچ اور تنخواہ کے ان کے لیے کام کر رہا تھا۔

بہر حال دل میں عنبر نے سوچ لیا کہ وہ تھانے دار سے بھی کوئی نہ کوئی ایسا مذاق ضرور کرے گا جسے وہ

www.urdufanz.com

ساری عمر یاد رکھے گا۔

پچھلے روز کی طرح جب آدھی رات گزر گئی تو عنبر عورتوں کا بھڑکیلا لباس پہن کر سراغرساں اور ناگ کے ساتھ شہر کے دوسرے علاقے میں آ گیا۔

سراغ رساں اور ناگ دھند میں ذرا پیچھے تھے۔ عنبر عورت بنا بڑے نخرے کے ساتھ فٹ پاتھ پر کھڑا یوں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

جیسے اسے کسی کا انتظار ہو۔ اسے قاتل کا انتظار تھا اور قاتل "R" بازار کی دوسری طرف دھند میں کھڑا اپنی تیز تیز آنکھوں سے فٹ پاتھ پر کھڑی عورت کو دیکھ رہا تھا۔

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

اس کے کانوں میں عنبر کی اونچی ایڑی کی فٹ پاتھ پر ٹک ٹک کی آواز بھی صاف آ رہی تھی۔

قاتل کے ڈراؤنے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

اس کا شکار بالکل سامنے تھا۔ وہ ایک دکان کے برآمدے میں کھمبے کے ساتھ کھڑا تھا۔ دائیں جانب ہو کر وہ دھند میں گم ہو گیا۔

قاتل دوسری طرف سے آ کر پیچھے سے عورت یعنی عنبر پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔

اس نے اپنے کوٹ کی اندر والی جیب سے لمبی چھری نکال کر ہاتھ میں پکڑ لی اور آہستہ آہستہ عنبر کی

www.urdufanz.com

طرف بڑھنے لگا۔

عنبر عورت بنا بڑے مزے سے اپنی جگہ پر کھڑا قاتل کا انتظار کر رہا تھا۔ اب اس نے بھی قاتل کی بو سونگھ لی تھی۔

قاتل کو ناگ نے بھی دیکھ لیا۔ ناگ نے اپنی خاص سانپوں جیسی سیٹی بجا کر اسے خبردار کر دیا۔ ساتھ ہی سراغ رساں کو بھی خبر کر دی۔

اردگرد پولیس بھی چوکس ہو گئی۔ قاتل اس منصوبے سے بے خبر تھا۔

اور بڑے آرام سے ایک ایک قدم بغیر آواز کے اٹھاتا عنبر یعنی عورت کی طرف بڑھ رہا تھا۔

www.urdufanz.com
www.urdusalar.com

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

اب عنبر نے اپنے پیچھے قاتل کے قدموں کی چاپ سنی۔ وہ ایک جگہ پر ساکت ہو کر کھڑا ہو گیا تاکہ اسے آگے بڑھ کر حملہ کرنے کا موقع دے۔

قاتل کو ایسا آسان نشانہ کبھی نہیں ملا تھا۔ اس کے چہرے پر وحشت انگیز شیطانی مسکراہٹ تھی۔ عنبر کے بالکل پاس آ کر وہ ایک پل کے لیے رکا اور پھر ایکدم سے اچھل کر چھری اپنی پوری طاقت سے عنبر کی گردن پر ماردی۔

اس کا خیال تھا کہ اس کے سامنے جو عورت زرق برق کپڑے پہنے اندھیری رات میں کھڑی ہے، اس کی بھرپور چھری کا وار کھا کر لڑکھڑا کر گرے گی۔

www.urdusalar.com

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

اس کی آدھی گردن الگ ہو جائے گی پھر قاتل بڑے آرام سے آگے بڑھے گا اور اس کی گردن الگ کر کے اس کے ماتھے پر "R" کا نشان بنا کر وہاں سے رفو چکر ہو جائے گا۔

مگر وہاں تو معاملہ ہی الٹ ہو رہا تھا۔

چھری سیدھی شکار کی گردن پر لگی مگر جیسے پتھر پر لگ کر واپس اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ وہ خود لڑکھڑا سا گیا۔

کیونکہ وہ پوری طاقت سے آگے کو جھکا تھا۔ اتنی دیر میں سیٹیوں کی آواز سے علاقے گونج اٹھا۔ ایکدم سے پولیس گھوڑوں پر آگے بڑھی اور قاتل کو قابو کر لیا گیا۔

قاتل کی آنکھوں میں اپنے گرفتار ہونے پر حیرت نہ تھی بلکہ اس کی بات پر اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں کہ یہ کس قسم کی عورت تھی کہ جس پر اس کی تیز چھری کا بھرپور وار بھی کارگر نہیں ہوا۔

نہ خون نکلا نہ گردن کٹی۔ سراغ رساں نے قاتل کو ہتھکڑیاں پہنا کر پولیس کے ساتھ تھانے بھجوا دیا۔ عنبر عورت کے لباس میں ناگ اور سراغ رساں کے ساتھ واپس اپنے گھر آ گیا۔

سراغ رساں نے عنبر اور ناگ کا شکریہ ادا کیا۔

کیونکہ صرف اس کی وجہ سے ایک ایسا خطرناک قاتل

www.urdufanz.com

گرفتار ہوا تھا جس نے شہر میں دہشت پھیلا رکھی تھی اور اب تک وہ کتنی عورتوں اور بے گناہ انسانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ چکا تھا۔

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

لاشوں کے چور

عنبر اور ناگ نے اب ماریا کی تلاش شروع کر دی۔

وہ صبح نکلتے اور شام کو گھر واپس آتے۔ شہر اب ان کے لیے اجنبی نہیں رہا تھا۔ وہ اس کے تمام بازاروں اور گلی کوچوں سے واقف ہو گئے تھے۔

کبھی کبھی ان سے سراغ رساں ملنے آتا تھا۔

www.urdurasala.com
www.urdufanz.com

سراغ رساں عنبر سے تقاضا کرتا کہ وہ جسم کو پتھر بنانے والی دوا اسے بھی کہیں سے لا دے۔

عنبر نے اسے صاف انکار کر دیا تھا کہ وہ ایسی دوا کہیں سے بھی اسے لا کر نہیں دے سکتا۔ پھر بھی سراغ رساں نے عنبر کا پیچھا نہ چھوڑا۔

ایک روز عنبر اور ناگ شام کے بعد کھانا کھا کر یونہی سیر کرنے لندن کے لیے ایک ایسے علاقے میں آ گئے جس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہاں ایک ڈاکٹر رہتا ہے۔

ناگ نے سوچا کہ اس ڈاکٹر سے بات کی جائے کہ اس نے کوئی ایسا مریض تو نہیں دیکھا جس پر کسی

آسیب کا سایہ ہو۔

اس کا خیال تھا کہ اگر ماریا اس شہر میں ہوگی تو اس کی غیبی طاقت کی کرامتیں ضرور کہیں نہ کہیں ظاہر ہوں گی۔

عنبر اور ناگ ڈاکٹر کی دکان میں آ گئے۔ ڈاکٹر ایک پر اسرار تیز زرد آنکھوں اور نوکیلی چونچ جیسی ناک والا بوڑھا تھا۔

اس نے عنبر اور ناگ کو گہری نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔

"کیا بات ہے؟ تم کو کیا بیماری ہے؟ شکل سے تو تم دونوں صحت مند نظر آتے ہو۔"

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

کرگس کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

عنبر نے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب اصل میں ہم آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کیا کبھی کوئی ایسا مریض آپ کی نظروں سے گزرا ہے جس پر کسی آسیب کا سایہ ہو؟"۔

ڈاکٹر نے اپنی عینک اتار کر اس کے شیشے صاف کرتے ہوئے کہا۔

"میاں! یہاں تو ایسے مریض آتے ہیں جن کو اپریشن کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ میں سرجن ہوں۔ مجھ سے آسیب اور جن بھوتوں کا کیا تعلق؟"۔

"ہم نے آپ کو تکلیف دی۔ معافی چاہتے ہیں"۔

"کوئی بات نہیں"۔

ڈاکٹر نے کہا۔

"مگر تم لوگ مجھے ہندوستانی لگتے ہو۔ کیا تم بمبئی سے آئے ہو؟"۔

ناگ نے کہا۔

"جی نہیں۔ ہم مصر کے رہنے والے ہیں"۔

"اوہ! بہت خوب پھر تو تم مصر کی ممیوں کے بارے میں کچھ جانتے ہو گے۔ کیا تم نے کبھی کوئی ممی دیکھی ہے؟"۔

عنبر ذرا سا مسکرایا اور بولا۔

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

"جی ہاں! صرف ایک بار اہرام میں ممی دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا"۔

"بہت خوب!"۔

ڈاکٹر باتیں کر رہا تھا اتنے میں ایک گنجے سر والا پہلوان نما آدمی اندر داخل ہوا اور ڈاکٹر کو اشارے سے دوسری طرف لے گیا۔

ناگ نے کہا۔

"ضرور کوئی راز کی بات ہے یہاں۔ ان کی باتیں سننی چاہئیں؟"۔

مگر وہ تو دوسرے کمرے میں ہیں۔

"تم تو دوسرے کمرے میں بھی جا سکتے ہو"۔

www.urdufanz.com

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

ناگ نے کہا۔

"میں اپنے کانوں کی طاقت سے ان کی باتیں سننے کی کوشش کروں گا"۔

ناگ نے گہرا سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں اور کان لگا کر ڈاکٹر اور گنجے پہلوان کی باتیں سننے لگا۔

ڈاکٹر گنجے سے پوچھ رہا تھا۔

ڈاکٹر! مگر آج جو لاش تم لائے ہو، وہ گلی سڑی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کسی پرانی قبر کو کھود کر تم نے نکالی ہے۔ میں اس کے پچاس روپے سے ایک پائی زیادہ نہیں دوں گا۔

گنجا پہلوان۔ڈاکٹر صاحب! دو روز بعد میں آپ کو تازہ لاش لا کر دے دوں گا۔

ڈاکٹر۔یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔لوگوں نے قبروں پر پہرے بٹھا دیے ہیں۔

تم تازہ قبر کہاں سے کھود کر تازہ لاش لاؤ گے۔

گنجا پہلوان

جناب آپ فکر کیوں کرتے ہیں۔ہم نے ایک ایسی عورت کو تاڑ رکھا ہے۔جو غریب ہے اسے پیسوں کا لالچ دے کر ہم اپنی کوٹھڑی میں لے جائیں گے اور قتل کر کے لاش آپ کے پاس لے آئیں گے۔کیسے کیا اب بھی آپ اعتراض کریں گے؟۔

گرجے کا تابوت (عبرتناک ماریا قسط نمبر 61)

ڈاکٹر۔

(خوش ہو کر) شاباش! یہ تم نے بہت عمدہ سکیم بنائی ہے۔بلکہ اگر تم اس طرح عورتوں اور مردوں کو قتل کر کے مجھے تازہ لاشیں تجربے کے لیے لا کر دیتے رہو تو میں تمہیں ہر لاش کا سو روپیہ نقد دیا کروں گا۔

گنجا پہلوان۔

جی نہیں۔ہم ایک لاش کا ڈیڑھ سو روپیہ وصول کریں گے۔آپ کی مرضی ہو تو سودا کریں نہیں تو میں جا رہا ہوں۔

ڈاکٹر۔

نہیں نہیں بھائی! ناراض کیوں ہوتے ہو۔چلو

میں تمہیں ڈیڑھ سو روپے ہی دے دیا کروں گا۔ مگر لاش کو گردن سے مت کاٹنا۔

صرف دل میں خنجر مار کر ایک زخم کر کے انسان کو قتل کرنا تاکہ باقی لاش صحیح حالت میں رہے۔

گنجے پہلوان۔

ایسا ہی کریں گے جناب! لایئے اب اس لاش کے پچاس روپے۔

ڈاکٹر نے جیب سے پچاس روپے نکال کر گنجے پہلوان کو دیئے۔ پہلوان کمرے سے خوش باش باہر نکلا۔

ڈاکٹر ابھی کمرے میں ہی تھا کہ ناگ نے عنبر کو

گنجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر61)

اشارہ کر کے اس گنجے پہلوان کا تعاقب کرنے کو کہا۔

''خیریت تو ہے ناگ؟''۔

ناگ نے کہا۔

جلدی کرو۔ اس گنجے کا پیچھا کرنا بہت ضروری ہے۔

ناگ اور عنبر ڈاکٹر کی دکان سے باہر نکل آئے۔ اور انہوں نے گنجے پہلوان کا تعاقب شروع کر دیا۔ راستے میں ناگ نے اس قاتل گنجے کے بارے میں سارا کچھ بتا دیا۔

''یہ ظالم آدمی ہے۔ اس نے زندہ انسانوں کو ہلاک کر کے ان کی لاشیں ڈاکٹر کے پاس فروخت

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

کرنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے"۔

ناگ نے کہا۔

میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر لوگ بعض بیماریوں کی اصل وجہ معلوم کرنے کے لیے مردہ جسموں پر تجربے کیا کرتے ہیں۔

یہ ڈاکٹر بھی اس قسم کے تجربے کرتا ہے۔ بہر حال پہلے اس گنجے قاتل کی تو خبر پھر ڈاکٹر کا بھی پتہ کریں گے کہ وہ لاشوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔

گنجہ قاتل تاریک اندھیری گلیوں میں سے ہو کر ایک مکان کی ڈیوڑھی میں داخل ہو گیا۔

عنبر نے ناگ سے کہا۔

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

"یہاں میرا کام ختم ہوتا ہے اور تمہارا کام شروع ہوتا ہے۔ اب تم اندر جا کر معلوم کرو کہ معاملہ کیا ہے"۔

"تم اسی جگہ میرا انتظار کرنا میں ابھی حالات کا جائزہ لے کر باہر آتا ہوں"۔

ناگ نے ایک کالے سانپ کی شکل اختیار کی اور کونوں کھدروں سے ہوتا ہوا مکان کی ڈیوڑھی سے گزر کر ایک کوٹھڑی میں آ گیا۔

یہاں گنجہ قاتل ایک بدمعاش سے باتیں کر رہا تھا۔ ناگ دیوار کی اوٹ میں میز کے نیچے چھپ گیا اور ان دونوں کی باتیں سننے لگا۔

www.urdufanz.com

گنجے۔

ارے میاں میں نے اس سے ڈیڑھ سو روپے فی
زندہ لاش کا سودا کرلیا ہے۔

بدمعاش! بہت خوب! یار یہ تو بہت اچھا ہوا ہے۔
اب کم از کم قبرستان جا کر قبریں کھودنے، کفن پھاڑنے
اور لاش کو قبر میں سے گھسیٹ کر نکالنے اور تابوت
توڑنے کی مصیبت سے نجات مل جائے گی۔
اپنا کسی زندہ انسان کو تلاش کیا۔ ورغلا کر اسے گھر
لاتے اور بڑے آرام سے قتل کر کے لاش صندوق
میں بند کر کے ڈاکٹر کی تجربہ گاہ میں پہنچا دی۔

گنجے۔

گرجے کا تابوت (عبرتناک ماریا قسط نمبر61)

اس سے آسان کام تو شاید ہی دنیا میں کہیں ہوگا۔

بدمعاش

پہلی لاش کے پیسے لائے ہو؟۔

گنجے۔

کم بخت ڈاکٹر نے بڑی مشکل سے پچاس
روپے دیئے ہیں۔

بدمعاش

کم از کم اس سے ستر روپے تو لاتے۔

گنجے۔

وہ مانتا ہی نہیں تھا۔ کہتا تھا لاش گلی سڑی تھی۔

گنجے۔

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

(سر کھجلا کر) ہاں یار لاش تو واقعی گلی سڑی تھی۔ کم
بخت کوئی بڈھا تھا۔ بیماری نے اس کا سارا جسم کھوکھلا
کر دیا تھا۔

چلو اب قبرستان کے بڈھے مردوں سے تو نجات
ملی۔

گنجہ۔

اچھا تو اب پہلا شکار کس کو بنانا ہے۔

بدمعاش۔

وہی عورت! اسی سے بہتر اور کون سا شکار ہو گیا۔
بھلا غریب ہے۔ بیمار رہتی ہے کھانے کو کچھ نہیں ملتا۔
اسے نوکری کا جھانسہ دیں گے۔ سو روپے پیشگی

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

دے دیں گے۔ پھر اسے ورغلا کر یہاں لے آئیں
اور پھر قتل کر دیں گے۔

گنجہ۔

بالکل ٹھیک ہے۔ تو پھر چلو۔

بدمعاش۔ چلو۔

دونوں بدمعاش گھر سے باہر نکل گئے۔ عنبر نے
ان دونوں کو گلی میں سے گزرتے دیکھا تو اسے ناگ کا
خیال آیا کہ وہ ابھی تک کیوں نہیں آیا۔

اتنے میں ناگ بھی آ گیا۔ اس نے عنبر کو ساری
کہانی بیان کر دی اور کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں ان کے ساتھ جانے کی

www.urdurasala.com
www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

ضرورت نہیں ہے کیونکہ جس عورت کو یہ قتل کرنے کا پروگرام بنا چکے ہیں اسے اپنے ساتھ اس گھر میں لا رہے ہیں۔ تو بہتر ہوگا کہ ہم اسی گھر میں بیٹھ کر ان کی واپسی کا انتظار کریں۔

عنبر نے کہا۔

"یہ خیال درست ہے۔ آؤ اندر چلتے ہیں"۔

دونوں مکان کی ڈیوڑھی میں سے گزر کر اندر کوٹھڑی میں آ گئے۔ یہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ ایک پلنگ دو کرسیاں، چند ایک برتن اور پرانی کیتلی پڑی تھی۔

اس لیے شاید انہوں نے کوٹھڑی کو تالا نہیں لگایا

کرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

تھا۔ عنبر اور ناگ نے محسوس کیا کہ اس کوٹھڑی میں ایسی بو پھیلی تھی جیسے کہ قبرستانوں میں پھیلی ہوا کرتی ہے۔

"بدبخت بالکل قبروں کے مردے نکال کر کھانے والے بجوؤں کا گھر معلوم ہوتا ہے"۔

عنبر نے ناگ پر انگلی رکھ کر کہا۔

ناگ مسکرا کر بولا۔

"ان میں اور قبروں کے بجو میں فرق بھی تو کوئی نہیں۔ ہاں البتہ ایک لحاظ سے یہ قبروں کے بجوؤں سے زیادہ ظالم ہیں۔ بجو تو صرف مردے کو کھاتا ہے۔ اور یہ بدمعاش زندہ انسانوں کو ہلاک کر کے فروخت کرتے ہیں"۔

www.urdufanz.com

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

عنبر بولا۔

''ہم اس جگہ ان دونوں کا انتظار کریں گے۔ جب وہ آگئے تو میں اس پلنگ کے نیچے چھپ جاؤں گا اور تم۔۔تم تو سانپ بن کر جہاں جی چاہے چھپ سکتے ہو''۔

ناگ نے کہا۔

''میں اس کھمبے کے پیچھے پرانے کباڑ خانے میں چھپ جاؤں گا۔ مگر یاد رہے جونہی ان لوگوں نے عورت پر حملہ کیا ہمیں اسی لمحے باہر آ کر انہیں دبوچ لینا ہوگا''۔

عنبر بولا۔

''ارے بھائی! دبوچنا کیا ہوگا۔ تمہیں تو اسی وقت ان دونوں کو ڈس کر ہلاک کر دینا ہوگا''۔

ادھر یہ دونوں بھائی یہ باتیں کر رہے تھے۔ ادھر وہ دونوں بدمعاش شہر کے تنگ و تاریک مکان میں بیٹھے ایک جوان مگر فاقہ زدہ غریب عورت سے میٹھی میٹھی باتیں کر رہے تھے۔

''بہن خدا کا شکر ہے کہ تمہاری نوکری کا بندوبست ہوا۔ میں نے تو تمہاری نوکری کی تلاش میں سارا شہر چھان مارا تھا۔ وہ کون سا آدمی ہوگا جس کو میں نے نہیں کہا ہوگا''۔

غریب عورت نے خوش ہو کر کہا۔

www.urdufanz.com

گرجے کا تابوت (عمبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

"تم سچ کہتے ہو؟ کیا مجھے نوکری مل جائے گی؟"۔

"ارے بھئی کیوں نہیں"۔

دوسرا بدمعاش بولا۔

"نوکری بھی دو سو روپے ماہوار کی ہے"۔

دو سو روپے ماہوار کا نام سن کر تو غریب عورت کی خوشی سے باچھیں کھل گئیں۔

اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"خدا تمہارا بھلا کرے بھائیو! تم نے ایک غریب بیوہ عورت کی مدد کر کے بہت ثواب حاصل کیا ہے۔ اب میری غربت دور ہو جائے گی اور میں اپنے بچوں کی اچھی طرح سے پرورش کر سکوں گی"۔

گنجے نے کہا۔

"اگر تم اس وقت ہمارے ساتھ چلو تو تمہیں ایک سو روپیہ ایڈوانس بھی مل سکتا ہے"۔

"یعنی پیشگی ایک سو روپیہ؟"۔

"ہاں ہاں بھئی۔ جس عورت نے تمہیں ملازم رکھا ہے۔ وہ اس وقت ہمارے گھر پر ہی بیٹھی ہے۔ تم ہمارے ساتھ چلو گی ہم تمہیں سامنے بھی کرا دیں گے اور اس سے سو روپے بھی دلوا دیں گے"۔

عورت نے اٹھ کر کہا۔

www.urdufanz.com
www.urduresala.com

"میں ابھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں"۔

"آؤ پھر۔ یہ کام بھی ہو ہی جائے تو اچھا ہے"۔

گنجے عورت سے ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ اس نے اسے مصروف رکھا اور بدمعاش چائے گرم کرنے لگا۔

جب چائے پک گئی تو اس نے تین پیالیوں میں اسے ڈالا۔ پھر سب کی نظروں سے چھپ کر ایک پیالی میں جیب سے کوئی دوائی نکال کر ڈال دی۔

پیالی میں چائے کو چمچ سے خوب ہلایا اور وہ کپ عورت کے سامنے رکھ کر کہا۔

"بہن! تمہارا بھائی غریب ہے۔ مگر اس کا دل

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

تمہاری محبت سے لبریز ہے۔ میں تمہاری خدمت نہیں کر سکا۔ اس کا مجھے افسوس رہے گا۔ خیر کوئی بات نہیں۔ اگلی بار تم آؤ گی تو میں تمہارے لیے سری پائے پکاؤں گا"۔

غریب عورت اس کے اخلاق سے بڑی متاثر ہوئی۔ کہنے لگی۔

بھائی تم کیوں اپنے آپ کو پریشان کر رہے ہو۔ بہنوں کے لیے اتنا ہی کافی ہوتا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے گھر میں گھڑی دو گھڑی آ کر بیٹھ جائیں۔

انہیں تو بھائیوں کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آنی چاہیے۔ بہنیں چائے کی بھوکی نہیں ہوتیں اور پھر تم نے

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

گرجے کا تابوت (خوفناک ماریا قسط نمبر 61)

تو ایک منٹ میں چائے تیار کر دی ہے۔

گنجے پہلوان۔

بہن! چائے بنانے میں تمہارے بھائی کا جواب نہیں پیوگی تو اسے پسند کرو گی۔

غریب عورت نے کپ منہ کے ساتھ لگا کر ایک گھونٹ چائے کا پیا تو سر ہلا کر کہنے لگی۔

"بہت مزید چائے ہے۔ مگر اس میں مشک کافور کی ہلکی ہلکی خوشبو کیوں آ رہی ہے؟"۔

بدمعاش نے گنجے کی طرف دیکھا۔ گنجے نے سر کھجلا کر کہا۔

"ہی ہی ہی۔ بات دراصل یہ ہے بہن کہ میرے بھائی کو مشک کافور سے بڑا پیار ہے۔ یہ چائے میں اسے ضرور ملا کر پیتا ہے۔ کم بخت نے تمہارے پیالے میں بھی ملا دیا ہوگا"۔

بدمعاش بولا۔

مجھے افسوس ہے بہن مگر میں نے تمہارے پیالے میں مشک کافور بالکل نہیں ملایا۔

ہاں میرا ہاتھ ضرور لگ گیا ہو گا۔ معافی چاہتا ہوں۔ بھولو میں ابھی دوسری چائے بنا دیتا ہوں۔ لاؤ پیالہ میں چائے پھینک کر دوسری بنا دوں۔

عورت نے کہا۔

"نہیں نہیں بھائی، اس کی کیا ضرورت ہے۔

www.urdufanz.com

تمہاری مہربانی ہے۔ میں پی لوں گی۔ اتنا مشک کافور تو نہیں ہے اس میں"۔

بدمعاش نے زبردستی کرتے ہوئے کہا۔

"بہن! دے دو پیالہ۔ مجھ سے غلطی ہو گئی کہ مشک کافور والا ہاتھ لگا دیا۔ میں ابھی دوسری چائے بنا دیتا ہوں"۔

عورت نے چائے کی پیالی والا ہاتھ دور لے جاتے ہوئے کہا۔

"نہیں بھائی۔ میں اسے ہرگز نہیں دوں گی۔ میں تو اسے بڑے شوق سے پیوؤں گی"۔

اور وہ بڑے شوق سے ساری چائے پی گئی۔

گرجے کا تابوت (عبرتناک ماہانہ نمبر 61)

غریب عورت چائے پھینکوا دیتی تو زیادہ اچھا تھا۔ مگر ایسا نہ کر سکی۔

چائے پینے کے بعد دونوں بدمعاش اس کے ساتھ مسلسل گفتگو کرتے رہے۔ یہاں تک کہ عورت کی آنکھوں کے پپوٹے بھاری ہونا شروع ہو گئے۔

چائے میں ملائی ہوئی نیند لانے والی دوا اپنا کام کر چکی تھی۔ غریب عورت نے ایک دو بار آنکھیں ملتے ہوئے کہا۔

"یہ مجھے نیند کیوں آئی جا رہی ہے؟ پہلے تو چائے پی کر مجھے کبھی نیند نہیں آئی تھی"۔

گنجے نے کہا۔

www.urdufanz.com

گرجے کا تابوت (عمبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

"ہماری چائے میں دودھ زیادہ ہوتا ہے۔اس لیے ذرا غنودگی طاری ہو جایا کرتی ہے۔مگر تھوڑی دیر بعد طبیعت بالکل چاق و چوبند ہو جاتی ہے"۔

عورت نے کہا۔

"مگر میرا تو سر بھی چکرا رہا ہے"۔

وہ ہاتھ سے اپنا سر دبانے لگی۔گنجے قاتل نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"بہن کچھ دیر آرام کرو ل۔آرام کرنے کے بعد طبیعت بالکل ٹھیک ہو جائے گی"۔

ہاں میرا خیال ہے مجھے کچھ دیر آرام کر لینا چاہیے۔مگر وہ عورت۔۔۔میری مالک ابھی تک کیوں نہیں آئی۔

اس نے مجھے۔مجھے۔۔۔مجھے پیشگی ایک سو روپیہ دینا تھا۔ایک سو روپیہ میرے بچوں کے کپڑے بنانے کے کام آئے گا۔

اب میں ان کو روزانہ دودھ پلا سکوں گی۔وہ رات کو بھوکے نہیں سوئیں گے۔ایک سو روپیہ پیشگی۔۔۔میرا سر گھوم رہا ہے۔۔۔یہ کمرہ۔گھوم رہا ہے۔گھوم رہا ہے۔۔۔گھوم۔۔۔گھو۔۔۔م۔۔۔

اور غریب عورت پلنگ پر گرتے ہی گہری نیند میں کھو گئی۔اسے نیند میں بے ہوش ہوتے دیکھ کر دونوں قاتلوں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

www.urdufanz.com

بدمعاش بولا۔

"میری دوائی نے فوراً اثر کیا۔ اگر یہ بے ہوش نہ ہوتی تو ہمارے لیے مشکل ہو جاتی"۔

گنجہ بولا۔

"کم بخت ضرور شور مچاتی۔ چلو اب اس کا کام تمام کرنے کی تیاریاں کرو۔ پلنگ پر سے اسے اتار کر فرش پر لیٹا دو۔ میں چھری نکال کر لاتا ہوں"۔

بدمعاش کہنے لگا۔

"کپڑے پرے پرے ہٹا لو۔ کم بخت کا خون فرش پر گر کر ان کپڑوں کو خراب کر دے گا"۔

"یار اس پلنگ کے نیچے رکھ دو کپڑوں کو"۔

گرجے کا تابوت (عمبرناگ ماریا قسط نمبر 61)

بدمعاش نے فرش پر بکھرے ہوئے کپڑے اٹھا کر جب کھمبے کے پاس رکھے ڈرم میں سے پرانا کپڑا خون صاف کرنے کے لیے نکالنا چاہا تو ایک کالے سانپ کو دیکھ کر اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"سانپ!"۔

گنجہ اچھل کر پلنگ پر چڑھ گیا۔

"کہاں ہے سانپ؟"۔

"یہاں کھمبے کے پاس ہے۔ چھری نکال کر اسے ہلاک کر دو۔ جلدی کرو"۔

"چھری تو تم لینے جا رہے تھے۔ جلدی سے چھری سے اسے مار ڈالو"۔

www.urdufanz.com

"چھری دور پڑی ہے۔ خدا کے لیے پلنگ کے نیچے سے ڈنڈا نکال کر اس کا سر کچل دو"۔

بدمعاش پلنگ کے نیچے سے ڈنڈا نکالنے لگا تو عنبر بھی ڈنڈے کے ساتھ ہی باہر نکل آیا۔

"ہائیں! تم کون ہو؟"۔

گنجے نے چیخ کر کہا۔

"دیکھتے کیا ہو تام! اچھل کر اسے گردن سے دبوچ لو۔ یہ کوئی چور اچکا ہے۔ جانے نہ پائے۔ تم اسے سنبھالو۔ میں سانپ کو مارتا ہوں"۔

بدمعاش اپنی جگہ سے اچھلا اور عنبر کی گردن کو دبوچ کر اسے گرانے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر عنبر نیچے

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

گرنے والی چیز نہیں تھی۔

عنبر نے اپنا ایک ہاتھ ہوا میں لہرا کر اس کی گردن میں ایسا مارا کہ اس کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا۔ اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی۔

گنجے نے جب یہ معاملہ دیکھا تو اپنے ساتھی کی مدد کے لیے واپس پلٹا۔ وہ سانپ کو بھول گیا۔ مگر سانپ نے اسے نہیں بھلایا تھا۔

سانپ لپک کر اس کے سامنے آ گیا۔ اس نے اپنا پھن پھیلا لیا اور گنجے کے چہرے کے سامنے آ کر زور زور سے جھومنے لگا۔ گنجے کے ماتھے پر پسینے کے قطرے جھلملانے لگے۔

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر61)

کانا چگاڈر

عنبر نے کہا۔

"ناگ! ابھی اسے مت ڈسنا۔ مجھے اس سے ایک سوال پوچھنا ہے"۔

ناگ کا پھن آگے بڑھتا بڑھتا رک گیا۔ عنبر نے اس گنجے سے پوچھا۔

"اگر تم یہ بتا دو کہ یہ مذموم اور شرمناک کام اور کون کون لوگ یہاں کرتے ہیں تو ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے"۔

گنجے نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"مشرقی دروازے کے اندر ایک کانا چگاڈر نام کا بدمعاش رہتا ہے، وہ بھی انسانی لاشوں کا کاروبار کرتا ہے"۔

"اور کون کون یہ کام کرتا ہے؟"۔

"جی نہیں۔ اور کوئی نہیں"۔

عنبر نے ناگ سے کہا۔

"ناگ اس مکروہ قاتل کو ختم کر دو۔ نہ رہے گا

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

بانس نہ بجے گی بانسری"۔

ناگ نے اپنا پھن ذرا پیچھے کر کے لپک کر گنجے کی پیشانی پر ڈس دیا۔

گنجے نے چیخ ماری اور سر کو پکڑ کر زمین پر گر پڑا۔ بھلا ناگ کا زہر وہ کہاں تک برداشت کر سکتا تھا۔ ذرا سی دیر میں اس کا سارا بدن نیلا پڑ گیا اور زبان کالی ہو کر باہر نکل آئی اور وہ مر کر اکڑ گیا۔

"اب ان قاتلوں کی لاشیں پلنگ کے نیچے کر دو۔ یہ غریب عورت اٹھے گی تو لاشیں دیکھ کر کہیں اس کی بھی جان نہ نکل جائے"۔

عنبر نے کہا۔

"ناگ نے دونوں لاشیں گھسیٹ کر پلنگ کے نیچے کر دیں اور ان پر پرانے کپڑے ڈال دیے۔ اب وہ غریب عورت کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگی"۔

انہوں نے اس کے چہرے کو ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دیے اور اس کے گالوں پر ہلکے ہلکے تھپڑ بھی مارے تھوڑی دیر بعد عورت ہوش میں آ گئی اس نے جو دیکھا کہ اس کے سامنے کوئی اور ہی دو آدمی بیٹھے ہیں تو چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔

"تم لوگ کون ہو؟ میرے بھائی کہاں ہیں؟"۔

عنبر نے کہا۔

www.urdufanz.com

"بہن خدا کا شکر ادا کرو کہ ان لوگوں سے تمہاری جان بچی وہ تو تمہیں قتل کرنے کے لیے یہاں لائے تھے اسی لیے انہوں نے چائے میں بے ہوشی کی دوائی ملا کر تمہیں پلا دی تھی"۔

غریب عورت کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ عنبر اور ناگ اسے قاتلوں کی لاشیں دکھا کر اور زیادہ پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے عورت کو اٹھا کر کھڑا کیا اور کہا۔

"بہن! چلو تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آئیں اور خبردار اب کبھی کسی کے ساتھ گھر سے باہر نکلنا"۔

وہ عورت کو ساتھ لے کر اس کے گھر آ کر چھوڑ

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

گئے۔ باہر آ کر ناگ نے کہا۔

"اب اس بد بخت کانے چمگادڑ نما قاتل کی چل کر خبر لینی چاہیے"۔

"ضرور ضرور! مگر خبر کیا لینی ہے، اسے بھی ختم کر دینا چاہیے تاکہ خلق خدا اس کے ظلم سے محفوظ رہ سکے"۔

دن ڈھل رہا تھا کہ دونوں شہر کے مشرقی دروازے پر آ گئے۔ یہ دروازہ بڑا پرانا تھا۔ آدھا ٹوٹ چکا تھا۔

دروازے کی ڈیوڑھی سے گزر کر وہ ایک سرائے کے باہر آ کر کھڑے ہو گئے۔ سوچنے لگے کہ کس سے

www.urdufanz.com

کانے چمگادڑ کے بارے میں پوچھیں۔ آخر انہیں ایک پراسرار نوجوان جاتا دکھائی دیا۔ ناگ اس کے قریب جا کر بولا۔

"بھائی! مجھے کانے چمگادڑ کی تلاش ہے۔ میں اس کا بھائی ہوں۔ بڑی دور سے آیا ہوں۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ کہاں رہتا ہے؟"۔

پراسرار آدمی ناگ کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔

"میں جانتا ہوں تم اسے کیوں ملنا چاہتے ہو۔ تم ایسا کرو کہ تم یہاں سے باہر بائیں ہاتھ کو چلے جاؤ۔ آگے ایک پرانا گرجا آئے گا۔ اس کے پیچھے ایک ٹوٹا

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

پھوٹا مکان ہے۔ بس اسی مکان میں کانا چمگادڑ رہتا ہے"۔

ناگ اور عنبر خاموشی سے شکریہ ادا کر کے بائیں ہاتھ کو گھوم گئے۔ آگے ایک گرجا آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک بوسیدہ ایک منزلہ تکونی چھت والا مکان کھڑا تھا۔

اس مکان کی چھت ٹوٹ پھوٹ چکی تھی۔ ناگ نے وہاں ایک لڑکے سے کانے چمگادڑ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔

"کانا چمگادڑ وہاں سرائے میں چائے پینے گیا ہے"۔

www.urdufanz.com

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

دونوں بھائی سرائے میں آ گئے۔ یہاں ایک چھوٹے سے کمرے میں پرانی غلیظ قسم کی کرسیاں بچھی تھیں۔

جس پر بیٹھے بدمعاش قسم کے جرائم پیشہ لوگ کھا پی رہے تھے اور ہنسی مذاق بھی کر رہے تھے۔ ناگ نے ایک آدمی سے کانے چمگادڑ کا پوچھا۔

اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ سامنے بیٹھا ہے کانا چمگادڑ"۔

کانا چمگادڑ بڑی شان سے ٹانگ پر ٹانگ رکھے کرسی پر بیٹھا سوکھا سا مریل آدمی اس کا سردار تھا۔

ناگ نے دیکھا وہ ایک آنکھ سے کانا تھا اور کافی آنکھ سے سیاہ رنگ کا پانی بہہ بہہ کر اس کے گالوں پر جم گیا تھا۔

ناگ نے جا کر کہا۔

آداب بھائی جان! میں آپ سے ایک ضرور بات کرنے آیا ہوں۔

کانے چمگادڑ نے گھور کر ناگ کو دیکھا اور کہا۔

"کیا تمہارا ساتھی بھی مجھ سے ضروری بات کرنے آیا ہے؟"۔

ناگ نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جی ہاں جناب! یہ بھی میرے ساتھ ہی کام کرتا ہے"۔

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

کانا چگاڈر انہیں لے کر کونے والی خالی میز پر آ کر بیٹھ گیا۔

"بولو! کیا کام ہے تمہیں مجھ سے؟"۔

ناگ بولا۔

"جناب! بات یہ ہے کہ ہمارے پاس دو لاشیں اس وقت موجود ہیں۔ ہم انہیں آپ کے پاس فروخت کرنا چاہتے ہیں"۔

کانے چگاڈر نے چونک کر کہا۔

"تم خود کیوں نہیں لاشیں لے کر کسی ڈاکٹر کے پاس چلے جاتے؟"۔

ناگ بولا۔

"بات یہ ہے کہ جس ڈاکٹر کو ہم لاشیں دیا کرتے تھے، وہ یہاں سے چلا گیا ہے۔ ہم کسی دوسرے ڈاکٹر کو لاشیں دیتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ اگر آپ ہم سے خرید لیں تو ہم بڑی سستی دے دیں گے"۔

کانا چگاڈر ان دونوں کو ساتھ لے کر اپنے پرانے گھر آ گیا۔ گھر میں ہر شے بکھری بکھری اور گندی تھی۔

"لاشیں اس وقت کہاں ہے؟"۔

کانے چگاڈر نے پوچھا۔

"قبرستان کی ایک کوٹھڑی میں رکھی ہیں۔ بالکل تازہ ہیں۔ جناب! ہم نے آج صبح ہی اسے قبروں

میں سے کھود کر نکالا ہے"۔

کانا چمگادڑ تھوک کر بولا۔

"بھائی! میں تو زندہ لاشوں کا دھندا کرتا ہوں"۔

اس کے ساتھ ہی کانے چمگادڑ نے سیٹی بجائی۔

دروازہ کھلا۔ چار ہٹے کٹے بدمعاش چھریاں لیے باہر نکل آئے اور انہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے عنبر اور ناگ رسیوں میں جکڑ کر زمین پر ڈال دیا۔

ناگ نے کہا۔

"کیا آپ اپنے مہمانوں سے یہی سلوک کرتے ہیں؟"۔

کانے چمگادڑ نے زور سے قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

تم لوگ یہاں اجنبی ہو۔ میں جانتا ہوں تم باہر سے مجھے پھانسنے کے لیے بھیجے گئے ہو۔ تمہیں ضرور پولیس نے بھیجا ہے۔

"مگر میں تمہیں زندہ نہیں جانے دوں گا۔ میں تم دونوں کی لاشوں کو بیچ کر پانچ سو روپے وصول کروں گا۔ بڑی جوان لاشیں ہوں گی تمہاری۔ ہاہاہا"۔

ناگ نے عنبر کی طرف اور عنبر نے ناگ کی طرف دیکھا۔ کانے چمگادڑ نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

"ان دونوں کو نیچے تہہ خانے میں لے چلو۔ میں چاہتا ہوں کہ ابھی انہیں قتل کر کے رات کو لنگڑے ڈاکٹر کے پاس ان کی لاشیں پہنچا دو۔ میں نے اس

www.urdufanz.com

سے آج لاشیں پہنچانے کا وعدہ کر رکھا ہے"۔

چاروں بدمعاشوں نے عنبر اور ناگ کو اٹھایا اور نیچے تہہ خانے میں لا کر پھینک دیا۔ اب وہ چھریاں کلہاڑیاں تیز کرنے لگے۔

کانا چمگادڑ بھی نیچے آ گیا۔ عنبر نے ناگ کی طرف دیکھ کر سرگوشی میں کہا۔

"ناگ! اب کس کا انتظار کر رہے ہو۔ یہ تمہارے چار ٹکڑے کر دیں گے تب کچھ کرو گے۔ مجھے تو یہ کچھ نہ کہہ سکیں گے فکر تو تمہارا کر رہا ہوں"۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"میں تو تیل دیکھ رہا ہوں اور تیل کی دھار دیکھ

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

رہا ہوں"۔

عنبر بولا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر کہیں تیل دیکھتے دیکھتے دیا ہی نہ گل ہو جائے"۔

کانے چمگادڑ نے جب دیکھا کہ دونوں شکار آپس میں سرگوشیاں کر رہے ہیں تو اس نے ناگ کے سر پر زور سے تھپڑ مار کر کہا۔

"کمینے! ہمارے خلاف باتیں کر رہے ہو؟ کر لو جتنی باتیں کرنی ہیں۔ یہ تمہاری زندگی کی آخری باتیں ہوں گی"۔

پھر اس نے اپنے دو بدمعاشوں کو حکم دیا۔

"لال ہاتھی! نکالو چھری اور پہلے اس کمینے کی گردن اتار دو یہ بہت بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہا تھا"۔

لال ہاتھی سچ مچ ہاتھی کا ڈیل ڈول رکھتا تھا۔ وہ جھومتا جھامتا چھری لیے ناگ کے پاس آیا اور اس کی طرف دیکھ کر اپنے پیلے دانت نکال کر ہنسنے لگا۔

کانے چمگادڑ نے چیخ کر کہا۔

"گدھے کے بچے دانت کیا نکال رہے ہو۔ کام تمام کرو اس کمینے کا۔ گردن اتار کر فرش پر رکھ دو۔ پھر دوسرے کی باری آئے گی"۔

لال ہاتھی نے چھری اٹھا کر لہرائی۔ دوسرے ہاتھ سے ناگ کے بال پکڑ کر اس کی گردن ایک طرف کو

کرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

جھکا دی۔

چاہتا تھا کہ ایک ہی وار سے گردن اتار دے کہ ناگ نے کہا۔

"عنبر خدا حافظ"۔

عنبر تو کانپ کر رہ گیا۔ ناگ موت کے بے حد قریب پہنچ گیا تھا ایک پل کے لیے تو وہ یہی سمجھا شاید ناگ سچ مچ اس کی زندگی کا آخری سلام کر رہا ہے، کیا وہ اپنی ساری کرامات بھول گیا ہے؟۔

عنبر اس قسم کے خیالات میں گم تھا کہ ناگ رسیوں میں جکڑے جکڑے اچانک غائب ہو گیا۔ لال ہاتھی کے ہاتھ سے چھری گر پڑی اور وہ دہشت کھا کر پیچھے

www.urdufanz.com

کوگرا۔

"یہ کیا ہو گیا ماسٹر چمگادڑ!"۔

کانا چمگادڑ بھی پتھر کا بت بن کر دیکھتا رہ گیا کہ اس کا جکڑا ہوا شکار کہاں چلا گیا۔ باقی تینوں بدمعاشوں کی بھی آنکھیں کھلی تھیں۔ اور چہروں پر پسینہ آیا ہوا تھا۔ کانے چمگادڑ نے چیخ مار کر کہا۔

"اس دوسرے شکار کو نہ جانے دینا۔ یہ کوئی جادو گر تھا۔ اس دوسرے شکار کو فوراً ہلاک کر دو"۔

تینوں بدمعاش چھریاں کلہاڑیاں لے کر عنبر پر ٹوٹ پڑے۔ مگر عنبر کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ ہاں اتنا اسے فائدہ ضرور پہنچا کہ چھریوں اور کلہاڑیوں کی پے در پے

کرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

ضربوں سے اس کی رسیاں ٹوٹ گئیں اور وہ آزاد ہو گیا۔

اب سارے بدمعاش اس پر حملے کر رہے تھے مگر عنبر اپنی جگہ کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس عرصے میں ناگ جو چھوٹے سے انتہائی زہریلے سانپ کی شکل اختیار کر چکا تھا۔

کانے چمگادڑ کے سامنے آ گیا۔ کانے چمگادڑ نے خوف سے چیخ ماری۔

"سانپ کو مارو۔ مارو!"۔

عنبر نے ناگ سے کہا۔

"ناگ! انہیں سانپ بن کر نہیں شیر بن کر ختم

www.urdufanz.com

کرو"۔

سارے بدمعاش پہلے ہی دہشت زدہ تھے کہ اس شخص کے جسم پر کوئی زخم یوں نہیں لگ رہے۔ اب جو انہوں نے اسے دیکھا کہ سانپ سے باتیں کر رہا ہے تو گردنیں گھما کر سانپ کو تکنے لگے۔

چمگادڑ نے چنگھاڑ کر کہا۔

"سانپ کو کچل دو کمینو!"

لیکن اس سے پہلے کہ وہ سانپ پر حملہ کرتے ناگ نے اپنی جون بدل ڈالی تھی۔ اور اب کوٹھڑی میں ایک دس فٹ اونچا لمبا خوفناک شیر منہ کھولے دھاڑ رہا تھا۔

کرگس کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

شیر نے جھپٹ کر پنجہ مارا اور بیک وقت دو بدمعاشوں کی گردنیں جسم سے الگ کر کے پرے پھینک دیں۔

تیسرا بھاگنے لگا شیر نے اسے بھی جھپٹا مار کر دبوچ لیا اور چیر پھاڑ کر کے رکھ دیا۔ کانا چمگادڑ کانپ رہا تھا۔ وہ باہر کی طرف بھاگا۔

شیر نے زور سے دھاڑ ماری اور اچھل کر کانے چمگادڑ کے اوپر جا گرا۔ شیر کے بوجھ ہی سے کانے چمگادڑ کی ہڈی پسلی ٹوٹ کر سرمہ بن گئی۔

شیر پھر سے ناگ یعنی انسانی شکل میں آ گیا۔

عنبر نے کہا۔

www.urdufanz.com

"تمہاری آواز سارے محلے میں گونج رہی تھی۔
اب یہاں سے بھاگ چلو۔ لوگ اکٹھے ہو جائیں
گے"۔

دونوں کھڑکی میں سے کود کر جا گھر کے پیچھے آ
گئے۔

دیکھا کہ محلے کے لوگ خوف سے سہمے ہوئے
مکان کے دروازے پر کھڑے ہیں اور ایک دوسرے
سے پوچھ رہے ہیں کہ یہ شیر کی آواز کہاں سے آئی
تھی۔

ڈرتے ڈرتے کچھ لوگ اندر گئے تو اندر چار
آدمیوں کی کٹی پھٹی شیر کی چبائی ہوئی لاشیں پڑی

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

تھیں۔ لوگ خوفزدہ ہو کر بھاگے۔ پولیس وہاں پر آ
گئی۔

عنبر اور ناگ وہاں سے جا چکے تھے۔

www.urdurasala.com
www.urdufanz.com

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

فرعون کی ممی

اب اس شہر میں عنبر اور ناگ کا جی نہیں لگتا تھا۔ ماریا کی تلاش سے وہ مایوس ہو چکے تھے۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ ماریا اس شہر میں، بالکل اس ملک میں نہیں ہے۔

وہ ملک مصر میں واپس جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ مصر جانے کا خیال عنبر کو آیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ مصر ان کا اصلی وطن ہے اور ماریا اگر کسی جگہ نہیں ملی تو مصر میں ضرور مل جائے گی۔

ایک روز شہر میں یہ دہشت ناک خبر پھیل گئی کہ شہر سے باہر سمندر کے کنارے والی چٹانوں کے پاس کچھ لوگ گم ہو گئے۔

پولیس نے مقدمہ درج کر لیا اور تفتیش شروع کر دی۔ دوسرے تیسرے روز اسی جگہ پر کچھ انسانوں کی کھوپڑیاں اور بازوؤں کی ہڈیاں پڑی ملیں۔

ان ہڈیوں کا ملنا تھا کہ لوگوں میں خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی۔ معاملہ قتل کا تھا۔ چنانچہ سراغرساں جیمز بھی میدان میں آ گیا۔

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

ایک شام وہ عنبر کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

"میرا خیال ہے چٹانوں میں قاتل ڈاکو رہتے ہیں۔ انہوں نے مسافروں کو اغوا کر کے قتل کر دیا ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"اگر وہ لوگ ڈاکو ہیں تو انہیں مسافروں کو قتل کرنے کی کیا ضرورت تھی"۔

وہ ڈرتے ہوں گے کہ یہ لوگ باہر جا کر پولیس کو خبردار کر دیں گے۔

ناگ نے کہا۔

"ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو۔ آپ لوگوں کو چٹانوں کا

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

گھیراؤ کر کے ان ڈاکوؤں کو تلاش کرنا چاہیے"۔

سراغ رساں نے کہا۔

"ہم نے چٹانوں کا چپہ چپہ چھان مارا ہے۔ وہاں کوئی غار یا معمولی سا کھوہ بھی نہیں ہے"۔

"پھر کیا چاہتے ہیں؟"۔

عنبر نے پوچھا۔

"میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اس تفتیش میں ہماری مدد کرو"۔

عنبر گہرا سانس لے کر بولا۔

"میں تیار ہوں۔ مگر جب تم لوگ ڈاکوؤں کو تلاش نہیں کر سکے تو میں کیا کروں گا"۔

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

"بہر حال تمہاری مہربانی ہوگی اگر تم میرے ساتھ رہو"۔

عنبر انسانیت کی خاطر سراغرساں کے ساتھ چل دیا۔انہوں نے صبح سے لے کر شام کر دی۔ چٹانوں کے اردگرد سارے کا سارا علاقہ چھان مارا۔مگر وہاں کسی ایک ڈاکو کے قدموں یا گھوڑے کے سموں کے نشان نہ ملے۔

عنبر نے کہا۔

"میرا خیال ہے عالم لوگوں کو چاہیے کہ یہاں کسی سپاہی کا پہرہ لگا دیں۔ڈاکو دوسری بار کسی مسافر پر حملہ کریں تو سپاہی آسانی سے انہیں گرفتار کر سکتا ہے۔یا اگر وہ زیادہ ہوں تو ان کا پیچھا کر کے ان کے ٹھکانے سے خبردار ہو سکتا ہے"۔

سراغرساں کو یہ تجویز پسند آئی۔ اسی روز ایک سپاہی کی ڈیوٹی لگا دی گئی۔ سپاہی ایک چٹان کے عقب میں بندوق لیے بیٹھا صبح سے شام تک پہرہ دیتا رہا۔

تین دن کے بعد اسی جگہ چٹان کے پاس اس سپاہی کی لاش اس طرح ملی کہ اس کے جسم سے سارا گوشت نوچ لیا گیا تھا۔

صرف اس کی کھوپڑی اور وردی وہاں پڑی تھی۔

اس واردات نے لوگوں کے رونگٹے کھڑے کر دیے۔

www.urdufanz.com

اب بڑے زور شور سے ڈاکوؤں کی تلاش شروع ہوگئی۔

ایک ہفتے تک کوئی واردات نہ ہوئی۔ پولیس بھی تنگ آ گئی۔ انہوں نے یہی سمجھا کہ ڈاکو یہاں سے کوچ کر کے کسی اور علاقے میں چلے گئے ہیں۔

چنانچہ پولیس کی سرگرمیاں ٹھنڈی پڑ گئیں۔

عنبر اور ناگ بھی مصر جانے کی تیاریوں میں لگ گئے۔

پندرہ روز بعد ایک میاں بیوی دور کسی گاؤں سے گھوڑے پر سوار آ رہے تھے۔ شام کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔

کرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

وہ دونوں بڑے مزے مزے سے گھوڑے چلاتے باتیں کرتے ہنستے مسکراتے چلے آ رہے تھے۔

جب وہ سمندر کے کنارے چٹانوں کے پاس پہنچے تو ایک آڑ سے ایک دم چھ سات نیم عریاں لمبے بالوں والے وحشی انسان نکلے اور دونو میاں بیوی پر لپٹ پڑے۔

ایک وحشی نے تلوار مار کر بیوی کا سر میاں کے سامنے تن سے جدا کر دیا۔ میاں یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہاں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔

وحشی ڈاکوؤں نے اس کا پیچھا کرنا مناسب نہ سمجھا

www.urdufanz.com

اوراس کی بیوی کی لاش گھسیٹ کر چٹانوں میں لے گئے اور غائب ہو گئے۔

خوف زدہ خاوند نے تھانے میں رپورٹ درج کرائی تو ایک بار پھر وہاں ہلچل مچ گئی۔ شہر میں ہنگامہ برپا ہو گیا کہ پولیس والے نااہل ہیں۔

ڈاکو بے گناہ انسان کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں اور پولیس کچھ نہیں کر رہی۔ یہ بات ملکہ برطانیہ تک بھی پہنچ گئی۔

اس نے پولیس کو حکم جاری کر دیا کہ ایک ہفتے کے اندر وحشی ڈاکوؤں کو پکڑ کر عدالت کے سامنے پیش کیا۔

www.urdufanz.com

گرجے کا تابوت (عبرتناک ماریا قسط نمبر61)

سراغرساں نے بھاگے ہوئے خاوند کی مدد سے پولیس کو ساتھ لے جا کر موقع کا معائنہ کیا۔ وہاں قدموں کے نشان مٹا دیے گئے تھے۔

ایک ایک چٹان کو جا کر غور سے دیکھا مگر وہاں کوئی وحشی ڈاکو نہیں تھا۔ یا خدا انہیں زمین کھا گئی کہ آسمان نے اٹھا لیا۔

وہ پریشان تھے کہ اچانک سراغ رساں کی نظر سمندر کی طرف جاتے دو چٹانوں کے درمیان تنگ راستے پر پڑی۔

"ادھر جا کر معلوم کرنا چاہیے کہ وہاں کیا ہے"۔

سراغرساں نے ایک پولیس کے سپاہی کو ساتھ لیا

اور تنگ راستے پر اتر گیا۔ باقی دو سپاہی اسی جگہ کھڑے پہرہ دیتے رہے۔

ابھی سراغرساں کو سپاہی کے ساتھ گئے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ اچانک چھ سات وحشی ڈاکوؤں نے چٹانوں سے چھلانگیں ماریں اور سپاہیوں کی گردنوں پر آن گرے۔

سپاہی منہ کے بل گر پڑے ابھی وہ اٹھنے کی کوشش ہی کر رہے تھے کہ وحشی لوگوں کے نیزے ان کے دلوں میں اتر گئے اور وہ وہیں مر گئے۔

ادھر سراغرساں سپاہی کو ساتھ لے کر چٹان کے نیچے سمندر کے کنارے پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کھوہ ہے۔ جہاں سمندر کا پانی کھڑا ہے وہاں زمین پر تازہ انسانی قدموں کے نشان بھی تھے۔

سراغرساں نے سپاہی کو اشارہ کیا اور وہ کھوہ میں اتر گئے۔ پانی گھٹنوں تک آتا تھا۔ وہ آگے چلنے لگے۔ آگے جا کر کھوہ نے ایک غار کی شکل اختیار کر لی۔

زمین پر نوکیلے پتھر ابھرے ہوئے تھے جس کی وجہ انہیں چلنے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ پھر بھی وہ چلتے گئے۔

کچھ دور آگے جا کر غار ایک جانب کو گھوم گیا۔

اب انہیں انسان کے گلے سڑے گوشت کی بدبو

گرجے کا تابوت (عبرتناک ماریا قسط نمبر 61

آنے لگی۔ سراغرساں نے سپاہی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بات پراسرار ہو رہی ہے ایسا لگتا ہے یہاں کوئی آدم خور وحشی قبیلہ رہتا ہے جو انسانوں کا گوشت کھا کر زندہ ہے"۔

سپاہی ڈر رہا تھا۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"سر! میرا خیال ہے ہمیں آگے نہیں جانا چاہیے"۔

سراغرساں نے ہنس کر کہا۔

"کیا ہمیں اپنی ڈیوٹی ادا نہیں کرنی چاہیے؟ گھبراؤ نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں اور پھر ہمارے

کرنجے کا تابوت (عبرتناک مار یا قسط نمبر 61)

پاس بندوقیں بھی ہیں"۔

مگر ان کی بندوقیں ان کے کچھ کام نہ آئیں۔ ابھی وہ اندھیرے غار میں کچھ دور ہی آگے آگئے تھے کہ تیروں کی ایک بوچھاڑ ان پر پڑی۔

بیک وقت کتنے ہی تیر ان دونوں کے سینے اور گردن میں کھپ گئے۔ درد کی ہلکی سی چیخ کے ساتھ سراغرساں اور سپاہی نوکیلے پتھروں پر گر پڑے اور آہستہ آہستہ دم توڑنے لگے۔

وحشی لوگ ان کے سروں پر آن کر کھڑے ہو گئے۔ وہ سراغرساں اور سپاہی کی لاشوں کو گھسیٹ کر غار کے اندر لے گئے اور اندھیرے میں گم ہو گئے۔

www.urdufanz.com

تین سپاہیوں اور سراغرساں کی گمشدگی نے کہرام مچا دیا۔

ان کی لاشیں بھی نہ مل سکیں ۔سب کو یقین تھا کہ وحشی لوگوں نے انہیں بھی قتل کر دیا ہے۔ معاملہ اور زیادہ پیچیدہ ہوتا جا رہا تھا۔

لوگوں نے ان چٹانوں کی طرف جانا بند کر دیا تھا۔ عنبر اور ناگ بھی اس صورتحال سے پریشان تھے کہ بے چارے شہریوں پر ستم توڑا جا رہا ہے۔

انہوں نے لوگوں کی مدد کرنے اور ان ڈاکوؤں قاتلوں اور وحشی لوگوں کو اپنے انجام تک پہنچانے کا فیصلہ کر لیا۔

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

عنبر نے کہا۔

"ابھی تک ہمیں یہ نہیں معلوم کہ یہ لوگ کون ہیں ڈاکو ہیں یا قاتل ہیں۔ اگر قاتل ہیں تو لوگوں کو کیوں قتل کرتے پھر رہے ہیں"۔

ناگ نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ ڈاکوؤں کا ایک پر اسرار گروہ ہے۔ جو سمندری چٹانوں میں کسی خفیہ مقام پر رہتا ہے۔ یہ لوگ لوٹ مار کر کے مسافروں کو قتل کر دیتے ہیں بہر حال میں اس کا سراغ لگا کر رہوں گا۔ تم میرے ساتھ آؤ"۔

دونوں دوست، دونوں بھائی گھر سے نکل کر شہر

www.urdufanz.com

سے باہر سمندر کنارے والی چٹانوں میں آ گئے۔ یہ علاقہ بالکل سنسان ہو گیا تھا۔

اگرچہ گاؤں سے شہر آنے والی سڑک یہاں سے گزرتی تھی۔ مگر اس سڑک پر لوگوں نے سفر کرنا بند کر دیا تھا۔

سورج مغرب کی جانب غروب ہو رہا تھا اور دھوپ ڈھلنا شروع ہو گئی تھی۔

ناگ نے کہا۔

"ہمیں ان چٹانوں کا ایک بار گھوم پھر کر پورا جائزہ لینا چاہیے کوئی نہ کوئی غار یہاں ضرور ہے جہاں یہ قاتل رہتے ہیں۔"

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

وہ کافی دیر تک چٹانوں میں گھومتے پھرتے رہے۔ آخر انہوں نے ایک مقام پر چٹانوں کے درمیان تنگ راستہ دیکھ لیا۔

"یہ دیکھو۔۔۔ یہ راستہ ضرور قاتلوں کی غار کو جاتا ہو گا عنبر!"۔

عنبر اور ناگ اس تنگ راستے سے گزر کر اسی کھوہ تک آ گئے۔ جہاں سراغرساں سپاہی کے ساتھ داخل ہوا تھا۔

کمال کی بات ہے کہ یہاں قدموں کا ایک بھی نشان نہیں تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے کسی نے سارے نشان مٹا دیے ہیں۔

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

کرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

کھوہ کے منہ پر ہلکا ہلکا سمندر کا پانی کھڑا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ رات کو سمندر کی لہر یہاں آتی ہے اور تھوڑا سا پانی چھوڑ کر واپس چلی جاتی ہے۔

ناگ نے عنبر سے کہا۔

"عنبر بھائی! یہاں سے تمہارا کام ختم اور میرا شروع ہوتا ہے۔ تم اس جگہ بیٹھ کر میرا انتظار کرو۔ میں اندر جا کر معلوم کرتا ہوں کہ وہاں کیا اسرار چھپے ہوئے ہیں"۔

عنبر نے کہا۔

"ذرا ہوشیار رہنا۔ قاتل بڑے چالاک لوگ لگتے ہیں۔ وہ کسی کو معاف نہیں کرتے"۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"تم فکر نہ کرو۔ میں ان سے زیادہ چالاک اور ہوشیار ہوں۔ تم اس جگہ میرا انتظار کرنا۔ میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔ اور پھر میں انسان کی شکل میں نہیں بلکہ سانپ کی شکل میں اندر جاؤں گا"۔

عنبر نے ناگ کو رخصت کیا۔ ناگ کھوہ کے اندر سانپ بن کر داخل ہو گیا۔ وہ نوکیلے پتھروں پر رینگتا غار کے اندھیرے میں آگے بڑھنے لگا۔

کافی دور تک وہ اندھیرے میں رینگتا رہا آخر اسے ایک موڑ گھومنے پر مدھم سی روشنی نظر آئی۔ یہاں انسانی گوشت کی بدبو پھیلی ہوئی تھی۔

www.urdufanz.com

اس روشنی میں ناگ نے کچھ نیم عریاں انسانوں کو دیکھا کہ ان کے جسموں پر لمبے لمبے بال تھے اور وہ ایک کھوہ کے باہر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

ناگ زمین سے غار کی دیوار پر آ گیا اور رینگتا ہوا ان لوگوں کے سروں کے اوپر جا پہنچا۔

کیا دیکھتا ہے کہ وہ لوگ پتھر پر رکھ کر انسانی گوشت کا قیمہ بنا رہے ہیں اور اسے کچا ہی کھا رہے ہیں۔

قریب ہی ایک انسان کی پوری ران پڑی تھی۔

ناگ نے کھوہ میں دیکھا تو وہاں انسانوں کے کٹے ہوئے بازو، رانیں اور سر لٹک رہے تھے۔

کرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

جیسے انہیں سکھانے کے لیے رکھ چھوڑا ہو۔ وہ حیران رہ گیا کیا یہ لوگ آدم خور تھے؟۔

ناگ نے تاریخ کے ساتھ ساتھ سفر کرتے کرتے کئی آدم خور وحشی دیکھے تھے مگر وہ دور دراز گمنام جنگلوں میں رہتے تھے۔

یہ وحشی لوگ شہر کے باہر چٹانوں میں آباد تھے اور انسانوں کا شکار کر کے کھاتے تھے۔

یہ گائے بیل کا گوشت کھا کر مہذب انسانوں کی طرح بھی بسر کر سکتے تھے۔ آخر ان لوگوں کو کس نے آدم خور بنا دیا؟

ایک جگہ ناگ نے سراغرساں کی ٹوپی دیکھی۔

www.urdufanz.com

اتنے میں سامنے سے کچھ اور آدم خور وحشی آ گئے۔ یہ سب جنگلی لگتے تھے جو زمانہ تاریخ سے پہلے غاروں میں رہا کرتے تھے۔

ان میں کچھ عورتیں بھی تھیں۔ عورتیں بھی انسان کا گوشت بڑے شوق سے کھا رہی تھیں۔ ناگ کے بدن پر خوف سے جھرجھری آ گئی۔

وہ وہاں سے واپس ہوا اور اندھیرے غاروں میں رینگتا بڑی مشکل سے نوکیلے پتھروں پر سے گزرتا غار کے باہر آ گیا۔

سورج غروب ہو چکا تھا۔ ابھی شام کی روشنی باقی تھی۔ عنبر باہر ایک جگہ بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

ناگ پھر سے انسانی شکل میں آ گیا۔ عنبر اٹھ کر اس کے پاس آیا۔

"کچھ پتہ چلا؟"۔

ناگ نے شروع سے آخر تک ساری کہانی اسے سنا دی۔ عنبر کے بھی رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

"تو کیا یہ لوگ وحشی آدم خور ہیں؟ یہ کہاں سے آ کر یہاں آباد ہو گئے؟"۔

ناگ بولا۔

یہی تو میں حیران ہوں۔ بہر حال سوچنا یہ ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

کیا ان لوگوں پر جا کر اکیلا حملہ کر دوں؟

میرا خیال ہے میں اکیلا سانپ بن کر ان لوگوں کو ہلاک نہ کر سکوں گا۔ کیونکہ وہ بہت سے لوگ ہیں اور ہر ایک کے پاس چھرا ہے۔

وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اگر میں شیر یا ہاتھی بن کر انہیں ہلاک کرنے کی کوشش کروں تو وہ اور کچھ نہیں تو خود مرتے مرتے مجھے بھی شدید زخمی ضرور کر دیں گے۔

عنبر نے کہا۔

"تمہارا خیال صحیح ہے۔ پھر ایسی صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"۔

ناگ نے کہا۔

کرچ کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

"میرا تو خیال ہے کہ ہمیں پولیس کو اطلاع کرنی چاہیے۔ تاکہ سپاہی اس غار میں داخل ہو کر بندوقوں سے حملہ کر کے ان لوگوں کو گرفتار کر لیں یا ہلاک کر دیں"۔

عنبر کو یہ تجویز پسند آئی۔

اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آؤ میرے ساتھ ہم پولیس والوں کے پاس جاتے ہیں"۔

دونوں تھانے پہنچ گئے۔ موٹا تھانے دار اب عنبر اور ناگ کی بڑی عزت کرتا تھا۔ کیونکہ عنبر کی وجہ سے "R" نام کا بدنام قاتل پکڑا گیا تھا۔ اس نے دونوں کو

www.urdufanz.com

عزت سے بٹھایا اور پوچھا۔

"میں تم لوگوں کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"۔

عنبر نے کہا۔

"اس وقت تو ہم آپ کی خدمت کے لیے آئے ہیں۔ ہم نے چٹانوں میں رہنے والے آدم خور ڈاکوؤں کا سراغ لگا لیا ہے"۔

"کیا؟"۔

موٹا تھانے دار خوشی سے اچھل پڑا۔

ناگ بولا۔

"ہاں! ہم نے وہ غار دیکھ لیا ہے جہاں وحشی آدم خور رہتے ہیں۔ وہاں سراغرساں کی ٹوپی بھی پڑی

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

تھی۔ ان لوگوں نے سراغرساں کو بھی مار کر ہڑپ کر لیا"۔

موٹے تھانے دار نے سہم کر کہا۔

"کیا یہ قاتل انسانوں کا گوشت کھاتے ہیں؟"۔

ناگ نے کہا۔

"جی ہاں! انسانی گوشت کا قیمہ بنا کر کھاتے ہیں اور موٹے آدمی کو بہت پسند کرتے ہیں"۔

موٹا تھانے دار سمٹ کر بیٹھ گیا۔ وہ ڈر گیا تھا۔ اس نے کہا۔

مسٹر عنبر اور ناگ بھائی! اگر آپ اس گروہ کو گرفتار کرا دیں تو میری آنے والی نسلیں آپ کا یہ احسان عمر

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

بجر نہ بھولیں گے۔

ملکہ وکٹوریہ نے مجھے الٹی میٹم دے رکھا ہے کہ اگر میں نے ایک ہفتے کے اندر اندر قاتلوں کو پکڑ کر دربار میں پیش نہ کیا تو مجھے نوکری ہی سے جواب دے دیا جائے گا۔

عنبر بولا۔

"اب آپ کی نوکری سلامت رہے گی جناب! آپ پولیس کی پارٹی لے کر غار میں جائیں اور ان لوگوں کو گرفتار کرلیں"۔

ناگ نے کہا۔

"لیکن آپ کو گولہ بارود ساتھ لے جانا ہوگا۔

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

وحشی آدم خور تیروں اور خنجروں سے پوری طرح مسلح تھا"۔

موٹے تھانے دار نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں جناب! میں ایک توپ لے جا کر غار کے منہ پر لگا دوں گا۔ میں گولہ باری کر کے ساری چٹانیں اڑا دوں گا مگر ان وحشی آدم خوروں کو زندہ یا مردہ ضرور پکڑ لوں گا۔ انہوں نے ہمارا جینا حرام کر رکھا ہے۔"

"تو پھر صبح صبح حملے کے لیے تیار ہو کر سمندر کے کنارے چٹانوں کے پاس آ جائیں۔ ہم وہاں آپ کا انتظار کریں گے"۔

کرچے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

دوسرے روز موٹے تھانے دار نے ایک دستہ اور ایک چھوٹی توپ ساتھ لی اور سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔

عنبر اور ناگ وہاں پہلے سے ہی کھڑے ان کا انتظار کر رہے تھے۔ ہر سپاہی کے کندھے پر بندوق تھی۔

تھانے دار نے کہا۔

"کہاں ہے وہ غار مسٹر عنبر؟"۔

عنبر اور ناگ انہیں غار کے منہ پر لے گئے۔

موٹے تھانے دار نے گھوڑے سے اتر کر سپاہیوں کو آگے بڑھنے کے لیے کہا۔

سپاہی بندوقیں لیے غار کے منہ پر آ گئے۔

عنبر نے کہا۔

"میرا خیال ہے توپ کو بھی ساتھ ہی لے چلیں کیونکہ صرف یہی ایک ہتھیار ایسا ہے جس کے آگے انسان وحشی آدم خوروں کی ایک نہ پیش جائے گی"۔

"ٹھیک ہے"۔

چنانچہ اسی وقت توپ کو آگے کیا گیا اور اس کے پیچھے سپاہی تھانیدار، عنبر اور ناگ غار میں داخل ہوئے۔

نوک دار پتھر پر چلتے ہوئے موٹے تھانے دار کو سخت تکلیف ہو رہی تھی۔ وہ ہانپتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ اس

www.urdufanz.com
www.urdusela.com

پر خوف لرزہ بھی طاری تھا۔

"مسٹر عنبر! ابھی اور کتنی دور چلنا ہے ہمیں؟"۔

ناگ بولا۔

"بس تھوڑی دور اور جائیں گے"۔

ایک جگہ موڑ گھومتے ہی انہیں روشنی نظر آئی۔ اس روشنی میں تھانے دار نے کچھ آدم خور وحشی دیکھے جو کسی انسان کے گوشت کے ٹکڑے کر رہے تھے۔

نہ جانے ان وحشیوں کو کس طرح سے پتہ چل گیا کہ دشمن ان کے غار میں داخل ہو چکا ہے۔ وہ تیر کمان لے کر آگے بڑھے۔

ایک وحشی نے چیخ ماری اور تیر چلا دیے۔ اگر

کرنجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

ناگ عین وقت پر تھانے دار اور سپاہیوں کو زمین پر لیٹ جانے کو نہ کہتا تو تیروں سے کئی لوگ ہلاک ہو جاتے۔

ناگ نے چیخ کر کہا۔

"سنو! اپنے ہتھیار پھینک دو وحشی لوگو! ہمارے پاس توپ ہے۔ ہم اسے چلا کر تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے"۔

آدم خوروں کا سردار بھونچکا ہو کر رہ گیا۔ مگر اس نے جواب دینے کی بجائے تیروں کی ایک اور بوچھاڑ مارنے کو کہا۔

سن سن کرتے تیر سپاہیوں کے سروں پر سے

www.urdufanz.com

گذرنے لگے۔

عنبر نے کہا۔

"توپ چلا دو۔ منہ کیا دیکھتے ہو ان قاتلوں کا؟"۔

تھا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"فائر!"۔

"دھائیں"۔

ایک زور دار دھماکہ ہوا۔ بارود کا دھواں پھیلا۔ جب دھواں چھٹا تو غار میں کئی آدم خوروں کی لاشیں تڑپ رہی تھیں۔

سپاہی آگے بڑھے۔ عنبر سب سے آگے تھا۔ وہ

کھوہ کے منہ پر آ گیا جس کے اندر انسانی اعضا کے ٹکڑے چھت سے لٹک رہے تھے۔

ایک جانب سے کسی وحشی نے کلہاڑی سے عنبر پر حملہ کر دیا۔ کلہاڑی کا پھل سیدھا عنبر سر پر آ کر لگا۔ اس کی جگہ کوئی اور انسان ہوتا تو اس کا سر دو ٹکڑے ہو گیا ہوتا مگر عنبر پر کلہاڑی کی ضرب کا کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ الٹا کلہاڑی کا پھل ٹوٹ کر گر پڑا۔

عنبر نے پلٹ کر حملہ کرنے والے وحشی کو گردن سے پکڑ کر گھسیٹ لیا۔ اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور پوری طاقت سے سامنے والی دیوار کے ساتھ پٹخ دیا۔

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

گرجے کا تابوت (عبرتناک ناول قسط نمبر 61)

وحشی آدم خور کی کھوپڑی ٹوٹ کر بکھر گئی۔

سامنے والی غار سے کوئی ایک اور وحشی آدم خور تیر کمان اور خنجر لیے نکل آئے۔ سپاہیوں نے بندوقوں کی باڑھ ماری۔

کتنے ہی وحشی آدم خور خون میں لت پت گر پڑے۔ باقی وحشی آدم خوروں نے ہتھیار ڈال دیے۔

موٹا تھانے دار ان سب کو زنجیریں پہنا کر گرفتار کر کے غار سے باہر لے آیا۔

یہ وحشی تعداد میں گیارہ تھے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں۔ باقی سارے آدم خور ہلاک ہو چکے تھے۔ ان وحشیوں کو چھکڑے پر بٹھا کر دربار میں لایا گیا۔

ملکہ نے تھانے دار کو انعام دیا۔ ترقی دی اور حکم دیا کہ ان وحشی آدم خوروں کو اذیت ناک موت دی جائے۔

دوسرے روز ان گیارہ آدم خوروں کو الگ الگ زمین پر لوہے کی سلاخ سے باندھ دیا گیا۔ ان کے ارد گرد گیلی اور خشک لکڑیاں چن دی گئیں۔

گیلی لکڑیاں اس لیے کہ آگ آہستہ آہستہ سلگے اور وہ اذیت کے ساتھ جل جل کر مریں۔

خشک لکڑیوں کو آگ دکھا دی گئی۔ خشک لکڑیوں نے ایک دم سے آگ پکڑ لی۔

گیلی لکڑیوں نے ہولے ہولے سلگنا شروع کر

دیا۔ آخر آگ کے شعلوں اور دھوئیں نے ان آدم خور وحشیوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

عنبر اور ناگ کو بھی خدمت کے تمغے دیئے گئے۔

مگر انہیں ان انعاموں اور تمغوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ ان کا دل تو اپنی بہن ماریا کی طرف مچل رہا تھا۔

چنانچہ ایک روز وہ ایک بحری جہاز میں سوار ہوئے اور ملک مصر کی جانب روانہ ہو گئے۔ یہ جہاز کافی بڑا تھا اور مسافروں سے بھرا ہوا تھا۔

اس کے بادبان بھی تھے اور دخانی جہاز بھی تھا۔

رفتار اس کی زیادہ نہ تھی۔ رات کو عنبر اور ناگ نیچے کے

کرچے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

عرشے پر آ گئے۔

ان کا ایک چھوٹا سا کیبن تھا۔ کیبن کا دروازہ انہوں نے اندر سے بند کر لیا تھا۔ وہ ماریا کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔

انہیں یقین تھا کہ مصر میں انہیں ماریا ضرور مل جائے گی۔

پیارے بچو! اب ذرا ماریا کی طرف چلتے ہیں۔

یہ تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ ماریا ایک جہاز کے سٹور میں قید ہو گئی تھی۔ وہ تو غائب ضرور تھی مگر باہر نہیں نکل سکتی تھی۔

اس نے بہت کوشش کی، دروازہ کھولنے کی مگر

www.urdufanz.com

دروازہ اس قدر مضبوط لوہے کا تھا کہ وہ ذرا بھی اپنی جگہ سے نہیں ہل رہا تھا۔ مجبور ہو کر ماریا نے ہتھیار ڈال دیئے اور جدھر جہاز جا رہا تھا اس طرف جانے پر راضی بہ رضا ہو گئی۔

راستے میں وہ سٹور روم میں رکھے پھل اور شربت سے اپنی بھوک اور پیاس بجھاتی رہی۔ جہاز ایک مہینے کے بعد مصر کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہو گیا۔

ماریا سٹور میں ہی بیٹھی تھی۔ اس نے انجنوں کے بند ہونے کی آواز سن لی تھی۔ اب وہ اس انتظار میں تھی کہ کوئی آ کر سٹور کا دروازہ کھولے اور وہ باہر نکلے۔

کافی دیر بعد اسے باہر سے تالا کھلنے کی آواز سنائی دی۔ وہ ہوشیار ہو گئی۔ اتنے میں سٹور روم کا دروازہ کھلا۔ روشنی اندر آئی۔

ماریا نے گہرا سانس لیا۔ روشنی کے ساتھ ہی تازہ ہوا بھی اندر آئی۔ ماریا نے گہرا سانس لیا۔

اسے اپنے بدن میں تازہ خون کی گردش محسوس ہوئی۔

سٹور روم میں مزدور آ کر صندوقوں اور بوریوں کو اٹھانے لگے۔ انہوں نے جگہ جگہ پھل کے چھلکے بکھرے ہوئے اور شربت کی بوتلیں کھلی دیکھیں۔

تو بڑے حیران ہوئے۔ ان کو حیران چھوڑ کر

www.urdufanz.com

ماریا جہاز کے اوپر آ گئی۔ یہاں دھوپ اور روشنی تھی۔

ماریا نے آنکھیں بند کر کے خوشی کا لمبا سانس لیا۔

اس کے بعد وہ سیڑھی پر سے اتر کر نیچے بندرگاہ پر آ گئی۔ ایک مہینے کے بعد زمین پر پاؤں رکھنے سے اسے بڑی خوشی ہوئی تھی۔

وہ بندرگاہ سے باہر آ گئی۔ اس کا لباس گندہ ہو گیا تھا۔ پھٹ بھی گیا تھا۔ اگرچہ اس کے لباس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا پھر بھی وہ چاہتی تھی کہ اس کا لباس صاف ستھرا ہو۔

وہ بندرگاہ سے باہر آ گئی۔ مصر میں وہ آج سے ہزاروں برس پہلے بھی رہا کرتی تھی۔ اس وقت کے

گرجے کا تابوت (عبرتناک ماریا قسط نمبر 61)

مصر اور آج کے مصر میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

بگھیاں اور گھوڑا گاڑیاں چل رہی تھیں۔

لوگ پرانی خوبصورت مسجدوں میں نماز پڑھنے جا رہے تھے۔ نیلے آسمان پر سفید کبوتروں کی ٹولیاں اڑ رہی تھیں۔

ماریا بندرگاہ سے نکل کر ایک بازار میں چلنے لگی۔

چلتے چلتے وہ ایک چھتے ہوئے بازار میں آ گئی۔ یہاں دکانوں میں طرح طرح کی چیزیں بک رہی تھیں۔

ماریا نے دیکھا ایک دکان میں عورتوں کے کپڑے لٹکے ہوئے تھے۔

ان میں ایک لباس اسے پسند آ گیا۔ وہ دکان

www.urdufanz.com

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

کے اندر آ گئی۔

دکان میں قالین بچھے تھے الماریوں میں زنانہ لباس لٹکے ہوئے تھے۔ایک عورت کرسی پر بیٹھی میز پر کوئی کتاب رکھے پڑھ رہی تھی۔

ماریا نے ایک لباس اپنے لیے پسند کر لیا۔اب وہ اس انتظار میں تھی کہ یہ عورت اٹھ کر باہر جائے تو وہ الماری میں سے لباس نکال کر پہنے۔

مگر عورت اٹھتی ہی نہیں تھی تنگ آ کر ماریا نے الماری کھول دی۔

الماری کے کھلنے کی آواز سن کر عورت نے سر اٹھا کر دیکھا۔الماری کا پیٹ کھلا تھا۔

"یہ کس نے کھول دیا؟"۔

وہ حیران ہو کر اٹھی۔

اس نے الماری دوبارہ بند کر دی اور واپس مڑی۔

جونہی وہ واپس ہوئی اور اس کی پیٹھ ماریا کی طرف ہوئی ماریا نے جلدی سے الماری کھول کر ایک جوڑا نکال لیا۔

جوڑا اس کے ہاتھوں میں آتے ہی غائب ہو گیا۔

الماری کھلنے کی آواز سن کر دوبارہ پلٹی۔دیکھتی کیا ہے کہ الماری پھر سے کھلی ہے۔

اور ایک زنانہ جوڑا غائب ہے۔بڑی پریشان ہوئی۔جھک کر یہاں وہاں دیکھا مگر کہیں کچھ نہیں تھا۔

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

حالانکہ ماریا اس کے قریب کھڑی تھی۔ ماریا چپکے سے ساتھ والے کمرے میں چلی گئی اور اس نے لباس تبدیل کر لیا۔ لباس پہن کر دوبارہ آئی تو اسے سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔

اس بازار کے نکڑ پر ایک ہوٹل تھا جہاں گوشت اور پلاؤ گرم گرم نان بک رہے تھے۔ لوگ بڑے مزے سے بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔

ماریا بھی ہوٹل میں آ گئی۔ اس نے بڑے آرام سے ایک تھال میں سے دو نان اور کچھ کباب اٹھائے اور ایک میز پر آ کر بیٹھ کر کھانے لگی۔

ہوٹل والے نے دو نان اپنی جگہ سے اوپر ہو کر غائب ہوتے دیکھے تو سر کو جھٹک کر پھر دیکھنے لگا۔

اس بار دوسرے تھال میں سے کچھ کباب اپنی جگہ سے اٹھے اور وہ بھی غائب ہو گئے۔ ہوٹل والے نے آنکھیں زور زور سے ملیں اور بیرے کو آواز دے کر کہا۔

"عبدل!"۔

"جی حضور!"۔

"کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں؟"۔

"کیا مطلب حضور؟"۔

"میرا مطلب ہے میں خواب تو نہیں دیکھ رہا؟"۔

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

"نہیں حضور! یہ دن کا وقت ہے۔ آپ ہوٹل کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ خواب کہاں سے آ گیا؟"۔

ہوٹل کے مالک نے سر جھٹک کر کہا۔

"تو پھر اس تھال میں سے کباب اور نان کہاں غائب ہو گئے"۔

عبدل نے تھال کو دیکھا اور پھر مالک کو دیکھا۔

"سرکار! یہاں تو سارے نان کباب رکھے ہوئے ہیں۔ غائب کہاں ہوئے ہیں؟"۔

"ارے نہیں الو کے بچے! ابھی ابھی یہاں سے دو نان اور کباب میں نے خود اپنی آنکھوں سے گم ہوتے دیکھے ہیں"۔

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

عبدل نے جھک کر اپنے مالک کو دیکھا اور دوسری طرف بھاگ گیا۔

ماریا نے بڑے آرام سے کھانا کھایا۔ پانی اس کے پاس نہیں تھا۔ کسی نوکر کو وہ آواز تو دے نہیں سکتی تھی۔

اس کے ساتھ والی میز پر ایک شخص بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ پانی کی صراحی اس کے آگے دھری تھی۔ ماریا نے بڑے اطمینان سے صراحی اٹھائی اور پانی پینا شروع کر دیا۔

اس آدمی نے صراحی میز پر سے غائب ہوتی دیکھی تو کھانا کھاتے کھاتے اٹھ کر بھاگا۔ سیدھا ہوٹل

www.urdufanz.com

گرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

کے مالک کے پاس جا کر بولا۔

"وہ۔وہ۔وہ صراحی"۔

ہوٹل کے مالک نے پوچھا۔

"کیا۔کیا۔کیا صراحی؟"۔

گاہک بولا۔

"وہ۔وہ صراحی غائب ہو گئی ہے"۔

ہوٹل کے مالک نے پلٹ کر میز پر دیکھا۔صراحی وہاں رکھی تھی۔ ماریا نے پانی پینے کے بعد صراحی دوبارہ وہاں رکھ دی تھی۔گاہک نے کہا۔

"خدا کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے صراحی غائب ہوتے دیکھی ہے"۔

ہوٹل کے مالک نے عبدل کو آواز دی۔

"عبدل؟"۔

"جی حضور!"۔

"میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ میں خواب دیکھ رہا ہوں"۔

ہوٹل کا مالک سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

ماریا اچھی طرح سے کھا پی کر ہوٹل سے باہر نکل آئی۔ آتی دفعہ اس نے میز پر ایک اشرفی رکھ دی تھی۔اب جو وہ اشرفی ہوٹل کے مالک نے دیکھی تو غش کھا کر گر پڑا۔

کیونکہ وہ اشرفی ایک ہزار برس پرانی تھی۔ ماریا

شہر سے نکل کر باہر آ گئی۔

یہاں کھجور کے بے شمار باغ تھے۔ اسے کوئی ایسی جگہ چاہیے تھی جہاں وہ رات کو اپنا ٹھکانہ بنا سکے۔ کیونکہ معلوم نہیں ابھی اسے کتنے دن اس شہر میں رہنا تھا۔

ایک باغ میں سے گزرتے ہوئے اس نے ایک جھونپڑی دیکھی۔ اس جھونپڑی میں ایک بوڑھی عورت لکڑی کے تخت پر بیٹھی کپڑے سی رہی تھی۔

ماریا اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور باغ سے باہر نکل آئی۔ یہاں سے ایک سڑک ریت میں سے گزرتی ہوئی دور اہرام مصر کو جا رہی تھی۔

ماریا نے پہلی بار مصر کے اہرام نہیں دیکھے تھے۔ وہ اس سے پہلے بھی ان اہراموں میں آ چکی تھی۔

"کیوں نہ میں ان اہرام میں رات بسر کروں؟"۔

یہ خیال ماریا کو اچھا لگا۔ اہرام پرسکون جگہ ہوتی ہے۔ وہاں کوئی اس کو پریشان نہیں کرے گا۔ یہ سوچ کر وہ اہرام کی طرف چل پڑی۔

ایک اہرام کے قریب جا کر اس نے دیکھا کہ خیمہ لگا ہے اور مزدور اہرام کی کھدائی کر رہے ہیں۔ وہ بڑی حیران ہوئی کہ یہ لوگ کھدائی کیوں کر رہے ہیں؟۔

خیمے میں ایک انگریز اپنے ساتھی کے آگے میز پر

www.urdufanz.com

کرسچے کا تابوت (عبرتناک ماریا قسط نمبر61)

نقشہ رکھے اس سے باتیں کر رہا تھا۔ ماریا ذرا فاصلے پر کھڑے ہو کر ان کی باتیں سننے لگا۔

موٹا انگریز کہہ رہا تھا۔

"اس نقشے کے حساب سے ہمیں ابھی ایک اور چٹان کی کھدائی کرنی ہو گی۔ اس کے آگے اہرام میں ایک دیوار آئے گی۔ اس دیوار کے اندر جو اہرام ہے وہاں مصر کے بادشاہ رعمیز کا خزانہ دفن ہے"۔

ساتھی انگریز کی باچھیں کھل گئیں۔

"کیا ہم اس خزانے تک پہنچ سکیں گے؟"۔

"کیوں نہیں"۔

موٹے انگریز نے کہا۔

"آخر ہم نے اتنی محنت کس لیے کی ہے؟ میں نے اپنا روپیہ پانی کی طرح بہایا ہے۔ محض اس لیے کہ ایک دن مجھے اہرام کا قیمتی خزانہ مل جائے گا۔ جانتے ہو اس خزانے میں کیا کیا ہے؟"۔

"کیا کیا ہے؟"۔

انگریز کے ساتھی نے پوچھا۔

"سونے کے پلنگ، سونے کے صوفے، سونے کی بگھی، سونے کی اینٹیں، سونے کے تابوت اور سونے کے ایسے ایسے زیورات اور جواہرات جو تم نے آج تک نہ دیکھے ہوں گے"۔

دوسرے انگریز کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

www.urdufanz.com

"تو پھر ہمیں کھدائی جلدی کرنی چاہیے"۔

فکر نہ کرو۔ مصر کا پاشا ہمارے ساتھ ہے۔ ہم نے اسے آدھا خزانہ دینے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ مگر ہم اسے ایک پائی بھی نہیں دیں گے۔

ہم خزانہ راتوں رات اونٹوں پر لاد کر یہاں سے سمندر کی جانب روانہ کر دیں گے جہاں سے وہ ہمارے جہاز پر لاد دیں گے اور جہاز رات کی تاریکی میں اپنی منزل پر روانہ ہو جائے گا۔

"بڑی اچھی ترکیب ہے"۔

ماریا کو بڑا افسوس ہوا کہ رعمیز فرعون مصر کا خزانہ یوں لوٹنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ عنبر اس فرعون مصر

کرجے کا تابوت (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 61)

سے مل چکا تھا۔

اس نے بتایا تھا کہ مصر کا یہ بادشاہ بڑا رحمدل تھا اور غریبوں کی مدد کیا کرتا تھا۔ ماریا ساتھ والے اہرام میں آ گئی۔ یہاں باہر کی دھوپ اور گرمی بالکل نہیں تھی۔

ماحول بڑا ٹھنڈا تھا۔ ماریا نے یہیں رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک دیوار کے ساتھ بڑا آرام دہ چبوترہ تھا۔ ماریا اس چبوترے پر چڑھ کر لیٹ گئی۔

دوپہر کو تھکی ہوئی تھی۔ وہ سو گئی۔ کافی دیر تک وہ سوتی رہی۔ سو کر اٹھی تو تازہ دم تھی۔ اہرام سے باہر نکلی تو شام ہو گئی تھی۔

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

انگریزوں کے خیمے میں موم بتی جل رہی تھی۔
شاید وہ لوگ کھانا وغیرہ کھا پی رہے تھے۔ ماریا کو
بھوک محسوس ہوئی وہ خیمے میں آ گئی۔

میز پر قسم قسم کے پھل اور کھانے لگے تھے۔ دونوں
انگریز لٹیرے کھانا کھا رہے تھے۔

ماریا نے یہاں بھی وہی کام کیا۔ یعنی آگے ہاتھ
بڑھا کر اپنی پسند کا کھانا اور بھنی ہوئی مچھلی اٹھائی اور
خیمے سے باہر نکل گئی۔

دونوں انگریزوں نے میز سے اچانک دو تھالیاں
غائب ہوتے دیکھیں تو پریشان ہو گئے۔ موٹے
انگریز کا نوالہ وہیں رہ گیا۔ اس کا ساتھی بھی خوفزدہ سا

ہو کر ادھر ادھر تکنے لگا۔

"یہ تھالیاں کہاں غائب ہو گئیں؟"۔

موٹے انگریز نے کوئی جواب نہ دیا۔ آنکھیں
کھولے خیمے میں تکتا رہا۔ اس کا ساتھی پھر بولا۔

"اہرام مصر کے بادشاہ کی روح یہاں آ گئی
ہے"۔

موٹے انگریز نے کہا۔

"بادشاہ کی روحیں بھوکی نہیں ہوا کرتیں۔ انہیں
ہماری میز پر سے کھانے کی تھالیاں اٹھانے کی کیا
ضرورت ہے۔ ویسے بھی روحوں کو بھوک نہیں لگا
کرتی"۔

''تو پھر تھالیاں کہاں غائب ہو گئیں؟''۔

اس کا جواب موٹے انگریز کے پاس بالکل نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے کھانا کھانے لگا۔ دل میں ضرور ڈر رہا تھا۔

اتنے میں عبدل نام کا ان کا مصری ملازم شربت لے کر آ گیا۔ اسے پتہ چلا کہ تھالیاں گم ہو گئیں۔ تو وہ بولا۔

''جناب! میں نہ کہتا تھا کہ کھدائی نہ کریں۔ مصر کے بادشاہ کی روح آپ سے انتقام لے گی''۔

''بکواس بند کرو عبدل!''

موٹے انگریز نے اسے ڈانٹ دیا۔

عبدل خاموشی سے شربت میز پر رکھ کر باہر نکل گیا۔ دوسرے خیمے میں وہ چائے تیار کرنے لگا۔ ماریا نے اسی خیمے میں آ کر کھانا کھایا۔

اسے معلوم تھا کہ عبدل مصر کا باشندہ ہے اور اسے یہ گوارا نہیں ہے کہ باہر کے لوگ آ کر ان کے اہرام کا خزانہ لوٹ کر لے جائیں۔

ماریا خاموشی سے اپنے اہرام میں آ گئی۔ کچھ دیر تک وہ ناگ اور عنبر کے بارے میں سوچتی رہی پھر سو گئی۔

رات کو نہ جانے کس وقت اس کی آنکھ کھل گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ کمرے میں ہلکی ہلکی نیلی روشنی سی

www.urdufanz.com

پھیلی ہے۔ وہ آنکھیں ملتے ہوئے دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔

اسے آہستہ آہستہ قدموں کی چاپ سنائی دی۔ جیسے کوئی بڑے آرام سے اس کی جانب چلا آ رہا ہے۔ ماریا اٹھ کر بیٹھ گئی۔

آواز قریب آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد کمرے میں کافور کی بڑی تیز بو پھیل گئی تھی۔ یہ بو مصر کی پرانی گلیوں سے آیا کرتی تھی۔

ماریا نے دیکھا کہ کمرے سے جو تنگ سا راستہ دوسرے اہرام کو جاتا تھا۔ ادھر ہلکا سا دھواں اٹھا۔ ایک ستون سا دھوئیں کا کھڑا ہو گیا۔

پھر یہ ستون پتلا ہوتے ہوتے ایک مصری ممی کی شکل اختیار کر گیا۔ ممی قریب آ کر رک گئی۔ ماریا تھوڑی تھوڑی ڈری۔

ممی کے سر پر سونے کا تاج تھا جس میں سونے کا ایک سانپ پھن پھیلائے کھڑا تھا۔ ممی کے دونوں ہاتھ اس کے سینے پر بندھے ہوئے تھے۔

باقی اس کے سارے بدن پر پٹیاں لپٹی ہوئی تھیں۔

ممی کا چہرہ پتھر کی طرح ساکت ہو تھا۔ آنکھیں اندھیرے میں ادھر ادھر دیکھ رہی تھیں جدھر ماریا کھڑی تھی۔ کہ ممی کی بھاری، خشک کھردری سی آواز

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

سنائی دی۔

"ماریا!"

ماریا اچھل پڑی۔ ممی بولی تھی اور اس نے ماریا کا نام لے پکارا تھا۔ تو کیا وہ اس کا نام بھی جانتی ہے؟ ممی نے پھر کہا۔

"ماریا! میں رعمیز ہوں۔ فرعون مصر دریائے نیل کا شہنشاہ۔"

میں ساتھ والے اہرام سے اٹھ کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ اس وقت میرا تابوت خالی ہے یہ لوگ میرا خزانہ لوٹنے آئے ہیں۔

ان کی وجہ سے میں پریشان ہو گیا ہوں۔ میں پانچ

گرجے کا تابوت (عنبرناک ماریا قسط نمبر 61)

ہزار سال سے اپنے اہرام کے تابوت میں سکون کی نیند سو رہا تھا کہ ان ڈاکوؤں نے آ کر مجھے پریشان کر دیا ہے۔

ماریا نے کہا۔

"اے شہنشاہ! آپ کیا چاہتے ہیں؟"۔

فرعون مصری ممی نے کہا۔

"میں نہیں چاہتی کہ یہ لوگ میرا خزانہ چرا کر لے جائیں۔ یہ میرا خاندانی خزانہ ہے"۔

ماریا نے کہا۔

"میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گی شہنشاہ! یہ لوگ آپ کے خزانے تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ آپ

آرام سے واپس اپنے تابوت میں جا کر سو جائیں"۔

ممی کے ہونٹ ساکت ہو گئے۔ اس کے پتھر جیسے چہرے پر گہری خاموشی چھا گئی اور وہ سکون کے ساتھ واپس مڑی اور اندھیرے کا ستون بن کر کمرے کی تاریکی میں غائب ہو گئی۔

ماریا دم بخود اسے جاتے دیکھتی رہی۔ وہ اپنے اہرام سے نکل کر باہر انگریزوں کے خیمے میں گئی، وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ خیمہ بالکل خالی تھا۔

ماریا حیران ہوئی کہ یہاں گئے ہیں۔ ساتھ والے خیمے میں مصری نوکر عبدل گہری نیند سو رہا تھا۔

گرجے کا تابوت (خوفناک ماریا قسط نمبر 61)

ماریا نے صحرائی چاندنی میں ریت پر ان انگریزوں کے قدموں کے نشان دیکھے۔ وہ ان نشانوں کے ساتھ ساتھ چل پڑی۔

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

☆قدموں کے پراسرار نشان ماریا
کو کہاں لے گئے؟
☆مصر کے فرعون نے کیوں کر انتقام لیا؟
☆عنبر اور ناگ نے مصر پہنچ کر کیا دیکھا؟۔
یہ آپ اس ناول کی 62 ویں قسط میں پڑھیے

www.urdufanz.com
www.urdurasala.com

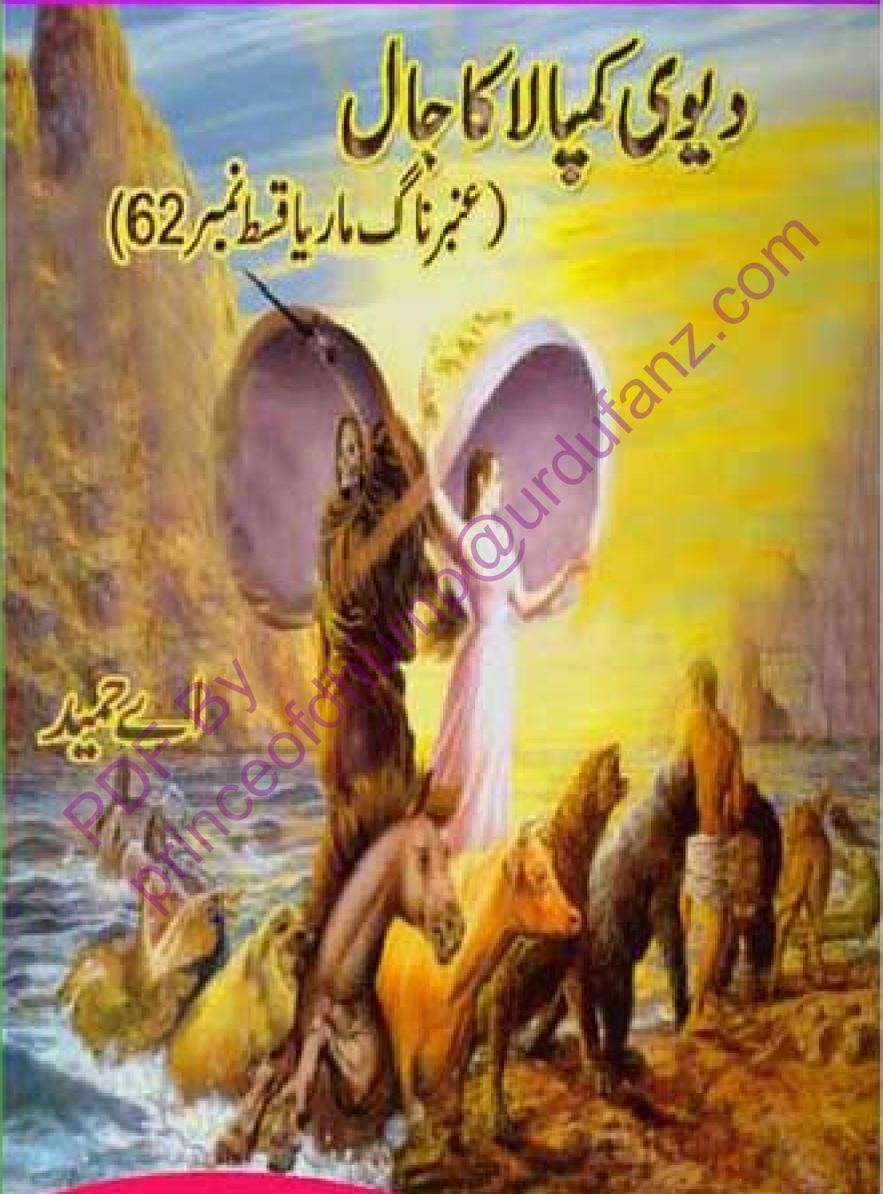

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

فہرست

فرعون کی ممی

دیوی کمپالا کا جال

مگرمچھ کا سینگ

سو برس کے بعد

ماریا کہاں، ناگ کہاں؟

خوفناک گوریلے

www.urdurasala.com

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

پیارے بچو!

ماریا انگریز لٹیروں کے ساتھ ساتھ اہرام مصر میں داخل ہوئی۔ فرعون کے خزانے کو بچانے کی وجہ سے فرعون کی روح نے اسے سفید موتی دیا۔

ماریا کی اگلے روز مصر میں ہی ناگ اور عنبر سے ملاقات ہوگئی۔ تینوں ایک سرائے میں آرام کر رہے تھے کہ ماریا سیر کرنے دریا کنارے نکل گئی۔

یہاں سے ایکدم ایسا ہوا کہ قدرت نے اسے

www.urdurasala.com

ایک سو برس آگے پھینک دیا۔

اس نے آنکھ کھولی تو وہ برما کے جنگلوں میں تھا، جہاں جاپانی بم برسا رہے تھے۔ عنبر نے آنکھ کھولی تو وہ انگلستان کے ایک ویران سٹیشن پر بیٹھا تھا اور جرمن بمبار حملہ کرنے چلے آ رہے تھے۔

ماریا نے پیرس پہنچ کر محب وطن گوریلوں کی مدد کرنی شروع کر دی۔ تینوں بہن بھائی ایک بار پھر بچھڑ گئے تھے۔

ماریا کو فرانس میں کن حالات سے پالا پڑا۔

یہ آپ اس ناول میں پڑھیں گے۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

فرعون کا موتی

ریت پر قدموں کے نشان اہرام مصر تک چلے گئے تھے۔

ماریا ان نشانوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتی گئی۔

یہ نشان ان دونوں انگریز لٹیروں کے تھے جو سیاحوں کے بھیس میں مصر میں فرعون کا خفیہ خزانہ لوٹنے آئے تھے۔

www.urdurasala.com

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

انہوں نے اہرام کے پاس خیمے لگا رکھے تھے۔

ان کا ملازم عبدل خیمے میں بے خبر سو رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے ملک کا خزانہ دوسرے ملک کے لوگ لوٹ کر لے جائیں۔

مگر وہ گہری نیند میں سو رہا تھا اور انگریز لٹیرے زمیر فرعون کے مقبرے میں پہنچ گئے تھے۔ ان کے پیچھے پیچھے ماریا بھی چلی آ رہی تھی۔

رات کی موت ایسی خاموشی صحرا میں چھائی تھی۔

آسمان پر ستارے ڈھیر ڈھیر چمک رہے تھے۔

قدموں کے نشان فرعون کے مقبرے کے دروازے پر آ کر ختم ہو گئے تھے۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

ماریا نے دیکھا، فرعون کے مقبرے کی دیوار کھلی ہے۔ وہ مقبرے میں داخل ہو گئی۔ اندر اندھیرا تھا۔ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ ہو کر چلنے لگی۔

ذرا دور جانے کے بعد مقبرے کی تاریکی میں ہلکی ہلکی روشنی ہوئی۔

یہ روشنی اس لیمپ کی تھی جو انگریز لٹیروں نے ہاتھ میں تھام رکھا تھا اور وہ اہرام میں رستہ تلاش کرتے آگے بڑھ رہے تھے۔

ماریا بھی ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ جب وہ روشنی کے قریب پہنچی تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک کھوہ میں سے اندر گذرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

www.urdurasala.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر62)

لوہے کی ایک سلاخ کی مدد سے انہوں نے ایک جگہ سے بھاری پتھر ہٹا لیا تھا اور وہاں ایک راستہ بن گیا تھا کہ ایک آدمی اس میں سے گذر سکے۔

دونوں انگریز لٹیرے اس میں سے باری باری اندر گذر گئے۔ ماریا بھی ان کے پیچھے پیچھے اندر چلی گئی۔

جب وہ اندر داخل ہوئی تو حیران رہ گئی۔ ڈیڑھ مرد اونچا اور کافی کھلا ایک کمرہ تھا جو زرو جواہرات کے کھلے صندوقوں اور سونے چاندی کی چیزوں سے بھرا ہوا تھا۔

جواہرات کے ہار صندوق سے باہر پڑے تھے۔

کونے میں سونے کے بت رکھے تھے۔ بیچ میں فرعون رعمیز کی ممی ایک تابوت میں آرام کر رہی تھی۔

اس کے سر پر بھی سونے کا تاج تھا۔

لٹیرے تو خوشی سے دیوانے ہو گئے۔ انہوں نے جواہرات اور سونے کی ڈلیاں اٹھا اٹھا کر اپنی جیبیں بھرنی شروع کر دیں۔

ایک نے فرعون کے سر پر سے تاج اتار کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ ٹھیک اس وقت فرعون کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز صرف ماریا کو سنائی دے سکتی تھی۔

فرعون نے کہا۔

ماریا! یہ لوگ میرے آباؤ اجداد کا خاندانی خزانہ

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

لوٹ کر لے جانا چاہتے ہیں۔

اپنا وعدہ پورا کرو اور ان سے مجھے نجات دلاؤ۔

نہیں تو میں ابھی سیلاب بن کر اٹھوں گا اور سارے مصر شہر کے مکانوں کو بہا کر لے جاؤں گا۔

ماریا نے کہا۔

"فرعون! فکر نہ کرو۔ یہ لوگ تمہارا خزانہ لوٹنے میں کامیاب نہ ہو سکیں گے"۔

اس کے ساتھ ہی ماریا نے ایک بت کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تلوار کھینچ کر اپنے ہاتھ میں لے لی۔

انگریز لٹیرے سونے کے ہاروں سے بھرے ہوئے صندوق پر جھکے ہوئے تھے۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

ماریا نے تلوار مار کر ایک انگریز کی گردن اڑا دی۔

دوسرے انگریز نے حیران ہو کر پیچھے دیکھا۔

دوسری تلوار نے اس کی گردن بھی اڑا دی۔

دونوں کی لاشیں وہاں پڑی تڑپنے لگیں۔ ماریا نے سونے کا تاج پھر سے فرعون کے سر پر رکھ دیا۔

فرعون کی آواز آئی۔

شاباش! ماریا تو نے میری روح کو خوش کر دیا ہے۔ میرے خدا نے ایک سفید موتی تمہیں ملے گا۔ اسے اپنے پاس رکھ لو۔ مصیبت اس وقت یہ تیرے کام آئے گا۔

ماریا نے موتی اٹھا کر جیب میں رکھ لیا۔

www.urdurasala.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

اس نے کہا۔

"اے فرعون کی روح؟ کیا تم مجھے بتا سکتی ہو کہ میرے بھائی عنبر اور ناگ کہاں ہیں؟"۔

فرعون کی روح نے کہا۔

"عنبر اور ناگ اس وقت ایک جہاز پر سوار مصر کی جانب آ رہے ہیں۔ اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا"۔

ماریا نے فرعون کے مقبرے کی دیوار کو پھر سے پتھر لگا کر بند کیا اور اہرام سے باہر آ گئی۔ باہر رات ڈھلنے لگی تھی۔

ستارے آسمان پر ماند پڑ رہے تھے اور صبح کی

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

روشنی پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔

ماریا انگریزوں کے خیمے میں آ گئی ان کا نوکر عبدل جاگ پڑا تھا اور حیرانی سے انگریزوں کے خالی بستروں کو دیکھ رہا تھا۔

ماریا نے کہا۔

عبدل! میں فرعون کی روح سے مل کر آ رہی ہوں۔

تمہارے مالک ڈاکو تھے۔ وہ فرعون کا خزانہ چوری کرنے آئے تھے۔ ان کی لاشیں فرعون کے مقبرے میں بند پڑی ہیں۔

عبدل نے چونک کر ڈرتے ڈرتے چاروں

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

طرف دیکھا اور زمین پر بیٹھ گیا۔

"تم کون ہو؟"۔

ماریا نے کہا۔

"میں بھی ایک روح ہوں۔ اب تم آزاد ہو۔ انگریزوں کا سارا سامان اب تمہارا ہے"۔

اتنا کہہ کر ماریا وہاں سے شہر کی طرف روانہ ہونے لگی تو اس نے دیکھا ذرا قریب ہی ایک اونٹ بیٹھا تھا۔ اس نے کہا۔

"عبدل! اس اونٹ پر کجاوہ رکھ دو۔ میں اس پر سوار ہو کر شہر جاؤں گی"۔

عبدل نے جلدی سے ڈرتے ڈرتے پر کجاوہ

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

ڈال دیا۔

پھر بولا۔

"اے روح! کیا تم اونٹ کے بغیر سفر نہیں کر سکتیں؟"۔

ماریا نے ہنس کر کہا۔

"نہیں! میں وہ روح نہیں ہوں"۔

اور اونٹ پر سوار ہو کر شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔

شہر پہنچتے پہنچتے صبح ہو گئی۔ ماریا شہر کے قریب سے ہو کر دریائے نیل کے کنارے آ گئی۔ یہاں بندرگاہ تھی۔

جہاں دور دور سے جہاز آ کر کھڑے ہوتے

urdufanz.com@princeofdhump PDF By www.urdurasala.com

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

تھے۔ اس نے اونٹ کو چھوڑ دیا۔ بندرگاہ پر مزدور کام کر رہے تھے۔

ایک خالی جہاز پر سامان لادا جا رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ کسی سے پوچھنا چاہیے کہ باہر سے جہاز کب آ رہا ہے۔ مگر وہ پوچھے کس طرح سے؟ ماریا ایک دکان کے باہر آ کر رک گئی۔

یہاں کچھ لوگ بیٹھے قہوہ پی رہے تھے۔ ماریا دکان کے اندر جا کر ایک جگہ بیٹھ گئی۔ اس کو بھوک بھی لگ رہی تھی۔

اس نے ایک روٹی اٹھا کر کھانی شروع کر دی۔

پھر قہوے سے بھری ہوئی ایک پیالی اٹھائی اور قہوہ پینا شروع کر دیا۔

جس شخص کے آگے سے قہوے کی پیالی غائب ہوئی تھی۔ وہ پریشان ہو کر ادھر ادھر تکنے لگا۔

دکاندار نے پوچھا۔

"تمہاری پیالی کہاں چلی گئی؟"۔

وہ آدمی بولا۔

"وہی تو میں تلاش کر رہا ہوں"۔

ماریا ہنستی رہی اور قہوہ پیتی رہی۔ قہوہ پینے کے بعد اس نے ایک آدمی کے کان کے پاس جا کر پوچھا۔

"جہاز کب آ رہا ہے؟"۔

www.urduraza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

وہ آدمی ایک دم سے اچھل پڑا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تکنے لگا کہ سوال کس نے کیا ہے؟ جس عورت نے سوال کیا تھا، وہ اسے نظر نہیں آ رہی ہے؟۔

اب وہ آدمی اپنی جگہ سے خوف زدہ ہو کر اٹھا اور دکان سے باہر بھاگ گیا۔ ماریا قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔ اس کے قہقہے کی آواز دکان میں بیٹھے سارے آدمیوں نے سنی۔

دکان میں گہرا سناٹا چھا گیا۔ سب حیران تھے کہ یہ آواز کہاں سے آئی ہے۔ جبکہ اندر کوئی عورت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

ماریا نے ایک بار پھر پوچھا۔

"بھائیو! میں ایک عورت ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ باہر سے آنے والا جہاز بندرگاہ پر کب آ کر لگے گا؟"۔

اب تو ہر کوئی ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھنے لگا۔

ماریا نے ایک بار پھر کہا۔

"تم لوگ بتاتے کیوں نہیں ہو؟"۔

اس پر سارے کے سارے گاہک دکان سے اٹھ دوڑے۔ اب وہاں صرف دکاندار باقی رہ گیا۔ ماریا نے اس کے قریب جا کر کہا۔

"بھائی! تم ہی بتا دو کہ جہاز کب آ رہا ہے؟"۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

دکاندار خوف سے کانپ رہا تھا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"کل صبح جہاز آئے گا"۔

اتنا کہہ کر وہ غش کھا کر گر پڑا۔

ماریا ہنستی ہوئی دکان سے نکلی اور شہر میں آ گئی۔ وہ بازاروں میں گھوم پھر کر سیر کرنے لگی۔ لوگوں کی بڑی رونق تھی۔

خرید و فروخت ہو رہی تھی۔ چوک میں پھلوں کے ڈھیر لگے تھے۔ دکانیں سامان سے بھری ہوئی تھیں۔ سپاہی بھی چل پھر رہے تھے۔

ماریا دوپہر تک سیر کرتی رہی پھر وہ تھک کر گئی تو

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

ایک جگہ اس نے ایک موٹے تازے امیر آدمی کو دیکھا جو دو گھوڑوں والی بگھی میں آرام سے مخمل کے گدوں پر بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔

دو غلام اس کی گاڑی کے باہر سر جھکائے کھڑے تھے۔ امیر آدمی نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا۔

"چلو! گھر چلو"۔

غلام بگھی کے پیچھے ہو گئے۔ سائیس نے بگھی کو چلا دیا۔ ماریا بھی اس بگھی کے پیچھے کھڑی ہو گئے۔ مختلف علاقوں سے گذر کر یہ بگھی ایک شاندار حویلی میں داخل ہو گئی۔

یہاں کچھ غلام باغ میں کام کر رہے تھے۔ ماریا

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasaiz.com

نے دیکھا کہ امیر آدمی کا محل شاندار ہے۔ نوکر چاکر خدمت کر رہے ہیں۔

ایک جگہ غلاموں کی کچی کوٹھڑیاں بنی ہوئی ہیں۔

ماریا نے سوچا کہ ان جھونپڑیوں میں سے کسی میں رات بسر کرنی چاہیے۔ امیر آدمی کے محل میں کیا سونا۔

چنانچہ وہ ایک جھونپڑی میں آ گئی۔

اسے کسی کے آہستہ آہستہ رونے کی آواز آئی۔

وہ اندر گئی تو دیکھا کہ ایک زرد زرد کمزور سی عورت ٹوٹی ہوئی چٹائی پر بیٹھی سر جھکائے رو رہی ہے۔

اتنے میں ایک غلام اندر آیا۔ وہ نوجوان لڑکا تھا۔

عورت بوڑھی سی تھی۔ غلام نے جھک کر کہا۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

"ماں! حوصلہ کرو۔ میں دن رات کام کر کے روپے اکٹھے کروں گا۔ اپنے چھوٹے بھائی کو ظالم امیر کی قید سے آزاد کرا لوں گا"۔

عورت نے کہا۔

"میرے بیٹے! تم مجبور ہو۔ میں بھی مجبور ہوں"۔

ظالم امیر میرے بچے کی آنکھیں نکال دے گا۔

وہ اسے تڑپا تڑپا کر مار دے گا۔ وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

غلام نے کہا۔

"ماں! خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

چاہیے۔ میرا بھائی ضرور ہم سے آن ملے گا“۔

عورت روتی رہی اور غلام اسے تسلی دیتا رہا۔ ماریا کے دل پر بہت اثر ہوا۔ اس نے اچانک پوچھا۔

”تمہارا بیٹا کہاں ہے ماں؟“۔

اس کی آواز پر عورت نے ایکدم رونا بند کر دیا۔ غلام بیٹا بھی چونک کر جھونپڑی میں تکنے لگا۔ ان کے چہرے خوف زدہ تھا۔

ماریا نے کہا۔

”گھبراؤ نہیں بھائی! میں کوئی روح نہیں ہوں۔ بلکہ ایک حور ہوں۔ خدا نے مجھے جنت سے تم لوگوں کی دعا قبول کر کے تمہاری مدد کے لیے بھیجا ہے“۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

عورت اسی وقت سجدے میں گر پڑی۔

”یا اللہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے ہم غریب مظلوموں کی دعا سنی“۔

غلام ابھی تک ڈرا ہوا تھا۔

ماریا نے کہا۔

”ڈرو نہیں۔ میں تمہاری مدد کرنے آئی ہوں۔ مجھے بے دھڑک ہو کر بتاؤ کہ تمہارا بھائی کہاں اور کس جگہ پر قید ہے؟“۔

غلام نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

”اے مقدس حور! میرے بھائی کو ظالم امیر نے حویلی کے ایک برج میں قید کر رکھا ہے“۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

وہاں حبشی غلام ننگی تلواریں لیے پہرہ دیتے ہیں۔ میرے بھائی کا صرف اتنا قصور تھا کہ اس نے ظالم امیر کے چھوٹے لڑکے کو جھک کر سلام نہیں کیا تھا۔

ماریا نے کہا۔

میں اسے لے کر تمہارے پاس آ جاؤں گی۔ مگر اس کے بعد تم لوگ یہاں نہیں رہ سکو گے۔ کیونکہ ظالم مالک تم لوگوں کو قتل کروا دے گا۔

اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم دونوں یہاں سے نکل کر دریا کنارے پہنچ کر میرا انتظار کرو۔ میں تمہارے بھائی کو لے کر آ جاؤں گی۔ اس کے بعد تم کسی دوسرے شہر میں چلے جانا۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

غلام کی ماں نے کہا۔

"تم پر خدا کی رحمت ہو مقدس حور! ہم سوڈان میں اپنے گاؤں چلے جائیں گے۔ وہاں ظالم امیر کے لوگ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے"۔

ہمارا قبیلہ وہاں ہماری مدد کرے گا۔

ماریا نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم لوگ ابھی یہاں سے کسی طرح نکل جاؤ اور دریا کنارے اہرام کے پاس میرا انتظار کرو۔ ہاں۔

"مجھے اتنا بتا دو کہ تمہارے بیٹے کا نام کیا ہے؟"۔

ماں نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"اس کا نام زمرد ہے۔ اس کے بال چھوٹے چھوٹے ہیں۔ اور ماتھے پر زخم کا نشان ہے"۔

ماریا نے کہا۔

"بہتر ہے۔ اب تم لوگ کسی طرح سے یہاں دریا کی جانب نکل جاؤ"۔

عورت اسی وقت اپنے بیٹے غلام کو لے کر دریا کی طرف روانہ ہو گئی۔ ماریا حویلی کے اوپر برج کے پاس آ گئی۔

کیا دیکھتی ہے کہ وہاں دو حبشی پہرہ دے رہے ہیں۔ ایک کے ہاتھ میں تلوار ہے اور دوسرے نے لمبی بارود والی بندوق سنبھال رکھی ہے۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

ماریا کچھ دیر وہاں کھڑی سوچتی رہی کہ کس طرح سے غلام لڑکے کو آزاد کر کے اپنے ساتھ لے جائے برج کی کوٹھڑی بند تھی۔

دروازے پر تالہ پڑا تھا۔ ماریا نے قریب جا کر دیکھا۔ تالہ کافی مضبوط تھا۔ لیکن ماریا اسے کھول سکتی تھی۔

لیکن اس کے لیے ضروری تھا کہ دونوں حبشی وہاں سے دور ہو جائیں۔

ماریا نے کچھ دیر سوچا۔ اس کے دماغ میں سوائے اس کے کوئی ترکیب نہیں آ رہی تھی کہ وہ دونوں حبشیوں کو ہلاک کر دے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ایسا وہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ آخر اس نے سوچا کہ کیوں نہ فرعون کے موتی سے مدد لی جائے۔ اس نے جیب سے سفید موتی نکال کر ہاتھ میں لیا اور کہا۔

"اے فرعون کے موتی! میری مدد کر"۔

اسے فرعون کی آواز آئی۔

"ماریا! اس موتی کو ان حبشیوں کی طرف پھینک دے"۔

ماریا نے خاموشی سے موتی دونوں حبشی سپاہیوں کی طرف اچھال دیا۔ موتی ان کے درمیان جا کر گرا تو وہ اس کی طرف لپکے۔

"ارے! یہ موتی تو بڑا قیمتی ہے کہاں سے آ

دیوی کمپلا کا جال (عمبرناگ ماریا قسط نمبر 62)

گیا؟"۔

دوسرے حبشی نے کہا۔

"ضرور کسی پرندے کی چونچ سے گرا ہوگا"۔

"ہم اسے بیچ کر رقم آدھی آدھی تقسیم کر لیں گے"۔

"یہ تو بڑا قیمتی موتی معلوم ہوتا ہے"۔

ابھی وہ باتیں کر رہے تھے کہ اچانک موتی میں سے ہلکا ہلکا سفید دھواں نکلنا شروع ہوگیا۔

حبشی سپاہی تعجب سے اس دھوئیں کو دیکھنے لگے۔

ایک حبشی نے جلدی سے موتی زمین پر پھینک دیا۔ وہ وہاں سے بھاگ بھی نہیں سکتے تھے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دھوئیں نے ان پر اثر کرنا شروع کر دیا تھا۔ ان کے دماغ چکرانے لگے۔ آنکھیں بند ہونے لگیں۔ وہ بار بار آنکھیں ملتے تھے۔

پھر ان کے گلے بند ہونے لگے اور وہ زمین پر گر کر بے ہوش ہو گئے۔ ماریا نے آگے بڑھ کر موتی اٹھا کر جیب میں ڈال لیا۔

وہ دروازے کے پاس آئی اور تالے کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر زور سے مروڑا۔ تالہ کھٹاک سے ٹوٹ کر اس کے ہاتھ میں آ گیا۔

ماریا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔

دروازہ کھلتے ہی صبح کی روشنی زمرد پر پڑی تو اس

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا۔ دروازہ کھلا تھا۔ مگر کوئی انسان اسے نظر نہیں آ رہا تھا۔

غلام نو عمر تھا اور اس کے ماتھے پر زخم کا نشان بھی تھا۔ یہی زمرد تھا۔

ماریا نے جلدی سے کہا۔

"زمرد! میری آواز سن کر گھبرانا نہیں۔ میں تمہاری مدد کرنے آئی ہوں۔ چلو میرے ساتھ۔ تمہاری ماں اور بھائی دریا کنارے تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں۔"

زمرد نے حیرت سے پوچھا۔

"مگر۔۔۔ مگر تم۔۔۔"

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ماریا نے کہا۔

"یہ وقت سوال کرنے کا نہیں ہے۔ جلدی سے میرے ساتھ یہاں سے بھاگ نکلو"۔

ماریا زمرد کی رہنمائی کرتی اسے محل کی چھت کے پچھلے کنارے پر لے آئی۔

یہاں لکڑی کی سیڑھی نیچے جاتی تھی۔ غالباً یہ سیڑھی اس لیے رکھی تھی کہ اگر محل میں آگ لگ جائے تو اس کے راستے نیچے اتر کر جان بچائی جا سکے۔

ماریا نے زمرد کو ساتھ لیا اور محل کی چھت سے نیچے اتر آئی۔ ابھی وہ محل کی چار دیواری میں ہی تھے۔ ابھی انہیں دروازے میں سے گذرنا تھا۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

دروازے پر بھی ایک موٹا حبشی بندوق اٹھائے پہرہ دے رہا تھا۔

ماریا نے زمرد کے کان میں کہا۔

"تم یہاں درخت کے پیچھے چھپ جاؤ۔ میں راستہ صاف کر کے ابھی آتی ہوں"۔

ماریا موٹے سپاہی کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ وہاں اس وقت خوش قسمتی سے سوائے اس موٹے سپاہی کے اور کوئی نہیں تھا۔

ذرا پرے کچھ سپاہی آرام کر رہے تھے۔ ماریا نے قریبی کوٹھڑی میں جا کر زور سے ایک برتن نیچے پھینکا۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

دیوی کمپلا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

موٹا سپاہی جلدی سے اندر آیا کہ یہ شور کس شے کا ہوا ہے۔ جونہی وہ اندر آیا۔ ماریا نے ایک ڈنڈا زور سے اس کے سر پر دے مارا۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

ماریا بھاگ کر زمرد کے پاس آئی۔

"جلدی سے بھاگ چلو"۔

دونوں کھلے دروازے میں سے نکل کر باہر میدان میں آ گئے۔ یہاں ایک اونٹ جگالی کر رہا تھا۔

ماریا نے کہا۔

"اس اونٹ پر سوار ہو جاؤ زمرد"۔

زمرد اونٹ پر چڑھ گیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی چڑھ گئی۔ اونٹ نے دریا کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔

انہیں بھاگتے کچھ سپاہیوں نے دیکھ لیا تھا۔

انہوں نے شور مچا دیا اور اپنے اونٹ اس کے پیچھے لگا دیے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دیوی کمپالا کا جال

غلام لڑکے کی ماں اور بھائی دریا کنارے چھپے بیٹھے تھے۔

وہ زمرد کی راہ دیکھ رہے تھے۔ ماریا، زمرد کو اونٹ پر سوار کرائے دریا کی طرف بھاگی چلی آ رہی تھی۔ سپاہی اس کے پیچھے لگے تھے۔

ماریا دور نکل گئی۔ فرعون کے مقبرے کے قریب آ

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

کر اس نے زمرد کو اس کی ماں کے حوالے کیا اور کہا۔

"اس مقبرے کی ڈیوڑھی میں چھپ جاؤ دشمن کے آدمی پیچھے لگے ہیں"۔

ماں نے اپنے بچے کو سینے سے لگایا اور ڈیوڑھی کی اوٹ میں چھپ گئی۔ ماریا راستے میں ایک جگہ کھڑی ہو کر سپاہیوں کا انتظار کرنے لگی۔

زمرد کی ماں نے دیکھا کہ چار سپاہی وہاں آ کر اونٹوں پر سے اتر آئے اور سیدھے ڈیوڑھی میں آ گئے۔

زمرد کی ماں کی چیخ نکل گئی۔ ایک سپاہی نے کہا۔

"پکڑ لو انہیں۔ یہاں چھپے ہیں یہ لوگ"۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

سپاہی زمرد، اس کے بھائی اور اس کی ماں پر ٹوٹ
پڑے۔
انہوں نے تینوں کو پکڑ کر رسیوں سے باندھ دیا۔
زمرد کی ماں نے دہائی دی۔
"اے خدا! ہم پر رحم کر"۔
زمرد نے پکار کر کہا۔
"اے مقدس روح! تو کہاں ہے؟"۔
موٹے سپاہی نے اس کے سر پر تھپڑ مار کر کہا۔
"حرامی! کس کو بلا رہا ہے؟"۔
اسے کوئی خبر نہیں تھی۔ کہ جسے زمرد بلا رہا تھا۔ وہ
اس کے بالکل ہی پاس کھڑی تھی اچانک موٹے سپاہی

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

کی توند پر کسی نے زور سے لات ماری اور وہ دھڑام
سے نیچے گر پڑا۔
"کمینو! یہ لات مجھے کس نے ماری ہے؟"۔
موٹا سپاہی اپنے ساتھیوں پر برس پڑا۔ ساتھی
سپاہی حیران تھے کہ یہ لات کس نے ماری ہے؟۔
اتنے میں ان سپاہیوں کو بھی ایک ایک لات پڑ
گئی۔ سپاہی نے چیخ کر کہا۔
"بھوت! بھوت!"۔
مار یا نے موٹے سپاہی کی گری ہوئی بندوق اٹھا
کر ہوائی فائر کر دیا۔ دھائیں کی آواز آئی۔
صحرا گونج اٹھا۔ سپاہی دم دبا کر بھاگے۔ موٹا

www.urdufanz.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

سپاہی پیچھے رہ گیا۔ ماریا نے اس کے پاس جا کر زمین پر گولی چلا دی۔

موٹا سپاہی اچھل کر دور جا پڑا۔ اس کی پتلون پھٹ گئی تھی وہ بھی دم دبا کر اٹھ بھاگا۔

ماریا اب زمرد، اس کی ماں اور اس کے بھائی کے پاس آئی۔ اس نے کہا۔

"تم لوگ ان اونٹوں پر سوار ہو کر دریا کنارے سفر کرتے اس ملک کی سرحد سے نکل جاؤ"۔

زمرد کی ماں نے ماریا کا شکریہ ادا کیا۔

"اے مقدس روح! ہم تمہارا احسان کبھی نہیں بھولیں گے۔ تم نے میرے بیٹے کو مجھ سے ملا

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

دیا۔ خدا تمہارا بھلا کرے"۔

"ہاں! اب دیر نہ کرو۔ تمہیں یہاں سے جتنی جلدی ہو سکے نکل جانا چاہئے۔ خدا حافظ!"۔

"خدا حافظ!"۔

ان لوگوں کو رخصت کر کے ماریا واپس بندرگاہ والے علاقے میں آ گئی۔

وہ اس جگہ کہیں رات بسر کرنا چاہتی تھی، تا کہ دوسرے دن آنے والے جہاز کو دیکھ سکے۔ سوال یہ تھا کہ وہ رات کس مقام پر بسر کرے۔

وہاں اسے ایک دو منزلہ عمارت پر "سرائے" کا لفظ لکھا ہوا نظر آیا۔ ٹھیک ہے مجھے اسی سرائے میں

www.urdusalaf.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

رات بسر کرنی چاہیے۔

ماریا سرائے کے دروازے پر آ گئی۔ سیڑھیاں اوپر دوسری منزل کو جاتی تھیں۔ ماریا دوسری منزل پر آ گئی۔ یہاں آمنے سامنے چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیاں بنی تھیں۔ جہاں مسافر اترے ہوئے تھے۔

ایک کوٹھڑی پر تالا پڑا تھا۔ یہ خالی کوٹھڑی تھی۔ ماریا نے تالا توڑ ڈالا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔

چھوٹی سی کوٹھڑی میں دیوار کے ساتھ بستر لگا تھا۔ ایک لکڑی کی تپائی پر پانی کا جگ اور گلاس رکھا تھا۔ ماریا بڑی خوش ہوئی۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

اس نے غسل خانے میں جا کر غسل کیا۔ اسے نئے کپڑوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس کے کپڑے جگہ جگہ سے میلے ہو رہے تھے۔ اور پھٹ بھی گئے تھے۔ کپڑے کہاں سے حاصل کیے جائیں؟ ماریا نیچے آ گئی۔

کیا دیکھتی ہے کہ سرائے کے سامنے ایک دکان ہے جس کی الماریوں میں زنانہ کپڑے سجے ہوئے ہیں۔

ماریا بڑی خوش ہوئی وہ دکان میں آ گئی۔ دکاندار ایک عورت کو کپڑے دکھا رہا تھا۔ ماریا نے ایک الماری میں ہاتھ بڑھایا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

گاہک عورت نے کہا۔

"یہ سوٹ مجھے پسند ہے"۔

دکاندار نے سوٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اتفاق سے اس سوٹ کی جانب ماریا ہاتھ بڑھا چکی تھی۔ اس نے سوٹ ہاتھ میں لیا ہی تھا کہ وہ غائب ہو گیا۔

دکاندار نے گاہک عورت کی طرف حیرانی سے دیکھا۔ گاہک عورت کی چیخ نکل گئی تھی اور وہ باہر بھاگ اٹھی۔

دکاندار ہکا بکا ہو کر کبھی الماری کو دیکھتا اور کبھی اپنا سر کھجاتا۔

ماریا نے وہیں سوٹ زیب تن کیا اور واپس

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

سرائے کے کمرے میں آ گئی۔ اتفاق سے اس کمرے کی طرف سرائے کے مالک کی توجہ نہیں ہوئی تھی۔ کسی نے نہیں دیکھا تھا کہ کمرے کا تالا ٹوٹ چکا ہے۔ ماریا نے ویسے بھی ٹوٹا ہوا تالا دوسری طرف نالے میں پھینک دیا تھا۔

اب ہر کوئی یہی سمجھ رہا تھا کہ یہاں کوئی مسافر آ کر ٹھہرا ہوا ہے۔

شام کے وقت ماریا نے منہ ہاتھ دھو کر چائے پی اور وہ باہر جانے کی تیاری کر رہی تھی کہ کسی نے اس کے دروازے پر دستک دی۔

اس نے سوچا سرائے کا کوئی نوکر آیا ہے۔ دروازہ

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کھول دینا چاہیے۔ جب اندر آ کر اسے معلوم ہوگا کہ اندر کوئی نہیں ہے تو اپنے آپ واپس چلا جائیگا۔

ماریا نے چپکے سے کنڈی کھول دی اور خود بڑے اطمینان سے بستر کی طرف اپنا رومال اٹھانے آ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ نوکر وغیرہ جو کوئی بھی ہوگا، اندر آ کر ادھر ادھر دیکھے گا۔

جب اسے وہاں کوئی بھی نظر نہیں آئے گا تو حیران ہو کر یا ڈر کر واپس چلا جائے گا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ اس کی بجائے اس نے ایک آدمی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔

"اے مقدس روح! تجھے دیوی کمپالا نے اپنے

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

ہاں دعوت دی ہے"۔

ماریا تو سر سے پاؤں تک لرز گئی۔ آج تک کبھی کسی نے اسے نہیں دیکھا تھا اور اس طرح نہیں بلایا تھا۔

یہ کون شخص ہے جس نے اسے اندر آتے ہی دیکھ لیا۔ ماریا نے پلٹ کر دیکھا۔ سامنے ایک سیاہ رنگ کا ادھیڑ عمر حبشی کھڑا تھا۔

جس کے بال کچھ کچھ سفید ہو رہے تھے ماریا کچھ دیر اسے ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہی۔ اس نے فوراً اندازہ لگا لیا کہ حبشی اس طرف نہیں دیکھ رہا جس طرف وہ کھڑی ہے۔

www.urdurasala.com
PDF BY
princeofdhump@urdufanz.com

صاف ظاہر تھا کہ اس نے اسے دیکھا نہیں ہے۔

ماریا یہ دیکھنے کے لیے کہ سچ مچ حبشی نے اسے دیکھا ہے یا نہیں، وہاں سے بڑی خاموشی سے دبے پاؤں ہٹ کر حبشی کے پیچھے آ گئی۔

حبشی ابھی تک سامنے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ حبشی نے اسے بالکل نہیں دیکھا۔ پھر بھی اس نے اسے مقدس روح کہہ کر پکارا تھا۔

اس کا مطلب تھا کہ اس نے ماریا کی موجودگی کو محسوس کر لیا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ماریا اس کمرے میں موجود ہے۔

یہ بھی ماریا کے لیے بڑی حیرانی کی بات تھی۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

ماریا نے کہا۔

"تم کون ہو؟ اور دیوی کمپالا کون ہے؟"۔

حبشی ہاتھ باندھ کر بولا۔

"مقدس روح! میں دیوی کمپالا کا غلام ہوں۔ اس کو جب معلوم ہوا کہ تم اس وادی میں آئی تو اس نے تمہاری دعوت کا فیصلہ کیا وہ تم سے ملنا چاہتی ہے"۔

ماریا نے پوچھا۔

"دیوی کمپالا کہاں رہتی ہے؟"۔

"شہر سے باہر اہرام کے پاس ایک مندر ہے، دیوی کمپالا اس مندر میں رہتی ہے۔ اگر تم میرے

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusafa.com

ساتھ چلی چلو تو دیوی کو بہت خوشی ہوگی"۔

ماریا نے سوچا کہ چلے چلنے میں کیا حرج ہے۔ بولی۔

"اچھا میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں"۔

حبشی کے ساتھ ہی ماریا کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس نے سوچا کہ اگر کوئی خطرے کی بات ہوئی تو وہ واپس آجائے گی۔

کیونکہ یہ لوگ اسے دیکھ تو سکتے نہیں۔ اور پھر ہو سکتا ہے کہ یہ دیوی کوئی نیک روح ہو۔ ورنہ اسے کیسے معلوم ہوتا کہ میں سرائے میں اتری ہوئی ہوں۔

باہر ایک گھوڑا گاڑی کھڑی تھی۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

ماریا اس میں سوار ہوگئی۔ گاڑی شہر کی سڑکوں پر شور مچاتی شہر سے باہر نکل کر اہرام کو جانے والی ریتلی سڑک پر روانہ ہوگئی۔

شام ہوگئی تھی صحرا میں رات کی ہلکی ہلکی سیاہی پھیلنا شروع ہوگئی تھی۔ آسمان پر ستارے چمکنے لگے تھے۔ گھوڑا گاڑی صحرا میں سفر کرتی پرانے اہرام کی پتھریلی دیوار کے پیچھے جا کر کھڑی ہوگئی۔ حبشی اترتے ہوئے بولا۔

"اے مقدس روح! میرے پیچھے پیچھے چلی آؤ"۔

ماریا حبشی کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ حبشی ایک خفیہ

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusaga.com

دروازے سے لے کر ماریا کو ایک تہہ خانے میں لے آیا۔

اس کے پیچھے دیوار کا دروازہ اپنے آپ بند ہو گیا۔ اب ماریا کو پریشانی ہوئی کہ کہیں وہ کسی مصیبت میں تو نہیں پھنس جائے گی۔

یہ بات اسے بہت پہلے محسوس کر لینی چاہیے تھی۔ اسے کسی ایسی جگہ نہیں آنا چاہیے تھا۔ جس کے بارے میں اسے کچھ بھی علم نہیں تھا۔

بہر حال اب وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ حبشی آگے آگے چل رہا تھا۔ وہ ایک چبوترے کے پاس جا کر رک گیا۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

یہاں دیوار کے ساتھ سنگ مرمر کی کرسیاں لگی تھیں جن پر سیاہ گدیلے پڑے تھے۔

حبشی نے جھک کر کہا۔

"اے مقدس روح! اب میں جاتا ہوں۔ دیوی کمپالا کا یہی حکم تھا"۔

حبشی چلا گیا۔ ماریا اکیلی رہ گئی۔ حبشی کسی دوسرے راستے سے زمین کے اندر اتر گیا تھا۔ اگر وہ دیوار کے دروازے سے جاتا تو ماریا بھی یقیناً اس کے پیچھے پیچھے وہاں سے نکل کر بھاگ جاتی۔

اس نے خطرے کی بو سونگھ لی تھی۔ پھر بھی وہ بڑے حوصلے سے کھڑی تھی۔ اسے یہ بھی خیال آ جاتا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کہ ہوسکتا ہے، دیوی کمپالا سچ مچ کوئی نیک دل دیوی ہو۔

اتنے میں اس نے دیکھا کہ سامنے والی دیوار کا پتھر ایک جگہ سے ہٹا اور ایک بوڑھی عورت جس کا سر سفید ہو چکا تھا۔ اندر داخل ہوئی۔

اس کے ہاتھ میں ایک لمبی سیاہ تسبیح تھی جس کے دانے ہڈیوں کے تھے۔ ناک طوطے جیسی چونچ نما تھی۔ آنکھوں میں سرخی اور چڑیلوں جیسی کشش تھی۔

اس عورت نے ہنس کر کہا۔

"خوش آمدید مقدس روح! میں تمہاری شکر گزار ہوں کہ تم نے میری دعوت قبول کی۔ یہاں بیٹھ جاؤ

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

میری بچی! میں دیوی کمپالا ہوں"۔

ماریا کو محسوس ہوا کہ دیوی نے اسے دیکھ لیا ہے۔

چنانچہ وہ اس سے متاثر ہوئی۔

اصل میں دیوی کمپالا نے اسے بالکل نہیں دیکھا تھا۔ اس نے اپنے جادو کے ذریعے سے اندازہ کرلیا تھا کہ ماریا کس مقام پر کھڑی ہے، چنانچہ دیوی کمپالا اسی طرف منہ کرکے بات کررہی تھی۔

ماریا سنگ مرمر کی کرسی پر بیٹھ گئی۔

دیوی کمپالا بھی سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

دیوی نے کہا۔

"پیاری بچی! میں دو سو برس سے اس وادی میں

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

حکومت کر رہی ہوں۔ مجھے بشارت ہوئی تھی کہ ایک وقت آنے پر یہاں ایک مقدس روح آئے گی۔ میں عرصے سے تمہاری راہ دیکھ رہی تھی، چنانچہ جب مجھے پتہ چلا کہ تم مصر کے شہر میں ایک سرائے میں آ کر ٹھہری ہو تو میں نے اپنے غلام کو تمہاری طرف بھیجا۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے میری دعوت کو قبول کیا۔ کیا تم میرے ساتھ کھانے کی میز پر تشریف لے چلو گی۔

ماریا نے کہا۔

"چلئے دیوی کمپالا!"۔

ماریا اس بوڑھی عورت سے متاثر ہوئی تھی۔ شاید

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

یہ اس کی زندگی کی ایک اور بھول تھی کہ اس نے دیوی کمپالا کو اچھا سمجھ لیا تھا اور اس کی چکنی چپڑی باتوں میں چھپی ہوئی خطرناک عورت کو نہیں پہچانا تھا۔

اصل میں حقیقت یہ تھی کہ ملک یمن میں ایک جن رہتا تھا جو اس چڑیل کا بھائی تھا۔

اس جن کی زندگی کے دن پورے ہو گئے تھے۔ وہ مرنے والا تھا۔ لیکن وہ مرنا نہیں چاہتا تھا۔

اس جنوں کے بڑے بادشاہ نے بتایا کہ اگر وہ کسی ایسے انسان کا خون پئے جس میں غائب ہو جانے کی طاقت ہو تو وہ رہتی دنیا تک زندہ رہ سکتا ہے۔

جن نے پوچھا۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"مجھے یہ کیسے پتہ چلے گا کہ وہ انسان غائب ہے؟ کیونکہ میں تو اسے دیکھ ہی نہیں سکوں گا"۔

جنوں کے بادشاہ نے کہا۔

"میں تمہیں اتنی طاقت دے دیتا ہوں کہ تم ایسے انسان کے جسم سے نکلنے والی شعاعیں دیکھ سکو گے، تمہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ ایسا انسان کہاں کھڑا ہے"۔

جن نے یہ سنا تو مصر میں اپنی بہن کو بلایا۔ ساری بات بیان کی اور کہا کہ میں نے سنا ہے ایک عورت مصر شہر کی ایک سرائے میں آ کر ٹھہری ہے جو کسی کو نظر نہیں آ رہی۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdufanz.com

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

اس لیے تم فوراً اسے کسی طرح سے پکڑ کر میرے پاس لے آؤ۔ اس کا خون پی کر میں ہمیشہ کی زندگی حاصل کر سکوں گا۔

دیوی کمپالا نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ میں غائب عورت کے جسم سے نکلنے والی شعاعیں دیکھ سکوں گی۔ میں اس عورت کو قید کر کے تمہارے پاس لے آؤں گی"۔

مصر واپس آ کر دیوی کمپالا نے حبشی غلام کو ماریا کے پاس بھیجا اور اب ماریا اس کے غار میں تھی۔ اور وہ اسے نیچے کھانے کے کمرے میں جانے کی دعوت

دے رہی تھی۔ ماریا کچھ ہچکچائی لیکن دیوی کمپالا نے مسکرا کر کہا۔

"میری بیٹی! کیا تم ایک ایسی دیوی کی دعوت قبول نہیں کرو گی جو تمہاری والدہ سے بھی زیادہ بوڑھی ہے؟"۔

ماریا کا دل پگھل گیا۔ وہ دیوی کمپالا کے ساتھ ساتھ چل پڑی۔ دیوی کمپالا ایک دیوار کے آگے جا کر رک گئی۔

اس نے دیوار کو پاؤں کی ٹھوکر ماری۔ دیوار اپنی جگہ سے سرکنے لگی۔ وہاں ایک چھوٹا سا دروازہ بن گیا۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

دیوی کمپالا کو ماریا کے جسم سے نکلنے والی شعاعیں صاف دکھائی دے رہی تھیں اس نے ان شعاعوں کی طرف منہ کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مقدس روح! تشریف لاؤ"۔

ماریا ایک بار پھر ذرا جھجکی۔ لیکن دیوی کمپالا کی مسکراہٹ کو دیکھ کر وہ دروازے میں سے گزر کر اندر کمرے میں گئی۔

یہاں ایک میز پر پھل اور بنا ہوا گوشت رکھا تھا۔

دیوی کمپالا نے کہا۔

"مقدس روح! تشریف رکھو"۔

ماریا کرسی پر میز کے ساتھ بیٹھ گئی۔ دیوی کمپالا کو

www.urdurasala.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

جیسے کچھ یاد آ گیا تھا۔ ماتھے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"ارے! ایک شے تو میں لانی بھول گئی"۔

وہ تمہارے دکھانے کے لیے رکھی تھی۔ بلکہ میری طرف سے تمہیں ایک تحفہ ہوگا۔ ابھی لاتی ہوں۔ تم کھانا شروع کرو"۔

یہ کہہ کر دیوی کمپالا کمرے سے گذرتی ہوئی دیوار کے دروازے میں سے باہر نکل گئی۔ اس کے جاتے ہی دروازہ ایکدم سے بند ہوگیا۔

گویا ایک بھاری پتھر دیوار کے آگے آ کر گر پڑا۔

ماریا کو شدید خطرے کا احساس ہوا۔ جھٹ سمجھ گئی کہ وہ مصیبت میں پھنس گئی ہے۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

جلدی سے اٹھی۔ دروازے کے پاس آئی۔ مگر وہاں تو کوئی دروازہ نہیں تھا۔ پتھر کی دیوار تھی جس میں کہیں بھی ایک درز دکھائی نہیں دیتی تھی۔

ماریا دیوی کمپالا کے جال میں پھنس چکی تھی۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

مگرمچھ کا سینگ

ماریا نے اٹھ کر دیوار کو ٹٹول کر دیکھا۔ جہاں دروازہ تھا، وہاں پتھر کی مضبوط دیوار مل گئی تھی۔ دیوار کا پتھر اس قدر سخت تھا کہ اسے اپنی جگہ سے ہٹانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

ماریا نے کمرے میں چاروں طرف گھوم پھر کر دیکھا۔ کہیں کوئی چھوٹی موٹی درز بھی نہیں تھی۔

صرف اوپر چھت میں ایک جگہ چھوٹا سا سوراخ تھا جہاں سے ٹھنڈی ہوا اندر آ رہی تھی۔ اس سوراخ سے روشنی آنا بند ہو گئی تو ماریا سمجھ گئی کہ رات پڑ گئی ہے۔

اس نے تھوڑا بہت کھانا زہر مار کیا اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔ اچانک اسے فرعون کے موتی کا خیال آ گیا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔

افسوس بدقسمتی سے موتی پرانے لباس کی جیب میں رہ گیا تھا۔ جسے ماریا نے اتار کر سرائے کے کمرے میں پھینک دیا تھا۔

اب وہ بے بس تھی۔ یہاں کوئی اس کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ دیوی کمپالا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اسے دیکھ سکتی تھی۔

چنانچہ وہ دروازہ کھلنے پر وہاں سے بھاگ بھی نہیں سکتی تھی۔ ماریا چبوترے پر لیٹ گئی اور عنبر اور ناگ کے بارے میں سوچنے لگی جو اگلے روز جہاز سے مصر کی بندرگاہ پر اترنے والے تھے۔

ادھر راتوں رات ہی دیوی کمپالا نے یمن کے جن کو جادو کے ذریعے خبر کر دی تھی کہ اس نے ماریا نام کی ایک ایسی عورت کو گرفتار کر کے تہہ خانے میں ڈال دیا ہے جو کسی کو نظر نہیں آتی۔

جن بڑا خوش ہوا۔ دیوی کمپالا اصل میں کوئی چڑیل نہیں تھی۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

وہ محض جادوگرنی تھی۔ اور یمن کے جن سے اس نے کچھ جادو سیکھا تھا۔ وہ یمن کے جن کو خوش کر کے اس سے اور جادوگری سیکھنا چاہتا تھی۔

جن نے پیغام بھجوایا کہ وہ دوسرے دن ماریا کا خون پینے آ رہا ہے۔ ماریا کو کوئی خبر نہ تھی کہ اس کے خون پینے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔

پھر صبح ہو گئی اور جہاز دریا کے کنارے آن لگا۔ مسافر اترنے لگے۔ ان میں ناگ اور عنبر بھی تھے۔ شہر میں آتے ہی وہ اتفاق سے اسی سرائے میں آ گئے۔ جہاں ماریا ٹھہری ہوئی تھی۔ انہوں نے سرائے کے ایک مالک سے کمرہ مانگا۔

PDF BY princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

سرائے کا مالک انہیں اس کمرے میں لے گیا جہاں ماریا نے کپڑے تبدیل کیے تھے۔ اچانک ناگ نے عنبر کے کان میں کہا۔

"مجھے اس کمرے سے ماریا کی خوشبو آ رہی ہے"۔

سانپ انسانوں کے کپڑوں سے بھی ان کے جسم کی بو پا لیا کرتے ہیں۔

عنبر نے کہا۔

"اس وقت خاموش رہو"۔

سرائے کا مالک کمرے کا دروازہ بند کر کے چلا گیا۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

عنبر نے کہا۔

"اسی کمرے سے"۔

انہوں نے ماریا کو آوازیں دیں۔ کوئی جواب نہ ملا۔ عنبر نے کہا۔

"کوشش کر کے معلوم کرو کہ یہ خوشبو کس طرف سے آ رہی ہے"۔

ناگ نے ناک سکیڑ کر سونگھنا شروع کر دیا۔ آخر وہ کمرے کے ایک کونے میں آ گیا۔

یہاں خوشبو بہت تیز تھی۔ کونے میں ماریا کے کپڑے پڑے تھے۔ ناگ نے اس کی قمیض اٹھا کر کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"اگر چہ ہم نے کبھی ماریا کے جسم کو نہیں دیکھا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ یہی قمیض ماریا کی ہے۔ اس میں سے بڑی تیز خوشبو آ رہی ہے"۔

عنبر نے قمیض کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ اچانک اس کی جیب میں سے فرعون کی روح کا دیا ہوا سفید موتی نکل کر زمین پر گر پڑا۔

عنبر نے موتی اٹھا کر غور سے دکھا اور ناگ کو دکھاتے ہوئے بولا۔

"یہ موتی کیسا ہے؟"۔

ناگ نے بھی موتی کو غور سے دیکھا۔ بولا۔

"اس سے پیشتر ماریا نے کبھی اس موتی کا ذکر

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

نہیں کیا"۔

عنبر نے کہا۔

"ماریا سے ملے ہمیں ایک عرصہ گذر گیا ہے۔ ہو سکتا ہے، اسے کہیں سے یہ موتی ملا ہو اور اس نے اسے سنبھال کر رکھ لیا ہو"۔

ناگ بولا۔

"ماریا یونہی کسی موتی کو سنبھال کر نہیں رکھ سکتی۔ ضرور اس موتی میں کوئی خاص بات ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"لیکن ہمیں کیسے پتہ چلے کہ اس موتی میں کوئی خاص بات ہے؟ ہمارے لیے یہ تو بیکار موتی ہے"۔

www.urdusafa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

انہوں نے سرائے کے ایک نوکر کو بلا کر پوچھا کہ اس نے یہاں کسی عورت کو دیکھا ؟۔

نوکر نے کہا۔

''جی نہیں''۔

پھر عنبر کو خیال آیا کہ نوکر تو ماریا کو دیکھ ہی نہیں سکتا۔

ناگ نے نوکر سے کہا۔

''اس سے پہلے اس کمرے میں کون رہتا تھا؟''۔

نوکر نے کہا۔

''کوئی بھی نہیں۔ بالکل خالی تھا یہ کمرہ''۔

عنبر بولا۔

''کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ کمرہ بالکل خالی تھا؟''۔

نوکر کچھ سوچ کر بولا۔

''جناب ایک دن میں نے دیکھا تھا کہ اس کا تالا ٹوٹا ہوا ہے۔ میں نے مالک سے بات کی''۔

اس نے کہا۔

کسی چور کی کارستانی ہے۔ لیکن چونکہ کمرے کی ہر شے اپنی جگہ پر موجود تھی اس لیے ہم نے کوئی خیال نہ کیا۔

ناگ نے عنبر کی طرف دیکھا۔ انہوں نے نوکر کو بھیج دیا۔

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ نے کہا۔

"اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ کپڑے ماریا کے ہیں۔ وہ اس کمرے میں آئی تھی۔ یہاں اس نے اپنے نئے کپڑے بدلے ہیں۔ ہمیں اس کا یہاں انتظار کرنا چاہیے"۔

عنبر بولا۔

"مگر اس موتی نے مجھے پریشان کر دیا ہے"۔

ناگ! میرا دل کہتا ہے کہ ماریا ضرور کسی مصیبت میں مبتلا ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"بھائی! اگر ایسی بات بھی ہے تو ہم ماریا کی کیا

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

مدد کر سکتے ہیں جب کہ ہمیں معلوم ہی نہیں کہ وہ کہاں ہے؟۔

کس جگہ ہے؟۔

عنبر پریشانی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ موتی اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے دو ایک بار موتی کو مسل کر غور سے دیکھا اور جیب میں رکھنے ہی لگا تھا کہ موتی زمین پر گر پڑا۔

عنبر نے اسے اٹھا کر زور سے ملا۔ کیونکہ اسے مٹی لگ گئی تھی۔ زور سے رگڑنے سے موتی میں گرمی پیدا ہوئی اور ساتھ ہی فرعون کی روح کی آواز آئی۔

"کیا بات ہے ماریا؟"۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

عنبر اور ناگ ششدر ہو کر رہ گئے۔

انہوں نے جھٹ کہا۔

"تم کون ہو؟"۔

فرعون کی روح بولی۔

"میں فرعون رعمیز کی روح ہوں۔ ماریا نے میرے خاندانی خزانے کو لٹیروں سے بچا کر مجھ پر احسان کیا تھا۔ یہ موتی میں نے اسے انعام میں دیا تھا"۔

ناگ نے کہا۔

"اے فرعون کی روح! ہم دونوں ماریا کے بھائی ہیں۔ ہمیں ماریا کی تلاش ہے"۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

فرعون کی روح نے ہنس کر کہا۔

اس نے تمہارے بارے میں مجھ سے پوچھا تھا۔

میں نے ہی اسے بتایا تھا کہ تم مصر آ رہے ہو۔ مگر ماریا کہاں ہے؟

یہ موتی تمہارے پاس کیسے آ گیا؟۔

عنبر نے کہا۔

"ابھی ہم تو تم سے پوچھنے والے تھے کہ ماریا کہاں ہے۔ ہم تو اتفاق سے اس سرائے میں آ کر ٹھہرے ہیں کہ یہاں ماریا کا پرانا کرتہ ملا جس کی جیب میں یہ موتی تھا"۔

فرعون کی روح بولی۔

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"ماریا ضرور کسی مصیبت میں پھنسی ہوئی ہے۔ ٹھہرو میں ابھی پتہ کر کے تمہیں بتاتی ہوں۔"

ناگ اور عنبر چپ ہو گئے۔ وہاں کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر فرعون کی روح کی آواز سنائی دی۔

"غضب ہو گیا! ماریا یہاں سے دور اہرام کے پاس ایک تہہ خانے میں بند ہو گیا۔ اس دیوی کمپالا نام کی جادوگرنی نے یمن کے جن کے لیے بند کر رکھا ہے۔ یمن کا جن ماریا کا خون پینے مصر پہنچنے ہی والا ہے۔"

ناگ اور عنبر پریشان ہو گئے۔ انہوں نے فرعون کی روح سے کہا۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

"خدا کے لیے ماریا کی مدد کرو۔ یا ہمیں اس جگہ پہنچا دو جہاں ماریا بند ہے۔"

فرعون کی روح بولی۔

"میں ایک نیک روح ہوں۔ میں اس جگہ نہیں جا سکتی جہاں کالے علم کا جادو ہوتا ہو۔ ہاں میں تمہیں بتا سکتی ہوں کہ ماریا کہاں ہے۔"

اس کے بعد فرعون کی روح نے ناگ اور عنبر کو وہ مقام بتایا۔ جہاں ماریا قید تھی۔ بلکہ ان دونوں کو اہرام کے پاس پہنچا دیا۔ روح نے انہیں یہ بھی کہا۔

"میں تمہیں یہ بھی بتا سکتی ہوں کہ دیوی کمپالا کا جادو تم دونوں پر نہیں چل سکے گا۔ ماریا کے جسم سے

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

نکلنے والی شعاؤں کو جن اور کمپالا دیکھ رہی ہے"۔

اگر تم میری دی ہوئی خشک دوائی کو ماریا کے جسم پر چھڑک دو تو اس کے جسم سے نکلنے والی شعاعیں کوئی نہ دیکھ سکے گا۔

ناگ نے کہا۔

"جن کا کیا ہوگا؟"۔

روح بولی۔

"جن کی گردن کے پیچھے ایک سینگ نکلا ہوا ہے۔ اگر کسی طرح سے وہ سینگ توڑ دیا جائے۔ تو جن کی طاقت بے اثر ہو جائے گی۔ پھر وہ ایک آدمی کی طرح ہوگا جسے تم لوگ ہلاک کر سکو گے"۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

فرعون کی روح چلی گئی۔ ناگ اور عنبر کو اس مقام پر ایک نیلے رنگ کی بوتل پڑی ملی جہاں روح موجود تھی۔

انہوں نے بوتل اٹھا لی۔ اس بوتل میں سفید سفوف بھرا ہوا تھا۔ بوتل جیب میں رکھ کر ناگ نے کہا۔

"ماریا اسی چٹان کے اندر تہہ خانے میں قید ہے۔ میں کسی طرح سے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتا ہوں"۔

ابھی دو باتیں کر رہے تھے کہ زمین زلزلے کی وجہ سے ہلنے لگی۔ ناگ اور عنبر چٹان سے دور ہٹ کر زمین

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پر بیٹھ گئے۔

اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بہت بڑا جن وہاں آسمان سے زمین پر اتر آیا۔ اس کے بال ہوا میں لہرا رہے تھے۔

وہ دو منزل اونچا لمبا تھا۔ ہونٹوں میں سے سیاہ رنگ کے نوکیلے دانت باہر نکلے ہوئے تھے۔

ناگ نے سرگوشی کی۔

"یہی وہ جن ہے عنبر"۔

انہوں نے غور سے دیکھا۔ جن کی گردن کے پیچھے ایک کالے رنگ کا چھوٹا سا سینگ ابھرا ہوا تھا۔

"یہی وہ سینگ ہے جس میں اس کی جان ہے"۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

"فکر نہ کرو۔ میں ابھی اس کی خبر لیتا ہوں"۔

دیکھتے ہی دیکھتے جن ایک دم چھوٹا ہو کر ایک مگر مچھ بن گیا۔ چٹان میں ایک سوراخ ابھرا۔ جس میں سے دیوی کمپالا نکل کر باہر آ گئی۔

اس نے مگر مچھ کے آگے جھک کر کہا۔

"حضور کی خدمت میں باندی سلام عرض کرتی ہے"۔

مگر مچھ نے منہ کھول کر ایک بھیانک آواز والا سانس لیا جیسے ڈکار مار رہی ہو اور گردن لہرانے لگا۔ دیوی کمپالا آگے سے ہٹ گئی۔

مگر مچھ سوراخ کے اندر داخل ہو گیا۔ عنبر نے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ سے کہا۔

"ناگ جلدی کرو۔ اس کے ساتھ ہی اندر چلے جاؤ"۔

ناگ پلک جھپکتے میں سانپ بن کر سوراخ کی طرف بھاگا اور مگرمچھ کے پیچھے پیچھے سوراخ میں داخل ہوگیا۔

عنبر باہر اکیلا رہ گیا۔ اس نے چٹان سے قریب آ کر پتھر سے کان لگا دیے۔ وہ سننے کی کوشش کر رہا تھا کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔

اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ اب اندر کا حال سنیں۔

ناگ سانپ کی شکل میں مگرمچھ کے پیچھے پیچھے چلا جا رہا تھا۔

مصیبت یہ تھی کہ فرعون کی دی ہوئی بوتل وہ ساتھ نہیں لا سکتا تھا۔ وہ بوتل عنبر کے پاس رہ گئی تھی۔ ایک اعتبار سے یہ ایک اچھی بات تھی۔

شاید اب وہ بھی ماریا کے جسم سے نکلنے والی شعاعوں کو دیکھ سکتا تھا۔ بہرحال دیوی کمپالا مگرمچھ کو لے کر اس کمرے میں آ گئی۔

ناگ بھی اسی کمرے میں آ گیا۔ دیوی کمپالا نے کہا۔

"اے یمن کے جن! میں نے تمہارے شکار کو

urdufanz.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

رسیوں سے باندھ کر پتھروں سے جکڑ رکھا ہے۔ تم ضرور اسے دیکھ رہے ہو گے"۔

مگر مچھ نے گردن ہلائی۔ معلوم ہوا کہ ماریا وہاں کسی جگہ پتھر کے ستون کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ اس کے جسم سے نکلتی شعاعوں کو مگر مچھ اور دیوی کمپالا تو دیکھ رہی تھی۔

مگر ناگ کو وہ شعاعیں دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ ناگ نے ایک بات دیکھ لی تھی کہ مگر مچھ کی گردن پر اوپر کی طرف وہی سیاہ رنگ کا سینگ ابھرا ہوا تھا۔

اس سینگ کو اگر کسی طرح سے وہ توڑ ڈالے تو جن

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

کی طاقت ختم ہو سکتی تھی۔

دیوی کمپالا نے جن سے کہا۔

"شکار حاضر ہے اے جن! اسے شوق سے ہڑپ کر جاؤ"۔

اس سے ماریا کی آواز سنائی دی۔

"خبردار اگر ایک قدم بھی آگے بڑھایا۔ میں تمہیں جلا کر بھسم کر دوں گی"۔

ناگ نے سوچا کہ ماریا نے یہ محض ایک دھمکی دی ہے۔ کیونکہ اس کے پاس کوئی ایسی طاقت نہیں تھی۔ ناگ نے اپنے منہ سے زور سے سیٹی کی آواز نکالی۔

www.urdusalaf.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

یہ آواز ماریا نے صاف صاف سن لی۔ اس آواز کو مگرمچھ اور دیوی کمپالا نے بھی محسوس کیا۔

"یہاں کوئی اور بھی ہے کمپالا"۔

مگرمچھ نے انسانی آواز میں کہا۔ کمپالا نے ادھر ادھر دیکھا اور منہ سے ایک سفید سا بادل نکال کر کمرے میں پھیلا دیا مگر اسے ناگ کہیں دکھائی نہ دیا۔ کیونکہ فرعون کی روح نے کہہ دیا تھا کہ ناگ پر کمپالا کے جادو کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ماریا کو جب محسوس ہوا، ناگ وہاں موجود ہے تو بڑی خوش ہوئی۔ اس نے کہا۔

"ناگ اپنی زندگی خطرے میں نہ ڈالنا"۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

اسے اب بھی اپنے بھائی کی جان کی فکر تھی۔ ناگ نے ایک بار پھر منہ سے سیٹی کی آواز نکال کر ماریا کو تسلی دی کہ وہ بالکل فکر نہ کرے۔

دوسری سیٹی کی آواز پر مگرمچھ نے زور سے ایک پھنکار ماری۔ وہ غصے میں آ گیا تھا۔ وہ اس شخص کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔

جو اس کی اجازت کے بغیر وہاں موجود تھا۔ دیوی کمپالا بھی بڑی پریشان تھی کہ یہ سیٹی کی آواز بار بار کہاں سے آ رہی ہے۔

مگرمچھ نے فیصلہ کیا کہ پہلے اپنے شکار کو تو ہضم کروں۔ کہیں یہ نہ بھاگ جائے۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

مگر مچھ نے ماریا کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

اسے آگے بڑھتا دیکھ کر ناگ ہوشیار ہو گیا۔ وہ حملہ کر کے مگر مچھ کی گردن کا سینگ توڑنا چاہتا تھا۔

سانپ کی شکل میں وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا، اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ کسی دوسری شکل میں حملہ کرے۔

چنانچہ اس نے آنکھیں بند کر کے زور سے سانس لی اور ایکدم سے خونخوار شیر کی شکل اختیار کر لی۔

کمرے میں شیر کی خوفناک دھاڑ گونجی۔

ابھی کمپالا اور مگر مچھ سمجھ نہ سکے تھے کہ یہ آواز کہاں سے آئی ہے کہ شیر اچھل کر مگر مچھ کی گردن پر سوار ہو

گیا۔

شیر نے ایک ایسے زور کا پنجہ مگر مچھ کی گردن پر مارا کہ اس کا سیاہ سینگ ٹوٹ کر دور جا گرا۔

سینگ کا ٹوٹنا تھا کہ مگر مچھ کے منہ سے ایک خوفناک چیخ کی آواز نکلی۔ مگر مچھ ایکدم سے ایک انسان کی شکل میں آ گیا۔

یہ انسان سیاہ فام حبشی تھا جو زمین پر پڑا کراہ رہا تھا اور اس کی گردن سے خون جاری تھا۔

شیر نے دوسرا پنجہ مار کر جن کی گردن اڑا دی۔ وہاں ایک زلزلہ سا آیا۔ سارا کمرہ ایک بار زور سے ہلا اور پھر وہاں گہری خاموشی چھا گئی۔ جن مر چکا

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusafza.com

تھا۔

شیرا اب ناگ کی شکل میں آ گیا۔

اس نے دیوی کمپالا سے کہا۔

"ماریا کو رہا کر دو نہیں تو یہی حشر تمہارا بھی ہو گا"۔

کمپالا نے قہقہہ لگا کر ناگ کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا۔اس کے ہاتھ کی انگلیوں سے آگ کے شعلے نکل کر ناگ کی طرف لپکے۔

مگر اس کے پاس جاتے ہی بجھ گئے۔کمپالا نے اب دوسرا جادو آزمایا۔اس نے منہ سے زور لگا کر پھونک ماری۔اس کے منہ سے آگ کا دریا ناگ کے

پاس آتے ہی بھسم ہو گیا۔

ناگ نے کہا۔

"کمپالا! تیرا کوئی جادو مجھ پر اثر نہ کر سکے گا۔اگر تو باز نہ آئی تو میں ایک پل کے اندر اندر تجھے ہلاک کر دوں گا"۔

کمپالا سمجھ گئی کہ اس کا کسی زبردست جادوگر کے ساتھ مقابلہ ہے۔وہ جیت نہیں سکتی۔جس کا انجام اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔اس نے ہتھیار ڈال دیئے۔بولی۔

"میں ہار مانتی ہوں"۔

اس کے ساتھ ہی کمپالا نے ماریا کی رسیاں کھول

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دیں۔ ناگ نے کہا۔

"ماریا کیا تم آزاد ہو؟"۔

ماریا نے کہا۔

"ہاں ناگ! خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں میری مدد کے لیے بھیج دیا۔ نہیں تو یہ عورت مجھے ختم کر چکی تھی"۔

ناگ نے کہا۔

"عنبر باہر کھڑا ہمارا انتظار کر رہا ہے، فکر نہ کرو۔ اس عورت کو زندہ نہیں چھوڑا جائے گا"۔

دیوار کا دروازہ ابھی تک کھلا تھا۔ انہوں نے کمپالا کو رسی سے جکڑ دیا۔ پھر باہر نکل کر عنبر کو بھی اندر لے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

آ گئے۔

ماریا عنبر اور ناگ سے مل کر بے حد خوش ہوئی۔

ماریا نے کہا۔

"اس عورت کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ نہیں تو یہ کسی دوسرے انسان پر جادو کر کے اس کی زندگی حرام کر دے گی"۔

ناگ نے اسی وقت سانپ بن کر کمپالا کی گردن پر ڈس لیا۔ کمپالا مر گئی۔

ناگ نے ماریا اور عنبر کو ساتھ لیا اور اہرام سے باہر نکل آئے۔

باہر آ کر انہوں نے ماریا کو وہ موتی دیا جو اس کے

www.urdurasala.com

کرتے کی جیب سے گر گیا تھا۔

ماریا نے کہا۔

"اگر یہ موتی نہ گرتا تو تمہاری مجھ سے کبھی ملاقات نہ ہوتی"۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

سو برس بعد

عنبر، ناگ اور ماریا واپس سرائے میں آ گئے۔

اب انہوں نے ایک دوسرے کو اپنے اپنے سفر کی کہانی سنائی۔ وہ ایک دوسرے کی مصیبتوں کا حال سن کر حیران بھی ہوئے اور خوش بھی ہوئے کہ وہ ہر مصیبت سے بچ کر نکل گئے۔

عنبر نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

"جب پہلی بار میں نے محسوس کیا کہ میں تاریخ سے نکل کر اتنا آگے آ گیا ہوں تو مجھے یقین تھا کہ تم لوگ بھی ضرور اسی زمانے میں آ گئے ہو"۔

ماریا بولی۔

"میں تو ایک دن سے نئی دنیا کا نقشہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ بادبان کی جگہ مشین سے جہاز چلنے لگے اور بندوق کی گولیاں دھائیں دھائیں چل رہی تھیں"۔

ناگ نے کہا۔

"یہ زمانہ بھی خوب ہے۔ کہاں چار ہزار سال پرانے زمانے کے رتھ اور کہاں آج کی گھوڑا گاڑیاں۔ اور اب تو ریل گاڑیاں بھی سنا ہے چلنے والی

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

ہیں"۔

عنبر نے کہا۔

"کمال کا زمانہ آ گیا ہے۔ لیکن ایک بات ثابت ہو گئی ہے ناگ!"۔

"کون سی بات؟"۔

"یہی۔۔۔ کہ وقت کوئی شے نہیں ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ ہم آج کے زمانے سے چھ سو برس پیچھے تھے اور آج ہم چھ سو برس آگے آ گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو چھ سو برس آگے بھی جا سکتے ہیں"۔

ماریا نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"تمہارا خیال بالکل ٹھیک ہے۔ خدا جانے چھ سو برس بعد کا زمانہ کیسا ہوگا"۔

ناگ بولا۔

"لیکن میرا خیال ہے کہ ایسا ہونا ذرا مشکل ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"مشکل کیسے ہوا۔ بھئی اگر ہم چھ سو برس کی چھلانگ ایک بار لگا سکتے ہیں تو دوسری بار بھی لگا سکتے ہیں"۔

ناگ نے کہا۔

"مجھے یقین نہیں ہے"۔

ایسی ہی باتیں کرتے انہیں رات ہو گئی۔ انہوں نے رات کا کھانا کھایا اور سو گئے۔ دوسرے روز اٹھ کر ناگ اور عنبر نے ماریا کو سرائے کے کمرے میں ہی رکنے کو کہا اور خود شہر میں یہ معلوم کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے کہ وہاں سے کسی دوسرے ملک کو جہاز کس روز روانہ ہوتا ہے۔

کیونکہ ان کا خیال ہندوستان جانے کا تھا۔ بندر گاہ پر جا کر انہیں معلوم ہوا کہ ہندوستان کو جہاز چھ روز بعد جائے گا۔

عنبر اور ناگ نے واپس آ کر ماریا کو بتایا کہ وہ ساتویں روز وہاں سے ہندوستان کی طرف کوچ کر

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جائیں گے۔

سرائے میں رہتے ہوئے عنبر اور ناگ کو پانچ دن گذر گئے۔ وہاں سے کوچ کرنے میں دو دن باقی رہ گئے تھے۔

پانچویں روز کی شام کو ایسا ہوا کہ ماریا سیر کرتے کرتے دریائے نیل کے کنارے سے دور نکل گئی۔ عنبر اور ناگ سرائے کے کمرے میں ہی آرام کر رہے تھے۔

وہ انہیں کہہ کر آئی تھی کہ وہ ذرا ٹہلنے کے لیے دریائے نیل پر جا رہی ہے۔ چلتے چلتے وہ ایک پہاڑی پر پہنچ گئی۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

یہاں سے دریا گھوم کر بائیں جانب چلا جاتا تھا۔

ماریا پہاڑی کے اوپر آ گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ وہاں ایک چھوٹا سا اہرام بنا ہے۔

اس قسم کا اہرام ماریا نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

اہرام کا دروازہ ڈھے گیا تھا۔ اندر جانے کا راستہ بنا ہوا تھا۔ ماریا یونہی اس کے اندر داخل ہو گئی۔

اندر ہلکی ہلکی روشنی تھی۔ زمین پر پتھر بکھرے پڑے تھے۔ کونے میں ایک پتھر کا بت دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا تھا۔

اس بت کی شکل کسی فرعون سے ملتی جلتی تھی۔ اس کے سر پر سانپ لیٹا ہوا تھا۔ ماریا نے قریب آ کر بت

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کو غور سے دیکھا۔

پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا جونہی اس کا ہاتھ بت کے ماتھے سے لپٹے ہوئے سانپ پر پڑا۔ اس میں جیسے جان پیدا ہوگئی اور اس نے ماریا کی کلائی پر ڈس دیا۔

اس کے بعد ماریا پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ اسے چکر سا آیا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

جانے وہ کتنی دیر تک بے ہوش رہی۔

جب اسے ہوش آیا تو اس نے محسوس کیا کہ وہ ایک ایسی جگہ پر لیٹی ہے جہاں اس کے ارد گرد اونچے اونچے سرکنڈے اگے ہیں۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

سرکنڈوں کے اوپر سے ماریا کو نیلا آسمان صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے دیکھا کہ ارد گرد نہ دریائے نیل ہے اور نہ وہ پہاڑی جس کے غار میں وہ داخل ہوئی تھی اور فرعون کے بت کے سانپ نے اسے ڈسا تھا۔

میدان سامنے پھیلا تھا۔ کہیں کہیں کھیت تھے۔ ذرا فاصلے پر ایک جگہ لکڑی کی ڈھلوانی چھت والا ایک مکان تھا۔

ماریا بڑی حیران ہوئی کہ وہ کہاں سے کہاں آ گئی ہے؟ ایک دم سے اسے گھوں گھوں کی خوفناک آواز سنائی دی۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

یہ آواز قریب آ رہی تھی۔ پھر اس نے دیکھا کہ آسمان پر چھ بڑے بڑے جانور سے نمودار ہوئے جو زبردست گڑگڑاہٹ کے ساتھ اس کے سر کے اوپر سے گذر گئے۔

ماریا خوف زدہ ہو کر وہیں بیٹھ گئی۔ یہ جانور کافی بڑے بڑے تھے مگر وہ جانور نہیں لگتے تھے۔ ماریا کو کوئی خبر نہیں تھی کہ وہ بمبار ہوائی جہاز تھے اور ماریا 1858ء سے نکل کر 1943 میں آ چکی تھی۔

دوسری جنگ عظیم کو شروع ہوئے سات آٹھ برس گزر چکے تھے۔ یورپ میں اتحادیوں اور جرمنوں میں گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی اور جاپان نے بھی اعلان جنگ کر دیا تھا۔

ماریا کا کلیجہ دھڑکنے لگا۔ کہیں وہ اپنے وقت سے ایک بار پھر آگے تو نہیں نکل گئی؟

اس کا گمان سچ تھا۔ وہ سرکنڈوں سے نکل کر ڈھلوانی چھت والے مکان کی طرف چلنے لگی۔ کھیتوں میں کوئی کسان نظر نہیں آ رہا تھا۔

چلتے چلتے وہ ڈھلوانی چھت والے مکان کے پاس پہنچ گئی۔ دروازہ بند تھا۔ ماریا نے دروازہ کھولا۔ اندر گھاس کے بھوسے کے گٹھے پڑے تھے۔

ایک طرف بیلچے اور کرالیں رکھی تھیں۔ ماریا خاموش ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔ وہ یقیناً اپنے وقت سے

www.urduresala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

آگے نکل آئی تھی۔

اس نے آسمان پر اڑنے والے جہاز زندگی میں پہلی بار دیکھے تھے۔ اتنے میں اسے دو آدمیوں کی باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔

وہ دوسری طرف ہو گئی۔ دونوں آدمی سرخ و سپید تھے۔ ان میں ایک بوڑھا تھا۔ ایک جوان دونوں کسی انوکھی زبان میں باتیں کر رہے تھے مگر ماریا ان کی زبان سمجھ رہی تھی۔

بوڑھا کہہ رہا تھا۔

"اگر دشمنوں کا یہی حال رہا تو کل تک جرمن فوجیں فرانس پر قبضہ کر لیں گی"۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

جوان کسان نے کہا۔

"بابا! ہمیں یہاں سے انگلستان بھاگ جانا چاہیے تھا"۔

"ہم سے غلطی ہو گئی۔ لیکن اب ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ فرانس کی سرحدوں پر جنگ ہو رہی ہے۔ دشمن فرانس کی زمین میں داخل ہو چکا ہے"۔

دونوں باپ بیٹا گودام میں سے کچھ اوزار لے کر واپس چلے گئے۔

ماریا وہاں بیٹھ کر غور کرنے لگی۔ وہ 1943ء میں داخل ہو چکی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ عنبر اور ناگ بھی اسی زمانے میں داخل ہو گئے ہوں گے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

مگر وہ کہاں ہوں گے؟ ماریا پریشان ہو گئی۔

کیونکہ معلوم ہوتا تھا کہ بڑی خوفناک جنگ چاروں طرف لڑی جا رہی تھی۔

وہ گودام سے باہر آ گئی اور ایک کچی سڑک پر چلنے لگی۔ یہ سڑک قصبے کی طرف جا رہی تھی جس کے تکونی مکانوں کی چھتیں اب دور سے نظر آنے لگی تھیں۔

ماریا کو بھوک بھی لگ رہی تھی۔ چلتے چلتے وہ قصبے میں آ گئی۔ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ جو تقریباً خالی ہو چکا تھا۔

مکانوں میں کوئی بھی نہیں تھا۔ کہیں کہیں دو چار عورتیں کھیت میں جھک کر آلو اکٹھے کر رہی تھیں۔ ماریا

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

پریشان سی ہو گی۔

کہاں جائے؟

کیا کرے؟

آخر اسے ایک مکان سے دھواں نکلتا نظر آیا۔ وہ اندر چلی گئی۔ ایک آدمی انگیٹھی کے پاس کھڑا فرائی پین میں آلو تل رہا تھا۔

ماریا اس کے قریب کھڑی ہو گئی۔ ایک پلیٹ میں تلے ہوئے آلوؤں کے سنہری قتلے پڑے تھے۔ ماریا نے چپکے سے کچھ قتلے اٹھائے اور مکان سے باہر آ کر کھانے لگی۔

پھر اس نے ایک بہتے چشمے پر جھک کر پانی پیا اور

ایک سیب کے درخت کے نیچے آ کر بیٹھ گئی۔ درخت پر سرخ سیب لگے تھے۔

ماریا نے کچھ سیب اتار کر کھائے اور دھوپ میں آرام سے لیٹ گئی۔ سردی اتنی زیادہ نہیں تھی۔ پھر بھی بڑی اچھی لگ رہی تھی۔

اتنے میں ایک جیپ گرد اڑاتی اس کے قریب سے گذر کر قصبے میں داخل ہو کر رک گئی۔ ماریا نے بڑی حیرانی سے جیپ کو دیکھا۔

اس سے پہلے ماریا نے اس قسم کی تیز رفتار سواری کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ جلدی سے جیپ کے قریب آ گئی۔ وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ جیپ میں سے جو لوگ

اترے ہیں، وہ کیا باتیں کرتے ہیں۔ جیپ میں سے کچھ فوجی اتر کر لوگوں سے کہہ رہے تھے۔

"جتنی جلدی ہو سکے، یہاں سے نکل جاؤ۔ جرمن فوجیں کسی وقت بھی یہاں پہنچ جائیں گی"۔

یہ کہہ کر جیپ میں سوار فوجی آگے چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی قصبے پر مردنی سی چھا گئی۔ پھر ایکدم سے لوگوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔

چھکڑوں پر تھوڑا بہت سامان لادا اور وہاں سے چل دیئے۔

قصبہ دیکھتے دیکھتے سارے کا سارا خالی ہو گیا۔

ماریا خاموشی سے قصبے میں چکر لگانے لگی۔ اچانک اس

www.urdusalz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

نے توپ کے لوگوں کی آوازیں سنیں۔

گولے قصبے کے قریب گر کر زبردست دھماکوں کے ساتھ پھٹنے لگے۔ ماریا ایک گڑھے میں اتر کر بیٹھ گئی کتنی دیر تک گولے پھٹتے رہے اور زمین ہلتی رہی۔ پھر ایکدم خاموشی چھا گئی۔ گولا باری بند ہو گئی۔ ماریا گڑھے میں سے باہر نکل آئی۔ اس نے دیکھا کہ دور دشمن کی فوجیں جیپوں اور ٹرکوں پر سوار چلی آ رہی ہیں۔

وہ سمجھ گئی کہ یہ جرمن فوجیں ہیں اور قصبے پر قبضہ کرنے کے لیے آگے بڑھ رہی ہیں۔ تھوڑی دیر بعد دشمن نے قصبے پر قبضہ کر لیا۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

کمانڈر نے ایک جرمن کپتان کو چند سپاہیوں کے ہمراہ قصبے میں چھوڑا اور خود باقی فوج لے کر آگے بڑھ گیا۔

ماریا ایک جگہ چوک میں کھڑی جرمن فوجیوں کو اور ان کے ہتھیاروں کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔ ان کے سروں پر لوہے کے چمکتے گول گول ہیٹ تھے۔

ہاتھ میں ٹامی گنیں تھیں۔ وہ جیپ میں سوار ہو کر تیزی سے قصبے کی کچی سڑکوں پر گھوم رہے تھے اور ہوا میں گولیاں چلا رہے تھے۔

ماریا ایک خالی مکان میں آ گئی۔ اس مکان کے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بیڈ میں ایک پلنگ پر لیٹ کر وہ سوچنے لگی کہ کہاں جائے؟

اب اس کی منزل کون سی ہوگی؟

عنبر اور ناگ کہاں ہوں گے۔ سوچتے سوچتے اسے نیند آ گئی۔ آنکھ کھلی تو رات ہو چکی تھی۔ مکان کا دروازہ کھلا تھا۔

اندر اندھیرا تھا۔ ماریا نے اٹھ کر دروازہ بند کیا۔

اسے کہیں قریب سے کسی عورت کے رونے کی آواز سنائی دی۔

ماریا دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔ سامنے والے مکان میں روشنی ہو رہی تھی۔ رونے کی آواز اسی مکان

www.urdurasala.com

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دیوی کمپلا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

سے آ رہی تھی۔

ماریا وہاں آ گئی۔ یہ مکان جرمن کپتان کا دفتر تھا۔ باہر دو جرمن سپاہی ٹامی گنیں لیے پہرہ دے رہے تھے۔ ماریا ان کے قریب سے ہو کر اندر داخل ہو گئی۔

کمرے کے بیچ میں ایک میز کے اوپر بجلی کا بلب روشن تھا۔ جرمن کپتان کرخت چہرے کے ساتھ فائل پر جھکا تھا۔

ایک اردلی ذرا پرے کھڑا تھا۔ رونے کی آواز کونے میں سے آ رہی تھی جہاں ذرا اندھیرا تھا۔

جرمن کپتان نے کہا۔

www.urdurasala.com

"اگر تم نے یہ نہ بتایا کہ انگریز فوج یہاں سے کس طرف گئی ہے تو تمہاری کھال کھینچ دی جائے گی"۔

یہ دھمکی اس دیہاتی عورت کو دی گئی تھی جو کونے میں ایک بنچ پر لیٹی تھی۔ اس کے سر کے بال ایک رسی سے بندھے تھے۔

سینے پر پتھر کی بھاری سل رکھی تھی دونوں ہاتھ پیر بھی جکڑ دیئے گئے تھے۔ ماریا سمجھ گئی کہ یہ عورت قصبے میں رہ گئی ہوگی۔

جس سے جرمن پوچھ گچھ کر رہے تھے۔ وہ اسے دردناک اذیت پہنچا رہے تھے۔ عورت روتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ اسے کچھ خبر نہیں کہ انگریزی فوج کدھر

دیوی کمپلا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

گئی ہے۔

وہ بار بار یہی جملہ دہرا رہی تھی۔

"ایک جیپ نے آ کر بتایا کہ جرمن آ رہے ہیں۔ بھاگ جاؤ۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ خبر نہیں"۔

آخر جرمن کپتان نے اٹھ کر زور سے عورت کے منہ پر ٹھڈا مارا۔

عورت کی چیخ نکل گئی اور منہ سے خون نکلنے لگا۔

جرمن کپتان نے حکم دیا۔

"اسے ساتھ والے کمرے میں پھینک دو"۔

دو سپاہی آگے بڑھے۔ انہوں نے عورت کے بال کھولے۔ پاؤں رسی سے الگ کئے اور اٹھا کر

ساتھ والے کمرے میں چلی گئی۔

یہاں زمین پر ایک میلی دری بچھی تھی۔ سپاہیوں نے عورت کو دری پر پھینک دیا اور ٹھوکریں مار کر واپس چلے گئے۔

عورت کے منہ سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا۔ وہ سسکیاں بھر بھر کر رو رہی تھی۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔

ماریا کو اس پر بے حد ترس آ رہا تھا۔ وہ اسے بچانا چاہتی تھی، لیکن سوچ رہی تھی کہ اس نے عورت سے بات کی تو وہ گھبرا کر چیخ نہ مار دے۔

اس طرح سپاہی اندر آ جائیں گے۔ ماریا نے

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

سوچا کہ کیوں نہ اس جرمن کپتان اور دوسرے سپاہیوں کو ختم کر دیا جائے۔

اس طرح سارا قصبہ آزاد ہو جائے گا۔ لیکن اس کے بعد دوسرے جرمن یہاں آ جائیں گے اور قصبے والوں کو گولیوں سے اڑا دیں گے۔

پھر کیا کیا جائے؟

ماریا نے آخر یہی فیصلہ کیا کہ اس عورت کو بچانا اس کا انسانی فرض ہے۔ پہلے اسے بچایا جائے۔ اس کے بعد سوچا جائے گا کہ جرمن سپاہیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟۔

ماریا نے جھک کر عورت کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عورت سسکیاں بھرتے بھرتے یکلخت خاموش ہوگئی۔

اس کا جسم خوف سے کانپنے لگا۔

ماریا نے جلدی سے سرگوشی میں کہا۔

"بہن! میں ایک نیک روح ہوں اور خداوند نے مجھے تمھاری مدد کے لیے بھیجا ہے۔ تم گھبراؤ نہیں۔ میں تمہیں ان ظالموں کی قید سے نکال کر لے جاؤں گی"۔

عورت کی آنکھیں پھٹی پھٹی تھیں۔ وہ کچھ نہیں بول رہی تھی۔ اس کی سسکیاں بند ہوگئی تھیں۔ آہستہ آہستہ چہرے پر خوف کی جگہ اطمینان جھلکنے لگا۔

وہ مذہبی عورت تھی۔ اسے یقین ہوگیا کہ سچ مچ

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

خداوند نے کسی نیک روح کو اس کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔ ماریا نے اس کے رومال سے منہ کا خون صاف کیا۔

عورت نے ماریا کے ہاتھ کو پکڑ کر چوما اور آہستہ سے کہا۔

"مجھے یہاں سے لے چلو۔ ظالم مجھے مار ڈالیں گے"۔

ماریا نے کہا۔

"حوصلہ رکھو اور جیسے میں کہوں، ویسے کرتی جاؤ۔ میں تمہیں ان کے چنگل سے نکال کر لے جاؤں گی۔ تمہارا گھر قصبے میں کس جگہ ہے؟"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عورت نے کہا۔

"پہاڑی کے اس طرف"۔

"کیا تم وہاں اکیلی رہتی تھیں؟"۔

ماریا نے پوچھا۔

"میرا خاوند اور بچے دو روز پہلے نکل گئے تھے۔ میں پیچھے رہ گئی۔ میری بدقسمتی نے مجھے ان کے ساتھ جانے نہ دیا"۔

"کوئی بات نہیں۔ تم ان کے پاس چلی جاؤ گی۔ کیا تمہیں اس گاؤں کا پتہ ہے جہاں تمہارا خاوند اور بچے گئے ہیں؟"۔

"ہاں اے مقدس روح! یہاں سے دس کوس کے

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

فاصلے پر ہے"۔

"کیا وہاں بھی جرمن فوجیں نہ پہنچ گئی ہوں گی؟"۔

"ایک بار میں یہاں سے نکل گئی تو پھر اپنے بچوں کے پاس پہنچ کر محفوظ ہو جاؤں گی۔ میرا خاوند مجھے یہاں سے نکال کر کسی دوسرے شہر میں لے جائے گا"۔

"میں یہاں سے تمہیں نکال دوں گی"۔

کسی طرح سے ان کی باتوں کی آواز جرمن پہرے دار تک پہنچ گئی۔ اس نے دھڑاک سے دروازہ کھولا اور عورت کی طرف سنگین تان کر بولا۔ تم کس

www.urdusoftbooks.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سے باتیں کر رہی ہو؟۔

عورت نے کہا۔

”تم دیکھ سکتے ہو۔ یہاں کوئی نہیں۔ میں کس سے باتیں کر سکتی ہوں“۔

پہرے دار جرمن سپاہی نے کمرے کے کونے کونے کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ واقعی وہاں کوئی نہیں تھا۔ عورت کی طرف پلٹ کر بولا۔

”پھر یہ آواز کس کی آ رہی تھی؟“۔

عورت نے روتے ہوئے کہا۔

”میں خواب میں اپنے بچوں سے باتیں کر رہی تھی“۔

پہرے دار نے اسے ٹھڈا مار کر کہا۔

”بدبخت! صبح منہ اندھیرے تمہیں گولیوں سے اڑا دیا جائے گا۔ آج کی رات اپنے بچوں سے جتنی باتیں کرنی ہے کر لے“۔

اور قہقہہ مار کر باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی ماریا نے جھک کر سرگوشی میں کہا۔

”فکر نہ کرو۔ میں ابھی تمہیں یہاں سے نکال لے جاؤں گی۔ یہ لوگ تمہیں ہلاک نہیں کر سکیں گے“۔

اتنا کہہ کر ماریا کمرے سے باہر نکل گئی اس نے جائزہ لیا۔

وہاں دفتر میں جرمن کپتان کے ساتھ ایک اردلی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بیٹھا تھا۔ باہر دو سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ ذرا پرے ایک مکان میں روشنی ہو رہی تھی۔ خیال تھا کہ باقی سپاہی وہاں ہوں گے۔

سڑک پر دو جیپیں کھڑی تھیں۔ ماریا نے سب سے پہلے جرمن کپتان کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ باہر آ گئی۔ اور ہلکی روشنی میں دیکھنے لگی۔ وہ ہتھیار کہاں سے حاصل کرے؟۔

دفتر میں آ کر اس نے دیکھا کہ جرمن کپتان کا پستول اس کی میز پر پڑا تھا۔ یہ بڑا سنہری موقع تھا۔

ماریا جلدی سے جرمن کپتان کی کرسی کی طرف آئی۔

اس کا ہاتھ چھوٹے میز پر رکھے کافی کے پیالے سے لگا

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

جو نیچے گر کر ٹوٹ گیا۔

جرمن کپتان غصے سے گرجا۔

"الو کے پٹھے! یہ کیا کیا تم نے؟"۔

اردلی نے کرسی پر سے اٹھ کر سلیوٹ کیا اور کہا۔

"حضور! قسم لے لیں۔ میں نے ہاتھ تک نہیں لگایا ہے"۔

"تو پھر اسے تیرے باپ نے فرش پر گرایا ہے؟"۔

"حضور! مجھ سے چاہے ماں باپ کی قسم لے لیں، میں اپنی جگہ سے ذرا نہیں ہلا۔ یہ ضرور۔۔۔۔"۔

جرمن کپتان نے اٹھ کر زور سے اردلی کو تھپڑ

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

مارا۔

"یہ ضرور تیرے باپ کے بھوت نے گرایا ہوگا۔ الو کی دم۔۔۔ گدھا۔۔۔ احمق۔۔۔" اٹھاؤ پیالے کے ٹکڑے۔

اردلی نے جھک کر پیالی کے ٹکڑے اٹھا کر کوڑے کے ڈرم میں پھینکے اور حیرانی سے ادھر ادھر دیکھتا اپنی کرسی پر دوبارہ آ کر بیٹھ گیا۔

جرمن کپتان بھی اپنی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ اور فائل پر جھک کر لکھنے لگا۔ ماریا اس دوران میں میز پر سے اس کا پستول اٹھا چکی تھی۔

میز پر سے پستول غائب تھا۔ لیکن اتفاق سے جرمن کپتان کی اس پر نظر نہ پڑی۔ وہ اپنے دھیان میں کرنے لگا۔

ماریا نے پستول کی نالی جرمن کپتان کی کھوپڑی کے پیچھے رکھ کر ٹریگر دبا دیا۔

دھماکے کی آواز کے ساتھ ہی جرمن کپتان کی کھوپڑی اڑ گئی۔

اردلی حیرت سے اچھل پڑا۔ دوسری گولی نے اردلی کو ٹھنڈا کر دیا۔ گولیوں کی آواز سن کر دونوں پہرے دار گنیں لے کر اندر لپکے۔

ماریا زمین پر بیٹھ گئی تھی۔ انہوں نے اندر آتے ہی گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ ماریا کی دو گولیاں

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

انہیں بھی ہمیشہ کی نیند سلا چکی تھیں۔

اب اس دفتر میں اور کوئی سپاہی نہ تھا۔

ماریا کو معلوم تھا کہ ابھی قصبے میں ٹھہرے ہوئے سارے جرمن سپاہی وہاں آ جائیں گے۔ وہ تیزی سے پچھلے کمرے میں گئی۔

اس نے عورت سے کہا۔

"گن لے کر میرے ساتھ آ جاؤ"۔

انہوں نے مرے ہوئے سپاہیوں کی ایک ٹامی گن اٹھائی اور دروازے میں آ کر دائیں بائیں مورچہ بنا لیا۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

ماریا کہاں؟ ناگ کہاں

گولیوں کی آواز نے قصبے کے سارے سپاہیوں کو چوکنا کر دیا۔

وہ بندوقیں لیے مکان سے باہر آ گئے اور دفتر کی طرف لپکے۔ ماریا اور فرانسیسی قیدی عورت نے ان میں سے کئی ایک کو بھون کر رکھ دیا۔

ماریا نے عورت کو اسی جگہ رہنے کی ہدایت کی اور

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

خود دفتر سے نکل کر باہر قصبے کے چوک میں آ گئی۔

ایک جگہ بیل گاڑی کے پیچھے دو جرمن سپاہی مورچہ بنائے بیٹھے تھے۔

ماریا نے ان دونوں پر ٹامی گن کی بوچھاڑ کر کے ہلاک کر دیا۔ وہ بڑی حیران تھی کہ ایک چھوٹی سی مشین سے کس طرح تڑ تڑ گولیاں نکلتی چلی آ رہی ہیں۔

تھوڑی دیر میں قصبے کے سارے جرمن سپاہی موت کی آغوش میں آ چکے تھے۔ ماریا نے قیدی کو ساتھ لیا اور اس کے مکان میں آ گئی۔

یہاں آ کر ماریا نے اس کی مرہم پٹی کی اور اسے بستر پر لٹا دیا۔ ابھی پوچھتی تھی کہ قیدی عورت نے کہا۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

"اے مقدس روح! اب مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ میں جیپ چلا سکتی ہوں۔ جیپ مجھے دوسرے گاؤں میرے بچوں کے پاس پہنچا دے گی"۔

ماریا نے اسے خوشی سے اجازت دے دی۔

عورت جیپ میں سوار ہو کر ماریا کا شکریہ ادا کرتی ہوئی چلی گئی۔

ماریا قصبے میں اکیلی رہ گئی۔ اسے جیپ چلانی نہیں آتی تھی۔ قیدی عورت سے اس نے معلوم کر لیا تھا کہ پیرس شہر وہاں سے مغرب کی جانب ایک رات اور ایک دن کے سفر پر ہے۔

ماریا نے پیرس کی طرف سڑک پر پیدل ہی چلنا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

شروع کر دیا۔

ادھر ناگ اور عنبر کا حال بھی سنیئے۔

ماریا ان دونوں کو مصر کی سرائے میں چھوڑ کر دریا کنارے سیر کرنے گئی تو وہ بھی تھوڑا بہت کھانا کھا کر سو گئے۔

تھوڑی دیر بعد ناگ کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ عنبر سو رہا ہے مگر ماریا ابھی تک واپس نہیں آئی۔ وہ بڑا پریشان ہوا۔

اس نے عنبر کو جگانا مناسب خیال نہ کیا اور خود ہی سرائے سے نکل کر دریا کنارے آ گیا۔ تھوڑی دور ہی گیا ہو گا کہ اس پر غنودگی سی چھانے لگی۔

سر چکرانے لگا۔ یہ وہ وقت تھا جب ماریا ایک سو برس آگے نکل گئی تھی۔ ناگ نے سر تھام لیا۔

سوچنے لگا کہ یہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔ ابھی وہ سمجھ نہ سکا تھا کہ ایکدم سے بے ہوش ہو کر ریت پر گر پڑا۔

ہوش آیا تو وہ بھی ایک سو برس آگے نکل چکا تھا۔ اور اب 1943 میں سانس لے رہا تھا۔

اٹھا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ ایک جنگل میں کھڑا ہے۔

بڑا گھنا جنگل ہے۔ دور سے گولہ باری کی آواز آ رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ابھی بارش ہو گی۔ وہ حیرت میں ڈوبا جنگل میں ایک طرف چلنے لگا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ایک جھونپڑی کے قریب سے گذر رہا تھا کہ اچانک ایک سپاہی بندوق تانے اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

"ہالٹ! کون ہو تم؟"۔

ناگ کا لباس ایک سو برس پرانا تھا۔ سپاہی نے تنگ پتلون اور سر پر سبز رنگ کی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ اس کی وردی بھی سبز رنگ کی تھی۔ ناگ تعجب سے اسے تکنے لگا۔

سپاہی نے پوچھا۔

"کون ہو۔ کہاں سے آ رہے ہو؟"۔

ناگ نے کہا۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

"میں جڑی بوٹیوں کا تاجر ہوں۔ جنگل میں جڑی بوٹیوں کی تلاش میں نکلا تھا کہ راستہ بھول کر ادھر آ گیا۔ تم کون ہو؟"۔

سپاہی نے ہنس کر کہا۔

"ہندوستان کے معلوم ہوتے ہو؟"۔

ناگ نے یونہی کہہ دیا۔

"ہاں میں ہندوستان کا ہوں"۔

سپاہی نے بندوق نیچے کر لی اور کہا۔

"میرے ساتھ آؤ"۔

وہ اسے قریب ہی ایک مورچے کے پاس بارک میں لے گیا۔ یہاں دو سپاہی مورچہ بنائے بیٹھے تھے۔

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ نے انہیں جا کر سلام کیا۔

پہلے سپاہی نے کہا۔

"یہ جڑی بوٹیوں کا سنیاسی ہے۔ ہندوستانی ہے"۔

انہوں نے ناگ کی تلاشی لی۔ اسکے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ انہوں نے ناگ کو چائے پلائی اور بتایا کہ وہ جنگ کے میدان میں آ گیا ہے۔

"جنگ کا میدان؟"۔

ناگ نے تعجب سے پوچھا۔

سپاہی نے کہا۔

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ برما کے جنگل ہیں اور

ہم ہندوستانی فوج کے سپاہی انگریزی فوج کے ساتھ مل کر جاپانیوں کا مقابلہ کر رہے ہیں؟"۔

ناگ نے سر پکڑ لیا۔ وہ سمجھ گیا کہ مقدر نے پھر ایک سو برس کی چھلانگ لگائی ہے۔ اور اسے دوسری جنگ عظیم کے شعلوں میں لا کر پھینک دیا ہے۔

وہ خاموش ہو گیا۔ اب اسے عنبر اور ماریا کا خیال آ رہا تھا کہ وہ کس حال میں ہوں گے اور کہاں ہوں گے

یہ مسلمان ہندوستانی سپاہی تھے اور اپنی کمپنی سے بچھڑ کر ایک جگہ گھرے ہوئے تھے۔ ان کے ارد گرد جاپانی سپاہی زبردست فائرنگ کر رہے تھے۔

www.urdurasala.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

ناگ کو ایک سپاہی نے بتایا۔

"ہم مسلمان ہیں اور پنجاب کے رہنے والے ہیں۔ جاپانیوں کا زور اس علاقے میں بڑھ گیا ہے۔ ہماری کمپنی پیچھے ہٹ رہی تھی کہ جاپانیوں نے گھیرا تنگ کر دیا ہے اور اب ہمارے پاس اسلحہ بھی ختم ہو رہا ہے"۔

ناگ کو معلوم ہوا کہ یہ تینوں سپاہی یا تو لڑتے لڑتے ہلاک ہو جائیں گے اور یا جاپانی آ کر انہیں گرفتار کر کے لے جائیں گے۔

انہیں بہت جلد کمک کی ضرورت تھی۔ ان کے پاس جو وائرلیس سیٹ تھا وہ بھی ٹوٹ چکا تھا۔ ان کی

کمپنی پیچھے دو میل دور تھی۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ ان کی کمپنی کے کمانڈر کو پیچھے جا کر خبر کی جائے تا کہ وہ ان کی کوئی مدد کر کے انہیں دشمنوں کے نرغے سے نکال کر لے جائیں۔

ناگ نے کہا۔

"اگر آپ لوگ مجھے کوئی پیغام لکھ کر دے دیں تو میں پیچھے جا کر آپ کے کمانڈر کو وہ پیغام دے دوں گا۔ میں اس جنگل کے خفیہ راستوں سے واقف ہوں"۔

سپاہی بڑے خوش ہوئے۔ انہوں نے جلدی سے ایک خط لکھ کر ناگ کو دیا اور کہا۔

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"پیچھے جاؤ گے تو دو میل کے فاصلے پر ایک ٹیکری پر تمہیں ہماری توپیں ملیں گی۔ یہ ہمارا توپ خانہ ہوگا۔ وہیں انگریز کمانڈر ایڈم سے مل کر یہ خط دے دینا۔"

ناگ نے خط لیا اور جنگل میں عقب کی جانب روانہ ہو گیا۔ اس نے یونہی کہہ دیا تھا کہ وہ جنگل کے راستوں سے واقف ہے۔

ورنہ اسے وہاں کے بارے میں کچھ معلومات نہیں تھیں۔ لیکن چونکہ وہ ہزاروں سالوں سے جنگل کے سفر کرتا چلا آیا تھا، اس لیے اس نے چلنا شروع کر دیا۔

دوپہر تک وہ جنگل میں ایک پگ ڈنڈی پر چلتا

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

رہا۔

ایک جگہ سے وہ گزر رہا تھا کہ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی اس کے بازو کو چھوتی ہوئی گزر کر سامنے درخت میں کھب گئی۔

ناگ زمین پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہاں دو جاپانی سپاہی بندوقیں تانے آ گئے۔ انہوں نے ناگ کو پکڑ لیا۔

وہ اس کے سر پر آ کر کھڑے ہو گئے اور اپنی زبان میں بولے۔

"کون ہو تم؟ کہاں جا رہے ہو؟ اس کی تلاشی لو۔"

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ بڑی آسانی سے ان کی زبان سمجھ رہا تھا۔

اس نے سوچا اگر ان جاپانیوں نے خط دیکھ لیا تو آگے مسلمان سپاہیوں کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ان کو مدد نہ پہنچ سکے گی۔

اس نے خط ایک جھاڑی میں پھینکا اور خود ایک دم سے جون بدل کر باریک سانپ بن کر گھاس میں گم ہو گیا۔

جاپانی سپاہی حیرت سے آنکھیں پھاڑے ایک دوسرے کو دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ کیونکہ ان کی آنکھوں کے سامنے ایک جیتا جاگتا انسان غائب ہو گیا تھا۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

انہوں نے ناگ کو جھاڑیوں میں خط پھینکتے دیکھ لیا تھا۔وہ جھاڑی کی طرف بڑھے۔

ناگ گھاس میں چھپا بیٹھا تھا۔انہیں جھاڑیوں کی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے کھسکا اور لپک کر اس نے ایک جاپانی سپاہی کی ٹانگ میں ڈس دیا۔

جاپانی چیخ مار کر گرا۔ دوسرا جاپانی اس کی مدد کو دوڑا۔ مگر ناگ نے بھی اسے ڈس دیا۔ دونوں جاپانی سپاہی زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔

ناگ پھر سے انسانی شکل میں آ گیا۔اس نے خط جھاڑیوں میں سے اٹھا کر جیب میں ڈالا اور ایک سپاہی کی بندوق کندھے پر رکھ کر جنگل میں اپنے سفر پر

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

روانہ ہو گیا۔

چلتے چلتے آحرا سے دور پہاڑی پر ایک جھونپڑا سا نظر آیا۔ سمجھ گیا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں انگریز کمانڈر ایڈم کا مورچہ ہے۔

ناگ گرتے پڑتے اس مورچے کے قریب ہی پہنچا تھا کہ اچانک اس کے دائیں بائیں دو گولیاں فائر ہوئیں اور ایک آواز گونجی۔

"ہالٹ! کون ہو تم؟"۔

ناگ اسی جگہ رک گیا۔ ایک ہندوستانی سپاہی بھاگ کر اس کے پاس آیا۔

اپنی سنگین اس کی گردن پر رکھ دی اور کہا۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

"دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لو"۔

ناگ نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لئے اور کہا۔

"مجھے اپنے کمانڈر ایڈم کے پاس لے چلو۔ میں اس کے لیے آپ کے سپاہیوں کا ایک خاص پیغام لایا ہوں"۔

انہوں نے ناگ کی تلاشی لی اور جیب سے خط نکال کر پڑھا۔ خط ان کی کمپنی کے کاغذ پر لکھا گیا تھا۔

وہ جلدی سے ناگ کو کمانڈر ایڈم کے پاس لے گئے۔

کمانڈر ایڈم اپنے جھونپڑے نما دفتر میں بیٹھا پیچھے وائرلیس کر رہا تھا۔ اس نے جب خط پڑھا تو اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

www.urdurasala.com
urdufanz@gmail.com
PDF By princeofdhump

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

اس کی کمپنی کے سپاہیوں نے جاپانیوں کی صحیح پوزیشن لکھ دی تھی کہ وہ کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔

کمانڈر ایڈم نے اسی وقت گولہ باری کا حکم دے دیا۔ دوسرے ہی لمحے دھائیں دھائیں توپوں سے گولے نکل نکل کر جنگل میں جا کر پھٹنے لگے۔

ناگ نے وہ رات اسی مورچے میں گذاری۔ دوسرے روز فوج نے آگے بڑھ کر سپاہیوں کو بچا کر نکال لیا۔

ناگ نے ایک سپاہی سے پوچھا۔

"یہاں سے قریبی شہر کتنی دور ہوگا؟"۔

سپاہی نے کہا۔

"تم کون سے شہر جانا چاہتے ہو؟"۔

ناگ نے کہا۔

"میں جس شہر سے نکل کر جنگل میں جڑی بوٹیاں تلاش کرنے آیا تھا، اس کا نام شاید اکیاب تھا"۔

سپاہی ہنس پڑے۔

تم بالکل ناواقف ہو۔ اکیاب یہاں سے بہت زیادہ دور ہے۔ تم کل تک ہمارے پاس ہی ٹھہرو۔ کل ہمارا ایک ٹرک امپھال تک جائے گا۔

امپھال پہنچ کر تم اگر چاہو تو ریل میں سوار ہو کر برما کے شہر مولمین تک جا سکو گے۔ وہاں سے تم برما کے دارالحکومت رنگون بڑی آسانی سے پہنچ سکتے ہو۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور دوسرے روز اسپھال پہنچ گیا۔ وہاں بھی افراتفری مچی تھی۔ کسی نہ کسی طرح وہ ریل میں بیٹھ کر مولمین آ گیا اور وہاں سے رنگون شہر پہنچ گیا۔

بڑے شہر وہ اس لیے پہنچنا چاہتا تھا کہ وہاں عنبر یا ماریا سے ملنے کی توقع تھی۔

رنگون پہنچ کر اس نے محسوس کیا کہ وہاں پر جنگ کی وحشت چھائی ہے۔ یہ خبر عام ہے کہ جاپانی اس شہر پر قبضہ کرنے کے لیے آگے بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ برما کی حکومت وہاں سے بھاگنے کی تیاریاں کر رہی ہے۔ لوگ بھی شہر چھوڑ کر جنگل کے راستے

www.urdusala.com

PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

ہندوستان جا رہے ہیں۔

شہر پر جاپانیوں نے ہوائی جہازوں سے کئی بار بم برسائے تھے۔

ناگ کے سامنے ایک بار جاپانی جہازوں نے بم برسائے تو وہ حیران رہ گیا کہ انسان نے کس قدر ترقی کر لی ہے۔

پہلے تو وہ اڑتے ہوئے جہازوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا پھر جب انہوں نے بم برسا کر شہر کے ایک علاقے کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تو ناگ حیرت میں گم ہو گیا۔

اس قسم کی تباہی اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

www.urdusala.com

ایک بم آسمان سے آ کر زمین پر گرتا تھا اور مکانوں کو برباد کر کے وہاں گہرا گڑھا چھوڑ جاتا تھا۔

ناگ شہر کے سب سے بڑے چوک میں سے گذر رہا تھا کہ اس کی نظر ایک بہت بڑے مندر پر پڑی۔ اس مندر کا کلس چمک رہا تھا۔

وہ مندر میں داخل ہو گیا۔ مندر کی چوڑی سیڑھیوں کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے گملوں میں سفید پھول کھل رہے تھے۔

یہ بہت عظیم الشان مندر تھا اور یہاں مہاتما بدھ کے سونے کے بت کی پوجا ہوتی تھی۔ ناگ مندر میں چل پھر رہا تھا کہ ایک پجاری سے اس کی ملاقات ہو

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

گئی۔

ناگ نے اس سے کہا۔

"بھائی! میں اس شہر میں پردیسی ہوں۔ کیا مجھے یہاں رہنے کو کوئی جگہ مل جائے گی؟"۔

پجاری نے کہا۔

"یہ مندر ہے۔ یہاں رہنے کو کوئی جگہ نہیں ہے۔ تم شہر میں کیوں نہیں جاتے۔ ہزاروں لوگ شہر چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ ان کے مکان خالی ہیں۔ تم کسی مکان میں جا کر ڈیرا لگا سکتے ہو"۔

ناگ مندر سے باہر نکل آیا۔ شہر میں اگرچہ کاروبار ہو رہا تھا مگر لوگوں کے چہروں پر پریشانی تھی۔

پجاری نے ٹھیک کہا تھا۔

کئی مکانوں پر تالے پڑے تھے۔ ناگ شہر سے باہر آ گیا۔ یہاں ایک گراؤنڈ کے پاس ایک بستی تھی۔ بستی میں خاموشی چھائی تھی۔

مکانوں کے دروازے بند تھے۔ ناگ ایک مکان کے قریب سے گذرا تو اسے ایک بوڑھے شخص نے روک کر پوچھا۔

"تم مجھے اجنبی دکھائی دیتے ہو۔ کہاں سے آئے ہو؟"۔

ناگ نے کہا۔

"میں اور میرا بھائی امپھال میں جڑی بوٹیوں کی

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

تجارت کرتے تھے۔ وہ مجھ سے جنگ میں بچھڑ گئے۔ میں رنگون آ گیا ہوں۔ بھائی کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں"۔

بوڑھے نے کہا۔

"اگر تم چاہو تو میرے مکان میں رہ سکتے ہو۔ میں اپنے بچوں کے پاس گاؤں جا رہا ہوں"۔

ناگ نے بوڑھے کا شکریہ ادا کیا اور اس کے گھر میں آ گیا۔ یہ دو کمروں کا بنا ہوا تھا۔

بوڑھا اپنا تھوڑا بہت سامان لے کر چلا گیا اور ناگ نے وہاں رہنا شروع کر دیا۔

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ عنبر پر کیا گذری؟

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

عنبر نے بھی ماریا کو دریائے نیل کی جانب سیر کی غرض سے جاتے دیکھا تو ناگ کے پاس ہی چارپائی پر سوگیا۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو وہاں نہ وہ سرائے تھی۔ نہ دریائے نیل تھا اور نہ اس کے پاس ناگ سویا ہوا تھا۔

وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔

اس نے دیکھا کہ وہ ایک ریلوے سٹیشن کے بنچ پر بیٹھا ہے۔

ریلوے لائن پر ایک انجن اور گاڑی کو کھڑے دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔ ریل گاڑی اور اس کا انجن اس نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

دیوی کمپلا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

اس کے آس پاس چند ایک گورے گورے چہروں والے مرد اور عورتیں ریل کے ڈبوں میں چڑھ رہی تھیں۔

آسمان پر صبح کی روشنی پھیلی تھی۔ ہلکی ہلکی بادل چھائے ہوئے تھے۔ دھوپ بالکل نہیں تھی۔ عنبر نے ایک شخص سے پوچھا۔

"بھائی! یہ کون سا شہر ہے؟"۔

اس گورے آدمی نے چونک کر عنبر کو دیکھا اور انگریزی میں پوچھا۔

"تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟"۔

عنبر سمجھ گیا کہ تاریخ نے پھر اس کے ساتھ مذاق کیا

www.urdusea.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہے اور اسے سو دو سو برس آگے کے زمانے میں پھینک
دیا ہے۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ ناگ اور ماریا بھی اس کے
ساتھ ہی اسی زمانے میں کہیں سانس لے رہے ہیں۔

عنبر نے سنبھلتے ہوئے کہا۔

"میرا مطلب یہ تھا جناب کہ میں اس شہر کا نام جو
سامنے لکھا ہے۔ پڑھ نہیں سکتا"۔

گورے نے کہا۔

یہ انگلستان کا ملک ہے۔ دوسری جنگ عظیم شروع
ہو چکی ہے۔ جرمن ہر روز ہمارے شہروں پر بمباری
کرتے ہیں۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

جرمن فوجوں نے فرانس پر قبضہ کر لیا ہے اور تم اس
وقت انگلستان کے ایک چھوٹے شہر یارک شائر کے
ریلوے سٹیشن پر بیٹھے ہو۔

اب یہ بتاؤ کہ تمہیں کہاں جانا ہے؟۔

عنبر اب سمجھ گیا تھا۔ کہنے لگا۔

"مجھے لندن شہر جانا ہے۔ یہ بتائیں کہ میں وہاں
کس طرح سے پہنچ سکتا ہوں"۔

جو سو برس پہلے بھی لندن آیا تھا اور ایک پرانے
مکان میں کپتان کے ساتھ رہا تھا۔

یقیناً اب وہ کپتان مرکھپ چکا ہوگا۔ خدا جانے
اس کا پرانا مکان وہاں بھی ہے یا نہیں۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

بہر حال اسے یقین تھا کہ لندن پہنچ کر اگر وہ ناگ یا ماریا کو تلاش کرے تو ہو سکتا ہے، ان سے ملاقات ہو جائے۔

گورے نے کہا۔

اس کے لیے تمہیں یہاں سے ایک ٹکٹ خریدنا ہو گا۔ یہاں سے ایک گھنٹے بعد ایک ریل گاڑی چلے گی۔

اس میں سوار ہو کر تم لندن پہنچ سکتے ہو۔

کیا تم مصری ہو؟۔

عنبر نے کہا۔

"جی ہاں"۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

اور اٹھ کر ریل کے انجن کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بڑی حیرانی سے انجن کو دیکھ رہا تھا۔

اتنے میں انجن نے زور سے سیٹی بجائے۔ عنبر ڈر کر پرے ہٹ گیا۔ پھر زور سے انجن نے بھاپ چھوڑی اور چھک چھک کرتا گاڑی کے ڈبوں کو ساتھ لیے سٹیشن سے باہر نکل گیا۔

عنبر بت بنا ریلوے انجن اور گاڑی کو دیکھتا رہا۔

کس قدر حیرت انگیز ایجاد تھی یہ۔ اس سے پہلے عنبر نے ایسا تماشا کبھی نہیں دیکھا تھا۔

وہ پلیٹ فارم پر چلنے پھرنے لگا۔ پلیٹ فارم کی چھت کے ساتھ لگے بلب روشن تھے۔ وہ ان روشن

بلیوں کو بھی حیرت سے تک رہا تھا۔

کچھ فوجی پلیٹ فارم پر بیٹھے ٹرین کا انتظار کر رہے تھے۔ اتنے میں زور کا الارم ہوا۔ یہ ہوائی حملے کا الارم تھا۔

عنبر نے دیکھا تھا کہ پلیٹ فارم پر بیٹھے سارے لوگ اٹھ کر ادھر ادھر بھاگ گئے۔ عنبر بھی ایک طرف دوڑ کر چھپ گیا۔

عنبر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے والا ہے۔

اس نے ایک گورے سے پوچھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے اور لوگ کیوں بھاگ کر چھپ گئے ہیں؟۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

گورے نے پلٹ کر حیرانی سے عنبر کو دیکھا اور پھر کہا۔

"تم مجھے احمق نظر آ رہے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ خطرے کا الارم بجا ہے اور جرمن طیارے اس علاقے پر بمباری کرنے آ رہے ہیں؟"۔

"طیارے کیا ہوتے ہیں؟"۔

گورے کی ہنسی نکل گئی۔

"تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔ ذرا اپنی گردن نیچی رکھو"۔

عنبر اس گورے کے ساتھ ایک خندق میں چھپا بیٹھا تھا۔ اتنے میں گھوں گھوں کی آوازیں آنے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

لگیں۔

پھر آسمان پر سیاہ اور خاکی رنگ کے بمبار جہاز نمودار ہوئے۔ عنبر تعجب سے انہیں دیکھنے لگا۔ ان جہازوں نے بڑے بڑے لمبوترے سے گولے نکل نکل کر گرنے لگے۔

پھر زمین دھماکوں سے تھرا گئی۔ عنبر نے سر چھپا لیا۔ زمین ہل رہی تھی۔ مکان گر رہے تھے۔ ایک بم ریلوے اسٹیشن سے ذرا دور ایک مکان پر گرا۔ اس کے پرخچے اڑ گئے۔ ایک بار تو عنبر بھی کانپ گیا۔

پھر جانے عنبر کے دل میں کیا خیال آیا کہ وہ خندق

دیوی کمپلا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

سے باہر نکل آیا اور سامنے جا کر میدان میں کھڑا ہو گیا اور آسمان پر غوطہ لگا لگا کر بم پھینکتے جرمن ہوائی جہازوں کو تکنے لگا۔

گورے نے چیخ کر کہا۔

واپس آ جاؤ بے وقوف! ادھر مر جاؤ گے؟۔

مگر عنبر اپنی جگہ پر کھڑا رہا اور ہوائی جہازوں کو دیکھتا رہا۔

اتنے میں ایک ہوائی جہاز غوطہ لگا کر عنبر کے اوپر آیا اور اس نے بم پھینک دیا۔ خندق میں چھپے گورے نے دیکھا کہ بم عنبر کے پاؤں میں آ کر زور سے دھماکے سے پھٹا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

گورے نے گردن جھکا لی۔ عنبر زمین سے کوئی بیس فٹ اوپر اچھلا اور پھر واپس ایک گڑھے میں گر پڑا۔

یہ گڑھا بم نے ڈال دیا تھا۔ اس کے ارد گرد زمین تباہ ہو گئی مگر عنبر کو کچھ نہ ہوا تھا۔ وہ گڑھے سے باہر نکل آیا۔

گورے کو افسوس ہو رہا تھا کہ یہ شخص مارا گیا مگر جب اس نے دیکھا کہ عنبر بم کے ڈالے ہوئے گڑھے کے قریب کھڑا اسے جھک کر دیکھ رہا ہے تو وہ اپنی جگہ سے ہل گیا اور پتھر کا بت بنا عنبر کو تکنے لگا۔

اس کے خیال سے عنبر کے پرخچے اڑ کر بکھر چکے

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

تھے۔

عنبر آہستہ آہستہ چلتا واپس خندق میں آ گیا۔ گورا ڈر کر پرے ہٹ گیا۔ اس نے کانپتی آواز میں کہا۔

"تم کون ہو؟ کیا تم بھوت ہو؟"۔

عنبر ہنسا۔

"نہیں! میں تمہارے جیسا انسان ہوں"۔

گورا بولا۔ مگر تم مرے کیوں نہیں۔ بم تمہارے پاؤں میں آ کر پھٹا تھا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ سچ سچ بتاؤ تم کون ہو؟

عنبر نے کہا۔

"ہاں بم گرا ضرور تھا۔ میں اچھلا بھی تھا۔ مگر پھر

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اپنی جگہ پر آ گیا۔ بس۔ اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا۔

اتنا کہہ کر عنبر خندق سے نکل کر ایک طرف کو چل پڑا۔

گورا اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ لندن جانے والی گاڑی کوئی دو گھنٹے بعد آئی۔

عنبر اس میں بغیر ٹکٹ ہی سوار ہو گیا۔ اس کے پاس پھوٹی کوڑی نہیں تھی۔ وہ ٹکٹ کہاں سے لیتا۔

ڈبے میں کچھ عورتیں اور مرد بھی بیٹھے تھے۔

عنبر بھی کونے میں لگ کر بیٹھ گیا۔ انجن نے سیٹی بجائی اور گاڑی چل پڑی۔

www.urdusala.com

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

ریل گاڑی کھیتوں میں سے ہو کر تیزی سے گذر رہی تھی کہ ٹکٹ چیکر آ گیا۔ اس نے سارے مسافروں کا ٹکٹ دیکھا۔

عنبر کے پاس آیا تو عنبر نے کہا کہ وہ ٹکٹ نہیں خرید سکا۔ کیونکہ اس کے پاس پیسے نہیں تھے۔ ٹکٹ چیکر نے کہا۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟"۔

"لندن شہر"۔

"تمہیں اگلے اسٹیشن پر اترنا ہو گا۔ میں تمہیں ریلوے پولیس کے حوالے کروں گا"۔

عنبر بڑا پریشان ہوا۔ اس نے ٹکٹ چیکر کی بڑی

www.urdusala.com

منت کی کہ بھائی غریب آدمی ہوں۔ پیسے ہوتے تو ضرور ٹکٹ خرید لیتا۔

لیکن گورے ٹکٹ چیکر نے ایک نہ مانی اور اسے اگلے سٹیشن پر اتار کر ریلوے پولیس کے حوالے کر دیا۔ ریلوے پولیس نے عنبر کو حوالات میں بند کر دیا۔

عنبر نے سوچا کم بخت وہ کس مصیبت میں پھنس گیا ہے۔ اس نے ریلوے پولیس کے انچارج کو بلا کر کہا۔

"بھائی! مجھے جانے دیں۔ میرے پاس پیسے ہوئے تو میں ریلوے والوں کی ایک ایک پائی ادا کر دوں گا"۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

مگر گورا انچارج اسے جھڑک کر کہنے لگا۔

"بکواس بند کرو۔ تم کالا آدمی ریلوے کو ہمیشہ تنگ کرتا ہے۔ تم لوگوں نے ہمارے ملک کو ہوٹل بنا رکھا ہے۔ کم بخت جانے کدھر کدھر سے بھکاری لوگ ادھر آجاتا ہے"۔

عنبر کو بڑا غصہ آیا۔ اس موٹے گورے نے اسے بھکاری کہا تھا۔

کیا اسے معلوم نہیں تھا کہ عنبر فرعون مصر کا بیٹا تھا۔ وہ شہزادہ تھا؟۔

لیکن اس گورے کو کیا معلوم! عنبر نے اس بدلگام ٹوے گورے کو تماشہ دکھانے کا فیصلہ کر لیا۔ حوالات کی

www.urdurasala.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

سلاخیں بڑی مضبوط لوہے کی تھیں۔

عنبر نے دونوں ہاتھوں سے لوہے کے سلاخ دار دروازے کو پکڑا۔ آنکھیں بند کیں اور پورا زور لگا کر دروازہ اکھاڑ کر نیچے پھینک دیا۔

دروازہ گرنے کا شور سن کر تھانے کا انچارج بھاگا بھاگا آیا۔ وہ یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ دروازہ زمین پر گرا تھا اور عنبر غائب تھا۔

اس نے سیٹیاں بجائیں۔ شور مچایا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ مگر عنبر وہاں سے رفو چکر ہو چکا تھا۔ وہ اس وقت ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ لندن کی طرف جا رہا تھا۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

اس کے ارد گرد کھیت ہی کھیت تھے۔ کہیں کہیں ایک آدھ کسان کھیتوں میں گھوڑوں کی مدد سے ہل چلاتا نظر آ جاتا تھا۔

چلتے چلتے دوپہر بھی گذر گئی۔ آسمان پر بادل گرجا اور ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی۔ سامنے کچھ دور ایک چھوٹا سا ریلوے سٹیشن دکھائی دے رہا تھا۔ عنبر ادھر نہیں جانا چاہتا تھا۔ ادھر پکڑے جانے کا ڈر تھا۔

قریب ہی کھیتوں میں ایک مکان نظر آیا۔

عنبر اس مکان کے پاس آ گیا۔ ایک گھڑی میں پانی بھرا ہوا تھا۔

عنبر نے پانی پیا اور مکان کے چھپر کے نیچے بارش

PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

سے بچنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں اندر سے ایک موٹی سی عورت باہر نکلی۔ اس نے عنبر کو سر سے لے کر پاؤں تک گھورا اور کہا۔

"کون ہو تم؟"۔

عنبر نے کہا۔

"مسافر ہوں۔ لندن شہر کو جا رہا ہوں۔ ذرا کی ذرا بارش سے دم لینے کو رک گیا ہوں"۔

اس عورت نے کہا۔

"تم ریل میں سفر کیوں نہیں کرتے؟"۔

عنبر نے صاف صاف کہہ دیا۔

"میرے پاس ریل کا کرایہ نہیں ہے"۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

عورت نے مسکرا کر کہا۔

"اندر آ جاؤ"۔

چھوٹا سا دیہاتی کمرہ تھا۔ مگر گرم تھا۔ سردی زیادہ نہیں تھی۔ عورت نے عنبر کو دودھ کا گلاس اور روٹی کھانے کو دی۔

عنبر نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

جاتے ہوئے عورت نے عنبر کو ریل کا کرایہ بھی دیا اور کہا۔

"ریل گاڑی رات کو آئے گی۔ سٹیشن پر چلے جاؤ۔ ٹکٹ لے کر اس میں بیٹھ جانا۔ وہ تمہیں صبح لندن پہنچا دے گی"۔

www.urdurasala.com
www.urdurasala.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

عنبر نے ایک بار پھر نیک دل عورت کا شکریہ ادا کیا اور ریلوے اسٹیشن آ کر ایک طرف کونے میں چھپ کر بیٹھ گیا۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

خوفناک گوریلے

رات کو گاڑی آ گئی۔

بمباری کی وجہ سے رات کو اندھیرا رہتا تھا۔ بلیک آؤٹ ہوتا تھا۔

عنبر گاڑی میں سوار ہو گیا۔ گاڑی ساری رات چلتی رہی۔ صبح وہ لندن پہنچ گیا۔ یہاں آدھا شہر بمباری کی وجہ سے ملبے کا ڈھیر بنا ہوا تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

عنبر کو سب سے پہلے پیسوں کی ضرورت تھی۔ اس کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی۔ اس نے ایک جگہ ملبہ صاف کرنے کا کام حاصل کر لیا وہ دن کو کام کرتا اور رات کو سٹیشن کے پاس ہی ایک کھولی میں جا کر سو رہتا۔

اتوار کو چھٹی ہوتی تو وہ شہر کے چکر لگاتا۔ اس خیال سے کہ شاید ماریا اور ناگ سے ملاقات ہو جائے۔

ادھر ماریا اکیلی سڑک پر پیرس کو چلی جا رہی تھی۔ یہ کچی سڑک کھیتوں میں سے ہو کر جاتی تھی۔ راستے میں اس نے جرمن سپاہیوں کو گاڑیوں میں سوار آتے جاتے دیکھا فرانسیسی کسان سہمے ہوئے گھروں میں بیٹھے تھے۔

ان کی باتوں سے معلوم ہوا کہ جرمنوں نے پیرس اور دوسرے شہروں پر مکمل قبضہ کر لیا ہے۔

چلتے ہوئے ماریا تھک گئی۔ وہ ایک کھیت کی منڈیر پر بیٹھ گئی۔ پاس ہی ایک چشمہ بہہ رہا تھا۔ اس نے تھوڑا سا پانی پیا اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد پھر آگے چل پڑی۔

شام تک وہ سفر کرتی رہی۔ آخر ایک گاؤں میں آ گئی۔ یہاں ایک گرجا گھر میں اس نے ایک پادری کے گھر میں پناہ لی۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پادری کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ ماریا نے باورچی خانے میں جا کر کھانا کھایا۔ لباس تبدیل کیا اور گرجا گھر میں آ کر خداوند کی عبادت اور اس کا شکر ادا کیا۔

پھر وہ گرجے کے بنچ پر ہی سو گئی۔

دن نکلا تو وہ گرجے سے باہر آ گئی۔

یہاں کچھ فوجی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ان فوجیوں کی باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ پیرس جا رہے ہیں۔

ماریا بھی ایک گاڑی کی چھت پر سوار ہو گئی۔

گاڑیاں روانہ ہوئیں۔ شام سے کچھ پہلے وہ پیرس پہنچ گئی۔

پیرس میں بڑی رونق تھی۔ جرمن فوجی ہر طرف دندناتے پھر رہے تھے۔ فرانس کے لوگوں نے اگرچہ شکست قبول کر لی تھی۔

مگر دل میں وہ جرمنوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔

ماریا سڑکوں پر گھومتے پھرتے ایک ایسے علاقے میں آ گئی۔ جہاں دائیں بائیں ہوٹل تھے۔

یہاں لوگ بیٹھے کھا پی رہے تھے۔ ماریا کو بھی بڑی بھوک لگ رہی تھی۔ وہ ایک ہوٹل میں داخل ہوئی اور کسی طرح لوگوں سے بچتی بچاتی ہوٹل کے باورچی خانے میں آ گئی۔

یہاں میزوں پر قسم قسم کے مزیدار کھانے اور میٹھے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بسکٹ تھالیوں میں سجے تھے۔

ماریا نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور ہوٹل سے باہر آ گئی۔

اب اسے ضرورت اس بات کی تھی کہ رات بسر کرنے کے لیے کوئی ٹھکانہ تلاش کیا جائے۔ چلتے چلتے اس کی نظر ایک عمارت پر پڑی۔

وہاں فرانسیسی زبان میں لکھا تھا۔

"یہاں ماہوار کرائے پر کمرے ملتے ہیں"۔

ماریا عمارت میں آ گئی۔ اندر سیڑھیاں اوپر جاتی تھیں۔ ماریا کچھ دیر سیڑھیوں میں کھڑی رہی۔ کاؤنٹر کے آگے دو ایک مسافر کھڑے رجسٹر پر اپنے نام

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

وغیرہ لکھ رہے تھے۔

پھر وہ سیڑھیاں چڑھ کر دوسری منزل پر آ گئی یہاں آمنے سامنے کمرے بنے تھے۔ جنگ کی وجہ سے اکثر کمرے خالی تھے۔

ماریا نے سب سے آخر والا کمرہ اپنے لیے پسند کر لیا۔ اس کمرے کے باہر تالا لگا تھا۔ اس نے تالا توڑ کر پھینک دیا اور کمرے میں آ گئی۔

بڑا آرام دہ کمرہ تھا۔ بستر اور لحاف اور میز کرسی اور آتشدان موجود تھے۔ ماریا نے غسل کیا۔ کپڑے صاف ستھرے کر کے دوبارہ پہنے اور بستر پر لیٹ گئی کہ کچھ دیر آرام کرے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

رات گہری ہو رہی تھی۔ شہر میں روشنیاں بالکل نہیں تھیں۔ جنگ کی وجہ سے بلیک آؤٹ تھا۔ ہر طرف اندھیرا تھا۔

صرف کمروں کے اندر شیڈ لگا کر موم بتیاں روشن تھیں۔ ماریا نے کوئی موم بتی روشن نہ کی۔ اچانک اسے باہر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ ساتھ ہی آواز آئی۔

"کونے والا یہ کمرہ بڑا آرام دہ ہے، جناب آپ یہاں بڑا سکون محسوس کریں گے"۔

ماریا بستر سے جلدی سے اٹھ کر کونے میں کھڑی ہو گئی۔ ہوٹل کا ملازم اپنے ساتھ ایک جرمن فوجی افسر کو

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

لیے چلا آ رہا تھا۔

اس نے جو دیکھا کہ تالا کھلا ہے تو بڑا حیران ہوا۔ مگر اس نے اپنی حیرانی جرمن افسر پر ظاہر نہ ہونے دی۔ کمرہ کھول کر ملازم نے شیڈ والی موم بتی روشن کر کے میز پر رکھ دی۔

جرمن فوجی نے کوٹ اتار کر کھونٹی پر لٹکا دیا۔ ملازم نے اس کا سوٹ کیس میز پر رکھ دیا اور کہا۔

"آپ کیا پینا پسند کریں گے؟"۔

"کافی۔۔۔ گرم گرم"۔

"جو حکم حضور!"۔

ملازم دروازہ بند کر کے کافی لانے چلا گیا۔ اور

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جرمن فوجی افسر سیٹی بجاتا غسل خانے میں چلا گیا۔

ماریا نے سوچا کہ وہ کیا کرے؟۔

اسی کمرے میں رہے یا یہاں سے نکل جائے؟۔

مگر وہ یہاں سے نکل کر کہاں جائے گی۔

وہ جہاں بھی جائے گی اس کے ساتھ یہی مصیبت پیش آئے گی۔اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اسی کمرے میں رہے گی۔

اگر ضرورت محسوس ہوئی تو اس جرمن افسر کو نکال کر باہر کرے گی۔

اتنے میں نوکر کافی لے آیا۔جرمن فوجی افسر بھی غسل خانے میں سونے کا لباس پہن کر باہر آ چکا تھا۔

ملازم چلا گیا۔

جرمن افسر کافی پینے لگا۔پھر اس نے ٹیلی فون کرنا شروع کر دیا۔جرمن زبان میں وہ کسی فوجی سے کہہ رہا تھا۔

"پیرس پر قبضہ مکمل ہو چکا ہے۔کل تک ہماری بہادر فوجیں سارے فرانس پر اپنے قدم جما لیں گی۔ہم نے فرانس کے تمام محب وطن لوگوں کو قتل کر دیا ہے یا جیلوں میں ٹھونس دیا ہے"۔

کسی نے دوسری طرف سے کہا۔

"جو فرانسیسی عورت ہمارے پاس قید ہے۔اس کا کیا کریں؟"۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

جرمن افسر نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"اسے گولی مار دو"۔

فون بند کر کے جرمن فوجی افسر گرم گرم بستر میں آ کر لیٹ گیا۔

ماریا چپ چاپ دیوار کے ساتھ لگی کھڑی یہ سارا کچھ دیکھ رہی تھی۔ وہ بڑی پریشان ہوئی کہ اب کیا کرے؟۔

وہ کہاں سوئے گی؟۔

آخر اس کے دماغ میں ایک ترکیب آ گئی۔ اس نے آگے بڑھ کر ٹیلی فون نیچے گرا دیا۔ جرمن فوجی ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے پستول نکال لیا۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

"کون ہے؟"۔

ماریا نے دروازہ بند کر دیا۔ جرمن افسر بستر سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے پستول تان لیا تھا۔

"کون ہے کمرے میں؟ جواب دو نہیں تو میں گولی ماروں گا"۔

ماریا نے گہری آواز بنا کر کہا۔

"میں اس عورت کی روح ہوں جس کو ابھی ابھی تمہارے حکم سے گولی مار دی گئی ہے"۔

جرمن افسر ڈر گیا۔

"تم۔۔۔تم۔۔۔"

"ہاں! میں اسی عورت کی روح ہوں۔ میں مر چکی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہوں۔ ابھی ابھی تم نے فون پر ان لوگوں کو حکم دیا تھا کہ مجھے گولی ماردو۔ انہوں نے مجھے گولی ماردی ہے۔ میں اس مردہ عورت کی روح ہوں"۔

جرمن افسر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر موم بتی کی مدھم روشنی میں کمرے میں دیکھنے لگا۔ اسے وہاں کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔

اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا پستول اب کپکپانے لگا تھا۔ ماریا نے محسوس کیا کہ انسان چاہے کتنی ترقی کر جائے مگر وہ روحوں سے اسی طرح ڈرتا ہے جس طرح آج سے ہزاروں سال پہلے انسان ڈرا کرتے تھے۔

جرمن افسر نے کانپتی آواز میں پوچھا۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر62)

"تم۔ تم کیا چاہتی ہو؟"۔

ماریا نے کہا۔

میں تم سے انتقام لینے آئی ہوں۔ میں تمہیں ہلاک کرنے آئی ہوں۔ میرے ہاتھ میں پستول ہے جس کو تم نہیں دیکھ سکتے۔

اس پستول میں پانچ گولیاں بھری ہیں۔ میں یہ پانچوں گولیاں تمہاری کھوپڑی میں ماروں گی۔ تاکہ تمہیں ہزاروں بے گناہوں کے قتل کی سزا مل سکے۔

اب تو جرمن افسر کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اس نے گھگھیاتے ہوئے کہا۔

"مجھے معاف کردو اے روح! مجھے معاف کردو۔

www.urdurasala.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

اب میں کسی عورت پر ظلم کروں گا"۔

ماریا نے سوچا، اگر اس نے جرمن آفیسر کو ہلاک کر دیا تو لاش ٹھکانے لگانے کی مصیبت پڑ جائے گی۔ بہتر یہی ہے کہ اسے یہاں سے بھگا دیا جائے۔ چنانچہ اس نے کہا۔

"چلو میں تمہیں معاف کرتی ہوں۔ لیکن ابھی، اسی وقت یہاں سے سامان اٹھا کر بھاگ جاؤ۔ اور پھر کبھی اس طرف کا رخ نہ کرنا۔"

جرمن افسر تو خوشی سے پاگل ہو گیا۔ جلدی سے بولا۔

"ابھی بھاگ جاتا ہوں۔ ابھی بھاگ جاتا

ہوں"۔

اور جرمن افسر تیزی سے اپنا سارا سامان اٹھا کر کمرے سے نکل گیا۔ نیچے جا کر اس نے کاؤنٹر کلرک سے کہا۔

"اس کمرے میں بھوت آ گیا ہے۔ میں جا رہا ہوں"۔

جرمن افسر باہر نکل گیا۔ کاؤنٹر کلرک حیران ہو کر ملازم کا منہ تکنے لگا۔

"ذرا اوپر جا کر دیکھو تو سہی۔ کمرے میں کون سا بھوت آ گیا"۔

ملازم نے ڈرتے ہوئے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"تم جا کر دیکھو۔ میں نہیں جاؤں گی"۔

کاؤنٹر کلرک نے مالک سے بات کی۔ دونوں دبے پاؤں سیڑھیاں چڑھتے اوپر ماریا کے کمرے میں آئے۔ ماریا نے موم بتی کو بجھایا نہیں تھا۔

وہ خواہ مخواہ وہاں ڈرامہ بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ بستر پر سے اٹھ کر کونے میں جا کھڑی ہوئی۔ مالک اور ملازم دبے پاؤں اندر آ گئے۔

انہوں نے کانپتے کانپتے ادھر ادھر دیکھا۔ کمرہ خالی پڑا تھا۔ مالک نے اپنی توند پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"کون کہتا ہے۔ یہاں بھوت ہے؟ اس جرمن

افسر کا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ دیکھو۔ کمرہ خالی پڑا ہے۔ چلو بستر ٹھیک کرو اور کمرے میں تالا ڈال دو"۔

مالک باہر نکل گیا۔ ملازم لڑکا ڈرتے ڈرتے پلنگ کے پاس آیا اور بستر ٹھیک کر کے جلدی سے باہر نکل گیا۔

باہر جاتے ہی اس نے دروازہ بند کر کے تالا ڈال دیا۔ یہ بڑی مصیبت تھی جو اس کم بخت نے باہر سے تالا لگا دیا تھا۔ مگر ماریا نے کچھ نہ کیا اور بستر میں گھس کر لحاف اوپر لے کر سو گئی۔

ساری رات وہ بڑے آرام سے سوئی رہی۔ صبح اس کی آنکھ کھلی تو کھڑکی میں سے دھوپ اندر کمرے

www.urdurasala.com
PDF By princeoldhump@urdufanz.com

میں آ رہی تھی۔

وہ بڑی تر و تازہ محسوس کر رہی تھی۔ موم بتی رات ملازم نے نہیں بجھائی تھی۔ وہ ساری پگھل کر بجھ چکی تھی۔

ماریا نے اٹھ کر گرم پانی سے غسل کیا۔ کپڑے تبدیل کر کے سوچنے لگی کہ یہاں سے نیچے کیسے جائے؟۔

وہ دروازے کو دھکا مار کر توڑ سکتی تھی۔ لیکن اس نے ایسا کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ وہ سوچنے لگی کہ کمرے سے کس طرح باہر نکلا جائے اور واپس آ کر آرام بھی کر سکے۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

اس نے کھڑکی میں سے جھانک کر نیچے دیکھا۔

نیچے کافی گہرائی تھی۔ وہ غسل خانے میں آ گئی۔

یہاں کھڑکی میں سے نیچے جھانکی تو کیا دیکھتی ہے کہ نیچے ایک سیاہ رنگ کی لوہے کی پتلی سی سیڑھی چلی جا رہی ہے۔

ماریا بڑی خوش ہوئی۔ ہوٹل کا ملازم اس کھڑکی کو بند کرنا بھول گیا تھا۔ ماریا بڑے آرام سے سیڑھی اتر کر بازار میں آ گئی۔

سڑک پر کافی رونق تھی۔ لوگ اپنے اپنے کام کاج کو چلے جا رہے تھے۔

ماریا ان لوگوں میں ناگ اور عنبر کی شکلیں تلاش کر

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ ایک جگہ کچھ بھیڑ سی لگی ہے۔

ماریا وہاں آ گئی۔ دو جرمن سپاہی ایک نوجوان لڑکے کو پکڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے لڑکے کو مارا بھی تھا۔

لڑکے کے ماتھے سے خون بہہ رہا تھا۔ لوگ چپ چاپ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ جرمن فوجی لڑکے کو گھسیٹ کر لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔

وہ کہہ رہے تھے کہ لڑکا جاسوس ہے اور جرمنوں کے خلاف فرانس کے گوریلوں کو اسلحہ سپلائی کرتا ہے۔

لوگوں کی ہمدردیاں اس لڑکے کے ساتھ تھیں مگر وہ

www.urdurasala.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

دیوی کپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

مجبور تھے۔

لڑکے کی کوئی مدد نہ کر سکتے تھے۔ ماریا کو بات کا احساس تھا کہ جرمنوں نے زبردستی فرانس پر قبضہ کر کے وہاں لوگوں کو بے تحاشا قتل کیا ہے۔

لیکن فرانس کے لوگ بے بس ہو چکے ہیں۔ ماریا نے لڑکے کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ موقع دیکھ کر آگے بڑھی۔

اس نے ایک جرمن سپاہی کی بندوق کھینچ کر چھین لی۔

جرمن سپاہی نے گھوم کر دیکھا کہ اس کی بندوق کس نے چھینی ہے۔ بندوق ماریا کے ہاتھ میں

www.urdurasala.com

آتے ہیں غائب ہو چکی تھی۔ وہ بھونچکا سا ہو کر لوگوں کو تکنے لگا۔

"کس نے میری بندوق چھینی ہے جلدی بتاؤ"۔

دوسرے جرمن سپاہی نے یہ سب کچھ دیکھا تو گولی چلا دی۔ گولی ایک عورت کو لگی جو وہیں ڈھیر ہو گئی۔

ماریا کو سخت طیش آ گیا۔ اس نے بندوق کی نالی اوپر اٹھائی اور جرمن سپاہی کا نشانہ باندھ کر بندوق چلا دی۔

دھائیں کی آواز کے ساتھ جرمن سپاہی زمین پر

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

گر کر تڑپنے لگا دوسرے سپاہی نے پستول نکال لیا۔

ابھی وہ پستول چلانے ہی لگا تھا کہ ماریا نے دوسری گولی چلا کر اس جرمن کو بھی موت کی آغوش میں پہنچا دیا۔

یہ جو کچھ بھی ہوا کسی کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔ لوگ دم بخود تین لاشوں کو دیکھ رہے تھے۔ لڑکے نے موقع غنیمت جانا اور سامنے والے مکان میں گھس گیا۔

دوسرے لوگ بھی وہاں سے بھاگ گئے۔

ماریا نے دیکھا کہ ایک ادھیڑ عمر آدمی کھڑکی کے ساتھ چھپ کر کھڑا باہر دیکھ رہا تھا۔

ماریا دوسرے کمرے میں آ گئی۔ یہاں ایک

www.urdusala.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

چھوٹے کمرے کو دروازہ جاتا تھا۔ جو بند تھا اور جس پر تالا پڑا تھا۔

ماریا سمجھ گئی کہ انہوں نے لڑکے کو اسی کمرے میں چھپایا ہے۔ وہ ابھی کمرے سے باہر نکل رہی تھی۔ کہ نیچے شور مچ گیا۔ بوڑھی عورت تیزی سے خون کے دھبے صاف کرنے لگی۔

کھڑکی کے ساتھ کھڑے مرد نے گھبرا کر کہا۔

"جرمن سپاہی ادھر آ رہے ہیں"۔

بھاگ کر پچھلے کمرے میں گیا۔ بوڑھی عورت نے اٹھ کر کپڑے درست کیے اور کڑھائی کا کام لے کر کرسی پر یوں بیٹھ گئی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ اتنے میں

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

دھڑا دھڑ کرتے چار جرمن سپاہی ٹامی گنیں اور بندوقیں تانے ہر شے کو ٹھوکر سے ادھر ادھر گراتے کمرے میں آ گئے۔

انہوں نے آتے ہی بوڑھی عورت کے کندھے پر بندوق کا بٹ زور سے مارا۔

بوڑھی عورت نے تھرتھراتی آواز میں کہا۔

"یہاں کوئی لڑکا نہیں ہے"۔

جرمن سپاہی نے بندوق کا فائر داغ دیا۔ گولی عورت کی کھوپڑی اڑاتی گزر گئی۔ عورت زمین پر گر پڑی۔ اور مر گئی۔

دوسرے سپاہی کمرے میں آ گئے۔ یہاں وہی

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

PDF BY princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusalar.com

مرد کھڑا تھا۔ جرمنوں نے اس سے بھی لڑکے کے بارے میں پوچھا۔ اس ادھیڑ عمر مرد نے کہا۔

"وہ آیا تھا مگر اس کھڑکی سے بھاگ گیا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ وہ کون تھا اور کدھر گیا"۔

جرمن سپاہیوں نے ادھیڑ عمر مرد کے گلے میں رسی ڈال کر کسنی شروع کر دی۔ مرد کی آنکھیں ابل پڑیں۔

"ختم کر دو اسے بھی"۔

اس سے پہلے کہ سپاہی اس ادھیڑ عمر مرد پر گولی چلاتے ماریا نے گولی چلا دی۔ ایک جرمن سپاہی اچھل کر گرا اور مر گیا۔

دوسری گولی ماریا نے دوسرے سپاہی پر چلا دی۔

وہ بھی گر کر فرش پر تڑپنے لگا۔ دونوں جرمن سپاہی گھبرا کر کمرے میں ادھر ادھر تکنے لگے۔

ماریا نے ایک اور فائر کر کے تیسرے سپاہی کو بھی ہلاک کر دیا۔ چوتھا جرمن سپاہی بھاگنے والا تھا کہ چوتھی گولی نے اسے بھی ختم کر دیا۔

اس کمرے میں اب صرف ایک ہی حیران و پریشان شخص کھڑا تھا۔ اور وہ تھا ادھیڑ عمر فرانسیسی۔ وہ دم بخود تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ گولیاں کدھر سے آئی تھیں جنہوں نے چاروں جرمن سپاہیوں کو ڈھیر کر دیا تھا۔

اب ماریا نے اس کے ساتھ کھل کر بات کرنے کا

فیصلہ کیا۔اس نے سنجیدہ آواز میں کہا۔

میں جانتی ہوں،تم محب وطن گوریلا ہو اور تم نے ہی اس لڑکے کو چھپایا ہے۔میری آواز پر حیران اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

تمہارے لیے اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ میں تم لوگوں کی ہمدرد ہوں اور تمہاری مدد کرنے یہاں آئی ہوں۔

تم یہی سمجھ لو کہ میں ایک روح ہوں جسے آسمان سے تمہاری مدد کے لیے بھیجا گیا ہے۔کیا اب بھی تم مجھ سے ڈرو گے؟۔

ادھیڑ عمر آدمی خاموش تھا۔

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

ماریا نے کہا۔

"میں چاہتی ہوں کہ اب تم حیران ہونا چھوڑ کر میرے سوالوں کا جواب دو۔کیا تم محب وطن گوریلا ہو؟"۔

ادھیڑ عمر مرد نے کہا۔

"ہاں"۔

ماریا بولی۔

مجھے تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔اب میری بات غور سے سنو جس لڑکے کو تم نے پناہ دی ہے،اس کو جرمن سپاہیوں سے میں نے ہی بچایا تھا۔

سڑک پر میں نے ہی دونوں جرمنوں کو موت کے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

گھاٹ اتار دیا تھا۔ میں تمہارے ساتھ مل کر تم لوگوں کے ساتھ کام کرنا چاہتی ہوں۔ تاکہ ہم فرانس کی سر زمین سے دشمن کو نکال باہر کریں۔

میں تمہاری بڑی مدد کر سکتی ہوں۔ کیونکہ میں کسی کو نظر نہیں آتی۔ اب تم یہ بتاؤ کہ لڑکا کہاں ہے؟ تاکہ اسے کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیا جائے۔

ویسے بھی میری خواہش ہے کہ تم مجھے دوسرے گوریلا لوگوں سے ملاؤ۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہاری بیوی کو ان ظالموں نے مار دیا۔

میں اسے بچا نہ سکی۔ اس کا مجھے افسوس ہے۔ لیکن خطرہ اس مکان پر منڈلا رہا ہے۔ تمہیں لڑکے کو ساتھ

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

لے کر یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ جرمن اس مکان کو بم مار کر اڑا دیں گے۔

"اے مقدس روح! تمہاری مدد کا شکریہ! میں اپنے وطن پر اپنے بچوں کو بھی قربان کر سکتا ہوں۔ ایک بیوی کیا۔ اگر میری دس بیویاں ہوتیں تو میں انہیں بھی قربان کر دیتا"۔

پھر اس نے سیٹی بجائی۔ پچھلے کمرے سے وہی لڑکا سامنے آ گیا۔

اس کے ماتھے پر پٹی بندھی تھی۔ ادھیڑ عمر مرد نے اسے کہا۔

"شارل! اس وقت ہمارے ساتھ اس کمرے

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

میں ایک مقدس روح بھی موجود ہے"۔

لڑکا بوکھلا سا گیا۔

ماریا نے کہا۔

"شارل! گھبراؤ نہیں۔ میں ایک نیک روح ہوں اور تم لوگوں کے ساتھ مل کر جرمنوں کو فرانس سے نکالنے آئی ہوں۔ میرا نام ماریا ہے۔ میں نے تمہیں جرمنوں سے بچایا تھا"۔

اسی وقت دونوں اس مکان سے نکل کر پچھلی طرف سڑک پر آ گئے۔ ماریا بھی ان کے ساتھ تھی۔

مرد نے کہا۔

"ماریا بہن! یہاں سے ہم ایک ٹرک میں سوار ہو

دیوی کمپالا کا جال (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 62)

کر بھاگیں گے۔ تم بھی ہمارے ساتھ سوار ہو جانا"۔

"ٹھیک ہے"۔

ماریا نے کہا۔

مرد شارل کو لے کر ایک گلی میں گھس گیا۔ کونے پر ایک ٹرک کھڑا تھا۔ مرد نے ڈرائیور سے بات کی۔

دونوں اس میں سوار ہو گئے۔

ماریا بھی جلدی سے سوار ہو گئی۔ ٹرک بڑی تیزی سے پیرس کے بازاروں میں سفر کرتا ایک ایسے علاقے میں پہنچا جو دریائے سین کے دوسرے کنارے پر تھا۔ یہاں بڑی گنجان آبادی تھی۔ ٹرک ایک جگہ رک گیا۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"بہن ماریا! تم ہمارے ساتھ ہوناں؟"۔

"ہاں"۔

"ہمارے ساتھ ہی رہنا"۔

وہ دونوں گلیوں گلیوں ہوتے ایک مکان کی ڈیوڑھی میں داخل ہو گئے۔ اندر ایک کمرہ تھا۔ فرش لکڑی کا تھا۔

مرد نے ایک جگہ سے لکڑی کا ٹکڑا اٹھایا۔ نیچے سیڑھیاں تھیں۔ وہ سیڑھیاں اتر گئے۔ نیچے تہہ خانہ آ گیا۔

یہاں ایک عورت اور ایک مرد بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے۔ شارل اور مرد کو دیکھ کر وہ بڑے خوش ہوئے۔

مرد نے کہا۔

"دوستو! ہم بچ کر نکل آئے"۔

ماریا نے اس ادھیڑ عمر مرد اور شارل کو خبردار کر دیا تھا کہ اس کے بارے میں کسی تیسرے آدمی کو بالکل نہ بتایا جائے۔

وہ مرد خاموش رہا۔ ماریا کے متعلق اس نے دونوں کو کچھ نہ بتایا۔

ایک گوریلا بولا۔

"آج رات جرمن ہیڈ کوارٹر پر بم پھینکنا ہوگا"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

☆ پیرس میں ماریا نے کیا کیا معرکے مارے؟

☆ ناگ کیسے وہاں پہنچا؟

☆ عنبر سے ان دونوں کی کہاں ملاقات ہوئی؟

☆ یہ سب کچھ اس ناول کی 63ویں

قسط میں پڑھیے

PDF By
princeofdhump@urdufanz.com

www.urdusala.com

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

شعلے ہی شعلے (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 63)

UrduRasala.com کا پیغام

اس ناول کے جملہ حقوق بحق مصنف اور پبلشرز محفوظ ہیں۔ ہم اسے صرف اردو زبان کی ترویج کے لیے Online کر رہے ہیں تا کہ دنیا جان سکے کہ اردو زبان میں کتنا عظیم کام ہوا ہے۔ ہمارا مقصد اس ویب سائٹ کے ذریعے اردو کے گم شدہ خزانے کو ان لوگوں تک پہنچانا ہے جو کسی وجہ سے اس سے محروم رہ گئے۔ خاص طور پر ان بیرون ملک پاکستانیوں کو جو باوجود پوری کوشش کے ان ناولوں کو حاصل نہیں کر سکے۔

اگر آپ کو یہ کتاب پسند آئی ہے اور آپ استطاعت رکھتے ہیں تو مہربانی فرما کر اس کو خرید کر پڑھئے تا کہ مصنف اور پبلشرز کو مالی فائدہ پہنچ سکے۔

فہرست

ماریا پھنس گئی
شعلے ہی شعلے
سنگین قلعہ
میں بھوت ہوں
گولی سے اڑا دو
دستی بم

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پیارے بچو!

ماریا دوسری جنگ عظیم کے زمانے میں پیرس میں تھی۔ وہ شہر میں گھوم پھر کر ناگ اور عنبر کو تلاش کرتی رہی۔

یہاں وہ فرانسیسی آزادی پسند گوریلوں کے ساتھ مل گئی۔ اس نے جرمن ہیڈ کوارٹر کے گولہ بارود کے گودام پر حملہ کر کے اسے بھک سے اڑا دیا۔

یہاں اس نے ایک عورت کو دیکھا جس کے خاوند

کو جرمن گرفتار کر کے پھانسی کے تختے کی طرف لئے جا رہے تھے۔

ماریا نے اس نوجوان کو بچانے کا فیصلہ کر لیا۔ ماریا اس ٹرین میں سوار ہو گئی جو جنگی قیدیوں سے بھری ہوئی تھی اور بڑے قید خانے کی جانب جا رہی تھی۔

راستے میں ماریا نے اس نوجوان کو بچانے کے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے۔

اس کے بعد دلچسپ حیرت ناک، پراسرار اور رونگٹے کھڑے کر دینے والے واقعات شروع ہو جاتے ہیں۔

آپ انہیں خود پڑھیں۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ماریا پھنس گئی

گوریلے نے کہا۔

"دشمن کے ہیڈ کوارٹر میں بم میں رکھوں گا"۔

اس پر ماریا کہنے لگی۔

"آپ لوگوں کو میرے ہوتے ہوئے اپنی جان خطرے میں ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے صرف وہ جگہ دکھا دو جہاں بم رکھنا ہے۔ باقی سارا کام

میں خود کر لوں گی"۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ دو گوریلے ماریا کے ساتھ چل دیئے۔ وہ پادریوں کا بھیس بدل کر ماریا کے آگے آگے چل رہے تھے۔

ماریا ان کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی۔ جرمنوں کا ہیڈ کوارٹر شہر سے باہر ایک پہاڑی کے دامن میں بڑی محفوظ جگہ پر تھا۔

یہاں چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی تھی۔ پہاڑی کی طرف جو سڑک جاتی تھی، اس پر جرمن سپاہیوں کا بڑا سخت پہرہ تھا۔

کسی شخص کو بغیر پاس دکھائے ادھر جانے کی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اجازت نہیں تھی۔ ایک جگہ کانٹے دار تاروں کا دروازہ بنا تھا۔

وہاں دو جرمن سپاہی بندوقیں لیے پہرہ دے رہے تھے۔ دونوں گوریلے ذرا فاصلے پر آ کر رک گئے۔

انہوں نے ماریا سے کہا۔

"اے مقدس روح! دشمن کا ہیڈ کوارٹر وہ سامنے پہاڑی کے دامن میں ہے۔ تمہیں وہاں جا کر ان کے اسلحہ کے ذخیرے میں یہ ٹائم بم رکھنا ہے"۔

ماریا نے کہا۔

"لیکن مجھے یہ کیسے پتہ چلے گا کہ گولہ بارود کا

گودام کہاں پر ہے؟"۔

ایک گوریلے نے کہا۔

"میں جرمن زبان روانی سے بول لیتا ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ گولہ بارود کا گودام کہاں پر ہے۔ بہتر ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ میں ماریا کو ساتھ لیے جاتا ہوں"۔

دوسرا گوریلا بولا۔

"لیکن تمہارے پاس داخلے کا اجازت نامہ نہیں ہے۔ وہ تمہیں گرفتار کر کے گولی مار دیں گے"۔

"اس کی تم فکر نہ کرو۔ میں پادری کے لباس میں ہوں۔ میں انہیں کہہ دوں گا کہ پہاڑی والے گرجے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

میں عبادت کرنے جا رہا ہوں"۔

پہاڑی کے اوپر ایک پرانا گرجا بھی تھا۔ یہ بات دوسرے گوریلے کی سمجھ میں آ گئی اور وہ چلا گیا۔ پہلا گوریلا ماریا کو ساتھ لے کر کانٹے والے دروازے کی طرف بڑھا۔

یہاں جرمن سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ ماریا تو انہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ پادری کو دیکھ کر انہوں نے بندوقیں تان دیں۔

"ہالٹ! کون ہو تم؟"۔

گوریلے نے جھک کر سلام کیا۔ مسکرا کر بڑی نرمی سے بولا۔

"میرے بچو! میں جرمن پادری ہوں۔ کیا تم مجھے نہیں پہچانتے؟ میں تمہارے ساتھ فرانس میں داخل ہوا تھا اور اوپر والے گرجے میں عبادت کرنے جا رہا ہوں"۔

گوریلے سے زندگی کی سب سے بڑی حماقت یہ ہو گئی تھی کہ اس نے ٹائم بم ماریا کے حوالے نہیں کیا تھا۔

وہ ابھی تک اس کے چغے کی جیب میں تھا۔ جرمن سپاہیوں نے کہا۔

"مقدس باپ! ہم آپ کو گرجا گھر میں جا کر عبادت کرنے کی بڑی خوشی سے اجازت دیتے ہیں۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

لیکن ہمیں آپ کی تلاشی لینی ہوگی"۔

اب گوریلے کو خیال آیا کہ ٹائم بم تو ابھی تک ماریا کو دیا ہی نہیں۔ اس پر گویا بجلی گر پڑی۔ اسے پسینہ آ گیا۔

وہ بری طرح پھنس گیا تھا۔ اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ جیب سے ٹائم بم نکال کر قریب کھڑی ماریا کے حوالے کرتا۔

اتنے میں دونوں سپاہی آگے بڑھے اور گوریلے کی تلاشی لینے لگے۔ اچانک انہوں نے جیب سے ٹائم بم نکال لیا۔

"خبردار جو حرکت کی"۔

زوردار سیٹی بجی اور قریب کے خیمے سے چھ سات جرمن سپاہی دوڑتے ہوئے آ گئے۔

"یہ گوریلا ہے۔ اس کی جیب سے بم نکلا ہے۔ اسے پکڑ کر لے جاؤ"۔

جرمن سپاہیوں نے اسی وقت گوریلے کو گرفتار کر لیا۔

ماریا بھی پریشان ہو گئی۔ گوریلا بے بس ہو چکا تھا۔ جرمن سپاہی اسے لے کر ہیڈ کوارٹر کی طرف بڑھے۔

ماریا بھی ان کے پیچھے چل پڑی۔ انہوں نے گوریلا کو ایک تہہ خانے میں بند کر دیا۔ ماریا بھی اس

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

کے ساتھ ہی اسی کمرے میں تھی۔ سپاہی چلے گئے تو اس نے کہا۔

"تم نے بہت بڑی بھول کی جو بم اپنے پاس رکھا۔ بہرحال فکر نہ کرو۔ میں تمہیں بچانے کی پوری کوشش کروں گا۔"

گوریلا بولا۔

"مجھ سے بڑی بھاری غلطی ہوگئی۔ شاید اب تم بھی میری مدد نہ کرسکو۔ تم نہیں جانتی۔ جرمن بڑے ظالم ہیں۔ وہ مجھے اسی جگہ اذیت دے دے کر ہلاک کردیں گے۔ ابھی یہ لوگ چاقو لے کر مجھ سے پوچھ گچھ کرنے آجائیں گے۔"

ماریا نے کہا۔

"ہمت نہ ہارو۔ تم یہاں سے فرار ہونے کے لیے تیار رہو۔ میں تمہیں یہاں سے نکال کر لے جاؤں گی۔"

گوریلے نے کہا۔

"مجھے اپنی فکر نہیں۔ پریشانی اس بات کی ہے کہ ٹائم بم بھی اب ہمارے پاس نہیں ہے۔ ہم ان لوگوں کا گودام تباہ نہ کرسکیں گے۔"

ماریا نے کہا۔

"اس کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ پہلے تم یہاں سے کسی طرح بھاگو۔ بم میں جا کر کہیں نہ کہیں سے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

تلاش کر کے گودام میں رکھ دوں گی"۔

ابھی وہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ دو سپاہی ایک گول مٹول افسر کے ساتھ اندر آ گئے۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔

گنجے جرمن افسر کے چہرے پر موت لکھی تھی۔ اس کے ہاتھ میں چاقو تھا۔ وہ گوریلے کے قریب ہو کر کرسی پر بیٹھ گیا اور بولا۔

تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ چپ چاپ ہمیں دوسرے گوریلوں کے نام اور ان کے ٹھکانے کا پتہ بتا دو۔

نہیں تو ہم اس چاقو سے تمہارے سارے ناخن

اکھاڑ ڈالیں گے۔ اگر پھر بھی تم نہ بولے تو تمہاری شہ رگ کاٹ دی جائے گی۔

گوریلے نے کہا۔

"تم چاہے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دو، لیکن میں اپنے ساتھیوں کے نام اور ان کا ٹھکانہ نہیں بتاؤں گا"۔

ماریا یہ سوچ رہی تھی کہ ان جرمنوں کا خاتمہ کیوں کر کرے؟

گنجے جرمن کے چہرے پر بڑی بے رحم سی مسکراہٹ آئی۔ اس نے دونوں سپاہیوں کو اشارہ کیا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر گوریلا کو اپنے بازوؤں

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

میں جکڑ لیا۔

گنجے جرمن نے چاقو لے کر گوریلے کے ناخن میں چبھو دیا۔ کمرے میں ایک چیخ بلند ہوئی۔ ماریا بھی کانپ گئی۔

اب وہ زیادہ انتظار نہیں کر سکتی تھی۔ گوریلے کی انگلی سے خون بہنے لگا تھا اور وہ درد سے کراہ رہا تھا۔ ماریا نے ذرا پیچھے ہٹ کر پوری طاقت سے گنجے کی پیٹھ پر لات ماردی۔

گنجا افسر اوندھے منہ فرش پر گر پڑا۔ جرمن سپاہی بوکھلا کر تکنے لگے کہ ان کے افسر کو ٹکر کس نے ماری۔

ابھی وہ بوکھلا ہی رہے تھے کہ ماریا نے ایک جرمن

سپاہی کی بندوق چھین کر اس کی سنگین اس کے سینے میں اتار دی۔

نشانہ ایسا درست تھا کہ جرمن سپاہی کا دل پھٹ گیا اور وہ آہ کیے بغیر فرش پر گر پڑا۔ دوسرا سپاہی بھاگنے لگا۔

ماریا نے پیچھے سے سنگین کا وار کیا اور اسے بھی دروازے کے پاس ڈھیر کر دیا۔ گنجا جرمن ہکا بکا ہو کر یہ سارا ڈرامہ دیکھ رہا تھا اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔

ماریا نے سنگین اس کے سینے میں رکھ کر کہا۔

"اسلحہ کا گودام کہاں ہے؟ اگر تم نے بتا دیا تو میں

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

تمہاری جان بخش دوں گا۔ نہیں تو تمہارا انجام بھی ان سپاہیوں جیسا ہوگا"۔

گنجا افسر کانپنے لگا۔

"تم ۔۔۔ تم کون ہو؟"۔

ماریا نے اس کے گنجے سر پر زور سے دھپ مار کر کہا۔

"تمہاری موت ہوں۔ جلدی بولو گودام کہاں پر ہے؟ میں ایک دو تین کہوں گی۔ اگر تم نے جواب نہ دیا تو سنگین تمہارے سینے کے پار ہو گی۔ ایک۔ دو۔ ت"۔

"ٹھہرو۔ بتاتا ہوں"۔

"جلدی بتاؤ"۔

"گودام تہہ خانے میں ہے"۔

"راستہ کدھر سے جاتا ہے؟"۔

"یہاں سے نکل کر بائیں کو ایک راہداری ہے۔ اس کے کونے پر سیڑھیاں نیچے گودام کو جاتی ہیں"۔

"شاباش! تم بڑے اچھے جرمن ہو۔ لیکن تم نے اپنے وطن کے ساتھ غداری کی ہے۔ اور غدار کی سزا موت ہوتی ہے"۔

اس کے ساتھ ہی ماریا نے سنگین گنجے افسر کے سینے میں اتار دی۔

وہ تڑپا اور ٹھنڈا ہوگیا۔ ماریا نے گوریلے سے کہا۔

PDF By phnceofdhump@urdufanz.com

جلدی سے کسی جرمن سپاہی کی وردی اتار کر پہن لو اور یہاں سے بھاگنے کی کوشش کرو۔ میں گودام میں بم رکھنے کی کوشش کروں گی۔ جلدی کرو۔

گوریلے نے اسی وقت جرمن سپاہی کی وردی پہن کر سر پر لوہے کا ہیلمٹ جما لیا اور بندوق کندھے پر رکھ لی۔

ماریا نے دروازہ کھولا۔ دونوں باہر نکل آئے۔ گوریلا خاموشی سے گزرتا ہوا ہیڈ کوارٹر سے باہر آ گیا۔

اسے کسی نے کچھ نہ کہا۔ دوسرے سپاہیوں نے یہی سمجھا کہ یہ بھی کوئی جرمن سپاہی ہوگا۔

گوریلا کانٹے کے تاروں والے دروازے پر آ گیا۔ یہاں وہی جرمن سپاہی کھڑے تھے۔ جنہوں نے گوریلے کو گرفتار کیا تھا۔

ماریا کو ڈر تھا کہ وہ ضرور اسے پہچان لیں گے۔

ماریا نے گوریلے کے کان میں کہا۔

"تم اسی جگہ ٹھہرو۔ میں آگے جا کر تمہارے لیے راستہ صاف کرتی ہوں"۔

گوریلا وہیں رک کر اس انداز میں ٹہلنے لگا جیسے پہرہ دے رہا ہو۔ ماریا دروازے کے قریب جا کر رک گئی۔

اس نے سوچا کہ کیا کرنا چاہیے۔ آخر اس کے

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دماغ میں ایک ترکیب آئی۔ ذرا فاصلے پر خاردار تار کی دیوار کے ساتھ ایک خیمہ لگا تھا۔ ماریا وہاں آ گئی۔ خیمے کے اندر دو سپاہی چائے پی رہے تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

ماریا بھی چپکے سے خیمے کے اندر داخل ہو گئی۔ اس نے دیکھا کہ سپاہیوں کے پاس ہی لکڑی کے کھوکے پر ایک پستول پڑا تھا۔

ماریا نے خاموشی سے وہ پستول اٹھا کر ہاتھ میں پکڑ لیا۔ پستول اس کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گیا۔ ایک سپاہی نے تعجب سے کہا۔

"یار! ابھی ابھی میرا پستول یہاں پڑا تھا۔ وہ

کہاں چلا گیا؟"۔

دوسرے سپاہی نے خالی کھوکے کو دیکھ کر کہا۔

"یہاں تو کچھ نہیں پستول تمہاری جیب میں نہ ہو؟"۔

سپاہی نے دونوں جیبیں بار بار ٹٹولیں۔ مگر پستول نہ ملا۔

ماریا نے کہا۔

"پستول میرے پاس ہے"۔

ایک عورت کی آواز سن کر جو نظر نہیں آ رہی تھی، دونوں سپاہی اپنی جگہ سے اچھل پڑے۔ ماریا نے ہوا میں دو فائر کر دیئے۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ڈزڈز کی آواز سن کر باہر دروازے پر پہرا دینے والے سپاہی خیمے کی طرف بھاگے۔ باہر چاروں کی نکر ہو گئی ادھر گوریلے نے دروازہ خالی پایا تو تیزی سے چلتا دروازے میں سے گزر گیا۔

باہر ایک خالی جیپ کھڑی تھی۔ وہ جیپ میں سوا ہوا اور اسے اسٹارٹ کر کے نو دو گیارہ ہو گیا۔

سپاہی پریشانی کے عالم میں یہاں وہاں خوف زدہ ہو کر اس عورت کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے رہے جس نے خیمے میں پستول چلائے تھے اور جو کسی کو دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

اس عرصے میں ماریا بڑے آرام سے چل کر

دوبارہ ہیڈ کوارٹر میں آ گئی۔ اس نے گوریلے کو جیپ میں سوار ہو کر فرار ہوتے دیکھ لیا تھا۔

ماریا نے دیکھا کہ ہیڈ کوارٹر کے دفتر میں ایک شور مچا ہوا ہے۔ ہر طرف سپاہی بھاگ دوڑ رہے ہیں۔

کمرے سے جرمن سپاہیوں اور گنجے افسر کی لاشیں مل گئی تھیں اور جرمن سپاہی گوریلے کی تلاش میں دوڑ پڑے تھے۔

لیکن گوریلا اتنی دیر میں ان کی پہنچ سے دور بہت دور نکل چکا تھا۔

ماریا کو ضرورت سب سے پہلے ایک ٹائم بم کی تھی جس کو گودام میں رکھ کر ماریا نے اس کا بٹن دبا دینا تھا،

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تا کہ وہ ایک گھنٹے کے بعد پھٹ کر سارے ہیڈ کوارٹر کو تباہ و برباد کر دے۔

جرمن سپاہی اپنی مصیبت میں لگے تھے اور ماریا ادھر ادھر گھوم پھر کر کمروں میں کسی ٹائم بم کو تلاش کر رہی تھی۔

آخر اس نے سوچا کیوں نہ نیچے گودام میں جا کر تلاش کیا جائے۔ وہاں اتنا گولہ بارود پڑا ہے۔ ضرور ٹائم بم بھی ہوں گے۔

ماریا راہداری سے گزر کر اس دروازے پر آ گئی جہاں سے سیڑھیاں نیچے تہہ خانے والے گولہ بارود کے گودام کو جاتی تھیں۔

یہاں بڑا سخت پہرہ تھا۔ لیکن ماریا کے لیے یہاں سے گزرنا کوئی مشکل بات نہیں تھی۔ ہاں اگر گولہ بارود کے گودام کا آہنی سلاخ دار دروازہ بند ہوتا تو پھر ماریا کو اس کے کھلنے کا انتظار کرنا پڑتا۔ یا کوئی دوسرا طریقہ آزمانہ پڑتا، لیکن اس کی خوش قسمتی سے دروازہ آدھا کھلا تھا۔ شاید کوئی سپاہی اندر کسی کام سے گیا ہوا تھا۔

ماریا جلدی سے دروازے میں سے گزر کر گودام کے اندر چلی گئی۔

وہ گودام میں پڑے ہوئے گولہ بارود کے انبروں کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ انسان نے انسان کی ہلاکت کے لیے کس قدر بڑا ذخیرہ جمع کر رکھا تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اتنے گولہ بارود سے پورے فرانس کو تباہ کیا جا سکتا تھا۔ اس کو اڑا دینا ہی بہتر ہے۔ ماریا نے دیکھا ایک جرمن سپاہی کاغذ پنسل ہاتھ میں لیے گولہ بارود کی پیٹیاں جھک کر چیک کر رہا تھا۔

ماریا کو ٹائم بم کی تلاش تھی۔

اس نے تلاش شروع کر دی وہ لکڑی کی پیٹیوں کی گلی میں سے گذر گئی۔ پھر دوسری گلی میں آ گئی۔ یہاں کچھ بھی نہیں تھا۔

تیسری گلی میں بڑے لمبے لمبے بھیانک بم پڑے تھے۔ ایک جگہ گولوں کا ڈھیر چھت کو چھو رہا تھا۔ ماریا نے سوچا جس وقت یہ گولہ بارود کا ڈھیر پھٹے گا، اس

وقت تو اس علاقے کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی۔

اس نے اپنی تلاش جاری رکھی۔

آخر اسے کامیابی حاصل ہو گئی۔ ایک جگہ دیوار کے ساتھ لگی الماری میں ٹائم بم قطاروں میں رکھے ہوئے تھے۔

الماری کھلی تھی۔ سپاہی چیکنگ کرتا ادھر ہی کو آ رہا تھا۔ ماریا نے جلدی سے ایک ٹائم بم نکال کر اس کی گھڑی کی سوئیوں کو ایک گھنٹے پر لا کر اس کا بٹن دبا دیا۔

بٹن دبا کر ماریا نے ٹائم بم کو بارود کی پیٹیوں کے درمیان ایک جگہ پھنسا کر چھپا دیا۔ یہ ایسی جگہ تھی

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جہاں کسی کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی۔

اس کام سے فارغ ہو کر ماریا گودام سے باہر نکلنے کے لیے دروازے کی طرف بڑھی۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

چیکنگ کرنے والے سپاہی کے جانے کے بعد گودام کا لوہے کا مضبوط دروازہ بند کر کے باہر سے تالا لگا دیا گیا تھا۔ ماریا کو پسینہ آ گیا۔

وہ ٹائم بم کا بٹن واپس اوپر نہیں کر سکتی تھی اور لوہے کا دروازہ اس قدر طاقتور تھا کہ وہ اسے نہیں توڑ سکتی تھی۔

دروازے کی دوسری جانب ایک سپاہی بندوق کا

سہارا لیے پہرہ دے رہا تھا۔ وہ اس سے دروازہ کس طرح سے کھلوائے؟۔

وقت گذرتا جا رہا تھا۔ اگر وہ دروازہ نہ کھلوا سکی اور ٹائم بم پھٹ گیا تو اس عمارت کے ساتھ اس کے بھی ٹکڑے اڑ جائیں گے۔

اس قسم کی خوفناک تباہی کے خیال سے ماریا پریشان ہو گئی۔ ایسی بھیانک موت کا اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔

اسے جو کچھ بھی کرنا تھا، بڑی جلدی کرنا تھا تاکہ وہ وہاں سے نکل کر اتنی دور جا سکے کہ تباہی کا اس پر کوئی اثر نہ ہو۔ وہ دروازہ کے پاس آ گئی۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

اس نے سلاخوں میں سے باہر دیکھا۔

جرمن سپاہی بڑا اٹن شن ہو کر پہرہ دے رہا تھا۔

ماریا نے دیکھا۔ زمین پر اس کے پاؤں کے پاس ایک ٹن کا ڈبا پڑا تھا۔

اس نے اٹھایا تو وہ خالی تھا۔ ماریا نے ڈبہ اٹھا کر گودام میں دور پیچھے زور سے پھینک دیا۔ اس کے پھینکنے سے زبردست کھڑاک پیدا ہوا۔ پہرے دار سپاہی ایک دم چونک اٹھا۔

"کون ہے؟ ہالٹ!"

اس نے کھٹاک کھٹاک آ کر دروازے میں سے اندر گودام میں جھانکا۔ ماریا نے ذرا پیچھے جا کر ایک

شیشے کا گلاس بوری پر سے اٹھا کر زمین پر دے مارا۔

اب تو پہرے دار گھبرا گیا۔

"کون ہے؟ وہ زور سے بولا"۔

ماریا نے ذرا پرے ہٹ کر رونی آواز بنا کر کہا۔

"مجھے یہاں سے نکالو۔ میں پھنس گئی ہوں"۔

پہرے دار نے کڑک کر پوچھا۔

"کون ہو تم؟"۔

ماریا نے کہا۔

"یہاں آ کر پہلے نکالو۔ پھر بتاؤں گی"۔

جرمن پہرے دار نے تالا کھول دیا اور اندر آ گیا۔ ماریا اسی لمحے کا تو انتظار کر رہی تھی۔ وہ تیزی

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سے دروازے میں سے باہر نکل گئی۔

جرمن پہرے دار پریشانی کے عالم میں گودام میں بندوق تانے ماریا کو تلاش کر رہا تھا۔ اور ماریا جرمن ہیڈ کوارٹر سے نکل کر بہت دور جا چکی تھی۔

شعلے ہی شعلے

شہر کی بڑی سڑک پر آ کر ماریا گوریلوں کے مکان کی طرف مڑ گئی۔

مکان میں سارے گوریلے جمع تھے۔ ماریا نے جا کر انہیں خوش خبری سنائی کہ وہ ٹائم بم گولہ بارود کے گودام میں رکھ آئی ہے اور ابھی آدھ گھنٹے بعد گودام پھٹ جائے گا اور پیرس کے لوگ ایک ایسے بھیانک

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دھماکے کی آواز سنیں گے جو انہوں نے آج تک کبھی نہ سنا ہوگا۔

ادھیڑ عمر گوریلے نے کہا۔

''اے مقدس روح! ہم تمہارے بے حد شکر گزار ہیں۔ تم نے ہمارے لیے وہ کام کیا ہے جس کو کرنے کے لیے شاید ہمیں کتنے ہی ساتھیوں کی قربانی دینی پڑتی''۔

جو گوریلا فرار ہوا تھا وہ بھی مکان کے تہہ خانے میں پہنچ چکا تھا۔

جرمن سپاہی اس علاقے میں زبردست گشت کر رہے تھے اور فرار ہونے والے گوریلے کی تلاش میں

جگہ جگہ چھاپے مار رہے تھے۔

شارل نے کہا۔

''ہمیں جتنی جلدی ہو سکے، یہاں سے نکل کر کسی دوسری جگہ چلے جانا چاہیے۔ جرمن سپاہی اس مکان پر بھی چھاپہ مار سکتے ہیں''۔

ادھیڑ عمر گوریلا گہری سوچ میں چلا گیا۔ اس نے اپنی ڈاڑھی کھجاتے ہوئے کہا۔

''تمہارا خیال ٹھیک ہے شارل! سپاہی یہاں بھی چھاپہ مار سکتے ہیں''۔

ایک گوریلا بولا۔

''لیکن ہمیں دھماکے کا تو یہاں بیٹھ کر انتظار کر لینا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

چاہیے"۔

شارل نے کہا۔

"ہو سکتا ہے، ہم دھماکے کا انتظار کرتے رہیں اور جرمن سپاہی یہاں آ کر کوئی دھماکا کر دیں"۔

ابھی یہ فقرہ اس کے منہ سے نکلا ہی تھا کہ باہر بازار میں ٹھائیں ٹھائیں اوپر تلے چار پانچ بندوق کے فائر ہوئے۔

"وہ لوگ آ گئے شاید"۔

گوریلے ایکدم چوکس ہو گئے۔ انہوں نے پستول نکال کر تھام لیے۔

"اگر جرمن ہمارے تہہ خانے میں آ گئے تو ہم

مقابلہ کریں گے"۔

ادھیڑ عمر گوریلا بولا۔

"اگر وہ یہاں تک پہنچ گئے تو ہم زیادہ دیر مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ ہو سکتا ہے، وہ تہہ خانے میں اترنے کی جگہ یہاں زہریلی گیس پھینک دیں۔ پھر ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچ سکے گا"۔

ماریا نے کہا۔

"زہریلی گیس مجھے بھی یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دے گی۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ لوگ جتنی جلدی ہو سکے، یہاں سے کسی دوسری جگہ کوچ کر جاؤ"۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سب نے اس خیال سے اتفاق کیا۔ انہوں نے ماریا کو بتایا۔

"مقدس روح! تمہارا دوسرا ٹھکانہ دریائے سین کے مغربی کنارے پرانے گرجا گھر کے اندر ایک تہہ خانے میں ہوگی۔ گرجا گھر کے پادری سے آ کر ہمارا نام لینا وہ تمہیں ہم تک پہنچا دے گا"۔

اتنا کہہ کر وہ ایک ایک کر کے وہاں سے فرار ہو گئے ماریا بھی نکل کر باہر آ گئی۔ ان سب نے گھڑیاں ملالی تھیں۔

وہ سب آدھ گھنٹے بعد خوفناک دھماکے کا انتظار کر رہے تھے۔ ماریا شہر سے باہر ایک ٹیلے پر آ کر بیٹھ

گئی۔

یہاں سے وہ پہاڑی دور سے دکھائی دے رہی تھی۔ جس کے دامن میں جرمنوں کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ اور جس کے گودام میں ابھی کوئی دس منٹ بعد قیامت مچنے والی تھی۔ ماریا کے کان دھماکے کی طرف لگے ہوئے تھے۔

ادھر ہیڈ کوارٹر میں سپاہی اور افسر بڑی گرم جوشی سے اپنا اپنا کام کر رہے تھے۔ سپاہیوں کا ایک دستہ فرار ہونے والے گوریلے کی تلاش میں وہاں سے نکل گیا تھا۔

وہ سپاہی خوش قسمت تھے، کیونکہ دھماکے کے بعد

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

صرف وہی زندہ بچ سکے ۔ جو سپاہی گولہ بارود کے گودام کے باہر پہرہ دے رہا تھا۔ جب اسے گودام میں کوئی عورت نہ ملی تو یہ سوچ کر کہ شاید آوازیں اس کے دماغ سے آئی ہوں واپس پہرے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔

پھر بھی وہ کچھ گھبرایا گھبرایا سا تھا۔ ایک خوف اس کے جسم پر چھا گیا تھا۔ کیونکہ اس نے ہوش وحواس کے ساتھ پوری طرح سے جن کے ڈبے کا شور اور عورت کی آوازیں سنیں تھیں جو مدد کے لیے پکار رہی تھیں۔

اس نے ڈر کے مارے کسی افسر سے بات نہ کی۔

اس خیال سے کہ لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے کہ

اسے دن میں عورتوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔

ایک دو بار وہ اپنی حالت پر ہنس بھی پڑا۔ یہ سوچ کر کہ وہ خواہ مخواہ بے وقوف بنا دیں۔ یہ آوازیں شاید اس کے اپنے دماغ ہی سے آئی ہوں۔

لیکن پانچ منٹ بعد گودام سے جو آواز آنے والی تھی، اگر اس کے بارے میں پہرے دار کو تھوڑا بہت بھی علم ہو جاتا تو وہ پیرس شہر سے کئی میل دور بھاگ چکا ہوتا۔

پانچ منٹ۔۔۔تباہی کے پانچ منٹ باقی تھے۔

ایک۔۔۔دو۔۔۔تین۔۔۔چار۔

گولہ بارود کے گودام کے بالکل اوپر والے

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

کمرے میں ایک جرمن گسٹاپو کا افسر میز پر کاغذ پھیلائے جھک کر اس پر کچھ لکھ رہا تھا۔

کافی کا آدھا بھرا ہوا پیالہ اس کے سامنے پڑا تھا۔ اس کے سر پر بجلی کا بلب روشن تھا۔ دیوار پر کلاک میں دو بج کر انتیس منٹ ہو چکے تھے۔

سیکنڈ کی سوئی آدھی گردش پوری کر چکی تھی۔

اڑھائی بجنے میں صرف تیس سیکنڈ باقی تھے۔ گسٹاپو افسر کے وہم میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ اس کی زندگی کے صرف پچیس سیکنڈ باقی رہ گئے ہیں اور پھر اس کے جسم کے پرزے روئی بن کر فضا میں بکھر جائیں گے۔

گوریلے گرجا گھر کے تہہ خانے میں اپنی اپنی

گھڑیوں پر نظریں جمائے بیٹھے تھے۔ ان کے دل زور زور سے دھڑک رہے تھے۔ ماتھوں پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے تھے۔

ماریا ٹیلے پر بیٹھی دور پہاڑی کو تک رہی تھی۔

پیرس کی بڑی گھڑی نے اڑھائی بجا دیئے۔

جرمن گسٹاپو افسر نے قلم میز پر رکھ کر انگڑائی لی اور کافی کی پیالی کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ایک بجلی سی اس کی آنکھوں میں لہرا گئی۔

پھر ایک دھماکہ ہوا۔ اسے یوں لگا جیسے وہ خود ایک بم بن کر پھٹ گیا ہے۔ دھماکہ اس قدر خوفناک تھا کہ پیرس کی زمین نے دو تین بار جھٹکے کھائے۔

PDF By proceedofdhump@urdufanz.com

شہر کے درختوں پر بیٹھے ہوئے سارے پرندے شور مچاتے اڑ گئے۔ دھماکے کے بعد ہوا کی ایک زبردست لہر اٹھی جس نے شہر کی کمزور عمارتوں کو ہلا کر رکھ دیا۔

ماریا نے دیکھا کہ دور پہاڑی پر ایک شعلہ اٹھا جس نے آسمان کو چھولیا۔ وہ جس ٹیلے پر بیٹھی تھی، وہ بھی ایک بار جیسے اس کے نیچے سے پھسل گیا۔

لوگ گھبرا کر مکانوں سے باہر سڑکوں پر نکل آئے اور حواس کھو کر بھاگنے لگے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اصل معاملہ کیا ہے۔

ہر کوئی یہی سمجھ رہا تھا کہ سارا شہر کسی بم گرنے سے

تباہ ہو گیا ہے۔

پھر اوپر تلے چھوٹے چھوٹے دھماکوں کا سلسلہ شروع ہو گیا جو دیر تک جاری رہا۔ اب سارے شہر کو پتہ چل گیا تھا کہ فرانسیسی آزادی پسندوں نے جرمن فوج کے ہیڈ کوارٹر کا گولہ بارود اڑا دیا ہے۔

دریائے سین والے گرجا گھر کے تہہ خانے میں بیٹھے گوریلوں نے خوش ہو کر فرانس زندہ باد۔ آزادی زندہ باد کے نعرے لگائے اور ایک دوسرے کو گلے لگا کر مبارکباد دی۔

یہ ان آزادی کے متوالوں کی عظیم کامیابی تھی۔

انہوں نے جرمن حملہ آوروں کے سب سے بڑے

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

گولہ بارود کے گودام میں آگ لگا کر نہ صرف دشمن کی کمر توڑ دی تھی ۔ بلکہ ان پر یہ ثابت بھی کر دیا تھا کہ فرانس کے آزادی کے متوالے ابھی زندہ ہیں اور وہ اپنے وطن کو دشمن سے آزاد کرائیں گے۔

جب دھماکے ختم ہو گئے اور صرف آگ باقی رہ گئی تو ماریا پہاڑی پر سے اتر پڑی۔ وہ سڑک پر آ گئی۔ اور اس نے دریا کی طرف چلنا شروع کر دیا۔

ہیڈ کوارٹر کی تباہی کے بعد جرمن فوج نے سارے شہر کو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا اور کسی شخص کو باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔

وہ اندھا دھند گولیاں برسا رہے تھے۔ لوگ خوف

زدہ ہو کر اپنے اپنے گھروں میں بند ہو گئے تھے۔ جرمن فوج کی لاریاں شور مچاتی سڑکوں پر پھر رہی تھیں۔

اعلان کر دیا گیا کہ شہر میں کرفیو لگا دیا گیا ہے۔ جو کوئی گھر سے باہر نکلے گا یا کھڑکی سے جھانکے گا اسے گولی سے اڑا دیا جائے گا۔

ماریا جس وقت شہر کی سب سے بڑی سڑک پر آئی تو اس نے دیکھا کہ شہر میں ہو کا عالم ہے۔ سڑک ویران پڑی ہے۔

صرف کسی وقت فوج کی کوئی گاڑی گزر جاتی ہے۔ اس نے اتنی ویران سڑک پر پہلے کبھی نہیں دیکھی

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusala.com

تھی۔ وہ اکیلی اس سڑک پر چلی جا رہی تھی۔

دریا سامنے بہہ رہا تھا۔

ماریا دریا کے کنارے چلنے لگی۔ اس نے دور سے دریا کنارے والے گرجا کا مینار دیکھ لیا تھا۔

دریا کا کنارہ بالکل سنسان تھا۔

وہ گرجا گھر کی طرف جا رہی تھی کہ اچانک اس نے دیکھا، ایک جرمن سپاہی کسی عورت کو مکان سے گھسیٹ کر باہر لا رہا تھا۔

یہ مکان دریا کے کنارے پر واقع تھا۔ عورت رو رہی تھی اور چلا کر کہہ رہی تھی۔

"میں پانی لینے باہر آئی تھی۔ میرا بچہ پیاسا ہے۔

گھر میں پانی کی ایک بوند نہیں۔ مجھے معاف کر دو"۔

جرمن سپاہی اسے گھسیٹ کر سڑک کے بیچ میں لے آیا۔ اور اسے ٹھڈے مارنے لگا۔ مکانوں کی کھڑکیوں سے لوگ سہمے سہمے اس عورت کو تکنے لگے مگر وہ اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے۔

اس علاقے میں وہی ایک جرمن سپاہی تھا جس کے ہاتھ میں بندوق تھی۔ اس بندوق میں کئی ایک گولیاں بھری ہوئی تھیں۔

سپاہی نے بندوق کی نالی اس عورت کے سر کے ساتھ لگا دی اور کہا۔

"بکواس بند کر۔ تو ہماری دشمن ہے۔ میں تمہیں

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کرفیو لگا ہے؟''

میں تمہیں گولی مار دوں گا۔

عورت نے روتے روتے کہا۔

''مجھ پر رحم کرو۔ میرے بچے پر رحم کرو۔ میں بے گناہ ہوں۔ میں اپنے بچے کے لیے پانی لینے آئی تھی۔ مجھ پر رحم کرو''۔

مگر جرمن سپاہی نے رحم کھانے کی بجائے کڑک کر کہا۔

''مرنے کے لیے تیار ہو جا اے بد بخت عورت!''۔

اور اس نے بندوق کے گھوڑے پر انگلی رکھ دی۔

ماریا سے اب زیادہ برداشت نہ ہو سکا۔ وہ بھاگ کر جرمن سپاہی کے سر پر پہنچ گئی۔

زیادہ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ اس نے جرمن سپاہی کو ایسا دھکا دیا کہ وہ لڑکھڑا کر منہ کے بل سامنے سڑک پر گر پڑا۔

ماریا نے اس کی بندوق اٹھا لی۔ یہ سارا ڈرامہ لوگ مکانوں کی کھڑکیوں سے لگے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے جو دشمن کے سپاہی کو سڑک پر گرتے دیکھا تو خوشی سے نعرے لگانے شروع کر دیے۔

ماریا نے بندوق کی نالی جرمن سپاہی کی کھوپڑی پر

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

رکھ کر گولی چلا دی۔ دھماکہ ہوا اور جرمن سپاہی کی کھوپڑی اڑ گئی۔ اور وہ مر گیا۔

لوگوں نے کھڑکیوں میں نعرے بلند کیے۔ ماریا اس عورت کے پاس گئی۔ وہ عورت ششدر سی بیٹھی تھی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ ماریا نے اس کے کان کے قریب آ کر کہا۔

"بہن! جلدی سے اپنے مکان میں چلی جا"۔

عورت کانپتی ہوئی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے یہ بھی نہ پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ یہ آواز اسے کہاں سے آئی ہے؟۔

وہ بھاگ کر اپنے مکان میں داخل ہو گئی اور دروازہ زور سے بند کر کے اندر سے کنڈی لگا دی۔

ماریا نے سوچا کہ اگر جرمن سپاہی کی لاش اس جگہ پڑی رہی تو یہاں کے سارے لوگوں کو پکڑ لیا جائے گا۔

بہتر یہی ہے کہ اس لاش کو اٹھا کر دریا میں پھینک دیا جائے۔ وہ اکیلی یہ کام نہیں کر سکتی۔

سڑک ابھی تک سنسان تھی۔ کوئی جرمن فوجی ادھر گشت کرتا ہوا نہیں آیا تھا۔ ماریا نے ایک مکان کے نیچے جا کر کہا۔

"فرانس کے آزادی پسند لوگو! میں اس شہر کی روح تم سے مخاطب ہوں! میں جون آف آرک

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

ہوں۔"

میں تمہاری مدد کو یہاں آئی ہوں۔ جلدی سے باہر نکل کر آؤ اور اس دشمن کی لاش کو اٹھا کر دریا میں پھینک دو۔

تا کہ اس کا کوئی نشان بھی باقی نہ رہے۔ اگر یہ لاش یہاں پڑی رہی تو جرمن سپاہی تم سب لوگ کو پکڑ کر لے جائیں گے۔

ماریا کی آواز کا پہلا اثر تو یہ ہوا ہے کہ ایکدم وہاں خاموشی چھا گئی۔ کھڑکی میں کھڑے سارے لوگ دم بخود ہو کر چپ ہو گئے۔ گویا ان کے منہ پر تالے پڑ گئے۔

وہ حیران تھے کہ یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے۔

جب کہ انہیں آواز دینے والی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ آخر ایک بوڑھا آدمی کھڑکی میں سے سر نکال کر بولا۔

"جون آف آرک کی مقدس روح! میں تم پر یقین رکھتا ہوں"۔

پھر اس نے دوسرے لوگوں سے کہا۔

بھائیو! جون آف آرک کی روح ہماری مدد کو آئی ہے۔ اس نے ہماری ایک بہن کو جرمن سپاہی کے ظلم سے بچایا ہے۔

جلدی سے گھروں سے نکلو اور جرمن سپاہی کی

www.urdursala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

لاش کو غائب کر دو۔ اس میں ہماری ہی بھلائی ہے۔ جلدی کرو۔

اس کے ساتھ ہی لوگ مکانوں کے دروازوں سے نکل کر باہر سڑک پر آ گئے۔ انہوں نے جرمن سپاہی کی لاش کو اٹھا کر دریا میں پھینک دیا۔ اور واپس اپنے گھروں میں گھس کر دروازے اندر سے بند کر دیئے۔

وہی بوڑھا سڑک کی طرف منہ کر کے بولا۔

"مقدس روح! ہمیں دعا دے کہ ہم اپنے وطن کو دشمنوں سے آزاد کرائیں"۔

ماریا نے مسکرا کر کہا۔

"فکر نہ کرو۔ فرانس کے بیٹے، بیدار ہیں۔ زندہ قوتوں کو غلام نہیں بنایا جا سکتا۔ فرانس ایک دن دشمن سے پاک ہو جائے گا۔ فرانس کے بیٹے ہوشیار ہیں۔ فرانس کے بیٹے اپنی زندگی کی قربانی دینا جانتے ہیں"۔

ماریا کی اس چھوٹی سی تقریر پر لوگوں نے فرانس زندہ باد! جون آف آرک زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگائے۔

اتنے میں دور سے لاریوں کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ جرمن فوج وہاں پہنچ گئی تھی۔ وہ لاریاں جرمن سپاہیوں سے بھری ہوئیں چوک میں آ کر کھڑی

www.urdurasai.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہو گئیں۔

ان میں سے جرمن سپاہی سٹین گنیں اور بندوقیں لے کر باہر کودے اور انہوں نے مکانوں کی کھڑکیوں کا نشانہ بنا کر فائرنگ شروع کر دی۔

خوش قسمتی سے لوگوں نے کھڑکیاں بند کر دی تھیں۔ سپاہی فائرنگ کر کے وہاں سے چلے گئے۔ انہیں بالکل معلوم نہ ہو سکا کہ ابھی ابھی ان کے ایک سپاہی کی لاش چوک میں پڑی تھی جسے وہاں کے لوگوں نے اٹھا کر دریا میں پھینک دیا۔

ماریا بڑے سکون سے وہاں سے نکل کر دریا کنارے والے پرانے گرجا گھر میں آ گئی۔ یہ گرجا

گھر بہت تاریخی قسم کا تھا۔ اس کی دیواروں پر بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔

دروازے کی لکڑی خراب ہو چکی تھی۔ ماریا نے دروازے کے پاس جا کر دستک دی۔ دو تین بار دستک دینے کے بعد کسی نے اندر سے کنڈی کھولی۔

ماریا نے دیکھا کہ ایک سفید بالوں والا پادری سامنے کھڑا ہے۔ ماریا کو اس کا چہرہ بڑا اچھا لگا۔ اس کے چہرے پر نرمی اور ہمدردی تھی۔

پادری نے ادھر ادھر دیکھا کہ دروازہ جس نے کھٹکھٹایا ہے، وہ کہاں ہے؟ جب اسے کوئی نظر نہ آیا تو اس نے کہا۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"کون تھا بھائی؟"۔

اب وقت تھا کہ ماریا سامنے آئے۔ اسے خیال آیا کہ گوریلوں نے کہا تھا پادری کو ہمارا نام لینا، وہ تمہیں ہمارے پاس پہنچا دے گا۔

ماریا نے کہا۔

"مقدس باپ! میں گوریلوں کے پاس جانا چاہتی ہوں"۔

پادری کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

اس نے کہا۔

"اے مقدس روح! میں تمہارا ادب کرتا ہوں اور تمہیں سلام کرتا ہوں۔ آؤ میرے ساتھ"۔

پادری آگے آگے چل پڑا۔ ماریا اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔

گرجا گھر کے ہال کمرے میں سے گزر کر پادری ماریا کو سیڑھیوں میں سے گذار کر ایک تہہ خانے کے دروازے پر لے گیا اور بولا۔

"اے مقدس روح! فرانس کے بہادر بیٹے یہاں ہیں۔ شوق سے ان سے ملو"۔

پادری چلا گیا۔ ماریا نے دروازے پر دستک دی۔

اندر سے آواز آئی۔

"جون آف آرک؟"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ماریا نے کہا۔

"ماریا"۔

اندر سے آواز آئی۔

"بالکل ٹھیک"۔

ایک دم دروازہ کھل گیا۔ ماریا اندر داخل ہو گئی۔

سارے گوریلے وہاں موجود تھے۔ انہوں نے ماریا کا بے حد شکریہ ادا کیا کہ اس کی وجہ سے جرمن حملہ آوروں کو زبردست شکست ہوئی۔

ماریا نے کہا کہ شہر میں کرفیو لگ گیا ہے۔ گوریلوں نے کہا کہ یہ ان کے لیے اچھی مثال ہے۔ اس طرح سے جرمن سپاہیوں کا شہر میں جینا حرام ہو جائے گا۔

ماریا نے کہا۔

اب تم لوگ اس نیک اور آزادی کے کام کو آگے بڑھاؤ میں تم سے جدا ہوتی ہوں۔ کیونکہ مجھے اپنے بھائیوں کی تلاش ہے۔

لیکن وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں میری جب بھی ضرورت پڑی۔ میں تمہاری مدد کے لیے تمہارے پاس موجود ہوں گی۔

اور اس کے ساتھ ہی ماریا وہاں سے باہر نکل گئی۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سنگین قلعہ

ماریا ریلوے اسٹیشن پر آ گئی۔

یہاں لوگوں کا ہجوم تھا۔ ماریا کا خیال تھا کہ شاید اس ہجوم میں اسے کہیں ناگ یا عنبر کی شکل دکھائی دے جائے۔

زیادہ لوگوں کے جمگھٹے میں وہ گھس بھی نہیں سکتی تھی۔ اس لیے کہ اسے لوگوں کے ساتھ ٹکرا جانے کا

بھی ڈر تھا۔

اس نے دیکھا پلیٹ فارم پر گاڑی کھڑی ہے۔ یہ گاڑی برلن کی طرف جا رہی تھی۔ شاید کوئی ملٹری سپیشل تھی، کیونکہ سبھی ڈبوں میں جرمن سپاہی بھرے ہوئے تھے۔

ماریا نے ڈبوں کے ساتھ ساتھ چلتے دیکھا کہ ہر ڈبے کے باہر پہرہ لگا ہے۔

معلوم ہوا کہ اندر جنگی قیدی بند ہے۔ قیدی کھڑکیوں کی سلاخوں سے باہر دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں ایک چور سا مچا۔

ماریا پرے ہٹ گئی۔ جرمن سپاہی ایک خوش شکل

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

قیدی کو پکڑے لیے چلے آ رہے تھے پیچھے پیچھے ایک جوان خوبصورت عورت روتی روتی آ رہی تھی۔ وہ بار بار کہہ رہی تھی۔

"میرا خاوند بے گناہ ہے۔ اس نے ہٹلر کے خلاف کوئی بات نہیں کی۔ اسے چھوڑ دو۔ خدا کے لیے میرا گھر برباد نہ کرو۔ مجھ پر رحم کرو۔ ابھی میری شادی کو ایک مہینہ بھی نہیں گزرا"۔

جرمن سپاہی اسے پیچھے دھکیل رہے تھے۔ ماریا کو اس خوبصورت جوڑے سے ہمدردی پیدا ہو گئی۔ وہاں جتنے لوگ کھڑے تھے، سب ہی اداس ہو گئے۔ مگر وہ بے بس تھے۔

جرمن سپاہیوں کے خلاف انگلی تک نہیں اٹھا سکتے تھے۔ سپاہیوں نے خوبصورت نوجوان قیدیوں کو ڈبے میں دھکیل کر دروازہ بند کر دیا۔

اس کی بیوی نے روتے ہوئے کہا۔

"مائیکل! اب زندگی میں کبھی تمہاری پیاری صورت دیکھنی نصیب نہ ہو گی"۔

اور وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ ماریا کا دل بھر آیا۔ وہ عورت کے پاس گئی اور اس کے کان میں ہولے سے کہا۔

کل تیرا میاں تیرے پاس آ جائے گا۔

اس نے چونک کر دیکھا کہ یہ آواز کہاں سے آئی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تھی۔ اسے اپنے ارد گرد کوئی عورت نظر نہ آئی۔ وہ ایکدم خاموش ہوگئی۔

ماریا نے اس سے زیادہ اسے کچھ نہ کہا اور سیدھی قیدیوں کے ڈبے کے پاس آ گئی۔ جرمن سپاہی رائفلیں لیے باہر پہرہ دے رہے تھے۔

اتنے میں انجن نے سیٹی دی۔ گارڈ نے جھنڈی لہرائی۔ ماریا نے دیکھا کہ قیدیوں کے ڈبے میں کھڑے ہونے کی بھی جگہ نہ تھی۔

وہ بھاگ کر گارڈ کے ڈبے میں آ گئی۔ یہاں کم از کم وہ بیٹھ سکتی تھی۔ گاڑی چل پڑی۔ گارڈ تھوڑی دور تک کھڑکی سے ہاتھ باہر نکالے جھنڈی لہراتا رہا۔ پھر

وہ بھی اندر ڈبے میں آ کر کرسی پر بیٹھ گیا اور رجسٹر میں کچھ لکھنے لگا۔

ماریا نے دیکھا کہ چھوٹے سے ڈبے میں ایک طرف بستر لگا تھا۔ ماریا گرم لمبا کوٹ پہنے ہوئے تھی۔ وہ کونے والی آرام کرسی پر بیٹھ گئی۔

وہ سوچنے لگی کہ خوبصورت نوجوان قیدی مائیکل کو ان ظالم جرمنوں کی قید سے کیسے رہائی دلائی جائے۔ اس نے مائیکل کی خوبصورت بیوی سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کا خاوند واپس لا کر دے گی اور وہ ہر حالت میں اپنا وعدہ پورا کرنا چاہتی تھی۔

گاڑی شہر کے مضافات سے نکل کر پھل دار

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

باغوں اور کھیتوں میں سے گزر رہی تھی۔

دو تین چھوٹے سٹیشن آئے۔ ٹرین وہاں پر کھڑی نہ ہوئی۔ شام ہو گئی۔ گارڈ کرسی پر سے اٹھ کر غسل خانے میں چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد باہر آیا تو اس نے سلیپنگ سوٹ پہن رکھا تھا۔ ظاہر ہے وہ سونے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ ماریا نے سوچا کہ وہ آرام کرسی پر ہی لیٹ کر رات گذار دے گی۔

رات پڑ گئی۔ جنگ کی وجہ سے ارد گرد دیہات میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ ایک چھوٹا سا شہر آیا۔ وہاں بھی بلیک آؤٹ تھا۔

گاڑی ذرا کی ذرا رکی اور پھر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔ ساری رات گاڑی چلتی رہی اور ماریا سوتی رہی۔

صبح اس کی آنکھ کھلی تو اس نے کھڑکی کی جانب دیکھا۔ دن کی روشنی پھیل رہی تھی گاڑی کھڑکی کے پاس میز کے آگے بیٹھا کتاب کھولے پڑھ رہا تھا۔

خدا کا شکر رہا کہ گارڈ اس کرسی کی جانب نہیں آیا جس پر ماریا سو رہی تھی۔ لیکن اب ایک عجیب اتفاق ہو گیا۔

ماریا منہ ہاتھ دھونے غسل خانے میں گئی؟

اس نے نلکا کھولا تو اس کی تیز آواز گارڈ تک بھی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پہنچ گئی۔ وہ پریشان سا ہو کر غسل خانے میں آ گیا۔ بڑا حیران ہوا کہ نلکہ اپنے آپ کیوں کر کھل گیا تھا؟۔

جلدی سے اسے بند کیا اور باہر جا کر بیٹھ گیا۔

ماریا نے تھوڑا سا نلکہ کھول کر منہ ہاتھ دھونا شروع کر دیا۔ پانی گرنے کی آواز سن کر گارڈ ایک بار پھر اندر آ گیا۔

ماریا نے جلدی سے نلکہ بند کر دیا گارڈ چکر کھا گیا کہ ابھی تو نلکہ کھلا تھا پھر اپنے آپ کیسے بند ہو گیا؟۔

سر کھجاتا وہ واپس کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔

نیا سٹیشن آ رہا تھا۔ شاید یہاں پر گاڑی کو رکنا تھا۔

گارڈ نے جھنڈی اٹھائی اور کھڑکی میں سے باہر دیکھنے لگا۔

گاڑی کی رفتار ہلکی ہو رہی تھی۔ ماریا منہ ہاتھ دھو کر باہر سنوار کر باہر آرام کرسی پر بیٹھ گئی۔ سٹیشن آ گیا۔ گاڑی پلیٹ فارم پر رک گئی۔

گارڈ نیچے اتر گیا۔ ماریا کو بھوک لگ رہی تھی۔ وہ بھی پلیٹ فارم پر آ گئی۔ ایک جگہ کاؤنٹر پر چینی کی تھالیوں میں سینڈوچز لگے ہوئے تھے۔

ماریا نے ہاتھ بڑھا کر بہت سے سینڈوچز اٹھا لئے اور بڑے مزے سے کھانے لگی۔ انجن نے سیٹی دی۔

ماریا گارڈ والے ڈبے میں آ کر بیٹھ گئی۔ گاڑی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

چھک چھک کر کے چل پڑی۔ گارڈ بھی لپک کر سوار ہو گیا۔

وہ دور تک جھنڈی لہراتا رہا۔ اتنے میں ایک بیرا ساتھ والے ڈبے سے نکل کر چائے اور سینڈوچز کا ٹرے لے کر اندر آ گیا۔

یہ گارڈ کا ناشتہ تھا۔ بیرا چلا گیا۔ گارڈ بڑے آرام سے ناشتہ کرنے لگا۔ ماریا سینڈوچز روکھے کھا رہی تھی۔ اسے پانی کے بغیر کھانے سے ایک دم سے ہچکی لگ گئی۔

ہچکی کی آواز سن کر گارڈ چونک گیا۔ کان لگا کر سننے لگا۔ پہلے تو سمجھا شاید ڈبے کا کوئی پیچ ڈھیلا ہے۔ اس

کی آواز آ رہی ہو گی۔

پھر جو سنا تو دیکھا کہ ایک ہی وقفے کے بعد اوک اوک کی آواز آ رہی ہے۔ یہ آواز صاف طور پر پہچانی جاتی تھی کہ ہچکی کی آواز ہے۔

جسے کوئی منہ پر ہاتھ رکھ کر چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ماریا نے بہتیرا منہ میں کپڑا رکھا مگر ہچکی بند نہ ہوئی۔

وہ بھاگ کر غسل خانے میں گئی اور پانی کے دو تین گھونٹ پی گئی۔ ہچکی تو رک گئی مگر اس کی کہنی لگنے سے صابن دانی فرش پر گر پڑی۔

گارڈ ناشتہ کرتے کرتے ڈر گیا۔ کل سے عجیب و

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

غریب واقعات ہو رہے تھے۔ اسے خیال آیا کہ شاید اس کے ڈبے میں کوئی بھوت سوار ہے۔

اس نے آہستہ سے کہا۔

"مسٹر بھوت! کیا تم میرے ساتھ سفر کر رہے ہو؟"۔

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ میز کے پاس آئی۔ گرم گرم چائے کی پیالی ٹرے میں تیار پڑی تھی۔ ماریا نے پیالی اٹھائی اور اسے آرام سے پینے لگی۔ شڑک شڑک کی آواز پر گارڈ کے کان کھڑے ہو گئے۔

ساتھ ہی اس نے دیکھا کہ ٹرے میں سے چائے کی پیالی غائب ہے۔

اب تو اس کے ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو گئے۔ خوف سے پسینہ آ گیا۔ ماریا کو خطرہ ہوا کہ اگر گارڈ کو کچھ ہو گیا تو یہ گاڑی اپنی منزل پر نہ پہنچ سکے گی۔

اس نے چائے کی پیالی جلدی سے واپس ٹرے میں رکھ دی مگر وہ آدھی خالی ہو چکی تھی۔

گارڈ نے جو چائے کی پیالی کو واپس آتے دیکھا تو اس سے بھی اس کی جان ہوا ہو گئی۔

سمجھ گیا کہ ڈبے میں بھوت آ گیا ہے۔ کوئی بڑا شہر آ رہا تھا۔ کارخانوں کی چمنیوں سے دھواں نکل رہا تھا۔ اور یہاں وہاں اونچی اونچی بلڈنگیں نظر آنے لگی تھیں۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

گارڈ نے جھنڈی اٹھا کر ہاتھ باہر نکالا اور کھڑکی کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔

ٹرین آہستہ آہستہ ایک بہت بڑے ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم میں داخل ہونے لگی۔ یہاں فوجی اپنا سامان کندھوں پر اٹھائے تیار کھڑے تھے۔ گاڑی رک گئی۔

ماریا پلیٹ فارم پر اتر آئی۔ وہ ہر سٹیشن پر اتر کر قیدیوں کے ڈبے کو جا کر دیکھ آئی تھی کہ انہیں اتار تو نہیں لیا گیا۔

اس دفعہ جو وہ قیدیوں کے ڈبے کے پاس پہنچی تو کیا دیکھتی ہے کہ قیدیوں کو ڈبے میں سے اتارا جا رہا

ہے۔

ماریا ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ قیدی ایک ایک کر کے ڈبے سے اتر رہے تھے۔ ان کے دونوں بازو ان کی کمر کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔

اس خیال سے کہ کہیں وہ بھاگ نہ جائیں۔ جرمن سپاہی بندوقیں لیے ان کے اردگرد پہرہ دے رہے تھے۔

قیدی ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔

لوگ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ جب سارے قیدی پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے تو ریلوے کے سب سے بڑے افسر نے آ کر ان کی فہرست جرمن آفیسر کو دی

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdufanz.com

اور چلا گیا۔

سامنے چار ٹرک کھڑے تھے۔ وہ پیچھے سے ترپال سے بند کر دیے گئے تھے۔ قیدیوں کو ان ٹرکوں میں بھیڑ بکریوں کی طرح ٹھونس دیا گیا۔

ماریا بھی جلدی سے آگے بڑھی اور ایک ٹرک پر چڑھ کر اس کی ایک خالی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر تک وہ چپ چاپ بیٹھی رہی۔

گاڑی میں ایک سو قیدی سوار ہو سکتے تھے، لیکن اس میں پندرہ بیس قیدی سوار تھے۔ خوش قسمتی سے اسی بس میں مائیکل بھی سوار تھا۔

ماریا نے محسوس کیا کہ مائیکل سارے قیدیوں سے

زیادہ سنجیدہ اور خوش شکل تھا۔ وہ کسی سے بات نہیں کر رہا تھا۔

بس خاموش بیٹھا کھڑکی میں سے اداس نظروں سے باہر دیکھ رہا تھا۔ ٹرک چل پڑے۔ شہر سے باہر نکل کر سڑک خراب آگئی اور ہچکولے لگنے لگے۔ گرد بھی کافی اڑنے لگی تھی۔

کوئی گھنٹہ دو گھنٹہ چلنے کے بعد ٹرک ایک قلعہ نما عمارت کے سامنے جا کر رک گئے۔ قیدیوں کو نیچے اترنے کے لیے کہا گیا۔

سارے قیدی ٹرکوں سے نکل کر چار قطاروں میں کھڑے ہو گئے۔ جرمن سپاہی انہیں رائفل کے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دستوں سے ٹھوکے دیتے ہوئے ایک طرف لے کر چل دیئے۔

ماریا مائیکل والی قطار کے ساتھ ساتھ چل دی۔

اس قطار میں کوئی پندرہ بیس قیدی تھے۔ ان سبھوں کو قلعے کی دوسری منزل میں لے جا کر چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیوں میں بند کر دیا گیا۔

جس کی کوٹھڑی میں مائیکل کو بند کیا گیا، یہ بہت چھوٹی سی تھی۔ اندر ایک بنچ تھا اور اس پر گھاس پھونس بچھی تھی۔

مائیکل اس پر لیٹ گیا۔ اور ماتھے پر بانہہ رکھ کر شاید اپنی نو بیاہتا خوبصورت بیوی کے خیال میں کھو

گیا۔

ماریا کوٹھڑی سے باہر تھی۔

وہ اس خیال سے اندر نہیں آئی تھی کہ کہیں باہر نکلنا مشکل نہ ہو جائے۔ ابھی وہ باہر رہ کر اس قیدی کے قلعے کا جائزہ لینا چاہتی تھی اور معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہاں سے مائیکل کو کس طرح باہر نکالا جا سکتا ہے۔

مائیکل کی کوٹھڑی کے باہر بہت مضبوط تالا پڑا تھا۔ ایک جرمن فوجی سٹین گن لیے تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہاں سے پہرہ دیتا ہوا گذر جاتا تھا۔

لوہے کے دروازے کے اوپر ایک چھوٹی سی طاقچی تھی جس کے ساتھ منہ لگا کر پہرے دار یہ دیکھ سکتا تھا

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

کہ اندر قیدی کیا کر رہا ہے۔

ماریا نے منہ لگا کر دیکھا۔ مائیکل لیٹا ہوا تھا۔ ماریا نے ادھر ادھر گھوم پھر کر دیکھا کہ یہ قلعہ بہت ہی مضبوط تھا۔

جگہ جگہ لوہے کے دروازے لگے تھے۔ اور ہر دروازے پر کوئی نہ کوئی فوجی پہرہ دے رہا تھا۔

ماریا نے سوچا کہ سب سے پہلے مائیکل کو تسلی دینی چاہیے کہ وہ فکر نہ کرے۔ وہ اس کی کوٹھڑی کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔

اس نے منہ لگا کر اندر دیکھا ہی تھا۔ کہ گشت کرنے والا پہرے دار آ گیا۔ ماریا پرے ہٹ گئی۔

پہرے دار نے اسی کھڑکی سے منہ لگا کر اندر دیکھا اور پھر آگے نکل گیا۔ کہ گشت کرنے والا پہرے دار آ گیا۔

ماریا پرے ہٹ گئی۔ پہرے دار نے اسی کھڑکی سے منہ لگا کر اندر دیکھا اور پھر آگے نکل گیا۔ ماریا نے کھڑکی کے ساتھ منہ لگا کر مائیکل کو دیکھا۔

وہ اسی طرح لیٹا ہوا تھا۔ اس نے سوچا کہ اسے آواز دے۔ کہیں وہ ڈر نہ جائے۔ لیکن وہ اس سے بات کیے بغیر اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتی تھی۔ آخر اس نے مائیکل سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

مائیکل!۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ماریا نے بڑی نرمی سے اسے آواز دی۔

آواز سن کر مائیکل نے چہرے پر سے بازو ہٹایا اور کچھ دیر حیرانی سے چھت کو گھورتا رہا کہ یہ آواز تھی یا اس کا وہم تھا۔ کیونکہ وہاں اسے کسی عورت کی آواز بھلا کہاں سے آ سکتی تھی۔

"مائیکل!"۔

ماریا نے دوسری بار آواز دی تو مائیکل ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا۔

ماریا نے کہا۔

"کھڑکی کے پاس آؤ"۔

وہ کھڑکی کے پاس آ گیا مگر وہاں کوئی بھی نظر نہ

آیا۔ وہ کچھ ڈر سا گیا۔ ماریا نے جلدی سے کہا۔

مائیکل! گھبرانا نہیں۔ تم صرف میری آواز سن سکو گے۔ میری شکل نہ دیکھ سکو گے۔ کوئی بھی میری شکل نہیں دیکھ سکتا۔

میں ایک عورت ہوں۔ روح نہیں ہوں۔ بھوت نہیں ہوں۔ میں نے اپنے اوپر ایسا جادو کر رکھا ہے کہ کسی کو دکھائی نہیں دے سکتی۔

بہر حال میں تمہاری مدد کرنے آئی ہوں۔ میں نے تمہاری بیوی کو بھی تمہارے بارے میں تسلی دے دی تھی کہ میں اس کے خاوند کو رہا کرا لاؤں گی۔

مائیکل کے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔ وہ ہکلاتے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہوئے بولا۔

"مگر۔۔۔ مگر تم۔۔۔ تم کون ہو؟"۔

ماریا نے کہا۔

"پھر وہی بات؟ یہ وقت اس قسم کے سوالوں کا نہیں ہے۔ میں کون ہوں؟ تمہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔ تو یہی سمجھو کہ میں تمہاری مدد کرنے آئی ہوں"۔

میں اپنے کام جا رہی تھی کہ پیرس کے ریلوے سٹیشن پر میں نے تمہاری بیوی کے رونے کی آواز سنی اور اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ تمہیں ان ظالم جرمنوں کی قید سے ضرور آزاد کراؤں گی۔

میں نے اسی جگہ تمہاری بیوی کے کان میں کہہ دیا تھا کہ فکر نہ کرو۔ میں تمہارے خاوند کو چھڑا لاؤں گی۔

مائیکل نے ماتھے کا پسینہ پونچھ کر کہا۔

"بہن! تمہاری ہمدردی کا بہت بہت شکریہ! لیکن تمہارا۔۔۔ تمہارا نام۔۔۔"

ماریا نے کہا۔

"تم مجھے ماریا کہہ سکتے ہو۔ تم فکر نہ کرنا میں اسی قلعے میں ہوں۔ جونہی موقع ملا۔ تمہارے پاس آؤں گی اور پھر یہاں سے نکال کر لے جاؤں گی"۔

مائیکل نے کہا۔

"لیکن ماریا بہن! یہ قلعہ بہت سنگین ہے۔ یہاں

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusala.com

سے آج تک کوئی قیدی باہر نہیں جا سکا"۔

"تم نا امید کیوں ہوتے ہو؟"۔

اتنے میں پہرے دار کے قدموں کی آواز سنائی دی۔

وہ گشت کرتا چلا آ رہا تھا۔ ماریا نے سرگوشی میں کہا۔

"پہرے دار آ رہا ہے واپس اپنی جگہ پر چلے جاؤ"۔

مائیکل جلدی سے اپنے بنچ پر جا کر لیٹ گیا اور ہاتھ منہ پر کر لیا۔

ماریا بھی پرے ہٹ گئی پہریدار نے قریب آ کر

کھڑکی میں سے اندر جھانک کر دیکھا۔

قیدی اسی طرح بنچ پر لیٹا سو رہا تھا۔

وہ مطمئن ہو کر آگے نکل گیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

میں بھوت ہوں

شام ہو گئی۔

اس عرصے میں کسی نے بھی مائیکل کی کوٹھڑی کو نہ کھولا۔

ماریا کو اندر جانے کا موقع نہ مل سکا۔ ماریا دوسری منزل کی سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گئی۔ یہاں بھی کوٹھڑیوں میں قیدی بند تھے۔

اسے باہر صحن میں فوجی بوٹوں اور انسانوں کے آہستہ آہستہ سسکیاں لینے کی آواز سنائی دی۔ ماریا جلدی سے صحن والے دروازے میں آ گئی۔

کیا دیکھتی ہے کہ پانچ جرمن سپاہی رائفلیں اٹھائے چار قیدیوں کو گھسیٹے لیے جا رہے ہیں۔

قیدی سسکیاں بھر رہے ہیں۔ اور رو رو کر جان بخشی کی التجائیں کر رہے ہیں۔ لیکن جرمن فوجی انہیں ٹھڈے مار مار کر آگے لیے جا رہے ہیں۔

آخر انہوں نے چاروں قیدیوں کو دیوار کے ساتھ لے جا کر باندھ دیا اور خود کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ماریا سمجھ گئی کہ ان قیدیوں کو گولی سے اڑایا جانے والا ہے۔ ماریا پریشان ہو گئی کہ ان بے چاروں کو اس بے رحم موت کے منہ سے کیسے بچایا جائے۔

اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اتنے میں ایک جرمن کپتان آ گیا۔ اس کے آتے ہی فوجی اٹن شن ہو کر کھڑے ہو گئے۔ کپتان کے چہرے پر رعونت تھی۔

اس نے نفرت سے قیدیوں کو دیکھا اور کہا۔

"نشانہ باندھو!"

پانچوں جرمن فوجیوں نے قیدیوں کے سینے کا نشانہ باندھ لیا۔

ان کی موت کا حکم دیا ہی جانے والا تھا۔ ایک دم

سے ماریا کے دل میں ایک خیال آیا۔ اس نے ایک جرمن سپاہی کو دھکا دے کر اس کی رائفل چھین لی۔ اور زمین پر لیٹتے ہی فائرنگ شروع کر دی۔

سب سے پہلے اس نے کپتان کو ڈھیر کر دیا۔ پھر باری باری گولیاں چلا کر پانچوں جرمنوں کو ختم کر دیا۔ قیدی حیران و پریشان ہو کر یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔

ماریا لپک کر ان قیدیوں کے پاس گئی۔ ان کو جلدی جلدی کھولا اور کہا۔

"دیوار پھاند کر بھاگ جاؤ"۔

قیدی کچھ بھی نہ سمجھ سکے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ انہوں

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

نے دیوار پھاندی اور دوسری طرف کھائی میں جا گرے۔

وہاں سے اٹھے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

گولیوں کی آواز سن کر سارے جرمن ہوشیار ہو گئے تھے۔

وہ بندوقیں لے کر بھاگے۔ دیکھا کہ صحن میں ان کے افسر اور ساتھی سپاہیوں کی لاشیں پڑی ہیں۔ صحن کی دیوار پر چڑھ کر دیکھا کہ قیدی بھاگے جا رہے ہیں۔

وہ گولیاں چلانے ہی والے تھے کہ ماریا نے انہیں بھی دوسری دنیا میں پہنچا دیا۔

قیدی روپوش ہو گئے۔

ماریا اوپر والی منزل پر آ گئی۔ یہاں گشت کرنے والا سپاہی بھی نیچے جا چکا تھا۔ ماریا نے کھڑکی کے ساتھ منہ لگا کر دیکھا۔

مائیکل حیران کھڑا تھا۔ ماریا نے کہا۔

"مائیکل؟"۔

"ماریا! بہن! یہ گولیاں کہاں چل رہی تھیں؟"۔

ماریا نے کہا۔

"ظالم جرمن کچھ بے گناہ قیدیوں کو گولی سے اڑانے والے تھے۔ میں نے انہیں بچا لیا۔ وہ فرار ہو گئے ہیں"۔

"لیکن یہ گولیوں کی آوازیں کیسی تھیں؟"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"میں نے فائرنگ سکواڈ کو ختم کر دیا"۔

مائیکل تعجب سے جدھر سے آواز آ رہی تھی ادھر تکنے لگا۔ پھر مسکرا کر بولا۔

ماریا بہن! تم نے وہ کام کیا ہے جو اس وقت بڑے سے بڑا گوریلا بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ لوگ غریب کسان تھے۔

جنہیں جرمن پکڑ کر لے آئے تھے اور اب جاسوسی کے الزام میں انہیں موت کی سزا دینے والے تھے۔ شاید کل تک مجھے بھی یہ لوگ گولی سے اڑا دیں۔

ماریا نے ہنس کر کہا۔

"ایسا یہ لوگ کبھی نہ کر سکیں گے۔ تم فکر نہ کرو۔

میں نے تمہاری خوبصورت بیوی سے وعدہ کیا ہے کہ میں اس کا خاوند صحیح وسالم اسے واپس کروں گی"۔

مائیکل آہ بھر کر بولا۔

"امید تو نہیں کہ اس سنگدل قلعے سے جان بچا کر نکل سکوں۔ لیکن خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں"۔

"گھبراؤ نہیں۔ خدا کی رحمت تمہارے ساتھ ہے"۔

اتنے میں پہرے دار پھر آ گیا۔ اس بار وہ تیز تیز بھاگا آ رہا تھا۔ اس نے آتے ہی دروازے پر ایک اور تالا لگا دیا اور باہر رائفل کندھے پر رکھ کر اٹن شن

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کھڑا ہو گیا۔

چھت پر چھوٹا سا بلب روشن تھا اس کی کمزور سی روشنی میں ماریا ذرا پرے دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی تھی اور سوچ رہی تھی کہ کیا طریقہ اختیار کرے کہ مائیکل کو موت کی کوٹھڑی سے نکالا جائے۔

اتفاق ایسا ہوا کہ اندر سے مائیکل نے کھڑکی کے پاس منہ لا کر پہرے دار سے کہا۔

"مجھے پیاس لگی ہے"۔

پہرے دار نے نفرت سے منہ بنا کر کڑک کر کہا۔

"پانی پی کر کیا کرو گے۔ ابھی پچھلے پہر تمہیں گولی سے اڑا دیا جائے گا"۔

مائیکل کی روح کانپ گئی۔ ماریا کا دل بھی زور سے دھڑکا۔ اس کا اندیشہ درست نکلا۔ یہ لوگ مائیکل کو پھانسی دینے والے تھے۔

اس نے جلدی جلدی سوچنا شروع کر دیا۔ آدھی رات گزر رہی تھی۔ کوئی دو تین گھنٹے بعد مائیکل کو گولی سے اڑا دیا جانے والا تھا۔

ماریا ٹہلنے لگی۔ اس کے قدموں کی آواز سن کر پہرے دار چونکا۔ جدھر سے آواز آ رہی تھی۔ اس نے ادھر رائفل تان دی۔

"ہالٹ!"۔

ماریا رک گئی۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پہرے دار نے قریب آ کر دیکھا۔ ماریا پرے ہو گئی۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ ماریا چپ چاپ کھڑی رہی۔

مگر یہ وقت چپ چاپ کھڑے رہنے کا نہیں تھا۔ کچھ کرنے کا تھا۔ کوٹھڑی کی چابیاں پہرے دار کی پیٹی کے ساتھ لٹک رہی تھیں۔

بڑا سنہری موقع تھا۔ اس سے زیادہ اچھا موقع شاید اسے پھر نہ مل سکے۔

ماریا نے حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے پہرے دار کے عقب میں آ گئی۔ اس نے عقب میں آتے ہی پہرے دار کی گردن پر زور سے مکا رسید

کر دیا۔

پہرے دار گرتے گرتے بچا۔ وہ غصے سے پیچھے مڑا۔ پیچھے کوئی بھی نہیں تھا۔ ماریا نے سوچا کہ اسے زیادہ وقت نہیں دینا چاہیے اگر اس نے گولی چلا دی تو سارے سپاہی یہاں آ جائیں گے۔ اور پھر شاید وہ مائیکل کو موت کے بے رحم پنجے سے نہ بچا سکے۔

اس نے پیچھے آ کر پوری طاقت سے پہرے دار کی پیٹھ پر لات ماری۔ وہ منہ کے بل گرا۔ رائفل دور جا پڑی۔

ماریا نے رائفل اٹھائی اور پہرے دار کے سر پر اس کا دستہ مارا۔ پہرے دار بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

www.urduresala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ماریا نے اس کی پیٹی سے چابی نکال کر تالا کھول دیا اور اندر مائیکل کے پاس چلی گئی۔ مائیکل بھی کھڑکی کے ساتھ لگا یہ سارا کھیل دیکھ رہا تھا۔

اگرچہ اسے مارنے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ ماریا نے کہا۔

"مائیکل جلدی کرو۔ اس جرمن سپاہی کو اندر کھینچ کر اس کی وردی خود پہن لو۔ اور اسے اپنے کپڑے پہنا دو جلدی کرو۔ وقت گزرتا جا رہا ہے"۔

مائیکل نے جرمن سپاہی کے بے ہوش جسم کو کوٹھڑی میں کھینچ لیا۔ جلدی جلدی اس کے کپڑے اتار کر خود پہنے اور اپنے کپڑے اسے پہنا دیئے۔

"اسے اپنے بنچ پر اسی طرح لٹا دو جس طرح تم لیٹے ہوئے تھے"۔

مائیکل نے بے ہوش سپاہی کو بنچ پر لٹا کر اس کا ایک ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا۔ ماریا نے مائیکل کو دیکھا۔

"یہ رائفل بھی اٹھا لو اور بالکل جرمن سپاہی بن کر یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش کرو"۔

میں تمہارے آگے آگے جا رہی ہوں۔

مائیکل بالکل جرمن سپاہی لگ رہا تھا۔ اس نے سر پر لوہے کا ہیٹ پہن رکھا تھا۔

اس کی شکل آدھی چھپ گئی تھی۔ وہ سیڑھیاں اتر

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کر نچلی منزل پر آ گیا۔ یہاں لوہے کا دروازہ بند تھا۔ اور ایک سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ اس نے ایک جرمن سپاہی کو قریب آتے دیکھا تو جرمن زبان میں پوچھا۔

"کیا تم باہر جاؤ گے؟"۔

مائیکل کو جرمن زبان بالکل نہیں آتی تھی۔ اس نے یونہی سر ہلا دیا۔ جرمن پہرے دار نے دروازہ کھول دیا۔

مائیکل گذر کر آگے چلا گیا۔ ماریا آگے آگے جا رہی تھی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد پھر لوہے کا دروازہ آ گیا۔

مگر یہ دروازہ کھلا تھا۔ ایک سپاہی یہاں بھی پہرہ

دے رہا تھا۔ مگر جب اس نے اپنے ایسے ایک جرمن سپاہی کو آتے دیکھا تو کوئی اعتراض نہ کیا اور چپکے سے اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔

جب مائیکل قریب سے گذرا تو اس نے ہاتھ اٹھا کر ہیل ہٹلر کہا۔ مائیکل نے بھی ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"ہیل ہٹلر"۔

اب آگے میدان صاف تھا۔ ماریا نے قریب آ کر کہا۔

"آگے صرف صحن کا بڑا دروازہ ہے۔ وہاں پہرہ لگا ہے۔ تم چپکے سے نکل جانا۔ کسی سے بات نہ کرنا"۔

"ٹھیک ہے"۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

مائیکل جرمن فوجی کی وردی میں قلعے کی ڈیوڑھی میں آ گیا۔ یہاں دو چار جرمن سپاہی بیٹھے اونگھ رہے تھے۔

انہوں نے ایک جرمن سپاہی کو باہر جاتے دیکھا تو کچھ نہ کہا۔ انہوں نے سوچا کہ شاید باہر کسی کام سے جا رہا ہے۔ مائیکل اور ماریا باہر آ گئے۔

سامنے ایک چھپر کے نیچے چھ سات ٹرک اور ویگنیں کھڑی تھیں۔

ماریا نے کہا۔

"یہاں سے ایک ویگن لیں گے اور فرار ہو جائیں گے۔ تم گاڑی چلا لیتے ہو ناں؟"۔

"ہاں"۔

"تو پھر آگے چلو"۔

مائیکل چھپر کے نیچے آ کر ایک ویگن کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

وہ گاڑی سٹارٹ کرنے والا تھا ایک جرمن فوجی نے جو وہاں پہرہ دے رہا تھا، پستول کی نالی اس کے ماتھے پر رکھ کر کہا۔

"اپنا پاس دکھاؤ"۔

پہلے تو مائیکل ہنسا جیسے یہ ظاہر کر رہا ہو کہ بھائی میں بھی تمہاری طرح ایک جرمن سپاہی ہوں۔ لیکن چونکہ وہ جرمن زبان نہیں جانتا تھا۔

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusala.com

اس لیے منہ سے کچھ نہ بولا۔ پہرے دار کو اور زیادہ شک ہو گیا۔ اس نے کڑک کر کہا۔

"پاس بک دکھاؤ نہیں تو گولی چلا دوں گا"۔

اب مائیکل پریشان ہو گیا۔ وہ ماریا کی مدد کا انتظار کرنے لگا۔ ماریا یہ سارا تماشہ بے تابی سے تک رہی تھی۔

اس نے کہا۔

"پاس بک میرے پاس ہے"۔

جرمن پہرے دار نے چونک کر ویگن کے اندر دیکھا۔

"کون عورت ہے یہ؟"۔

مائیکل نے سر ہلا دیا جیسے کہہ رہا ہو کہ اندر تو کوئی عورت نہیں ہے۔

جرمن نے اندر سر ڈال کر دیکھا۔ اندر کوئی بھی نہیں تھا۔

"یہ آواز کسی عورت کی تھی؟ پاس بک کدھر ہے۔ تم فرانسیسی جاسوس ہو۔ باہر نکل آؤ۔ نہیں تو گولی چلا دوں گا"۔

ماریا نے کہا۔

"یہ دیکھو پاس بک! ذرا پیچھے آ کر دیکھو"۔

جرمن ہڑبڑا کر پیچھے ہٹا۔ ماریا نے ایک لات مار کر اسے گرایا اور پستول چھین کر اس کی کنپٹی پر رکھ کر

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کہا۔

"میں اس قلعے کا بھوت ہوں۔ اگر تم نے ذرا بھی شور مچایا تو میں تمہیں زندہ کھا جاؤں گی بھاگ جاؤ۔ اپنی جان عزیز ہے تو یہاں سے بھاگ جاؤ"۔

اصل میں ماریا پستول چلا کر نہیں چاہتی تھی کہ جرمن سپاہی خبردار ہو جائیں اور مائیکل کا پیچھا کرنا شروع کر دیں۔

جرمن تو مارے خوف کے تھر تھر کانپنے لگا۔ کیونکہ اسے دکھائی کوئی عورت نہیں دے رہی تھی مگر پستول کی نالی کسی ہاتھ نے اس کی کنپٹی سے لگا رکھی تھی۔

ماریا نے اس کے ماتھے پر نالی کا دباؤ ڈالا اور کہا۔

"خبردار! اگر تم نے آواز نکالی"۔

اس کے ساتھ ہی وہ مائیکل کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور بولی۔

"جلدی سے یہاں سے بھاگ چلو"۔

مائیکل نے ویگن سٹارٹ کر دی اور رات کے اندھیرے میں شہر کو جانے والی کچی سڑک پر ہو گیا۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

گولی سے اڑادو

شہر میں داخل ہونے سے پہلے ماریا نے مائیکل سے کہا کہ وہ ویگن کو اسی جگہ چھوڑ دے۔ مائیکل جرمن فوجی کی وردی میں تھا۔

ماریا کو معلوم تھا کہ تھوڑی دیر بعد جرمن سپاہی مائیکل کی تلاش میں شہر میں چھاپے مار رہے ہوں گے۔

مائیکل کو ابھی پیرس اس کی خوبصورت بیوی کے پاس پہنچانا تھا۔ مائیکل نے اگرچہ ماریا سے کہا کہ وہ اکیلا ہی پیرس چلا جائے گا مگر ماریا کو معلوم تھا کہ پیرس تک پہنچنے میں مائیک کو ہزار ہا خطروں میں سے گذرنا پڑے گا۔

"مائیکل! میں تمہارے ساتھ ہوں گی تو تمہیں بڑی آسانی رہے گی۔ میں مشکل وقت میں تمہاری مدد کرسکوں گی۔ اس لیے میرا تمہارے ساتھ ہونا بہت ضروری ہے۔"

شہر میں آ کر وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھے اور اسے شہر کے دوسرے کنارے پر جانے کو کہا۔ اس جگہ ایک

www.urdurasala.com
www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پرانی خانقاہ بنی ہوئی تھی۔

مائیکل ایک باریہاں آیا تھا۔ اب یہ خانقاہ جنگ کی وجہ سے ویران ہو چکی تھی، ابھی انہوں نے ویران خانقاہ میں قدم ہی رکھا تھا کہ ہوائی حملے کا سائرن چیخ اٹھا پھر اتحادیوں کے جہاز آئے اور انہوں نے شہر کے کارخانوں پر بمباری شروع کر دی۔

بم کے دھماکوں کی دھمک خانقاہ تک آ رہی تھی اور دیواریں ہل رہی تھیں۔

ماریا نے کہا۔

"خانقاہ سے باہر آ جاؤ۔ کہیں اس کی دیواریں نہ گر پڑیں۔"

مائیکل ماریا کو لے کر خانقاہ سے باہر آ کر جھاڑیوں کی اوٹ میں ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد جہاز بمباری کر کے واپس چلے گئے۔

ماریا نے مائیکل سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں جرمن فوجی کی وردی تبدیل کر دینی چاہیے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے، کسی جگہ کوئی افسر تم سے تمہارا شناختی کارڈ پوچھ بیٹھے۔"

مائیکل نے کہا۔

"لیکن دوسری صورت میں بھی گرفتار ہونے کا خطرہ ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن اگر تم مزدور یا کسان کا لباس

www.urdusaga.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بدل لو گے تو تم پر کم ہی شک کیا جائے گا۔ اور پھر تمہاری حفاظت کے لیے میں جو تمہارے ساتھ ہوں"۔

مائیکل نے کہا۔

"میرا خیال ہے۔ اگر میں پادری کا لباس پہن لوں تو کسی کو مجھ پر شک نہیں ہوگا۔"

"لیکن پادری کا لباس ملے گا کہاں سے؟"

ماریا بولی۔

"اس کا میں انتظام کروں گی۔ میں شہر جاتی ہوں۔ کسی نہ کسی گرجا گھر سے تمہارے لیے ایک جوڑا پادری کے لباس کا لے آؤں گی اور یہ بھی پتہ کرتی

آؤں گی کہ یہاں سے پیرس کو گاڑی کس وقت روانہ ہوتی ہے"۔

دوپہر کا کھانا انہوں نے خانقاہ میں ہی بیٹھ کر کھایا۔ اس کے بعد ماریا نے مائیکل کو تاکید کی وہ کسی حالت میں بھی خانقاہ سے باہر نہ نکلے اور شہر کی طرف روانہ ہوگئی۔

یہ شہر کافی بڑا تھا۔ لیکن جنگ نے اس کی رونق چھین لی تھی۔ کارخانے بند پڑے تھے۔ صرف وہ کارخانے چل رہے تھے جہاں فوجی ساز و سامان تیار ہوتا تھا۔

بازاروں میں بھی آدھی سے زیادہ دکانیں بند

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusala.com

پڑی تھیں۔ ماریا نے دور سے ایک گرجا گھر دیکھا اور وہاں آ گئی۔

گرجا گھر کے پیچھے رہائشی کوارٹر تھے۔ یہاں پادری صاحبان رہتے تھے۔ ماریا ایک کوارٹر میں داخل ہو گئی۔

ایک کھونٹی پر پادری کا لمبا چغہ لٹکا ہوا تھا۔ ماریا نے چغہ اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھا اور باہر سڑک پر آ گئی۔ یہاں سے وہ ایک ریل کار میں سوار ہو کر سیدھی ریلوے سٹیشن پہنچی۔

یہاں سے ایک جگہ اس نے لکھا ہوا پڑھا کہ پیرس جانے والی گاڑی آدھی رات کو ایک بجے چھوٹتی ہے۔

وہ واپس خانقاہ میں آ گئی۔

وہ ایک ہوٹل سے رات کا کھانا بھی اٹھا کر لیتی آئی تھی۔ اس نے مائیکل کو چغہ پہنایا اور بتایا کہ پیرس جانے والی گاڑی آدھی رات کو جاتی ہے۔

"ٹھیک ہے ہم آج رات ہی یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ لیکن میرے پاس ٹکٹ کے لیے پیسے نہیں ہیں"۔

"پھر کیا ہوا۔ میں اس کا بھی بندوبست کر دوں گی۔ تم میرے ساتھ رہنا"۔

رات جب آدھی گذر گئی تو ماریا مائیکل کو ساتھ لے کر خانقاہ سے نکلی اور ریلوے اسٹیشن کی طرف روانہ

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہو گئی۔

انہیں سڑک پر ہی ایک ریل کار مل گئی۔ اس ریل کار نے دونوں کو ریلوے سٹیشن تک پہنچا دیا۔ یہاں پیرس جانے والی گاڑی بالکل تیار کھڑی تھی۔ ماریا سیدھی ٹکٹ والی کھڑکی کے اندر چلی گئی۔

یہاں اس نے پیرس جانے کی ایک فسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں آ گیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ تھی۔ ڈبے میں ایک جرمن اعلیٰ فوجی افسر بھی سفر کر رہا تھا۔

مائیکل گھبرا کر باہر نکلنے ہی لگا تھا کہ گاڑی نے وسل دی اور چل پڑی۔ جرمن افسر نے مائیکل کو غور سے دیکھا اور جرمنی زبان میں پوچھا کہ وہ باہر کیوں جا

رہا ہے۔

اگر اس کے پاس فسٹ کلاس کی ٹکٹ ہے تو اسی ڈبے میں سفر کر سکتا ہے۔ مائیکل نے سر ہلا کر کہا۔

”میں فرانسیسی پادری ہوں۔ جرمن زبان نہیں جانتا“۔

جرمن افسر مسکرایا۔

کوئی بات نہیں فادر! میں تم سے فرانسیسی میں ہی بات کروں گا۔ میں تھوڑی فرانسیسی جانتا ہوں۔

ریل چلی جا رہی تھی۔ جرمن فوجی مائیکل سے باتیں کر رہا تھا اور ماریا سامنے والی سیٹ پر بیٹھی بڑے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

غور سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔

یہ جرمن فوجی کرنل تھا اور سگار پی رہا تھا۔ وہ جنگ پر باتیں کرنے لگا۔ اس نے مائیکل کو بتایا کہ جرمن فوجیں شمالی افریقہ میں بہت آگے نکل گئی ہیں اور اب وہ ساری دنیا کو فتح کرلیں گی۔

مائیکل ہوں ہاں میں جواب دیتا رہا اور بار بار اپنے دائیں بائیں دیکھتا رہا۔ شاید وہ ماریا کی موجودگی کو محسوس کرنا چاہتا تھا۔

جرمن کرنل کہہ رہا تھا۔

”فرانس پر ہمارا مکمل کنٹرول ہے۔ یہاں وہاں کہیں دہشت پسند شرارتیں کر رہے ہیں مگر ہم انہیں

بہت جلد دبالیں گے۔ فرانس کے لوگ ہمارے ساتھ ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے فادر؟“۔

مائیکل نے گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں جی ہاں۔ آپ کا خیال بالکل درست ہے۔ فرانس کے لوگ جرمن فوج سے پیار کرتے ہیں“۔

ریل اڑی چلی جا رہی تھی۔ ایک جگہ گاڑی تھوڑی دیر کو رکی تو ایک جرمن سپاہی اندر آ گیا۔ اس نے کرنل کو سلیوٹ کیا اور ایک پرچہ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

کرنل نے پرچہ پڑھا تو اس کی بھنوئیں تن گئیں۔ اس نے انگلی کے اشارے سے سپاہی کو جانے کے لیے

www.urdusaga.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کہا۔

سپاہی چلا گیا۔ مائیکل پریشان ہو گیا۔ خدا جانے اس پرچے میں کیا لکھا تھا؟

کہیں اس کے فرار کے بارے میں ہی نہ لکھا ہو۔

وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ گاڑی پھر چل پڑی۔ جرمن کرنل نے پرچا ایک طرف رکھ کر تھرمس میں سے کافی نکال کر پیالیوں میں انڈیلی۔

"فادر! کافی سے شوق کریں گے؟"۔

"شکریہ!"

کرنل نے کافی کی پیالی مائیکل کے آگے کر دی۔

مائیکل خاموشی سے کافی کی چسکیاں لینے لگا۔

کرنل نے کہا۔

"ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ ایک قیدی قلعے سے فرار ہو گیا ہے۔ اسے صبح گولی سے اڑایا جانا تھا۔ وہ ضرور اسی گاڑی میں سفر کر رہا ہو گا۔ خیر کوئی بات نہیں، ہماری پولیس گاڑی کی تلاشی لے رہی ہے"۔

مائیکل خوف زدہ ہو گیا۔ کافی کا ذائقہ اور تلخ محسوس ہونے لگا۔ کم بخت جرمن پولیس بھیڑیوں سے کم نہیں ہوتی۔

انہوں نے تلاشی لی تو مائیکل کے پاس اپنا کوئی شناختی کارڈ بھی نہیں ہے۔ اب کیا ہو گا؟۔

مائیکل ماریا سے مشورہ لینا چاہتا تھا۔ مگر کرنل کے

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہوتے ہوئے وہ ایسا نہیں کرسکتا تھا۔ مائیکل کے آگے سگار کا ڈبہ پیش کرتے ہوئے جرمن کرنل نے کہا۔

"سگار سے شوق کریں گے فادر؟"۔

"جی نہیں شکریہ! میں تمباکو نہیں پیتا"۔

کرنل نے سگار سلگا کر کش لگایا اور بولا۔

"یہ فرانسیسی قیدی بہت خطرناک ہے۔ کہتے ہیں اسی نے ہمارا گولہ بارود کا گودام اڑایا تھا۔ وہ بچ کر نہیں جا سکتا۔ خواہ وہ کسی بھی بھیس میں ہو، ہم اسے ضرور گرفتار کرلیں گے"۔

مائیکل کے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔ کرنل نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"فادر! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"۔

"جی ہاں جی نہیں۔ میرا مطلب ہے، رات مجھے ہلکا سا بخار ہو گیا تھا"۔

کرنل نے مسکرا کر کہا۔

"فرانس کی سردی خطرناک ہوتی ہے۔ آپ کو اپنا خیال رکھنا چاہیے۔ کیا میں آپ کو برانڈی کا ایک پیگ دوں؟"۔

"جی نہیں کرنل صاحب! شکریہ! میری طبیعت اب بالکل ٹھیک ہے"۔

گاڑی بڑی تیزی سے کھیتوں اور قصبوں کو پیچھے چھوڑتی پیرس کی طرف بھاگی جا رہی تھی۔ اتنے میں

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جرمن کرنل اٹھ کر باتھ روم میں چلا گیا۔

مائیکل اس موقع کے انتظار میں تھا۔ اور شاید ماریا بھی یہی موقع تلاش کر رہی تھی۔ اس نے مائیکل سے سرگوشی میں کہا۔

"مائیکل گھبرانا نہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا"۔

مائیکل نے آہستہ سے کہا۔

"لیکن جرمن پولیس گاڑی میں سوار ہو چکی ہے، شاید وہ اس ڈبے میں بھی آئے۔ پھر کیا ہوگا؟"۔

ماریا نے کہا۔

"تم فکر نہ کرو۔ اس کا انتظام بھی ہو جائے گا"۔

مائیکل بولا۔

"ماریا خدا کے لیے کچھ کرو۔ جرمن پولیس کسی بھی وقت ریل کے کاریڈار میں سے ہو کر اس ڈبے میں آ جائے گی اور شناختی کارڈ نہ ہونے کی وجہ سے مجھے گرفتار کر لے گی"۔

ماریا نے کہا۔

"تم کیوں گھبرا رہے ہو؟ اس طرح بنا بنایا کام بگڑ جائے گا۔ پولیس والوں کو آنے دو اس وقت دیکھا جائے گا۔ میں تمہارے ساتھ ہی ہوں"۔

اتنے میں غسل خانے کا دروازہ کھلا اور جرمن کرنل باہر آ گیا۔

وہ مسکرا رہا تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

فادر! جنگ کے دنوں میں بڑے بڑے لطیفے ہو جاتے ہیں۔ ابھی ابھی مجھے ایک انگریز جنگی قیدی کا خیال آ رہا تھا۔

اسے ہم نے قید کیا تو وہ بھاگ گیا۔ کم بخت نے کہیں سے پادری کا چغہ لے کر پہن لیا مگر پکڑا گیا۔

شناختی کارڈ جو اس کے پاس نہیں تھا۔

مائیکل کی جان ہوا ہو گئی۔ یہ کم بخت تو سب کچھ جان گیا تھا۔ کرنل نے اچانک مائیکل کے قریب آ کر جھک کر کہا۔

"فادر! گستاخی معاف! کیا آپ کے پاس اپنا شناختی کارڈ ہے؟"۔

مائیکل ایک بار تو لرز کر رہ گیا۔

"جی۔۔۔جی۔۔۔وہ۔۔۔دراصل میں جلدی میں گاڑی پر سوار ہو گیا تھا اور۔۔۔اور شناختی کارڈ چرچ میں ہی بھول آیا"۔

"ہاہاہاہا"۔

جرمن کرنل نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر بڑے سکون کے ساتھ ایک چھوٹا سا بھیانک ریوالور نکال کر اس کی نالی کا رخ مائیکل کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"فادر! تمہارا راز فاش ہو چکا ہے۔ تمہیں شاید خبر نہیں کہ قلعے کے قید خانے میں جرمن افسروں نے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تمہاری تصویر اتار لی تھی۔ اردلی مجھے جو پرچہ دے گیا تھا اس میں تمہاری تصویر بھی لگی تھی۔۔۔۔ یہ دیکھو"۔

جرمن کرنل نے بائیں ہاتھ سے پرچہ مائیکل کے آگے کر دیا۔

وہاں مائیکل کی چھوٹی سی تصویر لگی تھی۔ اس تصویر میں وہ قیدیوں کے لباس میں تھا اور اس کے سینے پر نمبر بھی لکھا ہوا تھا۔

اب مائیکل کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اسے اگر کوئی سہارا تھا تو صرف ماریا کا کہ شاید وہ اس مصیبت میں اس کی کوئی مدد کر سکے۔

جرمن مائیکل غصے میں بولا۔

"سیٹ پر سے اٹھ کر فرش پر بیٹھ جاؤ"۔

مائیکل سیٹ پر سے اٹھ کر نیچے فرش پر بیٹھ گیا۔

کرنل نے رسی نکال کر مائیکل کے دونوں بازو پشت پر باندھ دیئے اور پستول اپنے ہاتھ میں لے کر بولا۔

"ابھی جرمن پولیس میرے ڈبے میں آ رہی ہے"۔

"تمہیں اس کے حوالے کر دیا جائے گا اور میرے حکم سے تمہیں آج ہی شام کو گولی ماردی جائے گی۔ تم بڑے خطرناک قیدی ہو۔ تم نے ہمارے کئی ایک سپاہیوں کو ہلاک کیا ہے"۔

مائیکل خاموش تھا۔ جرمن کرنل نے ایکدم اس

کے سر پر زور سے مکا مارا۔ مائیکل فرش پر لڑھک گیا۔

"وحشی جانور! تم نے میرے چار بہترین کمانڈروں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا تھا۔ میں تمہیں خود اپنے ہاتھ سے گولی ماروں گا"۔

گاڑی شور مچاتی بھاگی چلی جا رہی تھی۔ باہر کھیتوں میں شام کا ہلکا ہلکا اندھیرا پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔

ماریا قریب ہی بیٹھی یہ سارا کھیل بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔ وقت گذرا جا رہا تھا۔ اس کو جو کچھ بھی کرنا تھا، اب کر دینا چاہیے تھا۔ کیونکہ اگر جرمن پولیس ایک بار ڈبے میں داخل ہو گئی تو پھر مائیکل کو

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

www.urdurasala.com

بچانا بہت مشکل ہو جائے گا۔

اس قسم کے خیال ماریا کے دماغ میں چکر لگا رہے تھے۔ آخر وہ ایک فیصلہ کر کے اپنی جگہ سے اٹھی۔ اس کے اٹھنے سے اس کا بازو ایک پیالے سے ٹکرا گیا اور وہ نیچے فرش پر گر پڑا۔

جرمن کرنل نے چونک کر ادھر دیکھا اور پھر مائیکل کی طرف پستول کا رخ کر دیا۔ وہ یہی سمجھا کہ شاید گاڑی کے دھچکے سے پیالہ تپائی پر سے نیچے گر پڑا ہے۔

لیکن مائیکل جانتا تھا کہ یہ ماریا کا کام ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ماریا اٹھ کھڑی ہوئی ہے اور کہیں

www.urdurasala.com

اس کے آس پاس ہی ہے۔

ماریا حملہ کرنے والی تھی۔ اس نے جرمن کرنل کے عقب میں رکھی ہوئی بڑی تھرمس بوتل اٹھا لی۔ کرنل کی اس طرف پیٹھ تھی مگر مائیکل نے تھرمس بوتل کو میز پر سے اچانک غائب ہوتے دیکھ لیا تھا۔ اب وہ کسی حادثے کا انتظار کر رہا تھا۔

ایکدم سے تھرمس بوتل دھائیں کی آواز کے ساتھ جرمن کرنل کے سر پر پڑی اور وہ مرغی کی طرح گردن ڈھلکا کر ایک طرف کو گر پڑا۔

ماریا نے کہا۔

"جلدی سے اسے اٹھا کر غسل خانے میں لے

جاؤ۔ جلدی کرو مائیکل"۔

"مگر میرے ہاتھ تو کھولو"۔

ماریا نے فوراً مائیکل کے ہاتھ کھول دیئے اور وہ جرمن کرنل کی لاش کو گھسیٹ کر غسل خانے میں لے گیا۔

ماریا نے کہا۔

"جتنی جلدی ہو سکے، مائیکل اس کرنل کی وردی اتار کر خود پہن لو۔ جلدی کرو۔ وقت کم ہے۔ جرمن پولیس آ گئی تو مصیبت آ جائے گی"۔

مائیکل نے جلدی جلدی جرمن کرنل کی وردی اتار کر خود پہن لی اور غسل خانے سے باہر آ گیا۔ وہ

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بالکل جرمن کرنل ہی لگ رہا تھا۔

کہنے لگا۔

"اس لاش کا کیا بنے گا؟ اگر جرمن پولیس میں کسی نے غسل خانے میں اسے دیکھ لیا تو بنا بنایا کھیل بگڑ جائیگا۔"

ماریا نے کہا۔

"تو پھر اسے اٹھا کر گاڑی سے نیچے پھینک دو"۔

مائیکل نے لاش کو غسل خانے میں سے گھسیٹ کر باہر نکالا۔ ڈبے کا پچھلا دروازہ کھولا اور لاش گاڑی سے باہر کھیتوں میں پھینک دی۔

پھر وہ ہاتھ جھاڑ کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا اور سگار

پینے لگا۔

ماریا نے کہا۔

"تمہیں جرمن زبان نہیں آتی۔ اس لیے اگر پولیس آ گئی تو اس سے بولنے کی ہرگز کوشش نہ کرنا۔ بس اشاروں سے بات کرنا۔ بلکہ یہ ظاہر کرنا کہ تمہارے دانت میں شدت کا درد ہو رہا ہے"۔

"ٹھیک ہے ماریا۔ بڑا اچھا خیال ہے۔ میں ایسا ہی کروں گا"۔

مائیکل نے چھوٹا رومال نکال کر اپنے منہ پر باندھ لیا اور سیٹ پر پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا۔

ماریا نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ابھی ہم خطرے سے باہر نہیں نکلے۔ پیرس پہنچنے میں ابھی ساری رات کا سفر باقی ہے۔ راستے میں ہو سکتا ہے۔ ابھی کئی مقام پر چیکنگ ہو۔

اس لیے تمہیں ہوشیار رہنا ہوگا۔ سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ تمہیں جرمن زبان نہیں آتی۔

مائیکل نے کہا۔

"لیکن میں دانت کے درد کا بہانہ بنا لوں گا"۔

ماریا بولی۔

"ٹھیک ہے مگر اگر کسی نے تمہیں یہ کہہ دیا کہ آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں، ہمیں لکھ کر بتا دیں تو کیا کرو گے؟"۔

مائیکل کانپ اٹھا۔ یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔

"بہر حال جو ہوگا دیکھا جائے گا"۔

وہ باتیں کر رہے تھے کہ باہر کاریڈار میں کھڑاک کھڑاک کی آوازیں آئیں۔ جرمن پولیس آ گئی تھی۔

ڈبے کا دروازہ کھلا اور دو جرمن سپاہی اندر داخل ہوئے۔

انہوں نے ایک جرمن فوج کے کرنل کو سیٹ پر آرام کرتے دیکھا تو فوراً سلیوٹ کیا۔

مائیکل نے ہاتھ کے اشارے سے سلیوٹ کا جواب دیا۔

جرمن سپاہی نے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ جس کے

www.urdusalas.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جواب میں مائیکل نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے غوں غاں سی کی۔

سپاہی سمجھ گئے کہ کرنل صاحب کے دانت میں شدید درد ہے ان کے جاتے ہی ماریا نے کہا۔

"خدا کا شکر کرو۔ ایک مصیبت تو ٹل گئی ،لیکن ابھی کئی ایک مصیبتیں باقی ہیں۔ ہو سکتا ہے پیچھے جرمن کرنل کی لاش لوگوں کو مل جائے اور اس گاڑی کو اگلے سٹیشن پر گھیرے میں لے لیا جائے ، کیونکہ جرمن کرنل کے ٹکٹ پر اس ڈبے کا نمبر لکھا ہوگا"۔

مائیکل بولا۔

"خدا کے لیے میرا حوصلہ پست نہ کرو"۔

ماریا بولی۔

میں تمہارا حوصلہ پست نہیں کر رہی ، بلکہ تمہیں مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کر رہی ہوں۔

تمہیں ہر وقت چوکس رہنے کی ضرورت ہے۔

میں تمہیں ایک آدھ دشمن سے تو بچا سکتی ہوں لیکن فوج کے پورے دستے سے تمہیں بچانا بہت مشکل ہو جائے گا۔

میں پوری طرح سے چوکس ہوں ،تم فکر نہ کرو۔

میں جرمنوں کی قید میں جانے سے خود مر جانا پسند کروں گا۔

"نہیں میں یہ بھی گوارا نہیں کروں گی۔ میں تمہیں

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

تمہاری بیوی کے پاس صحیح سلامت واپس پہنچانا چاہتی ہوں“۔

وہ باتیں کرتے رہے اور گاڑی اپنی منزل کی طرف اڑتی چلی گئی۔

رات اب گہری ہو گئی تھی۔ اردگرد قصبے گزر رہے تھے مگر بلیک آؤٹ کی وجہ سے وہاں بالکل اندھیرا تھا۔ اور کوئی عمارت یا کارخانہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

چھوٹے سے سٹیشن پر پہنچ کر گاڑی رک گئی۔

ماریا نے کہا۔

”خبردار ہو کر بیٹھ جاؤ۔ ہو سکتا ہے جس جرمن کرنل کی تم نے وردی پہن رکھی ہے اس نے کسی کو اس

جگہ بلوا رکھا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسے اسی سٹیشن پر اترنا ہو“۔

مائیکل پریشان ہو گیا۔ ماریا ٹھیک کہہ رہی تھی۔ وہ چوکس ہو کر بیٹھ گیا۔ پلیٹ فارم پر دھیمی ڈھکی ہوئی روشنیاں ہو رہی تھیں۔

پلیٹ فارم پر فوجی ادھر ادھر چل پھر رہے تھے۔ کچھ مسافر وہاں گاڑی سے اتر گئے اور کچھ نئے مسافر سوار ہو گئے۔ اتنے میں ایک فوجی دستہ مارچ کرتا ہوا آیا اور کرنل کے ڈبے کے باہر آ کر کھڑا ہو گیا۔

اتنے میں ایک فوجی دستہ مارچ کرتا ہوا آیا اور کرنل کے ڈبے کے باہر آ کر کھڑا ہو گیا۔ ایک کپتان

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

نے آگے بڑھ کر ڈبے کا دروازہ کھولا اور اندر آ کر کرنل مائیکل کو سلیوٹ کیا اور جرمن زبان میں کچھ کہا۔

مائیکل کو پسینہ آ گیا۔ اس نے دانت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اوں آں کی اور پھر گال پر ہاتھ رکھ کر ہائے ہائے کرنے لگا۔

جرمن کپتان پریشان ہو کر آگے بڑھا اور کرنل کے دانت کو دیکھنے کی کوشش کی۔

مائیکل نے چیخ کر اسے ہاتھ کے اشارے سے پرے ہٹا دیا۔

کپتان باہر نکل گیا۔ باہر اب سٹیشن ماسٹر بھی کھڑا تھا جو فرانسیسی تھا اور فرنچ زبان میں گفتگو کر رہا تھا۔

ماریا نے سنا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"آفیسر! کرنل نے اسی سٹیشن پر اترنا تھا"۔

جرمن کپتان نے کہا۔

"ٹھیک ہے مگر کرنل کے دانت میں بڑا شدید درد ہو رہا ہے۔ شاید وہ آگے جائے گا"۔

ایک دوسرے فوجی نے کہا۔

مگر جناب یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کرنل صاحب کو اسی شہر کے ہیڈ کوارٹر میں رپورٹ کرنی ہے ان کا آڈر آیا ہوا ہے۔

کل صبح انہوں نے سٹاف کو خطاب کرنا ہے۔

انہوں نے خود تار دے کر کہا تھا کہ وہ رات کی گاڑی

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

سے آ رہے ہیں۔

کپتان بولا۔

”تم بھی ٹھیک کہہ رہے ہو مگر میں کرنل کی جھڑکیاں نہیں کھا سکتا۔ وہ تو کسی کو قریب نہیں آنے دے رہا۔“

اتنے میں انجن نے وسل دی۔ گارڈ نے جھنڈی لہرائی اور گاڑی چھک چھک کرتی پلیٹ فارم سے باہر نکل گئی۔

جرمن فوجی واپس چلے گئے۔ انہوں نے جاتے ہی پیچھے ہیڈ کوارٹر میں فون کیا کہ کرنل آگے نکل گیا ہے اور وہ اپنے سٹیشن پر نہیں اترا۔ ادھر سے جواب ملا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اسے اسی جگہ اترنا تھا۔ تم نے غور سے دیکھا؟ کیا وہ کرنل ہی تھا یا کوئی اور تھا؟“۔

کپتان نے کہا۔

”سر وہ ہمارا کرنل ہی تھا۔ اس نے ہماری وردی پہن رکھی تھی اور بڑی بڑی مونچھیں تھیں“۔

دوسری طرف سے کوئی غصے میں بولا۔

”ارے احمق! اس کی مونچھیں نہیں ہونی چاہئیں۔ ہمارے کرنل کی مونچھیں نہیں تھیں“۔

”سر۔۔۔ سر۔۔۔ تو پھر وہ کون تھا؟“۔

”یہ تم معلوم کرو گدھے؟“۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اور فون بند کر دیا گیا۔ اتنے میں ایک ریل کار واپس جا رہی تھی کہ اس کی دھیمی روشنی میں کرنل کی لاش مل گئی۔

فوراً ایک طوفان مچ گیا۔ گاڑی پیرس سے ابھی دو سو میل پیچھے تھی کہ ایک سٹیشن پر گاڑی کو جرمن فوج نے گھیرے میں لے لیا۔

ماریا نے جلدی سے کہا۔

"مائیکل! بھانڈا پھوٹ گیا ہے۔ گاڑی کو جرمنوں نے گھیر لیا ہے۔ وردی اتار کر پھر سے پادری کا لباس پہن کر کاریڈار سے ہو کر دوسرے ڈبے میں چلے جاؤ۔ جلدی کرو۔"

مائیکل نے بڑی تیزی سے وردی اتار کر غسل خانے میں پھینکی اور اپنا پادریوں والا چغہ پہن کر کاریڈار سے ہوتا ہوا دوسرے ڈبے میں جا کر ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ اور آنکھیں بند کر کے آہستہ آہستہ تسبیح پھیرنے لگا۔

جرمن فوج گاڑی میں داخل ہو گئی۔ سپاہیوں نے ڈبے میں آ کر ایک ایک کی تلاشی لی۔

کرنل کی وردی غسل خانے میں پڑی تھی۔ قاتل غائب تھا۔

تمام مسافروں کو گاڑی میں سے اتار لیا گیا اور ایک ایک کی تلاشی شروع ہو گئی۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

دستی بم

مائیکل بھی دوسرے مسافروں کے ساتھ قطار میں کھڑا ہوگیا۔

جرمن فوجی رائفلیں تانے مسافروں کے اردگرد کھڑے تھے۔ کسی کو اپنی جگہ سے ہلنے کی اجازت نہیں تھی۔

ماریا ذرا فاصلے پر کھڑی سوچ رہی تھی کہ اگر کوئی

خطرہ پیدا ہوا تو وہ کس طرح سے مائیکل کی مدد کرے گی؟۔

اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ جرمن کپتان ایک ایک مسافر کا شناختی کارڈ دیکھتا۔ اس کی تلاشی لیتا اور پھر اسے جانے کی اجازت ملتی۔

مصیبت یہ تھی کہ مائیکل کے پاس کوئی شناختی کارڈ نہیں تھا۔ آخر مائیکل کی باری بھی آ گئی۔

جرمن کپتان نے مائیکل سے پوچھا۔

"فادر! تمہارا شناختی کارڈ کہاں ہے؟"۔

مائیکل نے ادب سے جھک کر کہا۔

"میرے بچے! میں تو ایک غریب پادری

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہوں"۔

میرا شناختی کارڈ دیکھ کر کیا کرو گے؟۔

جرمن افسر نے کہا۔

"یہ ضروری ہے فادر!"۔

مائیکل آئیں بائیں شائیں کرنے لگا تو جرمن کپتان نے غرا کر کہا۔

"اگر سیدھی طرح سے شناختی کارڈ نہیں دکھاؤ گے تو تمہیں گرفتار کر لیا جائے گا"۔

مائیکل نے کہا۔

"میرے بچے! میرا شناختی کارڈ ہے مگر جلدی میں گھر پر ہی رہ گیا۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں گھر جا کر دکھلا

سکتا ہوں"۔

جرمن کپتان نے اشارہ کیا۔

"اسے گرفتار کر لو"۔

فوجی آگے بڑھے اور انہوں نے مائیکل کے احتجاج کے باوجود اسے ہتھکڑی لگا دی اور اپنے ساتھ لے کر ریلوے کے کوارٹر گارڈ میں لے گئے۔

ماریا بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی گئی۔ تھوڑی دیر بعد صبح کی روشنی پھیل گئی۔ مائیکل کو حوالات میں بند کر دیا گیا تھا۔

ایک میجر نے آکر مائیکل سے پوچھ گچھ شروع کر دی۔ مائیکل تھوڑی دیر تک تو جواب دیتا رہا مگر پھر جیسے

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اس کی ہمت جواب دے گئی۔

جرمنوں کو شک ہو گیا کہ یہی اصل میں ان کے کرنل کا قاتل ہے۔ جرمن میجر نے زور سے ایک مکا مائیکل کی گردن پر مارا۔

مائیکل سٹول پر سے نیچے فرش پر گر پڑا۔

"بدمعاش! سچ سچ بتاؤ تم نے کس جگہ کرنل کو قتل کیا تھا؟ تم کو کس نے اس کام کے لیے بھیجا تھا؟"۔

تمہارے دوسرے ساتھی کہاں ہیں؟۔

مائیکل نے کہا۔

"میں ایک پادری ہوں۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ میں نے کسی کو قتل نہیں کیا"۔

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ ابھی تم سب کچھ بتا دو گے"۔

میجر نے اشارہ کیا۔ ایک سپاہی نے مائیکل کو رسیوں سے جکڑ دیا اور اس کے بازوؤں کو شکنجے میں کسنا شروع کر دیا۔

مائیکل کی چیخ نکل گئی۔ ماریا اس کی مدد کرنے کے لیے بے تاب تھی مگر اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے؟۔

آخر اسے ایک ترکیب سوجھی۔ وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ یہاں کچھ فوجی میزوں پر بیٹھے کام کر رہے تھے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سامنے الماری تھی جس میں اسلحہ پڑا تھا۔ اسی جگہ ایک خانے میں دستی بم رکھے ہوئے تھے۔ ماریا نے چپکے سے الماری کا پٹ کھولا اور دو دستی بم نکال کر جیب میں ڈال لئے۔

اتفاق سے کسی جرمن سپاہی نے الماری کو کھلتے ہوئے نہ دیکھا اور کوئی دیکھ بھی لیتا تو ماریا کا کیا بگاڑ سکتا تھا؟۔

وہ بم لے کر دروازے سے باہر آ گئی۔ اس نے پن نکالی اور بڑے آرام سے دستی بم کو جرمنوں کی میزوں کے نیچے لڑھکا دیا۔

ایک زوردار دھماکہ ہوا اور میزیں جرمن سپاہیوں

کو لے کر چھت کی طرف اٹھیں اور ان سب کے پرخچے اڑ گئے۔

ساتھ والے کمرے سے سپاہی بھاگ کر ادھر آئے۔ وہاں دھواں ہی دھواں تھا۔ ماریا جلدی سے حوالات میں گئی۔

مائیکل ابھی تک رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ ماریا نے اسے کھول دیا۔

"یہاں سے بھاگ چلو"۔

کسی نے مائیکل پر گولی چلا دی۔ مائیکل زمین پر بیٹھ گیا۔ ماریا نے دیکھا سامنے برآمدے میں دو جرمن سپاہی بندوقیں تانیں اس کی طرف فائرنگ

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کرتے آگے بڑھ رہے تھے۔

وہ زور زور سے شور بھی مچا رہے تھے۔ ماریا نے دوسرے دستی بم کا پن نکالا اور اسے جرمنوں پر پھینک دیا۔

دھماکا ہوا اور دونوں سپاہیوں کے پرخچے اڑ گئے ماریا نے مائیکل کو اٹھاتے ہوئے کہا۔

"نکل بھاگو۔ ادھر دریا کی طرف"۔

مائیکل نے اندھا دھند کھیتوں اور جھاڑیوں میں بھاگنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دور جا کر وہ ایک جنگل میں داخل ہو گیا۔

سٹیشن پر ایک طوفان مچا تھا جرمن اپنے کتوں کو

لے کر مائیکل کی تلاش میں باہر نکل آئے تھے۔

ماریا مائیکل کو لے کر دریا کنارے پہنچ کر رک گئی۔

"دریا کس طرح پار کرو گے۔ جرمن کتوں کو لے کر چلے آ رہے ہیں۔ ان سے بچنا بڑا مشکل ہوگا"۔

ضروری ہے کہ ہم دریا پار کر جائیں۔

مائیکل نے کہا۔

"میں دریا تیر کر پار کر سکتا ہوں"۔

"بڑی اچھی بات ہے۔ تم دریا میں چھلانگ لگا دو اور تیر کر پار کر جاؤ۔ دوسرے کنارے پر کسی جگہ رک کر میرا انتظار کرنا۔ میں تمہیں تلاش کر لوں گی"۔

مائیکل نے دریا میں چھلانگ لگا دی۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ادھر کتوں کی آوازیں قریب تر ہو رہی تھیں۔ ماریا ایک درخت کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گئی۔ کتوں کو ماریا کے جسم کی بو آ رہی تھی۔

وہ درخت کے نیچے آ کر منہ اوپر اٹھا کر بھونکنے لگے۔ یہ بڑی عجیب حالت تھی۔ اگر جرمن سپاہی فائرنگ کھول دیتے تو ماریا یقیناً ہلاک ہو جاتی لیکن جرمنوں کو درخت میں کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

اس کے باوجود کتے برابر درخت کی طرف منہ اٹھائے بھونکے جا رہے تھے۔ وہ بھی سچے تھے۔ انہیں ماریا کی بو آ رہی تھی۔

جرمنوں نے جب دیکھا کہ کتے خواہ مخواہ بھونکے

جا رہے ہیں تو انہوں نے کتوں کو برا بھلا کہا اور واپس لے گئے۔ اچانک ایک سپاہی نے دریا کی طرف اشارہ کیا۔

دریا کے بیچ میں مائیکل تیرتا ہوا دوسرے کنارے پر جا رہا تھا۔ سپاہی زمین پر بیٹھ گئے۔ اور انہوں نے گولیاں برسانی شروع کر دیں۔

اتفاق ایسا ہوا کہ ادھر سے ایک کشتی گزری۔

ماریا چپکے سے اس پر سوار ہو گئی۔ راستے میں جرمن بھی اس کشتی میں سوار ہو گئے۔ اب چاروں جرمن سپاہی کتوں کو لے کر دریا کنارے اتر پڑے۔

کتے اس لیے خاموش تھے کہ ماریا نے اپنے جسم کو

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دریا کے پانی سے گیلا کرلیا تھا جس کی وجہ سے اس کے جسم کی بو کتوں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔

ماریا ہوتے ہوتے اس جرمن سپاہی کے قریب آ گئی۔ جس کے تھیلے میں دستی بم رکھے تھے۔ یہ جرمن سپاہی ایک کتے کی زنجیر تھامے اسے آگے گھسیٹ رہا تھا۔

ماریا نے قریب جا کر اسے دھکا دیا۔ وہ گرا۔ گرتے گرتے ماریا نے اس کے تھیلے میں سے دو دستی بم نکال لیے۔

اب ماریا کو زیادہ فکر نہیں تھی۔ اسے یقین ہو گیا کہ اب وہ مائیکل کو خطرے سے نکال کر لے جائے

گی۔

مائیکل نے بھی خطرے کو اپنے قریب آتے محسوس کرلیا تھا۔ وہ بھاگتے بھاگتے تھک گیا تھا۔ ایک جگہ مٹی کا چھوٹا سا ٹیلہ آ گیا۔

یہاں جھاڑیاں بے شمار تھیں اور ایک چھوٹا سا غار ٹیلے کے اندر جا رہا تھا۔ مائیکل اس غار میں گھس گیا۔ اس نے اپنے آپ کو جھاڑیوں میں چھپا لیا۔

اصل میں وہ بھاگتے بھاگتے بہت تھک گیا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو حالات کے حوالے کر دیا۔ اسے یہ بھی خیال تھا کہ ماریا یقیناً ساتھ ساتھ ہو گی اور وہ اس کی ضرور مدد کرے گی۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusaga.com

جرمن ٹیلے کے پاس آ کر رک گئے۔

ماریا ذرا پیچھے تھی۔ کتوں نے مائیکل کی بو سونگھ لی تھی اور وہ غار کی طرف جا رہے تھے۔ جرمن سپاہیوں نے غار کے اوپر فائرنگ شروع کر دی۔

مائیکل ایک طرف چھپ گیا۔ سپاہیوں نے گولیوں کا مینہ برسا دیا۔ ماریا اب قریب آ گئی تھی۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ مائیکل اسی ٹیلے کے اندر کسی جگہ چھپا ہوا ہے۔

اس نے دستی بم نکال کر مار دیا ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ دھواں اٹھا۔ جب دھواں چھٹا تو تین جرمن سپاہی خون میں لت پت تڑپ رہے تھے۔

چوتھا سپاہی زمین پر سے اٹھ رہا تھا۔ اس نے اٹھ کر رائفل تھامی اور مائیکل کو غار سے باہر آتے دیکھ کر گولی چلا دی۔

گولی مائیکل کے سر کے اوپر سے گزر گئی۔ وہ نیچے بیٹھ گیا۔ اس نے پہلو بچا کر سپاہی پر چھلانگ لگا دی۔

وہ سیدھا جرمن سپاہی کے اوپر آ گرا۔

دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ لیکن مائیکل نے جرمن سپاہی پر قابو پا لیا اور گولی داغ دی۔ یہ سپاہی بھی ختم ہو گیا۔

ماریا نے کہا۔

"تمہیں کس نے غار سے باہر نکلنے کو کہا تھا؟ اگر

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تمہیں گولی لگ جاتی تو کیا ہوتا؟"۔

مائیکل نے کہا۔

"میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ دستی بم کے دھماکے سے سارے ختم ہو گئے ہوں گے۔ کیا یہ دستی بم تم نے مارا تھا؟"۔

ماریا بولی۔

"اور کس نے مارا تھا؟ اب جلدی سے اٹھو اور یہاں سے بھاگو۔۔۔"

جرمن سپاہیوں کے کتے بھی مر چکے تھے۔ مائیکل اور ماریا نے جنگل میں چلنا شروع کر دیا۔

ماریا نے مائیکل سے پوچھا؟۔

"تم اس علاقے کو جانتے ہو؟ ہم کدھر جا رہے ہیں؟"۔

مائیکل بولا۔

میں ان سارے علاقوں سے واقف ہوں۔ یہاں سے پیرس دو سو میل کے فاصلے پر ہے لیکن اس جنگل کے پار ایک نہر آئے گی۔

نہر کے پار ایک گاؤں ہے۔ اس گاؤں سے ایک پکی سڑک سیدھی پیرس کو جاتی ہے۔

ماریا نے کہا۔

"ہم ریل میں سفر نہیں کر سکتے۔ کیا اس گاؤں سے ہمیں کوئی جیپ یا ٹرک مل جائے گا؟"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

مائیکل نے کہا۔

"کوشش کروں گا کہ وہاں سے کوئی ٹرک وغیرہ مل جائے۔ ریل میں سفر کرنا خطرناک ہو سکتا ہے"۔

دونوں جنگل میں سے گزرتے آخر اس نہر پر پہنچ گئے۔

نہر پر ایک پل بنا ہوا تھا۔ پل عبور کرنے کے بعد سامنے ایک گاؤں تھا۔ چھوٹا سا گاؤں تھا جس کی سرخ چھتوں پر صبح کی دھوپ چمک رہی تھی۔

مائیکل اور ماریا گاؤں پہنچ گئے۔ اس گاؤں میں ایک فوجی چوکی بھی تھی۔

ماریا نے کہا۔

"ہو سکتا ہے جرمنوں نے اس چوکی کو تمہارے بارے میں خبردار کر دیا ہو۔ میرا خیال ہے تم بیٹھو میں جا کر معلوم کرتی ہوں کہ وہاں سے ہمیں کوئی جیپ یا ٹرک مل سکتا ہے"۔

"ٹھیک ہے۔ میں یہاں تمہارا انتظار کروں گا"۔

مائیکل ایک گھنے سیب کے درخت کے نیچے بیٹھ گیا وہ زمین پر پڑے ہوئے سیب اٹھا کر کھانے لگا۔ ماریا گاؤں میں آ گئی۔

گاؤں پر بھی جنگ کے بادل چھا رہے تھے۔ لوگ خوفزدہ تھے۔

ماریا نے دیکھا کہ فوجی چوکی پر جرمن سپاہی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ دو ٹرک اور ایک جیپ سڑک کنارے کھڑی تھی۔

ماریا نے سوچا کہ اگر وہ دونوں ٹرکوں کے ٹائر پنکچر کر دے اور خود جیپ لے کر بھاگ نکلیں تو وہ یہاں سے بچ کر نکل سکتے ہیں۔

ماریا نے قریب جا کر دیکھا۔ چوکی کے اندر چھ سات جرمن سپاہی بیٹھے تھے۔ باہر دو سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔

ماریا کے پاس ایک دستی بم ابھی موجود تھا۔ مگر وہ اسے خواہ مخواہ استعمال نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ جرمن سپاہی کسی بھی طرح

چوکی سے باہر نہیں جائیں گے۔

وہ ٹرکوں کے پاس آ گئی۔ اس نے جیب سے چاقو نکال کر ایک ٹرک کے پچھلے پہیوں میں مار دیا۔ دھماکا ہوا اور ٹرک کے دونوں پہیے پھٹ گئے۔

جرمن سپاہی بھاگتے ہوئے آئے۔ اس عرصے میں ماریا نے دوسرے ٹرک کے پہیے پھاڑ ڈالے۔

سپاہی پریشان ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔

"کسی نے گولی چلائی ہے۔ پکڑو اسے"۔

سپاہی چاروں طرف بکھرے اور گولیاں چلانے لگے۔

ماریا زمین پر بیٹھ گئی۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں کوئی گولی

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

اسے نہ لگ جائے۔

گولیاں اس کے سر کے اوپر سے گذر رہی تھیں۔

جب جرمن سپاہیوں کو یقین ہو گیا کہ وہاں ان کے سوائے اور کوئی نہیں تو گولیاں چلنا رک گئی۔

ماریا پیچھے کو بھاگی۔

مائیکل سیب کے درخت کے نیچے بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

ماریا نے جا کر اسے کہا۔

"میں نے دونوں ٹرکوں کے پہیے پھاڑ دیئے ہیں۔ اب وہاں صرف ایک جیپ باقی رہ گئی ہے۔ ہمارا کام یہ ہو گا کہ کسی طرح سے اس جیپ کو حاصل

کرنے کی کوشش کریں"۔

مائیکل بولا۔

"لیکن ماریا بہن! ہم کس طرح ان سپاہیوں کے ہوتے ہوئے جیپ پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ کیا وہ ہم پر گولی نہیں چلا دیں گے؟"۔

"اگر تم اسی طرح سوچتے رہے تو یہاں سے کبھی نہ نکل سکو گے۔ چلو میرے ساتھ اور جیپ حاصل کرنے کی کوشش کرو"۔

جرمن چوکی کے پاس سارے سپاہی جمع تھے اور ٹرکوں کے پہیے بدلنے کی کوشش کر رہے تھے۔

ماریا نے مائیکل سے کہا۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

"تم اسی جگہ رک جاؤ۔ معاملہ خراب ہو جانے کا خطرہ ہے۔ میں ایک بار پھر جا کر حالات کو اپنی مرضی کے مطابق کرنے کی کوشش کرتی ہوں"۔

ماریا ایک بار پھر ٹرکوں کے پاس چلی گئی۔

سپاہیوں نے بڑی تیزی سے ایک ٹرک کا پہیہ بدل دیا تھا۔

ماریا پریشان ہو گئی، یہ کم بخت تو یہاں سے کبھی فرار نہیں ہونے دیں گے۔ اس نے چوکی کے اندر جا کر دیکھا کہ وہاں کوئی نہیں تھا سارے سپاہی باہر ٹرکوں کے پاس کھڑے تھے۔

ماریا نے دیکھا کہ سامنے دیوار کے ساتھ رائفلیں

اور سٹین گنیں رکھی تھیں۔

اس نے سٹین گن اٹھا لی اور اس کا رخ باہر کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ تڑ تڑ تڑ تڑ کی آواز کے ساتھ گولیاں چلنے لگیں۔

تین سپاہی زمین پر گر پڑے۔ ماریا جلدی سے چوکی سے نکل کر ٹرکوں کی دوسری جانب چلی گئی۔

جرمن سپاہی لپک کر چوکی کی جانب آئے۔

ان کا خیال تھا کہ کوئی تخریب کار چوکی کے اندر چھپا ہوا ہے اور ان پر گولی برسا رہا ہے۔ اس عرصے میں ماریا ٹرکوں کے پاس آ کر چھپ گئی۔

جرمن ٹرکوں کی طرف بھاگے۔ ماریا نے ان پر

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusala.com

گولیوں کا مینہ برسا دیا۔

سپاہی چوک کے اندر چھپ گئے۔ ماریا نے مائیکل کو آواز دی۔

"مائیکل! جلدی سے بھاگ کر آؤ"۔

مائیکل جھاڑیوں میں سے نکل کر جیپ کی طرف بھاگا۔ وہ جھک کر بھاگا چلا آ رہا تھا۔ وہ آتے ہی جیپ میں سوار ہو گیا۔

ماریا بھی اس کے ساتھ ہی سوار ہو گئی۔ مائیکل نے جیپ سٹارٹ کر دی۔ جیپ کو سٹارٹ ہوتے دیکھ کر جرمن سپاہیوں نے گولیاں چلانی شروع کر دیں۔

مگر تھوڑی ہی دیر بعد مائیکل کی جیپ چوکی سے

بہت دور نکل چکی تھی۔

شام تک جیپ سڑک پر بھاگتی رہی۔

اندھیرا ہوا تو انہوں نے جیپ ایک گاؤں کے باہر کھڑی کر دی۔ ماریا نے وہاں جا کر کچھ کھانے کی چیزیں لیں اور واپس آ کر انہوں نے کھانا کھایا۔

اس گاؤں میں جرمن سپاہیوں کی کوئی چوکی نہیں تھی۔ کھانا کھانے کے بعد مائیکل نے دیکھا کہ جیپ میں ابھی کافی پٹرول پڑا تھا۔

مائیکل نے جیپ سٹارٹ کر دی۔ اور ان کا پیرس کی طرف کا سفر شروع ہو گیا۔ ساری رات وہ سفر کرتے رہے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ماریا جیپ کی پچھلی سیٹ پر سو گئی تھی۔ پچھلے پہر وہ ایک شہر کے باہر آ گئے۔ یہاں مائیکل نے دو تین گھنٹے سو کر آرام کیا۔

ماریا نے کہا۔

"یہ شہر بہت بڑا ہے۔ ضرور اس شہر کے باہر چوکی ہو گی جہاں ہماری جیپ پکڑی جا سکتی ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم اس جیپ کو اسی جگہ چھوڑ دیں اور یہاں سے کسی دوسری سواری میں پیرس کی طرف کوچ کریں۔ یہاں سے پیرس کتنی دور ہو گا؟"۔

مائیکل نے کہا۔

"پیرس یہاں سے صرف ایک گھنٹے کا سفر ہے

تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ ہمیں جیپ اسی جگہ چھوڑ دینی چاہیے۔ لیکن میں اگر تمہارے ساتھ گیا تو ہو سکتا ہے چیکنگ پوسٹ پر وہ لوگ مجھے پہچان لیں۔ اس لیے میں اسی جگہ رک جاتا ہوں۔"

ماریا نے کہا۔

"اگر میں کوئی دوسری سواری لے بھی آئی تو چیکنگ تو پھر بھی ہو گی۔ کیا کوئی دوسرا راستہ اس شہر میں داخل ہونے کا نہیں ہے؟ یا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم اس شہر میں گزرے بغیر آگے نکل جائیں؟"۔

مائیکل کہنے لگا۔

"دوسرا راستہ ان پہاڑوں کے اوپر سے ہے جو

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بہت مشکل اور دشوار گذار ہے"۔

ماریا کہنے لگی۔

"صرف ایک ترکیب ہو سکتی ہے کہ تم عورتوں کا لباس پہن لو اور چیکنگ پوسٹ سے گذر جاؤ"۔

"یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔عورت کا لباس کہاں سے آئے گا"۔

"اس کا بندوبست میں کر دوں گی"۔

ماریا ایک گاؤں میں چلی گئی۔ گاؤں کے باہر دیہاتی عورتوں نے اپنے کپڑے سوکھنے کو ڈال رکھے تھے۔

ماریا نے ایک جوڑا زنانہ کپڑے کا اٹھایا اور واپس

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

مائیکل کے پاس آ کر کہا۔

"یہ لو۔اب جلدی سے مائیکل سے ایک دیہاتی عورت بن جاؤ"۔

پہلے تو مائیکل شرمانے لگا لیکن جب ماریا نے اسے ڈانٹا اور کہا اگر اس طرح شرماؤ گے تو ساری زندگی اپنی بیوی کو حاصل نہ کر سکو گے۔

جلدی سے اب کپڑے تبدیل کر لو۔ مائیکل کپڑے لے کر دوسری جانب جھاڑیوں میں چلا گیا۔

جب واپس آیا تو وہ ایک غریب دیہاتی عورت کے لباس میں بالکل گاؤں کی کوئی الھڑ دوشیزہ لگ رہا تھا۔

ماریا نے کہا۔

"اپنے چہرے پر ذرا تھکن طاری کر لو ہاتھ میں چھڑی اور سر پر مٹکا دودھ کا ہونا چاہیے تھا۔ تاکہ تم بالکل ایک گوالن لگو۔ خیر چلو۔ اسی طرح سے بھی تم گذر سکتی ہو"۔

مائیکل نے کہا۔

"اگر میں سر پر گھاس کا گٹھا رکھ لوں تو زیادہ بہتر ہوگا"۔

"ہاں یہ خیال بہت اچھا ہے"۔

مائیکل اور ماریا نے مل کر ادھر ادھر سے گھاس کاٹ کر اس کا ایک گٹھا بنایا۔ اسے مائیکل نے اپنے سر پر اٹھایا اور شہر کی پہلی اور خطرناک چیکنگ پوسٹ کی

طرف روانہ ہو گیا۔

ماریا بھی اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ تھوڑی دیر بعد سامنے چوکی آ گئی۔ یہاں سڑک کے بیچ میں ایک بانس کا ڈنڈا گرا ہوا تھا۔

جرمن سپاہی ہر کسی کی پڑتال کر کے اسے آگے جانے کی اجازت دے رہے تھے۔

مائیکل بالکل ایک دیہاتی عورت لگ رہا تھا۔ وہ سر پر گٹھا اٹھائے چلا جا رہا تھا۔ وہ جرمن سپاہیوں کے بالکل قریب سے ہو کر گذرنے لگا تو ایک جرمن سپاہی نے اسے روک کر کہا۔

"اری گوری! ہمارے لیے کل مکھن اور مرغی لے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کرآنا"۔

مائیکل عورت کی طرح شرما گیا اور ذرا سا مسکرا کر فرانسیسی میں بولا۔

"چل شریر!"۔

اور مٹک مٹک کر چلتا آگے نکل گیا۔ ماریا بہت ہنسی۔

جب وہ چوکی سے کافی دور نکل آئے تو ماریا نے کہا۔

"اری گوری! ہمارے لیے مکھن بھی لاؤ گی؟"۔

مائیکل نے کمر مٹکا کر کہا۔

"چل شریر کہیں کی"۔

دونوں کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ ایک دو آدمیوں نے مائیکل کی طرف چونک کر دیکھا کہ یہ عورت اکیلی کیوں ہنس رہی ہے۔ شہر کے ایک ویران سے علاقے میں جا کر مائیکل نے کہا۔

"بہن ماریا! اگر ہم یہاں سے ریل پکڑ لیں تو میرا خیال ہے کہ اب مجھے کوئی نہیں پہچان سکے گا۔ اور ہم بڑی آسانی سے پیرس پہنچ جائیں گے"۔

"خیال تو اچھا ہے۔ چلو سٹیشن کی طرف چلتے ہیں"۔

اور وہ دونوں ریلوے سٹیشن کی طرف روانہ ہو گئے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

☆ ماریا نے مائیکل کو اس کی بیوی کے پاس کیوں کر پہنچایا؟۔

☆ ناگ پر رنگون میں کیا گذری؟۔

☆ عنبر لندن میں کیا کر رہا تھا۔ اس کی اور ماریا کی ملاقات کس شہر میں کن حالات میں ہوئی؟۔

☆ یہ آپ 64 ویں قسط میں پڑھئے۔

PDF By princeofdump@urdufanz.com
www.urdufanz.com

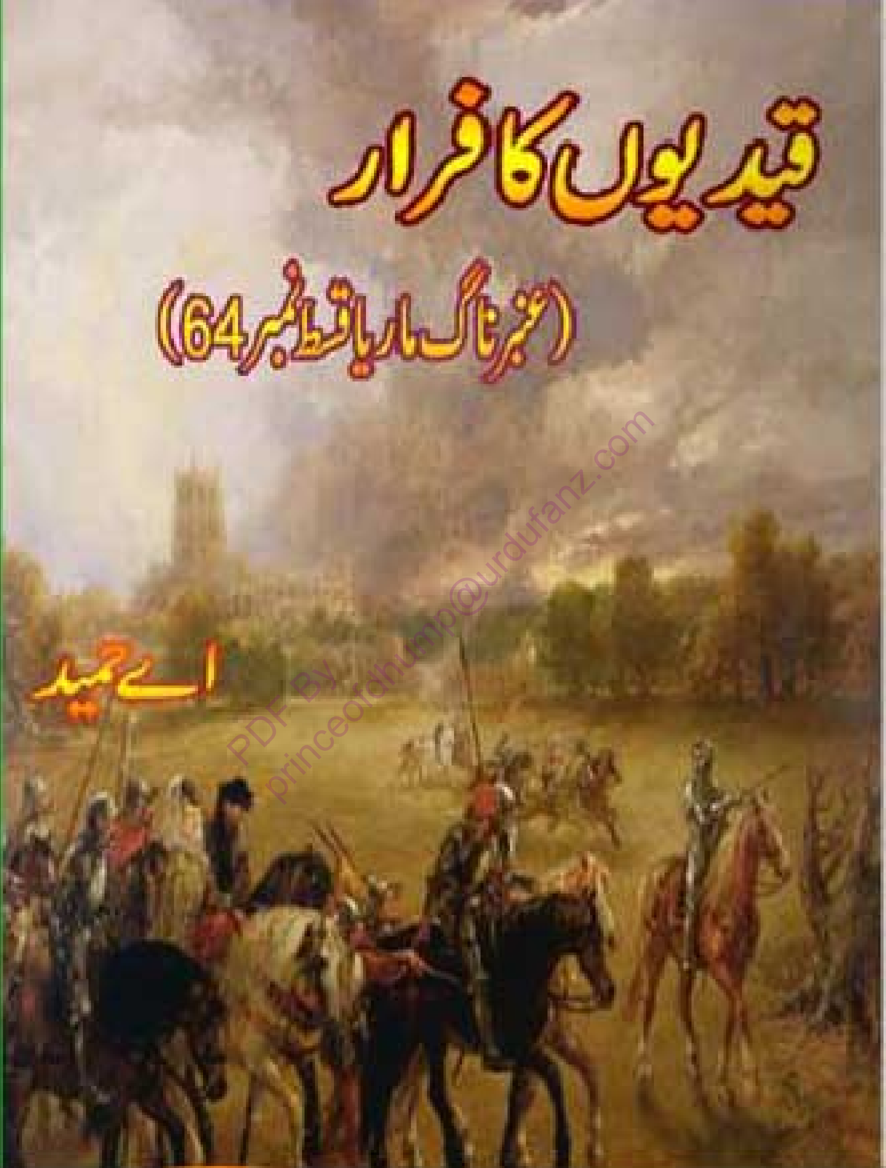

PDF By
princeofdhump@urdufanz.com

فہرست

خاموش رہو
نپولین کی روح
قیدیوں کا فرار
عقاب کا نشیمن
جنگل کی آگ
رونے کی آواز

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

پیارے بچو!

ماریا اپنے ساتھی مائیکل کو لے کر شہر پیرس کی طرف روانہ ہوتی ہے۔

مائیکل عورتوں کے لباس میں ہے۔ ماریا نے اسے جرمنوں کی قید سے فرار کروایا ہے۔ دوسری طرف عنبر جاسوسی کے الزام میں پکڑا جاتا ہے۔

اسے جرمن گیس چیمبر میں لے جاتے ہیں۔ مگر وہ

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

نہیں مرتا بلکہ وہ اپنے ساتھ کچھ قیدی عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر ایک ریلوے انجن میں بیٹھ کر فرار ہو جاتا ہے۔

انجمن پر جرمن بم برساتے ہیں۔ گولیاں چلاتے ہیں۔ مگر وہ آزاد علاقے میں پہنچنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

ماریا اسے ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل کے کمرہ نمبر پندرہ میں ملنے کو کہتی ہے۔ مگر وہاں ایک عورت کی لاش پلنگ پر پڑی تھی؟۔

یہ لاش کس کی تھی؟

یہ اب آپ خود پڑھیں۔

خاموش رہو

ریلوے اسٹیشن پر بلیک آوٹ تھا اور بڑی بھیڑ تھی۔

مائیکل اور ماریا ایک ڈبے میں سوار ہو گئے۔

مائیکل عورت کے لباس میں تھا۔ وہ ایک عورت کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا۔

اس کے فرار کی خبر سارے علاقے میں پھیل چکی

www.urdurasala.com
PDF By princecoldhump@urdufanz.com

تھی۔ اور پوری جرمن ملٹری پولیس حرکت میں آ چکی تھی۔ جگہ جگہ جرمن پولیس چھاپے مار رہی تھی۔ ابھی پیرس پہنچنے میں دو گھنٹے باقی تھے اور ماریا کو یہی خطرہ تھا کہ کہیں راستے میں مائیکل پکڑا نہ جائے۔

اس نے یہ بھی خدا کا شکر ادا کیا کہ رات کو بلیک آؤٹ تھا اور مائیکل کو ڈبے کے اندر کی بے حد مدھم روشنی میں کوئی نہیں پہچان سکتا تھا۔

ٹرین پیرس کی طرف روانہ ہوگئی۔

ایک گھنٹے بعد ٹرین ایک اسٹیشن پر رکی اور کچھ جرمن فوجی پولیس کے آدمی ڈبے میں گھس آئے۔ اب یہ عورتوں کا ڈبہ تو نہ تھا کہ یہاں مرد داخل نہ

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

ہوتے۔

مردوں کے ساتھ یہاں عورتیں بھی بیٹھی تھیں۔

جرمن پولیس نے آتے ہی سواریوں کے کارڈ دیکھنے شروع کر دیے۔

ماریا ایک کونے میں کھڑی ہوگئی کیونکہ وہاں رش اتنا تھا کہ ماریا کسی کے قریب نہیں بیٹھ سکتی تھی۔

ماریا جانتی تھی کہ مائیکل کے پاس شناختی کارڈ نہیں ہے اور پھر وہ عورت کے لباس میں تھا، اگر کارڈ ہوتا تو وہ بھی تو مرد کا ہو سکتا تھا۔

جرمن پولیس کا آدمی مائیکل کے قریب پہنچا تو وہ بھی خطرے کو محسوس کر چکا تھا۔ اس نے ایکدم رونا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

شروع کر دیا۔

ماریا کو بے اختیار ہنسی آ گئی کیونکہ مائیکل عورتوں کی آواز میں سسکیاں بھر بھر کر رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

"ہائے میری بیٹی مر گئی! بالکل بچی تھی۔ میں اس کی سالگرہ پر اسے کھلونوں کا تحفہ بھی نہ دے سکی"۔

مائیکل عورت کے لباس میں اس قدر شاندار دکھی ماں کی ایکٹنگ کر رہا تھا کہ ماریا عش عش کر اٹھی۔ اس کا فائدہ اسے ضرور ہو گیا۔

کیونکہ جس پولیس والے نے مائیکل کا شناختی کارڈ دیکھنا تھا وہ اس کے ساتھ ہمدردی کرنے لگا۔

"بہن! جو خدا کو منظور تھا ہو گیا۔ اب تم صبر سے

قیدیوں کا فرار (عمبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

کام لو"۔

مائیکل جرمن پولیس والے کے کندھے پر سر رکھے رو رہا تھا۔ ماریا کو ہنسی تو بے اختیار آئی لیکن اسے یہ بھی خطرہ لگا کہ کہیں ہاتھ پھیرتے پھیرتے مائیکل کے بال نہ کھل جائیں اور بھانڈا نہ پھوٹ جائے۔ پولیس والا آگے چلا گیا۔

اس افراتفری میں اس نے یہ بھی مائیکل سے نہ پوچھا کہ اس کا شناختی کارڈ کہاں ہے؟۔

گاڑی پوری رفتار سے دوبارہ بھاگی جا رہی تھی۔

آخر وہ رات کے پچھلے پہر پیرس کے سٹیشن پر پہنچ گئے۔ ریلوے اسٹیشن پر دھیمی دھیمی روشنی ہو رہی

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

تھی۔ سردی بہت سخت تھی۔

تھوڑے بہت مسافر ٹرین سے اتر کر باہر نکل گئے۔ ماریا مائیکل کو ایک طرف لے گئی اور کہا۔

''تمہاری بیوی نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ وہ تمہارا انتظار کرے گی۔

کہاں؟

کس جگہ؟

اس کا مجھے علم نہیں۔ کیا تم جانتے ہو کہ تمہاری بیوی کس جگہ تمہارا انتظار کر رہی ہوگی۔ کیونکہ یہاں سے ہمیں اسی جگہ جانا ہے۔

مائیکل نے کہا۔

''وہ اپنے گھر میرا انتظار نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ہمارے گھر کے باہر جاسوسوں نے پہرہ لگا رکھا ہوگا۔ انہیں معلوم ہے کہ میں فرار ہو چکا ہوں اور اپنی بیوی سے ملاقات کرنے گھر ضرور آؤں گا''۔

''پھر تمہاری بیوی کہاں ہو سکتی ہے؟''۔

مائیکل بولا۔

میرا خیال ہے، ہماری ایک رشتے کی پھوپھی شہر سے باہر ایک آبادی میں رہتی ہے۔ وہ ضرور وہاں چلی گئی ہوگی۔

ماریا نے کہا۔

''لیکن جاسوس اس جگہ بھی ضرور تمہارا انتظار

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

کر رہے ہوں گے۔ جہاں تمہاری بیوی جائیگی۔ جاسوس اس کا پیچھا کرتے رہیں گے تاکہ جب کبھی تم اس سے ملنے آؤ تو وہ تمہیں گرفتار کر سکیں۔"

"تو پھر اس طرح تو میں جب تک جنگ ختم نہیں ہوتی اپنی بیوی سے نہیں مل سکتا"۔

ماریا نے کہا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم تمہاری پھوپھی کے پاس جائیں گے۔ پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا"۔

وہ ریلوے سٹیشن سے باہر آئے۔

یہاں بھی اندھیرا تھا۔ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔ ان کی ہلکی ہلکی روشنی میں مکانوں کے خاکے نظر آ رہے تھے۔ ایک ٹیکسی چپکے سے پاس آ کر کھڑی ہوگئی۔

ڈرائیور نے ایک عورت کو اکیلے کھڑے دیکھا تو قریب آ کر کہا۔

"مادام! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"۔

مائیکل نے کہا۔

"بھیا! مجھے محلہ چاندوالا میں لے چلو"۔

"تشریف رکھیں مادام"۔

مائیکل کے ساتھ ماریا بھی ٹیکسی میں سوار ہوگئی۔

اس جنگ کے زمانہ میں بے کاری اور تنگ دستی عام

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تھی۔

لوگ ایک دوسرے کو اکیلا دیکھ کر لوٹ لیتے تھے۔

مائیکل کو اس لیے اکیلے سفر کرتے ہوئے ڈر محسوس نہ ہوا کہ ایک تو وہ عورت نہیں مرد تھا دوسرے یہ کہ وہ اکیلا نہیں تھا ماریا اس کے ساتھ تھی۔

ٹیکسی سنسان سڑکوں پر تیزی سے گھومتی ہوئی شہر سے باہر نکل گئی یہ علاقہ بالکل ہی اجاڑ تھا۔

ٹیکسی ڈرائیور ایک چور اچکا تھا۔ اس کا کام ہی یہی تھا کہ اکیلے دکیلے مسافر کو راستے میں لوٹ لیا کرتا تھا۔

اس عورت کو بھی اس نے بے یار و مددگار دیکھا تو

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

آدھے راستے میں ٹیکسی کھڑی کر دی۔

مائیکل نے پوچھا۔

"بھائی یہاں گاڑی کس لیے کھڑی کر دی تم نے؟"۔

ڈرائیور اپنے زرد زرد دانت نکال کر مسکرایا۔

"تمہیں لوٹ کر ہلاک کرنے کے لیے"۔

ماریا اور مائیکل چونک پڑے۔ انہیں امید نہیں تھی کہ یہ شریف سا ٹیکسی ڈرائیور چور قاتل بھی ہو سکتا ہے۔

مائیکل نے کہا۔

بھائی! میں تو عورت ذات ہوں۔ مجھے

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کیوں ہلاک کرتے ہو۔ میں تو ایک دکھی عورت
ہوں"۔

ڈرائیور قہقہہ مار کر ہنسا اور اس نے اپنے کوٹ کی
اندر والی جیب سے چھوٹا سا پستول نکال کر اس کا رخ
مائیکل کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

مجبور ہوں مادام! لوٹنا میرا پیشہ ہے کیوں کہ میں
غریب ٹیکسی کی کمائی سے گزر بسر نہیں ہوتی"۔

مائیکل نے کہا۔

"تو پھر تم مجھے لوٹ لو۔ لیکن ہلاک تو نہ کرو"۔

ڈرائیور نے کہا۔

"ہلاک کرنا بہت ضروری ہے۔ چوری اپنی غریبی

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64

دور کرنے کے لیے کرتا ہوں اور چوری کو چھپانے کے
لیے ہلاک کرتا ہوں۔ اس لیے برائے مہربانی مرنے
کے لیے تیار ہو جاؤ"۔

ماریا کو ڈاکو پر بڑا غصہ آیا۔ کم بخت کس دیدہ
دلیری سے ایک انسان کی جان لینے پر تلا ہوا تھا۔ وہ
پچھلی سیٹ پر مائیکل کے ساتھ بیٹھی تھی۔

آہستہ سے کھسک کر ڈرائیور کی طرف آئی تو سیٹ
کے سپرنگ کا شور پیدا ہوا۔ ڈرائیور نے پستول کا رخ
ادھر کو کر دیا۔

"کیا کرنے لگی ہو؟ گولی مار دوں گا اگر ذرا بھی
حرکت کی"۔

مائیکل سمجھ گیا کہ ماریا حرکت میں آ گئی ہے۔ وہ بڑا خوش ہوا۔ جھٹ بولا۔

"میں بھلا غریب عورت کیا کر سکتی ہوں؟ لو میری تلاشی لے لو۔ میرے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے"۔

ڈرائیور نے پستول کی نالی آگے کر دی اور غرایا۔

تم دیہاتی عورتیں بہت چالاک ہوتی ہو۔ ضرور تم نے کسی جگہ روپے چھپا رکھے ہیں۔ سیدھی طرح جہاں تم نے دولت چھپا رکھی ہے۔ نکال کر میرے آگے رکھ دو۔

نہیں تو میں ایک دو تین کہنے کے بعد گولی مار دوں

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

گا اور لاش اسی جگہ ڈال کر چلا جاؤں گا کیونکہ اگر تمہارے پاس کچھ بھی نہ نکلا تو بھی میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا کہ تم جا کر جرمن پولیس کو میرے بارے میں رپورٹ کرو۔

ماریا اب کھسکتی کھسکتی ڈرائیور کے پیچھے اس کی اگلی سیٹ کے پہلو میں پہنچ گئی تھی۔ ڈرائیور نے گنتی شروع کر دی۔

"ایک۔۔۔دو۔۔۔ت"۔

ابھی تین اس کے منہ سے نہیں نکلا تھا کہ ماریا نے اس کے پستول والے ہاتھ پر نیچے سے مکا مارا۔ پستول اچھل کر پرے جا گرا ڈرائیور ہکا بکا ہو کر ادھر ادھر

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دیکھنے لگا۔

کیونکہ ٹیکسی میں سوائے مائیکل کے دوسرا کوئی نہیں تھا اور مائیکل اس کے سامنے بیٹھا تھا یا بیٹھی تھی۔

پھر یہ مکہ کس نے مارا؟۔

ابھی وہ حیران ہی تھا کہ ماریا نے اس کی گردن پر پوری طاقت کے ساتھ تھپڑ مارا۔ ڈرائیور سیٹ پر گر پڑا۔

ماریا پستول اپنے ہاتھ میں لے کر ڈرائیور سے بولی۔

وہ پوری طرح ٹیکسی کے اندر ایک ایسی عورت کی موجودگی کو محسوس کر رہا تھا جو اسے نظر نہیں آ رہی تھی۔

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

لیکن اس کے بالکل قریب ماریا بیٹھی سانس باقاعدہ لے رہی تھی۔

مائیکل یعنی دوسری عورت بڑے آرام سے پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔ ٹیکسی چل پڑی۔

ماریا نے کہا۔

"اگر تم نے گاڑی بھگانے کی کوشش کی تو تمہارے پستول سے ہی تمہاری کھوپڑی پاش پاش کر دوں گی۔"

ڈرائیور تو اپنی جگہ بیٹھا بیٹھا لرز گیا۔ اس نے بڑے آرام سے ہیرس کی بستی چاندوالے محلے کے سامنے لا کر کھڑی کر دی۔

PDF By prideofdhump@urdufanz.com

ڈرائیور کی گردن پر ماریا نے مکا مارتے ہوئے کہا۔

''میں بھوت ہوں۔ اگر تم نے کسی سے ہمارا ذکر کیا یا کسی دوسرے مسافر کو لوٹنے کی کوشش کی تو میں اسی جگہ پہنچ کر تمہاری گردن دبا دوں گا سمجھے''۔

''جی۔ جی۔ سمجھ گیا''۔

ڈرائیور نے ہاتھ جوڑ کر کانپتے ہوئے کہا اور ٹیکسی بھگا کر لے گیا۔

ماریا نے مائیکل سے کہا۔

''اب تم عورتوں کولباس اتار کر پھینک دو''۔

مائیکل اندھیرے میں ایک دیوار کی آڑ میں چلا

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عمبرناگ ماریا قسط نمبر 64)

گیا۔ وہاں اس نے زنانہ لباس اتار دیا۔ وہ پھر سے مرد بن کر نکل آیا۔

ماریا نے کہا۔

''میرا خیال ہے جرمنی کے جاسوس ضرور تمہاری بیوی کے مکان کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ میرے خیال میں تم اسی جگہ ٹھہرو میں جا کر پتہ کرتی ہوں کہ تمہاری بیوی گھر میں ہے کہ نہیں''۔

''ٹھیک ہے۔ میں اسی جگہ تمہارا انتظار کروں گا''۔

ماریا نے مائیکل کی پھوپھی کے مکان کا ایڈریس معلوم کیا اور مائیکل کو اسی جگہ دیوار کی اوٹ میں

www.urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

کھڑے رہنے کا کہہ کر ماریا مائیکل کی پھوپھی کی طرف چل دی۔

اس نے دروازے پر دستک دی۔ ایک بوڑھی عورت نے آ کر دروازہ کھولا۔ اس نے دیکھا کہ باہر کوئی بھی نہیں ہے۔

وہ واپس دروازہ بند کر کے اندر چلی گئی۔ اس دوران میں ماریا اندر جا چکی تھی۔ وہ اس سے یہ تو پوچھ نہیں سکتی تھی کہ مائیکل کی بیوی اندر ہے یا نہیں۔

وہ خود اندر جا کر معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اس نے تو مائیکل کی بیوی کو پہلے ہی سے دیکھ رکھا تھا۔ ماریا مکان کے اندر گئی تو دیکھا کہ ایک کمرہ ہے جہاں کرسیاں اور پلنگ دیوار کے ساتھ لگا ہے۔ اس پلنگ پر وہی بوڑھی عورت دوبارہ لیٹ گئی۔

دوسرے کمرے سے مائیکل کی بیوی نے نکل کر پوچھا۔

"کون تھا آنٹی؟"۔

آنٹی نے کہا۔

"خدا جانے کون بھوت تھا۔ دستک دے کر غائب ہو گیا"۔

یہ سن کر مائیکل کی بیوی کا ماتھا ٹھنکا۔ ذرا مسکرائی۔ سمجھ گئی کہ وہی مقدس روح اپنے وعدے کے مطابق آ گئی ہے۔

www.urdurasala.com
www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

خوش ہو کر بولی۔

''آنٹی! میرا دل کہتا ہے کہ مائیکل آ گیا ہے''۔

آنٹی نے کہا۔

''اری پاگل ہو گئی ہو کیا۔ بھلا کوئی جرمنوں کی قید سے بھی بھاگ سکا ہے؟''۔

مائیکل کی بیوی بولی۔

''تم نہیں جانتی آنٹی! میرا دل کہہ رہا ہے کہ مائیکل آ گیا ہے۔''

''اری اگر آ گیا ہے تو پھر سامنے کیوں نہیں آتا؟ کہاں ہے وہ بھلا مانس؟''۔

اتنے میں ماریا نے مائیکل کی بیوی کے کان میں

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

کہا۔

''بہن! تمہارا خاوند باہر کھڑا ہے۔ گھبراؤ نہیں میں اسے لے کر اندر آ رہی ہوں۔ میں نے تمہارے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کر دیا۔

خوشی سے مائیکل کی بیوی کی چیخ نکل گئی۔

''مائیکل! مائیکل!''

وہ یہ کہتی ہوئی دروازے کی طرف بھاگی۔ ماریا نے آگے بڑھ کر کہا۔

''اگر تم نے شور مچا دیا تو مائیکل تمہارے پاس کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارے گھر کی نگرانی ہو رہی ہے اور باہر جرمن جاسوس چھپے بیٹھے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہیں؟"۔

مائیکل کی بیوی رک گئی۔

"میں معافی چاہتی ہوں اے مقدس روح!"۔

"اری یہ تو کس کس سے باتیں کر رہی ہے؟ ضرور تم پاگل ہو گئی ہو؟"۔

اس کی آنٹی نے کہا۔

ماریا باہر نکل گئی۔ آنٹی نے مائیکل کی بیوی سے کہا۔

"خدا کے لیے ہوش کرو۔ یوں پاگل ہو کر کیا کرلو گی، اپنے آپ کو سنبھالو"۔

مائیکل کی بیوی بولی۔

www.urdurasala.com

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

میں پاگل نہیں ہوں آنٹی! مائیکل ابھی اندر آ رہا ہے۔ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا۔

اور سچ مچ تھوڑی ہی دیر بعد مائیکل اندر آ گیا۔

اس کی بیوی اس سے پسٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ آنٹی تو خوشی سے حیران ہو کر رہ گئی۔

ماریا نے کہا۔

"میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اب میں جا رہی ہوں"۔

مائیکل نے کہا۔

ماریا بہن! مجھے خطرہ ہے کہ جرمن جاسوس ضرور اس گھر کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں

www.urdurasala.com

کہ ان کا کام تمام کرتی جاؤ تا کہ پھر ہم سکون سے زندگی بسر کر سکیں"۔

ماریا بولی۔

"بہت اچھا۔ میں ابھی یہاں ٹھہر کر ان کا انتظار کروں گی۔ اگر وہ یہاں ہوئے تو تمہاری تلاش میں گھر پر چھاپہ ضرور ماریں گے"۔

اور ایسا ہی ہوا۔ کیونکہ اس گھر کے باہر جرمن جاسوس برابر نگرانی کر رہے تھے۔ انہوں نے مائیکل کو گھر کے اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

جونہی مائیکل گھر میں گھسا وہ اپنی کمین گاہوں سے نکلے اور مائیکل کے مکان میں گھس کر انہوں نے

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

پستول تان لیے۔

"خبردار! جو کسی نے حرکت کی۔ مائیکل! چپکے سے ہمارے ساتھ چل پڑو۔ تم ایک مفرور قیدی ہو"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

نپولین کی روح

مائیکل کی بیوی اور آنٹی ششدر ہو کر رہ گئے۔

پریشان مائیکل بھی ہوا۔ لیکن اسے ماریا کی طرف سے بڑا حوصلہ تھا۔ اس نے جرمن جاسوسوں کے کہنے پر ہاتھ اوپر اٹھا لیے۔

ایک جاسوس قہقہہ لگا کر بولا۔

"ہم ایک عرصہ سے تمہارا انتظار کر رہے تھے۔

آخر تم ہمارے قابو آ ہی گئے"۔

دوسرے جاسوس نے کہا۔

"اب سیدھی طرح ہمارے ساتھ چلو"۔

پہلے جاسوس نے کہا۔

"ہم اس کی مشکیں کس دیں گے۔ تاکہ بھاگ نہ جائے"۔

"ٹھیک ہے۔ جلدی کرو"۔

انہوں نے اسی وقت کمرے میں سے ایک مضبوط رسی تلاش کی اور مائیکل کی مشکیں کسنی شروع کر دیں۔

ایک جاسوس پستول تانے اس کے سر پر کھڑا رہا۔

ماریا اب زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے بھی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

کمرے میں سے ایک ڈنڈا تلاش کرلیا تھا۔ یہ ڈنڈا ان دونوں جاسوسوں کے لیے موت کا پیغام تھا۔ اس نے بڑے آرام سے ایک جاسوس کے سر پر ڈنڈا مارا۔ وہ گرا۔

دوسرا اٹھنے لگا تو دوسرا ڈنڈا اس کے سر پر پڑا۔ وہ بھی گر پڑا۔

ماریا نے کہا۔

"ان دونوں کی مشکیں کس دو اور انہیں باہر دریا میں جا کر پھینک دو۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری"۔

مائیکل نے اسی وقت دونوں کے ہاتھ پاؤں باندھے اور ایک ایک کر کے انہیں باہر لے جا کر دریا میں پھینک دیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر واپس آیا تو ماریا نے کہا۔

تمہارے لیے یہی بہتر ہو گا کہ تم دونوں اس شہر سے نکل کر فرانس کے کسی دور دراز دیہات میں جا کر اس وقت تک زندگی بسر کرو۔

جب تک جنگ ختم نہیں ہو جاتی۔ کیونکہ یہ جرمن تمہیں چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔ وہ تمہاری تلاش میں ایک بار پھر یہاں آئیں گے۔

مائیکل بولا۔

"ماریا بہن! جس طرح تم کہتی ہو ہم اسی طرح

www.urdusalaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

عمل کریں گے۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔ اگر تم نہ ہوتیں تو ہم دونوں ایک دوسرے سے کبھی نہیں مل سکتے تھے“۔

ماریا نے کہا۔

”میں نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ اسے پورا کر دیا۔ اب مجھے اجازت دو۔ مجھے اپنے دونوں بھائیوں کو بھی تلاش کرنے جانا ہے“۔

اور یوں ماریا وہاں سے نکل کر واپس پیرس شہر کی طرف روانہ ہوگئی۔ شہر میں جا کر وہ اپنے پرانے مکان میں آ گئی۔

وہ بہت تھک گئی تھی۔ دو دن سوتی رہی۔ تیسرے روز اٹھ کر اس نے دوبارہ عنبر اور ناگ کی تلاش شروع کر دی۔

عنبر کو لندن میں رہتے ہوئے کتنے ہی دن ہو گئے تھے۔ ماریا اور ناگ کو تلاش کرتے کرتے وہ تھک گیا تھا۔

اب وہ کچھ مایوس بھی ہو چلا تھا۔ کیا خبر کبھی ماریا اور ناگ سے ملاقات نہ ہو سکے۔ یونہی اسے ایک روز خیال آیا کہ ہو سکتا ہے ماریا اور ناگ کسی دوسرے شہر میں رہتے ہوں، اس لیے کسی دوسرے شہر چلنا چاہیے۔

دوسرا شہر کونسا ہو سکتا ہے؟ وہ ابھی یہ فیصلہ نہیں کر

www.urdurasala.com
PDF By princecordhump@urdufanz.com

سکا تھا۔ بہر حال وہ شہر کے سب سے بڑے ریلوے سٹیشن پر آ گیا۔ اس کے پاس چند ایک روپے تھے۔ اس نے ابھی ٹکٹ نہیں خریدا تھا کہ ٹرین آ کر رکی۔

معلوم ہوا کہ وہ دوسرے شہر نہیں جائے گی۔ کیونکہ آگے ہوائی حملے کا خطرہ ہے۔

عنبر واپس گھر آ گیا۔ ایک رات وہ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ماریا فرانس کے شہر پیرس میں پھر رہی ہے۔

صبح اٹھ کر عنبر نے فیصلہ کر لیا کہ وہ پیرس جائے گا۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ پیرس کیسے جائے۔ کیوں کہ فرانس پر جرمنوں کا قبضہ تھا۔ اس طرف جانے کا کوئی

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

راستہ نہیں تھا۔

راستے میں سمندر تھا۔ فرانس کے ساحل سے ہر روز جرمنوں کے ہوائی جہاز آ کر بمباری کر جاتے تھے۔

ایک دن عنبر سیر کرتے کرتے ایک جنگی ہوائی اڈے پر آ گیا۔ یہاں انگریزوں کے جہاز کھڑے تھے۔

عنبر نے جہاز چلانا سیکھ لیا تھا۔ وہ مزدوروں کے لباس میں تھا۔ اس نے وہیں ایک جگہ سے پھاوڑا اٹھایا اور اپنے آپ کو مزدور ظاہر کر کے بمبار جہازوں کے پاس پہنچ گیا۔

www.urduresala.com
PDF By princedhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

وہ موقع پا کر ایک جہاز پر سوار ہو گیا۔ اس نے اس کا انجن سٹارٹ کر دیا۔ جہاز رن وے پر دوڑنے لگا۔

اس کے ساتھ ہی وہاں خطرے کا الارم بج گیا۔

مگر اتنی دیر میں عنبر جہاز کو اڑا کر لے گیا تھا۔ جہاز سمندر کے اوپر سے گزر رہا تھا۔ اس کے پیچھے دو جہاز آئے مگر جب انہوں نے دیکھا کہ دشمنوں کا علاقہ قریب ہے تو وہ واپس چلے گئے۔

عنبر کا جہاز دشمنوں کے علاقے میں پہنچا ہی تھا کہ نیچے سے توپوں نے فائرنگ شروع کر دی۔

جرمن یہ سمجھے کہ انگریزوں کا جہاز ان پر بم برسانے آ گیا ہے۔

ایک گولا عنبر کے جہاز کو لگا۔ اس میں آگ لگ گئی۔

عنبر نے چھلانگ لگا دی۔ جہاز کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں کے ساتھ ہی عنبر بھی زمین کی طرف گرنے لگا۔ ٹکڑے تو زمین پر آتے ہی پاش پاش ہو گئے۔

مگر عنبر کو کچھ نہ ہوا۔ وہ زمین پر گرا۔ اچھلا اور پھر بڑے آرام سے کپڑے جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور ایک طرف کو چلنے لگا۔

اسے معلوم تھا کہ یہ جرمنوں کا علاقہ ہے اور یہاں قدم قدم پر اس کا پالا دشمنوں سے پڑ سکتا ہے۔ عنبر کے جہاز کو دشمن نے گرتے اور عنبر کو باہر چھلانگ لگاتے

www.urdusafa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دیکھ لیا تھا۔

ان کا خیال تھا کہ پائلٹ ختم ہو چکا ہوگا۔ سپاہی بھاگ کر اس جگہ پہنچے جہاں جہاز گرا تھا۔ تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہاں پائلٹ کی لاش کہیں نہیں تھی۔

انہوں نے پائلٹ کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔

عنبر پیرس کے قریبی جنگل میں گرا تھا۔ وہ ایک پگڈنڈی پر چلا جا رہا تھا کہ سامنے سے تین جرمن سپاہی سٹین گنیں تانے اس کی طرف بڑھتے نظر آئے۔

عنبر رک گیا۔

"کون ہو تم؟"۔

عنبر نے فرانسیسی زبان میں کہا۔

"میں ایک مزدور ہوں اور انگور کے باغ میں کام کرتا ہوں"۔

سپاہیوں نے عنبر کی تلاشی لی تو اتفاق سے اس کی جیب سے پیرس کا چھوٹا سا نقشہ نکل آیا جو اس نے اپنی سہولت کے لیے رکھ لیا تھا۔

سپاہیوں نے اسے گرفتار کر کے جیپ میں ڈالا اور ہیڈ کوارٹر لے آئے۔ یہ ہیڈ کوارٹر پیرس شہر کے باہر ایک چھوٹے سے ٹیلے کے دامن میں دریا کے کنارے پر واقع تھا۔

عنبر کو حوالات میں بند کر دیا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک کرخت چہرے والا جرمن

www.urdusafa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

افسر اندر آیا۔ اس نے گھور کر عنبر کو دیکھا کرسی کھینچ کر اس کے قریب ہو کر بیٹھ گیا۔

اور بولا۔

ہمیں خوب معلوم ہے کہ تم فرانس پر بمباری کرنے نہیں بلکہ جاسوسی کرنے آئے ہو۔ کیونکہ تمہارے جہاز میں ایک بھی بم نہیں تھا۔

تم نے پیراشوٹ کے ذریعے چھلانگ لگائی اور پیراشوٹ چھپا دیا۔ اگر تم ہمارے سوالوں کا ٹھیک ٹھاک جواب دیتے رہے تو ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔

بلکہ رہا کر دیں گے لیکن تم نے جھوٹ بولا تو کل

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

تمہیں شوٹ کر دیا جائے گا۔

عنبر نے سوچا کہ کس مصیبت میں وہ گرفتار ہو گیا ہے۔ یہ لوگ خواہ مخواہ اس کا وقت ضائع کر رہے ہیں۔

نہ وہ اس سے کوئی معلومات حاصل کر سکیں گے اور نہ وہ اسے شوٹ کر کے مار سکیں گے۔

جرمن افسر نے پوچھا۔

"تمہارا نمبر کونسا ہے؟ پیرس میں تمہارے اور کون کون ساتھی کام کر رہے ہیں؟ وہ کہاں رہتے ہیں؟"۔

عنبر نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"میں جاسوس نہیں ہوں۔ اس شہر میں میری ایک بہن کھو گئی ہے۔ میں اصل میں اس کی تلاش میں لندن ایک جنگی ہوائی اڈے سے جہاز اڑا کر یہاں آ گیا تھا کہ آپ کے توپچیوں نے مار گرایا"۔

"تم بکواس کرتے ہو"۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں"۔

"بکومت"۔

اور اس کے ساتھ ہی اس جرمن افسر نے ایک زناٹے دار تھپڑ عنبر کے منہ پر مار دیا۔ عنبر کا خون ایکدم سے کھول اٹھا۔ ایسی بے عزتی اس کی کبھی نہیں ہوئی تھی۔ آخر وہ مصر کے فرعون کا بیٹا تھا۔

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر64)

وہ ایکدم سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اچھل کر ایک لات ایسی ماری کہ وہ جرمن افسر پیچھے گر پڑا۔ سپاہیوں نے عنبر کو بری طرح لاتوں اور گھونسوں سے مارنا شروع کر دیا۔

جرمن افسر سینے کو ملتا ہوا اٹھا۔ اس نے اشارے سے سپاہیوں کو روکا اور کہا۔

"اسے نیچے تہہ خانے میں لے چلو۔ میں خود اسے قتل کروں گا"۔

سپاہی عنبر کو اٹھا کر نیچے تہہ خانے میں لے آئے۔ سپاہی ویسے ایک بات پر حیران ہو رہے تھے کہ عنبر کو انہوں نے اتنا مارا تھا کہ اسے ادھ موا ہو جانا چاہیے

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

تھا۔

لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔ اور اپنے قدموں پر چل رہا تھا۔

تہہ خانے میں ایک سٹول کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ اس کی چھت نیچی تھی اور کونے میں ایک شکنجہ پڑا تھا۔

اتنے میں جرمن افسر بھی آ گیا۔ اس نے اشارہ کیا اور سپاہیوں نے عنبر کو شکنجے میں جکڑ دیا۔ اس کے بازو اور ٹانگیں اس طرح جکڑی گئی تھیں کہ اگر شکنجے کا پہیہ چلایا جائے تو اس کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں۔

جرمن افسر نے ہاتھ اوپر اٹھا دیا۔

سپاہیوں نے شکنجے کے پہیے کو چلانا شروع کر دیا۔ پہیہ چلتا رہا۔ شکنجہ کستا چلا گیا۔ مگر عنبر پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔

وہ بڑے حیران ہو رہے تھے کہ عنبر پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ پہیہ ایک خاص مقام پر پہنچ کر ٹوٹ گیا۔

جرمن افسر اور سپاہی عنبر کے قریب آ کر اس کے بازوؤں کو جھک کر دیکھنے لگا۔

جرمن افسر نے کہا۔

"اسے دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے شوٹ کر دو"۔

عنبر نے کہا۔

www.urdusala.com
PDF By proceofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

"تم مجھے شوٹ بھی نہیں کر سکو گے۔ تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ میرے آگے ہاتھ باندھ کر مجھ سے معافی مانگو۔ تاکہ میں تمہاری جان بخشی کر سکوں۔ نہیں تو تمہیں اس کی سزا بھگتنی پڑے گی۔"

جرمن افسر نے چیخ کر کہا۔

"اسے شوٹ کر دو۔"

سپاہیوں نے عنبر کو دیوار کے ساتھ کھڑا کیا اور رائفلیں تان کر فائر کر دیتے۔

ایک ہی وقت میں تین رائفلوں میں سے گولیاں نکلیں اور عنبر کے سینے سے ٹکرا کر نیچے گر پڑیں۔ عنبر بڑے سکون سے کھڑا مسکراتا رہا۔

اب تو جرمن سپاہیوں اور افسر کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ زمین سے گولیاں اٹھا کر انہیں غور سے دیکھ رہے تھے۔

گولیاں چل چکی تھیں۔ ان میں سے باقاعدہ بارود کی بو آ رہی تھی۔

عنبر نے کہا۔

تم اپنا سارا گولہ بارود بھی اگر مجھ پر چلا دو گے تو مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ میں تم لوگوں کو معاف کر دیتا مگر تم نے میرے منہ پر طمانچہ مار کر میری بے عزتی کی ہے۔

www.urdusala.com
PDF By pipceofdhump@urdufanz.com

اس لیے میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔

اور اس کے ساتھ ہی عنبر نے جرمن افسر کی گردن پر اس زور سے ہاتھ مارا کہ اس کی گردن ٹوٹ کی ڈھلک گئی۔

وہ زمین پر بے جان ہو کر گر پڑا۔ دوسرے سپاہی باہر بھاگنے لگے۔ مگر عنبر نے ان کو بھی پکڑ کر زمین پر گرا لیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ بھی بیجان پڑے تھے۔ عنبر تہہ خانے سے باہر نکلنے لگا تو اسے خیال آیا کہ باہر اسے سپاہی پہچان لیں گے۔

اس نے جرمن سپاہی کی وردی پہن کر ہیٹ ماتھے

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

پر جھکا لی اور باہر نکل آیا۔ باہر کاریڈار میں سے گزرتے ہوئے اسے جو سپاہی بھی ملتا، اسے سلوٹ کر کے گذرتا۔

عنبر ہیڈ کوارٹر سے باہر نکل آیا۔

عین دروازے پر ایک کرنل کی کار آ کر رکی۔ اس نے عنبر کو اشارے سے قریب بلایا۔

"ہیلو جنرل! کیا حال ہے تمہارا؟"۔

جرمن کرنل نے قریب آ کر عنبر کو دیکھا تو بولا۔

"تم کون ہو؟"۔

عنبر بھاگنے لگا تو کرنل نے چلا کر کہا۔

"اتحادی جاسوس۔۔۔ پکڑ لو"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر کی طرف دس بارہ جرمن سپاہی دوڑے اور اسے اسی وقت جکڑ لیا گیا۔

عنبر پریشان ہو گیا کہ یہ لوگ خواہ مخواہ ایک بار پھر اس کی راہ کھوٹی کر رہے ہیں۔ وہ نکل تو جائے گا مگر اس کا جانے کتنا وقت ضائع ہوگا۔

کرنل کے حکم سے عنبر کو ہیڈ کوارٹر کے سب سے اوپر والے کمرے میں بند کر دیا گیا۔ اس نے جن تین سپاہیوں اور ایک جرمن افسر کو قتل کیا تھا۔ ان کی لاشیں بھی مل گئیں۔

ادھر ماریا پیرس کے بازاروں میں گھوم پھر کر عنبر اور ناگ کو تلاش کر رہی تھی۔ ایک روز وہ دریا کے

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

کنارے آ گئی۔

یہاں اس نے ایک عورت کو دیکھا جو ایک دکان سے ڈبل روٹی خرید رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔

"تم اگر سنو گے تو تمہیں یقین نہیں آئے گا"۔

دکاندار نے مسکرا کر کہا۔

"تم ہمیشہ کوئی نہ کوئی گپ لگاتی ہو۔ بولو اس بار کیا گپ لگانے والی ہو؟"۔

عورت نے کہا۔

"میرا شوہر ہیڈ کوارٹر میں کام کرتا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ قلعے میں نپولین کی روح ایک مرد کی شکل میں آئی ہے، اسے کوئی ہلاک نہیں کر سکتا"۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دکاندار ہنس پڑا۔ ماریا کے کان کھڑے ہو گئے۔

"کیا یہ نپولین تمہیں خواب میں ملا تھا؟"۔

عورت نے غصے میں کہا۔

"تم فرانسیسی نہیں ہو"۔

اور پھر ادھر ادھر دیکھ کر ایک طرف کو چل دی۔

اسے یہ خطرہ بھی تھا کہ اگر کسی جرمن سپاہی نے سن لیا تو اسے اس کے خاوند سمیت گولی سے اڑا دے گا۔

ماریا اس عورت کے پیچھے پیچھے چل پڑی اس کا دل کہہ رہا تھا کہ عنبر جرمنوں کے ہیڈ کوارٹر میں آ گیا ہے۔

یہ عورت دریا کے کنارے ایک مکان میں داخل

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

ہو گئی۔ ماریا بھی اس کے پیچھے گئی۔

سوچنے لگی کہ اس سے کس طرح عنبر کے بارے میں پوچھے۔ اگر پوچھا تو ہو سکتا ہے کہ وہ ڈر کر بے ہوش ہو جائے۔

ماریا نے سوچا کہ اس عورت سے پوچھنے کی بجائے ہیڈ کوارٹر میں چلنا چاہیے۔

چنانچہ ماریا جرمنوں کے ہیڈ کوارٹر کی طرف آ گئی۔

گیٹ سے گزر کر وہ برآمدے میں آئی تو دیکھا کہ دو فرانسیسی نوکر آپس میں سرگوشیوں میں باتیں کر رہے ہیں۔

www.urdusalat.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

www.urdusala.com

ماریا ان کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ دونوں ملازم فرش صاف کرتے ہوئے آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔

ایک کہہ رہا تھا۔

"نپولین کی روح اس میں آ گئی ہے۔ وہ نپولین بونا پارٹ ہے۔ وہ فرانس کو جرمنوں سے آزاد کرانے۔۔۔"

"شی! خاموش"۔

پہلا فرانسیسی خاموش ہو گیا۔ سامنے سے ایک جرمن افسر چلا آ رہا تھا۔ اس نے فرانسیسی ملازموں کو نفرت سے دیکھا۔

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اور تھوک کر کمرے میں داخل ہو گیا۔ ماریا ان دونوں وطن پرستوں کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی اور سرگوشی میں بولی۔

نپولین کی روح کہاں ہے؟۔

فرانسیسی نوکروں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا کہ یہ عورت کی آواز کہاں سے آ گئی؟۔

پھر انہوں نے ایک چیخ ماری اور ایک طرف کو بھاگ گئے۔ ماریا کو افسوس ہوا کہ وہ یہ کیوں بھول گئی کہ اس کی آواز انہیں خوف زدہ بھی کر سکتی ہے۔ بہر حال اب وہ کیا کر سکتی تھی۔

وہ خاموشی سے ہیڈ کوارٹر کے برآمدوں اور کمروں

کے چکر لگانے لگی کہ شاید اسی طرح کہیں عنبر کا سراغ مل جائے۔

گھومتے پھرتے اس نے دیکھا کہ ایک جگہ سیڑھیاں اوپر جا رہی ہیں ماریا اوپر چڑھ گئی۔ اوپر کمرے تھے۔

برآمدے تھے۔ ایک برآمدے سے گذر کر باہر صحن میں آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ کونے میں ایک گول کمرہ ہے جس کے دروازے پر سلاخیں لگی ہیں۔ اور ایک جرمن سپاہی رائفل اٹھائے پہرہ دے رہا ہے۔

ماریا کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ ضرور عنبر اس کمرے میں قید ہے۔ وہ جلدی سے بھاگ کر

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

دروازے کے پاس آئی۔

یہ دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ سلاخوں میں سے عنبر ایک جگہ زمین پر بیٹھا نظر آ رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ سلاخوں کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔

اس نے اپنی مخصوص سیٹی بجا کر عنبر کو اپنی موجودگی کی اطلاع کر دی۔ عنبر نے ماریا کی سیٹی کی آواز سنی تو اس کے چہرے پر خوشی کی رونق آ گئی۔ اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"ماریا!"

سپاہی نے پلٹ کر عنبر کو دیکھا اور رائفل آگے کر دی۔

www.urdurasala.com
EDP By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

"کس کو بلا رہے ہو؟"۔

ماریا نے ایک بار پھر سیٹی بجا کر عنبر کو خبردار کیا کہ بیتاب ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ آ گئی ہے اور اب وہ زیادہ دیر تک پنجرے میں قید نہیں رہے گا۔

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

قیدیوں کا فرار

ماریا اس جگہ ٹہلتی رہی۔

وہ انتظار کر رہی تھی کہ کسی طریقے سے جیل کا دروازہ کھلے اور وہ اندر داخل ہو جائے۔

ابھی وہ خود دروازے کا تالا نہیں توڑنا چاہتی تھی۔

کچھ دیر کے بعد ایک دستہ سپاہیوں کا مارچ کرتا ہوا آیا اور جیل کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

جھٹ دروازہ کھول دیا گیا۔ سپاہیوں نے عنبر کو رسیوں سے جکڑ کر باہر نکالا اور نیچے لے لیے۔ ماریا بھی ساتھ ساتھ گئی۔

عنبر کو عمارت کے عقب میں ایک کھلے صحن میں لے جا کر ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ ماریا یہ سارا تماشا خاموشی سے دیکھتی رہی اور ساتھ ہی ساتھ عمارت کا جائزہ لیتی رہی کہ یہاں سے باہر نکلنے کے لیے کیا کیا امکان ہو سکتے ہیں۔

یہ تو اسے معلوم تھا کہ عنبر کو یہ لوگ ہلاک نہیں کر سکتے۔ یہ محض اپنی گولیاں ضائع کریں گے۔ اور ویسا ہی ہوا۔

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

جرمن کپتان نے حکم دیا۔

"نشانہ باندھو!"۔

سپاہیوں نے نالیوں کا رخ عنبر کے سینے کی طرف کر دیا۔ کپتان نے جیب سے رومال نکال لیا۔ ابھی وہ لہرانے ہی والا تھا کہ ماریا نے اسے قریب جا کر زور سے دھکا دیا۔

کپتان نیچے گر پڑا۔ سپاہی اس کی طرف بھاگے۔ اسے اٹھایا۔ وہ غصے میں بولا۔

"مجھے تم میں سے کس الو کے پٹھے نے دھکا دیا تھا"۔

جرمن سپاہی ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کپتان صاحب کا دماغ تو نہیں چل گیا۔ کیونکہ وہ تو سارے کے سارے کپتان سے دس قدم کے فاصلے پر کھڑے تھے۔

کپتان نے دوبارہ کہا۔

"نشانہ باندھو!"

نشانہ ایک بار پھر باندھ دیا گیا۔ اس بار ماریا نے سوچا کہ ذرا تماشا ہو جانا چاہیے۔ جرمن کپتان نے رومال لہرا دیا۔

"فائر!"

ایکدم دس بارہ رائفلوں کا دھماکہ ہوا۔ یقین تھا کہ عنبر کا سینہ چھلنی ہو چکا ہوگا اور خون کی ندیاں بہہ رہی

ہوں گی۔

مگر وہاں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ ان کے سامنے عنبر سکون کے ساتھ اسی طرح بندھا رہا اور مسکراتا رہا۔ جرمن کپتان نے لپک کر عنبر کے سینے کو غور سے دیکھا۔ وہاں گولی کا کوئی نشان نہیں تھا۔ ساری گولیاں فرش پر گر پڑی تھیں۔

جرمن کپتان کی حیرت سے آنکھیں کھل گئیں۔

"یہ کیا ہوا؟"۔

پھر اس نے جرمن سپاہیوں کو دوبارہ فائرنگ کا حکم دیا۔ ایک بار پھر عنبر کے سینے پر گولیاں چلائی گئیں۔

اس بار بھی وہی ہوا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر کے سینے پر خراش تک نہ آئی۔ اور گولیاں فرش پر گر پڑیں۔ غرض کہ ساری گولیاں خالی کر دی گئیں مگر عنبر کھڑا مسکراتا رہا۔

اب تو جرمن کپتان پر خوف طاری ہو گیا۔ اس نے لپک کر عنبر کے سینے کو ٹٹولا کہ کہیں اس نے سینے پر ایسا لوہا تو نہیں چڑھا رکھا۔

جس پر گولی اثر نہیں کرتی۔ لیکن ایسی بات بھی نہیں تھی۔

عنبر نے کہا۔

"کیا تمہارے لیے بہتر نہیں ہے کہ مجھے عزت کے ساتھ کھول کر کرسی پیش کرو۔ اور میرے ہاتھ

باندھ کر کھڑے ہو جاؤ"۔

جرمن کپتان غرایا۔

"تم جادوگر ہو۔ میں تمہیں آگ میں زندہ جلاؤں گا"۔

پھر اس نے حکم دیا۔

"اسے گیس کیمپ میں پہنچا دیا جائے"۔

عنبر کو زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔ ماریا نے قریب آ کر کہا۔

"عنبر بھائی! یہ کیا ہو رہا ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"ماریا بہن! خدا کا شکر ہے کہ تم مل گئیں۔ اب

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

مجھے کوئی پروا نہیں۔ ذرا گیس کیمپ کی سیر بھی کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے وہاں ناگ سے ملاقات ہوجائے"۔

ایک جرمن سپاہی نے پلٹ کر عنبر کو دیکھا۔

"کس سے بات کر رہے ہو؟"۔

دوسرے سپاہی نے کہا۔

"بے چارہ گیس کیمپ کے خیال سے پاگل ہو گیا ہے"۔

عنبر کو ایک ریل گاڑی میں سوار کروا دیا گیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی ریل میں چڑھ گئی۔ ریل گاڑی ساری رات چلتی رہی۔

دوسرے روز بھی سفر جاری رہا۔ دوسری رات کو

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

پچھلے پہر گاڑی ایک ایسی جگہ پہنچ کر رک گئی۔ جہاں اندھیرے میں آسمان کی طرف اٹھتی ہوئی بڑی بڑی چمنیاں نظر آرہی تھیں۔

عنبر کو گاڑی سے اتار کر ایک حوالات میں بند کر دیا گیا۔ عنبر نے دیکھا کہ وہاں کئی عورتیں بچے بوڑھے اور جوان مرد بھی قید تھے۔

ان کے چہرے موت کے خوف سے زرد ہو رہے تھے۔

عنبر نے ایک آدمی سے پوچھا۔

"تم یہاں کس لیے لائے گئے ہو؟"۔

اس نے کمزوری آواز میں کہا۔

www.urdusafa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"ہم پولینڈ کے یہودی ہیں۔ جرمنوں نے ہمیں قید کر ڈالا۔ سنا ہے یہاں وہ ہمیں ہلاک کر دیں گے۔ یہاں ہزاروں یہودی قیدی پہلے ہی ہلاک کیے جا چکے ہیں"۔

عنبر خاموش ہو گیا۔ اسے ان عورتوں بچوں اور بوڑھوں پر بڑا ترس آیا۔ جنہیں موت کے منہ میں دھکیلا جا رہا تھا۔

اس نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ ان لوگوں کو مرنے نہیں دے گا۔ رات اسی جیل میں گزار دی گئی۔

صبح کو انہیں ایک بڑے ہال کمرے میں دھکیل دیا گیا۔ یہاں چھت پر ایک پائپ لگا تھا۔

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

ہال کمرے کے دروازے ابھی بند نہیں ہوئے تھے۔ ماریا تیزی سے اندر آئی۔ عنبر نے اسے بتایا کہ وہ ان لوگوں کو موت کے منہ سے بچانا چاہتا ہے۔

ماریا نے کہا۔

"میں نے اوپر دو جرمن افسروں کو باتیں کرتے سنا ہے کہ ان لوگوں پر زہریلی گیس چھوڑ کر ہلاک کیا جائے گا"۔

عنبر نے چھت کی طرف دیکھا۔

"تو گویا زہریلی گیس اس پائپ میں آئے گی۔

ماریا جلدی سے اوپر جا کر گیس کا پائپ کاٹ دو"۔

ماریا بھاگ کر اوپر گئی۔ اس نے دیکھا کہ ایک

www.urdumasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پائپ باہر کو جا رہی ہے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے پائپ کو اکھاڑ دیا۔

پائپ ٹوٹ گئی۔ اس کے ساتھ ہی زہریلی گیس خارج ہونے لگی۔ ماریا ایک طرف کو بھاگ گئی۔

جرمن سپاہیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔

"گیس بند کرو۔ گیس بند کرو"۔

گیس بند کر دی گئی۔ اس کے باوجود کئی ایک سپاہی زہریلی گیس سے بے ہوش ہو چکے تھے۔

سارے قیدیوں کو ہال کمرے سے نکال کر ایک بارک میں بند کر دیا گیا۔

عنبر بھی ان کے ساتھ ہی گیا۔ ماریا بھی ساتھ تھی۔

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

گیس کی پائپ کی مرمت شروع ہو گئی۔ جس جگہ ان لوگوں کو قید کیا گیا تھا وہاں قریب ہی ایک چھوٹا سا سٹیشن تھا۔

جہاں فوجی گاڑیاں تھوڑی دیر آ کر رکتیں اور پھر آگے روانہ ہو جاتی تھیں۔

عنبر نے ماریا سے کہا۔

"اگر کسی طرح سے ہم ایک ریل گاڑی پر قبضہ کر لیں تو ان لوگوں کو اس میں سوار کروا کر یہاں سے فرار ہوا جا سکتا ہے"۔

ماریا نے پوچھا۔

"لیکن ہم جائیں گے کہاں؟"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر64)

عنبر نے کہا۔

میں ان سارے علاقوں سے باخبر ہوں۔ یہ جرمنی کا شمال مغربی علاقہ ہے۔ یہاں سے سوئٹزرلینڈ کی سرحد ایک رات اور ایک دن کے سفر پر ہے۔

اگر ہم کسی طرح ٹرین کو لے کر سوئٹزرلینڈ کی سرحد تک پہنچ سکیں تو وہاں سے ہم سوئٹزرلینڈ میں داخل ہو جائیں گے۔

جو ایک آزاد ملک ہے اور جنگ میں شامل نہیں ہے۔ پھر یہ سارے قیدی آزاد ہوں گے۔

"خیال تو اچھا ہے مگر ٹرین پر قبضہ کیسے کیا جائے؟"۔

عنبر نے ہنس کر کہا۔

"یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ میں ابھی سے اس سکیم پر عمل شروع کر رہا ہوں۔ تم میرے ساتھ رہنا"۔

اس وقت عنبر نے ایک نوجوان قیدی کو جو ان سب میں سے ذہین تھا، بہادر تھا اپنا ہمراز بنالیا اور کہا۔

"اگر تم لوگ میرے ساتھ رہے اور ہم نے ایک ٹرین پر قبضہ کرلیا تو ہم یہاں سے نکل جائیں گے"۔

نوجوان قیدی کا نام جیکب تھا۔

اس نے کہا۔

"عنبر بھائی! یہ بڑا مشکل کام ہے۔ جرمن سپاہی

www.urdurasala.com
PDF By placeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

خونخوار وحشیوں کی طرح جگہ جگہ پہرہ دے رہے ہیں۔ ان کے چنگل سے بچ کر نکلنا بڑا مشکل ہے۔

عنبر نے کہا۔

گھبراؤ نہیں۔ ہم ایسا کر گزریں گے آج شام میں یہاں سے نکل جاؤں گا۔ گاڑی رات کو آتی ہے۔ اور یہاں خالی ہو جاتی ہے۔

پھر صبح کو مال لے کر آگے جاتی ہے۔ میں اس گاڑی پر قبضہ کر لوں گا۔ تم لوگوں کا یہ کام ہے کہ جب میرا اشارہ ملے تو یہاں سے بھاگ کر سٹیشن پر آنا ہے اور ٹرین پر سوار ہو جانا ہے۔ تم ان سب لوگوں کو تیار کر چھوڑنا۔

شام کو عنبر نے ماریا سے کہا۔

"میں ابھی اسٹیشن جا رہا ہوں"۔

اور تھوڑی دیر بعد عنبر نے دروازے کا تالا توڑ دیا اور باہر نکل گیا۔ جرمن سپاہی کچھ فاصلے پر پہرہ دے رہا تھا۔

اس نے آواز نہ سنی کیونکہ ٹرین سٹیشن میں داخل ہو رہی تھی۔ عنبر جونہی باہر نکلا سپاہی نے اسے دیکھ لیا۔ وہ اس کی طرف لپکا۔

عنبر نے اپنی جگہ سے کوئی حرکت نہ کی۔ جونہی سپاہی اس کی طرف آیا۔ عنبر نے اچھل کر اس کی گردن دبوچ لی اور گلا دبا کر اسے ہلاک کر دیا۔

www.urdurasala.com
www.urdurasala.com
PDF By princedhump@urdufanz.com

پھر اسے گھسیٹ کر اندھیرے میں لے گیا۔ وہاں اس کی وردی پہنی اور لاش کو کھڈ میں گرا دیا اور وہ وہاں خاموشی سے پہرہ دینے لگا۔

سارے قیدی اس کی بہادری پر حیران ہو رہے تھے اس نے سلاخوں کے پاس منہ لے جا کر کہا۔

''جیکب ان لوگوں کو تیار رکھنا۔ آج رات تم موت کے چنگل سے آزاد ہو جاؤ گے''۔

عنبر نے ماریا سے کہا۔

''ماریا! تم ریلوے سٹیشن پر چلو''۔

کچھ عرصہ بعد ریل آ گئی۔ سارے ڈبے خالی ہو گئے۔ سردی بہت زیادہ تھی۔ جس کی وجہ سے سٹیشن

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

ویران ہو رہا تھا۔

سپاہی کہیں کہیں چل پھر رہے تھے۔ جنگ کی وجہ سے بلیک آؤٹ بھی تھا۔ عنبر ٹہلتا ٹہلتا ٹرین کے انجن کے پاس گیا۔

انجن ڈرائیور وہاں نہیں تھا۔ صرف ایک فائر مین بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ عنبر نے اسے جرمن زبان میں کہا۔

''تم بھی جا کر چائے پیو بھائی۔ میں پہرہ دے رہا ہوں''۔

فائر مین بڑا خوش ہوا۔

''شکریہ! میں پہلے ہی تیار تھا مگر مجبور تھا''۔

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

فائر مین بھی چلا گیا۔اب پوری ٹرین خالی تھی۔

عنبر نے ماریا سے کہا۔

"تم یہاں ٹھہرو! میں ان لوگوں کو لے کر آتا ہوں"۔

عنبر بھاگ کر جیل خانے کی بارک میں گیا اور جیکب سے کہا۔

"جلدی سے ایک ایک کر کے اندھیرے میں نکلو اور ریل کے انجن کے ساتھ والے ڈبے میں سوار ہو جاؤ"۔

"جلدی کرو۔۔۔جلدی۔۔۔"

عنبر نے بارک کا دروازہ کھول دیا۔قیدی عورتیں،

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر64)

بچے، بوڑھے اور مرد ایک ایک کر کے نکلنے لگے۔وہ اندھیرے میں جھک جھک کر چلتے ٹرین کے ڈبے میں سوار ہونا شروع ہو گئے۔

ماریا وہاں کھڑی پہرہ دے رہی تھی۔اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا مگر وہ سب کو دیکھ رہی تھی جب سارے قیدی ٹرین میں سوار ہو گئے تو عنبر بھی آ گیا۔

اس نے سیٹی بجائی۔ماریا نے بھی سیٹی بجائی۔

"ماریا! سگنل ڈاؤن کر دو"۔

ماریا سگنل آفس میں گئی اور اس نے ہتھی گرا کر سگنل ڈاؤن کر دیا۔

اس کے ساتھ ہی عنبر انجن میں سوار ہو گیا۔اس

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

نے سٹیم چھوڑا اور انجن چلا دیا۔

انجن کے پہیئے پوری طاقت کے ساتھ گھومے اور پھر چل پڑے۔ انہوں نے ٹرین کی باقی بوگیاں اتار دی تھیں۔

اس وقت انجن کے ساتھ صرف ایک بوگی تھی۔ جس میں قیدی سوار تھے۔ انجن کا شور سن کر ڈرائیور اور کلینر بھاگے۔

انہوں نے سپاہیوں کو خبردار کر دیا۔ سپاہیوں نے گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ مگر ٹرین سٹیشن سے نکل کر بھاگنے لگی تھی۔

عنبر نے جیکب سے کہا۔

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

"جرمنوں نے اگلے سٹیشن پر ضرور اطلاع کر دی ہو گی کیا کیا وہاں کوئی لوپ لائن ہے؟"۔

جیکب نے کہا۔

"یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہ لائن سیدھی سوئٹزر لینڈ کے سرحدی سٹیشن تک چلی جاتی ہے مگر جرمن راستے میں کوئی رکاوٹ ضرور کھڑی کریں گے؟"۔

"رکاوٹ کی مجھے پرواہ نہیں۔ ہاں ایسا تو نہیں ہو سکتا تو وہ راستے میں کوئی انجن کھڑا کر دیں؟"۔

جیکب نے کہا۔

"نہیں۔ یہ اس لیے نہیں ہو سکتا کہ یہاں سے جو گاڑی جاتی ہے، وہ صبح واپس آ جاتی ہے۔ اب دوسری

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

طرف کوئی گاڑی یا انجن نہیں ہے۔

ٹھیک ہے۔ تم اوپر سے ہو کر ڈبے میں جاؤ اور عورتوں بچوں کو تسلی دو۔ اور انہیں کہو کہ وہ کھڑکیوں کے پاس ہو کر بالکل نہ بیٹھیں۔

بلکہ فرش پر بیٹھیں۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے۔ اگلے سٹیشن تک جرمن فوج ہمارا استقبال کرے۔

ماریا خاموشی سے انجن میں کھڑی تھی۔ جیکب اسی وقت چھت پر سے ہو کر پچھلے ڈبے میں چلا گیا۔ اس نے جا کر سارے قیدی بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو تسلی دی اور عنبر کی ہدایات پر سختی سے عمل کرنے کو کہا۔

ماریا عنبر کے پاس کھڑی شیشے میں سے باہر دیکھ رہی تھی۔

اس نے کہا۔

"جرمن فوج شاید ہم پر گولا باری کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہوائی جہاز سے بم گرا کر ہمارے ڈبے اور انجن کو تباہ کرنے کی کوشش کریں"۔

عنبر بولا۔

"ماریا بہن! یہ خطرہ تو ہمیں مول لینا ہی پڑے گا۔ لیکن میں کوشش کروں گا کہ ہوائی جہاز کی بمباری سے انجن کو بچا لوں"۔

"لیکن اگر سٹیشن پر کوئی جرمن ٹینک کھڑا ہوا تو کیا کریں گے؟"۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر نے کہا۔

"یہ بھی خطرہ مول لینا ہی پڑے گا۔ بہر حال جو کچھ بھی پیش آئے گا، اس کا مقابلہ کرنا ہی پڑے گا"۔

انجن اکلوتے ڈبے کو لے کر بڑی اچھی رفتار سے منزل کی طرف بھاگا چلا جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد انہیں دور سے سٹیشن کی ہلکی دھیمی روشنی سی نظر آئی۔

عنبر نے کہا۔

"بلیک آؤٹ میں بھی اس سٹیشن پر دھیمی روشنی ہو رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جرمن ہمارا خیر مقدم کرنے کے لیے وہاں تیار کھڑے ہیں"۔

ٹرین سٹیشن کے سامنے پہنچی تو عنبر نے انجن کی بتی

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

روشن کر دی۔ اب جیکب بھی ڈبے میں سے نکل کر انجن میں عنبر کے پاس آ گیا تھا۔

انجن کی روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ ریلوے لائن پر ایک چھکڑا کھڑا تھا۔ اور پلیٹ فارم پر جرمن سپاہی ٹامی گنیں لیے لیٹے ہوئے تھے۔

عنبر نے کہا۔

"ہوشیار! میں انجن کو چھکڑے سے ٹکرا کر لے جاؤں گا"۔

انجن ایک زبردست شور کے ساتھ سٹیشن میں داخل ہو گیا۔ جرمن نے فائرنگ شروع کر دی۔

جیکب، ماریا اور عنبر نے سر نیچے کر لیے۔

www.urdusaga.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

انجن ایک زبردست دھماکے کے ساتھ پٹریوں پر کھڑے چھکڑے سے ٹکرایا۔ چھکڑا پاش پاش ہو کر اچھل کر دوسری طرف گر پڑا۔

انجن کے سامنے اس کی بھلا کیا حیثیت ہو سکتی تھی۔ ٹرین پر گولیوں کا مینہ برسا دیا گیا۔ مگر عنبر انجن کو نکال کر لے گیا۔

جیکب نے خوش ہو کر کہا۔

"ایک مرحلہ تو طے ہو گیا، لیکن میرا خیال ہے کہ اب جرمن ہوائی جہاز سے حملہ کریں گے۔ شاید وہ دن کی روشنی کا انتظار کر رہے ہیں"۔

عقاب کا نشیمن

ٹرین کھیتوں، جنگلوں میں سے گزرتی جا رہی تھی۔

عنبر نے دیکھا کہ انجن میں اتنا کوئلہ موجود تھا کہ وہ اپنی منزل پر پہنچ سکتے تھے، لیکن سب سے زیادہ پریشانی پانی کی تھی۔

پانی کی ٹینکی ختم ہونے والی تھی اور پانی کے بغیر

www.urdurasala.com
www.urdurasala.com
PDF By princeoldhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر64

انجن ایک قدم نہیں چل سکتا تھا۔عنبر نے اس پریشانی کا اظہار جیکب سے کیا تو وہ بولا۔

''عنبر بھائی! اس کا ایک ہی علاج ہے کہ ہم راستے میں کسی جگہ پانی حاصل کرنے کی کوشش کریں''۔

''کیا راستے میں کسی جگہ پانی مل سکے گا؟''۔

عنبر کے اس سوال کے جواب میں جیکب نے کہا۔

یقیناً کسی اگلے سٹیشن پر پانی کا ٹینک ضرور لگا ہوگا۔ جہاں سے انجن پانی حاصل کرتے ہیں۔ہم وہاں سے پانی کی ٹینکی بھر لیں گے۔

اتنی دیر میں دن کی روشنی پھیل گئی۔اس کے ساتھ ہی آسمان میں سے کسی ہوائی جہاز کی ہلکی گونج سنائی دی۔

جیکب نے چونک کر کہا۔

''جرمن جہاز آ گیا شاید''۔

عنبر نے کہا۔

جلدی سے ڈبے میں جا کر سب لوگوں سے کہہ دو کہ وہ ڈبے کے فرش پر دیواروں کے ساتھ لگ کر لیٹ جائیں اور کوئی شخص باہر نہ جھانکے۔جلدی کرو۔

جیکب کے جاتے ہی ماریا نے کہا۔

ہمارے پاس اس وقت اسلحہ ہونا نہایت ضروری

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

تھا۔ دو ایک رائفلیں ہی ہوتیں تو کم از کم ہوائی جہاز پر ایک دو فائر ہی کر لیتے۔

ابھی وہ باتیں کر رہے تھے کہ ایک بمبار ہوائی جہاز زناٹے کے ساتھ ٹرین کے اوپر سے گزر گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک زبردست دھماکا ہوا۔ اور ٹرین لرزی۔

بم کھیتوں میں گرا تھا۔ اصل میں چلتی ٹرین کا نشانہ لینا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ جرمن بمبار کے ہوا باز نے ٹرین پر فائرنگ بھی کی۔

جہاز دوسری بار پھر ایک بم گرا گیا۔ اس دفعہ بم انجن کے آگے بائیں جانب لائن کے قریب ہی گرا۔ اگر ذرا لائن کے اندر گرتا تو ضرور انجن الٹ گیا ہوتا۔

عنبر نے انجن کی رفتار اور تیز کر دی۔

تیسرا بم بھی کھیت میں گرا تھا۔ چوتھا بم ٹرین کے پچھلے ڈبے کو چھو کر ریلوے لائن پر گرا۔ اور اس نے لائن کے ٹکڑے اڑا دیئے، لیکن خوشی کی بات یہ تھی کہ لائن آگے سے نہیں ٹوٹی تھی۔

بمبار جہاز کے پاس شاید چار ہی بم تھے۔ اب اس نے نیچی پرواز کر کے ٹرین پر مشین گن سے فائرنگ شروع کر دی۔

اس فائرنگ سے ڈبے کی کھڑکیاں اور انجن کے سائیڈ کے شیشے ٹوٹ گئے۔ جہاز نا امید ہو کر واپس چلا

www.urdusalaf.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

گیا۔

ٹرین بھاگی جا رہی تھی۔ ایک موڑ کاٹا تو سامنے ایک چھوٹا سا اسٹیشن آ گیا۔ اس جگہ فوج نہیں تھی، لیکن سٹیشن ماسٹر کو اطلاع مل چکی تھی کہ ایک ٹرین مفرور قیدیوں کی آ رہی ہے۔ اسے روکا جائے۔ سٹیشن ماسٹر نے بھی ریلوے لائن میں ایک ٹرالی رکھوا دی تھی۔

عنبر نے کہا۔

''ہم اس جگہ انجن کھڑا کر کے پانی حاصل کریں گے''۔

پانی کی ٹینکی دور ہی سے نظر آ رہی تھی۔ عنبر نے انجن اس ٹینکی کے نل کے بالکل نیچے جا کر کھڑا کر دیا۔

www.urdurasala.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

جیکب کو ڈبے میں بھجوا دیا گیا۔

عنبر نے ماریا سے کہا۔

''اب تمہارا کام ہے کہ سٹیشن پر جا کر رائفلیں وغیرہ حاصل کرنے کی کوشش کرو''۔

ماریا چپکے سے انجن سے اتر گئی۔ دور سے انجن پر ایک دو گولیاں چلیں۔ شاید وہاں کے چوکیدار گولیاں چلا رہے تھے۔

جیکب نے اوپر چڑھ کر کسی نہ کسی طرح پانی کا پائپ انجن کے ٹینک میں ڈالا۔ اور پانی کھول دیا۔

پانی بڑی تیزی سے ٹینکی میں بھرا جانے لگا۔

ماریا نے ریلوے سٹیشن کو بالکل ویران سا

www.urdurasala.com
PDF By phiceedhump@urdufanz.com

پایا۔ صرف دو چوکیدار بندوقیں تانے فائرنگ کر رہے تھے۔ اسے کھانے کی چیزوں کی بھی تلاش تھی۔ کھانے کے لیے ڈبل روٹی بسکٹ اور خشک گوشت اسے اسٹیشن کی کینٹین سے مل گیا۔

اس کا جھولا بھر کر ماریا نے کندھے پر ڈالا اور ایک چوکیدار کو لات مار کر اس کی بندوق اور گولیاں چھین لیں۔

پھر اس نے جوابی فائرنگ کر کے وہاں افراتفری مچا دی۔ دوسرا چوکیدار ہڑبڑا کر اپنی بندوق چھوڑ کر بھاگ گیا۔

ماریا نے انجن پر آ کر عنبر کو کھانے کی چیزیں اور

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

بندوقیں دے دیں۔

اسی وقت عورتوں اور بچوں وغیرہ میں ڈبل روٹی اور گوشت تقسیم کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد انجن کی ٹینکی بھر گئی۔

عنبر نے انجن چلا دیا۔ انجن نے پوری قوت سے ٹکر مار کر لائن پر پڑی ٹرالی کو اٹھا کر دوسری طرف اچھال دیا۔

ٹرین ایک بار پھر پوری رفتار کے ساتھ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔ خوش قسمتی سے ریلوے لائن کے ساتھ کوئی پختہ یا پکی سڑک نہیں جا رہی تھی۔

جس کی وجہ سے جرمن سپاہی ٹرین کا تعاقب نہیں

www.urdusalaz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

کر سکتے تھے۔ ٹرین پر ایک بار پھر جہاز سے بم برسائے گئے۔ اس بار بھی ٹرین تباہ ہونے سے بچ گئی۔

سفر کرتے ہوئے شام ہو گئی۔

اب رات کو بلیک آؤٹ کی وجہ سے ان کا سفر آسان ہو گیا تھا، کیونکہ اوپر سے جہاز کو ٹرین دکھائی نہیں دے سکتی تھی۔

یہ ایک ہی ریلوے لائن تھی جو جنگی ضرورتوں کے تحت بچھائی گئی تھی۔ اس کے راستے میں زیادہ سٹیشن نہیں تھے۔

رات کے پچھلے حصے میں ٹرین کو ایک گاؤں کے قریب روک دیا گیا۔ عنبر نے جیکب سے کہا کہ یہاں اتر کر مسافروں کے لیے کچھ کھانے کا انتظام کرنا چاہیے۔

مگر یہ گاؤں جرمن لوگوں کے تھے۔ خطرہ تھا کہ وہ ان پر حملہ نہ کر دیں، کیونکہ ریڈیو کے ذریعے یہ خبر نشر کر دی گئی تھی کہ قیدی ایک ٹرین لے کر فرار ہو گئے ہیں۔

اب عنبر نے ماریا کی خدمات سے کام لینے کا فیصلہ کیا۔ ایسے موقعوں پر انہیں صرف ماریا ہی کام دے سکتی تھی۔

ابھی تک سوائے عنبر کے کسی کو ماریا کی خبر نہیں تھی۔

ٹرین کھیتوں میں ایک جگہ رکی کھڑی تھی۔ عنبر نے ماریا

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

کو ساتھ لیا اور گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا۔

گاؤں کے باہر پہنچ کر عنبر رک گیا اور اس نے ماریا سے کہا۔

''اب تمہارا کام ہے کہ اس گاؤں کی کسی دکان سے ڈبل روٹی اور گوشت مہیا کرو''۔

ماریا نے کہا۔

''فکر نہ کرو۔ میں یہ ساری چیزیں لے کر ابھی آتی ہوں''۔

بہادر ماریا نے تھیلا کندھے پر رکھا اور گاؤں کی طرف چل پڑی۔ گاؤں میں بلیک آؤٹ تھا، مگر کہیں کہیں مکانوں اور دکانوں کے اندر مدھم بتیاں جل رہی تھیں۔

ماریا نے دیکھا، دکانوں میں کھانے پینے کی چیزوں کے پیکٹ سجے ہوئے تھے۔ بس اسے اسی جگہ پہنچنا تھا۔

وہ دکان کے اندر داخل ہو گئی۔ وہاں ایک موٹا سا دکاندار کاؤنٹر کے پیچھے آرام کرسی میں دھنس کر بیٹھا پائپ پی رہا تھا۔

اسے ماریا کے اندر آنے کا بالکل احساس نہ ہوا۔

ماریا نے پیچھے جا کر ایک جگہ سے اپنے مطلب کی چیزیں تھیلے میں بھرنی شروع کر دیں۔ اچانک ایک پیکٹ اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔

www.urdusala.com
PDF By princedhump@urdufanz.com

شور سن کر دکاندار اٹھا۔ اس نے گھور کر گرے ہوئے پیکٹ کو دیکھا اور بڑبڑاتا ہوا آیا۔

"یہ بدبخت بلی نے ناک میں دم کر دیا ہے۔ اب اگر نظر آ گئی تو اسے گولی مار دوں گا"۔

اس نے فرش پر سے پیکٹ اٹھا کر کاؤنٹر پر رکھ دیا۔

وہ مڑا تو ماریا نے وہ پیکٹ اٹھا کر واپس اپنے تھیلے میں رکھ لیا۔ یہاں اسے سوڈا واٹر کی کچھ بوتلیں بھی مل گئیں۔

تھیلا خوراک سے بھر کر وہ واپس عنبر کی طرف آ گئی۔ عنبر نے تھیلا اٹھا لیا۔ اور ٹرین کی طرف روانہ

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

ہوا۔

ڈبے میں پہنچ کر انہوں نے عورتوں بچوں اور دوسرے لوگوں میں کھانے کی چیزیں اور سوڈا واٹر کی بوتلیں تقسیم کر دیں۔

خود بھی تھوڑا بہت کھایا۔ انجن کا پانی دیکھا۔ ابھی ایک رات وہ اس پانی کے سہارے سفر کر سکتے تھے۔

عنبر نے جیکب سے پوچھا۔

"اگر پانی ختم ہو گیا تو کیا آگے ہمیں پانی کہیں سے مل سکے گا؟"۔

جیکب نے کہا۔

"مشکل ہے، لیکن ہو سکتا ہے، راستے میں

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جرمنوں نے ہنگامی ضرورت کے لیے کوئی پانی کی ٹینکی بنا رکھی ہو۔

"تم خیال رکھنا۔ میں چاہتا ہوں، اگر ہمیں راستے میں پانی مل جائے تو ٹینکی ایک بار پھر بھر لیں۔ ویسے اب سفر کتنا باقی رہ گیا ہے؟"۔

جیکب نے کہا۔

"صبح سورج کی روشنی کے ساتھ ہمیں سوئٹزرلینڈ کی سرحد پر ہونا چاہیے۔ میرا مطلب ہے وہاں سے سوئٹزرلینڈ کی سرحد شروع ہوتی ہے"۔

"ہمیں اللہ کا نام لے کر آگے بڑھنا چاہیے"۔

اتنا کہہ کر عنبر انجن میں سوار ہوا۔ اس نے جیکب کو

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

بھی اپنے ساتھ رکھا۔

ماریا پہلے ہی انجن میں سوار تھی۔ انجن روانہ ہو گیا ساری رات وہ سفر کرتے رہے۔ صبح کے وقت ایک جگہ انہیں لائن کے ساتھ پانی کی ٹینکی دکھائی دی۔

عنبر نے خوش ہو کر کہا۔

"ہم یہاں سے پانی لے سکتے ہیں"۔

انہوں نے انجن لا کر ٹینکی کے پائپ کے نیچے کھڑا کر دیا۔ پانی بڑی تیزی سے انجن کے ٹینک میں بھرنے لگا ابھی پانی بھرا جا رہا تھا کہ اچانک آسمان پر ایک ہوائی جہاز نمودار ہوا۔

اس نے نیچے آ کر ایک بم گرا دیا۔ اس قدر

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بھیانک دھماکہ ہوا کہ انجن لائن پر اچھل پڑا۔

"جلدی سے نیچے آ جاؤ جیک!"۔

جیک پانی کی ٹینکی کے اوپر چڑھا ہوا تھا۔ اس نے انجن پر چھلانگ لگا دی۔ عنبر نے انجن کا لیور دبا دیا۔

چھکا چھک کی آواز کے ساتھ انجن لائن پر روانہ ہو گیا۔ بمبار جہاز نیچے آیا اور ایک اور بم گرا گیا۔ یہ بم بھی انجن کے بائیں جانب گرا انجن بچ گیا۔ لیکن ایک ٹکڑا لگنے سے اس کی آگے لگی ہوئی روشنی کی بتی ٹوٹ کر دور جا گری۔

اب انہیں لائٹ کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ انجن

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

ڈبے کو لیے پوری رفتار سے اڑا جا رہا تھا۔ جہاز نے تیسری بار بم گرایا۔

مگر انجن کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ جہاز نے گولیاں برسانی شروع کر دیں مگر گولیاں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھیں۔

آخر مایوس ہو کر جہاز واپس چلا گیا۔

جیک نے کہا۔

"اب آخری سٹیشن آنے والا ہے۔ وہاں جرمنوں کی بہت بھاری چوکی ہے۔ اگر ہماری ٹرین وہاں داخل ہو گئی تو ہمارا پکڑا جانا یقینی ہے"۔

عنبر نے پوچھا۔

www.urdurasda.com
princeofdhump@urdufanz.com
PDF By

"پھر تمہارا کیا خیال ہے۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"۔

جیکب بولا۔

میرا تو خیال ہے کہ ہمیں انجن کو اسی جگہ چھوڑ کر ڈبے سے اتر جانا چاہیے۔ یہاں سے ایک جنگل شروع ہوتا ہے۔

جو پہاڑوں پر سے ہوتا ہوا سوئٹزرلینڈ کے جنگل میں داخل ہو جاتا ہے۔

عنبر نے کہا۔

"کیا تمہیں راستے کا علم ہے؟"۔

"کیوں نہیں۔ میں ان جنگلوں میں بہت پھرا

ہوں۔ میرا باپ یہاں فارسٹ گارڈ ہوا کرتا تھا"۔

"تو پھر ہم انجن اسی جگہ روک لیتے ہیں، تم جا کر مسافروں کو اطلاع کر دو کہ انہیں کیا کرنا ہے"۔

عنبر نے انجن روک دیا۔ جیکب ڈبے میں گیا۔ اس نے جاتے ہی سارے مسافروں کو خبردار کر دیا کہ اب انہیں یہاں سے جنگل ہی جنگل سوئٹزرلینڈ پہنچنا ہوگا۔

مسافر سہمے ہوئے تھے۔ اگرچہ انہیں جرمنوں کے جنگل سے بچ نکلنے کی خوشی بھی تھی۔ لیکن خطرہ ابھی ان کے سروں پر منڈلا رہا تھا۔

وہ کل تعداد میں پچاس کے قریب تھے۔ وہ ڈبے

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusala.com

میں سے اتر پڑے عورتیں بڑا حوصلہ دکھا رہی تھیں۔

انہوں نے بچوں کو سنبھال رکھا تھا۔

جیکب آگے آگے ہو گیا۔ اور یہ مفرور قیدیوں کا قافلہ کھیتوں میں سے ہو کر گھنے جنگل میں داخل ہو گیا۔ جو آگے چل کر پہاڑی پر چڑھ گیا تھا۔

دوپہر تک یہ لوگ جنگل میں سفر کرتے رہے۔

دوپہر کے بعد انہوں نے پہاڑی پر ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور وہاں آگ جلا کر گوشت گرم کیا گیا اور کافی بنائی گئی۔

عنبر نے جیکب کو ساتھ لیا اور ایک جگہ لے جا کر کہا۔

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

"کیا خیال ہے یہاں سے ہماری منزل ابھی کتنی دور ہوگی؟"۔

جس مقام پر ہم کھڑے ہیں یہاں سے ہماری منزل یعنی وہ مقام جہاں جرمنی کی سرحد ختم ہوتی ہے اور سوئٹزرلینڈ کے آزاد علاقے کی سرحد شروع ہوتی ہے، پچاس کلومیٹر دور ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم کھانا کھا کر چلتے رہے تو آدھی رات کے بعد کہیں جا کر وہاں پہنچ سکیں گے۔

"ایسا بھی ہو سکتا ہے"۔

جیکب نے سر ہلا کر کہا۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر نے پوچھا۔

"یہ بتاؤ کہ سرحد پر جرمن سپاہی کتنی تعداد میں ہوں گے؟"۔

جیکب نے کہا۔

سرحد پر تو جرمن فوج ہر وقت گشت کرتی رہتی ہے ہمیں ہر حالت میں ان سے بچنا ہوگا۔ ظاہر ہے انہیں بھی ہمارے فرار کی اطلاع پہنچ گئی ہوگی۔ شاید وہ رائفلیں اٹھائے ہمارا انتظار کر رہے ہوں"۔

"کوئی بات نہیں۔ ہم ان سے بھی نپٹ لیں گے"۔

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

کھانا کھانے کے بعد ان لوگوں نے تھوڑا سا آرام کیا اور پھر چل پڑے۔ عورتوں سے چلا نہیں جا رہا تھا۔

بعض نے بچے اٹھائے ہوئے تھے۔ لیکن مجبوری تھی۔ بوڑھے بھی بہت جلد تھک جاتے تھے۔ شام ہو گئی۔ اور بہت تھوڑا فاصلہ طے ہوا۔

جیکب سے عنبر نے کہا۔

"کیا یہاں کوئی ایسی سڑک نہیں ہے جہاں ہم کسی گاڑی پر سفر کر سکیں"۔

جیکب نے کہا۔

اول تو سڑک یہاں سے دور ہے۔ دوسرے ہمیں

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

گاڑی کہاں سے ملے گی؟ اگر فرض کر لیا گاڑی مل بھی

جاتی ہے تو سڑک پر سفر کرنا اپنی موت کو آواز دینا

ہے۔

ہمیں ہر حالت میں اسی جنگل میں سفر کرنا ہوگا۔

خواہ ہمیں دو دن اور لگ جائیں۔

جیکب کا خیال ٹھیک تھا۔ چنانچہ عنبر نے ماریا کو

ایک طرف لے جا کر اس سے مشورہ کیا تو اس نے بھی

وہی جواب دیا کہ ہمارے لیے اس جنگل میں سفر کرنا

بہت محفوظ ہوگا۔

ساری رات یہ قافلہ سفر کرتا رہا۔ صبح کی روشنی میں

انہوں نے دیکھا آدھا سفر باقی تھا۔

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

جیکب نے کہا۔

"اس رفتار سے ہم کل صبح منزل پر پہنچیں گے"۔

عنبر نے سر پہ ہاتھ پھیر کر کہا۔

"اس کے سوائے اور کوئی چارہ نہیں"۔

ماریا نے گاؤں سے خوراک کی کافی مقدار حاصل

کر لی تھی وہی خوراک روستے میں کام آ رہی تھی۔ پانی

کسی نہ کسی چشمے سے مل جاتا تھا۔

دوسرا دن بھی آرام آرام سے سفر کرتے گزر گیا۔

دوسرے دن شام کو انہیں ایک چھکڑا جنگل میں پڑا مل

گیا۔

تمام عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو چھکڑے میں

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

لاد دیا گیا۔ اور جوانوں نے چھکڑا کھینچنا شروع کر دیا۔

اس طرح سے عورتوں کو بڑا آرام ملا۔ لیکن نوجوانوں کے پاؤں اور ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ سفر پھر بھی جاری رہا جیکب کا اندازہ بالکل ٹھیک نکلا کوئی دوسرے روز صبح سے کچھ پہلے انہوں نے دور پہاڑوں میں ہلکی ہلکی روشنی دیکھی جیکب کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی کہنے لگا۔

''وہ دیکھو عنبر بھائی! وہ ہے آزاد سوئٹزر لینڈ کا گاؤں''۔

عورتوں اور بوڑھوں اور جوانوں نے گاؤں کی دھیمی روشنی دیکھی تو خوشی سے ان کے چہرے کھل

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

گئے۔

انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا اور عنبر کو دعائیں دینی شروع کر دیں۔

عنبر نے کہا۔

بھائیو اور بہنو! ابھی ہمارا مشکل ترین اور خطرناک سفر ختم نہیں ہوا۔ بلکہ اس سفر کا خطرناک مقام اب آنے والا ہے۔ کیونکہ ہم جرمنی کی سرحد پر پہنچ گئے ہیں۔

ہمیں بارڈر کراس کرنا ہے۔ اور باڈر پر جرمن سپاہی مشین گنیں لیے گشت کر رہے ہیں۔ پہاڑوں میں انہوں نے مشین گنوں کی چوکیاں بنا رکھی ہوں

www.urdusala.com

گی۔

ہمیں وہاں سے گزرنا ہے۔ اس لیے میں ایک بات آپ سے ضرور کہوں گا کہ جیسا ہم کہیں ویسا ہی کریں۔ ہم جس وقت آپ کو بھاگنے کا اشارہ کریں تو آپ لوگوں کو ایکدم سے بھاگ اٹھنا ہوگا۔ ٹھیک ہے ناں؟۔

"بالکل ٹھیک ہے"۔

سب لوگوں نے ایک ساتھ کہا۔ اس کے بعد عنبر نے جیک کو ساتھ لیا اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر آگ جلائی۔

"تمہارے خیال میں اب ہمیں کیا کرنا

www.urdurasala.com

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

چاہیے؟"۔

جیک نے کہا۔

"سب سے پہلے تو ہمیں یہ کرنا ہے کہ اس آگ کو بجھا دینا ہوگا۔ کیونکہ یہ آگ دشمن کی توجہ اپنی طرف پھرا سکتی ہے"۔

عنبر نے مسکرا کر آگ کو پاؤں سے مسل دیا۔

"اب بتاؤ۔ ہمیں کس مقام سے بارڈر کراس کرنا ہوگا"۔

جیک بولا۔

"بارڈر یہاں سے چند فرلانگ کے فاصلے پر ہے بلکہ جرمن سپاہی گشت کرتے ادھر بھی آسکتے ہیں۔ اس

www.urdurasala.com

لیے میرا خیال ہے کہ ان لوگوں کو باڈر کے قریب کسی محفوظ جگہ پر چھپا دیا جائے اور خود اس وقت کا انتظار کیا جائے جب جرمن سپاہیوں کا دستہ گشت کرتے ہوئے کافی دور نکل جائے"۔

"مجھے تم سے اتفاق ہے۔ چلو ہمیں اسی محفوظ مقام پر پہنچ کر آرام کرنا چاہیے"۔

اسی وقت قافلے کو چلنے کا حکم دیا گیا۔ کوئی تین فرلانگ سفر کرنے کے بعد قافلہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں سامنے ذرا نیچے ایک چھوٹی سی ندی بہہ رہی تھی۔ ندی کے سامنے اوپر ٹیلے پر ایک جنگی چوکی بنی تھی جس کے سوراخوں میں مشین گنیں لگی تھیں۔

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

جیکب نے کسی قدر پریشان ہو کر کہا۔

"یہ جرمنوں کی سرحدی چوکی ہے اس ندی کے پار سوئٹزرلینڈ کا آزاد علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ اسے عقاب کا نشیمن کہتے ہیں"۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جنگل کی آگ

عنبر نے غور سے دیکھا۔

سرحدی چوکی کے سوراخوں میں سے مشین گنوں کے بھیانک منہ صاف نظر آ رہے تھے۔ اتنے میں گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز آئی۔

جیک نے کہا۔

"جلدی سے چھپ جاؤ۔ جرمن سپاہیوں کا گشتی

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

دستہ آ رہا ہے"۔

انہوں نے عورتوں اور بچوں کو پہلے ہی درختوں اور جھاڑیوں میں ایک محفوظ جگہ پر چھپا دیا تھا۔ وہ خود بھی ایک محفوظ مقام پر چھپ گئے۔

تھوڑی دیر میں چھ سات جرمن سپاہی گھوڑوں پر سوار آئے اور رک کر دوربین سے سرحد کے آس پاس دیکھنے لگے ایسا لگتا تھا کہ انہیں قیدیوں کے فرار کی خبر مل چکی ہے۔ اور وہ ان ہی کی تلاش میں ہیں۔

جیک نے آہستہ سے کہا۔

"یہ لوگ بہت چوکس ہو گئے ہیں"۔

عنبر نے جیک کا ہاتھ دبا کر اسے خاموش رہنے کو

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کہا۔

سرحدی سپاہی کچھ دیر وہاں کھڑے رہے پھر گھوڑوں کو لے کر آگے نکل گئے۔ان کے جانے کے بعد عنبر اور جیکب جھاڑیوں سے باہر نکل آئے۔

''اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''۔

عنبر نے جیکب سے پوچھا۔

''جیکب نے کہا''۔

یہ مشین گن پوسٹ ہمارے لیے بڑی خطرناک ہوسکتی ہے۔اگر ہم نے یہ ندی دن کے وقت پار کی تو مشین گنیں ہمیں بھون کر رکھ دیں گی۔

بلکہ یہاں سے رات کے وقت بھی ہم نے سرحد

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

پار کرنے کی کوشش کی تو جرمن سپاہی روشنی پھینک کر ہمیں وہیں بھسم کر دیں گے۔

''تو پھر کیا کرنا ہوگا ہمیں؟ کیا دوسری جگہ سے ہم باڈر کراس نہیں کر سکتے؟''۔

''ہر جگہ ایسی ہی خطرناک ہے۔ہمیں یہیں سے باڈر کراس کرنا ہوگا''۔

''مگر کیسے؟''۔

عنبر نے پوچھا۔

میں اپنی جان پر کھیل کر اس چوکی کو تباہ کرنے کی کوشش کروں گا۔

عنبر ہنس پڑا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اگر یہ بات ہے تو پھر تمہارے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اکیلا ہی اس چوکی کو تباہ کرنے کے لیے کافی ہوں۔ عنبر نے ماریا کو اپنے جانے کی اطلاع کی۔ وہ کہنے لگی۔

"کیا میں تمہارے ساتھ نہ چلوں؟"۔

عنبر نے کہا۔

"تمہارا جانا خطرے کا باعث ہو سکتا ہے۔ وہاں بموں کے دھماکے ہوں گے جو تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ تم یہیں ٹھہرو۔ کیونکہ مجھے تو بم وغیرہ کچھ نہیں کہہ سکتے"۔

"تمہاری مرضی"۔

عنبر نے جیب سے مشین گن تک پہنچنے کا آسان ترین اور محفوظ راستہ پوچھا اور جھاڑیوں، درختوں میں سے ہو کر چل پڑا۔

راستہ بڑا دشوار تھا۔ مگر عنبر اس سے بھی زیادہ خطرناک جنگلوں سے گزر چکا تھا۔ وہ چلتا چلا گیا۔ اس نے ایک جگہ پہاڑیوں میں سے ندی کے کنارے کو جا لیا۔

مشین گن پوسٹ اب بالکل سامنے تھی۔ عنبر جھاڑیوں میں سے نکل کر درختوں کے پاس آیا ہی تھا کہ جنگل میں آواز گونجی۔

"ہالٹ!"

www.urdusalaz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے۔ جرمن سپاہی بندوقیں تانے اس کے اردگرد آ کر کھڑے ہو گئے۔

"کون ہو تم؟"۔

عنبر نے کہا۔

"جناب میں ایک چرواہا ہوں۔ اپنی بھیڑ کی تلاش میں آیا ہوں"۔

جرمن سپاہی نے کڑک کر کہا۔

"بکواس کرتے ہو۔ تمہارا لباس چرواہوں کا نہیں ہے۔ تمہارا لہجہ بھی جرمنوں جیسا نہیں ہے۔ چلو ہمارے ساتھ چوکی پر۔ وہاں کپتان صاحب خود ہی معلوم کر لیں گے کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

ہو"۔

اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ عنبر تو یہی چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے سرحدی گن پوسٹ تک پہنچ جائے۔

سپاہی اسے لے کر پوسٹ پر آ گئے۔ چوکی ذرا پرے تھی۔ قریب ہی ایک کمرہ بنا تھا۔ یہاں چوکی کا انچارج کپتان میز پر بیٹھا رجسٹر میں کچھ لکھ رہا تھا۔

اس نے عنبر کو دیکھا تو کڑک کر پوچھا۔

"تم ضرور وہی قیدی ہو جو ٹرین لے کر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بھاگا ہے۔ تمہارے ساتھی قیدی کہاں ہیں؟"۔

www.urdusalar.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر نے کہا۔

"میں قیدی نہیں چرواہا ہوں"۔

"بکواس بند کرو"۔

کپتان نے اٹھ کر عنبر کے سر پر زور سے ٹھوکر ماری۔ عنبر اپنی جگہ بیٹھا رہا اور کپتان پرے جا گرا۔ اس کے پاؤں پر سخت چوٹ لگی تھی جیسے اس نے کسی چٹان پر بوٹ کی نوک ماری ہو۔

وہ اٹھ کر حیرانی سے عنبر کو تکنے لگا۔

"کمینے! بڑے طاقت ور معلوم ہوتے ہو۔ باڈی بلڈر ہو گیا؟ اچھا ابھی تمہارا کچومر نکالتے ہیں"۔

اس نے حکم دیا کہ اسے کوارٹر گارڈ میں لے جا کر

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

باندھ دیا جائے جرمن سپاہیوں نے عنبر کو ایک تنگ سی حوالات میں لے جا کر قید کر دیا۔

چوکی بالکل اس کے سامنے تھی۔ وقت گزر رہا تھا۔ شام کے سائے گہرے ہونے لگے تھے۔ عنبر نے جیک کو خبردار کر دیا تھا کہ جونہی وہ دیکھے کہ مشین گن پوسٹ دھماکوں سے پھٹ رہی ہے وہ اسی وقت تمام قیدیوں کو لے کر ندی پار کر کے سرحد عبور کرے اور سوئٹزرلینڈ کے گاؤں میں داخل ہو جائے۔

شام کے وقت عنبر کو ایک کپ چائے اور دو سوکھے بسکٹ کھانے کو دیئے گئے۔

عنبر نے پہریدار سے کہا۔

"تمہیں بھوک مٹانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ آج رات تمہیں گولی سے اڑا دیا جائے گا۔ ہمارے کپتان کے آرڈر آ چکے ہیں"۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے"۔

پہرے دار نے تعجب سے دیکھ کر کہا۔

"کیا تمہیں مرنے کا کوئی افسوس نہیں ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"یار! بات دراصل یہ ہے کہ میں تو مرنا چاہتا ہوں۔ مگر موت نہیں آتی۔ تم دیکھ لینا میں ہرگز نہیں مروں گا"۔

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

پہرے دار نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔

"بدبخت موت کے خوف سے پاگل ہو گیا ہے"۔

رات کے گیارہ بجے عنبر نے دیکھا کہ کوارٹر گارڈ کے باہر سٹول پر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا پہریدار سپاہی سو رہا تھا۔

اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ ہلکے ہلکے خراٹے لے رہا تھا۔ عنبر خاموشی سے سلاخوں والے دروازے کے قریب آیا۔

اس نے بڑے آرام سے ایک سلاخ ٹیڑھی کر دی اور باہر نکل گیا۔ سامنے وہ چوکی تھی جس کی مشین گنوں کا رخ نیچے ندی کی جانب تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر گارڈ میں سے نکل کر پچھلی طرف سے ہوتا ہوا پوسٹ کے دروازے پر آ گیا۔

سامنے ایک دیوار بنی تھی۔ عنبر نے سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا، اندر تین سپاہی جاگ رہے تھے اور دو سو رہے تھے، سوراخوں میں مشین گنیں لگی تھیں۔

عنبر واپس کوارٹر گارڈ کے آفس میں آ گیا۔

یہاں کونے والی الماری میں گولہ بارود پڑا تھا۔

عنبر نے دیکھا کہ کوارٹر گارڈ کا پہرے دار اونگھ رہا ہے۔

وہ دبے پاؤں کمرے میں داخل ہو گیا۔

الماری کے پاس پہنچا۔ اسے آہستہ سے کھولا اور تین دستی بم نکال کر جیب میں رکھ لیے۔ انہیں سنبھال

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

کر وہ دبے پاؤں کمرے سے باہر نکل کر واپس چوکی کے دروازے پر آ گیا۔

گن پوسٹ میں سے جرمن سپاہیوں کے ہنسنے قہقہہ لگانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ عنبر نے بڑے اطمینان سے ایک ایک کر کے تینوں دستی بموں کے پن نکال دیے۔

اس کام میں اسے بمشکل دو سیکنڈ لگے ہوں گے۔ پن نکالنے کے بعد اس نے تینوں دستی بم چوکی کے اندر پھینک دیے اور خود بھاگ کر پرے چلا گیا۔

ایک کے بعد دوسرا، پھر تیسرا۔ تین دھماکے ہوئے سارا جنگل لرز اٹھا اور گن پوسٹ آگ کے شعلے بن کر

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

آسمان کی طرف اڑ گئی۔

وہاں بھگدڑ مچ گئی۔

عنبر نے تیزی سے نیچے بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ جنگل میں سے نکل کر نہر کنارے آیا اور سرحد پار کر گیا۔ یہاں سے اس نے تیز تیز چلنا شروع کر دیا۔ اوپر پوسٹ پر فائرنگ شروع ہو گئی تھی۔ جرمن سپاہی دھماکے کے بعد یونہی ہوا میں گولیاں چلا رہے تھے۔ عنبر ساری رات جنگل میں ڈھلان پر چلتا رہا۔ صبح کے وقت وہ پہاڑی سے اتر کر ایک وادی میں آ گیا۔

یہاں اسے جرمن سپاہیوں کا ایک گشتی دستہ ملا یہ

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

آخری سپاہی تھے۔ کیونکہ وہاں سے سوئٹزر لینڈ کی سرحد شروع ہو جاتی تھی۔

سپاہیوں نے عنبر کو نہ دیکھا تھا۔

وہ لوگ گشت کرتے دور نکل گئے۔ عنبر دوبارا پگڈنڈی پر آ کر آگے چلتا رہا تھا۔ لیکن ایک جرمن سپاہی پیچھے بھی تھا۔

اس نے پیچھے سے عنبر کی گردن پر بندوق کی نالی روک دی۔

"ہالٹ! کون ہو تم؟"۔

"میں جرمن گڈریا ہوں اور اپنی گمشدہ بھیڑ کی تلاش میں پھر رہا ہوں"۔

سپاہی نے قہقہہ لگایا۔

''یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم فرانسیسی جاسوس ہو اور اب ہمارا حکومت کے راز لے کر دوسرے ملک میں جا رہے ہو؟''۔

عنبر نے کہا۔

''میری تلاشی لے لو۔ میرے پاس کسی حکومت کا کوئی راز نہیں ہے''۔

سپاہی نے کہا۔

''تلاشی تمہاری ہیڈ کوارٹر والے برلن میں لیں گے۔ سیدھے سیدھے آگے چلو''۔

عنبر نے سوچا کہ کم بخت کہاں اسے لیے لیے

www.urdurasala.com

PDF By princedhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر64)

پھرے گا۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ جرمن سپاہی کی گولی کی آواز سن کر اگلے سپاہی واپس آ جائیں گے۔ کیونکہ یہ لوگ اسے پریشان کریں گے اور ایک بار پھر اسے قید سے فرار ہونا پڑے گا۔

عنبر نے کہا۔

دیکھو! میں ایک فرانسیسی سوداگر ہوں۔ جرمنی سے بھاگ کر سوئٹزرلینڈ جانا چاہتا ہوں۔ میں جاسوس ہرگز نہیں ہوں۔

میرے پاس دس لاکھ روپے ہیں۔ اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں پانچ لاکھ روپے ابھی، اسی وقت تمہیں دے دوں گا۔

www.urdurasala.com

دس لاکھ روپے کا سن کر جرمن سپاہی کی رال ٹپک پڑی۔ بندوق کی نالی پیچھے کر کے بولا۔

"میں تم سے دس لاکھ ہی لوں گا۔ جلدی بتاؤ مال کہاں رکھا ہوا ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ پیچھے ایک درخت کے نیچے میں نے سونے کی ڈلیوں سے بھرا ہوا تھیلا دبا رکھا ہے"۔

"چلو۔۔ آگے آگے چلو"۔

عنبر آگے آگے چلتا ہوا جرمن سپاہی کو جنگل میں ایک گنجان جگہ پر لے آیا۔ یہاں بھلا خزانہ کہاں تھا۔

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

پھر بھی اس نے ایک گڑھے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اس جگہ میری دولت دفن ہے"۔

"تو پھر نکالو۔۔۔ کھودو زمین۔۔۔"

جرمن سپاہی نے عنبر کو حکم دیا۔ عنبر نے زمین سے مٹی ہٹانی شروع کر دی۔ جرمن سپاہی اس کے سر پر کھڑا تھا۔

عنبر نے داؤ لگا کر مٹی کی ایک مٹھی بھر کر سپاہی کے منہ کی طرف اچھال دی۔ مٹی اس کی آنکھوں میں پڑ گئی۔

وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا۔ عنبر نے زور سے ٹکر اس کے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پیٹ میں ماری۔ اس کے ہاتھ سے رائفل زمین پر گر پڑی۔ عنبر یہی چاہتا تھا کہ رائفل اس کے ہاتھ سے چھوٹ جائے۔

کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ گولی چلائے اور اس کی آواز دوسرے سپاہیوں کو اس کی طرف متوجہ کر دے۔ عنبر نے جلدی سے رائفل اٹھا کر جرمن سپاہی کی طرف تان دی۔

"اب بولو میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"۔

جرمن سپاہی کی آنکھوں میں غصہ اور نفرت تھی۔ اگرچہ اس کے چہرے پہ بے بسی تھی۔ اس نے تھوک

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

کر کہا۔

"میں تمہارے چہرے پر تھوکتا بھی نہیں"۔

عنبر نے کہا۔

"مگر میں تمہیں ہلاک کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ میری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں صرف سرحد پار کرنا چاہتا ہوں۔ اس لیے تم خاموشی سے اس جگہ بیٹھے رہو"۔

جرمن سپاہی نے اچانک اٹھ کر عنبر کو ٹکر مار دی۔ رائفل اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ عنبر نے رائفل پر چھلانگ لگا دی۔

اس نے رائفل اٹھائی اور نیچے وادی میں پھینک

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusala.com

دی۔ جرمن سپاہی بڑا حیران ہوا کہ اس شخص نے رائفل کیوں پھینک دی ہے۔ جب کہ اگر وہ چاہتا تو اسے رائفل سے ہلاک کر سکتا تھا۔

عنبر نے جرمن سپاہی کی گردن کو دونوں ہاتھوں سے دبوچ لیا۔ سپاہی کو یوں لگا جیسے اس کی گردن لوہے کے شکنجے میں جکڑی گئی ہے۔ اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہونے لگے اور جسم سن ہوتا چلا گیا۔

عنبر نے اسے ایک جھٹکا دیا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جرمن سپاہی کو بے ہوشی کی حالت میں چھوڑ کر عنبر نے اس پہاڑی گاؤں کی سیدھ میں چلنا شروع کر دیا۔

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

جس کی روشنیاں دکھا کر جیکب نے کہا تھا کہ یہ سوئٹزرلینڈ کا گاؤں ہے۔ اب اس گاؤں کے مکانوں کے سرخ ڈھلانی چھتیں دور سے چمکتی دھوپ میں بھی صاف دکھائی دے رہی تھیں۔

عنبر نے محسوس کیا کہ کوئی آ رہا ہے۔ وہ جلدی سے درخت کی آڑ میں ہو گیا۔ اتنے میں گشت کرنیوالا دستہ واپس آ کر ادھر ادھر چکر لگانے لگا۔

شاید وہ لوگ اپنے ساتھی کی تلاش میں تھے۔ جو پیچھے ایک درخت کے نیچے بے ہوش پڑا تھا۔ عنبر دم سادھے بیٹھا رہا۔

پھر اس نے اٹھ کر سرحد کی جانب بھاگنا شروع

www.urduresala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کر دیا۔

"ڈز۔۔۔ڈز۔۔۔ٹھائیں!"۔

جرمن گشتی پولیس نے عنبر کو بھاگ کر بارڈر کراس کرتے دیکھ کر گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ دو تین گولیاں عنبر کے جسم پر لگیں مگر اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں اور وہ معمول کے مطابق چلتا چلا گیا۔

پیچھے سے فائرنگ تیز ہو گئی۔ گولیاں اس کے قریب بھی گرنے لگیں اور اس کے جسم سے بھی ٹکرانے لگیں۔

آخر عنبر سرحد پار کر گیا۔

سوئٹزر لینڈ کا جنگل شروع ہو گیا تھا۔ وہ سرخ

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

ڈھلانی چھتوں والے گاؤں میں داخل ہو گیا۔ ایک بوڑھا سڑک کنارے پہاڑی نالے پر بیٹھا پائپ پی رہا تھا۔

عنبر نے قریب جا کر اسے سلام کیا اور سوئس زبان میں کہا۔

"بڑے میاں! یہاں رات بسر کرنے کو کوئی جگہ مل جائے گی؟"۔

بوڑھے نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

"ادھر ایک ہوٹل ہے"۔

عنبر کا خیال تھا کہ جیک ضرور کسی نہ کسی ہوٹل میں ہی ٹھہرا ہو گا۔ یہ ہوٹل دو منزلہ تھا اور لکڑی کا بنا ہوا تھا۔

عنبر نے اندر جا کر کلرک سے پوچھا۔

"یہاں کچھ مرد اور عورتیں تو آ کر نہیں ٹھہرے؟"۔

کلرک نے کہا۔

"ارے بھائی ان لوگوں نے تو مصیبت ڈال رکھی ہے اوپر کے ہال کمرے میں بیٹھے ہیں۔ گھڑی گھڑی نوکروں کو بلا کر کبھی کچھ مانگتے ہیں کبھی کچھ۔ پیسہ ان کے پاس ہے نہیں۔ بھلا میں انہیں کیسے کچھ دے سکتا ہوں"۔

"شکریہ!"

عنبر جلدی جلدی سیڑھیاں پھلانگتا اوپر پہنچا۔ ابھی

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

وہ دروازے کے باہر ہی تھا کہ ماریا کی آواز آئی۔

"خوش آمدید!"۔

"خوش آمدید ماریا! کہو سب لوگ خیریت سے پہنچ گئے تھے ناں"۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ تم نے خوب چوکی اڑائی۔ اب کیا پروگرام ہے؟"۔

"ذرا جیک سے مل لوں۔ پھر سوچتے ہیں کچھ۔ تم اسی جگہ رہنا"۔

"ظاہر ہے، میں اور کہاں جاؤں گی"۔

عنبر لپک کر کمرے میں گیا۔ اسے دیکھ کر عورتوں بوڑھوں اور بچوں اور جوانوں نے تالیاں بجا کر اس کا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

استقبال کیا۔

بوڑھوں نے عنبر کا سر چوما۔ ایک ایک نے عنبر کا شکریہ ادا کیا۔

ایک بوڑھے نے عنبر کو سینے سے لگا کر کہا۔

"تم نے ہماری جانیں بچائی ہیں۔ ہم تمہارا یہ احسان ساری زندگی نہیں بھول سکیں گے"۔

عنبر نے جیکب سے کہا۔

"راستے میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"۔

"بالکل نہیں عنبر بھائی! چوکی اڑ جانے سے جو خوفناک دھماکا ہوا اور آگ کے شعلے بلند ہوئے تھے۔ اس نے تو جرمن سپاہیوں کے اوسان خطا کر دیے۔

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

انہیں خبر ہی نہیں ہوئی کہ ہم سرحد پار کر رہے ہیں"۔

شام کا کھانا انہوں نے اسی جگہ کھایا تھا۔ لیکن مصیبت یہ تھی کہ ہوٹل والا انہیں مفت کچھ دینے پر تیار نہ تھا۔

جیکب نے کہا۔

"ہمارے پاس پھوٹی کوڑی نہیں ہے۔ ہم اسے کہاں سے روپے لا کر دے سکتے ہیں۔ بچے بھوک سے بلک رہے ہیں"۔

عنبر نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ اس کا ابھی بندوبست ہو جاتا ہے"۔

عنبر باہر نکل آیا۔ اس نے سیٹی بجا کر ماریا کو اپنی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

طرف مخاطب کیا۔

ماریا نے کہا۔

"میں تمہارے پاس ہوں عنبر! کیا بات ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"ان لوگوں کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے اور ہوٹل والا پیسے مانگتا ہے۔ جوان کے پاس نہیں ہے۔ بھوک سے بلک رہے ہیں"۔

ماریا نے کہا۔

"ابھی اس کا بندوبست کرتی ہوں"۔

رونے کی آواز

ماریا سیدھی ہوٹل کے ہال کمرے میں آ گئی۔ کلرک کاؤنٹر کے پیچھے حساب کتاب کر رہا تھا۔ اس کے پاس ہی الماری میں کھانے کی میٹھی میٹھی چیزوں کے پیکٹ سجے تھے۔ پہلے ماریا نے سوچا کہ پیکٹ اٹھا کر لے جائے۔ پھر خیال آیا کہ پہچانے جائیں گے۔ وہ

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کاؤنٹر کلرک کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے دیکھا کہ کاؤنٹر کے دراز میں کتنے ہی نوٹ رکھے تھے۔

وہ یہ نوٹ نہیں اٹھانا چاہتی تھی، کیونکہ چوری کھل جانے کا اندیشہ تھا۔ ویسے بھی ماریا چوری کرنے کے خلاف تھی۔

بات ایسی ہونی چاہیے کہ یہ کلرک خود بخود قیدیوں کے کھانے کا بندوبست کرے۔ ماریا نے کلرک کی طرف ذرا جھک کر اس کے آگے سے رجسٹر کھسکا دیا۔ وہ حیران ہوا کہ یہ رجسٹر اپنے آپ کیسے کھسک گیا۔

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

اس نے رجسٹر دوبارہ اپنی جگہ پر رکھ کر لکھنا شروع کر دیا۔ ماریا نے اسے پھر کھسکا دیا۔ کلرک گھبرا گیا۔

ماریا نے اس کے ہاتھ سے قلم چھین لیا۔

وہ دم بخود ہو کر کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ ماریا نے اندازہ لگایا کہ اس شخص کی دادی ضرور مر چکی ہو گی۔

چنانچہ ماریا نے قلم لے کر رجسٹر پر لکھنا شروع کر دیا۔

سنو میرے بچے! میں تمہاری دادی ہوں، میں جب سے مری ہوں، دوزخ میں جل رہی ہوں۔ میں اپنے دل کا حال کسی کو نہیں بتا سکتی۔

لیکن تم سے میں بہت پیار کرتی تھی، اس لیے تمہارے پاس آئی ہوں۔ میری بات غور سے سنو!

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تمہارے ہوٹل میں کچھ عورتیں، بچے اور بوڑھے اوپر والے ہال کمرے میں ٹھہرے ہیں، اگر تم ان لوگوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلاؤ۔

ان کی خوب خوب خدمت کرو اور جاتی دفعہ انہیں سفر خرچ کے لیے دو چار ہزار روپے بھی دے دو تو میں دوزخ سے نکل کر جنت میں آ جاؤں گی اور تمہیں ایک ایسے خزانے کا نقشہ دے دوں گی جو خفیہ ہے اور جس کے بارے میں سوائے میرے اور کسی کو علم نہیں ہے اور یاد رکھو!

وہ خزانہ ہیرے جواہرات اور سونے کی ڈلیوں پر مشتمل ہے اور چھ صندوق بھرے ہوئے ہیں۔ کیا تم

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

راضی ہو؟۔

لکھ کر جواب دو اور گھبراؤ نہیں، میں تمہاری دادی کی روح ہوں۔ تم مجھے دیکھ نہیں سکتے۔ چھو بھی نہیں سکتے۔ لیکن لکھ کر مجھے جواب دے سکتے ہو۔

کلرک تھر تھر کانپ رہا تھا۔ خزانے اور دادی کی روح کی بات سنی تو اسے کچھ حوصلہ ہوا۔ اس نے جلدی سے قلم پکڑا اور رجسٹر پر لکھنا شروع کر دیا۔

پیاری دادی جان کی روح! خدا تمہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ دادی اماں! میں تم سے اس قدر پیار کرتا ہوں کہ اگر تم مجھے خفیہ خزانے کے بارے میں نہ بھی بتاؤ تو بھی میں آپ کے حکم پر عمل

www.urdusalar.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کرتے ہوئے مسافروں کی آؤ بھگت کرتا اور ان کی خدمت میں دو ہزار روپے بھی پیش کر دیتا۔

آپ بالکل فکر نہ کریں، میں ابھی جا کر آپ کے حکم کو بجا لاتے ہوئے ان لوگوں کے کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔

ماریا بڑی خوش ہوئی۔ کلرک جاتے جاتے رک گیا۔ آنکھیں پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے کے بعد سرگوشی میں بولا۔

”دادی اماں! دادی اماں!“۔

”کیا ہے؟“۔

ماریا نے پوچھا۔

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

”دادی اماں! کیا وہ نقشہ تمہارے پاس ہے؟“۔

ماریا نے لکھ کر کہا۔

”تم مہمانوں کی خاطر مدارات کرو۔ جب وہ لوگ یہاں سے خیریت سے اور خوش خوش چلے جائیں گے تو میں وہ نقشہ تمہارے حوالے کر دوں گا۔ حوالے کیا کر دوں گی بلکہ اس رجسٹر پر لکھ ڈالوں گی۔ تم لے لینا“۔

”بہت اچھا دادی جان! بہت اچھا“۔

کلرک نے اسی وقت ایک بہت بڑے طشت میں قسم قسم کے کھانے سجائے اور اوپر ہال کمرے میں لے گیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

وہ لوگ کھانا دیکھ کر حیران رہ گئے۔ عنبر سمجھ گیا کہ ماریا کی چال کامیاب ہوئی ہے۔ کلرک نے کھانا ان لوگوں کے کمرے میں رکھ کر کہا۔

"پیارے مہمانو! جی بھر کر کھاؤ پیو، تم لوگ میرے مہمان ہو، میں تمہاری خدمت کے لیے تیار ہوں"۔

لوگ کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے جی بھر کر کھانا کھایا اور ایک بار پھر تازہ دم ہو گئے۔ اتنا اچھا اور لذیذ کھانا انہوں نے کبھی نہیں کھایا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کھانا ختم ہو گیا۔ کلرک بھاگ کر نیچے سے سویٹ ڈش لے آیا۔ بچے عورتیں اور مرد وہ بھی کھا گئے۔ اس کے بعد کافی سے ان کی تواضع کی گئی۔

جیکب نے حیران ہو کر عنبر سے کہا۔

"بھائی! یہ تم نے اس پر کیا جادو کر دیا کہ ہمارے آگے بچھا جا رہا ہے۔ ایسے لذیذ کھانے یوں فراخ دلی سے تو یہ اپنے گاہکوں کو نہیں کھلاتا، پھر ہمیں کیوں کھلا رہا ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"بس اس میں ایک گہرے راز کی بات ہے، جو میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔ ہاں۔۔۔ ابھی اس کی خاطر داری ختم نہیں ہوئی، آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا"۔

دوسرے روز کلرک نے صبح صبح کمرے میں آ کر

www.urduresala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دس ہزار روپے جیکب کی تھیلی پر رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ روپے راستے کے اخراجات کے لیے رکھ لو بھائی اور ہاں۔۔۔ انہیں لوٹانے کی مت سوچنا، یہ میری طرف سے تمہاری نذر ہے"۔

جیکب اور دوسرے ساتھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دس ہزار روپے کی تھیلی کو تکنے لگے۔ یہ ایک ہی دن میں اس آدمی کی بالکل ہی کایا پلٹ ہو گئی تھی۔ بہر حال جیکب اور عنبر نے روپے لئے اور کلرک سے کہا۔

"ہم تمہیں یہ رقم واپس نہیں کریں گے"۔

کلرک بولا۔

"میرے بھائیو! میں نے کب مانگے ہیں، یہ

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

تمہارا حصہ ہے، تمہارے پاس پہنچ گیا"۔

بائز موٹر شہر یرن جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔

کلرک جلدی سے کاؤنٹر پر آ گیا۔

اور سرگوشی میں بولا۔

"دادی اماں کی روح! کہاں ہو تم؟"۔

ماریا نے کہا۔

"میں تمہارے پاس ہوں میرے بچے!"۔

دادی اماں! دیکھ لو میں نے ہر شے تمہاری مرضی کے مطابق کر دی ہے، اب تمہیں دوزخ سے نجات مل جائے گی۔

"لیکن مجھے خزانے کا نقشہ دینا مت بھولنا۔ کیا

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

نقشہ تم اس وقت مجھے نہیں دو گی؟"۔

ماریا نے کہا۔

"میرے بچے! میں روح ہوں اور روح جھوٹ نہیں بولا کرتی۔ میرے پاس خزانے کا نقشہ تمہاری امانت ہے تم ایسا کرو کہ ان لوگوں کو میری طرف سے ایک ایک ہزار روپیہ اور دے آؤ"۔

"لیکن دادی اماں! میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے"۔

"بیٹے! دکان کے کیش میں سے لے لو، دیکھو! کل تم کروڑوں روپے کے خزانے کے مالک بن جاؤ گے۔ تم ساری رقم ہوٹل والوں کو لوٹا دینا"۔

کلرک مان گیا۔ اس نے چابی لگا کر سیف کو کھولا اور روپوں کی تھیلی لے کر جیکب وغیرہ کے پاس چلا گیا بولا۔

"میرے بھائیو! میں کچھ اور رقم تم لوگوں کے لیے لایا ہوں، یہ بھی قبول کرو اور مجھے شکریہ کا موقع دو"۔

جیکب اور عنبر نے فوراً روپوں کی تھیلی پکڑ کر سنبھال لی اور کہا۔

"شکریہ بھائی!"۔

اس کے بعد یہ قافلہ موٹر میں سوار ہو گیا۔ اچانک ماریا کی آواز آئی۔

www.urduresala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

عنبر! تم لوگ اس موٹر میں سوار ہو کر چلے جاؤ، میں دوسری موٹر میں آ جاؤں گی۔ شہر برن کے سب سے بڑے ہوٹل کے کمرہ نمبر پندرہ میں، میں تمہارا انتظار کروں گی۔

عنبر نے کہا۔

لیکن تم ہمارے ساتھ ہی کیوں نہیں چلتیں؟۔

ماریا نے کہا۔

"اس میں بھی ایک راز ہے، تم ان لوگوں کو لے کر جاؤ اور برن شہر کے سب سے بڑے ہوٹل کے کمرہ نمبر پندرہ کو یاد رکھنا۔ میں اسی جگہ تمہارا انتظار کروں گی۔

"بہت اچھا"۔

کلرک اپنے کاؤنٹر پر کھڑا تھا اور اس نے کہہ رکھا تھا کہ اس کی اجازت کے بغیر بس کو چلنے کی اجازت نہ دی جائے اصل میں وہ اپنی دادی کی روح سے پہلے خزانے کا نقشہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔

ماریا کو اس کی نیت کا علم تھا۔ اسی لیے اس نے عنبر سے کہا تھا کہ وہ لوگ چلے جائیں۔ ماریا کاؤنٹر پر آ گئی۔

اس نے رجسٹر پر لکھا۔

"میرے بچے! ایک سفید کاغذ یہاں رکھ دو تا کہ میں تمہیں خزانے کا راز بتاؤں، جلدی کرو، میرے پاس وقت نہیں ہے۔ لیکن بس کو چلنے کی اجازت دے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دو۔ ان لوگوں کا مجھ پر بوجھ سا ہے۔"

کلرک ذرا ہچکچایا لیکن ماریا کے یہ کہنے پر کہ اگر اس نے مسافروں کو روانہ نہ کیا تو اسے خزانے کا نقشہ نہ بنا سکے گی کلرک نے اسی وقت عنبر کی بس روانہ کر دی۔

بس روانہ ہونے کے بعد ماریا نے ایک سفید کاغذ پر کچھ آڑی ترچھی لکیریں بنانا شروع کر دیں۔ اس میں ایک راستہ جنگل میں جا رہا تھا۔ آگے چٹان آ جاتی ہے۔ سامنے کھجور کا درخت ہے اس پر تیر کا نشان ہے، آگے لکھا، یہاں سے دو فرلانگ کے فاصلے پر ایک سفید سنگ مرمر کا پتھر زمین

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

پر پڑا ہے، خزانہ اس پتھر کے نیچے دفن ہے جاؤ میرے بچے! اسے جا کر نکال لاؤ اور عیش کرو، خدا حافظ!۔

ماریا نے قلم رکھ دیا۔ کلرک نقشے کو آنکھوں کے سامنے رکھ کر بار بار پڑھنے لگا۔

پھر بولا۔

"یہ جگہ کہاں ہے دادی جان؟"۔

ماریا نے لکھا۔

"یہ جگہ کہیں بھی نہیں ہے کنجوس کلرک، میں جا رہی ہوں اور سنو! میں تمہاری دادی کی روح نہیں ہوں"۔

کلرک ہکا بکا ہو کر رہ گیا۔ اس نے اپنے سر کے بال نوچنے شروع کر دیئے۔ اس کا سارا روپیہ ضائع ہو

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

گیا تھا۔

مسافر وہاں سے دور نکل چکے تھے۔ ان کا وہ کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا، سر پیٹ کر رونے لگا۔ لوگ اس کے گرد جمع ہوگئے۔

ماریا چپکے سے وہاں سے کھسک کر ہوٹل سے باہر آگئی۔ ذرا فاصلے پر برن شہر جانے والی بس تیار کھڑی تھی۔ ماریا اس میں سوار ہوگئی۔

بس روانہ ہوگئی۔

شام کو بس خوبصورت شہر برن میں پہنچ گئی۔

یہاں جنگ کا اثر بالکل نہیں دکھائی دیتا تھا۔ یہ علاقہ غیر جانبدار تھا۔ یعنی جنگ میں شریک نہیں تھا۔

قیدیوں کا فرار (عبرتناک ماریا قسط نمبر 64)

ماریا کو اب شہر کے سب سے اعلیٰ ہوٹل کی تلاش تھی۔

وہ ایک طرف چل پڑی۔ ریلوے سٹیشن سے باہر اس نے دیکھا، ایک گائیڈ بک رکھی تھی۔ جس میں شہر کے سارے ہوٹلوں کے ایڈریس لکھے ہوئے تھے۔ ماریا نے کتاب اٹھا کر پڑھنی شروع کر دی۔

اسے معلوم ہوا کہ ''الپائن ہوٹل'' اس شہر کا سب سے اعلیٰ ترین ہوٹل تھا اور وہ ایک ٹیلے پر تھا۔

ماریا اس طرف چل پڑی۔ ٹیلے کی چڑھائی اس نے ایک بس میں بیٹھ کر طے کی۔ یہ ہوٹل شاندار محل معلوم ہوتا تھا۔

www.urduresala.com
PDF By proceofdhump@urdufanz.com

ماریا نے بڑے کمرے میں آ کر دیکھا کہ پندرہ نمبر کمرہ کہاں ہے؟

یہ کمرہ پہلی منزل پر ہی تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ کمرہ خالی بھی ہے یا نہیں۔ خالی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

کیونکہ جنگ کی وجہ سے لوگ ادھر ادھر کے ملکوں سے آ کر وہاں رہ رہے تھے۔ ماریا کمرہ نمبر پندرہ کے دروازے پر آ کر رک گئی۔

یہ ایک اونچا دروازہ تھا جو بند تھا، باہر تختی لگی ہوئی تھی جس پر لکھا تھا "پریشان نہ کریں"۔ اس کا مطلب تھا کہ اندر کوئی کاروباری شخص آرام کر رہا

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

ہے۔

لیکن ماریا کو تو اسی کمرے میں رہنا تھا کیونکہ عنبر شائد دوسرے روز وہاں آئے۔ کیونکہ اسے کوئی خبر نہیں تھی کہ ماریا اتنی جلدی شہر میں پہنچ جائے گی۔

ماریا نے دستک دی۔ اندر سے کوئی جواب نہ آیا

ماریا نے دوسری، تیسری اور چوتھی بار دستک دی۔

اندر سے کسی نے جھنجھلا کر دروازہ کھولا اور باہر منہ نکال کر کہا۔

"کون بدتمیز ہے؟"۔

باہر کوئی نہیں تھا، وہ دروازہ بند کرنے لگا ہی تھا کہ ماریا اندر داخل ہو گئی۔ یہ ادھیڑ عمر کا چھوٹی چھوٹی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

آنکھوں اور سخت چہرے والا آدمی تھا جس نے سر پر تولیہ لپیٹ رکھا تھا۔

وہ بڑبڑاتا ہوا دروازہ بند کر کے واپس آگیا۔

کمرے کا ڈرائینگ روم خوب سجا ہوا تھا۔ چاروں کونوں میں ٹیبل لیمپ روشن تھے۔

اندر آتے ہی اس شخص نے ٹیبل لیمپ بجھا دیئے۔ ڈرائینگ روم میں اندھیرا ہو گیا کیونکہ سارے پردے گرے ہوئے تھے۔ صرف کونے میں ایک دیسی سی موم بتی جل رہی تھی۔

ماریا نے خیال کیا کہ شاید یہ شخص کاروباری ہے جو کاروباری مصروفیات سے تھک ہار کر یہاں آرام

کرنے آیا ہے اور خواب گاہ میں سو رہا تھا۔

وہ آدمی خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔ ماریا اس کی طرف دھیان دینے کی بجائے ایک صوفے پر لیٹ گئی۔ اور آرام کرنے لگی۔

اس نے سوچا کہ وہ اسی جگہ رات بسر کر لیا کرے گی۔ شاید کل کسی وقت عنبر اس کی تلاش میں وہاں آجائے۔ پھر وہ اسے ساتھ لے کر وہاں سے چل دے گی۔

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ شاید وہ آدمی اندر جا کر سو گیا تھا۔ لیکن نہیں۔۔۔ اچانک ماریا کو یوں محسوس ہوا جیسے خواب گاہ سے کسی کے ہولے

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہوئے سسکیاں بھرنے کی آواز آرہی ہے۔

وہ چونکی ہو کر ہمہ تن گوش ہوگئی آواز کسی لڑکی کی تھی۔ ماریا جلدی سے صوفے پر سے اٹھی اور خواب گاہ کے دروازے کے ساتھ کان لگا کر سننے کی کوشش کرنے لگی۔

آواز بند ہوگئی تھی، ماریا واپس صوفے پر جانے لگی تو آواز پھر آنا شروع ہوگئی۔

یہ لڑکی کون ہے؟۔

یہ آدمی کون ہے؟۔

حالات پراسرار ہو رہے تھے۔ پھر کسی لڑکی نے روتے ہوئے کسی سے کچھ کہا، ماریا پوری طرح جملہ

سمجھ نہ سکی، اس نے دروازے کو آہستہ سے دھکیلا۔

خواب گاہ کا دروازہ اندر سے بند تھا، اب رونے کی آواز مسلسل آنے لگی تھی، پھر اچانک جیسے کسی نے زور سے لڑکی کو تھپڑ مارا۔

لڑکی کی ایک دبی سی چیخ نکلی اور پھر ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے لڑکی کا گلا گھونٹا جا رہا ہے۔

اب ماریا سے برداشت نہ ہو سکا۔ اس نے بے اختیار ہو کر دروازے پر دستکیں دینا شروع کر دیں۔

ایکدم سے اندر خاموشی چھا گئی۔

کسی کرسی کے گرنے اور پھر اسے سیدھا کر کے رکھنے کی آواز آئی، کسی نے جلدی سے دروازہ کھول کر

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

حیران ہو کر باہر دیکھا۔

"کون ہے؟ کون۔۔۔کون۔۔۔؟"

وہی ادھیڑ عمر کا آدمی تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ڈرائنگ روم کا دروازہ اندر سے بند ہے، پھر خواب گاہ کے دروازے پر یہ کون آ کر دستک دے رہا تھا۔

اس نے جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا اور ایک ایک قدم دیوار کے ساتھ چلنے لگا۔ باہر آ کر اس نے خواب گاہ کا دروازہ باہر سے بند کر کے تالا لگا دیا تھا۔

ماریا اسے غور سے دیکھتی رہی اس نے دیوار والا

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

بٹن دبا کر چھت کی بتیاں روشن کر دیں، کمرہ روشن ہو گیا۔ وہاں کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ادھیڑ عمر آدمی کے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔

اس نے دستک کی آوازیں خود سنیں تھیں۔ یہ کون تھا؟ اس نے آہستہ سے کہا۔

"کون ہے۔۔۔؟"

ماریا خاموش رہی اور اس کی طرف غور سے دیکھتی رہی کچھ دیر پریشانی سے دیوار کے ساتھ کھڑے رہنے اور ڈرائنگ روم نگاہیں بار بار دوڑانے کے بعد وہ آہستہ آہستہ خواب گاہ کی طرف آیا سوراخ میں چابی گھما کر اس نے دروازہ کھولا اور اس سے پہلے کہ موقع

www.urdusad.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusad.com

دیکھ کر ماریا اندر داخل ہو، اس نے جلدی سے دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا۔

ماریا ایک بار پھر باہر رہ گئی۔

اس نے سوچا شاید یہ اس کا وہم تھا، اندر سے کسی کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ وہ دوبارہ صوفے پر آ کر لیٹ گئی۔

اتنے میں ڈرائینگ روم میں رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی، خواب گاہ کا دروازہ کھلا وہ آدمی باہر آیا وہ شب خوابی کے لباس میں تھا، اس نے آہستہ سے فون اٹھایا اور بولا۔

''ہیلو!''

دوسری طرف سے کوئی ہولے ہولے بات کر رہا تھا۔ یہ آدمی ہوں ہاں میں جواب دے رہا تھا پھر بولا۔

''گھبراؤ نہیں، میں آ رہا ہوں، تم یہاں سے نہ جانا''۔

اس کے بعد اس نے ریسیور رکھ دیا، کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا، پھر تیزی سے خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔ باہر آیا تو اس نے سیاہ رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ خواب گاہ کو تالا لگا کر وہ ڈرائنگ روم میں سے گزرتا ہوا باہر نکل گیا۔ باہر سے اس نے کمرے کو تالا لگا دیا تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ماریا وہاں اکیلی تھی۔لڑکی کے رونے کی آواز کا معمہ ابھی تک حل نہیں ہوا تھا۔ ماریا ایک بار پھر اٹھ کر کھڑی ہوگئی وہ یہ معمہ حل کرنا چاہتی تھی۔اسے یقین سا ہوگیا تھا کہ اس نے اندر سے کسی کے رونے کی آواز سنی ہے۔

وہ خواب گاہ کے دروازے پر کھڑی ہوگئی۔اس نے دو تین بار دروازہ کھٹکھٹایا۔

اندر سے کسی نے جواب نہ دیا۔

ماریا نے ہینڈل کو پوری قوت کے ساتھ گھما دیا، تالا ٹوٹ گیا۔دروازے کو دھکا دیا تو وہ کھل گیا۔ ماریا نے دیکھا اندر بڑی ہی ہلکی سی روشنی ہو رہی تھی۔

ایک شاندار بستر لگا تھا جس پر ریشمی پردہ گرا ہوا تھا۔پلنگ کے قریب ہی قالین پر ایک ریشمی کمبل گرا پڑا تھا۔

ماریا نے دیکھا کہ بستر پر ایک عورت سرخ کمبل اوڑھے سو رہی ہے۔ماریا دبے پاؤں چلتی پلنگ کے قریب آگئی۔

چھت میں دھیما بلب جل رہا تھا۔اس کی روشنی میں ماریا نے ایک خوب صورت لڑکی کو سوتے ہوئے دیکھا جس کے سنہری بال اس کے شانوں پر گرے ہوئے تھے۔

وہ سچ مچ جنت کی کوئی پری لگ رہی تھی۔ماریا نے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سوچا کہ اسے جگا کر پوچھنا چاہیے کہ یہاں رو کون رہا تھا۔ وہ پلنگ پر جھک گئی۔

اچانک اس کا دل زور سے دھڑکا، ریشمی بالوں والی لڑکی کا سانس بند تھا۔ اس نے لڑکی کے سینے پر ہاتھ رکھا، اس کے دل کی دھڑکن بند تھی۔

لڑکی مر چکی تھی۔

ماریا دھک سے رہ گئی، کیا اس آدمی نے اسے قتل کیا ہے؟۔

وہ خاموشی سے خواب گاہ سے باہر آ گئی۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ ماریا سوچنے لگی کہ وہ فون سنے یا نہ؟۔

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

گھنٹی بار بار بج رہی تھی۔ غیر ارادی طور پر ماریا نے ریسیور اٹھا کر کان کے ساتھ لگا لیا۔ دوسری طرف سے کوئی آدمی بڑی جلدی میں بول رہا تھا اسے اتنی جلدی تھی کہ اس نے یہ بھی نہ پوچھا کہ کون فون سن رہا ہے۔

"ہیلو! مسٹر میکڈف! ہم آ رہے ہیں"۔

اس کے بعد فون بند ہو گیا۔ ماریا حیران ہوئی کہ یہ کون لوگ تھے جو وہاں آ رہے تھے۔ اس آدمی کا نام میکڈف تھا۔

حالات اور زیادہ پر اسرار ہوتے جا رہے تھے۔ ماریا کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اب وہ آنے والے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

لوگوں کا انتظار کرنے لگی۔

اسے مجبوراً انتظار کرنا پڑ رہا تھا۔ وہ یہ بھی چاہتی تھی کہ معصوم چہرے والی لڑکی کی موت کے راز پر سے پردہ ضرور اٹھنا چاہیے۔

ماریا کونے والی کرسی پر جا کر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر گزرنے کے بعد اس نے دروازے کے تالے میں چابی گھمانے کی آواز سنی۔

پھر دروازہ کھل گیا اور دو پراسرار قسم کے آدمی اندر آ گئے، انہوں نے کالے کوٹ اور کالے ہیٹ پہن رکھے تھے۔

اندر آتے ہی انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ

www.urduresala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدیوں کا فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 64)

دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ پھر ٹیبل لیمپ روشن کیا اور ادھر ادھر دیکھ کر آواز دی۔

"میکڈف!"

کوئی جواب نہ ملا تو وہ خواب گاہ کا تالا کھول کر اندر چلے گئے۔ ماریا بھی ان کے ساتھ ہی گئی۔ پلنگ پر لاش دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے۔

ایک دوسرے سے ہاتھ ملانے لگے۔

ایک بولا۔

"اب ہم ارب پتی بن گئے ہیں۔ ہمارے راستے کی یہی سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔ مبارک ہو"۔

دوسرے نے کہا۔

www.urduresala.com

"مبارک ہو۔ مسٹر میکڈف کے دس ہزار پاؤنڈ تو ضرور دیئے ہوں گے"۔

پہلا ہنسا۔

"پاگل ہو گئے ہو کیا؟ یہاں دوسری لاش مسٹر میکڈف کی ہو گی"۔

اور وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ ماریا سمجھ گئی کہ ان لوگوں نے سنہری بالوں والی لڑکی کو قتل کرانے کے لیے مسٹر کے لیے مسٹر میکڈف کی خدمات اجرت پر حاصل کی تھیں اور اب اسے بھی قتل کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔

ماریا خاموش تماشائی بنی یہ کھیل دیکھ رہی تھی۔

اتنے میں باہر سے مسٹر میکڈف کی آواز سنائی دی۔

"ڈونلڈ! کیا تم ہو؟"۔

"ہاں میکڈف! اندر آ جاؤ"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

☆ولپاٹن ہوٹل میں خون کس کا ہوا تھا؟۔

☆عنبر نے ماریا سے کہاں ملاقات کی؟۔

☆ناگ رنگون میں کن حالات میں زندگی بسر کر رہا تھا؟۔

یہ آپ اس ناول کی 65ویں قسط میں پڑھیے۔

www.urdufanz.com
PDF by princeofdhump@urdufanz.com

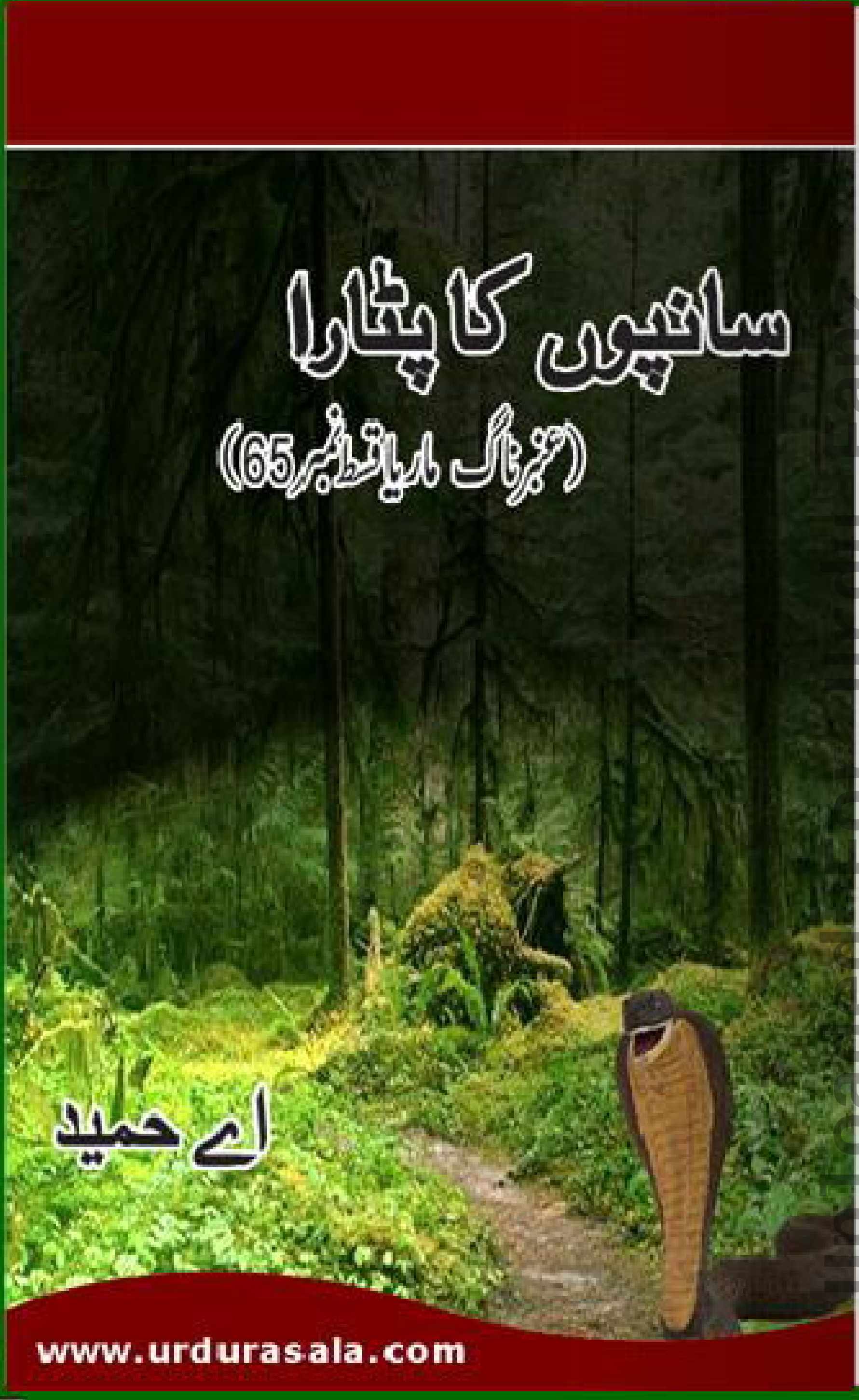

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

فہرست

سانپوں کا کلب
مرتبان کا سرخ سانپ
جاپانیوں کی قید میں
سرخ چھتری والا مکان
طوفانی سمندر
سانپوں کا پٹارا

پیارے بچو!

عنبر اور ماریا فرار ہونے والے قیدیوں کو رہا کرا چکے تھے۔ عنبر نے ماریا سے کہا کہ وہ شہر کے سب سے اعلیٰ ہوٹل کے کمرہ نمبر 15 میں ملے گا۔ ماریا کمرے میں پہنچی تو کمرے میں سنہری بالوں والی لڑکی کی لاش پڑی تھی۔

یہاں ماریا ایک عجیب جال میں پھنس جاتی ہے۔

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

عنبر بھی وہاں پہنچ جاتا ہے اور وہ بھی کچھ لوگوں کی خطرناک سازش کا شکار ہو جاتا ہے۔

آخر وہ بڑے عجیب و غریب حالات سے نکل کر ناگ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ ناگ رنگون میں جاپانیوں کے قابو میں آ جاتا ہے۔

جیل میں ایک سوداگر سے اس کی ملاقات ہوتی ہے۔ ناگ اپنی جان پر کھیل کر اس سوداگر کی بیوی اور بچوں کی قید سے نکال کر شہر سے دور ایک جنگل میں سرخ چھتری والے مکان میں جا کر چھپا دیتا ہے۔

اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ یہ آپ خود پڑھیں گے۔

سانپوں کا کلب

کمرے کا دروازہ کھلا اور میکڈف اندر آ گیا۔

ماریا نے دیکھا کہ وہ ایک ادھیڑ عمر کا پراسرار شکل والا آدمی تھا۔

ڈونلڈ اور اس کا ساتھی صوفے پر بیٹھے سگار پی رہے تھے۔ میکڈف نے آتے ہی ٹوپی اتار کر میز پر رکھی اور پوچھا۔

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

"کیا تم لوگوں نے میرا کام کر دیا؟"۔

ڈونلڈ نے کہا۔

"مسٹر میکڈف! اندر جا کر لاش دیکھ لیں۔"

میکڈف اندر گیا پھر باہر آ کر بولا۔

"شاباش!"

ڈونلڈ نے کہا۔

"لاؤ اب ہماری رقم حوالے کر دو"۔

میکڈف نے جیب سے لفافہ نکال کر ان کے سامنے پھینک دیا۔

"گن لو! پورے دس ہزار پونڈ کے نوٹ ہیں"۔

ڈونلڈ اور اس کے ساتھی نے پورے نوٹ گن کر

جیب میں رکھ لیے۔ پھر اچانک ڈونلڈ نے جیب سے ریوالور نکال کر کہا۔

"مسٹر میکڈف! ہم اپنے جرم کا کوئی بھی ثابت باقی نہیں چھوڑنا چاہتے۔ اس لیے مرنے کے واسطے تیار ہو جاؤ"۔

میکڈف کا رنگ زرد ہو گیا۔ ماریا یہ سارا تماشا خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔

وہ میکڈف جیسے ظالم انسان کی مدد نہیں کرنا چاہتی تھی جس نے دولت کی خاطر ایک خوب صورت سنہری بالوں والی بے گناہ لڑکی کو قتل کروا دیا۔

میکڈف نے کہا۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

''نہیں نہیں ۔تم ایسا نہیں کر سکتے ۔ میں تمہیں دس ہزار پونڈ اور دے دوں گا''۔

ڈونلڈ کا ساتھی ہنسا۔

''ہا ہا ہا۔ہم وہ بھی تم سے چھین لیں گے مگر تمہیں زندہ چھوڑنا ہماری کتاب میں نہیں لکھا ہے''۔

ڈونلڈ نے ریوالور پر سائیلنسر لگا رکھا تھا جس کی وجہ سے گولی چلنے کا دھماکا نہیں ہوتا بلکہ ہلکی سی ٹھک کر کی آواز سنائی دیتی ہے۔

میکڈف کے ماتھے پر پسینہ آ گیا تھا۔اس نے اچانک جھک کر میز پر سے ایش ٹرے اٹھا کر ڈونلڈ پر دے ماری۔

ڈونلڈ ایک دم پیچھے ہٹ گیا اور جونہی میکڈف نے باہر بھاگنے کی کوشش کی، ڈونلڈ نے اس پر پستول کا فائر کر دیا۔

گولی سیدھی میکڈف کی پیٹھ پر لگی اور اس کے دل کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ ڈونلڈ اور اس کے ساتھی نے میکڈف کی تلاشی لینی شروع کر دی۔

اس کی جیب سے مزید دو ایک ہزار پونڈ نکلے جو انہوں نے جلدی سے اپنی اپنی جیبوں میں ٹھونس لیے۔

ڈونلڈ بولا۔

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

’’اب ہمیں جلدی سے یہاں بھاگ جانا چاہیے‘‘۔

’’ہاں جلدی کرو‘‘۔

’’اس دوران ماریا نے دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔ ڈونلڈ نے دروازہ بند دیکھا تو تعجب سے بولا‘‘

’’دروازے کی کنڈی کس نے لگا دی؟‘‘۔

ماریا نے کہا۔

’’میں نے‘‘۔

اچانک کمرے میں کسی عورت کی آواز سن کر وہ بھونچکے ہو کر رہ گئے۔

’’ک۔ک۔کون ہو تم؟‘‘۔

دونوں چکرا گئے تھے اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔

ماریا نے کہا۔

’’میں اس عورت کی روح ہوں جس کو تم نے قتل کیا ہے‘‘۔

ڈونلڈ کو پسینہ آ گیا۔

ہکلاتے ہوئے بولا۔

’’تم کیا چاہتی ہو؟‘‘۔

’’تم دونوں سے اپنے قتل کا انتقام لینا چاہتی ہوں‘‘۔

’’لیکن۔۔۔‘‘

Uploaded For Urdu Fanz..
www.urdurasala.com
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

"تم بھاگ نہیں سکتے۔ میں روح ہوں۔ تمہیں ہر جگہ اپنے قابو میں کر سکتی ہوں"۔

ڈونلڈ نے اپنے ساتھی کو اشارہ کیا۔ وہ دونوں دروازے کی طرف بھاگے۔

دروازے کی چٹخنی لگی تھی۔ انہوں نے کھولنے کی کوشش کی مگر ماریا نے پیچھے سے پستول کے دو فائر کر دیئے۔

جوان کی کھوپڑیوں میں لگے اور دونوں پرانے درخت کی طرح دھم سے فرش پر گر پڑے۔

ٹھیک اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔

ماریا نے دروازہ کھول دیا۔ عنبر نے اندر جھانک کر

لاشیں دیکھیں تو سر کھجلانے لگا۔

پھر آہستہ سے بولا۔

"ماریا؟"۔

"عنبر"۔

ماریا بولی۔

"یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں، تین لاشیں؟"۔

عنبر نے کہا۔

ماریا کہنے لگی۔

"ایک لاش اندر بھی ہے"۔

"مگر یہ سب کچھ کیا ہے؟"۔

"یہ پھر بتاؤں گی، ابھی تو یہاں سے نکل چلو"۔

Uploaded For Urdu Fanz..
www.urdurasala.com
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

دونوں ہوٹل کی سیڑھیاں اتر کر لابی میں آ گئے اور پھر باہر فٹ پاتھ پر کھڑے ہو کر کسی ٹیکسی کا انتظار کرنے لگے۔

عنبر نے کہا۔

اتنی ڈھیر ساری رقم ہمارے پاس آ گئی ہے کہ اب ہم کئی سال بڑے آرام سے گذار سکتے ہیں۔

ماریا بولی۔

”اس کی مدد سے ہم اپنے بھائی ناگ کو بڑی آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں“۔

”کاش وہ ہمیں مل جاتا، خدا جانے اس وقت کہاں ہو گا“۔

”میرا خیال ہے، وہ اس ملک میں نہیں ہے“۔

ماریا نے کہا۔

عنبر بولا۔

”نہیں، میرا دل کہتا ہے کہ وہ ہمیں اسی جگہ ملے گا، ہمیں اسی شہر میں رہنا ہو گا“۔

”یعنی سوئٹزرلینڈ میں؟“۔

”ہاں! یہ جگہ امن کی جگہ ہے۔ جنگ اس ملک میں نہیں آئی۔ لوگ یہاں سلامتی سے رہ رہے ہیں۔ نہ جنگ کے دھماکے کے ہیں اور نہ بلیک آؤٹ“۔

”لیکن ہم کہاں رہیں گے؟“۔

”کسی ہوٹل میں اور کہاں؟“۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

"قیدیوں کے ساتھ کیا بیتی ؟"۔

"وہ اپنے اپنے شہروں کو روانہ کر دیئے گئے ہیں"۔

اتنے میں ایک ٹیکسی آ کر ان کے قریب رک گئی۔

عنبر نے کہا۔

"ریلوے اسٹیشن لے چلو"۔

دونوں ٹیکسی میں سوار ہو کر ریلوے اسٹیشن آ گئے۔

ماریا نے کہا۔

"تم کہاں جانا چاہتے ہو؟"۔

عنبر بولا۔

"جیکب نے کہا تھا کہ نیلی جھیل والے شہر میں

ایک کلب ہے جہاں لوگ سانپوں کی پوجا کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہاں ہماری ملاقات ناگ سے ہو جائے، اس لیے میں نیلی جھیل والے شہر کو جانا چاہتا ہوں"۔

اس شہر کا نام بلیو لیک تھا۔ عنبر نے بلیو لیک کا ٹکٹ لیا اور پلیٹ فارم پر آ گیا۔ ماریا اس کے ساتھ تھی۔ پلیٹ فارم پر خوب رونق تھی۔

اتنے میں گاڑی آ گئی۔ عنبر ایک ڈبے میں سوار ہو گیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ سوار ہو گئی۔ زیادہ رش نہیں تھی۔

ٹرین اپنی منزل کو روانہ ہو گئی۔ ایسی خوبصورت

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

ٹرین عنبر اور ماریا نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ چاروں طرف شیشے ہی شیشے لگے تھے۔ شام سے کچھ دیر پہلے ٹرین بلیو لیک پہنچ گئی۔

عنبر ریلوے اسٹیشن سے باہر آ گیا۔

"یہاں پوچھنا چاہیے کہ سانپوں کا کلب کہاں پر ہے"۔

"ہاں۔ میرا خیال ہے، ریلوے اسٹیشن پر ہی کسی سے پوچھ لو"۔

"نہیں، یہ ٹیکسی والا ٹھیک رہے گا"۔

ایک ٹیکسی قریب آ کر رکی تو عنبر نے جھک کر اس نے پوچھا۔

"کیوں بھائی! تمہیں معلوم ہے کہ یہاں سانپوں کا کلب کہاں پر ہے؟"۔

ٹیکسی والے نے گھور کر عنبر کو دیکھا اور بولا۔

"آپ کے پاس سانپ تو نہیں ہیں نا؟"۔

"بالکل نہیں۔ ہماری تلاشی لے سکتے ہو۔ ہم تو وہاں اپنے ایک دوست سے ملنے جا رہے ہیں۔ ہمارا سانپوں سے کوئی تعلق نہیں ہے"۔

"تو پھر اندر بیٹھ جائیں۔ میں آپ کو سانپوں والے کلب میں چھوڑ آتا ہوں"۔

عنبر ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے دروازہ بند کر دیا۔ ماریا باہر ہی کھڑی رہ گئی۔ ڈرائیور گاڑی چلانے

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

لگا تو عنبر نے کہا۔

''ذرا روکنا یار''۔

''کیوں جناب! کیا بات ہے؟''۔

''ذرا ایک منٹ میں سامنے والی دکان سے سگریٹ لے لوں''۔

عنبر نے دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔ ڈرائیور نے ہاتھ پیچھے لے جا کر دروازہ بند کر دیا۔ لیکن اتنے عرصے میں ماریا ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ چکی تھی۔

عنبر بھی جلدی سے واپس آ گیا۔ ٹیکسی سانپوں کے کلب کی طرف روانہ ہوگئی۔ یہ شہر ایک قصبہ سا تھا۔ اچھا خاصا قصبہ۔

چاروں طرف پہاڑ تھے۔ جن پر برف جمی تھی۔ مکان لکڑی کے تکونی چھتوں والے تھے اور بڑے صاف ستھرے اور خوبصورت تھے۔

ٹیکسی قصبے سے باہر ایک جنگل کے کنارے جھیل کے پاس جا کر رک گئی۔

''لیجئے جناب! وہ سامنے رہا سانپوں کا کلب''۔

عنبر نے دیکھا۔

درختوں میں سے ایک زرد رنگ کی ایک منزلہ عمارت نظر آ رہی تھی۔ دونوں ٹیکسی سے اتر پڑے۔ جنگل میں سے ایک پتلا سا راستہ اس زرد عمارت کو چلا گیا تھا۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

دونوں اس راستے پر چل پڑے۔ عمارت کا دروازہ کافی پرانا تھا۔ دروازے پر ناگ کی شکل بنی تھی۔

وہاں ہر طرف خاموشی تھی۔ عنبر نے دروازے پر لگی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ کچھ دیر بعد ایک گنجہ موٹی گردن والا بھینسا نما آدمی دروازہ کھول کر بولا۔

''کیا بات ہے؟''۔

عنبر نے کہا۔

''مجھے اپنے دوست جیکب سے ملنا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ یہاں سے میرا پتہ کر لینا''۔

گنجے نے بڑے غور سے عنبر کو سر سے پاؤں تک

دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک سی پیدا ہوئی۔

اس نے ہونٹوں پر زبان پھیری اور گہری نگاہوں سے بولا۔

''اندر آجاؤ نوجوان! مسٹر جیکب ذرا شہر تک گئے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر میں آجائیں گے''۔

عنبر نے گردن پر ہاتھ پھیر کر پیچھے دیکھا جیسے ماریا سے مشورہ طلب کر رہا ہو۔ ماریا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر ذرا سا اندر کو دھکیلا جیسے کہہ رہی ہو۔

''ٹھیک ہے تم اندر تو چلو''۔

عنبر گنجے آدمی کے ساتھ اندر چلا گیا۔ گنجا اسے

Uploaded For Urdu Fanz..
www.urdurasala.com
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

لے کر ایک برآمدے سے گزر کر چھوٹے سے ہال
کمرے میں سے گذرتا ہوا ایک جھکی ہوئی چھت کی
سیڑھیوں پر آ کر بولا۔

''مسٹر جیکب کا کمرہ نیچے ہے۔ میرا خیال ہے،
آپ اس کے کمرہ میں چل کر آرام کریں''۔

گنجا سیڑھیاں اترنے لگا۔ عنبر اور ماریا اس کے
پیچھے پیچھے تھے۔ نیچے ایک دروازہ آ گیا جس کا گیٹ
چھوٹا سا تھا مگر لوہے کا تھا۔

گنجے نے کہا۔

''تشریف لایئے''۔

گیٹ کی ایک چھوٹی سی کھڑکی کھول کر وہ اندر

چلے گئے۔ اندر ایک مختصر سا کمرہ تھا۔ کونے میں نرم
بستر والا پلنگ لگا تھا۔

تپائی اور دو کرسیاں ساتھ رکھی ہوئی تھیں۔ ایک
طرف منہ ہاتھ دھونے کا بیسن لگا تھا۔

''آپ آرام کریں۔ میں آپ کے لیے کچھ کافی
اور کھانے کو بھجواتا ہوں۔ آپ سفر کر کے آ رہے
ہیں۔ آپ کو ضرور بھوک لگی ہوگی''۔

''شکریہ۔ شکریہ''۔

ماریا نے عنبر کے کان میں کہا۔

''مجھے کچھ خطرہ معلوم ہو رہا ہے''۔

عنبر نے سر ہلا دیا جیسے کہہ رہا ہو۔ کوئی پروانہیں۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

ہمیں ناگ کو بھی تو تلاش کرنا ہے۔ گنجا چلا گیا۔ اس نے باہر جاتے ہی لوہے کا دروازہ بند کر کے باہر سے چٹخنی لگا دی۔ اب عنبر کو بھی احساس ہوا کہ کچھ دال میں کالا کالا ہے۔

ماریا نے کہا۔

"دیکھا، میں نہ کہتی تھی کہ یہاں خطرہ ہے۔ یہ شخص مجھے کوئی عیار آدمی لگ رہا ہے۔ ضرور اس نے تمہیں پھانسنے کی کوشش کی ہے"۔

عنبر بولا۔

"اور میرا خیال ہے کہ ہم پھنس بھی گئے ہیں، کیوں کہ جہاں تک اس دروازے کا تعلق ہے یہ اتنا

مضبوط ہے کہ شاید اسے ہم دونوں مل کر بھی نہیں کھول سکیں گے"۔

ماریا ہنس دی۔

"اگر تم کہو تو میں ایک ہاتھ سے ابھی اس دروازے کو اکھاڑ کر پھینک دیتی ہوں"۔

"نہیں"۔

عنبر بولا۔

"ہمیں یہاں رہ کر معلوم کرنا چاہیے کہ اس کلب کا راز کیا ہے اور یہ لوگ یہاں بیٹھ کر کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کس مقصد کے لیے یہ کلب کھول رکھا ہے۔ ہو سکتا ہے ہمیں ناگ کا بھی یہاں سے کچھ سراغ مل

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

جائے''۔

''جیسے تمہاری مرضی! ورنہ میں تو ابھی اس دروازے کو اکھاڑ کر پرے پھینک دوں''۔

''نہیں ماریا بہن! اتنا غصہ نہ کرو''۔

دونوں ہنس دیئے۔ انہوں نے اٹھ کر کمرے کی تلاشی لینی شروع کر دی۔

وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ صرف کونے میں چھوٹی سی میز پر شیشے کا ایک پیالہ پڑا تھا۔ جس میں دودھ تھا۔

ماریا بولی۔

''ضرور یہ دودھ سانپوں کو پلانے کے لیے رکھا ہوا ہے''۔

عنبر بولا۔

''مگر مجھے تو یہاں کوئی سانپ دکھائی نہیں دیتا''۔

ابھی وہ یہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ گیٹ میں ایک چھوٹا سا سوراخ کھلا۔ کسی نے باہر سے اس کا ڈھکنا الگ کر دیا تھا۔

پھر اس گنجے آدمی کا چہرہ نمودار ہوا۔ وہ ایک مکروہ قہقہہ لگانے کے بعد سانپ جیسی تیز آواز میں بولا۔

''اگر تمہاری زندگی کی کوئی آخری خواہش ہو تو مجھے بتا دو، وہ پوری کر دی جائے گی''۔

عنبر نے پوچھا۔

''میری زندگی کی آخری خواہش کیوں پوچھی جا

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

رہی ہے؟"۔

گنجا بولا۔

اس لیے کہ یہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہے۔ آج رات تمہارے کمرے میں ایک سانپ آئے گا جو تمہیں ڈس کر تمہاری آنکھوں کو نکال کر کھا جائے گا۔ وہ ہمارے ملک کا سب سے مقدس سانپ ہے اور انسانی آنکھیں اس کی پسندیدہ غذا ہے۔

ہم ہر دوسرے روز کسی نہ کسی انسان کو پھانس کر یہاں لے آتے ہیں اور اسے اپنے مقدس سانپ کے آگے ڈال دیتے ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ تم اپنے آپ ہمارے پاس آگئے۔

عنبر نے کہا۔

"لیکن جیکب کہاں ہے؟"۔

گنجا بولا۔

"ہم کسی جیکب نام کے آدمی کو نہیں جانتے۔ میں نے تم سے جھوٹ بولا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر بعد تمہیں کھانا دیا جائے گا۔ ہاں، تمہاری زندگی کی کوئی آخری خواہش ہو تو بیان کرو"۔

عنبر اور ماریا دونوں حیران تھے کہ اتنے مہذب ملک میں یہ آدم خور قسم کے وحشی کہاں سے آگئے؟۔

اس قسم کے وحشی انہوں نے آج سے سینکڑوں برس پہلے افریقہ کے جنگلوں میں دیکھے تھے۔ لیکن

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

چونکہ وہ خود اس کلب کے اسرار پر سے پردہ اٹھانا چاہتے تھے، اس لیے خاموشی سے سارا تماشا دیکھتے رہے۔

عنبر نے کہا۔

"میری آخری خواہش کوئی نہیں ہے، تم نے جو کرنا ہے کرو۔ ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ تم لوگوں کا انجام قریب آ گیا ہے"۔

گنجے نے قہقہہ لگایا اور بولا۔

"بکواس بند کرو"۔

اور اس نے زور سے سوراخ کا ڈھکنا باہر سے بند کر دیا۔

عنبر نے کہا۔

"ماریا! تم سچ کہہ رہی تھیں۔ یہ تو آدم خور وحشی ہیں۔ خدا جانے یہ اب تک کتنے بے گناہوں کو سانپوں سے ڈسوا کر مروا چکے ہیں اور ان کی آنکھیں سانپوں کو کھلا چکے ہیں"۔

ماریا نے کہا۔

"ان سے بدلہ لینا چاہیے۔ ان کو اپنے ظلم کی سزا ملنی چاہیے۔ یہ ظالم ہیں، قاتل ہیں"۔

عنبر نے کہا۔

"ان کا ختم کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اگر انہیں زندہ رہنے دیا گیا تو نہ جانے یہ کتنے بے گناہوں کو ابھی اور قتل کریں گے"۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

"یہاں کتنے سانپ ہوں گے؟"۔

"یہ بھی معلوم ہو جائے گا"۔

عنبر رات کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑے عرصے بعد دیواروں کے روشندان میں سے کھانے کا پیکٹ اندر پھینک دیا گیا۔

عنبر اور ماریا نے مل کر خشک گوشت اور ڈبل روٹی کھائی اور اب رات کا انتظار کرنے لگے۔

مرتبان کا سرخ سانپ

ٹھیک رات کے بارہ بجے تو گیٹ کا وہی سوراخ کھلا۔

کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ باہر سے کسی نے اندر ایک ریشمی جراب پھینک دی۔ جراب زمین پر گری تو اس میں سے ایک سیاہ رنگ کا سانپ نکل کر فرش پر رینگنے لگا۔

یہ سانپ کوئی دو فٹ لمبا ہو گا۔ اور اس نے گرتے

Uploaded For Urdu Fanz . .
www.urdurasala.com
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

ہی اپنا پھن اٹھا لیا تھا۔ اس کے سر پر کیسری رنگ کی دھاریاں تھیں۔

ماریا کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ سانپ نے جدھر سے چیخ کی آواز آئی تھی، ادھر منہ کر لیا۔ سامنے عنبر کرسی پر بیٹھا تھا۔

سانپ نے عنبر کی طرف رینگنا شروع کر دیا۔ عنبر نے ماریا سے کہا۔

''ماریا! پلنگ پر چڑھ جاؤ، کیوں کہ تمہیں خطرہ ہے۔ یہ مجھے کچھ نہیں کہے گا لیکن میں کلب والوں پر یہی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ سانپ نے مجھے ڈس دیا ہے''۔

''ٹھیک ہے عنبر بھائی''۔

ماریا پلنگ پر چڑھ گئی۔ عنبر نے سانپ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔

دروازے کے سوراخ پر دو تین آدمی بڑے شوق سے اندر دیکھ رہے تھے۔

اسے گنجے کی آواز سنائی دی۔

''تم اس مقدس سانپ سے بچ نہ سکو گے۔ کہاں تک پیچھے ہٹتے جاؤ گے؟ ہاہاہا''۔

سانپ کنڈلی مار کر رینگتا کھسکتا ہوا عنبر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عنبر دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ سانپ اس کے بالکل قریب آ کر اپنی لال لال زبان بار بار

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

باہر نکالنے لگا۔

عنبر نے پاؤں اس کی طرف بڑھایا۔ سانپ نے اچھل کر منہ مارا۔ عنبر نے ٹانگ پیچھے کھینچ لی۔ سانپ ذرا آگے بڑھے عنبر نے اس پر ہاتھ مارا۔

سانپ نے اس کے ہاتھ پر ڈس دیا۔ عنبر کے ہاتھ پر زخم ہو گیا۔ زہر بھی اس کے جسم میں چلا گیا مگر بھلا عنبر کا زہر کیا بگاڑ سکتا تھا؟۔

اسے کچھ بھی نہ ہوا۔ لیکن اس نے ایسے اداکاری کی جیسے سانپ نے اسے ڈس دیا ہے اور وہ سخت تکلیف میں ہے۔

وہ تڑپنے لگا۔ سانپ اس کی آنکھوں کی طرف

آیا۔ عنبر بے سدھ ہو کر لیٹا تھا اور یوں ظاہر کر رہا تھا جیسے مر گیا ہو۔

سانپ نے اس کی آنکھ پر اپنا منہ زور سے مارا اور چاہا کہ دانتوں سے اس کی آنکھیں نکال کر ہضم کر جائے۔

لیکن سانپ کا منہ گویا کسی پتھر سے ٹکرا کر چپٹ گیا۔ سانپ چکرا گیا۔ اس نے دو تین بار عنبر کی آنکھوں پر اپنی تھوتھنی ماری اور ہر بار وہ گویا کسی پتھر سے ٹکرا کر زخمی ہو گئی۔

باہر سے دیکھنے والوں کو یہی معلوم ہو رہا تھا جیسے سانپ عنبر کی آنکھوں کو نکال کر کھا رہا ہے۔ وہ بڑے

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

خوش ہو رہے تھے۔

ماریا نے کہا۔

"اس موذی کو ہلاک کر دو عنبر! کیا میں اسے مار ڈالوں؟"۔

عنبر نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں ماریا! ابھی اس نے گنجے کو شکار کرنا ہے۔ تم دیکھتی رہو کہ کیا ہوتا ہے"۔

باہر والوں نے جب دیکھا کہ عنبر مر گیا ہے۔ اور مقدس سانپ نے اس کی دونوں آنکھیں نکال کر ہڑپ کر لی ہیں تو انہوں نے کمرے کا داخلی دروازہ کھول دیا۔

گنجے کے ساتھ اب ایک حبشی قسم کا پہلوان بھی تھا۔ ایک لمبی ناک والی سوکھی سی عورت بھی تھی۔ تینوں ایک ایک قدم اٹھاتے کمرے میں آئے۔

انہوں نے سب سے پہلے سانپ کو ایک تھیلے میں ڈالنے کی کوشش شروع کر دی۔ عورت نے تھیلے کھولا اور گنجا دودھ کا پیالہ تپائی پر سے اٹھا کر سانپ کے سامنے آ گیا۔

اب جو اس نے دیکھا کہ مرے ہوئے نوجوان کی آنکھیں بالکل صحیح سلامت ہیں تو اس کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

وہ چلایا۔

عورت نے کہا۔

''مقدس سانپ کے منہ سے خون بہہ رہا ہے''۔

انہوں نے دیکھا کہ واقعی سانپ کا منہ زخمی تھا اور وہ پھن پھیلا کر بڑی تکلیف سے جھوم رہا تھا۔

''یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟''۔

عورت بولی۔

''یہ آدمی کون ہے؟''۔

عنبر آنکھیں کھول کر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

کہنے لگا۔

''میں کون ہوں؟ یہ ابھی معلوم ہو جائے گا''۔

اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ آگے بڑھا سانپ کو گردن سے پکڑ لیا۔ سانپ نے سب کے سامنے ایک بار پھر عنبر کی کلائی پر ڈس دیا۔

وہ بڑے خوش ہوئے کہ اب عنبر کو بچنا محال ہے۔ سانپ کا زہر اس قدر خطرناک تھا کہ جس کو بھی یہ ڈستا تھا، وہ ایک منٹ کے اندر اندر ہلاک ہو جاتا تھا۔

عنبر نے سانپ کو اپنے ہاتھ میں پکڑے رکھا۔ سانپ کا پھن سکڑ گیا تھا۔ اور وہ عنبر کی گرفت میں بے بس معلوم ہو رہا تھا۔

عنبر نے اس کی تھوتھنی اپنی انگلیوں میں دبا رکھی تھی اور پھر اچانک عنبر نے سانپ کو گنجے کی طرف اچھال

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

دیا۔وہاں ایک افراتفری مچ گئی۔

گنجہ دہشت زدہ ہوکر پیچھے کو گرا۔سانپ اس کے اوپر سے ہوکر پیچھے کھڑے اس کے ساتھی کی گردن پر لگا۔

سانپ پہلے ہی زخمی اور غضب ناک ہو رہا تھا۔ اس نے جھنجھلا کر اس آدمی کی گردن پر ڈس لیا۔ وہ آدمی چیخ مار کر گرا اور تڑپتے تڑپتے مر گیا۔

سانپ پھن پھیلائے جھوم رہا تھا۔اب اس کا رخ عورت کی طرف تھا۔عورت پیچھے ہٹ کر بھاگنے ہی لگی تھی کہ سانپ نے اچھل کر عورت کی ٹانگ پر ڈس دیا۔

اب عورت کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور وہ بھی فرش پر گری اور گرتے ہی دم توڑ گئی۔گنجا اپنی جگہ پر تھر تھر کانپ رہا تھا۔

عنبر اپنی جگہ سے اٹھا۔سانپ اس کے پاس آیا۔ سانپ کے اندر اب ڈسنے کی سکت نہیں تھی۔عنبر نے سانپ کی گردن پر پاؤں رکھ کر اسے کچل دیا۔

گنجے کے منہ سے ایک خوفناک آواز نکلی اور وہ لرزتے ہوئے بولا۔

"تم نے مقدس سانپ کو ہلاک کر دیا"۔

عنبر نے گنجے کو گردن سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

www.urdurasala.com

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

''اور اب میں تمہیں ہلاک کرنے والا ہوں''۔

گنجہ ہاتھ باندھ کر گڑگڑایا۔

''خدا کے لیے مجھے کچھ نہ کہو، میں بے گناہ ہوں''۔

عنبر بولا۔

''تم بے گناہ کیسے ہو سکتا ہوں۔تم جانے اب تک کتنے آدمیوں کو اس سانپ سے ڈسوا کر ان کی آنکھیں کھلا چکے ہو''۔

گنجہ بولا۔

''اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔جو مجھے ہمارا مالک کہتا ہے،وہی کرتا ہوں''۔

''تمہارا مالک کہاں ہے؟''۔

''وہ عظیم سپیرا ہے۔ہم اسے دیوتا کہتے ہیں۔وہ اپنے کمرے میں بیٹھا تمہاری لاش کا انتظار کر رہا ہے۔کیونکہ جب سانپ لاش کی آنکھیں کھا جاتا ہے تو ہم لاش کو اٹھا کر اپنے عظیم دیوتا کے پاس لے جاتے ہیں''۔

''وہ لاش کو لے کر کیا کرتا ہے؟''۔

''وہ لاش کے ٹکڑے کر کے اسے دوسرے سانپوں کے آگے چارہ بنا کر ڈال دیتا ہے''۔

عنبر کانپ اٹھا۔

''اف! تم لوگ کس قدر سنگ دل ہو، میں تمہیں

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

کبھی معاف نہیں کروں گا۔ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ مجھ پر سانپ کے زہر کا کوئی اثر نہیں ہوا۔"

تمہارے زہریلے سانپ نے مجھے دوبارہ ڈسا تھا مگر مجھ پر کوئی اثر نہ ہو سکا۔ میں اسی طرح زندہ ہوں۔ وہ میری آنکھیں بھی نہیں نکال سکا۔

یہ بات ثابت کرتی ہے کہ میں عظیم دیوتا ہوں اور وہ آدمی عظیم دیوتا نہیں ہے جو اپنے کمرے میں بیٹھا میری لاش کا انتظار کر رہا ہے۔ کیا میں ٹھیک نہیں کہہ رہا؟۔

گنجے نے کانپتے ہوئے کہا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں"۔

عنبر بولا۔

"تو پھر مجھے اپنے جھوٹے اور قاتل عظیم دیوتا کے کمرے میں لاش بنا کر لے چلو اور خبردار اسے ذرا بھی نہ معلوم ہو کہ میں زندہ ہوں۔ اگر تم نے کوئی ایسی ویسی بات کی تو میں عظیم دیوتا کے ساتھ تمہیں بھی ہلاک کر دوں گا سمجھے؟"۔

"تو پھر اب مجھے لاش کی طرح کندھے پر ڈال لو"۔

گنجے نے عنبر کو لاش کی مانند اپنے کندھے پر ڈالا اور عظیم دیوتا کے کمرے میں لے گیا۔ عظیم دیوتا ایک

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

لمبا تڑنگا ریچھ جیسا آدمی تھا۔

جس کے سر پر بالوں کا جنگل اگا ہوا تھا۔ وہ پتھر کی کرسی پر بیٹھا تھا اور اس کے سامنے میز پر ایک چھری پڑی تھی۔

پاس ہی شیشے کے ایک مرتبان میں سرخ رنگ کا کوئی بڑا ہی خطرناک سانپ بند تھا۔ لاش کا دل نکال کر وہ سب سے پہلے اسی سرخ سانپ کے مرتبان میں ڈالا کرتا تھا۔

اس نے گنجے کو لاش اٹھائے ہوئے کمرے میں داخل ہوتے دیکھا تو غرایا۔

''باقی لوگ کہاں مر گئے ہیں، تم اکیلے لاش

اٹھائے کیوں آ رہے ہو؟''۔

گنجے کا سانس پھول گیا تھا۔ ویسے بھی وہ ڈرا ہوا تھا۔

کہنے لگا۔

''عظیم دیوتا! انہوں نے ذرا دیر کر دی تھی۔ میں نے سوچا، آپ لاش کا انتظار کر رہے ہوں گے اس لیے اکیلا ہی اسے اٹھا کر لے آیا''۔

عظیم دیوتا غصے میں بولا۔

''رکھ دو اسے میرے آگے۔ میرے سرخ سانپ صبح سے بھوکا ہے۔ میں اسے لاش کا دل نکال کر کھلاؤں گا''۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

گنجے نے ڈرتے ڈرتے عنبر کی لاش عظیم دیوتا کے سامنے جا کر ڈال دی۔ عظیم دیوتا نے لاش کو غور سے دیکھا اور یکدم چیخ اٹھا۔

’’اس کی آنکھیں تو ویسی کی ویسی ہیں۔ سانپ نے اس کی آنکھیں کیوں نہیں نوچیں؟‘‘۔

گنجا تھر تھر کانپنے لگا، بولا۔

’’حضور! سانپ کا دل بھر گیا تھا شاید۔ اس نے لاش کی آنکھوں کی طرف منہ ہی نہیں کیا۔ میں نے اسے بڑا مجبور کیا مگر اس نے ادھر کا رخ ہی نہیں کیا‘‘۔

’’بکتے ہو تم۔ اچھا کوئی خاص بات نہیں۔ اب اس کی آنکھیں میں نکالوں گا اور میرا امرتبان والا سرخ

سانپ سب سے پہلے اس کی لاش کی آنکھیں ہی کھائے گا‘‘۔

گنجا حیران ہو کر دیکھ رہا تھا کہ جانے اب کیا ہو گا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ عظیم دیوتا لاش کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

عظیم دیوتا نے میز پر سے چھری اٹھائی اور عنبر کی آنکھوں میں اس کی نوک چبھو دی۔ وہ یہ دیکھ کر سخت حیران ہو گیا کہ چھری اچٹ گئی جیسے وہ کسی پتھر سے ٹکرائی ہو۔

اب عنبر نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔

اس نے عظیم دیوتا کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

"کوئی بھی قاتل آج تک میرے ہاتھوں سے بچ کر نہیں جا سکا۔ تم بھی میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکو گے"۔

عظیم دیوتا ایک طاقت ور انسان تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ جھٹک دیا۔ وہ پریشان ہو گیا تھا کہ یہ کیسی لاش ہے۔ اس نے حلق سے ایک بھیانک آواز نکالی اور گنجے کو دیکھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"ابھی معلوم ہو جائے گا"۔

اس کے ساتھ ہی عنبر نے مرتبان میں ہاتھ ڈال کر

سرخ سانپ باہر نکال لیا اور اسے عظیم دیوتا کے اوپر پھینک دیا۔

سانپ جانے کس وقت کا بھوکا تھا۔ اس نے عظیم دیوتا پر گرتے ہی اس کے ماتھے پر زور سے ڈس لیا۔ ماتھے سے ایک بوٹی ہی نکال لی۔

سرخ سانپ کا زہر بے حد مہلک تھا۔ عظیم دیوتا فرش پر گر پڑا۔ اور اس کا سارا بدن کانپنے لگا۔

عنبر نے ماریا سے کہا۔

"ماریا! تم موجود ہو ناں؟"۔

ماریا نے کہا۔

"میں تمہارے پاس کھڑی ہوں اور یہ سارا تماشہ

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

دیکھ رہی ہوں۔میری ضرورت تو نہیں؟"۔

عنبر نے کہا۔

"نہیں ،تمہاری ضرورت بالکل نہیں ہے۔ہاں ویسے تم اس سرخ سانپ سے ذرا دور ہی رہنا"۔

"فکر نہ کرو۔ میں پرے ہٹ کر کھڑی ہو گئی ہوں"۔

عظیم دیوتا مر چکا تھا۔گنجا پریشان اپنی جگہ پر لرز رہا تھا۔ سرخ سانپ فرش پر کنڈلی مارے، پھن پھیلائے جھوم رہا تھا۔

عنبر نے ہاتھ آگے بڑھا کر سرخ سانپ کو پکڑنا چاہا تو اس نے اس کے ہاتھ پر ڈس دیا۔مگر عنبر پر

چونکہ اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا تھا اس لیے اس نے پروا نہ کی اور سانپ کو گردن سے پکڑ کر فرش پر رکھا۔اور پاؤں سے اس کی گردن مسل دی۔سانپ مر گیا۔

عنبر نے گنجے سے کہا۔

"یہ بتاؤ کہ باقی سانپ کہاں ہے؟"۔

گنجے نے کہا۔

"عظیم دیوتا! باقی سانپ دوسرے کمرے میں مرتبانوں میں بند ہیں"۔

وہ اس بات پر بھی حیرت زدہ تھا کہ ابھی عنبر نے ایک عورت سے بات کی تھی اور عورت نے اس کی بات کا جواب دیا تھا۔مگر عورت اسے دکھائی نہیں دے

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

رہی تھی۔

وہ عنبر کی عظمت کا قائل ہو گیا تھا اور اسے یقین آ گیا تھا کہ یہ شخص ہی اصل میں عظیم دیوتا ہے۔ عنبر نے اس سے پوچھا۔

"یہ بتاؤ کہ کیا تم نے یہاں کوئی ایسا آدمی دیکھا ہے جس کی آنکھیں سرخ ہیں اور ناک خوبصورت ہے، اس کا نام ناگ ہے"۔

گنجا ہاتھ باندھ کر بولا۔

"عظیم دیوتا! مجھے اپنے ماں باپ کی قسم ہے کہ میں نے یہاں آج تک ایسا آدمی نہیں دیکھا"۔

عنبر نے کہا۔

"یہ بتاؤ کہ یہاں اور کون کون لوگ ہیں؟"۔

گنجا بولا۔

"ابھی تھوڑی دیر میں کلب کے باقی لوگ ایک کمرے میں جمع ہوں گے اور سانپ کا رقص کریں گے"۔

"کل کتنے آدمی ہیں؟"۔

"سات آدمی ہیں"۔

"چلو مجھے اس کمرے میں لے چلو"۔

عنبر اور ماریا گنجے کے ساتھ اس کمرے میں آ گئے جہاں کلب کے دوسرے ممبر ابھی جمع نہیں ہوئے تھے۔

Uploaded For Urdu Fanz..
www.urdurasala.com
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

عنبر نے گنجے سے کہا۔

''باقی ممبروں کو بلاؤ''۔

گنجے نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

''حضور! وہ لوگ آنے ہی والے ہیں''۔

اتنے میں دروازہ کھلا اور سات آدمی سیاہ کپڑے، سیاہ ٹوپیاں پہنے اندر آگئے۔ وہ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ان کے لباس بالکل سانپ کی طرح تھے۔

عنبر ان کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور بولا۔

''اے سانپوں کی کلب کے لوگو! غور سے سنو! تمہارا اعظیم دیوتا ایک قاتل اور ظالم انسان تھا۔ وہ مر چکا ہے، ساتھ والے کمرے میں اس کی لاش پڑی

ہے۔ آج سے میں تمہارا اعظیم دیوتا ہوں''۔

اس پر سارے لوگ اپنی اپنی کرسیوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنی اپنی جیبوں سے پستول نکال کر عنبر کی طرف تان لیے۔

''گولی سے اڑا دو اس شیطان کو، جس نے ہمارے عظیم دیوتا کو قتل کیا ہے''۔

عنبر ہنس پڑا۔

''تم اگر اپنے پستولوں کی ساری گولیاں بھی مجھ پر خالی کر دو تو میں زندہ رہوں گا۔ مجھ پر تمہارے ایک بھی گولی اثر نہیں کرے گی۔ یہی اس بات کا ثبوت کیا کم ہے کہ میں تمہارا اعظیم دیوتا ہوں۔ چلاؤ

www.urdurasala.com

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

گولیاں!"۔

"ڈز۔ڈز۔ڈز۔ڈز۔ڈز۔ڈز"

بیک وقت سارے سیاہ پوش آدمیوں نے اپنے اپنے پستول کی گولیاں چلا دیں۔ ساری گولیاں عنبر کے سینے پر لگیں۔

اور سینے پر پر لگ کر نیچے فرش پر گر پڑیں۔ وہ اپنی جگہ پر اسی طرح کھڑا رہا۔ اس پر ذرا سا بھی اثر نہ ہوا۔ سارے کے سارے آدمی ششدر رہ گئے۔

پستول ان کے ہاتھوں سے فرش پر گر پڑے۔

گنجے نے آگے بڑھ کر کہا۔

"میں نہ کہتا تھا کہ یہی عظیم دیوتا ہے"۔

عنبر نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اب میں تم لوگوں پر اپنی پستول سے فائر کروں گا اور ایک ایک کر کے تم سب کو بھون کر رکھ دوں گا"۔

اتنا سننا تھا کہ ساتوں کے ساتوں آدمی ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ اور بولے۔

"عظیم دیوتا کو سلام۔ عظیم دیوتا کو سلام"۔

عنبر نے گنجے سے پوچھا۔

"کیا ان لوگوں میں سے کسی نے کسی انسان کو قتل کیا ہے؟"۔

گنجے نے کہا۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

''نہیں حضور! ان میں سے کوئی بھی قاتل نہیں ہے''۔

عنبر نے کہا۔

''سنو! میں تم لوگوں کو معاف کرتا اور خبر دار پھر کبھی اس عمارت کا رخ نہ کرنا۔ کیوں کہ میں اسے جلا کر راکھ کرنے والا ہوں''۔

سارے آدمی وہاں سے دم دبا کر بھاگ گئے۔

عنبر نے گنجے سے کہا۔

''تم بھی بھاگ جاؤ، میں نے تمہیں بھی معاف کیا''۔

گنجا بھی بھاگ گیا۔

عنبر نے ماریا سے کہا۔

''ماریا اس عمارت سے نکل کر باہر گیٹ پر میرا انتظار کرو''۔

ماریا چلی گئی۔ عنبر نے عمارت کو آگ لگا دی اور خود بھی باہر گیا۔ عمارت شعلوں میں تبدیل ہوگئی۔

عنبر نے گیٹ پر آ کر کہا۔

''ماریا!''

''عنبر!''۔

اور وہ دونوں وہاں سے نکل کر قصبے کے سٹیشن پر آ گئے۔

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

جاپانیوں کی قید میں

ماریا اور عنبر بڑے شہر برن میں آ کر رہنے لگے۔
انہوں نے شہر سے باہر خوب صورت وادی میں ایک ہوٹل میں کمرہ لے لیا تھا۔
ان کا خیال تھا کہ جنگ کے دنوں میں ان کا شہر شہر مارے مارے پھرتے رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ ناگ کی تلاش بہر حال انہوں نے باقاعدہ جاری رکھی ہوئی

تھی۔

اب ادھر ناگ کی بھی خبر لیں کہ وہ کس حال میں ہے۔

ناگ رنگون شہر کے ایک محلے میں سولی پیگوڈا یعنی شہر کے سب سے بڑے بدھ مندر کے قریب رہ رہا تھا۔

جاپانی برابر آگے بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ اب تو دن میں دو دو تین تین بار جاپانی ہوائی جہاز آ کر بم برسا جاتے تھے۔
شہر سے لوگوں نے نکلنا شروع کر دیا تھا۔ اکثر بازار ویران ہو گئے تھے۔ دکانوں اور مارکیٹوں پر

www.urdurasala.com

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

تالے پڑ گئے تھے۔ برما کی حکومت کے لوگ بھی بھاگ گئے تھے۔

ایک روز ناگ صبح کو سو کر اٹھا تو شہر کی بندرگاہ پر زبردست گولہ بارود شروع ہو گئی تھی۔ ناگ گھر سے نکل کر بازار میں آیا۔

لوگ ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔

''کیا بات ہے بھائی؟''۔

ناگ نے ایک آدمی سے پوچھا۔ اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''جاپانی جہاز بندرگاہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ بھاگ جاؤ''۔

جاپانی شہر میں داخل ہو گئے تھے۔ ناگ کا دل چاہا کہ وہ بندرگاہ پر جاپانیوں کے جہازوں کو آتے دیکھے۔

اگرچہ یہ خطرے کی بات تھی، کیونکہ جاپانی بڑے سنگدل تھے اور انہوں نے شہریوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔

پہلا جہاز بندرگاہ کے ساتھ لگ چکا تھا اور جاپانی سپاہی شہر کے شمالی علاقے میں گولیاں چلاتے ہوئے لوٹ مار کر رہا تھا۔

ناگ بندرگاہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ بڑے بازار سے گزر کر وہ ایک چھوٹے بازار میں آیا تو سامنے سے

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

اسے ایک فوجی گاڑی آتی نظر آئی۔

ناگ جلدی سے ایک مکان کی ڈیوڑھی میں داخل ہو گیا۔

جاپانی مکانوں پر گولیاں چلا رہے تھے۔

انہوں نے ناگ کو مکان میں چھپتے دیکھ لیا تھا۔ مکان نے مکان کی دوسری منزل میں آ کر بازار کی طرف جھانکا تو تھائیں سے ایک گولی اس کے قریب سے ہو کر دیوار پر لگی۔

وہ جلدی سے پرے ہٹ گیا۔ نیچے سیڑھیوں پر جاپانیوں کے قدموں کی آوازیں آئیں۔ ناگ سمجھ گیا کہ جاپانی اسے گرفتار کرنے آ گئے ہیں وہ تیزی سے

سانپ بن کر ایک الماری کے پیچھے چھپ گیا۔

جاپانیوں نے جگہ جگہ اسے تلاش کیا۔ جب وہ نہ ملا تو انہوں نے مکان کو باہر سے بند کر کے اس پر پٹرول چھڑکا اور آگ لگا دی۔

پٹرول کی وجہ سے آگ ایک دم بھڑک اٹھی۔

ناگ تیزی سے الماری کے پیچھے سے نکلا اور روشندان میں سے ہو کر دوسرے مکان کی دیوار پر آ گیا۔ پھر وہاں سے رینگتا ہوا بازار والی دیوار پر آ گیا اور ایک کھڑکی کے پیچھے چھپ گیا۔

جاپانی بازار میں ادھر ادھر گولیاں چلا رہے تھے اور مکانوں کو لوٹ رہے تھے۔ ناگ وہاں سے کھسک کر

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

مکانوں مکانوں ہوتا دوسرے بازار میں آ گیا۔ یہاں کوئی نہیں تھا۔

اس نے انسان کی شکل اختیار کی اور اپنے محلے کی طرف تیز تیز قدموں سے چلنے لگا۔

اپنے علاقے میں آ کر اسے معلوم ہوا کہ وہاں پر بھی جاپانی فوج پھر رہی ہے اور گلی میں کئی انسانوں کی لاشیں بکھری پڑی ہیں۔

ناگ گھر جانے کی بجائے مندر میں آ گیا۔

یہاں بھی ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ صرف دو تین پجاری گوتم بدھ کی مورتی کے آگے بیٹھے آنکھیں بند کیے سہمے ہوئے پوجا کر رہے تھے۔

گوتم بدھ سے دعا مانگ رہے تھے کہ وہ انہیں جاپانی سپاہیوں کی درندگی سے محفوظ رکھے ناگ ان سے ذرا دور ایک کونے میں ہو کر بیٹھ گیا۔

اس وقت ناگ کا خیال عنبر اور ماریا کی طرف چلا گیا۔

خدا جانے وہ کس حال میں ہوں گے؟ کہاں ہوں گے۔ جنگ کی تباہیوں نے انہیں بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہوگا۔

وہ انہیں خیالوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ گولی چلنے کی آواز کے ساتھ ہی کسی انسان کی چیخ بلند ہوئی۔ ناگ نے اٹھ کر باہر جھانک کر دیکھا۔

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ شاید مندر کے پیچھے کس جاپانی سپاہی نے کسی پجاری کو گولی سے اڑا دیا تھا۔

وہ اپنی جگہ پر جا کر چپکے سے بیٹھ گیا۔

اتنے میں وہاں تین چار جاپانی سپاہی دندناتے ہوئے آ گئے۔ پجاری اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور ہاتھ باندھ کر جھک گئے۔

سپاہیوں نے مشین گن کا رخ ان کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ تینوں پجاری گولیاں کھا کر دوہرے ہو کر فرش پر گر پڑے اور تڑپنے لگے۔

سپاہی باہر جانے لگے کہ ان کی نظر ناگ پر پڑ گئی۔ ناگ نے بھی انہیں دیکھ کر بھاگنے کی کوشش کی

مگر جاپانی اس کے سر پر آ گئے۔

”تم کون ہو؟ تمہارا لباس پجاریوں جیسا نہیں ہے“۔

ناگ نے ٹوٹی پھوٹی اردو میں کہا۔

”میں ایک غریب مزدور ہوں۔ یہاں محنت مزدوری کرنے آیا تھا کہ جنگ شروع ہو گئی“۔

ایک جاپانی نے دوسرے سے کہا۔

”اسے پکڑ کر لے جاؤ، یہ جاسوس معلوم ہوتا ہے۔ اس سے بڑی معلومات حاصل ہوں گی“۔

سپاہی ناگ کو پکڑ کر لے گئے۔ انہوں نے اسے رسیوں سے باندھ دیا اور ٹرک میں بٹھا کر شہر سے باہر

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

دریائے ایراوتی کے کنارے فوجی دفتر میں لے آئے۔

یہاں اسے حوالات میں بند کر دیا گیا۔ دوپہر اسے کھانے کے لیے مٹھی بھر نمکین چاول دیے گئے۔

اسی حوالات میں ایک مسلمان تاجر بھی بند تھا۔

اس کا نام باقر مہدی تھا۔ شہر میں اس کی کپڑے کی بہت بڑی دکان تھی۔ ناگ کو اس مسلمان تاجر مہدی سے بڑی ہمدردی ہو گئی تھی۔

مہدی کی آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے۔ وہ بچوں کو یاد کر کے رو رہا تھا۔

"خدا جانے میرے بال بچے اور بیوی کس حال

میں ہو گی"۔

ناگ نے کہا۔

"میاں جی! آپ فکر نہ کریں۔ میں آپ کے بچوں کو آزاد کرانے کی پوری پوری کوشش کروں گا"۔

تاجر نے احسان بھری مگر رحم طلب نظروں سے ناگ کو دیکھا اور کہا۔

"میرے بیٹے! تم تو خود جاپانیوں کی قید میں زندگی کے دن پورے کر رہے ہو۔ نہ جانے یہ لوگ تمہیں کس وقت گولی مار دیں۔ پھر بھلا تو میری کیا مدد کرو گے؟"۔

ناگ ذرا سا مسکرایا اور بولا۔

Uploaded For Urdu Fanz..
www.urdurasala.com
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

"میاں جی! خدا کی رحمت سے انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہیے کیا آپ کو ہیڈ کوارٹر کی حوالات کے راستے کا علم ہے؟"۔

تاجر مہدی نے کہا۔

"ہاں! پہلے میں بھی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ہی قید تھا۔ مجھے یہ لوگ پرسوں ہی وہاں سے پکڑ کر یہاں لائے ہیں"۔

ناگ نے ہیڈ کوارٹر جیل کا راستہ تاجر مہدی سے پوچھ کر اچھی طرح ذہن میں بٹھا لیا۔

پھر کہا۔

"اگر میں کسی طرح سے آپ کے خاندان کو جیل

سے نکال لاؤں تو کیا کوئی ایسی جگہ ہے جہاں میں انہیں حفاظت سے رکھ سکوں؟"۔

تاجر مہدی کہنے لگا۔

"رنگون شہر سے پچاس میل دور پر دم کا ایک قصبہ ہے۔ اس قصبے سے ایک دو میل شمال مغرب میں ایک چھتری والا اک منزلہ مکان میں نے تفریح کے لیے ڈال رکھا ہے اگر میرے بچے وہاں پہنچا سکو تو میں ساری زندگی تمہارا احسان نہیں بھولوں گا"۔

ناگ نے کہا۔

"فکر نہ کریں، میں آپ کو بھی وہاں پہنچا کر ہی دم لوں گا"۔

Uploaded For Urdu Fanz..
www.urdurasala.com
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

تاجر مہدی تعجب سے ناگ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے کچھ یوں محسوس ہونے لگا جیسے ناگ دیوانہ ہے، کیونکہ جاپانیوں کی قید سے نہ صرف خود نکلنا بلکہ ایک پورے خاندان کو نکال کر لے جانا دیوانے پن کی ہی بات تھی۔

شام ہو گئی تو ایک جاپانی سپاہی اندر آ کر تاجر مہدی کو لے گیا۔ کوئی گھنٹے بعد ہی اسے زخمی حالت میں اندر پھینک دیا گیا۔

مہدی کے جسم پر جگہ جگہ زخموں کے نشان تھے اور وہ کراہ رہا تھا۔ ناگ نے کسی نہ کسی طرح مہدی کے زخموں کو صاف کر کے پٹیاں باندھ دیں۔

اس نے ناگ کو بتایا کہ جاپانی اسے برطانیہ کا جاسوس سمجھ کر اس سے پوچھ رہے تھے کہ انگریز اپنے بنکوں کا سونا کس جگہ چھپا گئے ہیں؟۔

تھوڑی دیر بعد جاپانی سپاہی آیا اور وہ ناگ کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ ایک تنگ سی بانس کی جھونپڑی میں ایک جاپانی افسر ہاتھ میں تلوار لیے بیٹھا تھا۔ اس نے بڑی خونخوار نظروں سے ناگ کو دیکھا اور غرایا۔

''تم شکل ہی سے انگریز کے جاسوس معلوم ہوتے ہو۔ بتاؤ انگریز جاتے جاتے اپنا سونا کس جگہ چھپا گئے ہیں؟''۔

ناگ نے کہا۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

"ہوسکتا ہے، وہ اپنا سونا اپنے ساتھ ہی لے گئے ہوں"۔

"بکواس بند کرو۔ انہیں ہم نے اتنی مہلت نہیں دی تھی۔ وہ بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر بھاگے ہیں"۔

"تو پھر مجھے معلوم نہیں کہ سونا کس جگہ پر ہے"۔

"تم ابھی بتا دو گے"۔

جاپانی افسر نے اپنے قریب کھڑے سپاہی کو اشارہ کیا۔ اس نے جیب سے چاقو نکال کر کھولا اور ناگ کے قریب آ گیا۔

اب ناگ کو خطرہ اپنے سر کے اوپر منڈلاتا نظر آیا،

کیونکہ چاقو سے اسے مہلک زخم لگ سکتا تھا اور وہ مر بھی سکتا تھا۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر کہا۔

"ٹھہرو! میں بتاتا ہوں"۔

جاپانی افسر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے سپاہی کو ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا۔

ناگ نے کہا۔

"انگریزوں کا سونا دریائے ایراوتی کے کنارے اس جگہ دفن ہے جہاں آپ کے ہیڈ کوارٹر کی جیل ہے"۔

جاپانی کی آنکھیں کھل گئیں، اس نے سپاہی سے

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

کہا۔

"جیپ تیار کرو، میں اسے لے کر ہیڈ کوارٹر جاؤں گا"۔

اسی وقت ایک جیپ سے باہر آ کر رک گئی۔ جاپانی افسر نے ناگ سے کہا۔

"یاد رکھو! اگر وہاں سے سونا نہ نکلا تو تمہیں اسی جگہ قتل کر کے دفن کر دیا جائے گا"۔

ناگ ہنسا اور بولا۔

"سونا ضرور نکلے گا، آپ مجھے لے کر وہاں چلیں"۔

اصل میں ناگ اس جگہ پہنچنا چاہتا تھا جہاں تاجر

مہدی کی بیوی اور بچے قید تھے۔ جاپانی افسر ناگ کو لے کر ہیڈ کوارٹر کے علاقے میں اس مقام پر لے آیا۔ جہاں قید خانہ بنا ہوا تھا۔ ناگ نے دیکھا یہ جیل ناریل کے درختوں کے ایک جھنڈ میں بنائی گئی تھی۔ باہر ایک سپاہی مشین گن لیے پہرہ دے رہا تھا۔

"کہاں ہے وہ خزانہ؟ جلدی بتاؤ"۔

جاپانی افسر نے تلوار نکال کر کہا۔

ناگ نے ایک جگہ زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس جگہ زمین کھدوائی جائے"۔

جاپانی افسر نے حکم دیا۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

"فوراً زمین کھودو"۔

تین سپاہی بیلچے لے کر وہاں آ گئے۔ اور انہوں نے زمین کھودنی شروع کر دی۔ ناگ نے اس دوران میں سارے علاقے کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا۔

شام کے سائے گہرے ہونا شروع ہو گئے تھے۔

جاپانی ہیڈ کوارٹر کے باہر کئی ایک فوجی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ کسی منصوبے پر عمل کر کے وہ یہاں سے کوئی گاڑی لے کر فرار ہو سکتا تھا۔

ناگ دل میں ایک سکیم سوچ رہا تھا۔

گڑھا کافی بڑا ہو گیا تھا مگر خزانہ وہاں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ جاپانی افسر نے کھا جانے والی نظروں

سے ناگ کی طرف دیکھا اور چیخ کر کہا۔

"کمینے! کہاں ہے سونا؟"۔

ناگ نے ہنس کر اوپر درخت کی طرف اشارہ کیا۔

"جاپانی چوہے اوپر دیکھو۔ وہاں ہے خزانہ"۔

جاپانی چوہا سن کر جاپانی افسر کا خون کھول اٹھا۔ اس نے تلوار ہوا میں اٹھائی کہ ایک ہی وار میں ناگ کا سر تن سے جدا کر دے، مگر اس دوران میں ناگ اپنا کام کر چکا تھا۔

اس نے اپنی شکل ایک عقاب میں بدل لی تھی اور ہوا میں پھڑ پھڑاتا ہوا اڑ گیا تھا۔

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

جاپانی افسر کا تلوار والا اٹھا ہوا ہاتھ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ گڑھا کھودنے والے سپاہی بھی بیلچے اٹھائے دم بخود ہو کر بیٹھ گئے۔

انہوں نے کسی جیتے جاگتے انسان کو عقاب میں تبدیل ہو کر آسمان کی طرف اڑتے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"یہ۔۔۔یہ کیسے ہو گیا؟"۔

جاپانی افسر کے منہ سے اپنے آپ نکل گیا۔

قریب تھا کہ غش کھا کر گر پڑتا کہ سپاہیوں نے اسے سنبھالا دیا اور جیپ میں بٹھا کر لے گئے۔

ناگ ناریل کے درختوں کے اس جھنڈ میں جا کر

بیٹھ گیا تھا جس کے نیچے جیل تھی۔ اس جیل میں تاجر مہدی کی بیوی اور دو لڑکیاں اور ایک لڑکا قید تھے۔ یہ تینوں جوان تھے۔

درخت پر بیٹھے بیٹھے عقاب نے اپنا آپ ایک سانپ کی شکل میں تبدیل کیا اور درخت سے اتر کر رینگتا ہوا جیل خانے کی چھت پر آ گیا۔

یہاں سے اس نے جھانک کر دیکھا۔

نیچے جیل کے دروازے کے آگے جاپانی سپاہی سٹین گن اٹھائے پہرہ دے رہا تھا۔ اس سپاہی پر حملہ کرنے سے پہلے ناگ چاہتا تھا کہ جیل کے اندر جا کر تاجر مہدی کے خاندان والوں کو فرار ہونے کے لیے

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

تیار رکھے اور ان کے ساتھ اپنا تعارف بھی کروائے لیکن سوال یہ تھا کہ وہ اندر کیسے جائے۔

مگر وہ ایک دم سے اندر جا کر ظاہر ہو جاتا ہے تو وہ شاید ڈر جائیں۔ اگر جاپانیوں کو اپنا آپ حوالے کر دیتا ہے تو ہو سکتا ہے، وہ اسے جیل میں ڈالنے کی بجائے شوٹ کر دیں۔

کافی دیر سوچنے کے بعد اس نے ایک تدبیر سوچی۔

وہ جیل کی چھت پر سے رینگ کر پرلی طرف چلا گیا۔ ادھر جنگل تھا۔ اسے دور سے ایک جاپانی آتا دکھائی دیا۔

ناگ اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے جاتے ہی اسے ڈس دیا۔ جاپانی سپاہی جب ملک عدم کو سدھار گیا تو ناگ نے انسان کی شکل میں آ کر اس کی وردی پہن لی۔

یہ رات کا وقت تھا۔ اس کو کوئی نہیں پہچان سکتا تھا کہ وہ جاپانی ہے یا غیر جاپانی۔

بندوق اٹھائے وہ سیدھا جیل خانے کی طرف گیا۔

دروازے پر جاپانی سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔

ناگ نے دور سے کھڑے ہو کر جاپانی سپاہی سے کہا۔

"تمہیں کیپٹن صاحب بلا رہے ہیں، جلدی سے

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

جاؤ، تمہاری جگہ میں پہرہ دیتا ہوں"۔

جاپانی پہرہ دار جلدی سے ایک طرف کو تیز تیز چل پڑا۔ ناگ جلدی سے جیل کے دروازے پر آ گیا۔

اس نے سلاخوں میں سے جھانک کر اندر دیکھا۔ کونے میں ایک مدھم سا دیا جل رہا تھا۔ اس کی روشنی میں ناگ نے دیکھا کہ تاجر مہدی کی بیوی دونوں لڑکیاں اور لڑکا دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔

ناگ نے اردو زبان میں انہیں بلایا۔

"جمیل! میرے پاس آؤ"۔

ناگ تاجر مہدی کے لڑکے کا نام جانتا تھا۔ جمیل

Uploaded For Urdu Fanz..

نے اپنا نام ایک جاپانی سپاہی کی زبان سے سنا تو چونک پڑا۔

ناگ نے کہا۔

گھبراؤ نہیں، میں جاپانی سپاہی نہیں ہوں۔ صرف جاپانی سپاہی کی وردی میں ہوں۔ میں تمہارے باپ مہدی صاحب سے ملکر آ رہا ہوں۔

میں نے تم لوگوں کو یہاں نکال کر پردم والی کوٹھی میں لے جانے کی سکیم بنا رکھی ہے۔ تم تیار رہنا، میں کس وقت بھی جیپ لے کر آؤں گا۔

مہدی کی بیوی اور لڑکیاں بھی جلدی سے سلاخوں کے ساتھ آ کر کھڑی ہو گئیں۔

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

ناگ نے کہا۔

”بہن! میں آپ کے شوہر کا دوست ہوں، آپ فکر نہ کریں۔ خدا کی مدد شامل حال رہی تو بہت جلد آپ جاپانیوں کی قید سے نجات حاصل کرلیں گے۔ میں بہت جلد پھر آؤں گا“۔

اتنا کہہ کر ناگ دوسری طرف جنگل میں چلا گیا، کیونکہ اس نے سامنے سے پہلے والے جاپانی پہرے دار کو آتے دیکھ لیا تھا۔

پہریدار نے آ کر ادھر ادھر دیکھا۔ وہ پتہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ کون سا جاپانی سپاہی تھا جس نے اس کے ساتھ شرارت کی، لیکن ناگ جنگل میں غائب ہو

گیا تھا۔

ساری رات ناگ عقاب کے روپ میں ایک درخت پر بیٹھا جاپانی سپاہیوں کی نقل و حرکت کو غور سے دیکھتا رہا۔

رات کو صرف تین سپاہی بارک کے باہر پہرہ دیتے رہے۔ اگر وہ کسی طرح سے ایک جیپ یہاں سے لے کر جا کر جنگل میں چھپا دے تو قیدیوں کو نکال کر لے جا سکتا تھا۔

رات گذر گئی، دوسرا دن بھی گذر گیا۔ جب دوسری رات آئی تو ناگ درخت سے اترا۔ اس نے انسان کی شکل اختیار کی۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

جنگل میں جس جگہ اس نے جاپانی سپاہی کی وردی چھپا رکھی تھی، وہاں جا کر وردی پہنی اور جاپانی سپاہی بن کر ہیڈ کوارٹر بارک کے قریب آ کر جیپ کے پاس کھڑا ہو گیا جیسے پہرہ دے رہا ہو۔

اب وہ اس تاک میں تھا کہ ذرا موقع ملے اور وہ جیپ میں سوار ہو کر وہاں سے فرار ہو جائے، چنانچہ یہ موقع اس کو جلد ہی مل گیا۔

سامنے والے پہرے دار کسی کام سے اندر چلے گئے۔ ناگ جیپ میں سوار ہوا اور انجن سٹارٹ کر کے جنگل کی طرف چلا گیا۔

ایک جگہ پہلے ہی اس نے تلاش کر رکھی تھی،

وہاں اس نے ایک خفیہ جگہ پر جا کر جیپ کو جھاڑیوں میں چھپا دیا۔

اسی وردی میں واپس جیل کے دروازے پر آیا۔ یہاں ایک دوسرا جاپانی سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ ناگ نے دور سے اسے آواز دے کر کہا۔

"تمہیں میجر صاحب اندر بلا رہے ہیں"۔

یہ جاپانی سپاہی پہلے والے جاپانی سپاہی کے حشر سے ناواقف تھا چنانچہ وہ سیدھا ہیڈ کوارٹر کے بارک کی طرف چل پڑا۔

ناگ اب وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تیزی سے جیل کے دروازے پر آیا۔ قفل توڑ کر اندر گیا اور

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

بولا۔

''جلدی سے میرے ساتھ نکل چلو''۔

تاجر مہدی کی بیوی لڑکیاں اور لڑکا اسی وقت اٹھے اور ناگ کے ساتھ جیل سے نکل کر جنگل میں غائب ہو گئے۔

سرخ چھتری والا مکان

ناگ نے انہیں جیپ میں بٹھایا اور سٹارٹ کر کے لے اڑا۔

وہ ان سارے رستوں سے باخبر تھا۔ ساری رات وہ جیپ چلاتا رہا۔ صبح کی روشنی ہوئی تو پردم کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

اب ان کی جیپ سمندر کے ساتھ ساتھ بھاگی جا رہی تھی۔ دور سے درختوں کی جھنڈ میں سرخ چھتری والا مکان نظر آیا تو تاج مہدی کی بیوی نے کہا۔

''وہ ہے ہمارا مکان''۔

جیپ مکان کے احاطے میں جا کر کھڑی ہو گئی۔ ناگ نے کہا۔

''اس مکان میں کوئی تہہ خانہ ہے کیا؟''۔

جمیل بولا۔

''جی ہاں! مگر وہ مکان کے اندر نہیں ہے بلکہ مکان کے عقب میں ایک گیراج بنا ہے۔ تہہ خانہ گیراج کے نیچے ہے''۔

''ٹھیک ہے، ہمیں وہاں جانا ہوگا''۔

گیراج کا دروازہ بند تھا اور جھاڑیوں نے اسے ڈھانپ رکھا تھا اور جمیل نے مل کر وہاں ایک راستہ بنایا۔

دروازہ کھول کر گیراج میں داخل ہوئے اور پھر تہہ خانے میں آ گئے۔ تہہ خانے کا دروازہ، ایک الماری میں سے کھلتا تھا۔

کسی کو ذرا سا بھی شک نہیں ہو سکتا تھا کہ اس الماری کے اندر تہہ خانہ بھی ہے۔ ناگ نے دیکھا کہ تہہ خانہ ایک چھوٹا سا نیچی چھت کا کمرہ تھا جس میں دو بانس کی چارپائیاں، تین چار بانس کی کرسیاں اور ایک

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

دری پڑی تھی۔

لڑکیوں نے اسی وقت تہہ خانہ صاف کر کے چارپائیوں پر دری بچھادی۔

ناگ نے کہا۔

"میں باہر جا کر آپ لوگوں کے لیے کھانے پینے کی چیزیں لے کر آتا ہوں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے، یہاں آپ کو دو چار روز رہنا پڑے"۔

جمیل کی بہن بولی۔

"بھائی جان! ہم آپ کا احسان کبھی نہیں بھولیں گے"۔

ناگ بولا۔

"ابھی خطرہ ہمارے سر پر موجود ہے۔ ویسے میں یہ سب کچھ کسی احسان کے لیے نہیں بلکہ انسانی ہمدردی کی خاطر کر رہا ہوں۔ چونکہ میں آپ کی مدد کر سکتا تھا، اس لیے آپ کی مدد کر رہا ہوں"۔

تاجر مہدی کی بیوی نے کہا۔

"جمیل کے ابو کو آپ کب لائیں گے؟"۔

ناگ بولا۔

"اب سب سے بڑا کام یہی ہے۔ میں آپ لوگوں کو خوراک دے کر واپس جیپ لے کر چلا جاؤں گا اور جمیل کے والد کو لانے کی کوشش کروں گا"۔

مہدی کی بیٹی نے کہا۔

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

"خدا کرے آپ کامیاب ہو جائیں۔ میرے ابو آ جائیں۔ ان کے بغیر ہم یہاں اطمینان سے نہ رہ سکیں گے"۔

ناگ بولا۔

"بہر حال میں پوری کوشش کروں گا"۔

اتنا کہہ کر ناگ تہہ خانے سے باہر نکل گیا۔ وہ جاپانی سپاہی کی وردی میں ہی تھا۔ وہ پیدل ہی ایک گاؤں کی طرف چل پڑا۔

یہ برمی دیہاتیوں کا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ ایک جاپانی سپاہی کو دیکھ کر سارے دیہاتی ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔

ناگ نے برمی زبان میں کہا۔

"مجھے چاول، ناریل، پھل اور مکھن چاہیے، جلدی سے لے آؤ"۔

ایک گھنٹے بعد ناگ وہاں سے چلا تو اس نے کندھے پر ایک جھولا اٹھا رکھا تھا جس میں چھ روز کی پوری خوراک تھی۔

ناریل بھی تھے جن سے پانی حاصل کیا جا سکتا تھا۔ یہ ساری خوراک مہدی کے بیوی بچوں کے حوالے کی اور کہا۔

"آپ لوگ یہاں سے دن میں نکلنے کی ہرگز کوشش نہ کریں"۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

"ہاں اگر برتنوں وغیرہ کی ضرورت ہو تو رات کے وقت یہاں سے نکل کر اپنے مکان میں جا کر رکھتے ہیں۔ میں جلدی آپ کے والد کو لے کر یہاں آنے کی کوشش کروں گا۔ گھبرانا بالکل نہیں ہے۔ خدا حافظ"۔

"خدا حافظ!"۔

تاجر مہدی کے خاندان نے ناگ کو رخصت کیا۔

ناگ جیپ میں سوار ہو کر جتنی تیزی سے چل سکتا تھا، روانہ ہو گیا۔

سارا دن وہ جیپ چلاتا رہا۔ یہ سارا راستہ جنگل میں سے ہو کر گزرتا تھا۔ شام ہوئی تو ناگ شہر رنگون پہنچ

Uploaded For Urdu Fanz..

گیا تھا۔

اب اسے راستے میں جاپانی سپاہیوں کی گاڑیاں ملنے لگی تھیں۔ وہ کچھ خطرہ محسوس کر رہا تھا کیوں کہ جاپانی سپاہی اسے گھور کر بھی دیکھ لیتے تھے۔ لیکن چونکہ وہ منزل پر پہنچ رہا تھا۔ اس لیے اس نے جیپ چھوڑنا گوارا نہ کی۔

لیکن اب ایسا ہوا کہ شہر کو جانے والی بڑی سڑک پر آتے ہی ایک جگہ پھاٹک آ گیا۔ سامنے جاپانی پوسٹ تھی اور گاڑیوں کو چیک کر کے وہاں سے گزرنے کی اجازت دی جاتی تھی۔

ناگ نے جیپ کھڑی کر دی۔ ایک جاپانی

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

سارجنٹ اس کی طرف آیا اور اسے گھور کر دیکھتے ہوئے بولا۔

''کیا تم جاپانی ہو؟''۔

ناگ مسکرایا۔

''اور کیا تمہارا باپ ہوں؟''۔

جاپانی سارجنٹ سمجھ گیا کہ اس نے کسی جاپانی سپاہی کو ہلاک کر کے اس کی وردی حاصل کی ہے اور یہ کوئی بھارتی جاسوس ہے۔

اس نے ایک سیکنڈ میں سیٹی بجائی اور پستول نکال کر ناگ پر فائر کر دیا۔ یہ ناگ کی غلطی تھی کہ وہ جاپانی سپاہی کی وردی میں اتنا آگے نکل آیا۔

وہ سارجنٹ کی گولی سے مر بھی سکتا تھا۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ گولی اس کے سر پر سے ہو کر گزر گئی۔

اس دوران میں وہ اپنی کایا پلٹ چکا تھا۔

جاپانی سارجنٹ کے ہاتھ سے پستول زمین پر گر پڑا۔ کیونکہ اس نے دیکھا کہ اس کے سامنے کھڑا جاسوس ایکدم سے عقاب بنا اور آسمان کی طرف اڑ گیا۔ وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔

ناگ وہاں سے اڑتا ہوا سیدھا شہر کے مغربی کنارے اس حوالات کے اوپر پہنچ گیا۔ جہاں تاجر مہدی قید تھا۔

وہ آسمان سے اتر کر ناریل کے ایک درخت پر

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

بیٹھ گیا۔ اب وہ کوئی ایسی ترکیب سوچنے لگا جس کی وجہ سے وہ تاجر مہدی کو وہاں سے نکال کر لے جائے سب سے پہلے تو وہ اسے یہ خوش خبری سنانا چاہتا تھا کہ اس نے اس کے خاندان کو بردم میں حفاظت کی جگہ پہنچا دیا ہے۔

حوالات کے باہر حسب معمول ایک سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔

ناگ حوالات کے بالکل پاس والے آم کے درخت پر بیٹھ گیا۔ وہ رات کا اندھیرا پھیلنے کا انتظار کرنے لگا کیونکہ رات ہی کو وہ کسی نہ کسی طرح تاجر سے ملاقات کر سکتا تھا۔

اس جگہ بھی ناگ نے اندازہ لگایا کہ فوجی دفتر کے باہر ایک گاڑی کھڑی تھی جس پر بعد میں ایک سارجنٹ سوار ہو کر چلا گیا۔ اس اعتبار سے وہ یہاں سے گاڑی نہیں اڑا سکتا تھا۔

آدھی رات کے وقت وہ درخت پر ہی سانپ کا روپ دھار کر نیچے اترا۔ رینگتا ہوا حوالات کے دروازے پر آیا۔

جاپانی سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ ناگ نے اس کی پنڈلی پر صرف اس قدر ڈسا کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے بے ہوش ہو جائے۔

جاپانی سپاہی نے گھوم کر دیکھا کہ یہ کس نے اس

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

کی پنڈلی پر کاٹا ہے۔ اسے سانپ دکھائی نہ دیا تو وہ سمجھا کہ شاید چیونٹی ہوگی۔

وہ چال پھر کر پہرہ دیتا رہا مگر چند سیکنڈ بعد اس کا سر بھاری ہونا شروع ہوگیا۔

وہ ایک جگہ بیٹھ گیا۔ بیٹھنے کی دیر ہی تھی کہ وہ لڑھک کر بے ہوش ہوگیا۔ ناگ نے انسان کی شکل اختیار کی اور جاپانی پہریدار کی جیب سے چابی نکالی۔ حوالات کا دروازہ کھولا اور اندر جا کر تاجر مہدی کو جو زمین پر سو رہا تھا، جگایا۔

''اٹھو بڑے میاں!''۔

تاجر مہدی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

ناگ نے اسے بتایا۔

''میں نے آپ کی بیوی اور بچوں کو پر دم والے مکان کے تہہ خانے میں پہنچا دیا ہے۔ اب آپ میرے ساتھ چلیں''۔

تاجر مہدی نے ناگ کے ہاتھ چوم کر کہا۔

''میرے بیٹے! تم مسیحا بن کر میرے پاس آئے ہو۔ تم نے وہ کام کیا ہے جس کے لیے اگر میں ساری زندگی بھی تمہارے پاؤں دھوتا رہوں تو معاوضہ ادا نہ کر سکوں گا''۔

ناگ بولا۔

''مہدی صاحب! میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔

Uploaded For Urdu Fanz..
www.urdurasala.com
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

اب آپ وقت ضائع نہ کریں۔ ابھی ہم خطرے سے باہر نہیں نکلے۔ پہرے دار بے ہوش ہے۔ دروازہ کھلا ہے۔ جلدی سے میرے ساتھ باہر چلئے‘‘۔

مہدی اور ناگ حوالات سے باہر نکل کر مندر کے عقب میں آ گئے۔ رات اندھیری تھی۔ مکمل بلیک آؤٹ تھا۔

ناگ مہدی کو لے کر گلیوں گلیوں ہوتا ناریل کے باغ کی جانب لے آیا۔ اس طرف فوجی سپاہیوں کے مل جانے کا خطرہ نہیں تھا۔

کئی بازاروں سے نکل کر ناگ نے ایک پرانا مندر دیکھا۔ اس کے باہر دو گھوڑوں کی بگھی کھڑی

تھی۔

ناگ نے مہدی کو اس میں سوار ہونے کا اشارہ کیا۔ خود اوپر والی سیٹ پر بیٹھا، گھوڑوں کو چابک لگائی اور بگھی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔

وہ شہر سے باہر جانے والی سڑک پر آیا ہی تھا کہ سامنے سے ایک فوجی ٹرک آتا دکھائی دیا۔ ناگ نے بگھی روک لی۔

’’یہاں ہمیں گاڑی چھوڑ دینی چاہیے۔ میرے پیچھے بھاگو۔ جاپانی آ رہے ہیں‘‘۔

وہ گاڑی چھوڑ کر پہلو کی ایک گلی میں ہو گئے۔ اب جاپانی بھی سر پر پہنچ گئے۔ انہوں نے دو آدمیوں کو گلی

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

میں بھاگتے دیکھ لیا تھا۔

جاپانیوں نے تیز ٹارچ کی روشنیاں گلی میں پھینکیں مگر اس وقت تک ناگ اور مہدی ایک مکان میں چھپ چکے تھے۔

جاپانیوں نے ایک مکان کی تلاشی شروع کر دی اور سارے علاقے کا محاصرہ کر لیا۔ بڑی مصیبت میں پھنس گئے تھے ناگ اور مہدی۔

ناگ نے محسوس کیا کہ اگر وہ اکیلا ہوتا تو وہاں سے فرار ہو سکتا تھا۔ لیکن مہدی اس کے ساتھ تھا اور وہ بھاگ نہیں سکتا تھا۔

اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ جس جگہ یہ دونوں

چھپے تھے وہ ایک مکان کا پچھلا کمرہ تھا۔ یہ ایک خالی مکان تھا مگر اس چھوٹے سے کمرے میں پرانی چیزیں بھری ہوئی تھیں۔

دو جاپانی مکان کے اندر آ گئے۔ وہ ہولے ہولے ان کے کمرے کی طرف آ رہے تھے۔ ناگ نے مہدی کی طرف منہ کر کے اشارہ کیا کہ اب سانس بھی آہستہ کر لینا۔

بدقسمتی دیکھئے یا خوش قسمتی سمجھئے کہ عین اس وقت ایک زرد رنگ کا سانپ کسی کونے سے ان کی طرف بڑھنے لگا۔

مہدی چیخ مارنے ہی والا تھا کہ ناگ نے اس کے

Uploaded For Urdu Fanz..
www.urdurasala.com
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ سانپ برابر ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اب باہر سے جاپانی سپاہی بھی ان کے کمرے کے باہر آ کر دروازے کو اندر کی طرف دھکیلنے لگے تھے۔

سانپ رینگتے رینگتے اچانک رک گیا۔

اس نے محسوس کیا کہ فضا میں ایک مقدس خوشبو رچی ہوئی ہے۔ یہ خوشبو سانپوں کے مقدس دیوتا کی تھی۔

وہ اپنی جگہ پر گھوم گیا۔ ناگ سمجھ گیا کہ سانپ کو اس کی موجودگی کا احساس ہو گیا ہے۔ اس کے ذہن

میں ایک ترکیب آ گئی تھی۔

زرد رنگ کے سانپ نے پہلے تو اپنا پھن اٹھایا پھر ناگ کے سامنے آ کر پھن جھکا کر فرش کے ساتھ لگا دیا جیسے اسے سجدہ کر رہا ہوں۔

مہدی نے حیرانی سے ناگ کی طرف دیکھا کہ یہ سانپ کیا کر رہا ہے۔ جاپانی دروازے کو توڑ رہے تھے۔

ناگ نے دو تین بار سیٹی بجا کر سانپ سے کہا۔

"باہر دو جاپانی دشمن دروازہ توڑ رہے ہیں، جا کر ان کی خبر لو۔"

زرد سانپ نے ایک بار پھر سر جھکایا اور روشندان

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

میں سے باہر نکل گیا۔

مہدی نے ناگ سے پوچھا۔

”تمہاری سیٹی سن کر سانپ چلا گیا۔ کیا تمہیں سانپوں کا کوئی تجربہ ہے؟“۔

ناگ نے کہا۔

”ہاں! میں سپیرا بھی رہ چکا ہوں“۔

مہدی نے خوف زدہ ہو کر کہا۔

”یہ تو دروازہ توڑ ڈالیں گے، اب ہم کیا کریں؟“۔

ناگ نے کہا۔

”صبر“۔

مہدی ناگ کو مطمئن دیکھ کر حیران تھا کہ یہ کیوں آرام سے بیٹھا ہے۔

اتنے میں باہر جاپانی کی چیخ بلند ہوئی اور گہری خاموشی چھا گئی۔

زرد سانپ نے اپنی ڈیوٹی ادا کر دی تھی۔ ناگ کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی، کہنے لگا۔

”اب بے شک باہر آ جاؤ“۔

وہ دروازہ کھول کر باہر نکلے تو فرش پر دو جاپانی سپاہیوں کی لاشیں پڑی تھیں۔

مہدی نے تعجب سے پوچھا۔

”کیا ان کو سانپ نے ڈس لیا ہے؟“۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

"ہاں"۔

"کیا سانپ کو تم نے اس کام کے لیے کہا تھا؟"۔

"نہیں"۔

ناگ نے کہا۔

"یہ وقت ایسی باتیں کرنے کا نہیں ہے۔ جلدی سے جاپانی سپاہیوں کی وردی اتار کر پہن لیں، میں بھی وردی پہن رہا ہوں، اس طرح سے ہم زیادہ محفوظ ہوں گے"۔

تھوڑی دیر بعد وہ جاپانی سپاہی بن کر ہاتھوں میں برین گن لئے باہر نکلے۔ گلی میں کوئی نہیں تھا۔ ٹرک

بھی جا چکا تھا۔

وہ بڑی سڑک پر آ گئے۔ انہوں نے سڑک کے کنارے کنارے چلنا شروع کر دیا کافی دور چلنے کے بعد انہیں ایک کوٹھی کے باہر سبز اور سرخ رنگ کی ویگن کھڑی دکھائی دی۔

یہ کسی جاپانی سرمایہ دار کی گاڑی تھی کیونکہ کوٹھی کے باہر جاپانی تاجر کا نام لکھا تھا۔

ناگ نے کہا۔

"آؤ اس ویگن کو دھکا لگا کر کوٹھی سے دور لے چلیں، پھر اسے سٹارٹ کر لوں گا"۔

انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ویگن کو دھکیلتے ہوئے کوٹھی

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

سے کافی دور لے گئے۔

پھر ناگ نے اسے سٹارٹ کر لیا۔ دونوں ویگن میں بیٹھے اور شہر سے باہر پر دم جانے والی سڑک پر روانہ ہو گئے۔

دوپہر تک وہ سفر کرتے رہے۔ اب انہوں نے جاپانی وردیاں پھینک دی تھیں کیونکہ یہ وردی خواہ مخواہ لوگوں کی توجہ اپنی طرف کراتی تھی۔

اب وہ عام شہریوں کے لباس میں تھے۔ ایک گاؤں میں جا کر انہوں نے دوپہر کا کھانا کھایا۔

دوپہر کے بعد پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔

شام ہو گئی، رات بھی آ گئی۔ ہر طرف بلیک

آؤٹ کا اندھیرا چھا گیا۔ مگر مہدی اندھیرے میں بھی اپنے گھر کا راستہ خوب جانتا تھا۔

ناگ بھی اس راستے سے واقف ہو گیا تھا۔ آخر وہ مکان کے باہر پہنچ گیا۔ ویگن کے رکنے کی آواز گیراج کے تہہ خانے میں بیٹھے مہدی کے کنبے کے لوگوں نے سنی تو وہ خاموش ہو گئے۔

مہدی کی بیوی نے اپنے بیٹے جمیل سے پوچھا۔

''بیٹا! یہ کسی جاپانی فوجی کی گاڑی تو نہیں؟''۔

جمیل نے کہا۔

''یہ جیپ کی آواز نہیں تھی ماں۔ کوئی ویگن گاڑی لگتی ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ ابو آ گئے ہیں''۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

بچیوں کے چہرے پر بھی مسکراہٹ اور خوشی آ گئی۔

"یا خدا! ہمارے ابو کو زندہ سلامت لے آنا"۔

اتنے میں انہیں گیراج کی چھت پر دو آدمیوں کے چلنے کی آواز آئی پھر الماری کے کھلنے کی آواز آئی۔

جمیل بولا۔

"یقیناً یہ ناگ بھائی اور ابو ہیں۔ دوسرے کسی آدمی کو الماری والے راستے کا پتہ ہی نہیں ہے"۔

اب تہہ خانے کے خفیہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"جمیل بیٹا! دروازہ کھولو، میں ہوں تمہارا ابو"۔

تہہ خانے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ جمیل کے والدہ سجدے میں گر پڑیں۔

بچیاں اور جمیل خوشی سے دیوانے ہو کر دروازے کی طرف لپکے۔

دروازہ کھلا۔ مہدی صاحب سامنے نظر آئے۔

بچے ان سے لپٹ گئے۔ مہدی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ جمیل کی ماں نے بھی اٹھ کر ان کا خیر مقدم کیا۔

"یا اللہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے میرے سہاگ کو سلامت رکھا"۔

انہوں نے مل کر ایک بار پھر ناگ کا بھرپور شکریہ ادا کیا۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

ناگ نے کہا۔

''ہم نے ایک مرحلہ طے کر لیا ہے۔ ابھی ایک مرحلہ باقی ہے۔ یعنی برما سے فرار ہو کر ہندوستان جانا باقی ہے اور میرے خیال میں یہ سب سے خطرناک مرحلہ ہے''۔

جمیل بولا۔

''کیا ہم یہاں رہ کر جاپانیوں کے واپس چلے جانے کا انتظار نہیں کر سکتے''۔

مہدی نے کہا۔

''میرا خیال ہے، یہ ایک بہت ہی لمبا انتظار ہو گا۔ اور پھر اس میں ہر روز جان کا دھڑکا لگا رہے

گا۔ میں جوان بچیوں کو لے کر ایسے خطرناک حالات میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ ناگ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ہمیں یہاں سے ہندوستان چلے جانا چاہیے''۔

جمیل کی والدہ نے بھی اپنے خاوند کی تائید کی۔

جمیل بولا۔

''یہاں سے ہندوستان جانے کا راستہ کتنی دیر کا ہے اور کہاں سے کہاں ہو کر گزرتا ہے؟''۔

ناگ نے کہا۔

''اگر ہم یہاں سے پیدل سفر شروع کریں تو راستے میں راتوں کو آرام کرتے ہوئے اور دن میں بہت آرام سے سفر کرتے ہوئے ہم کوئی دو مہینے بعد

Uploaded For Urdu Fanz..
www.urdurasala.com
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

ہندوستان پہنچ جائیں گے"۔

لڑکی نے کہا۔

"یہ تو بڑا مشکل سفر ہوگا۔ راستے میں خطرناک جنگلوں سے گزرنا پڑے گا"۔

ناگ نے کہا۔

"میں یہ سفر ایک بار پہلے کر چکا ہوں، اس میں کوئی شک نہیں کہ راستہ بہت خطرناک ہے اور جنگل بڑے دشوار گزار ہیں اور شیر ہاتھوں سے بھرے ہوئے، لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے"۔

مہدی نے کہا۔

کیا ہم سمندر میں سفر نہیں کر سکتے، میرا مطلب

ہے اگر ہمیں کوئی سٹیمر مل جائے تو ہم سمندر کے کنارے کنارے سفر کرتے کاکسز بازار کی بندرگاہ تک پہنچ سکتے ہیں۔

ناگ کچھ سوچنے کے بعد بولا۔

"خیال تو بڑا مناسب ہے لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ سارے ساحلی علاقے میں جاپانی جنگی کشتیاں گشت کرتی رہتی ہیں"۔

جمیل نے کہا۔

اور پھر سب سے بڑا مسئلہ تو یہ ہے کہ ہم سفر کس شے میں کریں گے۔ کیا کشتی اتنی دور تک سفر کر سکے گی؟۔

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

کیا راستے میں طوفان نہ آئیں گے؟۔

یہ سفر کتنے دن کا ہوگا؟۔

ناگ بولا۔

اگر ہمیں کسی سے سٹیمر مل جائے اور تیل بھی مل جائے تو ہم یہ سفر پانچ روز میں طے کرلیں گے۔ اگر ہمیں کسی کشتی پر سفر کرنا پڑا تو پھر چالیس دن لگیں گے۔

ساحل کے ساتھ ساتھ آگے کی جانب سفر کرنے کا یہ فائدہ ہوگا کہ اگر کسی جاپانی جنگی کشتی کا خطرہ ہوا تو ہم بڑی آسانی سے کشتی ساحل پر لاکر چھپ سکتے ہیں۔

ویسے اگر ہم کشتی میں سفر کریں تو زیادہ اچھا ہو۔ پھر ہم پر کوئی شک نہیں کرے گا۔ ہم بری لباس پہن لیں گے اور اپنے آپ کو ماہی گیر ظاہر کریں گے۔

تاجر مہدی نے سر ہلا کر کہا۔

''ناگ! کیا تم سمجھتے ہو کہ سمندر میں سفر زیادہ اچھا رہے گا؟''۔

ناگ نے کہا۔

''ایک بات ضرور ہے۔ وہ یہ کہ سمندر میں سفر کرنے سے ہم جنگلی خطروں مثلاً شیر، ہاتھی، سانپ اور طرح طرح کے جنگلی بیماریوں سے بچ جائیں گے''۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

"تو پھر ہمیں تیاری شروع کر دینی چاہیے۔کہیں سے کشتی حاصل کرتے ہیں اور اللہ کا نام لے کر چل پڑتے ہیں"۔

مہدی کی بیوی نے بھی سمندر کے سفر کو پسند کیا کیونکہ جنگل میں ڈاکوؤں کا بھی خطرہ تھا۔تاجر مہدی کے پاس ابھی کافی روپے تھے۔

انہوں نے ناگ کے ساتھ جا کر ایک ساحلی گاؤں میں بڑی سی دو منزلہ کشتی تیار کرنے کا آرڈر دے دیا۔

ایک ہفتے کے اندر اندر کشتی تیار ہو گئی اور انہوں نے اس میں کھانے پینے کا سامان لادنا شروع کر دیا۔

ایک روز منہ اندھیرے انہوں نے بری ماہی گیروں کا لباس پہن لیا۔

سروں پر رومال باندھے۔وہ بالکل مچھیرے اور مچھیرنیں لگ رہی تھیں۔

Uploaded For Urdu Fanz..
www.urdurasala.com
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

طوفانی سمندر

اس روز موسم بہت خوشگوار تھا۔

آسمان پر دھوپ چمک رہی تھی۔ سمندر کی لہریں بھی بڑی پر سکون تھیں۔ اگر چہ برسات کا موسم شروع ہونے والا تھا۔

لیکن آسمان پر بادل کہیں بھی نہیں تھے۔ ناگ یہ

بھی چاہتا تھا کہ برسات سے پہلے پہلے جتنی جلدی ہو سکے، وہ اس خاندان کو سمندر پار کرا دے اور ہندوستان پہنچا دے۔

کشتی کافی بڑی تھی۔ وہ ساحل پر ذرا دور ایک جگہ تاڑ کے درختوں کے جھنڈ کے پاس گھاٹ پر بندھی تھی۔

منہ اندھیرے اٹھ کر سب لوگ کشتی میں جا کر بیٹھ گئے۔ بادبان کھول دیئے گئے اور اللہ کا نام لے کر کشتی کو سمندر میں ڈال دیا گیا۔

دوپہر تک کشتی بڑی اچھی رفتار کے ساتھ ساحل سے ذرا فاصلے پر ساتھ ساتھ سفر کرتی چلی گئی۔ دوپہر کا

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

کھانا ان سب نے کشتی کی نچلی منزل میں ایک ساتھ بیٹھ کر کھایا۔

تاجر مہدی اور اس کی بیوی بچے بڑے خوش تھے۔

کہ وہ جاپانیوں کی خوفناک قید سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

وہ کئی بار ناگ کا شکریہ ادا کر چکے تھے۔ اب بھی ان کے دل ناگ کی ہمدردی اور احسان مندی سے لبریز تھے۔ لیکن خطرہ ابھی تک ان کے سروں پر تھا۔

یہ سارا سمندر جاپانیوں کے قبضے میں تھا اور ان کے جنگی جہاز ساحل کے ساتھ ساتھ گشت کرتے رہتے تھے۔

شام ہو گئی۔ پھر رات کا اندھیرا سمندر پر پھیل گیا۔

کھانا کھانے کے بعد تاجر مہدی کی بیوی اور بچے نیچے والے کیبن میں جا کر سو گئے۔ مہدی اور ناگ اوپر ڈیک پر بیٹھے باتیں کرنے لگے۔

کشتی کے بادبان پھولے ہوئے تھے اور ہوا اسے ہندوستان کی طرف لے جا رہی تھی۔ کبھی کبھی وہ کشتی کا رخ ٹھیک کر لیتے تھے۔

ناگ نے کہا۔

”رات کو خطرہ ہے کہ شاید ہمیں کوئی جاپانی کشتی جہاز نہ مل جائے“۔

Uploaded For Urdu Fanz..
www.urdurasala.com
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

"خدا خیر کرے"۔

"کشتی بڑی ٹھیک رفتار پر سفر کر رہی ہے۔ اس طرح اگر ہم سفر کرتے رہے تو ایک ہفتے کے اندر اندر ہم ہندوستان کے ساحل سے جا لگیں گے، پھر ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا"۔

"خدا ہماری مدد کر رہا ہے۔ ہم ضرور اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے"۔

آدھی رات کا وقت تھا۔

سب لوگ سو رہے تھے۔ مہدی بھی ابھی ابھی ناگ کے پاس سے اٹھ کر نیچے کیبن میں سونے چلا گیا تھا۔

ناگ اکیلا ڈیک پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ اچانک تیز روشنی نے اسے ہوشیار کر دیا۔ آنکھیں کھول کر اس نے دیکھا کہ ایک کشتی دور سے چلی آ رہی ہے اور اس کی سرچ لائٹ کی روشنی پڑ رہی ہے۔

اس نے جلدی سے نیچے جا کر سب کو جگایا اور کہا۔

"ہوشیار ہو جاؤ۔ شاید کوئی جاپانی سٹیمر گشت کرتا ہماری طرف بڑھ رہا ہے۔ تم لوگ اپنے آپ کو برمی ماہی گیر ہی ظاہر کرنا بلکہ نیچے ہی رہنا، باقی میں اوپر ان لوگوں سے نپٹنے کی کوشش کروں گا"۔

وہ لوگ پریشان ہو گئے۔ تاجر مہدی، اس کی بیوی، دونوں لڑکیاں خدا سے دعائیں مانگنے لگیں۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

لڑکے نے کہا۔

''میں بھی آپ کے ساتھ اوپر رہوں گا''۔

''نہیں نہیں۔ تم اپنے ماں باپ کے پاس نیچے ہی رہو اور جب تک میں آواز نہ دوں، کوئی اوپر نہ آئے بلکہ آواز تک نہ نکالے''۔

اتنا کہہ کر ناگ اوپر ڈیک پر آ گیا۔ اس نے نیچے جانے والے دروازے پر ترپال ڈال دی اور اسے چھپا دیا۔

جاپانی سٹیمر قریب آ گیا تھا۔ ناگ نے بھی برمی ماہی گیروں کا لباس پہن رکھا تھا۔ وہ ڈیک پر بیٹھ کر پرانے جال کی مرمت کرنے لگا۔

جاپانی سٹیمر اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس میں سے دو جاپانی سپاہی برین گنیں لے کر ناگ کی کشتی میں کود پڑے۔

ناگ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

سٹیمر میں سے اب دو اور جاپانی کود پڑے۔ انہوں نے برین گنیں تان رکھی تھیں۔

ایک جاپانی کپتان نے غرا کر کہا۔

''تم ادھر کیا کر رہے ہو؟''۔

اس نے ٹوٹی پھوٹی اردو میں بات کی تھی۔ ناگ نے خالص برمی زبان میں کہا۔

''میں ماہی گیر ہوں۔ سمندر میں مچھلیاں پکڑنے

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

نکلا ہوں۔ ہم رات کو مچھلیاں پکڑتے ہیں''۔

جاپانی کپتان بری زبان سمجھتا تھا۔ اس نے کشتی پر بھرپور نظر ڈال کر کہا۔

''ماہی گیروں کی کشتی اتنی بڑی نہیں ہوتی۔ تم ضرور سمگلر ہو۔ بتاؤ مال کہاں ہے؟''۔

ناگ نے انہیں بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ ماہی گیر ہی ہے مگر جاپانیوں کو اس پر شک پڑ گیا تھا۔ ایک جاپانی نے آگے بڑھ کر ترپال اٹھا کر پرے پھینک دی۔

''نیچے کون چھپا ہوا ہے؟''۔

جاپانی کپتان نے جب دیکھا کہ نیچے سیڑھیاں

لگی ہیں تو مسکرایا۔

''خوب! تم بکواس کرتے تھے کہ اکیلے ہو، تم نے نیچے اپنے ساتھی ضرور چھپا رکھے ہیں، تم انگریزوں کے جاسوس ہو اور ہمارے جنگی جہازوں کی نقل و حرکت کی جاسوسی کرتے پھرتے ہو''۔

ناگ کو معلوم ہو گیا کہ وہ بازی ہار چکا ہے۔ جاپانی ایک منٹ کے اندر نیچے کیبن میں گئے اور تاجر مہدی اور اس کے بیوی بچوں کو اٹھا کر باہر آ گئے۔

اب ناگ کے لیے کچھ کام دکھانے کا وقت تھا۔

اس نے بڑی خالص جاپانی زبان میں بات کرنا شروع کر دی۔

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

کیونکہ سانپوں کا مقدس دیوتا ہونے کی وجہ سے اسے یہ قدرت حاصل تھی کہ وہ ہر زبان میں بات کر سکتا تھا۔

اس نے کہا۔

”کپتان صاحب! میں علیحدگی میں آپ سے کوئی بات کرنا چاہتا ہوں“۔

ناگ کو خالص جاپانی زبان میں کرتے سن کر سب کو بڑی حیرت ہوئی۔

کپتان نے کہا۔

”تم جاپانی جانتے ہو؟“۔

ناگ مسکرایا۔

”جناب! میں جاپان میں کئی سال رہا ہوں، آپ ذرا میری بات کو سن لیجیے تو آپ کی مہربانی ہو گی“۔

”کہو کیا بات ہے؟“۔

ناگ نے کہا۔

”میں نیچے کیبن میں جا کر آپ کو ایک اہم راز بتانا چاہتا ہوں، میرے پاس کچھ کاغذات ہیں جو صرف آپ کے لیے ہیں“۔

جاپانی کپتان نے باقی سپاہیوں کو اسی جگہ ٹھہرنے کو کہا اور ناگ کے ساتھ نیچے کیبن میں آ گیا۔ نیچے آتے ہی ناگ نے ایک منٹ بھی ضائع نہ کیا۔

Uploaded For Urdu Fanz..

www.urdurasala.com

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

پلک جھپکتے میں وہ کایا پلٹ کر سانپ بنا اور اس نے جاپانی کپتان کے گلے پر ڈس کر ایک دم سے خطرناک زہر اس کے خون میں داخل کر دیا۔

اس مہلک زہر نے جاپانی کپتان کے گلے کی رگیں ایکدم خشک کر دیں، وہ بول بھی نہ سکا اور فرش پر گر پڑا۔

اس کا جسم کانپنے لگا اور پھر ایکدم سے روح اس کے جسم سے پرواز کر گئی۔

ناگ نے بڑی تیزی سے اس کی وردی پہنی، برین گن ہاتھ میں لی اور جاپانی زبان میں اوپر منہ کر کے ایک سپاہی کو نیچے بلایا۔

سپاہی نیچے کیبن میں آیا تو وہاں اندھیرا تھا۔

اس نے کہا۔

''سر آپ کہاں ہیں؟''۔

اندھیرے میں ایک سانپ سپاہی کی طرف لپکا اور اس کے گلے سے لپیٹ گیا۔ سپاہی کا گلا ایک دم خشک ہو گیا، آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور وہ فرش پر گر پڑا۔

اب ناگ نے باری باری باقی تینوں سپاہیوں کو بھی نیچے بلایا اور ہلاک کر دیا۔ اب وہ چپکے سے جاپانی کپتان کی وردی میں اوپر ڈیک آ گیا۔

تاجر مہدی اور اس کے بیوی بچوں نے اسے

Uploaded For Urdu Fanz..
www.urdurasala.com
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

بالکل نہ پہچانا۔ اس نے ٹوپی کا چھجہ ماتھے پر کر رکھا تھا۔

ناگ نے سٹیمر کی طرف اشارہ کر کے جاپانی زبان میں کہا۔

"سٹیمر کے سارے سپاہی یہاں آ جائیں"۔

سٹیمر میں کل تین سپاہی تھے۔ ایک انجن چلانے والا تھا۔ ناگ نے اسے بھی بلا لیا۔ جب وہ کشتی کے ڈیک پر آ گئے تو ناگ نے ان کی طرف برین گن تان کر کہا۔

"ہتھیار پھینک دو"۔

جاپانی سپاہی بڑے حیران ہوئے کہ ان کے

کپتان کو کیا ہو گیا ہے۔ تاجر مہدی اور اس کے بیوی بچوں نے اب ناگ کو پہچان لیا تھا۔ ایک جاپانی سپاہی نے چیخ کر کہا۔

"یہ جاسوس ہے"۔

اسی وقت ناگ کی برین گن نے شعلے اگلنا شروع کر دیے۔

دیکھتے دیکھتے چاروں جاپانی گولیاں کھا کر الٹ کر سمندر میں جا گرے۔

ناگ نے ٹوپی اتار کر تاجر مہدی اس کی بیوی، لڑکیوں اور لڑکے سے کہا۔

"خس کم جہاں پاک۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

نہ تھا۔ اگر میں انہیں ہلاک نہ کرتا تو یہ ہمیں کبھی نہ چھوڑتے۔ آؤ نیچے سے کپتان اور سپاہیوں کی لاشیں بھی اوپر لا کر سمندر میں پھینک دیں''۔

تاجر مہدی بڑا حیران ہوا کہ ناگ نے کمال بہادری دکھائی تھی۔

ساری لاشیں سمندر میں پھینک دی گئیں۔

ناگ نے کہا۔

''اب ہمیں اس کشتی کو چھوڑ کر اس جاپانی سٹیمر میں سفر کرنا ہوگا، لیکن پہلے تیل دیکھ لیں کہ تیل کتنے دنوں کا ہے؟''۔

ناگ نے سٹیمر میں جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ

وہاں اتنا تیل موجود ہے کہ وہ اس میں ایک مہینے تک سفر کر سکتے ہیں۔

ناگ نے سٹیمر میں سے سیڑھی کشتی میں پھینک کر کہا۔

''سب لوگ کھانے پینے کی چیزیں لے کر سٹیمر پر آ جاؤ اور کشتی سمندر میں چھوڑ دو۔ یہ کسی اور مسافر کے کام آ جائے گی، جلدی کرو''۔

انہوں نے جلدی جلدی کھانے پینے کی چیزیں اٹھائیں اور سٹیمر پر آ گئے۔

وہاں پہلے بھی خوراک کا ذخیرہ موجود تھا۔ انہوں نے اپنی کشتی کو خدا کے حوالے کر کے سمندر میں چھوڑ

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

دیا۔

ناگ نے سٹیمر کا رخ ہندوستان کی طرف موڑا اور اللہ کا نام لے کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

رات گذر گئی۔ صبح کی روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ سٹیمر پر دو طیارہ شکن توپیں، تین بڑی توپیں اور دو مشین گنیں لگی ہوئی تھیں گویا یہ ایک چھوٹا سا جنگی جہاز تھا۔

ناگ نے خوش ہو کر کہا۔

''اس جنگی کشتی سے ہم جاپانیوں کا مقابلہ بھی کر سکتے ہیں''۔

تاجر مہدی کی بیوی نے کہا۔

''بیٹا! تم نے تو کمال کر دیا۔ اگر تم ہوشیاری سے کام نہ لیتے تو اس وقت ہم زندہ نہ ہوتے''۔

لڑکا بولا۔

''لیکن عنبر بھائی! کیبن میں آپ نے جاپانی کپتان کو کس طرح ہلاک کیا۔ ہمیں تو گولی کی آواز تک نہیں آئی۔ اس کے جسم پر خنجر کا زخم بھی نہیں تھا''۔

ناگ مسکراتا رہا۔

مہدی کی لڑکیوں نے بھی یہی بات پوچھی۔

ناگ نے کہا۔

''بھئی تم نے دیکھا نہیں۔ زخم کا نشان اس کے جسم پر تھا''۔

Uploaded For Urdu Fanz..
www.urdurasala.com
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

بات آئی گئی ہوگئی۔ دوپہر کے کھانے کے بعد بیوی بچے تو کیبن میں جا کر سو گئے۔

تاجر مہدی ناگ کے پاس بیٹھا اس سے باتیں کرتا رہا۔

پھر بولا۔

''ناگ بیٹے! مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ جاپانی کپتان اور دو سپاہیوں کو سانپ نے کاٹا تھا۔ میں نے ان کی گردنوں پر سانپ کے دانتوں کے نشان دیکھے تھے۔ پھر ان کے رنگ بھی نیلے پڑ چکے تھے۔ کیا تیرے کوئی سانپ تھا؟''

ناگ نے کہا۔

''ہاں! میں نے تم لوگوں سے چھپا کر ایک سانپ پٹارے میں بند کر رکھا تھا۔ بس مصیبت کے وقت میں نے سانپ ان پر چھوڑ دیا''۔

لیکن ناگ کی اس بات سے تاجر مہدی کی تسلی نہ ہوئی۔ سٹیمر سفر کرتا رہا۔

ناگ نے سٹیمر میں پڑے سارے کاغذات کا بڑے غور سے مطالعہ کیا تو اسے معلوم ہوا کہ یہ جنگی کشتی تھرڈ نیوی جنگی جہاز ''اوکویاما'' کی ہے اور اس کے کپتان کا نام یوشیدا تھا۔

ناگ نے اسی کپتان کی وردی پہن رکھی تھی۔

ناگ نے تاجر مہدی کے خاندان والوں کو خبردار کر رکھا

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

تھا کہ جونہی وہ دور سے کوئی جاپانی جنگی جہاز دیکھیں فوراً سٹیمر کے نیچے کیبن میں چلے جائیں۔

''میں جاپانیوں کو دھوکے میں رکھنے کی پوری کوشش کروں گا۔ ہاں اگر پھر بھی بھانڈا پھوٹ گیا تو جو ہوگا دیکھا جائے گا''۔

جنگی کشتی دوسرے روز بھی سمندر میں سفر کرتی رہی۔ پھر رات آ گئی۔ کوئی خاص واقعہ نہ ہوا۔ کوئی جاپانی جہاز نہ ملا۔

تیسرے روز کا سورج طلوع ہوا تو اچانک سامنے دن کی روشنی میں ایک جاپانی جنگی کشتی انہیں اپنی طرف آتی نظر آئی۔

www.urdurasala.com

ناگ نے کہا۔

''فوراً نیچے چلے جائیں۔ یہ جاپانی کشتی سٹیمر ہے''۔

سب لوگ نیچے کیبن میں چلے گئے۔ ناگ نے احتیاطاً چھ سات دستی بم اپنی جیب میں ڈال رکھے تھے۔

اسے ڈر تھا کہ دن کی روشنی میں وہ پہچان لیا جائے گا۔ کیوں کہ اس کی شکل جاپانیوں جیسی نہیں تھی۔ خواہ وہ جاپانی زبان بڑی آسانی سے بول لیتا تھا۔ اسے اپنی تو کوئی فکر نہیں تھی۔

فکر تو ان لوگوں کی تھی جن کو وہ بچا کر لیے جا رہا

www.urdurasala.com

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

تھا۔ جاپانی سٹیمر اب قریب آ گیا تھا۔

ناگ جاپانی کپتان کی وردی میں ملبوس ڈیک پر جنگلے کے ساتھ لگ کر کھڑا تھا۔ جاپانیوں نے وائرلیس پر اس سے رابطہ قائم کیا مگر ناگ انہیں کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔

انہوں نے کہا۔

''تم کون ہو؟ کس رجمنٹ سے ہو؟''۔

ناگ نے صرف اتنا کہا کہ اس کا نام یوشیدا ہے اور اس کا تعلق جہاز ''اوکویاما'' سے ہے۔

جاپانیوں نے کشتی قریب کر کے سمندر میں کھڑی کر دی۔ ایک جاپانی سارجنٹ کود کر اس کی کشتی میں آ

گیا۔

ناگ نے مسکرا کر جاپانی زبان میں کہا۔

''صبح بخیر! ہم بہت جلد سارے ہندوستان پر قبضہ کر لیں گے''۔

سارجنٹ نے قریب آ کر ناگ کو گھور کر دیکھا۔

''تم کون ہو؟ جاپانی نہیں لگتے''۔

ناگ نے کہا۔

''میرا نام یوشیدا ہے اور میرا تعلق جنگی جہاز ''اوکویاما'' سے ہے''۔

سارجنٹ نے کہا۔

''آج کا کوڈ ورڈ کیا ہے؟''۔

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

جنگ کے دنوں میں ہر فوج روز ایک نیا کوڈ کا لفظ رکھتی ہے جس سے وہ اپنے فوجیوں کی پہچان کرتے ہیں۔

ناگ کو کوڈ ورڈ معلوم نہیں تھا۔ جاپانی سارجنٹ نے پستول نکالتے ہوئے چیخ کر کہا۔

”یہ انگریز کا جاسوس ہے“۔

اس کے ساتھ ہی جاپانی سپاہی سٹیمر سے کودنے لگے۔ ناگ نے فوراً جیب سے دستی بم نکالا اور پن نکال کر اسے جاپانی سٹیمر پر پھینک دیا۔

ایک دھماکا ہوا اور سپاہی الٹ کر سمندر میں گر گئے۔

جاپانی سارجنٹ نے ناگ پر پستول کے فائر کر دیئے۔ ناگ ایک طرف ہٹ گیا۔ اور یکے بعد دیگرے دو بم سٹیمر پر پھینکے۔

سٹیمر میں دھماکے کے ساتھ آگ لگ گئی۔ ناگ نے برین گن سے فائرنگ شروع کر دی۔

سارجنٹ گولی سے اچھل کر سمندر میں جا گرا۔

جاپانی سٹیمر پر سے مشین گن کی فائرنگ شروع ہو گئی۔

ناگ نے توپ میں گولہ بھر کر جاپانی سٹیمر کو مارا۔ گولے نے سٹیمر کے پرخچے اڑا دیئے۔ ناگ نے اپنے سٹیمر کو فل سپیڈ پر سمندر کی جانب چلا دیا۔

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

کھلے سمندر میں اس نے آ کر دیکھا کہ جاپانی سٹیمر کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ اس نے نیچے مہدی خاندان کے افراد کو اوپر بلا لیا۔ وہ سہمے ہوئے تھے۔ ناگ نے انہیں تسلی دی۔

"دشمن نے حملہ کیا تھا مگر خدا نے ہمیں بچا لیا"۔

کچھ دور جا کر ناگ نے سٹیمر کو ایک بار پھر ساحل کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی طرف چلانا شروع کر دیا۔

شام کو تیل دوبارہ بھر دیا گیا۔ چوتھے روز ہندوستان کے جنوب مشرقی علاقوں کے ساحل دکھائی دینے لگے۔

یہ کاکسز بازار کا ساحل تھا۔ ناگ تیسرے پہر سٹیمر کو لے کر کاکسز بازار کے ساحل سے جا لگا۔ یہاں جاپانیوں کی عملداری نہیں تھی، بلکہ انگریزوں کی حکومت تھی۔

انہوں نے مل کر خدا کا شکر ادا کیا۔ سٹیمر کو ساحل پر ہی چھوڑا اور شہر میں آ گئے۔

یہ ایک چھوٹا سا پہاڑی شہر تھا۔ اونچی نیچی سڑکیں، کہیں کہیں پہاڑیوں میں سرخ چھتوں والے بنگلے نظر آ رہے تھے۔

سورج غروب ہو رہا تھا۔ ناگ انہیں لے کر شہر کے ایک ہوٹل میں آ گیا۔ یہاں انہوں نے رات بسر

www.urdurasala.com

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

کی۔

دوسرے روز ایک ٹرین میں سوار ہو کر کلکتے پہنچ گئے۔

تاجر مہدی سے ناگ نے کہا۔

''اب میرا فرض پورا ہوا۔ آپ امن کی جگہ پر پہنچ گئے۔ اب مجھے اجازت دیجیے، تاکہ میں اپنی بہن اور بھائی کی تلاش میں نکل سکوں''۔

ان لوگوں نے ناگ کا بے حد شکریہ ادا کیا اور اپنے وطن کو روانہ ہو گئے۔

سانپوں کا پٹارا

ناگ ایک بار پھر اکیلا کلکتے میں پھرنے لگا۔

سارا دن وہ شہر کی سیر کرتا رہا اور عنبر اور ماریا کو تلاش کرتا پھرا۔

پھر وہ دریا کے کنارے آ گیا۔ یہاں جنگ کی وجہ سے بندرگاہ پر انگریزوں کے کئی جہاز لنگر ڈالے

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

کھڑے تھے۔

ناگ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے اور کدھر جائے۔ عنبر اور ماریا کا کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا۔ شام ہوگئی۔

ناگ کو بھوک محسوس ہوئی۔ سوچا کسی جگہ سے کچھ کھایا پیا جائے۔ اتفاق سے اس کے پاس چند ایک روپے ہی رہ گئے تھے۔

وہ ایک چھوٹے سے ہوٹل میں آ گیا۔

اس ہوٹل میں دو چار بنگالی بیٹھے دال بھات کھا رہے تھے۔ ناگ شکل سے بنگالی بالکل نہیں لگتا تھا۔ وہ بھی ایک جگہ کونے میں جا کر بیٹھ گیا اور کھانا منگوا کر

کھانے لگا۔

اس کی انگلی میں زمرد کی ایک انگوٹھی پڑی تھی۔ جو بڑی قیمتی تھی۔

کھانا کھا کر وہ خاموشی سے بیٹھ کر اخبار پڑھنے لگا۔ اس نے محسوس کیا کہ سامنے بیٹھا ہوا ایک کالا کلوٹا سرخ آنکھوں والا ادھیڑ عمر دبلا پتلا اور تیز نظروں والا بنگالی اسے گھور رہا ہے۔

ناگ اخبار پڑھتا رہا۔

اتنے میں وہ کالا بنگالی اٹھ کر ناگ کے قریب آ کر بولا۔

"بابو! کیا میں آپ کے پاس بیٹھ سکتا ہوں؟"۔

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

ناگ نے اخبار میز پر رکھ دیا اور کہا۔

"کوئی خاص بات کرنی ہے آپ نے؟"۔

بنگالی ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا اور مسکرا کر کہنے لگا۔

"یہ انگوٹھی آپ کی بڑی خوبصورت ہے۔ کہاں سے لی تھی آپ نے؟"۔

ناگ کو یہ انگوٹھی اودھ کے شاہی محل سے ملی تھی اور اس کی بڑی قیمت تھی۔ مکار بنگالی کی اس پر نظر تھی۔ وہ اس کی قیمت سے واقف تھا۔

ناگ نے کہا۔

"یہ میرے ایک دوست نے مجھے تحفے میں دی

تھی"۔

بنگالی بولا۔

"بہت عمدہ انگوٹھی ہے"۔

پھر موضوع بدل کر پوچھنے لگا۔

"بابو تم کہاں سے آئے ہو۔ بنگال میں اجنبی لگتے ہو"۔

ناگ نے کہا۔

میں مصر کا رہنے والا ہوں، محنت مزدوری کرنے یہاں آیا ہوں۔

بنگالی نے ناگ کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا۔

بابو! یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ میں اپنا ایک مکان

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

بنوا رہا ہوں۔ اگر تم پسند کرو تو میرے ہاں منشی کا کام کر سکتے ہو۔

کھانا پینا مفت اور رہنے کو جگہ بھی دوں گا، کیا تم پسند کرو گے؟۔

ناگ نے سوچا کہ چلو کچھ دیر اس کے ہاں ہی قیام کرتے ہیں، اتنی دیر میں آرام سے عنبر اور ماریا کی تلاش بھی ہو جائے گی۔

آخر حرج ہی کیا ہے، چنانچہ ناگ نے حامی بھر لی۔ اسے یہ بالکل خیال نہ رہا کہ اس مکار کی نگاہ ناگ کی قیمتی زمرد کی انگوٹھی پر ہے۔

بنگالی نے ناگ کو ساتھ لیا اور ایک رکشا میں بٹھا

Uploaded For Urdu Fanz..

کر شہر سے باہر ایک ایسی جگہ لے گیا جہاں ارد گرد کوئی آبادی نہیں تھی۔

ایک تالاب تھا۔ پیچھے جنگل تھا۔ تالاب کے کنارے ایک مکان بن رہا تھا۔ وہاں کوئی مزدور کام نہیں کر رہے تھے۔

پاس ہی ایک جھونپڑا سا بنا تھا۔

بنگالی نے کہا۔

"بابو! آج مزدوروں نے درگا پوجا کی چھٹی کر رکھی ہے۔ تم اس جھونپڑی میں رہ سکتے ہو، یہاں تمہیں ہر شے مل جائے گی۔ تم آرام کرو، میں کل آؤں گا۔ مزدور بھی کل آ جائیں گے"۔

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

بنگالی واپس چلا گیا۔

ناگ نے جھونپڑی میں آ کر دیکھا کہ وہاں ایک طرف چاول اور دال کے کنستر پڑے تھے۔ ناریل کے تیل کی بوتل، ماچس، لالٹین اور ترکاری بھی پڑی تھی۔

ایک چولہا تھا۔ ناگ نے رات کو چولہا جلا کر چاول وغیرہ پکا کر کھائے اور چٹائی پر لیٹ گیا۔

کچھ دیر بعد اسے نیند آ گئی۔ جانے رات کتنی گذری ہو گی کہ آہٹ پر اس کی آنکھ کھل گئی۔

جھونپڑی میں لالٹین بجھ گئی تھی۔ اندر اندھیرا تھا۔ باہر چاندنی پھیلی تھی۔

ناگ نے چاند کی روشنی میں دیکھا کہ وہ مکار بنگالی جھونپڑی کے دروازے پر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پٹارا تھا۔

وہ دبے دبے قدم اٹھاتا چلا آ رہا تھا۔ جھونپڑی کے دروازے پر آ کر اس نے پٹارے کا منہ کھول کر اسے زمین پر الٹ دیا۔

پٹارے میں سے ایک سیاہ رنگ کا سانپ نکلا اور جھونپڑی کی طرف رینگنے لگا۔

ناگ سمجھ گیا کہ یہ مکار بنگالی اسے سانپ سے ہلاک کروا کر اس کی زمرد کی قیمتی انگوٹھی حاصل کرنا چاہتا تھا۔

www.urdurasala.com
www.urdurasala.com
Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

وہ اس کی نادانی پر مسکرا دیا اور اسی طرح چٹائی پر لیٹا رہا۔

بنگالی ایک درخت کے پیچھے جا کر چھپ گیا۔

سانپ رینگتا رینگتا جھونپڑے کے اندر آ کر اپنا پھن پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔

عنبر نے ایک گہرا سانس لیا۔ سانس کی آواز پر سانس پر جیسے کپکپی سی طاری ہو گئی۔ وہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔

اس کا پھن سمٹ گیا اور وہ زمین پر سر رکھ کر لیٹ گیا۔

ناگ نے اس سے پوچھا۔

''تم کس لیے آئے ہو؟''۔

سانپ نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

''اے مقدس دیوتا! اس بدبخت بنگالی نے جو میرا مالک ہے، مجھے تمہیں ہلاک کرنے کے لیے اس جھونپڑی میں بھیجا تھا''۔

ناگ نے کہا۔

''اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟''

سانپ بولا۔

''مقدس دیوتا! میرا سب کچھ تم پر قربان، میں اس گستاخ بنگالی کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ میں ابھی واپس جا کر اسے ہلاک کرتا ہوں''۔

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

ناگ نے کہا۔

"نہیں ابھی اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم خاموشی سے واپس چلے جاؤ۔ باقی میں سنبھال لوں گا"۔

سانپ نے سر جھکا کر تعظیم بجا لائی اور واپس جھونپڑی سے باہر نکل گیا۔ سانپ کو جھونپڑی سے باہر آتے دیکھ کر مکار بنگالی درخت کے پیچھے سے پٹارا لے کر نکل آیا۔

اس نے سانپ کو واپس پٹارے میں رکھ لیا۔ وہ بڑا خوش ہوا کہ سانپ نے بابو کو ڈس دیا ہوگا۔ بڑا ہی خطرناک سانپ تھا۔

اس کا کاٹا پانی نہیں مانگتا تھا۔ یعنی جسے کاٹتا تھا، اسے اتنی مہلت بھی نہ ملتی تھی کہ وہ پانی بھی مانگ سکے اور مر جاتا تھا۔

بنگالی لپک کر جھونپڑی میں آیا۔

ناگ چٹائی پر لیٹا تھا۔ بنگالی نے اسے جھک کر غور سے دیکھا۔

ناگ نے کہا۔

"کیا بات ہے بنگالی بابو! رات کو تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"۔

بنگالی چونک کر پرے ہٹ گیا۔ پھر جب دیکھا کہ بابو تو زندہ ہے، کھسیانی سی ہنسی ہنس کر بولا۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

"کچھ نہیں بابو! اصل میں میری ایک چادر یہاں رہ گئی تھی۔ سامنے مکان میں سو رہا تھا کہ سردی لگی، سوچا کہ چل کر چادر ہی لے آؤں۔ اچھا تم آرام کرو، میں جاتا ہوں۔"

بنگالی باہر نکل گیا۔ وہ بڑا حیران تھا کہ سانپ نے اسے ڈسا کیوں نہیں۔

شاید سانپ کو معلوم نہیں ہوا کہ ایک آدمی سو رہا ہے یا شاید سانپ کا جی چاہا نہیں کاٹنے کو۔ کیونکہ سانپ بہت کم بغیر کسی وجہ سے کاٹتے ہیں۔

پھر بھی وہ ناکام ہو گیا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا وہ ایک بار پھر کوشش کرے گا۔ وہ خود ناگ کو ہلاک کر

کے قتل کے جرم کا ارتکاب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے دن مکان پر مزدوروں نے آ کر کام شروع کر دیا۔

ناگ نے ان کی دیکھ بھال کا کام سنبھال لیا۔

رات کو وہ پھر جھونپڑے میں سونے چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ چپکے سے جھونپڑی سے اٹھ کر باہر نکل آیا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ مکار بنگالی کس گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔

وہ تالاب کے اوپر سے ہو کر اس پرانے مکان کے عقب میں آ گیا جہاں رات کو بنگالی سویا کرتا تھا۔

ایک کمرے میں دیا جل رہا تھا۔ ناگ نے محسوس کیا کہ اندر دو آدمی باتیں کر رہے تھے۔ اس نے

www.urdurasala.com

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

کھڑکی کی درز میں سے جھانک کر دیکھا۔

بنگالی کے پاس ایک اور آدمی بیٹھا تھا۔

بنگالی کہہ رہا تھا۔

''دادا! اگر تم اسے ہلاک کر دو تو میں تمہیں ایک سو روپے دوں گا''۔

دادا نے کہا۔

''سو روپے تھوڑے ہیں۔ اگر تم مجھے دو سو روپے دے دو تو میں ابھی جا کر اسے قتل کر دوں گا، کیا تمہیں منظور ہے؟''۔

بنگالی نے کچھ دیر غور کیا، پھر سر ہلا کر بولا۔

''ٹھیک ہے، مجھے منظور ہے''۔

''تو پھر سو روپے پہلے دے دو''۔

''کیا تمہیں مجھ پر بھروسہ نہیں؟''۔

دادا بدمعاش بولا۔

''نہیں، یہ بات نہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ ہمارا کاروبار ہے۔ میں نے اس سے پہلے جتنے آدمیوں کو قتل کیا، ان کے قتل کی آدھی رقم پیشگی رکھوالی تھی۔ اگر تم مجھے پیشگی رقم دینے پر تیار ہو تو میں تمہارے آدمی کو قتل کروں گا۔ نہیں تو میں جا رہا ہوں''۔

بنگالی نے جیب سے سو روپے نکال کر کہا۔

''اچھا بابا! یہ لو سو روپے، مگر یاد رکھنا۔ اس کی گردن کاٹ کر میرے پاس لانی ہو گی''۔

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

دادا نے مسکرا کر دھوتی کے اندر سے تیز دھار والا چھرا نکال کر کہا۔

"ارے فکر نہ کرو، ابھی لاتا ہوں اس کی گردن"۔

وہ اٹھا ہی تھا کہ ناگ بھاگ کر جھونپڑی میں چلا گیا۔

اس نے اندر جاتے ہی لالٹین بجھا دی۔ چٹائی پر کھیس اور سرہانے کو یوں لپیٹ کر رکھ دیا۔ جیسے کوئی سو رہا ہو اور خود سانپ کا روپ دھار کر کونے میں ایک جگہ پھن اٹھا کر بیٹھ گیا۔

اتنے میں وہ بدمعاش قاتل چھرا ہاتھ میں لیے جھونپڑی میں داخل ہوا اور اندھیرے میں پھونک

پھونک کر قدم اٹھاتا چٹائی کی طرف بڑھا۔

اس نے دیکھا کہ اس کا شکار چادر اوڑھے چٹائی پر سو رہا ہے۔ وہ ہنسا۔ اس سے پہلے بھی وہ جانے کتنے لوگوں کا قتل کر چکا تھا۔

یہ ایک پیشہ ور کرائے کا قاتل تھا۔

آگے بڑھ کر اس نے چھرے کو لہرا کر چٹائی پر پڑے سرہانے میں گھسیڑ دیا۔ جب اسے کوئی چیخ سنائی نہ دی تو چادر کو پرے پھینک دیا۔

دیکھا کہ وہاں تو کوئی بھی نہیں تھا۔ بڑا پریشان ہوا۔ ادھر ادھر جھونپڑی میں اپنے شکار کو تلاش کرنے لگا، لیکن اس دوران میں ناگ نے اسے تلاش کر لیا

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

تھا۔

اس نے لپک کر قاتل کی پنڈلی پر ڈسا اور اندھیرے میں رینگتا ہوا دیوار پر چڑھ گیا۔

قاتل کے منہ سے چیخ کی آواز نکلی اور وہ زمین پر گر پڑا۔

زہر اس قدر خطرناک تھا کہ قاتل نے دوسری آواز نہ نکالی۔ اس کے ناک، کان، منہ سے خون جاری ہوگیا۔

چیخ کی آواز بنگالی نے بھی سنی تھی، وہ بڑا خوش ہوا کہ کام بن گیا۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ یہ چیخ کی آواز اس کے شکار کی تھی۔

خوش خوش کمرے کے باہر آ کر برآمدے میں بیٹھ گیا اور قاتل کا انتظار کرنے لگا کہ وہ اس کے شکار کا سر لائے اور بعد میں وہ جا کر زمردی انگوٹھی پر قبضہ جمالے لگا۔

کافی دیر انتظار کرنے کے بعد جب کرائے کا قاتل نہ آیا تو بنگالی بڑا حیران ہوا۔

آخر وہ اٹھ کر جھونپڑی کی طرف چل پڑا۔ وہ دروازے کے قریب آ کر آہستہ ہوگیا اور دبے دبے اندر گیا۔

لالٹین بجھی ہوئی تھی، لیکن باہر کی ہلکی ہلکی چاندنی کی روشنی اندر آ رہی تھی۔

www.urdurasala.com
Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

بنگالی نے اندر جا کر دیکھا کہ بابو یعنی اس کا شکار تو اپنی جگہ یعنی چٹائی پر بڑے آرام سے سو رہا تھا اور جس شخص کو اس نے قتل کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اس کی لاش زمین پر پڑی ہے۔

وہ ششدر ہو کر رہ گیا کہ یہ کیا ہو گیا۔ اس نے قاتل کی لاش اٹھائی اور اسے باہر لے آیا۔ پھر اسے اٹھا کر اپنے کمرے میں لے گیا۔ یہاں آ کر اسے معلوم ہوا کہ قاتل کسی سانپ نے ڈس لیا تھا۔

اس نے قاتل کی لاش کو ایک گڑھے میں چھپا دیا۔

صبح ہوئی، دن نکل آیا۔ ناگ زیر تعمیر مکان پر

مزدوروں کے پاس کھڑا کام کر رہا تھا کہ بنگالی اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

ناگ نے کہا۔

''بنگالی بابو! کام ٹھیک ہو رہا ہے نا؟''۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں، بالکل ٹھیک ہو رہا ہے''۔

ناگ نے جان بوجھ کر پوچھا۔

''رات مجھے اپنی جھونپڑی میں کسی سانپ کی پھنکار سنائی دی تھی۔ کیا یہاں سانپ زیادہ ہوتے ہیں؟''۔

بنگالی شرمندہ ہو کر کہنے لگا۔

''نہیں تو۔ یہاں تو بہت کم سانپ دیکھنے میں

www.urdurasala.com

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

آتے ہیں۔ ویسے ہو سکتا ہے، کوئی سانپ ادھر سے گذرا ہو۔ میرا خیال ہے تم کل سے میرے مکان والے کمرے میں آ کر سویا کرو، کیا خیال ہے؟"۔

"جیسے تمہاری مرضی"۔

ناگ بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ اس بنگالی کے مکان میں کسی طرح پہنچ کر معلوم کرے کہ کہیں اس کا تعلق کسی ایسے گروہ سے تو نہیں ہے جن کو عنبر یا ماریا کا علم ہو؟۔

دوسری رات ناگ بنگالی کے مکان والی کوٹھڑی میں آ گیا۔ آج رات بنگالی نے فیصلہ کر لیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے وہ ناگ کو ضرور ٹھکانے لگائے گا۔

اس نے ایک گڑھا بھی چن لیا تھا جہاں وہ ناگ کی لاش دبا دے گا۔ یہ گڑھا مکان کے پچھواڑے تھا۔

ناگ رات کو کچھ دیر بنگالی کے ساتھ باتیں کرتا رہا اور پھر اپنی کوٹھڑی میں جا کر سو گیا۔

اس نے اندر سے کنڈی چڑھا لی تھی۔

لیکن کھڑکی پر کوئی کنڈی نہیں تھی۔

آدھی رات کو بنگالی نے ایسا کیا کہ سانپ کا پٹارا لیا اور جس کوٹھڑی میں ناگ سو رہا تھا۔ اس کی کھڑکی میں سے سانپ اندر پھینک دیا۔

کالا سانپ کوٹھڑی میں گرتے ہی ناگ کے سامنے جا کر سر بہ سجود ہو گیا۔ یعنی اس نے ناگ کے

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

آگے جا کر اپنا سر جھکا دیا۔

ناگ جاگ رہا تھا۔ اس نے بنگالی کو اندر سانپ پھینکتے دیکھ لیا تھا۔

سانپ نے کہا۔

"مقدس دیوتا! اب مجھ سے اس بد بخت کی گستاخی برداشت نہیں ہو سکتی۔ اس نے دوسری بار آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے حکم دیجیے تاکہ میں جا کر اس پاپی کو ٹھکانے لگا دوں۔"

ناگ نے کہا۔

"تھوڑی دیر رک جاؤ، یہ میرا شکار ہے، میں خود اسے ہلاک کروں گا۔ تم ایک طرف دیوار کے ساتھ

لگ کر بیٹھ جاؤ اور تماشہ دیکھو۔"

سانپ دیوار کے ساتھ لگ کر چپکا ہو کر بیٹھ گیا۔

ناگ نے اس دوران چٹائی پر سے اٹھ کر آنکھیں بند کیں اور دوسرے لمحے وہاں کمرے میں اس کی جگہ ایک زرد دھاریوں والا طاقتور خونخوار شیر کھڑا تھا۔

شیر کونے میں جا کر چھپ گیا اور بنگالی کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر گذری تھی کہ بنگالی اپنے کمرے سے نکل کر دبے پاؤں چلتا ناگ کی کوٹھڑی کی طرف آ گیا۔

اس نے کان لگا کر سننے کی کوشش کی کہ اندر سے

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

ناگ کے خراٹوں کی آواز تو نہیں آ رہی ؟۔

اندر گہری خاموشی چھائی تھی، لیکن ایک عجیب بات تھی کہ بنگالی نے اندر سے ایسی بدبو محسوس کی جیسی کہ اس جنگل سے آیا کرتی ہے۔

جہاں شیر شیرنیاں رہتی ہوں۔ وہ کچھ حیران سا ہوا کہ یہ بدبو کہاں سے آ رہی ہے؟۔

پھر اس نے سوچا کہ بھلا شیر یہاں کہاں سے آ سکتا ہے۔ وہ بڑے اطمینان سے کھڑکی میں سے کود کر کوٹھڑی میں داخل ہو گیا۔

اندر جاتے ہی اس نے شیر کی بدبو کو تیز ہوتے محسوس کیا۔ اب اسے کسی جانور کے گہرے گہرے

سانس لینے کی آواز بھی آ رہی تھی۔

پھر اسے ہلکی سی غراہٹ کی آواز سنائی دی۔ بنگالی کو پسینہ آ گیا۔

اس نے آہستہ سے گردن گھما کر بائیں جانب دیکھا۔

اندھیرے میں شیر کی آنکھیں انگاروں کی طرح چمک رہی تھیں۔

اس کے سامنے چار گز کے فاصلے پر ایک زبردست خونخوار قسم کا شیر کھڑا تھا۔ بنگالی کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔

اس کا حلق خشک ہو گیا۔ خون سمٹ کر اس کے دل

Upload For Urdu Fanz..
www.urdurasala.com
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

میں آ گیا اور دل کی دھڑکن ڈوبتی محسوس ہونے لگی۔

شیر آگے بڑھا۔ بنگالی اپنی جگہ پر پتھر کا بت بن چکا تھا۔ اسے کچھ ہوش نہیں تھی۔ اس کے ہونٹوں سے ہلکی ہلکی کراہنے کی آوازیں نکل رہی تھیں۔

شیر اس کے بالکل قریب آ کر اسے غور سے دیکھنے لگا۔ ناگ نے سوچا کہ اب اسے اپنے انسانی روپ میں واپس آ جانا چاہیے۔

چنانچہ وہ ایک دم سے پھر انسان بن گیا۔ بنگالی نے جب دیکھا کہ شیر غائب ہو کر انسان بن گیا ہے تو ہو اور زیادہ حیران ہو گیا۔

ناگ نے کہا۔

"یہ سارا کھیل تم نے اس لیے رچایا تھا کہ میری زمرد کی انگوٹھی چوری کر سکو؟ لیکن تم شاید نہیں جانتے تھے کہ میں کون ہوں؟ کیا اب تمہیں پتہ چل گیا ہے کہ میں کون ہوں؟"۔

بنگالی نے لرزتی، کانپتی آواز میں کہا۔

"مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے بڑی بھول۔۔۔۔"

اس کا جملہ پورا نہ ہو سکا۔ ناگ نے سانپ کو اشارہ کیا۔

"سامنے آ کر اس کی خبر لو، اس نے کئی آدمیوں کو ہلاک کیا ہوا ہے"۔

سانپ پھنکار کر اندھیرے کونے سے نکل کر

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

بنگالی کے سامنے آ گیا۔ بنگالی کے منہ سے دبی دبی چیخ سی نکل گئی۔

"مجھے معاف کر دو"۔

ناگ نے کہا۔

"کیا تمہیں اس لیے معاف کر دوں کہ تم آگے سے بھی بے گناہ لوگوں کو لوٹنے کے لیے، انہیں قتل کرتے پھرو؟ ہرگز نہیں۔ برائی کا جتنی جلدی خاتمہ ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے"۔

پھر اس نے ناگ کو اشارہ کیا۔ ناگ نے اچھل کر بنگالی کی گردن پر ڈس دیا۔

بنگالی دہشت سے فرش پر گر پڑا۔ زہر نے تیزی

سے اپنا اثر دکھایا اور وہ اکڑ گیا۔

ناگ نے سانپ سے کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے سارے سانپوں کو بلا کر اس قاتل کی لاش کو یہاں سے غائب کر دو"۔

سانپ نے سر جھکا کر کہا۔

"ایسا ہی ہوگا مقدس دیوتا"۔

سانپ نے منہ اوپر اٹھا کر اپنے حلق سے ایک عجیب سیٹی کی آواز نکالی۔

تھوڑی دیر بعد وہاں سانپ ہی سانپ آ گئے۔ سانپ نے اندر آ کر ناگ کے آگے سر جھکایا، پھر وہ لاش پر جھک گیا۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

سارے سانپ اس لاش کو چمٹ گئے۔ انہوں نے لاش کو کھانا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب سارے سانپ ہٹے تو وہاں نہ لاش تھی نہ اس کی ہڈیاں۔

لاش غائب ہو چکی تھی۔

ایک ایک کر کے سارے سانپ جھک کر آداب بجالاتے ہوئے کوٹھڑی سے باہر نکل گئے۔

ناگ نے سانپ سے کہا۔

''اب میں یہاں سے جارہا ہوں، تمہارا شکریہ''۔

''تم بھی جا سکتے ہو''۔

سانپ نے کہا۔

www.urdurasala.com

''اگر میرے لائق کوئی اور خدمت ہو تو مجھے حکم دیں، میں حاضر ہوں''۔

ناگ نے کہا۔

''اگر اس جگہ کوئی خزانہ دفن ہے تو تم مجھے وہاں سے تھوڑا سا سونا یا جواہرات لا کر دے دو، کیونکہ میرے پاس روپے ختم ہو چکے ہیں''۔

''میں ابھی لاتا ہوں مقدس دیوتا''۔

سانپ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس نے منہ میں جواہرات کا ایک ہار پکڑ رکھا تھا۔

ناگ نے ہار لے کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ سانپ نے ادب سے سلام کیا اور واپس چلا گیا۔

www.urdurasala.com

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

دوسرے دن ناگ بھی وہاں سے چل پڑا اور شہر میں آ گیا۔

اب اسے ضرورت اس بات کی تھی کہ وہ کسی دکان پر جا کر اس ہار کو فروخت کرے اور اپنے لیے کچھ کپڑے خریدے۔

وہ شہر کے گنجان آباد علاقے میں آ گیا۔ یہاں اس نے ایک آدمی سے پوچھا۔

''بھائی! یہاں جوہری کی دکان کہاں ہوگی؟''۔

اس آدمی نے ناگ کو جوہری کی دکان کا پتہ بتا دیا۔

ناگ جوہری کی دکان پر آ گیا۔ یہ ایک ناٹے قد

Uploaded For Urdu Fanz..

کا جوہری تھا جس کی توند باہر کو نکلی ہوئی تھی۔

ناگ نے اسے ہار دکھا کر کہا۔

''میں یہ ہار فروخت کرنا چاہتا ہوں''۔

جوہری نے ہار دیکھا تو دنگ رہ گیا، کیونکہ ایسا قیمتی ہار اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ ہار بنگال کے بادشاہوں کا تھا۔ اس نے ناگ کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور کہا۔

''برخوردار! تم نے یہ ہار کہاں سے لیا ہے؟''۔

ناگ نے کہا۔

''بھائی چاہے میں نے جہاں سے بھی لیا ہو، تمہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے، تم یہ بتاؤ

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

کہ اس کے کتنے روپے دے سکتے ہو؟"۔

جوہری نے کہا۔

"میں اس کے تمہیں پانچ ہزار روپے دے سکتا ہوں"۔

ناگ نے کہا۔

"لاؤ، جلدی سے دو"۔

جوہری کو اب یقین ہو گیا کہ اس نوجوان نے ہار کہیں سے چوری کیا ہے، کیونکہ اس ہار کی اصل قیمت دس لاکھ روپے کے قریب تھی۔

جوہری کے لیے یہ سودا مہنگا نہیں تھا۔ اس نے ہار تجوری میں رکھا اور پانچ ہزار روپوں کے نوٹ اس

کے سامنے رکھ دیئے۔

ناگ نے نوٹ سنبھالے اور وہاں سے چل دیا۔

ایک دوسرے بازار میں آ کر وہ ایک کپڑوں کی دکان میں آ گیا۔ یہاں اس نے ایک نیا جوڑا خرید کر پہنا، نئے جوتے پہنے اور باقی رقم جیب میں رکھ کر دکان سے باہر آ گیا۔

ناگ بازاروں کی سیر کرتا رہا۔ شہر کے سب سے خوبصورت علاقے میں آ گیا۔

یہاں سڑکیں چوڑی تھیں اور بڑے بڑے ہوٹل اور عمارتیں کھڑی تھیں۔

ناگ ایک عمارت کے قریب سے گزر رہا تھا کہ

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

کسی نے پیچھے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

ناگ نے پلٹ کر دیکھا۔

اس کے سامنے ایک سوکھا ساکھا کانا بنگالی کھڑا تھا۔

''کیا بات ہے؟''۔

ناگ نے پوچھا۔

کانے بنگالی نے مسکرا کر کہا۔

''میں تمہارا بھائی ہوں''۔

''کیا مطلب؟''۔

کانا ہنس پڑا۔

''مطلب یہ ہے کہ میں چور ہوں، میرے پاس

بہت کچھ ہے، اگر تم میرے ساتھ مل جاؤ تو ہم دونوں مل کر کروڑپتی بن سکتے ہیں''۔

ناگ ہنس دیا، کہنے لگا۔

''تمہیں بھول ہوئی ہے، میں چور نہیں ہوں''۔

''پھر تم نے وہ قیمتی ہار کہاں سے لیا تھا؟''۔

''مجھے کسی نے دیا تھا''۔

''یار! کیوں جھوٹ بول رہے ہو، میں کوئی پولیس کا سپاہی تو ہوں نہیں''۔

ناگ بولا۔

میں تمہیں سچ کہہ رہا ہوں، قیمتی ہار میں نے چوری نہیں کیا تھا۔ کانے بنگالی نے پستول نکال کر ناگ کی

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

پسلیوں کے ساتھ لگا دی۔

"چپکے سے ساتھ والی گلی میں گھوم جاؤ، اگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو میں گولی چلا دوں گا۔"

ناگ مجبور ہو گیا۔ جنگ کے زمانے میں وہاں قتل کی وارداتیں ہوتی ہی رہتی تھیں۔

وہ خاموشی سے کانے بنگالی کے آگے آگے چل پڑا اور گلی میں گھوم گیا۔ یہاں سے کانا بنگالی اسے ایک تاریک گلی میں لے گیا۔

آگے دو بنگالی کھڑے تھے۔ انہوں نے ناگ کو جھپٹ لیا اور اسے کھینچتے ہوئے ایک کوٹھڑی میں لے جا کر اسے رسیوں سے باندھ دیا اور بند کر دیا۔

شام کو اسے کھانے کے لیے دال بھات دیا گیا۔

اب کانے بنگالی نے ایک بار آ کر ناگ کو اپنے ساتھ ملنے اور خزانے کا راز بتانے کی پھر کوشش کی مگر ناگ نے کہا۔

"مجھے کسی خزانے کا علم نہیں ہے، میں سچ کہہ رہا ہوں"۔

کانے بنگالی نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا اور کہا۔

"اسے ختم کر دو"۔

انہوں نے ناگ کی جیب سے سارے روپے پہلے ہی چھین لیے تھے۔

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

دوسرے بنگالی نے چھرا نکال لیا۔ اب ناگ کو واقعی اپنی فکر پڑ گئی کہ اگر اس نے دیر کی تو یہ لوگ تو اسے ہرگز زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

اس نے کہا۔

''ٹھہرو! میں خزانے کا پتا بتاتا ہوں''۔

چھرے والا بنگالی رک گیا۔

کانے بنگالی نے مسکرا کر کہا۔

''اب آئے نا ٹھیک راہ پر، بتاؤ خزانہ کہاں ہے؟''۔

ناگ نے کہا۔

''جس جگہ تم کھڑے ہو، اسی جگہ خزانہ دبا ہوا

ہے''۔

اس بات پر سارے حیران ہوئے پھر کانے بنگالی نے کہا۔

''یہ جھوٹ بولتا ہے۔ بھلا یہاں خزانہ کہاں سے آ سکتا ہے۔ اسے ختم کر دو''۔

ناگ نے کہا۔

''میری رسیاں کھول دو، میں تمہیں اسی جگہ سے خزانہ نکال کر دکھا دیتا ہوں''۔

تینوں بنگالی ڈاکو ایک دوسرے کو تکنے لگے۔

کانے نے کہا۔

''رسیاں کھول دو، بھلا یہ بھاگ کر کہاں جائے

www.urdurasala.com
Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

گا؟"۔

انہوں نے ناگ کی رسیاں کھول دیں اور پستول تان کر کھڑے ہو گئے۔

ناگ نے پھاوڑا لے کر جگہ کھودنی شروع کر دی۔ اس دوران میں اس نے آنکھیں بند کر کے منہ سے سیٹی کی آواز نکالی اور سانپ کو اطلاع کر دی تھی کہ خزانہ اس جگہ لایا جائے۔

تھوڑی سی زمین کھودنے کے بعد ہی زمین میں سے ایک صندوق نکل آیا جو جواہرات اور سونے کے زیوروں سے بھرا ہوا تھا۔

ڈاکوؤں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ

گئیں۔ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

کانے بنگالی نے ناگ کا منہ چوم لیا۔

شاباش! تم نے کمال کر دکھایا۔ ہمیں خبر ہی نہیں تھی کہ ہماری کوٹھڑی میں ہی خزانہ دفن ہے۔

دوستو! جلدی سے خزانے کو آپس میں بانٹ لو۔

ناگ نے کہا۔

"سب سے پہلے کمرے کا دروازہ بند کر لو، تاکہ باہر سے کوئی اندر نہ آ جائے"۔

انہوں نے کمرے کا دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی۔

پھر انہوں نے صندوق سے جواہرات، قیمتی ہار

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

اور سونے کے زیور نکال کر زمین پر ڈھیر کرنے شروع کر دیے۔

اب ناگ کا حملہ کرنے کا وقت آ گیا تھا۔

ناگ نے ایک گہرا سانس لیا اور ایک پل کے اندر اندر وہ ایک بہت بڑا ہاتھی بن کر سامنے آ گیا۔ ہاتھی کی وجہ سے سارا کمرہ بھر گیا۔

اس کو دیکھ کر بنگالی ڈاکوؤں کے طوطے اڑ گئے۔

ایک بنگالی تو غش کھا کر گر پڑا۔

ناگ نے اپنی سونڈ بڑھا کر دو بنگالیوں کو پکڑا اور زمین پر دے مارا۔ دونوں اگلی دنیا کو چلے گئے۔ کانا بنگالی کونے میں دبکا کانپ رہا تھا۔

ناگ جلدی سے واپس انسانی شکل میں آ گیا اور پستول اٹھا کر کانے بنگالی کے سینے پر رکھ کر کہا۔

"اب تمہیں پتہ چلا کہ میں نے خزانہ کہاں سے لیا تھا اور یہ کہ میں کون ہوں؟"۔

کانا بنگالی لرز رہا تھا، کانپ رہا تھا، اس کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔

اس نے ہاتھ جوڑ کر سلام کیا اور ناگ کے آگے سجدہ کر دیا۔

"گنیش مہاراج کی جے"۔

ناگ نے کہا۔

"میں گنیش مہاراج نہیں ہوں۔ لیکن ایسے لگتا ہے

Uploaded For Urdu Fanz..
www.urdurasala.com
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

جیسے تمہاری موت میرے ہاتھوں لکھی ہے"۔

کانا بنگالی گڑگڑانے لگا۔

"معاف کر دو مہاراج! مقدس دیوتا! میں آج کے بعد کوئی برا کام نہیں کروں گا، کسی کا مال نہیں چوری کروں گا۔ میں قسم کھا کر وعدہ کرتا ہوں کہ آج سے میں نیک آدمی بن کر زندگی بسر کروں گا"۔

ناگ نے پستول جیب میں رکھ لیا۔

"میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ اب ایسا کرو کہ اس خزانے کو واپس زمین میں دفن کر دو"۔

کانے بنگالی نے خزانہ پھر سے زمین میں دفن کر کے اوپر مٹی ڈال دی۔

ناگ نے اپنے روپے واپس لے کر جیب میں رکھے اور کمرے سے باہر آ کر کانے بنگالی سے کہا۔

"اب تم آزاد ہو لیکن خبردار! اب کبھی چوری نہ کرنا"۔

کانے بنگالی نے کہا۔

حضور! کیا میں اس خزانے میں سے کچھ دولت لے سکتا ہوں؟ میں نے اپنی زمین، مہاجن سے آزاد کرانی ہے۔

اس نے میری زمین قرض کی رقم ادا نہ ہونے کی وجہ سے ہضم کر رکھی ہے۔

ناگ نے کہا۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

"حقیقت یہ ہے جو خزانہ ابھی ابھی ہم نے زمین میں دفن کیا ہے۔ اب وہ وہاں نہیں ہے۔ اسے سانپ اٹھا کر شہر سے دور جنگل میں اس مقام پر لے گئے ہیں جہاں وہ پہلے دفن تھا۔

اگر تمہیں یقین نہیں آئے تو زمین کھود کر دیکھ لو۔

کانا بنگالی بولا۔

"مجھے تم پر اعتبار ہے مقدس دیوتا!"۔

ناگ نے کہا۔

"لیکن اس کے باوجود میں مہاجن کے پاس جا کر اس سے تمہاری زمین واپس دلا سکتا ہوں، تم مجھے اس کے پاس لے چلو"۔

کانے بنگالی نے ناگ کی کرامت دیکھ لی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ مہاجن سے اس کی زمین ضرور واپس لے دے گا۔

وہ اسے ساتھ لے کر شہر کے پرلے کنارے گھاٹ کے پاس ایک مکان میں لے گیا اور بولا۔

"یہ مہاجن کا مکان ہے۔ اس نے غریب لوگوں کی زمینیں ہتھیا ہتھیا کر لاکھوں کی جائیداد بنا رکھی ہے۔ اس نے مجھے بھی تباہ کر دیا ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"کوئی بات نہیں، تم میرے ساتھ آؤ"۔

ناگ بنگالی کو لے کر مہاجن کے گھر آ گیا۔

Uploaded For Urdu Fanz..
http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

مہاجن نے ناگ کو دیکھ کر کہا۔

''تم کون ہو؟ کیا اس جھوٹے کی سفارش لے کر آئے ہو یا زمین کے عوض لی گئی رقم لے کر آئے ہو؟''۔

ناگ نے کہا۔

''اس کی زمین واپس کر دو''۔

مہاجن نے کہا۔

''پہلے یہ میرے دس ہزار روپے کی رقم واپس کر دے پانچ ہزار کی اصل رقم اور پانچ اس پر سود کی رقم۔ پھر زمین واپس کروں گا''۔

ناگ نے کہا۔

''میری طرف دیکھو''۔

مہاجن نے ناگ کی طرف دیکھا اور ہنس کر کہا۔

''یہ ناٹک کسی اور جگہ جا کر کرو، بھاگ جاؤ یہاں سے''۔

لیکن اس عرصے میں ناگ ایک بہت بڑا اژدہا بن کر سامنے آ چکا تھا۔

اس بڑے سانپ یعنی اژدہا کے سر پر چھ سر اور بنے تھے۔ ہر سر میں سے چھ چھ زبانیں باہر نکل رہی تھیں۔

مہاجن کے پسینے چھوٹ گئے۔ وہ زمین پر بیٹھ گیا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

''جے بھولا ناتھ جے! جے وشوا ناتھ!''۔

ناگ ایکدم سے واپس انسانی شکل میں آ گیا۔

اور بولا۔''اس کی رقم واپس کرتے ہو یا میں ابھی اسی جگہ تمہیں ہڑپ کر جاؤں؟''۔

مہاجن نے ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

''جے بھولا ناتھ! ابھی واپس کرتا ہوں مائی باپ! ابھی واپس کرتا ہوں''۔

مہاجن نے اسی وقت بنگالی کی رقم واپس کر دی۔

کانا بنگالی رقم لے کر ناگ کے ساتھ باہر آ گیا۔

مہاجن کو ایکدم سے غش آ گیا۔

اور وہ زمین پر گر پڑا۔ ناگ ہنس پڑا اور مہاجن کو

بے ہوش ہی چھوڑ کر واپس شہر میں آ گیا۔ یہاں وہ کانے بنگالی سے بھی الگ ہو گیا اور دریا کے کنارے کنارے ایک طرف کو چل دیا، وہ کانے بنگالی کو اب ہمیشہ کے لیے الوداع کہہ دینا چاہتا تھا اگرچہ بنگالی کی بڑی خواہش تھی کہ وہ ناگ کے ساتھ ساتھ ہی رہے۔

ایک ہفتے کے بعد ناگ ایک ہوائی جہاز میں بیٹھا تھا اور ہوائی جہاز استنبول کی طرف پرواز کر رہا تھا۔

ناگ کا پروگرام تھا کہ وہ استنبول سے کسی نہ کسی طرح لندن جانے کی کوشش کرے گا تاکہ وہاں عنبر اور ماریا سے مل سکے۔

Uploaded For Urdu Fanz..

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

Uploaded For Urdu Fanz..

آگے کیا ہوا۔۔؟

☆عنبر اور ماریا برن شہر میں کس مصیبت میں پھنس گئے؟۔

☆ناگ پر استنبول شہر میں کیا گذری؟۔

☆کیا تینوں بہن بھائیوں کی ملاقات ہوئی؟۔

☆یہ جاننے کے لیے 66 ویں قسط پڑھیے۔

www.urdurasala.com

http://www.filesonic.pk/folder/4506421 for complete downloadable AMBER NAAG MARIA

پراسرار سگنل
(عنبر، ناگ ماریا قسط نمبر 66)
اے حمید
Pdf By
princeofdhump@urdufanz.com

فہرست

پراسرار سگنل
اندھا جاسوس
بھیانک دھماکہ
گولہ باری تیز کرو
لائٹ ہاؤس
ناگ بے ہوش ہو گیا

www.urdurasala.com

پیارے بچو!

اس قسط میں آپ وہ عجیب و غریب، پراسرار اور رونگٹے کھڑے کر دینے والے واقعات پڑھیں گے جو ناگ کے ساتھ پیش آئے۔

استنبول پہنچ کر ناگ ایک مال بردار انگریزی جہاز پر سوار ہو کر لندن کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ جہاز پر دشمنوں کی آبدوز حملہ کر دیتی ہے۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

وہاں صرف فوجی ہوائی جہاز اترتے اور پرواز کرتے ہیں۔

کلرک نے کہا۔

"اگر آپ کا لندن جانا بہت ضروری ہے تو پھر ایک ہی صورت ہے"۔

"وہ کون سی؟"۔

ناگ نے پوچھا۔

کلرک نے کہا۔

"آپ جے تھامپسن والوں سے مل لیں۔ ان کا ایک بحری جہاز کل رات لندن کو جارہا ہے"۔ ہوسکتا ہے اس جہاز میں آپ کو مل جائے۔ صرف اسی صورت میں آپ لندن جاسکتے ہیں۔

ناگ وہاں سے نکل کر ٹیکسی میں سوار ہوکر سیدھا جے تھامپسن کے دفتر میں پہنچ گیا۔ وہاں اس نے مینیجر سے بات کی اور کہا کہ وہ پانچ ہزار روپے دینے کو تیار ہے۔

اس کا لندن جانا بہت ضروری ہے۔ وہاں اس کی ماں بہت سخت بیمار ہے۔

مینیجر نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مسٹر! لیکن ہم کسی مسافر کو ساتھ نہیں لے جا رہے۔ کیونکہ راستے میں خطرہ ہے"۔

جرمن جنگی آبدوزیں مال بردار جہازوں کو بھی تارپیڈو مار کر ڈبو رہی ہیں"۔

ناگ نے کہا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"یہ میری زندگی اور موت کا سوال ہے مینیجر صاحب"۔

جہاں آپ جا رہے ہیں، وہاں مجھے بھی لے جائیں۔ میں آپ کے ساتھ ہی اپنی زندگی کو داؤ پر لگانا چاہتا ہوں۔ اگر میری قسمت اچھی ہوئی تو لندن پہنچ جاؤں گا۔

مینیجر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ ضد کرتے ہیں تو میں آپ کو لے جانے پر تیار ہوں"۔

"شکریہ"۔

ناگ نے اسی وقت مینیجر کو پانچ ہزار روپے ادا کر دیے۔

دوسری رات کو وہ ٹھیک وقت پر بندرگاہ پر پہنچ گیا۔

بندرگاہ پر یہ مال بردار جہاز ایک الگ جیٹی پر کھڑا تھا۔ رات کو

سارے شہر میں بلیک آؤٹ تھا کیونکہ استنبول پر بھی ایک طرح سے جنگ کے بادل منڈلا رہے تھے۔

جہاز کافی بڑا تھا اور اسے سیاہ رنگ کر دیا گیا تھا۔ شب کے اندھیرے میں وہ ایک بہت بڑا پہاڑ لگ رہا تھا۔ اندر کہیں کہیں بڑی ہی مدھم ڈھکی ہوئی روشنیاں ہو رہی تھیں۔

ناگ کو مینیجر نے دیکھ لیا۔ وہ اسے ساتھ لیکر جہاز پر چلا گیا۔

اس نے دوسری منزل پر ایک چھوٹا سا کیبن کھول کر کہا۔

"مسٹر ناگ! یہ آپ کی کیبن ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ زیادہ وقت اپنے کیبن میں ہی رہیں گے، کیونکہ جنگ کا زمانہ ہے اور پھر ہمیں اس جہاز پر کسی مسافر کو ساتھ لے جانے کی اجازت بھی نہیں ہے"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ نے کہا۔

"آپ بالکل فکر نہ کریں۔ میں زیادہ وقت اپنے کیبن میں وقت گذارنے کی کوشش کروں گا"۔

آدھی رات کو جہاز نے ایک ہلکا سا وسل دیا اور اس کے سارے انجن سٹارٹ ہو گئے۔

انجنوں کی دھمک ناگ اپنے کیبن کے فرش پر پوری طرح محسوس کر رہا تھا، جہاز نے آہستہ آہستہ بندرگاہ کو چھوڑنا شروع کر دیا۔

ناگ دن بھر کا تھکا مارا تھا۔ وہ بستر پر لیٹتے ہی سو گیا۔

اس کی آنکھ کھلی تو اس نے شیشے کے گول سوراخ میں سے دیکھا۔ باہر گہرے نیلے سمندر پر سورج کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

ناگ کو یہ سنہری روشنی بڑی پیاری لگی۔ وہ اپنے کیبن میں ہی بیٹھا رہا۔ اس نے منہ ہاتھ دھو کر دوسرے کپڑے بدلے اور کرسی پر بیٹھ کر کتاب پڑھنے لگا۔

تھوڑی دیر میں مینیجر اس کے پاس گیا۔ اس نے ناگ کو سلام کیا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"مسٹر ناگ صبح بخیر! رات آرام سے سوئے؟"۔

ناگ نے کہا۔

مجھے تو بالکل ہوش نہیں رہی۔ میں آپ کا بہت شکرگذار ہوں کہ آپ نے مجھے اس جہاز پر سفر کرنے کی اجازت دیدی۔

اگر آپ اجازت نہ دیتے تو میں کبھی اپنی منزل پر نہ پہنچ سکتا تھا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

منیجر نے مسکرا کر کہا۔

مسٹر ناگ! ابھی منزل بہت دور ہے۔ ابھی ہم میں سے کوئی بھی اپنی منزل پر نہیں پہنچا۔ خطرہ ہمارے ساتھ ساتھ سفر کر رہا ہے۔

بحیرہ روم میں جرمنوں کی تباہ کن آبدوزیں چکر لگاتی پھرتی ہیں۔ ان کا گولہ کسی وقت بھی ہمارے جہاز کو تباہ کر سکتا ہے۔

ناگ نے کہا۔

"وہی ہوگا جو خدا کو منظور ہوگا۔ اس وقت تو آپ مجھے یہ بتائیں کہ میں ناشتہ کہاں جا کر کروں کیونکہ مجھے سخت بھوک لگ رہی ہے"۔

منیجر بولا۔

"ناشتہ آپ کو ابھی مل جائے گا"۔

اتنے میں ایک ملازم ناشتے کی ٹرے لے کر اندر آ گیا۔ اس میں منیجر کے لیے بھی ناشتہ تھا۔ دونوں ناشتہ کرتے اور باتیں کرتے رہے۔

ناگ نے پوچھا۔

"کیا میں کسی وقت بھی اپنے کیبن سے نکل کر باہر چہل قدمی نہیں کر سکتا؟"

منیجر نے کہا۔

کیوں نہیں۔ اگر آپ ضرورت محسوس کریں تو شام کے کھانے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے ڈیک پر جا کر ٹہل سکتے ہیں۔ مگر میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ ڈیک کے پچھلے

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

حصے میں ہی رہیں۔ جہاز کے اگلے حصے میں جانے کی کوشش نہ کریں۔

"ایسا ہی کروں گا۔ آپ فکر نہ کریں"۔

مینیجر نے کافی بنا کر خود بھی ایک پیالی لی اور ایک پیالی ناگ کو دے کر کہا۔

"مسٹر ناگ! آپ کا نام کچھ پراسرار سا لگ رہا ہے۔ کیا آپ انڈیا کے رہنے والے ہیں؟"۔

ناگ نے کہا۔

"جی نہیں! میں مصر کا رہنے والا ہوں۔ میرا باپ مصر میں جڑی بوٹیوں کا کاروبار کرتا تھا"۔

"آپ کی والدہ اکیلی لندن میں رہتی ہیں کیا؟"۔

"جی نہیں! وہاں میرا ایک چھوٹا بھائی بھی ہے"۔

"خوب خوب"۔

کچھ دیر باتیں کرنے اور کافی کی پیالی خالی کرنے کے بعد مینیجر چلا گیا۔

ناگ دوپہر تک کیبن کے بستر پر لیٹا کبھی کتاب پڑھنے لگتا اور کبھی گول شیشے والے پورٹ ہول میں سے باہر سمندر کی نیلی نیلی لہروں کا نظارہ کرنے لگتا۔

دوپہر کا کھانا بھی اسے کیبن میں دیا گیا۔ دوپہر کے بعد ناگ سو گیا۔ شام کا کھانا کھانے کے بعد وہ مینیجر کی ہدایت کے مطابق اوپر ڈیک کے پچھلے حصے میں آ کر ٹہلنے لگا۔

اس نے دیکھا کہ یہاں کئی بڑی بڑی پیٹیاں اور لکڑی کے

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

صندوق اور بوریاں ایک دوسرے کے اوپر لگی ہوئی تھیں۔

دو تین مزدور قریب بیٹھے سگریٹ پی رہے تھے۔

اتنے میں ایک اندھا آدمی سر پہ ہیٹ لگائے کالے سوٹ میں ملبوس ہاتھ میں چھڑی لیے اوپر آیا اور چھڑی سے راستہ تلاش کرتا ہوا ڈیک پر ٹہلنے لگا۔

اتنے میں مینیجر بھی وہاں آ گیا۔ وہ کچھ دیر اس نابینا سے باتیں کرتا رہا۔ دونوں مسکراتے رہے۔ مینیجر نے ناگ کو دیکھ لیا تھا۔

پھر وہ ناگ کے پاس آ گیا۔ نابینا اب ایک آدمی کی مدد سے سیڑھیاں اتر کر نیچے چلا گیا تھا۔

ناگ نے مینیجر کو سلام کیا۔

مینیجر نے ہنس کر کہا۔

"کہو مسٹر ناگ! چہل قدمی کیسی رہی؟"۔

ناگ نے کہا۔

جناب آپ کی مہربانی سے سیر کر رہا ہوں۔ ورنہ کیبن میں بیٹھے بیٹھے تو میں لکڑی کا بت بن گیا تھا۔

پھر ناگ نے پوچھا۔

"یہ نابینا صاحب کون تھے؟"۔

مینیجر نے کہا۔

"یہ اصل میں فرانس کے ایک بہت مشہور سوداگر ہیں جو انگریزوں کو جنگی سامان سپلائی کرتے ہیں"۔

"کیا یہ بھی لندن جا رہے ہیں؟"۔

"جی نہیں! یہ راستے میں ایک جگہ اتر جائیں گے۔ انہیں پیچھے

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

جانا ہے"۔

"بہت خوب"۔

"کیوں کیا بات ہے مسٹر ناگ؟"۔

"کچھ نہیں۔ یونہی پوچھ رہا تھا"۔

پھر وہ موسم کی باتیں کرنے لگے۔ اصل بات یہ تھی کہ ناگ کو اس نابینا شخص کو دیکھ کر دل میں کچھ شک سا پیدا ہوا تھا۔ وہ اسے ایک پراسرار آدمی معلوم ہوا تھا۔ لیکن ناگ نے ایسا خیال دل سے نکال دیا۔ کچھ دیر ڈیک پر ٹہلنے کے بعد وہ نیچے اپنے کیبن کی طرف آ گیا۔

ایک راہداری سے گزرتے ہوئے اس نے بائیں جانب ایک چھوٹے کیبن کا دروازہ تھوڑا سا کھلا دیکھا۔

ناگ نے یونہی اندر جھانکا تو وہ دم بخود رہ گیا۔ اندر نابینا شخص میز پر بیٹھا بڑی تیزی سے لکھ رہا ہے۔

"تو یہ اندھا نہیں ہے۔ بلکہ جان بوجھ کر اندھا بنا ہوا ہے"۔

ناگ ایک دم چوکس ہو کر آگے بڑھا اور اپنے کیبن میں جانے کی بجائے سیدھا مینیجر کے کیبن کی طرف آ گیا۔

وہ مینیجر کو ساری بات بیان کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن کیبن کے دروازے پر پہنچ کر وہ رک گیا۔ اس نے سوچا کہ بجائے مینیجر کو بتانے کے اسے خاموش رہ کر اس نقلی اندھے کی حرکات کا جائزہ لینا چاہیے۔

تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ اصل میں کون ہے اور کس مقصد کو لے کر اس جہاز پر سوار ہوا ہے۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ اپنے کیبن میں آ گیا۔ اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پھر ایکدم سے اپنی کایا پلٹ لی۔ وہ ایک چھوٹے سے سیاہ سانپ میں تبدیل ہو کر دروازے کے نیچے سے نکلا اور راہداری کے فرش پر رینگتا ہوا نقلی اندھے کے کیبن میں داخل ہو کر دیوار کیساتھ ساتھ رینگتے ہوئے ایک الماری کے اوپر جا کر بیٹھ گیا اور نقلی اندھے کو غور سے دیکھنے لگا۔

نقلی اندھے نے کاغذ دراز میں بند کیے۔ اٹھ کر کیبن کا دروازہ اندر سے بند کر کے چٹخنی چڑھائی اور الماری میں سے ایک چھوٹا سا وائرلیس سیٹ نکال کر اس کا ایریل باہر نکال کر سگنل دینے لگا۔

وائرلیس میں سے کسی کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔

"ہیلو چارلی! ہیلو چارلی!"۔

نقلی اندھے نے منہ آگے کر کے آہستہ سے کہا۔

"ہیلو چارلی سپیکنگ! دن آٹھ بجے۔ دن آٹھ بجے۔ نیلا سمندر۔ جبرالٹر!۔۔۔"

اچانک دروازے پر کسی نے آہستہ سے دستک دی۔ نقلی اندھے نے جلدی سے وائرلیس سیٹ بند کر کے الماری میں رکھا اور لکڑی سے ٹٹولتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔

دروازہ کھلا تو سامنے مینیجر کھڑا تھا۔

"معافی چاہتا ہوں، مسٹر فرانسو! میں اس لیے حاضر ہوا تھا کہ اگر آپ صبح کافی پینا پسند کریں گے تو ہمارے پاس فرانسیسی کافی ختم ہو گئی ہے، کیا انگریزی کافی ٹھیک رہے گی؟"۔

Pdf By princeofthump@urdufanz.com

نقلی اندھا مسکرایا اور کہنے لگا۔

"شکریہ شکریہ! آپ نے میرا اتنا خیال کیا!"۔

ٹھیک ہے میں انگریزی کافی بھی بڑے شوق سے پیتا ہوں۔

"بہت خوب! اچھا اب میں جاتا ہوں۔ شب بخیر!"۔

مینیجر چلا گیا۔ نقلی اندھے نے جلدی سے دروازہ بند کر کے اندر سے قفل لگا دیا۔

ڈھکی ہوئی ٹیبل لیمپ کو جلایا۔ اس کی دھیمی دھیمی نیم دائرے میں پڑنے والی روشنی بڑی مدھم تھی۔ اس روشنی میں نقلی اندھے نے ایک بار پھر وائر لیس سیٹ نکال کر سگنل دینے شروع کر دیئے۔

ناگ نے اندازہ لگایا کہ وہ کسی دوسرے جہاز یا آبدوز کو سگنل

دے رہا تھا۔ اپنا کام ختم کرنے کے بعد اس نے اطمینان کا گہرا سانس لیا اور عینک اتار کر بستر پر لیٹ گیا۔

پھر اس نے ٹیبل لیمپ کی روشنی اپنی کتاب کی طرف کی اور اسے پڑھنا شروع کر دیا۔

ناگ خاموشی سے سانپ کے روپ میں الماری کے اوپر بیٹھا رہا۔

کچھ دیر بعد نقلی اندھا سو گیا۔ اس کے ہلکے ہلکے خراٹے کیبن کی فضا میں گونجنے لگے۔ سانپ خاموشی سے اترا اور فرش پر رینگتے ہوئے کیبن سے باہر نکل گیا۔

اپنے کیبن میں داخل ہونے کے بعد ناگ نے پھر انسانی شکل اختیار کر لی اور بستر پر لیٹ کر اس نقلی اندھے کے بارے میں

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

سوچنے لگا۔

بار بار ایک ہی خیال اس کے ذہن میں آتا تھا کہ وہ ایک خطرناک جاسوس ہے جو جرمنوں سے ملا ہوا ہے اور یقین ممکن ہے کہ وہ کسی جرمن آبدوز کو جہاز کے بارے میں اطلاع دے رہا تھا۔

دن چڑھا تو مینیجر ناشتہ کرنے اس کے کیبن میں آ گیا۔

ناشتہ پر ناگ نے کہا۔

"ہمارا جہاز جبرالٹر کب پہنچے گا؟"۔

مینیجر نے کہا۔

"کل تیسرے پہر پہنچ جائے گا"۔

"اس کے بعد؟"۔

"اس کے بعد وہاں سے دوسرے روز صبح لندن کی طرف روانہ ہو جائے گا"۔

"اس سمندر کو بحیرہ روم کہتے ہیں ناں؟"۔

"ہاں۔ مگر کیوں؟"۔

"کچھ نہیں۔ اچھا یہ بتایئے کہ اس جہاز میں کیا اس نابینا سوداگر کا مال بھی جا رہا ہے؟"۔

مینیجر نے کہا۔

"کیوں نہیں۔ اس کا کروڑوں روپے کا مال جا رہا ہے"۔

"کیا اس مال کی ساری رقم اس نے وصول کر لی ہے؟"۔

"ہاں۔ یہ سارا مال انگریزی حکومت نے اس سے خرید کر سارے پیسے ادا کر دیئے ہیں۔ مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ نے کہا۔

”منیجر! یہ اندھا سوداگر دشمن کا جاسوس ہے اور اس جہاز کو بحیرہ روم میں سخت خطرہ ہوگا“۔

منیجر نے کچھ لمحے کے لیے ناگ کے چہرے کو دیکھا اور پھر زور سے قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

مسٹر ناگ! شاید تم مسٹر فرانسوا کو نہیں جانتے۔ تمہیں ان کے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔

مسٹر فرانسوا! اتحادیوں کے گہرے دوست ہیں۔ بڑے خاندانی اور بڑے شریف سوداگر ہیں۔ ان کا کروڑوں کا کاروبار ہے۔ پھر بلا ان کو جاسوسی کرنے کی کیا ضرورت ہے“۔

ناگ نے کہا۔

”منیجر صاحب! جاسوسی صرف پیسوں کے لیے ہی نہیں کی جاتی۔ اس کی کئی ایک وجوہات ہوتی ہیں“۔

منیجر بولا۔

”مگر مسٹر فرانسوا کا جرمن سے کوئی تعلق نہیں، وہ فرانس کا رہنے والا ہے اور فرانس پر جرمنوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ پھر بھلا اسے جرمنوں سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے“۔

ناگ نے کہا۔

”اگر میں آپ کو اس بات کا ثبوت مہیا کردوں کہ یہ اندھا نقلی ہے اور جاسوس ہے اور دشمن کو اس جہاز کے بارے میں سگنل دیتا ہے اور تو پھر آپ مان جائیں گے؟“۔

منیجر ایک پل کے لیے سنجیدہ ہو گیا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"مسٹر ناگ! آپ ہوش میں ہیں ناں؟"۔

ناگ نے زوردار لہجے میں کہا۔

"میں بالکل ہوش میں ہوں اور یوں سمجھ لیجئے گا کہ میں نے اس نقلی اندھے کو کتاب پڑھتے، کاغذ پر لکھتے اور وائرلیس سیٹ سامنے رکھے دشمن کو خفیہ سگنل دیتے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے"۔

مینیجر خاموش ہو گیا۔

"نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ آپ کو ضرور غلط فہمی ہوئی ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"میں ثبوت پیش کر سکتا ہوں"۔

"کس قسم کا ثبوت؟"۔

مینیجر نے پوچھا۔

ناگ بولا۔

"اس اندھے سوداگر کی الماری میں وائرلیس سیٹ پڑا ہے۔ چل کر دیکھ لیں"۔

"یہ نہیں ہو سکتا مسٹر ناگ!"۔

"جناب آپ تلاشی لے لیں چل کر۔ ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے گا"۔

مینیجر چپ ہو کر کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔

"میں ابھی جا کر تلاشی لیتا ہوں"۔

مینیجر اسی وقت اپنے کیبن میں گیا۔ اس نے پستول نکال کر

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

جیب میں ڈالا اور سوداگر کے کیبن کی طرف روانہ ہو گیا۔

پھر رک کر سوچنے لگا کہ ہو سکتا ہے، ناگ کو مغالطہ لگ گیا ہو اور وہاں کوئی وائرلیس سیٹ نہ ہو؟ پھر تو بڑے بے عزتی کی بات ہو گی۔

"پھر کیا کرنا چاہیے"۔

مینیجر نے فیصلہ کیا کہ کسی طرح سے سوداگر فرانسوا کو اس کے کیبن سے باہر نکال کر الماری کی تلاشی لینی چاہیے۔

مینیجر واپس اپنے کیبن میں چلا گیا۔ اس نے جہاز کے کپتان کو فون کر کے ساری بات بیان کر دی۔ جہاز کا کپتان پہلے تو پریشان ہوا پھر ہنس کر بولا۔

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ آپ کو غلط اطلاع ملی ہے"۔

مینیجر نے کہا۔

"سر! ہمیں تلاشی لینے میں کیا عذر ہو سکتا ہے؟"۔

جہاز کے تحفظ کے پیش نظر ہم مسٹر فرانسوا کی عدم موجودگی میں اس کے کیبن کی تلاشی بڑی آسانی سے لے سکتے ہیں۔

"ٹھیک ہے میری طرف سے تمہیں اجازت ہے"۔

مینیجر نے کسی بہانے سے اندھے سوداگر کو کپتان کے پاس بھجوا دیا۔ کپتان نے اسے باتوں میں لگا دیا اور مینیجر سیدھا ناگ کے پاس آیا اور اسے ساتھ لے کر سوداگر کے کیبن کا دروازہ خفیہ چابی سے کھول کر اندر آ گیا۔

ناگ نے الماری کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اس الماری میں وائرلیس سیٹ پڑا ہوا ہے"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

مینیجر کے پاس الماری کی خفیہ چابی بھی تھی۔

اس نے جلدی سے چابی لگا کر الماری کھول دی اور ساری الماری کی دوبارہ تلاشی لی مگر وہاں وائرلیس سیٹ بالکل نہیں تھا۔

مینیجر نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''مسٹر ناگ! آخر تم نے مجھے شرمندہ کرایا۔ کپتان کیا کہے گا؟ میں نہ کہتا تھا کہ تم نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ یہ سوداگر ایک معزز شخص ہے اور جرمنوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے''۔

ناگ بڑا حیران تھا کہ یہ کیسا ہو گیا؟ وائرلیس سیٹ کہاں چلا گیا؟ وہ کہنے لگا۔

''میں نے اپنی آنکھوں سے سوداگر کو وائرلیس اس الماری میں دوبارہ رکھ کر تالا لگاتے دیکھا ہے۔

مینیجر نے کہا۔

''وہ تو ٹھیک ہے مگر اب وائرلیس سیٹ کہاں ہے؟''۔

ناگ بولا۔

''ہمیں سارے کیبن کی تلاشی لینی چاہیے۔ اس نے ضرور اسے کسی دوسری جگہ چھپا دیا ہے''۔

مینیجر نے سارے کیبن کی تلاشی لی۔ ناگ نے بھی ایک ایک چیز کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ لیکن وہاں وائرلیس کا نام و نشان تک نہ تھا۔ مینیجر نے ناگ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''مسٹر ناگ اب زیادہ شرمندہ نہ کراؤ''۔

''بہتر ہے واپس چلتے ہیں''۔

www.urdufanz.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

اندھا جاسوس

ناگ اپنے بستر پر لیٹ کر گہری سوچ میں گم ہو گیا۔

یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ اندھا سوداگر وائرلیس سیٹ کہیں ایسی جگہ گم کر دے کہ وہ نہ ملے؟ اس نے ضرور دھوکا کیا ہے۔

کیا اسے معلوم ہو گیا تھا کہ مینیجر اس کے کیبن کی تلاشی لینے آ رہا ہے؟۔

ناگ کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

ادھر کپتان نے مینیجر کو بلا کر پوچھا۔

"وائرلیس سیٹ ملا کیا؟"۔

"جی نہیں اطلاع غلط تھی"۔

کپتان نے ہنس کر کہا۔

"مینیجر صاحب! مسٹر ناگ تو مجھے پہلے دن ہی سے کوئی پاگل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ اس کے پاگل پن کا آپ پر بھی اثر ہو گیا ہے"۔

"آئی ایم سوری سر!"۔

کپتان نے پائپ سلگاتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ جا کر اپنا کام کریں اور وہاں آئندہ سے اس شخص ناگ کی کسی بات پر بھروسہ نہ کریں"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

"یس سر!"۔

مینیجر شرمسار ہو کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

دوسرے روز تیسرے پہر کے قریب جہاز جبرالٹر کی بندرگاہ پر جا کر لگ گیا۔ اندھا سوداگر یہاں اتر گیا۔ کیوں کہ اسے اسی جگہ اترنا تھا۔

ناگ اسے چھڑی سے راستہ ٹٹولتے اپنے نوکروں کے ساتھ جہاز سے اترتے اور پھر ایک سفید رنگ کی خوبصورت گاڑی میں سوار ہو کر جاتے دیکھتا رہا۔

مینیجر ناگ کے قریب ہی ڈیک کے جنگلے پر کھڑا تھا۔ کہنے لگا۔

خدا کا شکر ہے مسٹر فرانسوا کو خبر نہیں ہوئی کہ میں نے اس کے

کیبن کی تلاشی لی تھی۔ ورنہ مجھے بے حد شرمندگی ہوتی۔

پھر وہ ناگ کی طرف دیکھ کر بولا۔

"تم نے تو میری بے عزتی کروانے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی"۔

ناگ نے کہا۔

"میں اب بھی یہی کہوں گا کہ میں نے اس اندھے سوداگر اور اس نقلی اندھے کو کتاب پڑھتے، کاغذ پر لکھتے اور وائرلیس سیٹ پر جرمن جہازوں کو خفیہ سگنل دیتے دیکھا ہے"۔

مینیجر نے ناگ کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"خدا کے لیے آہستہ بولو۔ اگر کسی نے سن لیا تو وہ تمہارے ساتھ مجھے بھی جبرالٹر کے پاگل خانے میں پہنچا دے گا"۔

www.urdusalar.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

جہاز کو اگلے روز صبح منہ اندھیرے وہاں سے چلنا تھا۔

ناگ شام کو جبرالٹر کے بازاروں کی سیر کرنے نکل آیا۔ دل میں ایک خیال یہ بھی تھا کہ شاید کسی جگہ ماریا یا عنبر کی صورت نظر آ جائے۔

جبرالٹر کے بازاروں میں کافی رونق تھی۔ قسم قسم کے ملکوں کے لوگ چل پھر رہے تھے۔ سپاہی خاصی تعداد میں گھوم پھر رہے تھے۔

ناگ گھومتے پھرتے شہر کے ایک گنجان اور بہت ہی بارونق علاقے میں آ گیا۔ اچانک اس نے ایک سفید رنگ کی عمارت کے آگے دوسری گاڑیوں میں اندھے سوداگر کی گاڑی کو کھڑے دیکھا۔

وہ ضرور اس عمارت میں آیا ہے۔ ناگ نے اس کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ایک کونے میں جا کر لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر کھڑا ہو گیا۔

پھر اس نے ایکدم سے انسان کی شکل بدل کر ایک بلبل کی شکل اختیار کی اور اڑتا ہوا اس عمارت کی دوسری منزل کی کھڑکی میں جا کر بیٹھ گیا جس کے نیچے نقلی اندھے کی شاندار گاڑی کھڑی تھی۔

اس نے کھڑکی کے شیشے میں سے دیکھا کہ اندر ایک شاندار قالین بچھا تھا۔

میز کرسیاں لگی تھیں۔ وہی اندھا سوداگر ایک کرسی پر بیٹھا دوسرے شخص سے باتیں کر رہا تھا۔ ناگ کو ان کی آواز سنائی نہیں

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

دے رہی تھی۔

کیونکہ کھڑکی کا شیشہ کافی موٹا تھا۔ اس میں سے آواز باہر نہیں آرہی تھی۔ ناگ نے دیکھا کہ نقلی اندھے نے جیب میں سے ایک کاغذ نکالا اور اسے کھول کر دوسرے آدمی کے سامنے میز پر بچھا دیا۔ دونوں کچھ دیر تک جھک کر اس کاغذ کو دیکھتے رہے۔

شاید اس کاغذ پر کوئی نقشہ بنا ہوا تھا۔ دوسرا آدمی نقشے پر جگہ جگہ نشان لگانے لگا۔ پھر نقلی اندھے نے اٹھ کر اس شخص سے ہاتھ ملایا۔

کاغذ اس کے حوالے کیا۔

آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگایا۔ چھڑی ہاتھ میں لی۔ ہاتھ ملایا اور بڑے آرام سے چھڑی لہراتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

ناگ کھڑکی پر سے اڑ گیا۔

وہ واپس سڑک پر آگیا اور بجلی کے ایک کھمبے پر بیٹھ کر نقلی اندھے جاسوس کا انتظار کرنے لگا۔ نقلی اندھا نیچے آکر گاڑی میں سوار ہو گیا۔

اس نے ڈرائیور کو اشارہ کیا۔

شاندار گاڑی چل پڑی۔ گنجان بازار میں سے نکل کر وہ شہر کی چوڑی چکلی سڑک پر سمندر کے ساتھ ساتھ ایک طرف کو روانہ ہو گئی۔

ناگ بھی پرندے کی شکل میں اس کے ساتھ ساتھ، اس کے اوپر اڑتا جا رہا تھا۔ گاڑی کافی دور جا کر ایک بڑے سی خوبصورت محل کے دروازے میں داخل ہو گئی۔

www.urdusalaa.com
Pdf By
princeofdhump@urdufanz.com

یہ جگہ اس نقلی اندھے کا اپنا مکان تھا شاید۔ کیونکہ وہاں پہنچنے کے بعد گاڑی گیراج میں چلی گئی اور وہ خود اکیلا اپنے نوکروں کی مدد سے اوپر اپنی خواب گاہ میں آ گیا۔

ناگ کچھ دیر اس کی خواب گاہ کی کھڑکی میں بیٹھا اس کی نقل و حرکت دیکھتا رہا۔ وہ کپڑے بدل کر بستر پر لیٹ گیا تھا۔

نوکر نے چائے لا کر دی۔ اس نے چائے لی۔ نوکر کو باہر جانے کا اشارہ کیا اور اٹھ کر دروازہ بند کر کے اندر سے چٹخنی لگائی اور کھڑکی میں آ کر کھڑا ہو گیا۔

اس نے اپنا اندھوں والا سیاہ چشمہ اتار رکھا تھا اور وہ کھڑکی میں سے گردن باہر نکال کر آسمان کو بڑے شوق سے دیکھ رہا تھا۔

پھر اس کی نظر ایک بلبل پر پڑی جو اس کی کھڑکی پر بیٹھی اسے

غور سے دیکھ رہی تھی۔ نقلی اندھے نے ہاتھ آگے بڑھا کر بلبل کو پیار کرنے کی کوشش کی۔

ناگ جلدی سے پرے ہٹ گیا۔ نقلی اندھے نے اندر سے ڈبل روٹی کا ٹکڑا لا کر اس کے آگے ڈالا۔

بھلا ناگ اس پھندے میں آنے والا تھا۔

ناگ نے سوچا کہ اسے کوئی کرامت دکھانی چاہیے۔ اس نے ایک دم سے سانپ کا روپ بدل لیا۔

اب نقلی اندھے کے سامنے ایک سیاہ سانپ اپنا پھن لہرا رہا تھا۔ وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ ناگ دوبارہ بلبل بن گیا اور ہوا میں اڑ گیا۔

کچھ دور آسمان پر جا کر ناگ نے پیچھے گھوم کر دیکھا۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

نقلی اندھا اپنی آنکھوں کو بار بار مل رہا تھا۔ اس نے ابھی ابھی جو کچھ دیکھا تھا، اسے اس پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

ناگ اڑتا اڑتا سیدھا بندرگاہ پر اپنے جہاز پر آ گیا۔ اس وقت شام کا اندھیرا کافی پھیل گیا تھا۔ ڈیک پر بہت کم لوگ تھے۔

ناگ ایک کونے میں جا کر پھر سے انسانی شکل میں آ گیا۔ وہ ابھی کیبن کا تالا کھول کر اندر داخل ہوا ہی تھا کہ مینیجر مسکراتا ہوا آیا اور بولا۔

''کہو مسٹر ناگ! جبرالٹر شہر کی خوب سیر کی؟''۔

ناگ نے پہلے سوچا کہ اسے نقلی اندھے کے بارے میں سب کچھ بتا دے۔

پھر خیال آیا کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ مینیجر اس کی باتوں پر اعتبار نہیں کرے گا بلکہ الٹا اسے پاگل سمجھنے لگے گا۔

چنانچہ وہ خاموش رہا۔ مینیجر نے کہا۔

''بھئی کیا بات ہے۔ آج تم بہت خاموش ہو؟''۔

ناگ نے کہا۔

''نہیں جناب! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں ذرا تھک گیا ہوں سیر کرتے کرتے''۔

مینیجر نے کہا۔

''فکر نہ کرو۔ ابھی نوکر کھانا لے کر آ رہا ہے ساتھ گرم گرم کافی بھی ہو گی۔ میں بھی کھانا تمہارے ساتھ ہی کھاؤں گا۔ تمہاری طبیعت کافی پی کر اور کھانا کھا کر تر و تازہ ہو جائے گی''۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ نے مینیجر کا شکریہ ادا کیا اور آئینے کے آگے کھڑے ہو کر اپنے بالوں میں کنگھی کرنے لگا۔

نوکر کھانا لے کر آ گیا۔ دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔

مینیجر اسے اپنے اگلے سفر کی باتیں بتاتا رہا کہ ان کا جہاز کہاں کہاں سے گزرے گا۔

"اب ہمارے سفر کا سب سے خطرناک مرحلہ گزرنے والا ہے۔ ہم جس سمندر سے اب گزریں گے وہاں جرمن آبدوزوں کا بڑا ڈر ہے۔ لیکن خدا نے چاہا تو ہم خیر خیریت سے گزر جائیں گے"۔

ناگ نے پوچھا۔

"کیا ان جرمن آبدوزوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمارے

جہاز پر بھی کوئی توپ خانہ وغیرہ ہے؟"۔

مینیجر بولا۔

"کاش ایسا ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ جہاز ایک پرانا ڈچ جہاز ہے اور اس پر توپ لگانے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ اصل میں یہ اسکندریہ سے انڈونیشیا تک سفر کرتا تھا۔ لندن یہ پہلی بار جا رہا ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"اور اگر جرمن آبدوز نے اسے غرق کر دیا تو کیا ہوگا؟"۔

مینیجر نے کہا۔

"خدا نہ کرے ایسا ہو۔ لیکن اگر ہم پر حملہ ہوا تو ہم کوشش کریں گے کہ جہاز کو کسی نہ کسی طرح کھینچ کر ساحل پر لے

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

جائیں‘‘۔

’’اور اگر آپ ایسا نہ کر سکے اور جہاز غرق ہو گیا تو کیا ہو گا؟‘‘۔

’’تو پھر ہمارے جہاز پر چار کشتیاں موجود ہیں۔ ہم سب لوگ ان چاروں کشتیوں میں آسانی سے بیٹھ کر سفر کر سکیں گے‘‘۔

ناگ نے کہا۔

’’میرا خیال ہے جرمن ہمیں کشتی میں سفر نہیں کرنے دیں گے۔ ان کی مشین گنیں ہمیں اڑا کر رکھ دیں گی‘‘۔

مینیجر نے تڑپ کر کہا۔

’’بھائی! تم یہ منحوس باتیں کیوں کر رہے ہو‘‘۔

’’اس لیے کہ میں نے اس اندھے جاسوس کو دشمن کے ساتھ

وائرلیس پر باتیں کرتے دیکھ لیا ہے اور اب بھی شہر میں جا کر دیکھا ہے کہ وہ ایک سفید عمارت میں کسی پر اسرار شخص کو نقشہ دکھا کر اس سے گفتگو کر رہا تھا‘‘۔

مینیجر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

’’مسٹر ناگ! مجھے بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے ایک معزز دوست کی بے عزتی کر رہے ہو اور اس پر خواہ مخواہ ایک ایسا سنگین الزام لگا رہے ہو جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے‘‘۔

ناگ بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بھی غصے میں آ گیا تھا۔ کہنے لگا۔

’’مسٹر مینیجر! تم بھی میری بات غور سے سن لو۔ وہ تم نہیں

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

جانتے جو میں جانتا ہوں۔ اگر کھلے سمندر میں جا کر اس جہاز کو کوئی حادثہ پیش آ گیا تو تم میں سے ایک بھی زندہ نہ بچ سکے گا“۔

مینیجر نے کہا۔

”اور ہمارے ساتھ تم بھی زندہ نہ بچو گے“۔

ناگ بولا۔

”اس بات کو بھول جاؤ۔ شاید اس جہاز پر صرف میں ہی ایک ایسا شخص ہوں گا جو زندہ بچے گا“۔

مینیجر نے میز پر زور سے ہاتھ مارا اور یہ کہہ کر کیبن سے باہر نکل گیا۔

”مسٹر ناگ! تم بے کار باتیں کر رہے ہو اور ایسی باتیں سننے کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے“۔

ناگ غصے میں دیر تک فرش پر ادھر سے ادھر ٹہلتا رہا۔

اسے بڑا افسوس ہو رہا تھا کہ یہ لوگ خواہ مخواہ آنکھوں پر پٹی باندھے بیٹھے ہیں اور معاملے کو حقیقت کی روشنی میں نہیں دیکھتے۔

آخر وہ خود ہی ٹھنڈا ہو گیا اور یہ سوچ کر بستر پر لیٹ گیا کہ اس نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اس مینیجر نے مجھ پر جہاز میں سیٹ دے کر احسان کیا تھا میں اس کے احسان کا بدلہ اس کے جہاز اور جہاز کے عملے کو بچا کر دینا چاہتا تھا۔

مگر یہ شخص بدنصیب ہے اور خود ہی موت کے منہ میں جا رہا ہے۔ پھر وہ کیا کر سکتا ہے۔ ناگ کو پورا یقین تھا کہ اس جہاز کو بحیرہ روم میں تباہ کر دیا جائے گا۔

آدھی رات تک ناگ جاگتا رہا اور پھر سو گیا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

پچھلے پہر منہ اندھیرے اس کی آنکھ کھل گئی۔

جہاز کے انجن چل رہے تھے اور کیبن کے فرش پر ہلکا ہلکا لرزہ طاری ہو گیا تھا۔

اس نے شیشے والے گول سوراخ میں سے باہر جھانکا۔ باہر صبح کی نیلی دھندلی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

اس روشنی میں اس نے دیکھا کہ جبرالٹر کے پہاڑ بہت دور رہ گئے تھے اور جہاز نیلے سمندر میں سفر کر رہا تھا۔

ناگ کروٹ بدل کر سو گیا۔

دروازے پر کسی نے دستک دی۔ ناگ انگڑائی لے کر اٹھا۔ سلیپر پہن کر گون پہنا اور دروازہ کھول دیا۔ سامنے نوکر ناشتے کی ٹرے لیے کھڑا تھا۔

کہنے لگا۔

"منیجر صاحب نے سلام بولا ہے اور کہا ہے کہ ناشتے پر میں نہیں آ سکتا۔ دوپہر کے کھانے پر ضرور آؤں گا۔"

ناگ ہنس پڑا۔

یہ منیجر طبیعت کا بڑا اچھا اور خوش اخلاق انسان تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ منیجر بحیرہ روم کے پانیوں میں جہاز کے ساتھ ڈوب جائے۔

لیکن حالات اور واقعات جیسے رونما ہو رہے تھے کہ ایسا لگتا تھا کہ یہ منیجر بچ نہ سکے گا۔

ناگ نے اکیلے ہی ناشتہ کیا اور کافی بنا کر پینے لگا کافی پیتے ہوئے اس کا خیال عنبر اور ماریا کی طرف چلا گیا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

سوچنے لگا، جانے وہ لوگ کہاں ہوں گے۔ کس حال میں ہوں گے؟

کیا لندن میں ان سے ملاقات ہو بھی سکے گی یا نہیں؟۔

کافی ختم کرنے کے بعد وہ دوبارہ بستر پر لیٹ کر پڑھنے لگا۔

نوکر آ کر ٹرے اور برتن واپس لے گیا۔ کافی دیر تک ناگ پڑھتا رہا۔ پھر اسے نیند آ گئی۔ جب وہ سو کر اٹھا تو کیبن کے سوراخ کے شیشے میں سے بڑی چمکیلی روشنی اندر آ رہی تھی۔

اس نے جھانک کر دیکھا۔ جہاز بے حد نیلے سمندر میں سفر کر رہا تھا۔ لہریں دور دور سے آ کر جہاز سے ٹکرا کر گزر رہی تھیں۔ آسمان بھی گہرا نیلا اور شفاف تھا۔

اچانک ناگ کو خیال آ گیا کہ اگر اس لمبے جہاز کو تارپیڈو لگ

جائے تو کیا ہو؟۔

اس نے اس خیال کو دماغ سے جھٹک دیا۔ اور اٹھ کر منہ ہاتھ دھونے لگا۔ منہ ہاتھ دھو کر اس نے کپڑے تبدیل کئے۔

بالوں کو کنگھی کی اور باہر جا کر چہل قدمی کرنے کی سوچ رہا تھا۔ کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

اس نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ باہر مینیجر نوکر کے ساتھ کھانا لیے کھڑا ہے اور مسکرا رہا ہے۔

"صبح بخیر مسٹر ناگ"۔

وہ اندر آ گیا۔ نوکر نے میز پر کھانا لگا دیا۔ مینیجر نے ناگ سے ہاتھ ملا کر کہا۔

"بھائی! مجھے امید ہے کہ تم نے میری باتوں کا برا نہیں منایا ہو

www.urdufanz.com
Pdf By princeofdbump@urdufanz.com

گا"۔

ناگ نے بھی مسکرا کر کہا۔

"جناب! میں بھول گیا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ بھی میری سخت باتوں کو بھول گئے ہوں گے"۔

"بہر حال یہ خوشی کی بات ہے اور ہمیں اس روشن نیلے آسمان والے چمکیلے دن کی خوشی میں آج پیٹ بھر کر بطخ کا گوشت کھانا چاہیے میں نے آج کے کھانے کے لیے خاص طور پر ایک بطخ پکوائی تھی"۔

"شکریہ! شکریہ!"۔

ناگ نے مینیجر کا شکریہ ادا کیا اور وہ دونوں کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ کھانے پر وہ دونوں بڑی خوش دلی سے باتیں کرتے رہے۔

کھانا ختم ہو گیا۔ نوکر آ کر برتن لے گیا۔ مینیجر نے کافی بنائی۔

دونوں کافی کی پیالیاں ہاتھوں میں لے کر اس کی چسکیاں لینے اور ہلکی ہلکی باتیں کرنے لگے۔

ناگ کرسی پر بیٹھا تھا مینیجر اٹھ کر کیبن میں ٹہل ٹہل کر کافی کی چسکیاں لینے لگا۔

بولا۔

"جب میں بہت خوش ہوتا ہوں تو چل پھر کر۔ کافی پیا کرتا ہوں"۔

وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ ناگ کا دھیان دوسری طرف تھا۔

اس نے محسوس کیا کہ قہقہہ لگانے کے بعد مینیجر نے کوئی بات نہیں کی۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

ناگ نے مینیجر کی طرف دیکھا کہ وہ کیبن کے شیشے والے سوراخ میں جھکا باہر سمندر میں کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔

ناگ نے پوچھا۔

''معلوم ہوتا ہے، آپ روشن دن کا لطف اٹھا رہے ہیں۔''

(عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 66)

بھیانک دھماکا

مینیجر نے کوئی جواب نہ دیا۔

وہ اسی طرح کیبن کے سوراخ پر جھکا باہر سمندر میں دیکھ رہا تھا۔

اس کے ہاتھ سے پیالی خود بخود بستر پر گر پڑی۔ ناگ نے جلدی سے آگے بڑھ کر پیالی اٹھائی۔ ساری کافی بستر پر پھیل گئی تھی۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

"کیابات ہے مسٹر مینیجر؟"۔

ناگ نے پوچھا۔

مینیجر جواب دینے کی بجائے بڑی تیزی سے پیچھے ہٹا۔ اور کیبن کے دروازے کی طرف پاگلوں کی طرح بھاگا۔

اس کے منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا۔ ناگ اسے بھول گیا۔ اس نے باہر سوراخ میں سے جھانکا تو اس کا سانس اوپر کا اوپر رہ گیا۔

دور سمندر میں ایک آبدوز ابھر رہی تھی۔ اب ناگ کے ہاتھ سے پیالی نیچے گر پڑی۔

آخر وہی ہوا جس کا اسے خطرہ تھا یہ خوف ناک آبدوز جرمنوں کی تھی اور وہ اس مال بردار جہازوں کو تباہ کرنے کے لیے

سمندر میں نکل کر سامنے آ گئی تھی۔ وہ تیزی کے ساتھ کیبن سے نکل کر اوپر ڈیک پر آ گیا۔

یہاں اس نے آبدوز کو غور سے دیکھا۔ آبدوز یقیناً دشمن کی تھی اور جہاز سے کافی فاصلے پر تھی۔ شاید وہ سمندر کی سطح پر آ کر بڑے اطمینان سے مال بردار جہاز کا جائزہ لے رہی تھی۔

کیونکہ نقلی اندھے جاسوس کے سگنل سے اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس جہاز پر کوئی توپ وغیرہ نہیں ہے۔

اس لیے وہ بے فکر ہو کر سمندر پر ابھر آئی تھی۔ ورنہ آبدوزیں اس طرح دشمن کے جہاز کو دیکھ کر سطح سمندر پر نہیں ابھرا کرتیں۔

ادھر سارے جہاز پر ایک کھلبلی سی مچ گئی تھی۔

مینیجر نے جا کر کپتان کو آبدوز کی اطلاع کر دی تھی۔ کپتان

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

دور بین لے ڈیک پر آ گیا۔ ناگ اس کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔

اس نے مینیجر سے کہا۔

”کیا میں نہ کہتا تھا کہ وہ نقلی اندھا دشمن کی آبدوز کو سگنل کر کے اطلاع دے رہا ہے؟“

مگر آپ میں سے کسی نے میری بات پر یقین نہ کیا۔

”کاش! آپ میری بات کو سچ مان لیتے“۔

مینیجر اور کپتان دونوں کے ہوش اڑ گئے تھے۔ انہوں نے ناگ سے کہا۔

”خاموش! ہمیں سوچنے دو“۔

مگر سوچنے کا وقت تو نکل گیا تھا۔ اب تو کچھ کرنے کا وقت تھا۔

اور یہ لوگ کر بھی کچھ نہیں سکتے تھے۔ آبدوز نے اچانک سمندر کے اندر جانا شروع کر دیا۔

ناگ سمجھ گیا کہ آبدوز اب حملہ کرنے کی تیاری کر رہی ہے۔

اس بات کو مینیجر اور کپتان بھی سمجھ گئے تھے۔ پریشان ہو کر نیچے کی طرف بھاگے شاید وہ جہاز کا رخ موڑنے کی کوشش کرنے والے تھے۔

انہوں نے جہاز کا رخ موڑ دیا۔

جہاز دوسری طرف ہو گیا اور آبدوز ایک دوسرے زاویے پر چلی گئی۔

لیکن آبدوز کو ایک بڑا آسان شکار مل گیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ جہاز پر توپ وغیرہ کوئی نہیں ہے۔ اس لیے وہ بڑی بے فکری

Pdf By
princeofdhump@urdufanz.com

سے اس کا تعاقب کر رہی تھی۔

جہاز کے رخ موڑتے ہی آبدوز نے بھی اپنا رخ موڑ لیا تھا۔

کیونکہ ابھی جہاز کو رخ موڑے چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ جہاز کے ڈیک پر کھڑے جہازوں نے دور سے ایک سفید لکیر اپنے جہاز کی طرف بڑھتی دیکھی۔

چاروں طرف ایک شور مچ گیا۔

یہ لکیر اس تارپیڈو یا بم کی تھی جو آبدوز نے جہاز کی طرف پھینکا تھا۔ دو کشتیاں سمندر میں بڑی مشکل سے اتاری جا سکی تھیں۔

ان کشتیوں میں ملاحوں نے چھلانگیں لگانی شروع کر دیں۔

کشتیاں ڈولنے لگیں۔

تارپیڈو کی سفید لکیر آ رہی تھی۔

اور پھر جہاز کو ایک اور بم لگا۔ دوسرا بھیانک دھماکا ہوا۔ اور جہاز دوسری کو گھوم گیا۔ اس کے ساتھ ہی جہاز میں آگ لگ گئی اور اس کا اگلا حصہ سمندر میں غرق ہو گیا۔

جہاز کا پچھلا حصہ اوپر کو اٹھ گیا۔ کسی کو کسی کا ہوش نہ تھا۔

ناگ نے دیکھا۔ جہاز پر سے اتاری جانے والی باقی دو کشتیوں میں آگ لگ گئی تھی۔

ملاحوں نے سمندر میں چھلانگیں لگا دی تھیں۔

ناگ جہاز کے اوپر اٹھے ہوئے حصے کی جانب جنگلے سے لگ کر کھڑا تھا۔ اس نے مینیجر اور کپتان کو دیکھنے کی کوشش کی مگر وہ اسے کہیں بھی نظر نہ آئے۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

بچی ہوئی دونوں کشتیاں سمندر میں ایک طرف کو جا رہی تھیں۔ ناگ نے اسی وقت ایک پرندے کی شکل اختیار کی اور جہاز پر سے اڑ گیا۔

اڑتا ہوا وہ ایک کشتی میں آ کر انسانی شکل میں آ کر بیٹھ گیا۔

اس کشتی میں پندرہ آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی اور وہاں کوئی پچاس آدمی سوار تھے۔ ان میں کپتان اور مینیجر بھی تھا۔

ناگ نے اسے آواز دی۔ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

ہر طرف افراتفری مچی تھی۔ اتنے میں جرمن آبدوز کچھ فاصلے پر سمندر میں ابھر آئی۔ اس کے عرشے پر جرمن برین گنیں لئے آ گئے۔ اور انہوں نے کشتیوں کے مسافروں پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔

ناگ نے چیخ کر کہا۔

"روکو! روکو! فائرنگ مت کرو"۔

لیکن اس کی آواز کون سن سکتا تھا۔ جرمنوں کی فائرنگ سے کشتی کے مسافر ہلاک ہونا شروع ہو گئے۔ اچانک جرمن آبدوز کی توپ نے گولے پھینکنے شروع کر دیئے۔

ایک گولہ کشتی کو آ کر لگا۔ کشتی کے پرخچے اڑ گئے۔ ناگ جلدی سے پرندہ بن کر آسمان میں اڑنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ کشتی کے سارے مسافر سمندر میں ڈوب رہے تھے۔

دوسرا گولہ دوسری کشتی پر جا کر لگا۔

وہ کشتی بھی سمندر میں غرق ہو گئی اور اس کے مسافر سمندری لہروں میں ڈوبنے ابھرنے لگے۔ جرمنوں نے آبدوز پر سے

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ڈوبتے مسافروں پر گولیاں برسانا شروع کر دیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے ساری کشتیاں اپنے مسافروں کے ساتھ سمندر میں ڈوب گئیں۔ اب ایک اور تارپیڈو جہاز کو لگا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور جہاز آہستہ آہستہ سمندر میں ڈوبنے لگا۔ پھر وہ گڑوم کی بھیانک آواز کے ساتھ ڈوب گیا۔

جہاز غرق ہو گیا۔

سارے مسافر ڈوب گئے۔ سمندر میں لہریں ابھریں پھر ہر طرف خاموشی چھا گئی۔

جرمن آبدوز پر سپاہی کھڑے اس تباہی کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ وہ تالیاں بجا بجا کر خوش ہو رہے تھے۔

ناگ کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اسے سب

سے زیادہ مینیجر کی موت کا افسوس تھا۔

وہ اڑتا اڑتا جرمن آبدوز کے اوپر جا کر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک منٹ کے اندر اندر سانپ کی شکل اختیار کی اور جرمن سپاہیوں پر حملہ کر دیا۔

دیکھتے دیکھتے اس نے چھ سات سپاہیوں کو ڈس دیا۔

وہ سارے کے سارے مر گئے۔ باقی نیچے کو بھاگے۔ ناگ نے سوچا کہ وہ پرندہ بن کر سمندر کے اوپر زیادہ دیر تک سفر نہ کر سکے گا۔

اسے اس آبدوز میں سفر کرنا چاہیے۔ پھر اسے خیال آیا کہ یہ جرمنوں کی آبدوز ہے اور وہ اگر اس آبدوز میں سوار ہو گیا تو لندن کبھی نہ پہنچ سکے گا۔

Pdf By princeofthump@urdufanz.com

اس خیال کے ساتھ ہی وہ ایک بار پھر پرندہ بن کر آسمان پر اڑنے لگا۔

آبدوز نے سمندر میں غوطہ لگا لیا تھا۔

ناگ نے آسمان پر اڑتے ہوئے دیکھا۔ سمندر ایک بار پھر پرسکون ہو گیا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے وہاں کبھی کوئی جہاز نہیں تھا۔

جہاز غرق ہو چکا تھا۔ آبدوز سمندر کے اندر چلی گئی تھی اور ہر طرف خاموشی تھی۔ ناگ نے ایک جانب کو اڑنا شروع کر دیا۔

اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کس سمت کو اڑ رہا ہے۔ مگر وہ اڑتا چلا جا رہا تھا۔ سورج مغرب میں غروب ہو رہا تھا۔

سمندر پر سنہری دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔

کافی دیر اڑنے کے بعد ناگ نے دور ایک جہاز کو دیکھا۔

یہ بحری جہاز کافی بڑا تھا اور اس کے ڈیک پر توپیں بھی لگی تھیں۔ ناگ اس جہاز کی طرف اڑنے لگا۔ جہاز پر پہنچ کر وہ اس کے عرشے پر جا کر بیٹھ گیا۔

وہاں کچھ بحری ملاح اپنے اپنے کام میں لگے تھے۔ ناگ نے محسوس کیا کہ وہ ایک امریکی جہاز ہے۔

ناگ نے فوراً انسانی شکل اختیار کر لی۔ ایک ملاح نے ناگ کو عام شہری لباس میں دیکھا تو بڑا حیران ہوا کہ یہ شہری کہاں سے آ گیا؟ کیونکہ وہ فوجی جہاز تھا۔

اس نے قریب آ کر پوچھا۔

"تم کون ہو؟ کہاں سے آ گئے ہو؟"۔

ناگ نے کہا۔

www.urdusela.com
www.urdusela.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

"مجھے اپنے کپتان کے پاس لے چلو، میں اس سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ وقت کم ہے"۔

"جلدی کرو"۔

ملاح نے ناگ کو پکڑ لیا اور شور مچا دیا۔ دوسرے ملاح بھی آ گئے۔

انہوں نے ناگ کو قابو میں کر لیا۔

ناگ نے کہا۔

"بھائیو مجھے جلدی سے کپتان کے پاس لے چلو"۔

ملاح اسے کپتان کے پاس لے گئے۔ کپتان نے ناگ کو غور سے سر سے لے کر پاؤں تک دیکھا اور گرج دار آواز میں کہا۔

"تم کون ہو؟ جہاز میں کیسے سوار ہو گئے؟ یہ تو جنگی جہاز

72
پراسرار سگنل
(عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 66)

ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"جناب! یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔ اس سمندر میں قریب ہی ایک جرمن آبدوز چھپی ہوئی ہے۔ اس نے برطانیہ کے ایک مال بردار جہاز کو ڈبو دیا ہے۔ اور اس کے سارے عملے کو غرق کر دیا ہے۔

جنوب مغرب کی جانب چل کر سمندر میں گولہ باری کریں۔ جرمن آبدوز اسی جگہ ہوگی۔

کپتان حیرانی سے ناگ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ نوجوان کس قسم کی بے معنی باتیں کر رہا ہے۔

اس نے غراتے ہوئے کہا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"مگر تم کون ہو؟"۔

ناگ نے کہا۔

"خدا کے لیے یہ ابھی مت پوچھیں۔ اس کا جواب میں بعد میں دوں گا۔ آپ آبدوز پر حملہ کریں"۔

لیکن یہاں بھی وہی ہوا جو پہلے والے جہاز پر ہوا تھا۔ ناگ کی موت پر کسی نے اعتبار نہ کیا اور اسے پکڑ کر جہاز کی حوالات میں بند کر دیا۔

ابھی اسے حوالات میں بند کئے چند منٹ ہی گذرے تھے کہ دور سمندر میں ایک سفید لکیر ابھری جو جہاز کی طرف بڑھ رہی تھی۔

کپتان نے چیخ کر کہا۔

"جرمن آبدوز۔۔۔ تارپیڈو آ رہا ہے۔ جہاز کا رخ بدل

دو۔ فائر۔۔۔ فائر۔۔۔"

یہ جہاز ایک بڑا جدید قسم کا جنگی جہاز تھا۔ اس کا رخ فوراً بدل دیا گیا اور توپوں نے آبدوز پر گولہ باری شروع کر دی۔

جہاز کے رخ بدل دینے سے جرمن آبدوز کا تارپیڈو دور نکل گیا۔ جہاز پر بڑی تباہ کن قسم کی آبدوز شکن توپیں لگی تھیں۔

ان کی گولہ باری نے آبدوز کو پریشان کر دیا۔ وہ سمندر کے نیچے ہی نیچے اب دور نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔

لیکن جہاز کی توپوں کے گولے برابر گر رہے تھے۔

آبدوز سمندر کی تہہ سے جا لگی۔ لیکن گولے وہاں بھی پہنچنے لگے۔ ایک گولہ آبدوز کی چھت پر آ کر لگا۔

ایک دھماکا ہوا اور آبدوز کی چھت پھٹ گئی۔ چھت کے پھٹتے

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ہی پانی اندر جانا شروع ہو گیا۔ آبدوز غرق ہو گئی۔

اس کا سارا تیل سمندر کی سطح پر آ گیا۔ تیل کے دھبے دیکھ کر

امریکی جہاز کے کپتان کو یقین ہو گیا کہ آبدوز غرق ہو گئی ہے۔

تھوڑی دیر بعد آبدوز کے ملاحوں کی لاشیں بھی سمندر کی سطح پر

ابھر آئیں۔

کپتان نے اسی وقت حکم دیا۔

"حوالات میں سے نوجوان قیدی کو لاؤ"۔

ناگ کو کپتان کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے ناگ سے

پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"ناگ"۔

کپتان نے پوچھا۔

"تم اس جہاز پر کیسے آ گئے؟"۔

ناگ نے کہا۔

"جادو کے ذریعے"۔

"کیا مطلب؟"۔

کپتان نے حیرت سے پوچھا۔

ناگ بولا۔

مطلب یہ ہے کہ میں جادو جانتا ہوں۔ میں مال بردار جہاز پر

سوار تھا کہ اس جرمن آبدوز نے حملہ کر کے اسے ڈبو دیا۔

میں وہاں سے جادو کے زور سے آپ کے جہاز پر آ گیا اور

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

آپ کو اس آبدوز سے خبردار کیا مگر کسی نے میری بات نہ سنی۔

کپتان نے کہا۔

"تمہارا شکریہ نوجوان! ہمیں خوشی ہے کہ تم ہمارے جہاز پر آئے۔ اب اپنے جادو کے زور سے یہ بتاؤ کہ کیا اس سمندر میں کوئی دوسری جرمن آبدوز بھی موجود ہے؟"۔

ناگ نے کہا۔

میں ابھی آپ کو کچھ نہیں بتا سکتا۔ ابھی تو آپ سب سے پہلے مجھے کھانا کھلائیں۔ کیونکہ مجھے سخت بھوک لگی ہے۔ اس کے بعد میں آرام کروں گا۔

کیونکہ میں سخت تھک گیا ہوں۔ جب سو کر اٹھوں گا۔

تو پھر آپ سے کوئی بات کروں گا۔

کپتان نے مسکراتے ہوئے اپنے ماتحتوں سے کہا۔

"اس نوجوان کو بہترین کھانا کھلاؤ۔ اسے بہترین کیبن میں لے جا کر بڑے آرام وہ بستر پر سلا دو"۔

پیٹ بھر کر بہترین کھانا کھانے کے بعد ناگ نے ساری رات آرام کیا۔ دوسرے دن وہ اٹھا تو بڑا ہشاش بشاش تھا۔

کپتان خود اس کے کیبن میں آ گیا اور بولا۔

"نوجوان جادوگر! کیا تم دشمن کی آبدوزوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے تیار ہو؟"۔

ناگ نے کہا۔

"پہلے مجھے آپ یہ بتائیں کہ یہ جہاز کہاں جا رہا ہے؟"۔

کپتان نے پوچھا۔

Pdf By
princeofdhump@urdufanz.com

"تم کہاں جانا چاہتے ہو؟"۔

ناگ بولا۔

"میں لندن جانا چاہتا ہوں۔ وہاں میری ماں بیمار ہے"۔

کپتان نے کہا۔

"ہم لندن ہی جا رہے ہیں"۔

ناگ نے کہا۔

"بڑی خوشی کی بات ہے"۔

"تو پھر اب تم ضرور دشمن کے جہازوں کا اپنے جادو کے زور سے پتہ لگاؤ گے؟"۔

ناگ نے کہا۔

"ضرور۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مجھے تنہا چھوڑ دیا جائے اور جس

وقت میں عرشے پر آؤں یہاں اور کوئی نہ ہو۔ کیا یہ شرط آپ کو منظور ہے؟"۔

کپتان نے کہا۔

"بالکل منظور ہے"۔

ناگ بولا۔

"بس پھر ٹھیک ہے۔ آپ سارے لوگوں کو کہیں کہ وہ نیچے چلے جائیں۔ اور آپ بھی نیچے چلے جائیں۔ پندرہ منٹ کے بعد اوپر واپس آئیں۔ پھر میں آپ کو بتاؤں گا کہ دشمن کے جہاز کس مقام پر ہیں"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

گولہ باری تیز کرو

امریکی جہاز کے کپتان نے اسی وقت حکم دے دیا۔

"سب سپاہی نیچے چلے جائیں"۔

ایک دم ڈیک خالی ہو گیا۔ ناگ وہاں بالکل اکیلا رہ گیا۔ وہ یہی چاہتا تھا کہ اسے انسان سے پرندہ بنتے کوئی نہ دیکھ سکے۔

جب اس نے دیکھا کہ وہاں کوئی بھی نہیں ہے تو ایک دم سے عقاب بن کر جہاز کے عرشے سے اڑا اور آسمان میں پرواز کرنے

لگا۔

سمندر کے اوپر اڑتے اڑتے عقاب کافی دور تک نکل گیا۔

اچانک اس نے نیچے گردن گھما کر دیکھا کہ ایک جرمن جہاز بڑھا چلا آ رہا ہے۔ عقاب وہیں سے واپس مڑا۔

عرشے پر آ کر وہ پھر سے انسان کی شکل میں آ گیا۔ اس نے نیچے جا کر کپتان سے ملاقات کی اور کہا۔

"ایک جرمن جہاز یہاں سے تھوڑی دور سمندر میں سفر کر رہا ہے۔ میں نے اسے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے"۔

امریکی جہاز کے کپتان نے ہنس کر کہا۔

"کیا اس جہاز پر بادبان تھے؟"۔

اصل میں وہ ناگ کا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ناگ

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

نے اس مذاق کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"مذاق کرنے کی ناکام کوشش نہ کریں اور اپنے راڈار والوں سے کہیں کہ وہ اس جہاز کو دیکھنے کی کوشش کریں"۔

کپتان نے کہا۔

"میرا راڈار تو اس جہاز کو ایک منٹ میں معلوم کریگا۔ سوال یہ ہے کہ کیا تم نے بھی اپنے جادو کے زور سے اس جہاز کو دیکھا ہے کہ نہیں؟"۔

ناگ نے کہا۔

"میں جو کچھ کہہ رہا ہوں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ اسی لیے آپ اپنے راڈار والے سے کہیں کہ وہ اپنی سکرین پر جہاز کو دیکھنے کی کوشش کرے"۔

ابھی وہ یہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ نیچے سے ایک ملاح نے چیخ کر کہا۔

"سر! ابھی ابھی دشمن کا ایک جہاز نظر آیا ہے"۔

اتنا سن کر کپتان نے حیرانی سے ناگ کی طرف دیکھا اور نیچے چلا گیا۔

ناگ بھی اس کے ساتھ ہی گیا۔ نیچے جا کر کپتان نے راڈار کی سکرین پر دیکھا تو ایک جہاز ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اس نے کہا۔

"فوراً توپوں کا رخ جہاز کی طرف کر دیا جائے"۔

اسی وقت ساری توپوں کا رخ جرمن جہاز کی طرف کر دیا گیا۔

ناگ نے کہا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"اس جہاز پر سات توپیں لگی ہیں"۔ میں نے اپنے جادو کے زور سے معلوم کیا ہے۔

کپتان نے ناگ کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"تم نے ٹھیک کہا۔ فکر نہ کرو۔ ہم دشمن کے جہاز کو سمندر میں غرق کر دیں گے"۔

ناگ نے کہا۔

"وہ بہت بڑا جہاز ہے۔ میں نے اسے دیکھا لیا ہے۔ اس کا مقابلہ پوری طاقت سے کرنا ہوگا"۔

کپتان نے کہا۔

"کوئی گھبرانے کی بات نہیں۔ تم دیکھو گے کہ ہم اس جہاز کو اپنی توپوں کے گولوں سے بھسم کر کے رکھ دیں گے"۔

نیچے سے ایک انجینئر نے آ کر کہا۔

"سر! جرمن جہاز نے ہمارے جہاز کو دیکھ لیا ہے اور وہ ہماری طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے"۔

کپتان نے چنگھاڑ کر کہا۔

"جہاز کو جنگی پوزیشن میں لا کر اس پر گولہ باری شروع کر دو"۔

جہاز کی پوزیشن بدل دی گئی۔ کپتان کے ساتھ ہی ناگ جہاز کے عرشے پر آ گیا۔ اسی وقت توپوں نے گولے اگلنے شروع کر دیئے۔

اب جرمن جہاز بالکل سامنے دور سمندر میں نظر آ رہا تھا۔ اس نے بھی گولہ باری شروع کر دی۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

دونوں طرف سے جنگ شروع ہوگئی۔ لیکن امریکی جہاز کو پہل حاصل ہوگئی تھی۔ اس نے گولہ باری پہلے شروع کر دی تھی۔ ان کے گولے جرمن جہاز کے اوپر جا کر پھٹنے لگے۔ انہوں نے دوربین سے دیکھا کہ جرمن جہاز میں آگ لگ گئی تھی۔

کپتان نے چیخ کر کہا۔

"گولہ باری تیز کر دو۔"

گولے ایک کے بعد ایک جانے لگے۔ جرمن جہاز کے صحیح گولے سمندر میں گر رہے تھے۔ کیونکہ انہوں نے صحیح فاصلہ نہیں ناپا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جرمن جہاز لٹا ہوا سمندر میں غرق ہو رہا تھا۔

ناگ اور امریکی کپتان جہاز کے عرشے پر کھڑے دشمن کے جہاز

کو غرق ہوتے دیکھ رہے تھے۔ جہاز غرق ہوگیا۔

اس میں سے ایک بھی ملاح زندہ نہ بچا۔ امریکی جہاز کے کپتان نے ناگ سے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔ ہم دونوں ایک جگہ بیٹھ کر کافی پئیں گے۔"

ناگ نے سر ہلا کر رضامندی کا اظہار کیا اور امریکی کپتان کے ساتھ نیچے اس کے کیبن میں آ گیا۔

امریکی کپتان ناگ سے اور معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا اور ناگ صرف لندن پہنچنا چاہتا تھا۔ جہاں وہ ماریا اور عنبر کو تلاش کرنے کا خواہش مند تھا۔

کیبن میں ان دونوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ امریکی کپتان

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

نے خود ناگ کے لیے کافی بنائی اور پیالہ اسے پیش کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ناگ تم بڑی خوبیوں کے مالک ہو۔ اگر تم پسند کرو تو میں لندن پہنچ کر تمہیں بحریہ کے محکمہ جاسوسی میں کام دلوا سکتا ہوں"۔

ناگ نے سوچا کہ اسے لندن میں ہی رہنا ہے۔ وہاں رہ کر عنبر اور ماریا کو تلاش کرنا ہے۔ یہ اچھی بات ہے کہ اسے وہاں نوکری بھی مل جائے۔

اس طرح وہ بڑے سکون کے ساتھ لندن میں رہ سکے گا۔

اس نے کہا۔

"خوبیاں تو خیر مجھ میں ایسی کوئی نہیں ہیں۔ ہاں البتہ اگر تم

مجھے نوکری دلوا دو تو بڑی اچھی بات ہوگی۔ لیکن میری شرط ہوگی"۔

"کون سی شرط؟"۔

کپتان نے پوچھا۔

"کام میں اپنی مرضی سے کروں گا۔ یعنی جو کام مجھے پسند نہیں ہوگا نہیں کروں گا"۔

کپتان کچھ سوچ کر بولا۔

"میں کوشش کروں گا کہ وہ لوگ تمہاری شرط مان جائیں"۔

کپتان کافی کی پیالی میز پر رکھ کر اٹھا۔ وہ جاتے جاتے مڑا اور بولا۔

"مسٹر ناگ! اگر تمہارا حساب یا تمہارا جادو تمہیں کسی اور جرمن تباہ کن جہاز کے بارے میں بتائے تو مجھے ضرور اطلاع

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

کرنا"۔

"ایسا ہی ہوگا"۔

کپتان چلا گیا۔ جہاز کچھ روز سمندر میں بڑے سکون کے ساتھ سفر کرنے کے بعد ساؤتھمپٹن کی بندرگاہ پر پہنچ گیا۔

کپتان ناگ کو ساتھ لے کر وزارت داخلہ کے دفتر گیا اور ناگ کا تعارف سیکرٹری محکمہ جاسوسی (بحریہ) سے کروایا۔

سیکرٹری نے بڑے غور سے ناگ کی طرف دیکھا اور اپنی بڑی ہی خفیہ زبان میں جسے سوائے وزارت جاسوسی کے چند ایک آدمیوں کے دوسرا کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا تھا کہا۔

"یار! یہ تو مجھے کوئی لڑکا معلوم ہوتا ہے۔ اس کی تم سفارش کر رہے ہو؟"۔

کپتان نے اسی خفیہ زبان میں کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر آسکر! مگر اس کے گن دیکھو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔ یہ آنے والے واقعات پہلے بتا دیتا ہے"۔

اب سیکرٹری نے اپنی زبان میں باتیں شروع کر دیں۔

ناگ اس کی خفیہ زبان سمجھ رہا تھا۔ وہ خاموش رہا۔

سیکرٹری نے کہا۔

"مسٹر ناگ! میں کپتان کی سفارش پر تمہیں اپنے ہاں کام کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم ہمارے لیے بڑے قیمتی نوجوان ثابت ہو گے"۔

ناگ نے کہا۔

"شکریہ مسٹر سیکرٹری"۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ کو سیکرٹری کا یہ انداز اچھا لگا کہ اس نے سیدھے سبھاؤ بغیر ناگ کا امتحان لیے اسے کام پر رکھ لیا تھا۔

دو تین روز گذر گئے۔ ناگ کو وزارت خارجہ کی عمارت میں ایک کمرہ مل گیا تھا وہاں وہ رہ رہا تھا۔ دن میں وہ شہر کا چکر لگا کر عنبر اور ماریا کو بھی ادھر ادھر دیکھ لیتا تھا۔

ایک ہفتے بعد سیکرٹری مسٹر آسکر نے ناگ کو اپنے دفتر میں طلب کر لیا۔

ناگ کمرے میں پہنچا تو سیکرٹری اٹھ کر اس سے ملا۔ اس کے چہرے پر کچھ سنجیدگی چھائی تھی۔ اس نے ناگ کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور گھنٹی بجا کر کافی منگوائی۔

کافی پیتے ہوئے سیکرٹری نے کہا۔

www.urdusala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

’’مسٹر ناگ! تمہیں ایک بڑے اہم مشن کو پورا کرنا ہوگا۔ یہ مشن خطرناک بھی ہے اور ضروری بھی۔ اس میں ہمارے ملک اور قوم کی عزت کا سوال ہے‘‘۔

ناگ نے پوچھا۔

’’مشن کیا ہے؟ وہ بھی بتایئے‘‘۔

’’سیکرٹری نے کہا‘‘

انگلستان اور فرانس کے درمیان ایک بائیس چوبیس میل لمبا سمندر حائل ہے۔ اس سمندر میں فرانس کے ساحل کے قریب برطانیہ کا ایک جزیرہ ہے جس پر فرانس کیساتھ ہی جرمنوں نے قبضہ کر لیا۔

اس جزیرے میں تھوڑے سے لوگ رہتے ہیں۔ جزیرہ کوئی

www.urdusala.com

دو میل لمبا اور اتنا ہی چوڑا ہے۔ یہاں کے لوگ زیادہ تر کسان ہیں۔

اور ہمارے وفادار ہیں مگر جرمنوں نے انہیں اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔ وہاں ہمارا کوئی باقاعدہ مشن کام نہیں کر رہا۔

اس جزیرے کے شمال میں فرانس کے ساحل کی جانب ایک لائٹ ہاؤس ہے۔

اس لائٹ ہاؤس کے نیچے ایک تہہ خانہ ہے جہاں ہماری نئی آبدوز کا نقشہ دفن ہے۔ ہمیں اس نقشے کی اس وقت بہت ضرورت ہے کیوں کہ وزارت جنگ وہ نئی آبدوز بنانا چاہتی ہے تاکہ جرمنی کی تباہ کن آبدوزوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔

تمہیں اس جزیرے پر جا کر وہ نقشہ لانا ہوگا۔

ناگ بڑے غور سے سیکرٹری کی باتیں سن رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے وہ خاموش ہو گیا۔

پھر اس نے کہا۔

"مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ وہ نقشہ کس جگہ دفن ہے؟"۔

سیکرٹری نے کہا۔

تمہارے ساتھ مس ایملی جائے گی۔ وہ اس جزیرے میں لائٹ ہاؤس پر ملازمت کر چکی ہے۔ ایک خفیہ آبدوز آدھی رات کو تمہیں اس جزیرے کے جنوبی ساحل پر جا کر اتار دے گی۔

آگے تمہارا کام ہوگا۔ تمہارا پاس ایک وائرلیس سیٹ ہوگا۔ تم ایک خاص فریکوئنسی پر ہر رات بارہ بجے ہم سے بات کر سکو گے۔

کیا اور کچھ پوچھنا پسند کرو گے؟۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ اور کیا پوچھتا۔ وہ خود بھی چاہتا تھا کہ ذرا کسی مہم پر نکلے۔ کچھ زندگی میں دلچسپی اور حرکت پیدا ہو۔ ویسے وہ ان لوگوں کے لیے کام کرنا چاہتا تھا۔ اسے یہ لوگ پسند آگئے تھے ان کا سلوک ناگ کے ساتھ بہت اچھا تھا۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"اور کچھ نہیں پوچھنا"۔

سیکرٹری نے گھنٹی بجا کر مس ایملی کو طلب کیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک سرخ بالوں والی خوبصورت دبلی پتلی سی لڑکی آگئی۔

سیکرٹری نے ناگ سے اس کا تعارف کروایا۔ ایملی نے ناگ سے ہاتھ ملا کر کہا۔

"مسٹر ناگ! مجھے تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی"۔

ناگ نے ایملی کی طرف غور سے دیکھا۔ ایملی نے محسوس کیا کہ ناگ کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک تھی۔

ناگ مسکرا کر بولا۔

"مجھے بھی تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے مس ایملی!"۔

پھر اس نے سیکرٹری سے کہا۔

"میں تیار ہوں"۔

"بہت خوب!"۔

سیکرٹری نے انہیں کچھ ضروری ہدایات دیں اور کہا۔

"رات گیارہ بجے آپ لوگ بندرگاہ کی جیٹی نمبر ۵ پر پہنچ جائیں"۔

ناگ ٹھیک وقت پر پہنچ گیا۔ ایملی پہلے سے اس کا انتظار کر

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

رہی تھی۔

سیکرٹری مسٹر آسکر بھی وہاں موجود تھا۔ بلیک آؤٹ کی وجہ سے ساری بندرگاہ پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

ان کے سامنے ایک چھوٹی سی کشتی سمندر کے کنارے ہلکے ہلکے جھکولے کھا رہی تھی کیونکہ سمندر میں تیز ہوا چل رہی تھی۔

آسکر نے ایملی اور ناگ کو ساتھ لیا اور کشتی میں سوار ہو گیا۔

کشتی سمندر میں کچھ دور تک سفر کرتی رہی۔ پھر اچانک سامنے ایک آبدوز نظر آئی۔ آسکر نے خفیہ سگنل دیا۔

آبدوز کے ڈیک پر کچھ ملاح نمودار ہوئے۔ انہوں نے سیڑھی پھینکی۔ کشتی آبدوز کے ساتھ جا لگی۔ سیڑھیاں چڑھ کر ایملی اور ناگ آبدوز کے ڈیک پر آ گئے۔

آسکر ابھی کشتی میں ہی تھا۔ اس نے دور سے ہاتھ ہلا کر کہا۔

"خدا تمہیں کامیاب کرے۔"

"خدا حافظ!"

ایملی اور ناگ نے ہاتھ ہلائے۔

آبدوز کے نیچے جا کر ایملی اور ناگ آبدوز کے کپتان سے ملے۔ وہ ایک چوڑے جبڑوں والا کرخت مزاج انگریز تھا۔

اس نے ان سے کوئی زیادہ بات نہ کی۔ بلند آواز میں حکم دیا۔

"آبدوز پانی میں اتارو۔ پچاس ڈگری شمال۔ رفتار تیس ناٹ۔ گہرائی ڈیڑھ سو فٹ۔"

آبدوز سمندر میں ڈوب گئی اور اس نے جزیرے کی جانب سمندر کے اندر ہی اندر سفر شروع کر دیا۔ ایملی اور ناگ ایک تنگ

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

سے کمرے میں کرسیوں پر بیٹھے تھے۔

ان کے سامنے کافی رکھی تھی۔ وہ اکیلے تھے۔ ناگ نے ایملی سے کہا۔

"جزیرے پر پہنچ کر ہم سب سے پہلے کہاں جائیں گے؟"

ایملی نے کہا۔

اس جزیرے پر میرا ایک چچا رہتا ہے۔ وہ ہمارا وفادار ہے۔ اس کا مکان جزیرے کے مغرب میں ایک جگہ پر ہے۔ ہم اس کے گھر جائیں گے۔ اسے پہلے ہی سے اطلاع کر دی گئی ہے۔ اس کے بعد سوچیں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہوگا۔

ناگ خاموش رہا۔

آبدوز سمندر کے نیچے سفر کرتی رہی۔ کوئی آدھ گھنٹے کے بعد

آبدوز کی رفتار کم ہو گئی اور پھر وہ پانی کی سطح پر ابھر آئی۔

کپتان نے ایملی اور ناگ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"آپ لوگ جلدی کریں۔ یہاں جرمنوں نے بارودی سرنگیں بچھا رکھی ہیں۔"

ایملی اور ناگ تیزی سے سیڑھی چڑھ کر آبدوز کے ڈیک پر آ گئے۔

چاروں طرف اندھیرا پھیلا تھا۔ سمندر کی لہریں سیاہ تھیں۔ تیز ہوا چل رہی تھی۔

جس مقام پر آبدوز کھڑی ہوئی تھی۔ وہاں سے جزیرہ کوئی دو تین فرلانگ کے فاصلے پر ہوگا۔ ایک چھوٹی سی ڈونگا کشتی پہلے سے سمندر میں اتار دی گئی تھی۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

ایملی اور ناگ کشتی میں سوار ہو گئے۔ آبدوز سمندر میں غائب ہو گئی۔

دونوں کشتی کو چپوؤں سے چلاتے ہوئے جزیرے کی ساحلی چٹانوں کے پاس آ کر رک گئے۔ ناگ نے تھیلا کندھے پر اٹھا لیا۔

اس تھیلے میں وائرلیس سیٹ، دستی بم، برین گن، دو پستول اور زمین کھودنے کے اوزار تھے۔ ایملی اس کے قریب منہ لا کر کہنے لگی۔

"تم میرے پیچھے چلے آؤ۔ اس علاقے میں ہو سکتا ہے، جرمن سپاہی رات کو گشت کرتے پھرتے ہوں۔"

ایملی اس جزیرے کے سارے علاقوں سے واقف تھی۔ وہ

پانچ برس اس جزیرے میں رہی تھی اور لائٹ ہاؤس پر کام کرتی رہی تھی۔

لائٹ ہاؤس پر اب بھی جو آدمی جرمنوں کی زیر نگرانی کام کرتا تھا، ایملی اسے جانتی تھی۔ ناگ، ایملی کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

جزیرے پر تاریکی چھائی تھی۔ آسمان پر ستارے بڑے دھندلے تھے۔ وہ اونچی نیچی چٹانوں کے درمیان سے گزر رہے تھے۔

یہاں سے باہر نکل کر وہ کھیتوں میں آ گئے۔ اب انہیں دور ایک ڈھلانی چھت والا مکان نظر آیا۔ ایملی نے سرگوشی میں ناگ سے کہا۔

"یہی میرے چچا کا مکان ہے۔ ہمیں اس جگہ جانا ہے۔ جس

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

وقت ایملی نے دروازے پر دستک دی، اس کا چچا گہری نیند سو رہا تھا۔ وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھا اور بڑبڑایا۔"

"آدھی رات کے وقت یہ کون احمق دروازے پر ہے؟"۔

ایملی نے دروازے کے ساتھ منہ لگا کر کہا۔

"انکل سام میں ہوں ایملی!"۔

انکل سام نے دروازہ کھول دیا اور خوشی سے ایملی کو ساتھ لگا لیا۔

"بیٹی! تم یہاں کیسے پہنچ گئیں۔ تمہیں جرمنوں نے دیکھا تو نہیں! یہ صاحب کون ہیں؟"۔

ایملی نے کہا۔

"انکل پہلے ہمیں گرم گرم دودھ پلائیں۔ پھر آپ سے باتیں ہوں گی۔ ہاں! یہ میرے ساتھی ہیں۔ مسٹر ناگ"۔

انکل سام نے اسی وقت دودھ گرم کر کے ناگ اور ایملی کے سامنے رکھ دیا۔

ایملی نے کہا۔

انکل! ہمیں وزارت بحریہ نے ایک خاص مشن پر یہاں بھیجا ہے۔

مشن کیا ہے؟۔

یہ میں ابھی آپ کو نہیں بتا سکتی۔ صرف اتنا بتاؤں گی کہ یہ مشن بے حد اہم ہے اور ہمیں دو چار دنوں کے اندر اندر اسے مکمل کر کے واپس برطانیہ پہنچنا ہے۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

انکل سام بولا۔

"میں تمہارے مشن کے لیے دعا کرتا ہوں۔ اور اگر میں بھی اپنے وطن انگلستان کے لیے کوئی خدمت کرسکوں تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی"۔

ایملی نے کہا۔

"ابھی آپ کی ضرورت نہیں ہوگی انکل۔ لیکن اگر وقت آیا تو آپ کو ضرور تکلیف دی جائے گی"۔

ایملی نے اسی وقت وائرلیس پر برطانیہ کی وزارت بحریہ سے رابطہ قائم کرکے انہیں اطلاع کردی کہ ہم خیریت سے جزیرے پر پہنچ گئے ہیں۔

اس کے بعد وہ لوگ سوگئے۔ صبح دن نکلا تو ایملی اور ناگ اٹھ

بیٹھے۔

انہوں نے دیہاتی لباس پہن لیا اور کھیتوں میں جاکر انکل سام کے ساتھ کام کرنے لگے۔ اصل میں وہ اردگرد کا جائزہ لے رہے تھے۔

انکل نے انہیں بتایا تھا کہ جزیرے پر کوئی دوسو کے قریب جرمن فوج ہے۔ انہوں نے چٹانوں پر انگلستان کی جانب توپیں بھی لگا رکھی ہیں

اور دوتین جگہوں پر سمندر کی جانب چٹانوں پر فوجی چوکیاں بھی بنی ہیں۔ جزیرے میں جرمن سپاہی گشت کرکے لوگوں کا جائزہ لیتے رہے۔

اس لیے تمہیں بڑی ہوشیاری سے رہنا ہوگا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

دوپہر کے بعد ایملی نے ناگ کو وانگل کے مکان پر ہی چھوڑا اور خود لائٹ ہاؤس کی جانب روانہ ہوگئی۔

اس نے دیہاتی لباس پہن رکھا تھا اور ہاتھ میں ٹوکری تھامی ہوئی تھی۔ جیسے وہ بازار سودا خریدنے جا رہی ہو۔ لائٹ ہاؤس تک پہنچنے کے لیے اس جزیرے کے بڑے بازار میں سے گذرنا پڑا۔ یہاں اس نے جرمن سپاہی دیکھے جو بندوقیں اٹھائے چل پھر رہے تھے۔ ایک جگہ دو جرمن سپاہی کھڑے تھے۔ انہوں نے ایملی کو دیکھا تو اسے قریب بلا کر پوچھا۔

"تم کون ہو؟ کہاں رہتی ہو؟ کہاں جا رہی ہو؟"۔

لائٹ ہاؤس

ایملی ذرا بھی نہ گھبرائی۔ بڑے اعتماد سے بولی۔

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اس جزیرے میں رہتی ہوں اور بازار سے سودا لینے آئی ہوں"۔

"تمہارا نام؟"۔

ایک سپاہی نے ایملی کے بالوں کو چھو کر کہا۔

ایملی نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"کرسٹین سام"۔

"بہت پیارا نام ہے"۔

دونوں سپاہی ہنس پڑے۔

ایملی غصے سے سر جھٹک کر آگے بڑھ گئی۔ وہ ادھر ادھر سے ہو کر لائٹ ہاؤس کے قریب آ کر رک گئی اور ایک جگہ جھاڑی کی اوٹ میں ہو کر لائٹ ہاؤس کو تکنے لگی۔

یہ لائٹ ہاؤس ایک چٹان کے اوپر بنا ہوا تھا۔ اس کا دروازہ بند تھا۔ اس نے سوچا بوڑھا ولیم ضرور اپنے چھوٹے سے کیبن میں کسی نہ کسی پرزے کی مرمت کر رہا ہوگا۔

اس نے جھاڑی سے نکل کر لائٹ ہاؤس کی طرف چلنا شروع کر دیا۔

اچانک ایملی کی نظر لائٹ ہاؤس کی پہلی منزل کی گیلری پر پڑ گئی۔

وہاں ایک جرمن سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔

پہلے وہ گیلری کی دوسری جانب تھا۔ اب سامنے آ گیا تھا۔ وہ گھوم پھر کر پہرہ دے رہا تھا۔

ایملی جلدی سے پیچھے ہٹنے لگی تو جرمن سپاہی نے اسے آواز دے کر روک لیا۔ ایملی جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی رہ گئی۔

اس نے سوچا بھاگنا زیادہ خطرناک ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ مصیبت کا جوانمردی سے مقابلہ کیا جائے۔ وہ ہنستی مسکراتی لائٹ ہاؤس کی طرف آ گئی۔

ایک جرمن سپاہی نچلی منزل کی کوٹھڑی سے بھی باہر نکل آیا

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

تھا۔

اوپر والا سپاہی بھی نیچے آ گیا۔

"کون ہو تم؟ یہاں کیا کر رہی ہو؟"۔

ایملی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں گوالن ہوں بازار سے سودا لینے نکلی۔ سوچا ذرا لائٹ ہاؤس کی سیر کر لوں"۔

"تم بکواس کرتی ہو۔ تم دشمن کی جاسوس ہو"۔

جرمن سپاہی نے چنگھاڑ کر کہا۔

ایملی بولی۔

"تو اتنا چیختے کیوں ہو؟ بے شک چچا ولیم سے پوچھ لو وہ مجھے جانتا ہو"۔

اتنے میں بوڑھا ولیم بھی ہاتھ میں پیچ کس لیے باہر آ گیا۔

اس نے ایملی کو دیکھا تو حیران ہوا کہ یہ کہاں سے آ گئی؟ یہ تو لندن میں تھی۔ ایملی نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے سمجھا دیا کہ وہ اس خاص مشن پر یہاں آئی ہے۔

ولیم پہلے تو گھبرایا پھر جلد ہی اس نے اپنے حواس پر قابو پا لیا اور بولا۔

"ارے بیٹی! تم یہاں کیوں آ گئی؟ کیا مجھے دودھ دینے آئی تھیں؟"۔

ایملی ہنستے ہنستے کہنے لگی۔

"چچا! میں یہ پوچھنے آئی تھی کہ کل دودھ کس وقت لاؤں؟ اور یہ جرمن سپاہی یونہی مجھ پر برسنے لگے"۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"ولیم نے کہا"۔

"یہ تو ہماری بھانجی ہے۔ بڑی شریر لڑکی ہے"۔

جرمن سپاہی نے آگے بڑھ کر ایملی کو بازو سے پکڑ کر زور سے کھینچا اور ایک تھپڑ مار کر کہا۔

"یہ حربے کسی دوسرے پر آزمانا۔ سچ سچ بتاؤ تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے"۔

ولیم خاموشی سے اندر چلا گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ سپاہیوں کو شک پڑ گیا ہے۔ اب ایملی کو ان درندوں سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

جرمن ایملی کو کھینچتے ہوئے اندر لے گئے اور ایک کمرے میں لے جا کر زمین پر گرا دیا۔ بندوق تان کر پوچھا۔

"اگر تو نے سچ بولا تو ہم تجھے چھوڑ دیں گے۔ نہیں تو گولی

سے اڑا دی جاؤ گی"۔

ایملی نے بالوں کو درست کرتے ہوئے کہا۔

"تم لوگوں کو خواہ مخواہ مجھ پر شک ہوا ہے۔ میں کسی کے کہنے پر یہاں نہیں آئی۔ میں ایک سیدھی سادھی گوالن ہوں"۔

"دوسرے جرمن سپاہی نے زور سے ایملی کی پسلیوں میں ٹھوکر ماری"۔

"تیرا باپ بھی ابھی سچ بولے گا"۔

پھر انہوں نے ایملی کو کرب ناک اذیتیں دینی شروع کر دیں۔ مگر ایملی کو اس قسم کی ٹریننگ پہلے ہی مل چکی تھی وہ خاموش رہی اور اذیت برداشت کرتی رہی۔

جرمن سپاہی اس کمرے میں بند کر کے اوپر اپنی اپنی ڈیوٹی پر

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

چلے گئے۔ انہوں نے فون پر کپتان کو اطلاع کر دی کہ لائٹ
ہاؤس کے آس پاس ایک مشتبہ لڑکی کو پکڑا گیا ہے۔

جب شام ہوگئی اور ایملی واپس نہ آئی تو ناگ کو فکر ہوا۔

اس نے ایملی کے چچا سے پوچھا کہ لائٹ ہاؤس کس طرف
ہے؟۔

جب اسے لائٹ ہاؤس کے راستے کا علم ہو گیا تو وہ چل پڑا۔

ناگ نے بھی جزیرے کے ایک عام دیہاتی کا لباس پہن رکھا
تھا۔

رات کا اندھیرا آہستہ آہستہ جزیرے پر چھا رہا تھا۔ دور سے
ناگ نے لائٹ ہاؤس کے مینار کو دیکھا۔

وہ قریب پہنچ کر ایک جھاڑی کی اوٹ میں ہو گیا۔ لائٹ کی

نچلی منزل میں بڑی دھیمی روشنی ہو رہی تھی۔ وہ جھاڑی سے نکل کر
آگے بڑھا۔

پاس آ کر دیکھا۔ کھڑکی بند تھی۔ اندر دو جرمن سپاہی میز کے
گرد بیٹھے شام کا کھانا کھا رہے تھے۔ ناگ کچھ سوچنے لگا۔

ضرور ایملی گرفتار ہو چکی ہے۔ وہ کہاں ہوئی؟

ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ کسی نے پیچھے سے اس کی گردن
دبوچ لی۔

"خبردار اگر ذرا بھی حرکت کی تو گولی مار دوں گا"۔

جرمن سپاہی ناگ کو کھینچتا ہوا لائٹ ہاؤس کی نچلی منزل میں
لے آیا۔

ناگ نے کچھ نہ کہا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا ایملی کو بھی

Pdf By princeofthump@urdufanz.com

ان لوگوں نے اسی جگہ قید کر رکھا ہے؟ جرمنوں نے ناگ کو زمیں پر گرادیا اور اس پر مکے برسانے لگے۔

"تمہیں کس نے بھیجا ہے۔"

تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟۔

ایک سپاہی نے ناگ کے جبڑے پر زور سے مکا مار کر ناگ کے دانتوں سے خون رسنے لگا۔ اسے ایکدم سے غصہ چڑھا۔

قریب تھا کہ وہ اژدہا بن کر ان دونوں کو ہڑپ کر جائے کہ پھر یہ سوچ کر غصے کو پی گیا کہ وہ ایک اہم مشن پر یہاں آیا ہے اور ایملی کی زندگی بھی خطرے میں ہے۔

اس نے ہونٹوں پر سے خون صاف کیا اور کہا۔

"میں یہاں کا ایک عام دیہاتی ہوں۔ سمندر کنارے اپنے

بچھڑے کی تلاش میں آیا تھا"۔

سپاہی نے اسے ٹھڈے مار کر کہا۔

"لیکن تم کھڑکی میں سے اندر کیا جھانک رہے تھے؟"۔

اس کا ناگ کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"اسے بھی اندر بند کر دو ہنٹر! اور کپتان کو اطلاع کر دو"۔

ناگ کو بھی اسی کوٹھڑی میں اندر دھکیل دیا گیا جہاں پہلے سے ایملی نیم بے ہوش پڑی تھی۔ اس کے دانتوں سے بھی خون نکل رہا تھا۔

ناگ نے ایملی کو تسلی دی اور اپنی قمیض پھاڑ کر اس کے ہونٹوں کا خون صاف کیا۔

ایملی نے کہا۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"یہ درندے ہیں۔میرا سارا جسم درد کر رہا ہے"۔

ناگ کہنے لگا۔

"گھبراؤ نہیں۔ہم یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے"۔

ایملی بولی۔

لیکن یہ تو ایک اعتبار سے اچھا ہے کہ ہم یہاں پہنچ گئے۔اسی لائٹ ہاؤس کے تہہ خانے میں وہ فرش ہے جس کے نیچے آبدوز کا نقشہ اور دوسرے کاغذات دفن ہیں۔

کیا ہم کسی طرح اس تہہ خانے میں نہیں پہنچ سکتے؟۔

ناگ سوچ میں پڑ گیا۔

پھر بولا۔

"تمہارا خیال بھی درست ہے۔قدرت نے ہمیں اس جگہ

پراسرار سگنل
(عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 66)

پہنچا دیا ہے۔جہاں ہم پہنچنا چاہتے تھے"۔

"ٹھیک ہے۔ہم تہہ خانے میں پہنچنے کی کوشش کریں گے۔یہ بتاؤ کہ تہہ خانے میں کس مقام پر کاغذات دفن ہیں؟"۔

ایملی کہنے لگی۔

بس صرف اتنا معلوم ہے کہ تہہ خانے میں کسی جگہ کاغذات دبائے گئے ہیں۔

ہمیں سارا فرش اکھاڑنا پڑے گا۔

ناگ نے کہا۔

یہ ناممکن ہے۔ہمارے پاس نہ اتنا وقت ہے اور نہ یہ جرمن درندے ہمیں اتنی مہلت دیں گے کہ ہم بڑے آرام سے تہہ خانے کا سارا فرش پہلے اکھاڑیں۔

www.urdusala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

پھر کھودیں اور پھر بڑے آرام سے نقشے کے کاغذات لے کر چلتے بنیں۔

ایملی نے کہا۔

ہے تو یہ ٹھیک بات مگر اس سے زیادہ ہم میں سے کسی کو معلوم نہیں۔جس سائنسدان نے خود کاغذات کو یہاں چھپایا تھا۔

وہ گرمی لگنے سے ہلاک ہو گیا تھا۔وہ صرف اتنا بتا سکا تھا کہ کاغذات لائٹ ہاؤس کے تہہ خانے میں دبائے گئے ہیں اور ایک چھوٹے سے آہنی بریف کیس میں بند ہیں۔

ناگ نے کہا۔

سنو ایملی ! میری بات غور سے سنو! ہو سکتا ہے یہ جرمن ہمیں الگ الگ کردیں۔اور پھر تم سے بات کرنے کا موقع نہ مل سکے۔

میں تہہ خانے میں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔تم جہاں بھی رکھی گئیں،میرا انتظار کرنا۔میں تمہیں چھڑا کر یہاں سے باہر چلوں گا۔

ایملی کہنے لگی۔

"تم اکیلے یہ سارا کام کس طرح کرسکو گے؟"۔

ناگ نے کہا۔

"میں اکیلا کر سکوں گا"۔

اتنے میں دروازہ کھلا۔ایک جرمن سپاہی اندر آیا۔

اس کے ہاتھ میں ایک ڈونگا تھا۔شاید اس میں کافی تھی۔

"تم دونوں یہ کافی پیو گے۔اس سے زیادہ تمہیں کچھ نہیں مل سکے گا"۔

www.urdurasala.com
Pdf By
princeofdhump@urdufanz.com

ناگ کے ذہن میں فوراً ایک ترکیب آ گئی۔ اس نے اٹھ کر گہرا سانس لیا اور جونہی جرمن سپاہی واپس پلٹ رہا تھا۔

ایکدم سے سیاہ ناگ بن کر پھن اٹھائے اس پر جھپٹا اور اس کی گردن پر ڈس دیا۔ سپاہی دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔

اس کے گرتے ہی ناگ پھر سے ناگ بن گیا۔ ایملی دہشت سے دیوار کے ساتھ جا کر لگ گئی تھی۔ اس کا رواں رواں کانپ رہا تھا۔

اس نے جو کچھ دیکھا تھا، اس سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ اسے کبھی یقین نہیں آ سکتا تھا کہ ایک انسان اچانک سانپ بن کر ایک آدمی کو ڈسے اور پھر انسان بن کر سامنے آ جائے۔

ناگ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تم نے جو کچھ دیکھا ہے، اسے بھول جاؤ اور جلدی سے اس سپاہی کی وردی اتارنے میں میری مدد کرو۔"

ایملی دہشت زدہ سی آگے بڑھی اور دونوں جرمن سپاہی کی وردی اتارنے لگے۔ وردی اتار کر ناگ نے پہن لی۔

اس کی لاش کمرے کے کونے میں گھاس پھونس کے ڈھیر کے نیچے چھپا دی اور ایملی سے کہنے لگا۔

"میں اوپر جا رہا ہوں۔ لائٹ ہاؤس کے باقی جتنے جرمن سپاہی یہاں پر ہیں، میں انہیں ختم کر دوں گا۔ تم جب تک میں نہ کہوں گا یہاں سے باہر مت نکلنا۔"

ایملی ناگ کی کرامت دیکھ چکی تھی۔ وہ دم بخود تھی۔ اس کی

Pdf By princeofdbump@urdufanz.com

سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ شخص کوئی پرانے زمانے کا جادوگر ہے یا کوئی آسمانی مخلوق ہے۔ ناگن نے اسے جھنجھوڑ کر کہا۔

"ہوشیار ہو کر رہو۔ میں جب تک نہ آؤں یہاں سے نہیں جانا سمجھیں؟"۔

"ہاں ہاں۔ ٹھیک ہے"۔

ایملی کے منہ سے جیسے اپنے آپ نکل گیا۔ ناگ جرمن سپاہی کی وردی میں کوٹھڑی سے باہر نکل گیا۔ ناگ پستول چلا کر شور پیدا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

کیونکہ اس طرح سے ارد گرد دوسرے جرمن سپاہیوں کے خبردار ہو جانے کا اندیشہ تھا۔

وہ لائٹ ہاؤس کی دوسری منزل پر آ گیا۔ بلیک آؤٹ کی وجہ

سے سیڑھیوں اور چھوٹے کمروں کی روشنیاں ڈھکی ہوئی تھیں اور بڑی مدھم روشنی تھی جس کی وجہ سے جرمن سپاہی ناگ کو بھی جرمن سپاہی ہی سمجھے۔

بجلی والے کمرے میں دو جرمن بندوقیں پاس رکھے سو رہے تھے۔

یہ بڑا عمدہ شکار تھا۔ ناگ کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے پہلا کام یہ کیا کہ ان کی بندوقیں اٹھا کر کونے میں چھپا دیں۔

پھر بڑے آرام سے سانپ کی شکل بدل کر انہیں بڑی محبت سے ڈس دیا۔ دونوں سوئے سوئے ہی راہئ ملک عدم ہو گئے۔

یہاں سے فارغ ہو کر ناگ نے پھر سے انسانی شکل اختیار کی اور دوسری منزل میں آ گیا۔ یہاں بوڑھا ولیم بیٹھا ایک کتاب پر

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

کچھ لکھ رہا تھا۔

ناگ اس کے سامنے جا کر کھڑا ہوا۔ ولیم نے اسے جرمن سپاہی سمجھ کر کہا۔

"کیا حکم ہے جناب؟"۔

ناگ نے کہا۔

"غور سے دیکھو چچا! میں ناگ ہوں"۔

ولیم نے حیرانی سے ناگ کو دیکھا اور بولا۔

"تم نے جرمن وردی کہاں سے لی؟"۔

ناگ نے سر کو ہلکا سا ہلا کر کہا۔

"کیا اب بھی نہیں سمجھے انکل؟"۔

ولیم سب سمجھ گیا۔

ناگ نے اسے بتایا کہ تین جرمن ہمیشہ کی نیند سو گئے ہیں۔

"باقی جرمن کہاں ہیں؟"۔

ولیم بولا۔

"صرف دو جرمن سپاہی سب سے اوپر ٹاور کی گیلری پر پہرہ دے رہے ہیں"۔

ناگ نے کہا۔

"میں ان کی خبر بعد میں لوں گا، پہلے یہ بتاؤ کہ اس ٹاور کے تہہ خانے میں آبدوز کا نقشہ اور کاغذات کس جگہ دفن ہیں؟"۔

ولیم نے تعجب سے کہا۔

"اس کا مجھے کچھ علم نہیں"۔

ناگ کچھ سوچ کر کہنے لگا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

"اچھا مجھے یہ بتاؤ کہ تہہ خانہ کہاں ہے؟"۔

ولیم نے ناگ کو تہہ خانے کا راستہ بتایا۔ ناگ نیچے اکیلا ہی آ گیا۔

تہہ خانے کو بڑا تنگ راستہ جاتا تھا۔ ایک چھوٹا سا دروازہ تھا جس میں سے گزر کر ایک چھوٹی چھت والی کوٹھڑی میں آ گئی۔

یہی تہہ خانہ تھا۔ ناگ ایک جگہ بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ یہ کیسے پتہ چلے کہ نقشہ کس جگہ دفن ہے۔ اچانک اسے خیال آیا کہ اگر اس مقام پر کوئی سانپ رہتا ہو تو وہ اس سے پوچھ سکتا ہے۔

ناگ نے آنکھیں بند کر کے اپنے جسم سے ایک خاص قسم کی شعاعیں چھوڑنا شروع کر دیں۔ ان شعاعوں کا یہ اثر ہوا کہ اس کمرے میں ایک چھوٹا سانپ جو بڑی دیر سے اپنی زندگی کے دن

ٹاور ہاؤس کے چوہے کھا کر پورے کر رہا تھا۔

اچانک ہوشیار ہو گیا۔ اپنے مقدس دیوتا کی بو نے اسے بل سے باہر نکلنے پر مجبور کر دیا۔

بل میں سے باہر آ کر وہ ادب سے ناگ کے آگے جھک گیا اور اپنی زبان میں بولا۔

"مقدس دیوتا! میں ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں"۔

ناگ نے کہا۔

سنو اے شریف سانپ! اس تہہ خانے میں ایک جگہ لوہے کے بریف کیس میں ہمارے کچھ ضروری کاغذات دفن ہیں۔

میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ نیچے زمین میں جا کر پتہ چلاؤ کہ یہ لوہے کا بریف کیس کس مقام پر دفن ہے اور پھر اوپر آ کر مجھے

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

اطلاع کرو۔

"جو حکم مقدس دیوتا"۔

سانپ یہ کہہ کر واپس اپنے بل میں گھس گیا۔ اب اس سانپ نے تہہ خانے کی زمین کے اندر سیر شروع کر دی بہت جلد تہہ خانے کے کونے میں ایک جگہ اس نے مٹی کے اندر لوہے کے بریف کیس کو دیکھا۔

سانپ تیزی سے اوپر آیا اور ناگ کے سامنے ادب سے جھک کر بولا۔

"مقدس دیوتا! وہ لوہے کا چھوٹا صندوقچہ جس جگہ آپ بیٹھے ہیں ٹھیک اس جگہ پر دفن ہے"۔

"کیا تم نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟"۔

ناگ نے پوچھا۔

سانپ نے ادب سے جواب دیا۔

"ہاں میرے آقا! میں اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ کر آیا ہوں۔ میرے لیے کوئی اور حکم میرے آقا؟"۔

ناگ بولا۔ "نہیں! اب تم جا سکتے ہو"۔

ناگ بڑی تیزی سے اوپر آ گیا۔ اس نے ولیم چچا کو آ کر بتایا کہ نقشے کی جگہ کا پتہ چل گیا ہے۔

"اب مجھے پھاوڑا لا دو کہ میں زمین کو کھود کر نقشے والا بریف کیس باہر نکال سکوں"۔

ولیم نے اسے پھاوڑا کونے کی الماری سے نکال کر دیا۔ ابھی وہ تہہ خانے کی طرف جانے ہی لگا تھا کہ باہر ایک جرمن جیپ آ

www.urdusaga.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

کر رکی اور اس میں سے تین جرمن سپاہی ایک کپتان کے ساتھ باہر نکلے۔

ولیم نے جلدی سے کہا۔

"ناگ! ابھی تہ خانے میں جا کر پھاوڑا مت چلانا۔ اس کی آواز سے یہ لوگ خبردار ہو جائیں گے۔ تم واپس ایملی کی کوٹھڑی میں جاؤ اور چھپ جاؤ"۔

ناگ نے کہا۔

"لیکن یہ کپتان تو ہم سے پوچھ گچھ کرنے ہی آ رہا ہے۔ وہ تو ہمارا کوٹھڑی میں ہی آئے گا"۔

ولیم نے سر پکڑ لیا۔

"اب کیا ہوگا۔ یہ لوگ تمہارے ساتھ تو مجھے بھی زندہ نہیں

چھوڑیں گے"۔

ناگ نے کہا۔

"تم بے فکر ہو کر بیٹھے رہو۔ میں ان لوگوں کو سنبھال لوں گا"۔

ناگ تیزی سے نیچے اتر گیا اور ایملی والی کوٹھڑی میں گھس گیا۔ اس نے سارے حالات ایملی کو بتا دیئے۔

اتنے میں جرمن کپتان تینوں سپاہیوں کے ساتھ اوپر آ گیا۔

وہاں کوئی جرمن سپاہی اس کے خیر مقدم کو نہ آیا۔

وہ پریشان ہوا۔ اسے غصہ بھی آیا۔ تینوں جرمن سپاہیوں نے آوازیں دیں۔ اوپر ٹاور پر سے ایک جرمن سپاہی نیچے آ گیا۔

کپتان نے اسے ڈانٹ کر کہا۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"کہاں ہیں باقی جنگلی لوگ؟"۔

سپاہی بولا۔

"حضور بھی اسی جگہ تھے۔ ساتھ والے کمرے میں ہوں گے"۔

کپتان ساتھ والے کمرے میں گیا تو وہاں تینوں جرمن سپاہیوں کی لاشیں پڑی تھیں۔

اس نے پستول نکال کر چیخ کر کہا۔

"یہ انگریز کمانڈوز کا کام ہے۔ پکڑ لو انہیں وہ یہیں کہیں ہوں گے"۔

چاروں جرمن سپاہی کپتان کا حکم پا کر ٹاور کے کمروں کی طرف لپکے۔

جرمن کپتان اکیلا سیڑھیوں کے پاس کھڑا غصے سے پہلو بدل رہا تھا۔ اتنے میں ایک جرمن سپاہی اس کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا اور خاموشی سے بولا۔

"میرے لیے کیا حکم ہے؟"۔

جونہی جرمن کپتان نے پیچھے نظر ڈالی، ناگ نے بڑی تیزی سے اس کی گردن پر خنجر مار کر اسے بغیر آواز نکالے ختم کر دیا۔

اب اوپر کو بھاگا۔ اوپر جرمن سپاہی بوڑھے ولیم کو مارتے ہوئے اس سے پوچھ رہے تھے کہ بتاؤ انگریز کمانڈوز کہاں ہیں؟۔

ناگ دروازے میں جا کر پیچھے ہٹ کر چھپ گیا۔ اس نے پٹ کے سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا۔ تینوں جرمن سپاہیوں کی پیٹھ اس کی طرف تھی۔

ناگ نے اسی وقت ایک پھاڑ کھانے والے زبردست آدم خور شیر کا روپ بدلا اور اچھل کر تینوں جرمنوں کو دبوچ لیا۔

پنجے کی مار کھا کر دو جرمن تو نیچے گر پڑے۔

تیسرا جرمن شیر کو دیکھ کر دہشت زدہ ہو گیا۔ شیر نے بغیر آواز کے جست لگائی اور اس جرمن سپاہی کے اوپر جا گرا۔

یوں تینوں جرمن بغیر آواز نکالے شیر کے پنجوں سے ہلاک ہو گئے۔

یہ سارا ڈراؤنا کھیل ولیم حیرت کا بت بنا دیکھ رہا تھا۔ شیر باہر چلا گیا۔ باہر جا کر ناگ پھر سے انسانی شکل میں آیا اور اندر آ کر ولیم سے بولا۔

”یہ شیر! میں نے اپنے جادو کے زور سے بھیجا تھا۔ حیران

ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اب تم اسی جگہ ٹھہرو، میں اوپر والے اکلوتے جرمن پہریدار کی جا کر خبر لیتا ہوں“۔

ناگ سیڑھیوں میں آ کر سانپ بنا اور بڑی تیزی سے رینگتا ہوا اوپر ٹاور کی گیلری میں پہنچ گیا۔

یہاں جرمن پہرے دار بڑی بے فکری سے پہرہ دے رہا تھا۔ اس نے اچانک اپنے سامنے ایک سبز رنگ کا سرخ آنکھوں والا سانپ دیکھا تو اس کی چیخ نکل گئی۔

Pdf By princeofthump@urdufanz.com

ناگ بے ہوش ہو گیا

ناگ نے اسے زیادہ دیر زندہ رہنے کا موقع نہ دیا۔

اس آخری سپاہی کو ٹھکانے لگا کر ناگ بڑی تیزی سے نیچے آیا۔ اس نے ولیم اور ایملی کو ساتھ لیا اور بولا۔

"رات کے بارہ بجنے میں ایک منٹ باقی ہے۔ برطانیہ کو سگنل کرنے کا وقت ہو رہا ہے۔ میں نیچے جا کر زمین کھودتا ہوں، تم سگنل کر کے کہو کہ منہ اندھیرے جزیرے کے جنوب میں آبدوز

پہنچ جائے۔ سگنل کے بعد تم بھی نیچے آ جانا"۔

ناگ ولیم کو ساتھ لے کر تہہ خانے میں آ گیا اور اس نے زمین کھودنی شروع کر دی۔

اوپر ایملی نے وائرلیس آن کیا اور برطانیہ کی وزارت داخلہ کی خاص فریکوئنسی پر پیغام دے دیا۔

ادھر سے سیکرٹری آسکر نے کہا۔

"ایملی! فکر نہ کرو۔ آبدوز صبح منہ اندھیرے جزیرے کے جنوب میں پہنچ جائے گی۔ ہم سب یہاں تمہارے مشن کی کامیابی کے لیے دعا کر رہے ہیں"۔

ایملی نے کہا۔

"ہم اسی جگہ۔ سمندر کے کنارے چٹانوں کے پاس آ جائیں

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

گے جس مقام پر ہمیں آب دوز نے چھوڑا تھا''۔

سیکرٹری نے کہا۔

''بالکل ٹھیک۔ آبدوز منہ اندھیرے تمہارا انتظار کرے گی''۔

ناگ تہہ خانے میں برابر زمین کھود رہا تھا۔ پھاوڑا چلائے جا رہا تھا۔ زندگی میں آج تک اس نے پھاوڑا نہیں چلایا تھا۔

زمین سخت تھی۔ کوئی دو گھنٹے بعد زمین دس بارہ فٹ تک کھودی گئی۔

ناگ نے وسیم سے کہا۔

''چچا! لالٹین کی روشنی گڑھے میں ڈالو''۔

وسیم نے لالٹین نیچے کی۔ ابھی تک بریف کیس نظر نہیں آیا تھا۔

ناگ نے دوبارہ پھاوڑا چلانا شروع کر دیا۔ آخر لوہے کے بریف کیس کی سطح نظر آ گئی۔

ناگ نے جلدی جلدی مٹی پرے ہٹائی اور بریف کیس کو باہر نکال لیا۔ اس پر مٹی کی وجہ سے زنگ لگا ہوا تھا۔

اسے چھری کی مدد سے کھولا گیا۔ کیونکہ تالے کی چابی کسی کے پاس نہیں تھی۔

ناگ نے دیکھا۔

بریف کیس کے اندر نیلے رنگ کا موٹا کاغذ تہہ کر کے رکھا ہوا تھا۔ کاغذ کھولا گیا۔

یہ ایک نقشہ تھا جس پر آبدوز کے مختلف حصے دکھائے گئے تھے۔ ساتھ ہی ایک فائل تھی جس میں آبدوز کے بارے میں مکمل

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

تفصیلات درج تھیں۔ ایملی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"آخر ہم نے دستاویزات حاصل کر لیں"۔

ولیم نے کہا۔

"وگر ناگ تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو یہ مہم تم اکیلی بھی سر نہیں کر سکتی تھیں"۔

"کیوں نہیں۔ میں تو اپنے دوست مسٹر ناگ کی حیرت انگیز کارنامے دیکھ کر اس وقت بھی دم بخود ہوں اور شاید ساری زندگی حیران رہوں گی"۔

ناگ نے کہا۔

"ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔ ہمیں جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نکل کر جزیرے کے جنوبی کنارے پر پہنچنا ہے۔ صبح

ہونے میں زیادہ دیر نہیں ہے"۔

ولیم نے کہا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ کیونکہ تمہارے پیچھے یہ لوگ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے"۔

ناگ نے کہا۔

"چچا! ہم تمہیں یہاں بھلا کیسے چھوڑ سکتے ہیں، تم فکر نہ کرو اور ہمارے ساتھ چلو"۔

تینوں لائٹ ہاؤس کے ٹاور سے باہر نکل آئے۔

سارے جزیرے پر بلیک آؤٹ تھا اور جزیرے کی آبادی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ایملی آگے آگے تھی اور رہنمائی کر رہی تھی۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

کیونکہ اسے سارے خفیہ راستوں کا پتہ تھا۔ وہ چٹانوں سے نکل کر آبادی کے پیچھے سے ہو کر اونچی جھاڑیوں میں چھپتے چھپاتے جزیرے کے جنوبی ساحل کی طرف بڑھتے جا رہے تھے کہ اچانک انہیں سامنے سے جرمن گشتی سپاہیوں کا ایک دستہ آتا نظر آیا۔

اندھیرے کی وجہ سے یہ سپاہی جب بالکل قریب آ گئے تو نظر آئے۔

یہ تین سپاہی تھے اور انہوں نے مشین گنیں کندھوں کے ساتھ لٹکا رکھی تھیں۔

انہوں نے ایملی، ناگ اور ولیم کو دیکھ لیا تھا۔ بریف کیس ناگ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔

جرمن نے چیخ کر کہا۔

"وہیں کھڑے رہو نہیں تو گولی مار دی جائے گی"۔

رات کو اس جزیرے پر کرفیو لگا دیا جاتا تھا اور سپاہیوں کو حکم تھا کہ جو شخص بھی باہر آئے، اسے دیکھتے ہی گولی مار دو۔

جرمن سپاہی ناگ ایملی اور ولیم کی طرف بڑھے۔ بڑی خطرناک گھڑی تھی۔

ناگ نے ایملی سے کہا۔

"اس بریف کیس کو تھامو اور بالکل نہ گھبرانا"۔

ناگ نے بریف کیس ایملی کے ہاتھ میں دیا اور خود ایکدم سے عقاب بن کر آسمان کی طرف پرواز کر گیا۔

جرمن سپاہیوں نے جب دیکھا کہ ان لوگوں کا ایک ساتھی

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

اچانک غائب ہو گیا ہے تو وہ ایملی اور ولیم پر برس پڑے۔

"تمہارا ساتھی کہاں چلا گیا؟ وہ ابھی یہاں تھا"۔

ایک سپاہی کو حکم دیا گیا۔

فوراً ارد گرد اس بھگوڑے کو تلاش کرو۔ وہ یہیں کہیں ہو گا۔

سپاہی بائیں جانب والی جھاڑیوں کی طرف بھاگا۔ مگر وہاں ناگ کہاں تھا بھلا! وہ تو اس وقت سیاہ سانپ کی شکل میں ایملی اور ولیم کی تلاشی لینے والے دونوں سپاہیوں کے پیچھے آ چکا تھا۔

جرمن سپاہی نے ایملی کے ہاتھ سے بریف کیس چھین کر کہا۔

"یہ کیا ہے؟"۔

اس نے بریف کیس کھولا تو اس میں آبدوز کا نقشہ تھا۔ جرمن

سپاہی اسے دیکھتا رہ گیا۔

تم انگریز جاسوس ہو۔ ہمارے خفیہ کاغذات چرا کر بھاگ رہے ہو۔ میں تم لوگوں کو گرفتار کرتا ہوں۔ سیدھی طرح میرے آگے آگے چلو۔ نہیں تو گولی مار کر اڑا دوں گا۔

ولیم گھبرا گیا۔ لیکن ایملی بالکل نہ گھبرائی۔ کیونکہ اس نے ناگ کی کرامت دیکھ لی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ اب بھی کوئی نہ کوئی کرامت ضرور دکھائے گا۔ جرمن سپاہیوں نے ایملی اور ولیم کو مشین گن دکھا کر آگے آگے چلا دیا۔

ایکدم سے پیچھے والے جرمن سپاہی کو محسوس ہوا جیسے کسی کیڑے نے اس کی پنڈلی پر کاٹا ہے۔

اس نے جھک کر پنڈلی کو دیکھا۔ وہاں کوئی کیڑا نہیں تھا۔ وہ

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

بڑے آرام سے چلنے لگا۔ اتنے میں دوسرے سپاہی کو بھی ایسا لگا جیسے کسی کیڑے نے اس کی ٹانگ پر کاٹا ہے۔

اس نے جھک کر اپنی پنڈلی کو کھجایا اور مشین گن کا رخ ولیم کی طرف کر کے کہا۔

"خبردار! اگر پیچھے مڑ کر دیکھا"۔

ابھی جرمن تھوڑی دور تک ہی چلے ہوں گے کہ دونوں سپاہیوں کے سر چکرانے لگے۔ ہاتھ پاؤں پر رعشہ طاری ہو گیا۔ جسم کانپنے لگا اور منہ سے خون جاری ہو گیا۔ ان کے حلق ایک دم سے خشک ہو گئے۔ وہ کچھ بولنا چاہتے تھے مگر ایک دم مشین گن کا برسٹ فائر کر دیا۔

ایملی اور ولیم زمین پر بیٹھ گئے۔ سانپ نے اس جرمن

سپاہی کو بھی ٹھکانے لگا دیا۔ ولیم نے اٹھ کر تینوں لاشوں کو حیرانی سے دیکھا اور بولا۔

"ایملی! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ ایسے لگتا ہے کہ قدرت نے ہماری مدد کے لیے اس سانپ کو ہماری طرف بھیج دیا"۔

ناگ انسانی شکل میں سامنے آ کر کہنے لگا۔

"ہمیں خدا کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہاں سے بھاگ نکلنا چاہیے کیونکہ جرمن سپاہی کی مشین گن کی آواز سے ہو سکتا ہے دوسرے سپاہی چوکنے ہو گئے ہوں اور ادھر آ رہے ہوں"۔

ناگ نے بریف کیس اٹھایا اور تینوں بھاگنے لگے۔

کافی دور تک وہ بھاگتے چلے گئے۔ ولیم تھک گیا تھا۔ ناگ نے قدم قدم چلنا شروع کر دیا۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

اب وہ جزیرے کے جنوبی ساحل کے قریب آ گئے تھے۔

یہاں انہیں سمندر کی لہروں کا شور سنائی دینے لگا تھا۔

یہ لہریں ساحلی چٹانوں سے ٹکرا کر واپس جا رہی تھیں۔ تینوں سمندر کے کنارے چٹانوں کے بیچ میں چھپ کر کھڑے ہو گئے۔ اور اندھیرے میں سمندر کی طرف تکنے لگے۔

اسی مقام سے سمندر میں ان کی برطانوی آبدوز کو ابھرنا تھا۔

رات کا پچھلا پہر بھی گذر گیا تھا اور اب صبح کے آثار آسمان پر ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے۔

تینوں کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔

ناگ نے کہا۔

"اس وقت تک آبدوز کو پہنچ جانا چاہیے تھا۔ صبح کی روشنی پھیل

گئی تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔ جرمنوں کو ہمارے قتل عام کا علم ہو جائے گا اور وہ گولہ باری شروع کر دیں گے"۔

ایملی نے کہا۔

"خدا جانے آبدوز کیوں لیٹ ہو گئی۔ ایسا ہو نہیں سکتا"۔

ولیم بولا۔

"کہیں ایسا نہ ہو کہ سمندر میں بارودی سرنگوں کی وجہ سے آبدوز نے سفر ملتوی کر دیا ہو"۔

"ایسا نہیں ہو سکتا"۔

ایملی نے کہا۔

"بارودی سرنگوں کا جال کوئی نئی بات نہیں۔ آبدوز ان کے نیچے نیچے سے ہو کر سفر کر سکتی ہے"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

کچھ دیر بعد مشرق میں صبح کی روشنی پھیل گئی۔

سمندر کی لہریں صاف نظر آنے لگیں۔ چٹانوں کی تاریکی بھی دور ہو گئی وہ دور چٹان کے اوپر جرمنوں کی گن پوسٹ صاف دیکھ سکتے تھے۔

آبدوز ابھی تک نہیں آئی تھی۔ ناگ اور ایملی بے قراری سے ادھر ادھر ٹہلنے لگے۔

"خدا جانے کیا بات ہو گئی ہے"۔

ولیم نے کہا۔

"اب ہماری خیر نہیں۔ جرمن آتے ہی ہوں گے"۔

اتنے میں انہیں بوگیر کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

"میرے خدا! وہ لوگ ہماری طرف بڑھ رہے ہیں۔ بوگیر کتے ہماری بو پر بھاگے چلے آ رہے ہیں"۔

ولیم پریشان ہو کر بولا۔

ایملی بھی پریشان ہو گئی۔ ناگ سوچنے لگا کہ اگر سچ مچ آبدوز نے اور دیر کر دی اور جرمن ان کے سر پر پہنچ گئے تو اس کے لیے ان دونوں یعنی ولیم اور ایملی کو بچانا بہت مشکل ہو جائے گا۔

جرمنوں نے چٹان کے اوپر والی گن پوسٹ سے ان تینوں کو دیکھ لیا تھا۔

بوگیر کتوں کے ساتھ آنے والے جرمنوں نے بھی اپنی دور بینوں سے ایملی، ولیم اور ناگ کو دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے گن پوسٹ کو وائرلیس پر گولہ باری کا حکم دیا تھا۔

www.urdufanz.com
Pdf By princeofthhump@urdufanz.com

"دھائیں"۔

ایک گولہ ناگ ایملی کے ساتھ والی چٹان کے پاس آ کر پھٹا۔

"پناہ خدایا! ان لوگوں نے گولہ باری شروع کر دی۔ بھاگو۔ بھاگو یہاں سے"۔

ولیم خوف سے کانپ رہا تھا۔ ناگ نے جھڑک کر کہا۔

"خبردار! ہمیں یہاں سے نہیں جانا ہوگا۔ ہمیں چٹانوں کی آڑ میں آ کر آبدوز کا انتظار کرنا ہوگا۔ آبدوز ضرور آئے گی"۔

ایملی نے کہا۔

"اگر ایسا نہ ہوا تو ہم بریف کیس کو سمندر میں پھینک دیں گے اور خود بھی مر جائیں گے"۔

ناگ نے تسلی دی۔

گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ آبدوز ضرورت آئے گی۔ گولہ باری تیز ہو گئی۔ گولے سمندر کے ساحل کے ساتھ ساتھ گر کر زبردست دھماکوں کے ساتھ پھٹنے لگے۔

صبح کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ اچانک سمندر کے نیچے سے دور سمندر میں آبدوز نمودار ہوئی۔ یہ آبدوز خاص طور پر اتنے فاصلے پر سمندر میں باہر نکلی تھی کہ جہاں پر جرمنوں کی گن پوسٹ کے گولے نہیں پہنچ سکتے تھے۔

ہاں جرمن ہوائی جہازوں کی بمباری کا ضرور خطرہ تھا۔

اور ایسا ہی ہوا۔ جونہی جرمنوں نے برطانوی آبدوز کو سمندر میں ابھرتے دیکھا انہوں نے اپنی ہوائی فوج سے بمبار طلب کر

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

لیے۔

ادھر آبدوز میں سے ایک ربڑ کی کشتی سمندر میں اتری۔ اور بڑی تیزی سے ساحل کی طرف بڑھنے لگی۔

ایملی، ولیم اور ناگ چھپ کر پتھروں کی اوٹ سے ہوتے سمندر کے پاس آ کر ریت پر لیٹ گئے۔ گن پوسٹ سے مشین گن کی فائرنگ اور گولہ باری مسلسل ہو رہی تھی۔

گولے اور گولیاں سمندر میں اور ریت پر چاروں طرف گر رہی تھیں۔ کشتی ساحل کی طرف بڑھی چلی آ رہی تھی۔

ناگ نے کہا۔

"ہمیں کشتی کو خطرے میں ڈالنے کی بجائے خود سمندر میں چھلانگیں لگا کر تیر کر اس تک پہنچنے کی کوشش کرنی ہوگی"۔

ولیم نے کہا۔

"میں بوڑھا ہوں۔ سمندر میں زیادہ دور تک نہ تیر سکوں گا"۔

ناگ زور سے دھاڑا۔

"نہیں تیر سکتے تو ڈوب مرو۔ ایملی! سمندر میں میرے ساتھ چھلانگ لگا دو"۔

ناگ سمندر میں کودا۔ اس نے بریف کیس اپنی پیٹھ پر باندھ لیا تھا۔

لوہے کا بریف کیس اتنا مضبوط تھا کہ اس کے اندر پانی کی نمی ہرگز نہیں جا سکتی تھی۔ ناگ کے پیچھے ایملی نے بھی چھلانگ لگا دی۔

"چچا! سمندر میں کود جاؤ"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ولیم کے پاس اس کے سوا کوئی چارا نہیں تھا۔ اس نے بھی سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ ان کے ارد گرد گولیاں گر رہی تھیں۔ گولے پھٹ رہے تھے۔ ان کی قسمت اچھی تھی کہ ابھی تک ان میں سے کسی کو پھٹنے والے گولوں کا ٹکڑا یا گولی نہیں لگی تھی۔

اچانک فضا میں جرمن بمبار طیارہ نمودار ہوا۔

اس نے آبدوز کے اوپر ایک چکر لگایا اور پھر غوطہ لگا کر دو بم گرا دیئے۔

خوش قسمتی سے بم سمندر میں گر کر پھٹے۔ لیکن آبدوز ہچکولے کھانے لگی۔ آبدوز کا کپتان دوربین سے دیکھ رہا تھا کہ ناگ ایملی اور ولیم سمندر میں تیرتے چلے آ رہے ہیں اور ربڑ کی کشتی ان تک پہنچنے ہی والی ہے۔

آخر کشتی ان کے قریب آ گئی اور وہ تینوں اس میں سوار ہو گئے۔ کشتی نے مڑ کر آبدوز کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

جرمن بمبار نے دوسری بار غوطہ لگا کر بم گرا دیا۔

یہ بم بھی آبدوز سے کچھ فاصلے پر سمندر میں گرا۔ پھٹا دھماکا ہوا۔

سمندر کی لہریں زور سے اچھلیں اور آبدوز ہچکولے کھانے لگی۔ کپتان کو خوف پیدا ہو گیا کہ اگر جرمن بمبار نے تیسرا بم گرایا تو وہ ضرور آبدوز کے اوپر آ کر گرے گا اور آبدوز کے پرخچے اڑ جائیں گے۔

لیکن عین اس وقت آسمان پر ایک زناٹے کا شور سنائی دیا۔

کپتان، ناگ اور ایملی نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

دیکھا۔

ایک برطانوی فائٹر جہاز جرمن بمبار کی طرف بڑھ رہا تھا۔

برطانوی جہاز کی گن سے مسلسل گولیاں نکلیں۔ شرارے چمکے اور جرمن جہاز کی ٹینکی میں جا کر پیوست ہو گئیں۔

ٹینکی میں آگ لگ گئی۔ جرمن بمبار میں سے گاڑھے دھوئیں کی ایک آتشیں لکیر نکلی۔

بمبار نے آسمان کی طرف رخ کیا۔ اوپر گیا اور ایک دھماکے کے ساتھ فضا میں پھٹ گیا۔ آبدوز کے اوپر کھڑے سپاہیوں نے تالیاں بجاتے ہوئے نعرے بلند کیے۔

ربڑ کی کشتی آبدوز کے قریب آ کر ٹھہر گئی۔

تینوں مسافروں کو جلدی جلدی آبدوز پر سوار کرایا گیا۔ اس

کے تھوڑی دیر بعد آبدوز نے غوطہ لگا دیا اور سمندر کے نیچے ایک خاص گہرائی میں جا کر برطانیہ کی جانب سفر شروع کر دیا۔

اسی دن دوپہر کے کھانے پر سیکرٹری وزارت داخلہ آسکر نے ناگ اور ایملی کی صحت کا جام تجویز کرتے ہوئے کہا۔

مسٹر ناگ اور مس ایملی نے سرکار برطانیہ کے لیے جو زبردست کام کیا ہے میں گورنمنٹ کی جانب سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کی صحت کی دعا مانگتا ہوں۔

سرکار برطانیہ نے مس ایملی اور مسٹر ناگ کے اس عظیم الشان کارنامے سے خوش ہو کر انہیں خدمت کا ایک خاص تمغہ دیا۔ اور ساتھ ہی ایک ایک لاکھ پونڈ کا انعام دینے کا بھی اعلان کیا ہے۔

مہمانوں نے خوش ہو کر زور زور سے تالیاں بجائیں۔

www.urdusalaz.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

سب نے ناگ اور ایملی کو مبارکباد دی۔ ایک اخبار نویس نے آگے بڑھ کر ناگ کی ایک تصویر بنائی اور قریب جا کر اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ناگ! میں تم کو اس سنہری کارنامے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ اپنی طرف سے بھی اور اپنے مشہور اخبار کی جانب سے بھی۔۔۔ ساتھ ہی میں چاہوں گا کہ آپ کل شام کو میرے ساتھ کھانا کھائیں۔ یہ میرے لیے بڑے فخر کی شام ہوگی"۔

ناگ مسکرایا اور کہنے لگا۔

"آپ کی مبارکباد اور دعوت کا شکریہ۔ میرے پاس شاید وقت نہ ہو"۔

اخبار نویس نے کہا۔

مسٹر ناگ! میں نے بڑے ارمان کے ساتھ آپ کو دعوت دی ہے۔ میں ایک غریب اخبار نویس ہوں۔

میرا نام پال ہے۔ آپ نے میری دعوت قبول کر لی تو اس کی وجہ سے مجھے دفتر میں ترقی مل جائے گی اور میرے بال بچے آپ کو دعائیں دیں گے۔

ناگ کو پال پر ترس آ گیا۔

اس نے کہا۔

"بہت اچھا بھائی! اگر میرے دعوت قبول کرنے سے تمہارے بال بچوں کا بھلا ہوتا ہے تو میں ضرور تمہاری دعوت قبول کروں گا"۔

پال بڑا خوش ہوا اور کہنے لگا۔

www.urduraseda.com
www.urduraseda.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

''کل شام ہوٹل میٹرو میں، میں آپ کا انتظار کروں گا۔

بھولئے گا نہیں''۔

''بالکل نہیں بھولوں گا''۔

اخبار نویس پال نے ناگ سے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا اور وزارت داخلہ کے دفتر سے باہر نکل کر سڑک کے فٹ پاتھ پر ایک طرف چلنے لگا۔

وہ ٹیلی فون بوتھ تلاش کر رہا تھا۔ آخر اسے سڑکوں کے کنارے ٹیلی فون نظر آ گیا۔ پال تیزی سے بوتھ میں داخل ہوا۔ دروازہ بند کر کے فون کی مشین میں سکہ ڈالا اور ریسیور اٹھا کر ڈائیل گھمایا۔

دوسری طرف سے کسی نے بھاری آواز میں پوچھا۔

''کون''۔

پال نے کہا۔

''نمبر ۲۰۲ سر!''۔

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''کیا ہوا؟ کوئی کامیابی؟''۔

پال نے کہا۔

''سر! نمبر ۲۰۲ جائے اور کیسے کامیاب نہ ہو''۔

آواز آئی۔

''مختصر بات بیان کرو''۔

پال بولا۔

''سر! مسٹر ناگ کل شام میرے ساتھ کھانا کھانے آ رہا

www.urduraaz.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ہوں''۔

''کہاں''۔

''ہوٹل میٹرو میں''۔

''ٹھیک ہے، اسے ہوٹل میں روکے رکھنا۔ ہم وہاں پہنچ جائیں گے''۔

''یس سر''۔

''اس شخص کو ہمارے راز چرانے کی پوری سزا دی جائے گی''۔

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ پال نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ اور بوتھ سے باہر نکل آیا۔

اخبار نویس پال جرمنوں کے لیے برطانیہ میں جاسوسی کرتا

تھا۔ بہ ظاہر وہ ایک اخبار کا فوٹو گرافر بنا ہوا تھا لیکن اندر سے وہ بے حد سنگدل اور خطرناک جرمن جاسوس تھا۔

جس نے اس شہر میں کئی انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

جزیرے سے آبدوز کے خفیہ نقشے کی چوری اور تین برطانوی کمانڈوز کے فرار کے ساتھ ہی جرمنی کے محکمہ جاسوسی نے لندن میں اپنے خاص جاسوس پال کو اطلاع دے دی تھی کہ مسٹر ناگ جو کہ کمانڈو پارٹی کا سرغنہ تھا یہاں سے راز چوری کر کے اور ہمارے کتنے جرمن سپاہیوں کو ہلاک کر کے لندن فرار ہو گیا ہے۔

اسے اغوا کر کے ہمارے پاس روانہ کر دیا جائے تا کہ ہم اسے جزیرے کے چوک میں پھانسی پر لٹکا سکیں۔

پال نے اطلاع ملتے ہی کیمرہ گلے میں ڈال کر وزارت داخلہ کی راہ لی تھی کیونکہ وہاں پر ناگ، ایملی اور وسیم کی دعوت ہو رہی تھی۔

بہر حال پال بڑا خوش تھا کہ اس کا آدھا مشن کامیاب ہو گیا ہے اور صرف ناگ کو اغوا کرنا باقی ہے جوان کا بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

ناگ اس سازش سے بالکل بے خبر تھا۔

دوسرے دن شام کو اس نے شام کے کپڑے پہنے اور ٹیکسی میں سوار ہو کر ہوٹل میٹرو پہنچ گیا۔ یہاں بلیک آؤٹ کی وجہ سے بہت کم لوگ تھے اور روشنیاں بہت ہی مدھم جل رہی تھیں۔

لابی میں پال پہلے ہی سے تیار تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر

ناگ کا بڑا ہی خندہ پیشانی اور گرم جوشی سے استقبال کیا اور اسے اندر کھانے کی میز پر لے گیا۔ میز پر ایک موم بتی روشن تھی۔

پال نے بیرے کو اشارہ کیا کہ کھانا لے آئے۔

بیرا سر کو ذرا سا ہلا کر مسکراتا ہوا اندر چلا گیا۔ اندر جا کر اس نے فون کا ریسیور اٹھایا اور ہوٹل کے کمرہ نمبر اڑتالیس میں رنگ کیا۔

"ہیلو!"۔

بیرے نے کہا۔

"شکار آ گیا ہے۔ میز نمبر ۱۲ پر پال کے ساتھ بیٹھا ہے"۔

"ویری گڈ"

ریسیور رکھ دیا گیا۔

پال تو مسٹر ناگ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے نہیں تھک رہا تھا۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

جناب نے میری عزت افزائی کی۔ جو یہاں میری دعوت پر تشریف لے آئے۔ میں نے جب اپنے اخبار کے مالک سے کہا کہ مسٹر ناگ آج شام میرے ساتھ ہوٹل میٹرو میں کھانا کھا رہے ہیں تو وہ بڑا حیران ہوا۔

خوش بھی ہوا۔ کہنے لگا۔ مسٹر پال! اگر یہ بات سچ ہے تو تم اس سے خصوصی سٹوری حاصل ضرور کرنا۔ اور میں کل سے تمہاری تنخواہ بھی پچاس پونڈ کا اضافہ کر رہا ہوں۔

جناب یہ میرے لیے بہت بڑی رقم ہے۔ میرے بچے آپ کو دعا دے رہے ہیں۔

ناگ بڑی انکساری سے کہنے لگا۔

بھائی! میں تو انسانوں کی بھلائی کے لیے ہر قربانی دینے کو تیار

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ہوں۔

میں نے تمہارے اوپر کوئی احسان نہیں کیا۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میرا فرض تھا جو میں نے ادا کر دیا ہے۔

پال نے ناگ کا ہاتھ تھام کر دبایا اور پھر چوم کر کہا۔

"یہ آپ کی عظمت ہے مسٹر ناگ کہ آپ نیکی کر کے اسے جتاتے ہیں۔ بلکہ دریا میں ڈال رہے ہیں"۔

کھانا لا کر میز پر سجا دیا گیا۔ ناگ اور پال کھانا کھانے لگے۔

کھانا بڑا لذیذ تھا کھانے پر بھی پال ناگ سے باتیں کرتا رہا اور اسے بتاتا رہا جنگ کس مقام پر ہو رہی ہے اور جرمن ہر قدم پر شکست کھا رہے ہیں۔

ناگ نے کہا۔

www.urdurasala.com

"لیکن بھائی! فرانس تو سارے کا سارا ان کے قبضے میں چلا گیا ہے۔ فرانس کو ضرور آزاد ہونا چاہیے۔ نہیں تو جب تک فرانس پر جرمنوں کا قبضہ ہے انگلستان کو بھی زبردست خطرہ رہے گا۔"

پال نے دل میں سوچا کہ یہ شخص جنگی سیاست میں بھی ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کر رہا ہے۔

کہنے لگا۔

"تم دیکھ لینا مسٹر ناگ! بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب فرانس پر پھر سے فرانسیسیوں کا پرچم لہرا رہا ہوگا۔"

ناگ نے تشویش کے ساتھ کہا۔

لیکن میں لندن والوں کی ہمت کی داد دوں گا کہ جرمن دن میں کئی کئی بار بم برساتے ہیں لیکن ان کے حوصلے بلند ہیں۔

جونہی دشمن بم برسا کر آگے جاتے ہیں، وہ باہر نکل کر آگ بجھانے میں مصروف ہو جاتے ہیں اور گری پڑی دیواروں کی پھر سے مرمت شروع کر دیتے ہیں۔

پال ہنس کر کہنے لگا۔

"سر! زندہ قوموں کی یہی نشانی ہوتی ہے۔"

کھانے کے بعد کافی آ گئی۔ یہ لوگ کافی پیتے اور باتیں کرتے رہے۔

کافی کے بعد پال کسی بہانے سے ناگ کو ہوٹل کے پچھواڑے سوئمنگ پول کے پاس لے آیا۔ یہاں وہ ٹہلنے لگا۔

یہ جگہ ویران سی تھی۔ چاروں طرف خاموشی تھی۔

ناگ نے کہا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

میرا خیال ہے، اب میں واپس چلتا ہوں۔ کافی دیر ہوگئی۔

آپ کی دعوت کا بہت بہت شکریہ۔

"جیسے آپ کی مرضی چلئے واپس چلتے ہیں"۔

وہ سوئمنگ پول کے آخری کنارے سے جا کر واپس پلٹے ہی تھے کہ سامنے سے ایک بیرے نے آ کر ناگ سے کہا۔

"سر! کیا آپ کے پاس لائٹر ہوگا۔ میں اپنا سگار سلگانا چاہتا ہوں"۔

ناگ نے جیب سے لائٹر نکال کر اسے جلایا اور آگے بڑھ کر کہا۔

"شوق سے سگار سلگاؤ بھائی"۔

بیرے نے آگے جھک کر سگار سلگایا اور اس کا گاڑھی دھواں

چھوڑ دیا۔

ناگ کا چہرہ دھوئیں میں چھپ گیا۔ اس کے زور سے کھانسنے کی آواز آئی اور پھر وہ دھڑام سے گھاس پر گر پڑا۔

بیرے نے سگار پھینک کر سیٹی بجائی۔ جھاڑیوں کے اندھیرے میں سے چھ آدمی باہر نکلے۔

انہوں نے ناگ کے منہ میں رومال ٹھونسا۔ ہاتھ پاؤں رسی میں جکڑے اور اٹھا کر اندھیرے میں کھڑی کار میں لا کر ڈال دیا۔

پھر انہوں نے کار سٹارٹ کی اور اندھیرے میں ہی ان کی کار غائب ہوگئی۔

پال نے ہاتھ جھاڑا۔ جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا اور مسکراتا ہوا ہوٹل کی سیڑھیاں چڑھ کر لابی میں آ گیا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

بے ہوش ناگ کو لئے کالے ناگ کی کار بلیک آؤٹ میں ڈوبے ہوئے تاریک لندن شہر کی سڑکوں پر ایک جانب بھاگی جا رہی تھی۔

صرف اس کی ہیڈ لائٹیں آدھی ڈھکی ہوئی دھیمی دھیمی روشن تھیں اور ان کی روشنی دس پندرہ گز آگے سڑک پر پڑ رہی تھی۔

گاڑی شہر کے مشرقی علاقے میں آ کر ایک طرف گھومی اور پرانے مکان کے گیراج میں آ کر رک گئی۔

گاڑی میں سے ناگ بے ہوش جسم کو نکال کر عمارت کے ایک تہہ خانے میں پہنچا دیا گیا۔ سب لوگ چلے گئے۔

ان کے لیڈر نے ساتھ والے کمرے میں جا کر وائرلیس سیٹ اون کیا اور جزیرے کے جرمن کمانڈر سے رابطہ قائم کرتے ہوئے

کہا۔

"ہیلو چارلی! ہیلو چارلی!"

"دوسری طرف سے آواز آئی"۔

"ہیلو چارلی"۔

لیڈر نے کہا۔

"ناگ کو بے ہوش کر کے گرفتار کر لیا گیا ہے"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

www.urdurasala.com
Pdf By
princeofdhump@urdufanz.com

☆ بے ہوش ناگ یہاں سے کس طرح فرار ہوا؟۔
☆ کیا وہ جرمنوں کے قبضے میں چلا گیا؟۔
☆ ماریا اور عنبر کہاں کہاں چلے گئے؟۔
☆ اس کے لیے آپ اس ناول کی 67 ویں قسط پڑھئے۔

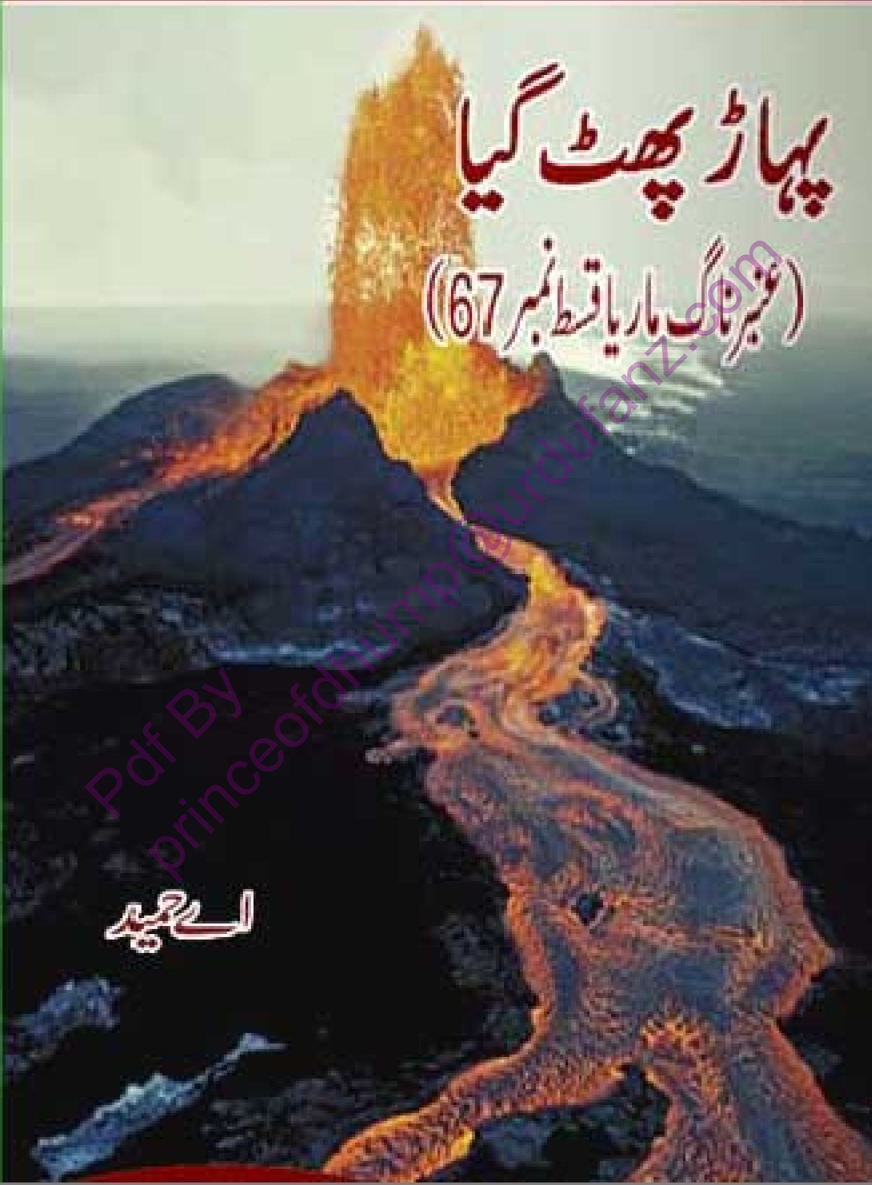

Pdf By
princeofdhump@urdufanz.com

UrduRasala.com کا پیغام

اس ناول کے جملہ حقوق بحق مصنف اور پبلشرز محفوظ ہیں۔ ہم اسے صرف اردو زبان کی ترویج کے لیے Online کر رہے ہیں تاکہ دنیا جان سکے کہ اردو زبان میں کتنا عظیم کام ہوا ہے۔ ہمارا مقصد اس ویب سائٹ کے ذریعے اردو کے گم شدہ خزانے کو ان لوگوں تک پہنچانا ہے جو کسی وجہ سے اس سے محروم رہ گئے۔ خاص طور پر ان بیرون ملک پاکستانیوں کو جو باوجود پوری کوشش کے ان ناولوں کو حاصل نہیں کر سکتے۔

اگر آپ کو یہ کتاب پسند آئی ہے اور آپ استطاعت رکھتے ہیں تو مہربانی فرما کر اس کو خرید کر پڑھیے تاکہ مصنف اور پبلشرز کو مالی فائدہ پہنچ سکے۔

فہرست

ناگ کا انتقام
اجنبی عورت
علی بابا کا غار
پہاڑ پھٹ گیا
چٹان کا غار
ٹرین چلتی رہی

www.urdurasala.com
Pdf By princeoldhump@urdufanz.com

ناگ کا انتقام

ناگ کو پوری طرح ہوش نہیں آیا تھا۔

اس کے کانوں میں صرف ہلکی ہلکی آوازیں آ رہی تھیں۔

جیسے دور لوگ آپ میں باتیں کر رہے ہوں۔ وہ ان باتوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا مگر اس کے پلے کچھ نہیں پڑ رہا تھا۔

تھوڑی دیر تک یہ آوازیں گنگناہٹوں کی طرح اسے سنائی دیتی رہیں اور پھر جیسے دور ڈوب گئیں اور وہ ایک بار پھر بے ہوش

ہو گیا۔

دوسری بار اسے ہوش آیا تو اس نے آنکھیں کھولیں۔

سب سے پہلی چیز جو اس نے دیکھی وہ چھت تھی۔ چھت میں لوہے کا ایک گارڈر پڑا تھا اور اس کے ساتھ ایک زنجیر لٹکی ہوئی تھی۔

یہ زنجیر ناگ کے جسم کے ساتھ بندھی تھی اور وہ زمین سے کوئی دو فٹ اونچا لٹکا ہوا تھا۔ ناگ کے جسم میں درد ہو رہا تھا۔

اس نے گردن گھما کر دیکھا۔ سامنے ایک گنجے سر اور سرخ سرخ آنکھوں والا جرمن آفیسر ہاتھ میں ہنٹر لیے کھڑا اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

جونہی اس جرمن آفیسر نے دیکھا کہ ناگ کو ہوش آ گیا ہے تو

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

اس نے جرمن سپاہی کو اشارہ کر کے کہا۔

"اس کے چہرے پر پانی کا چھینٹا مارو۔"

سپاہی نے جلدی سے جگ میں پانی لے کر ناگ کے منہ پر چھینٹا مارا۔ ناگ نے سر جھٹک دیا۔ وہ پوری طرح ہوش میں آ چکا تھا۔

جرمن افسر نے گرجدار آواز میں بڑے رعب سے کہا۔

"آبدوز کا نقشہ چوری کرنے میں اور کس آدمی نے تمہاری مدد کی تھی؟"۔

ناگ کو اس دیہاتی کا خیال آ گیا جس کے گھر پہلی بار ایملی اسے لے کر گئی تھی۔ اس نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ چاہے وہ مر جائے مگر اسے غریب اور معصوم کاشت کار کا نام ہرگز نہیں بتائے

گا۔

جرمن افسر نے جب دیکھا کہ ناگ بالکل نہیں بول رہا تو اس نے اس پر ہنٹر برسانے شروع کر دیئے۔

درد سے ناگ کی چیخیں نکل گئیں۔ غصے اور تکلیف سے ناگ کا جسم کانپنے لگا۔ اس نے سوچا کہ کیا وہ اپنی جون بدل سکتا ہے؟۔

ناگ نے محسوس کیا کہ زنجیریں اس بری طرح سے اس کے جسم کے گرد لپٹی گئی تھیں کہ وہ صرف سانپ بن کر ان زنجیروں سے اپنے آپ کو نکال سکتا تھا۔

لیکن سانپ بن جانے میں خطرہ یہ تھا کہ اسے بڑی آسانی سے مارا جا سکتا تھا، کیوں کہ اس کے ارد گرد اس تہہ خانے کے کمرے میں چار پانچ جرمن سپاہی کھڑے تھے۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasaa.com

ان کے سامنے اگر ایک سانپ زمین پر رینگنے لگے تو وہ اسے مشین گن کی گولیوں سے بھون کر رکھ سکتے تھے۔

ناگ ہنٹروں کی مار سہتا گیا۔

جرمن افسر جب ناگ کو مار مار کر تھک گیا تو اس نے ہنٹر پھینک دیا۔

جیب سے رومال نکال کر ماتھے کا پسینہ پونچھا اور بولا۔

"اس کمینے کو چھت سے لٹکا رہنے دو، ابھی تھوڑی دیر میں اس کے ہوش ٹھکانے آ جائیں گے اور یہ خود بخود سارے راز بتا دے گا"۔

سارے جرمن کمرے سے باہر نکل گئے۔

وہاں صرف ایک سپاہی باقی رہ گیا۔ اس سپاہی نے دروازہ

بند کر دیا اور دوسری جانب سلاخوں کے پاس کھڑا ہو کر بندوق اٹھائے پہرہ دینے لگا۔

درد کے مارے ناگ کا برا حال ہو رہا تھا۔ اس کا انگ انگ دکھ رہا تھا۔

اس نے لٹکے لٹکے دیکھا کہ جرمن سپاہی چل پھر کر پہرہ دے رہا تھا۔ چھت کے اوپر ایک روشن دان تھا جس کے آگے جالی لگی تھی۔

گویا کوئی سانپ بن کر بھی اس روشندان سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔

چھت سے لٹکے لٹکے ناگ کو سارا بدن اکڑ گیا تھا۔ اور خون پاؤں میں آ کر جمع ہو گیا تھا۔ اس کے پاؤں بھاری ہو کر درد

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

کرنے لگے تھے۔

یہ تکلیف ناگ کی برداشت سے باہر تھی۔ وہ اس تکلیف کو زیادہ دیر تک نہیں سہہ سکتا تھا۔ آخر اس نے اپنی جون بدلنے کا فیصلہ کرلیا جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔

ناگ نے آنکھیں بند کرکے گہرا سانس لیا اور ایک دم چھوٹا سا دبلا پتلا سانپ بن گیا۔ وہ زنجیروں میں سے نکل کر فرش پر گر پڑا۔

وہاں ایک دھیما سا بلب دیوار کے ساتھ جل رہا تھا۔ ناگ نے زمین پر گرتے ہی دیوار کی جانب رینگنا شروع کردیا۔

اس نے محسوس کیا کہ سانپ بن کر بھی اس کا جسم درد کر رہا تھا۔

وہ دیوار پر سے رینگتا ہوا اوپر روشندان کے پاس جا کر جالی

سے لگ کر بیٹھ گیا۔

اس نے غور سے دیکھا جالی بڑی مضبوط تھی اور کسی جگہ سے بھی ٹوٹی ہوئی نہ تھی کہ وہاں سے باہر نکل سکتا۔

ادھر جرمن سپاہی بندوق اٹھائے پہرہ دے رہا تھا ایک بار جو اس نے سلاخوں میں سے اندر دیکھا تو وہ کانپ گیا۔

زنجیر خالی چھت سے لٹک رہی تھی۔ قیدی غائب تھا۔ مگر قیدی کہاں غائب ہو گیا؟ دروازہ بند تھا۔ وہ پہرہ دے رہا تھا۔

ہلکا سا شور بھی نہیں ہوا۔ پھر قیدی کہاں چلا گیا؟ اس نے سلاخ دار دروازہ جلدی سے کھولا اور اندر آ کر چاروں طرف گھور گھور کر تکنے لگا۔

قیدی کسی جگہ بھی نہیں تھا وہ تیزی سے دروازہ بند کرکے باہر آ

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

گیا اور اس نے سیٹی بجانی شروع کر دی۔

سیٹی کی آواز پر وہاں ایک شور مچ گیا۔

سارے جرمن سپاہی بھاگ کر وہاں آ گئے۔ جرمن افسر بھی آ گیا۔

اس نے جب دیکھا کہ قیدی غائب ہے تو اس کا چہرہ زرد پڑ گیا، کیونکہ اگلے روز وہ اپنے کمانڈر کے آگے قیدی کو پیش کرنے والا تھا۔

اس نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"قیدی کہاں فرار ہو گیا؟ کیسے فرار ہو گیا؟"۔

پہرے دار نے لرزتی زبان میں کہا۔

"سر! میں قسم کھاتا ہوں کہ دروازہ بند تھا اور میں پہرہ دے رہا

تھا۔ ایک منٹ کے لیے بھی یہاں سے نہیں ہٹا"۔

"تو پھر قیدی کہاں غائب ہو گیا؟ کیا اسے آسمان نے کھا لیا یا زمین نے نگل لیا؟"۔

"سر! سر! کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا"۔

اور اتنا کہہ کر پہرہ دار فرش پر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

جرمن افسر نے ہاتھ اٹھا کر اونچی غصیلی آواز میں کہا۔

"اس بدبخت کو لے جا کر کوارٹر گارڈ میں بند کر دو اور جیل کے اردگرد تاروں میں بجلی کا کرنٹ دوڑا دیا جائے"۔

اس جیل کے اردگرد لوہے کے تاروں کا جال پھیلا ہوا تھا۔ اسی وقت ان تاروں میں خطرناک کرنٹ دوڑا دیا گیا۔

یہ بجلی کا کرنٹ اتنا زیادہ تھا کہ اگر اس کے قریب سے بھی کوئی

www.urduzaala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

گزرتا تو تارا اپنی طرف کھینچ کر بھسم کر دیتے۔

لیکن ناگ تو روشندان میں سانپ بن کر بیٹھا یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس کا جسم ابھی تک درد کر رہا تھا۔

اسے جرمن افسر پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ اس نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ دوسرے جرمنوں کو بے شک چھوڑ دے گا مگر اس جرمن افسر کو اس کے ظلم کی عبرتناک سزا دے گا۔

مگر سوال اس وقت سب سے اہم یہ تھا کہ اس جیل خانے سے کیونکر چھٹکارا حاصل کیا جائے؟۔

جرمن سپاہی وہاں جاتے ہی نہیں تھے۔ آخر خدا خدا کر کے وہ لوگ کمرے سے چلے گئے۔ جرمن افسر بھی کمرے سے باہر نکل گیا۔

اب ناگ روشن دان میں سے رینگتا ہوا نیچے اترا اور دروازے کی سلاخوں کے پاس آ کر رک گیا۔ اس نے گردن باہر نکال کر دیکھا۔

برآمدہ بالکل خالی تھا۔ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ رینگتا ہوا برآمدے میں آگے بڑھنے لگا۔

اسے یہاں کے راستوں کا علم نہیں تھا۔ خدا جانے وہ کدھر کو جا رہا تھا۔ رینگتے رینگتے برآمدہ ختم ہو گیا اور سامنے سیڑھیاں آ گئیں جو اوپر کو جا رہی تھیں۔

ناگ نے سیڑھیوں کی دیوار پر سے ہو کر اوپر چلنا شروع کر دیا۔

سیڑھیاں اوپر ایک دروازے پر جا کر ختم ہو گئیں۔ یہاں ایک

Pdf By princeofthump@urdufanz.com

سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ یہاں دن کی ہلکی ہلکی روشنی پہلی بار ناگ نے دیکھی۔

سورج غروب ہو رہا تھا اور روشن سورج کی ذرد ترچھی کرنوں کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھی۔ ناگ چھت پر آ گیا۔

چھت پر سے ہو کر اوپر ہال کمرے کی دیوار پر سے ہوتا ہوا ایک ستون کے اوپر آیا تو اس کی نظر اپنے دشمن اس جرمن افسر پر پڑ گئی۔

جرمن افسر ہاتھ میں کاغذات لیے تیزی سے ایک کمرے میں داخل ہوا اور دروازہ بند کر دیا گیا۔

ناگ سمجھ گیا کہ اس کا دشمن اس کمرے میں کام کرتا ہے۔ اس نے دشمن کے کمرے کی طرف رینگنا شروع کر دیا۔

وہ روشندان میں سے ہو کر کمرے میں آ گیا۔ ناگ نے نیچے جھانکا۔ ایک میز پر کاغذات اور فائلیں بکھری پڑی تھیں۔

ٹیبل لیمپ جل رہا تھا اور کرسی پر وہی اس کا دشمن جرمن افسر بیٹھا سر جھکائے کام کر رہا تھا۔ ناگ نے بڑی احتیاط سے جرمن کے عقب میں آ کر دیوار پر سے اترنا شروع کر دیا۔

فرش کے قالین پر آ کر وہ رینگتا ہوا جرمن افسر کی کرسی کے پاس آ کر رک گیا۔ پھر وہ میز کے نیچے آ گیا۔

ناگ اس جرمن افسر کو اس طرح ڈسنا چاہتا تھا کہ اس کی رگیں ایکدم سے خشک ہو جائیں اور وہ کوئی آواز نہ نکال سکے۔

اس کے لیے ضروری تھا کہ جرمن کی گردن پر کان کے قریب ڈسا جائے۔ ناگ کرسی پر رینگتے ہوئے کرسی کی پشت پر آ گیا۔

Pdf By princeofthump@urdufanz.com
www.urdusaa.com

یہاں سے جرمن افسر کے کان کا فاصلہ کوئی دس بارہ انچ تھا۔ ناگ نے اپنا پھن پھیلا کر گردن اونچی کر لی۔ وہ کرسی کی پشت پر ایک فٹ تک کھڑا ہو گیا۔ اس نے اب وقت ضائع نہ کیا اور لپک کر ایک ہی جست میں جرمن افسر کے کان کے پیچھے کاٹ دیا اور اچھل کر سامنے میز پر جا بیٹھا۔

حملہ بے حد شدید اور کامیاب تھا۔ سانپ نے اپنا سارا مہلک زہر ایک ہی بار چند سیکنڈ کے اندر اندر جرمن افسر کی گردن میں ڈال دیا گیا۔

زہر نے اسی لمحے اپنا اثر دکھایا اور اس کی رگیں خشک ہو کر سکڑ گئیں۔

جرمن افسر نے اپنی گردن پکڑ لی اور اینٹھنے لگا۔ اس کی

آنکھیں ابل کر باہر آ گئیں اور جسم کانپنے لگا۔

وہ چیخنا چاہ رہا تھا مگر اس کے حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔

ناک منہ سے خون جاری ہو گیا اور کرسی پر سے گرا اور مر گیا۔

سانپ میز پر سے رینگ کر پھر دیوار پر آیا۔ یہاں سے روشندان کے ذریعے باہر نکل کر ہال کمرے کے ستون پر پہنچا اور دیوار کے ساتھ ساتھ رینگتا ہوا جیل کے بڑے دروازے سے باہر نکل آیا۔

باہر سورج غروب ہو رہا تھا۔ اور جزیرے پر شام کے سائے گہرے ہونے لگے تھے۔

ناگ نے یہاں سے عقاب کا روپ بدلا اور جزیرے کے

آسمان پر پرواز کرتا ہوا جزیرے کے جنوب میں اس کے مکان کے اوپر آ کر بیٹھ گیا جس میں ایملی کا رشتہ دار کسان انکل سام رہتا تھا۔

ناگ سورج غروب ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے ادھیڑ عمر سام کو اپنے مکان سے نکل کر کھیت میں جاتے اور ٹماٹر توڑ کر ٹوکری میں ڈال کر پھر سے مکان کے اندر جاتے دیکھا۔

ناگ مکان کی چھت پر سے اڑ کر نیچے کھیتوں میں آیا اور پھر سے انسانی شکل میں تبدیل ہو گیا۔

وہ قدم قدم چلتا سام کے مکان کے دروازے پر آ کھڑا ہو گیا۔

اس نے آہستہ سے کہا۔

"انکل سام"۔

دیہاتی نے چونک کر ناگ کو دیکھا اور بولا۔

"ناگ! تم یہاں کہاں؟ تم تو برطانیہ چلے گئے تھے۔ ایملی کس حال میں ہے؟"۔

ناگ نے کہا۔

"انکل سام! میرا انگ انگ دکھ رہا ہے۔ پہلے مجھے کسی محفوظ جگہ لے جا کر گرم گرم دودھ کا پیالہ پلاؤ۔ پھر میں تم سے بات کر سکوں گا"۔

"جلدی سے میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ"۔

انکل سام ناگ کو ساتھ لے کر مکان کی سب سے پچھلی کوٹھڑی میں آ گیا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

یہاں گھاس کا ڈھیر لگا تھا۔ انکل سام نے گھاس پر بستر بچھا کر تکیہ لگا دیا۔

"تم یہاں آرام کرو، میں تمہارے لیے دودھ لے کر آتا ہوں"۔

ناگ گرم گرم بستر پر لیٹ گیا اور اس نے کمبل اوپر کر لیے۔ اس کا جسم ذرا پرسکون ہوا مگر درد کم نہیں ہوا تھا۔ ہنٹروں کی وجہ سے اس کے بدن پر کئی جگہوں پر نشان پڑ گئے تھے۔

اتنے میں انکل سام دودھ لے کر آ گیا۔ ناگ نے بڑے مزے سے گرم گرم دودھ پیا۔ دودھ نے اس کے جسم کو کافی آرام پہنچایا کہنے لگا۔

"ہم بڑی کامیابی سے آبدوز میں سوار ہو کر یہاں سے چلے

گئے تھے"۔

انکل سام کہنے لگا۔

خدا کی پناہ! اس رات زبردست گولہ باری ہوئی۔ جرمن جہاز نے بمباری کی۔ پھر ہمارا ایک جہاز آ گیا جس نے جرمن جہاز کو مار گرایا۔

میں یہ تماشا ایک جگہ چھپ کر دیکھ رہا تھا۔ جب تم لوگوں کی آبدوز تمہیں لے کر سمندر میں غائب ہو گئی تو میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

ناگ بولا۔

اب آگے کی کہانی سنو انکل سام! برطانیہ والوں کو ہم نے نئی آبدوز کا نقشہ پہنچا دیا۔ وہ بڑے خوش ہوئے۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

انہوں نے ہمیں انعام بھی دیا جو میں نے وار فنڈ میں واپس جمع کرا دیا۔ ایملی کو بھی انعام ملا، لیکن جرمن جاسوس میرے پیچھے لگ گئے۔

انہیں معلوم ہو گیا کہ میں ہی اصل فساد کی جڑ ہوں اور میں نے ہی نقشہ چرانے میں اہم پارٹ ادا کیا ہے۔

پس انہوں نے مجھے کسی نہ کسی طرح اغوا کر لیا۔ اور اس جزیرے کی سب سے خطرناک جیل میں لا کر بند کر دیا۔

انکل سام نے پوچھا۔

"اور تم فرار کس طرح ہوئے؟"۔

"بس کچھ نہ پوچھو۔ بڑی مشکل سے جرمن سپاہیوں کا قتل کر کے جیل توڑ کر بھاگ نکلا ہوں"۔

انکل سام سوچ میں پڑ گیا۔ وہ کچھ پریشان ہو گیا تھا۔

ناگ کہنے لگا۔

"میں جانتا ہوں تم کیوں پریشان ہو انکل! میں تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں جرمن پریشان نہیں کر سکتے، کیونکہ میں یہاں سے چلا جاؤں گا اور انہیں تلاش کے باوجود میرا کوئی سراغ نہیں ملے گا"۔

انکل سام نے کہا۔

"لیکن میرے بیٹے تم کہاں جاؤ گے؟ اس جزیرے پر تو سوائے میرے تمہیں کوئی نہیں جانتا اور پھر مفرور قیدی کو بھلا کون اپنے گھر میں گھسنے دے گا؟"۔

جرمن تو اس کے سارے کنبے کو موت کے گھاٹ اتار دیں

www.urdufanz.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

گے۔

"ٹھیک کہتے ہو انکل! مگر میں کسی کے گھر نہیں جاؤں گا"۔

"تو پھر کہاں جاؤ گے؟"۔

"میں سمندر کنارے والی چٹانوں میں جا کر چھپ جاؤں گا اور یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کروں گا"۔

"مگر بیٹا تم کیسے فرار ہو سکتے ہو؟ راستے میں طوفانی سمندر ہے اور پھر آج کل سمندر میں طوفان آیا رہتا ہے"۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"چچا! میں بغیر کشتی کے بھی سفر کر سکتا ہوں"۔

"وہ کیسے؟"۔

ناگ بولا۔

"اڑ کر"۔

"بیٹا! تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے اور میں تمہارے لیے پریشان ہو رہا ہوں"۔

ناگ ہنس پڑا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں انکل! چلو اچھا یہ باتیں پھر کبھی کریں گے۔ اب میں آرام کرنا چاہتا ہوں، بہت تھک گیا ہوں۔ صبح ہوتے ہی یہاں سے چلا جاؤں گا"۔

"کوئی بات نہیں بیٹا! یہ تمہارا اپنا گھر ہے، چاہے جتنے دن رہو"۔

ناگ کہنے لگا۔

"انکل! میں صرف آج کی رات یہاں رہوں گا اور ہاں اگر

www.urduraala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

جرمن سپاہی میری تلاش میں رات کو بھی آ گئے تو تم مجھے جگا دینا، میں یہاں سے غائب ہو جاؤں گا اور جرمن میرا سراغ نہ لگا سکیں گے"۔

"اچھا بیٹا! ایسا ہی کروں گا، اب تم آرام کرو"۔

بوڑھا انکل سام چلا گیا۔ ناگ نے آنکھیں بند کر لیں اور سوچنے لگا کہ وہ اس جزیرے پر سے جرمنوں کا خاتمہ کر کے ہی اب جائے گا۔

جزیرے پر جرمنوں کی چار گن پوسٹیں تھیں اور ایک اسلحے کا گودام تھا۔ ناگ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ان گن پوسٹوں اور اسلحہ بارود کے گودام کو تباہ کرنے کے بعد جزیرے سے واپس چلا جائے گا۔ وہ تھک گیا تھا، چنانچہ بہت جلد سو گیا۔

اجنبی عورت

ابھی سورج نکلا ہی تھا کہ ناگ کی آنکھ کھل گئی۔

انکل سام کے دروازے کو زور زور سے پیٹا جا رہا تھا۔ باہر جرمن سپاہی کھڑے تھے۔ بندوقوں سے دروازہ توڑ رہے تھے۔ انکل سام جلدی سے گیا اور دروازہ کھول کر بولا۔

"حضور! کیا حکم ہے؟"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ایک سپاہی نے انکل کو دھکا دے کر پرے گرایا اور اندر کو لپکا۔ ناگ نے ایک منٹ کے اندر اندر اپنی جون بدل لی اور وہ سانپ بن کر دیوار کے اوپر چڑھ کر چھت کی کڑیوں میں چھپ گیا۔

سپاہی دندناتے ہوئے اندر آ گئے۔ انہوں نے سارے مکان کی تلاشی لینی اور چیزوں کو ادھر ادھر پھینکنا شروع کر دیا۔ وہ پچھلی گھاس پھوس والی کوٹھڑی میں بھی آ گئے۔ یہاں گھاس کے ڈھیر کے سوا اور کچھ بھی نہیں تھا۔

"کہاں ہے وہ بدبخت قیدی؟"۔

جرمن سپاہی نے چیخ کر کہا۔

انکل سام کہنے لگا۔

"حضور! یہاں تو میرے سوا اور کوئی نہیں ہے"۔

"تم بکتے ہو۔ جلدی بتاؤ ہمارا مفرور قیدی کہاں ہے؟ نہیں تو تمہاری لاش الٹی کر کے لٹکا دیں گے"۔

انکل نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"حضور! ہم آپ کی رعایا ہیں۔ ہم آپ کے وفادار ہیں۔ اگر کوئی قیدی یہاں آتا تو سب سے پہلے میں خود آ کر آپ کو اطلاع کرتا۔ آپ خود دیکھ لیں، یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے"۔

جرمن سپاہی کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا۔

اس نے کہا۔

"اس گھاس کے ڈھیر کو نکال کر باہر پھینک دو۔ ہو سکتا ہے، ہمارا قیدی اس ڈھیر کے اندر چھپ کر بیٹھا ہو"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

پہلے گھاس کے ڈھیر پر سنگینیں ماری گئیں۔ پھر سارے گھاس کو اٹھا کر باہر ڈھیر کر دیا گیا مگر اندر سے کچھ بھی نہ نکلا۔

جرمن سپاہیوں کو یقین ہو گیا کہ یہاں ان کا ملزم نہیں ہے۔

پھر بھی انکل سام کو خبردار کر دیا گیا۔

''سنو! ہمارا ایک بڑا ہی خطرناک قیدی جیل توڑ کر بھاگ گیا ہے۔ اگر وہ یہاں آئے تو ہمیں فوراً اطلاع کر دینا، نہیں تو تمہارے مکان کو آگ لگا دی جائے گی اور تمہاری گردن میں پتھر باندھ کر تمہیں سمندر میں پھینک دیا جائے گا۔ سمجھے؟''۔

''سمجھ گیا حضور! آپ بالکل فکر نہ کریں۔ اگر وہ بدبخت قیدی ادھر آیا تو میں اسے اسی وقت باندھ کر آپ کے پاس لے آؤں گا''۔

جرمن سپاہی جیپ میں بیٹھ کر چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد اب انکل سام کو فکر ہوئی کہ ناگ کہاں چلا گیا۔ وہ تو گھاس والی کوٹھڑی میں چھپا تھا۔

وہ اندر جا کر اسے ادھر ادھر، یہاں وہاں تلاش کرنے لگا، لیکن ناگ اسے کہیں دکھائی نہ دیا۔ اسے دکھائی بھی کہاں دیتا؟۔

وہ تو سانپ کی شکل میں چھت کے شہتیر میں چھپا بیٹھا تھا۔ جب انکل نا امید ہو کر اور یہ سوچ کر باہر نکل گیا کہ ناگ ضرور سمندری چٹانوں کی طرف کسی طرح سے بھاگ گیا ہے تو ناگ چھت پر سے اترا اور دیوار پر رینگتا ہوا کھڑکی میں سے ہو کر باہر نکل گیا۔

کھیتوں میں جا کر وہ جھاڑیوں کی اوٹ میں ہو گیا۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

یہاں کچھ دیر دھوپ میں آرام کرنے کے بعد اس نے دوبارہ انسان کی شکل اختیار کی اور انکل سام کے گھر آ گیا۔

ناگ کو دیکھ کر انکل خوشی سے چہک اٹھا۔

"خدا کے لیے اندر آ جاؤ، وہ کم بخت بندوقیں لے کر تمہارے پیچھے آئے تھے۔ تم کہاں چلے گئے تھے؟ مجھے تو بڑی فکر ہو گئی تھی"۔

ناگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"انکل میں کھڑکی میں سے کود کر باہر کھیتوں میں چلا گیا تھا"۔

ناگ نے اب وہاں ٹھہرنا مناسب خیال نہ کیا۔

اس نے کہا۔

انکل! اب میں تمہارے مکان میں نہیں رہوں گا، کیونکہ میرے رہنے سے تمہارے لیے کئی خطرے پیدا ہو جائیں گے۔ جرمن تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ جزیرے میں جگہ جگہ جاسوس پھر رہے ہیں۔ وہ لوگ ضرور جا کر جرمنوں کو اطلاع کر دیں گے۔

انکل نے کہا۔

"لیکن بیٹے! تم میرے پاس نہیں رہو گے تو پھر کہاں جاؤ گے؟ اس جزیرے پر تو تمہیں کوئی نہیں جانتا"۔

"کوئی بات نہیں انکل! میں کسی نہ کسی جگہ رہ لوں گا ہاں کھانا کھانے تمہارے پاس روز رات کو آ جایا کروں گا۔ تم بالکل فکر نہ کرو۔ اچھا اب میں جاتا ہوں"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

اتنا کہہ کر ناگ وہاں سے رخصت ہو گیا۔

وہ مکان کے پچھواڑے سے ہو کر کھیتوں میں آ گیا۔

یہاں سے وہ درختوں کے جھنڈ میں آ کر پتھر پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ وہ کس ترکیب سے اس جزیرے پر سے جرمنوں کو تباہ کرے؟

اس نے سوچا کہ سب سے پہلے تو جرمنوں کے اسلحہ کے گودام کو اڑانا چاہیے۔ اس کے بعد پھر باری باری پہاڑوں پر بنی ہوئی چار گن پوسٹوں کو تباہ کرنا چاہیے۔

ناگ اٹھا اور جزیرے کے شمال کی جانب چل پڑا۔ اسے معلوم تھا کہ شمال میں ایک جگہ چٹانوں کے درمیان، غار میں جرمنوں نے اسلحے کے گودام بنا رکھا ہے۔

اس گودام کو اڑانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس کے باہر زبردست پہرہ تھا اور اندر کوئی غیر آدمی نہ جا سکتا تھا جب کہ ناگ نے اندر جا کر آگ لگائی تھی۔

ناگ سوچتا جا رہا تھا کہ وہ کون سی ترکیب استعمال کرے؟۔

اسے یہ بھی ڈر تھا کہ کسی سپاہی کی اس پر نظر نہ پڑ جائے، کیونکہ وہ پہچانا جا سکتا تھا اور ایک بار پھر اسے گرفتار کیا جا سکتا تھا۔

ناگ نے دیکھا کہ ایک عورت ذرا دور ایک چشمے پر بیٹھی کسی کو اشارے کر رہی ہے۔ ناگ قریب جا کر چھپ کر اس کو تکنے لگا۔

عورت دیہاتی تھی۔ اس نے ایک بار پھر اوپر ٹیلے کی طرف اشارہ کیا۔ ٹیلے پر سے ایک نوجوان نیچے اتر آیا۔

وہ عورت کے قریب آ کر بولا۔

www.urdusaga.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"کیا فرانس سے کوئی پیغام آیا؟"۔

"نہیں ادھر سے کسی نے اطلاع نہیں دی۔ معلوم ہوتا ہے، ہمارے سارے وطن پرست پکڑ لئے گئے ہیں"۔

ناگ سمجھ گیا کہ یہ سارے وطن پرست فرانسیسی ہیں جو جرمن فوج کے فرانس پر قبضے کے خلاف کام کر رہے ہیں۔

ناگ بڑا خوش ہوا کہ اسے دو ساتھی مل گئے ہیں۔ وہ یکدم ان کے سامنے آ گیا اور بولا۔

"میرے بھائی اور میری بہن! مجھ سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم یوں سمجھ لو کہ میں بھی فرانسیسی وطن پرست ہوں۔ میں نے پیرس میں وطن پرستوں کے ساتھ مل کر کام کیا ہے"۔

عورت اور لڑکا ایک دم سے پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے اور حیرت سے ناگ کو تکنے لگے۔ لڑکے نے قریب آ کر غور سے ناگ کو دیکھا اور کہا۔

"ہمیں کس طرح یقین آئے کہ تم وطن پرستوں کے لیے کام کرتے رہے ہو؟"۔

اس پر ناگ نے کہا۔

"تم پیرس میں جا کر اپنے لیڈر سے پوچھو کہ وہ کون شخص تھا جس نے یہودیوں کو جرمنوں کی قید سے نکال کر ایک ریل گاڑی میں سوئٹزرلینڈ کی سرحد پر پہنچایا تھا"۔

عورت بولی۔

"کیا تمہارا نام ناگ ہے؟"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"ہاں میں ناگ ہوں"۔

میں مس ایملی کے ساتھ برطانیہ سے ایک زبردست خفیہ مشن پر آیا تھا۔وہ مشن کامیاب ہو گیا۔ ہم نے لائٹ ہاؤس سے ضروری کاغذات لے کر برطانیہ پہنچا دیئے۔

وہاں سے جرمنوں نے مجھے اغوا کر کے یہاں لا کر قید کر دیا۔ میں کل شام جیل توڑ کر بھاگ نکلا ہوں اور اب جزیرے پر جرمنوں کے اسلحہ کے گودام کو تباہ کرنے کا پروگرام سوچ رہا ہوں۔

عورت بولی۔

"ہم بھی یہی مشن لے کر آئے ہیں،لیکن ہمارے ساتھی ابھی تک یہاں نہیں پہنچ سکے۔معلوم ہوتا ہے کہ اسے گرفتار کر لیا گیا ہے"۔

ناگ کہنے لگا۔

"تو پھر کیا ہوا۔ اسلحے کے گودام کے باہر ہمیشہ اسی طرح پہرے ہوا کرتے ہیں،پھر بھی وطن پرست وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ ہم بھی کوشش کریں گے اور خدا نے چاہا تو اس کوشش میں ضرور کامیاب ہوں گے"۔

عورت کہنے لگی۔

"ہمیں کوئی منصوبہ بنا کر کام کرنا ہوگا"۔

"کون سا منصوبہ؟"۔

"کوئی منصوبہ جو ہمیں گودام تک پہنچا سکے"۔

لڑکے نے کہا۔

میں نے یہ معلوم کر لیا ہے کہ اس گاؤں سے ہر روز ایک

www.urdusaaz.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

عورت دودھ اور انڈے لے کر گودام کے سپاہیوں کو دینے جاتی ہے۔

اگر کسی طرح سے ہم اس عورت پر قابو پالیں اور میری بہن انڈے اور دودھ لے کر گودام تک جانے میں کامیاب ہو جائے تو کام بن سکتا ہے۔

ناگ نے کہا۔

"سب سے پہلے تو مجھے تم دونوں اپنے اپنے نام بتاؤ"۔

لڑکے نے کہا۔

"میرا نام اوتر ہے"۔

عورت نے کہا۔

"میرا نام نانا ہے"۔

ناگ بولا۔

"ٹھیک ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ وہ عورت کس جگہ سے دودھ لے کر جاتی ہے؟"۔

"یہاں سے دو فرلانگ کے فاصلے پر ایک مکان ہے۔ وہ عورت اس مکان میں رہتی ہے"۔

ناگ بولا۔

"فکر نہ کرو۔ اس کا بندوبست میں کرلوں گا۔ یہ بتاؤ کہ عورت دودھ اور انڈے لے کر کس وقت گودام کو جاتی ہے؟"۔

"صبح شام دونوں وقت جاتی ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"صبح کا وقت تو نکل گیا ہے۔ اب وہ شام کو کس وقت جائے

www.urdurasaa.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

گی؟"۔

لوتھرے کہنے لگا۔

"شام کو چار بجے وہ گھر سے دودھ اور انڈے لے کر نکلتی ہے"۔

"بہت خوب! میرے ساتھ آؤ۔ ہم اس کے راستے میں انتظار کریں گے"۔

ناٹا کہنے لگی۔

"انتظار کر کے کیا کریں گے؟"۔

ناگ نے کہا۔

"یہ میں وہاں پہنچ کر بتاؤں گا، تم میرے ساتھ آؤ"۔

تینوں وہاں سے چل دیئے۔ انہوں نے دوپہر کا کھانا

کھیتوں میں بیٹھ کر کھایا۔ وہیں چشمے کا پانی پیا۔ اب وہ شام کے چار بجا رہے تھے۔

جب چار بجنے میں دو چار منٹ رہ گئے تو تینوں اس راستے میں ایک جگہ درختوں اور جھاڑیوں کی اوٹ میں کھڑے ہو گئے۔

جہاں سے دیہاتی عورت نے دودھ اور انڈے لے کر گزرنا تھا۔

ٹھیک چار بجے ایک ادھیڑ عمر کی دیہاتی عورت سر پر دودھ کا برتن رکھے ہاتھ میں انڈوں کی ٹوکری پکڑے دور سے آتی دکھائی دی۔

اسے دیکھتے ہی ناٹا نے کہا۔

"خبردار! دیہاتی عورت دودھ اور انڈے لے کر آ رہی

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"تم لوگ اسی جگہ بیٹھو۔ میں راستے میں اس عورت سے ملتا ہوں"۔

لوتے نے ناگ کو روکتے ہوئے کہا۔

"تم وہاں جا کر کہیں کام نہ خراب نہ کر دینا۔ بہتر یہی ہے کہ ہم اس جگہ بیٹھ کر عورت کو انتظار کرتے ہیں۔ جب وہ قریب آئے گی تو اسے ہلاک کر کے ناتا کو انڈے دودھ دے کر بھیج دیں گے"۔

ناگ نے کہا۔

"خواہ مخواہ ایک بے گناہ عورت کو ہلاک کرنا۔ بڑی بری بات

ہے اور زبردست گناہ ہے"۔

"تو پھر وہاں جا کر کیا کرو گے؟"۔

لوتے نے پوچھا۔

"میں جو کچھ کروں گا مگر عورت کو ہلاک ہرگز نہیں کروں گا"۔

اتنا کہہ کر ناگ تیزی سے جھاڑیوں سے نکل کر اس راستے پر آ گیا جہاں وہ دیہاتی عورت چلی آ رہی تھی۔

جب وہ ناگ کے قریب سے گزری تو ناگ نے ایک درخت کی اوٹ میں ہو کر سانپ کا روپ بدلا اور عورت کی گردن پر ڈس دیا۔

اس نے صرف اتنا زہر اس عورت کے جسم کے اندر ڈالا کہ جس سے وہ دو تین گھنٹے بے ہوش رہے۔ عورت چکرا کر گری اور

www.urduzaala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

بے ہوش ہوگئی۔

ناگ نے انڈوں کی ٹوکری اور دودھ کا برتن اٹھایا اور نانا لوترے کے پاس آ کر بولا۔

"یہ لو دودھ کا ڈبہ اور انڈوں کی ٹوکری"۔

نانا اور لوترے نے حیرانی سے پوچھا۔

"اور وہ دیہاتی عورت"۔

ناگ نے کہا۔

میں نے اسے بے ہوش کر دیا ہے۔ میرے پاس ایک ایسی دوائی تھی جو میں نے اس کے جسم میں داخل کر دی ہے۔ اب وہ چار گھنٹے تک بے ہوش پڑی رہے گی، اتنے عرصے میں ہم کام کرلیں گے۔

لوترے نے نانا سے کہا۔

"نانا! جلدی سے دودھ اور انڈے لے کر اسلحے کے گودام میں پہنچو۔ تمہیں معلوم ہے کہ تمہیں وہاں تین جگہوں پر ٹائم بم رکھ آنے ہیں"۔

ناگ نے کہا۔

"ٹائم بم رکھنے میں اگر ذرا بھی کوتاہی ہوگئی تو نانا کی خیر نہیں ہوگی۔"

نانا نے ہنس کر کہا۔

"میں اس کام میں بڑی ماہر ہوں۔ میں نے فرانس میں جرمنوں کے چھ اسلحہ خانے ٹائم بموں سے اڑائے ہیں"۔

"بہت خوب! پھر تم جا سکتی ہو، لیکن اگر کوئی خطرے کی بات

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ہوئی تو ہمیں کس طرح اطلاع کروگی؟"۔

ناتا نے کہا۔

"میرے پاس ایک وسل ہے، میں وہ وسل بجادوں گی، لیکن یہ وسل کی آواز صرف آپ لوگوں کے لیے ہوگی کہ میں پھنس گئی ہوں، میں مر رہی ہوں، تم لوگ اپنا آپ بچا کر بھاگ جاؤ"۔

ناگ بولا۔

"ناتا! تم بہادر فرانس کی بہادر بیٹی ہو۔ میں تمہیں سلام کرتا ہوں، لیکن میری دعا ہے کہ وسل بجانے کا وقت نہ آئے، لیکن اگر تمہیں وسل بجانا پڑ گیا تو میں پوری کوشش کروں گا کہ تمہیں آ کر بچالوں"۔

ناتا نے ہنس کر کہا۔

"آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا۔ اسلحہ کو برباد کرنے والے اکثر خود بھی ساتھ ہی تباہ ہو جایا کرتے ہیں۔ میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر جا رہی ہوں۔ اچھا خدا حافظ!"۔

ناتا نے دودھ کا مٹکا سر پر رکھا۔ انڈوں کی ٹوکری ہاتھ میں پکڑی اور ان چٹانوں کی طرف روانہ ہوگئی جہاں جرمنوں کا اسلحے کا گودام تھا۔ لوترے اور ناگ اسی جگہ بیٹھ گئے اور انتظار کرنے لگے کب ادھر سے دھماکوں کی آواز سنائی دیتی ہیں۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

علی بابا کا غار

گولہ بارود کے گودام کے باہر پہرہ لگا تھا۔

جرمن سپاہی ادھر ادھر کام کاج کر رہے تھے۔ اتنے میں نانا دودھ اور انڈے لے کے وہاں پہنچ گئی۔ سپاہیوں نے اسے گھیر لیا۔

''اری تو کون ہے؟ وہ عورت بلا نشے کہاں ہے؟ وہ کیوں نہیں آج آئی؟''۔

نانا نے غمزدہ منہ بنا کر کہا۔

''وہ میری بہن ہے۔ وہ بیمار ہو گئی۔ کہنے لگی نانا! تو دودھ لے جا۔ بے چاری کے پیٹ میں سخت درد تھا''۔

ایک سپاہی نے کہا۔

''مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ تو کوئی انگریز جاسوس ہے''۔

نانا جلدی سے بولی۔

''خدا نہ کرے! میں تو جزیرے میں رہنے والی سیدھی سادھی گوان ہوں۔ میں بھلا جاسوس کیا کروں گی۔ یہ لو انڈے اور دودھ''۔

سپاہی قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ نانا نے انہیں مسکرا مسکرا کر دودھ دینا اور باتیں شروع کر دیں۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"جب سے تم اس جزیرے میں آئے ہو، یہاں بڑا امن وامان ہو گیا ہے، خدا کا شکر ہے کہ وہ مردار انگریز یہاں سے نو دو گیارہ ہوئے۔ انہوں نے تو ہمارا ناک میں دم کر رکھا تھا"۔

اپنی چکنی چپڑی باتوں سے نانا نے جرمن سپاہیوں کے دل موہ لئے۔ باتوں ہی باتوں میں نانا گودام کے دروازے پر آ گئی۔

کہنے لگی۔

"یہ غار کتنی خوبصورت ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے علی بابا کا غار ہو۔ کیا تم نے علی بابا کا قصہ پڑھا ہے"۔

ایک سپاہی نے کہا۔

"کیوں نہیں۔ وہی علی بابا جس کے چالیس چور تھے"۔

"ہاں ہاں۔ وہی۔ کتنی دلچسپ کہانی تھی۔ یہ غار بھی بالکل علی بابا کے غار کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ مگر اندر سے تو یہ بالکل خراب لگتا ہے"۔

سپاہی بولا۔

"ارے گوالن تو گنوار ہے۔ تجھے کیا معلوم اس غار میں کس قدر قیمتی خزانہ رکھا ہوا ہے"۔

نانا نے حیرت سے پوچھا۔

"اچھا تو کیا اندر ہیرے جواہرات کا خزانہ ہے؟"۔

ایک سپاہی نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"ہیرے جواہرات سے بھی قیمتی۔ کیا اندر جا کر دیکھو گی؟"۔

نانا بھی تو چاہتی تھی۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

جلدی سے بولی۔

''کیوں نہیں۔ میں ضرور دیکھوں گی''۔

کمانڈر نے کہا۔

''اس گنوار عورت کو ذرا غار کی سیر کرا دو۔ اس خوشی میں یہ ہمیں دودھ خالص دیا کرے گی''۔

جرمن سپاہی ناتا کو گودام کے اندر لے گئے۔ ناتا یونہی بناوٹی حیرانی کا اظہار کر رہی تھی۔

''ارے! یہ تو بڑے بڑے بم پڑے ہیں۔ یہ تو بڑی بڑی پیٹیاں ہیں۔ ان صندوقوں میں کیا ہے؟''۔

''ان میں جواہرات ہیں''۔

اور پھر جرمن زور سے ہنس پڑے۔ انہوں نے ناتا کو ایک بے

ضرر دیہاتی سمجھ کر کھلا چھوڑ دیا۔ یہی ان کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

ناتا ایک ہوشیار اور چالاک جاسوسہ کی طرح ایک ایک جگہ کا جائزہ لے رہی تھی کہ اسے کس کس جگہ ٹائم بم رکھنا چاہیے۔

اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ اس کے قریب کوئی سپاہی نہیں تھا۔ ناتا نے بڑی ہوشیاری سے ایک جگہ بارود کے صندوقوں کے نیچے ٹائم بم رکھ دیا۔ اور اس کا بٹن دبا دیا۔

ایک جرمن سپاہی نے اسے بارود کی پیٹی کے پاس جھکے ہوئے دیکھا تو جلدی سے قریب آ کر گرجا۔

''یہاں کیا کر رہی ہو گندی عورت؟''۔

ناتا کانپ گئی۔ پھر فوراً اس کو ٹھیک رکھتے ہوئے بولی۔

www.urduzaa.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"میں۔۔۔میں دیکھ رہی تھی کہ اس صندوق میں علی بابا کے جواہرات کہاں ہیں؟"۔

"چل یہاں سے بھاگ جا"۔

ناتا مسکراتی ہنستی دوسری طرف بھاگ گئی۔ جرمن سپاہی آگے جا چکا تھا۔

ناتا نے موقع دیکھ کر ایک اور جگہ ٹائم بم رکھ دیا اور بٹن دبا دیا۔

اسی طرح اس نے تیسرے مقام پر بھی ٹائم بم لگا دیا۔ جب وہ اس اہم کام سے فارغ ہو گئی تو ہنستی گاتی گودام سے باہر آ گئی۔

جرمن سپاہیوں نے کہا۔

"دیکھ لیا علی بابا کا غار؟"۔

ناتا نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"شکریہ بھائیو! علی بابا کا غار واقعی بڑا پراسرار ہے۔ اچھا پھر کبھی ان صندوقوں کے اندر بند کیے ہوئے جواہرات بھی دیکھوں گی"۔

"ضرور۔ ضرور۔ اب کل سے خالص دودھ لایا کرنا"۔

"ضرور خالص دودھ لاؤں گی"۔

ناتا نے ٹوکری اور خالی برتن اٹھایا اور سپاہیوں کو سلام کر کے واپس اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہو گئی۔

جب وہ جنگل میں چٹانوں کے پاس پہنچی تو ناگ اور لوترے نے اسے اپنے پاس بلا لیا۔

لوترے نے بے تابی سے پوچھا۔

"دھماکا کیوں نہیں ہوا؟"۔

نانا نے تیزی سے کہا۔

"تم بھول گئے ہو کہ ٹائم بم ایک گھنٹے بعد پھٹے گا؟"۔

لوترے نے سانس بھر کر کہا۔

"اوہ! آئی ایم ساری! میں سمجھ رہا تھا کہ یہ پیرس والے ٹائم بم ہیں، جن کا وقت پندرہ منٹ ہوتا ہے"۔

"پندرہ منٹ کے ٹائم بم لگا کر وہاں سے میں زندہ کیوں کر واپس آ سکتی تھی بھلا؟"۔

"ٹھیک ہے"۔

ناگ نے پوچھا۔

"ٹائم بم ٹھیک جگہوں پر لگائے تھے ناں؟"۔

"بالکل ٹھیک جگہوں پر"۔

ناگ نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ ہمیں تمہارے وسل کی آواز نہیں سنائی دی"۔

لوترے نے کہا۔

"ہاں! اگر وسل کی آواز آتی تو سب سے پہلے میں تمہاری مدد کو دوڑتا"۔

ناگ بولا۔

"نہیں! سب سے پہلے میں نانا کی مدد کو دوڑتا"۔

نانا ہنس کر بولی۔

"شاید اس وقت میں تم دونوں کی مدد سے دور ہو چکی ہوتی"۔

www.urdumasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

میرا مطلب ہے کہ شاید اس وقت مجھے تم میں کسی کی مدد بھی کوئی
فائدہ نہ پہنچا سکتی"۔

لوترے نے کہا۔

"جرمنوں کو تم پر شک تو نہیں ہوا؟"۔

"بالکل نہیں۔ میں نے ایسا بہانہ بنایا کہ انہیں مجھ پر اعتبار کرنا
ہی پڑا"۔

ناگ نے پوچھا۔

"ایک گھنٹے کا وقفہ تھا نا؟"۔

"پورے ایک گھنٹے کا"۔

لوترے بولا۔

"اس کا مطلب ہوا کہ پورے ایک گھنٹے بعد اسلحے کا گودام

آتش فشاں پہاڑ کی طرح پھٹ جائے گا"۔

"ہاں! ہمیں اس عرصے میں یہاں سے جتنی دور ہو سکے،
چلے جانا چاہیے"۔

ناگ نے کہا۔

"ساحلی چٹانوں میں جا کر چھپ جانا چاہیے"۔

"ہاں! وہ جگہ ٹھیک رہے گی"۔

ماریا نے کہا۔

"کیوں نہ ہم اپنے خفیہ مقام پر چلے چلیں؟"۔

ناگ نے پوچھا۔

"وہ کون سی جگہ ہے؟"۔

لوترے کہنے لگا۔

Pdf By princeofthump@urdufanz.com

مسٹر ناگ! وہ اس جزیرے پر ہماری ایک خاص جگہ ہے۔ پہلے ہمیں تم پر کوئی بھروسہ نہیں تھا، لیکن اب ہمیں تم پر اعتبار آ گیا ہے۔

اگر تم پہلے کہتے تو ہم تمہیں کبھی وہاں نہ لے جاتے، لیکن اب تم ہمارے ساتھ وہاں تک جا سکتے ہو۔

لوتر ے اور ناتا نے ناگ کو ساتھ لیا اور خفیہ مقام کی طرف روانہ ہو گئے۔

یہ خفیہ مقام جزیرے کے جنوب میں ایک غار تھی۔

یہ غار سمندر کے کنارے پر ساحلی چٹانوں کے درمیان واقع تھی۔ اس غار میں لوترے اور ناتا نے سونے کے لیے گھاس پھونس بچھا کر بستر تیار کر رکھے تھے۔

تینوں یہاں آ کر بیٹھ گئے۔ یہاں کھانے پینے کی بھی سب چیزیں اور تازہ پھل وغیرہ موجود تھے۔

ناگ اس جگہ پر آ کر بڑا خوش ہوا۔

اب وہ دھماکے کا انتظار کرنے لگے۔

لوترے نے کہا۔

''ناتا! تم نے ٹائم بموں کا بٹن دبا دیا تھا ناں؟''۔

ناتا نے کہا۔

''لوترے بھائی! تم مجھے اناڑی کیوں سمجھتے ہو؟ میں نے بٹن دبا دیا تھا۔ تم دیکھ لینا۔ ٹھیک وقت پر ایک بھیانک دھماکا ہو گا بلکہ کئی بھیانک دھماکے ہوں گے''۔

ناگ بولا۔

www.urdurasala.com Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"اس غار کی چھت کا خطرہ ہے۔ دھماکوں سے یہ بھی گر سکتی ہے"۔

"نہیں! ان چٹانوں کی چھتیں بڑی مضبوط ہیں۔ تم فکر نہ کرو"۔

ناگ کی اس بات پر لوتر نے ہنس دیا۔

ناگ نے شرمسار سا ہو کر کہا۔

"مجھے اپنی نہیں، تمہاری فکر ہے۔ اس لیے کہ تم وطن پرست ہو اور تمہارے وطن کو تمہاری سخت ضرورت ہے"۔

"کوئی بات نہیں۔ ہمارے وطن کو ہماری زندگی کی ضرورت بھی ہے تو ہمیں جان کی بھی ضرورت ہے"۔

"زندگی قربان کر کے ہی وطن کے لیے کوئی کام کیا جا سکتا

ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"شاباش! میں تمہاری باتیں سن کر بے حد خوش ہوا ہوں۔ جس قوم کے نوجوانوں میں ایسا سچا اور دلیرانہ جذبہ زندہ ہو، وہ قوم کبھی نہیں مر سکتی اور اس قوم کو دشمن کبھی شکست نہیں دے سکتا"۔

لوتر نے کہا۔

فرانس پر جرمنوں نے طاقت کے بل پر قبضہ کر لیا ہے، لیکن فرانس زندہ ہے۔ فرانس کے نوجوان، فرانس کا بچہ بچہ زندہ ہے اور وہ اپنے وطن پر مر مٹنے کو تیار ہے۔ ہم ہر قسم کی قربانیاں دیں گے مگر اپنے وطن کے

www.urduraza.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

دشمنوں سے آزاد کرا کر ہی دم لیں گے۔

ناگ نے کہا۔

''آفرین ہے تمہارے اس جذبے پر لوترے! میں تم کو اور تمہارے وطن کو سلام کرتا ہوں۔ زندہ قوموں کے نوجوان ایسے ہی ہوا کرتے ہیں''۔

ناگ نے کہا۔

''ذرا اپنی گھڑیوں کا خیال رکھنا''۔

لوترے نے کہا۔

''فکر نہ کرو۔ ابھی پندرہ منٹ باقی ہیں''۔

ناگ بولا۔

''تم لوگ اس کے بعد کہاں جاؤ گے؟ کیا تم جس جزیرے

میں رہو گے؟''۔

لوترے نے کہا۔

''اس گولہ بارود کے تباہ ہونے کے بعد ہمارا یہاں رہنا خطرناک ہوگا اور بے فائدہ بھی۔ ہم کسی دوسری جگہ کسی دوسرے مقام پر جا کر دشمنوں کو شکست دیں گے''۔

ناگ نے پوچھا۔

''تم اس جزیرے سے کس طرح باہر جاؤ گے؟ یہاں تو چاروں طرف دشمن نے گھیرا ڈال رکھا ہے۔ سمندر میں جگہ جگہ بارودی سرنگیں بچھی ہیں''۔

لوترے نے کہا۔

''یہ ٹھیک ہے۔ لیکن ہمارے وطن پرستوں کا جال بھی بڑا وسیع

www.urdurasaaz.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ہے۔ ہماری کشتیاں اس سمندر میں گھومتی پھرتی ہیں۔ ہماری کوئی نہ کوئی کشتی آ کر ہمیں یہاں سے نکال لے جائے گی"۔

"تم اب کس جگہ جاؤ گے؟"۔

لوترے نے کہا۔

ہم فرانس واپس چلے جائیں گے اور اپنے وطن میں جا کر جرمنوں کے خلاف کام کریں گے۔

وہ باتیں کرتے رہے اور وقت گذر گیا۔ لوترے نے گھڑی دیکھ کر کہا۔

"صرف پانچ منٹ باقی رہ گئے ہیں"۔

لوترے پریشان ہو گیا تھا۔ وہ بے چینی سے غار کے اندر ٹہلنے لگا۔

ناتا نے کہا۔

"تم کیوں بے چین ہو رہے ہو لوترے؟"۔

لوترے بولا۔

"مجھے صرف ایک وہم بار بار پریشان کر رہا ہے کہ کہیں تم بٹن دبانا نہ بھول گئی ہو"۔

ناتا مسکرائی۔

لوترے! میں تمہاری بہن ہوں۔ میرے اندر تمہاری ذہانت اور عقل مندی ہے۔ میں نے جرمنوں کے کئی گولہ بارود کے گودام اڑائے ہیں۔

میں نے پہلی بار ٹائم بم نہیں رکھے۔ تم تو خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہو۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ نے کہا۔

''ہاں بھائی لوترے! بے چین ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

نانا سمجھدار عورت ہے۔اس نے سارا کام منصوبے کے مطابق کیا ہوگا''۔

لوترے سانس بھر کر بولا۔

''خدا کرے ایسا ہی ہو''۔

نانا نے کہا۔

ایسا ہی ہوا۔

ناگ نے گھڑی دیکھ کر کہا۔

''صرف دو منٹ رہ گئے ہیں۔اب ہمیں خاموش ہو کر دھماکوں کا انتظار کرنا چاہیے''۔

وہ تینوں خاموش ہو گئے۔ان کی نظریں اپنی اپنی گھڑیوں پر تھیں۔

وقت گذر رہا تھا۔سیکنڈوں کی سوئیاں گھڑیوں پر تیزی سے آگے ہی آگے جا رہی تھیں۔

لوترے نے کہا۔

پچاس سیکنڈ۔

چالیس سیکنڈ۔

بیس سیکنڈ۔

نانا نے کہا۔

ناگ نے گھڑی پر نظر جماتے ہوئے کہا۔

دس سیکنڈ۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

اب نانا نے گنتی شروع کر دی۔

نو سیکنڈ

آٹھ سیکنڈ

سات سیکنڈ

چھ سیکنڈ

پانچ سیکنڈ

چار سیکنڈ

تین سیکنڈ

دو سیکنڈ

ایک سیکنڈ

اور پھر سارے جزیرے پر ایک زلزلہ سا آ گیا۔ غار ایک بار

نیچے کو گیا پھر اوپر آ گیا۔

ابھی دھماکا نہیں ہوا تھا۔ زمین ہل گئی تھی۔ تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور اس کے ساتھ ہی ایک ایسا دھماکا ہوا جس نے تینوں کے کانوں کے پردے گویا چاک کر دیے اور پھر یکے بعد دیگرے دھماکے ہونا شروع ہوئے۔ جزیرہ ہل رہا تھا۔

جیسے آتش فشاں پہاڑ پھٹ رہے ہوں۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

پہاڑ پھٹ گیا

ناگ نانا اور لوتزے نے غار سے باہر نکل کر دیکھا۔

جزیرے کی وہ پہاڑی جل رہی تھی جس کے اندر گولہ بارود کا ذخیرہ تھا۔

شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ فضا میں جلے ہوئے بارود کی بو رچی ہوئی تھی۔ آسمان پر دھوئیں کے بادل پھیل چکے تھے۔

وہ واپس غار میں آ کر بیٹھ گئے اور جزیرے سے فرار کی ترکیبیں سوچنے لگے۔

ناگ نے کہا۔

"تم دونوں بہن بھائی کہاں جانا چاہتے ہو؟"۔

"فرانس۔ اپنے پیارے وطن!"۔

نانا کے اس جواب پر ناگ بولا۔

"لیکن فرانس پر جرمنوں کا قبضہ ہے۔ وہاں جانا تمہارے لیے بہت خطرے کا باعث ہو سکتا ہے"۔

نانا کہنے لگی۔

"خطرہ ہماری زندگی بن چکا ہے"۔

ناگ نے لوتزے سے پوچھا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"تمہارا کیا خیال ہے لوتر ے؟"۔

لوترے بولا۔

"میں بھی اپنی بہن کے ساتھ ہی فرانس جاؤں گا۔ وہاں ہمارے ساتھی وطن پرست اپنے ملک کو جرمنوں کے قبضے سے آزاد کرانے کے لیے کام کر رہے ہیں۔ ہم ان کے کام میں ان کی مدد کریں گے"۔

ناگ نے پوچھا۔

"مگر تم یہاں سے کس طرح فرار ہو گے؟ یہاں تو چاروں طرف دشمنوں کا پہرہ ہے اور تمہارے پاس کوئی ایسا ذریعہ بھی نہیں ہے کہ تم فرانس اور جزیرے کے درمیان جو تھوڑا سا سمندر حائل ہے، اسے عبور کر سکو"۔

لوترے نے کہا۔

"ہم کوشش کریں گے کہ یہاں سے جرمنوں کی کوئی گن بوٹ یا چھوٹی کشتی حاصل کر سکیں"۔

ناگ بولا۔

"یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اگر فرض کر لیا، تم گن بوٹ حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے تو جرمن تمہارا تعاقب کریں گے اور پھر فرانس کے ساحل پر جرمن تمہارے استقبال کو تیار ملیں گے۔

تم دونوں طرف سے دشمنوں میں گھر جاؤ گے۔ ہاں اگر تم برطانیہ جانے کے لیے تیار ہو تو وہاں کم از کم تمہیں ساحل پر دوست ملیں گے اور تمہارے لیے صرف اس جزیرے سے نکلنا ہی

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ضروری ہوگا۔

لوترے بولا۔

"ناگ بھائی! ہم ہر قیمت پر فرانس جا کر اپنے وطن پرست بھائیوں کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تم کسی طرح اس سلسلے میں ہماری مدد کرو تو ہم تمہارے بہت شکر گزار ہوں گے"۔

ناگ نے کہا۔

"یہ میرے لیے بڑی خوش قسمتی کی بات ہوگی کہ میں وطن کی خدمت کرنے والوں کے کوئی کام آ سکوں۔ اب جب کہ تم دونوں نے واپس فرانس جانے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو پھر میں بھی تمہارے ساتھ ہی جاؤں گا"۔

نانا اور لوترے ناگ کا فیصلہ سن کر خوشی سے اچھل پڑے۔

"اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہوگی؟"۔

پھر وہ سر جوڑ کر بیٹھ گئے کہ جزیرے سے فرار ہونے کی کیا ترکیب ہو سکتی ہے۔ دھماکے بند ہو گئے تھے۔

اب جزیرے میں جرمنوں کی موٹر گاڑیوں کے گھومنے پھرنے اور شور مچانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

جرمن سپاہی بڑی بری طرح ہلاک ہوئے تھے۔ فرانس میں جرمن ہیڈ کوارٹر کو اسلحہ کی تباہی سے خبردار کر دیا گیا تھا۔

وہاں سے حکم آیا تھا کہ یہ کام فرانسیسی گوریلوں کا ہے جو جزیرے پر ہی کہیں چھپے ہوں گے۔

"انہیں ہر قیمت پر تلاش کیا جائے اور فوراً شوٹ کر دیا جائے"۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urduzaa.com

یہ حکم ملتے ہی جزیرے میں مقیم جرمن کمانڈر نے حکم جاری کر دیا کہ جزیرے کی ساری آبادی، جنگلوں اور چٹانوں میں چھپی ہوئی غاروں کی تلاشی لی جائے۔

اسی وقت جرمن سپاہی مشین گنیں لے کر سارے جزیرے میں پھیل گئے۔ گھر گھر کی تلاشی لی جانے لگی۔

کئی بے گناہوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ ناگ، نانا اور لوترے، یہ تینوں ابھی تک غار میں چھپے ہوئے تھے۔

ناگ نے کہا۔

”ہمیں زیادہ دیر تک یہاں نہیں رہنا چاہیے۔ خطرہ ہے کہ جرمن تلاش کرتے کرتے یہاں نہ پہنچ جائیں“۔

لوترے نے کہا۔

”لیکن ہم کہاں جائیں گے؟ ہمارے پاس چھپنے کو اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس جزیرے پر ہمارے سوا دوسرا گوریلا نہیں“۔

نانا بولی۔

”بہتر یہی ہے کہ آج سارا دن ہم اسی غار میں ٹھہریں۔ رات کو جب اندھیرا پھیل جائے تو یہاں سے نکل کر سمندر کے کنارے شمالی چٹانوں کی طرف نکل جائیں گے“۔

ناگ نے کہا۔

”میری چھٹی حس بتا رہی ہے کہ یہاں خطرہ ہے۔ بہرحال اگر تم لوگ یہی چاہتے ہو کہ رات تک یہاں رکا جائے تو بہتر ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ ہمارے پاس مشین گن ضرور ہونی چاہیے تھی“۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urduzaa.com

"مشین گن تو ہے مگر گولیاں نہیں ہیں"۔

ناتا نے کہا۔

"ناگ مسکرا کر کہنے لگا"۔

پھر وہ مشین گن ہے، گن نہیں ہے۔

ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ انہیں باہر چٹانوں میں آوازیں سنائی دیں۔تینوں خاموش ہو گئے۔

انہوں نے کان باہر کی آوازوں پر لگا دیئے۔صاف معلوم ہو رہا تھا کہ جرمن سپاہی چٹانوں میں گوریلوں کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔

"اب کیا ہوگا؟ کاش! میرے پاس دستی بم ہوتا"۔

لوتے نے سرگوشی کی۔

"شی۔خاموش"۔

جرمن سپاہیوں کی آوازیں اب قریب آ گئی تھیں۔وہ غار کی دیوار کے ساتھ لگ گئے۔غار کا چھوٹا سا منہ آدھا جھاڑیوں میں چھپا ہوا تھا۔

آدھا بالکل خالی تھا اور اندر نظر پڑتی تھی۔ناگ نے سرگوشی میں کہا۔

"تم لوگ بالکل نہیں گھبرانا۔ذرا پیچھے ہٹ کر بیٹھ جاؤ"۔

لوتے اور ناتا وہیں پر بیٹھ گئے۔ناگ کھسکتا ہوا غار کے منہ پر آ گیا۔

پھر اس نے باہر جھانک کر دیکھا۔اس کے سر باہر نکلتے ہی ایک گولی فائر ہوئی جو سیدھی غار کے منہ پر جھاڑیوں میں آ

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

گئی۔

ناگ نے جلدی سے منہ اندر کرلیا۔ اگر وہ ذرا آگے ہوتا تو اس کا سر اڑ گیا تھا۔ باہر جرمن سپاہیوں نے شور مچا دیا۔

"غار میں گوریلے ہیں، پکڑو۔ بھاگو"۔

اب وہ تینوں پھنس گئے تھے۔ سپاہیوں نے ناگ کو سر باہر نکالتے دیکھ لیا تھا۔

لوترے اور ناتا نے پریشانی سے ناگ کی طرف دیکھا۔

"اب کیا کریں؟"۔

ناگ نے کہا۔

"اب تم کچھ نہیں کرو گے۔ سب کچھ میں کروں گا۔ لیکن جو کچھ میں کروں گا۔ اسے دیکھ کر گھبرانا ہرگز نہیں ہوگا سمجھے۔ بس

خاموش بیٹھے رہو"۔

اتنا کہہ کر ناگ نے گہرا سانس لیا اور انسان سے ایکدم سیاہ کالا سانپ بن گیا۔

اسے سانپ بنتا دیکھ کر ناتا اور لوترے گھبرا کر پیچھے ہٹے۔ ان کی آنکھیں حیرانی سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ناگ سانپ کی شکل میں دیوار پر چڑھ گیا۔ اور اندھیرے میں کسی جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔

ناتا نے لوترے سے کہا۔

"یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں لوترے بھائی؟"۔

لوترے نے سرگوشی کی۔

"یہ شخص ضرور کوئی زبردست جادوگر ہے۔ اس نے کہا تھا کہ گھبرانا نہیں اور خاموش رہنا ہے۔ اس لیے خاموش رہو۔ شاید یہ

www.urduraza.com
Pdf By princeofdbump@urdufanz.com

کوئی اور جادو کرے"۔

دونوں غار میں ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔

اتنے میں جرمن سپاہی غار کے منہ پر آ کر رک گئے۔

یہ چار سپاہی تھے۔ آگے آگے ان کا سارجنٹ تھا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ باقی تینوں سپاہیوں نے مشین گنیں تھام رکھی تھیں۔

غار کے منہ پر آ کر سارجنٹ دھاڑا۔

"فرانسیسی گوریلو! ہاتھ اوپر اٹھا کر چپ چاپ باہر آ جاؤ۔ تم گھیرے میں لے لئے گئے ہو۔ اگر تم نے حرکت کی تو دستی بم مار کر تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ جلدی سے باہر آ جاؤ"۔

ناتا نے لوتے کی طرف دیکھا۔

"کیا باہر نکل چلیں لوتے؟"۔

"شی۔ کچھ دیر انتظار کرو"۔

جرمن سارجنٹ نے غار کے اندر پستول سے فائر کر دیا گولی لوتے کے بالکل قریب سے ہو کر دیوار میں گڑ گئی۔

آخری بار وارننگ دے رہا ہوں۔ اگر تم لوگ باہر نہ آئے تو میں غار میں دستی بم مار کر اسے اڑا دوں گا۔

ناتا نے کہا۔

"میں باہر جا رہی ہوں، جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ یہاں مرنے سے بہتر ہے کہ باہر زندہ رہ کر جرمنوں کی قید سے فرار ہونے کی کوشش کی جائے"۔

لوتے نے اسے پیچھے کھینچ لیا اور اونچی آواز میں بولا۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

''ہم زخمی ہیں، خود باہر نہیں جا سکتے۔ ہمیں اندر آ کر لے جاؤ''۔

جرمن خاموش ہو گئے۔ ناگ نے دل ہی دل میں لوترے کی عقل مندی کی داد دی۔

وہ یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح جرمن سپاہی غار کے اندر داخل ہو جائیں۔ جرمن سارجنٹ نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا۔

''تم دو آدمی اندر جاؤ اور انہیں اٹھا کر لے آؤ''۔

دونوں جرمن سپاہی ڈرتے ڈرتے غار کے اندر داخل ہو گئے۔ اندر اندھیرا تھا۔ انہوں نے ٹارچ روشن کی تو دیکھا کہ بائیں جانب ایک طرف ناتا اور لوترے زمین پر پڑے تھے۔

سپاہی ان کے سر پر آ کر کھڑے ہو گئے۔

ایک سپاہی بولا۔

''تم لڑکی کو کندھے پر اٹھاؤ، میں اس نوجوان کو اٹھاتا ہوں''۔

لیکن اتنے میں ناگ سانپ کی شکل میں رینگتا ہوا ان دونوں سپاہیوں کے سر کے اوپر پہنچ چکا تھا۔

اس نے بڑی تیزی سے جست لگائی اور ایک سپاہی کی گردن پر کاٹ کے ڈس دیا۔

دوسرے سپاہی نے پہلے سپاہی کو گرتے دیکھا تو اس کی طرف بڑھا مگر سانپ اس عرصے میں چھلانگ لگا کر دوسرے سپاہی کی گردن پر ڈس چکا تھا۔

اس زہر نے دونوں سپاہیوں کے گلوں کی رگوں کو خشک کر ان

www.urduzala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

سے چیخنے کی طاقت چھین لی تھی۔

دونوں سپاہی زمین پر گر پڑے اور ان کے جسم ایکدم نیلے پڑ گئے۔ زہر اس قدر تیز اثر کرنے والا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے دونوں سپاہی ٹھنڈے ہو گئے۔ لوتھرے نے ناتا کی طرف دیکھا اور سانپ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ناگ بھائی! ابھی باہر دو جرمن موجود ہیں"۔

ناگ دل ہی دل میں مسکرایا۔ وہ چھت پر سے ہو کر غار کے منہ پر آ گیا۔

باہر جرمن سارجنٹ بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔ پھر اس نے غار کے منہ پر جھک کر آواز دی۔

"بدبختو! اندر جا کر کہاں مر گئے۔ باہر کیوں نہیں لاتے ان

زخمی گوریلوں کو؟"۔

اندر سے کوئی آواز نہ آئی تو سارجنٹ نے تیسرے سپاہی سے کہا۔

"اندر جا کر معلوم کرو، یہ لوگ کہاں مر گئے ہیں؟"۔

"یس سر"۔

سپاہی تیزی سے مشین گن لے کر اندر چلا گیا۔

لوتھرے اور ناتا نے دونوں مردہ سپاہیوں کی مشین گنیں اپنے ہاتھوں میں تھام رکھی تھیں لیکن لوتھرے نے ناتا کو خبردار کر دیا تھا کہ اشد ضرورت کے بغیر گولی نہ چلائی جائے۔

انہیں یقین تھا کہ ان کا دوست سانپ یعنی باقی دو جرمنوں سے بھی اچھی طرح سے نپٹ لے گا۔

www.urdurasaz.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

سپاہی دل میں ڈرتے ڈرتے قدم قدم چلتا غار میں آگے آ گیا۔

اب یہاں پر اندھیرا تھا۔ اس نے جیب سے ٹارچ نکال کر روشن کی تو اچانک اسے زمین پر جرمن سپاہیوں کی لاشیں نظر آئیں۔

وہ چیخ مار کر سارجنٹ کو خبردار کرنے ہی والا تھا کہ لوترے نے اچھل کر اس کی گردن دبوچ لی۔

اس عرصے میں ناگ بھی اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ لوترے نے سپاہی کا کام تمام کر دیا ہے تو وہ خاموش رہا۔

تیسرا سپاہی بھی ختم کر دیا گیا۔

لوترے نے ہاتھ جھاڑ کر کہا۔

"تاتا! اب صرف جرمن سارجنٹ رہ گیا ہے"۔

پھر اس نے چھت پر چپٹے سانپ کی طرف دیکھا۔

"کیوں بھائی ناگ! کیا خیال ہے، اس سارجنٹ کو تم شکار کرو گے؟"۔

ناگ خاموشی سے واپس مڑ گیا۔

جرمن سارجنٹ پریشان ہو گیا کہ تیسرا سپاہی بھی اندر جا کر کہاں مر گیا؟۔

اس نے غار کے پاس منہ لے جا کر کہا۔

"بدبختو! باہر کیوں نہیں آتے؟"۔

اندر سے کوئی آواز نہ آئی۔ جرمن سارجنٹ کو تشویش ہوئی کہ

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

یہ تینوں سپاہی اندر جا کر کہاں گم ہو گئے؟"۔

اندر کوئی زہریلی گیس پھیلی ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے دونوں سپاہی بے ہوش ہو گئے، لیکن وہ افسر تھا، تینوں سپاہیوں کی ذمہ داری اس کے اوپر تھی۔

اس نے ایک بار پھر غار میں پکارا۔ اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔

سارجنٹ نے اب غار میں جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے غار میں پھونک پھونک کر قدم رکھنا شروع کر دیا۔

اندر لوترے، نانا اور ناگ کو بھی پتہ چل گیا تھا کہ سارجنٹ غار میں آ رہا ہے۔

وہ ہوشیار ہو گئے تھے۔ سارجنٹ نے آگے جا کر ٹارچ روشن

کر دی۔

جونہی سارجنٹ نے ٹارچ روشن کی، اسے زمین پر اپنے تینوں ساتھیوں کی لاشیں نظر آئیں۔ اس نے پستول اونچی کر لی اور پے در پے فائر کر دیے۔

گولیاں لوترے اور نانا کے سروں سے اوپر دیوار پر لگیں۔

سانپ نے چھت پر سے چھلانگ لگائی۔ بد قسمتی سے سارجنٹ پرے ہٹ گیا۔ سانپ زمین پر گرا۔ سارجنٹ نے سانپ دیکھا تو اس پر فائر کر دیا۔ سانپ بھاگ کر چھپ گیا۔

سارجنٹ نے اب لوترے کو بھی دیکھ لیا تھا۔

"ہینڈز اپ۔ خبردار! ذرا بھی ہلے تو بھون کر رکھ دوں گا"۔

لوترے نے مشین گن کا ٹریگر دبا دیا۔

Pdf By princeofthump@urdufanz.com

"ترڑ۔ترڑ۔ترڑ۔ترڑ"۔

گن سے بیک وقت کئی گولیاں نکل کر سامجنت کے سینے میں پیوست ہو گئیں اور وہ لڑکھڑا کر گرا اور تڑپنے لگا۔

ناگ جلدی ہی انسان کے روپ میں ان کے پاس آ گیا۔

"لوترے! تم نے بڑی عقل مندی سے کام لیا۔ اگر تم ذرا بھی دیر کر دیتے تو یہ ہمیں زندہ نہ چھوڑتا"۔

ناتا نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم بھی اس کی گولی سے بچ گئے"۔

لوترے بولا۔

"ناگ بھائی! تم نے ہمیں پہلے کیوں نہ بتایا کہ تم ایک زبردست جادوگر ہو اور انسان سے سانپ بن سکتے ہو؟"۔

ناگ ہنس دیا۔

"بھائی! یہ مجھے ایک افریقہ کے جادوگر نے جادو سکھایا تھا۔ بس اس کے علاوہ میرے پاس اور کوئی کمال نہیں ہے جب کبھی ضرورت ہوتی ہے، میں انسان سے سانپ بن جاتا ہوں"۔

ناتا نے کہا۔

"یہ تو کمال کی بات ہے۔ میں تو پہلے پہل دہشت سے پاگل ہو گئی تھی"۔

"ایسی کوئی بات نہیں ناتا بہن"۔

لوترے نے کہا۔

"اب ہمیں کیا کرنا چاہیے ناگ! تمہارا کیا خیال ہے؟ ہم اس جگہ رہیں یا کہیں دوسری جگہ چلے جائیں"۔

www.urduasaan.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

ناگ نے کہا۔

اس وقت ہمارے پاس تین سپاہیوں اور ایک سارجنٹ کی وردی موجود ہے۔

ہم ان کو پہن کر بڑا کام لے سکتے ہیں۔

کیا ہم جرمن وردی پہن کر باہر نکل چلیں؟۔

ناتا نے پوچھا۔

ناگ کہنے لگا۔

نہیں! اس میں خطرہ بھی ہو گا۔ دن کی روشنی میں ہم ایسا نہیں کر سکتے۔

ہاں! رات کے وقت ہم جرمن سپاہیوں اور سارجنٹ کی وردی پہن کر جزیرے کی بندرگاہ پر جا کر کوئی نہ کوئی گن بوٹ

حاصل کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔

تم دونوں کو جرمن زبان آتی ہے ناں؟۔

"ہم بڑی روانی سے جرمن زبان بول سکتے ہیں"۔

یہ بڑی اچھی بات ہے۔ میں بھی یہ زبانی پوری روانی سے بول سکتا ہوں"۔

اب وہ رات ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ دن ڈھل گیا اور شام کا اندھیرا جزیرے پر پھیلنے لگا۔ ناگ نے سارجنٹ کی وردی پہن لی اور ناتا اور لوتھے نے جرمن سپاہیوں کی وردیاں پہن کر مشین گنیں ہاتھوں میں تھام لی تھیں۔

رات ہو گئی، تینوں غار سے باہر آ گئے۔ باہر وہ جیپ کھڑی تھی جس پر بیٹھ کر جرمن سارجنٹ سپاہیوں کے ساتھ وہاں آیا تھا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

ناگ، لوترے اور نانا جیپ میں سوار ہو گئے۔ ناگ جیپ چلانے لگا۔

ان کا رخ جزیرے کی چھوٹی سی بندرگاہ کی طرف تھا۔

چٹان کا غار

ناگ کی جیپ بندرگاہ کے قریب پہنچ گئی۔

راستے میں انہیں کئی ایک جرمن سپاہی ملے۔ انہوں نے ناگ کو جرمن سارجنٹ کی وردی میں دیکھ کر سیلوٹ کیا۔

ناگ نے بھی ہاتھ اٹھا کر سیلوٹ کا جواب دیا۔ بندرگاہ پر دھیمی دھیمی روشنی ہو رہی تھی۔

بلیک آؤٹ کی وجہ سے چاروں طرف اندھیرا تھا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

ناگ نے لوترے سے کہا۔

"میرا خیال ہے، چھوٹی گن بوٹیں بندرگاہ کی پرلی جانب کھڑی ہوتی ہیں"۔

لوترے نے کہا۔

"ہاں! مگر وہاں پر بڑا سخت پہرہ ہوتا ہے"۔

نانا نے کہا۔

"ہمیں اس سے کیا؟ ہم تو جرمن سپاہیوں کی وردی میں ہیں"۔

لوترے نے کہا۔

"لیکن ہم گن بوٹ لینے کے لیے کیا بہانہ بنائیں گے؟"۔

ناگ کہنے لگا۔

"یہی کہ ہم مفرور گوریلوں کی تلاش میں جا رہے ہیں"۔

"یہ ٹھیک رہے گا"۔

لوترے نے سرگوشی کی۔

ان کی جیپ بندرگاہ کے شمال مغربی حصے میں پہنچ کر رک گئی۔

سامنے سمندر میں دو تین گن بوٹیں کھڑی تھیں۔ ان کے اندر دھیمی دھیمی ڈھکی ہوئی روشنی ہو رہی تھی۔ باہر جرمن سپاہی رائفلیں اٹھائے پہرہ دے رہے تھے۔

ناگ جیپ سے اتر آیا۔ اس نے لوترے اور نانا کو ساتھ لیا اور کنارے پر آ گیا۔ ایک جرمن سارجنٹ کو دیکھ کر پہرے دار سپاہی نے سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔

"ہیل ہٹلر!"۔

"ویل ڈن!"

ناگ نے ہاتھ اٹھا کر جواب دیا۔

پھر وہ گن بوٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"کیا یہ گن بوٹ خالی ہے؟"۔

"یس سر"۔

"ہم اس پر سوار ہو کر سمندر میں گوریلوں کو تلاش کرنے جا رہے ہیں۔ ہمیں خبر ملی ہے کہ فرانسیسی گوریلے سمندر میں فرار ہو گئے ہیں"۔

پہرے دار سپاہی نے کچھ ہچکچا کر کہا۔

"لیکن سر! گن بوٹ استعمال کرنے سے پہلے حکم نامہ لینا بہت ضروری ہوتا ہے۔ آپ کو تو معلوم ہی ہوگا کیا آپ کے پاس

حکم نامہ ہے؟"۔

ناگ نے یہ سوچا ہی نہیں تھا۔ اپنی گھبراہٹ پر جلد ہی قابو پاتے ہوئے بولا۔

"حکم نامہ بھلا اتنی جلدی کہاں سے مل سکتا ہے۔ ہم تو ایمرجنسی میں جا رہے ہیں"۔

پہریدار سپاہی نے کہا۔

"لیکن سر! میں حکم نامے کے بغیر آپ کو گن بوٹ استعمال کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"اچھا! پھر ایسے کرو کہ میرے ساتھ اس گن بوٹ میں آؤ۔ ہم اس کی تلاشی لیتے ہیں۔ مجھے خطرہ ہے کہ گوریلے کہیں اس کشتی میں ہی نہ چھپے بیٹھے ہوں"۔

www.urdusaga.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusaga.com

"ٹھیک ہے سر!"۔

پہرے دار جرمن سپاہی ناگ کے ساتھ ہی گن بوٹ میں کود گیا۔

ناگ اسے لے کر نیچے والے کیبن یعنی انجن روم کے بہت ہی تنگ کمرے میں آ گیا۔

ناگ نے کہا۔

"جرمن سپاہی کو میں نے باندھ کر نیچے پھینک دیا ہے۔ جلدی سے انجن سٹارٹ کرو"۔

لوتھرے بڑا ماہر ملاح تھا۔ اس نے انجن سٹارٹ کر دیا۔

گن بوٹ نے سمندر کی طرف منہ کر لیا اور آہستہ آہستہ سفر شروع کر دیا۔ بندرگاہ سے بوٹ آرام سے باہر نکلی اور پھر اس نے

تیز رفتاری سے سمندر میں بھاگنا شروع کر دیا۔

اس کا رخ فرانس کی جانب تھا۔ راستے میں انہوں نے جرمن سپاہی کی مشکیں کھول کر سمندر میں پھینک دیا کہ یہ اپنے آپ تیر کر واپس چلا جائے گا۔

ناگ بولا۔

"ہم فرانس کے ساحل پر کس جگہ اتریں گے؟"۔

لوتھرے نے کہا۔

"میں فرانس کے جنوب مغربی ساحل پر گن بوٹ لے جاؤں گا۔ یہ ساحل نسبتاً ویران ہے اور وہاں پر جرمنوں کا شدید پہرہ نہیں ہے"۔

ناگ نے کہا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"یہ تمہاری بھول تو نہیں لوترے؟ کیونکہ جرمنوں نے فرانس کے سارے ساحل کو بڑی مضبوطی سے قلعہ بند کر رکھا ہے۔"

ناگ نے ناتا کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

ناتا کا خیال ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ جرمن اپنے دفاع سے بے خبر نہیں ہو سکتے۔ اس سارے کے سارے ساحل پر برطانوی فوجوں کے حملے کا ہر وقت خطرہ ہے۔

اس لیے جرمنوں نے یہاں قدم قدم پر مورچے کھود رکھے ہوں گے۔ ہمیں بڑی احتیاط سے کام لینا ہوگا۔

ایسا نہ ہو کہ ہم جزیرے سے نکل کر فرانس کے ساحل پر جا کر پکڑے جائیں۔

لوترے سوچ میں پڑ گیا۔

پھر بولا۔

"ہو سکتا ہے، ایسا ہی ہو، لیکن جنوب مغربی ساحل کے علاوہ اور کون سی جگہ ہو سکتی ہے جہاں ہم اتریں؟ اور پھر ہم یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ ہم جرمن فوجیوں کی وردی میں ہیں۔ ہمیں دیکھ کر کوئی بھی حملہ نہیں کرے گا"۔

ناتا بولی۔

"لیکن ہم یہ بھی خطرہ مول نہیں لے سکتے کہ ساحل پر جا کر جرمن سپاہیوں سے باتیں کرنے لگے۔ میں عورت ہوں، ہو سکتا ہے انہیں مجھ پر شک پڑ جائے"۔

ناگ نے پوچھا۔

"پھر تمہارے خیال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

نانا نے کہا۔

"میرا تو خیال ہے کہ ہمیں کیلے کا چکر کاٹ کر شمال کی طرف چٹانوں کے پاس جا کر گن بوٹ کھڑی کر دینی چاہیے۔"

"تو کیا تمہارے خیال میں وہاں جرمنوں نے مورچے نہیں بنائے ہوں گے؟"۔

لوترے کے اس سوال پر ناگ بولا۔

بھائی! اگر ہم اسی طرح سوچتے رہے تو پھر دوسری جنگ عظیم ختم ہونے تک ہمیں اس سمندر میں ہی رہنا ہوگا۔

آخر کسی نہ کسی جگہ تو ہمیں اترنا ہی ہے۔میرے خیال میں نانا ٹھیک سوچتی ہے۔ہمیں کیلے کا چکر کاٹ کر فرانس کے شمالی ساحل کی چٹانوں کی طرف جانا چاہیے۔

"جیسے آپ لوگوں کی مرضی"۔

گن بوٹ کا رخ فرانس کے شمالی ساحل کی جانب موڑ دیا گیا۔گن بوٹ کی رفتار خاصی تیز تھی۔اس کے اوپر ایک چھوٹی توپ بھی لگی تھی اور ایک طیارہ شکن گن بھی نصب تھی۔

بلیک آؤٹ کی وجہ سے فرانس کے ساحل پر کہیں روشنی نہ تھی۔

رات کے اندھیرے میں اور فرانس کے ساحل کی چٹانوں کے اونچے اونچے سائے نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔

"ہم ٹھیک راستے پر جا رہے ہیں نا لوترے؟"۔

ناگ نے پوچھا۔

لوترے نے سر کو جنبش دے کر کہا۔

"بالکل ٹھیک سمت جا رہے ہیں۔ہم کیلے کو بائیں جانب

www.urdurasaa.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

چھوڑ آئے ہیں۔ یہ ساحلی چٹانیں شمال کی طرف والی چٹانیں ہیں"۔

"گن بوٹ اب فرانس کے ساحل کے ساتھ ساتھ شمال کی جانب آگے بڑھ رہی تھی۔

سمندر میں جگہ جگہ چٹانیں ابھری ہوئی تھیں۔

ناتا نے کہا۔

"لوتر ے! ہوشیار ہو کر بوٹ چلانا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری کشتی کسی چٹان سے ٹکرا جائے"۔

لوترے بڑی ہوشیاری سے گن بوٹ چلا رہا تھا، مسکرا کر بولا۔

"ناتا بہن! تم بھول گئیں کہ ایک بار میں نے آبدوز بھی چلائی

تھی"۔

کشتی مختلف چٹانوں اور سمندر سے نکلی ہوئی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے چکر کاٹ کر ایک جگہ ساحل کے ساتھ لگ گئی۔

لوترے نے انجن بند کر دیا۔ وہ ساحل پر اتر آئے۔

یہاں ریت پھیلی تھی۔ سمندر کی لہریں دور دور سے آ کر ریت پر کچھ دور جاتیں اور واپس سمندر میں چلی جاتیں۔

سامنے چٹانیں پھیلی تھیں۔ ناگ نے پوچھا۔

"بھائی اب کس طرف چلنا ہوگا ہمیں؟"۔

لوترے نے غور سے چاروں طرف نظر دوڑائی اور بولا۔

"ان سامنے والی چٹانوں کے پار ایک میدان ہے۔ یہاں سے گزر کر ہم ایک وادی میں آ جائیں گے"۔

www.urduraza.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

جہاں سیب اور انگور کے باغ ہیں وہاں ہم رات کو چھپ کر گزاریں گے اور صبح وردی اتار کر عام دیہاتی لباس میں سفر شروع کریں گے۔

پھر ہم پر کوئی شک نہیں کرے گا۔

"چلو! پھر آگے بڑھیں۔ ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے"۔

تینوں چٹانوں کی طرف منہ کر کے ساحل کی ریت پر چلنے لگے۔

جب وہ ایک چٹان کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ دو چٹانوں کے بیچ میں سے ایک تنگ سا راستہ پار والے پتھریلے میدان کو جا رہا تھا۔

لوترے نے کہا۔

"یہی راستہ ہے"۔

وہ آگے بڑھے۔

ناگ جرمن سارجنٹ کی وردی میں آگے آگے تھا۔ اس کے دائیں جانب لوترے تھا اور بائیں جانب نانا تھی۔

نانا کو جرمن سپاہی کی وردی پوری نہیں آئی تھی۔ اس نے آستین چڑھا رکھی تھی اور پتلون بھی اوپر کر کے باندھ رکھی تھی۔ پھر بھی صاف لگتا تھا کہ اس نے کسی دوسرے سپاہی کی وردی پہن رکھی ہے۔ وہ تنگ راستے کے منہ پر ہی پہنچے تھے کہ آواز آئی۔

"ہالٹ"۔

www.urdurasaa.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

تینوں رک گئے اور جدھر سے آواز آئی تھی، ادھر تکنے لگے۔

چٹان کے دامن میں اندھیرے میں سے ایک جرمن سنتری ہاتھ میں مشین گن لیے باہر آیا اس نے ٹارچ روشن کی اور ناگ، ناٹا اور لوتے کو دیکھا تو سیلوٹ کر کے بولا۔

"سر! آپ کدھر جا رہے ہیں؟"۔

ناگ کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ اسے کیا جواب دے۔

لوتے نے کہا۔

سارجنٹ صاحب ایک خاص مشن پر ادھر آئے ہیں۔

انہیں معلوم ہوا ہے کہ فرانسیسی گوریلے جزیرے سے بھاگ کر اس طرف آئے ہیں اور چٹانوں میں کسی جگہ چھپے ہوئے ہیں۔

ہم ان گوریلوں کی تلاش میں جا رہے ہیں۔

جرمن سنتری بولا۔

"ادھر ہم پہرہ دے رہے ہیں سر! ادھر سے تو کوئی گوریلا نہیں گذرا۔ بہتر ہے آپ چوکی میں چل کر کمانڈر صاحب سے بات کر لیں"۔

اب ناگ وغیرہ گھبرائے۔ وہ کمانڈر کی نگاہوں سے بچ کر آگے نکلنا چاہتے تھے۔

اس نے کہا۔

"نہیں نہیں ایسی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہم خود ہی گوریلوں کو تلاش کر لیں گے"۔

اتنے میں کمانڈر بھی مورچے سے باہر نکل آیا۔ یہ ایک لمبا

ٹھگنا جرمن سارجنٹ تھا۔

قریب آتے ہی اس نے ناگ کو سارجنٹ کی وردی میں دیکھا تو سیلوٹ کیا۔

"ہیل ہٹلر!"۔

"ہیل ہٹلر!"۔

لمبے سارجنٹ نے پوچھا۔

"سر! آپ یہاں کیسے آ گئے؟ ہم نے گن بوٹ کی آواز سنی تھی۔ ہمارا خیال تھا کہ جرمن بحریہ کے آدمی یہاں متعین کرنے آ رہے ہیں"۔

ناگ نے گردن کو ہلکا سا خم دیکر افسروں کی طرح کہا۔

دراصل ہم جزیرے میں ہمارا اسلحہ تباہ کر کے بھاگنے والے

فرانسیسی گوریلوں کی تلاش میں ادھر آئے ہیں۔

ہمیں خفیہ اطلاع ملی ہے کہ یہ گوریلے ان چٹانوں میں کسی جگہ چھپے ہوئے ہیں۔

لمبا جرمن سارجنٹ مسکرایا۔

"بہت خوب! تو پھر ایک کپ چائے ہی پیتے جائیں۔ میں اس سے زیادہ آپ کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا"۔

ناگ جلدی سے بولا۔

"نہیں نہیں۔ آپ کا شکریہ۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ پھر کسی وقت آپ کی چائے کا لطف اٹھائیں گے"۔

لمبا سارجنٹ مڑتے ہوئے بولا۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

پھر جیسے اچانک اس کی نظر نانا پر پڑی۔ اس نے محسوس کیا کہ وردی اس کے جسم پر ٹھیک سے فٹ نہیں ہے اور وہ بار بار آستین اونچی کرتی ہے۔

شاید اسے نانا کے سر کے بال بھی ٹوپی میں سے باہر نکلے نظر آ گئے تھے۔

اس نے نانا کے قریب آ کر پوچھا۔

"یہ سپاہی اتنا چھوٹا کیوں ہے؟ جرمن فوجی اتنے چھوٹے قد کے تو نہیں ہوتے"۔

ناگ اور لوترے نے گھبرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

لمبے سارجنٹ نے نانا کے سر پر سے ٹوپی اتار دی۔ اس کے بال کھل کر شانوں پر گر پڑے۔

"یہ کیا؟ فرانسیسی گوریلا لڑکی"۔

اس کے زور سے سیٹی بجا دی۔

مورچے میں سے چار جرمن سپاہی نکل کر بھاگے۔

سنتری نے رائفل تان لی۔ لوترے، ناگ اور نانا کو اسی وقت گھیرے میں لے لیا گیا۔ انہوں نے یہ کام اتنی تیزی سے کیا کہ ناگ، نانا اور لوترے مشین گن اوپر تک نہ کر سکے۔

جرمن سارجنٹ نے آنکھیں سکیڑ کر کہا۔

"تو تم لوگ جرمن سپاہیوں کی وردی پہن کر یہاں سے فرار ہو رہے تھے۔ ہاں تم ہی فرانسیسی گوریلے ہو جنہوں نے جزیرے میں ہمارا اسلحے کا گودام تباہ کیا ہے اور جس کے بارے میں ہمیں اطلاع مل چکی ہے"۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urduraasa.com

انہوں نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ان تینوں کو مورچے میں لے جا کر قید کر لیا جائے۔ سپاہیوں نے تینوں کے ہاتھ پیٹھ پر باندھے۔

آنکھوں پر سیاہ پٹی باندھی اور ہانک کر ایک بڑے مورچے میں لے آئے جس کی نیچی چھت پر ایک لیمپ جل رہا تھا۔

کونے میں اسلحے کا ڈھیر لگا تھا۔ تینوں کو ایک کھمبے کے ساتھ رسیوں سے جکڑ دیا گیا۔ جرمن سارجنٹ نے پستول نانا کے ماتھے سے لگا کر رعب دار آواز میں کہا۔

''تمہارے باقی ساتھی فرانس میں کہاں کہاں ہیں؟''۔

نانا نے کہا۔

''تم مجھے قتل بھی کر دو گے تو میں اپنی زبان نہیں کھولوں گا''۔

جرمن سارجنٹ نے باری باری لوترے اور ناگ سے بھی راز اگلوانے کی کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اس نے نانا، لوترے اور ناگ کو زدوکوب بھی کیا۔

ان کے منہ پر گھونسے بھی مارے گئے مگر کسی نے زبان نہ کھولی۔ ناگ کو تو خیر کچھ معلوم ہی نہیں تھا۔ نانا اور لوترے نے مرنا گوارا کر لیا مگر اپنے گوریلا ساتھیوں کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں بتایا۔

وہ ہنستے ہنستے اذیت برداشت کر گئے۔

جرمن سارجنٹ نے وائرلیس پر پیچھے اطلاع کر دی کہ جزیرے سے بھاگے ہوئے گوریلوں کو اس نے گرفتار کر لیا ہے۔

اب کیا حکم ہے؟ ادھر سے اطلاع آئی۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ہمارا انتظار کرو۔ گوریلوں کو باندھ کر رکھو، وہ فرار نہ ہونے پائیں۔

"اگر بھاگنے کی کوشش کریں تو بے شک گولی ماردو۔"

"یس سر۔"

ناگ، لوترے اور ناکرنے میں ذرا ذرا فاصلے پر کھمبوں کے ساتھ بندھے پڑے تھے۔

لیمپ کی مدھم روشنی میں ناگ نے مورچے کے غار کا جائزہ لیا۔

یہ ایک نیچی چھت والا چھوٹا سا بنکر تھا۔ لیمپ کے نیچے ایک چھوٹی سی میز بچھی تھی۔

سامنے کرسی پر جرمن سارجنٹ وائرلیس کر رہا تھا۔

وائرلیس کرنے کے بعد اس نے ناگ کی طرف دیکھا اور طنزیہ انداز میں مسکرا کر بولا۔

"سارجنٹ صاحب! ابھی ہمارے کپتان صاحب آپ کی خاطر مدارت کرنے یہاں آ رہے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ لوگ ہمیں اپنے ساتھی گوریلوں کے ٹھکانوں کا پتہ دیں۔ تاکہ میں کپتان صاحب سے آپ کی جان بخشی کی سفارش کر سکوں۔ نہیں تو آپ کو ایسی دردناک اذیت دی جائے گی کہ آپ ایک سیکنڈ کے اندر اندر سارے راز اگل دیں گے۔ کہیے سارجنٹ صاحب! کیا خیال ہے؟"

ناگ نے کہا۔

"مجھے کچھ معلوم نہیں۔"

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

لوترے بولا۔

"تم ہمارے جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دو گے تو ہم تمہیں اور تمہارے کپتان کو کچھ نہیں بتائیں گے۔"

ناتا نے کہا۔

"ہمیں موت قبول ہے، لیکن مادر وطن سے غداری نہیں کریں گے۔"

"خاموش!"۔

جرمن سارجنٹ دھاڑا۔

"کمینو! تم کتے کی موت مرو گے"۔

جرمن سارجنٹ نے پستول نکال کر ہاتھ میں تھاما اور بنکر سے باہر نکل گیا۔

اس کے جاتے ہی ناگ نے لوترے سے کہا۔

"ہم یہاں سے فرار ہونے کی پوری کوشش کریں گے"۔

لوترے نے کہا۔

"ناگ بھائی! کیا تم اپنے جادو کا کوئی کمال نہیں دکھا سکتے؟"۔

"میں پوری کوشش کروں گا۔ ذرا مجھے جائزہ لینے دو"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ٹرین چلتی رہی

سارجنٹ نے باہر جا کر آسمان سر پر اٹھا لیا۔ سارے مورچوں میں ہنگامہ برپا کر دیا۔ سارے علاقے کی ناکہ بندی کر دی مگر ناگ کہیں باہر ہوتا تو نظر بھی آتا۔

وہ تو اس وقت بنکر میں لوترے اور نانا کے پیچھے آ کر بڑے آرام سے ان کی رسیوں کی گانٹھیں کاٹ رہا تھا۔

تھوڑی دیر میں اس نے ساری رسیاں کاٹ دیں مگر لوترے

اور نانا اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلے۔ انہوں نے یہی ظاہر کیا جیسے وہ رسیوں میں بندھے بیٹھے ہیں۔

اتنے میں سارجنٹ دوبارہ اندر آ گیا۔ وہ پریشان تھا اور غصے میں کانپ رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ہیڈ کوارٹر سے کپتان آیا تو وہ اسے کیا جواب دے گا کہ تیسرا قیدی کہاں بھاگ گیا۔

اس کی نوکری، بلکہ زندگی خطرے میں تھی۔ اسے ہائی کمانڈ کے حکم سے شوٹ بھی کیا جا سکتا تھا۔ اس نے لوترے کے ماتھے پر پستول کی نالی رکھ دی۔

"ابھی وقت ہے، بتا دو تیسرا قیدی کہاں چلا گیا؟"۔

لوترے بولا

"ہمیں معلوم ہو تو بتائیں"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"سارجنٹ نے دانت پیس کر کہا۔"

"میں چھ تک گنوں گا، اگر تم نے چھ کی گنتی تک نہ بتایا تو اس پستول کی ساری گولیاں تمہاری کھوپڑی میں داخل کر دوں گا"۔

اس کے بعد جرمن سارجنٹ نے گنتی کرنی شروع کر دی۔

ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ۔ اس دوران ناگ نے سوچا کہ یہی موقع غنیمت ہے۔

نہیں تو یہ شخص لوترے کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ وہ دوسری گنتی پر ہی زمین پر رینگتا ہوا کپتان کے پاؤں کے قریب آ گیا۔

جب کپتان نے پانچ تک گنا تو سانپ نے پھن کھڑا کر لیا اور اچک کر جرمن سارجنٹ کے گھٹنے پر ڈس دیا۔

سانپ نے اتنی حیرت اور شدت کے ساتھ ڈسا کہ پہلے تو

جرمن سارجنٹ نے یہی محسوس کیا کہ اس کے گھٹنے پر کسی چیونٹی نے کاٹا ہے، لیکن ایکدم سے اس کے گلے کی رگیں خشک ہو گئیں۔

ٹانگیں لرزنے لگیں۔ سب سے پہلے پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گرا۔ ناگ نے تیزی سے انسان کی شکل اختیار کی اور کہا۔

جلدی سے کونے میں لگ کر کھڑے ہو جاؤ۔

لوترے اور نانا کونے میں اندھیرے میں لگ کر کھڑے ہو گئے۔

ناگ نے جرمن سارجنٹ کی وردی اتار کر خود پہنا اور بولا۔

"میں تم لوگوں کو ہنکا کر باہر نکال لے جاؤں گا۔ تم ہاتھ پیٹھ پر

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

رکھے سر جھکائے آگے آگے چلتے جانا"۔

اس کے بعد اس نے نانا اور لوترے کو آگے کیا اور خود پیچھے پستول تانے چلنے لگا۔

بنکر سے باہر آ کر اس نے جرمن سارجنٹ ہی کے لہجے میں تیز آواز میں کہا۔

"جلدی چلو کمینو! تمہاری زندگی ختم ہو رہی ہے"۔

لوترے اور نانا ہاتھ پشت پر ہاتھ رکھے سر جھکائے چٹانوں کی طرح چلے جا رہے تھے۔

سارجنٹ پیچھے پیچھے تھا۔ ان دونوں کو ایک جگہ پتھروں کے پاس کھڑا کیا اور یہ کہہ کر واپس ہوا۔

"میرے آنے تک یہیں رہنا، میں ابھی آتا ہوں"۔

ناگ تیزی سے مورچے کی طرف واپس آیا اور جرمن سپاہیوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر اونچی آواز میں کہا۔

"دشمن کا حملہ آ رہا ہے۔ جلدی سے اپنے اپنے مورچوں میں چھپ جاؤ"۔

سارے سپاہی ایک ہی سیکنڈ کے اندر اندر مورچوں میں کود گئے۔ اب ناگ باہر اکیلا تھا۔ وہ بنکر میں اتر کر اسلحے کے ڈھیر کے پاس آیا۔

اس نے چھ سات دستی بم اپنی جیب میں ڈالے اور باہر نکل کر چٹانوں کی طرف بھاگا۔ لوترے نے قریب آ کر بولا۔

"جتنی جلدی ممکن ہو سکے، یہاں سے آگے میدان کی طرف بھاگ چلو، میں بنکر پر دستی بم مارنے لگا ہوں"۔

www.urdusaga.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

لوتے اور نانا تیز تیز قدموں سے میدان کی طرف چلے۔

ناگ نے جب دیکھا کہ وہ دونوں کافی دور نکل گئے ہیں تو اس نے گہرا سانس لے کر عقاب کی شکل اختیار کی اور دتی بم پنجوں میں پکڑ کر جرمنوں کے مورچے کے اوپر ہوائی جہاز کی طرح پرواز کرنے لگا۔

اڑتا اڑتا وہ اس بنکر کے اوپر آ گیا۔ جس کے نیچے اسلحہ بھرا ہوا تھا۔ پھر اس نے اپنی چونچ سے دتی بموں میں سے پن نکال کر پرے پھینک دی اور دونوں بم بنکر کے اوپر گرا دیے۔

ان کے پھٹنے سے دو دھماکے ہوئے اور پھر تیسرا دھماکا ہوا جس نے آس پاس کی ساری زمین پر لرزہ طاری کر دیا۔ جیسے زبردست بھونچال آیا ہو۔ بنکر میں رکھا ہوا اسلحہ پھٹ

گیا۔ مورچوں کی چھتیں اڑ گئیں اور ساتھ ہی وہاں جتنے جرمن سپاہی تھے، ان کا بھی نام و نشان مٹ گیا۔

لوتے اور نانا ایک چٹان کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے دھماکے سنے تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ سمجھ گئے کہ ناگ نے اپنا کام کر دیا۔ اتنے میں ناگ بھی بھاگتا ہوا ان کے پاس آ گیا۔

لوتے نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم آ گئے۔ ہم تو پریشان تھے کہ اس تباہی میں تم کیسے اپنے آپ کو بچاؤ گے؟"۔

نانا بھی پریشان تھی۔

ناگ نے کہا۔

www.urduraasaa.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"جتنی جلدی ہو سکے۔ یہاں سے بھاگ نکلو"۔

انہوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔

دن نکلنے تک وہ پہاڑی میدان عبور کر کے کھیتوں میں آ گئے۔

یہاں انہوں اپنے جرمن وردیاں اتار کر سادہ کپڑے پہن لئے اور کھیتوں میں چلنا شروع کر دیا۔ چلتے چلتے انہیں دوپہر ہو گئی۔

وہ ایک گاؤں میں سے گذر رہے تھے کہ اچانک سامنے چوراہے میں ایک ٹرک آ کر گیا۔ اس میں سے چھ سات جرمنی فوجی نکلے اور انہوں نے سارے گاؤں کو گھیرے میں لے کر تلاشی لینی شروع کر دی۔

لوترے نے ٹھٹھک کر کہا۔

"یہ ایک اور مصیبت آ گئی۔ یہ لوگ گوریلوں کی تلاش میں ہیں"۔

"اب کیا ہو گا؟ کیا ہم یہاں سے واپس بھاگ چلیں؟"۔

مگر اب واپس بھاگنے کا وقت نہیں تھا، کیونکہ ایک جرمن سپاہی نے انہیں دیکھ لیا تھا اور بندوق لیے ان کی طرف بڑھنے لگا۔

قریب آ کر اس نے پوچھا۔

"تم لوگ ٹرک کے پاس چلو، تمہاری تلاشی لی جائے گی۔ کہاں رہتے ہو تم؟"۔

ناگ نے کھیتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

www.urduraza.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"ہم ان کھیتوں میں رہتے ہیں۔ یہاں گاؤں میں غلہ خریدنے آئے ہیں"۔

"تلاشی دو"۔

جرمن سپاہیوں نے ناگ اور لوترے کی تلاشی لی۔ ان کے پاس کچھ بھی نہ نکلا۔

ناگ کے پاس دو دستی بم باقی رہ گئے تھے۔ وہ اس نے کچھ دیر پہلے جرمنوں کے ٹرک کو چوراہے میں رکتے دیکھ کر کھیتوں میں ایک جھاڑی کے پاس گرا دیئے تھے۔

لوترے کی بھی تلاشی لی گئی مگر کوئی بھی قابل اعتراض چیز برآمد نہ ہوئی۔ اتنے میں ایک جرمن میجر وہاں آ گیا۔

اس نے ناگ کی طرف غور سے دیکھ کر کہا۔

"تمہارا نام؟"۔

"ناگ"۔

"کیا تم ہندوستانی ہو؟"۔

"جی نہیں۔ میں فرانسیسی ہوں"۔

"مگر فرانسیسیوں کے نام ایسے نہیں ہوتے۔ ایسے نام تو ہندوستان میں ہوا کرتے ہیں"۔

ناگ نے کہا۔

"میری ماں ہندوستان کے ایک ہسپتال میں نرس تھی۔ میں اسی ہسپتال میں پیدا ہوا۔ اس لیے میرا نام ناگ رکھ دیا گیا"۔

جرمن میجر کو یقین نہ آیا۔ اسے شک پڑ گیا تھا۔ اس نے اپنے

www.urdurasaa.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ایک ماتحت سپاہی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اسے گرفتار کر لو"۔

لوترے اور نانا پریشان ہو گئے۔

لوترے نے کہا۔

"جناب! یہ شخص ہمارا ہمسایہ ہے اور ایک بے گناہ دیہاتی ہے۔ اس کا جنگ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ برائے مہربانی اسے گرفتار نہ کریں"۔

"تو کیا تمہیں گرفتار کر لیں؟"۔

لوترے کچھ جواب دینے ہی والا تھا کہ میجر نے سپاہی کی طرف دیکھا اور کہا۔

"ان دونوں کو بھی پکڑ لو اور لے چلو"۔

وہاں تو صرف اشارے کی دیر تھی۔

لوترے، ناگ اور نانا کو اسی وقت حراست میں لے لیا گیا اور ٹرک میں بٹھا دیا وہاں کچھ اور دیہاتی بھی گرفتار ہو کر بیٹھے تھے۔

ان کے چہروں پر پریشانی تھی۔ انہیں یقین تھا کہ جرمن انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ٹرک روانہ ہو گیا۔

ایک دیہاتی کچی سڑک پر ٹرک گڑگڑاتا چلا جا رہا تھا۔

ناگ نے لوترے کی طرف اور لوترے نے ناگ کی طرف دیکھا اور خاموشی سے بیٹھے رہے۔ ان کے دائیں بائیں اور سامنے جرمن سپاہی مشین گنیں لیے بیٹھے تھے۔

ناگ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں لوترے اور نانا کو تسلی دی اور کہا کہ وہ فکر نہ کریں۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

www.urduzala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ٹرک ایک چھوٹے سے فرانسیسی قصبے میں داخل ہو گیا۔

یہاں ایک بازار تھا اور اونچی چھتوں والے مکان تھے۔ ٹرک ایک فوجی بارک کے سامنے رک گیا۔ جرمن سپاہی چھلانگیں لگا کر کودے اور مشین گنوں کو آگے کر کے بولے۔

"جلدی سے نیچے اترو۔"

سارے قیدی نیچے اتر آئے۔ انہیں جانوروں کی طرح ہانک کر بارک کی کوارٹر گارڈ یعنی حوالات میں بند کر دیا گیا۔

ایک حوالات میں ناگ، لوتھرے اور نانا اور ایک دبلی پتلی فرانسیسی عورت قید کر دیگئی اور باقی قیدی دوسری حوالات میں بند کر دیے گئے۔

شام تک کسی نے ان کی خبر نہ لی۔ انہیں کھانے کو صرف ڈبل

روٹی اور نمک ملا پانی دیا گیا۔ ناگ نے فرانسیسی عورت سے پوچھا۔

"بہن! تمہارا نام کیا ہے؟"۔

اس عورت نے کہا۔

"میرا نام بلانشے ہے۔ میرا خاوند مر گیا ہے۔ میرا کوئی بچہ نہیں، صرف تھوڑی سی زمین ہے جس پر غلہ کاشت کر کے اور بیچ کر پیٹ بھرتی ہوں۔ یہ لوگ مجھے خواہ مخواہ پکڑ کر لے آئے ہیں"۔

ناگ نے لوتھرے سے کہا۔

"ہمیں اپنے ساتھ اس عورت کو بھی آزاد کرانا ہو گا"

پھر وہ بلانشے کی طرف سر گھما کر بولا۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"بہن! تم آزاد ہونے کے بعد اگر اپنے گھر واپس گئیں تو جرمن سپاہی تمہیں پھر سے پکڑ لیں گے اور گولی سے اڑا دیں گے"۔

بلانشے نے کہا۔

"میں یہاں سے فرار ہونے کے بعد اپنے گاؤں والے گھر نہیں جاؤں گی، بلکہ سیدھا پیرس چلی جاؤں گی، وہاں میری ایک رشتے کی بہن رہتی ہے۔ جب تک جنگ ختم نہیں ہو جاتی۔ اسی کے پاس رہوں گی"۔

ماریا کہنے لگی۔

"ناگ! کیا تم یہاں کوئی ایسا جادو کر سکتے ہو جس سے ہم فرار ہو جائیں"۔

ناگ مسکرایا۔

"کیوں نہیں! جادو تو ہر جگہ کیا جا سکتا ہے، لیکن صرف موقع کی تلاش ضروری ہے"۔

لوترے نے پوچھا۔

"کس قسم کا موقع؟"

ناگ کہنے لگا۔

"یہ جب مجھے موقع مل گیا تو بتا دوں گا۔ اس وقت تم لوگ بالکل خاموش بیٹھے رہو۔ ہماری باتوں سے سپاہیوں کو شک پڑ سکتا ہے"۔

وہ خاموش ہو گئے۔ رات آ گئی۔ انہیں کھانے کو کچھ بھی نہ دیا گیا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

آدھی رات کے قریب ایک سپاہی نے آ کر حوالات کا تالا کھولا اور بولا۔

"تم میں سے ناگ کون ہے؟"۔

ناگ نے آگے بڑھ کر کہا۔

"میں ہوں ناگ جناب"۔

"ٹھیک ہے۔تم باہر آ جاؤ۔میرے ساتھ آؤ"۔

"کہاں؟"۔

سپاہی نے ڈانٹ کر کہا۔

"تم یہ پوچھنے والے کون ہوتے ہو؟ بکواس بند کرو اور چپ چاپ میرے ساتھ آؤ"۔

ناگ نے آنکھ کے اشارے سے لوترے اور ناتا کو کہا کہ وہ

خاموش اور صبر سے بیٹھے رہیں اور سپاہی کے ساتھ چل دیا۔

سپاہی اسے لے کر ایک بارک میں سے گزر کر دوسری بارک کے ایک چھوٹے سے کمرے میں آ گیا جس کی لکڑی کی چھت کے نیچے وہی جرمن میجر کرسی پر بیٹھا سگار پی رہا تھا۔

چھت پر ایک ڈھکا ہوا بلب جل رہا تھا۔

اس نے ناگ کی طرف گھور کر دیکھا۔ناگ نے بھی آنکھیں چار کر دیں۔

چند سیکنڈ بعد جرمن میجر نے گھبرا کر آنکھیں جھپکائیں اور اٹھ کر ناگ کے قریب آ گیا۔

"تمہاری آنکھوں میں یہ خطرناک کشش کہاں سے آئی ہے۔سچ سچ بتاؤ کیا تم کوئی انڈین جادوگر ہو؟"۔

www.urdufanz.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

”جی ہاں! میں نے ہندوستان میں رہ کر تھوڑا بہت جادو سیکھا ہے۔“

میجر بولا۔

”تم کس قسم کا جادو کر سکتے ہو؟“۔

ناگ نے کہا۔

”آپ مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہیں؟“۔

جرمن میجر نے کہا۔

”کیا تم اپنے جادو کے زور سے یہ معلوم کر سکتے ہو کہ اس وقت برلن میں میری بیوی کیا کر رہی ہے؟“۔

ناگ سمجھ گیا کہ اس جرمن میجر کو اپنی بیوی پر شک ہے اور اس

کی وفاداری پر بھروسہ نہیں ہے۔

اس نے کہا۔

”ہاں! میں جادو کے زور سے معلوم کر سکتا ہوں“۔

”تو پھر جلدی سے مجھے بتاؤ کہ میری بیوی اس وقت کہاں ہے؟“۔

ناگ نے آنکھیں بند کرنے سے پہلے کہا۔

”اس کے لیے میری ایک شرط ہے“۔

”وہ کون سی؟“۔

ناگ بولا۔

”وہ یہ کہ تمہیں اپنی آنکھیں پانچ منٹ کے لیے بند رکھنی ہو گی۔ اگر تم نے پانچ منٹ سے پہلے آنکھیں کھول دیں تو میں

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

تمہیں کچھ نہ بتا سکوں گا"۔

جرمن میجر کہنے لگا۔

"مجھے منظور ہے۔ ظاہر ہے۔ یہاں اردگرد زبردست پہرہ ہے۔ اور تم بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے"۔

ناگ نے کہا۔

"تم اندر سے دروازہ بند کر کے تالا لگا کر چابی اپنے پاس رکھ سکتے ہو"۔

"یہ ٹھیک ہے۔ میں ایسا ہی کروں گا"۔

اور اس نے ایسا ہی کیا۔ اٹھ کر دروازہ بند کیا۔ تالا لگایا۔ چابی اپنی جیب میں ڈالی اور ناگ کے بالکل سامنے کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔

ناگ نے کہا۔

"میں جادو شروع کرتا ہوں، تم اپنی آنکھیں بند کر لو"۔

جرمن میجر نے آنکھیں بند کر لیں۔ ناگ نے اسے دوبارہ تاکید کی"۔

"اگر تم نے درمیان میں سے ذرا سا بھی مجھے دیکھنے کی کوشش کی تو سارا جادو الٹ جائے گا اور میں تمہیں تمہاری بیوی کے متعلق کچھ نہیں بتا سکوں گا"۔

"فکر نہ کرو، میں آنکھیں نہیں کھولوں گا"۔

جرمن میجر آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا۔ ناگ نے گہرا سانس لیا اور ایک چھوٹے سے سیاہ سانپ کی شکل اختیار کر کے اس جرمن میجر کی گردن پر آ گیا اور بڑے آرام سے اسے ڈس دیا۔

www.urdurasala.com
www.urdurasala.com
Pdf By princeoldhump@urdufanz.com

میجر کو یوں لگا جیسے کسی چیونٹی نے اسے کاٹ لیا ہو۔ اس نے ہاتھ مار کر گردن کھجلائی تو اس کی آنکھ کھل گئی۔

یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹ گئیں کہ فرانسیسی قیدی غائب تھا۔

اس نے جیب میں ہاتھ مار کر دیکھا۔ چابی جیب میں تھی۔ تالا بھی لگا تھا۔ پھر یہ قیدی کہاں گم ہو گیا؟ کیا وہ سچ مچ کوئی جادوگر تھا؟ جرمن میجر یہ سوچ رہا تھا کہ ادھر سانپ کا زہر اپنا کام کیے جا رہا تھا۔

سانپ اتنا چھوٹا تھا کہ اس کی نظر اس پر نہ پڑی۔ زہر نے جرمن میجر کا جسم سن کر دیا اور وہ چکرا کر فرش پر گر پڑا۔

ناگ تیزی سے انسان کے روپ میں آ گیا۔ اس نے جرمن

میجر کی جیب سے چابی نکال کر دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔

باہر جرمن سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔

ناگ نے اسے کہا۔

"میجر صاحب نے دوسرے قیدی کو بلایا ہے"۔

"ٹھیک ہے"۔

سپاہی ناگ کے ساتھ ہی حوالات میں آ گیا کہ اسے حوالات میں بند کر کے دوسرے قیدی کو نکال کر میجر کے پاس لے جائے گا۔

ناگ حوالات میں داخل ہوا تو لوترے کو بلاتے ہوئے کہا۔

"تم چلو! میرے ساتھ چلو"۔

لوترے اٹھا ہی تھا کہ ناگ نے اچھل کر جرمن سپاہی کی گردن

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

دبوچ لی۔ اس کی آواز بھی نہ نکل سکی۔ اسے اسی جگہ ڈھیر کر دیا گیا۔

ناگ نے اولترے سے کہا۔

"فوراً حوالات سے نکلو اور قصبے کے عقب میں چلے جاؤ۔ میں اسی جگہ آؤں گا"۔

اولترے، ناتا اور دیہاتی عورت بلا نشے حوالات میں سے نکل کر قصبے کے پچھواڑے جا کر ایک جگہ چھپ گئیں۔

ناگ نے وہاں سے ایک جیپ اڑائی اور اسے سٹارٹ کر کے قصبے کے پچھواڑے لے گیا، تینوں کو اس میں بٹھایا اور جیپ کو کچی سڑک پر چھوڑ دیا۔

جیپ اڑی چلی جارہی تھی۔

دو تین قصبے گذر گئے۔

اولترے نے کہا۔

"ناگ! میرا خیال ہے، اب کولون شہر آنے والا ہے"۔

"ہاں ٹھیک ہے آنے دو"۔

"شہر سے باہر جرمن پوسٹ ہوگی۔ ہمیں اس جیپ کو شہر سے باہر ہی پھینک دینا ہوگا"۔

"ایسا ہی کریں گے"۔

چلتے چلتے آخروہ کولون شہر کے گرد و نواح میں پہنچ گئے۔

انہوں نے ایک دریا کے پل پر جیپ کھڑی کی۔

سارے اتر کر پرے ہو کر کھڑے ہو گئے۔ ناگ نے جیپ کو سٹارٹ کر کے خود باہر چھلانگ لگا دی۔ جیپ زور سے آگے کو

www.urdurasaa.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

اچھلی اور ریل پر سے اتر کر نیچے دریا میں دھڑام سے گر گئی۔

”خس کم، جہاں پاک۔ اب ہم پر کسی کو شک نہیں ہو گا“

لوترے کی اس بات پر تانا، بلانشے اور ناگ ہنس دیئے۔

بلانشے نے کہا۔

میں اسی شہر میں رہ جاؤں گی۔ یہاں میرا ایک تایا زاد بھائی رہتا ہے۔

ناگ نے کہا۔

”جیسے تمہاری مرضی بہن! ویسے ہم تمہیں جہاں تم کہو، پہنچانے کو تیار ہیں“۔

”آپ کا بہت بہت شکریہ، میں کولون میں ہی رہوں گی“۔

یہ شہر کافی بڑا تھا۔ شام ہونے والی تھی۔ جنگ کی وجہ سے اس

شہر کی آدھی رونق ختم ہو چکی تھی۔ بلانشے ان لوگوں سے رخصت ہو کر چلی گئی۔

شہر میں داخل ہوتے ہی ایک جرمن پوسٹ ملی۔ سپاہی وہاں گن مشین لیے کھڑے چیکنگ کر رہے تھے۔

ناگ اور لوترے وغیرہ عام دیہاتی لباس میں تھے۔ ان سے دو چار باتیں پوچھ کر انہیں جانے دیا گیا۔

ناگ نے پوچھا۔

”لوترے بھائی! اب کیا پروگرام ہے؟ پیرس جانے کے لیے ہمیں ریل پر سفر کرنا ہو گا؟“۔

لوترے نے کہا۔

”ریل کا سفر ہی مناسب رہے گا، کیوں تانا؟“۔

نانا بولی۔

"ریل گاڑی آدھی رات کے قریب جا کر پیرس کو روانہ ہوتی ہے۔ ہمیں یہاں سے سیدھا ریلوے اسٹیشن جا کر معلوم کر لینا چاہیے"۔

تینوں کولون کے ریلوے سٹیشن پر آ گئے۔

یہاں کافی مسافر جمع تھے اور مختلف سمت کو جاتے والی ریل گاڑیوں کا انتظار کر رہے تھے۔

ان میں جرمن سپاہی بھی ادھر ادھر چل پھر رہے تھے اور مسافروں کو تکتے جا رہے تھے جیسے ان میں سے کسی برطانوی جاسوس کی تلاش میں ہوں۔

ناگ نے لوترے اور نانا کو ایک جگہ کھڑا کیا اور انکوائری

آفس سے جا کر معلوم کیا کہ پیرس جانے والی گاڑی کس وقت چھوٹتی ہے؟۔

معلوم ہوا کہ آدھی رات کو جائے گی گاڑی۔ لوترے کا اندازہ ٹھیک تھا۔

ابھی رات کے بارہ بجنے میں چار گھنٹے باقی تھے۔ انہیں بھوک بھی لگ رہی تھی اور ان کے پاس کوئی پیسہ بھی نہیں تھا۔

ناگ ریلوے اسٹیشن سے باہر شہر میں آ گیا۔ یہاں اس نے ایک دکاندار سے کھانے پینے کی چیزیں خریدیں اور بولا۔

"میں ابھی تمہیں پیسے لا کر دیتا ہوں"۔

دکاندار نے ناگ کی گردن پکڑ لی۔

"کیا بکواس کرتا ہے؟ رکھ دے ساری چیزیں یہاں پر۔ یہ

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

کوئی تیرے نانا جان کی دکان نہیں ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"اچھا بھائی! غصے کیوں ہوتے ہو، میں پہلے جا کر پیسے لے آتا ہوں"۔

تھوڑی دیر بعد ناگ اسی دکان کے پاس آیا اور اس کی دکان کے پچھلے حصے میں جا کر کہنے لگا۔

"بھائی! یہ جام کا مرتبان کتنے میں ہے؟ ذرا یہاں آ کر بتانا تو"۔

دکاندار بڑبڑاتا ہوا اندر آیا۔ وہ اس گاہک سے تنگ آ چکا تھا۔ اندر آ کر اس نے دیکھا کہ گاہک کی جگہ ایک ہاتھی کھڑا جھوم رہا تھا۔ ہاتھی نے دکاندار کو دیکھ کر زور سے چیخ ماری اور سونڈ اٹھا کر

اسے پکڑنے کو مڑا۔

دکاندار شور مچاتا باہر کو بھاگا۔ ناگ نے ساری چیزیں اٹھا کر سونڈ میں رکھیں اور دکان سے باہر آ گیا۔

باہر آتے ہی بازار میں بھگدڑ مچ گئی۔

لوگ ایک عظیم الشان ہاتھی کو دیکھ کر اپنے اپنے گھروں کو بھاگے۔

ہاتھی کچھ دور جا کر کھیتوں میں آ گیا۔ ایک جگہ درختوں کے جھنڈ میں پہنچ کر اس نے پھر سے انسان کی شکل اختیار کی اور کھانے پینے کی چیزیں لے کر سیدھا ریلوے اسٹیشن آ گیا۔

"لو یہ کھاؤ۔ باقی پیرس پہنچ کر دیکھیں گے"۔

لوترے اور نانا کھانے کی اتنی چیزیں دیکھ کر حیران ہوئے۔

www.urduraala.com
Pdf By princegoldhump@urdufanz.com
www.urduraala.com

"اتنی چیزیں تم کہاں سے لے آئے؟"۔

"جادو کے زور سے"۔

لوترے ہنس دیا۔

ناتا نے کہا۔

"ناگ بھائی! ابھی تم نے جادو کے زور سے پیرس کے ٹکٹ بھی لینے ہیں"۔

ناگ چونکا۔

"ارے! یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ اچھا ذرا ٹھہرو۔ ابھی ٹکٹ بھی لے کر آتا ہوں"۔

ناگ نے دیکھا کہ ٹکٹ والی کھڑکی پر لوگوں کا رش تھا۔ وہاں ایک مدھم سا لیمپ جل رہا تھا جس کی روشنی بے حد مدھم اور نا کافی

تھی۔

ناگ ریلوے اسٹیشن سے باہر نکل کر ایک جگہ کھیتوں میں آ گیا۔ یہاں اس نے چاروں طرف دیکھا، کوئی بھی نہیں تھا۔

ناگ نے گہرا سانس لے کر دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھائے اور عقاب بن کر اڑنے لگا۔

اڑتا اڑتا وہ ریلوے اسٹیشن کے اندر آ گیا۔ ٹکٹ والی کھڑکی سے داخل ہو کر پھڑ پھڑاتا ہوا ٹکٹوں سے بھری ہوئی الماریوں کے سامنے آ کر پھڑ پھڑانے لگا۔

بکنگ کلرک پریشان ہو کر باہر کو بھاگا۔

عقاب نے پیرس جانے والے تین ٹکٹ چونچ میں پکڑے اور پھر پھڑ پھڑاتا ہوا کھیتوں کو اڑ گیا۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

بھی مسافر حیرانی سے عقاب کو جاتے دیکھتے رہے۔

کھیتوں میں جا کر عقاب پھر سے ناگ بن گیا۔ ٹکٹ جیب میں ڈال کر وہ لوتڑے اور نانا کے پاس آیا اور انہیں ایک ایک ٹکٹ دے کر بولا۔

''لو بھئی اپنا اپنا ٹکٹ سنبھالو۔''

نانا نے خوش ہو کر کہا۔

''بھیا! یہ تو تم نے واقعی کمال کر دیا۔''

ناگ بولا۔

''نانا بہن! ابھی تم کہاں تک ہماری جادوگری کے کمال دیکھو گی؟''۔

لوتڑے نے کہا۔

''بھئی ناگ بھائی! ہم تو آپ کو مان گئے۔ ہم نے تو ایسا جادوگر آج تک اپنی زندگی میں نہیں دیکھا''۔

یونہی باتیں کرتے ہوئے دو تین گھنٹے گذر گئے۔

اب گاڑی آنے میں بیس منٹ باقی رہ گئے تھے۔

انہوں نے خوب ہنس ہنس کر وقت گذار دیا۔ اس دوران میں دو تین جرمن سپاہی بھی ان کے قریب آ کر کھڑے ہوئے۔

ان کی باتوں کو دلچسپی سے سنا اور چلے گئے۔

یہ لوگ فرانسیسی میں باتیں کر رہے تھے۔ آخر ٹیشن میں داخل ہوئی۔

مسافروں میں شور مچ گیا۔ ٹرین رکی۔ مسافر باہر نکلنا شروع ہو گئے۔

www.urduracala.com
Pdf By princeoldhump@urdufanz.com

اس کے بعد پیرس جانے والے مسافر اس میں سوار ہو گئے۔ لوتے، نانا اور ناگ بھی اس میں سوار ہو گئے۔ گاڑی کوئی آدھ گھنٹہ وہاں رکی رہی۔ پھر اس کے انجن نے وسل دیا۔

گارڈ نے جھنڈی لہرائی۔

چھک۔ چھک چھک۔

ٹرین کھسکنے لگی۔ ابھی اس کی رفتار تیز نہیں ہوئی تھی کہ اچانک دو جرمن سپاہی کھڑکی میں سے کود کر اندر آ گئے۔

لوتے، ناگ اور نانا نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ یہ جرمن سپاہی مشین گنوں سے مسلح تھے۔ وہ مسافروں کے شناختی کارڈ چیک کرنے لگے۔ ٹرین اب سٹیشن سے کافی دور نکل آئی تھی اور اچھی خاصی رفتار اس نے پکڑ لی تھی۔

جرمن سپاہی ایک طرف شروع ہو گئے۔ وہ ہر مسافر کے پاس جا کر پوچھتے۔

"شناختی کارڈ"۔

اور مسافر جیب سے شناختی کارڈ نکال کر اسے دیکھاتا۔

وہ اسے غور سے چیک کرتے اور پھر دوسرے مسافر کی طرف منہ کر کے کہتے۔

"تمہارا شناختی کارڈ؟"۔

لوتے، ناگ اور نانا کے پاس کوئی شناختی کارڈ نہیں تھا۔ وہ پریشان ہو گئے۔ ناگ نے انہیں حوصلہ دیا اور کہا۔

"گھبراؤ گے تو کام زیادہ خراب ہو جائے گا، مجھے سوچنے کا موقع دو۔"

سپاہی شناختی کارڈ دیکھتے دیکھتے کافی آگے آ گئے تھے۔انہوں نے تقریباً آدھا ڈبہ چیک کر لیا تھا اور پھر آخر ناگ کی بھی باری آ گئی۔

جرمن سپاہی نے اس سے کہا۔

"تمہارا شناختی کارڈ؟"

ناگ گونگا بن گیا اور آئیں غائیں کرنے لگا۔دوسرے سپاہی نے ناٹا اور لوترے کو شناختی کارڈ دکھانے کو کہا تو وہ بھی گونگے بن گئے اور ہاتھ گھما گھما کر آئیں غائیں کرنے لگے۔

وہ یہ ظاہر کر رہے تھے کہ وہ بہرے گونگے ہیں۔اور انہیں کچھ خبر نہیں کہ وہ کیا بول رہے ہیں۔سپاہیوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر اگلے مسافروں کی طرف رخ کر لیا۔

لوترے، ناٹا اور ناگ بچ گئے۔گاڑی تیزی سے پیرس کی طرف اڑی جا رہی تھی۔

لیکن ایک بھیانک خطرہ ان کا انتظار کر رہا تھا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

☆وہ بھیانک خطرہ کیا تھا؟

☆عنبر اور ماریا کہاں تھے؟

☆ان کے ساتھ کیا گذری؟

☆اور وہ کس قسم کی زندگی بسر کرنے لگے؟

☆یہ آپ اس ناول کی 68 ویں قسط میں پڑھیے

www.urduraza.com
Pdf By
princeofdhump@urdufanz.com

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

UrduRasala.com کا پیغام

اس ناول کے جملہ حقوق بحق مصنف اور پبلشرز محفوظ ہیں۔ ہم اسے صرف اردو زبان کی ترویج کے لیے Online کر رہے ہیں تاکہ دنیا جان سکے کہ اردو زبان میں کتنا عظیم کام ہوا ہے۔ ہمارا مقصد اس ویب سائٹ کے ذریعے اردو کے گم شدہ خزانے کو ان لوگوں تک پہنچانا ہے جو کسی وجہ سے اس سے محروم رہ گئے۔ خاص طور پر ان بیرون ملک پاکستانیوں کو جو باوجود پوری کوشش کے ان ناولوں کو حاصل نہیں کر سکتے۔

اگر آپ کو یہ کتاب پسند آئی ہے اور آپ استطاعت رکھتے ہیں تو مہربانی فرما کر اس کو خرید کر پڑھیے تاکہ مصنف اور پبلشرز کو مالی فائدہ پہنچ سکے۔

فہرست

بھیانک انسان
آدھی رات کا بھوت
ظلم کا بدلہ
میں سانپ ہوں
خونی سنگار
بم مارو بم

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

پیارے بچو!

آپ پچھلی قسط میں پڑھ چکے ہیں عنبر اور ماریا جنگ کے شعلوں سے نکل کر سوئٹزر لینڈ کے ایک ہوٹل میں مسافر بن کر ٹھہرے ہوئے ہیں۔

وہ ناگ کی تلاش میں ہیں۔ دوسری طرف ناگ ایک فرانسیسی گوریلے کی شکل میں اپنے ساتھ ایک لڑکی اور ایک فرانسیسی گوریلے کو لئے انہیں جنگ کی بربادیوں میں ٹرین میں لے کر

پیرس جا رہا ہے۔ اس قسط میں ناگ ان دونوں کو لے کر ایک شہر پہنچتا ہے تو وہاں جرمن سپاہی آ جاتے ہیں۔

یہ تینوں بھاگتے ہیں اور ایک پرانے قلعے میں جا کر پناہ لیتے ہیں۔ وہاں ایک غیبی انسان نمودار ہوتا ہے اور ناگ کے ساتھیوں کی گردنوں میں چھری گھونپ کر ہلاک کر دیتا ہے۔

ناگ غیبی انسان سے کیوں کر انتقام لیتا ہے؟ اس پر کیا گذرتی ہے؟

کیا وہ عنبر اور ماریا سے ملتا ہے؟۔

یہ سب کچھ آپ اس ناول میں خود پڑھ لیجیے۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

www.urdurasala.com

بھیانک انسان

ٹرین پیرس کی طرف اڑی جا رہی تھی۔

پیرس اور کولون کے درمیان ایک سٹیشن پر گاڑی رکی تو اسے ایکدم جرمن کے ایک دستے نے گھیرے میں لے لیا۔

لوتھرے، نانا اور ناگ کو فکر ہوئی کہ ضرور کوئی بات ہے۔

سارے مسافروں کو گاڑی کے ڈبوں میں بند کر کے ایک ایک مسافر کی پڑتال شروع ہو گئی۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

جس ڈبے میں نانا، لوتھرے اور ناگ بند تھے، اس کے باہر دو سپاہی مشین گنیں تانے کھڑے تھے اور ایک سارجنٹ مسافروں کی تلاشی لے رہا تھا اور ان کے شناختی کارڈ دیکھ رہا تھا۔

ناگ نے محسوس کیا کہ سارجنٹ کے بالکل کندھے سے کندھا ملائے ایک سارجنٹ کھڑا ہے جس کے ساتھ میں ایک فوٹو ہے۔

وہ ہر ایک مسافر کے ساتھ اس فوٹو کو ملاتا ہے اور پھر شناختی کارڈ دیکھ کر اسے باہر پلیٹ فارم پر کھڑا کر دیتا ہے۔

ناگ کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ تصویر کس کی ہو سکتی ہے۔

لوتھرے نے سرگوشی میں کہا۔

"ناگ! کہیں یہ ہماری تصویریں تو نہیں؟"۔

"لیکن ہماری تصویر کہاں اتاری گئی تھی؟"۔

ناگ نے تعجب سے پوچھا۔

نانا بولی۔

"جرمن کسی وقت بھی ہماری تصویر اتار سکتے تھے۔ ہو سکتا ہے انہوں نے جزیرے کے کیمپ میں ہمارا ایک گروپ فوٹو لے لیا ہو"۔

"اگر ایسا ہوا ہے تو بہت برا ہوا ہے"۔

اتنے میں ان لوگوں کی باری بھی آ گئی۔ سب سے آگے ناگ تھا۔

سارجنٹ نے ناگ سے شناختی کارڈ مانگا۔ ناگ اسی طرح پھر سے گونگا بہرہ بن گیا۔ اچانک دوسرے سارجنٹ نے چیخ

کر کہا۔

"ان تینوں کو گرفتار کر لو یہی گوریلے ہیں"۔

بس پھر کیا تھا۔ جرمن فوجیوں نے آگے بڑھ کر ناگ لوترے اور نانا کی گردنوں پر مشین گنوں کی نالیاں رکھ دیں اور انہیں لے جا کر سٹیشن کی حوالات میں بند کر دیا گیا۔

ناگ نے سر جھکا کر کہا۔

"پھر پھنس گئے۔ خدا جانے ابھی پیرس پہنچتے پہنچتے کتنی بار اور مصیبت میں پھنسنا پڑے گا"۔

لوترے نے کہا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اب کیا ہو گا۔ یہ لوگ تو اس بار زیادہ انتظار نہیں کریں گے۔ ہو سکتا ہے صبح ہونے سے پہلے پہلے ہمیں

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

گولی سے اڑا دیا جائے۔

کیونکہ ہم کئی بار جیل توڑ کر بھاگے ہیں اور ہم نے کئی سپاہیوں کو قتل بھی کیا ہے۔

ماریا پریشان ہو گئی۔

لوترے نے ٹھیک کہا ناگ! جرمن ہماری جان کے دشمن ہو گئے ہیں۔

اب یہ ہمیں کسی قیمت پر نہیں چھوڑیں گے۔ خدا کے لیے کچھ جادو کرو اور یہاں سے جلدی نکلو۔

ناگ بولا۔

"اتنی جلدی کچھ نہیں ہو سکتا۔ کم از کم مجھے سوچنے کا موقع تو دو۔"

ناگ سوچنے لگا۔ حوالات چھوٹی سی تھی۔ چھت نیچی تھی۔ کونے میں ایک دھیما بلب روشن تھا۔ باہر دو سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔

ناگ وہاں سے فرار ہونے کی ترکیبوں پر غور کرتا رہا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ رات گزر رہی تھی۔

یہ حوالات سٹیشن کے پچھواڑے اتر کر سامنے جنگل شروع ہو جاتا تھا۔ ناگ نے سوچا اگر کسی طرح وہ ان جرمن سپاہیوں کو قابو میں کر لے تو جیل توڑ کر یہاں سے فرار ہو سکتا ہے۔

مگر سوال یہ تھا کہ ان دونوں سپاہیوں کو کیوں کر قابو میں کیا جائے؟

ایک ترکیب اس کے ذہن میں آ گئی۔ اس نے لوترے سے

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

کہا۔

دیکھو! میں ایک کمال کا جادو کرنے لگا ہوں۔ تم گھبرانا نہیں۔ بالکل خاموش رہنا۔ سامنے والی دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ جاؤ۔ جونہی میں ان پہرہ داروں کو قابو کر کے حوالات کے دروازے کی سلاخیں توڑوں، تم لوگ فوراً یہاں سے بھاگ کر سامنے والے جنگل میں جا کر چھپ جانا اور وہاں میرا انتظار کرنا۔ سمجھ گئے؟۔

لوتے اور نانا نے ایک ساتھ کہا۔

"بالکل سمجھ گئے۔ مگر ناگ! تم کون سا جادو کرنے والے ہو؟"۔

ناگ نے کہا۔

"خاموشی سے دیکھتے رہو"۔

لوتے اور نانا حوالات کی دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئے۔

ناگ حوالات کے دروازے کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ دونوں جرمن سپاہی پہرہ دیتے ہوئے اس کی جانب دیکھ رہے تھے۔

ناگ نے ان کی طرف گھور کر دیکھنا شروع کر دیا۔

انہوں نے گھبرا کر آنکھیں جھپکیں اور ناگ کی طرف مشین گن کا رخ کر کے کہا۔

"پیچھے ہٹ کر بیٹھ جاؤ نہیں تو شوٹ کر دوں گا"۔

ناگ پیچھے ہٹ گیا۔ حوالات میں گہری خاموشی تھی اور اندھیرا بھی تھا۔

www.urdurasala.com
www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

روشنی بہت ہی کم تھی۔ ناگ دروازے کی سلاخوں کی ایک جانب ہٹ گیا۔ اب اس نے لوترے اور نانا کی طرف دیکھا اور گہری سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں۔

اس کے ساتھ ہی لوترے اور نانا سہم کر ایک دوسرے سے لگ گئے۔ کیونکہ ان کی آنکھوں کے سامنے وہاں ایک اونچا لمبا خونخوار آنکھوں اور لمبی سونڈ والا ہاتھی کھڑا تھا۔

ہاتھی نے اپنی لمبی سونڈ سلاخوں کے باہر نکال کر دونوں جرمن سپاہیوں کی گردنوں میں ڈالی اور انہیں مروڑ کر رکھ دیا۔

ناگ نے پھر سانپ کا جسم اختیار کیا اور رینگتا ہوا چبوترے سے اتر کر سیدھا جنگل میں بھاگ گیا۔ جنگل میں اس نے جھٹ جلد لوترے اور نانا کو دیکھ لیا۔ وہ پھر سے انسانی شکل میں آ کر ان

کے قریب گیا اور بولا۔

"جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے بھاگ چلو۔ وہ لوگ ہمارا تعاقب کرتے یہاں ضرور آئیں گے۔ لوترے!"۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ جنگل آگے جا کر کہاں نکل آتا ہے؟"۔

لوترے نے کہا۔

"اس جنگل کے آگے ایک دریا آتا ہے۔ دریا کے پار ایک گاؤں ہے۔ وہاں ایک مشہور قلعہ ہے۔ قلعہ ویران ہے۔ اگر ہم چاہیں تو وہاں کچھ دیر چھپ سکتے ہیں"۔

ناگ نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب یہاں سے بھاگو"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

انہوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ جس وقت دن کی ہلکی ہلکی روشنی ہوئی تو وہ دریا کے کنارے پہنچ گئے تھے۔

دریا پر ایک بوسیدہ سا پل بنا تھا۔ انہوں نے دریا عبور کیا اور سامنے انہیں قلعے کی ویران عمارت دکھائی دی۔

یہ قلعہ پرانا تھا اور اس کی دیواریں جگہ جگہ سے شکستہ ہو رہی تھیں۔ وہ قلعے میں داخل ہو گئے۔ پرانے جھکی ہوئی ٹوٹی پھوٹی چھتوں والے گرد آلود کمرے تھے اور اکھڑے ہوئے فرش والی راہداریاں تھیں۔

ناگ نے کہا۔

"یہ قلعہ تو مجھے بڑا پراسرار لگتا ہے"۔

لوترے کہنے لگا۔

"اس قلعے میں کبھی فرانس کا ایک بہادر جرنیل رہا کرتا تھا۔ وہ مر گیا تو قلعہ ویران ہو گیا۔ اب یہاں رات کو الو آ کر بسیرا کرتے ہیں"۔

ناتا ڈرتے ہوئے بولی۔

"کیا تم مجھے ڈرانا چاہتے ہو لوترے؟"۔

لوترے ہنس پڑا۔

"میں تو اس قلعے کی تاریخ بیان کر رہا ہوں ناتا!"۔

ناگ نے ایک کمرہ پسند کرتے ہوئے کہا۔

"ہم کچھ وقت یہاں گذار سکتے ہیں"۔

وہ آرام سے چبوترے پر بیٹھ گئے اور آرام کرنے لگے۔ جنگل میں دوڑ دوڑ کر وہ تھک گئے تھے۔ انہیں بھوک محسوس

www.urduresala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ہو رہی تھی۔

ناگ نے لوتھرے سے کہا۔

"کیا تم یہاں سے کچھ کھانے پینے کو لا سکتے ہو؟"۔

"ہاں! کوشش کروں گا۔ لیکن میرے پاس پیسہ نہیں"۔

"جیب تو ہم تینوں کی خالی ہے"۔

ناگ نے کہا۔

تم اسی جگہ ٹھہرو۔ میں باہر جا کر گاؤں سے کچھ لاتا ہوں۔

ناتا بولی۔

"مگر تم کہاں سے لاؤ گے؟"۔

"جادو کا کمال دکھاؤں گا"۔

ناگ ہنستا ہوا قلعے سے نکل کر گاؤں میں آ گیا۔ یہاں وہ

ایک دکان میں گیا اور ناگ نے کہا کہ وہ مزدوری کرنا چاہتا ہے۔

مالک نے کہا۔

"اچھا تو یہ صندوق اٹھا کر دوسرے کمرے میں لگا دو"۔

ناگ نے سارے صندوق اٹھا کر دوسرے کمرے میں لگا دیئے۔

اس کے عوض اسے اتنی مزدوری مل گئی کہ وہ تین آدمیوں کے لیے ڈبل روٹی اور دودھ خرید کر قلعے کی جانب روانہ ہو گیا۔

قلعے کا دروازہ ٹوٹا ہوا تھا اور آدھی دیوار ڈھے گئی تھی۔

ناگ دروازے میں سے گزر کر راہداری سے گزرتا چبوترے والے کمرے میں آیا تو یہ دیکھ کر کچھ حیران ہوا کہ لوتھرے اور ناتا وہاں نہیں تھے۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

اس نے دوسرے کمروں میں جا کر انہیں تلاش کیا۔

وہاں بھی نہ تھے۔ اب اس نے دونوں کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔

کوئی جواب نہ آیا۔ صرف اس کی آواز قلعے کی چھتوں دیواروں سے ٹکرا کر رہ گئی۔

ناگ پریشان ہو گیا کہ وہ دونوں کہاں غائب ہو گئے؟۔

چلتے پھرتے اس نے دیکھا کہ اوپر والی منزل کو سیڑھیاں جاتی تھیں۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گیا۔

سامنے ایک پرانا سیاہ رنگ کا دروازہ آ گیا۔

اس دروازے کا ایک پٹ تھوڑا سا کھلا تھا۔ ناگ نے جھانک کر اندر دیکھا۔

وہاں اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ناگ نے جیب سے ماچس نکال کر جلائی تو اس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

اس کی آنکھوں کے سامنے زمین پر لوترے اور نانا کی لاشیں پڑی تھیں۔

ان کی گردنوں میں خنجر کھبے ہوئے تھے۔

ناگ تیزی سے باہر آ گیا۔

ان کو کس نے قتل کر دیا؟

اس قلعے میں جن بھی پہنچ گئے ہیں۔

مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟۔

انہیں سراغ کیسے مل گیا؟۔

لیکن باہر گرد آلود فرش پر کسی کے قدموں کے نشان نہیں

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

تھے۔

صرف ناگ کے اپنے قدموں کے نشان تھے۔ اس نے
دروازے کو زور لگا کر آدھا کھول دیا۔ اندر تھوڑی سی روشنی ہوگئی۔
روشنی میں ناگ نے لوترے اور ناتا کی لاشوں کو غور سے
دیکھا۔

کسی نے ان کی گردنوں میں خنجر گھونپ دیئے تھے۔ دونوں
زمین پر اوندھے منہ پڑے تھے۔

ناگ ابھی لاشوں پر جھکا ہوا ہی تھا کہ اسے اپنے پیچھے
قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

اس نے پلٹ کر دیکھا۔

پیچھے کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ آہستہ آہستہ چلتا

وہ دروازے سے باہر آیا۔ باہر بھی کوئی نہیں تھا۔

پھر وہ واپس اپنے اس کمرے میں آ گیا جہاں سب سے پہلے
وہ لوگ آ کر ٹھہرے تھے۔

یہاں اس نے بیٹھ کر ڈبل روٹی کھائی اور دودھ پیا اور سوچنے
لگا کہ لوترے اور ناتا کو اس ویران قلعے میں کون قتل کرسکتا ہے؟۔

دن ڈھلنے لگا تھا، ناگ نے سوچا کہ اسے اس قلعے سے نکل
جانا چاہیے۔

رات گزارنا وہاں اپنی موت کو آواز دینا تھا۔ ناگ نے ڈبل
روٹی اور دودھ وغیرہ اسی جگہ چھوڑا اور قلعے سے باہر نکل آ گیا۔

اس نے ایک طرف چلنا شروع کردیا۔ بہت پیچھے رہ گیا تھا۔

ناگ کھیتوں میں سے ہوتا ایک وادی میں آ گیا۔ اس کے ارد

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

گرد دو چار چھوٹے ٹیلے پھیلے ہوئے تھے۔

ناگ تھک کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ شام گہری ہونے لگی سردی بھی بڑھ رہی تھی۔

ناگ نے محسوس کیا کہ کوئی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اس کے پیچھے آ رہا ہے۔

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ ناگ الجھن میں پھنس گیا کہ آخر یہ راز کیا ہے؟

یہ کون خفیہ بھوت ہے جو اس کا پیچھا کر رہا ہے؟۔

اب اسے رات گزارنے کے لیے کسی ٹھکانے کی ضرورت تھی۔

وہ اٹھ کر ایک طرف چلنے لگا۔ کچھ دور چلنے کے بعد اسے

سامنے درختوں کے جھنڈ میں ایک مکان نظر آیا۔

جس کی تکونی چھت کی چمنی میں سے ہلکا ہلکا دھواں نکل رہا تھا۔

ناگ اس مکان کے پاس آ کر رک گیا۔ اس نے دیکھا کہ مکان پرانا اور خستہ تھا۔ دروازے کی کیلیں اکھڑ چکی تھیں۔

ناگ نے دروازے پر دستک دی۔

اندر سے کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی۔

پھر خاموشی چھا گئی۔

ناگ نے کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد پھر دستک دی۔

اب کسی نے جیسے دور سے پکارا۔

کوئی آ رہا ہے۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

اس کے ساتھ ہی جیسے بے حد قریب سے آواز آئی ؟۔

"کون ہے؟"۔

ناگ نے کہا۔

"جناب میں مسافر ہوں۔ رات بسر کرنے کے لیے جگہ چاہتا ہوں۔ صبح ہوتے ہی چلا جاؤں گا"۔

دروازے کی کنڈی اندر سے کھلی۔ پھر ایک پٹ الگ ہوا۔

ناگ نے اپنے سامنے تیکھی آنکھوں اور گھنی بھنوؤں والے ایک گنجے آدمی کو دیکھا جس کا جسم گٹھا ہوا تھا اور آنکھوں میں شرارے سے چمک رہے تھے۔

"اندر آجاؤ"۔

اس نے ریچھ جیسی آواز میں غرا کر کہا۔

ناگ نے سوچا کہ واپس چلا جائے۔ مگر پھر اس خیال سے اندر چلا گیا کہ سردی میں رات کہاں بسر کرے گا؟۔

گنجے نے کہا۔

"اوپر جاؤ گے تو بائیں ہاتھ کو ایک کمرہ ملے گا۔"

"وہاں جا کر سو جاؤ یہاں کھانے کو کچھ نہیں ہے اور ہاں صبح اٹھتے ہی یہاں سے بھاگ جانا۔ سمجھے؟"۔

"سمجھ گیا جناب"۔

ناگ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آیا تو بائیں جان چھوٹا سا دروازہ دیکھا جو بند تھا۔

اسے کھول کر کمرے میں آ گیا۔ کمرہ کیا تھا بس ایک تن چوکور کوٹھڑی تھی جس کے بیچ میں ایک چار پائی پر پرانا لحاف پڑا تھا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ نے دروازہ بند کر دیا اور چارپائی پر لحاف اوڑھ کر بیٹھ گیا۔

سردی بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ سامنے ایک کھڑکی تھی۔ جس کے گدلے شیشوں میں سے صاف نظر آ رہا تھا کہ باہر اندھیرا ہو گیا ہے اور آسمان پر بادل آنا شروع ہو گئے ہیں۔ دو ایک بار دور آسمان پر بجلی بھی چمکی تھی۔ ناگ نے لحاف اوپر کر لیا اور تکئے پر سر رکھ کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔

وہ بے حد تھک گیا تھا۔

ارد گرد گہری خاموشی تھی۔ باہر سرد ہوا چلنے کی آواز آ رہی تھی۔ پھر دور بادلوں کی ہلکی ہلکی گرج سنائی دی اور بجلی چمکی۔ ناگ کی آنکھوں سے نیند غائب تھی۔ اچانک اس نے محسوس

کیا کہ کوئی قدموں کی آواز سیڑھیوں پر سے چڑھتی ہوئی اوپر اس کے کمرے کے باہر رک گئی ہے۔

ناگ کا دل دھڑکنے لگا۔ ناگ سوچ رہا تھا کہ ابھی کوئی دروازے پر دستک دے گا۔ مگر وہاں گہری خاموشی طاری تھی۔

تھوڑی دیر بعد بجلی چمکی۔ بادل زور سے گرجا اور پھر خاموشی چھا گئی۔

اس کے ساتھ ہی کسی نے دروازے پر دستک دی۔

ایک بار۔۔۔دو بار۔۔۔تین بار۔۔۔ناگ چپکے سے بستر پر سے اٹھا۔

دبے پاؤں چلتا۔ دروازے کے قریب آیا۔ سوراخ میں سے باہر جھانک کر دیکھا۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusala.com

سیڑھیوں کے اوپر ایک موم بتی طاق میں جل رہی تھی اور دروازے کے باہر کوئی نہیں تھا۔

ناگ کو پسینہ آ گیا۔

اگر باہر کوئی نہیں ہے تو پھر دستک کس نے دی تھی؟۔

وہ دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑا رہا اور سوراخ میں سے باہر دیکھتا رہا۔

اچانک دروازے پر پھر کسی نے دستک دی۔ ناگ حیران ہو گیا کہ جب باہر کوئی بھی انسان نظر نہیں آ رہا تو پھر دروازے پر دستک کون دے رہا ہے؟۔

کیا یہ بھوت ہے؟

قلعے کا بھوت! جس نے لوترے اور رنانا کو ہلاک کیا تھا۔

ناگ واپس اپنے بستر پر آ کر لحاف میں بیٹھ گیا۔

نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس وقت اسے عنبر اور ماریا کی یاد آنے لگی۔

اگر ماریا اس کے پاس ہوتی تو وہ بڑی آسانی سے اسے بتا سکتی تھی کہ باہر کون ہے؟۔

بادل زور سے گرجا اور بارش شروع ہو گئی۔ سردی بڑھ گئی تھی۔

ناگ لحاف میں دبکا بیٹھا تھا اور اس کے کان باہر دروازے پر لگے تھے۔

ایکا ایکی اسے محسوس ہوا جیسے کوئی دروازے کو زور لگا کر اندر کی جانب دھکیل رہا ہے۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

وہ ہوشیار ہو کر بیٹھ گیا۔ دروازے کے تختے چرچرا رہے تھے باہر سے کوئی اتنی طاقت سے زور لگا رہا تھا کہ معلوم ہوتا تھا جیسے دروازہ ابھی ٹوٹ کر گر پڑے گا۔

ناگ کو اب اپنی جان بچانے کی فکر ہوئی۔ کیوں کہ کچھ معلوم نہیں تھا کہ باہر کون سی بلا ہے جو نظر نہیں آ رہی اور اندر آنے کی کوشش کر رہی ہے۔

اس نے ایک دم چھوٹے سے سیاہ رنگ کے سانپ کی شکل اختیار کی اور چھت میں ایک طرف لگ کر بیٹھ گیا۔

دیکھنے لگا کہ اب کیا تماشہ ہوتا ہے۔

تھوڑی دیر میں دروازہ ایک طرف سے کھل گیا۔

اندر ہوا کا سرد جھونکا آیا۔

ناگ کو کوئی بھی انسان آتا دکھائی نہ دیا۔ پھر کسی نے زور سے دروازہ اپنے پیچھے بند کر دیا۔

کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ اس خاموشی میں صرف باہر بارش گرنے اور کبھی کبھی بادلوں کے گرجنے کی آواز آ جاتی تھی۔

پھر ایک ماچس خود بخود جلی ہوئی ماچس ناگ کو نظر آ رہی تھی۔

ماچس آتشدان کی جانب گئی۔ آتش دان میں کچھ سوکھی لکڑیاں پڑی تھیں۔ انہیں آگ لگی اور آتشدان میں لکڑیاں جلنی شروع ہو گئیں۔

ناگ یہ سارا تماشہ حیرانی اور تعجب سے دیکھ رہا تھا اس نے زندگی میں سوائے ماریا کے کسی انسان کو غائب ہوتے نہیں دیکھا تھا۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusaga.com

یہ ماریا نہیں تھی۔ کیونکہ اگر ماریا ہوتی تو وہ ناگ کو ضرور بلاتی۔

آتشدان میں جلنے والی آگ کی وجہ سے کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی ہو گئی تھی۔ اس روشنی میں ناگ نے دیکھا کہ بستر پر ایک تھیلا سا کہیں سے آ کر گر پڑا۔

پھر اس تھیلے میں سے کسی غیبی ہاتھ نے ایک پرانی گرم پتلون نکال کر پہننی شروع کر دی۔

ناگ نے دیکھا کہ کمرے میں صرف دو ٹانگیں یعنی آدھا دھڑ کھڑا تھا۔ باقی اوپر کا دھڑ غائب تھا۔ پھر تھیلے میں سے اپنے آپ ایک گرم قمیض نکلی اور غیبی انسان نے پہن لی۔

اب اس کے سامنے ایک ایسا انسان کھڑا تھا جس کا سر غائب

تھا۔

تھیلے میں سے اب ایک گرم ٹوپی برآمد ہوئی جسے غیبی انسان نے اپنے سر پر پہن لیا۔ اس کا سر ظاہر ہو گیا مگر اب منہ آنکھیں اور ناک غائب تھا۔

اس کے بعد اس غیبی انسان نے تھیلے میں سے کپڑے کی پٹیاں نکال کر اپنے چہرے پر لپیٹ لیں۔ اس کے ساتھ ہی اس کا چہرہ بن گیا۔

مگر اس چہرے کی آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے۔

غیبی انسان نے تھیلے میں سے سیاہ عینک نکال کر آنکھوں پر چڑھا لی اور بوٹ بھی پہن لیے۔

یہ انسان آتشدان کے سامنے بیٹھ کر آگ تاپنے لگا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

ناگ یہ سارا تماشا سانپ بنا چھت کے ساتھ لگ کر خاموشی اور حیرت سے تکتا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ بھوت کہاں سے آ گیا ہے؟۔

اور اگر یہ بھوت نہیں ہے تو پھر کون ہے؟۔

باہر بارش اسی طرح ہو رہی تھی اور بادل بھی گرج رہے تھے۔

ناگ چھت پر سے رینگتا ہوا دیوار پر آیا تو اس کے رینگنے سے دیوار کا چونا اکھڑ کر فرش پر گرا۔ غیبی انسان نے چونک کر دیوار کی طرف دیکھا۔

اسے آتشدان کی آگ کی روشنی میں ایک سیاہ سانپ بھاگ کر چھت کی طرف جاتا نظر آیا۔

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

اس نے جیب سے پستول نکال کر اس کے منہ کے آگے سائیلنسر لگایا اور ناگ کا نشانہ باندھنے کی کوشش کرنے لگا۔

ناگ کو فکر پڑ گئی کہ اگر اس نے نشانہ باندھ کر پستول فائر کر دیا تو وہ ضرور مر جائے گا۔

ناگ بھاگ کر چھت کی دوسری طرف چلا گیا۔ اس نے ایک سیکنڈ کے اندر اندر ایک مکھی کی شکل اختیار کی اور کارنس پر آ کر بیٹھ گیا۔

غیبی انسان پستول لیے سانپ کا نشانہ لینے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایکا ایکی سانپ غائب ہوتا نظر آیا۔

غیبی انسان ٹھٹھک کر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ حیران ہوا کہ سانپ کہاں غائب ہو گیا۔

www.urdusala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

اس نے آہستہ سے کہا۔

"کم بخت! کہاں گم ہو گیا؟"۔

ناگ نے غیبی انسان کی آواز سنی تو معلوم ہوا کہ وہ بالکل عام انسانوں جیسی آواز تھی۔

تو کیا یہ کوئی انسان ہے اور کسی جادو کے زور سے یا کسی نے کوئی عمل کر کے اسے غائب کر دیا ہے؟

ناگ مکھی بنا اس کے قریب ہی کارنس کی پٹی پر بیٹھا اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ غیبی انسان نے پستول تھیلے میں رکھ لی اور بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔

چھت پر کسی کے ٹہلنے کی آواز سن کر مکان کا گنجا مالک اوپر آ گیا۔

اس کی بدقسمتی اسے اوپر کھینچ لائی تھی۔ گنجے مالک نے دروازے پر آ کر دستک دی۔ غیبی انسان ایکدم ہوشیار ہو کر آتشدان کے پیچھے ہٹ گیا۔

گنجے مالک نے باہر سے کہا۔

"میں نے تمہیں کمرہ اس لئے نہیں دیا کہ تم رات کو چہل قدمی کرو اور میری نیند حرام کرو"۔

جب اندر سے کوئی آواز نہ آئی تو گنجے مالک نے دروازے کو دھکا دے کر کھول دیا۔ دروازہ چوپٹ کھل گیا۔

اس کے ساتھ ہی کمرے میں ٹھنڈی ہوا آ گئی۔ گنجا مالک یہ دیکھ کر چکرا گیا کہ کمرہ بالکل خالی تھا۔ اس نے جس شخص یعنی ناگ کو سونے کے لیے کمرہ دیا تھا وہ وہاں پر نہیں تھا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

گنجا مالک کمرے میں آ کر آتشدان کے پاس رک گیا۔

"یہ مسخرہ آگ جلا کر کہاں بھاگ گیا؟"

اور پھر اچانک گنجے کی نظر آتشدان کے پیچھے پڑ گئی۔

اس نے وہاں ایک انسان کو ہیٹ پہنے، چہرے پر سفید پٹیاں پہنے آنکھوں پر عینک چڑھائے کھڑے دیکھا۔

گنجے مالک نے کہا۔ "یہ تم نے سوٹ بوٹ کس لیے پہن لیا؟" "کیا کہیں جا رہے ہو؟"۔ دوسرے لمحے غیبی انسان کے ہاتھ میں تیز چمکدار خنجر لہرایا اور پلک جھپکنے میں گنجے کی گردن میں گھس گیا۔

گنجے کی چیخ بلند ہوئی۔ گردن سے خون کا فوارہ نکلا اور وہ دھڑام سے فرش پر آتشدان کے سامنے گر پڑا۔

آدھی رات کا بھوت

ناگ کارنس پر بیٹھا یہ سارا خونیں ڈرامہ دیکھ رہا تھا۔

تو یہی وہ بھیانک غیبی انسان یا بھوت تھا جس نے قلعے میں لوترے اور ناتا کو قتل کیا تھا۔

یہ کون ہے؟۔

کہاں سے آیا ہے؟۔

ناگ کے ذہن میں اس قسم کے خیالات گردش کرنے لگے۔

وہ قلعے سے باہر آ کر ناگ کا بھی تعاقب کر رہا تھا۔ وہ اسے بھی ہلاک کرنا چاہتا تھا۔

ناگ نے اس ظالم قاتل سے بے گناہ انسانوں کے خون کا بدلہ لینے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ کارنس سے اڑا اور ایک الماری کے اوپر جا کر بیٹھ گیا۔

غیبی قاتل نے گنجے کی لاش کو اٹھا کر دروازے میں سے باہر سیڑھیوں میں پھینک دیا اور خود دروازہ بند کر کے چار پائی پر آ کر لیٹ گیا۔

تھوڑی دیر بعد کمرے میں اس کے خراٹوں کی آواز گونج رہی تھی۔

ناگ نے اسی وقت زہریلے سیاہ سانپ کی شکل بدلی اور

الماری میں سے اتر کر رینگتا ہوا ابھی تک غیبی انسان کے پاؤں کی جانب آ گیا۔

ابھی تک اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ اس انسان کا کوئی جسم بھی ہے یا نہیں؟۔

بہر حال ناگ نے حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

وہ رینگتا ہوا پلنگ کی طرف آیا۔

غیبی انسان کے پاؤں لحاف کے اندر تھے۔

اس کا صرف سر باہر تھا جس پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

سانپ فرش پر رینگتا سرہانے کی جانب آ گیا۔ اس نے پھن کھڑا کر لیا اور دیکھا کہ غیبی انسان کی گردن پر ایک جگہ پٹی نہیں بندھی تھی۔

www.urdusala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

لیکن وہاں گردن دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ ناگ نے خطرہ مول لے لیا۔

وہ پھن کو ایک بار پیچھے لے گیا اور پھر تیزی سے سر کو آگے کیا اور غیبی انسان کی گردن پر ڈس دیا۔ وہ یہ محسوس کرکے حیران رہ گیا کہ غیبی انسان کی باقاعدہ گردن موجود تھی اس کا منہ گوشت پر لگا تھا۔

اس کو ڈستے ہی سانپ تیزی سے الماری کے اوپر چلا گیا۔

غیبی انسان ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور ہاتھ گردن پر پھیر کر غور کرنے لگا کہ اسے کس نے کاٹا ہے؟۔

لیکن اسے زیادہ غور نہ کرنا پڑا۔

بہت جلد غیبی انسان کو معلوم ہوگیا کہ اسے کسی بڑے ہی

زہریلے سانپ نے کاٹا ہے اور یہ وہی چھوٹا سا سیاہ سانپ ہے جس کو مارنے کی کوشش کی تھی۔ مگر اب وقت ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

غیبی انسان نے محسوس کیا کہ اس کی گردن کی رگیں خشک ہوگئی ہیں اور اس کی ٹانگیں کانپنا شروع ہوگئی ہیں۔

وہ بے دم ہوکر زمین پر گر پڑا۔

اب ناگ انسان کی شکل میں آ گیا۔ وہ غیبی انسان کے اوپر جھک کر اسے غور سے دیکھنے لگا۔

کپڑوں کے اندر اس کا جسم نمودار ہونا شروع ہوگیا تھا۔

ناگ نے اس کی عینک اتار دی۔ غیبی انسان کی آنکھیں سرخ تھیں اور ناگ کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

ناگ نے پوچھا۔

www.urdusala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"تم کون ہو؟"۔

غیبی انسان نے آنکھیں جھپکیں۔وہ بول نہیں سکتا تھا۔

وہ ہاتھ بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔سانپ کا زہر اپنا کام کر گیا تھا۔

غیبی انسان مرگیا۔

ناگ نے اس کی لاش کو گھسیٹ کر ساتھ والے کمرے میں پھینکا اور لحاف میں گھس کر لیٹ گیا۔

اس نے دروازہ اندر سے بند کرلیا تھا۔

باقی ساری رات ناگ بڑے سکون سے سوتا رہا۔صبح اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ کھڑکی کے باہر بادل چھائے ہوئے تھے اور بارش ہلکی ہلکی ہو رہی تھی۔

ناگ کو بھوک محسوس ہوئی۔وہ نیچے آ گیا۔

اس نے باورچی خانے میں جا کر دیکھا۔ وہاں کھانے پینے کا بہت سا سامان پڑا تھا۔انڈے،ڈبل روٹی،گوشت کے ٹکڑے پھل اور مکھن کے ڈبے۔

ناگ نے خوب جی بھر کر ناشتہ کیا۔

پھر وہ مکان کے باہر برآمدے میں آکر آرام کرسی پر بیٹھ گیا اور سامنے درختوں پر بارش ہوتے دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد اسے فضا میں ہوائی جہازوں کی آواز سنائی دی۔اس نے اٹھ کر آسمان کی جانب دیکھا۔

وہاں دو جہازوں میں جنگ ہو رہی تھی۔مشین گنیں چل رہی تھیں اور ہوائی جہاز ترناٹے پھرتے آگے پیچھے بھاگ رہے تھے۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ایک جہاز پر امریکہ کا نشان بنا تھا اور دوسرے جہاز پر جرمنی کا نشان تھا۔

امریکا جہاز پر جرمنی کا جہاز مسلسل گولیاں برسا رہا تھا۔

اچانک امریکی جہاز میں آگ لگ گئی۔ پھر ناگ نے دیکھا کہ اس جہاز میں سے ہوا باز نے چھلانگ لگا دی۔

"بے چارہ مر جائے گا"۔

ناگ نے سوچا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے امریکی ہوا باز کا چھاتہ کھل گیا اور وہ بڑے آرام سے زمین کی طرف آنے لگا۔

جرمن جہاز اس پر گولیاں برساتا آگے نکل گیا۔ چھاتہ زمین پر آ رہا تھا۔ اور پھر وہ کچھ ہی دور جنگل میں گم ہو گیا۔

ناگ کے لیے یہ کھیل بڑا ہی دلچسپ تھا۔

اس کے دل میں خیال آیا کہ اس امریکی ہوا باز کی مدد کرنی چاہیے۔

کیونکہ یہ جرمن درندے اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

لیکن وہ کیسے اسے تلاش کر سکتا تھا۔

ناگ اوپر والے کمرے میں آ گیا۔

سردی زیادہ تھی اور ہوا بھی کافی تیز چل رہی تھی۔ آتشدان میں ڈال کر آگ جلائی اور قریب ہی صوفے پر بیٹھ کر آگ تاپنے لگا۔

جب ذرا اسے گرمائش محسوس ہوئی تو کارنس پر رکھی ہوئی ایک کتاب اٹھا کر اس کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

کتاب پڑھتے اسے ابھی آدھ گھنٹہ ہی گذرا ہوگا کہ اس نے دروازے کے باہر کسی کے قدموں کی ہلکی سی آہٹ سنی۔

کیا پھر کوئی غیبی انسان آ گیا ہے؟۔

ناگ نے کتاب پر سے نظریں اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا ہی تھا کہ دروازہ ایک چھناکے سے کھل گیا اور اس کے سامنے ایک اونچا لمبا خوبصورت امریکی فوجی ہاتھ میں پستول لیے کھڑا تھا۔

"ہینڈز اپ"۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"کیا تم وہی امریکی ہواباز ہو جس کے جہاز کو جرمن جہاز نے مار گرایا تھا؟"۔

امریکی ہواباز نے کہا۔

"ہاں! مگر تم کون ہو؟

تم بڑی اچھی انگریزی بول رہے ہو۔ کیا تم امریکی ہو؟۔

تمہارا لہجہ بھی امریکی ہے؟۔

ناگ نے کہا۔

"نہ میں امریکی ہوں اور نہ جرمن۔"

"پھر تم کون ہو؟ جلدی بتاؤ نہیں تو میں گولی مار دوں گا"۔

ناگ نے کتاب بند کر کے بڑے سکون سے کہا۔

"میرے دوست! اس وقت تم دشمن کے علاقے میں ہو اور تمہیں میری سخت ضرورت ہے۔ میں ایک فرانسیسی گوریلا ہوں اور اس مکان میں رات بسر کرنے کو ٹھہرا تھا"۔

امریکی نے پستول اب بھی تان رکھا تھا۔

"مجھے کس طرح یقین آئے کہ تم فرانسیسی گوریلے ہو؟"۔

"ثبوت تو میرے پاس کوئی نہیں ہے۔ مگر ہاں اگر تم میرے ساتھ رہو گے تو تمہیں ثبوت بھی مل جائے گا"۔

"وہ کیسے؟"۔

امریکا ہوا باز نے پوچھا۔

ناگ نے کہا۔

"وہ ایسے کہ صرف میں ہی تمہیں جرمنوں کے علاقے سے بھگا کر سوئٹزرلینڈ کی سرحد تک پہنچا سکوں گا"۔

امریکی ہوا باز نے کہا۔

"مجھے تم پر یقین نہیں ہے"۔

ناگ نے پوچھا۔

"پھر تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"۔

"میں تمہیں گولی مار دوں گا تاکہ تم کسی کے آگے میری بات نہ کر سکو"۔

ناگ نے ہاتھ اٹھا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر امریکی پائلٹ! اتنی جلد بازی اچھی نہیں ہوتی۔ تمہیں نقصان ہوگا"۔

ابھی وہ باتیں کر رہے تھے کہ نیچے ایسا شور ہوا جیسے کچھ لوگ آ رہے ہوں۔

امریکی ہوا باز نے کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا۔

"جرمن میری تلاش میں آ گئے ہیں"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ نے کہا۔

"اب صرف میں ہی تمہارے کام آسکوں گا"۔

"میرے ساتھ آؤ"۔

ناگ نے امریکی ہوا باز کو ساتھ لیا اور مکان کی تیسری منزل میں لے جا کر ایک چھوٹے سے طاقچے میں بند کر دیا اور کہا۔

"یہاں سے اس وقت تک باہر نہ نکلنا۔ جب تک کہ میں آ کر تمہیں نہ بلاؤں۔ ذرا سی بھی حرکت نہ کرنا"۔

ناگ اپنے کمرے میں آ گیا۔

یہاں آ کر اس نے ایک چڑیا کی شکل اختیار کی۔ اور کھڑکی کے باہر والے درخت پر جا کر بیٹھ گیا۔ نیچے چھ سات جرمن سپاہی آ گئے تھے اور انہوں نے سارے مکان کو گھیرے میں لے لیا تھا۔

جرمن مکان کو اوپر تک دیکھ رہے تھے۔

ایک سارجنٹ نے اشارہ کیا اور کہا۔

"وہ ضرور اس مکان میں کہیں چھپا ہوا ہے۔ اوپر جا کر اسے تلاش کرو"۔

تین سپاہی دھڑ دھڑ کرتے اوپر آ گئے۔ انہوں نے سارے مکان کی تلاشی لینی شروع کر دی۔

دوسری منزل میں آ کر جب وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے تو وہاں انہیں دو انسانوں کی لاشیں ملیں۔

انہوں نے اوپر سے کہا۔

"یہاں دو انسانوں کو قتل کر دیا گیا ہے"۔

نیچے سے سارجنٹ نے کہا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"احمقو! مجھے ان لاشوں سے کام کیا، یہ دیکھو کہ ان لاشوں میں امریکی ہواباز کی لاش تو نہیں؟"۔

اوپر سے سپاہی نے کہا۔

"نہیں جناب! یہ دونوں لاشیں شہریوں کی ہیں"۔

نیچے سے سارجنٹ گرجا۔

"تو الو کے پٹھو! امریکی ہواباز کو تلاش کرو۔ وہ ضرور اس مکان میں چھپا ہوا ہوگا"۔

اب باقی سپاہی بھی اوپر آ گئے۔ ناگ چڑیا کے روپ میں درخت کی ٹہنی پر بیٹھا یہ سارا کھیل دیکھ رہا تھا۔

اسے صرف ایک ہی دھڑکا لگا تھا کہ کہیں یہ کم بخت تیسری منزل والے طاقچے کو کھول کر نہ دیکھ لیں۔ یا کہیں وہ امریکی کوئی

حرکت نہ کر بیٹھے۔

وہ ہر قیمت پر اسے بچانا چاہتا تھا۔ ناگ درخت پر سے اڑ کر مکان کے سامنے والے جنگل کے درختوں میں آ گیا۔

یہاں آتے ہی اس نے انسانی شکل اختیار کی اور اونچی آواز میں خالص امریکی لہجے میں انگریزی زبان میں کہا۔

"الو کے پٹھو جرمن سپاہیو! ادھر آؤ۔ میں اس جنگل میں چھپا ہوا ہوں۔ ہمت ہے تو مجھے پکڑ کر دکھاؤ۔

میں اکیلا تم سب کو جہنم رسید کر دوں گا۔ میں یہاں سے بھاگ رہا ہوں۔ پکڑ سکتے ہو تو پکڑ کر دکھاؤ۔

اس کے ساتھ ہی ناگ ایک بار پھر چڑیا بن کر درخت پر جا بیٹھا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

اس آواز نے گویا جرمن سپاہیوں پر بم گرا دیا۔ وہ بدکے ہوئے گھوڑوں کی طرح مکان سے نکل کر جنگل کی طرف بڑھے۔

سارجنٹ نے چیخ کر کہا۔

"اس بدبخت کو زندہ گرفتار کر لو چلو۔"

"جنگل میں۔۔۔ بھاگنے نہ پائے۔۔۔"

سارے کے سارے جرمن سپاہی سارجنٹ کے ساتھ جنگل کی طرف بھاگ اٹھے اور انہوں نے جنگل میں ایک ایسے دشمن کا تعاقب شروع کر دیا جو وہاں تھا ہی نہیں۔

اس کی سکیم بڑی کامیاب رہی تھی۔ اس نے دشمن کا منہ جنگل کی طرف کر دیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اب وہ واپس اس مکان پر

ہرگز نہیں آئیں گے کیوں کہ انہوں نے جنگل میں امریکی پائلٹ کی آواز یا للکار سن لی تھی۔

اس کام سے فارغ ہو کر ناگ اڑتا ہوا مکان کے اندر آ گیا۔

یہاں آ کر اس نے ایک بار پھر انسان کی شکل اختیار کی اور سیدھا تیسری منزل والے کمرے میں جا کر طاقچے کو کھول کر بولا۔

مسٹر امریکی ہوا باز! اب تم بے فکر ہو کر باہر آ سکتے ہو۔ فی الحال یا کم از کم اس مکان سے جرمنوں کا خطرہ ٹل گیا ہے۔

امریکا دہرا ہو کر اندر لیٹا تھا۔ بڑی مشکل سے باہر نکلا اور ہاتھ پاؤں کھول کر مسکرایا اور بولا۔

"تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں مسٹر؟ تمہارا نام کیا ہے؟"

www.urduresala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ نے کہا۔

"ناگ! اور تمہارا نام؟"۔

"ٹام! میرا نام ٹام گریگوری ہے۔ لوگ ٹام ہی کے نام سے پکارتے ہیں"۔

ناگ نے ہاتھ ملا کر کہا۔

"مسٹر ٹام! تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی"۔

امریکی بولا۔

"خوشی مجھے ہوئی ہے۔ کیونکہ تم نے جرمنوں سے میری جان بچائی ہے۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم واقعی فرانسیسی گوریلا ہو"۔

ناگ اسے اپنے دوسری منزل والے کمرے میں لے گیا

جہاں آتشدان میں آگ جل رہی تھی۔ کہنے لگا۔

"مصیبت یہی ہے کہ تم امریکی لوگ اس وقت تک کسی بات پر یقین نہیں لاتے جب تک تمہیں زندہ ثبوت نہیں مل جاتا"۔

ٹام نے کہا۔

"میرے خیال میں یہ کوئی بری بات نہیں ہے"۔

ناگ بولا۔

"بری تو نہیں لیکن اتنی اچھی بھی نہیں ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی انسان کو دوسرے انسان کی بات پر یقین کرنا ہی پڑتا ہے"۔

"بہر حال! خدا کا شکر ہے کہ خطرہ ٹل گیا"۔

امریکی ہوا باز نے آتشدان کے آگے ہاتھ کرتے ہوئے کہا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی"۔

"کون سی بات؟"۔

ناگ نے پوچھا۔

"یہی کہ جنگل میں سے خالص امریکی لہجے میں کسی نے آواز لگائی تھی؟"۔

ناگ ہنس کر کہنے لگا۔

"یہ میرا ایک ساتھی گوریلا تھا۔ میں نے اسے ایسا کرنے کو کہا تھا"۔

"وہ اب کہاں ہے؟"۔

ناگ بولا۔

"تمہیں اس قسم کی باتوں کو کریدنے کی کوئی ضرورت نہیں

ہے"۔

وہ میرا ساتھی گوریلا تھا اور اپنا فرض ادا کر کے چلا گیا۔ یوں سمجھ لو کہ وہ اب جنگل میں جرمن سپاہیوں کے آگے آگے بھاگ رہا ہے تاکہ وہ دوبارہ ادھر کا رخ نہ کر سکیں۔

امریکی ہوا باز ناگ سے بڑا متاثر ہوا۔

"تم لوگ بڑے منظم ہو۔ مجھے یقین ہے، ایک دن تم ان جرمنوں کو فرانس سے نکال دو گے"۔

"ضرور ضرور"۔

ناگ نے آہستہ سے کہا۔

دوپہر کا وقت ہو گیا تھا۔

ناگ نے کہا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

"میں کھانے کو کچھ لاتا ہوں۔ تمہیں ضرور بھوک لگ رہی ہو گی"۔

امریکی نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"بھوک سے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں"۔

ناگ مسکراتا ہوا نیچے باورچی خانے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک ٹرے میں کھانے پینے کی بے شمار چیزیں لے کر اوپر آ گیا۔

دونوں آتشدان کے سامنے بیٹھ کر کھانا کھانے میں مشغول ہو گئے۔

امریکی ہوا باز باتیں کرتا جا رہا تھا۔

"میری وردی ابھی امریکی پائلٹ کی ہے۔ یہ میرے لیے

خطرے کی نشانی ہے۔ سب سے پہلے تو مجھے ایک شہری لباس کی ضرورت ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"اس کا بندوبست بھی ہو جائے گا"۔

امریکی نے کہا۔

"ہمارا بیس یہاں سے کافی دور برطانیہ میں ہے۔ ہماری فوجیں ابھی برطانیہ کے ساحل پر ہی ہیں"۔

ناگ نے پوچھا۔

"کیا تم لوگ کسی بڑے حملے کی تیاریاں نہیں کر رہے؟"۔

امریکی ہوا باز بولا۔

"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، ایک زبردست حملے

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ یہ حملہ برطانیہ اور امریکہ کی فوجیں رود بار انگلستان عبور کر کے کریں گی"۔

ناگ نے کہا۔

"جنگ نے فرانس کو برباد کر دیا ہے۔ فرانس کے لوگ جرمنوں سے نفرت کرتے ہیں۔ ہم ہر قیمت پر اپنے وطن کو جرمنوں سے پاک کر کے ہی دم لیں گے"۔

امریکی کہتے ہیں۔

میں فرانس کے وطن پرستوں کے کارناموں سے بڑا متاثر ہوا ہوں۔

آپ لوگ بڑا کام کر رہے ہیں جرمن ہائی کمانڈ فرانسیسی گوریلوں کی سرگرمیوں سے بڑی پریشان ہے۔

اس طرح باتیں کرتے انہوں نے کھانا ختم کر دیا۔

ناگ نے کہا۔

"تم اسی جگہ آرام کرو۔ میں تمہارے لیے گاؤں سے شہری لباس لاتا ہوں"۔

ناگ امریکی کو مکان پر ہی چھوڑ کر گاؤں میں آ گیا اس نے امریکی ہوا باز سے کچھ ڈالر لے لیے تھے۔

گاؤں میں وہ ایک درزی کی دکان پر آ گیا۔ یہاں اس نے کچھ رقم دے کر ایک سوٹ اور اوورکوٹ خریدا۔

اور سیدھا واپس گھر آ گیا۔ امریکی ہوا باز نے اسی وقت اپنی وردی اتار کر کوٹ پتلون پہن لی۔ اوپر سے اوورکوٹ پہن لیا اور اپنی وردی آتشدان میں ڈال کر جلا ڈالی۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

دوسرا اوور کوٹ ناگ نے پہن لیا۔ اب انہوں نے سوچنا شروع کر دیا کہ وہاں سے نکل کر وہ کہاں جائیں۔

امریکی ہوا باز نے پوچھا۔

''مسٹر ناگ! تم نے کہا تھا کہ تم مجھے سوئٹزر لینڈ کی سرحد پار کرا سکتے ہو؟ کیا تم ایسا کر سکتے ہو؟''۔

ناگ نے کہا۔

''میری کوشش یہی ہوگی۔ ہمارے ساتھی فرانس میں اس کام پر لگے ہوئے ہیں، انہوں نے کئی ایک امریکیوں اور دوسرے قیدیوں کو بھی فرار ہونے میں مدد دی ہے اور انہیں سوئٹزر لینڈ کی سرحد پار کرائی ہے''۔

میں بھی کوشش کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ میں اس کوشش

میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

امریکی ہوا باز نے کہا۔

''یہاں سے ہمیں کہاں اور کس طرف جانا ہوگا؟''۔

یہاں سے ہم سیدھا کسی نہ کسی طرح پیرس جائیں گے۔

یہ فیصلہ وہاں جا کر ہوگا کہ سوئٹزر لینڈ کی سرحد کہاں سے اور کس کے ساتھ پار کی جائے گی۔

امریکی ہوا باز نے کہا۔

پیرس ایک لمبا سفر ہے۔ ویسے بھی میرا وہاں جانا خطرے سے خالی نہیں۔ کیونکہ میں شکل وصورت اور گفتگو سے صاف پہچانا جاؤں گا۔

میں تمہاری طرح فرانسیسی نہیں بول سکتا۔ جرمن پیرس

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

میں جگہ جگہ پھر رہے ہیں۔ وہ مجھے ایک منٹ میں پہچان لیں گے۔

ناگ نے پوچھا۔

''پھر تمہارا کیا ارادہ ہے؟''۔

امریکی ہوا باز نے کہا۔

''اگر میں کسی طرح کسی قریبی جرمن ہوائی اڈے پر پہنچ سکوں تو وہاں سے کوئی جہاز اغوا کر کے بھاگنے کی کوشش کر سکتا ہوں''۔

ناگ نے کہا۔

''کیا تم سمجھتے ہو کہ اس طرح تم فرانس کی سرزمین سے بھاگ سکو گے؟ کیا جرمن لڑاکا طیارے تمہارا تعاقب نہ کریں گے؟''۔

امریکی بولا۔

میں کوشش کروں گا کہ انہیں مار گراؤں اور لڑتا ہوا فرانس کی سرزمین پار کر جاؤں۔

یہ میرے لیے آسان ہوگا۔ کیونکہ یہاں سے برطانیہ زیادہ دور نہیں ہے۔ اس کی نسبت سارے فرانس میں چکر لگانا اور خاص طور پر پیرس جیسے شہر میں جانا میرے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔

ناگ کی سمجھ میں یہ بات آ گئی۔ امریکی ہوا باز ٹھیک کہہ رہا تھا۔

اس نے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

''یہ زیادہ مناسب بات معلوم ہوتی ہے مگر سوال یہ ہے کہ یہاں سے قریبی ہوائی اڈہ کہاں ہو سکتا ہے؟ یہ تو مجھے بھی معلوم

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

نہیں ہے"۔

امریکی ہواباز نے کہا۔

"بس اس کا سراغ لگانا بہت ضروری ہے۔ اگر تم کسی طرح سے یہ پتہ کر سکو کہ جرمنوں کا جنگی ہوائی اڈہ یہاں سے کس طرف ہے تو میری مشکل آسان ہو سکتی ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"میں پوری کوشش کروں گا، تم فکر نہ کرو۔"

رات کا کھانا بھی انہوں نے اسی کمرے میں بیٹھ کر کھایا۔

رات کو پھر بارش شروع ہو گئی۔ دونوں نے آتشدان میں نئی آگ جلائی اور کافی دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے، اتنے میں باہر کچھ آہٹ ہوئی۔

امریکی ہواباز نے پستول نکال لیا۔

ناگ نے کہا۔

"تم پلنگ پر لیٹ جاؤ۔ میں ابھی پتہ کرتا ہوں"۔

آواز نیچے سے آئی تھی۔ ویسے لگتا تھا جیسے کوئی برآمدے میں داخل ہوا ہے۔

ناگ نیچے گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ دو جرمن سپاہی مشین گنیں تانے سامنے کھڑے ہیں۔ ناگ نے اپنے حواس قابو میں رکھے اور مسکرا کر فرانسیسی زبان میں کہا۔

"میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"۔

جرمن بولا۔

"ہمیں بھوک لگی ہے"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ نے کہا۔

"اندر تشریف لایئے۔ کھانا حاضر ہے"۔

ناگ ان جرمنوں کو لے کر باورچی خانے میں آ گیا۔ یہاں اس نے آگ جلائی اور کھانا ان کے سامنے رکھ دیا۔

جرمن سپاہی بہترین کھانا دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور کھانے لگے۔

ایک سپاہی بولا۔

"تم یہاں کیا کرتے ہو؟"۔

ناگ نے کہا۔

"شہر میں کاروبار کرتا ہوں۔ کبھی کبھی چھٹیاں بسر کرنے اس مکان پر آ جاتا ہوں۔ ایک عرصے سے یہاں نہیں آیا تھا۔ جنگ

کی وجہ سے اس مکان کی مرمت بھی نہیں کرا سکا"۔

کم بخت امریکی ہوا باز آخر امریکی نکلا۔ اس سے صبر نہ ہو سکا۔

کمرے سے نکل کر نیچے سیڑھیوں کے پاس منہ کر کے بولا۔

"نیچے کون تھا مسٹر ناگ؟"۔

یہ ایک خالص امریکی کا لہجہ تھا۔ اس کی آواز سنتے ہی جرمن سپاہی کھانا بھول گئے۔

انہوں نے مشین گن ناگ کی کھوپڑی سے لگا دی اور کہا۔

"اس شخص کو نیچے بلاؤ"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ظلم کا بدلہ

ناگ سناٹے میں آ گیا۔

اس امریکی ہواباز کی حماقت سے ناگ مصیبت میں پھنس گیا تھا۔

بلکہ وہ امریکی ہواباز بھی مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ اس وقت ناگ کے ذہن میں کچھ بھی نہ آیا۔

اس نے کہا۔

وہ میرا بھائی ہے۔ اسے انگریزی بولنے کا بڑا شوق ہے۔

ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

میں اسے نیچے بلاؤں گا تو وہ نہیں آئے گا۔ بڑا ضدی ہے۔

آپ لوگ اوپر جا کر اسے دیکھ لیں۔

جرمن سپاہی نے مشین گن کی نالی ناگ کی کھوپڑی پر دباتے ہوئے کہا۔

اب تم ہمیں دھوکہ نہیں دے سکتے۔ ہم سمجھ گئے ہیں کہ وہ امریکی ہواباز اوپر والے کمرے میں چھپا ہوا ہے جس کے جہاز کو ہمارے فائٹر نے مار گرایا تھا اسے نیچے بلاؤ نہیں تو میں تمہیں ختم کر دوں گا۔

ناگ کے لیے اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

امریکی ہوا باز کو آواز دے کر نیچے بلائے۔

چنانچہ اس نے آواز دے کر کہا۔

"مسٹر ٹام! ذرا نیچے آنا"۔

امریکی ہوا باز نیچے آ گیا۔

اس کے آتے ہی دوسرے سپاہی نے اپنا پستول اس کی کنپٹی پر رکھ دیا۔

"خبردار! اگر ذرا بھی حرکت کی تو ابھی کھوپڑی اڑا دوں گا"۔

اور پھر اس نے ٹام کے دونوں ہاتھ پیچھے باندھ دیئے۔

اس کے دونوں پاؤں بھی رسی سے باندھ ڈالے۔ اسے زمین پر ڈال دیا۔

ناگ نے کہا۔

"آپ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ امریکی ہوا باز نہیں ہے بلکہ میرا بھائی ہے"۔

جرمن سپاہی نے قہقہہ لگا کر کہا اور ناگ کے سر پر مشین گن کی نالی مار کر کہا۔

"بکواس کرتے ہو۔ اس شخص کی صورت بتا رہی ہے کہ یہ امریکی ہوا باز ہے"۔

پھر اس نے ٹام کی طرف رجوع کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارے خفیہ کاغذات کہاں ہیں؟ جلدی بتاؤ نہیں تو گولی تمہارا بھیجا اڑا کر رکھ دے گی"۔

ٹام تو ہکا بکا ہو کر رہ گیا تھا۔

اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ جب وہ نیچے

www.urdusalaf.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

جائے گا تو جرمنوں کی قید میں ہوگا۔

اگر وہ ذرا عقل مندی سے کام لیتا اور اوپر سے ناگ کو آواز نہ دیتا تو یہ مصیبت کبھی کھڑی نہ ہوتی۔ لیکن اب وقت ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

اب اگر کچھ کر سکتا تھا تو ناگ ہی کر سکتا تھا۔ اور یہ امریکی ہوا باز کو معلوم نہیں تھا۔ وہ تو یہی سمجھ بیٹھا تھا کہ اب وہ جرمنوں کی قید میں آ گیا ہے اور وہ اس کے ساتھ نہایت سنگدلانہ سلوک کریں گے۔

دوسری طرف ناگ سوچ رہا تھا کہ کس ترکیب سے ان دونوں جرمنوں کو ختم کر کے اس مصیبت سے رہائی حاصل کرے۔

امریکی ہوا باز نے کہا۔

"میرے سارے کاغذات جہاز کے ساتھ ہی جل گئے تھے۔"

جرمن سپاہی نے امریکی ہوا باز کے سر پر زور سے مکا مارا۔

"جھوٹ بکتے ہو۔"

ہر ہوا باز اپنے کاغذات ساتھ لے کر چھلانگ لگاتا ہے۔

ٹام نے کہا۔

"یہ ٹھیک ہے لیکن جب وہ خطرہ محسوس کرتا ہے تو سب سے پہلے ان کاغذات کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔"

جرمن سپاہی غرایا۔

"تم بکواس کرتے ہو۔ یہ بتاؤ امریکی ہوائی اڈے کہاں کہاں قائم ہیں؟"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ نے کہا۔

"اب جبکہ میں تمہاری قید میں آ گیا ہوں تو مجھے اپنے افسروں کے پاس لے چلو۔ میں ان کو سب کچھ بتاؤں گا۔ تمہیں میں کیا بتاؤں تم تو معمولی سپاہی ہو۔"

دوسرے جرمن نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ تمہارا یہ شوق بھی پورا کر دیا جائے گا۔"

پھر وہ ناگ کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

تم فرانسیسی گوریلے ہو۔ ہم تمہیں ختم کر دیں گے۔ بولو تمہارے ساتھی کہاں کہاں کام کر رہے ہیں۔ تم لوگوں نے ہمارا ناک میں دم کر دیا ہے۔

ہم تمہیں ایک ایک کو ختم کر دیں گے۔ ناگ کا ذہن ان احمق

جرمنوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بارے میں بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا۔

اس نے کہا۔

"آپ لوگ آرام سے کھانا کھالیں۔ بعد میں میں سب کچھ آپ کو بتا دوں گا۔"

دوسرے جرمن سپاہی نے ناگ کے منہ پر مکا مارتے ہوئے کہا۔

"بدبخت! بتاؤ تمہارے ساتھی کہاں کہاں کام کر رہے ہیں؟"

ناگ نے کہا۔

میرے ساتھی اس گاؤں میں نہیں ہیں۔ وہ ساتھ والے جنگل

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

میں ایک خفیہ مقام پر اڈہ بنا کر رہتے ہیں۔

وہاں ہمارا ہیڈ کوارٹر بنا ہوا ہے وہیں ہمارا وائرلیس سٹیشن بھی

اسی جگہ سے ہم سارا کام سنبھالے ہوئے ہیں۔

جرمن سپاہی نے پوچھا۔

"تمہارے سپاہی پیرس میں کہاں کہاں ہیں؟"۔

ناگ نے کہا۔

میرے ساتھی پیرس کے محلے بمبارڈی میں رہتے ہیں۔ان کا نمبر ۱۲۰۲ ہے اور کوڈ ورڈ "پارس ہے"۔

امریکی ہوا باز کو ناگ پر سخت غصہ آ رہا تھا کہ کم بخت اپنی جان بچانے کی خاطر اپنے ساتھیوں سے غداری کر رہا ہے۔

اس نے چیخ کر کہا۔

ناگ! شرم کرو۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم اپنے وطن کے غدار نکلو گے۔

اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا تو میں گولی مار کر تمہیں ہلاک کر دیتا۔

جرمن سپاہی نے امریکی ہوا باز کو تھپڑ مار کر خاموش کر دیا۔

اور ناگ سے پوچھا۔

"تمہارے اڈے کہاں کہاں کام کر رہے ہیں جلدی بتاؤ"۔

ناگ نے کہا۔

"ہمارے اڈے فرانس میں پیرس کے علاوہ کولون میں ہیں۔ جنوبی فرانس کے قصبے آرلیس میں بھی ہمارا ایک اڈہ ہے۔وہاں سے ہم برطانیہ کو سگنل دیتے ہیں"۔

جب ناگ نے اپنی طرف سے کافی معلومات مہیا

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

کردیں تو اس نے کہا۔

"کیا آپ مجھے اتنی اجازت دیں گے کہ میں ذرا چڑیا بن کر اڑ جاؤں اور ہوا میں جا کر سیر کروں اور اپنا دل بہلاؤں"۔

جرمن سپاہی نے ناگ کے سر پر ایک تھپڑ مارتے ہوئے کہا۔

"ہم تمہیں ابھی مرغا بنائیں گے۔ تم چڑیا کیوں بننے کی سوچ رہے ہو"۔

ناگ نے کہا۔

"اچھا اگر تم لوگ مجھے اجازت نہیں دیتے تو پھر میں اپنے آپ ہی چڑیا بن کر ذرا جنگل کی سیر کر آتا ہوں"۔

ناگ زور سے قہقہہ لگا کر ہنسا اور اس کے ساتھ ہی جرمن سپاہیوں اور امریکی ہوا باز نے دیکھا کہ ناگ غائب ہو گیا اور اس

کی جگہ سے ایک سرخ چونچ والی چڑیا پھرر کر کے اڑی اور تیزی سے باہر نکل گئی۔ اس منظر کو دیکھ کر دونوں جرمن سپاہی اور امریکی ہوا باز ششدر ہو کر رہ گئے۔

وہ ایک دوسرے کو بھول گئے اور کھڑکی کو تکنے لگے جس میں سے ناگ چڑیا بن کر اڑ گیا تھا۔

ایک جرمن سپاہی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟"۔

دوسرے جرمن سپاہی نے بھی بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں"۔

امریکی ہوا باز ہکا بکا ہو کر رہ گیا تھا۔ اس نے کچھ نہ کہا۔

اسے اب یقین تھا کہ ناگ اس کے لیے ضرور کوئی حیرت

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

انگریز جیسا کام کرے گا کہ وہ جرمن سپاہیوں کی قید سے آزاد ہو جائے گا۔

سپاہیوں نے امریکی ہوا باز کو اور زیادہ قابو کر لیا۔

"اس کی طرف سے مت غافل ہونا۔ یہ بھی کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے"۔

پہلے جرمن سپاہی نے کہا۔

دوسرا بولا۔

"فکر نہ کرو۔ میں اسے ابھی گولی سے اڑا دوں گا"۔

ادھر ناگ نے بھی وقت ضائع نہ کیا۔ وہ چڑیا بن کر کھڑکی سے باہر گیا تھا اور فوراً واپس آ کر کھڑکی پر بیٹھ گیا اور سانپ بن کر کمرے میں واپس آ گیا۔ جرمن سپاہیوں نے جو ایک سانپ کو

دیکھا تو اس پر فائرنگ شروع کر دی۔

ناگ کو اپنی حماقت کو احساس ہوا۔ اس نے اسی وقت گہرا سانس لیا اور ایک خونخوار آدم خور شیر کی شکل میں سامنے آ کر زور سے دھاڑا۔

اس کی دھاڑ کی آواز سن کر ایک جرمن سپاہی تو بے ہوش ہو گیا۔ دوسرے نے اپنی مشین گن پر ہاتھ بڑھایا۔

مگر شیر نے اسے اتنی مہلت نہ دی۔ اس نے زور سے ایک پنجہ ایسا مارا کہ جرمن سپاہی کا شانہ بازو کے ساتھ ہی اتر گیا۔

اس کے بعد شیر نے جرمن سپاہی کی گردن کو دبوچ کر چرمر کر دیا۔

شیر جنگل کی طرف بھاگ گیا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

جنگل میں جا کر ناگ پھر سے انسانی شکل میں واپس چلا آیا
اس نے آ کر امریکی ہواباز کے بازو اور پاؤں کھول دیئے امریکی
ہواباز ابھی تک ناگ کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"تم۔۔۔تم۔۔۔تم کون ہو؟"۔

ناگ نے کہا۔

"گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں ایک جادوگر ہوں۔
یہ سمجھ لو کہ میں جادو کے زور سے اپنی شکل بدل سکتا ہوں"۔

اس سے زیادہ مجھ سے پوچھنے کی کوشش نہ کرنا اور اس سے
زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔

امریکی ہواباز خاموش ہو گیا۔

ناگ نے کہا۔

"ایک جرمن سپاہی کو تو میرے شیر نے ہلاک کر دیا ہے اب
دوسرے جرمن سپاہی کو ہمیں ہلاک کر دینا چاہیے"۔

چنانچہ امریکی ہواباز نے جیب سے پستول نکال کر جرمن ہوا
باز کے سامنے میں گولی چلا دی۔

دونوں جرمن مر گئے۔

اب امریکی ہواباز آزاد تھا۔

ناگ نے کہا۔

"صبح صبح ہمیں یہاں سے نکل جانا ہو گا"۔

"مگر قریبی ہوائی اڈے کا پتہ معلوم کرنا بہت ضروری ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"میں کوشش کروں گا"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

وہ رات انہوں نے گفتگو کرتے اور سکیم بناتے گزار دی۔

صبح ہوتے ہی ناگ گاؤں میں یہ معلوم کرنے چلا گیا کہ یہاں جرمنوں کا قریبی جنگی ہوائی اڈہ کہاں ہے؟۔

یہ گاؤں چھوٹا سا تھا۔ جنگ کی وجہ سے ویران ویران تھا۔ بمباری سے کئی مکان ملبے کا ڈھیر بنے ہوئے تھے۔

ناگ نے دیکھا۔

دور ایک پانی کی اونچی ٹینکی نظر آ رہی تھی۔

اس کے پاس ہی ڈھلائی چھتوں والے گودام تھے۔ ہوائی اڈہ ضرور اسی جگہ ہوگا۔

ناگ پانی کی ٹینکی کے قریب پہنچ گیا۔ اب اس کے سامنے کانٹے دار تاروں کی باڑھ لی تھی۔ پیچھے ہوائی اڈہ تھا اور تین

چھوٹے فائر جہاز شیڈ کے پاس کھڑے تھے۔

ایک جرمن سنتری بندوق اٹھائے پہرہ دے رہا تھا۔ ناگ کو کانٹے دار تاروں کے قریب دیکھ کر جرمن سنتری نے دور آواز لگائی۔

"ہالٹ!"۔

ناگ اسی جگہ رک گیا۔ سنتری نے قریب آ کر بندوق کی نالی کا رخ ناگ کی طرف کر دیا اور پوچھا۔

"کون ہو تم؟ یہاں کیا کر رہے ہو؟"۔

ناگ ایک عام فرانسیسی کسان کے لباس میں تھا۔

کہنے لگا۔

"جناب! میں اپنے کھیتوں میں پھر رہا تھا کہ ہوائی جہاز

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

دیکھنے ادھر چلا آیا۔ آپ کو اعتراض ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں"۔

سنتری بولا۔

نہیں! تمہیں ہمارے کمانڈر کے پاس چلنا ہوگا کیا معلوم تم دشمن کے جاسوس نکل آؤ۔ چلو میرے آگے آگے۔

خبردار بھاگنے کی کوشش تو میں گولی ماردوں گا۔

ناگ خاموشی سے سنتری کے آگے آگے چل پڑا۔ سنتری ناگ کو ایک بڑے سے گودام کے اندر بنے ہوئے دفتر میں لے گیا۔

یہاں لال منہ والا جرمن کمانڈر بیٹھا میز پر فائلیں رکھے کچھ لکھ رہا تھا۔

جرمن سنتری نے ناگ کو آگے کرتے ہوئے کہا۔

"سر! یہ نوجوان ہمارے ہوائی اڈے کے آس پاس پھر رہا تھا"۔

کمانڈر نے سر اٹھا کر ناگ کی طرف گہری نظروں سے دیکھا۔

پھر اٹھ کر اس کے پاس آ گیا اور اپنی چھڑی سے ناگ کی ٹھوڑی کو اوپر کرتے ہوئے رعب دار آواز میں بولا۔

"کون ہو تم؟"

یہاں تمہیں کس نے بھیجا ہے؟۔

ناگ نے کہا۔

"جناب! میں ایک معمولی کسان ہوں۔ یہاں ارد گرد

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

میرے کھیت ہیں۔ یونہی کھیت کے پاس کھڑا ہوائی اڈے کو دیکھ رہا تھا کہ آپ کا سنتری مجھے یہاں پکڑ لایا۔"

"جھوٹ بکتے ہو۔ سچ سچ بتاؤ۔ تمہیں کس نے جاسوسی کرنے یہاں بھیجا ہے۔ تمہارے ساتھی کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں؟"

ناگ نے محسوس کیا کہ وہ خواہ مخواہ پھنس گیا ہے۔ بہر حال اس نے اپنے حواس قائم رکھے، کہنے لگا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں جناب عالی! میرا کسی جاسوسی سے کوئی تعلق نہیں ہے"۔

جرمن کمانڈر نے سنتری سے کہا۔

"اسے حوالات میں لے جا کر بند کر دو"۔

ناگ کو ہوائی اڈے کی ایک حوالات میں بند کر دیا گیا۔ یہ

ایک چھوٹی سی کوٹھڑی تھی جس کے دروازے پر مضبوط سلاخیں لگی تھیں۔

دوپہر تک کسی نے اس کی خبر نہ لی۔ پانی کا ایک ڈبہ اسے دے دیا گیا۔

دوپہر کے بعد وہی جرمن کمانڈر اس کے پاس آیا۔ اس کے ساتھ ایک جرمن جلاد قسم کا سنتری بھی تھا۔

اس جلاد نے ناگ کو مارنا شروع کر دیا۔ جب مار مار کر تھک گیا تو جرمن کمانڈر نے ناگ سے کہا۔

"اب بھی اگر تم سچ سچ بتا دو کہ تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے تو تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے"۔

ناگ کے ہونٹوں پر زخم آ گیا تھا اور خون رسنے لگا تھا۔ اسے

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

اس جلاد پر سخت غصہ آ رہا تھا مگر وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے ایک بار پھر عاجزی سے کہا۔

"میں کسان ہوں۔ جاسوسوں سے میرا کوئی تعلق نہیں"۔

جرمن کمانڈر نے جلاد کو اشارہ کیا اور خود باہر نکل گیا۔

حوالات میں اب صرف جلاد اور ناگ رہ گئے۔ حوالات کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

یہ جلاد پہلوان قسم کا سپاہی تھا۔ اس نے قہر آلود سرخ آنکھوں سے ناگ کی طرف دیکھا اور پھر جیب سے لوہے کی زنجیر نکال کر ناگ کو پیٹنے کے لیے آگے بڑھا۔

ناگ سے اب برداشت نہ ہوا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"دیکھو! میں ایک انسان ہونے کے ناطے سے تمہیں آگاہ

کرتا ہوں کہ مجھے کچھ نہ کہنا۔ نہیں تو تمہاری موت کا میں ذمے دار نہیں ہوں گا"۔

جلاد قہقہہ مار کر ہنسا۔

ہونہہ! کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ! تم ایک دبلے پتلے نوجوان قیدی ہو۔

مجھے کمانڈر نے اجازت دے رکھی ہے کہ اگر تم راز نہ بتاؤ تو تمہیں گلا گھونٹ کر ہلاک کر دوں۔ تم اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو۔

لو اب مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

جلاد نے جیب سے چاقو نکال کر اسے کھولا اور ناگ کی طرف بڑھا۔

ناگ نے ایک بار پھر اسے خبردار کیا۔ لیکن جلاد کی موت کا

www.urdurasta.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

وقت آن پہنچا تھا۔

جونہی جرمن جلاد نے ناگ پر چاقو سے حملہ کیا، ناگ نے اسی وقت گہرا سانس لیا اور جرمن جلاد خوفزدہ ہو کر ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔

کیونکہ ایک بھاری بھرکم ہاتھی اپنی سونڈ ہلاتے خونخوار نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے منہ سے خوف اور دہشت کے مارے چیخ بھی نہ نکل سکی۔

ہاتھی نے سونڈ آگے کر کے جلاد کو گردن سے دبوچ لیا، اوپر اٹھایا اور دھڑام سے فرش پر دے مارا۔

جلاد کی ہڈی پسلی ایک ہو گئی۔ ہاتھی نے اس کے اوپر پاؤں رکھ کر اسے کچل دیا۔ جلاد کو اسکے ظلم کا بدلہ مل گیا تھا۔

میں سانپ ہوں

ناگ فوراً جون بدل کر سانپ کے روپ میں آ گیا۔

سانپ بنتے ہی وہ حوالات میں کی سلاخوں سے نکل کر کھیتوں کھیت اس مکان کی طرف روانہ ہو گیا جہاں امریکی ہوا باز اس کا انتظار کر رہا تھا۔

وہ بہت جلد مکان کے دروازے پر پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ مکان کے باہر ایک موٹر سائیکل کھڑی ہے۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

سمجھ گیا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔

ناگ نے اپنی شکل نہ بدلی۔ سانپ کے روپ میں ہی مکان کی دیوار پر سے چڑھ کر اوپر کھڑکی پر آ گیا۔

اس نے اندر سر ڈال کر دیکھا کہ امریکی ہوا باز کے ہاتھ پیچھے بندھے ہیں۔

وہ زمین پر بیٹھا ہے اور ایک جرمن سپاہی پستول تانے اس کے سامنے کرسی پر بیٹھا اسے کہہ رہا ہے۔

"ہم تمہاری تلاش میں تھے۔ تم نے ہمارے کتنے ہی جرمن سپاہیوں کو ہلاک کیا ہے۔ اب تم ہمارے ہاتھ سے بچ کر نہ جا سکو گے۔ میرے ساتھی یہاں آنے ہی والے ہیں۔ ہم تمہیں آج ہی گولی سے اڑا دیں گے۔"

امریکی ہوا باز خاموش تھا۔ اس کا رنگ زرد پڑ چکا تھا۔

اس کی آنکھیں کسی وقت بے چینی سے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگیں۔ صاف ظاہر تھا کہ اسے ناگ کا انتظار تھا۔

ناگ نے بھی حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ جرمن سپاہی کے ساتھیوں کے آ جانے سے معاملہ بگڑ سکتا تھا۔

ناگ کھڑکی پر سے اتر کر رینگتا ہوا جرمن سپاہی کے پیچھے آ گیا۔ اس نے اپنا پھن کھڑا کر لیا۔ امریکی ہوا باز کی نظر سانپ پر پڑی تو وہ دہشت زدہ سا ہو گیا۔ اس نے پہلے ناگ کو اس روپ میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔

قدرتی طور پر سانپ کو دیکھ کر امریکی کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

جرمن سپاہی نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ پیچھے ایک سانپ پھن پھیلائے اسے اپنی سرخ آنکھوں سے گھور رہا تھا۔

جرمن سپاہی نے سانپ پر گولی چلا دی۔ ناگ بچ گیا۔ لیکن اس نے جرمن سپاہی کو دوسری بار گولی چلانے کا موقع نہ دیا اور لپک کر اس کی گردن پر ڈس دیا۔

جرمن کا جسم ایک دم سن ہو گیا اور پستول اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔

ناگ نے فوراً جون بدل ڈالی اور سانپ کی شکل سے دوبارہ انسان کی شکل میں آگیا۔ امریکی ہواباز ناگ کی یہ جادوگری دیکھ کر وحشت زدہ سا ہو کر رہ گیا۔

جرمن سپاہی بھی مرتے مرتے ناگ کو پھٹی پھٹی نظروں سے

دیکھنے لگا۔

ناگ نے امریکی ہواباز سے کہا۔

"یہ کہاں سے آگیا تھا؟"۔

امریکی ہواباز نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ حیرانی کے عالم میں ابھی تک ناگ کی جادوگری پر اسے تعجب سے تک رہا تھا۔

ناگ نے کہا۔

"مسٹر امریکی! اس حیرانی کو چھوڑو۔ اور یہاں سے بھاگنے کی فکر کرو۔ اس کم بخت کے دوسرے ساتھی یہاں پہنچنے ہی والے ہوں گے"۔

امریکی ہواباز نے زبان ہونٹوں پر پھیرتے ہوئے کہا۔

"میرے ہاتھ تو کھولو"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ نے اس کے ہاتھوں کی رسی کھول دی۔

"بس اچانک یہ ایک بلا بن کر نازل ہو گیا اور پستول تان لیا۔ اچھا ہوا کہ تم آ گئے۔ مگر تم سانپ کیسے بن گئے؟"۔

"جس طرح ہاتھی بن گیا تھا۔ میں نے تمہیں پہلے بھی ایسی باتیں پوچھنے سے منع کیا تھا۔ اب پھر تاکید کرتا ہوں کہ آئندہ اس قسم کے سوال مت پوچھنا"۔

ناگ نے امریکی ہوا باز کو بتایا کہ ہوائی اڈہ یہاں سے قریب ہی ہے اور وہاں پر تین چھوٹے لڑاکا ہوائی جہاز کھڑے ہیں۔

امریکی ہوا باز دونوں ہاتھوں کو رگڑ کر سردی کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"لیکن یہ سوال ہے کہ ان ہوائی جہازوں میں سے ایک جہاز

کیسے اڑایا جائے؟"۔

ناگ نے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں سب سے پہلے یہاں سے نکلنا چاہیے۔ کیونکہ اس مرے ہوئے جرمن سپاہی کے ساتھی آ رہے ہوں گے"۔

"مگر ہم کہاں جائیں گے؟"۔

امریکی نے پوچھا۔

ناگ نے کہا۔

"اس وقت ہمیں جنگل میں جا کر چھپ جانا ہو گا"۔

دونوں مکان سے نکل کر جنگل کی طرف بھاگے اور ایک کھوہ میں آ کر چھپ گئے۔ ابھی انہیں وہاں چھپے چند سیکنڈ ہی ہوئے

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

تھے کہ ایک جیپ مکان کے باہر آ کر رک گئی۔

اس میں چار جرمن سپاہی رائفلیں اور مشین گنیں اٹھائے چھلانگیں مار کر اترے اور موٹر سائیکل کھڑا دیکھ کر ایک سپاہی نے کہا۔

"وہ اوپر آ گیا ہے"۔

پھر وہ اپنے ساتھی کو آوازیں دینے لگے۔ جب اوپر سے کوئی آواز نہ آئی تو چاروں کے چاروں جرمن سپاہی اوپر آ گئے۔

کمرے میں آتے ہی انہوں نے اپنے ساتھی کی لاش دیکھی تو بھونچکے ہو کر رہ گئے۔

تیز تیز آواز میں ایک دوسرے کو پکارتے وہ مکان میں ادھر ادھر دوڑنے لگے اور قاتل کو تلاش کرنے لگے۔

پھر ایک سپاہی نے اپنے ساتھی کی لاش کو جھک کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"اسے تو سانپ نے کاٹا ہے"۔

دوسرا بولا۔

"سانپ یہاں کہاں سے آ گیا"۔

"خدا جانے! مگر اس کا جسم سانپ کے زہر کی وجہ سے نیلا ہو کر پھول رہا ہے"۔

چاروں جرمن سپاہی مکان سے نیچے اتر آئے۔ انہوں نے دستی بم مار کر مکان کو دھماکے سے اڑا دیا۔ مکان کو آگ لگ گئی۔

ناگ اور ماریا ہوا باز جنگل میں جھاڑیوں کے پیچھے کھوہ میں چھپے یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ جب جرمن سپاہی جیپ میں سوار

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

ہو کر موٹر سائیکل ساتھ لیے وہاں سے چلے گئے تو امریکی نے کہا۔

"یہ بلا تو سر سے ٹل گئی۔ اب ہوائی اڈے سے جہاز کس طرح چرایا جائے؟"۔

ناگ نے کہا۔

"یار! کچھ تم بھی تو کرو۔ جاؤ ہوائی اڈے پر جا کر ایک جہاز اڑا لاؤ"۔

امریکا بولا۔

"یہ اتنا آسان کام نہیں ہے ناگ! ہاں تم اگر چاہو تو اپنی جادوگری سے یہ کام کر سکتے ہو"۔

ناگ نے کہا۔

"میری جادوگری مجھے پائلٹ نہیں بنا سکتی بھائی!"۔

"پائلٹ بننے کی ضرورت نہیں ہے"۔

امریکی نے کہا۔

تم صرف اتنا کرو کہ ہوائی جہاز تک راستہ صاف کر دو۔ پھر میں جانوں اور میرا کام۔

یہ تو میں کر لوں گا۔ تم ایسا کرو کہ میرے آگے آگے چل کر ہوائی اڈے کے جنوب میں کھیتوں میں چھپ جاؤ۔

جہاز وہاں قریب ہی کھڑے ہیں۔ جس وقت میں سفید رومال لہرا کر تمہیں اشارہ کروں تم فوراً کھیتوں سے نکل کر میری طرف دوڑ پڑنا ٹھیک ہے ناں؟۔

ناگ نے کہا۔

"بالکل ٹھیک ہے اور اگر میں پکڑا گیا تو؟"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

امریکا ہواباز نے خطرے کا اظہار کیا۔

ناگ کہنے لگا۔

اگر تم پکڑے گئے تو میں تمہیں چھڑا لوں گا۔ تم اس کی بالکل فکر نہ کرو۔

اور ہاں اگر میں تمہیں جرمن سپاہی کی وردی میں بھی نظر آیا تو ڈرنا مت۔ تم صرف میرے سفید رومال کے لہرانے کا انتظار کرنا اور اسے ہی دیکھنا۔

اچھا اب میں جاتا ہوں۔ تم بے شک میرے جانے کے بعد یہاں سے نکلنا۔

ناگ جنگل سے نکل آیا۔ ایک جگہ اس نے سانپ کا روپ بدلا اور رینگتا ہوا کھیتوں میں سے ہوتا ہوائی اڈے کے اندر چلا

گیا۔

یہاں اس نے دیکھا کہ ایک جانب ایک کمرہ تھا۔ جہاں جرمن سپاہی کھڑکی کے پاس میز پر بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔

ناگ رینگتا ہوا کمرے کے اندر آ گیا۔ اچانک جرمن سپاہی کی سانپ پر نظر پڑی۔ اس نے بندوق کا کندا اٹھا کر سانپ کو کچلنے کی کوشش کی مگر ناگ نے اسے اتنی مہلت نہ دی۔

جرمن سپاہی سانپ کے زہر سے فرش پر گر پڑا۔

ناگ فوراً انسان کے روپ میں آ گیا۔

اس نے جرمن سپاہی کی وردی پہن کر رائفل اٹھا لی اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ اس نے جیب سے سفید رومال نکال کر لہرایا امریکی ہواباز کھیتوں میں چھپا بیٹھا تھا۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusala.com

اس نے سفید رومال کو ہلتے دیکھا تو جھٹ کھیتوں سے نکل کر ہوائی جہاز کے پاس آ گیا۔

ناگ نے اسے کہا۔

"نیچے جھک کر چھپ جاؤ۔"

امریکی ہواباز ہوائی جہاز کے نیچے بیٹھ گیا۔

ناگ جرمن وردی میں اس کے پاس کھڑا ہو گیا اور چاروں طرف تکنے لگا۔

ذرا پرے دو جرمن سپاہی آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

جس وقت میں تمہیں اشارہ کروں تم اچھل کر جہاز کے اندر کود جانا۔

ناگ جرمن سپاہیوں کی طرف تکنے لگا۔ ایک پل کے لیے

دونوں کی نظریں دوسری طرف ہوئیں۔

ناگ نے اشارہ کیا۔

امریکی اچھل کر ہوائی جہاز کے اندر کود گیا اور اس نے سر نیچے کر لیا۔

ناگ نے کہا۔

"جہاز کو دیکھو۔ کیا اس میں تیل موجود ہے؟"

امریکی ہواباز نے میٹر کو چیک کیا۔ معلوم ہوا کہ ٹینکی فل ہے۔

اس نے ناگ کو بتایا کہ تیل کافی موجود ہے۔

ناگ نے کہا۔

"پھر دیکھتے کیا ہو۔ مشین چلا دو۔ میں بھی تمہارے پاس آ کر بیٹھ جاؤں گا۔"

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

امریکی نے کہا۔

ان دو ہوائی جہازوں کو تباہ کرنا بہت ضروری ہے۔ تاکہ یہ ہمارا پیچھا نہ کرسکیں۔

ناگ نے کہا۔

''تم انجن چلاؤ۔ میں ان جہازوں کو تباہ کیے دیتا ہوں''۔

امریکی ہوا باز نے بٹن دبا کر انجن چلا دیے۔ انجن کا شور بلند ہوا تو دور کھڑے جرمن سپاہی رائفلیں تانیں ہوائی جہاز کی طرف بھاگے۔

ناگ نے گولیاں چلا کر ایک طرف کھڑے دوسرے دو جہاموں کے ٹائر پھاڑ دیے۔

جرمنوں نے ہوائی جہاز پر فائرنگ شروع کردی۔ ناگ نے

نیچے بیٹھ کر پوزیشن لے لی اور جرمنوں پر فائرنگ شروع کردی۔

اس کی گولی سے ایک جرمن زخمی ہو کر گرا۔ دوسرا زمین پر لیٹ گیا۔

امریکی ہوا باز نے چلا کر کہا۔

''جہاز میں آجاؤ۔ جلدی کرو''۔

ناگ جہاز میں کود گیا۔ جہاز نے رن وے پر رینگنا شروع کر دیا۔

اب دوسرے جرمن بھی ادھر ادھر سے نکل کر جہاز پر گولیاں چلا رہے تھے۔

خوش قسمتی سے ایک گولی بھی جہاز کے ٹائر یا پٹرول کی ٹینکی کو نہ لگی۔ جہاز اب رن وے پر بھاگ رہا تھا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

اس کے پیچھے گولیاں برس رہی تھیں۔

''تیز کرو۔اور تیز۔اب اسے اوپر اٹھاؤ۔''

ناگ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔امریکی ہوا باز نے سٹک کو اٹھایا تو جہاز نے زمین چھوڑ دی اور اوپر آسمان کی جانب بلند ہو گیا۔

نیچے ہوائی اڈے سے گولیاں چلنے کی آوازیں ابھی تک آ رہی تھیں۔

جہاز نے گاؤں کا چکر لگایا اور سمندر کی طرف روانہ ہو گیا۔

ناگ نے کہا۔

''کیا تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں؟''۔

امریکی ہوا باز نے کہا۔

''میں جہاز کو رودبار انگلستان کی طرف لے جا رہا ہوں''۔

جو یہاں سے ڈھائی سو میل کے فاصلے پر ہے۔اگر ہمارے جہاز پر حملہ نہ ہوا تو ہم بہت جلد انگلستان کے ساحل پر پہنچ جائیں گے۔

ایک بات ان کے حق میں جاتی تھی کہ انہوں نے ہوائی اڈے پر کھڑے باقی دو لڑاکا جہازوں کو برباد کر دیا تھا۔

نہیں تو اس وقت تک ان کے جہاز پر حملہ ہو چکا ہوتا۔

لیکن اس بات کا خطرہ بھی تھا کہ ہوائی اڈے سے جرمن دوسرے ہوائی اڈے والوں کو خبر کر دیں گے اور جرمن لڑاکا طیارے سمندر تک پہنچنے سے پہلے ان پر حملہ کر دیں گے۔

ناگ نے دیکھا کہ مشین گن کا پٹہ گولیوں سے بھرا ہوا تھا۔

اس نے کہا۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urduresala.com

"فکر کی بات نہیں۔ ہم دشمن کے طیاروں کا مقابلہ کر سکتے ہیں"۔

امریکی ہواباز جہاز کو پوری رفتار سے سمندر کی طرف بھگائے لئے جا رہا تھا۔

ابھی سمندر کچھ دور ہی تھا کہ اچانک فضا میں دو طیاروں کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔

امریکی بولا۔

"شاید دشمن کے طیارے آ گئے"۔

انہوں نے دیکھا کہ دو جرمن فائٹر طیارے ان کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

امریکی ہواباز نے کہا۔

"ناگ! مشین گن سنبھالو۔ جس وقت میں کہوں تم بٹن دبا دینا"۔

امریکی ہواباز ایک ماہر لڑاکا ہواباز تھا۔ وہ جہاز کو اوپر نیچے لا کر جرمن جہازوں میں سے ایک طیارے کو شست میں لا رہا تھا۔

جب ایک جرمن طیارہ اس کی شست میں آ گیا تو اس نے چلا کر کہا۔

"فائر!"

ناگ نے بٹن دبا دیا۔

تڑ تڑ تڑ کرتی گولیاں ان کے طیارے سے نکل کر آگے جانے والے جرمن طیارے کو لگیں اور ایکدم سے اس کی ٹینکی میں آگ لگ گئی۔

www.urdusalaz.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

طیارہ آگ کا شعلہ بن کر بھڑکا اور فضا میں ہی پھٹ گیا۔

اب دو دوسرے طیارے حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔

لیکن دوسرا طیارہ ان پر حملہ کر چکا تھا۔ گولیوں کی ایک بوچھاڑ ناگ کے طیارے پر لگی اور اس کا ایک پر زخمی ہو گیا۔

طیارہ ڈولنے لگا۔ سمندر سامنے نظر آ رہا تھا۔

"میں طیارے کو سمندر پر لے جا رہا ہوں"۔

ہوا باز نے کہا۔

"کیا طیارہ زیادہ خراب ہو گیا ہے؟"۔

"میں انگلستان کے ساحل پر پہنچنے کی پوری کوشش کروں گا"۔

طیارہ اب زیادہ ڈگمگانے لگا تھا۔ جرمن طیارے نے اوپر

سے آ کر ایک اور بوچھاڑ گولیوں کی ماری۔ اس دفعہ جہاز کا دوسرا پر بھی آدھا ٹوٹ گیا اور طیارہ نیچے آنا شروع ہو گیا۔

"اسے سنبھالنے کی کوشش کرو"۔

ناگ چلایا۔

"طیارہ کنٹرول سے باہر ہو رہا ہے"۔

طیارہ اب سمندر کے اوپر آ گیا تھا۔

"ناگ! طیارہ سمندر میں گرنے والا ہے۔ میرے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگا دینا۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا"۔

طیارہ واقعی کنٹرول سے باہر ہو گیا تھا۔ ایک بار وہ سمندر کی سطح سے ٹکرا کر اوپر آ گیا۔

ہوا باز نے کہا۔

www.urdusalaa.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"چھلانگ لگا دو"۔

ناگ ہوا باز کے ساتھ ہی سمندر میں کود پڑا۔ ان کے کودتے ہی طیارے میں آگ بھڑک اٹھی اور وہ غڑاپ سے سمندر میں گر کر ڈوب گیا۔

جرمن طیارہ ان کے سروں کے اوپر چکر لگا رہا تھا۔ اس نے دونوں کو سمندر میں ڈوبتے ابھرتے دیکھا تو نیچے آ کر ان پر گولیاں برسانی شروع کر دیں۔

ناگ نے کہا۔

"غوطہ لگا جاؤ ثام!"۔

دونوں پانی میں غوطہ لگا گئے۔ جرمن طیارہ ان کے اوپر فضا میں چکر لگا کر گولیاں برساتا رہا۔ پھر وہ واپس چلا گیا۔

طیارے کے واپس جاتے ہی ثام اور ناگ نے منہ سمندر سے باہر نکالے اور تیرنا شروع کر دیا۔

ناگ نے کہا۔

"سمندر میں آخر کب تک تیرتے رہیں گے؟"۔

امریکی ہوا باز نے کہا۔

"جب تک جان میں جان ہے۔ کیا کریں۔ اس کے سوا ہم ابھی کیا کر سکتے ہیں"۔

سمندر میں لہریں اٹھ رہی تھیں۔

دو ڈھائی گھنٹے تیرنے کے بعد دونوں تھک گئے۔

ناگ نے کہا۔

"ابھی تو انگلستان کا ساحل دور دور تک دکھائی نہیں دے

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

رہا"۔

ہواباز کا سانس پھول گیا تھا۔

ہانپتے ہوئے ہاتھ چلا کر بولا۔

"شاید میں ساحل تک نہ پہنچ سکوں۔ ناگ! کیا تم میری مدد نہیں کر سکتے؟"۔

ناگ نے سوچنا شروع کر دیا کہ وہ کیا کر سکتا ہے۔

آخر اسے ایک نئی ترکیب سوجھی۔

اس نے ہواباز سے کہا۔

"میں ویل مچھلی بن جاتا ہوں۔ تم میرے اوپر سوار ہو جانا"۔

اور دوسرے لمحے ناگ نے جون بدل لی اور وہ سمندر میں تیرتی ایک بہت بڑی نیلے رنگ کی مچھلی بن گیا۔

امریکی ہواباز اس کے اوپر سوار ہو کر بیٹھ گیا اور سانس ٹھیک کرنے لگا۔

اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔ ویل مچھلی سمندر میں انگلستان کے ساحل کی طرف تیر رہی تھی۔

دور سے اب ساحل دکھائی دینے لگا۔ امریکی ہواباز ناگ سے کوئی بات نہیں کر سکتا تھا۔ انگلستان کے ساحل پر برطانوی جنگی چھوٹے جہاز گھوم پھر کر پہرہ دے رہے تھے۔

ایک جہاز کے کپتان نے دوربین لگا کر جو دیکھا تو حیران رہ گیا۔

اسے سمندر میں کچھ فاصلے پر ایک زبردست ویل مچھلی نظر آئی جس پر کوئی انسان سوار تھا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

اس نے حکم دیا۔

"جہاز کو ویل مچھلی کی طرف لے جاؤ"۔

جہاز کا رخ ویل مچھلی کی طرف موڑ دیا گیا۔ قریب جا کر جہاز نے فائر کر دیا گولہ ویل مچھلی کے قریب گرا اور پھٹ گیا۔

اس کے پھٹنے سے سمندر میں طوفان سا آ گیا۔ ناگ پریشان ہو گیا۔

اسے ڈر تھا کہ کہیں گولہ لگنے سے وہ ہلاک نہ ہو جائے۔

امریکی ہواباز نے اٹھ کر دونوں ہاتھ ہلاتے ہوئے چیخ چیخ کر کہا۔

"گولہ باری بند کرو۔ گولہ باری بند کرو"۔

کپتان نے محسوس کیا کہ ویل مچھلی پر کوئی آدمی سوار ہے۔ اور ویل سے اس شخص کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

چنانچہ اس نے گولہ باری بند کر دی۔ ویل مچھلی جہاز کے ساتھ آ کر لگ گئی۔

ملاحوں نے امریکی ہواباز کو رسوں کی مدد سے اوپر جہاز پر اٹھا لیا۔

کپتان نے پوچھا۔

تم کون ہو؟۔

کہاں سے آ رہے ہو؟۔

ٹام نے نقاہت سے کہا۔

"کپتان صاحب! میں امریکی پائلٹ ہوں۔ باقی ذرا ہوش آنے کے بعد بتاؤں گا"۔

کپتان نے کہا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"ٹھیک ہے مسٹر پائلٹ! تم نیچے جاؤ"۔

اس کے بعد کپتان نے حکم دیا۔

"ویل مچھلی کو ہلاک کر دیا جائے"۔

امریکی ہوا باز نے چیخ کر آواز بلند کی۔

"ایسا نہ کرنا کپتان! یہ ویل مچھلی نہیں ہے"۔

"کیا مطلب؟"۔

کپتان نے حیرت سے پوچھا۔

امریکی ہوا باز نے سنبھل کر کہا۔

"میرا مطلب ہے اس ویل مچھلی نے میری جان بچائی ہے۔ اسے ہلاک نہ کرنا۔ اسے سمندر میں جانے دو"۔

کپتان بولا۔

جان بچائی ہے تو ہم کیا کریں۔

ہمیں اس ویل کی ضرورت ہے۔ ہمارے کارخانے کی مشینوں کو اس کا تیل چاہیے۔

"نہیں نہیں! تم ایسا نہیں کر سکتے تو ایسا نہیں کر سکتے"۔

امریکی ہوا باز چیختا رہ گیا اور ملاح نے کپتان کا اشارہ پا کر گولیاں برسانی شروع کر دیں۔

ناگ یہ سارے مکالمے سن رہا تھا۔ اس نے سمندر میں ڈبکی لگا دی اور پانی کے اندر ہی اندر تیرتا ہوا سمندر میں دور نکل گیا۔

کافی آگے جا کر وہ پانی کی سطح پر ابھرا۔ اس نے گہرا سانس لے کر پانی کا فوارہ چھوڑا اور پھر خوبصورت لال چونچ والے بلبل کا روپ اختیار کر کے اڑتا ہوا جہاز کے اریل پر آ کر بیٹھ گیا۔

www.urdusaga.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

امریکی ہواباز نے خدا کا شکرادا کیا تھا کہ وہیل مچھلی بھاگ چکی تھی۔

وہ کیبن میں لیٹ گیا۔ اسے ٹیکہ لگایا گیا۔ دوائی پلائی گئی اور اوپر کمبل ڈال دیئے امریکی ہواباز گہری نیند سوگیا۔

باہر ناگ بلبل کی شکل میں ابھی تک ایریل پر بیٹھا تھا اور نیچے ملاحوں کو جہاز کا لکڑی کا فرش صاف کرتے دیکھ رہا تھا۔

وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کا امریکی دوست جہاز کے کیبن میں گرم ہو کر آرام کر رہا ہوگا۔

اب اسے ناگ کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن رخصت ہونے سے پہلے ناگ ایک بار اس سے ضرور ملنا چاہتا تھا۔

پس وہ ایریل سے اتر کر نیچے آگیا۔

ایک جگہ بیٹھ کر دائیں بائیں تکنے لگا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ وہاں دوسرا کوئی نہیں ہے تو اس نے فوراً جون بدل کر پھر سے انسان کی شکل اختیار کرلی۔

اس نے یہ بالکل نہیں سوچا تھا کہ یہ جہاز مسافروں کا جہاز نہیں تھا کہ جہاں اس پر کسی کی نظر پڑتی تو اسے مسافر سمجھ کر شک نہ کیا جاتا۔

یہ ایک جنگی جہاز تھا اور اس پر سبھی فوجی وردیوں والے ملاح سوار تھے۔

اس لیے ناگ کو پکڑا جا سکتا تھا کہ وہ کس طرح جہاز پر آگیا۔

بہر حال ناگ نے کوئی پرواہ نہ کی اور ڈیک پر ٹہلتا ہوا نیچے سیڑھیاں اتر گیا۔ نیچے آیا تو اچانک سامنے سے ایک ملاح آ

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

گیا۔

اس نے جو ایک عام شہری کو جہاز کے اندر دیکھا تو بڑا حیران ہوا۔

قریب آ کر بولا۔

تم کون ہو؟۔

یہاں کیسے آ گئے؟۔

ناگ نے کہا۔

"میں اس امریکی ہواباز کا ساتھی ہوں جو اس جہاز پر ابھی ابھی اتارا گیا ہے"۔

وہاں ایک دم شور مچ گیا۔

ناگ کو گرفتار کر کے کپتان کے سامنے پیش کیا گیا۔

امریکی کپتان کے پاس آیا اور بولا۔

کپتان صاحب! اس کو چھوڑ دیں۔ وہ میرا ساتھی ہے۔ اور فرانسیسی گوریلا ہے۔ اس نے فرانس میں جرمنوں کے خلاف بڑا کام کیا ہے"۔

کپتان نے کرخت آواز میں کہا۔

"مسٹر! حد سے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔ ہم تمہیں تھوڑی دیر بعد امریکی ایئر فورس کے حوالے کر رہے ہیں"۔

وہاں تم جانو تمہارا کام۔ اس شخص کے بارے میں تم ہمیں کوئی مشورہ نہیں دے سکتے۔ یہ ناجائز طریقے سے برطانوی جنگی جہاز پر سوار ہوا ہے۔

ہم اس پر مقدمہ چلائیں گے اور اسے موت کی سزا بھی مل سکتی

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

ہے۔

امریکی ہوا باز کانپ گیا۔

"اوہ نہیں۔ آپ ایسا نہیں کر سکتے"۔

کپتان نے غرا کر کہا۔

"تم جا سکتے ہو"۔

اسی شام امریکی ہوا باز کو امریکن ایئر فورس کے حوالے کر دیا گیا۔

اب جنگی جہاز کی حوالات میں ناگ اکیلا رہ گیا۔ حوالات کیا تھی، ایک تنگ سی کیبن تھی جس کے آدھے دروازے پر سلاخیں لگی تھیں۔

شام کو اسے کھانے کو تھوڑا سا کھانا دیا گیا۔ جہاز ساحل کے

ساتھ آ کر لگ گیا۔

بلیک آؤٹ کی وجہ سے وہاں ہر طرف اندھیرا تھا۔ کپتان ناگ کے پاس حوالات کے باہر آیا اور سخت لہجے میں کہنے لگا۔

"اب بھی سچ سچ بتا دو کہ تم کون ہو۔ اگر میں نے تمہیں سیکورٹی گارڈ کے حوالے کر دیا تو وہ تمہیں اذیت دے دے کر ہلاک کر دیں گے"۔

ناگ نے کہا۔

"میں بلبل ہوں۔ وہیل مچھلی ہوں۔ سانپ ہوں"۔

ہاہاہا۔۔۔ ہاہاہا

کپتان نے ناگوار منہ بنا کر کہا۔

تم خود کو پاگل ثابت کر کے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

ہمارے پاس ایسے ہتھیار موجود ہیں جو تمہاری عقل کو ٹھکانے کر دیں گے۔

بتاؤ تم کون ہو اور ہمارے جہاز پر کیسے آ گئے؟۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"بڈھے کپتان! میں نے جو کہا ہے کہ میں بلبل ہوں، وہیل مچھلی ہوں، سانپ ہوں، تمہیں یقین نہیں آتا تو تمہیں بلبل بن کر دیکھا دیتا ہوں"۔

کپتان کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ناگ ایکدم سے بلبل بن کر حوالات کے اندر چہکنے لگا۔

انگریز کپتان کے ہاتھ سے پائپ فرش پر گر پڑا۔ ناگ فوراً بلبل کا روپ چھوڑ کر سانپ بن گیا اور حوالات کے فرش پر رینگنے

لگا کپتان کی عینک بھی ناک پر سے پھسل کر اس کے گلے میں لٹکنے لگی۔

وہ غش کھا کر گرنے ہی والا تھا کہ ناگ سانپ کی شکل میں رینگتا ہوا حوالات سے باہر نکل گیا۔

ڈیک پر آ کر اس نے بلبل کا روپ بدلا اور آسمان کی طرف اڑ گیا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

خونی سگار

رات گہری تھی۔

بلیک آؤٹ کی وجہ سے شہر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔

ناگ بلبل کے روپ میں شہر کے اوپر اڑتا چلا گیا۔ آخر اسے ایک باغ کے گھنے درخت نظر آئے۔ وہ نیچے اتر آیا۔

یہ علاقہ دشمن کا نہیں تھا۔ انگریزوں کا شہر لندن تھا اور وہ اس شہر سے واقف تھا۔ باغ میں اتر کر اس نے دوبارہ انسان کا روپ

دھار لیا اور ایک طرف روانہ ہو گیا۔

باغ سے باہر نکلا تو وہ ایک مکان کے قریب آ گیا۔

کھڑکی کے شیشے پر موٹی کاغذ چپکا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے اندر کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ سردی بہت زیادہ تھی۔

ناگ نے سوچا کہ اگر اسی مکان میں رات چھپانے کو جگہ مل جائے تو وہ صبح کسی جگہ اپنا بندوبست کرے گا۔

اس نے مکان پر دستک دی۔

اندر کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر جیسے میزوں کو ادھر ادھر کرنے کی آوازیں آئیں۔

کسی نے آہستہ سے دروازہ کھول کر باہر دیکھا۔

"کون ہے؟"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

ناگ نے آگے بڑھ کر کہا۔

"مسافر ہوں۔ رات بسر کرنے کو جگہ مل جائے تو شکر گذار ہوں گا"۔

"اندر آ جاؤ"۔

دروازہ کھل گیا۔ اندھیرے میں ناگ کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے دروازہ بند کر دیا گیا۔ دروازہ کھولنے والے نے کہا۔

"سامنے والے کمرے میں چلے چلو"۔

اب اس آدمی نے ایک موم بتی جلا لی تھی۔ موم بتی کی روشنی میں ناگ نے دیکھا کہ وہ آدمی ادھیڑ عمر ہے اور اس کا سر گنجا ہے۔ آنکھیں الو کی طرح ہیں اور ناک آگے کو مڑی ہوئی ہے۔

بڑا بد شکل آدمی تھا۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے ناگ سے کہا۔

"میرا نام گراہم ہے۔ اس پلنگ پر سو جاؤ"۔

وہ باہر نکل گیا۔ موم بتی بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔

ماحول بڑا پر اسرار تھا۔ ناگ کو نیند آ رہی تھی۔ وہ بہت تھک گیا تھا۔

پلنگ پر لیٹتے ہی وہ سو گیا۔ کچھ دیر بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔ اسے ایسی آواز سنائی دی تھی جیسے کوئی اس کے پلنگ کے آس پاس چل رہا ہے۔

ناگ نے آنکھیں کھول کر دیکھنے کی کوشش کی۔ اندھیرے

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

میں اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ شاید یہ اس کا وہم تھا کیونکہ کمرے میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

لیکن ایک آواز آئی تھی جس کی وجہ سے ناگ کی آنکھ کھل گئی تھی۔

سانپ ہونے کی وجہ سے اس کی نیند بڑی کچی تھی اور ذرا سی آہٹ پر کھل جاتی تھی۔ وہ ابھی غور ہی کر رہا تھا کہ اسے کسی کی سرگوشی سنائی دی۔

"گہری نیند سو رہا ہے"۔

"ہاں۔ اسے جکڑ دو۔ تجربے کے لیے ہمیں اس سے بہتر نوجوان کہیں نہیں ملے گا"۔

ناگ کے اوپر ایکدم سے رسی کا گچھا گرا اور اس سے پہلے کہ

وہ اٹھ سکے اسے رسی میں جکڑ دیا گیا تھا۔ وہ پلنگ پر جکڑا تھا۔

موم بتی جلائی گئی۔ ہلکی روشنی میں ناگ نے دیکھا کہ اس کے سامنے وہی الو کی آنکھ والا گراہم کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ ایک دوسرا آدمی تھا۔ جس نے آنکھوں پر سنہری عینک لگا رکھی تھی۔

"مجھے کس لیے جکڑا گیا ہے؟ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟"۔

ناگ نے پوچھا۔

گراہم بولا۔

"خاموش رہو۔ ابھی سب کچھ معلوم ہو جائے گا"۔

پھر اس نے عینک والے سے کہا۔

"ڈاکٹر تجربہ شروع کرو"۔

ڈاکٹر نے جیب سے ایک سگار نکال کر اسے منہ کے ساتھ لگایا

www.urdusala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

اور سلگا کر اس کا ایک کش کھینچا۔

اچانک ناگ کو محسوس ہوا کہ اس کی زندگی شدید خطرے میں ہے۔ اس نے ایک خونی سگار کے بارے میں سن رکھا تھا کہ جرمنوں نے اپنے جاسوسوں کو ایسے سگار دے رکھے ہیں جن کے اندر زہر سے بھری ہوئی پچکاری ہوتی ہے۔ جب کسی دشمن کو بھرے بازار میں ہلاک کرنا ہوتا ہے تو سگار کو سلگا لیا جاتا ہے۔

پھر اس کے دو تین کش لیے جاتے ہیں چوتھے کش سے پہلے اسے دشمن کی طرف کر کے ذرا دبایا جاتا ہے۔

اندر سے زہر کی ایک پھواری نکل کر دشمن کے چہرے پر پڑتی ہے اور وہ اسی وقت ہلاک ہو جاتا ہے۔

یقیناً یہ وہی سگار تھا۔ خونی سگار۔۔۔ اور یہ وہ جرمن جاسوس تھے۔

جنہوں نے اس میں کوئی خطرناک اضافہ کیا تھا اور اب اسے ناگ پر آزمانا چاہتے تھے۔ ناگ نے دیکھا کہ عینک پوش ڈاکٹر نے تین کش لگانے کے بعد سگار ہاتھ میں لے کر کا رخ ناگ کی طرف کر دیا تھا کہ ناگ نے گہرا سانس لے کر ایک دم سے سانپ کی شکل اختیار کر لی۔

پلنگ پر ابھی ایک نوجوان رسیوں میں جکڑا پڑا تھا اور اب وہاں سے ایک سبز رنگ کا سانپ اٹھ کر اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

ڈاکٹر اور گراہم بکے بکے ہو کر رہ گئے۔ ڈاکٹر کے ہاتھ سے سگار چھوٹ کر نیچے گر پڑا۔ گراہم گھبراہٹ میں گرتے گرتے بچا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

"یہ کیا ہو گیا؟"۔

"یہ کوئی بھوت"۔

عینک پوش ڈاکٹر پورا فقرہ ادا نہ کر سکا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو کانپتے ہوئے دیکھا اور موم بتی کی روشنی نیچے کر دی۔

"سانپ! انسان سانپ بن گیا۔ یہ کیسے ممکن ہے؟"۔

"اسے تلاش کرو"۔

ناگ ان کے عقب میں کونے کی الماری کے پیچھے آ گیا تھا۔ وہ انہیں بھی ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟۔

کیا یہ جرمن کے جاسوس ہیں؟۔

ان کا گروہ کہاں کہاں کام کر رہا ہے؟۔

دوسرے لوگ لندن میں کہاں پر ہیں؟۔

ناگ کمرے سے باہر باغ میں آ گیا۔ اس کی قسمت میں رات انسان بن کر بسر کرنا نہیں لکھا تھا۔ وہ خاموشی سے سانپ کی شکل میں ہی ایک درخت پر جا کر لیٹ گیا اور آرام کرنے لگا۔

صبح ہوئی تو وہ درخت سے نیچے اتر آیا۔ اس نے سامنے دیکھا۔

مکان کا دروازہ ابھی تک بند تھا۔ پھر دروازہ کھلا اور عینک پوش ڈاکٹر سیاہ کوٹ پہنے ہاتھ میں بریف کیس لیے باہر نکلا اور ایک طرف روانہ ہو گیا۔

ناگ انسان کی شکل میں آ گیا۔ اس نے ڈاکٹر کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusala.com

وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ڈاکٹر کہاں جاتا ہے۔ڈاکٹر نے ایک جگہ سے بس پکڑی۔ناگ بھی بس میں سوار ہوگیا۔

رات اندھیرے میں ڈاکٹر نے ناگ کو اچھی طرح سے نہیں دیکھا تھا۔وہ اسے نہیں پہچان سکتا تھا۔شہر کی سڑکوں پر سے گزرتی بس ایک چوک میں جا کر رک گئی۔

ڈاکٹر نیچے اتر آیا۔ ناگ بھی اس کے ساتھ ہی اتر پڑا اور تعاقب کرنے لگا۔

ڈاکٹر شہر کے ایک ویران علاقے میں آگیا۔

یہاں جگہ جگہ بمباری سے گری ہوئی عمارتوں کا ملبہ پڑا ہوا تھا۔

ناگ ذرا فاصلے پر پیچھا کر رہا تھا۔ڈاکٹر ایک ٹوٹے پھوٹے

مکان کے تہہ خانے میں گیا۔

ناگ بھی اس کے ساتھ ہی نیچے چلا گیا۔اندر روشنی بہت کم تھی۔

ناگ کونے میں لگ کر کھڑا ہوگیا۔ڈاکٹر نے ذرا آگے جا کر آہستہ سے آواز دی۔

"باخ!باخ!"۔

کسی نے دروازہ کھول کر کہا۔

"ڈاکٹر! یہ تم ہو؟"۔

"ہاں۔میں ہوں۔نمبر بارہ"۔

"اندر آجاؤ"۔

ڈاکٹر تہہ خانے میں چلا گیا۔اس کے اندر جاتے ہی دروازہ

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

بند کر دیا گیا۔

ناگ کچھ دیر وہاں کھڑا رہا۔ پھر اس نے دروازے کے ساتھ کان لگا دیے۔ اندر سے باتیں کرنے کی بڑی ہلکی ہلکی آواز آ رہی تھی۔

ناگ کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اس نے گفتگو سننے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہا۔ ان دونوں کی گفتگو سننا بہت ضروری تھی۔

ناگ نے ایک باریک اور چھوٹے سے سانپ کی شکل اختیار کی اور کیواڑ کی درز میں سے دوسری جانب چلا گیا۔

اندر ڈاکٹر میز پر ہاتھ رکھے جھکا کھڑا تھا۔ دوسرا آدمی جس نے دروازہ کھولا تھا، اسے کاغذات نکال کر دے رہا تھا۔

"یہ خفیہ آبدوز کا نقشہ ہے۔ اس کی فلم بنا کر تم جتنی جلدی

ہو سکے برلن روانہ کر دو۔ باقی چرچل کو ہلاک کرنے کے منصوبے پر عمل آج ہی سے شروع کر دیا جائے گا"۔

ڈاکٹر نے کہا۔

"میرا خونی سگار کا تجربہ اگرچہ پورا نہیں ہوا، لیکن وہ ایک خطرناک سگار ہے۔ میں اس وقت۔۔ چھ سگار اپنے ساتھ لایا ہوں تم انہیں رکھ لو اور دوسرے ساتھیوں کو بھی دے دینا"۔

مورخ نے کہا۔

"کیا تم کسی انگریز کو پکڑ کر اس پر اس کا تجربہ نہیں کر سکے؟"۔

ڈاکٹر نے کہا۔

"ایسا کرنے کی کوشش ضرور کی تھی، لیکن ایک عجیب بات ہوگئی"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

"وہ کیا؟"۔

باخ نے پوچھا۔

"ہم نے جس آدمی کو رسیوں میں جکڑا تھا، وہ کوئی جادوگر تھا یا کوئی بھوت تھا۔ ایکدم سے سانپ بن کر غائب ہو گیا"۔

باخ ہنس پڑا۔

"ڈاکٹر! مجھے افسوس ہے کہ تم ایک سائنسدان ہو کر اس قسم کی دقیانوسی باتوں پر یقین رکھتے ہو"۔

ڈاکٹر نے کہا۔

"میں نے اس جادوگر کو اپنی آنکھوں کے سامنے غائب ہوتے اور پھر سانپ بنتے دیکھا ہے۔ میں کس طرح یقین کروں"۔

باخ بولا۔

"تم نے ضرور بھنگ پی رکھی ہو گی۔ اگر میں تمہارے پاس ہوتا تو وہ بھوت میرے ہاتھ سے ہرگز ہرگز بچ کر نہ جاتا"۔

ڈاکٹر نے کہا۔

"بہر حال جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اب میں واپس جاتا ہوں۔ تم جتنی جلدی ہو سکے، یہ سگار اپنے ساتھیوں کو پہنچا دو"۔ آبدوز کے نقشے کی فلم ابھی جا کر بنا ڈالو۔

"یہ کام میں رات کو کروں گا۔ تم ابھی اپنے ساتھیوں کے پاس جاؤ اور چڑیل کو ہلاک کرنے کے منصوبے پر عمل کرنا شروع کر دو"۔

"ٹھیک ہے"۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ڈاکٹر باہر نکل گیا۔

ناگ کو ابھی ڈاکٹر کا تعاقب کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

اس نے رات کو آبدوز کے نقشے کی فلم بنائی تھی۔ ناگ رات کو جا کر اس نقشے کو تباہ کر سکتا تھا۔ اس وقت ضرورت اس امر کی تھی کہ باخ کا پیچھا کر کے ان لوگوں کے دوسرے ساتھیوں کا سراغ لگایا جائے۔

باخ نے سگار ایک لفافے میں ڈال کر جیب میں رکھے اور کوٹ پہنا۔

سر پر گول ہیٹ رکھا اور تہہ خانے سے باہر آ گیا۔ ناگ بھی اس کے ساتھ ہی ساتھ باہر نکلا۔

باخ مکانوں کے ملبے سے ہوتا ہوا شہر کے وسطی علاقے میں آ

گیا۔

ناگ نے انسان کی شکل بدل رکھی تھی۔ وہ برابر باخ کا پیچھا کر رہا تھا۔ آخر وہ ایک تنگ سی گلی میں مڑ گیا۔

آگے جا کر ایک دکان میں داخل ہو گیا۔ اس دکان پر پرانی کتابیں فروخت ہوتی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد ناگ بھی اس دکان میں آ گیا۔ اندر کوئی نہیں تھا۔

ناگ نے دائیں بائیں غور سے دیکھا۔ دکاندار بھی جاسوس کا ساتھی تھا اور وہ باخ کے ساتھ دکان کے پچھلے کمرے میں گیا ہوا تھا۔

ناگ کتابوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ اتنے میں دکاندار

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

گیا۔

خندہ پیشانی سے بولا۔

"فرمایئے۔کون سی کتاب چاہیے آپ کو؟"۔

ناگ نے کہا۔

"دیکھ رہا ہوں ابھی تو"۔

پھر پلٹ کر بولا۔

"کیا ہٹلر کی سوانح عمری آپ کے پاس ہوگی؟"۔

دکاندار نے چونک کر ناگ کو دیکھا۔

جنگ کے زمانے میں لندن جیسے شہر میں یہ کون شخص تھا جو انگریزوں کے سب سے بڑے دشمن ہٹلر کی کتاب مانگ رہا تھا۔

اس نے تعجب سے کہا۔

"بھلا ایسی کتاب ہم اپنی دکان پر رکھ سکتے ہیں"۔

ناگ نے آہستہ سے کہا۔

کیا کہیں چھپا کر بھی نہیں رکھی۔ دراصل بات یہ ہے کہ میں انگریز نہیں ہوں۔ میری ماں جرمن تھی۔ مجھے انگریزوں سے سخت نفرت ہے، میں ہٹلر کا عاشق ہوں۔

میں نے دل کی بات کر دی ہے چاہے آپ کو بری لگے۔

دکاندار بھی جرمن جاسوس تھا اور انگریز بن کر وہاں دکانداری کر رہا تھا۔

اس نے پوچھا۔

"کیا آپ جرمن زبان جانتے ہیں؟"۔

ناگ دنیا کی ہر زبان بول اور سمجھ سکتا تھا، چنانچہ اس نے فرفر

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

جرمن زبان بولنی شروع کر دی۔

دکاندار بڑا امتاثر ہوا۔

"آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ میں بھی جرمن ہوں۔ آپ اندر آ جائیں"۔

ناگ بڑا خوش ہوا کہ جلدی بات بن گئی۔ دکاندار ناگ کو اندر ایک کمرے میں لے گیا۔

اچانک پیچھے سے کسی نے ناگ کی کھوپڑی پر کوئی بھاری چیز ماری۔

ناگ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ ایک صوفے پر پڑا تھا۔

اس کی مشکیں کس دی گئی تھیں اور دکاندار کے ساتھ باخ بھی

پستول لیے اس کے سرہانے بیٹھا تھا۔ ناگ نے آنکھیں کھولیں تو باخ نے پستول ناگ کے ماتھے پر لگا کر کہا۔

"کمینے جرمن بن کر ہماری جاسوسی کرنے آئے تھے بولو! تمہیں کس نے بھیجا ہے"۔

ناگ سمجھ گیا کہ ان لوگوں کو اس پر اعتبار نہیں آیا، اس میں سب سے ضروری بات یہ تھی کہ کسی طرح ان لوگوں کو یقین دلانا چاہیے تھا کہ وہ ان کا ہمدرد ہے۔ اس نے سر پر ہاتھ رکھ کر سہلاتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگوں نے میری کھوپڑی پلپلی کر دی۔ اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ میں آپ لوگوں کا کس قدر ہمدرد ہوں تو آپ میرے پاؤں پر گر پڑیں اور مجھ سے معافی مانگنا شروع کر دیں"۔

www.urdurasala.com
www.urdurasala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

باخ ہنسا۔

"ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہے کہ تم ایک جرمن ہو اور انگریز نہیں ہو"۔

بم مارو بم

"میں ثابت کر سکتا ہوں"۔

ناگ نے کہا۔

"تو پھر ثابت کرو نہیں تو مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ"۔

دکاندار نے دھمکی دی۔

ناگ نے کہا۔

"غور سے سنو! میں مشہور جرمن سائنسدان ڈاکٹر ہائمر کا

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

شاگرد ہوں۔ میں ایک خفیہ مشن پر یہاں آیا ہوں"۔

مجھے ڈاکٹر ہائمر نے بتایا تھا کہ یہ جگہ جرمن جاسوسوں کا اڈا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ ڈاکٹر آبراہم بھی ملا ہوا ہے۔ اور تم لوگوں نے اسے برطانوی آبدوز کا نقشہ فلم بنانے کے لیے دیا ہے۔

"کیا اور بھی ثبوت چاہیے تم لوگوں کو؟"۔

باخ تو ششدر ہو کر رہ گیا۔ دکاندار بھی حیران ہوا۔

انہیں یقین ہو گیا کہ یہ شخص واقعی ان کا آدمی ہے۔

باخ نے فوراً ناگ کی رسی کھول دی اور کہا۔

"ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ تم واقعی ہمارے آدمی ہو۔ تمہارا نام کیا ہے؟"۔

ناگ نے کہا۔

"میرا نام شوٹرز ہے اور میں چرچل کو ہلاک کرنے کے منصوبے میں تمہاری مدد کرنے آیا ہوں"۔

"تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی"۔

دکاندار نے ناگ سے ہاتھ ملایا۔

باخ بھی بڑا خوش ہوا۔

اب انہوں نے ناگ کو اعتماد میں لے لیا۔

ناگ نے پوچھا۔

"چرچل کو ہلاک کرنے کے بارے میں تم لوگوں نے کیا سوچا ہے؟"۔

باخ نے کہا۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

''کل شام وہ پارلیمنٹ سے خطاب کرنے آ رہا ہے، ہمارا پروگرام یہ ہے کہ جس وقت وہ واپس برکلے سٹریٹ سے گزرے تو اس کی کار پر بم مار دیا جائے''۔

''بڑا اچھا خیال ہے۔لیکن باقی لوگ کہاں پر ہیں؟'' ناگ نے پوچھا۔

دکاندار بولا۔

ہمارے تین آدمی برکلے سٹریٹ میں بم لے کر کھڑے ہوں گے۔

وہ تینوں یکے بعد دیگرے چرچل کی کار پر بم ماریں گے۔وہ کل شام ہمارے ہاتھ سے نہیں بچ سکے گا۔

یہ ساری سکیم طے ہوگئی۔ ناگ کو لے کر باغ اپنے تینوں

ساتھیوں کے پاس گیا۔ یہ بھی جرمن جاسوس تھے اور لندن کے ایک پرانے مکان میں مزدور بن کر رہ رہے تھے۔

رات ناگ نے ان لوگوں کے ساتھ بسر کرنی تھی۔لیکن اسے خیال آیا کہ ڈاکٹر آج رات برطانوی آبدوز کے نقشے کی فلم بنا کر جرمن ہیڈ کوارٹر روانہ کرنے والا ہے۔

ضروری تھا کہ نقشہ جا کر ضائع کر دیا جائے، چنانچہ وہ بہانہ بنا کر وہاں سے کھسک آیا۔

وہ سیدھا گراہم کے مکان کے باہر آ گیا۔ یہاں باغ میں آ کر اس نے سانپ کا روپ بدلا اور رینگتا ہوا مکان کے اندر آ گیا۔

عینک پوش ڈاکٹر گراہم کے ساتھ مل کر ایک کمرے میں آبدوز

کا نقشہ کھولے بیٹھا تھا۔ ایک طرف فوٹو گرافی کا سامان پڑا تھا۔

فلم تیار کی جا رہی تھی۔ یہی حملے کا وقت تھا۔

سانپ رینگتا ہوا کمرے کے کونے میں آ گیا۔ گراہم کہہ رہا تھا۔

"جتنی جلدی ہو سکے، اس کی فلم تیار کرو ڈاکٹر۔"

ایک گھنٹے کے بعد وہ لوگ فلم لینے آ رہے ہیں۔ ہماری آبدوز یہاں سے پچاس میل دور سمندر میں ہماری فلم کا انتظار کر رہی ہے۔

ڈاکٹر نے کہا۔

"اسی کام میں لگا ہوں بھائی۔ فکر نہ کرو۔ ایک گھنٹے سے پہلے پہلے فلم تیار ہو جائے گی۔"

سانپ رینگتا ہوا گراہم کے پاس آ گیا۔

گراہم میز پر جھکا نقشے کو غور سے تک رہا تھا۔ سانپ نے بڑے سکون کے ساتھ آگے بڑھ کر گراہم کی پنڈلی پر ڈس دیا۔

گراہم کو یوں محسوس ہوا جیسے اسے کسی چیونٹی نے کاٹ کھایا ہو۔

اس نے ہاتھ نیچے کر کے اپنی پنڈلی کو کھجلایا اور نقشہ دیکھنے لگا۔

لیکن سانپ کا زہر اپنا اثر کر چکا تھا۔ گراہم کا گلا خشک ہو گیا۔ اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور وہ دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔

ڈاکٹر نے گھبرا کر اسے دیکھا۔

"گراہم! کیا ہوا؟"

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

مگر گراہم مر چکا تھا۔ سانپ رینگتا ہوا اب ڈاکٹر کی طرف آ گیا۔

اچانک ڈاکٹر کی نظر سانپ پر پڑ گئی۔

"سانپ! وہی سانپ۔۔۔"

سانپ اپنا پھن پھیلا کر ڈاکٹر کے آگے آ گیا۔ ڈاکٹر کی سٹی گم ہو گئی۔

سارا جسم پسینے میں تر بتر ہو گیا۔ وہ کانپنے لگا۔

سانپ نے اپنی لال لال آنکھیں ڈاکٹر کی آنکھوں میں ڈال دیں۔

ڈاکٹر ایکدم سے باہر کی طرف بھاگا۔ مگر سانپ نے اسے مہلت نہ دی۔

اس نے لپک کر ڈاکٹر کی گردن پر ڈس دیا۔ ڈاکٹر ڈگمگایا۔ گرا اور دم توڑ گیا۔ اب ناگ پھر سے انسان کی شکل میں آ گیا۔

اس نے پہلا کام یہ کیا کہ برطانوی آبدوز کا نقشہ اٹھا کر آتشدان میں رکھا اور اسے آگ لگا دی۔

جب تک پورے کا پورا نقشہ جل نہیں گیا، ناگ اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔

پھر اس نے اس جلے ہوئے نقشے کی راکھ بھی مسل ڈالی۔

یہ کام بڑی خوش اسلوبی سے ہو گیا تھا۔ اب وہ وہاں سے بھاگا اور سیدھا باخ اور دوسرے جرمن جاسوسوں کے پاس آ گیا۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

کچھ دیر وہ دوسرے روز کی سکیم پر غور کرتے رہے۔ پھر سو گئے۔

دوسرے روز انہوں نے ایک بار پھر شام کو کھیلے جانے والے ڈرامے کے ہر پہلو پر غور کرنا شروع کر دیا۔

ہر شے بڑی آسان نظر آ رہی تھی۔ چرچل کی کار برکلے سٹریٹ میں ہی گذرا کرتی تھی۔

جب وہ کار گزرے گی اور بیکری کی دکان کے سامنے آئے گی تو یہ تینوں جاسوس اپنے سامنے کی دکان سے نکل کر اس پر باری باری بم ماریں گے اور چرچل کا کام تمام ہو جائے گا۔

اور برطانیہ جنگ ہار جائے گا۔

ناگو وہاں سے کسی بہانے سے کھسک آیا۔ وہاں سے نکل کر وہ

سیدھا برطانوی ہوائی فوج کے ہیڈ کوارٹر پہنچا۔

پہلے تو کسی نے اسے اندر نہ جانے دیا۔ جب اس نے کہا کہ وہ ونگ کمانڈر سے بڑی ضرورت بات کرنا چاہتا ہے تو اسے ونگ کمانڈر کے پاس لے جایا گیا۔

بڑی بڑی سنہری مونچھوں والا ونگ کمانڈر لمبی چوڑی میز کے پاس بیٹھا۔ سگار منہ میں دبائے کام کر رہا تھا۔

ناگ کو ایک سپاہی اندر کرسی پر بٹھا کر باہر چلا گیا۔ کمرے میں سگار کا دھواں پھیلا ہوا تھا۔

ناگ کا دم گھٹنے لگا۔ وہ ذرا کھانسا۔ ونگ کمانڈر اپنے کام میں مصروف رہا۔

کافی دیر بعد اس نے سر اٹھا کر ناگ کی طرف دیکھا۔ قائل

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

بند کر کے دراز میں رکھی اور سگار منہ سے نکال کر کہا۔

"ہاں! کیا کہنا چاہتے ہو تم؟"۔

ناگ نے کہا۔

"جناب! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج شام چرچل کی کار پر بم مارا جا رہا ہے۔ اس لیے چرچل کی کار برکلے سٹریٹ سے نہ گذاری جائے"۔

ونگ کمانڈر ناگ کے قریب آ کر اس پر جھک کر بولا۔

"تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟"۔

ناگ نے کہا۔

"میں کون ہوں۔ کہاں سے آیا ہوں؟ خدا کے لیے اس قسم کے سوالات کو کسی دوسرے وقت پر اٹھا رکھو۔"

اس وقت اپنے وزیر اعظم کی زندگی بچانے کی کوشش کرو۔ اور ابھی سیکورٹی گارڈ کو اطلاع کرو کہ مسٹر چرچل کی کار برکلے سٹریٹ سے ہرگز نہ گذاریں۔

کمانڈر ناگ کی طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی پاگل ہو۔

اس نے آہستہ سے ہوں کہا اور ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر گھمائے۔

پھر بولا۔

میں ونگ کمانڈر بول رہا ہوں۔ ہمارے پاس کہیں سے ایک پاگل آ گیا ہے۔

اسے آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ ذرا اس کی مہمان نوازی کریں۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ بھونچکا رہ گیا کہ یہ کیا احمق ونگ کمانڈر ہے جو اس کی باتوں کو پاگل آدمی کی باتیں سمجھ رہا ہے۔ اتنے میں کچھ سپاہی رائفلیں لیے اندر آ گئے اور انہوں نے ناگ کو پکڑ لیا۔

وہ اسے فوجی گاڑی میں بٹھا کر ایئر فورس کی حوالات میں لے گئے اور وہاں جا کر بند کر دیا۔ ناگ اگر چاہتا تو وہاں سے ایک منٹ میں رہا ہو سکتا تھا۔ لیکن اس نے سوچا کہ ان لوگوں کو سبق سکھانا چاہیے۔ شام کو جب چرچل کی کار پر بم گریں گے تو خود بخود انہیں اپنی حماقت کا احساس ہو جائے گا۔

چنانچہ ناگ نے فیصلہ کیا کہ وہ آج رات حوالات میں ہی گذارے گا۔

شام ہو گئی۔

چرچل پارلیمنٹ میں خطاب کرنے کے بعد واپس گھر جانے کے لیے گاڑی میں چل پڑا۔ ادھر جرمن جاسوس بھی بم لیے برکلے سٹریٹ میں چھپے اپنے شکار کا انتظار کر رہے تھے۔

آخر انہیں دور سے چرچل کی کار آتی نظر آئی۔ تینوں ہوشیار ہو گئے۔ ان کی بدقسمتی اور وزیر اعظم کی خوش قسمتی تھی کہ مقررہ جگہ پر پہنچنے سے پہلے ہی کار خراب ہو گئی۔

ڈرائیور جلدی سے باہر نکلا اور کار کا انجن ٹھیک کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد انجن پھر سے چالو ہو گیا۔ ڈرائیور نے اس خیال سے کہ وزیر اعظم کو دیر نہ ہو جائے کار کی رفتار تیز کر دی۔

کار کا تیز ہونا چرچل کے لیے خوش قسمتی کی وجہ بن گیا۔

جرمن جاسوس نے سارا حساب کار کی رفتار کے مطابق لگا رکھا

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

تھا۔

اب جو کار تیزی سے ان کے سامنے سے گزری تو وہ گھبرا گئے۔

پھر بھی انہوں نے بم نکال کر کار پر پھینکا دیئے۔ لیکن کار آگے گذر چکی تھی۔ ایک کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا بم دھماکے کے ساتھ پھٹا۔

بازار میں بھگدڑ مچ گئی۔ کئی لوگ زخمی ہو کر گر پڑے۔

سپاہیوں نے سارے علاقے کی ناکہ بندی کر دی۔ جرمن جاسوس دکانوں کے عقب سے نکل کر بھاگے اور روپوش ہو گئے۔

ونگ کمانڈر کو جب پتہ چلا کہ وزیر اعظم کی گاڑی پر سچ مچ بم پھینکے گئے ہیں تو وہ بھونچکا ہو کر رہ گیا۔ تو کیا وہ پاگل ٹھیک کہتا تھا۔

وہ اسی وقت حوالات میں گیا اور ناگ کو اپنے ساتھ دفتر میں لے آیا۔

اس نے ناگ کے آگے چائے کی پیالی رکھی اور کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہاری بات نہ مانی۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ ہمارے وزیر اعظم کی جان بچ گئی۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہ جرمن جاسوس کس جگہ رہتے ہیں؟"۔

ناگ نے کہا۔

جی تو نہیں چاہتا کہ آپ کو کچھ بھی بتاؤں۔ لیکن مجھے آپ لوگوں سے نہیں بلکہ آپ کے عوام سے ہمدردی ہے۔

کیونکہ جرمنوں نے بڑی بے رحمی سے یہاں کے لوگوں پر بم باری کی ہے۔

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

اس لیے میں آپ کو سارے جرمن جاسوس گرفتار کروا دوں گا۔

ناگ نے گراہم کی دکان کا پتہ بتا دیا۔ ڈاکٹر کے مکان کا پتہ بھی دے دیا۔

پولیس نے دونوں جگہوں پر چھاپہ مارا اور انہیں گرفتار کر لیا۔ باخ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ پولیس سارے شہر میں پھیل گئی۔ شام کو ونگ کمانڈر نے ناگ کو اپنے گھر چائے پر بلایا اور کہا۔

”بھائی! ایک خطرناک جرمن جاسوس بھاگ گیا ہے کیا تم اسے گرفتار کروانے میں ہماری مدد نہیں کرو گے؟“۔

ناگ نے کہا۔

”میں باخ کو کہاں تلاش کر سکتا ہوں۔ ہاں اگر آپ مجھے بتا دیں کہ وہ سمندر کے نیچے کہیں چھپا ہے تو میں اسے وہاں سے بھی نکال لاؤں گا۔ بہر حال میں کوشش کروں گا“۔

ناگ نے وعدہ کیا کہ وہ باخ کی تلاش جاری رکھے گا۔ جہاں کہیں اس کا سراغ ملا، وہ ونگ کمانڈر کو اطلاع کر دے گا۔

ناگ شہر میں ادھر ادھر گھومنے لگا۔ آج اسے عنبر اور ماریا کی بہت یاد آ رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ سوئٹزرلینڈ چل کر عنبر اور ماریا کو تلاش کیا جائے۔

کیونکہ اسے آخری اطلاع یہی ملی تھی کہ عنبر اور ماریا سوئٹزرلینڈ جا سکتا تھا اگر چہ راستے خطرناک تھے۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

اور جرمن حملوں کا زبردست خطرہ تھا۔ پھر بھی ناگ نے سوئٹزر لینڈ جانے کا فیصلہ کر لیا۔

اب ایسا ہوا کہ جرمن جاسوس باخ کو جب معلوم ہوا کہ ناگ نے مخبری کر دی تھی جس کی وجہ سے اس کے دو ساتھیوں کو آسٹر اور گراہم کو گولی سے اڑا دیا گیا تو وہ ناگ کا دشمن ہو گیا۔

اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ناگ کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

ناگ کو معلوم ہوا کہ ایک مسافر جہاز ہفتے کی شام کو سوئٹزر لینڈ جاتا ہے۔

ناگ فضائی کمپنی کے دفتر میں پہنچ گیا۔ اس نے ٹکٹ خرید لیا۔

ہفتے کی شام کو وہ ہوائی اڈے جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک دروازہ کھلا اور باخ اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ پستول تانے اس

کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

"مسٹر ناگ! تم نے ہمارے دو ساتھیوں کو ہلاک کروا دیا۔ اب تم ہم سے بچ کر نہیں جا سکتے"۔

اس سے پہلے کہ ناگ اپنے بچاؤ کے لیے کچھ کرتا، جاسوسوں نے اسے قابو میں کر لیا اور اس کی گردن میں رسی ڈال کر اسے کس کر جکڑ دیا۔

ساتھ ہی ایک جاسوس نے اس کی کھوپڑی پر زور سے کوئی بھاری چیز ماری۔

ناگ چکرا گیا اور بے ہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں بند تھا۔ مصیبت یہ تھی کہ اس کوٹھڑی میں کوئی روشندان بھی نہیں تھا۔

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ پریشان ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

اتنے میں اسے آواز آئی۔

مسٹر ناگ! مجھے معلوم ہے کہ تم ایک جادوگر ہو اور چڑیا بن کر اڑ سکتے ہو۔

لیکن ہم نے تمہیں ایک ایسی کوٹھڑی میں بند کر دیا ہے جہاں سے تم کبھی باہر نہیں نکل سکتے۔

یہاں تم بھوک پیاس سے مر جاؤ گے۔ بس یہی تمہاری سزا ہے۔

آواز بند ہو گئی۔

یہ آواز دیوار سے لگے کسی سپیکر سے آ رہی تھی۔

ناگ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

ان لوگوں پر اس کی جادوگری کا راز کھل گیا تھا۔

یہ بڑی بری بات تھی۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ ناگ نے وہاں سے فرار ہونے کے دوسرے طریقوں پر غور کرنا شروع کر دیا۔

اس کوٹھڑی میں چھت کے ساتھ مدھم سا بلب جل رہا تھا۔

اسے کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وقت کیا ہے۔ شام ہے۔ صبح ہے یا رات ہے۔

جانے کتنا وقت گزر گیا تھا۔ اسے بھوک لگ رہی تھی۔ پیاس بھی محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن یہ جرمن جاسوس تو اسے بھوکا پیاسا مارنا چاہتے تھے۔

وہاں اسے کھانا اور پانی کون دیتا ہے بھلا۔ ناگ بے بس ہو کر خاموش رہ گیا۔

www.urdusala.com
www.urdusala.com
Pdf By princeofthump@urdufanz.com

زندگی میں اس نے اتنا بے بس اور مجبور اپنے آپ کو کبھی نہیں پایا تھا۔

وقت گزرتا جا رہا تھا۔ اس کی بھوک اور پیاس کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔

ناگ اب پریشان ہو گیا۔ وہ جلدی سے جلدی وہاں سے نکل کر بھاگنا چاہتا تھا۔

یہ لوگ اس کی ہلاکت کا باعث بن سکتے تھے۔ کیونکہ ان پر ناگ کی خفیہ طاقت کا راز کھل گیا تھا۔ لیکن وہ اس بند کوٹھڑی میں کیا کر سکتا تھا۔

کوٹھڑی میں صرف ایک چھوٹا سا دروازہ تھا جو لوہے کا تھا اور جس میں کوئی درز بھی نہیں تھی۔

ناگ نے وہاں سے نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ اٹھ کھڑا ہو گیا۔

اس نے آنکھیں بند کر کے زور سے سانس لیا اور دوسرے لمحے وہ ایک بہت بڑا ہاتھی بن چکا تھا۔

جرمن جاسوسوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ چڑیا کے علاوہ ہاتھی بھی بن سکتا ہے۔

ایک لمحہ کے لیے ہاتھی کوٹھڑی کے فرش پر کھڑا جھولتا رہا۔

پھر اس نے پیچھے ہٹ کر پوری طاقت سے دروازے کو ٹکر ماری۔

ایک خوفناک دھماکا ہوا اور لوہے کا دروازہ ٹوٹ کر دوسری جانب جا گرا۔

جرمن جاسوس اوپر بیٹھے تھے۔ انہوں نے تڑاکے کی آواز سنی

www.urdurasala.com
Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

توپستول لے کر نیچے بھاگے۔

کیا دیکھتے ہیں، دروازہ ٹوٹا پڑا ہے اور ناگ غائب ہے۔ وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ وہ سارے مکان میں ناگ کو تلاش کرنے لگے۔

ان کا خیال تھا کہ وہ صرف چڑیا بن سکتا ہے۔

ناگ گھر میں کہیں نہیں تھا۔

وہ ان کی خواب گاہ کی الماری کے اوپر سانپ کی شکل میں کنڈلی مارے بیٹھا ان کی موت کے لمحے کا انتظار کر رہا تھا۔

اس دلچسپ ناول کا اگلا حصہ قسط نمبر 69 میں پڑھئے

Pdf By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusalar.com

برف کا طوفان
اے حمید
www.urdurasala.com

UrduRasala.com کا پیغام

اس ناول کے جملہ حقوق بحق مصنف اور پبلشرز محفوظ ہیں۔ ہم اسے صرف اردو زبان کی ترویج کے لیے Online کر رہے ہیں تاکہ دنیا جان سکے کہ اردو زبان میں کتنا عظیم کام ہوا ہے۔ ہمارا مقصد اس ویب سائٹ کے ذریعے اردو کے گم شدہ خزانے کو ان لوگوں تک پہنچانا ہے جو کسی وجہ سے اس سے محروم رہ گئے۔ خاص طور پر ان بیرون ملک پاکستانیوں کو جو باوجود پوری کوشش کے ان ناولوں کو حاصل نہیں کر سکتے۔

اگر آپ کو یہ کتاب پسند آئی ہے اور آپ استطاعت رکھتے ہیں تو مہربانی فرما کر اس کو خرید کر پڑھے تاکہ مصنف اور پبلشرز کو مالی فائدہ پہنچ سکے۔

فہرست

سرخ جادو
برفانی ریچھ
بھیانک درندہ
برف کا طوفان
گوریلے آ گئے
اڑنے والا سانپ

www.urdurasala.com

سرخ جادوگر

عنبر اور ناگ ابھی راستے میں ہی ہیں۔

اب ذرا ہم چل کر ماریا کی بھی خبر لیتے ہیں کہ وہ سوئٹزر لینڈ کے اس گاؤں میں کس عالم میں ہے جہاں اسے ناگ چھوڑ کر عنبر کی تلاش میں گیا تھا۔

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس گاؤں کے لوگ ناگ کے دشمن تھے۔ ان کا ایک آدمی ناگ کی وجہ سے مر گیا تھا۔

ان کے دل میں یہ خیال گھر کر گیا تھا کہ ناگ کوئی جادوگر ہے اور اس کے کالے جادو کی وجہ سے ان کے گاؤں کا ایک آدمی مر گیا ہے اور نہ جانے ابھی اس گاؤں پر کیا کیا مصیبتیں آنے والی ہیں۔

ناگ جب ماریا کو گھر پر اکیلی چھوڑ کر عنبر کی تلاش کو نکلا تو وہ ماریا کو خاص طور پر تاکید کر گیا تھا کہ وہ گھر سے باہر مت نکلا کرے اور بڑی احتیاط سے رہے۔

چنانچہ ماریا دن کا زیادہ وقت گھر کے اندر ہی گزارتی۔

گاؤں کے لوگ ماریا کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ پھر بھی ان کو یقین ہو گیا تھا کہ اس گھر میں کوئی چڑیل ضرور رہتی ہے جو ان کے گاؤں والے کی موت کی ذمہ دار ہے اور جو باری باری اس گاؤں کے سارے لوگوں کو مار ڈالے گی۔

ماریا صرف دن میں ایک بار گھر سے نکل کر باغ میں جاتی ۔ کچھ پھل وغیرہ توڑ لاتی ۔

پھر بازار کی کسی دکان سے سبزی اور ڈبل روٹی اٹھا لائی اور گھر میں بیٹھ کر کھا پی کر آرام کرتی اس کا دھیان بھی عنبر کی طرف لگا تھا۔

جسے لینے ناگ گیا ہوا تھا۔ اسے یقین تھا کہ عنبر اسے ایک نہ ایک دن ضرور مل جائے گا۔

ناگ کے جانے کے بعد لوگوں نے جب دیکھا کہ مکان خالی ہو گیا ہے تو ایک رات دو آدمی مکان کو آگ لگانے کے لیے آئے۔

وہ جھاڑیوں کے پیچھے چھپ چھپ کر چلے آ رہے تھے۔ اس

وقت خواب گاہ کے بستر پر آرام کر رہی تھی۔

ایک آدمی نے دیکھا کہ مکان کا دروازہ باہر سے کھلا ہے۔

''ارے! یہ دروازہ باہر کس نے کھول دیا ہے؟''۔

دوسرا کہنے لگا۔

''میرا خیال ہے اندر کوئی ضرور ہے''۔

''کون ہو سکتا ہے؟ وہ شخص تو باہر گیا ہوا ہے''۔

''پھر اندر سے دروازہ کس نے بند کر رکھا ہے؟''۔

''ابھی معلوم ہو جائے گا۔ آگ لگا دو''۔

پہلے آدمی نے دروازے کو ذرا سا اندر کو دھکیلا۔ دروازہ بند تھا۔

وہ بڑے حیران ہوا۔ پہلا بولا۔

"یہاں ضرور چڑیل رہتی ہے۔ میرا خیال ہے ہمیں آگ لگا کر بھاگ جانا چاہیے"۔

"ٹھیک ہے"۔

انہوں نے جیب سے ماچس نکال کر تیل سے بھیگا ہوا کپڑا جلایا اور اسے کھڑکی پر پھینک دیا۔

لکڑی کی کھڑکی تھی اور پٹرول وغیرہ میں بھیگا ہوا کپڑا تھا۔ کمرے میں ایک دم سے آگ بھڑک اٹھی۔ دونوں آدمی واپس بھاگے۔

بھاگتے ہوئے ان کے پیر پتھروں سے ٹکرائے اور وہ دھڑام سے فرش پر گرے۔

شور کی آواز سے ماریا کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے جو کمرے

میں آگ دیکھی تو لپک کر پانی کی بالٹی اٹھا کر آگ پر ڈال دی آگ بجھ گئی۔

دوسرے دن گاؤں والوں نے دیکھا کہ مکان ویسے کا ویسا کھڑا ہے۔ وہ بڑے پریشان ہوئے۔ ہر طرف یہی بات مشہور ہو گئی کہ اس مکان میں ایک چڑیل رہتی ہے جو عنقریب سارے گاؤں کو کھا جائے گی۔

ناگ کو گئے ہوئے تیسرا دن تھا کہ گاؤں والے ایک جگہ مشورہ کرنے اکٹھے ہوئے۔

اتفاق سے ان کے گاؤں میں ایک خانہ بدوش آیا ہوا تھا جو کالا علم جانتا تھا اور سرخ جادوگر کے نام سے مشہور تھا۔

گاؤں کے چند لوگ اس جادوگر کے پاس گئے۔ اسے جا کر

بتایا کہ گاؤں کے ایک گھر میں چڑیل رہتی ہے جوان کو نکالنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

سرخ بالوں والے جادوگر کی ناک طوطے کی طرح تھی لمبے بال کالی ٹوپی سے جھاڑیوں کی طرح باہر نکلے ہوئے تھے۔

اس نے ساری کہانی سن کر کہا۔

''چڑیل کا باپ بھی ہوا تو میں اسے بھگا دوں گا۔ تم مجھے مکان دکھا دو اور چلے جاؤ۔ باقی میں جانوں اور میرا کام''۔

گاؤں والوں نے جادوگر کو ماریا کا مکان دکھا دیا۔

''جناب! مکان خالی ہے مگر چڑیل نے اندر سے کنڈی لگا رکھی ہے''۔

جادوگر نے قہقہہ مار کر کہا۔

میں وہ جادو کروں گا کہ چڑیل کی بچی ہاتھ جوڑ کر میرے آگے کھڑی ہو جائے گی۔

میں آدھی رات کو اپنا کالا علم شروع کروں گا۔ تم لوگوں میں سے ادھر کوئی نہ آئے۔ کیونکہ اگر چڑیل نے حملہ کر دیا تو میں بچ جاؤں گا۔

لیکن تم میں سے کوئی نہ کوئی ضرور مر جائے گا۔

لوگ واپس چلے گئے۔ سرخ جادو شہر سے باہر گرجے کے پاس ایک جھونپڑی میں اترا ہوا تھا۔ اس نے آدھی رات کو چڑیل کے مکان پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

اس رات کو آسمان پر بادل چھا گئے اور ہلکی ہلکی بجلی بھی چمکنے لگی۔

www.urdurasala.com

جادوگر نے منتر پڑھنے شروع کر دیے۔ کڑاہی میں کوئی تیل ڈال کر وہ اس میں لکڑی کی ڈوئی پھیرتا جاتا تھا اور منتر پڑھتا جاتا تھا۔

یہ جادو اس نے افریقہ میں بارہ سال رہ کر سیکھا تھا۔

جب جادو کا تیل تیار ہو گیا تو اس نے تیل کو ایک انسانی کھوپڑی میں بھر دیا۔ پھر اس میں سے تیل نکال کر اپنے سارے جسم پر ملا۔

پھر کپڑے پہنے۔ جادو کا ڈنڈا ہاتھ میں رکھا اور نکلنے سے پہلے جادو کے تیل کی ایک سلائی اپنی آنکھوں میں بھی ڈال لی۔

اس تیل کی تاثیر ایسی تھی کہ اس سے غیبی چڑیلیں اور جن بھوت نظر آ جاتے تھے۔ جادوگر نے کالی ٹوپی سر پر ڈالی اور

جھونپڑے سے باہر نکل آیا۔

وہ سیدھا چڑیل یعنی ماریا کے مکان کی طرف چل پڑا۔

ماریا اس وقت اندر سے دروازے بند کیے پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی۔

اسے نیند آ رہی تھی۔ وہ عنبر اور ناگ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ جادوگر مکان کے دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔

اس نے دروازے کی درز میں سے جھانک کر اندر دیکھا۔ اندھیرے میں کمرہ خالی تھا۔ اس نے منہ ہی منہ میں کچھ جادو کے منتر پڑھے اور دروازے پر دستک دی۔

دستک کی آواز سن کر ماریا سمجھ گئی کہ عنبر اور ناگ آئے ہیں۔ کیونکہ سوائے ناگ کے دروازے پر اور کوئی بھی دستک نہیں دے

سکتا تھا۔

وہ جلدی سے بستر پر سے اٹھی اور دروازے کے قریب آ کر بولی۔

"ناگ! تم ہو کیا؟"۔

جادوگر نے دروازے کی درز میں سے دیکھا کہ ایک نوجوان خوبصورت بالوں والی لڑکی دروازے کی دوسری طرف کھڑی ہے۔

وہ سمجھ گیا کہ یہی چڑیل ہے۔ اگر جادوگر کی آنکھوں میں جادو کے تیل کی سلائی نہ ہوتی تو ماریا اسے بھی نظر نہیں آ سکتی تھی۔

چنانچہ جادوگر نے آنکھوں پر کپڑا رکھ کر جب دیکھا تو غائب نہیں تھی۔

جادوگر نے کہا۔

"ہاں! میں ناگ ہوں۔ دروازہ کھولو"۔

آواز ناگ کی نہیں تھی۔ ماریا پیچھے ہٹ گئی۔

"کون ہو تم؟"۔

جادوگر نے قہقہہ مار کر کہا۔

میں اس ملک کا سب سے بڑا جادوگر ہوں۔ میں نے تمہیں دیکھ لیا ہے۔ اب تم مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتیں۔

میں نے آج تک کسی چڑیل کو زندہ نہیں چھوڑا۔ میں تمہیں بھی ہلاک کر کے ہی دم لوں گا۔

ماریا گھبرا گئی۔

سچ مچ اس جادوگر نے اسے دیکھ لیا ہے؟

اس نے سوچا۔ وہ بھاگ کر واپس خواب گاہ میں آ گئی اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ جادوگر نے زور سے کندھا مار کر دروازے کی کنڈی توڑی اور مکان میں گھس گیا۔

اس نے اندر جاتے ہی جادو کے ڈنڈے کو ہوا میں اچھال دیا۔

جادوئی ڈنڈا اڑتا ہوا خواب گاہ کے دروازے پر آیا اور اسے ٹکر ماری۔

اس کی ٹکر سے دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ اندر ماریا ایک طرف کھڑی تھی۔

جادوگر قہقہہ مار کر ہنسا۔

''اب تمہیں کوئی طاقت مجھ سے نہیں بچا سکتی۔ تم میرے قابو

میں ہو۔ میں تمہیں مار کر تمہاری کھوپڑی کا تعویذ بناؤں گا۔ بڑی مدت بعد ایک خوبصورت چڑیل دیکھنے کو ملی ہے''۔

ماریا نے سوچا کہ یہ جادوگر جھوٹ بول رہا ہے۔ اس نے مجھے نہیں دیکھا ویسے ہی دھوکا بازی کر کے مجھ پر رعب جما رہا ہے۔

چنانچہ وہ ہٹ کر الماری کے پیچھے چلی گئی۔ جادوگر بھی الماری کے پیچھے آ گیا اور بولا۔

تم چاہے جہاں بھی چلی جاؤ۔ میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ میں نے تمہیں دیکھ لیا ہے۔

تمہارے سنہری بال لمبے ہیں۔ تم نے نیلے رنگ کی قمیض پہن رکھی ہے۔ تمہاری آنکھوں کا رنگ سبز ہے اور تمہارے ماتھے پر زخم کا چھوٹا سا نشان ہے اب بتاؤ۔

کیا تمہیں میرے جادو پر یقین آیا کہ نہیں؟۔

ماریا کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ اس بدبخت نے تو واقعی اسے دیکھ لیا تھا اور اب یہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

ماریا نے کہا۔

''جادوگر! میں التجا کرتی ہوں کہ مجھے مارو نہیں۔ کیونکہ میرا بھائی آرہا ہے۔ مجھے زندہ رہنے دو۔ میں کسی کو تنگ نہیں کروں گی''۔

جادوگر ہنس کر بولا۔

''میں تمہیں ماروں گا نہیں۔ لیکن قید کر کے اپنے پاس رکھوں گا اور تم سے بہت سے کام لوں گا''۔

ماریا بولی۔

''کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتے جادوگر بھائی؟ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں''۔

ماریا جادوگر کی خوشامد اس لیے کر رہی تھی کہ وہ اسے باتوں میں لگا کر خود وہاں سے فرار ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ماریا نے جب دیکھا کہ جادوگر اس کی باتوں میں لگ گیا ہے تو اس نے آہستہ آہستہ کھڑکی کی طرف لپکنا شروع کر دیا۔

یہ کھڑکی مکان کی پچھلی طرف کھلتی تھی جہاں کھیت شروع ہو جاتے تھے۔ کھڑکی کے قریب جا کر ماریا نے اچانک باہر کو چھلانگ لگا دی۔

وہ گھاس پر گری۔ گرتے ہی اس نے کھیتوں میں دوڑنا شروع کر دیا۔ آسمان پر بجلی زور سے چمکی اور بوندا باندی شروع ہو گئی۔

اسے دور سے جادوگر کے قہقہے کی آواز سنائی دی۔

"اے چڑیل! تو مجھ سے بھاگ کر کہیں بھی نہیں جا سکتی۔ میرا جادوئی ڈنڈا تجھے تلاش کر لے گا"۔

اس کے ساتھ ہی جادوگر نے اپنے جادو کے ڈنڈے پر کچھ منتر پڑھا اور اسے کھڑکی سے باہر اچھال دیا۔

جادو کا ڈنڈا ہوا میں اڑنے لگا۔ ماریا کھیتوں میں بھاگتی چلی جا رہی تھی۔

اچانک اس نے دیکھا کہ جادو کا ڈنڈا اس کے سر پر آ گیا ہے۔ وہ ایک جھاڑی میں چھپ گئی۔ بجلی چمکی تو جادو کا ڈنڈا اوپر سے اچھل کر نیچے آیا اور سیدھا ماریا کے سر پر لگا۔

ماریا جادو کے ڈنڈے کی چوٹ سے بے ہوش ہو گئی۔

جادوگر کے پاس جادو کا ڈنڈا واپس آ گیا تو اس نے کھیتوں میں چڑیل کی تلاش شروع کر دی۔ بادل گرجنے لگا۔

مینہ کی بوندیں ماریا کے چہرے پر پڑیں تو اسے ہوش آ گیا۔

ہوش آتے ہی اس نے جو اپنے آپ کو دیکھا تو اس کی چیخ نکل گئی اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ماریا عورت سے ایک بکری میں تبدیل ہو چکی تھی جادوگر نے اپنے جادو کے زور سے اسے بکری بنا دیا تھا۔

اس نے اٹھ کر دوڑنے کی کوشش کی مگر گر پڑی۔ اتنے میں سرخ جادوگر بھی اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔

اس نے چڑیل کو بکری کی شکل میں دیکھا تو زور سے ہنسا۔

اب تو ساری زندگی میری غلام رہے گی۔ میں جس وقت

چاہوں گا۔ تجھے چڑیل بنا کر تجھ سے کام کراؤں گا۔

اس نے ماریا کے گلے میں رسی باندھی اور اپنے ساتھ لے کر جھونپڑی میں آ گیا۔

دوسرے دن صبح کے وقت لوگ اس جادوگر کی جھونپڑی کے باہر آ کر جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ کیا اس نے چڑیل کو ہلاک کر دیا ہے۔

جادوگر نے کہا۔

”جاؤ۔ آرام سے جا کر زندگی بسر کرو۔ میں نے چڑیل کو ختم کر دیا ہے۔ اب وہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی، جا کر دیکھ لو۔ مکان بالکل خالی ہے۔“

لوگوں نے خوشی سے نعرے لگائے اور جادوگر کا شکریہ ادا کیا۔

ایک دیہاتی نے جھونپڑی کے باہر بندھی ہوئی بکری کو دیکھ کر کہا۔

”یہ بکری ہمیں دے کر اس کی قیمت لے لو۔ ہم آج خوشی کے دن اسے پکا کر کھائیں گے“۔

ماریا کانپ گئی اور ممیانے لگی۔

جادوگر نے کہا۔

”بھاگ جاؤ یہاں سے۔ یہ بکری میں کسی کو نہیں دے سکتا۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے“۔

جب سارے دیہاتی خوشی خوشی واپس چلے گئے تو جادوگر نے ماریا بکری کی گردن پر ہاتھ پھیر کر کہا۔

”پیاری چڑیل! فکر نہ کرو۔ میں تمہیں قصائیوں کے حوالے

نہیں کروں گا۔ تم میرے ساتھ رہو گی۔ میں تو تم سے ابھی بہت کام لوں گا"۔

جادوگر اسی روز وہاں سے بکری کو ساتھ لے کر چلا گیا۔

گاؤں والوں نے جا کر تسلی کر لی تھی کہ ماریا کا مکان بالکل خالی پڑا ہے اور وہاں کوئی چڑیل نہیں ہے۔ اس مکان پر اس کے مالک نے قبضہ کر لیا اور وہاں اپنا سامان لا کر رہنے لگا۔

اس شخص کو آئے دو روز ہوئے تھے کہ ناگ اپنے بھائی عنبر کو لے کر وہاں آ گیا۔ اس نے دور سے مکان دکھا کر کہا۔

"وہ رہا مکان جہاں ماریا رہتی ہے"۔

عنبر بہت خوش ہوا۔

"خدا کا شکر ہے کہ اتنے عرصے کے بعد آج اپنی بہن ماریا کا

چہرہ دیکھوں گا"۔

مکان کے قریب جا کر ناگ نے محسوس کیا کہ وہاں کچھ تبدیلی آ چکی ہے۔

مثلاً مکان کے برآمدے میں دو آرام کرسیاں پڑی تھیں۔

دروازے پر پردہ گہرا تھا۔ کھڑکیاں بھی کھلی تھیں۔

اتنے میں مکان کے اندر سے ایک ادھیڑ عمر کا موٹی توند والا آدمی آ کر برآمدے میں آرام کرسی پر بیٹھ گیا اور اخبار پڑھنے لگا۔

عنبر نے تعجب سے پوچھا۔

"یہ شخص کون ہے؟"۔

ناگ ٹھٹھک کر رک گیا۔

''یہ شخص کون ہو سکتا ہے۔ ماریا کو تو میں اکیلی چھوڑ کر گیا تھا''۔

پھر وہ اس آدمی کے پاس آ گئے۔ ناگ نے سلام کر کے پوچھا۔

''بابا! اس مکان میں جو لوگ پہلے رہتے تھے وہ کہاں ہیں؟''۔

مالک مکان نے ترچھی آنکھوں سے ناگ اور عنبر کو دیکھا اور بولا۔

''برخوردار! یہاں تو پہلے ایک چڑیل رہتی تھی۔ بتاؤ تم اس چڑیل سے ملنے آئے ہو گیا؟''۔

''چڑیل؟''۔

ناگ نے حیرانی سے کہا۔

''جی ہاں جناب! چڑیل رہتی تھی''۔

عنبر نے ناگ کی طرف دیکھ کر آنکھوں سے اشارہ کیا کہ اس شخص سے معلوم کرنا چاہیے کہ وہ چڑیل اب کہاں ہے؟۔

کیونکہ وہ سمجھ گئے تھے کہ یہ لوگ ماریا کو ہی چڑیل سمجھ رہے تھے۔

ناگ نے کہا۔

''آپ کو کیسے پتہ چلا کہ وہ چڑیل تھی؟''۔

مالک مکان نفرت سے بولا۔

ارے بھئی! سارا گاؤں جانتا ہے کہ وہ چڑیل تھی۔ وہ کسی کو نظر نہیں آتی تھی۔ اس نے گاؤں کے ایک نوجوان کو ہلاک کر دیا

تھا۔

اب وہ سارے گاؤں کو کھا جانے کا سوچ رہی تھی کہ گاؤں والوں نے مل کر اسے نکال دیا۔

"نکال دیا؟"۔

ناگ کے منہ سے نکل گیا۔

مالک مکان نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تو کیا تم بھی اس چڑیل کے بھائی بند ہو؟"۔

عنبر بولا۔

"نہیں جناب یہ بات نہیں ہے۔ اصل میں بہت دن گزرے یہاں ایک عورت رہتی تھی جس کے پاس ہم نے اپنی ایک گھڑی گروی رکھ کر پیسے قرض لیے تھے۔ اب ہم اس لیے

آئے تھے کہ پیسے دے کر اپنی گھڑی واپس لے لیں"۔

مالک مکان نے منہ پھیر کر کہا۔

"وہ عورت تو خدا جانے کب کی مر کھپ گئی ہے۔ وہ میری کرایہ دار تھی"۔

ناگ نے باتوں ہی باتوں میں پوچھا۔

"اچھا تو یہ بتایئے کہ اس چڑیل کو مکان سے نکالا کس نے؟"۔

"اور کس طرح سے نکالا؟"۔

وہ شخص کہنے لگا۔

وہ تو ہمارے گاؤں والوں کی خوش قسمتی سے ایک سرخ جادوگر یہاں آ گیا۔ اس کے پاس جا کر ہم لوگ اپنا رونا روئے۔

بس اس جادوگر نے چڑیل کو غائب کر دیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ غائب کر دیا تھا، لیکن میرا خیال ہے کہ وہ اسے قابو کر کے اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ تاکہ اس سے کام لیا جا سکے۔

ناگ نے جلدی سے پوچھا۔

''وہ جادوگر کہاں رہتا ہے؟''۔

''وہ جی کبھی رہتا تھا۔ اب تو وہ چلا گیا ہے''۔

''کہاں؟''۔

مالک مکان نے غصے سے کہا۔

''بھائی جانے میری بلا وہ کہاں گیا ہے۔ مگر تم لوگ اتنے پریشان کیوں ہو۔ کیا وہ چڑیل تمہاری کوئی رشتے دار تھی؟''۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

''جی نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن''۔

ناگ نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں! میری وہ بہن تھی''۔

وہ آدمی اچھل پڑا اور کرسی پر سنبھل کر بیٹھ گیا۔

''کیا کیا؟ بہن؟ یعنی تم۔ تم بھی بھوت ہو؟''۔

ناگ نے بڑے اطمینان سے کہا۔

''جی ہاں!''۔

مالک مکان نے قہقہہ لگایا۔

''تم کوئی مسخرے معلوم ہوتے ہو۔ چلو بھاگ جاؤ یہاں سے۔ نہیں تو ابھی پولیس کے حوالے کیے دیتا ہوں''۔

ناگ نے پوچھا۔

"کیا تمہیں یقین نہیں آتا کہ میں بھوت ہوں؟"۔

"بکواس بند کرو اور بھاگ جاؤ یہاں سے" مالک مکان نے چیخ کر کہا۔

ناگ ذرا آگے آیا۔ اس نے مالک مکان کی آنکھوں ڈال کر دیکھا اور وہ کایا پلٹ کر سانپ بننے ہی والا تھا کہ عنبر اسے بازو سے پکڑ کر کھینچ کر پیچھے لے گیا۔

"پاگل ہو گئے ہو کیا۔ ان لوگوں کے آگے ہمیں اپنا راز نہیں کھولنا چاہیے۔ ابھی ہمیں ماریا کو تلاش کرنا ہے"۔

وہ ناگ کو لے کر وہاں سے آ گیا۔

اب انہوں نے گاؤں میں گھوم پھر کر معلوم کرنے کی کوشش کی کہ وہ جادوگر کہاں سے آیا تھا۔ اور کہاں چلا گیا۔

کافی لوگوں سے ملنے کے بعد بھی انہیں صرف اتنا ہی معلوم ہو سکا کہ جادوگر کا نام سرخ جادوگر تھا۔ وہ افریقہ میں بارہ برس رہ کر آیا تھا۔ اور اب وہ شمال کی طرف گیا۔

عنبر نے کہا۔

"جب تک اس جادوگر کا کھوج نہیں لگتا ہمیں ماریا کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہو سکے گا"۔

"پھر تمہارا کیا خیال ہے ناگ؟"۔

ناگ نے پوچھا۔

عنبر بولا۔

"میرا خیال تو یہی ہے کہ ہمیں چپکے سے شمال کی طرف سفر شروع کر دینا چاہیے۔ خدا نے چاہا تو ہم ایک نہ ایک دن اس

جادوگر کو ضرور پالیں گے"۔

"ٹھیک ہے۔ شمال کی طرف تو قطب شمالی کا علاقہ ہے جہاں برف ہی برف ہے۔ وہاں اس جادوگر کو کیسے تلاش کریں گے؟"۔

عنبر کہنے لگا۔

"کہیں نہ کہیں اسے تلاش کر ہی لیں گے۔ ماریا کو ہمیں واپس لینا ہے۔ ماریا کو اس نے ضرور قابو کر رکھا ہوگا"۔

ناگ نے کہا۔

"جنگ زوروں پر ہے شمال کی طرف بہت خطرہ ہوگا"۔

"خطروں سے کھیلتے ہمیں ساری زندگی گذر گئی ہے ہم کل صبح یہاں سے نکل چلیں گے"۔

رات انہوں نے گاؤں کے ایک ہوٹل میں بسر کی۔ صبح صبح وہ ریلوے سٹیشن پر آ گئے۔ سردی میں پلیٹ فارم پر بہت کم لوگ تھے۔

ناگ اور عنبر گاڑی میں سوار ہو گئے اور شمال کی طرف چل دیے۔

ایک دن ایک رات سفر کرنے کے بعد وہ ایک شہر میں پہنچ گئے۔ اب ان کے پاس پیسے بالکل ختم ہو گئے تھے۔

پیسوں کے بغیر وہ آگے سفر نہ کر سکتے تھے۔ یہاں سے آگے قطب شمالی کا علاقہ شروع ہوتا تھا۔ جس شہر میں وہ اترے اس شہر پر جرمن فوجوں نے قبضہ کر رکھا تھا۔

ہر طرف جرمن فوجی سنگینیں اور مشین گنیں لیے پھر رہے

تھے۔ سارے شہر پر خوف چھایا ہوا تھا۔ ذرا سے شک پر فوجی پکڑ پکڑ کر لے جاتے تھے۔

عنبر اور ناگ سٹیشن کے ویٹنگ روم میں ہی بیٹھے غور کر رہے تھے کہ وہ اخراجات کے لیے پیسے کہاں سے حاصل کریں۔

ناگ کہنے لگا۔

''اس علاقے میں سانپ نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں تمہیں تو میں زمین کے اندر دفن کیئے ہوئے کسی خزانے سے دولت حاصل کر لیتا''۔

عنبر نے کہا۔

''میں نے سٹیشن پر ایک سرکس کا اشتہار دیکھا ہے۔ کیوں نہ سرکس کے مالک سے جا کر ملیں کہ ہم سرکس میں کرتب دکھاتے

ہیں اور وہ ہمیں پیسے دیدے''۔

''یہ خیال بڑا اچھا ہے۔ ہم سے زیادہ اچھا کرتب بھلا اور کون دکھا سکتا ہے؟ چلو سرکس کے مالک کے پاس چلتے ہیں''۔

انہوں نے اشتہار پر لکھا ہوا سرکس کا ایڈریس پڑھا اور پوچھتے پوچھتے سرکس میں پہنچ گیا۔ ایک بہت بڑے پنڈال میں قناتیں لگی تھیں۔

پیچھے خیمے تھے اور پنجروں میں خونخوار جانور بند تھے۔ ذرا پرے تین ہاتھی جھول رہے تھے۔ عنبر نے سرکس کے مالک سے ملنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

مینیجر نے دونوں کو اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم لوگ تو مجھے کوئی اٹھائی گیرے معلوم ہوتے ہو۔ چلو

بھاگو تمہیں سرکس کے مینیجر سے کیا کام ہو سکتا ہے بھلا"۔

ناگ نے کہا۔

"آپ ایک بار ان سے ہمیں ملا دیں یقین کریں اس میں آپ کی سرکس کی بھلائی ہے"۔

مینیجر نے نفرت سے ناک سکیڑ کر کہا۔

واہ! واہ! کیا بات کی ہے۔ ارے تم ایسے اچکے ہم نے بہت دیکھے ہیں۔

چلو اپنا راستہ پکڑو۔ تم ہماری سرکس کے لیے بھلا کیا کر سکتے ہو۔

جاؤ۔ جاؤ۔ نو دو گیارہ ہو جاؤ یہاں سے۔ نہیں تو ابھی پولیس کے حوالے کرتا ہوں۔

عنبر کہنے لگا۔

"مینیجر صاحب! اگر آپ نے اس وقت ہمیں سرکس کے مالک سے ملوا دیا تو آپ کا یہ احسان میں ساری زندگی نہیں بھول سکوں گا"۔

سرکس کے مینیجر پر اس خوشامد کا اثر ہو گیا۔

بولا۔

"چلو تمہیں ملوائے دیتا ہوں۔ مگر یاد رکھنا سرکس کا مالک بڑا کرخت آدمی ہے۔ اگر وہ دو چار ہاتھ تمہاری گردن پر مار دے تو برا نہ ماننا"۔

"آپ فکر نہ کریں"۔

عنبر اور ناگ کو سرکس کے مالک کے سامنے پیش کر دیا گیا۔

www.urdurasala.com

یہ ایک بھینسا نما آدمی تھا۔ موٹا گول گپا سرخ و سفید۔ عنبر اور ناگ کو دیکھ کر غرایا۔

"کیوں آتے ہو تم؟ کون ہو تم؟ ارے ان چور اچکوں کو کہاں سے پکڑ کر لے آیا تو؟"۔

مینیجر نے بڑی نرمی سے کہا۔

"جناب! یہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس ایسے کرتب ہیں کہ اگر سرکس میں پیش کیے گئے تو لوگ دنگ رہ جائیں گے"۔

سرکس کا مالک ہنسا۔ "ارے یہ تو کوئی پاکھنڈی لگتے ہیں مجھے۔ چلو چلو بھگاؤ ان کو یہاں سے"۔

عنبر نے کہا۔ "جناب! ہمیں کرتب دکھانے کا موقع تو دیں"۔

برفانی ریچھ

سرکس کا مالک غرایا۔

"کون سا انوکھا کرتب ہے تمہارے پاس؟ کیا تار پر چل سکتے ہو؟ جھولے پر قلابازیاں لگا سکتے ہو"۔

ناگ نے کہا۔

"جناب! یہ تو بڑے معمولی کرتب ہیں"۔

سرکس کے مالک نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا۔

www.urdurasala.com

"تو کیا تم ہوا میں اڑ سکتے ہو؟"۔

"جی ہاں!"۔

ناگ کے اس جواب پر سرکس کا مینیجر اور مالک زور سے ہنس پڑا۔

اس نے چھڑی سے ناگ کے سینے پر ایک ٹھوکا لگا کر کہا۔

"بھاگو یہاں سے پاگل نوجوان! تمہارا اصل مقام پاگل خانہ ہے"۔

پھر اپنے مینیجر کی طرف دیکھ کر بولا۔

"بدبخت! تم کہاں سے ان الو کے پٹھوں کو میرا وقت ضائع کرنے کے لیے لے آئے ہو"۔

سرکس کے مینیجر نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"معافی چاہتا ہوں سر!"۔

اور پھر ناگ اور عنبر کو کھینچ کر بولا۔

"چلو! نکلو باہر!"۔

عنبر نے ناگ سے کہا۔

"ناگ! ان لوگوں کو یقین نہیں آیا۔ ذرا ان کو ہوا میں اڑ کر دکھا دو"۔

"بہت بہتر عنبر!"۔

اتنا کہہ کر ناگ نے آنکھیں بند کر لیں۔ ایک گہرا سانس لیا اور ایک دم سے بلبل بن کر پھرر کر کے اڑا اور سرکس کے مینیجر کے سر پر جا کر بیٹھ گیا۔

سرکس کا مینیجر تو گویا اپنی جگہ پر پتھر بن کر رہ گیا۔ ادھر سرکس

www.urdurasala.com

کے مالک کا بھی حیرت اور دہشت سے برا حال تھا۔

اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور وہ بت بنا سرکس کے مینیجر کے سر کو تک رہا تھا جہاں ناگ بلبل بن کر بیٹھا تھا۔

عنبر نے کہا۔

''سر! کیا اب بھی آپ کو یقین نہیں آیا؟''۔

سرکس کے مالک نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''میں۔۔۔میں۔۔۔میں دہشت زدہ ہوں''۔

عنبر ہنسا۔

''ناگ! اب واپس آجاؤ''۔

ناگ نے بلبل کے روپ میں کمرے کا ایک چکر لگایا اور پھر واپس اپنی جگہ پر آکر پھر سے انسان بن کر کھڑا ہو گیا۔

سرکس کا مالک اب آنکھیں جھپکتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا اور ناگ کے قریب آکر اسے سر سے پاؤں تک دیکھنے لگا۔

''تم۔۔۔تم نے تو کمال کر دیا نوجوان! یہ تو جادو ہے۔ ایسا جادو تو میں نے ساری زندگی نہیں دیکھا۔ میں تم۔ تم کو اپنے ہاں نوکر رکھتا ہوں۔ بولو۔ تم کیا لوگے؟ بس میں تمہیں ایک ہزار روپے دوں گا''۔

ناگ نے کہا۔

''ہمیں منظور ہے''۔

اسی روز سرکس کمپنی کی جانب سے شہر میں اعلان کر دیا گیا کہ کمپنی آج ایک ایسا انوکھا کھیل دکھا رہی ہے جو کسی نے آج تک نہ دیکھا ہو گا۔

www.urdurasala.com

ایک آدمی جانور بن کر ہوا میں اڑے گا۔ ٹکٹ سو روپے رکھا گیا۔ شام تک سارے ٹکٹ فروخت ہو گئے۔

سرکس لوگوں سے کھچا کھچ بھر گیا۔ ہر کوئی انوکھا تماشا دیکھنے کو بے تاب تھا۔

بعض کہہ رہے تھے۔

''واہ جی بھلا آج تک کبھی ایسا ہوا ہے کہ کوئی آدمی جانور بن کر ہوا میں اڑتا پھرتا نظر آئے۔ یہ سب فراڈ ہے''۔

سرکس کا تماشہ شروع ہو گیا۔ پہلے جانوروں کے کرتب دکھائے گئے۔

لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔

''آدمی کو ہوا میں اڑاؤ۔ نہیں تو ہم کرسیاں توڑ دیں گے''۔

برف کا طوفان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 69) 45

آخر مینیجر نے آ کر اعلان کیا۔

''حضرات! اگرچہ ابھی اڑنے کے کھیل کا وقت نہیں آیا۔ لیکن آپ لوگوں کے اصرار پر ہم اپنا شاندار کھیل دکھا رہے ہیں۔ خواتین و حضرات! ہوشیار ہو جائیے! ناگ ہوا میں اڑیں گے''۔

ناگ ریشمی کپڑے پہنے۔ بیچ میں آ کر کھڑا ہو گیا۔

اس نے جھک کر آداب بجا لائے۔ لوگوں نے تالیاں بجائیں۔ کچھ لوگوں نے مذاق اڑایا۔ ہوٹنگ شروع کر دی کہ بھلا یہ دبلا پتلا سا نوجوان کیسے ہوا میں اڑے گا۔

ناگ نے دونوں ہاتھ باندھ لیے۔ آنکھیں بند کیں۔ ایک گہرا سانس لیا اور پھر۔۔۔ پھر لوگوں نے دیکھا کہ نوجوان ناگ غائب ہو گیا۔

www.urdurasala.com

اس کی جگہ ایک بلبل پھر کر کے اڑی اور سرکس کے پنڈال میں چکر لگانے لگی۔ کبھی وہ لوگوں کے سروں پر آ کر اڑتی اور کبھی کسی کے کندھے پر آ کر بیٹھ جاتی اور پھر اڑنے لگتی۔

لوگ دم بخود ہو گئے تھے۔ سارے ہال پر سناٹا چھا گیا تھا۔ سچ مچ ان لوگوں نے ایسا تماشا پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

پھر لوگوں نے بے تحاشا تالیاں بجانا شروع کر دیں۔ ناگ بلبل بن کر اڑتے اڑتے پنڈال کے بیچ میں آ کر پھر سے انسان بن کر کھڑا ہو گیا اور سر جھکا کر سلام کیا۔

لوگ ابھی تک تالیاں بجا رہے تھے۔ ناگ اندر چلا گیا۔

لوگوں نے تالیاں پیٹ پیٹ کر پھر پھر سے اسے بلایا اور اس پر نوٹوں کی بارش کر دی۔ ناگ کے ساتھ اب سرکس کا مالک بھی

آیا۔ اس نے بھی لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔

"حضرات! کل یہ تماشا ایک بار پھر دکھایا جائے گا"۔

لوگ بڑے خوش ہوئے اور اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر دیر تک تالیاں بجاتے رہے۔ اپنے کمرے میں آ کر ناگ نے کہا۔

"ہم آج یہاں سے چلے جانا چاہتے ہیں۔ میں نے یہ کھیل صرف اس لیے دکھایا ہے کہ ہمیں پیسوں کی ضرورت تھی۔ ہم قطب شمالی کا سفر کرنا چاہتے ہیں جہاں ہماری ایک بہن کھو گئی ہے"۔

سرکس کے مالک نے بڑی خوشامد سے کہا۔

"صرف ایک دن اور ٹھہر جاؤ۔ میں تمہیں کل کے کھیل کے لیے بیس ہزار روپے دوں گا"۔

عنبر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ صرف تمہاری خاطر ہم ایک روز اور ٹھہر جاتے ہیں۔ لیکن پرسوں ہم چلے جائیں گے“۔

”بے شک بے شک“۔

سرکس کا مینیجر اور مالک بڑے خوش ہوئے۔

ناگ نے کہا۔

”تو پھر اعلان کرا دیں کہ کل میں ایک دوسرا تماشا دکھاؤں گا جسے دیکھ کر لوگ پہلے سے زیادہ حیران ہوں گے“۔

سرکس کی طرف سے کا اعلان کروا دیا گیا۔ دوسرے روز بھی سرکس لوگوں سے کھچا کھچ بھر گیا تھا۔ تالیوں کی گونج میں ناگ پنڈال کے نیچے آ کر کھڑا ہو گیا۔

اس نے کہا۔

”خواتین و حضرات! آج میں آپ کو سانپ بن کر دکھاؤں گا۔ آپ نے آج تک کسی انسان کو سانپ بنتے نہیں دیکھا ہوگا۔ لیجیے میں سانپ بن رہا ہوں“۔

اتنا کہہ کر ناگ نے دونوں ہاتھ باندھ لیے۔ آنکھیں بند کر کے ایک گہرا سانس لیا اور پھر لوگوں نے دیکھا کہ فرش پر ناگ کی جگہ ایک سیاہ رنگ کا بہت بڑا سانپ کنڈلی مارے پھن پھیلائے بیٹھا جھوم رہا تھا۔

لوگ حیرت زدہ ہو کر رہ گئے۔ سانس اوپر کا اوپر رہ گیا۔

سانپ جھوم رہا تھا۔ پھر اس نے فرش پر رینگنا اور رقص کرنا شروع کر دیا۔ کافی دیر رقص کرنے کے بعد سانپ اپنی جگہ پر آ

کرکنڈلی مار کر بیٹھ گیا اور واپس انسان یعنی ناگ کے روپ میں آ گیا۔

سانپ کو دوبارہ انسان بنتے دیکھ کر لوگوں نے خوشی سے نعرے لگانے شروع کر دیے۔

یہ کھیل لوگوں نے بیحد پسند کیا اور ایک بار پھر دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

ناگ نے کہا۔

''اگر کوئی میرے پاس آ جائے تو میں اسے ہاتھی کی سواری کراؤں گا''۔

لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

کچھ ڈر رہے تھے۔ کچھ آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے

تھے۔ آخر ایک سرخ بالوں والی پیاری سی لڑکی پنڈال میں آ گئی اور ناگ کے پاس جا کر بولی۔

''میں ہاتھی کی سواری کرنا چاہتی ہوں''۔

ناگ نے لڑکی کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''شاباش! تم ایک بہادر بچی ہو۔ میں تمہیں ہاتھی کی سیر ضرور کراؤں گا''۔

ناگ نے لڑکی کو ذرا پرے کھڑا کر دیا۔ خود ایک بار پھر دونوں ہاتھ باندھ کر آنکھیں بند کیں اور ایک گہرا سانس لے کر ہاتھی بن گیا۔

لوگوں نے زور زور سے تالیاں بجانا شروع کر دیں۔ ہاتھی نے سونڈ اٹھا کر لوگوں کو سلام کیا۔

پھر وہ لڑکی کے پاس آ گیا۔ لڑکی کچھ ڈر رہی تھی۔ ہاتھی نے سونڈ اس کی طرف بڑھا کر اسے اٹھایا اور اپنی کمر پر بٹھا دیا۔

اس کے بعد ہاتھی نے پنڈال کا چکر لگانا شروع کر دیا۔ وہ لوگوں کے پاس سے گزرتے ہوئے سونڈ اٹھا اٹھا کر انہیں سلام کرتا۔

لوگ اس پر روپے پھینکتے اور خوشی کے نعرے لگاتے۔ چھ سات چکر لگانے کے بعد ہاتھی رک گیا۔ اس نے سونڈ کی مدد سے لڑکی کو نیچے اتار دیا اور پھر انسان بن گیا۔

سارا پنڈال تالیوں سے گونج اٹھا۔

اچانک ایک آدمی پستول ہاتھ میں لیے کرسیاں پھلانگ کر پنڈال میں ناگ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔

بھائیو! یہ شخص نظر کا دھوکا کرتا ہے۔ یہ کوئی جادوگر نہیں، اس کے پاس کوئی خفیہ طاقت نہیں ہے۔ اس نے سرکس کے مالک سے مل کر ہمارے پیسے بٹورے ہیں۔

اگر یہ جادوگر ہے تو اسے کہو کہ میں پستول چلاتا ہوں۔ یہ میرے سامنے آ کر کھڑا ہو جائے۔ اگر یہ سچ مچ جادوگر ہے تو گولی اس پر اثر نہیں کرے گی۔

سرکس کے مالک اور مینیجر نے آ کر اس سرپھرے آدمی کو واپس بھجوانے کی بہت کوشش کی مگر وہ بار بار چلا رہا تھا۔

ہمارے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے۔ اب سارے لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور یہی مطالبہ کرنے لگے کہ اگر ناگ جادوگر ہے تو اس پر گولی اثر نہیں کرے گی۔

سرکس کا مالک پریشان ہو گیا۔ کیونکہ لوگ ٹکٹ کے پیسے واپس مانگ رہے تھے۔ ناگ مسکرا رہا تھا۔ عنبر جلدی سے سامنے آ کر بولا۔

"بھائیو! ناگ بہت عظیم جادوگر ہے۔ میں اس کا شاگرد ہوں۔ اس کی جگہ میں گولی کھانے کو تیار ہوں۔ تم لوگ دیکھو گے کہ مجھ پر گولی اثر نہیں کرے گی۔ کیا تم لوگوں کو منظور ہے کہ استاد کی جگہ اس کا شاگرد یہ کھیل دکھائے"۔

لوگوں نے شور مچاتے ہوئے کہا۔

"منظور ہے۔ منظور ہے"۔

پستول والے نوجوان نے بھی یہ چیلنج قبول کر لیا۔ عنبر ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔

"اب تم مجھ پر گولی چلا سکتے ہو"۔

سرکس کا مالک ڈر گیا کہ کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ عنبر مر جائے اور گولی اس کے سینے سے نکل کر کسی تماشائی کو لگ جائے۔ اس نے تماشائیوں میں سے دو وکیل حضرات کو بلا کر گواہ کے طور پر وہاں کھڑا کر لیا اور کہا کہ آپ لوگ گواہ رہیں۔ یہ سب کچھ لوگوں کی اپنی مرضی سے ہو رہا ہے۔

وکیلوں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ یہ شخص اگر مر گیا تو اپنی موت کا خود ذمے دار ہو گا"۔

سرکس کے مالک نے عنبر کے پیچھے ایک لوہے کی چادر کھڑی کر دی تاکہ گولی اس کے سینے سے پار ہونے کے بعد لوہے

کی چادر سے ٹکرا کر گر پڑے اور کسی تماشائی کو نہ لگے۔

عنبر سینہ تانے کھڑا تھا۔ دس بارہ قدم کے فاصلے پر پستول والا نوجوان کھڑا اسے گہری نظروں سے تک رہا تھا۔

"کیا اجازت ہے کہ پستول چلاؤں"۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"کیوں نہیں۔ ضرور چلاؤ۔ کیا سوچ رہے ہو؟"۔

نوجوان نے ایک سے لے کر دس تک گنتی کی۔ دس پر آ کر اس نے پستول چلا دیا۔ گولی پستول میں سے ایک دھماکے کے ساتھ نکلی اور عنبر کے سینے سے ٹکرائی۔

عورتوں کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ سب کو یقین تھا کہ عنبر کے سینے سے گولی پار ہو گئی ہو گی۔ ابھی خون کا فوارہ چھوٹے گا اور وہ

دھڑام سے زمین پر گر کر تڑپنے لگے گا۔

لیکن یہ دیکھ کر سب کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں کہ گولی عنبر کے سینے سے ٹکرا کر زمین پر گر پڑی تھی۔

پستول والا آدمی بھی دنگ رہ گیا۔ اس نے غصے میں آ کر یکے بعد دیگرے پستول کی ساری گولیاں چلا دیں۔

ہر ایک گولی دھماکے کے ساتھ پستول میں سے نکلتی اور عنبر کے سینے سے ٹکرا کر واپس زمین پر گر پڑتی۔

اب تو حیرت کے مارے لوگ دنگ رہ گئے۔ سرکس کا مینیجر اور مالک بھی بت بنا عنبر کو دیکھ رہا تھا۔ لوگوں نے اٹھ کر عنبر کو گھیر لیا اور اس کا سینہ دیکھنے لگا۔ سینے پر ذرا سا بھی نشان نہیں تھا۔

سرکس کا مالک بڑی مشکل سے عنبر اور ناگ کو لوگوں کے ہجوم

سے باہر نکال کر کمرے میں لے آیا۔

اس نے ٹوپی اتار کر پرے پھینکی اور عنبر اور ناگ کی طرف دیکھ کر بولا۔

تم کون ہو دوستو؟ بھئی تم نے تو کمال کر دیا۔ کیا تم بھوت ہو؟ جن ہو؟ میں تو ابھی تک دہشت زدہ ہوں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔

لیکن آج میں ایسا ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ کیا تم ہمیشہ کے لیے میرے پاس نہیں رہ سکتے؟

میں تمہاری خدمت کروں گا۔ تمہیں منہ مانگے دام ادا کروں گا۔

ناگ نے کہا۔

"اگر ایسا ہو سکتا تو ہم ضرور یہاں رہ جاتے۔ مگر ہمیں اپنی گم

شدہ بہن کی تلاش میں آگے جانا ہے۔ ہم یہاں نہیں رہ سکتے"۔

وہ رات اس شہر میں رہنے کے بعد عنبر اور ناگ نے اپنے پیسے لیے اور وہاں سے معلوم کیا کہ قطب شمالی کا سفر کیسے کیا جائے گا۔

اسی شہر سے انہیں ایک جگہ معلوم ہوا کہ سرخ جادوگر وہاں سے گذرا تھا اور وہ الاسکا کی طرف نکل گیا۔ اس شہر سے ایک ہوائی جہاز ہفتے میں دو بار مسافر کو لے کر الاسکا جاتا تھا۔

الاسکا کی ریاست امریکہ کے زیر انتظام تھی اور جنگ کے شعلے وہاں بھی پہنچے ہوئے تھے۔

جرمن اس علاقے پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ عنبر اور ناگ ایک ہوائی جہاز میں بیٹھ کر الاسکا کی طرف چل پڑے۔

شام کے وقت وہ الاسکا کے سب سے بڑے شہر میں پہنچ

گئے۔

یہ شہر سردی کی وجہ سے ویران ویران تھا۔ بلیک آؤٹ تھا۔ کہیں کہیں ہلکی روشنیاں ہو رہی تھیں جو رات کے وقت بجھا دی گئیں۔

اتنی سردی انہوں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ بڑی سرد ہوا چل رہی تھی۔

شہر چھوٹا سا تھا۔ بازار سنسان تھے۔ ہوائی اڈے پر امریکی فوج پہرہ دے رہی تھی اور مسافروں کی تلاشی لے رہی تھی۔

عنبر اور ناگ ہوائی اڈے سے نکل کر ایک ہوٹل میں آ گئے۔

انہوں نے کھانا کھایا۔ گرم گرم قہوہ پیا اور ماریا کے بارے میں باتیں کرتے کرتے سو گئے۔

دن چڑھے اٹھے۔ دیکھ کر سورج کی روشنی بہت مدھم تھی۔

قطب شمالی میں سورج افق کے ساتھ ساتھ سفر کرتا ہے اور آسمان کے درمیان میں آ کر کبھی نہیں چمکتا۔ اس کی وجہ سے وہاں ہر وقت ایسی روشنی رہتی ہے جیسے ہمارے ہاں سورج غروب ہونے یا طلوع ہونے کے وقت ہوتی ہے۔

امریکی فوج شہر میں گشت لگا رہی تھی۔

عنبر اور ناگ شہر کے ایک قہوہ خانے میں آ کر بیٹھ گئے۔ وہ لوگوں سے باتوں ہی باتوں میں یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ سرخ جادوگر وہاں کہاں پر رہتا ہے۔

اس قہوہ خانے میں ایک بوڑھے اسکیمو سے ان کی ملاقات ہو گئی۔ اس نے بتایا کہ ایک لمبے بالوں اور نیلی آنکھوں والا بڈھا

بکری ساتھ لیے اس شہر میں گھومتا پھرتے دیکھا گیا تھا۔

یہ حلیہ بالکل اسی سرخ جادوگر کا تھا۔

''اب وہ کہاں ہوگا؟''۔

ناگ نے بے تابی سے پوچھا۔

بڈھا ایکیمو کچھ سوچ کر بولا۔

''دو روز پہلے وہ شہر سے باہر ایک گرجے کی طرف گیا تھا۔ کہتے ہیں وہ رات بھر گرجے میں رہ کر عبادت کرنا چاہتا تھا۔ بس پھر اسے کسی نے نہیں دیکھا''۔

عنبر اور ناگ وہاں سے اٹھ کر سیدھا گرجا گھر آ گئے۔

یہاں انہوں نے پادری کو سلام کیا اور سرخ بالوں والے جادو گر کے بارے میں پوچھا۔

www.urdurasala.com

پادری نے مسکرا کر کہا۔

''دو روز پہلے ایک عجیب سی شکل والا بوڑھا یہاں آیا تھا۔ کہتا تھا میں عبادت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اسے کونے والی کوٹھڑی دے دی تھی۔ رات بھر وہاں خدا جانے کیسے کیسے منتر پڑھتا رہا۔''

مجھے تو وہ کوئی کالے علم والا جادوگر لگتا تھا۔

عنبر نے پوچھا۔

''پھر وہ کہاں چلا گیا مقدس باپ؟''۔

پادری نے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔

''کل صبح صبح جب میں اس کی کوٹھری میں گیا تو وہ خالی تھی۔ کسی سے کہہ رہا تھا کہ وہ قطب شمالی میں کسی گرجے میں جا کر کوئی چلہ کاٹے گا''۔

www.urdurasala.com

عنبر اور ناگ نا امید سے ہو کر واپس اپنے ہوٹل میں آ گئے۔

قطب شمالی میں ایک وسیع علاقہ تھا۔ جو ہزاروں میلوں میں پھیلا ہوا تھا۔ وہاں قدم قدم پر ویرانی اور سردی تھی۔

وہاں وہ اس جادوگر کو کہاں تلاش کرتے پھریں گے۔ لیکن تلاش کرنے کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

چنانچہ انہوں نے ایک چھوٹا سا جہاز کرائے پر لیا وہ چاہتے تھے کہ چھوٹے جہاز پر بیٹھ کر قطب شمالی کے برفانی میدانوں کا چکر لگائیں اور جہاں کہیں انہیں کسی گرجے کی عمارت نظر آئے وہاں اتر جائیں اور جادوگر کو تلاش کریں۔

اس جہاز کو ایک تجربہ کار ہوا باز چلا رہا تھا جس کی چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی تھی۔

صبح کے وقت وہ جہاز پر سوار ہو گئے۔ انہوں نے اپنے ساتھ پانی، دودھ کے ڈبے، پھل کے ڈبے، سبزیوں کے ڈبے، ڈبل روٹی، مٹی کا تیل اور گرم کپڑے رکھ لیے تھے تاکہ اگر انہیں کسی جگہ رہنا پڑے تو کم از کم ہوا باز کے لیے ہی کھانے پینے کا انتظام ہو سکے۔

جہاز کا صرف ایک پنکھا تھا۔ اور اس میں ہوا باز کے علاوہ صرف دو آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ جہاز ہوائی اڈے سے اڑ کر آسمان میں بلند ہوا اور اس نے قطب شمالی کے برفانی میدانوں کی طرف رخ کر لیا۔

ہوا باز نے کہا۔

''ہم دوپہر کے وقت قطب شمالی کے ویران برفستان میں پہنچ

جائیں گے۔لیکن تم لوگ کیا کرنے جا رہے ہو؟''۔

وہاں تو دور دور تک کسی آبادی کا نشان نہیں ہے۔ گرجے میں جا کر کیا عبادت کرو؟''۔

عنبر نے کہا۔

''ارادہ تو یہی ہے۔ ویسے ہم جغرافیہ کے استاد ہیں اور یہاں تحقیقات کر رہے ہیں''۔

انہوں نے ہواباز کو پانچ ہزار روپے پہلے ہی ادا کر دیے تھے۔

شرط یہ طے ہوئی تھی کہ اگر انہیں قطب شمالی میں کوئی گرجا گھر مل گیا تو وہاں اتر جائیں گے اور دو روز وہاں ٹھہرنے کے بعد جہاز میں واپس آجائیں گے۔اور اگر کہیں کسی گرجا گھر کی عمارت

نظر نہ آئی تو پھر اسی جہاز میں واپس آ جائیں گے۔

جہاز برفانی میدانوں کے اوپر اڑا جا رہا تھا۔ کچھ دور تک چند ایک مکان نظر آئے پھر نیچے دور دور تک سوائے برف کے میدان کے اور کچھ نہیں تھا۔

دوپہر کے وقت جہاز قطب شمالی کے خاص برفستان کے اوپر پرواز کر رہا تھا۔ کہیں کہیں انہیں اسکیمو کے بنے ہوئے برف کے گھر نظر آئے۔

ایک جگہ کتے گاڑی کو گھسیٹے لیے جا رہے تھے۔ دو گھنٹے تک جہاز برفانی میدانوں کے چکر لگاتا رہا۔ انہیں دور دور تک کوئی بھی گرجا نظر نہ آیا۔

عنبر نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''بھائی! یہاں تو گرجے کا معمولی سا نشان بھی نظر نہیں آ رہا۔ کیا خیال ہے، واپس نہ چلا جائے؟''۔

ناگ نے کہا۔

''میرا خیال ہے ایک دو چکر اور لگا لیے جائیں''۔

اس نے ہواباز سے کہا۔

''ذرا آگے چل کر دیکھتے ہیں۔ شاید کوئی گرجا گھر دکھائی پڑ جائے''۔

ہواباز نے ہنس کر کہا۔

''میں یہاں کئی بار پرواز کر چکا ہوں۔ یہاں میں نے تو کبھی کوئی گرجا گھر نہیں دیکھا۔ تم لوگ کہتے ہو تو چلا چلتا ہوں''۔

ہواباز جہاز کو لے کر اور آگے نکل گیا۔ اب وہاں برف کے

بڑے بڑے ٹیلے آ گئے۔

ان ٹیلوں کی دوسری جانب گہرے گڑھے تھے۔ یہاں ایک سفید برفانی ریچھ اپنی تھوتھنی اوپر اٹھا کر جہاز کو حیرانی سے تک رہا تھا۔

ہواباز نے قہقہہ لگا کر کہا۔

''میں اس ریچھ کا شکار کروں گا۔ اس کی کھال کا کوٹ بناؤں گا''۔

اس سے پہلے کہ عنبر ناگ اسے منع کرتے وہ جہاز کو موڑ کر بہت نیچے آیا۔

اس نے بندوق نکال کر ہاتھ میں پکڑ لی اور نیچے آ کر ریچھ پر فائر کر دیا۔

گولی ریچھ کو نہ لگی۔ وہ ایک طرف کو بھاگنے لگا۔ ہواباز نے اس کا پیچھا شروع کر دیا۔

ناگ نے کہا۔

''اس کھیل کو چھوڑو اور گرجا گھر تلاش کرو۔ یہ تم کیا کر رہے ہو؟''۔

ہواباز نے ہنس کر کہا۔

''میں آپ لوگوں کو پانچ ہزار روپے واپس کر دوں گا لیکن اس ریچھ کو گولی کا نشانہ ضرور بناؤں گا''۔

جہاز ریچھ کے اوپر اڑنے لگا۔

ریچھ پیچھے رہ گیا۔ ہواباز دوسری بار جہاز کو موڑ کر لایا اور ریچھ کے اوپر سے گذرتے ہوئے اس نے بندوق چلادی۔

گولی ایک دھماکے سے چلی۔ بدنصیبی یہ ہوئی کہ گولی ریچھ کو لگنے کی بجائے جہاز کے پنکھے کے ایک پر کو لگی اور اسے توڑتی ہوئی نیچے برفانی میدان میں گھس گئی۔

ایک پر کے ٹوٹتے ہی جہاز کی مشین سے گرگرر کی آواز آنے لگی۔

ہواباز نے جلدی سے جہاز کو سنبھالا۔ مشین رکنے لگی تھی۔ کیونکہ پنکھا رک رہا تھا۔

ناگ چلایا۔

''آخر تم نے ہمیں مصیبت میں ڈال ہی دیا''۔

ہواباز کچھ بولا اور جہاز کو نیچے اتارنے کی کوشش کرنے لگا۔

مصیبت یہ تھی کہ نیچے جگہ جگہ برف میں گڑھے پڑے ہوئے

www.urdurasala.com

تھے۔

عنبر نے ہوا باز کو خبردار کیا کہ وہ جہاز کو کسی ہموار جگہ اتارنے کی کوشش کرے۔

ہوا باز نے چیخ کر کہا۔

''خاموش رہو! ہوا باز میں ہوں۔ میں تم سے زیادہ جانتا ہوں کہ جہاز کو کہاں اتارنا ہے''۔

لیکن جہاز ہوا باز کے بس میں نہیں تھا۔ اس کی مشین ایک دم سے رک گئی۔ اور اب وہ ہوا میں ایک طرف کو جھک گیا۔

ہوا باز نے جہاز کو کنٹرول کرنے کی بہت کوشش کی مگر وہ ایک طرف کو جھکتا ہی چلا گیا۔

اور آخر ایک برفانی ٹیلے سے ٹکرا کر نیچے برف کے گڑھے

میں گر گیا۔

ناگ فوراً بلبل بن کر اپنی سیٹ سے اڑ گیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ عنبر کو کوئی چوٹ نہیں لگے گی۔ لیکن وہ مر سکتا ہے۔

جہاز برف کے گڑھے میں پھنس گیا تھا۔ ہوا باز کا سر سامنے والے شیشے سے ٹکرایا تھا۔ لیکن اس نے ہلمٹ پہن رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے اسے زیادہ چوٹ نہ آئی۔ ناگ اب پھر سے انسان بن گیا تھا۔

ایسا کرتے ہوئے ہوا باز نے اسے بالکل نہیں دیکھا۔ اسے افراتفری میں کوئی خبر نہ ہوئی تھی۔ وہ بڑی مشکل سے جہاز سے باہر آ گئے۔

ہوا باز لنگڑا کر چل رہا تھا۔ اس کے ہاتھ سے خون بہہ رہا تھا۔

عنبر نے اس کے ماتھے پر پٹی باندھی۔ ہوا باز نے بندوق ہاتھ میں لی اور گڑھے سے باہر آ کر بولا۔

"میں اس ریچھ کو مار کر ہی دم لوں گا۔ میں اس سے انتقام لوں گا"۔

عنبر اور ناگ اسے واپس بلاتے ہی رہ گئے اور وہ بندوق لے کر لنگڑاتا ہوا اس طرف چل دیا۔ جدھر اس نے برفانی ریچھ دیکھا تھا۔

برفانی ریچھ ایک ٹیلے کے پہلو میں کھڑا جہاز کو تک رہا تھا۔ ہوا باز نے جھک کر گولی چلا دی۔ گولی اس بار بھی ریچھ کو نہ لگی۔

ریچھ گولی کی آواز پر ہوا باز کی طرف لپکا اور زور زور سے غرانے لگا۔

عنبر اور ناگ گڑھے سے باہر آ گئے۔ ریچھ ہوا باز کی طرف بھاگا چلا آ رہا تھا۔ وہ چیخ رہا تھا اور بڑی ڈراؤنی آوازیں نکال رہا تھا۔

ہوا باز برف پر جھک گیا۔ اس نے بندوق سے نشانہ لیا اور گھوڑا دبا دیا۔ مگر اس کی بدقسمتی سے گولی بندوق میں پھنس کر رہ گئی تھی۔

ریچھ اس کے سر پر آ پہنچا۔ اس نے ہوا باز کو گولی نکال کر نالی صاف کرنے کا موقع نہ دیا۔

ہوا باز نے بندوق کو لاٹھی کی طرح گھما کر زور سے ریچھ کے سر پر مارنے کی کوشش کی۔

بندوق اس کے ہاتھ سے نکل کر دور برف پر جا پڑی۔ ریچھ

نے ہوا باز کو اپنے بلیڈ جیسے تیز پنجوں سے اپنی طرف کھینچا۔

اسے اپنے سینے سے لگا کر پنجے اس کی پشت پر مارنے لگا۔

اس نے ہوا باز کو بھینچ کر اس کی پسلیاں توڑ ڈالیں اور پنجے مار مار کر اس کی پیٹھ کا سارا گوشت ادھیڑ ڈالا۔

ہوا باز خون میں نہا گیا اور ریچھ نے اسے چھوڑا تو وہ برف پر گرا اور ذرا سا تڑپ کر مر گیا۔

اب ریچھ نے عنبر اور ناگ کی طرف دیکھا اور غراتا ہوا ان کی طرف بڑھا۔

ناگ نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اس مصیبت کو ہمیں ختم کر دینا چاہیے"۔

عنبر بولا۔

اسے میں سنبھالتا ہوں۔ تم پرے ہو جاؤ۔ سانپ بن کر تم اسے ہلاک نہیں کر سکو گے۔ اس کے جسم پر بے شمار بال ہیں۔

ناگ نے کہا۔

"میں ہاتھی بن کر اسے چیر ڈالتا ہوں"۔

عنبر نے کہا۔

"نہیں! میں خود اس سے دو دو ہاتھ کروں گا"۔

ناگ اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ عنبر آگے بڑھا۔ ریچھ اس کے بالکل قریب آ چکا تھا۔

ریچھ ڈراؤنے انداز میں چیخا اور اس نے عنبر پر حملہ کر دیا عنبر نیچے گر پڑا۔ ریچھ نے تیز پنجوں سے عنبر کی کھال کو ادھیڑنے کی کوشش شروع کر دی۔

لیکن عنبر کی کھال تو جیسے پتھر کی طرح سخت تھی۔ ریچھ کے ناخن ٹوٹ گئے مگر کھال اپنی جگہ سے ذرا بھی نہ ہلی۔

ریچھ نے عنبر کو سینے سے لگا کر بھینچنا شروع کر دیا کہ اس کی پسلیاں توڑ دے۔ مگر ایسا کرنے سے بھی کچھ نہ ہوا۔

ریچھ کو ایسا لگا جیسے اس نے بہت بڑے پتھر کو اپنے ساتھ لگا لیا ہے اور اسے بھینچ رہا ہے۔ الٹا ریچھ کی پسلیاں درد کرنے لگیں۔

ریچھ بڑا حیران ہوا۔ اس نے عنبر کو چھوڑ دیا۔ دوسری بار وہ عنبر پر حملہ کرنے آیا تو عنبر نے زور سے ریچھ کے سینے پر لات ماری۔

ریچھ پرے گر پڑا۔ ریچھ کے اٹھنے سے پہلے ہی ناگ نے خنجر اچھال کر عنبر کی طرف پھینکا۔ عنبر نے خنجر کی مدد سے ریچھ کا پیٹ چاک کر دیا۔

پھر اس کی گردن پر وار کیے۔ ریچھ زخمی ہو کر گرا اور پھر نہ اٹھ سکا۔ ریچھ کو ہلاک کرنے کے بعد عنبر اور ناگ جہاز میں آ گئے۔

انہوں نے اس کے اندر سامان دیکھا۔ کھانے پینے کا سامان ویسے ہی پڑا تھا۔ اب انہوں نے گڑھے کے کنارے پر کھڑے ہو کر چاروں طرف دیکھا۔ چاروں طرف برف ہی برف تھی۔

برفانی میدان تھا جس میں کہیں کہیں برف پوش بلکہ برف کے ٹیلے ابھرے ہوئے تھے۔ سردی بیحد شدید تھی۔

سورج مغرب میں ڈوب رہا تھا۔ اور ہوا چلنے لگی تھی۔

ناگ نے کہا۔ ''سردی سے بچنے کے لیے ہمیں جہاز کی سیٹیں باہر نکال کر اندر سونے کی جگہ بنانی ہو گی۔ تمہیں سردی کچھ نہیں کہتی لیکن میں ٹھٹھر سکتا ہوں''۔

بھیانک درندہ

جہاز کے کیبن سے سیٹیں نکال دی گئیں۔

اب وہاں انہوں نے کمبل بچھا دیے۔ ناگ نے کھال کا سموری کوٹ پہن لیا۔

شام ہو رہی تھی۔ وہ کیبن میں گھس کر کمبلوں پر لیٹ گئے۔ اور غور کرنے لگے کہ اب کیا کیا جائے؟ کچھ دیر سوچ بچار کرنے کے بعد انہوں نے مٹی کے تیل کا چولہا جلا کر سبزی پکائی اور شوربہ گرم

کیا۔

کھانا کھا کر انہوں نے قہوہ پیا اور باتیں کرنے لگے۔

"یہاں تو ہم ایک طرح سے پھنس گئے ہیں۔ خدا جانے گرجا گھر ہمیں ملتا بھی ہے کہ نہیں۔ بہرحال اب تو ضرورت اس بات کی ہے کہ یہاں سے کس طرح نکلا جائے"۔

ناگ نے کہا۔

یہاں سے کس طرح نکل سکتے ہیں؟ یہ برفانی میدان تو ہزاروں میلوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جہاز تباہ ہو چکا ہے۔

ہمارے پاس کھانے پینے کا سامان دو ہفتوں کا ہے۔ خیر ہم تو کھانے پینے کے بغیر بھی زندہ رہ سکتے ہیں۔

مگر سوال یہ ہے کہ آخر کب تک یہاں پڑے رہیں گے؟

ماریا کا کیا بنے گا؟۔

خدا جانے وہ جادوگر اس کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ جس نے ماریا کو غیبی حالت میں دیکھ کر اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ یقیناً وہ بڑا زبردست جادوگر ہوگا۔

عنبر آہ بھر کر بولا۔

''خدا بہتر ہی کرے گا۔ اب یہ معلوم نہیں کہ ہم کسی مقام پر ہیں۔ اگر تو یہ جگہ اس برفانی راستے پر ہے جہاں سے اسکیمو لوگوں کی کتا گاڑیاں گزرا کرتی ہیں تو پھر ہم یہاں سے نکل سکیں گے''۔

ناگ نے کہا۔

''یہاں تو بڑے بڑے گڑھے ہیں۔ یہاں بھلا کتا گاڑی کیوں آئے گی۔ میرا تو خیال ہے کہ ادھر کبھی کوئی نہیں آتا''۔

عنبر کہنے لگا۔

''تمہیں سردی تو نہیں لگ رہی ناگ؟ اگر سردی لگتی ہے تو میرا بھی سموری کوٹ لے لو''۔

ناگ نے کہا۔

''قہوہ پینے کے بعد خوب گرم ہو گیا ہوں۔ اب تو مجھے نیند بھی آنے لگی ہے''۔

عنبر نے کہا۔

''یہ بڑی اچھی بات ہے۔ میرا خیال ہے ہمیں سو جانا چاہیے۔ صبح تازہ دم ہو کر غور کریں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے''۔

کیبن میں اگرچہ ٹھنڈ تھی مگر باہر کے مقابلے میں اندر کچھ آرام تھا۔ انہوں نے کمبل اوپر کر لیے اور سونے کی کوشش کرنے

لگے۔

رات گہری ہو گئی تھی۔ آسمان پر کہیں کہیں ستارے چمک رہے تھے۔ عنبر اور ناگ اپنے تباہ شدہ جہاز کے کیبن میں گہری نیند سو رہے تھے۔

اچانک ناگ کی آنکھ کھل گئی۔ اسے یوں لگا جیسے زلزلہ آ گیا تھا اور زمین ہل رہی تھی۔ جہاز کا کیبن بھی کسی وقت ہل جاتا تھا۔

اب اسے ایسی آواز سنائی دی جیسے برف پر کوئی بھاری شے گر رہی ہے۔ عنبر کی بھی آنکھ کھل گئی۔

اس نے کہا۔

''شاید زلزلہ آ گیا ہے''۔

ناگ نے کہا۔

زلزلہ اتنا لمبا نہیں ہو سکتا۔ اور پھر یہ آواز کیسی آ رہی ہے؟۔

عنبر نے کان لگا کر سنا۔ آواز ایسی تھی۔ جیسے کوئی زمین پر بھاری چیز مار رہا ہے۔ دونوں کیبن سے باہر نکل آئے۔

وہ گڑھے کے کنارے پر آ کر دیکھنے لگے۔ ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ ایک سفید ٹیلہ سا ان کی طرف بڑھا چلا آ رہا ہے۔

''یہ کیا ہو سکتا ہے؟''۔

''کیا یہاں برف کے ٹیلے رات کو سفر کرتے ہیں؟''۔

ابھی وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ ایک بھیانک چیخ کی آواز رات کی خاموش فضا میں گونج اٹھی۔ دونوں برف پر جھک کر دیکھنے لگے۔

www.urdudigest.com

اب انہیں سامنے ایک برفانی بھوت نظر آیا جو پہاڑ کا پہاڑ تھا سر پر برف جیسے سفید لمبے بال تھے۔ آنکھیں سرخ انگارہ تھیں۔

دونوں لمبے ہاتھ درختوں کی طرح نیچے لٹکے تھے۔ ناخن لمبے تھے۔ پاؤں کئی فٹ چوڑے اور لمبے تھے۔ وہ زمین پر پیر رکھتا تھا اس کے وزن سے برف نیچے بیٹھ جاتی اور کڑاکے کی آواز پیدا ہوتی۔

زمین ہلنے لگی۔ پورا پہاڑ کا پہاڑ ان کی طرف بڑھا آ رہا تھا۔

ناگ نے کہا۔

"یہ قطب شمالی کا برفانی بھوت ہے۔ یہ بڑا خونخوار ہوتا ہے اور انسانوں، حیوانوں۔ سب کو کچا چبا کر نگل جاتا ہے"۔

عنبر کہنے لگا۔

"بے حد خوفناک شکل ہے۔ تم اپنے آپ کو بچاؤ۔ مجھے تو یہ کچھ نہ کہہ سکے گا"۔

ناگ نے کہا۔

"یہ تمہارے سر پر پاؤں رکھ کر تمہیں برف کے نیچے دبا دے گا۔ پھر ہمیں نکالنے میں دقت پیش آئے گی۔ میرا خیال ہے۔ اس پر گولی چلاتے ہیں"۔

ہوا باز کی بندوق بیکار ہو گئی تھی۔ عنبر کے پاس ایک پستول تھا۔ جس میں چار گولیاں تھیں۔ ناگ پیچھے ہٹ گیا۔ عنبر نے پستول کا رخ برفانی بھوت کی طرف کیا اور پے در پے چاروں گولیاں فائر کر دیں۔

چاروں گولیاں بھوت کے چہرے پر لگیں مگر اس پر کوئی اثر نہ

ہوا۔ وہ ذرا رک گیا اس نے منہ کھول کر ایک چیخ ماری۔

اس کے بھیانک دانت بڑے لمبے لمبے اور نوکیلے تھے۔ اس کی چیخ نے اندھیری رات کو دہشت زدہ بنا دیا۔

برفانی بھوت تیزی سے عنبر کی طرف بڑھا۔ عنبر اچھل کر گڑھے سے باہر آ گیا اور برف میں ایک طرف ہو کر چھپ گیا۔ اتفاق سے وہاں ایک کھوہ تھی۔ اس کھوہ میں ناگ بھی بیٹھا یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔

"میرا خیال ہے یہاں چھپے رہتے ہیں۔ اگر یہ برفانی بھوت بالکل ہی پیچھے پڑ گیا تو اسے ہلاک کر دیں گے۔ نہیں تو اسے کچھ نہیں کہیں گے۔"

برفانی بھوت تباہ شدہ جہاز کو گڑھے کے کنارے کھڑے ہو کر

جھک کر دیکھنے لگا۔ وہ ساتھ ساتھ غرا بھی رہا تھا۔

وہ حیران ضرور تھا کہ جس شخص نے گولی چلائی تھی وہ کہاں چلا گیا ہے۔ برفانی بھوت نے ہاتھ ڈال کر جہاز کو اوپر اٹھایا اور گڑھے سے باہر نکال کر باہر برف پر پٹخ دیا۔

وہ عنبر اور ناگ کو شاید بھول گیا تھا۔ عنبر اور ناگ برفانی کھوہ میں بیٹھے یہ سارا تماشا دیکھ رہے تھے۔ برفانی بھوت کیبن میں رکھے ہوئے کمبل اور خوراک کے ڈبے تک رہا تھا۔

پھر اس نے ایک کمبل میں خوراک کے سارے ڈبے ڈالے اور کمبل کی گٹھڑی سی بنا کر اسے اٹھائے برفانی میدان میں ایک طرف کو چل پڑا۔

عنبر اور ناگ نے حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"برفانی بھوت نے یہ کیا حرکت کی؟"۔

ناگ بولا۔

"وہ کمبل اور خوراک کے ڈبے لے کر کہاں جا رہا ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"میرا خیال ہے وہ اپنے گھر جا کر کھائے گا اور کمبل اوڑھ کر سو جائے گا"۔

عنبر ہنسا۔ ناگ نے کہا۔

"عنبر! ضرور کوئی خاص بات ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ برفانی بھوت یہ ساری چیزیں کسی ایسے انسان کے لیے لے جا رہا ہے جو اس کی قید میں ہے"۔

عنبر کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ ناگ کی عقلمندی کی داد دیے بغیر نہ رہ

سکا۔ اس نے بڑے پتے کی بات کہہ دی تھی۔ کیونکہ برفانی بھوت کو کمبل اور خوراک کے ڈبے اٹھانے کی کیا ضرورت تھی بھلا۔

عنبر بولا۔

"چلو۔ برفانی بھوت کا تعاقب کرتے ہیں۔ کہیں جادوگر نے ہی اس کو اپنے قابو میں نہ کر رکھا ہو۔ جلدی چلو"۔

عنبر اور ناگ برفانی کھوہ میں سے نکل کر برفانی بھوت کے پیچھے پیچھے چھپ کر چل پڑے۔ رات تاریک تھی۔

لیکن ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں انہیں برفانی بھوت دور جاتا صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کمبل میں گٹھڑی تھی اور وہ کندھے اچکائے پاؤں زمین پر مارتا چلا جا رہا

www.urdusala.com

تھا۔

زمین پر چلنے کے بعد برفانی بھوت ایک ٹیلے کی طرف مڑ گیا۔ عنبر اور ناگ بھی تیز تیز چلتے اس ٹیلے کے عقب میں آ گئے۔

یہاں انہوں نے برف کے ٹیلے میں ایک غار دیکھا جس کے منہ پر برف کی بڑی سل رکھی ہوئی تھی۔ برفانی بھوت یہاں کھڑا ہو گیا۔

اس نے چاروں طرف ایک نظر ڈالی۔ عنبر اور ناگ برف پر لیٹ گئے۔

برفانی بھوت نے برف کی وزنی سل ہاتھ سے پکڑ کر پرے ہٹائی۔ جھک کر غار میں داخل ہوا۔ دوبارہ سل اپنی جگہ پر رکھی اور غائب ہو گیا۔

عنبر نے ناگ سے کہا۔

''اس غار کے اندر ضرور کوئی راز ہے جو ہمارا انتظار کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے یہاں ماریا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ یہاں سرخ بالوں والا مکروہ جادوگر ہو۔ یہاں بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ اس لیے ہمارا اس غار کے اندر جانا بہت ضروری ہے''۔

ناگ بولا۔

''بھائی! تو پھر تم یہاں ٹھہرو۔ میں اندر جا کر پتا کر کے آتا ہوں کہ وہاں کیا راز چھپا ہوا ہے''۔

''ٹھیک ہے۔ مگر دیر نہ کرنا۔ میں تمہارا انتظار کروں گا''۔

ناگ نے اسی وقت سفید برفانی سانپ کا روپ بدلا اور برف پر رینگتا ہوا غار کی طرف روانہ ہو گیا۔ غار کے منہ کے آگے برف

کی بھاری سل پڑی تھی۔ لیکن ایک جگہ سے چھوٹا سا سوراخ رہ گیا تھا۔

ناگ اس سوراخ میں سے اندر داخل ہوگیا۔ اندر جاتے ہی اسے کچھ عجیب سی بدبو آئی جیسے کھولتے ہوئے تیل میں کسی نے پانی ڈال دیا ہو۔ سانپ غار میں رینگتا ہوا آگے ہی آگے بڑھتا گیا۔

اب ایک اونچی چھت والا کمرہ آ گیا۔ چھت برف کی تھی۔ فرش بھی برف کا تھا۔ سانپ دیوار کے اوپر چڑھ کر رینگنے لگا۔

بڑے کمرے کے کونے میں اس کی نظر پڑی تو کیا دیکھتا ہے کہ وہی برفانی بھوت زمین پر جھک کر بیٹھا ہے۔

اس نے ایک کوٹھڑی میں ہاتھ ڈال رکھا ہے۔ کوٹھڑی کے منہ

پر جو برف کی سل لگی تھی وہ قریب ہی پڑی ہے۔

سانپ رینگتا ہوا اوپر چھت پر آ گیا۔ اس نے نیچے جھک کر دیکھا کہ برفانی بھوت نے سارے خوراک کے ڈبے اور کمبل کوٹھڑی کے اندر پھینک رکھے ہیں۔

جہاں ایک نازک سی عورت بیٹھی ان ڈبوں کو کھولنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس عورت کے جسم پر کپڑے پھٹے ہوئے ہیں لیکن گرم کپڑے ہیں۔

چمڑے کا سموری ٹوپ سر پر رکھا ہے۔ عورت کا چہرہ زرد ہے۔ خوف اور بھوک سے گالوں کی ہڈیاں ابھری ہوئی ہیں۔

آنکھوں کے گرد حلقے ہیں۔ برفانی بھوت نے ایک ڈبہ لے کر اسے زور سے زمین پر مارا۔ وہ کھل گیا۔ اس میں ابلے ہوئے

آلو رکھے تھے۔

عورت نے جلدی جلدی سارے آلو ہڑپ کر لیے۔ برفانی بھوت زور سے ہنسا۔ اس کے ہنسنے سے سارا غار ہلنے لگا۔

سانپ چھت سے چمٹ گیا۔

پھر جب عورت کا پیٹ بھر گیا تو برفانی بھوت نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

عورت جلدی سے زمین کے ساتھ لگ گئی۔ برفانی بھوت نے کوٹھڑی کے آگے برف کی بھاری سل رکھ دی اور خود زمین پر لیٹ گیا۔

سارا فرش اس کے نیچے آ گیا تھا۔ وہاں کوئی جگہ باقی نہ بچی تھی۔ سانپ چھت پر سے رینگتا ہوا دیوار پر آ گیا۔ اور یہاں

سے رینگتا ہوا غار سے باہر نکل آیا۔

وہ لپک کر سیدھا عنبر کے پاس پہنچا اور اسے سارا ماجرا سنا دیا۔

عنبر بھی حیران ہوا کہ یہ عورت برفانی بھوت کہاں سے لے آیا۔

''یہ عورت کون ہو سکتی ہے؟''۔

اس نے پوچھا۔

ناگ نے کہا۔

''کہیں ماریا ہی نہ ہو؟''۔

عنبر مسکرایا۔

ماریا کا رنگ گورا نہیں ہے۔ میں نے اسے ایک بار اصلی شکل میں دیکھا تھا۔ اور پھر اگر ماریا ہوتی تو وہ تمہاری موجودگی کو ضرور محسوس کر لیتی اور چھت کی طرف ضرور تکتی۔

www.urdurasala.com

یہ کوئی دوسری عورت ہے جس کو یہ کنگ کانگ کا بچہ کہیں سے اٹھالایا ہے۔ اس کا سراغ بھی ہمیں ہی لگانا ہوگا۔ ناگ !۔

ناگ بولا۔

''ٹھیک ہے۔ تم واپس جہاز میں جا کر بیٹھو۔ میں اندر جا کر اس عورت سے ملنے کی کوشش کرتا ہوں''۔

عنبر کہنے لگا۔

''لیکن جب تک وہ برفانی بھوت اندر ہے ہمیں یہ خطرہ مول نہیں لینا چاہیے۔ ہو سکتا ہے وہ طیش میں آ کر اس بے گناہ عورت کو ہی ہلاک کر دے''۔

''پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''۔

ناگ نے پوچھا۔

عنبر بولا۔

''ہمیں برفانی بھوت کے یہاں سے نکلنے کا انتظار کرنا چاہیے''۔

ابھی وہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ زمین ہلنی شروع ہو گئی۔ جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔

''وہ باہر آ رہا ہے۔ چھپ جاؤ''۔

دونوں ایک گڑھے میں اتر کر چھپ گئے۔ زمین ہلتی گئی۔ برفانی بھوت بڑے بڑے پاؤں مارتا برف پر چلتا رہا۔

جب زمین کی لرزش اور پاؤں کے دھماکوں کی آواز دور چلی گئی تو انہوں نے برفانی گڑھے سے باہر نکل کر دیکھا۔

ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں انہیں برفانی بھوت دور جاتا

www.urdurasala.com

دکھائی دیا۔

عنبر نے کہا۔

"اس وقت سنہری موقع ہے۔ چلو۔ چل کر معلوم کرتے ہیں کہ وہ عورت کون ہے"۔

ناگ بولا۔

"کیا تم بھی ساتھ چلو گے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"تو کیا میں اس سردی میں اکیلا بیٹھا مکھیاں ماروں گا؟ اس برفانی علاقے میں تو مکھیاں بھی نہیں ہیں"۔

دونوں گڑھے میں سے نکل کر غار کی طرف آ گئے۔ غار کے قریب آ کر عنبر نے ایک ہاتھ لگا کر ذرا سا زور لگا اور برف کی سل

غار کے منہ سے کھسک کر پرے ہو گئی۔

وہ غار کے اندر داخل ہو گئے۔ وہ جلدی جلدی چلتے ہوئے بڑے کمرے میں آ گئے۔ وہ کوٹھڑی سامنے تھی جس میں سرخ بالوں والی عورت قید تھی۔ اس کوٹھڑی کا منہ بھی برف کی سل سے بند ہوا تھا۔

عنبر نے بڑے آرام سے برف کی سل پرے ہٹا دی۔

انہوں نے دیکھا کہ عورت بے چاری سہمی ہوئی دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھی ہے اور خوف زدہ نظروں سے تک رہی ہے۔

کیونکہ اسے یقین تھا کہ برفانی بھوت ایک بار پھر آ گیا ہے۔

اب جو اس نے اپنے سامنے دو انسانوں کو دیکھا تو خوشی سے اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

www.urdurasala.com

وہ لپک کر آئی اور عنبر سے لپٹ گئی اور زور زور سے سسکیاں بھر کر رونے لگی۔ عنبر نے اسے حوصلہ دیا اور کہا۔

”روؤ نہیں بہن! ہم تمہاری مدد کرنے آئے ہیں چلو ہمارے ساتھ“۔

عورت سہم کر زمین پر بیٹھ گئی۔

”نہیں نہیں! میں یہاں سے نہیں جا سکتی۔ برفانی درندہ آ کر ہم سب کو کچا چبا جائے گا۔ ہم لوگ اس کی نگاہوں سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ کہیں نہیں جا سکتے“۔

ناگ نے کہا۔

”ڈرو نہیں بہن! وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہمارے ساتھ چلو۔ ہم تمہیں اس برفانی جہنم سے نکال کر لے جائیں گے۔ چلو

اٹھو۔ ڈرو نہیں۔ اٹھو“۔

عنبر اور ناگ کے حوصلہ دلانے سے عورت ان کے ساتھ کوٹھڑی سے نکل کر ہال کمرے میں آ گئی۔ وہ سہمی ہوئی تھی اور ڈر ڈر کر چل رہی تھی۔ غار سے باہر نکلتے ہوئے وہ ذرا ہچکچائی۔

”یہ برفانی درندہ ضرور باہر میرا انتظار کر رہا ہوگا“۔

عنبر نے باہر نکل کر چاروں طرف دیکھا اور کہا۔

”نہیں بہن! باہر کوئی نہیں ہے۔ تم بے شک خود باہر آ کر اپنی تسلی کر لو“۔

عورت نے غار کے دروازے سے باہر نکل کر چاروں طرف سہمی ہوئی نظروں سے دیکھا اور پھر عنبر اور ناگ کے ساتھ ایک طرف کو چل دی۔

عنبر اور ناگ اس عورت کو ساتھ لے کر اپنے جہاز والی کھوہ میں آ گئے۔ رات اب ڈھل چکی تھی اور مشرق کی طرف صبح کی روشنی ہو رہی تھی۔

عنبر نے کہا۔

بہن تمہاری کہانی ہم بعد میں سنیں گے کہ تم کون ہو اور اس بھوت کے چنگل میں کیسے پھنس گئیں۔ پہلے ہمیں تم کو اس درندے سے بچا کر کسی محفوظ جگہ پہنچانا ہو گا۔

کیونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جگہ درندے نے دیکھی ہوئی ہے۔ اور وہ یہاں پہنچ سکتا ہے۔

تمہارا کیا خیال ہے ناگ؟۔

ناگ آنکھوں پر انگلیاں پھیرتے ہوئے بولا۔

''اس عورت کو بچانے کے لیے ہمیں کچھ نہ کچھ ضرور کرنا ہو گا۔ وہ برفانی بھوت یہاں پہنچ جائے گا۔ بلکہ کچھ پتا نہیں کہ وہ ادھر ہی آ رہا ہو''۔

ابھی وہ یہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ انہیں دور پہاڑی ٹیلوں کی طرف ایک چیخ کی بھیانک آواز سنائی دی۔ عورت کا سارا جسم لرز گیا۔

''وہ پھر آ گیا۔ میں اس پاس جا رہی ہوں''۔

عورت یوں اٹھ کر چلنے لگی جیسے اس پر کسی نے جادو کر رکھا ہو۔

ناگ نے اسے پکڑ کر کھینچ لیا۔

''پاگل ہو گئی ہو کیا؟ تمہیں معلوم نہیں وہ ہمیں اب بھی زندہ نہیں چھوڑے گا''۔

www.urdurisala.com

عنبر بھی چیخ کی آواز سن کر ہوشیار ہو گیا تھا۔

کیا کریں۔ اس عورت کو درندے کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔

میرا خیال ہے درندے کا مقابلہ کر کے اسے ہلاک کر دیں۔

ہمارے پاس پستول اور بندوق کی گولیاں ختم ہو گئی ہیں۔ اس لیے ہاتھی بن کر اگر مقابلہ کیا گیا تو ہو سکتا ہے یہ مجھے بھی شدید زخمی کر دے۔

سانپ بن کر اسے اس لیے ہلاک کرنا مشکل ہے کہ اس کے سارے بدن پر بال ہی بال ہیں۔ میں اسے کہاں ڈسوں گا؟۔

عنبر نے کہا۔

''تو پھر تمہارا مطلب ہے کہ ہم اس کے آگے ہتھیار پھینک دیں؟''۔

''نہیں ایسی بات بھی نہیں ہے۔ میں اس کا مقابلہ کر کے اسے ہلاک کر سکتا ہوں''۔

عنبر نے کہا۔

''نہیں پہلے ہمیں عقل سے اسے زیر کرنا چاہیے۔ ہاں اگر پھر بھی کچھ نہ ہوا تو اسے مار ڈالیں گے۔ اپنی جان کی بازی لگا کر بھی اسے ہلاک کر ڈالیں گے''۔

اب برفانی بھوت کی چیخ کی آواز قریب سے سنائی دی اور ساتھ ہی زمین پر اس کی جناتی قدموں کی ہلکی ہلکی دھمک بھی پڑنے لگی۔

عورت کا برا حال ہو رہا تھا۔

www.urdurasala.com

ناگ نے کہا۔

"عورت کو کیبن کے اندر بند کر دو۔ میں باہر نکل کر اسے دوسری طرف لے جانے کی کوشش کرتا ہوں۔ وہ عورت کے سامنے اپنی چھپی ہوئی طاقت کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا"۔

عنبر نے عورت کو جہاز کے کیبن میں چھپا کر بند کر دیا۔ خود جہاز کی اوٹ میں ہو کر بیٹھ گیا۔ ناگ نے باہر جاتے ہی برفانی گینڈے کا روپ دھار لیا اور برفانی بھوت کی طرف اٹھ دوڑا۔

برفانی بھوت۔ دونوں ہاتھ ہلاتا، چلاتا، غراتا آگے بڑھا چلا آرہا تھا۔ اسے پتا چل گیا تھا کہ عورت کو کوئی اٹھا کر لے گیا ہے۔

گینڈے نے قریب جا کر برفانی بھوت کو ٹکر مارنے کی کوشش کی۔ برفانی بھوت نے دونوں ہاتھ اٹھا کر گینڈے پر حملہ

کیا۔

گینڈا جلدی سے پرے ہٹ گیا۔ برفانی بھوت پیچھے ہٹا۔ گینڈے نے دوسری بار حملہ کیا اور سینگ برفانی بھوت کی ٹانگ پر مارا۔

برفانی بھوت طیش میں چنگھاڑا اور گینڈے کے پیچھے دوڑا۔ گینڈا اسے لے کر برفانی میدان کی طرف نکل گیا۔

مگر بھوت پھر سے واپس ہوا اور جدھر سے اسے انسانوں کی بو آ رہی تھی ادھر کو چیختا ہوا چلا۔

ناگ نے دیکھا کہ یہ بلا تو عنبر اور اس مظلوم عورت کا پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہی ہے۔ اور اس نے برفانی بھوت کو مار بھی لیا تو یہاں اس کا علاج کیسے ہوگا؟۔

عنبر کو بڑی پریشانی ہوئی۔ مقابلے کا خیال اس نے ایک بار پھر ملتوی کر دیا۔

اب وہ سانپ کا روپ بدل کر برفانی بھوت کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

اس نے سوچ رکھا تھا کہ اگر اس بھوت نے اس عورت کو پکڑنے کی کوشش کی تو وہ کسی نہ کسی طرح بھوت کے جسم پر چڑھ کر اس کے منہ پر ڈس دے گا اور اسے ہلاک کر دے گا۔

برفانی بھوت جہاز کے ڈھانچے کے پاس جا کر عورت کی تلاش کرنے لگا۔

وہاں کوئی نہیں تھا۔ بھوت چیخ چیخ کر شور مچانے اور اپنا سینہ پیٹنے لگا۔

ناگ نے بھی اپنی گردن اٹھا کر نیچے گڑھے میں دیکھا۔ وہاں نہ عنبر تھا اور نہ وہ عورت۔ وہ ضرور کسی محفوظ جگہ پر جا کر چھپ گئے تھے۔

بھوت کتنی دیر وہاں کھڑا شور مچاتا اور زمین پر زور زور سے پاؤں مارتا رہا۔ ناگ ایک طرف سانپ بن کر برف کے تودے سے لگا یہ سارا تماشا دلچسپی سے دیکھتا رہا۔

کچھ دیر شور مچانے کے بعد برفانی بھوت نے جہاز پر پاؤں مارا اور اس کا اگلا حصہ کچل دیا۔ اس کا صرف یہ پچھلا کیبن ہی رہ گیا تھا۔

برفانی بھوت ایک طرف کو چل دیا۔

جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو سانپ بھی ناگ کی شکل

www.urdurasala.com

میں آ گیا۔

نیچے اتر کر عنبر کو آوازیں دینے لگا۔

اتنے میں ایک جگہ سے برف پرے ہٹی اور عنبر اس عورت کو لے کر باہر نکل آیا۔

معلوم ہوا کہ اس نے برف کھود کر ایک کھوہ بنائی تھی اور دونوں اس میں پناہ لیے ہوئے تھے۔

ناگ نے کہا۔

''وہ چلا گیا ہے۔ لیکن ایسے لگتا ہے کہ وہ پھر آئے گا۔ ہمیں اب یہاں سے نکل جانا چاہیے، ویسے بھی ہم یہاں کب تک پڑے رہیں گے''۔

عنبر نے کہا۔

''ٹھیک ہے''۔

اب وہ عورت بولی۔

یہاں سے ایک سو میل کے قریب ایک لیبارٹری ہے۔ جہاں میرا باپ پروفیسر ہے اور تیل کی تلاش کے سلسلے میں تجربے کرتا ہے۔

یہ برفانی بھوت مجھے آج سے دو مہینے پہلے ایک طوفانی رات کو وہاں سے اٹھا لایا تھا۔ میں اپنے باپ کے پاس کاٹج میں رہتی تھی۔

میرا نام اولگا ہے۔ میں امریکی عورت ہوں۔ میرا خاوند مر گیا ہے اور ایک لڑکی امریکہ میں زیر تعلیم ہے۔

ناگ نے پوچھا۔

"کیا تمہیں اپنے گھر کے راستے کا علم ہے"۔

اولگا نے کہا۔

میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ میں یہاں اجنبی ہوں۔ امریکہ سے چھ مہینے پہلے آئی تھی۔

ہاں اتنا معلوم ہے کہ یہ بھوت دو دن مجھے کندھے پر اٹھائے چلتا رہتا تھا اور سورج میری دائیں جانب ہی طلوع ہو کر غروب ہو گیا تھا۔

اس کا مطلب ہے کہ تمہارا گھر یہاں سے مغرب کی سمت ہے۔

ٹھیک ہے لیبارٹریاں قطب شمالی کے مغرب میں ہی قائم ہیں۔

عنبر کی اس بات پر ناگ نے کہا۔

"مگر ماریا کا کیا بنے گا؟ ہمیں گر جا گھر کا بھی پتہ چلانا ہے جہاں جادوگر نے ماریا کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔ ہمارے آنے کا مقصد بھی تو یہی ہے"۔

عنبر نے کہا۔

خدا نے چاہا تو ہم اپنی بہن ماریا کا بھی کھوج لگا لیں گے۔ ابھی سب سے پہلی ذمہ داری اس بہن کو اس کے باپ تک پہنچانا ہے۔

کوئی خبر نہیں ماریا کا سراغ وہیں سے مل جائے۔ ہمارے ساتھ اکثر ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔

عورت نے پوچھا۔

www.urdurasala.com

"ماریا کون ہے؟"۔

ناگ نے مختصر کر کے بتایا۔

ہماری ایک بہن ہے۔ جو یہاں آ کر کھو گئی ہے۔ ہمارا جہاز کریش ہو گیا تھا۔ وہ برفانی طوفان میں پھنس کر راستہ بھول گئی۔

کسی نے بتایا ہے کہ اسے ایک گرجا گھر میں کسی جادوگر کے پاس دیکھا گیا ہے۔

عورت نے تعجب سے کندھے چڑھائے اور خاموش رہی۔

عنبر نے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں اب یہاں سے چل پڑنا چاہیے کیونکہ برفانی بھوت ہو سکتا ہے کھوج لگاتا لگاتا پھر ادھر آ نکلے"۔

ناگ نے کہا۔

"ابھی دن نکلا ہی ہے۔ چلو یہاں سے کوچ کرتے ہیں"۔

انہوں نے ایک کمبل کو تھیلا بنا کر اس میں کھانے پینے کی جتنی چیزیں باقی رہ گئی تھیں ڈال لیں۔

تھیلے کو عنبر نے کندھے پر ڈالا اور وہ تینوں کھوہ سے نکل کر مغرب کی طرف روانہ ہو گئے۔ سورج اس وقت مغرب کی سمت تھا۔

ناگ اپنے اندازے کے مطابق بالکل ٹھیک راستے پر چلا تھا۔ عورت بھی ان کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ انہوں نے کھال کے جوتے پہن رکھے تھے۔ برف سخت تھی، جوتے آرام دہ تھے اور وہ بڑے آرام سے چلے جا رہے تھے۔

www.urdurasala.com

برف کا طوفان

شروع میں وہ بہت تیز تیز چلے۔

اس خیال سے کہ کہیں برفانی بھوت پھر پیچھے نہ آ جائے۔ وہ بڑی جلدی جلدی اس علاقے سے دور نکل جانا چاہتے تھے۔

شام تک وہ کافی دور نکل آئے۔ اب عورت تھک کر چور ہو گئی تھی۔

وہ ایک برف کے تودے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ عنبر نے

اسے کھانا کھلایا۔ خود بھی کھایا۔ قہوہ پیا۔ عورت کی جان میں جان آئی۔

مگر سردی سے اس کا اور ناگ کا برا حال ہو رہا تھا۔ مٹی کے تیل کا لیمپ انہوں نے جلا رکھا تھا مگر تیز برفانی ہوا میں وہ بار بار بجھ رہا تھا۔

انہوں نے اسی جگہ رات بسر کرنے کا ارادہ کر لیا اور کمبل زمین پر بچھا دیا۔

اتنے میں آسمان پر بادلوں کا غبار سا چھا گیا۔ عورت نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔

''طوفان آ رہا ہے۔ برف کا طوفان!''۔

ابھی وہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ برف گرنا شروع ہو گئی۔

www.urdurasala.com

سفید سفید روئی کے گالے ان کے اوپر گرنے لگے۔ پھر ہوا بھی آہستہ آہستہ تیز ہونے لگی۔

عورت نے کہا۔

''یہاں سے بھاگو۔ نہیں تو یہ طوفان ہمیں مار ڈالے گا''۔

عنبر نے اٹھ کر ادھر ادھر دیکھا۔

''یہاں تو برف کے طوفان سے پناہ لینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے''۔

ناگ نے کہا۔

''مجھے وہم ہے کہ اس برفانی تودے کے پیچھے شاید ہمیں چھپنے کو کوئی جگہ مل جائے''۔

وہ تینوں اٹھے اور برف باری کی تیز ہواؤں میں برفانی

تودے کی طرف روانہ ہو گئے۔ سرد ہوا ان کے جسموں کو شل کر رہی تھی۔

صرف عنبر ایسا شخص تھا جس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ تودے تک پہنچتے پہنچتے برف کے طوفان کی رفتار تیز سے تیز ہو گئی۔

عورت دو تین بار گر پڑی۔ عنبر نے اسے بار بار سنبھالا دیا۔ تودے کی دوسری جانب اچانک ان کی نظر لکڑی کے بنے ہوئے ایک چھوٹے سے گیراج پر پڑی۔

عورت نے خوشی سے چلا کر کہا۔

''یہ ہماری پناہ گاہ ہے۔ ہمارے محکمے نے برفانی علاقے میں کہیں کہیں ایسی لکڑی کوٹھڑیاں بنا کر چھوڑ رکھی ہیں تاکہ اگر کوئی مسافر راستہ بھول کر بھٹک جائے تو اسے یہاں پناہ مل سکے۔

یہاں ضرور ہمیں مٹی کا تیل بھی مل جائے گا۔ چولہا بھی اور کچھ خوراک بھی ضرور پڑی ہو گی''۔

وہ تیزی سے لکڑی کے گیراج میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے دروازہ بند کر دیا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کا لکڑی کا فرش ٹوٹا ہوا تھا۔ درمیان میں ایک گول میز تھی۔ ارد گرد کرسیاں تھیں۔

چھت سے لالٹین لٹک رہی تھی۔ کونے میں مٹی کے تیل کا پیپہ تھا۔ ناگ نے دیکھا کہ اس میں تیل کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا۔

لالٹین میں بھی تیل خشک ہو چکا تھا۔ کھانے پینے کے ڈبے بھی خالی پڑے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی جماعت وہاں دس بارہ روز رہ کر جا چکی ہے۔

ان کے پاس دو تین روز کی خوراک موجود تھی جیسے وہ ہنگامی حالات میں سات روز تک بھی چلا سکتے تھے۔

پانی کی ایک چھاگل بھی تھی۔ باہر طوفان اب زوروں پر ہو گیا تھا۔

طوفانی ہوائیں مکان کی دیواروں سے ٹکریں مار رہی تھیں۔ اور دیواریں ہل رہی تھیں۔ عنبر نے بند کھڑکی کے سوراخوں میں کپڑا ٹھونس دیا۔

اس کے پاس جو تھوڑا سا مٹی کا تیل رہ گیا تھا۔ اس کی مدد سے چولہا جلایا۔ برف توڑ کر پانی بنایا۔ اسے پیا۔

پھر قہوہ بنا کر پیا۔ ٹماٹر اور مٹر گرم کر کے اس کا شوربہ پیا۔ عورت کو بھی پلایا۔ پھر کمبل اوڑھا کر اسے سلا دیا۔

ناگ نے بھی سموری کوٹ پہن کر اوپر دو کمبل لے لیے۔ سر پر بھی اس نے اونی ٹوپی پہن رکھی تھی۔

طوفان ساری رات جاری رہا۔

ایسا خوفناک آوازوں والا طوفان عنبر اور ناگ نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔

خدا خدا کر کے طوفان تھما۔ دن چڑھا۔ سورج کی ہلکی ہلکی روشنی ہوئی۔

انہوں نے کھڑکی کھول کر دیکھنے کی کوشش کی۔ معلوم ہوا کہ کھڑکی آدھی برف میں غرق ہے۔ ناگ اور عنبر کلہاڑی لے کر برف ہٹانے لگے۔

پہلے کھڑکی توڑی۔ پھر برف پرے ہٹائی۔ باہر نکل کر مکان

کے دروازے کے آگے سے برف ہٹائی۔ اندر آ کر کھڑکی کا دروازہ پھر سے مرمت کر کے لگایا اور باہر نکل کر دیکھا کہ ہر طرف برف کے نئے تودے بن گئے ہیں۔ نئے برفانی ٹیلے وجود میں آ چکے ہیں۔

عورت چولہا جلا کر ٹماٹر کا شوربہ تیار کر رہی تھی۔

انہوں نے ٹماٹر کے شوربے اور قہوے کا ناشتہ کیا اور بیٹھ کر غور کرنے لگے کہ انہیں کس وقت یہاں سے کوچ کرنا چاہیے۔

اولگا پر ابھی تک تھکن کے اثرات تھے۔ اگر انہیں کہیں سے کوئی گھسٹنے والی گاڑی مل جاتی تو اولگا کا مسئلہ حل ہو سکتا تھا۔

ناگ نے مشورہ دیا کہ کمرے کی کسی چھوٹی میز کو الٹا کر اس میں اولگا کو بٹھا دیا جائے اور رسیوں سے کھینچ کر سفر کیا جائے۔

www.urdurasala.com

خیال اچھا تھا۔ چنانچہ ایک چھوٹی میز کو الٹا کر اس میں گدیاں اور بستر کا کمبل ڈال دیا گیا۔

اونگا اس میں بیٹھ گئی۔ میز کے آگے دو رسیاں باندھ دی گئیں۔ دوپہر سے کچھ دیر پہلے انہوں نے اپنا سفر شروع کر دیا۔

یہ چھوٹی سی میز برف پر خوب چل رہی تھی۔ البتہ برف تازہ تازہ تھی۔ عنبر اور ناگ کے پاؤں بار بار برف میں دھنس رہے تھے۔

جس کی وجہ سے ان کی رفتار سست تھی۔ شام تک انہوں نے کافی سفر طے کر لیا۔ اب پھر رات بسر کرنے کا مسئلہ تھا۔

اپنے ساتھ انہوں نے لکڑی کے مکان سے ترپال کا ایک پرانا چھوٹا سا خیمہ لے لیا تھا۔ یہ خیمہ انہوں نے برف میں گاڑ دیا اور

اس کے اندر اکٹھے ہو کر بیٹھ گئے۔

اونگا نے دوبارہ ٹماٹر کا شوربہ گرم کر کے سب کو دیا خود بھی پیا اور تھوڑی سی چربی ڈبے میں سے نکال کر کھائی۔

اب تقریباً سارے ڈبے ختم ہو گئے تھے۔ صرف مٹی کا تیل اور ٹماٹر کے شوربے کے دو ڈبے بچ رہے تھے۔ اونگا تو سو گئی لیکن عنبر اور ناگ باتیں کرتے رہے۔

"کہیں ہم راستے سے بھٹک تو نہیں گئے ناگ؟ کیونکہ سفر کرتے آج دوسرا روز ہو گیا ہے اور ابھی تک کسی آبادی کے آثار نظر نہیں آئے۔"

ناگ بھی سوچ میں پڑ گیا۔

ہو سکتا ہے تمہارا خیال درست ہے۔ کیونکہ ان علاقوں سے

میں بھی ناواقف ہوں۔

اور گا بھی ناتجربہ کار ہے اس نے بھی اندازے سے ہی بتایا تھا کہ شاید اس طرف کو سفر کرتے ہوئے اس کے باپ کا گھر آ جائے۔

عنبر نے پوچھا۔

’’پھر تمہارا کیا خیال ہے ہمیں سفر جاری رکھنا چاہیے؟‘‘۔

ناگ مسکرایا۔

’’اس کے سوا اور چارہ بھی کیا ہے۔ ہاں ایک بات ہو سکتی ہے کہ میں پرندہ بن کر اڑ کر جاؤں اور آگے جا کر معلوم کروں کہ کہیں کوئی بستی بھی ہے کہ نہیں؟‘‘۔

عنبر خوش ہو کر بولا۔

’’یار اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں آیا۔ تم ابھی اڑ کر جاؤ اور پتہ لگاؤ کہ اس کے آگے برفانی میدان ہی ہیں یا کہیں کوئی بستی بھی ہے‘‘۔

ناگ نے کہا۔

’’ٹھیک ہے۔ تم لوگ میری واپسی تک اسی جگہ رہنا چل نہ پڑنا‘‘۔

ارے نہیں بھیا! ایسا نہیں ہو سکتا۔

ناگ اسی وقت باز کی شکل میں تبدیل ہو گیا اور اس نے مغرب کی طرف اڑنا شروع کر دیا۔

رات کا تھوڑا حصہ ہی باقی تھا۔ ناگ اڑتا چلا گیا کچھ دیر بعد صبح ہو گئی۔

www.urdurasala.com

اولگا نے جاگتے ہی ناگ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں چلا گیا ہے؟۔

عنبر نے بہانہ بنایا۔

''میں نے اسے آگے جا کر رستے کا پتا لگانے بھیجا ہے۔ دوپہر تک آ جائے گا۔ کیونکہ مجھے شبہ ہے کہ شاید ہم راستے سے بھٹک گئے ہیں''۔

اولگا نے کہا۔

''مجھے یقین ہے کہ ہم صحیح راستے پر جا رہے ہیں''۔

''یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟''۔

عنبر نے پوچھا۔

اولگا نے کہا۔

''میرا دل کہہ رہا ہے کہ میں ٹھیک راستے پر جا رہی ہوں''۔

عنبر نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور وہ سامان ٹھیک کرنے لگ گئے۔

ادھر ناگ باز بنا برفانی فضاؤں میں اڑا چلا جا رہا تھا۔ اسے دور دور تک کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اچانک اسے ایک جگہ کچھ کھمبے سے نظر آئی۔

بیچ میں ایک گول تھال سا لگا تھا۔ ناگ اڑتا اڑتا وہاں پہنچ گیا۔ یہ ایک چھوٹی سی عمارت تھی۔ پاس ہی برف پر ایک ہیلی کوپٹر کھڑا تھا۔

ریڈار کا پیالہ گھوم رہا تھا۔ کھمبوں کے ساتھ تاروں کا جال لگا تھا۔ ناگ سمجھ گیا کہ یہی وہ لیبارٹری ہے جہاں اولگا کا پروفیسر

باپ کام کرتا ہے۔

وہ اڑتا اڑتا اک منزلہ عمارت کے روشندان پر جا کر بیٹھا اس نے شیشے میں سے اندر جھانک کر دیکھا۔

اندر ایک چھوٹی چھوٹی کھچڑی سی ڈاڑھی والا پروفیسر قسم کا آدمی آلات کے سامنے بیٹھا تھا۔

اس کے سر پر ایک جرمن سپاہی دوسرے کمرے سے نکل کر آئے۔ ان میں ایک افسر تھا۔ افسر نے پستول کی نالی پروفیسر کے سر کے ساتھ لگا کر کہا۔

''ہمیں وہ خفیہ زبان بتاؤ جس میں تم واشنگٹن سے باتیں کرتے ہو''۔

پروفیسر نے کہا۔

''کوڈ ورڈ کا مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں تو ایک سائنس دان ہوں۔ سگنل آپریٹر نہیں ہوں۔ جن لوگوں کو کوڈ ورڈ کا علم تھا ان کو تم لوگوں نے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا ہے''۔

جرمن افسر نے زور سے پستول کا دستہ پروفیسر کے سر پر مارا۔ پروفیسر کے سر سے خون جاری ہو گیا اور وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑا۔

افسر نے اشارہ کیا۔ جرمن سپاہی اسے اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے گئے۔ جرمن افسر خود مشینوں کے آگے بیٹھ گیا۔

اس نے وائرلیس پر جرمن زبان میں اپنے ہیڈ کوارٹر کو سگنل بھیجنے شروع کر دیے۔ شاید وہ یہ خوش خبری بھیج رہا تھا کہ انہوں نے قطب شمالی کے برفانی میدانوں میں ایک لیبارٹری پر قبضہ کر

باپ کام کرتا ہے۔

وہ اڑتا اڑتا اک منزلہ عمارت کے روشندان پر جا کر بیٹھا اس نے شیشے میں سے اندر جھانک کر دیکھا۔

اندر ایک چھوٹی چھوٹی کھچڑی سی ڈاڑھی والا پروفیسر قسم کا آدمی آلات کے سامنے بیٹھا تھا۔

اس کے سر پر ایک جرمن سپاہی دوسرے کمرے سے نکل کر آئے۔ ان میں ایک افسر تھا۔ افسر نے پستول کی نالی پروفیسر کے سر کے ساتھ لگا کر کہا۔

”ہمیں وہ خفیہ زبان بتاؤ جس میں تم واشنگٹن سے باتیں کرتے ہو۔“

پروفیسر نے کہا۔

”کوڈ ورڈ کا مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں تو ایک سائنس دان ہوں۔ سگنل آپریٹر نہیں ہوں۔ جن لوگوں کو کوڈ ورڈ کا علم تھا ان کو تم لوگوں نے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا ہے“۔

جرمن افسر نے زور سے پستول کا دستہ پروفیسر کے سر پر مارا۔ پروفیسر کے سر سے خون جاری ہو گیا اور وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑا۔

افسر نے اشارہ کیا۔ جرمن سپاہی اسے اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے گئے۔ جرمن افسر خود مشینوں کے آگے بیٹھ گیا۔

اس نے وائرلیس پر جرمن زبان میں اپنے ہیڈ کوارٹر کو سگنل بھیجنے شروع کر دیے۔ شاید وہ یہ خوش خبری بھیج رہا تھا کہ انہوں نے قطب شمالی کے برفانی میدانوں میں ایک لیبارٹری پر قبضہ کر

اونگا اسے دیکھ کر بڑی خوش ہوئی۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم آ گئے۔ میں تو پریشان ہو گئی تھی"۔

ناگ نے عنبر کو بتایا کہ اونگا کے گھر کا پتہ معلوم ہو گیا ہے۔

"لیبارٹری یہاں سے پچاس کوس کے فاصلے پر ہے"۔

اونگا خوش ہو کر بولا۔

"میرے ڈیڈی تو ٹھیک ہیں ناں؟"۔

ناگ ان سے کچھ بھی چھپانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے ساری بات صاف صاف بتا دی کہ لیبارٹری پر جرمنوں نے قبضہ کر لیا ہے اور اونگا کا باپ جرمنوں کی حراست میں رہ کر کام کر رہا ہے۔

اس نے اونگا کی خاطر یہ نہ بتایا کہ جرمنوں نے پروفیسر کو زخمی کر کے جیل میں ڈال رکھا ہے۔

عنبر نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ اگر ہم نے اونگا کو وہاں چھوڑا تو یہ بھی جرمنوں کی قید میں چلی جائے گی اور ہمیں بھی وہ قیدی بنا لیں گے"۔

ناگ نے کہا۔

"ایسا ہی ہوگا"۔

اونگا رونے لگی۔

"میرے ڈیڈی! تم کس حال میں ہو!"۔

ناگ اور عنبر نے اسے تسلی دی۔ کہ وہ فکر نہ کرے۔ اس کے ڈیڈی کو بہت جلد آزاد کرا لیا جائے گا۔

اونگا کچھ دیر سسکیاں بھرنے کے بعد چپ ہو گئی اور رومال

www.urdurasala.com

سے آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔

"اگر جرمن وہاں آ گئے ہیں تو ہمارا ان کے قریب بھی پھٹکنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ وہ ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے"۔

عنبر نے کہا۔

"تو پھر تمہارا کیا خیال ہے۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"۔

اوانگا نے سوچ کر کہا۔

"میرا تو خیال ہے کہ ہمیں یہاں سے کسی دوسری طرف نکل جانا چاہیے۔ شاید سفر کرتے کرتے ہم کسی امریکی سنٹر تک پہنچ جائیں"۔

عنبر نے کہا۔

"لیکن ہمارے پاس خوراک ایک روز کی باقی رہ گئی ہے۔ ہم اتنی کم خوراک کے ساتھ اتنے بے یقینی سفر کا خطرہ مول نہیں لے سکتے"۔

ناگ کہنے لگا۔

"کسی اور طرف سفر کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"۔

اوانگا بولی۔

"تو پھر کیا ہم اسی جگہ بیٹھے بیٹھے مرنا پسند کریں گے"۔

ناگ نے کہا۔

"نہیں! ہم پر حملہ کر کے لیبارٹری پر قبضہ کریں گے"۔

اوانگا پہلی بار قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔ جب سے وہ سفر میں ان کے ساتھ تھی، کسی نے بھی اسے اس طرح ہنستے نہ دیکھا تھا۔

www.urdurasala.com

ناگ اور عنبر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

ناگ نے کہا۔

''تم ہنس کیوں رہی ہو؟''۔

اولگا کہنے لگی۔

''اس خیال سے کہ ایک مٹھی پہاڑ کا مقابلہ کرنے کا پروگرام بنا رہی ہے۔ بھلا ہم نہتے انسان جرمن کمپنی کا کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں کیا یہ ہنسی کی بات نہیں ہے؟''۔

ناگ نے عنبر کی طرف دیکھا اور کہا۔

''عنبر بھیا! ذرا اولگا کو بتاؤ کہ ہم حملہ کر سکتے ہیں اور لیبارٹری پر قبضہ بھی کر سکتے ہیں''۔

عنبر نے اولگا کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''میری بہن! دنیا میں بعض ایسی باتیں ہیں جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتیں، تمہیں جو کرنا ہے کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہارے ساتھ جیوں گی۔ تمہارے ساتھ مروں گی''۔

ناگ نے اولگا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''فکر نہ کرو۔ ہم اپنی بہن کو مرنے نہیں دیں گے۔ تمہیں تمہارے ڈیڈی کے پاس پہنچائیں گے''۔

اولگا کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ یہ دو نہتے آدمی ایک پوری جرمن کمپنی پر حملہ کس طرح کریں گے اور پھر انہیں شکست دے کر لیبارٹری پر کیوں کر قبضہ کریں گے۔

اولگا کو کچھ کچھ یقین ہونے لگا کہ یہ دونوں پاگل ہیں۔ اس سے پہلے بھی اس نے سنا تھا کہ عنبر اپنے دوست ناگ سے کہہ رہا

تھا کہ یار تم ہاتھی بن کر برفانی انسان کا مقابلہ کیوں نہیں کرتے؟۔

اولگا خاموشی سے اپنی قسمت کو کوسنے لگی کہ برفانی بھوت کے چنگل سے نکل کر اب ان دو پاگل آدمیوں کے پلے پڑ گئی ہے۔

وہ اپنے کام میں لگی تھی۔ چولہا جا کر کیمپ سے باہر برف پر ٹماٹر کا شوربہ گرم کر رہی تھی۔ اندر خیمے میں عنبر اور ناگ حملے کا پروگرام بنا رہے تھے۔

''میرا تو خیال ہے کہ ہمیں آج ہی رات حملہ کر دینا چاہیے۔ دن کی روشنی میں ہمیں کئی ایک مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا''۔

''وہ تو ٹھیک ہے مگر میں کیسے راتوں رات وہاں پہنچ سکوں گا۔ تم تو اڑ کر وہاں پہنچ جاؤ گے''۔

ناگ بولا۔

ایسا کرتے ہیں کہ میں ابھی وہاں اڑ کر جاتا ہوں اور ان جرمنوں کو کسی نہ کسی طرح ہلاک کر کے لیبارٹری پر قبضہ کر لیتا ہوں۔

تم اولگا کو لے کر صبح صبح چل پڑنا اور شام تک وہاں پہنچ جانا۔

''یہ تجویز ٹھیک ہے۔ تم ابھی چل پڑو''۔

عنبر کو یہ تجویز پسند آئی تھی۔

ناگ نے پوچھا۔

''تمہیں راستے کا پتہ چل جائے گا؟''۔

''اولگا میرے ساتھ ہے۔ پھر تم بھی ہمیں گائیڈ کرو''۔

ناگ نے عنبر کو راستے کی ساری نشانیاں بتا دیں۔ اور خود باز بن کر اڑ گیا اولگا باہر شوربہ پیالوں میں ڈال رہی تھی۔

اس نے ایک باز کو بڑی تیزی سے اپنے سر کے اوپر سے اڑتے دیکھا۔ اتنے میں عنبر باہر آ گیا۔ اولگا نے پوچھا۔

''ناگ کہاں ہے؟''۔

عنبر بولا۔

''وہ لیبارٹری پر قبضہ کرنے گیا ہے۔ ہم منہ اندھیرے یہاں سے روانہ ہو جائیں گے''۔

اولگا حیرانی سے بولی۔

''اکیلا جرمن فوجوں کا مقابلہ کرنے گیا ہے؟''۔

عنبر ہنس کر کہنے لگا۔

''صرف مقابلہ کرنے ہی نہیں بلکہ انہیں شکست دینے بھی گیا ہے''۔

اولگا نے کہا۔

''مگر میں نے تو اسے جاتے نہیں دیکھا''۔

عنبر ہنسا۔

''وہ اڑ کر گیا ہے''۔

اولگا کو وہ باز یاد آ گیا جو اس کے سر پر سے اڑ کر گیا تھا۔ لیکن اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ سچ ہے۔ کیا یہ لوگ جادوگر ہیں یا پاگل ہیں؟۔

ناگ کہاں ہے؟۔

وہ پرندہ یہاں کہاں سے آ گیا تھا؟۔

اولگا کا سر چکرانے لگا۔ وہ شوربہ لے کر جلدی سے خیمے کے اندر چلی گئی۔

www.urdurasala.com

ادھر ناگ اڑتا چلا گیا۔ آدھی رات کے بعد وہ لیبارٹری کے پاس پہنچ گیا۔

کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ مگر شیشوں پر سیاہ کپڑا چڑھا تھا جس کی وجہ سے بڑی مدھم روشنی باہر آ رہی تھی۔

جس کمرے میں پروفیسر کو قید کیا گیا تھا اس کے روشندان سے بھی دھیمی دھیمی روشنی کی کرنیں باہر آ رہی تھیں۔

ناگ اس روشندان پر جا کر بیٹھ گیا۔ اس نے گردن گھما کر اندر دیکھا۔ پروفیسر ایک پلنگ پر لیٹا ہوا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔

ایک جرمن سپاہی اس کے سرہانے کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔

ناگ اڑ کر لیبارٹری کے دوسرے کمرے کے روشندان میں آ گیا۔

یہاں مشینوں کے سامنے دو جرمن سپاہی بیٹھے آپس میں ہنسی مذاق کی باتیں کر رہے تھے۔ ذرا پرے ایک پلنگ پر ان کا افسر سویا پڑا خراٹے لے رہا تھا۔

دو سپاہی قریب ہی صوفے پر سو رہے تھے۔ دو سپاہی مشین گنیں لئے باہر پہرہ دے رہے تھے۔ ایک سپاہی ہیلی کاپٹر کے باہر پہرہ دے رہا تھا۔

ناگ نے حملے کا سارا پلان بنا لیا۔

پھر وہ اڑ کر ہیلی کاپٹر کے پاس گیا اور پیچھے چھپ کر زمین پر بیٹھ گیا۔

جرمن سپاہی نے کسی پرندے کی آواز سنی مگر اندھیرے میں اسے کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔

وہ اسی طرح چل پھر کر پہرہ دینے لگا۔ ناگ نے باز کی شکل چھوڑ کر سانپ کا روپ بدل لیا اور ہیلی کاپٹر پر رینگتا ہوا سپاہی کے قریب آ گیا۔

اندھیرے میں سپاہی ایک سیاہ سانپ کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

جب سپاہی سانپ کے قریب سے گزرنے لگا تو ناگ نے چھلانگ لگائی اور سپاہی کی گردن سے جا کر چمٹ گیا اور جاتے ہی ڈس دیا۔

زہر کی وجہ سے سپاہی کے گلے کی رگیں خشک ہو گئیں اور وہ بالکل آواز نہ نکال سکا۔ زہر نے جلدی اثر کرنا شروع کر دیا۔

وہ لڑکھڑا کر گرا اور مر گیا۔

سانپ یہاں سے نکل کر لیبارٹری کے دروازے پر آ گیا۔

اس جگہ اندھیرے میں دو جرمن چل پھر کر لیبارٹری کے ارد گرد چکر لگاتے ہوئے پہرہ دے رہے تھے۔

سانپ نے دیکھا کہ ہر دس سیکنڈ کے بعد دونوں ایک جگہ آ کر مل جاتے ہیں۔ گویا دس سیکنڈ سے پہلے پہلے وہ ایک سپاہی کو ہلاک کر سکتا ہے تاکہ دوسرے سپاہی کو کوئی خبر نہ ہو اور وہ شور مچا کر اندر کے سپاہیوں کو خبردار نہ کر سکے۔

سانپ ایک خاص مقام پر دیوار پر چھپ کر بیٹھ گیا اور سپاہی کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔

پہرے دار سپاہی دوسرے سپاہی سے مل کر لیبارٹری کے عقب سے ہو کر اس جگہ آ گیا جہاں اس کی موت اس کا انتظار کر رہی تھی۔

جونہی سپاہی قریب سے گزرا سانپ اچھل کر اس کی گردن سے چمٹا اور فوراً ڈس دیا۔

ڈستے ہی زہر نے سپاہی کی گردن کی رگیں خشک کر دیں۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے گردن کو پکڑ لیا اور چکرا کر گر پڑا۔

گرتے ہی اس نے دم توڑ دیا۔ اب دوسرا سپاہی چکر پورا کر کے ادھر آیا تو سانپ نے اچھل کر اس پر حملہ کر دیا۔

مگر سپاہی نے سانپ کو اچھل کر حملہ کرتے دیکھ لیا تھا۔ اس نے چیخ مار کر اپنے ساتھیوں کو خبردار کر دیا۔ سانپ نے اسے ڈس لیا تھا۔

وہ مردہ ہو کر نیچے گر پڑا مگر اس دوران میں اس کے ساتھی سنگین تانے باہر کو بھاگے۔

باہر آ کر انہوں نے ٹارچ کی روشنی میں دیکھا کہ دونوں پہرے دار تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مرے پڑے ہیں۔

جرمن آفیسر نے چیخ کر کہا۔

''ہیلی کاپٹر کا جائزہ لو''۔

سپاہی ہیلی کاپٹر کی طرف بھاگے۔ جرمن افسر نے لاشوں کا معائنہ کرنے کے بعد کہا۔

''سانپ نے ڈسا ہے۔ مگر سانپ یہاں کہاں سے آ گیا؟''۔

زہر کی وجہ سے ان کے رنگ نیلے پڑ گئے ہیں۔ گردن پر سانپ کے ڈسنے کا نشان ہے۔ مگر سانپ کون لے آیا یہاں؟ سانپ اب کہاں چلا گیا؟۔

www.urdureaders.com

دوسری طرف سپاہیوں نے آ کر خبر دی کہ ہیلی کاپٹر پر پہرہ دینے والا سپاہی بھی سانپ ہی کے ڈسنے سے ہلاک ہو چکا ہے۔

جرمن افسر سکتے میں آ گیا۔

اس ویران اکیلے علاقے میں دیکھتے دیکھتے اس کی کمپنی کے تین جوان ہلاک کر دیئے گئے تھے۔

یہ تخریبی کارروائی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ دشمن وہاں پہنچ گیا ہے مگر وہ چھپا ہوا ہے۔ اس نے سانپ پھینک کر ان سپاہیوں کو ہلاک کیا ہے تاکہ کوئی آواز پیدا نہ ہو سکے۔

اس نے چیخ کر حکم دیا۔

"لیبارٹری کے دروازے بند کر کے کھڑکیوں میں مشین گنیں لگا دی جائیں"۔

اسی وقت سپاہیوں نے لیبارٹری کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ کھڑکی کا شیشہ توڑ کر مشین گنیں لگا دیں۔ پروفیسر کو معلوم ہوا تو وہ اندر ہی اندر بہت خوش ہوا۔ اسے یقین ہو گیا کہ امریکی گوریلے وہاں پہنچ گئے ہیں۔ اور اب اسے رہا کرا لیا جائے گا۔

ہاں البتہ اسے اپنی بیٹی اولگا کا خیال آتا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے تھے۔ کیونکہ اولگا کی کسی کو خبر نہ تھی۔

گوریلے آگئے

سانپ ابھی تک ہیلی کاپٹر پر تھا۔

وہ دیکھ رہا تھا کہ جرمنوں نے لیبارٹری میں مورچے سنبھال لیے ہیں۔

وہ چوکس ہو گیا تھا۔ اس نے ہیلی کاپٹر سے اتر کر لیبارٹری کی دوسری طرف رینگنا شروع کر دیا۔ ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا ۔وہ لیبارٹری کی دیوار پر چڑھ گیا۔

یہاں رینگتا ہوا وہ روشندان پر آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ اندر پروفیسر پلنگ پر لیٹا سو رہا تھا یا شاید سونے کی کوشش کر رہا تھا۔

سانپ نے روشندان میں اندر اترنا شروع کر دیا۔ کمرے میں مدھم سا بلب جل رہا تھا۔ سانپ رینگتا ہوا پروفیسر کے پلنگ کے پیچھے دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔

اسے پروفیسر کے گہرے سانس کی آواز آ رہی تھی۔ اس نے پروفیسر کو معاملات سے آگاہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

ایک دم سے سانپ جون بدل کر انسان یعنی ناگ کے روپ میں آ گیا۔

وہ دبے پاؤں پروفیسر کے پلنگ کے پاس گیا۔ اس نے آہستہ سے اسے جگایا۔ پروفیسر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

www.urdurasala.com

"کون ہو تم؟ کیا تم مجھے ہلاک کرنے آئے ہو؟"۔ ناگ نے کہا۔

"نہیں! میں تمہاری مدد کرنے آیا ہوں"۔

پروفیسر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کیا تم امریکی گوریلے ہو؟"۔

"ہاں! تم یہی سمجھ لو۔ میں امریکی گوریلا ہی ہوں۔ میں تمہیں یہ خوش خبری بھی سنانی چاہتا ہوں کہ تمہاری بیٹی اولگا زندہ سلامت ہے اور ہماری حفاظت میں ہے"۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"۔

پروفیسر نے ناگ کا بازو تھام لیا۔ ناگ نے انگلی سے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"شور مت مچاؤ۔ ابھی خطرہ ہمارے سر پر منڈلا رہا ہے۔ تم آرام سے یہاں لیٹے رہو۔ میں باہر جا رہا ہوں"۔

"لیکن باہر تو جرمنوں کا زبردست پہرہ ہے۔ دروازہ باہر سے بند ہے۔ باہر تالا لگا ہے تم باہر کیسے جاؤ گے؟"۔

ناگ نے پروفیسر کا شانہ دبا کر کہا۔

"خدا کے لیے تم منہ دوسری طرف کر کے سو جاؤ۔ یہاں ایک زبردست انقلاب آنے والا ہے۔ تم کوئی ایسی حرکت نہ کرنا جس سے ہمارا بنا بنایا کام بگڑ جائے۔ اب آنکھیں بند کر کے سو جاؤ"۔

اصل میں ناگ نہیں چاہتا تھا کہ پروفیسر اسے انسان سے پھر سانپ بنتے دیکھے۔

کیونکہ وہ گھبرا کر معاملہ خراب کر سکتا تھا۔ پروفیسر پلنگ پر

آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ مگر وہ حیران تھا کہ یہ گوریلا اس کمرے سے کیونکر باہر نکلے گا۔ اس کی سمجھ میں ابھی تک یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ ناگ اندر کیسے آ گیا؟۔

اگرچہ ناگ نے کہا تھا کہ وہ روشندان سے کود کر اندر آیا ہے۔ پھر بھی پروفیسر کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

پروفیسر کانی آنکھ سے ناگ کو دیکھ رہا تھا۔ ناگ نے جھک کر پروفیسر کو دیکھا کہ وہ سو گیا ہے کہ نہیں۔ پروفیسر نے آنکھیں بند کر لیں۔

جب ناگ کی تسلی ہو گئی کہ پروفیسر اسے بالکل نہیں دیکھ رہا تو اس نے بڑے اطمینان سے اپنی جون بدل ڈالی۔

پروفیسر کانی آنکھ سے دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے اپنے

سامنے کمرے میں ایک جیتے جاگتے انسان کو سانپ بنتے دیکھا تو وہ پلنگ پر لیٹے لیٹے خوف کے مارے کانپنے لگا۔

آج تک اس نے جتنی سائنس پڑی تھی وہاں کسی جگہ بھی یہ نہیں لکھا تھا کہ ایک انسان سانپ کی شکل بھی اختیار کر سکتا ہے۔

آج وہ اس عجیب و غریب کرامت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

ناگ دروازے کے سوراخ میں سے باہر نکل گیا۔

باہر صبح کی ہلکی ہلکی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ سردی شدید سے شدید تر ہو گئی تھی۔

سانپ نے دیکھا کہ دو سپاہی لیبارٹری کی کھڑکی میں مشین گنیں لگائے بیٹھے افق کو گھور رہے تھے۔ شاید انہیں خطرہ تھا کہ

گوریلا! ہیلی کاپٹر سے ان پر حملہ کریں گے۔

سانپ رینگتا ہوا ان کے پیچھے چلا گیا دونوں سپاہیوں کی پیٹھ اب ناگ کی طرف تھی۔ ناگ نے آرام سے ایک سپاہی کی گردن پر ڈس دیا۔

ڈسنے کے ساتھ ہی سپاہی نے ایک چیخ ماری۔

دوسرے سپاہی نے گھبرا کر یا ڈر کر مشین گن کے فائرنگ شروع کر دی۔ اس فائرنگ سے ساری جرمن کمپنی کے باقی سپاہی خبردار ہو کر کھڑکی کی طرف بھاگے۔

ناگ وہاں سے کھسک گیا اور ہیلی کاپٹر کے نیچے چھپ گیا۔

جرمن افسر اور دوسرے فوجیوں نے اپنے ایک سپاہی کی لاش دیکھی تو دوسرے سے پوچھا کہ کیا ہوا تھا؟

دوسرے سپاہی نے کہا۔

''جناب! میں نے ایک کالا سانپ دیکھا جس نے میرے ساتھی کی گردن میں ڈس دیا''۔

جرمن افسر نے چلا کر کہا۔

''سارے علاقے کا چپہ چپہ چھان مارو۔ سانپ یہیں کہیں ہوگا۔ اسے کچل کر رکھ دو''۔

سپاہی جرمن افسر کا منہ دیکھنے لگا۔ کیونکہ اب صرف چار سپاہی باقی رہ گئے تھے۔ وہ بھلا کہاں کہاں جا کر سانپ کو تلاش کرتے؟
۔

ایک سارجنٹ نے کہا۔

''جناب! ہمیں پیچھے ہیڈ کوارٹر کو اطلاع کر دینی چاہیے کہ

یہاں نفری کم ہو گئی ہے اس لیے ایک اور کمپنی کا انتظام کیا جائے"۔

جرمن افسر بولا۔

"بکواس بند کرو۔ یہ میرا کام ہے۔ تم سانپ کو تلاش کرو"۔

جرمن افسر نے بڑا احمقانہ حکم دیا تھا۔ اس نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری تھی۔

چاروں سپاہی ادھر ادھر گھوم پھر کر سانپ تلاش کرنے لگے یہ تو ناگ کے لیے بڑا آسان شکار تھے۔ چنانچہ جونہی ایک سپاہی نیلی کاپٹر کے پاس آیا اس نے اسے ڈس دیا۔

دوسرا سپاہی چیخ مار کر بھاگا۔ سانپ وہاں سے بھاگ کر لیبارٹری کی طرف آ گیا۔

تیسرے سپاہی نے دن کی روشنی میں کالے سانپ کو سفید برف پر بھاگتے دیکھ لیا۔ بس پھر کیا تھا۔ سب اسی طرف گولیاں برسانے لگے۔

ناگ پھنس گیا۔ جرمن افسر نے بھی سانپ کو دیکھ لیا تھا۔

انہوں نے مشین گن کا رخ ادھر کو کر دیا۔ ناگ گھبرا گیا موت اسے سامنے نظر آ رہی تھی۔

اس کے لیے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ پرندہ بن کر اڑ جائے۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا وہ ایک دم سے باز بن کر فضا میں اڑ گیا۔

جرمنوں کی سمجھ میں نہ آ سکا کہ سانپ ایک دم سے کہاں

www.urdurasala.com

غائب ہو گیا۔

کسی کے وہم میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ ناگ پرندہ بن کر اڑ گیا ہے۔ ناگ نے اڑتے اڑتے آسمان کا ایک چکر لگایا پھر ایک برفانی ٹیلے کے عقب میں آ کر ایک جگہ اتر گیا۔

کیا دیکھتا ہے کہ سامنے سے ایک کتا گاڑی آ رہی ہے جس پر اولگا اور عنبر سوار ہیں۔

ناگ جلدی سے ان کے پاس پہنچا۔ انسان کی شکل میں آ کر انہیں بتایا کہ مورچہ ابھی تک جرمنوں کے قبضے میں ہے۔

اس نے اولگا سے کہا۔

"تمہارے باپ کو میں نے بتا دیا ہے کہ تم زندہ ہو اور یہاں آ رہی ہو۔ وہ بہت خوش ہوا تھا"۔

اولگا کی بھی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔

عنبر نے کہا۔

"پھر اب کیا کرنا چاہیے؟"۔

"آپ لوگ اسی جگہ برف کے تودے کے پیچھے چھپ کر میرا انتظار کریں۔ میں جا کر ایک اور حملہ کرتا ہوں۔ اس بات ضرور کامیاب ہوں گا"۔

عنبر اور اولگا تودے کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئے۔ ناگ وہاں سے نکل کر لیبارٹری کے قریب آ کر رک گیا۔

اس نے آنکھیں بند کر کے زور سے سانس لیا اور اب ایک جرمن کرنل کی شکل میں وہاں کھڑا تھا۔ اس کی وردی چمک رہی تھی۔

سر پر ٹوپی تھی۔ ہاتھ میں ہنٹر تھا اور برجس کے ساتھ چمڑے کے جوتے پہن رکھے تھے۔ وہ برف پر چلتا لیبارٹری کے دروازے پر پہنچ گیا۔

ایک دم سے جرمن افسر اور سپاہیوں کی نظر جرمن کرنل پر پڑی تو وہ دم بخود ہو کر رہ گئے۔

انہوں نے اٹن شن ہو کر سلیوٹ کیے۔ جرمن کرنل نے آگے بڑھ کر کہا۔

"یاقی سپاہی کہاں ہیں؟"۔

جرمن افسر گھگھیا کر بولا۔

"جناب! ایک سانپ نے حملہ کر کے ہمارے چھ سپاہیوں کو ہلاک کر دیا ہے"۔

"بدتمیز کہیں کے۔ ایک فوجی ہو کر ایسی بزدلانہ باتیں کر رہے ہو۔ کیا تم لوگ سانپ کو بھی نہیں مار سکے؟"۔

"جناب! وہ سانپ تو کوئی جادو کا سانپ تھا۔ ایکدم سے غائب ہو جاتا تھا"۔

"شٹ اپ! چلو چل کر مجھے اسلحہ دکھاؤ"۔

"یس سر"۔

جرمن افسر نے کرنل کو ساتھ لیا اور لیبارٹری کے اندر آ گیا۔

یہاں ایک جگہ مشین گن لگی تھی۔ سپاہی چوکس ہو کر بیٹھا تھا۔

کرنل ناگ نے کہا۔

"تم نے پیچھے اطلاع دی ہے کہ ہمیں اور اسلحہ اور سپاہی چاہئیں؟"۔

www.urdurasala.com

''جی نہیں''۔

''بڑے احمق ہو۔ کیوں نہیں اطلاع دی؟''۔

''سر ابھی اطلاع کیے دیتا ہوں''۔

کرنل ناگ نے چل پھر کر ساری لیبارٹری دیکھی۔

پروفیسر سے بھی ملا۔

کرنل نے کہا۔

''اس پروفیسر کو گولی کیوں نہیں ماری؟''۔

جرمن افسر نے کہا۔

''سر! ہیڈ کوارٹر نے کہا تھا اس سے کام لینا ہے۔ ابھی اسے زندہ رکھا جائے''۔

کرنل ناگ نے سر کو ہلا کر کہا۔

''ہیڈ کوارٹر والے بھی پاگل ہیں''۔

پھر اس نے حکم دیا۔

''تم ایسا کرو کہ باقی چاروں سپاہی لے کر ہیلی کاپٹر کے پاس جا کر پہرہ دو۔ میں نے ہیڈ کوارٹر پر ایک خفیہ بات کرنی ہے''۔

جرمن افسر نے کچھ حیران ہو کر کہا۔

''جناب! مگر۔۔۔''

کرنل نے ڈانٹ کر کہا۔

''بکواس بند کرو۔ جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو چلو۔ سارے سپاہی لے کر ہیلی کاپٹر کے پاس جا کر کھڑے ہو جاؤ اور میرا انتظار کرو''۔

''جو حکم جناب''۔

www.urdurasala.com

جرمن افسر نے سلیوٹ مار کر کہا اور باقی بچے ہوئے چاروں سپاہی لے کر وہ ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھا۔

جونہی وہ کھلے برفانی میدان میں آیا کرنل ناگ نے مشین گن کا منہ ان کی طرف کر کے فائرنگ کھول دی۔

جرمن افسر حیران ہو کر تکنے لگا۔

''سر! یہ کیا کر رہے ہیں؟''۔

مگر مشین گن کی چھ گولیاں اس کے سینے میں آ کر لگیں اور وہ دوسرے سپاہیوں کے ساتھ اسی جگہ ڈھیر ہو گیا۔

ناگ نے اسی وقت پھر سے اپنی اصلی شکل اختیار کی اور لیبارٹری کے باہر آ کر ہوا میں سفید جھنڈا لہرا کر فائر کیا۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ مورچے پر قبضہ کر لیا گیا۔ فائر کی آواز

سن کر عنبر اور اولگا بھی وہاں آ گئے۔ ناگ نے اولگا کے والد کو اس سے ملا دیا۔

دونوں گلے مل کر رونے لگے۔ انہوں نے ناگ اور عنبر کا شکریہ ادا کیا۔

''مجھے یقین ہے کہ پیچھے سے جرمن سپاہیوں کی ایک پوری بریگیڈ یہاں آنے والی ہے۔ کیونکہ اتحادی یہاں پر بھرپور حملہ کرنے والے ہیں۔ یہ اطلاع جرمن جاسوسوں نے ہیڈ کوارٹر پہنچا دی ہے''۔

عنبر بولا۔

''تو پھر آپ کا کیا خیال ہے؟''۔

پروفیسر نے کہا۔

''میرا تو خیال ہے کہ ہمیں اتحادیوں کو اطلاع کر دینی چاہیے کہ لیبارٹری پر ہم نے قبضہ کر لیا ہے وہ جتنی جلدی ہو سکے یہاں اپنی فوج اتار دیں''۔

ناگ نے حامی بھری۔

''میرا بھی یہی خیال ہے''۔

''تو پھر آپ ہی سگنل دینے کی کوشش کریں کیوں کہ ہمیں تو اتحادی فوجوں کے ہیڈ کوارٹر کی فری کوئنسی کا علم نہیں ہے''۔

پروفیسر بولا۔

''علم تو مجھے بھی نہیں ہے مگر کوشش کرتا ہوں''۔

پروفیسر مشین پر بیٹھ کر وائرلیس کرنے لگا۔ کافی دیر تک چلانے کے بعد آخر اسے ایک فری کوئنسی مل گئی۔

پروفیسر نے آواز دی۔

''ہیلو چارلی! ہیلو چارلی!''۔

''ہیلو روجر! ہیلو روجر!''۔

پروفیسر نے خفیہ زبان بول کر معلوم کر لیا تھا کہ یہ امریکی چوکی ہے۔

اس نے بتایا کہ قطب شمالی کی لیبارٹری پر امریکی قبضہ کر لیا گیا ہے۔ جلدی سے اپنی فوجیں روانہ کر دیں۔

دوسری طرف سے امریکی کرنل نے جھنجھلا کر کہا۔

''کیا بک بک کر رہے ہو تم۔ امریکہ نے کیسے قبضہ کر لیا ہے جب کہ امریکی فوج ابھی تک وہاں نہیں پہنچی؟''۔

پروفیسر نے کہا۔

www.urdurasala.com

''اصل میں بات یہ ہے کہ یہاں امریکہ کے حمایتی گوریلوں نے جرمن سپاہیوں کو ہلاک کر کے یہاں قبضہ کر لیا ہے''۔

''ٹھیک ہے۔ ہم فوج روانہ کر رہے ہیں''۔

امریکی کرنل نے وائرلیس بند کر دیا۔

پروفیسر نے عنبر سے کہا۔

''امریکی فوج روانہ ہونے والی ہے۔ یہ لوگ بڑے غیر ذمہ دار ہیں۔ بڑے آرام سے بیٹھے ہیں۔ ادھر ہم اپنی جان پر کھیل رہے ہیں''۔

ناگ مسکرایا۔

''اس دور دراز چوکی کی کوئی اہمیت بھی تو نہیں ہے''۔

پروفیسر بولا۔

''کیسی باتیں کرتے ہو مسٹر ناگ! اس چوکی کی اہمیت نہ ہوتی تو جرمن ہائی کمان یونہی اپنے فوجی یہاں مروانے کے لیے نہ بھیج دیتا''۔

عنبر نے کہا۔

''تو پھر پروفیسر اب تمہارا کیا خیال ہے؟ ہمیں یہاں بیٹھ کر امریکی فوجوں کا انتظار کرنا چاہیے یا پھر''۔

پروفیسر نے کہا۔

''یا پھر کیا؟ بھائی ہم اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتے ہیں؟''۔

لیکن مجھے ایک خطرہ ہے۔ وہ یہ کہ کہیں امریکی فوجوں کے آنے سے پہلے پہلے جرمن بریگیڈ نہ یہاں پہنچ جائے۔

عنبر بولا۔

''مجھے بھی یہی خطرہ ہے۔ کیونکہ جرمن ہائی کمانڈ اتنی دیر تک اس علاقے سے غافل ہو کر نہیں بیٹھ سکتی۔ جرمن جاسوسوں کی اطلاع کے مطابق انہیں امریکی حملے کی خبر مل چکی ہے اور اب وہ اپنی چھاتہ بردار فوج یہاں ضرور اتار دیں گے۔''

ابھی وہ یہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ انہیں دور سے ہوائی جہاز کی آواز سنائی دی۔

گھوں گھوں کی آواز قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی تھی۔

پروفیسر نے چونک کر کہا۔

''ضرور یہ جرمن بردار فوج کا ہوائی جہاز ہے۔ میں جرمن جہازوں کی آواز پہچانتا ہوں''۔

اولگا نے کہا۔

''ڈیڈی! یہ امریکی جہاز بھی تو ہو سکتا ہے''۔

''نہیں نہیں بیٹی! میرا تجربہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اور پھر امریکی ہائی کمانڈ والے اتنے چوکس نہیں ہیں۔ یہ ضرور جرمن چھاتہ بردار جہاز ہے جو یہاں اپنا پورا بریگیڈ اتارنے آیا ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے ہمیں یہاں سے بھاگ جانا چاہیے''۔

ناگ بولا۔

''چاروں طرف برف کا میدان ہی میدان ہے ہم یہاں سے بھاگ کر کہاں جا سکتے ہیں؟''۔

عنبر کہنے لگا۔

''میرا خیال ہے کہ کسی قریبی جگہ برف کے غار میں جا کر

چھپ جانا چاہیے اور پھر موقع پا کر یہاں سے فرار ہو جائیں گے"۔

ناگ نے کہا۔

"کیا ہم یہ ہیلی کاپٹر استعمال نہیں کر سکتے؟"۔

پروفیسر نے کہا۔

اب اس کا وقت نہیں رہا۔ کیونکہ جونہی ہمارا ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوا۔

جرمن چھاتہ بردار جہاز کو علم ہو جائے گا۔ وہ ہم سے اپنی خفیہ زبان میں پوچھے گا کہ ہم کون ہیں؟۔

ہم کوئی جواب نہ دے سکیں گے اور وہ ہمیں مار گرا دے گا۔

اولگا نے کہا۔

"جہاز کی آواز بہت قریب آ گئی ہے۔ ہمیں یہاں سے بھاگ جانا چاہیے ڈیڈی!"۔

پروفیسر نے کہا۔

مجھے یہاں ایک خفیہ غار کا علم ہے۔ میں آپ لوگوں کو وہاں لے چلتا ہوں۔ کسی زمانے میں، میں وہاں بیٹھ کر تجربے کیا کرتا تھا۔

اس جگہ سے کوئی جرمن سپاہی واقف نہیں ہے۔ چلو! ہم وہاں بھاگ چلتے ہیں۔

اولگا نے کہا۔

"ڈیڈی! ہمیں کھانے کی چیزیں وہاں لے جانا چاہئیں"۔

اب جہاز آسمان پر صاف نظر آ رہا تھا اور اس میں سے چھاتہ

www.urdurasala.com

بردار جرمن سپاہیوں نے چھلانگیں لگانی شروع کر دی تھیں۔

"بھاگو اب وقت نہیں رہا"۔

انہوں نے جلدی جلدی وہاں سے کھانے پینے کے کچھ ڈبے اٹھا کر تھیلے میں ڈالے اور پروفیسر کے پیچھے پیچھے ٹیلوں اور برف کے تودوں کے عقب سے ہوتے ہوئے ایک غار کے دروازے پر پہنچ گئے۔

یہ غار ایسی جگہ پر تھا۔ جہاں کسی کو شک نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ چھپ کر میدان کی جانب دیکھنے لگے۔ وہاں چھاتہ بردار سپاہی ایک ایک کر کے نیچے اتر رہے تھے۔

"میں نہ کہتا تھا کہ یہ جرمن سپاہی ہیں، دیکھا تم بھی"۔

وہ صاف جرمن سپاہی تھے۔ وہی وردی اور مشین گنیں کمر کے

ساتھ باندھی ہوئیں۔

سروں پر سیاہ ٹوپ۔ یہ کتنے ہی سپاہی تھے۔ ان کے اترنے کے بعد دوسرا جہاز آسمان پر نمودار ہوا اور اس جہاز سے بھی چھاتہ بردار جرمن سپاہی آلوؤں کی طرح نیچے گرنے لگے۔

عنبر بولا۔

"یہ تو پورا ڈویژن چلا آ رہا ہے"۔

پروفیسر آہ بھر کر کہنے لگا۔

امریکی نے دیر کر دی۔ اب اگر انہوں نے حملہ کیا تو بڑی خونی جنگ ہوگی۔

کاش! وہ میرے سگنل کرنے کیساتھ ہی یہاں اپنی فوج اتار دیتے اور مورچے سنبھال لیتے۔ پھر وہ جرمن سپاہیوں کو نیچے

اترتے ہی بھون کر رکھ دیتے۔ اب اس لیبارٹری پر قبضہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔

دوسرے جہاز کے بعد تیسرا جہاز آیا۔ اس میں سے بھی جرمن فوج نیچے اترنے لگی۔

ناگ نے کہا۔

"یہ تو بہت فوج ہے"۔

پروفیسر بولا۔

"ضرور کسی جہاز میں ٹینک بھی آ جائیں گے"۔

اور ایسا ہی ہوا۔ ایک جہاز برف کے میدان میں اتر گیا۔ اس میں سے دو ٹینک باہر نکل آئے اور لیبارٹری کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس کے بعد دو ایسی جیپ گاڑیاں بھی نمودار ہوئیں جو خاص طور پر برف کے میدان میں چلنے کے لیے بنائی گئی تھیں۔

اونگا نے کہا۔

"اب ہمارا بھی یہاں سے نکلنا مشکل ہو گیا ہے"۔

پروفیسر نے کہا۔

"ہم اس وقت تک یہاں سے فرار نہیں ہو سکیں گے جب تک کہ جنگ کے بعد امریکی فوج اس مورچے پر قبضہ نہیں کر لیتی"۔

عنبر کہنے لگا۔

"ہم فرار تو جس وقت چاہیں ہو سکتے ہیں"۔

پروفیسر کہنے لگا۔

یہاں سے فرار ہونا اپنی موت کو آواز دینا ہے۔ برف کا یہ

www.urdurasala.com

صحرا بڑا ظالم و سنگ دل ہے۔ یہ ہمیں اپنی طرف بلا کر پھر بھوکا پیاسا مار ڈالتا ہے۔ کئی لوگ یہاں سے فرار ہوئے اور پھر برف کے طوفانوں میں پھنس کر مرکھپ گئے۔

آج تک ان کی لاشیں بھی نہیں مل سکیں۔ اس لیے ہمیں یہاں سے فرار ہونے کے بارے میں کبھی بھی نہیں سوچنا چاہیے۔

ہاں! اگر مسٹر ناگ چاہے تو اس وقت بھی یہاں سے فرار ہو سکتا ہے۔

ناگ نے جلدی سے پوچھا۔

”کیوں بھلا میں کیسے فرار ہو سکتا ہوں؟ میں کوئی پرندہ ہوں کہ اڑ کر بھاگ جاؤں گا“۔

پروفیسر بولا۔

”کیوں نہیں تم بے شک پرندہ بن کر اڑ سکتے ہو“۔

ناگ اور عنبر نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اس پروفیسر کو ناگ کی خفیہ طاقت کے بارے میں کیسے علم ہو گیا۔

بہرحال یہ موقع ان باتوں پر غور کرنے کا نہیں تھا۔ مصیبت سر پر کھڑی تھی۔

جرمن ٹینک اور گاڑیاں نظروں سے اوجھل ہو کر لیبارٹری کے پیچھے جا کر کھڑی ہو گئیں تھیں، فوجیں بھی لیبارٹری کے اردگرد برف میں مورچے کھودنے لگی تھیں۔

پروفیسر مسکرایا اور بولا۔

”ہمیں غار میں چلنا چاہیے“۔

یہ غار جس جگہ تھی وہاں کسی کی نظر بالکل نہیں جا سکتی تھی۔

باہر برف کا تودہ کھڑا تھا۔ اس کے نیچے سے ایک راستہ غار کی طرف جاتا تھا۔ غار اندر سے کھلا تھا۔ کونے میں لوہے کے پلنگ بچھے تھے اس پر پرانے کمبل پڑے تھے۔

ایک الماری میں سائنس کے آلات رکھے تھے۔

''اب ہمیں اس وقت تک اسی جگہ رہنا ہوگا جب تک امریکی فوج آ کر اس مورچے پر قبضہ نہیں کر لیتی''۔

رات کو تھوڑا بہت کھانا کھا کر وہ باتیں کرنے لگے۔

اولگا اپنے ڈیڈی کے پاس بیٹھی گفتگو کر رہی تھی۔ عنبر اور ناگ دوسرے پلنگ پر تھے۔

عنبر نے ناگ سے پوچھا۔

''پروفیسر کو تم پر کیسے شک پڑ گیا کہ تم پرندہ بھی بن سکتے

ہو؟''۔

ناگ نے کہا۔

میرا خیال ہے اس نے مجھے اپنے کمرے میں سانپ بن کر باہر نکلتے دیکھ لیا تھا۔ بہر حال کوئی فرق نہیں پڑتا۔

حالات اب کچھ ایسے ہو گئے ہیں کہ شاید ہمیں کھل کر کرامت دکھانی پڑے۔

تم ٹھیک کہتے ہو۔ ایک طرح سے ہم یہاں آ کر پھنس گئے ہیں۔ ہم تو بہن ماریا کا سراغ لگانے نکلے تھے کہ یہاں آ کر الجھ گئے۔

اب تو ان لوگوں کی زندگیاں بچانا ہمارا فرض بن گیا ہے۔

''ٹھیک ہے۔ ہم اپنا فرض ہر حالت میں ادا کریں گے''۔

www.urdudost.com

اسی طرح باتیں کرتے وہ سو گئے۔

ادھر جرمن فوج نے ساری لیبارٹری کے علاقے کو گھیرے میں لے کر مورچے سنبھال لیے تھے۔ دونوں ٹینک بھی خاص خاص جگہوں پر کھڑے کر دیئے گئے تھے۔

یہ کوئی دو سو کے قریب فوجی تھے جن پر کمانڈر ایک جرمن کپتان تھا۔

اس نے جو جگہ جگہ اپنے سپاہیوں کی لاشیں دیکھیں تو دنگ رہ گیا۔ سمجھ گیا کہ امریکی گوریلوں کی کارستانی ہے۔

اس نے حکم دے دیا کہ فوج ہر طرح سے چوکس رہے۔ کیوں کہ ممکن ہے امریکی گوریلے آس پاس کہیں چھپے ہوئے ہوں۔

اس نے ایک خفیہ پارٹی کو یہ بھی آرڈر دے دیا کہ اردگرد کے علاقے میں امریکی گوریلوں کو تلاش کر کے ہلاک کر دیا جائے۔

چنانچہ ایک جرمن دستہ آدھی رات کو امریکی گوریلوں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔

دوسرا دن بھی عنبر اور ناگ نے غار کے اندر ہی گزار دیا۔

دوسری رات کو چار جرمن سپاہی گوریلوں کو تلاش کرتے کرتے اس طرف آ نکلے جدھر عنبر اور ناگ پروفیسر اوگا غار میں چھپے ہوئے تھے۔

ایک سپاہی ٹارچ کی روشنی میں برفانی گڑھوں میں دیکھ تھا، کہیں کوئی گوریلا تو چھپا ہوا نہیں ہے۔

www.urdusala.com

اچانک اس کی نظر ٹین کے ایک ڈبے پر پڑی۔

یہ ٹماٹر جوس کا ایک خالی ڈبہ تھا جسے اولگا نے بے احتیاطی سے باہر پھینک دیا تھا۔

جرمن سپاہی کا ماتھا ٹھنکا۔ سوچنے لگا کہ یہ ڈبہ یہاں کہاں سے آ گیا۔

یہاں تو چاروں طرف ہی برف ہے۔ اسے شک ہوا۔ اس نے سیٹی بجا کر اپنے ساتھیوں کو بھی بلا لیا۔ اب وہ چاروں ادھر ادھر تلاش کرنے لگے کہ یہ ڈبہ کہاں سے آ گیا؟۔

کہیں کسی پوشیدہ جگہ کوئی کمین گاہ تو گوریلوں نے نہیں بنا رکھی؟۔

''یہاں ضرور گوریلوں کا ٹھکانہ ہے''۔

''شی! خاموش رہ کر تلاش کرو''۔

''ارے وہ دیکھو مجھے تو یہ غار کا منہ لگتا ہے''۔

وہ برف کے تودے کے سامنے آ کر رک گئے۔ یہ غار کا منہ ہی تھا۔

انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ دستے کے کمانڈر نے آنکھوں سے اشارہ کیا کہ میرے پیچھے پیچھے آؤ۔

انہوں نے غار کا راستہ تلاش کر لیا تھا۔ غار کے منہ سے برف کا تودہ ذرا سا کھسکا کر وہ غار میں داخل ہو گئے۔

کمانڈر پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا آگے آگے ذرا جھک کر برف کر دیوار کے ساتھ لگ کر جا رہا تھا۔ سٹین گن اس نے تان رکھی تھی۔

ادھر پروفیسر اور اونگا ایک پرانے وائرلیس سیٹ کو درست کرنے کی کوشش کر رہے تھے تاکہ کسی طرح امریکی فوجوں سے رابطہ قائم کیا جاسکے۔

عنبر اوگ ناگ تیل کا لیمپ جلا کر اس پر چائے کا پانی رکھے باتیں کر رہے تھے۔ یہاں جرمن کمانڈر سے ایک غلطی ہوگئی۔

اسے چھینک آگئی۔ اس نے جلدی سے دونوں ہاتھ منہ کے آگے رکھ کر جو چھینک ماری تو سٹین گن اس کے ہاتھ سے نیچے گر پڑی۔

چھینک کی دبی دبی آواز پر عنبر اور ناگ چونک پڑے۔

انہوں نے جانور کی خفیہ آواز نکال کر پروفیسر اور اونگا کو خبردار کردیا کہ خطرہ ہے۔

پروفیسر اور اونگا الماری کے پیچھے برف کی کھوہ میں چھپ گئے۔ ناگ نے گہرا سانس لے کر جون بدل ڈالی۔

وہ سفید برفانی خونخوار بھالو بن کر برف کی دیوار کے ساتھ اندھیرے میں چھپ گیا۔

عنبر نے پستول نکال کر ہاتھ میں تھام لیا اور ایک طرف ہو کر آنے والے سپاہی کا انتظار کرنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ ایک ہی سپاہی ہوگا۔

لیکن تھوڑی دیر میں وہاں چار جرمن سپاہی نمودار ہوئے۔

کمانڈر نے غار کے وسط میں مٹی کے تیل کا جلتا چولہا اور اس پر رکھی کیتلی دیکھی تو اس نے کہا۔

"گوریلے بھاگ گئے ہیں۔ یہی گوریلوں کا ٹھکانہ ہے۔"

چاروں جرمن سپاہی غار میں ادھر ادھر پھیل گئے۔ انہوں نے وائرلیس سیٹ دیکھا اور پھر ایک سپاہی نے چیخ کر کہا۔

"پروفیسر اور اس کی بیٹی یہاں ہے"۔

باقی سپاہی ادھر کو دوڑے اور پروفیسر اور اس کی بیٹی کو وہاں سے نکال باہر لے آئے۔

کمانڈر نے پروفیسر کے کندھے پر سٹین گن کا دستہ مار کر کہا۔

"باقی گوریلے کہاں ہیں؟"۔

پروفیسر بولا۔

"مجھے کچھ معلوم نہیں"۔

کمانڈر نے اونگا کو اپنی طرف کھینچ لیا اور اس کے ماتھے پر سٹین گن کی نالی رکھ کر کہا۔

"اگر تم نے گوریلوں کے بارے میں نہ بتایا تو میں تمہاری بیٹی کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہلاک کر دوں گا"۔

پروفیسر بڑا پریشان تھا کہ عنبر اور ناگ کہاں مر گئے ہیں؟۔

وہ اس کی مدد کو کیوں نہیں آئے؟ ابھی تو وہ لوگ آگ کے پاس بیٹھے چائے بنا رہے تھے۔

اب کہاں غائب ہو گئے؟۔

"بولو۔ کہاں ہیں گوریلے؟ نہیں تو میں شوٹ کرنے لگا ہوں تمہاری بیٹی کو"۔

کمانڈر کی اس دھمکی پر پروفیسر پریشان ہو گیا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جرمن سپاہیوں کے لیے کسی کو مار ڈالنا کوئی بات نہیں ہے۔

www.urdurasala.com

اس نے کہا۔

''گوریلے۔ شام کو آئے تھے اور پھر چلے گئے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں گئے ہیں؟''۔

''کیا وہ یہاں آئیں گے؟''۔

''شاید!''۔

''بکواس کرتے ہو۔ میں دس تک گنوں گا۔ اگر تم نے گوریلوں کا پتا نہ بتایا تو میں تمہاری بیٹی کو شوٹ کر دوں گا۔ ایک۔ دو۔ تین۔''

ابھی اس جرمن کمانڈر نے آٹھ تک گنتی گنی تھی کہ پستول کے فائر کی آواز آئی اور ایک گولی جرمن کمانڈر کی کنپٹی سے گزر گئی۔

کمانڈر بے جان ہو کر زمین پر گر پڑا۔

دوسرے سپاہی ادھر ادھر بھاگ کر ہوا میں گولیاں چلانے لگے۔ اتنے میں ریچھ کے غرانے کی بھیانک چیخ بلند ہوئی۔

ابھی جرمن سپاہی سنبھلنے نہ پائے تھے کہ ریچھ نے دو سپاہیوں پر پیچھے سے حملہ کر کے انہیں چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔

آخری سپاہی نے سٹین گن سے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔

عنبر نے آواز دی۔

''اوتگا! باپ کو لے کر نیچے بیٹھ جاؤ''۔

اوتگا نے عنبر کی آواز سنتے ہی پروفیسر کو میز کے نیچے گرا دیا۔

پاگل جرمن سپاہی دیوانوں کی طرح اندھا دھند گولیاں برسا رہا تھا۔

عنبر نے سیٹی بجا کر ناگ کو خبردار کیا۔ کیونکہ وہاں اندھیرا تھا۔

ناگ اب برفانی ریچھ سے بدل کر سفید سانپ کی شکل میں نمودار ہو گیا تھا۔

وہ برف کی دیوار پر چلتا ہوا اس جگہ آ گیا جہاں جرمن سپاہی ایک میز کی اوٹ میں ہو کر گولیاں برسا رہا تھا۔

ناگ نے پیچھے سے آ کر سپاہی کی گردن پر حملہ کر دیا۔ سپاہی کے لیے اب گولی چلانا مشکل تھا۔ سٹین گن اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور وہ اگلی دنیا کو چلا گیا۔

جب ہر طرف سکون ہو گیا تو عنبر نے پروفیسر اور اوگا کو آواز دی۔

"تم لوگ زندہ ہو کیا؟"۔

"بالکل زندہ ہیں جناب!"۔

پروفیسر اور اوگا نے کہا۔

ناگ بھی سانپ کی جون بدل کر ناگ بن چکا تھا۔

انہوں نے لیمپ جلا دیا اور جرمن سپاہیوں کی لاشوں کو برف کا گڑھا کھود کر اس میں دبا دیا۔ انہوں نے چاروں طرف جرمن سپاہیوں کی سٹین گنیں اور وردیاں سنبھال کر رکھ لی تھیں۔

"ہو سکتا ہے ان وردیوں کی ضرورت پڑ جائے"۔

رات گزر گئی۔

دن چڑھ آیا۔ قطب شمالی کا سورج مشرق کے افق کے ساتھ ساتھ مغرب کو بڑھنے لگا۔ چار جرمن سپاہی جب گشت سے واپس نہ آئے تو جرمن کپتان کو فکر پڑ گئی۔

اس نے ایک اور پارٹی کو ان سپاہیوں کی کھوج کے لیے روانہ کر دیا۔

لیکن اب عنبر اور ناگ نے غار کے دروازے پر اس طرح سے برف جما دی تھی کہ کسی کو دیکھ کر ذرا سا بھی شک نہیں پڑ سکتا تھا کہ یہاں کوئی غار ہے۔

سپاہی سارا دن اپنے ساتھیوں کو تلاش کرتے رہے مگر ناکام واپس گئے۔

دوسری رات عنبر ناگ اور پروفیسر وائرلیس سیٹ کو دوبارہ ٹھیک کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ سیٹ کچھ ایسا خراب ہوا تھا کہ ٹھیک ہونے کا نام نہیں لیتا تھا۔

پروفیسر بولا۔

''وائرلیس سیٹ کی ہمیں سخت ضرورت ہے۔ میں امریکی ہیڈ کوارٹر کے نمبر کو جانتا ہوں۔ ہمیں ان لوگوں کو جلدی سے جلدی اطلاع کرنی ہو گی کہ یہاں پورا بریگیڈ ٹینکوں کے ساتھ آ چکا ہے''۔

ناگ نے کہا۔

''یہ وائرلیس سیٹ ٹھیک نہیں ہو سکتا؟''۔

اوگا کہنے لگی۔

''یہ تو شاید اب قیامت تک ٹھیک نہ ہو''۔

عنبر بولا۔

''میرے خیال میں اب ایک ہی طریقہ ہے''۔

''وہ کونسا؟''۔

پروفیسر نے پوچھا۔

عنبر کہنے لگا۔

"کسی طرح جرمن فوجوں کے ٹھکانے پر جا کر وہاں سے وائرلیس سیٹ اڑا لایا جائے"۔

اونگا نے کہا۔

"میرے خدا! یہ تو اپنی موت کو آواز دینے والی بات ہوگی"۔

پروفیسر بولا۔

"اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ اگر ہم نے امریکی فوجوں کو پیغام بھجوانے میں دیر کر دی تو ہو سکتا ہے یہاں اور زیادہ فوج آ جائے اور پھر یہ مورچہ سر کرنا ہمارے لیے مشکل ترین ہو جائے گا"۔

ناگ کہنے لگا۔

"اگر ایسی بات ہے تو پھر میں جرمنوں کے ٹھکانے پر جا کر وائرلیس سیٹ اڑا لاتا ہوں"۔

اونگا نے کہا۔

"یہ بڑی خطرناک بات ہوگی۔ اس میں جان کا خطرہ ہے"۔

پروفیسر نے کہا۔

"ناگ! اپنی حفاظت کرنا جانتا ہے"۔

ناگ نے مسکرا کر پروفیسر کی طرف دیکھا۔ پروفیسر بھی مسکرایا۔

اس لیے کہ دونوں ایک دوسرے کے روز سے واقف تھے۔

ناگ نے عنبر سے کہا۔

’’میرا خیال ہے، اب بات کھول دینی چاہیے۔ پروفیسر صاحب کو معلوم ہو چکا ہے کہ میں جون بدل کر کسی دوسرے پرندے یا جانور کا روپ دھار لیتا ہوں‘‘۔

عنبر مسکرایا۔

’’یہ کب سے پتا چلا انہیں؟‘‘۔

اولگا کا منہ حیرانی سے کھل گیا۔

ناگ نے کہا۔

’’بس جس رات میں انہیں قید سے نکالا تھا۔ اسی رات پتہ چلا تھا۔ کیوں پروفیسر؟ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں؟‘‘۔

’’بالکل ٹھیک!‘‘۔

پروفیسر ہنس پڑا۔

اولگا نے کہا۔

’’بھئی یہ کیا جادو کی باتیں ہو رہی ہیں ذرا ہمیں بھی تو معلوم ہو؟ کون پرندہ بن جاتا ہے؟‘‘۔

ناگ نے کہا۔

’’بہن! وقت آنے پر تمہیں بھی معلوم ہو جائے گا۔ بتانے سے کوئی فائدہ نہیں اور ابھی اس کا وقت بھی نہیں ہے‘‘۔

شام کو ناگ نے جرمن سپاہی کی وردی پہن کر سر پر لوہے کا ٹوپ رکھا۔

سٹین گن ہاتھ میں لی اور خاموشی کے ساتھ غار سے نکل کر جرمن مورچوں کی طرف چل پڑا۔

ادھر ادھر کا چکر لگا کر وہ لیبارٹری کی طرف چلنے لگا۔ سامنے

مورچہ تھا جس کے باہر ایک جرمن ٹینک کھڑا تھا۔

اس کی توپ کی نالی اوپر کو اٹھی ہوئی تھی۔ دو سپاہی وہاں پہرہ دے رہے تھے۔ ناگ ان کے قریب سے گزرا تو جرمن سپاہی نے بلند آواز سے پوچھا۔

"کون ہو؟"۔

ناگ اور عنبر اور ماریا کو یہ طاقت ملی ہوئی تھی کہ وہ دنیا کی ہر زبان میں بات کر سکتے تھے۔

ناگ نے جرمن زبان میں کہا۔

"دوست ہوں"۔

جرمن سپاہی نے کہا۔

"نمبر کیا ہے؟"۔

ناگ نے اپنا نمبر بتا دیا۔ یہ نمبر وردی کی پٹی پر لکھا ہوا تھا۔ جو اس نے غار سے نکلتے وقت ہی یاد کر لیا تھا۔

اب وہ لیبارٹری کے پیچھے ذرا فاصلے پر بنائے ہوئے مورچے کی طرف چلنے لگا۔

اسے یقین تھا کہ یہاں مورچے میں وائرلیس سیٹ ضرور ہو گا۔

ابھی مورچے کے قریب ہی آیا تھا کہ کسی نے پیچھے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

ناگ نے پلٹ کر دیکھا۔ پیچھے ایک جرمن افسر کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ناگ نے جھٹ سلوٹ کیا۔

جرمن افسر نے کرخت آواز میں پوچھا۔

''تم اکیلے ادھر کیا کر رہے ہو؟ تم کس مورچے کے سپاہی ہو؟''۔

اس سوال کا جواب ناگ کے پاس بالکل نہیں تھا۔ وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگا۔

جرمن افسر نے پستول نکال لیا۔

''کون ہو تم؟''۔

ساتھ ہی اس نے زور سے سیٹی بجا کر سب کو خبردار کر دیا۔

مورچوں سے نکل نکل کر سپاہی وہاں آ گئے اور انہوں نے ناگ کو گرفتار کر لیا۔ وہ اسے پکڑ کر اندر لے گئے۔

وہاں جا کر پتا چلا کہ ناگ کے نام کا کوئی سپاہی وہاں نہیں

ہے۔ اس کی وردی پر جو نمبر تھا اس نمبر کا سپاہی گم شدہ تھا۔

وہ دوسرے تین سپاہیوں کے ساتھ گم ہو چکا تھا۔ اب تو جرمن افسر کو یقین ہو گیا کہ یہ امریکی گوریلا ہے اور جرمن سپاہیوں کو اسی نے قتل کیا ہے۔

ناگ کو کوارٹر گارڈ میں ڈال دیا گیا۔

جرمن افسر اس کے سامنے بیٹھ کر اس سے پوچھ گچھ کرنے لگا۔

ناگ مسکرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ وہ کچھ نہیں جانتا۔

جرمن افسر نے چیخ کر کہا۔

جس سپاہی کی تم نے وردی پہن رکھی ہے وہ سپاہی کہاں ہے؟۔

اس کے دوسرے ساتھی کہاں ہیں؟۔

اگر تم نے زبان نہ کھولی تو ہم تمہیں ٹینک کے نیچے کچل دیں گے۔

ناگ نے کہا۔

''بہتر یہی ہے کہ تم لوگ مجھے آزاد کر دو۔ میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا''۔

جرمن افسر نے اشارہ کیا۔

دو سپاہی سنگینیں تان کر ناگ کی طرف آئے اور انہوں نے ناگ کی پسلیوں میں سنگینیں چبھونی شروع کر دیں۔

ناگ خبر نہیں تھا کہ اسے تکلیف کا احساس نہ ہوتا۔ اسے درد ہونے لگا۔

وہ مر بھی سکتا تھا۔

اس نے جرمن افسر سے کہا۔

''ابھی بتاتا ہوں۔ ان لوگوں سے کہو کہ پرے ہٹ جائیں''۔

''پرے ہٹ جاؤ''۔

جرمن افسر نے کہا۔

سپاہی دو قدم پرے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔

ناگ نے کہا۔

''بات اصل میں یہ ہے کہ میں ایک جادوگر ہوں۔ میں ادھر سیر کرنے اڑتا اڑتا آیا تھا کہ ایک جرمن سپاہی کی وردی پڑی دیکھی۔ میں نے اسے پہن لیا اور بس۔ بھلا مجھے کیا خبر کہ وہ جرمن

سپاہی کہاں ہے"۔

جرمن افسر نے زور سے ناگ کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔

ناگ کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے زور سے سانس لیا اور جرمن سپاہیوں کے دیکھتے دیکھتے وہ انسان سے ایک چھوٹا پرندہ بن گیا اور پھر سے اڑ کر سامنے چھت پر جا بیٹھا۔

جرمن افسر اور سپاہی حیرانی سے منہ کھولے ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے۔

ان لوگوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے جو دیکھا تھا انہیں اس پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

جرمن افسر چلایا۔

"شوٹ کر دو اس جادوگر پرندے کو"۔

سپاہیوں نے فائر کھول دیا۔

لیکن ناگ دوسری طرف چلا گیا تھا۔ اڑتا اڑتا وہ کافی دور جا کر ایک جگہ برف کے ٹیلے کی اوٹ میں اتر گیا۔

یہاں اس نے سفید سانپ کا روپ بدل لیا اور لیبارٹری کی طرف اندھیرے میں رینگنا شروع کر دیا۔

وہ جرمن افسر سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ جرمن افسر کمرے میں کھانے کی میز پر بیٹھا دوسرے افسروں کے ساتھ جادوگر کی جادوگری کی باتیں کر رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا۔

"میں نے زندگی میں آج تک ایسا جادو نہیں دیکھا۔ ابھی وہ جرمن سپاہی کے روپ میں کھڑا تھا اور پھر وہ ایک دم سے پرندہ

www.urdurasala.com

بن کر اڑ گیا“۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“۔

ایک افسر بولا۔

”میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میں اس حیرت انگیز واقعے کا گواہ ہوں“۔

دوسرے افسر نے اس کی بات کی گواہی دی۔ وہ باتیں کر رہے تھے اور کھانا کھا رہے تھے۔ کمرے میں صرف ایک لیمپ جل رہا تھا۔

جس کی روشنی کھانے کی میز پر پڑ رہی تھی۔ سانپ اس وقت کمرے کے دروازے کے پیچھے پہنچ چکا تھا۔ سانپ کچھ دیر وہاں چھپا رہا۔

پھر اس نے فرش پر دیوار کے ساتھ ساتھ رینگنا شروع کر دیا۔

وہ جرمن افسر کی کرسی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے دیکھا کہ جرمن افسر کے پاؤں میں چمڑے کے جوتے تھے۔

جو اس کے ٹخنوں تک چڑھے ہوئے تھے۔ سانپ نے سر اوپر اٹھا کر بڑی تیزی سے جرمن افسر کے گھٹنے پر ڈس دیا۔

جرمن افسر کو یوں لگا جیسے گھٹنے پر کسی چیونٹی نے کاٹ کھایا ہو۔

اس نے ہاتھ سے گھٹنے کو مسل دیا اور پھر کھانا کھانے لگا۔

لیکن ناگ کا زہر کوئی معمولی زہر نہیں تھا۔ وہ تو ایک بھیانک زہر تھا۔ اس نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا۔

کھانا کھاتے کھاتے جرمن افسر کے ہاتھ سے نوالہ میز پر گرا اور وہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑا۔ سپاہی اور دوسرے افسر اس کی

طرف لپکے۔

مگر وہ مر چکا تھا۔ سانپ اس دوران میں رینگتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

وہ سیدھا جرمن مورچے پر پہنچا۔ یہاں دو سپاہی پہرہ دے رہے تھے اور ان کے قریب ہی ایک وائرلیس سیٹ پڑا تھا۔

ناگ نے سوچا کہ اگر اس نے یہاں دیر کر دی تو پھر مشکل پڑ جائے گی۔

اس نے گہرا سانس لے کر ایک جرمن کپتان کا روپ دھار لیا۔ اور سیدھا مورچے میں جا کر کہا۔

''سب ٹھیک ہو جوانو!''۔

جرمن سپاہیوں نے اپنے سامنے کپتان صاحب کو دیکھا تو

سلوٹ کر کے کہا۔

''یس سر! بالکل ٹھیک ہیں''۔

ناگ نے اپنی ٹوپی اچھی طرح سے آگے کر کے کہا۔

''لیبارٹری میں جا کر ایک وائرلیس سیٹ اٹھا لاؤ۔ جلدی چلو۔ بھاگ کر۔ ڈبل مارچ''۔

حکم پا کر دونوں سپاہی مورچے سے نکل کر لیبارٹری کی طرف بھاگنے لگے۔

انہوں نے بالکل نہ پوچھا کہ وائرلیس سیٹ کس لیے چاہیے؟۔

ناگ نے ان کے جاتے ہی مورچے سے وائرلیس سیٹ نکال کر قریب کھڑی جیپ پر رکھا اور اسے چلا کر وہاں سے رفو چکر

ہو گیا۔

سپاہی جب دوسرا وائرلیس لے کر واپس آئے تو دیکھا کہ کپتان صاحب مع جیپ اور وائرلیس سیٹ کے غائب ہیں۔

ان کا ماتھا ٹھنکا۔ انہوں نے شور مچا دیا۔ سپاہی ناگ کی تلاش میں بھاگ کھڑے ہوئے۔

لیکن ناگ بھی بڑا ہوشیار تھا۔ اس نے ایک جگہ جا کر جیپ برف پر ہی چھوڑ دی اور وائرلیس سیٹ کندھے پر اٹھا کر غار کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔

برف پتھر کی طرح سخت تھی۔ اس پر پاؤں کے نشان بالکل نہیں پڑتے تھے۔

آخر وہ غار میں پہنچ گیا۔

وائرلیس سیٹ دیکھ کر پروفیسر، اوگا اور عنبر بڑے خوش ہوئے۔

پروفیسر نے اسی وقت وائرلیس اون کیا اور فریکونسی ملا کر امریکی ہیڈ کوارٹر سے بات شروع کر دی۔

ادھر سے کوئی اکھڑ سپاہی بول رہا تھا۔

"کون ہو تم؟ کہاں سے بات کر رہے ہو؟ کس سے بات کرو گے مسخرے!"

پروفیسر نے کہا۔

"ہیلو! ہیلو! چارلی! چارلی! میں تمہارے کسی افسر سے بات کرنا چاہتا ہوں"۔

ادھر سے سپاہی بولا۔

’’چارلی کے بچے! تم کون ہو؟ پہلے یہ تو بتاؤ‘‘۔

’’میں قطب شمالی سے پروفیسر گراہم بول رہا ہوں۔ مجھے جنرل میکارتھی سے ملواؤ۔ جلدی‘‘۔

جنرل میکارتھی اس وقت قطب شمالی کے لیے امریکیوں کا بڑا خطرناک خفیہ لفظ تھا۔

ہر سپاہی کے کان میں یہ لفظ ڈال کر یقین دلایا گیا تھا کہ اس لفظ کے ساتھ انتہائی خطرناک ایمرجنسی وابستہ ہے۔

چنانچہ سپاہی نے جونہی میکارتھی کا نام سنا وہ یس سر ابھی ملواتا ہوں کہہ کر وہاں سے بھاگا اور ساتھ والے کمرے سے کیپٹن ایڈورتھ کو بلا لیا۔

کیپٹن نے پروفیسر کی بات سنتے ہی کہا۔

’’او کے سر! او کے سر! چارلی پہنچ رہا ہے‘‘۔

مطلب یہ تھا کہ ایکشن شروع ہو رہا ہے۔ پروفیسر نے وائرلیس بند کر دیا۔

اتنے میں غار کے باہر بھاری فوجی جوتوں کی آواز سنائی دی۔

اونگا ڈر کر بولی۔

’’جرمن آ گئے‘‘۔

عنبر نے کہا۔

’’فکر کی بات نہیں۔ ہم ان سے نپٹ لیں گے‘‘۔

پروفیسر اونگا اور عنبر نے سٹین گنیں سنبھال لیں اور غار کے اندر پڑے برف کے تودوں کی اوٹ میں ہو گئے۔

ناگ نے کہا۔

"میں باہر جا کر پتا کرتا ہوں"۔

ناگ سانپ بن کر رینگتا ہوا باہر نکل گیا۔ باہر جا کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک ٹینک سامنے سے چلا آ رہا ہے اور ذرا فاصلے پر چند سپاہی کھڑے ہیں۔

ٹینک کی گڑگڑاہٹ کی آواز اندر اونگا، پروفیسر اور عنبر نے بھی سنی۔

"کم بخت یہ تو ٹینک لے کر آ گئے۔ معلوم ہوتا ہے انہیں ہمارے ٹھکانے کا پتہ چل گیا ہے"۔

اونگا سہم گئی تھی کہنے لگی۔

"ڈیڈی! اب ہماری زندگی خطرے میں ہے۔ یہ لوگ ہمیں نہیں چھوڑیں گے"۔

عنبر نے کہا۔

"جب تک میں زندہ ہوں یہ لوگ تم پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتے اور میں ابھی نہیں مر سکتا فکر نہ کرو"۔

پروفیسر بولا۔

"ہم تین وان سینکڑوں سپاہیوں کے آگے کیا کر سکتے ہیں عنبر؟ یہ لوگ غار پر حملہ کرنے والے ہیں"۔

عنبر مسکرایا۔

"اگر انہوں نے حملہ کر دیا تو ہم بھی حملہ کر دیں گے"۔

"کیا مطلب ہم بھلا کیا کر سکتے ہیں؟"۔

"یہی تو آپ کو علم نہیں کہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔ بہر حال آپ دیکھتے جائیں کہ کیا ہوتا ہے۔ ابھی تک تو تم لوگوں کو یہ جرمن کچھ

www.urdurasala.com

نہیں کہہ سکتے''۔

باہر گولی چلنے کی آواز آئی۔

غار میں ان لوگوں کے کان کھڑے ہو گئے۔

''کچھ گڑ بڑ ہے''۔

اولگا نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

پروفیسر بولا۔

''سٹین گنیں تیار رکھو۔ کاش اس وقت امریکی ہوائی جہاز بمباری کرنے آجائے''۔

اولگا کہنے لگی۔

''انہیں ہمارا وائرلیس تو مل گیا تھا۔ انہیں اب تک آجانا چاہیے تھا''۔

''وہ گرین لینڈ کے اڈے سے آئیں گے۔ کچھ وقت ضرور لگے گا''۔

باہر ایک اور گولی چلی۔ پھر سٹین گن چلنے کی آواز آئی۔

اس کے بعد ٹینک کے چار گولے ایک کے بعد ایک چلے۔

سارا علاقہ گرج کر رہ گیا۔

پروفیسر بولا۔

''ہمیں باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیے غار میں آ کر وہ ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیں گے''۔

عنبر بولا۔

''خاموش! ہمیں یہاں رہ کر انتظار کرنا ہوگا۔ ناگ انہیں سنبھال سکتا ہے''۔

باہر ناگ نے انوکھا ڈرامہ کھیلا تھا۔ وہ دوسری طرف جا کر اچانک ایک پروفیسر کی شکل میں ظاہر ہو گیا اور سپاہیوں کو دیکھ کر بھاگا۔

سپاہیوں نے اس پر گولی چلا دی۔

ناگ برف کے تودے کے پیچھے غائب ہو گیا۔ وہاں سے ٹینک کی طرف بھاگا۔ ٹینک نے فائرنگ شروع کر دی۔

ناگ پھر سے سانپ بن کر برف پر رینگنے لگا۔ اس نے دو سپاہیوں کو ڈس کر ہلاک کر دیا۔

باقی سپاہیوں نے اپنے ساتھیوں کو گرتے دیکھا تو مشین گن سے فائرنگ شروع کر دی۔

اب ناگ اڑنے والا سانپ بن کر اڑتا اڑتا ٹینک سواروں

کے سر پر آ گیا۔

رات کا اندھیرا ڈھلنے لگا تھا اور صبح کی ہلکی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی۔ ناگ کو کوئی سپاہی نہ دیکھ سکا۔ اگرچہ ایک سپاہی نے ٹینک میں سے باہر نکالا ہوا تھا۔

ناگ انہیں دھوکا دے کر غار سے دور لے آیا تھا۔ یہی وہ چاہتا تھا۔

اب وہ ان لوگوں کو اسی جگہ ختم کر دینا چاہتا تھا۔

اس نے اڑتے اڑتے نیچے غوطہ لگایا اور ٹینک کے باہر نکلے ہوئے سپاہی کی گردن سے چمٹ کر ڈس دیا۔

☆ پروفیسر اور اوگا کا کیا انجام ہوا؟

☆ کیا قطب شمالی کی مہم کامیاب ہو گئی تھی؟

☆ امریکی فوجیں کس وقت پہنچیں؟

☆ ماریا کس جگہ تھی؟

☆ یہ سب کچھ اس ناول کی 70 ویں قسط میں پڑھیے۔

www.urdurasala.com

منگول ڈاکو
(خطرناک ماریا قسط نمبر 70)
اے حمید

UrduRasala.com کا پیغام

اس ناول کے جملہ حقوق بحق مصنف اور پبلشرز محفوظ ہیں۔ ہم اسے صرف اردو زبان کی ترویج کے لیے Online کر رہے ہیں تاکہ دنیا جان سکے کہ اردو زبان میں کتنا عظیم کام ہوا ہے۔ ہمارا مقصد اس ویب سائٹ کے ذریعے اردو کے گم شدہ خزانے کو ان لوگوں تک پہنچانا ہے جو کسی وجہ سے اس سے محروم رہ گئے۔ خاص طور پر ان بیرون ملک پاکستانیوں کو جو باوجود پوری کوشش کے ان ناولوں کو حاصل نہیں کر سکتے۔

اگر آپ کو یہ کتاب پسند آئی ہے اور آپ استطاعت رکھتے ہیں تو مہربانی فرما کر اس کو خرید کر پڑھیے تاکہ مصنف اور پبلشرز کو مالی فائدہ پہنچ سکے۔

منگول ڈاکو (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر70)

فہرست

خفیہ راستہ
منگول ڈاکو
خونی مگرمچھ
خوفناک تجربہ
موت کی بے ہوشی
انسانی قربانی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پیارے بچو!

عنبر اور ناگ ماریا کی تلاش میں قطب شمالی کا سفر شروع کرتے ہیں۔

وہ برف کے ویران میدانوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ وہاں انہیں ایک جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جادوگر ماریا کو لے کو وہاں سے بھی آگے چلا گیا ہے۔

دونوں دوست آگے روانہ ہوتے ہیں کہ روسی سائنسدان کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔

سائنسدان حیران ہیں کہ عنبر پر گولی، خنجر یا آگ اثر کیوں نہیں کرتی۔

وہ اس پر تجربہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے سپاہی بھی عنبر کی طرح غیر قانونی بن جائیں۔

وہ ایک تیز گیس سے عنبر کو بے ہوش کر کے ایک پوشیدہ تہہ خانے میں لے جاتے ہیں۔

سائنس دان چاہتے ہیں کہ تیز گیس کی مدد سے عنبر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بے ہوش کر دیا جائے۔

کیوں کہ یہی ایک طریقہ اس کے ہلاک کرنے کا رہ گیا تھا۔ سائنس دان عنبر کو موت کی گیس سنگھانے لگتے ہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا؟۔ آپ خود پڑھیں۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

خفیہ راستہ

سپاہی چیخ مار کر ٹینک پر لڑھک گیا۔

ٹینک رک گیا کسی نے اڑتے ہوئے سانپ کو نہ دیکھا۔

سانپ دور جا کر ایک گڑھے میں اتر گیا اور کنارے سے باہر نکال کر تکنے لگا۔

ٹینک میں سے سپاہی کی لاش باہر نکالی جا رہی تھی۔ جرمن کمانڈر نے دوربین سے چاروں طرف غور سے دیکھا۔

پھر اونچی آواز میں کوئی حکم دیا جسے ناگ نہ سمجھ سکا۔

سپاہیوں نے تینوں سپاہیوں کو برف میں دفن کیا۔ ٹینک میں سوار ہوئے اور اسے لے کر واپس چل دیئے۔

ناگ بھی رینگتا ہوا غار کی جانب آ گیا۔ غار میں آ کر اس نے پھر سے انسان کی شکل اختیار کی اور اپنے ساتھیوں کو آ کر بتایا کہ خطرہ ٹل گیا ہے۔

"لیکن اس محاذ پر جرمن فوج کافی تعداد میں موجود ہے۔ لیکن ہمیں امریکی فوج کو جلد از جلد یہاں بلانا ہوگا"۔

پروفیسر نے کہا۔

"میں نے وائرلیس کر دیا ہے۔ فوج کسی وقت بھی یہاں اتر جائے گی"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

لیکن فوج نہ آئی۔ تین روز گذر گئے اور غار میں کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا۔

عنبر نے پانی کا آخری ڈبہ اور ڈبل روٹی کا آخری ٹکڑا دو کھاتے ہوئے کہا۔

"دوستو! اگر آج رات کھانے پینے کی چیزوں کا کوئی انتظام نہ ہوا تو کل سے ہمیں فاقہ آ جائے گا"۔

پروفیسر نے کہا۔

"لیبارٹری کے سٹور میں بے شمار سامان پڑا ہے"۔

اولگا نے پیش کش کر دی۔

"میں جا کر رات کو وہاں سے سامان چوری کر کے لے آتی ہوں"۔

ناگ ہنسا۔

کیا کہتے ہیں تمہارے اولگا! یعنی تمہارے خیال میں جرمن پہرے دار وہاں بھنگ پی کر سو رہے ہوں گے۔ اور تم جا کر بڑے آرام سے تھیلا بھر کر لے آؤ گی۔

"اتنے احمق نہیں ہیں وہ"۔

اولگا نے کہا۔

"تو پھر کل سے فاقہ کرنا ہو گا"۔

ناگ بولا۔

"یہ کام بھی میں ہی کروں گا"۔

پروفیسر نے کہا۔

"تمہارا سوا اور کر بھی کوئی نہیں سکتا"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

یہ کام خاصا مشکل تھا۔ کیونکہ وہاں صرف جرمن پہریداروں کو دھوکا ہی نہیں دینا تھا بلکہ وہاں سے کچھ سامان ڈھو کر بھی لانا تھا۔

لیکن یہ کام ہر حال میں کرنا تھا۔ پس آدھی رات کو ناگ نے تیاری کی اور ایک بڑا سا تھیلا لے کر غار سے باہر نکل آیا۔

رات اندھیری تھی۔

ستارے چمک رہے تھے۔ برف پر ان کی دھیمی دھیمی روشنی پھیل رہی تھی۔ ناگ برف کے گڑھوں میں سے گزرتا لیبارٹری کے قریب پہنچ گیا۔

لیبارٹری میں روشنی ہو رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ سٹور کہاں پر ہے جہاں کہ کھانے پینے کی چیزیں رکھی تھیں۔

لیبارٹری کے ارد گرد جرمن فوج کے دو مورچے تھے۔

جہاں سپاہی مشین گنیں لیے پہرہ دے رہے تھے۔

ذرا پرے ٹینک بھی کھڑا تھا۔

ناگ کے لیے انسانی شکل میں وہاں سے گذرنا مشکل تھا۔

سانپ بن کر جاتا ہے تو تھیلا وہیں چھوڑنا پڑتا ہے اور وہ اتنا سامان اٹھا کر لا بھی نہیں سکتا۔

پھر کیا کیا جائے؟۔

ناگ سوچنے لگا آخر اسے یہی ایک ترکیب سمجھ میں آئی کہ وہ کسی جرمن سپاہی کا بہروپ بھر کر وہاں جائے اور سامان اٹھا کر کسی نہ کسی طرح وہاں سے نکلنے کی کوشش کرے۔

اس نے تھیلا اپنی کمر کے گرد لپیٹا۔ آنکھیں بند کریں۔ گہرا

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سانس لیا۔

اور جرمن سپاہی بن گیا۔ اب اس نے خاموشی اور بے دھڑک طریقے سے لیبارٹری کے سٹور کی طرف چلنا شروع کر دیا۔

سٹور پر اندھیرا چھایا تھا۔ اس کا دروازہ بھی بند تھا۔ لیبارٹری کے دروازے پر جرمن سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔

دو سپاہی گشت لگا رہے تھے۔ ناگ نے ان کے قریب سے گزرتے ہوئے ہاتھ ہلا کر یوں سلام کیا جیسے وہ بھی ان میں سے ایک سپاہی ہے۔

ناگ سٹور کے عقب میں آ گیا۔ یہاں اندھیرا تھا۔

اس نے اوپر دیکھا۔ سٹور کی دیوار کے اوپر ایک روشندان تھا۔

وہ روشندان سے اگر اندر چلا بھی گیا تو سامان لے کر باہر کیسے آئے گا؟۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ سٹور کا دروازہ اندر سے کھلا ہو۔

ناگ نے دیکھا کہ سٹور کے دروازے پر باہر سے تالا لگا تھا۔

اس نے تالا توڑنے کی کوشش کی۔ تالا بہت مضبوط تھا۔

وہ گہرا سانس بھر کر ایک دم انسان سے ایک سفید برفانی ریچھ بن گیا۔

اس نے تالے کو پکڑ کر زور لگایا۔ ریچھ بن کر اس میں بہت طاقت آ گئی تھی۔ تالا ایک ہی جھٹکے سے ٹوٹ کر اس کے ہاتھ میں آ گیا۔

تالا اس نے برف میں دبا دیا۔ ذرا دھکا دیا تو دروازہ کھل

www.urdufanz.com
PDF By princeofdrump@urdufanz.com

گیا۔

برقانی ریچھ اب ایک بار پھر ناگ کے روپ میں آ چکا تھا۔

اس نے اپنے پیچھے دروازہ بند کر لیا۔ اور سٹور کے اندر پڑی ہوئی چیزوں کا ہلکی روشنی میں جائزہ لیا۔ یہ روشنی ایک دھیمے بلب سے نکل رہی تھی جو سٹور کی چھت پر جل رہا تھا۔

یہ سٹور کی الماریاں اور شیلف کھانے پینے کے ڈبوں سے بھری ہوئی تھیں۔

ناگ نے یہ سامان تھیلے میں بھرنا شروع کر دیا۔ جب تھیلا منہ تک بھر گیا تو وہ اسے گھسیٹ کر سٹور کے دروازے تک لے آیا۔

تھیلا اتنا زیادہ وزنی ہو گیا تھا کہ ناگ اسے اکیلا نہیں گھسیٹ

سکتا تھا۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ وہ ایک ہاتھی بن جائے اور اس تھیلے کو کندھے پر رکھ کر غار تک لے جائے۔

ابھی وہ ہاتھی بنا نہیں تھا کہ آہٹ ہوئی۔

ناگ چوکنا ہو گیا۔

شاید چوکیدار سپاہی ادھر آ رہا تھا۔ ناگ دروازے کے پیچھے ہو گیا۔

ایک جرمن سپاہی سنگین تانے سٹور کے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

شاید اس نے اندر کھڑاک کی آواز سن لی تھی۔ سپاہی نے سنگین کی نوک سے دروازے کو دبایا تو وہ کھل گیا۔

سپاہی سمجھ گیا کہ اندر کوئی چور ہے۔ وہ بڑی ہوشیاری سے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ایک ایک قدم اٹھاتا اندر آ گیا۔ ناگ اس پر حملہ کرنے کے لیے بالکل تیار کھڑا تھا۔ جونہی جرمن سپاہی نے سٹور کے اندر قدم رکھا ناگ نے زمین پر سے ایک وزنی شے اٹھا کر سپاہی کے سر پر دے ماری۔

سپاہی چکر کھا کر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔

ناگ نے ہاتھی بننے کا خیال چھوڑ دیا اور برفانی ریچھ بن گیا۔

اس نے سامان کا تھیلا کندھے پر رکھا اور غار کی طرف روانہ ہو گیا۔

غار کے چور دروازے سے اندر جا کر اس نے تھیلا زمین پر رکھ دیا اور خود واپس انسان کی شکل میں آ گیا۔ پروفیسر اوگا اور عنبر نے سامان لے کر کونے میں رکھ لیا۔

انہوں نے ناگ سے پوچھا کہ کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی۔

ناگ مسکرایا۔

"کبھی کوئی شے تکلیف اٹھائے بغیر بھی ملی ہے۔ بہر حال سٹور میں گرے ہوئے سپاہی کو ہوش آ گیا ہوگا"۔

دن نکلا تو انہوں نے ناشتہ کیا۔ پانی پیا۔ وہ پھر سے تازہ دم ہو گئے۔

پروفیسر نے ایک بار پھر امریکی ہیڈ کوارٹر کو وائرلیس پر پیغام دیا کہ حملہ جلدی کیا جائے۔

ادھر سے جواب ملا کہ حملہ شروع کر دیا گیا ہے۔ دن کے دس بجے تھے کہ فضا میں ہوائی جہازوں کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔

وہ غار سے باہر نکل کر آسمان کی طرف تکنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد

www.urdurasala.com
PDF By princefdhump@urdufanz.com

آسمان پر چھ امریکی طیارے نمودار ہوئے جن میں سے چھاتہ بردار سپاہی باہر کودنا شروع ہو گئے۔

پروفیسر نے خوش ہو کر کہا۔

وہ آ گئے۔ آخر وہ آ گئے۔

ادھر جرمن بھی ہوشیار ہو گئے۔ وہ دونوں ٹینک لے کر میدان میں آ گئے۔ اور انہوں نے ہوا میں فائرنگ شروع کر دی۔

ان کی فائرنگ سے کتنے ہی امریکی سپاہی زخمی ہو گئے۔

لیکن امریکی فوجی کافی تعداد میں زمین پر اتر آئے تھے۔

زمین پر اترتے ہی انہوں نے مورچے سنبھال لیے اور جوابی فائرنگ شروع کر دی۔

پیراشوٹ کے ذریعے جیپیں اور دو ٹینک بھی نیچے پھینکے گئے

تھے۔ امریکی سپاہیوں نے باقاعدہ حملہ کر دیا۔

اس کے ساتھ ہی آسمان پر دو بمبار طیارے نمودار ہوئے اور انہوں نے دھا دھم جرمن ہیڈ کوارٹر پر بمباری شروع کر دی۔

ایک گھنٹے کے بعد امریکیوں نے لیبارٹری پر قبضہ کر لیا تھا۔

پروفیسر، اولگا، عنبر اور ناگ کو بہادری کے تمغے دیے گئے۔

امریکی کمانڈر نے عنبر اور ناگ سے کہا۔

"اگر تم پسند کرو تو تمہیں ہم اپنی فوج میں ملازم رکھ لیں گے۔"

عنبر نے کہا۔

"شکریہ جناب!"۔

ہم اپنی بہن کو تلاش میں ہیں جو قطب شمالی میں کہیں کھو گئی

ہیں۔ ہمیں آگے جانا ہوگا۔

امریکی کمانڈر نے حیرت سے کہا۔

"قطب شمالی تو برف کا سمندر ہے۔ آپ لوگ اپنی بہن کو کہاں تلاش کرتے پھریں گے"۔

ناگ نے ہنس کر کہا۔

"اگر ہم اس لیبارٹری کے جرمنوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں تو اپنی بہن کو بھی ایک نہ ایک دن تلاش کر لیں گے"۔

امریکی کمانڈر نے کہا۔

"اگر آپ لوگ ضرور جانا چاہتے ہیں تو میں آپ کو ایک برف گاڑی دیتا ہوں اور مہینے بھر کا کھانے پینے کا سامان اور ایک کمپاس۔ جس سے آپ سمت معلوم کر لیں گے"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdump@urdufanz.com

"شکریہ!"۔

دو روز بعد عنبر اور ناگ پروفیسر اور اوگا کو الوداع کہا اور برف گاڑی پر بیٹھ کر نقشے کی مدد سے آگے روانہ ہو گئے۔

یہ برف گاڑی ایک جیپ کی طرح تھی جس کے نیچے پہیے نہیں تھے۔ بلکہ پھسلنے والے تختے لگے تھے۔

اب انہیں اس گرجے کی تلاش تھی جہاں ان کے خیال میں سرخ جادوگر ماریا کے ساتھ رہتا تھا۔ سارا دن وہ برف کے میدان میں سفر کرتے رہے۔

شام ہو گئی۔

اندھیرا پھیل گیا۔ انہوں نے جیپ میں سے خیمہ نکالا۔ اسے برف پر لگایا اور اندر بیٹھ کر کھانا پکانے لگے۔

www.urdurasala.com

کھانا کھا کر انہوں نے کافی پی اور ماریا کی تلاش کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔

رات گہری ہوگئی تو انہیں نیند آنے لگی۔ وہ گرم کمبل اوڑھ کر سو گئے۔ آدھی رات گزر گئی تھی کہ عنبر کی آنکھ کھل گئی۔

اسے کوئی آہٹ سنائی دی تھی۔ اس نے کان کھڑے کر لیے ۔ باہر کوئی خرخر کرتا ہوا لمبے سانس لے رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ عنبر ناگ کو بیدار کرتا، ایک تیز بو اس کے نتھنوں میں گھس گئی اور وہ بے ہوش ہوگیا۔

ناگ صبح سو کر اٹھا تو دیکھا کہ عنبر غائب ہے۔

اس نے سوچا کہ وہ کہیں باہر گیا ہوگا۔ لیکن باہر آ کر دیکھا تو عنبر وہاں بھی نہیں تھا۔

ناگ کو تشویش ہوئی کہ آخر یہ شخص کہاں چلا گیا۔ اس نے آوازیں دیں۔

کوئی جواب نہ آیا۔

ناگ نے برف پر قدموں کے نشان دیکھے۔ وہ جھک گیا۔

ایسے نشان اس نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ یہ پاؤں کے نشان تھے۔ مگر کافی بڑے بڑے تھے اس نے گنا تو اس پاؤں کی انگلیاں دس تھیں۔

یا خدا یہ کیا بلا تھی جو عنبر کو اٹھا کر لے گئی؟۔

اور عنبر اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ یہ بلا ضرور عنبر سے بھی زیادہ طاقتور ہوگی۔

ناگ نے سامان برف گاڑی میں رکھا اور بلا کے پاؤں کے

نشانوں کے ساتھ ساتھ آگے سفر کرنے لگا۔کافی دور جا کر نشان برف کے ایک بہت بڑے ٹیلے کے پیچھے چلے گئے۔

یہاں ناگ نے دیکھا کہ سامنے ایک پرانی ٹوٹی پھوٹی عمارت ہے جس کی چھت پر برف جمی ہے۔ ناگ نے برف گاڑی دور ایک جگہ کھڑی کر دی اور خود عمارت کے پیچھے آکر غور سے دیکھنے لگا۔

عمارت کا ایک ہی دروازہ تھا جس کے آگے برف کا تودہ پڑا تھا۔شاید برف جم کر تودہ بن گئی تھی۔

ناگ نے برف کے سوراخ میں سے اندر جھانک کر دیکھا۔

کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ بلا کے پاؤں کے نشان اس دروازے تک جا کر ختم ہو گئے تھے۔ظاہر ہے کہ عنبر کو لیکر بلا اسی عمارت

میں گئی ہے۔

ناگ نے اندر جانے کا فیصلہ کرتے ہوئے اپنی جون بدل کر سانپ کی شکل اختیار کر لی اور سوراخ میں سے عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔

پہلے تو اندر اسے بالکل اندھیرا نظر آیا۔پھر آہستہ آہستہ روشنی ہوتی گئی۔اس ہلکی روشنی میں اس نے دیکھا کہ ایک پرانا ہال کمرہ سا ہے۔

جس کے اندر سوائے ایک پرانی میز کے کچھ بھی نہیں۔

ناگ نے گھوم پھر کر سارے کمرے کو دیکھا۔وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔

ایسے لگتا تھا کہ سال ہا سال سے وہاں کبھی کوئی انسان نہیں

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

آیا۔

ناگ خاموشی سے ایک طرف دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا۔ اگر بلا عنبر کو لے کر یہاں آئی ہے تو پھر کہاں چلی گئی؟۔

اب اس نے اس طرح سے جائزہ لینا شروع کیا کہ کہیں نیچے تہہ خانے کو کوئی راستہ تو نہیں جاتا؟۔

سارے فرش کو ناگ نے کھنگال ڈالا۔ کہیں کسی جگہ بھی کوئی سوراخ تک نہ تھا۔

یا خدا! عنبر کہاں چلا گیا؟۔

کیا بلا عنبر کو کھا گئی ہے؟۔

مگر عنبر کو دنیا کی کوئی بلا نہیں کھا سکتی تھی۔ ناگ ناامید ہو کر

رینگتا ہوا باہر جانے والا تھا کہ اسے گہرے سانس کی آواز سنائی دی۔

وہ سمٹ کر دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ آواز غائب ہو گئی۔

کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ سانپ نے دیکھا کہ کمرے کی زمین ایک جگہ سے اوپر ہونی شروع ہو گئی۔

پھر فرش شق ہو گیا۔ اندر سیڑھیاں جا رہی تھیں۔ ان سیڑھیوں پر ایک بھیانک چہرے والا برفانی انسان نمودار ہوا جو گوریلے سے دس گنا بڑا تھا اور جس کے پنجوں کے ناخن چھریوں کی طرح چمک رہے تھے۔

ناگ نے فضا میں بڑی تیز بو سونگھی۔ اگر وہ سانپ نہ ہوتا، انسان ہوتا تو شاید اس بو کو برداشت نہ کر سکتا اور بے ہوش ہو

www.urdurasala.com
PDF By princefdhump@urdufanz.com

جاتا۔

اچانک اس کو خیال آیا کہ عنبر کے ساتھ بھی یہی ہوا ہوگا اور وہ اس تیز بو کی وجہ سے بے ہوش ہو گا۔ پھر اس برفانی گوریلے نے بڑی آسانی سے اسے اٹھا کر اغوا کر لیا ہو گا۔

لیکن سوال یہ تھا کہ گوریلا عنبر کو اغوا کر کے کہاں لے گیا ہے؟۔

ضرور اس نے عنبر کو اسی تہہ خانے میں قید کر رکھا ہو گا۔

برفانی گوریلے نے بھی فضا میں کچھ نامانوس سی بو سونگھ لی تھی۔

وہ اپنی خوفناک تھوتھنی پھیلا کر ادھر ادھر ہلا رہا تھا۔

اس نے ناگ کی بو محسوس کر لی تھی مگر اسے نظر نہیں آ رہا تھا کہ جو کوئی حیوان اندر کمرے میں موجود ہے، وہ کہاں پر ہے؟۔

ناگ نے دیوار پر چڑھ کر چھت کے پاس اپنے آپ کو چھپا لیا۔ گوریلا کمرے کا ایک چکر لگانے کے بعد تہہ خانے میں اتر گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر اوپر آ گیا۔ اب اس نے بے ہوش عنبر کو اٹھا رکھا تھا۔ اس نے عنبر کو میز پر لٹا دیا اور جھک کر اس کے چہرے کو تکنے لگا یہ کوئی آدم خور گوریلا معلوم ہوتا تھا۔

وہ عنبر کو کھانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ ناگ پہلے تو پریشان ہو گیا لیکن پھر اسے خیال آیا کہ عنبر تو ہلاک نہیں ہو سکتا۔

اب اس نے فیصلہ کر لیا کہ چھت کے ساتھ لگ کر بیٹھا تماشا دیکھے۔ ہاں اگر کوئی خطرے کی بات ہوئی تو وہ برفانی گوریلے پر اپنی جان خطرے میں ڈال کر بھی حملہ کر دے گا۔

www.urdurasa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

برفانی گوریلے نے عنبر کو جھک کر دیکھنے کے بعد سر اوپر اٹھایا۔ تھوتھنی کو پھیلا کر ایک بار پھر فضا میں کچھ سونگھنے کی کوشش کی۔ پھر وہ تہہ خانے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ تہہ خانے سے آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک لوہے کی میخ اور ہتھوڑا تھا۔

ناگ کانپ گیا۔ یہ کم بخت تو عنبر کے سینے میں میخ ٹھونک کر اس کا خون پینے کی تیاری کر رہا ہے۔ پھر اسے خیال آیا کہ دنیا کی کوئی میخ عنبر کے سینے میں نہیں اتر سکتی۔

میخ کافی بڑی تھی۔ جیسے برف توڑنے والا بڑا سوا ہوتا ہے۔

برفانی گوریلے نے میخ کی نوک کو عنبر کے سینے پر عین دل کے اوپر رکھ دیا اور دوسرے ہاتھ سے ہتھوڑا اوپر اٹھا کر سر کو ہلاتے ہوئے خوشی سے ایک چیخ ماری۔

اس کی چیخ کی بھیانک آواز سے ساری عمارت ہل گئی۔ اور سانپ نیچے گرتے گرتے بچا۔

برفانی گوریلا شاید خوش ہو رہا تھا کہ ابھی اسے انسان کا خون پینے کا موقع ملے گا۔ اس نے ہتھوڑا اوپر اٹھایا اور پوری طاقت سے سونے کے اوپر مار دیا۔

عنبر کی جگہ اگر کوئی دوسرا انسان ہوتا تو میخ اس کے دل کے آر پار ہو کر میز کے نیچے سے نکل جاتی۔ کیوں کہ اس پر ہتھوڑا پوری طاقت کے ساتھ مارا گیا۔

لیکن وہاں کچھ بھی نہ ہوا۔ ہتھوڑا گوریلے کے ہاتھ سے اچھل کر نیچے گر پڑا۔ جیسے اس نے کسی پتھر پر ہتھوڑا چلایا ہو۔

گوریلا بڑا حیران ہوا کہ یہ کیسے ہو گیا۔ اس نے دوسری بار میخ

PDF By princeofdrump@urdufanz.com

کی نوک عنبر کے سینے پر رکھ کر پوری طاقت سے ایک بار پھر حملہ کیا۔

اس بار بھی ہتھوڑا اس کے ہاتھ سے اچھل کر نیچے گر پڑا اور میخ کی نوک مڑ گئی۔ برفانی گوریلے پر دہشت سی چھانے لگی۔

اس کے حیوانی دماغ نے سوچا کہ یہ انسان نہیں کوئی اور شے ہے۔ اب اس نے غصے میں آ کر اپنے ناخنوں سے عنبر کے پیٹ کو چاک کرنے کی کوشش شروع کر دی۔

برفانی گوریلے کے ناخن ٹوٹ کر لہولہان ہو گئے۔ لیکن عنبر کے سینے پر خراش تک نہ آئی۔ عنبر اسی طرح بے ہوش تھا، کیوں کہ فضا میں گوریلے کے سانس سے نکلنے والی بڑی تیز بو پھیلی ہوئی تھی۔

برفانی گوریلا نیم پاگل ہو گیا۔ اس نے عنبر کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر زمین پر پھینک دیا۔ اس پر بھی عنبر کو ذرا سی خراش نہ آئی۔

اب گوریلے کے غصے کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ اس نے عنبر کو زمین پر لٹا کر اس کے اوپر اچھلنا شروع کر دیا۔ اگر عنبر کی جگہ فرش پر کوئی ٹیلہ ہوتا تو وہ گوریلے کی طاقت سے ریزہ ریزہ ہو جاتا، لیکن عنبر کا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا تھا۔

ناگ یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔

برفانی گوریلا اپنی شکست سے بے دم ہو کر زور سے چیخا۔ عمارت ایک بار پھر ہل گئی۔ گوریلے نے چیخ ماری تو اس کا منہ اوپر ہو گیا تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اس نے سانپ کو چھت کے ساتھ لگا دیکھ لیا۔ وہ غصے سے پاگل ہو کر اٹھا اس نے زمین پر سے پتھر اٹھا کر چھت پر مارنے شروع کر دیئے۔

پتھر ناگ کے قریب آ کر گولوں کی طرح لگنے شروع ہو گئے۔ سانپ پریشان ہو گیا۔ اگر کوئی پتھر اسے لگ گیا تو وہ یقیناً کچلا جائے گا۔

سانپ رینگ کر نیچے آ گیا۔ ناگ نے گوریلے سے لڑائی کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

سانپ زمین پر آیا تو گوریلا اس پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر سانپ کو پکڑ کر کچلنے کی کوشش کی مگر سانپ ایک طرف کھسک گیا۔

ناگ نے گہرا سانس لیا اور دوسرے لمحے کمرے میں ایک بہت بڑا ہاتھی گوریلے کے سامنے کھڑا تھا۔ گوریلا بھونچکا ہو کر رہ گیا۔

اس کے ذہن نے یہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جہاں پہلے ایک چھوٹا سا سانپ زمین پر رینگ رہا تھا، وہاں اب اونچا لمبا طاقتور ہاتھی کھڑا ہے۔

وہ پیچھے کو ہٹا۔ ہاتھی نے اپنی سونڈ اٹھا کر اس پر حملہ کر دیا۔ اب گوریلا سب کچھ بھول کر لڑائی کے لیے تیار ہو گیا۔

دونوں میں زبردست مقابلہ شروع ہو گیا۔ دونوں ہی بڑے طاقتور تھے۔ مگر ہاتھی کے آگے گوریلے کی پیش نہیں جا رہی تھی۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ایک بار ہاتھی نے گوریلے کو سونڈ میں لپیٹ کر اٹھایا اور دھائیں سے زمین پر دے مارا۔

گوریلے کے نتھنوں سے خون جاری ہو گیا۔ اس نے چیخ مار کر ہاتھی کی سونڈ کو اپنے پنجوں میں لینے کی کوشش کی مگر ہاتھی طرح دے گیا اور پلٹ کر اس نے گوریلے کی گردن پر اپنی کئی من سونڈ دھادھم مارنی شروع کر دی۔

گوریلا زمین پر گر پڑا۔ ہاتھی شاید اسی انتظار میں تھا۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر گوریلے کے سینے پر اپنا پاؤں رکھ کر جو دبایا تو گوریلے کا کچومر نکل گیا۔

ایک آخری چیخ عمارت میں گونجی اور گوریلا مر چکا تھا۔ اس کے مرتے ہی فضا میں تیز بو ختم ہو گئی اور عنبر کو ہوش آ گیا۔

اس نے جو اپنے سامنے ہاتھی کو دیکھا تو سر جھٹک کر بولا۔

"ناگ! یہ تم ہو یا اصلی ہاتھی ہے؟"۔

ناگ جون بدل کر انسان کی شکل میں آ گیا اور ہنس کر بولا۔

"یہ میں ہوں یار"۔

"کیا ہوا تھا؟"۔

عنبر نے آنکھیں مل کر پوچھا۔

ناگ نے کہا۔

"یہ برفانی گوریلا تمہیں خیمے سے اٹھا کر لے آیا تھا"۔

"مگر مجھے تو کچھ پتا نہیں چلا"۔

ناگ بولا۔

"اس کے سانس کی تیز بو سے تم بے ہوش ہو گئے تھے"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"توبہ! یہ مصیبت کہاں سے نازل ہوگئی تھی"۔

"میں بھی حیران ہوں کہ یہ برفانی گوریلا کہاں سے آ گیا"۔

پھر وہ دونوں عمارت سے باہر آ گئے اور برف گاڑی میں بیٹھ کر خیمے میں آ کر ماریا کے بارے میں آئندہ کے پروگرام پر غور کرنے لگے۔

وہ دن انہوں نے اس خیمے میں بسر کیا۔ رات کو انہوں نے پھر سفر شروع کر دیا۔ کیوں کہ رات کو وہاں برفانی گوریلوں کے حملے کا خطرہ تھا۔

سفر کرتے کرتے وہ کافی آگے نکل گئے۔ کمپاس انہیں راستے کی سمت ٹھیک بتا رہی تھی۔ خوراک بھی ان کے پاس کافی تھی۔ ویسے وہ خوراک کے بغیر بھی کئی روز تک زندہ رہ سکتے تھے۔

ساری رات وہ برف کے میدانوں میں چلتے رہے۔

صبح کے وقت وہ ایک ایسی جگہ پہنچ کر رک گئے جہاں انہیں دور ایک مینار سا نظر آ رہا تھا۔

"یہ کیا چیز ہو سکتی ہے؟"۔

عنبر نے پوچھا۔

ناگ نے بڑے غور سے مینار کو دور سے دیکھا اور کہا۔

"میرے خیال میں یہ کوئی راڈار ہے۔ شاید جرمن فوج کی کوئی چوکی ہے"۔

عنبر نے سر پکڑ کر کہا۔

"پھر وہی بک بک شروع ہو جائے گی۔ جس گرجا گھر کی پرانی عمارت کی تلاش میں ہم نکلے ہیں، وہ کہیں نظر نہیں آ رہا"۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ بولا۔

"ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ چلو آئے چل کر پتا کرتے ہیں کہ یہ کیا عمارت ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ میں اسی جگہ آرام کرتا ہوں۔ تم آگے جا کر معلوم کر آؤ"۔

"ٹھیک ہے۔ میں جاتا ہوں"۔

ناگ اسی وقت ایک پرندہ بن کر اڑا اور عمارت کی طرف چل دیا۔

اڑتے اڑتے آخر وہ اس مینار کے پاس پہنچ گیا۔ یہ برف کے ایک ٹیلے پر چھوٹا سا مینار تھا جس کے اوپر ایک لوہے کا گولا لگا

تھا۔

ناگ غوطہ لگا کر تودے کی دوسری طرف گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں چھ سات اک منزلہ مکان بنے ہیں۔

ایک بازار ہے۔ بازار ایک طرف دو برف گاڑیاں کھڑی ہیں۔

وہاں انسان کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ناگ نے اڑ پھر کر کمروں کا جائزہ لیا۔ کمروں کے اندر بھی کوئی نہیں تھا۔

چیزیں الماریوں میں اسی طرح رکھی تھیں۔

یا خدا! یہاں کے لوگ کہاں چلے گئے؟۔

وہ اڑ کر واپس عنبر کے پاس آیا اور بولا۔

"وہاں تو ایک جادو کی بستی ہے۔ مکان کھلے ہیں۔ چیزیں

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

اس طرح پڑی ہیں مگر انسان کہیں نظر نہیں آتا"۔

دونوں برف گاڑی لے کر برف کے تودے کے عقب میں آ کر رک گئے۔

گاڑی اس جگہ کھڑی کر کے وہ مکانوں کے پاس آ گئے۔

بازار میں جو برف گاڑیاں کھڑی تھیں، ان میں کوئی انسان نہیں تھا۔

مکانوں کے اندر بھی کوئی عورت، بچہ، جوان یا بوڑھا دکھائی نہ دیا۔

"یہاں کے لوگ کہاں چلے گئے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"میرا خیال ہے کسی برفانی گوریلے نے انہیں ہلاک کر دیا

ہے"۔

مگر ان کی لاشیں کہاں ہیں؟۔

یہاں کہیں خون کا دھبہ تک نہیں ہے۔

ناگ کی اس بات پر عنبر بولا۔

"چلو دوسرے مکان میں چلتے ہیں"۔

ابھی وہ باہر نکل ہی رہے تھے کہ انہیں مکان میں سے کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ وہ یکدم سے رک گئے۔

کراہنے کی آواز تھوڑی دیر بعد پھر آئی انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر جدھر سے کوئی آواز آئی تھی ادھر چل دیئے۔

یہ آواز مکان کے ایک کونے سے آ رہی تھی۔ کونے میں ایک

www.urduraza.com
PDF By princefdhump@urdufanz.com

الماری کے پیچھے زمین پر لکڑی کا چھوٹا سا دروازہ بنا تھا۔

جو شاید نیچے تہہ خانے کو جاتا تھا۔ عنبر نے دروازہ اوپر اٹھا دیا۔

نیچے دو چار سیڑھیاں نظر آئیں۔

منگول ڈاکو

آواز نیچے تہہ خانے سے آ رہی تھی۔

عنبر اور ناگ جلدی سے سیڑھیاں اتر کر تہہ خانے میں آ گئے۔

یہ ایک بہت چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جو قطب شمالی کے مکانوں میں
عام طور پر سخت سردی سے بچنے کے لیے بنایا جاتا ہے۔

کوٹھڑی میں اندھیرا تھا۔ ناگ نے موم بتی جلائی۔ اس کی ہلکی
ہلکی روشنی میں دیکھا کہ میز کے نیچے ایک ادھیڑ عمر کا آدمی چت لیٹا

www.urdurasala.com
PDF By pinceofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

ہے۔

اس کی گردن سے خون بہہ بہہ کر جم گیا ہے۔ چہرہ زرد ہے اور صاف معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی پل کا مہمان ہے۔

ناگ اور عنبر نے اسے پانی پلایا۔

''تم کون ہو؟''۔

زخمی آدمی نے آنکھیں کھول کر عنبر اور ناگ کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ ناگ نے اسے بڑے پیار سے کہا۔

''ہم تمہاری مدد کے لیے آئے ہیں۔ یہاں کے لوگ کہاں چلے گئے ہیں؟''۔

''تمہیں کس نے زخمی کیا؟''۔

ادھیڑ عمر آدمی کے ہونٹ ہلے۔

عنبر نے اس کے منہ کے ساتھ کان لگا کر سنا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''وہ۔۔۔وہ۔۔۔پھر آئے ہیں''۔

''سنگین ماری ہے۔ میرے بچے لے گئے۔۔۔وہ پھر۔۔''

اور وہ ہچکی لے کر مر گیا۔

عنبر نے ناگ کی طرف دیکھا۔

ناگ نے پوچھا۔

''کیا کہہ رہا تھا یہ بدنصیب شخص؟''۔

عنبر نے کہا۔

''کسی نے اسے سنگین مار کر شدید زخمی کیا ہے۔ اور اس کے بچے ساتھ لے گیا ہے''۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"وہ کون ہوسکتا ہے"۔

ناگ نے کہا۔

عنبر نے بڑے میاں کی لاش پر کپڑا ڈالتے ہوئے کہا۔

"سوائے جرمن سپاہی کے دوسرا کون ہوسکتا ہے؟"۔

"مگر یہاں جرمن سپاہی شاید ہی ہوں۔ میرا خیال ہے کہ یہ کام کسی قزاق کا ہے"۔

عنبر کے اس خیال سے ناگ نے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ اس علاقے میں قزاق برفانی ڈاکوؤں کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ لوگ شمالی ترکستان کے علاقے سے ہجرت کر کے ادھر آئے تھے اور کہتے ہیں چنگیز خان کی اولاد سے ان کا تعلق ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"تمہیں تو ان کی پوری تاریخ یاد ہے۔ مگر ان کے پاس سنگین کہاں سے آگئی"۔

عنبر بولا۔

"یہ نیا زمانہ ہے۔ ہمارا زمانہ نہیں ہے۔ ان لوگوں کے پاس مشین گنیں بھی ہوں گی۔ یہ بستیوں میں جا کر لوگوں کا قتل عام کرتے ہیں اور لوٹ مار کر کے بچوں، عورتوں کو اغوا کر کے لے جاتے ہیں اور پھر بخارا، سمرقند کی منڈیوں میں جا کر انہیں غلام بنا کر فروخت کر دیتے ہیں"۔

ناگ نے پوچھا۔

"پھر اب کیا خیال ہے؟ آگے چلا جائے یا اس بدنصیب کے

www.urdurasala.com
PDF By princefdhump@urdufanz.com

بچوں کو تلاش کیا جائے؟“۔

عنبر بولا۔

اب یہ ہمارا اخلاقی فرض ہے کہ اس بدنصیب کے بال بچوں کو برآمد کیا جائے تاکہ وہ ایک بھیانک زندگی سے نجات حاصل کریں۔

اور پھر کوئی پتا نہیں وہاں اس بستی کے کتنے بچے اور عورتیں ہوں گی۔

”ٹھیک ہے مگر برفانی ڈاکوؤں کو کہاں تلاش کیا جائے؟“۔

”ذرا دوسرے مکانوں کی تلاشی لے کر دیکھتے ہیں۔ شاید وہاں سے کسی ڈاکو کا کوئی سراغ مل جائے“۔

وہ دوسرے مکان میں آ گئے۔ دس بارہ مکان تھے۔ سارے

کے سارے ویران تھے۔

سامان ڈاکو لوٹ کر لے گئے تھے۔ ایک دو مکانوں میں بوڑھے مردوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ کسی جگہ کوئی عورت، جوان اور بچہ نہیں تھا۔

صاف ظاہر ہو رہا تھا۔ کہ ڈاکو عورتوں بچوں اور جوانوں کو فروخت کرنے کے لیے اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔

ساری بستی پر دہشت اور ویرانی چھائی تھی۔ انہوں نے باہر نکل کر دیکھا کہ برف پر برف گاڑی کے نشان تھے۔

”یہ ڈاکوؤں کی برف گاڑی ہو سکتی ہے عنبر! اس میں وہ یہاں کا مال اسباب لاد کر لے گئے ہوں گے“۔

”اس کا تعاقب کرتے ہیں“۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"چلو"۔

انہوں نے اپنی برف گاڑی مینار والے برفانی ٹیلے کے نیچے ایک جگہ چھپا کر رکھ دی اور خود پیدل ہی برف گاڑی کے نشانوں کے ساتھ ساتھ آگے چل پڑے۔

برف گاڑی کے نشان آگے جا کر برفانی ٹیلوں کی طرف مڑ گئے تھے۔

ایک جگہ پرانا گڑھا تھا۔ جس میں پانی جما ہوا تھا۔ برف گاڑی اس گڑھے کے کنارے سے ہو کر آگے گزر گئی تھی۔

یہاں انہوں نے برف پر پڑا ہوا ایک کپڑا دیکھا۔ اٹھایا تو وہ کسی بچے کی ٹوپی تھی۔

"وہ لوگ ادھر سے ہی گزرے ہیں"۔

ناگ نے کہا۔

ناگ اور عنبر جب تلاش کرتے کرتے کافی آگے آگے نکل آئے تو انہیں خیال آیا کہ انہوں نے کوئی ہتھیار اپنے ساتھ نہیں لیا۔

نہ پستول، نہ مشین گن وغیرہ۔ ناگ ہنسا۔

"چلو کوئی بات نہیں۔ ڈاکوؤں سے ہتھیار مانگ کر ان پر ہی استعمال کریں گے"۔

اب وہ برفانی ٹیلوں کے درمیان سے گزر رہے تھے۔ یہاں آ کر برفانی گاڑی کے نشان ایک ٹیلے کی جانب مڑ گئے تھے اور آگے ختم ہو گئے تھے۔

یہاں انہوں نے دیکھا کہ ٹیلے میں ایک برف کا تودہ ٹوٹا ہوا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہے۔ عنبر نے قریب جا کر دیکھا تو کہا۔

"یہ ضرور ڈاکوؤں کی کمین گاہ کا دروازہ ہے"۔

ناگ بولا۔

"تم باہر ٹھہرو۔ میں اندر جا کر پتا کرتا ہوں کہ کوئی ہے یا نہیں"۔

ابھی ناگ اندر جانے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ انہیں کسی مرد کے قہقہے اور ایک عورت کی چیخ کی آواز سنائی دی۔

وہ جلدی سے ایک طرف ہٹ کر ٹیلے کی اوٹ میں چھپ گئے۔ اتنے میں دو آدمی ایک عورت کو گھسیٹتے ہوئے نمودار ہوئے۔

عنبر نے ٹھیک کہا تھا۔ دونوں قزاق تھے۔ ان کی شکل وصورت منگول ڈاکوؤں جیسی تھی۔ ان کے کمر سے پستول لٹک رہے تھے۔

عورت رو رہی تھی اور وہ اسے زبردستی گھسیٹتے ہوئے غار کی طرف لا رہے تھے۔ اور قہقہے مار کر ہنس رہے تھے۔

"اسے قتل کر دو"۔

ایک ڈاکو نے کہا۔

دوسرا قہقہہ لگا کر بولا۔

"بخارا میں اس کی قیمت ایک ہزار ڈالر پڑے گی۔ ہاہاہا ۔۔۔ میں اسے ہزار ڈالر میں فروخت کر کے شاندار پستول خریدوں گا"۔

وہ عورت کو گھسیٹتے ہوئے غار میں لے گئے۔ ناگ اور عنبر نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

تو ان کا خیال بالکل ٹھیک نکلا۔ یہ ساری کارستانی ان منگول

www.urdurasala.com
PDF By primeofdhump@urdufanz.com

ڈاکوؤں کی تھی۔

"کیا خیال ہے عنبر؟"۔

"کس بارے میں؟"۔

"حملہ کس طرح سے کیا جائے؟ کیا میں پہلے اندر جاؤں یا تم جاؤ گے؟"۔

"ظاہر ہے، پہلے تم اندر جا کر معلوم کرو گے کہ ڈاکوؤں کی تعداد کتنی ہے۔ پھر اس کے مطابق پروگرام بنایا جائے گا؟"۔

عنبر بولا۔

"تو پھر تم اسی جگہ میرا انتظار کرو"۔

ناگ نے اسی وقت چھوٹے سے سفید سانپ کا روپ بدلا۔ تاکہ اسے کوئی آسانی سے دیکھ نہ لے اور رینگتا ہوا غار کے اندر

داخل ہو گیا۔

یہ غار تنگ تھا اور اس کی چھت بھی نیچی تھی۔ چھت بھی برف کی تھی دیواروں پر پتھر نظر آ رہا تھا۔

آگے جا کر ناگ دیوار کے ساتھ ہی بائیں طرف گھوم گیا۔

اب اسے ڈاکوؤں کی باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔

ساتھ ساتھ کسی کا قہقہہ بھی فضا میں گونج جاتا تھا۔ ناگ رینگتا ہوا غار کے بڑے کمرے میں آ گیا۔

یہاں نیچی چھت کے نیچے دیوار کے ساتھ لوٹ مار کا سامان رکھا تھا۔

ڈاکو زمین پر سمور کی کھال بچھا کر بیٹھے کھا پی کر اور مذاق کر رہے تھے۔ بچے اور جوان مرد ایک طرف رسیوں سے بندھے

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdusasaar.com

پڑے تھے۔

عورتوں کے پاؤں رسیوں سے باندھ دیئے گئے تھے۔اور وہ دیوار کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ چھ سات ڈاکو پستول تانیں ان کے اوپر کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔

ناگ یہ سارا منظر دیکھ کر خموشی سے باہر آ گیا۔اس نے عنبر کے پاس جا کر انسان کی شکل اختیار کی اور کہا۔

''اندر کوئی بیس پچیس کے قریب ڈاکو ہیں اور دس بارہ عورتیں، بچے اور جوان ہیں''۔

عنبر نے پوچھا۔

''ڈاکوؤں کے پاس ہتھیار کون سے ہیں؟''۔

ناگ بولا۔

''پستول اور خنجر۔ایک دو رائفلیں بھی میں نے دیکھی ہیں''۔

''ٹھیک ہے''۔

عنبر گہری سوچ میں چلا گیا۔

حملہ اس طرح سے کرنا ہوگا کہ یہ لوگ انتقام میں آ کر عورتوں بچوں کو قتل کرنا شروع نہ کر دیں۔

''پھر کیا خیال ہے؟''۔

''خیال بڑا نیک ہے''۔

''یعنی؟''۔

''یعنی یہ کہ''۔

عنبر نے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔

''یعنی یہ کہ حملہ آدھی رات کو کیا جائے گا۔ جب یہ سارے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ڈاکو خواب خرگوش میں مست ہوں گے۔ ابھی واپس بستی میں چلتے ہیں"۔

عنبر اور ناگ واپس بستی میں آ گئے۔ ایک مکان میں انہوں نے آگ جلا کر کھانا گرم کیا اور کھا کر حملہ کے بارے میں غور کرنے لگے۔

پھر انہوں نے زمین کھودی اور وہاں دو چار لاشیں پڑی تھیں۔

انہیں زمین کے اندر دفن کر دیا۔ برف گاڑی انہوں نے ایک مکان کے اندر کھڑی کر دی تھی۔ تاکہ اگر وہاں سے کسی ڈاکو کا گزر ہو تو اسے شک نہ پڑے۔ شام تک وہ بستی میں آرام کرتے رہے۔

پھر رات ہو گئی۔ قطب شمالی میں رات بڑی جلدی پڑ جاتی ہے۔

جلد ہی اندھیرا اچھیل گیا۔

جب رات آدھی سے زیادہ گزر گئی تو عنبر اور ناگ مکان سے نکل کر ڈاکوؤں کے غار کی طرف روانہ ہو گئے۔

ناگ کے پاس کچھ نہ تھا۔ اس نے کوئی خونخوار جانور بن کر حملہ کرنے کا پروگرام بنا رکھا تھا۔ البتہ عنبر نے ایک پستول اور گولیاں ساتھ لے لی تھیں۔

وہ غار کے دروازے پر پہنچ کر رک گئے۔ انہوں نے غار کے دروازے کے ساتھ کان لگا کر سنا۔ اندر گہری خاموشی تھی۔

عنبر نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"معلوم ہوتا ہے۔ سارے ڈاکو سو گئے ہیں"۔

لیکن یہ انہوں نے سوچا ہی نہیں تھا کہ اس قسم کے ڈاکو غافل نہیں سویا کرتے۔

انہوں نے ایک ڈاکو کو رائفل دے کر باہر پہرے پر بٹھا رکھا تھا۔ اس پہریدار ڈاکو نے جو عنبر کی آواز سنی تو ٹیلے کے اوپر سے نیچے جھانک کر دیکھا۔

اسے دو آدمی نظر آئے جو غار کے دروازے کے پاس کھڑے پراسرار حرکتیں کر رہے تھے۔ ڈاکو ہوشیار ہو گیا۔

اب اس سے یہ غلطی ہو گئی کہ اس نے ناگ کی بجائے عنبر کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔ گولی عنبر کی کھوپڑی پر لگی اور اچھل کر ٹیلے کی دیوار توڑ کر دور جا گری۔

ڈاکو نے اپنی آنکھوں کے سامنے گولی کو دیکھا تھا۔ کہ وہ عنبر کے سر پر لگی ہے۔

اب جو اس نے دیکھا کہ وہ انسان اسی طرح کھڑا ہے اور گولی اس کے سر سے ٹکرا کر پرے جا گری ہے تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ بھوت ہے؟"۔

اس نے سوچا اور دوسری طرف بھاگا کہ دوسری طرف سے چور دروازے سے اندر جا کر اپنے ساتھیوں کو خبردار کر دے۔

گولی لگتے ہی عنبر نے ناگ کو اشارہ کیا۔ ناگ پل بھر میں باز بن کر ٹیلے کے اوپر اڑا اور اس نے بھاگتے ہوئے ڈاکو کی گردن پر حملہ کر دیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdujanz.com

اس کے پنجوں نے ڈاکو کی گردن ادھیڑ ڈالی۔ خون باہر گرنے لگا۔

دوسرے حملے میں باز نے ڈاکو کی آنکھیں پھوڑ ڈالیں اور پھر اسے نیچے گرا دیا اور تیسری بار حملہ کر کے اس کی شہ رگ کاٹ ڈالی۔

ڈاکو وہیں مر گیا۔

خوش قسمتی سے گولی کی آواز اندر غار بڑی معمولی آواز کے ساتھ گئی تھی اور کوئی ڈاکو بیدار نہیں ہوا تھا۔ ناگ نے واپس آ کر عنبر کو بتایا کہ ڈاکو کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ وہ پھر سے انسان کی شکل میں آ گیا۔

عنبر نے کہا۔

"کم بخت یہ باہر پہرہ دے رہا تھا۔ ہمیں خبر ہی نہ ہوئی"۔

"کہیں کوئی دوسرا پہرے دار بھی نہ ہو یہاں؟"۔

ناگ نے خدشے کا اظہار کیا۔

عنبر کہنے لگا۔

"میرا خیال ہے اگر کوئی اور ڈاکو باہر پہرہ دے رہا ہوتا تو وہ گولی کی آواز سن کر ضرور پہنچ جاتا"۔

"شاید گولی کی آواز اندر تک نہیں گئی۔ نہیں تو ابھی تک اندر سے بھی ڈاکو باہر آ گئے ہوتے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"تم سانپ کی شکل میں اندر چلو۔ میں اسی طرح پستول لے کر آتا ہوں۔ میں تمہاری حفاظت کروں گا"۔

www.urdurasala.com
PDF By princedhump@urdufanz.com

"ٹھیک ہے"۔

ناگ نے سانپ کی شکل بدلی اور رینگتا ہوا غار کے اندر داخل ہو گیا۔

وہ ایک انتہائی زہریلے سفید رنگ کے بڑے سانپ کی شکل میں تھا۔ عنبر نے پستول میں سولہ گولیاں بھر رکھی تھیں۔

وہ پستول لیے غار میں دیوار کے ساتھ لگ کر آگے چلنے لگا۔

اسے اپنی کوئی فکر نہیں تھی۔ وہ ایک تو ناگ کی حفاظت کرنا چاہتا تھا۔

دوسرے اسے یہ خیال بھی تھا کہ ڈاکو کہیں آپ کو چاروں طرف سے گھرے ہوئے دیکھ کر عورتوں بچوں کو قتل کرنا نہ شروع کر دیں۔

جب غار بڑے کمرے میں داخل ہوئی تو عنبر رک گیا۔ اس نے دیکھا فرش پر بیچ میں دیا جل رہا تھا۔ سمور کے فرش پر کھالیں اور کمبل اوپر کیے ڈاکو گہری نیند میں سو رہے تھے۔

دیوار کے ساتھ ساتھ رسیوں میں جکڑے ہوئے مرد عورتیں اور بچے بھی سو رہے تھے۔ شاید ایک آدھ مرد یا عورت جاگ رہی تھی اور پہلو بدل رہی تھی۔

عنبر نے ناگ کو دیکھا کہ وہ سانپ کی شکل میں رینگتا ہوا دیوار سے نیچے اتر رہا تھا۔

سانپ نیچے اتر کر فرش پر آ گیا۔ پھر وہ ایک سمور کی کھال میں سوئے ہوئے ڈاکو کے سرہانے آیا اور اس نے بڑی تیزی سے اس ڈاکو کی گردن پر ڈس دیا۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اس سانپ کا زہر ایسا تھا کہ انسان کی گردن پر اثر کرتا تھا۔

گردن کی رگیں اس زہر کے اثر سے ایکدم خشک ہو جاتی تھیں اور وہ بول نہیں سکتا تھا۔

مقصد بھی یہی تھا کہ جس کو ڈسا جائے، وہ چیخ مار کر دوسروں کو خبردار نہ کر سکے۔

ڈاکو کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ نیند میں اس نے دو تین گہرے سانس لیے۔ آنکھیں کھول کر دیکھا اور اپنے ہاتھوں سے گلے کو پکڑا۔

چیخ کر دوسرے کو بیدار کرنے کی ناکام کوشش کی اور وہیں اکڑ گیا۔

اس طرح سانپ نے چار ڈاکوؤں کو سمور کے بستروں میں ہی

موت کی نیند سلا دیا۔ لیکن ابھی وہاں پندرہ بیس ڈاکو باقی تھے۔

ان سب کو اکیلا سانپ ایک ہی وقت میں ہلاک نہیں کر سکتا تھا۔ پھر بھی وہ کوشش کرتا چلا گیا۔ اس نے چار اور ڈاکوؤں کو ہلاک کر دیا۔

وہ دسویں ڈاکو کو ہلاک کرنے کے لیے اس کے پاس گیا تو اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے ایکدم سے شور مچا دیا۔

"سانپ! سانپ!"

سارے ڈاکو جاگ پڑے۔ انہوں نے پستول نکال لیے اور دیے کی ہلکی روشنی میں سانپ کی تلاش شروع کر دی۔

یہ دیکھ کر ان کی چیخیں نکل گئیں کہ ان کے دس ڈاکو سانپ کے ڈسنے سے ہلاک ہو چکے تھے۔ سردار نے پستول کا فائر کر کے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"اس سانپ کو کچل کر رکھ دو۔ میرے دس جانباز ہلاک ہو گئے ہیں۔ میں دس بار اس سانپ کو ماروں گا۔ یہ کہاں سے آ گیا ہے؟ یہاں کبھی کوئی سانپ نہیں آیا"۔

اب عورتیں، جوان مرد اور بچے بھی جاگ پڑے تھے۔

دوسرے چراغ بھی جلا دیئے گئے۔ غار میں روشنی ہو گئی۔ لیکن سانپ چھت میں کسی جگہ چھپ گیا تھا۔ ادھر عنبر پستول تانے دیوار کی اوٹ میں تھا۔ ڈاکو ادھر ادھر دوڑنے بھاگنے لگے۔

اچانک ایک ڈاکو کی نظر عنبر پر پڑی۔ عنبر نے گولی مار کر اس ڈاکو کو ہلاک کر دیا۔ دوسرے ڈاکوؤں نے عنبر پر فائرنگ شروع کر دی مگر عنبر پر کوئی گولی اثر نہیں کر رہی تھی۔

سردار نے چلا کر کہا۔

"اس نے جسم کے ساتھ زرہ بکتر پہن رکھا ہے۔ اسے زمین پر گرا کر خنجروں سے ہلاک کر دو"۔

چھ سات ڈاکو عنبر کی طرف بڑھے۔ عنبر نے گولیاں چلانی شروع کر دیں۔

تین ڈاکو اس کی گولیاں لگنے سے ہلاک ہو گئے۔ دو زخمی ہو کر گرے۔ باقی ڈاکوؤں نے اسے زمین پر گرا دیا۔

پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر پرے جا گرا۔ سردار نے چیخ کر کہا۔

"اسے زندہ پکڑ لو۔ مارنا نہیں۔ ہم اس سے دوسرے لوگوں کے بارے میں پوچھیں گے۔ اسے میں بعد میں خود ہلاک کروں گا۔ یہ میرا شکار ہے"۔

www.urdusala.com
PDF By princefdhump@urdufanz.com

سانپ چھت کی درز میں چھپا یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔ ڈاکو عنبر کو پکڑ کر سردار کے سامنے لے آئے انہوں نے اسے رسیوں میں جکڑ دیا تھا۔

کمرے میں ڈاکو کی لاشیں ہٹا دی گئیں۔ سردار کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ دوسرے قیدی مرد اور عورتیں بھی سہمی ہوئی نظروں سے عنبر کو دیکھ رہی تھیں۔

دل ہی دل میں وہ اس کی زندگی کے لیے دعائیں مانگ رہی تھیں جو ڈاکوؤں کو مار کر انہیں چھڑانے وہاں آیا تھا۔

لیکن انہیں عنبر کی زندگی کی کوئی امید نہیں تھی۔ وہ جانتی تھیں کہ یہ شخص اب کوئی دم کا مہمان ہے۔

عنبر کو بیچ میں لا کر کھڑا کر دیا گیا۔ سردار نے خنجر نکال کر ہاتھ

میں پکڑ لیا اور عنبر کے پاس آ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گرجا۔

"کون ہو تم بدبخت؟ تو نے میرے بہترین ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ میں تمہارے جسم کے ٹکڑے الگ الگ کر کے اپنے کتوں کو کھلاؤں گا۔ تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟ تمہیں کس نے بھیجا ہے؟"۔

عنبر ہنسا اور کہنے لگا۔

"اے احمق ڈاکوؤں کے احمق سردار! بس تم یوں سمجھ لو کہ تمہاری موت نے مجھے یہاں بھیجا ہے"۔

سردار دھاڑا۔

"اس کی گردن اڑا دو"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ایک ڈاکو تلوار کھینچ کر آگے بڑھا۔ سردار کے منہ سے غصے کی وجہ سے جھاگ اڑ رہی تھی۔ اس نے ہاتھ اوپر اٹھا کر کہا۔

"ٹھہرو! اس کی گردن میں اڑاؤں گا۔ میں اس کے جسم کی بوٹی بوٹی کروں گا۔ اس نے میری توہین کی ہے۔ اس نے میرے جانبازوں کو ہلاک کیا ہے۔"

پھر وہ عنبر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

"اے ذلیل انسان! تو کہاں سے آیا ہے"۔

عنبر نے ہنس کر کہا۔

"کہہ تو دیا کہ تیری موت بن کر آیا ہوں۔ بس تیری زندگی کی چند گھڑیاں باقی ہیں۔ اگر دل میں کوئی حسرت ہے تو اسے بھی نکال لے"۔

قیدی مرد اور عورتیں کانپ رہی تھیں۔ انہیں یقین تھا کہ ڈاکوؤں کا سردار اب انہیں بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔

اس کے بارہ چودہ ساتھی ہلاک کر دیئے گئے ہیں۔ سردار زمین پر پاؤں مار کر غصے سے اچھلا۔ اسنے تلوار اپنے ہاتھ میں لی اور گرج کر کہا۔

"اس پاگل کتے کی موت آ گئی ہے"۔

اور اس کے ساتھ ہی بھرپور ہاتھ تلوار کا عنبر کی گردن پر مارا۔

عورتوں اور مردوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن ہوا یہ کہ تلوار عنبر کی گردن سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہو گئی۔ ایک ٹکڑا سردار کے ہاتھ میں پکڑا رہ گیا اور دوسرا ٹکڑا زمین پر گر پڑا۔

سردار کی آنکھیں وحشت سے کھل گئیں۔ عنبر نے ہنس کر کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"میں نہ کہتا تھا کہ میں تمہاری موت بن کر یہاں آیا ہوں"۔

سردار نے پستول نکال کر عنبر کی کھوپڑی سے لگایا اور اوپر تلے سات فائر کیے۔

سات گولیاں چلا دیں۔ ساتوں بار گولی کھوپڑی سے ٹکرا کر نیچے گری اور پستول سردار کے ہاتھ سے اچھل اچھل گیا۔

جب ساری گولیاں ختم ہو گئیں تو عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"الو کے پٹھے! اگر دل میں ابھی کوئی اور حسرت ہے تو وہ بھی پوری کر لے۔ کیوں کہ جب میں نے تم پر وار کیا تو تم بچ نہیں سکو گے"۔

دوسرے ڈاکو بھی دم بخود کھڑے عنبر کو تک رہے تھے۔

کئی ڈاکوؤں پر تو دہشت طاری ہو گئی تھی اور وہ اس کو کوئی

دیوتا سمجھنے لگے تھے جو انسان کے روپ میں وہاں آ گیا تھا۔ یا شاید موت کا فرشتہ تھا جو انسان کی شکل میں سردار کی جان قبض کرنے آیا تھا۔

سردار غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ اس نے خنجر نکال کر عنبر کے سینے پر بھرپور وار کیا۔ خنجر عنبر کے سینے سے ٹکرا کر سردار کے ہاتھ میں چبھ گیا۔

خنجر اس کے ہاتھ سے گر پڑا اور خون رسنے لگا۔ عنبر نے سردار کا گریبان کھینچ کر کہا۔

"اب میری باری ہے حملہ کرنے کی"۔

"اس نے بلند آواز میں کہا"۔

"ناگ! نیچے آ جاؤ"۔

www.urduraaz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ نے چھت سے چھلانگ لگائی اور نیچے آتے ہی وہ شیر بن کر زور سے دھاڑا۔عورتوں بچوں کی چیخیں نکل گئیں۔

ڈاکو ڈر کر پیچھے کو گرے۔سردار کا رنگ زرد ہو گیا۔عنبر نے ناگ سے کہا۔

"ناگ! پہلے ان ڈاکوؤں کو ہلاک کرو۔کیوں کہ انہوں نے بڑے بے گناہ انسانوں کا خون بہایا ہے"۔

شیر زور سے دھاڑ کر ڈاکوؤں کے گروہ پر اچھلا اور پنجے مار مار کر اس نے کتنے ہی ڈاکوؤں کو خون میں لت پت کر کے ڈال دیا۔

کسی کا بازو کاٹ دیا کسی کی گردن اڑا دی اور پنجہ مار کر کسی کا سینہ چاک کر دیا۔

سردار ہاتھ باندھ کر زمین پر گر پڑا۔

"معاف کر دو دیوتا! معاف کر دو دیوتا!"۔

عنبر نے قہقہہ لگایا۔

"اب تم سیدھی راہ پر آئے ہو۔لیکن تمہاری گردن پر بھی بے شمار بے گناہ لوگوں کا خون ہے۔تمہیں معاف نہیں کیا جائے گا"۔

سردار نے گڑگڑا کر کہا۔

اے عظیم دیوتا! میں ہات جوڑ کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں۔میں قسم کھاتا ہوں کہ ساری زندگی کسی چیونٹی کو بھی تکلیف نہ دوں گا۔

میں ان سب قیدیوں کو رہا کر کے انہیں سارا سامان واپس کرتا ہوں۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر نے سردار کے سر پر زور سے ہاتھ مار کر کہا۔

''وہ تو تمہارا باپ بھی کرے گا۔تم کون ہوتے ہو ایسا کرنے والے۔اب تمہاری جان پر بن رہی ہے۔اب تو اپنا سامان بھی انہیں دے دو گے''۔

عنبر نے ناگ سے کہا۔

''ناگ! واپس انسانی شکل میں آ جاؤ''۔

ناگ اسی وقت شیر سے بدل کر پھر انسان کی شکل میں آ گیا۔

یہ سارا ڈرامہ دیکھ کر قیدی عورتوں، مردوں اور دوسرے بچے کھچے ڈاکوؤں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھی۔

انہیں یقین ہو گیا تھا کہ یہ دونوں کوئی آسمانی دیوتا ہیں اور ظلم کا بدلہ لینے کے لیے زمین پر آئے ہیں۔

سب کی آنکھوں میں احترام اور عقیدت تھی۔ سردار ہاتھ باندھے گھٹنوں پر جھکا بیٹھا تھا۔عنبر نے ناگ سے پوچھا۔

''کیا خیال ہے،اس کی جان بخشی کر دی جائے''۔

ناگ نے کہا۔

''میرا خیال ہے، یہ سوال ان قیدی عورتوں اور مرد سے پوچھنا چاہیے''۔

عنبر نے ان قیدیوں سے جب ڈاکوؤں کے سردار کی جان بخشی کے لیے پوچھا تو انہوں نے روتے ہوئے کہا۔

''اسکی جان نہ بخشی جائے۔اس نے ہمارے ماں باپ کو قتل کیا ہے۔ہمارے بوڑھوں کے سر کاٹ کر گڑھوں میں دفن کیے ہیں۔یہ رحم کے قابل نہیں ہے''۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

مرد بولے۔

''اسے ہم قتل کریں گے''۔

عنبر نے اسی وقت تمام قیدیوں کی رسیاں کھول دیں۔ ان میں سے ایک نوجوان آگے بڑھا اور بولا۔

''اے عظیم دیوتا! اس ظالم سنگدل نے میری آنکھوں کے سامنے میرے بوڑھے باپ کو ہلاک کیا ہے۔ وہ رحم کی درخواست کرتا رہا اور یہ ظالم اس کی گردن پر خنجر چلاتا رہا۔ اسے میں ہلاک کروں گا''۔

''تمہیں اجازت ہے''۔

عنبر نے خنجر اس نوجوان کے ہاتھ میں دے دیا۔ دوسرے ڈاکو زمین پر روتے ہوئے گر پڑے۔

سردار نے گڑگڑا کر رحم کی التجا کی۔ عنبر نے منہ دوسری طرف کر لیا۔ نوجوان کے ایک ہی وار نے ڈاکوؤں کے سردار کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔ آخر برائی کا انجام برا ہی نکلا۔

جس نے دوسرے انسانوں کو قتل کیا تھا آخر ایک روز وہ بھی خود قتل ہو گیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

خونی مگرمچھ

بستی پھر سے آباد ہو گئی۔

لوگ اپنے اپنے گھروں میں آ کر رہنے لگے۔ دوسرے بچے کھچے ڈاکوؤں کو بھی بستی والوں نے ختم کر دیا۔

عنبر اور ناگ کی کرامتیں وہ دیکھ چکے تھے۔ ان کو بستی والوں نے عظیم دیوتا سمجھنا شروع کر دیا۔ وہ ان دونوں کی پوجا کرنے لگے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر نے ناگ سے ایک روز کہا۔

"بھائی! یہاں سے اب نو دو گیارہ ہو جانا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ ہمیں مار کر ہمارے بت بنا کر ہماری پوجا کرنا شروع کر دیں"۔

ناگ ہنسا

"تم ٹھیک کہتے ہو عنبر بھیا! تاریخ میں ایسے کئی واقعے ہو کر گزرے ہیں کہ لوگوں نے عقیدت میں آ کر اپنے پیر مرشد کو مار کر اس کی قبر بنائی اور پھر اس کی پوجا شروع کر دی۔

اس لیے اب یہاں سے چلے جانے میں ہی خیریت ہے۔

عنبر بولا۔

"ادھر ماریا کی پریشانی الگ دل کو لگی ہے۔ خدا جانے وہ

www.urdurasala.com

"کہاں ہے کس حال میں ہے"۔

ناگ نے فکر مند ہو کر کہا۔

"جہاں تک میرا خیال ہے۔ ہم قطب شمالی میں کافی آگے نکل آئے ہیں۔ اس سے آگے تو سوائے برف ہی برف کے اور کچھ نہیں ہے"۔

"بس وہ سرخ جادوگر وہیں ہوگا"۔

عنبر کی اس بات پر ناگ نے پوچھا۔

"عنبر بھیا! کیا تمہارا دل یہی کہتا ہے"۔

"بے شک! ہمیں کچھ اور آگے جانا ہوگا"۔

"ٹھیک ہے"۔

ناگ بولا۔

"ہم کل یہاں سے کوچ کر جائیں گے"۔

جب بستی والوں کو پتا چلا کہ دوسرے دن سویرے عنبر اور ناگ یعنی ان کے دیوتا کوچ کر رہے ہیں تو وہ بڑے آزردہ ہو گئے۔

انہوں نے دونوں سے گزارش کی کہ وہ بستی سے نہ جائیں۔ وہیں اپنی برکتوں کے ساتھ باقی زندگی بسر کر دیں۔

ان کے رہنے سے بستی میں خوشی اور سلامتی آگئی ہے۔

عنبر نے انہیں سمجھایا۔

"یہ تو ٹھیک ہے مگر کچھ ذمہ داری ہم پر اور بھی ہے۔ ہمیں وہ ذمے داری بھی پوری کرنی ہے"۔

رات کے پچھلے پہر عنبر اور ناگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ برف گاڑی پر ہر شے تیار تھی۔

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بستی والوں نے گاڑی میں کمبل اور پانی بھی رکھ دیا تھا۔ ایک کنستر مٹی کے تیل کا بھر کر رکھ دیا تھا۔ ایک ایک عورت مرد اور بچے نے عنبر اور ناگ سے ہاتھ ملایا۔

ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ انہیں رخصت کرتے ہوئے دلگیر تھے۔ عنبر اور ناگ نے بھی بڑی گرم جوشی سے انہیں رخصت کیا اور برف گاڑی پر سوار ہو کر اپنی اگلی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔

سارا دن وہ برف میں چلتے رہے۔

رات کو انہوں نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ یہاں سردی اس قدر شدید تھی کہ پانی کی بوتلیں جم کر پھٹ گئیں۔

ٹماٹر ساس کے ڈبے بھی پھٹ گئے۔ ڈبل روٹی پتھر بن گئی۔

کنستر میں پڑا ہوا تیل بھی جم گیا۔ پٹرول کی بھی یہی حالت ہوئی۔ پٹرول ختم ہونے والا تھا۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی ان کا سفر جاری رہا۔ چوتھے روز وہ ایک ایسے برفانی میدان میں پہنچے جہاں ایک بہت بڑی نیلی جھیل برف بنی ہوئی تھی۔

انہوں نے ایک جگہ برف توڑی تو نیچے سے پانی نکل آیا۔ انہوں نے پانی لے کر اسے گرم کیا اور جی بھر کر پیا۔

برفانی گاڑی ساتھ لے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، کیوں کہ پٹرول ختم ہو چکا تھا۔ یہاں انہوں نے برف کے سوراخ میں کانٹا ڈال کر تین بڑی بڑی مچھلیاں پکڑیں اور انہیں بھون کر کھایا۔

شام کو برف کا زبردست طوفان چلنے لگا۔ طوفان کی رفتار اتنی

www.urduraza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تیز تھی کہ ان کی برف کی گاڑی اڑ کر جانے کہاں چلی گئی۔

وہ خیمے کے اندر تھے۔ خیمے کا پردہ ان کے ساتھ طوفان کے تھپیڑے بن کر ٹکرا رہا تھا۔ ہوا چیخیں مار رہی تھی۔ برف کی جھیل سے ٹکرا کر شور مچا رہی تھی۔ ساتھ برف بھی گر رہی تھی۔

ساری رات طوفان چلتا رہا۔ صبح ہوئی تو طوفان ختم چکا تھا۔ انہوں نے خیمے سے باہر نکل کر دیکھا تو جھیل پر کئی فٹ موٹی برف کی نئی تہہ چڑھ چکی تھی۔

ان کی برف کی گاڑی کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔ نہ وہ چولہا ہی باقی تھا جس پر وہ پانی وغیرہ گرم کرلیا کرتے تھے۔

ان کے پاس صرف ایک سپرٹ لیمپ رہ گیا تھا۔ جو خیمے کے

اندر رکھا ہوا تھا۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے سورج کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔

"عنبر بھیا! اب تو ہمارے پاس سفر کرنے کو گاڑی بھی نہیں رہی۔ اب ہمیں ماریا کا سراغ جلد مل جانا چاہیے۔ نہیں تو زیادہ دور تک ہم پیدل نہ جا سکیں گے"۔

عنبر نے ہنس کر کہا۔

"گھبراؤ نہیں۔ ہم عظیم دیوتا ہے۔ ہم بہت جلد اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے"۔

انہوں نے خیمہ لپیٹ کر کندھے پر رکھا اور برف کی جھیل کے ساتھ ساتھ آگے کی طرف روانہ ہو گئے۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذرا ماریا کی بھی خبر لی جائے کہ

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

وہ کس حال میں ہے۔اور کہاں ہے؟۔

جادوگر اسے بکری بنا کر شہر سے نکل کر ایک ایسی سڑک پر ہو لیا۔جو ہلپس کے پہاڑوں کی طرف چلی جاتی تھی۔

آگے جا کر یہ سڑک پہاڑوں میں گم ہوگئی۔یہاں ایک مقام پر ایک چھوٹا سا جھونپڑا پہاڑی کے دامن میں بنا ہوا تھا۔

اس جگہ جادوگر نے رات بھر آرام کیا۔صبح وہ ایک موٹر گاڑی میں سوار ہوا اور پہاڑوں کے پار دوسرے شہر پہنچ گیا۔

اس شہر سے اس نے ریل گاڑی پکڑی۔دو روز تک ریل گاڑی میں سفر کیا اور تیسرے روز ناروے کے شمالی علاقے میں آ گیا۔

یہاں سے قطب شمالی کا پہلا شہر چھ سو میل کے فاصلے پر تھا۔

جادوگر نے ہوائی جہاز کے ذریعے یہ فاصلہ طے کیا اور قطب شمالی کے پہلے شہر میں آ گیا۔یہ ایک چھوٹا سا شہر تھا۔

کم لوگ رہتے تھے۔شام کے وقت سردی کی وجہ سے بازار سنسان ہو جاتے تھے۔

سرخ جادوگر اس مندر میں داخل ہو گیا۔مندر کی چھت اندر سے آدھی ڈھے چکی تھی۔دیواروں پر بڑے ڈراؤنے چہروں والے دیوتاؤں کی تصویریں بنی تھیں۔

جادوگر کو دیکھ کر ایک مکروہ صورت چمگادڑ پھڑپھڑا کر باہر نکل گئی۔جادوگر چمگادڑ کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔

''میں ایک زبردست تحفہ لایا ہوں،تمہارے آقا کے لیے کہ وہ اسے دیکھ کر دنگ رہ جائے گا''۔

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پھر خود ہی قہقہہ مار کر ہنس دیا اور بکری کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

مندر کے ایک کمرے میں جا کر وہ رک گیا۔ سامنے ایک پرانا دروازہ تھا جس کے اندر سے ہلکی سی روشنی باہر آ رہی تھی۔

سرخ جادوگر نے دروازے پر دستک دے کر کہا۔

''میرے آقا! میں آپ کا پسندیدہ تحفہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں''۔

کسی نے دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کھلتے ہی باہر سے گندے دھوئیں کا ایک بھبکا آیا۔ جس میں طرح طرح کے تیزابوں کی بدبو تھی۔

سرخ جادوگر نے اس دھوئیں میں ایک گہرا سانس لیا اور خوش

ہو کر بولا۔

''میرے آقا کے سانس میں زندگی ہے''۔

اندر سے کسی نے گھمبیر آواز میں کہا۔

''اندر آ جاؤ سرخ جادوگر! ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں کیا تم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا؟''۔

سرخ جادوگر نے سر جھکا کر کہا۔

''میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا میرے آقا۔ یہ لیجیے اپنی امانت''۔

اور سرخ جادوگر نے بکری آگے کر دی۔ دوسرا جادوگر بھی ادھیڑ عمر کا تھا اور بڑی مکروہ صورت والا تھا۔ اس کی کھوپڑی پر کوئی بال نہ تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ٹنڈ ہی ٹنڈ تھی جس پر تیل چپڑا ہوا تھا۔ گلے میں سیال منکوں کی مالا تھی سارا بدن سیاہ چمڑے کے لباس میں ٹھنسا ہوا تھا۔

اس نے خوش ہو کر بکری کو اپنی طرف کیا اور جھک کر غور سے تکنے لگا۔

"کیا یہ سچ مچ عورت ہے"۔

"میرے آقا! آپ سے کوئی چیز کی چھپی نہیں ہے۔ آپ اسے دیکھ سکتے ہیں"۔

گنجے جادوگر نے سرخ جادوگر کی طرف دیکھا۔ پھر جیب سے ایک سفوف نکال کر اپنی آنکھوں میں ڈالا اور پھر جو بکری کو دیکھا تو اسے ماریا صاف نظر آنے لگی۔

گنجا جادوگر خوشی سے اچھل پڑا۔

"سرخ جادوگر! تم نے بڑا کارنامہ کیا ہے۔ ہم تم سے بڑے خوش ہیں۔ بولو تم کیا مانگتے ہو۔ تم جو مانگو گے ہم تمہیں دے دیں گے"۔

سرخ جادوگر نے آنکھیں میچ کر کہا۔

"حضور! کیا وعدہ کرتے ہیں کہ جو میں مانگوں گا، آپ مجھے دے دیں گے"۔

"کیوں نہیں، ہم وعدہ کرتے ہیں"۔

"سامری کی قسم کھائیں"۔

"ہم قسم نہیں کھاتے، لیکن وعدہ کرتے ہیں کہ تم جو مانگو گے ہم تمہیں ضرور عطا کر دیں گے"۔

سرخ جادوگر نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princefdhump@urdufanz.com

"تو پھر میرے آقا! یہ بکری مجھے دے دیں"۔

گنجا جادوگر چیخ کر بولا۔

بکواس بند کرو کتے! تمہاری یہ جرات کہ ہماری ہونے والی بیوی پر نظر رکھو!۔

ہم تمہیں اس کی ابھی سزا دیں گے۔ یہ ہماری خوش نصیبی تھی کہ ہم نے سامری کی قسم نہیں کھائی۔

سرخ جادوگر ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"میرے آقا معاف کر دو۔ غلطی ہو گئی"۔

"ہرگز معاف نہیں کروں گا۔ تم میری ہونے والی بیوی پر ہمیشہ نظر رکھو گے اور جادو ٹونہ کرتے رہو گے۔ اس لیے تمہیں ختم کرنا بہت ضروری ہے"۔

"حضور! معافی! معافی!"۔

گنجے جادوگر نے منتر پڑھ کر جو پھونک ماری تو سرخ جادوگر کے بدن سے شعلے اٹھنے لگے۔

وہ تکلیف سے چلانے اور چکر کھانے لگا۔ آخر فرش پر گر پڑا اور بھسم ہو کر راکھ ہو گیا۔ اس کو ہلاک کرنے کے بعد گنجے جادوگر نے بکری کو اٹھا کر گودم میں رکھا اور مندر کے عقبی حصے میں ایک دیوتا کے بت کے آگے آ کر جھک گیا۔

"میرے آقا! میں اپنی پسند کی عورت کے ساتھ حاضر ہوں اجازت دیں کہ میں اس کے ساتھ شادی کر لوں"۔

دیوتا کے بت کی آنکھوں میں ہلکی سی حرکت پیدا ہوئی۔ پھر ہونٹ خود بخود ہلے اور آواز آئی۔

اگر تم اس عورت سے بیاہ کرنا چاہتے ہو تو تمہیں یہاں سے چھ ہزار میل دور جانا ہوگا۔ وہاں تمہیں ایک نیلی جھیل ملے گی جو برف بن چکی ہے۔

اس جھیل سے تم آگے جاؤ گے تو دو روز کے سفر کے بعد تمہیں ایک برفانی پہاڑ کے اندر ایک کھوہ ملے گی۔

کھوہ کے اندر جاؤ گے تو وہاں ایک مندر ہے۔ اس مندر میں دیوتا کے بت کے آگے تمہیں شادی کرنے کی اجازت ملے گی۔ جاؤ۔ تم جا سکتے ہو۔

گنجے جادوگر نے بکری کو ساتھ لیا اور قطب شمالی کے طویل لمبے سفر پر روانہ ہو گیا۔

منزلوں پر منزلیں طے کرتا آخر گنجا جادوگر اس نیلی جھیل پر پہنچ

گیا۔

جس کے پیچھے پہاڑ میں وہ کھوہ تھی جس کے اندر والے مندر میں پہنچ کر گنجے جادوگر نے شادی کرنی تھی۔

جادوگر بکری کو لے کر نیلی جھیل کے ساتھ ساتھ چلا جا رہا تھا۔ اس نے پاؤں میں بھاری جوتے پہن رکھے تھے جن کی وجہ سے برف پر آسانی سے چل سکتا تھا۔

بکری یعنی ماریا اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ ماریا کو بہت ہلکا سا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ چل رہی ہے اس کا دماغ بکری کا تھا۔ سوچ بھی بکری کی تھی۔ اس کا جی گھاس کھانے کو چاہ رہا تھا۔ یہ احساس بہت مدھم مدھم تھا کہ وہ انسان تھی اور اب اسے بکری بنا دیا گیا ہے۔

www.urdufanz.com
PDF By princefdhump@urdufanz.com

جادوگر چھوٹے چھوٹے پہاڑی راستوں سے ہوتا ہوا آخر اس کھوہ کے قریب پہنچ گیا جس کے اندر مندر تھا۔

کھوہ کا راستہ برف میں بنا تھا۔ جادوگر نے سب سے پہلے بکری کو اندر کیا پھر خود بھی اندر چلا گیا۔ کھوہ کی چھت سے برف کے لمبے لمبے ستون سے لٹک رہے تھے۔

بائیں جانب گھوم کر جادوگر رک گیا۔

اس کے سامنے ایک گہرا کھڈ تھا۔ گڑھا تھا۔ جس کے اندر پانی بھرا تھا۔ اور دو بڑے بڑے مگرمچھ اپنے خونخوار دانت نکالے اس کی طرف کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

بکری ڈر کے پیچھے ہٹ گئی۔ جادوگر نے بکری کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔

"اے میری ہونے والی بیوی! مت گھبرا۔ یہ مگرمچھ میرے غلام ہیں۔ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ تم میرے پیچھے پیچھے آتے چلو۔"

اور گنجے جادوگر نے ایک منتر پڑھ کر جو پھونک ماری تو گڑھے کے اوپر برف کا ایک پل بن گیا۔ جادوگر نے بکری کو لیا اور پل عبور کر گیا۔

پل کے پار ایک تنگ رستہ مندر کی طرف جاتا تھا۔ مندر کے دروازے پر ایک شیر پہرہ دے رہا تھا۔ جادوگر کو دیکھ کر شیر دھاڑا۔

بکری ڈر کر جادوگر کے پیچھے ہو گئی۔ جادوگر نے ایک منتر پڑھ کر پھونکا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

شیرا یکدم سے ایک بہت بڑا سانپ یعنی اژدہا بن گیا۔ اس کے سات منہ تھے۔ ہر منہ میں سے سرخ زبانیں باہر نکل رہی تھیں۔

جادوگر نے جھک کر سانپ کو سلام کیا۔ سانپ نے سر اوپر اٹھا لیا۔ جادوگر نے جیب سے گوشت نکال کر اژدہا کے آگے ڈالا جسے وہ ایک ہی پھنکار مار کر کھا گیا۔ اژدہا نے راستہ چھوڑ دیا۔

جادوگر نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

''شکریہ اے عظیم دیوتا!''۔

اس نے بکری کو ساتھ لیا اور دروازے میں سے گزر گیا۔ دروازے کے پار ایک ہال کمرے میں چبوترے پر بہت بڑا بت

بنا ہوا تھا۔ ط

اس بت کے آگے ایک موٹے پیٹ والا جوگی مہنت بیٹھا سرخ سرخ آنکھوں سے جادوگر کو تک رہا تھا۔

''تم آ گئے گنجے جادوگر؟''۔

''جی حضور!''۔

جادوگر نے سر جھکا کر کہا۔

مہنت کے گلے میں ایک کالا ناگ لٹک رہا تھا۔ اس نے سانپ کی سری جادوگر کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

''کیا تم سانپ دیوتا کے لیے سونے کا تحفہ لائے ہو؟ کیوں کہ سونے کے تحفے کے بغیر تمہاری شادی نہیں ہو سکتی''۔

گنجے جادوگر نے کوٹ کی اندرونی جیب میں سے ایک تھیلا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

نکال کر جوگی مہنت کے قدموں میں رکھ دیا۔

”حضور! یہ سونے کے ہار آپ کی نذر کے لیے لایا ہوں“۔

مہنت جوگی نے تھیلے میں سے سونے کے ہار نکال کر بڑے غور سے دیکھے۔ اس کی آنکھوں میں لالچ اور ہوس تھی۔

اس نے ہار اپنی گدی کے نیچے رکھ لیے اور بکری کے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

”اب تم شادی کر سکتے ہو۔ لیکن ابھی پورن ماشی کی رات کو ایک ہفتہ باقی ہے۔ تم ایک ہفتے کے بعد اس عورت سے شادی کر سکتے ہو“۔

جادوگر نے کہا۔

”کیا مجھے اجازت ہے کہ اس بکری کو میں پھر سے عورت بنا

لوں“۔

مہنت جوگی نے تڑپ کر کہا۔

”ہرگز نہیں، ہرگز نہیں! تمہیں ہفتہ بھر ابھی انتظار کرنا ہوگا“۔

”جیسے آپ کی مرضی حضور!“۔

”تم مندر کی پچھلی کوٹھڑی میں جا کر رہ سکتے ہو۔ جاؤ چلے جاؤ۔ نہیں تو میرا سانپ تمہیں ڈس دے گا“۔

”جا رہا ہوں حضور“۔

گنجے جادوگر نے بکری کو گود میں اٹھایا اور مہنت جوگی کے قریب سے گزر کر اپنی پچھلی کوٹھڑی میں جا کر چارپائی پر لیٹ گیا۔

بکری کو اس نے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ گنجے جادوگر کو مندر میں آباد ہوئے چھٹا روز تھا کہ عنبر اور ناگ جھیل

www.urduraza.com
PDF By princefdhump@urdufanz.com

کنارے پہنچ گئے۔

عنبر اور ناگ جھیل کے ساتھ چلے جا رہے تھے۔ انہیں بتایا گیا تھا کہ نیلی جھیل کے آگے ایک مندر ہے۔

جو ایک کھوہ میں واقع ہے۔ چنانچہ وہ کھوہ کی تلاش میں تھے۔

ناگ نے کہا۔

"ابھی تک تو یہاں کوئی مندر، کوئی کھوہ وغیرہ نظر نہیں آیا، ہاں البتہ یہاں برف کے ٹیلے بہت ہیں"۔

عنبر نے کہا۔

"ان ہی برفانی ٹیلوں میں کہیں نہ کہیں وہ کھوہ ضرور ہوگا۔ جس کے مندر میں ہمیں اس بد بخت جادوگر کو قابو کر کے اپنی بہن ماریا کو واپس لینا ہوگا"۔

"خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کھوہ کی تلاش میں ہم بھی کھوئے جائیں"۔

"نہیں! فکر نہ کرو۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا"۔

جھیل سے کافی دور آنے کے بعد ناگ نے عنبر کو اشارہ کر کے ایک برفانی ٹیلہ دکھایا۔

"وہ دیکھو عنبر! میرا خیال ہے، اس ٹیلے میں کھوہ ضرور ہوگا"۔

"تم نے کیسے اندازہ لگا لیا؟"۔

عنبر نے پوچھا۔

"اس لیے کہ میرا دل کہتا ہے اور پھر یہاں کوئی دوسرا کھوہ دکھائی نہیں دیتا"۔

"شاید تمہارا اندازہ ٹھیک ہے۔ چلو اس کھوہ کی طرف چلتے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہیں"۔

دونوں تیز تیز قدموں سے چلنے لگے۔ برف ان کے راستے میں رکاوٹ بن رہی تھی۔ تازہ برف ان کے جوتوں سے چمٹ رہی تھی۔

پھر بھی وہ وقت سے بہت پہلے کھوہ کے قریب پہنچ گئے۔ ذرا آگے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مندر کے دروازے اور ان کے درمیان ایک گڑھا موجود تھا۔ جو پانی سے لبالب بھرا ہے اور جس میں دو مگرمچھ اپنا بھیانک منہ کھولے ان کی طرف تک رہے ہیں۔ ناگ پیچھے ہٹ گیا۔

"یہ کم بخت بلائیں کہاں سے آ گئیں"۔

عنبر نے غور سے مگرمچھ کو دیکھا۔

"آدم خور معلوم ہوتے ہیں۔ دیکھو ہماری طرف کس شوق سے دیکھ رہے ہیں۔ جیسے ابھی بس چلے تو ہمیں کچا چبا جائیں"۔

"اب پھر یہ گڑھا کس طرح پاس کیا جائے عنبر بھیا؟"۔

عنبر نے کہا۔

"تم اڑ کر آگے نکل جاؤ۔ میں پانی کے گڑھے میں سے گزر کر جاتا ہوں۔ اور ہم کر بھی کیا سکتے ہیں"۔

"تو پھر چلو۔ بسم اللہ کرو"۔

ناگ باز بن کر اڑا اور گڑھے کی دوسری طرف مندر کے پاس جا کر رک گیا۔

عنبر بڑے آرام سے جھیل میں اتر گیا۔ مگرمچھوں نے چونک کر اسے دیکھا۔ انہوں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا کہ کوئی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

انسان اپنے آپ ان کے گڑھے میں اتر آئے۔

وہ اپنے منہ میں زبان پھیرنے لگے۔اور عنبر کی طرف لپکے۔

ان کے منہ سے ڈکاریں سی نکل رہی تھیں۔مگرمچھ جھپٹے۔

مگر عنبر پانی میں تیرتا رہا۔مگرمچھوں نے عنبر کی ٹانگ کو منہ میں جکڑ لیا۔

مگرمچھوں کو یوں لگا جیسے انہوں نے پتھر کا ستون منہ میں ڈال لیا ہو۔ادھر عنبر نے پلٹ کر ایک مگرمچھ کو ہوا میں اچھال دیا۔

مگرمچھ گڑھے سے باہر گر گیا۔

دوسرے مگرمچھ کو بھی اس نے پکڑ کر ہوا میں زور سے اچھالا اور باہر پھینک دیا۔مگرمچھ غار کی چھت سے ٹکرایا اور برف پر ایسا گرا کہ پھر نہ اٹھ سکا۔ناگ نے عنبر کو ہاتھ دے کر باہر کھینچ لیا۔

"میرا خیال ہے مگرمچھوں نے بھی ساری زندگی ایسا انسان نہ دیکھا ہوگا جس نے انہیں گڑھے سے اچھال کر باہر پھینک دیا ہو۔"

"بے شک! اگر زندہ رہے تو یاد کریں گے۔"

عنبر اور ناگ مندر کے دروازے کے سامنے آئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہاں ایک شیر کھڑا انہیں دیکھ کر گرج رہا ہے۔

ناگ نے شیر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"اس دیوتا کو بلاؤ جس نے تمہیں شیر بنا کر یہاں پہرے پر بٹھا دیا ہے۔"

شیر کا ایکدم سے دھاڑنا بند ہوگیا۔

ناگ نے ایک بار پھر کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"اس دیوتا کو لاؤ"۔

شیر چبوترے سے اتر کر دوسری طرف نکل گیا۔ ناگ نے عنبر سے کہا۔

"تم اسی جگہ ٹھہرو۔ میں دوسری طرف جا کر پتا کرتا ہوں کہ یہاں کون رہتا ہے"۔

ناگ مندر کے پچھواڑے آ گیا۔ عنبر دروازے پر کھڑا تھا کہ شیر کی جگہ وہاں ایک بہت بڑا چار چہروں والا سانپ پھنکارنا شروع کر دیا اور عنبر پر حملہ کرنے کے لیے جھکا۔

عنبر پیچھے کو ہٹا مگر اژدہا نے عنبر کی گردن پر حملہ کر دیا۔ مگر عنبر پر تو زہر کا اثر ہو نہیں سکتا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر کھڑا مسکراتا رہا۔

لیکن اسے غصہ بہت آیا کہ اس بدبخت نے حملہ کر کے اس کی

کرکری کر دی تھی۔ سانپ بھی حیران تھا کہ یہ کیسا انسان ہے کہ اس پر اس کے زہر کا بالکل اثر نہیں ہوا۔

سانپ یعنی اژدہا نے دوسرے منہ سے عنبر کو ڈسا۔ اب بھی عنبر پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس طرح سانپ یعنی اژدہا نے چار بار عنبر کو ڈسا مگر عنبر پر کوئی اثر نہ ہوا۔ سانپ چبوترے پر لہرا رہا تھا۔

غصے سے بار بار پھنکار رہا تھا۔ ادھر سے ناگ بھی آ گیا۔ بولا۔

"صدر کی دوسری جانب۔۔۔"

فقرہ اس کے منہ میں ہی تھا کہ ناگ نے سانپ کو دیکھا۔

سانپ نے بھی ناگ کو دیکھ لیا تھا اور اب آہستہ آہستہ نیچے جھکتا چلا جا رہا تھا۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر نے کہا۔

”ناگ بھیا! اس بد بخت سانپ نے مجھے چار بار ڈسا ہے“۔

”چار بار؟“۔

ناگ نے حیران ہو کر کہا اور پھر غصے سے بولا۔

”اس کی یہ جرات؟ اس کو معلوم نہیں تھا کہ تم میرے بھائی ہو؟“۔

عنبر بولا۔

”اب یہ تم خود اس سے پوچھ لو“۔

ناگ نے اژدہا کی طرف دیکھ کر غصے سے کہا۔

بتاؤ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟۔

تم نے میرے بھائی پر حملہ کر کے مجھے ذلیل کرنے کی کوشش

کی ہے۔

اژدہا نے سر جھکا کر کہا۔

”عظیم دیوتا! مجھ سے بھول ہو گئی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ صاحب آپ کے ساتھ ہیں۔ اور آپ بھی ان کے ساتھ ہیں“۔

ناگ نے کہا۔

”اچھا! میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ یہاں کوئی انسان بھی ہے“۔

اژدہا نے کہا۔

”عظیم دیوتا! اس مندر کے اندر ایک جوگی مہنت رہتا ہے۔ اس نے مجھے بھی اپنے جادو میں قابو کر رکھا ہے“۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"کوئی بات نہیں۔ ابھی جا کر اس مہنت کی بھی خبر لیتے ہیں"۔

ناگ نے عنبر کو ساتھ لیا اور مندر کے دوسرے بڑے کمرے میں آ گیا۔

ان کے سامنے دیوتا کے بت کے پہلو میں ایک موٹے پیٹ والا مہنت جوگی کھڑا اپنی لال لال آنکھوں سے بڑے غصے میں ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اس کے گلے میں ایک کالے رنگ کا سانپ لپٹا ہوا تھا۔

مہنت نے گرج کر کہا۔

"کون ہو تم احمق! مندر میں آنے کی اجازت تمہیں کس نے دی؟"۔

ناگ نے کہا۔

"اس اژدہا نے ہمیں اجازت دی جو مندر کے دروازے پر پہرہ دیتا ہے"۔

مہنت بولا۔

"کیا بکواس کرتے ہو؟ وہ کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں دے سکتا"۔

"تم اس سے جا کر پوچھ سکتے ہو"۔

"کیا مگرمچھوں نے بھی تم کو نہیں روکا؟"۔

عنبر نے کہا۔

"تمہارے مگرمچھوں کی لاشیں گڑھے میں تیر رہی ہیں"۔

مہنت جوگی غصے سے تھر تھر کانپنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے

چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔ اس نے گلے سے سانپ نکال کر ناگ کی طرف پھینکا۔

"اے سانپ! ان دونوں کو ڈس کر ہلاک کر دو۔"

کالا سانپ مہنت کے گلے سے نکل کر ناگ کے قدموں میں گرا۔

پھر وہاں سے نہ اٹھ سکا۔ وہیں اس نے ناگ کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا۔

ناگ نے جھک کر سانپ کو اٹھا لیا اور مہنت سے کہا۔

"تم کو ابھی معلوم نہیں ہوا کہ میں کون ہوں۔ لیکن یہ تمہارا سانپ مجھے پہچان گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے تم بھی مجھے اپنا تعارف کروانا پڑے گا۔"

جوگی مہنت کچھ پریشان سا ہو گیا۔ لیکن اسے اپنے سانپوں اور جادوگری پر بڑا ناز تھا۔

اس نے ہار تسلیم نہ کی اور چبوترے سے اتر کر ایک کٹورے میں سے سرخ رنگ کا چھوٹا سا سانپ نکال کر ناگ کی طرف اچھال دیا۔

"یہ سانپ تمہیں ہرگز زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

سرخ سانپ بھی جیسے ناگ کے قدموں میں آ کر مر سا گیا۔

وہ ناگ کے پاؤں میں لوٹنے لگا اور بار بار اپنا سر اس کے پیروں پر رکھ رہا تھا۔

ناگ نے سرخ سانپ کو بھی ہاتھ میں اٹھا لیا اور اسے مہنت کی طرف کر کے بولا۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urduvenz.com

"اگر میں اس سانپ کو حکم دوں تو یہ ابھی تمہیں ڈس کر ہلاک کر سکتا ہے۔

لیکن مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے، اس لیے ابھی تمہیں نہیں ماروں گا۔

خونی تجربہ

اب مہنت جوگی کو کچھ ہوش آ گیا تھا۔

اسے احساس ہو چکا تھا کہ اس کا مقابلہ کسی زبردست آدمی سے ہے۔ وہ چبوترے سے بڑھ کر ناگ کے پاس آ گیا اور بولا۔

"نوجوان! تم کوئی دیوتاؤں کے خاص آدمی معلوم ہوتے ہو۔ بتاؤ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"۔

ناگ نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"ہم اپنی بہن ماریا کی تلاش میں یہاں آئے ہیں۔ کیا تم نے کسی ایسے جادوگر کو دیکھا ہے۔ جس نے کسی عورت کو قابو کر رکھا ہے؟"۔

مہنت بولا۔

کیوں نہیں۔ گنجہ جادوگر ابھی ایک ہفتے پہلے آ کر مندر کی ایک کوٹھڑی میں ٹھہرا ہے۔

اس نے ایک عورت کو بکری بنا کر اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔

اور کل وہ اس سے شادی رچانے والا ہے۔

ناگ نے جلدی سے پوچھا۔

"کیا وہ اب بھی کوٹھڑی میں ہے"۔

"ہاں۔ آؤ میرے ساتھ"۔

مہنت عنبر اور ناگ کو لے کر مندر کے عقب میں کوٹھڑی میں آ گیا۔ یہاں آ کر دیکھا کہ کوٹھڑی خالی پڑی ہے۔

نہ جادوگر ہے اور نہ اس کی بکری۔ مہنت نے تعجب نے چاروں طرف دیکھا اور ہاتھ باندھ کر بولا۔

"حضور! یقین کرنا۔ صبح تک وہ جادوگر اس کوٹھڑی میں تھا۔ معلوم ہوتا ہے، اس نے آپ لوگوں کو آتا دیکھ لیا تھا اور بھاگ گیا"۔

عنبر نے ناگ کی طرف دیکھا اور کہا۔

"اب کیا کیا جائے ناگ بھیا؟"۔

کوٹھڑی میں ایک کھڑکی تھی جو کھلی تھی۔

"معلوم ہوتا ہے، وہ گنجہ جادوگر اس کھڑکی میں سے بھاگا

www.urduraala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہے''۔

انہوں نے کھڑکی میں سے باہر کود کر چاروں طرف دیکھا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ برف پر کسی انسان یا بکری کے پاؤں کے نشان تک نہیں تھے۔

عنبر بولا۔

''کم بخت نے پاؤں کے نشان بھی نہیں چھوڑے''۔

مہنت نے کہا۔

''حضور وہ بڑا مکار جادوگر ہے۔ وہ ضرور جادو کے زور سے اڑ کر چلا گیا ہوگا''۔

ناگ بولا۔

''کوئی بات نہیں۔ مجھ سے بڑا جادوگر نہیں ہوگا۔ میں اسے

تلاش کر کے چھوڑوں گا''۔

ناگ نے اسی وقت باز کا روپ بدلا اور اڑ کر مندر سے باہر نکل گیا۔ کتنی دیر تک وہ اڑتا رہا۔ اور سارے برفانی میدانوں میں جادوگر اور اس کی بکری کو تلاش کرتا رہا۔

مگر ان میں سے کوئی بھی اسے نظر نہ آیا آخر تھک ہار کر وہ واپس آ گیا۔

عنبر نے پوچھا۔

''کچھ پتا چلا؟''۔

''نہیں بھائی! کوئی سراغ نہیں ملا۔ معلوم ہوتا ہے وہ ماریا کو لے کر اس علاقے سے کہیں دور چلا گیا ہے''۔

مہنت نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"حضور! اگر آپ چاہیں تو یہاں کچھ دیر قیام فرما سکتے ہیں۔ میں آپ کی خدمت کروں گا"۔

ناگ نے کہا۔

"نہیں! ہمیں اپنی بہن کی تلاش ہے۔ ہم زیادہ دیر نہیں یہاں نہیں ٹھہر سکتے"۔

عنبر نے کہا۔

"کیا تم ہمیں کوئی ایسی برف گاڑی دے سکتے ہو جس پر سوار ہو کر ہم برفانی میدان پار کر سکیں؟"۔

مہنت بولا۔

"حضور! میرے پاس ایسی گاڑی کہاں! میں تو ایک عرصے سے اس جگہ پڑا ہوں۔ لیکن آپ تو جادوگر ہیں۔

آپ اگر چاہیں تو اڑ کر بھی جا سکتے ہیں۔

عنبر بولا۔

"ایسا جادوگر میرے پاس نہیں ہے۔ ناگ کے پاس ضرور ہے۔ ہاں میرے پاس ایک دوسرا جادو ہے"۔

رات انہوں نے مندر میں آرام کیا۔ دوسرے دن صبح صبح وہ مندر سے روانہ ہو گئے۔ مہنت نے انہیں راستے کے بارے میں کچھ ضروری باتیں بتائیں۔

عنبر اور ناگ خاموشی سے برف پر چل پڑے۔ وہ جھیل کے کنارے سے ہو کر برف کے میدانی راستے پر آ گئے سفر لمبا تھا۔

سارا دن وہ چلتے رہے۔ شام کو ایک انہوں نے خیمہ لگایا اور چائے گرم کر کے پی۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر نے کہا۔

''ناگ بھیا! اس طرح ہم کب تک اس برف کے صحرا میں سفر کرتے رہیں گے''۔

ناگ نے کہا۔

''تو پھر کیا کیا جائے''۔

عنبر نے کہا۔

''کسی گاڑی کا بندوبست ہو جاتا تو ہم جلدی کسی شہر پہنچ کر ماریا کی تلاش شروع کر سکتے تھے۔ اتنی دیر میں تو وہ جادوگر نہ جانے کہاں کا کہاں پہنچ جائے گا''۔

''بات تو ٹھیک ہے۔ اچھا صبح کچھ کریں گے''۔

رات انہوں نے جوں توں کر کے کاٹی۔ صبح اٹھتے ہی ناگ

نے کہا۔

''عنبر بھیا! تم اسی جگہ میرا انتظار کرو۔ میں کوئی سواری لے کر آتا ہوں''۔

''لیکن تم سواری کہاں سے لاؤ گے؟''۔

''تم فکر نہ کرو، یہ میں جانوں اور میرا کام۔ تم ہر حالت میں اسی جگہ بیٹھ کر میرا انتظار کرنا''۔

ناگ اتنا کہہ کر باز کی شکل میں آسمان کی طرف اڑ گیا۔ عنبر اسے دیکھتا رہ گیا۔

کچھ دیر اسے باز آسمان کی بلندیوں میں اڑتا نظر آیا۔ پھر وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ناگ سارا دن برف کے میدانوں کے اوپر اڑتا رہا اسے نہ کوئی بستی نظر نہ آئی اور نہ کوئی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

انسان کہیں دکھائی دیا۔

رات کا اندھیرا پھیل گیا تو وہ ایک جگہ اتر آیا اور برف کے بنے ہوئے ایک کھوہ میں بیٹھ کر آرام کرنے لگا۔

ادھر رات کے وقت عنبر بھی خیمے کے اندر جا کر لیٹ گیا۔ یہ چھوٹا سا خیمہ تھا۔ عنبر بمشکل ٹانگیں پھیلا کر سو سکتا تھا۔

اسے بار بار ناگ اور ماریا کا خیال آ رہا تھا۔ غنودگی کے عالم میں وہ اونگھنے لگا۔ آدھی رات کے قریب اس کی آنکھ کھل گئی۔

اسے یوں لگا جیسے کوئی خیمے کے باہر دبے قدموں سے چلا آ رہا ہے۔ عنبر نے خیمے کے سوراخ میں سے باہر جھانک کر دیکھا۔

باہر اندھیرا تھا۔ پھر بھی ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں سفید برف پر اسے ایک سایہ اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ اس نے سوراخ

کے ساتھ منہ لگا کر کہا۔

"کون ہے؟"۔

سایہ اسی جگہ رُک گیا۔ عنبر کو کسی انسان کا دھندلا سا خاکہ نظر آ رہا تھا۔

عنبر خیمے سے باہر آ گیا۔ موت کا تو اسے کوئی خوف تھا ہی نہیں۔ باہر آتے ہی اس نے ایک بار پھر للکارا۔

"کون ہو تم؟ یہاں کیا کر رہے ہو؟"۔

آنے والے کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔ اور وہ لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کے جسم پر سپاہیوں ایسی وردی تھی۔

عنبر نے کہا۔

"کیا تم جرمن سپاہی ہو؟"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

وہ ایک روسی سپاہی تھا جو اپنے ہیڈ کوارٹر سے بچھڑ کر بھوکا پیاسا بھٹک رہا تھا۔

خیمہ دیکھ کر اسے خیال آیا کہ یہاں ضرور کچھ کھانے کو مل جائے گا۔ اس نے روسی زبان میں کہا۔

”میں روسی سپاہی ہوں۔ کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ اگر انکار کیا تو میں گولی سے اڑا دوں گا“۔

عنبر نے کہا۔

”قریب آ کر دیکھ لو۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے“۔

روسی سپاہی قریب آ گیا۔ اس کے سر پر سمور کی ٹوپی تھی۔ چہرے پر زردی کھنڈی تھی۔ اس نے حیرانی سے کہا۔

”پھر تم کس طرح زندہ ہو؟“۔

عنبر نے کہا۔

”مجھے کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں کھانے کے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہوں“۔

”کیا تم بھوت ہو؟“۔

”ہاں؟ میں بھوت ہوں“۔

”پھر میں تمہیں ہلاک کر دوں گا“۔

اور اس کے ساتھ ہی روسی سپاہی نے مشین گن کی باڑھ مار دی۔

ساری کی ساری گولیاں عنبر کے سینے میں لگیں اور وہاں سے اچھل کر نیچے برف پر آ کر گر پڑیں۔

عنبر نے کہا۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"میں بھوت ہوں اور بھوت پر گولی کا اثر نہیں ہوتا تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ مجھے تمہاری ایک بھی گولی نہیں لگی"۔

روسی بڑا حیران ہوا۔ وہ ڈر بھی گیا۔ اس کے سامنے سچ مچ ایک بھوت کھڑا تھا۔ وہ چیخ مار کر پیچھے کو بھاگا اور پھر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔

عنبر اسے اٹھا کر خیمے میں لے آیا۔ اسے چائے گرم کر کے پلائی۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے پہلا سوال یہ کیا۔

"کیا تم سچ مچ بھوت ہو؟"۔

عنبر نے کہا۔

"نہیں میں بھی تمہاری طرح کا انسان ہوں۔ لیکن مجھ میں کچھ ایسی باتیں ہیں جو تم میں نہیں ہیں"۔

بہر حال ان باتوں کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟۔

"میں اپنے ہیڈ کوارٹر سے بچھڑ گیا ہوں۔ دو دن سے میں نے سوائے برف کے اور کچھ نہیں کھایا۔

عنبر نے اسی وقت ایک جگہ سے برف توڑ کر اس میں سے مچھلی نکالی اور اسے بھون کر کھلائی۔ روسی سپاہی کو کچھ ہوش آیا۔

اس نے کہا۔

"تم روسی زبان بڑی روانی سے بول سکتی ہو۔ کیا تم روس میں رہے ہو؟"۔

عنبر مسکرایا۔

"میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ مجھ میں کچھ ایسی خوبیاں ہیں

www.urdurasaa.com
PDF By princefdhump@urdufanz.com

جو دوسرے انسانوں میں نہیں ہیں۔ میں دنیا کی ہر زبان بول سکتا ہوں اور سمجھ سکتا ہوں"۔

روسی سپاہی نے پوچھا۔

"کیا تم یہاں اکیلے ہو؟"۔

عنبر نے کہا۔

"نہیں۔ میرا ایک ساتھی سواری کا انتظام کرنے گیا ہے"۔

روسی سپاہی تعجب سے بولا۔

"کیا تم نے اس برف کے صحرا کو لندن شہر سمجھ رکھا ہے کہ تمہارے ساتھی کو اگلے چوک سے ٹیکسی مل جائے گی؟"۔

عنبر بولا۔

"گھبراؤ نہیں اور دیکھتے جاؤ۔ ٹیکسی بھی آ جائے گی۔ ہیلی

کوپٹر بھی آ سکتا ہے۔ بہر حال تم ہمارے ساتھ رہنا ہم تمہیں تمہارے گھر پہنچا کر آگے چلیں گے۔ کیا تم اپنے گھر جانا پسند کرو گے؟"۔

روسی سپاہی نے کہا۔

"ہاں! اگر تم مجھے یہاں کسی روسی چوکی پر پہنچا دو تو میں ساری زندگی تمہارا شکر گزار رہوں گا"۔

"ایسا ہی ہوگا۔ اب تم آرام کرو"۔

روسی سپاہی خیمے کے اندر سو گیا اور عنبر برف کے سوراخ میں سے مچھلیاں پکڑنے لگا۔

ناگ اڑتا اڑتا دوسرے دن صبح کے بعد ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں اس نے برف کے میدان میں ایک جگہ ایک کمرہ دیکھا جس

کی چھت پر ایریل اور ریڈار لگا تھا۔

پاس ہی ایک ہیلی کاپٹر کھڑا تھا۔ ناگ ہیلی کاپٹر کو دیکھ کر بڑا خوش ہوا۔ اس نے غوطہ لگایا اور ہیلی کاپٹر کے قریب آ کر اتر گیا۔ وہ انسان کی شکل میں آ گیا۔

ہیلی کاپٹر خالی تھا۔ ناگ اس میں سوار ہو گیا۔ سٹارٹ کرنے لگا وہ تو تالا بند ہے۔ اتنے میں اندر سے ایک جرمن سپاہی کاندھے پر بندوق لٹکائے باہر نکلا۔

ناگ جلدی سے نیچے چھپ گیا۔ سپاہی ہیلی کاپٹر کی طرف آ رہا تھا۔ ناگ نے اسی وقت ایک چھوٹے سے سانپ کی شکل بدلی اور کاک پٹ کی سیٹ کے نیچے چھپ کر بیٹھ گیا۔

سپاہی ہیلی کاپٹر پر سوار ہو گیا۔ اس نے جیب سے چابی نکال

کر تالا کھولا۔ بٹن دبا کر مشین چلائی۔ ہیلی کاپٹر کے پنکھے گردش کرنے لگے۔

پھر وہ فضا میں بلند ہو کر ایک طرف اڑنے لگا۔

ناگ نے سوچا کہ جو کچھ کرنا ہے، جلدی کر دینا چاہیے کیونکہ خدا جانے یہ شخص کہاں جا رہا ہے۔ ناگ نے نیچے سے آ کر جرمن سپاہی کی گردن پر ڈس دیا۔ جرمن سپاہی اپنی سیٹ سے ذرا سا اچھلا۔

اس نے سانپ کو دیکھ لیا تھا۔ اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اس نے جیب سے پستول نکال کر ناگ پر گولی چلا دی۔ مگر گولی اسے نہ لگ سکی۔

اس کے بعد جرمن سپاہی بے ہوش ہو کر سیٹ پر لڑھک گیا۔

www.urduzaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ اب انسان کی شکل میں آ گیا تھا۔اس نے جرمن سپاہی کی لاش اٹھا کر باہر پھینک دی۔اور ہیلی کاپٹر کو لے کر واپس عنبر کی طرف روانہ ہو گیا۔

کوئی چار گھنٹے کے سفر کے بعد وہ اس مقام پر پہنچ گیا جہاں وہ عنبر کو چھوڑ آیا تھا۔

عنبر خیمے کے باہر نکلا ہی تھا کہ اس کی نظر ہیلی کاپٹر پر پڑ گئی۔

وہ سمجھ گیا کہ ناگ سواری کا بندوبست کر کے آ گیا ہے۔

اس نے زور زور سے ہاتھ ہلانے شروع کر دیئے اتنے میں روسی سپاہی بھی خیمے سے باہر آ گیا۔اس نے جو ایک جرمن ہیلی کاپٹر کو آسمانوں پر آتے دیکھا۔تو وہ سمجھ گیا کہ یہ لوگ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔اور یہ ہیلی کاپٹر انہوں نے اسے اغوا کرنے کے لیے

منگوایا ہے۔

اس نے بھاگنے کی کوشش کی تو عنبر نے کہا۔

"دل سے یہ احمقانہ خیال نکال دو کہ میں تمہیں کوئی نقصان پہنچاؤں گا۔نہیں، میں تو تم سے ہمدردی کا احساس رکھتا ہوں۔ اس ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر تم جہاں کہو گے ہم تمہیں چھوڑ آئیں گے"۔

روسی سپاہی نے کہا۔

"لیکن یہ ایک جرمن ہیلی کاپٹر ہے"۔

پھر کیا ہوا۔میرا دوست اسے کہیں سے اڑا کر لے آیا ہے۔

اور پھر تمہیں آم کھانے سے غرض ہے کہ پیڑ گننے سے۔

چلو اٹھو! ناگ کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ نے ہیلی کاپٹر ایک جگہ کھڑا کیا اور عنبر کے پاس آ کر بولا۔

"یہ کون ہے؟"۔

عنبر نے ناگ سے اس کا مختصر سا تعارف کروایا اور بتایا کہ روسی سپاہی کو ہم اس کے اڈے پر چھوڑ کر آئیں گے۔ کیونکہ اگر یہ اکیلا یہاں بھٹکتا پھرا تو یقیناً مر جائے گا۔ ناگ نے گہری نظروں سے روسی سپاہی کو دیکھا اور کہا۔

"کیا تمہیں اپنے کوارٹر کے بارے میں کچھ یاد ہے کہ وہ کہاں ہے اور یہاں سے کس سمت میں ہے؟"۔

روسی سپاہی نے کہا۔

"یہاں سے ہمارا کوئی نہ کوئی کوارٹر کہیں نہ کہیں ضرور قریب ہی

ہوگا۔ ہم لوگ سائنسی تحقیقات بھی کر رہے ہیں اور جنگ بھی لڑ رہے ہیں"۔

"بہت خوب! چلو ہمارے ساتھ۔ ہم کوشش کریں گے کہ کسی کوارٹر پر تمہیں اتار دیا جائے"۔

انہوں نے روسی سپاہی کو ہیلی کاپٹر میں سوار کروایا اور ہیلی کوپٹر اڑ گیا۔

پٹرول ان کے پاس کافی تھا۔ کمپاس روسی سپاہی کے پاس تھی۔ انہوں نے شمال مشرق کی طرف پرواز شروع کی تھی۔

ڈیڑھ گھنٹے کی اڑان کے بعد انہیں دور ایک مکان نظر آیا۔

روسی سپاہی نے کہا۔

"شاید یہ ہمارا ہی کیمپ ہے۔ ادھر چلیں"۔

www.urduraaz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہیلی کاپٹر اس کیمپ کے قریب جا کر اتر گیا۔ یہ روسی کیمپ ہی تھا۔ ہیلی کاپٹر کو دیکھ کر روسی سپاہی رائفلیں اور مشین گنیں لے کر نکل آئے۔

انہوں نے ہیلی کاپٹر کو گھیر لیا۔ عنبر اور ناگ نے روسی سپاہی کو آگے کرتے ہوئے کہا۔

''اپنے سپاہی کو سنبھالیں۔ ہم اسے ہی یہاں تک پہنچانے آئے تھے''۔

روسی کمانڈر نے رائفل کا رخ ناگ کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

''تم لوگ ہماری حراست میں ہو۔ جب تک ہم اپنی تسلی نہیں کرلیں گے تمہیں نہیں چھوڑیں گے''۔

ناگ نے روسی سپاہی کی طرف دیکھا۔

''انہیں سمجھاؤ کہ ہم تمہارے ہمدرد ہیں''۔

روسی سپاہی نے کہا۔

''سر! یہ لوگ ہمارے ساتھی ہیں۔ انہوں نے مجھے برف کے میدانوں سے بچایا ہے۔ اگر یہ نہ ملتے تو میں بھوک پیاس سے مر جاتا''۔

روسی سپاہی غصے میں بولا۔

''تم چپ رہو۔ ہم جانیں ہمارا کام''۔

پھر انہوں نے عنبر اور ناگ کو ایک کمرے میں بند کر دیا جس کے دروازے پر سلاخیں لگی تھیں۔

عنبر بولا۔

www.urdurasala.com
PDF By princefdhump@urdufanz.com

"لو میاں ناگ! اور ہمدردی کر لو اس روسی سپاہی سے۔ دیکھ لیا ہمدردی کا انجام"۔

ناگ نے کہا۔

"یار! یہ روسی لوگ بڑے شکی ہوتے ہیں۔ اچھا چلو۔ ان کو اپنی تسلی کر لینے دو"۔

سارا دن عنبر اور ناگ جیل میں پڑے رہے۔ شام کے وقت انہیں کچھ کھانے کو دیا گیا۔

پھر روسی کمانڈر اپنے سپاہی کے ساتھ اندر آیا اور اس نے عنبر اور ناگ سے پوچھ گچھ شروع کر دی۔

کون ہو تم؟۔

تمہارا نام کیا ہے؟۔

تم کہاں سے آئے ہو؟۔

برف کے میدانوں میں کیا کرتے پھر رہے ہو؟۔

عنبر نے کہا۔

"جناب! ہماری ایک بہن ہے جس کا نام ماریا ہے۔ وہ قطب شمالی میں کہیں آ کر کھو گئی ہے۔ ہم اس کی تلاش میں پھر رہے ہیں"۔

روسی کمانڈر نے کہا۔

"لیکن تمہارے پاس یہ جرمن ہیلی کاپٹر کہاں سے آ گیا؟ ضرور تم جرمن جاسوس ہو اور روسی علاقے میں جاسوسی کرنے آئے ہو"۔

ناگ نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princedhump@urdufanz.com

"ایسا ہرگز نہیں ہے جناب! یہ ہیلی کاپٹر ہم نے ایک جرمن کیمپ سے چرایا تھا تاکہ آپ کے روسی سپاہی کو آپ کے کیمپ تک پہنچا سکیں اور ہم بھی اپنی بہن کو تلاش کرنے کے لیے یہاں سے جا سکیں"۔

"بکواس کرتے ہو تم"۔

روسی کمانڈر چلایا۔

"جلدی بتاؤ تمہارا کوڈ کیا ہے اور تمہارا نمبر کیا ہے"۔

عنبر اور ناگ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ گویا کہہ رہے ہوں کہ برے پھنسے۔

ناگ نے کہا۔

"سر! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم شریف شہری ہیں۔ ہم کسی

کی جاسوسی نہیں کر رہے۔ ہمیں کسی کی جاسوسی کی ضرورت بھی نہیں ہے"۔

روسی کمانڈر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنے سپاہی کو اشارہ کیا۔

"ان لوگوں کو صبح شوٹ کر دو"۔

عنبر اور ناگ چونک اٹھے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ نے ہمیں شوٹ کرنے کی کوشش کی تو ہم بھی آپ کا مقابلہ کریں گے۔ اور یقین کریں کہ نقصان آپ کا ہی ہوگا"۔

روسی کمانڈر جھلا کر بولا۔

"تم کیا ہو اور تمہاری حیثیت ہی کیا ہے۔ ہونہہ! صبح تمہاری لاشیں برف پر پڑی ہوں گی"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

روسی کمانڈر چلا گیا۔ جیل کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

ناگ نے کہا۔

"خواہ مخواہ کی مصیبت پڑ گئی ہے۔ یہ لوگ سوائے ہمارا وقت ضائع کرنے حیران ہونے اور بعد میں ہم سے معافی مانگنے کے کچھ نہیں کر سکیں گے"۔

"بہر حال اب جو ہوگا سہنا پڑے گا"۔

رات گزر گئی۔ عنبر سو گیا تھا۔ ناگ نے اسے جگا کر کہا۔

اب یہاں سے بھاگنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ میں اڑ جاتا ہوں۔ تم یہیں رہو۔ یہ لوگ تمہیں صبح شوٹ کریں گے۔ تم مرو گے نہیں۔ یہ پریشان ہوں گے۔ حیران ہوں گے۔ پھر خود تمہیں کسی جیپ یا ہیلی کاپٹر میں سوار کروا کر یہاں سے

رخصت کریں گے۔

میں بھی تمہیں راستے میں مل جاؤں گا۔

عنبر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب اس کے سوا چارہ بھی کیا ہے"۔

ناگ اسی وقت چڑیا بن کر اڑ گیا۔ جیل میں اب صرف عنبر رہ گیا۔

دن کی روشنی پھیلی تو چھ سپاہی اپنے کمانڈر کے ساتھ رائفلیں لیے جیل میں آ گئے۔ یہاں آ کر جوانوں نے دیکھا کہ ایک قیدی موجود ہے اور دوسرا قیدی غائب ہے تو روسی کمانڈر نے گرج کر کہا۔

"اسے پکڑو۔ وہ فرار ہو گیا ہے"۔

www.urdurasaa.com
PDF By princedhump@urdufanz.com

کچھ سپاہی ناگ کی تلاش میں بھاگے۔روسی کمانڈر نے کہا۔

"اس قیدی کو فوراً شوٹ کر دو۔کہیں یہ بھی نہ بھاگ جائے"۔

عنبر نے کہا۔

"سر! آپ نہ تو میرے ساتھی کو تلاش کر سکیں گے اور نہ مجھے گولی سے ہلاک کر سکیں گے۔اس لیے اپنا اور میرا وقت ضائع نہ کریں۔اور مجھے میرا ایلچی کا پٹہ واپس کر دیں تاکہ میں یہاں سے چلا جاؤں"۔

روسی کمانڈر نے ہاتھ اٹھا کر حکم دیا۔

"اس شخص کو ابھی شوٹ کر دو"۔

سپاہی آگے بڑھے۔انہوں نے عنبر کو پکڑا اور باہر لے جا کر

ایک ٹینک کے ساتھ باندھ دیا۔

سپاہیوں نے رائفلیں چڑھا کر ان کا رخ عنبر کی طرف کر دیا۔

روسی کمانڈر نے رومال نکال کر ہلا دیا۔

"فائر!"۔

سات رائفلیں ایک دم سے دھماکے کے ساتھ چلیں۔سات گولیاں ان میں سے نکلیں اور سیدھی عنبر کے سینے پر جا کر لگیں۔

ساتوں گولیاں عنبر کے سینے سے لگ کر نیچے برف پر گر پڑیں۔عنبر کھڑا مسکراتا رہا۔

سپاہیوں نے دیکھا کہ قیدی مسکرا رہا ہے۔گولیاں سینے پر لگی ہیں مگر خون کا ایک قطرہ بھی نہیں نکلا۔روسی کمانڈر بھی بڑا حیران ہوا کہ یہ بات کیا ہے۔وہ کچھ سمجھ نہ سکا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اس نے دوبارہ حکم دیا۔

"ایک بار پھر اسے شوٹ کیا جائے"۔

سپاہیوں نے ایک بار پھر گولیاں بھر کر رائفلیں سیدھی کیں اور عنبر کے سینے کا نشانہ باندھ کر گولیاں چلا دیں۔

دھماکا ہوا اور ساتوں کی ساتوں گولیاں ایک بار پھر عنبر کے سینے سے ٹکرا کر نیچے برف پر گر پڑیں اب تو سپاہیوں کا بھی رنگ اڑ گیا۔

روسی کمانڈر کے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔اس نے قریب آ کر غور سے عنبر کے سینے کو دیکھا۔

"تم نے کیا باندھ رکھا ہے نیچے؟"۔

"کچھ نہیں۔دیکھ لو بے شک"۔

"روسی کمانڈر نے عنبر کی قمیض کے نیچے دیکھا۔وہاں کچھ بھی نہیں تھا"۔

"پھر تمہیں گولی کیوں نہیں لگتی؟"۔

عنبر مسکرایا۔

"آپ چاہے اپنا سارا اسلحہ مجھ پر استعمال کر لیں۔مجھ پر کسی شے کا اثر نہیں ہوگا"۔

"لیکن کیوں؟ کیا تم بھوت ہو؟"۔

عنبر بولا۔

"مسٹر کمانڈر!یہ باتیں تم نہیں سمجھ سکو گے۔اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم مجھے کھول دو۔نہیں تو میں خود اس رسی کو توڑ کر آزاد ہو جاؤں گا"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کمانڈر کچھ خوف زدہ سا ہو گیا تھا۔ اس نے عنبر کو آزاد کرنے
کا حکم دے دیا۔

وہ عنبر کو لے کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس نے عنبر سے
پوچھنا شروع کر دیا کہ وہ کون ہے اور یہ طاقت اس کو کہاں سے
ہاتھ آئی ہے؟۔

عنبر ہنس دیا۔

"یہ باتیں آپ کی سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ آپ کی سائنس
بھی ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتی"۔

"تمہارا ساتھی کیسے فرار ہو گیا"؟۔

کمانڈر نے پوچھا۔

عنبر بولا۔

"وہ پرندہ بن کر اڑ گیا تھا"۔

کیا کہا؟۔

پرندہ بن کر اڑ گیا تھا؟۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک انسان پرندہ بن کر اڑ جائے؟۔

عنبر نے کہا۔

"اگر ایک انسان پر چودہ گولیاں اپنا اثر نہیں کر سکتیں تو پھر
دوسرا انسان پرندہ بن کر بھی اڑ سکتا ہے"۔

روسی کمانڈر گہری سوچ میں گم ہو گیا۔

اس نے کہا۔

"اچھا! میں تمہارا ہیلی کاپٹر تمہیں واپس کر دوں گا۔ تم چلے
جانا"۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر بڑا خوش ہوا۔ روسی کمانڈر کمرے سے نکل کر کیمپ کے وائرلیس روم میں آ گیا۔

یہاں اس نے وائرلیس پر اپنے سائنسدان کو بلایا۔

جو وہاں سے ایک ہزار میل دور سائبیریا کے علاقے میں ایک لیبارٹری میں سائنسی تجربے کر رہا تھا۔

اس کا نام ڈاکٹر کماسکی تھا۔ کمانڈر نے اسے وائرلیس پر کہا۔

میرے پاس ایک حیرت انگیز انسان اس وقت قید ہے۔

میں چاہتا ہوں تم اس پر تجربہ کرو۔ اس پر نہ تو گولی اثر کرتی ہے اور نہ بم اثر کرتا ہے۔

دوسری طرف سے ڈاکٹر نے حیرانی سے کہا۔

''اسے فوراً میرے پاس بھجوا دو۔ اگر ہم اس کا راز معلوم

کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یقین کرو، ہمارا ایک بھی سپاہی جنگ میں نہیں مارا جائے گا اور ہم دشمن کے سارے ملک پر قبضہ کر لیں گے''۔

''سوال یہ ہے کہ میں اس کس طرح قید کروں۔ وہ بھاگ جائے گا''۔

ڈاکٹر نے دوسری طرف سے کہا۔

''اسے گیس سنگھا کر بے ہوش کر دو''۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

موت کی بے ہوشی

کمانڈر وائرلیس روم سے نکل کر سیدھا لیبارٹری میں گیا۔

وہاں سے اس نے ایک تیز گیس کی شیشی نکالی۔ اس کے چند قطرے رومال میں ڈالے۔

رومال جیب میں رکھا اور عنبر کے کمرے میں آ گیا۔ عنبر بڑا خوش تھا کہ اب وہ ہیلی پر یہاں سے نکل جائے گا۔ اور راستے میں ناگ کو لے کر اپنے سفر پر روانہ ہو جائے گا۔

اتنے میں کمانڈر اس کے سامنے آ کر مسکراتا ہوا بولا۔

"چلو مسٹر عنبر! تمہارا ہیلی کاپٹر تیار ہے"۔

"شکریہ"۔

عنبر دروازے سے باہر نکلا ہی تھا کہ کمانڈر نے دوائی میں بھیگا ہوا رومال اس کی ناک سے لگا دیا گیس اتنی تیز تھی کہ اس کے ایک ہی سانس سے عنبر بے ہوش کر گر پڑا۔

کمانڈر نے اسی وقت عنبر کو اٹھوا کر ہیلی کاپٹر میں رکھوا دیا۔

خود ساتھ بیٹھا۔ تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر سائبریا کی جانب پرواز کر رہا تھا۔

ادھر ناگ پرندہ بنا آسمانوں پر اڑتے اڑتے تنگ آ گیا۔

کہیں بھی عنبر کا ہیلی کاپٹر نظر نہیں آ رہا تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

یا خدا! عنبر کہاں چلا گیا؟۔

ظاہر ہے وہ لوگ اسے ہلاک تو کر نہیں سکتے تھے۔ پھر وہ کہاں گم ہو گیا؟۔

تنگ آ کر ناگ نے واپس روسی کیمپ کا رخ کر لیا۔ کیمپ پر خاموشی چھائی تھی۔ ناگ اڑتا اڑتا نیچے آیا۔

اس نے سارے کمروں کا جائزہ لیا۔ عنبر کہیں بھی نہیں تھا۔ عنبر کا پتہ لگانا بھی بہت ضروری تھا۔

ناگ زمین پر اتر آیا۔

ایک طرف ہٹ کر اس نے ایک روسی کیپٹن کی شکل اختیار کی اور بڑے آرام سے ٹہلتا ہوا کیمپ میں آ گیا۔

سپاہیوں نے اسے دیکھ کر سلیوٹ کیا۔

کیپٹن نے کہا۔

"میں ساتھ والے کیمپ سے آیا ہوں۔ میری برف گاڑی یہاں سے دور کھڑی ہے۔"

"کمانڈر صاحب کہاں ہیں؟"۔

ایک سپاہی نے کہا۔

"سر! وہ ابھی ابھی سائبیریا گئے ہیں"۔

ناگ نے پوچھا۔

"اکیلے ہی گئے ہیں کیا؟"۔

سپاہی نے کہا۔

"جی نہیں ان کے ساتھ ایک قیدی تھا"۔

ناگ کا ماتھا ٹھنکا۔ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ وہ وہاں سے

www.urdurasala.com
PDF By princestdhump@urdufanz.com

چلا گیا۔

کافی فاصلے پر جا کر اس نے دوبارہ پرندے کی شکل اختیار کی اور سائبیریا کے علاقے کی طرف پرواز شروع کر دی۔

وہ ہیلی کاپٹر سے زیادہ تیز نہیں اڑ سکتا تھا۔ چنانچہ کافی پیچھے رہ کر ناگ اڑتا چلا گیا۔

ادھر ہیلی کاپٹر چھ گھنٹے کی اڑان کے بعد سائبریا کے اڈے پر جا کر اتر گیا۔

وہاں برف گر رہی تھی۔ اور بڑی تیز ہوا چل رہی تھی۔ اس وقت عنبر کو ایمبولینس میں ڈال کر لیبارٹری کے تہہ خانے میں پہنچا دیا گیا۔

ڈاکٹر نے کمانڈر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ویسے تو اس نوجوان میں اور دوسرے انسان میں کوئی فرق نہیں لگتا۔ تم کہتے ہو کہ اس پر رائفل کی چودہ گولیوں میں سے ایک گولی نے بھی اثر نہیں کیا"۔

کمانڈر نے کہا۔

"میں چشم دید گواہ ہوں۔ یہ سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہوا ہے۔ اگر کوئی دوسرا مجھے کہتا تو شاید میں اسے ہرگز تسلیم نہ کرتا"۔

ٹھیک ہے اگر یہ بات ہے تو یہ اس صدی کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ ہم پوری کوشش کریں گے کہ اس راز پر سے پردہ اٹھایا جائے اور یہ طاقت ہمارے سپاہیوں میں بھی آ جائے۔

پھر ہمارے سپاہی برستی گولیوں اور بموں کے دھماکوں میں

www.urdurasala.com
PDF By princeofdrump@urdufanz.com

بھی آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔

اوران پر نہ گولی کا اثر ہوگا اور نہ بم کا اثر ہوگا۔

کمانڈر نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ ایک بہت بڑا انقلاب ہوگا اور مجھے ضرور میجر جنرل بنا دیا جائے گا"۔

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔

"اب تم جا کر آرام کرو۔ میں اس پر تجربہ شروع کرنے والا ہوں"۔

کمانڈر چلا گیا۔

ڈاکٹر نے پہلے تو غور سے عنبر کی آنکھوں کو دیکھا۔ پھر کان دیکھے۔

دانت دیکھے۔ سب کچھ نارمل تھا۔ اس شخص میں اور ایک عالم انسان میں ذرا سا بھی فرق نہیں تھا۔ ڈاکٹر نے عنبر کا ایکس رے لیا۔

ایکس رے فلم کو وہ روشنی میں رکھ کر بڑے غور سے دیکھنے لگا۔

عنبر کے سینے پر اور ہڈیوں پر بھی کسی گولی کا معمولی سا اثر بھی نہیں تھا۔ ڈاکٹر سوچنے لگا۔ کہیں کمانڈر نے اسے بے وقوف تو نہیں بنایا۔

اچانک اس کے دماغ میں ایک خیال آیا۔

اس نے سوئی لے کر عنبر کا خون ٹیسٹ کرنے کے لیے اس کی کلائی میں سے خون نکالنے کی کوشش کی۔ سرنج کی سوئی عنبر کے جسم میں داخل نہیں ہو رہی تھی۔

www.urdurasaa.com
www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

وہ تو جیسے کسی پتھر سے ٹکرا رہی تھی ڈاکٹر نے ذرا زور سے سوئی دبائی تو وہ ٹوٹ گئی۔ ڈاکٹر چکر کھا گیا۔ اس نے دوسری بار کوشش کی۔

وہ ناکام رہا۔ اب اس نے بڑا تیز نشتر اٹھالیا۔ اور اسے پوری طاقت سے عنبر کے بازو میں گھسیڑنے کی کوشش کی۔

نشتر کھٹاک سے ٹوٹ گیا۔

"خدایا! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟"۔

ڈاکٹر پریشان ہو گیا۔ اس کو سخت سردی میں بھی پسینہ آ گیا۔

اس نے ایک کتاب نکال کر پڑھنی شروع کر دی۔ اس میں نئے فارمولے لکھے تھے۔ اتنے میں عنبر کو ہوش آ گیا۔

اس نے جو اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھا تو حیران

ہو کر بولا۔

"میں کہاں ہوں؟"۔

ڈاکٹر نے کہا۔

"تم ایک سائنس کی لیبارٹری میں ہو۔ ہم تم پر تجربہ کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ تم پر گولی چاقو خنجر اور آگ اثر کیوں نہیں کرتی؟"۔

عنبر کو بڑا غصہ آیا۔

"تم لوگوں نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ کھول دو مجھے اور آزاد کر دو۔ یہاں ایک منٹ بھی نہیں ٹھہر سکتا"۔

سائنس دان ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔

جب تک ہم اپنے تجربے میں کامیاب نہیں ہو جاتے، ہم

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تمہیں یہاں سے ہرگز نہ جانے دیں گے۔ تمہارے کیمپ کا کمانڈر بھی یہاں پر موجود ہے۔

ٹھیک ہے تم پر گولی اثر نہیں کر سکتی۔ لیکن تم ان زنجیروں کو نہیں توڑ سکتے۔

عنبر نے کہا۔

"میں ایسا بھی کر سکتا ہوں"۔

اور اتنا کہہ کر اس نے ایک زور سے جھٹکا دیا۔ ساری زنجیریں ٹوٹ کر گر پڑیں۔ سائنس دان ڈاکٹر کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس نے خطرے کا سائرن بجا دیا۔

ایکدم سے علاقے کے سارے سپاہی مشین گنیں لیے وہاں آ گئے۔ کمانڈر بھی بھاگ بھاگا آ گیا اور ہانپتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"کیا ہو گیا ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

یہ تم لوگ نہ سمجھ سکو گے۔ مگر تم نے میرے ساتھ دھوکا کر کے اچھا نہیں کیا۔ اب میں اپنے بھائی کو کہاں تلاش کرتا پھروں گا۔ میں نے تمہیں کہا بھی تھا کہ وہ پرندہ بن کر میدان میں کسی جگہ میرا راہ دیکھ رہا ہو گا۔

کمانڈر نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے نوجوان! میں تم سے شرمندہ ہوں۔ اب تم آزاد ہو۔ اور جہاں جی چاہے جا سکتے ہو"۔

سائنس دان ڈاکٹر نے کمانڈر کی طرف دیکھا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟۔

www.urdurasala.com
PDF By princefdhump@urdufanz.com

کمانڈر نے اسے آنکھ ماری۔ عنبر کمرے سے باہر نکلنے ہی لگا تھا کہ سائنسدان ڈاکٹر کے اشارے پر اس کے ایک اسسٹنٹ نے گیس کی پچکاری سے عنبر پر حملہ کر دیا۔

پچکاری میں سے گیس کا بادل نکلا۔ عنبر کھانسا اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔

یہ گیس بے حد تیز تھی۔ اس کے اثر سے کمانڈر بھی بے ہوش ہو گیا۔

جلدی سے کمانڈر کو وہاں سے لے جا کر دوسری چیزیں سنگھائی گئیں، ٹیکہ لگایا گیا۔ اسے ہوش آ گیا۔ ڈاکٹر نے کہا۔

''اس بار میں عنبر کو ایسی جگہ پہنچا کر اس پر تجربے کروں گا کہ وہاں سے وہ ساری زندگی باہر نہیں نکل سکے گا''۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasaa.com

''ہم ضرور کامیاب ہوں گے''۔

''ہم ضرور کامیاب ہوں گے''۔

کمانڈر اتنا کہہ کر پھر گیس کے اثر سے بے ہوش ہو گیا۔

ناگ بھی اڑتا اڑتا آخر اس علاقے میں پہنچ گیا۔ اس نے اوپر سے دیکھا کہ نیچے بیرکس بنی ہیں جن کی چھتوں پر برف جمی ہے۔

ناگ نیچے اتر آیا اور ایک ٹیلی فون کے کھمبے پر بیٹھ کر حالات کا جائزہ لینے لگا۔ وہاں سخت ترین سردی تھی۔

اتنی سردی قطب شمالی کے اگلے علاقوں میں بھی نہیں تھی۔

ناگ ٹھٹھرنے سا لگا۔ پھر اس نے ایک بوڑھے کو ایک بیرک سے باہر نکلتے دیکھا۔ وہ نیچے اتر آیا اور بیرک کے اندر داخل

ہو گیا۔

اندر چند ایک سپاہی بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔ انہوں نے جو ایک خوش رنگ پرندے کو دیکھا تو حیرانی سے ایک بولا۔

"ارے یہ چڑیا اس موسم میں کہاں سے آ گئی؟"۔

آج کل تو یہاں چیونٹی بھی نہیں ہوتی۔

دوسرے نے بندوق تان لی۔

"میں اسے مار کر کھا جاؤں گا۔ کہتے ہیں زرد چڑیاں بڑی گرم ہوتی ہیں"۔

ناگ نے جو دیکھا کہ وہاں اس کے کھانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں تو وہ پھر کر کے باہر کو اڑ گیا۔ عنبر وہاں نہیں تھا اور یہی اسے معلوم کرنا تھا۔

اب اس نے اس علاقے کے اوپر چکر لگانے شروع کر دیے۔ مگر اسے کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ اب یہی ایک طریقہ رہ گیا تھا کہ وہ کسی طرح انسانی شکل میں آ کر عنبر کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔

اتنا اسے یقین تھا کہ یہی وہ علاقہ ہے جہاں عنبر کو سائنسی تجربے کے لیے لایا گیا ہے۔ اس نے ایک جگہ "تجربہ گاہ" لکھا ہوا پڑھ لیا تھا۔

ناگ نے اس تجربہ گاہ میں بھی داخل ہو کر دیکھ لیا۔ وہاں بھی عنبر نہیں تھا۔ ایک طرف چند ایک درخت تھے جن کی شاخیں برف میں چھپی ہوئی تھیں۔

ناگ نے یہاں آ کر کچھ دیر آرام کیا اور سوچنے لگا کہ کس

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

شکل میں ظاہر ہو؟۔

اگر وہ انسان بن کر نمودار ہوا تو یہ لوگ اسے گرفتار کرلیں گے کہ یہ اجنبی جاسوس کہاں سے آ گیا؟۔

پھر کیا کیا جائے؟۔

آخر ایک ہی ترکیب اس کے دماغ میں آئی۔ اس نے ایک عورت کا روپ بدل لیا۔ اب وہ ایک موٹی بھدی عورت بن چکا تھا۔ جس کے ہاتھ میں ایک جھاڑو تھی اور وہ کمروں کی صفائی کر رہی تھی۔

ایک سپاہی نے اسے غور سے دیکھ کر پوچھا۔

"تم کہاں سے آ گئی ہو؟ پہلے تو یہاں تمہیں نہیں دیکھا"۔

ناگ نے کہا۔

"جناب! میری بیٹی یہاں کام کرتی ہے۔ آج وہ بیمار ہے اس کی جگہ میں آ گئی ہوں"۔

سپاہی آگے چلا گیا۔ ناگ اب سائنس دان کے کمرے میں آ گیا اور فرش پر جھاڑو چلانے لگا۔ اتنے میں روسی کمانڈر اور ڈاکٹر باتیں کرتے اندر آ گئے۔ انہوں نے ناگ کو اہمیت نہ دی کیوں کہ وہ عورت کی شکل میں کام کر رہا تھا۔

انہوں نے یہی سمجھا کہ نوکرانی صفائی کر رہی ہے۔ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

کمانڈر کہہ رہا تھا۔

"اس بار وہ بچ کر نہ جانے پائے"۔

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"اس بار وہ بچ کر نہ جانے پائے"۔

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔

اس دفعہ اسے ایسی زنجیروں سے باندھا گیا ہے جو بے حد مضبوط ہیں۔

اور پھر اس کے سٹریچر کے نیچے ایک بٹن لگا ہے۔ اگر اس نے زنجیریں توڑ کر بھاگنے کی کوشش بھی کی تو اس کے سٹریچر سے اترتے ہی نیچے والا بٹن اپنے آپ آن ہو جائے گا اور کمرے میں گیس پھیل جائے گی جس سے وہ پھر بے ہوش ہو جائے گا"۔

"بہت خوب! لیکن تجربہ جلدی ہو جانا چاہیے"۔

"میں آج رات تجربہ شروع کر دوں گا"۔

اب ڈاکٹر کی نظر ناگ پر پڑی۔ اس نے محسوس کیا کہ اس

عورت کو پہلے نہیں دیکھا گیا۔

ڈاکٹر نے ناگ کو بلا کر کہا۔

"اے عورت! تو کون ہے؟"۔

ناگ نے خالص دیہاتی روسی زبان میں کہا۔

"جناب! میری بیٹی آج بیمار تھی۔ اس کی جگہ میں کام کرنے آ گئی ہوں"۔

ڈاکٹر نے تعجب سے کہا۔

"لیکن یہاں تمہاری بیٹی تو کام نہیں کرتی تھی۔ یہاں تو ایک بوڑھا نوکر کام کرتا تھا"۔

اب ناگ گھبرا گیا اور آئیں بائیں کرنے لگا۔

کمانڈر نے پستول نکال لیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"سچ سچ بتاؤ کون ہو تم؟"۔

ناگ نے جب دیکھا کہ جان بچانی مشکل ہو رہی ہے۔ تو ایک دم سے گہرا سانس لے کر کہا۔

"میں بھوت ہوں"۔

اور اتنا کہہ کر پرندہ بن کر پھر سے باہر کو اڑ گیا۔ کمانڈر چیخا۔

"یہ عنبر کا ساتھی ہے۔ کم بخت یہاں آ گیا۔ اسے پکڑو۔ یہ بڑی خطرناک بات ہو گئی ہے"۔

سب لوگ چڑیا کو تلاش کرنے لگے۔

ہوا میں گولیاں چلائی گئیں۔ مگر ناگ بھلا ان کے ہاتھ کہاں آتا تھا۔

سائنس دان اپنی جگہ پر حیران کھڑا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا

تھا کہ ایک زندہ انسان اس کی آنکھوں کے سامنے پرندہ بن کر بھی اڑ سکتا ہے۔

"یہ جادو ہے! سائنس کا مذاق ہے"۔

ناگ نے جو کچھ معلوم کرنا تھا، وہ اس نے معلوم کر لیا تھا۔ عنبر کو ان لوگوں نے اسی علاقے میں کس جگہ پر زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔

اب اس جگہ کی کھوج باقی رہ گئی تھی۔ ناگ نے پرندہ بن کر سارے علاقے کو چھان ڈالا۔

وہاں جتنے مکان تھے۔ سب کے روشندانوں میں سے جھانک جھانک کر اندر دیکھا۔ کسی جگہ کوئی ایسی لیبارٹری نہیں تھی۔

www.urduraza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urduraza.com

عنبر کو کسی زیر زمین تہہ خانے والی لیبارٹری میں قید کیا گیا تھا۔

ناگ تہہ خانوں کی تلاشی پرندہ بن کر نہیں لے سکتا تھا۔

اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ انسان کی شکل اختیار کرے اور انسان کی شکل میں آتے ہی اس کے پکڑے جانے کا ڈر تھا۔

کیوں کہ وہاں پر اس قدر تھوڑے انسان رہتے تھے کہ نیا آدمی یا عورت ایکدم سے پہچان لی جاتی تھی۔

رات کا اندھیرا ہونے لگا۔ ناگ نے فیصلہ کیا کہ کسی طرح سے ڈاکٹر یا کمانڈر کے ساتھ رہا جائے۔ ان کی باتیں سنی جائیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ لیبارٹری کہاں ہے جہاں عنبر بند ہے۔

ناگ نے ساری رات پرندہ بن کر ایک درخت کی برف پوش شاخوں میں چھپ کر گزاردی۔

دوسرے دن وہ درخت پر سے اترا۔ اس نے ایک سفید چھوٹے سے سانپ کی شکل اختیار کی اور برف پر رینگتا ہوا ڈاکٹر کی لیبارٹری میں گھس کر ایک طرف چھپ گیا۔ ابھی ڈاکٹر نہیں آیا تھا۔

اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ آج ڈاکٹر کو نہیں آنا تھا۔ دوپہر تک ناگ نے انتظار کیا۔ وہاں نہ کمانڈر آیا اور نہ ہی ڈاکٹر آیا۔ کافی دیر گزر گئی تھی۔

ناگ تنگ آ گیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ اب وہاں ڈاکٹر نہیں آئے گا۔ اس نے باہر جانے کا ارادہ کیا۔ وہ الماری کے عقب سے نکل کر باہر لیبارٹری میں آیا ہی تھا کہ ایک عورت کی اس پر نظر پڑ گئی۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdrump@urdufanz.com

اس نے سانپ سانپ کا شور مچا دیا۔ کچھ آدمی لاٹھیاں لے اس طرف دوڑے۔ ایک آدمی نے گرم پانی کا تسلہ ہاتھ میں لے لیا۔

ناگ لاٹھی پستول سے نہیں گھبراتا تھا مگر گرم ابلتے پانی کا برتن دیکھ کر ایک بار تو وہ بھی کانپ گیا۔

کیوں کہ کھولتا ہوا پانی اسے تباہ کر سکتا تھا۔ اس سے پہلے بھی وہ زندگی میں ایک مرتبہ ہلاک ہو چکا تھا۔

آپ کو یاد ہوگا کہ ایک آدمی نے اس کے ٹکڑے کر کے پھینک دیے تھے۔ اور پھر عنبر ان ٹکڑوں کو ڈبے میں بند کر کے جھیل مانسرور لے گیا تھا اور وہاں کے ناگ دیوتا کے مقدس پانی کے چھینٹوں سے ناگ کو دوبارہ زندگی ملی تھی۔

ناگ نے وہاں سے بھاگنے میں ہی بھلائی سمجھی۔

وہ کھڑکی کی طرف بھاگا۔ کیوں کہ دروازے میں ایک آدمی گرم پانی کا برتن لیے کھڑا تھا۔

وہ اس تاک میں تھا کہ سانپ ادھر آئے اور وہ اس پر کھولتا ہوا پانی ڈال ہلاک کر ڈالے۔

ناگ کھڑکی کی طرف لپک کر گیا اور باہر برف پر چھلانگ لگا دی۔ کچھ سپاہی اس کی طرف بھاگے مگر وہ ان کی پہنچ سے باہر نکل چکا تھا۔

ناگ کی جان عجیب مصیبت میں پھنس گئی تھی۔ وہ جدھر جاتا تھا، لوگ اس کی جان کو آ جاتے تھے۔ ایک بار تو جھنجھلا کر اس نے فیصلہ کر لیا کہ ایک ایک کر کے ان سب کو ہلاک کر ڈالے اور پھر

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdrump@urdufanz.com

آرام سے انسان کی شکل میں آ کر عنبر کو تلاش کرے۔

پھر یہ خیال آیا کہ بے گناہ کسی انسان کو کچھ نہیں کہنا چاہیے۔

ناگ رینگتا ہوا برف پر کافی دور نکل گیا۔ سامنے ایک کھمبا لگا ہوا تھا۔ اس کے اوپر لکڑی کا ایک چھوٹا سا ڈبہ بنا تھا۔

ناگ جا کر اس میں آرام سے لیٹ گیا اور آئندہ کے بارے میں غور و فکر کرنے لگا۔

اب ذرا عنبر کی طرف چلتے ہیں۔

اسے اس بار ڈاکٹر نے ایک ایسے لٹریچر پہ ڈال کر باندھ رکھا تھا جس کے نیچے ایک خودکار بٹن لگا تھا۔ عنبر کو ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑا پایا۔

اس نے زور لگا کر زنجیروں کو توڑ دیا اور اٹھ کر باہر جانے ہی

والا تھا کہ اس کے اٹھنے سے سٹریچر کے نیچے والا بٹن اپنے آپ دب گیا اور کمرے میں بڑی تیز گیس پھیل گئی۔

اس گیس کی وجہ سے عنبر ایک بار پھر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

ڈاکٹر اور کمانڈر نے دوسری بار پھر اسے اسی سٹریچر پر زنجیروں سے کس کر باندھ دیا اور اسے ٹیکے لگا کر دوائیاں سنگھا کر ہوش میں لانے لگے۔

عنبر کو جب ہوش آیا تو سب سے پہلے کام ڈاکٹر نے یہ کیا کہ اسے بتا دیا کہ وہ ایک سٹریچر پر لیٹا ہے کو جنہیں اس نے زنجیریں توڑ کر بھاگنے کی کوشش کی تو کمرہ اپنے آپ گیس سے بھر جائے گا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے گا۔

عنبر نے دیکھا کہ ڈاکٹر اور کمانڈر نے چہروں پر ماسک چڑھا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

رکھے تھے۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اگر یہ سوچ کر بھاگنے کی کوشش کرے کہ اس کے ساتھ یہ لوگ بھی بے ہوش جائیں گے تو ایسا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

عنبر لاچار ہو گیا۔ اس نے آہ بھر کر دل میں کہا کہ ان لوگوں نے بڑی مکاری سے اسے بے بس کر دیا ہے۔

"خیر! کوئی بات نہیں! میں بھی انہیں ایسا تگنی کا ناچ نچاؤں گا کہ ساری عمر یاد رکھیں گے"۔

دل میں یہ سوچ کر عنبر چپکا ہو رہا۔ اب اسے ناگ کا خیال آ رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ ناگ ضرور اس کی تلاش میں نکلا ہو گا اور وہ اس کی مدد کو آئے گا۔

تھوڑی ہی دیر میں ڈاکٹر اپنے ساتھ دو اسسٹنٹ لے کر اندر آ گیا۔

ایک نیا تجربہ شروع ہونے والا تھا۔ عنبر کے چہرے پر طرح طرح کے آلات سے روشنی اور شعاعیں ڈالی گئیں۔

پھر کمرے کی بتی گل کر کے اندھیرے میں اس کی آنکھوں کی پتلیوں کو غور سے دیکھا گیا۔

عنبر پریشان ہو کر بولا۔

"یہ تم لوگ کیا کر رہے ہو اس طرح تمہیں کچھ حاصل نہ ہو گا۔ میں کئی ہزار سال سے زندہ ہوں۔ میں نے ہزاروں بادشاہوں کا دور دیکھا ہے۔ مجھے موت نہیں ہے۔ تم مجھ پر کیا تجربے کر رہے ہو۔ تمہیں کچھ حاصل نہ ہو گا"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ڈاکٹر پتھر کا بت بن کر عنبر کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا کہا؟ تم ہزاروں سالوں سے زندہ ہو؟"۔

"ہاں"۔

عنبر بولا۔

"میں نے قدیم بابل۔۔۔ مصر و یونان اور روم کی تہذیبوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا ہے۔"

قلوپطرہ کا جلوس میرے سامنے مصر میں داخل ہوا تھا۔ میں سکندر کی فوجوں کے ساتھ پنجاب آیا تھا۔ میں تاریخ کے ہر دور کا گواہ ہوں۔

تمہیں تجربے کر کے مجھ سے کچھ حاصل نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ میرے جسم میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ ہاں میری روح تم

لوگوں سے مختلف ہے اور تم لوگ روح کو نہیں دیکھ سکتے۔

اس لیے مجھے جانے دو۔ اور تم لوگ آرام سے اپنا کام کرو۔

جس شے کے پیچھے تم لگے ہوئے ہو، وہ تمہیں کبھی نہیں مل سکے گی۔

تمہارے سپاہی میری طرح سے غیر قانونی نہیں ہو سکتے۔ اگر ایسا ہو گیا تو تم دنیا والوں کے لیے ایک مصیبت بن جاؤ گے۔

تم دنیا کے ہر ملک پر حملہ کر کے اس کی تہذیب اور وہاں کے انسانوں کو تباہ و برباد کر دو گے۔

لیکن خدا کا شکر ہے کہ ایسا نہیں ہو گا۔ کبھی نہیں ہو گا۔

ڈاکٹر اور اس کے ساتھی عنبر کی باتوں کو بت بن کر سن رہے تھے۔

جو کچھ کہہ رہا تھا، اس کا انہیں یقین نہیں آ رہا تھا۔ کیا ایک انسان پانچ ہزار برس تک زندہ رہ سکتا ہے؟۔ ہرگز نہیں۔

عقل اسے تسلیم نہیں کرتی تھی۔ سائنس اسے تسلیم نہیں کرتی تھی۔ مگر اس کا زندہ ثبوت ان کے سامنے عنبر موجود تھا۔

کہیں یہ شخص جھوٹ نہ بول رہا ہو۔ تو پھر اس پر گولی چلا تو اثر کیوں نہیں کرتا؟ کیا اسے جلا کر دیکھا جائے؟۔

شاید وہ جل جائے۔

ڈاکٹر نے سپرٹ لیمپ جلا کر عنبر کے کان کے نیچے رکھ دیا۔

شعلے کی لو کان کے نیچے جل رہی تھی چاہیے تو یہ تھا کہ عنبر کا کان جل کر سیاہ ہو جاتا اور عنبر چیخ مار کر اچھل پڑتا، لیکن وہاں ایسا نہیں ہو رہا تھا۔

عنبر کو محسوس ہی نہیں ہو رہا تھا کہ اس کے کان کے نیچے سپرٹ لیمپ جل رہا ہے۔

یہاں تک کہ سپرٹ لیمپ کی ساری سپرٹ ختم ہو گئی۔ لیمپ اپنے آپ بجھ گیا۔

ڈاکٹر نے عنبر کو بڑے غور سے دیکھا۔ وہ ذرا سا کالا پڑ گیا تھا۔

ڈاکٹر نے اسے کپڑے سے صاف کیا۔ تو وہ بالکل صاف ہو گیا کان کی جلد ذرا سی گرم بھی نہیں ہوئی تھی۔

ویسے ہی ٹھنڈی تھی۔ ڈاکٹر چکرا گیا۔ اس کے ایک اسسٹنٹ نے سگریٹ سلگا کر عنبر کے ہونٹوں پر لگا دیا۔

عنبر کو کچھ نہ ہوا۔ سگریٹ بجھ گیا۔ جیسے کسی دیوار کی اینٹ کے ساتھ سگریٹ لگانے سے اینٹ تو نہیں جلتی مگر سگریٹ بجھ جاتا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہے۔

ڈاکٹر نے سر پکڑ لیا۔

"یہ شخص اس صدی کا سب سے بڑا عجوبہ ہے۔میں اسے دنیا کی سب سے بڑی نمائش میں پیش کر کے نوبل پرائز حاصل کروں گا"۔

عنبر نے کہا۔

تم ایسا کرنے کے لیے زندہ نہیں رہو گے ڈاکٹر! یاد رکھو اگر تم نے مجھے رہا نہ کیا تو تمہاری موت بہت قریب آ جائے گی۔

مجھ پر آج تک اگر کسی شے نے اثر کیا ہے تو وہ تمہاری آج کے زمانے کی تیز بدبودار گیس ہے۔مجھ پر دھوئیں کا بھی کچھ اثر نہیں ہوتا۔

مگر تمہاری گیس کے ہاتھوں بے بس ہو گیا ہوں۔بہر حال میرا ساتھی ناگ ضرور یہاں پہنچ گیا ہو گا۔

وہ بہت جلد یہاں آ کر تم سب کو ہلاک کر کے مجھے چھڑا کر لے جائے گا۔

ڈاکٹر کی سمجھ میں عنبر کی ساری باتیں آنے لگی تھیں۔اس نے عنبر کے ساتھی ناگ کو پرندہ بن کر بھی اڑتے دیکھ لیا تھا۔

اس نے عنبر کو بتایا نہیں تھا کہ ناگ واقعی وہاں پہنچ چکا ہے۔

ڈاکٹر نے عنبر سے کہا۔

میرے بچے! میں تمہارا ہمدرد ہوں۔مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔یہ تو کمانڈر کو جنرل بننے کا لالچ ہے۔

یہ اسی کی ساری کارستانی تھی۔بہر حال مجھے تم معاف کر دو۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

میں جانتا ہوں تم زیادہ دیر اس سٹریچر پر نہیں پڑے رہو گے۔

کل یا پرسوں تم یہاں سے چلے جاؤ گے۔ کیونکہ ہم تمہیں مار نہیں سکتے۔ بہرحال اگر تم مجھے بھی اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دو تو میں تمہارے بے حد شکرگزار رہوں گا۔

عنبر نے کہا۔

"ایسا ہونا ممکن نہیں، کیوں کہ تم بوڑھے آدمی ہو۔ ہماری زندگی کی مصیبتوں کا مقابلہ نہ کر سکو گے اور جلدی مر جاؤ گے۔

بہتر یہی ہے کہ تم اپنے راستے پر چلے جاؤ اور ہمیں ہمارے راستے پر چلنے دو۔

ڈاکٹر نے کہا۔

"مجھے تم سے تاریخ کی سچی کہانیاں سننے کا شوق ہے تم تاریخ

کے سارے دور کے گواہ ہو۔ میں چاہتا ہوں تم سے تاریخ کے بڑے بڑے واقعات سنوں۔"

لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں زندہ جاوید کس نے بنایا۔

عنبر ہنسا۔

"یہ ایک راز ہے جو میں کسی کو نہیں بتا سکتا۔ کیا اب تم میرے سٹریچر کے نیچے سے بٹن نہیں اون کرو گے؟"

ڈاکٹر نے کہا۔

"ضرور ضرور! لیکن میں کمانڈر کی اجازت کے بغیر ایسا نہیں کر سکتا۔"

اتنے میں کمانڈر بھی آ گیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ عنبر وہاں سے فرار ہونے کی سوچ رہا ہے اور ڈاکٹر اس کی مدد کرنا چاہتا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہے۔

تو اس نے اسی وقت ڈاکٹر کو گرفتار کر لیا اور جیل میں ڈال دیا۔

ہیڈ کوارٹر سے دوسرا سائنس دان آ گیا۔ جس نے عنبر پر نئے سرے سے تجربے شروع کر دیے۔

عنبر کو سٹریچر سے بالکل نہیں اٹھایا جا رہا تھا۔ ناگ ایک روز اپنے کھمبے کی لکڑی کے ڈبے میں بیٹھا تھا کہ اس نے آواز سنی۔

تاروں میں سے فون کی آواز باہر آ رہی تھی۔

"چلو! اسے آج برف کے نیچے گہرے سمندر میں غرق کر دیا جائے۔ ٹھیک ہے، اگر وہ نہیں مر سکتا تو قیامت تک برف کے سمندر کے نیچے دفن رہے گا۔ اسے گیس کے سلنڈر کے ساتھ بے ہوش کر کے باندھ دیا جائے گا"۔

ناگ کے کان کھڑے ہو گئے۔ ضرور یہ عنبر کے بارے میں بات ہو رہی تھی۔ اس نے سنا۔ دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ بہت اچھی بات ہے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری! اسے کس وقت لے جایا جائے گا"۔

"آج آدھی رات کو۔۔۔ ہاں ہاں! سرخ تجربہ گاہ والی عمارت سے"۔

آوازیں آنا بند ہو گئیں۔ سرخ تجربہ گاہ والی عمارت تلاش کرنی چاہیے۔

ناگ کھمبے سے نیچے اتر آیا۔ اس نے گھوم پھر کر سرخ عمارت کی تلاش شروع کر دی۔ وہاں کوئی بھی عمارت سرخ نہیں تھی۔

ناگ نے سوچا کہ زمین پر رینگ کر وہ عمارت کو نہیں ڈھونڈھ

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سکتا۔

اڑ کر جائزہ لینا چاہیے، چنانچہ وہ پرندہ بن کر اڑا اور اوپر ہوا میں جا کر اس نے چاروں طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

کافی دور اسے ایک جگہ سرخ دھبا سا دکھائی دیا۔ وہ اڑ کر وہاں گیا۔ یہ ایک تکونی چھت والی سرخ عمارت تھی۔

ایک ہی کمرہ تھا جس کی تکونی چھت پر برف جمی تھی۔ ناگ سمجھ گیا کہ یہی وہ عمارت ہے جس کے اندر عنبر قید ہے اور جہاں سے اسے موت کے سمندر میں پھینکنے کے لیے لے جایا جائے گا۔

ناگ زمین پر آ گیا۔ وہ سانپ بن کر برف پر رینگتا ہوا لال عمارت کے دروازے پر آ گیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔

وہاں کوئی سوراخ بھی نہیں تھا کہ جس میں سے گزر کر ناگ

اندر جا سکتا۔ وہ عمارت کے عقب میں آ گیا۔

یہاں ایک روشندان تھا۔ کھڑکی کوئی نہیں تھی۔ ناگ دیوار پر رینگتا ہوا اوپر روشندان پر چڑھ گیا۔ وہاں ایک جگہ سے شیشہ تھوڑا سا ٹوٹا ہوا تھا۔

ناگ نے اندر جھانک کر دیکھا کہ عنبر ایک سٹریچر پر بے ہوش زنجیروں میں جکڑا ہوا پڑا تھا۔

سائنسدان اس کے سرہانے کھڑا ایک آری سے عنبر کا دماغ کاٹنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔

ناگ کو معلوم تھا کہ یہ لوگ عنبر کا سر نہ کاٹ سکیں گے لیکن اس نے جب سائنس کی بات سنی تو چونک پڑا۔

وہ اپنے ساتھی ڈاکٹر سے کہہ رہا تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"میرا خیال ہے کہ ہمیں اس پر تیز گیس چھوڑنی چاہیے۔ گیس کی وجہ سے یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بے ہوش ہو کر رہ جائے گا۔ پھر ہم اندازہ لگا سکیں گے کہ اس شخص کی زندگی میں راز کیا ہے۔"

انسانی قربانی

سانپ روشندان سے اندر آ گیا۔

اب وہ عنبر کو ان ظالم لوگوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ کیوں کہ یہ لوگ اسے ساری زندگی کے لیے بے ہوش رکھنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ کسی کو خبر نہ ہوئی کہ ایک سفید سانپ روشندان سے نکل کر دیوار پر رینگتا ہوا نیچے فرش پر آ گیا ہے۔

سانپ دواؤں کی الماری کے عقب میں سے نکل کر

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

سائنسدان کے قریب میز پر آ کر بیٹھ گیا۔

اس وقت سائنس دان عنبر کو ایک ایسی گیس سنگھانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ جس کے سونگھ لینے سے عنبر شاید پھر زندگی بھر ہوش میں نہیں آ سکتا تھا۔ ایک طرح سے یہ اس کی موت تھی۔

ناگ میز پر سے کھسکا ہی تھا کہ اس کے جسم سے ٹکرا کر ایک شیشی فرش پر گر پڑی۔

ایک ڈاکٹر نے چونک کر دیکھا اور چلایا۔

"سانپ! سانپ!"۔

سائنس دان عنبر کی ناک کے آگے گیس کا سلنڈر کرنے ہی والا تھا کہ سانپ اپنی جگہ سے اچھلا اور سائنس دان کی گردن کے گرد لپٹ کر اس کے حلق میں ڈس دیا۔

سائنس دان نے زندگی میں بڑے بڑے زہر تیار کر کے لوگوں کو دیے تھے، لیکن ایسا زہر اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا جیسا کہ سانپ نے اس کے بدن میں داخل کیا تھا۔

سانپ کے زہر نے اس کے بدن میں جاتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اس کے سارے جسم میں سے ہلنے جلنے کی طاقت چھین کر اسے پتھر کر دیا۔

پھر اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اتنے میں سانپ دوسرے ڈاکٹر کو بھی ڈس چکا تھا۔ اور اس کا جسم بھی سن ہو گیا تھا۔

ادھر سائنس دان اپنے گلے کو پکڑ کر گرا ادھر دوسرا ڈاکٹر بھی زمین اور بے ہوش ہو گیا۔

سانپ اس کے ساتھ ہی انسان کی شکل میں ظاہر ہو گیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princecfdhump@urdufanz.com

اس نے پہلا کام یہ کیا کہ سٹریچر کے نیچے اس بٹن کو اکھاڑ کر گیس کا سلنڈر الگ کر دیا جس میں سے گیس نکل کر عنبر کو بے ہوش کر دیتی تھی۔

پھر اس نے عنبر کو ہوش میں لانے کی کوشش شروع کر دی۔ عنبر کو ہوش نہیں آ رہی تھی۔

وہ بالکل بے حس ہو کر پڑا تھا۔ ناگ نے سوچا کہ عنبر کو ہر حالت میں یہاں سے نکال کر لے جانا چاہیے کیوں کہ ہو سکتا ہے، کوئی دوسرا سائنس دان یہاں آ کر اسے بے ہوش کر دے۔

اس نے ایک جگہ سے پانی کا جگ اٹھا کر سر پر ڈال دیا۔ مگر پانی کا بھی عنبر پر کوئی اثر نہ ہوا۔

اتنے میں دروازہ کھلا اور کمانڈر اندر آ گیا۔ اس کے ساتھ

ایک ڈاکٹر بھی تھا۔

وہ ناگ کو دیکھ کر چونکے۔ پھر جو انہوں نے اپنے سائنس دان اور اس کے ساتھی ڈاکٹر کی لاشیں دیکھیں تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

"تم کون ہو؟۔"

تم نے میرے آدمیوں کا خون کیا ہے۔

کمانڈر نے پستول نکال کر فائر کر دیا۔ ناگ دوسری طرف ہٹ گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے اڑنے والے سانپ کی شکل اختیار کر لی۔

"یہ۔۔۔ یہ سانپ ہے"۔

کمانڈر کے منہ سے نکلا۔ لیکن ناگ اتنے میں اس کے ساتھ

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urduzanz.com

پر ڈس چکا تھا۔

اس کا ساتھی بھاگنے لگا تو سانپ نے اس کا راستہ روک لیا اور پھن اٹھا کر لہرانے لگا۔ ڈاکٹر کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے۔

ناگ اس وقت انسان کی شکل میں آ گیا۔ اور ڈاکٹر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

''تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو کہ میں زبردست طاقت رکھتا ہوں۔ اگر تم نے میرا حکم نہ مانا تو تمہارا انجام بھی یہی ہوگا جو ان لوگوں کا ہوا جن کی لاشیں تمہارے سامنے پڑی ہیں''۔

ڈاکٹر نے کانپتے ہونٹوں سے کہا۔

''میں ہر حکم کی تعمیل کے لیے تیار ہوں''۔

ناگ بولا۔

''پھر جلدی سے میرے بھائی کو ہوش میں لے آؤ۔ اسے گیس سنگھائی گئی تھی''۔

ڈاکٹر نے عنبر کی طرف غور سے دیکھا۔ پھر میز پر سے ایک دوائی اٹھا کر اسے روئی میں بھگویا اور عنبر کی ناک کے آگے رکھ دی۔

عنبر نے دو تین سانس لیے ہوں گے کہ اسے ہوش آ گیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر ناگ کو دیکھا۔

''ناگ بھیا! تم آ گئے؟''۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

''خدا کا شکر ہے کہ تمہیں ہوش آیا''۔

عنبر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdrump@urdufanz.com

''میرے سٹریچر کے نیچے گیس کا بٹن ہے جو میرے اترتے ہی دب کر گیس خارج کر دے گا اور ہم سب بے ہوش ہو جائیں گے''۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

''فکر نہ کرو۔ اس بٹن کو میں نے توڑ دیا ہے۔ اب تمہارے اٹھنے سے گیس خارج ہو کر کسی کو بے ہوش نہیں کرے گی۔ تم بڑی آسانی سے اٹھ سکتے ہو''۔

عنبر سٹریچر سے نیچے اتر آیا۔ اس نے سر کو پکڑ کر کہا۔

''ویسی گیس میں نے ساری زندگی نہیں سونگھی تھی۔ کم بخت ان لوگوں نے کیا کیا چیزیں ایجاد کر رکھی ہیں۔ یہ تو اپنی موت کی طرف جا رہے ہیں''۔

ناگ نے کہا۔

''ان باتوں کو چھوڑو اور یہاں سے باہر چلو۔ ابھی ہمیں بہت کام کرنے ہیں''۔

عنبر نے اچانک فرش پر لاشیں دیکھیں تو بولا۔

''یہ لوگ کیسے مر گئے؟''۔

ناگ نے کہا۔

''اگر میں انہیں ہلاک نہ کرتا تو یہ تمہیں ہمیشہ کے لیے بے ہوش کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے''۔

''پھر تو ان لوگوں کو ضرور سزا ملنی چاہیے تھی''۔

ناگ نے ڈاکٹر سے کہا۔

''اب تم یہاں سے جا سکتے ہو''۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ڈاکٹر نے خدا کا شکر ادا کیا کہ جان بچی سو لاکھوں پائے۔ وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔

ناگ بولا۔

"یہاں سے جتنی جلدی ہو سکے، ہمیں نکل جانا چاہیے۔ ان کی گیس کا غبار ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے، ہمیں بھاگتا دیکھ کر یہ کوئی ایسا بم پھینک دیں جس میں سے بے ہوش کرنے والی گیس پھیل جائے"۔

عنبر اور ناگ لیبارٹری سے باہر نکل آئے۔

باہر اندھیرا پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ آسمان کو بھورے بھورے بادلوں نے ڈھانپ لیا تھا اور صاف ظاہر تھا کہ برفانی طوفان آنے والا ہے۔

ناگ نے عنبر سے کہا۔

"ہمیں یہاں سے ہیلی کاپٹر لے کر فرار ہونا ہے، ادھر آؤ۔ ہیلی کاپٹر ادھر میدان میں کھڑا ہے"۔

ناگ عنبر کو لے کر ایک طرف بھاگا۔ وہاں ایک جگہ ہیلی کاپٹر کھڑا تھا۔

ناگ نے عنبر کو اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ دونوں اس میں سوار ہو گئے۔

ناگ نے انجن سٹارٹ کرنے کی کوشش شروع کر دی۔

ادھر سب لوگوں کو پتہ چل گیا کہ کمانڈر اور سائنس دان کو ہلاک کر کے عنبر اپنے ساتھی کے ہمراہ بھاگ رہا ہے۔

فوج کے سپاہی رائفلیں لے کر بھاگے۔ اتنے میں ہیلی کاپٹر

www.urdurasaz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سٹارٹ ہو گیا۔

اس کی آواز سن کر فوجی میدان کی طرف بھاگے۔ اس دوران میں ہیلی کاپٹر اوپر اڑ گیا تھا۔ سپاہیوں نے گولیوں کی بارش کر دی۔

مگر ہیلی کاپٹر بھورے بادلوں میں چھپ گیا۔ اور ایک بھی گولی اسے نہ لگی۔

ناگ نے جیب میں سے ایک بم نکال کر نیچے پھینک دیا۔

عنبر نے پوچھا۔

"ارے یہ کیا ہے؟"۔

ناگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ میں ایک آخری تحفہ ان لوگوں کو دینے کے لیے ان کی

لیبارٹری ہی سے ساتھ لے آیا تھا"۔

"یہ کیا تھا؟"۔

"ذرا نیچے جھانک کر دیکھو"۔

ناگ ہیلی کاپٹر کو نیچے لے آیا۔

عنبر نے دیکھا کہ بم نیچے جا کر پھٹ گیا تھا اور اس میں سے گیس کا ایک بادل نکل کر زمین پر پھیل رہا تھا۔ اور اس کی تیز گیس نے سارے سپاہیوں کو بے ہوش کر کے زمین پر اوندھے منہ گرا دیا تھا۔

"اب یہ دو دن تک بے ہوش رہیں گے"۔

ہیلی کاپٹر ایک دم آسمان کی طرف اٹھا اور بائیں طرف مڑ گیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر نے کہا۔

"یہ اچھا ہوا کہ ہمیں اس برف کے ظالم صحرا کو عبور کرنے کے لیے ایک سواری مل گئی"۔

ناگ نے کہا۔

"سواری بھی ایسی کہ ہوا میں اڑن کھٹولے کی طرح اڑتے چلے جا رہے ہیں"۔

"لیکن اس اڑن کھٹولے میں ایندھن کتنا ہے۔ یہ بھی تو دیکھ لو"۔

ناگ نے عنبر کی اس بات پر میٹر کو دیکھا جو ایندھن کی مقدار ظاہر کرتا ہے۔

وہ کچھ پریشان ہو گیا۔ عنبر نے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"۔

ناگ نے ماتھے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"ایندھن تو صرف دو تین گھنٹے کا ہے"۔

"پھر کیا کریں؟ یہ برف کا صحرا تو ابھی کافی لمبا ہے۔ شاید اسے عبور کرتے ہوئے ہمیں ایک دن لگ جائے"۔

"اس کا بھی انتظام ہو جائے گا"۔

ہیلی کاپٹر کو پرواز کرتے تیسرا گھنٹہ جا رہا تھا کہ انہیں خوش نصیبی سے دور ایک کیمپ دکھائی دیا۔

برف کی سفید چادر کی ہلکی ہلکی روشنی رات کے اندھیرے کو ہٹا رہی تھی۔ ناگ نے کیمپ سے کچھ فاصلے پر ہیلی کاپٹر اتار دیا۔

"میں آگے جا کر پتہ کرتا ہوں کہ یہ لوگ کون ہیں"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اتنا کہہ کر ناگ برف پر کھسکتا ہوا کیمپ کے پاس آ گیا۔

لکڑی کا ایک لمبا سا کمرہ تھا جس کی چھت پر برف کی تہہ جمی تھی۔ دروازہ بند تھا۔ اندر ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔

ناگ نے سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا۔ اندر تین چار فوجی گرم سمور کی ٹوپیاں سروں پر رکھے کمبل اوڑھے دیوار سے لگے سو رہے تھے۔

ایک سپاہی مشین گن پاس رکھے اونگھ رہا تھا۔

درمیان میں تیل کا لیمپ جل رہا تھا۔ ناگ کو پٹرول کے ڈبے کہیں نظر نہیں آ رہے تھے۔ وہ واپس ہونے کے لیے پلٹا تو اس کے پاؤں دروازے کی ایک لکڑی سے ٹکرا گیا۔

ہلکا سا شور ہوا۔ سپاہی نے آواز لگائی۔

”کون ہے باہر؟“۔

ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ شخص آرام سے سو جائے گا۔ بھلا اتنی سردی میں کون اٹھ کر باہر آتا ہے؟۔

مگر وہ بھی کوئی احمق شخص تھا کہ اٹھ کر مشین گن لیے باہر آ گیا۔

”کون ہے؟“۔

وہ اتنی جلدی سے آیا کہ ناگ اپنے آپ کو نہ چھپا سکا۔

سپاہی نے جو اپنے سامنے ایک آدمی کو چوروں کی طرح پیچھے ہٹتے دیکھا تو اس پر گولی چلا دی۔ ناگ جلدی سے زمین پر بیٹھ گیا۔

سپاہی نے زمین کی طرف نالی کا منہ کر کے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ ناگ خوش قسمت تھا کہ گولیاں اس کے قریب سے ہو کر

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

برف میں دب گئیں۔

اب اسے جان بچانے کی فکر ہوئی۔ اس نے ایک منٹ کے اندر اندر اپنا روپ تبدیل کر لیا۔ وہ انسان سے پرندہ بن گیا۔

سفید براق کبوتر جو اڑ کر فضا میں گم ہو گیا۔

سپاہی نے یہ منظر دیکھا تو خوف سے کانپنے لگا۔ بھاگ کر اپنے کمرے میں گیا اور ساتھیوں کو جگا کر سارا ماجرا سنایا۔

وہ اس کا مذاق اڑانے لگے۔

''تم نے ضرور کوئی خواب دیکھا ہے''۔

ناگ نے اب ایک بار پھر انسان کا روپ بدلا اور عنبر کو جا کر ساری بات سنا دی اور کہا۔

''وہاں تمہارا کام ہے۔ تم جا کر ان سے معلوم کرو کہ پٹرول

کہاں ہے؟''۔

''ٹھیک ہے۔ میں ہی جاؤں گا۔ تم اسی جگہ میرا انتظار کرنا''۔

عنبر جب کیمپ کے دروازے پر پہنچا تو اندر سارے سپاہی جاگ رہے تھے اور انسان کے جانور بننے کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔

عنبر نے دروازے پر دستک دی تو سب کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''کوئی نہ اٹھے۔ میں جا کر پتہ کرتا ہوں''۔

پانچوں سپاہیوں نے مشین گنیں تان لیں۔ چھٹا سپاہی پستول لے کر دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔

''کون ہو تم؟''۔

عنبر نے قریب جا کر کہا۔

ہمارا ایلی کاپٹر ایندھن نہ ہونے کی وجہ سے یہاں بیکار ہو گیا ہے۔

ہمیں پٹرول چاہیے کیا تم لوگ ہمیں پٹرول دے سکو گے؟۔

سپاہی نے پستول سے عنبر کے سر کا نشانہ لے کر کہا۔

"تم کون ہو؟"۔

اب سارے سپاہی مشین گنیں تان کر عنبر کے سامنے آ گئے۔

"تم ہماری قید میں ہو۔ اندر آ کر کونے میں لگ کر بیٹھ جاؤ۔ اگر بھاگنے کی کوشش کی تو ہماری گولیاں تمہارے پرخچے اڑا دیں گی"۔

عنبر نے رعب دار آواز میں کہا۔

"کیا بک بک لگا رکھی ہے تم نے۔ بتاؤ پٹرول کہاں ہے، ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے"۔

سپاہی قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔

ایک نے کہا۔

"اسے شوٹ کر دو"۔

عنبر نے آگے بڑھ کر پستول چھیننے کی کوشش کی سپاہی نے پستول سے فائرنگ کر دی۔

چاروں گولیاں عنبر کے سر میں لگیں اور لگ کر نیچے گر پڑیں۔

دوسرے سپاہیوں نے مشین گن کی باڑ ماری۔ ساری گولیاں ختم ہو گئیں اور ساری کی ساری گولیاں عنبر کے جسم سے لگ کر فرش پر گرتی چلی گئیں۔

www.urdurasala.com
PDF By princefdhump@urdufanz.com

سپاہیوں کی تو جیسے جان ہی نکل گئی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ وہ کیا دیکھ رہے ہیں۔

عنبر نے آگے بڑھ کر ایک سپاہی کی مشین گن نوچ لی۔

''اب اگر میں چاہوں تو تم سب کو باری باری ہلاک کر سکتا ہوں۔ مگر میں ایسا نہیں کروں گا۔ مجھے تم لوگوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ مجھے صرف پٹرول چاہیے۔ مجھے معلوم ہے تمہارے پاس پٹرول موجود ہے۔ کیونکہ تمہارے مکان کے عقب میں دو جیپیں کھڑی ہیں''۔

ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر کہا۔

''جناب! ہمیں معاف کر دیں۔ پٹرول کا ذخیرہ مکان کے عقب میں موجود ہے''۔

عنبر نے سپاہیوں کو ساتھ لیا اور مکان کے عقب میں آ گیا۔

یہاں برف کے نیچے پٹرول کا بہت بڑا ٹینک دفن تھا۔

عنبر نے کہا۔

میں ہیلی کاپٹر یہاں لے آؤں۔ اگر تم لوگوں نے کوئی شرارت کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھو یہ تمہارے حق میں اچھا نہ ہو گا۔

میں تو مر نہیں سکوں گا۔ لیکن تم میں سے ایک بھی زندہ نہ بچ سکے گا۔

سپاہیوں نے کہا کہ وہ کوئی ایسی بات نہیں کریں گے۔

عنبر نے جا کر ناگ کو ساری کہانی سنائی اور پھر وہ ہیلی کاپٹر لے کر کیمپ کے پچھواڑے آ گئے۔ انہوں نے پٹرول بھرنا شروع

www.urduraza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کر دیا۔

انہوں نے جب ہیلی کاپٹر کی ٹینکی پوری پوری بھر لی تو ناگ نے کہا۔

"تم لوگوں کا شکریہ! لیکن اگر میرا بھائی تم لوگوں کو اپنی کرامت نہ دکھاتا تو تم کبھی سیدھی راہ پر نہ آتے"۔

ناگ اور عنبر ہیلی کاپٹر لے کر وہاں سے اڑ گئے۔

ساری رات وہ برفستان میں پرواز کرتے رہے۔ دن چڑھا تو انہوں نے کمپاس کی مدد سے اس علاقے کا رخ کیا جس کے بارے میں انہیں بتایا گیا تھا کہ جادوگر ماریا کو لے کر وہاں گیا ہے۔

یہاں انہوں نے ایک عجیب بات دیکھی کہ جگہ جگہ بے شمار

درخت اگے ہوئے تھے۔

زمین پر برف بھی تھوڑی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ قطب شمالی کا علاقہ ختم ہو رہا تھا اور آبادیاں شروع ہو رہی تھیں۔

عنبر نے ناگ سے کہا۔

"ہمیں یہاں کسی جگہ اتر جانا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ جادوگر یہیں کہیں ماریا کے ساتھ چھپا ہوا ہو گا"۔

ناگ نے کہا۔

"میرا دل نہیں مانتا۔ ابھی ہمیں کچھ اور سفر کرنا ہو گا۔ مجھے دور دور تک ماریا کی خوشبو نہیں آ رہی"۔

وہ پرواز کرتے رہے۔ ہیلی کاپٹر درختوں کے اوپر اڑتا رہا۔ اب سنگلاخ پہاڑیاں آ گئی تھیں۔ ان پہاڑیوں کے پیچھے

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ایک جھیل نمودار ہوئی۔ جھیل کے چاروں طرف اونچے گھنے درخت تھے۔

ان درختوں میں ایک چٹان کی تکون ابھری ہوئی تھی۔ اس چٹان کے سائے میں اچانک ایک مندر نظر پڑا۔

جس کے اوپر کائی جمی ہوئی تھی۔

ناگ نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مجھے ماریا کی خوشبو آنے لگی ہے۔ اگرچہ بڑی دھیمی دھیمی خوشبو ہے۔ اس پراسرار مندر کا کھوج لگانا ہوگا"۔

"ہیلی کاپٹر نیچے لے آؤ"۔

ناگ نے ہیلی کاپٹر کو نیچے کر لیا۔ ہیلی کاپٹر نے جھیل کا ایک چکر لگایا اور پھر جنگل میں ایک خالی جگہ پر اتر گیا۔

انجن بند کر دیا گیا۔ پنکھے رک گئے۔ جنگل میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ناگ اور عنبر ہیلی کاپٹر سے اتر کر درختوں کے پاس آ کر رک گئے۔ اور ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

"وہ مندر کہاں پر ہے؟"۔

عنبر نے پوچھا۔

"ان درختوں کے پیچھے ہوگا"۔

ایک جگہ درختوں کا گہرا جھنڈ تھا۔ دونوں اس جھنڈ میں سے نکل کر باہر آئے تو سامنے وہی چٹان تھی۔ اس چٹان کے سائے میں مندر تھا۔

زنگ آلود پرانا، ٹوٹا پھوٹا اور ویران۔ اسے دیکھ کر دہشت طاری ہوتی تھی۔

www.urdurasaz.com
PDF By princefdhump@urdufanz.com

عنبر بڑبڑایا۔

"مجھے پانچ ہزار سال کے پرانے مندر یاد آ گئے ہیں"۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے بھی پرانا زمانہ یاد آ رہا ہے"۔

عنبر جیسے خواب میں بولا۔

"وہ زمانہ اچھا تھا۔ پرسکوں، خاموش اور گہرا گہرا پر اسرار"۔

اچانک جنگل میں ایک چیخ گونج گئی۔

عنبر نے ناگ کی طرف دیکھا۔

"یہ چیخ کی آواز کیسی تھی؟"۔

"کسی مرد کی آواز تھی۔ شاید کسی نے کسی کو ہلاک کر دیا ہے"۔

"آواز مندر سے آ رہی تھی"۔

"چلو چل کر دیکھتے ہیں"۔

دونوں جھاڑیوں میں سے گزرتے ہوئے مندر کے دروازے پر آ گئے۔

دروازہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اندر اندھیرا تھا۔ عنبر نے اندر جھانک کر دیکھا۔ وہاں سوائے اندھیرے اور خاموشی کے اور کچھ نہیں تھا۔

ناگ بھی مندر میں داخل ہو گیا۔

"ماریا کی خوشبو آنا بند ہو گئی ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"میرا خیال ہے ماریا یہاں نہیں ہے"۔

ناگ بولا۔

"میرا خیال ہے کہ ماریا اسی جگہ کہیں قید ہے"۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر بولا۔

"مگر اس کی خوشبو کیوں بند ہو گئی؟"۔

"کسی نے جادو کے زور سے ایسا کیا ہے"۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"۔

"مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہے۔ میرے ساتھ اندر چلو"۔

مندر میں پتھر بکھرے پڑے تھے۔ چھت کے ساتھ جالے لٹکے رہے تھے۔

عنبر نے ناگ کو اشارہ کیا کہ خاموش رہے۔ اس نے کسی کے قدموں کی چاپ سنی تھی۔ ناگ پتھروں کی اوٹ میں ہو گیا۔

آواز آنا بند ہو گئی۔ مندر میں ایک بار پھر گہری خاموشی چھا گئی۔

عنبر نے سرگوشی میں کہا۔

"کوئی ضرور ہے یہاں"۔

ناگ نے سرگوشی میں جواب دیا۔

"میں دوسری طرف جا کر دیکھتا ہوں۔ تم اسی جگہ رہنا"۔

ناگ پتھروں کے پیچھے پیچھے ہو کر مندر کی دوسری طرف نکل گیا۔

پھر اس نے ایک جگہ پتھر کی سیڑھیاں دیکھیں جو زمین کے نیچے جا رہی تھیں۔ سیڑھیوں میں اندھیرا تھا۔

ناگ نے سوچا کہ اسے سانپ بن کر نیچے اترنا چاہیے۔ وہ سانپ کی شکل میں بدل گیا۔ اس نے سیڑھیوں پر رینگ کر نیچے اترنا شروع کر دیا۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

چھ سات سیڑھیاں اترنے کے بعد ناگ کو سامنے ایک چھوٹا سا تالاب دکھائی دیا۔

تالاب کے درمیان میں ایک کوٹھڑی تھی۔ ناگ تالاب کی سطح پر تیرتا ہوا کوٹھڑی کے دروازے پر آ گیا۔

یہاں اسے ایک بار پھر وہی چیخ کی آواز سنائی دی۔

یہ آواز پہلے سے زیادہ ڈراؤنی تھی، بھیانک تھی۔ ایسے لگتا تھا جیسے کوئی ظالم کسی کو کھولتے ہوئے کڑاؤ میں ڈال رہا ہے۔

ناگ نے کوٹھڑی کے بند دروازے کا جائزہ لیا۔ اندر جانے کا کوئی بھی راستہ نہیں تھا۔ اچانک دروازہ کھل گیا۔

سانپ تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ دروازے پر ایک بھیانک چہرے والا کالا کلوٹا بھوت نما آدمی ظاہر ہوا۔

اس نے ایک آدمی کی لاش اٹھا رکھی تھی۔ لاش کی گردن سے خون نکل رہا تھا۔ بھیانک بھوت نے لاش کو اچھال کر تالاب میں پھینک دیا پانی اچھلا۔ لاش ڈوب گئی۔

بھیانک بھوت نے اندر جا کر دروازہ بند کر دیا۔ لیکن اس دوران میں ناگ کوٹھڑی میں ہی داخل ہو چکا تھا۔

کوٹھڑی چھوٹی سی تھی۔ اندر ایک دیا جل رہا تھا۔ دیواروں پر انسانوں کی کھوپڑیاں لٹک رہی تھیں۔ کونے میں انسانی پنجر کھڑے تھے۔

کالا بھوت چبوترے پر جا کر بیٹھ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے چبوترے پر زور سے ہاتھ مارا۔ چبوترہ اپنی جگہ سے کھسکا اور پھر کالا بھوت پتھر کی سل پر بیٹھے بیٹھے نیچے اتر گیا۔

www.urdufanz.com
PDF By princecdfdhump@urdufanz.com

سانپ بھی اس کے ساتھ ہی نیچے چلا گیا۔

یہاں اسے ایک غار دکھائی دی۔ کالا بھوت سل پر سے اٹھ کر دیوار کے پاس گیا۔

ایک جگہ اس نے دیوار میں ہاتھ ڈال کر کسی شے کو گھمایا۔ دیوار شق ہوئی۔ سامنے کوٹھڑی تھی۔ اس کوٹھڑی میں ایک اژدہا کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ کالے بھوت نے ماتھا ٹیکا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"عظیم دیوتا! میں ایک سو انسانوں کو ہلاک کر کے تمہارے قدموں پر نچھاور کر چکا ہوں۔ اب تو مجھے اتنی طاقت دے دو کہ میں جب چاہے غائب ہو کر ہوا میں پرواز کر سکوں"۔

اژدہا پر اچانک خوف سا چھا گیا تھا۔ کالا بھوت بڑا حیران تھا

کہ آج اس کے دیوتا کو کیا ہو گیا ہے۔ ناگ سمجھ گیا تھا کہ یہ سب کچھ اس کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

اژدہا ناگ کی موجودگی کی وجہ سے خوف سے کانپنے لگا تھا، کیوں کہ وہ اس کا عظیم دیوتا تھا۔ ناگ نے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ انسان کے روپ میں کالے بھوت کے سامنے آ گیا۔ کالا بھوت ایک انسان کو دیکھ کر غصے سے کانپنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا اس نے خنجر نکال کر لہرایا ہی تھا کہ اژدہا نے اپنا سر جھکایا اور کالے بھوت کی گردن پر ڈس دیا۔

کالا بھوت دیکھتے ہی دیکھتے پانی بن کر بہہ گیا۔

اژدہا نے ناگ کے آگے جھک کر کہا۔

"عظیم دیوتا! میرے لیے کیا حکم ہے؟"۔

www.urduzaqa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

☆ ناگ نے اژدہا کو کیا حکم دیا؟۔

☆ ماریا اس مندر میں کس جگہ قید تھی؟۔

☆ عنبر پر جنگل میں کیا گزری؟۔

☆ یہ آپ اس ناول کی 71 ویں قسط میں پڑھئے

PDF By
vprincedhump@urdufanz.com
urduzala.com

بھوت ڈاکو
(جگدیو نمبر ۲)
اے حمید

UrduRasala.com کا پیغام

اس ناول کے جملہ حقوق بحق مصنف اور پبلشرز محفوظ ہیں۔ ہم اسے صرف اردو زبان کی ترویج کے لیے Online کر رہے ہیں تاکہ دنیا جان سکے کہ اردو زبان میں کتنا عظیم کام ہوا ہے۔ ہمارا مقصد اس ویب سائٹ کے ذریعے اردو کے گم شدہ خزانے کو ان لوگوں تک پہنچانا ہے جو کسی وجہ سے اس سے محروم رہ گئے۔ خاص طور پر ان بیرون ملک پاکستانیوں کو جو باوجود پوری کوشش کے ان ناولوں کو حاصل نہیں کر سکتے۔

اگر آپ کو یہ کتاب پسند آئی ہے اور آپ استطاعت رکھتے ہیں تو مہربانی فرما کر اس کو خرید کر پڑھئے تاکہ مصنف اور پبلشرز کو مالی فائدہ پہنچ سکے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تبت کا پجاری

ناگ نے اژدہا سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"کیا اس کالے بھوت جادوگر کے ساتھ کوئی بکری بھی تھی؟"۔

اژدہا نے ادب سے سر جھکا کر کہا۔

"ضرور تھی میرے آقا مگر وہ بکری تو بھاگ گئی"۔

"کہاں؟"۔

ناگ نے بے چین ہو کر پوچھا۔

اژدہا بولا۔

"کل رات یہ کالا بھوت اس بکری کو شاید ذبح کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ کہ وہ موقع پا کر فرار ہو گئی۔ ساری رات کالا بھوت اسے تلاش کرتا پھرا۔ مگر وہ اس کے ہاتھ نہ آئی۔"

اژدہا سے ناگ نے پوچھا۔

"کیا تم جان سکتے ہو کہ بکری اس وقت کہاں ہو گی؟"۔

اژدہا نے سر جھکا کر کہا۔

میرے دیوتا! اگر میں زمین کے اندر چلی گئی ہوتی تو میں اسے پاتال کی گہرائی سے بھی نکال کر آپ کے سپرد کر دیتا۔ مصیبت یہ ہے کہ بکری زمین کے اندر نہیں گئی۔ بلکہ زمین کے اوپر کہیں گھوم رہی ہے۔ لیکن آپ اتنے پریشان کیوں ہیں

عظیم دیوتا؟۔

کیا وہ کوئی خاص قسم کی بکری تھی؟۔

"ہاں"۔

ناگ نے کہا۔

"وہ بڑی خاص قسم کی بکری تھی"۔

اتنا کہہ کر ناگ مندر سے باہر آگیا۔

عنبر جنگل میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ جب ناگ کی زبانی اس نے سارا واقعہ سنا تو اس کا منہ لٹک گیا۔ اتنی مصیبتیں سہہ کر اتنا لمبا سفر کر کے وہ یہاں تک پہنچے تھے اور یہاں آ کر معلوم ہوا کہ ماریا وہاں بھی نہیں ہے۔

"ماریا کہاں چلی گئی ہو گی؟"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر نے پوچھا۔

ناگ کچھ سوچ کر بولا۔

ماریا ایک جانور کی شکل میں ہے۔ اس سرد ویران علاقے میں وہ کہاں جا سکتی ہے۔ کسی برفانی چیتے کے ہتھے چڑھ گئی تو وہ اسے کھا جائے گا۔

کسی گڈریے نے بکری لی تو وہ اسے اپنے ریوڑ میں شامل کرے گا اور ہم اسے کبھی نہ پہچان سکیں گے“۔

”پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟“۔

عنبر نے کہا۔

”تلاش۔ تلاش اور تلاش۔ اس کے سوا ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

خدا کا نام لے کر یہاں سے ایک بار پھر ماریا کی تلاش شروع

کرتے ہیں“۔

اور عنبر اور ناگ وہاں سے نکل کر ایک طرف روانہ ہو گئے۔

اب ہم ماریا کا حال معلوم کرتے ہیں۔

کالے بھوت کے چنگل سے نکل کر جب جنگل میں بھاگی تو بھاگتی ہی چلی گئی۔

درختوں جھاڑیوں میں دوڑنے کے بعد ایک جھیل آ گئی۔

بکری نے اس میں چھلانگ لگا دی جھیل کے پار ایک کھوہ میں چھپ گئی۔

رات کا باقی حصہ وہاں گذارنے کے بعد منہ اندھیرے اگلی صبح وہ وہاں سے نکلی اور ایک طرف کو روانہ ہو گئی۔

اسے کوئی خبر نہیں تھا کہ آگے کیا ہے۔ کون سا شہر ہے؟۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

یہ کون سا ملک ہے۔بس وہ کالے بھوت سے آزادی پا کر خوش تھی اور بھاگتی چلی جا رہی تھی۔

برف کے میدان اب ختم ہو گئے تھے۔صرف درختوں پر کہیں کہیں برف بھی دکھائی دے رہی تھی۔

سردی بہت زیادہ تھی۔پہاڑی علاقہ سنگلاخ تھا۔ٹیلے ہی ٹیلے تھے۔جو زمین پر دور تک پھیلے ہوئے تھے۔

بکری چلتے چلتے تھک گئی۔ایک مقام پر اس نے تالاب دیکھا۔جس کے کنارے جھاڑیاں تھیں۔بکری نے پیٹ بھر کر گھاس کھایا پانی پیا اور آرام کرنے ایک درخت کے نیچے لیٹ گئی۔

اتنے میں وہاں ایک گڈریا آیا۔اس نے دور سے دیکھا کہ

ایک بکری درخت کے نیچے پڑی ہے۔پہلے تو وہ سمجھا کہ یہ اس کے اپنے ریوڑ کی بکری ہے۔مگر جب اس نے اپنی بکریاں گنیں تو پوری تھیں۔

مگر جب اس نے اپنی بکریوں سے بالکل الگ تھلگ معلوم ہو رہی تھی۔

گڈریا سمجھ گیا کہ دور دراز کے کسی ریوڑ سے بچھڑ کر یہ بکری وادی میں آ گئی ہے۔اسے پکڑ لینا چاہیے۔

چنانچہ گڈریئے نے رسی کا ایک پھندا بنایا اور اسے آہستہ آہستہ لہراتا بکری کی طرف چلا۔جب وہ قریب آیا تو اس کی آہٹ سے بکری چونک کر بھاگی۔

گڈریئے نے زور سے پھندا اس کی طرف پھینکا۔وہ بکری

کے گلے میں جا پڑا۔ بکری پھنس گئی۔ گڈریئے نے اسے کھینچ لیا اور اپنے ریوڑ میں شامل کرلیا۔

گھر لے جا کر اس نے بکری کو کھلا نہیں چھوڑا۔ بلکہ اسے باندھ کر رکھا۔

بکری یعنی ماریا کچھ کچھ سوچ سکتی تھی۔ اسے بکری ہونے کی وجہ سے لوگوں کی شکلیں آوازیں اور درخت کے پتے پتھر بھی دھندلے دھندلے دکھائی دیتے تھے۔

اسے عنبر اور ناگ کا بالکل خیال نہیں آتا تھا۔ اتنا اسے احساس ضرور تھا کہ وہ انسان تھی اور جادو کے زور سے بکری بن گئی ہے۔

پہلے وہ کہاں تھا؟۔

کس کے ساتھ تھی؟۔

کہاں رہا کرتی تھی؟۔

یہ اسے بالکل یاد نہیں تھا۔

یہ خیال کہ وہ پہلے انسان تھی اور بکری نہیں تھی، اسے بار بار مجبور کرتا تھا کہ وہ بھاگے۔ کسی ایسی جگہ جائے جہاں وہ کوشش کر کے پھر سے انسان بن سکے۔ پس ماریا بکری نے یہاں سے بھی بھاگنے کی کوشش شروع کردی۔

گڈریا ہر وقت اس کے گلے میں رسی باندھے رکھتا تھا۔ وہ بھاگ نہیں سکتی تھی۔ ایک ہفتہ گذر گیا۔ ایک روز دور کسی دیہات سے ایک چپٹی ناک والا آدمی سر پر ٹوپی رکھے، لمبا چغہ پہنے آیا اور گڈریئے سے باتیں کرنے لگا۔

وہ ایک بکری خریدنا چاہتا تھا۔ گڈریئے نے اسے کئی بکریاں

www.urduarsala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دکھائیں۔

چپٹی ناک والے آدمی کی نظر اچانک ماریا بکری پر پڑ گئی۔ وہ اس کے قریب آ گیا۔ جھک کر دیکھنے کے بعد کہنے لگا۔

"اس کے دام کیا ہوں گے؟"۔

گڈریئے نے کہا۔

"دس روپے ہوں گے۔ یہ بڑی خاص بکری ہے۔ اعلیٰ نسل کی ہے"۔

چپٹی ناک والے بھکشو نے دس روپے ادا کر کے بکری خرید لی ۔

اس نے بکری کی رسی تھامی اور اسے اپنے ساتھ ریڑھی پر بٹھا کر پہاڑی راستوں پر چل پڑا۔ سارا دن سفر کرنے کے بعد وہ

شام کے وقت ایک ایسے پہاڑی مقام پر پہنچا جہاں کہیں کہیں پتھروں پر برف جمی تھی۔ درخت بھی بے شمار کھڑے تھے۔

ان کے پتے جھڑ چکے تھے۔ اور کہیں کہیں ٹہنیاں برف سے بوجھل ہو رہی تھیں۔

ایک پتھریلا راستہ درختوں کے نیچے سے جاتا تھا۔ ریڑھی اس راستے پر چلنے لگی۔ ریڑھی کے آگے ایک بادامی ٹٹو جتا ہوا تھا جو آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔

بھکشو نے بکری کی رسی ریڑھی کے ڈنڈے سے باندھ رکھی تھی۔ ماریا بکری نے راستے میں کئی جگہ پر بھاگنے کی کوشش کی مگر وہ رسی کی وجہ سے نہ بھاگ سکی۔

پہاڑی سڑک کے کئی ایک چکر کاٹ کر ریڑھی ایک تکونی

www.urducasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

مندر کی سیڑھیوں کے آگے رک گئی۔

سیڑھیوں کے اوپر چبوترا تھا۔ چبوترے پر دروازہ تھا۔

اس کے اوپر سفید اور سرخ جھنڈے لگے تھے جو ہوا میں پھڑ پھڑا رہے تھے۔ ریڑھی کی آواز سن کر دو تین بھکشو مندر کے اندر سے باہر آ گئے۔

انہوں نے ریڑھی میں بکری بندھی تھی تو بڑے خوش ہوئے۔

"پانگن! تم بڑی اچھی بکری لائے ہو۔ لاما! اس بکری کی قربانی پسند کریں گے"۔

پانگن بھکشو مسکرایا۔

"پورے دس روپے خرچ کیے ہیں میں نے"۔

"مال اچھا مل گیا ہے۔ اسے لے کر اوپر آ جاؤ"۔

پانگن بھکشو نے بکری ماریا کو چبوترے پر کھینچ لیا۔ پھر سارے بھکشوؤں نے باری باری بکری کو ٹٹول کر دیکھا۔

بکری کو مندر کی ایک کوٹھڑی میں جا کر باندھ دیا گیا۔ پانگن نے منہ ہاتھ دھو کر کپڑے بدلے۔ اگربتی سلگا کر ہاتھ میں پکڑی اور مندر کے سب سے بڑے پجاری یعنی لاما سے ملنے اس کے کمرے کے دروازے پر آ کر رک گیا۔

ایک بھکشو باہر پہرہ دے رہا تھا۔ پانگن نے اندر پیغام بھجوایا۔ لاما نے اسے اندر بلا لیا۔

کمرے کے اندر لاما ایک جگہ صندل کی چوکی پر گوتم بدھ کی سونے کی مورتی کے آگے دوزانو بیٹھا عبادت کر رہا تھا۔

دائیں بائیں چاندی کے گلدانوں میں سفید پھول تھے۔ فرش

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پر قالین بچھا تھا۔ چھت سے سونے کے جھاڑ فانوس لٹک رہے تھے۔

دیواروں کے ساتھ الماریوں میں گوتم بدھ کے سونے کے بڑے قیمتی بت اور جواہرات رکھے تھے۔ پالگن اگر بتی اگر دان میں لگا کر ایک طرف خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔

لاما عبادت سے فارغ ہوا۔ اس کی ناک بھی چپٹی تھی۔ چغہ اس کا ریشمی تھا اور بٹنوں کی جگہ ہیرے لگے تھے۔

سر پر موتیوں والی تکونی زرد ٹوپی تھی۔ چہرے پر بڑی نرمی اور شائستگی تھی۔ اس نے اپنی پرکشش آنکھوں سے مسکرا کر پالگن کو دیکھا اور نرم آواز میں کہا۔

قربانی کے لیے بکری مل گئی؟۔

پالگن نے ادب سے سر جھکا کر کہا۔

"جی میرے آقا مل گئی۔ بکری بڑی عمدہ ہے اور صحت مند بھی ہے"۔

لاما اٹھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کی انگلیوں میں کتنی ہی انگوٹھیاں تھیں جن میں قیمتی جواہرات لگے تھے۔

ہماری وادی میں بھیڑیں تو مل جاتی ہیں مگر بکریاں نہیں ملتیں۔ میں نے اسی لیے تمہیں دور علاقوں میں بھیجا تھا۔

مجھے خوشی ہوئی کہ تم ہمارے مہاتما بدھ کی قربانی کے لیے ایک صحت مند بکری لائے ہو۔

پالگن نے گردن جھکا کر ہاتھ سینے پر باندھ کر کہا۔

"یہ میرا فرض تھا میرے آقا"۔

PDF By princeofdump@urdufanz.com

لامانے ایک طشت سے کچھ کٹے ہوئے پھل اٹھا کر پاگن کی طرف پھینکے۔ پھل کے ٹکڑے قالین پر گر پڑے۔

پاگن نے ادب سے شکریہ ادا کیا۔ اور پھر جھک کر اپنے منہ سے سارے پھل اٹھا لیے اور بکری کی طرح الٹے قدموں پر چلتا واپس نکل گیا۔

کیونکہ اس علاقے میں کسی کی جرات نہ تھی کہ وہ لاما کی طرف پیٹھ کر کے چلے۔ لاما کو اس بدھ مندر کا اوتار سمجھتے تھے۔

ماریا بکری ایک کوٹھڑی کی صحن میں بندھی تھی۔ اس کے کان میں یہ بھنک پڑ گئی تھی کہ اسے یہاں قربان کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔

ماریا بکری بہت پریشان تھی۔ اور وہاں سے بھاگنے کے

طریقوں پر اپنے حیوانی دماغ میں غور کر رہی تھی۔

جانور ہونے کی وجہ سے اس کے شعور میں پختگی نہیں تھی۔ وہ ذرا سوچتی اور پھر بھول جاتی اور گھاس کھانے لگتی۔ جانور ہونے کی وجہ سے اسے موت کا خوف نہیں تھا۔

انسان ہونے کی وجہ سے وہ کسی وقت پریشان ہو کر اٹھ کھڑی ہوتی اور چاروں طرف دیکھنے لگتی۔

وہاں سے فرار بہت مشکل تھا۔

دن میں اسے تین بار گھاس ڈالا جاتا۔ کتنے ہی پجاری اسے آ کر دیکھتے۔ ٹٹولتے اور ایک دوسرے سے کہتے۔

"بڑی صحت مند بکری ملی ہے اس بار"۔

یہ آوازیں ماریا کو صاف صاف سنائی دیتی تھیں اور خوف زدہ

www.urdurasala.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

کرتی تھیں۔

ایک دو بار اس نے رسی تڑانے کی کوشش بھی کی مگر ناکام رہی۔ آخر قربانی کی رات آ گئی۔

چاند نکلا ہوا تھا۔ مندر کو صندل ملے پانی سے دھویا گیا۔

بہت دودھ مکھن ڈالا گیا۔ بکری کو خوب مل کر نہلایا گیا۔ اس کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے گئے۔ اس کی گردن پر صندل سے نشان لگایا کہ یہاں سے گردن کاٹی جائے گی۔

ماریا کی جان نکلی جا رہی تھی۔ اب اسے پورا احساس تھا کہ اسے قتل کرنے کے لیے قربانی کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں۔

قربانی سے پہلے آخری دیدار کے لیے بکری کو لاما کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

پانگن بکری ماریا کو لے کر لاما کے کمرے میں لے گیا۔

لاما بڑے شاندار نئے کپڑے پہن کر عبادت میں مصروف تھا۔ پانگن بکری کو لے کر دیوار کے ساتھ لگ کر ادب سے بیٹھ گیا۔

اچانک لاما نے عبادت کرتے کرتے محسوس کیا کہ کمرے میں کوئی عورت بھی موجود ہے۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ کمرے میں پانگن اور بکری کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔

لاما پریشان ہو گیا۔ مندر میں کسی عورت کا داخل ہونا منع تھا۔

عورت کمرے میں کوئی نہیں تھی مگر لاما کو عورت کی بو محسوس ہو رہی تھی۔ وہ عبادت سے اکھڑ گیا۔ اس نے سوچا کہ شاید یہ بکری کی بو ہے۔

PDF By: princeofdhump@urdufanz.com
www.urdu...ala.com

مگر اسے عورت کے بالوں کی بو صاف طور پر محسوس ہو رہی تھی۔اس نے آنکھیں کھول دیں۔اٹھ کر پاگن کے قریب آیا۔

بکری کے پاس آتے ہی عورت کی بو تیز ہوگئی۔لاما گھبرا سا گیا۔اس نے دو قدم پیچھے ہٹ کر بکری کو غور سے دیکھا۔

پاگن ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

"آقا! آپ کے آخری آشیر باد کے لیے بکری کو لایا ہوں"۔

مگر لاما اپنے خیالوں میں گم تھا۔اس نے پاگن سے پوچھا۔

"پاگن! اس بکری کو کہاں سے لائے ہو؟"۔

"حضور! وادی کے ایک گڈریئے سے خرید کر لایا ہوں"۔

"اس نے یہ بکری کہاں سے لی تھی؟"۔

پاگن نے سر ذرا سا ٹیڑھا کر کے کہا۔

میرے آقا! اس کے ریوڑ کی بکری تھی۔مگر سب سے الگ باندھ کر رکھی تھی۔اس نے کہا تھا کہ ایسی بکری میرے سارے ریوڑ میں نہیں ہے۔جب ہی تو اس کی قیمت بھی زیادہ تھی۔

لاما گہری سوچ میں گم تھا۔عورت کے بالوں کی تیز بو برابر اس کے نتھنوں میں آ رہی تھی۔لاما کا ذہن چکر کھا رہا تھا۔

اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔کیا اس بکری پر کسی چڑیل کا آسیب ہے؟۔

اگر ایسی بات ہوتی تو بکری مندر میں داخل ہوتے ہی تڑپ کر مر جاتی۔کیونکہ مندر میں کوئی بھی حیوان یا جن بھوت بری نیت سے نہیں آ سکتا تھا۔پاگن نے لاما کو اپنے خیالوں میں گم دیکھا تو

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سر جھکا کر بولا۔

"حضور! کیا اس بکری کو آشیرباد نہ دیں گے؟"۔

"اوہ ہاں۔ ہاں"۔

لاما جیسے چونک پڑا۔ پھر اس نے بکری کے سر پہ ہاتھ رکھ کر آشیرباد دینے کی کوشش کی مگر اس کا ہاتھ آگے نہ بڑھتا تھا۔ کیونکہ آشیرباد دینے کے بعد بکری کو جاتے ہی دیوتا کے بت کے آگے کاٹ کر رکھ دینا تھا۔ کوئی شے لاما کو آشیرباد دینے سے روک رہی تھی۔

اس نے ہاتھ کھینچ کر کہا۔

"بکری کو یہاں باندھ کر تم جاؤ پاگلن! میں تھوڑی دیر بعد آشیرباد دوں گا"۔

پاگلن لاما کو تعجب سے تکتا ہوا باہر نکل گیا۔

کیونکہ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ قربانی کا وقت آن پہنچا۔ بکری ابھی تک لاما کے کمرے میں تھی۔ پجاری اور بھکشو جمع ہو کر لاما کے کمرے کے باہر جا کر ادب سے جھک کر کھڑے ہو گئے۔ وہ قربانی میں دیر ہونے کی وجہ معلوم کرنے آئے تھے۔ کیونکہ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

پاگلن نے اجازت لی اور لاما کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے دیکھا کہ بکری تخت کے پاس بندھی ہے اور لاما بدھ کے بت کے آگے سر جھکائے گہری سوچ میں گم ہے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے اپنی آنکھیں کھول کر پاگلن کو دیکھا۔

پاگلن نے سر جھکا کر کہا۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

”میرے آقا! قربانی کا وقت جا رہا ہے“۔

لاما نے آنکھیں جھکا لیں۔ کوئی جواب نہ دیا۔ اٹھ کر آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر پاگلن کی طرف دیکھ کر کہا۔

”پاگلن! بکری کو قربانی کے لیے لے جاؤ“۔

پاگلن نے خوشی سے سر جھکایا اور بکری کھولنے لگا۔ رسی کھول کر اس نے بکری کو کندھے پر اٹھایا اور باہر لے آیا۔

دوسرے پجاریوں نے بکری کو دیکھا تو خوشی سے ان کے چہرے کھل گئے۔

قربانی کی رسم ادا ہونی شروع ہو گئی۔ بکری کو بدھ کے ایک بت کے آگے پتھر کے ستون کے ساتھ باندھ کر کھڑا کر دیا گیا۔

موٹا پجاری چھرا ہاتھ میں لے کر بکری کے سر پر کھڑا ہو گیا۔ وہ

بھکشو کے اشارے کا انتظار کر رہا تھا۔

بھکشو بدھ کے بت کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھا تھا۔

ماریا کی ٹانگیں لرز رہی تھیں۔ اسے اپنی موت کا یقین ہو گیا تھا۔ اگرچہ وہ بکری بنی ہوئی تھی مگر موت کے قریب پہنچ کر اس کا انسانی شعور بیدار ہو گیا تھا۔ اس نے عنبر اور ناگ کو بہت یاد کیا۔

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مگر اس کے آنسو دیکھنے والا وہاں کوئی نہیں تھا۔

جلاد پجاری انتظار کر رہا تھا کہ بھکشو اشارے کرے اور وہ بکری کی گردن پر چھری مار کر اڑا دے۔ اور بھکشو بت کے قدموں میں بیٹھا تھا۔ اس کے ماتھے پر پسینہ آیا ہوا تھا۔

کیونکہ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک سیاہ کالا سانپ پھن

PDF BY: princeofthump@urdufanz.com

پھیلائے بت کے پاؤں کے نیچے سے نکل کر اسے لال لال خونخوار آنکھوں سے گھور رہا تھا۔

یہ سانپ مندر کے نیچے رہتا تھا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ لوگ جس بکری کی گردن اڑا رہے ہیں وہ سانپوں کے دیوتا ناگ دیوتا کی بہن ہے۔

جسے جادو کے زور سے بکری بنا دیا گیا ہے پس وہ اپنے بل میں سے نکل آیا تھا اور اس نے بھگشو کو اپنے سامنے پتھر کر رکھا تھا۔ کیونکہ جب تک یہ بھگشو اشارہ نہ کرتا موٹا پجاری چھرا نہیں چلا سکتا تھا۔

پجاری نے بھگشو کی طرف دیکھا کہ وہ اشارہ کیوں نہیں کر رہا۔

ٹھیک اسی وقت سانپ نے کھوہ میں سے نکل کر بھگشو کے سینے پر ڈس دیا۔ اس سانپ کا زہر اس قدر تیز تھا کہ بھگشو ہائے بھی نہ کر سکا اور لڑھک کر مر گیا۔

پجاری گھبرا کر بکری کی گردن پر وار کرنے والا تھا کہ سانپ نے دوسرا حملہ پجاری پر کر دیا۔

دونوں کو مرتا دیکھ کر دوسرے پجاری خوف کے مارے بھاگ نکلے۔

پاگلن اپنی جگہ پر حیران پریشان کھڑا تھا۔ جو کچھ ہوا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

سانپ اپنا کام کر کے غائب ہو چکا تھا۔ بکری ایک طرف کو بھاگی تو پاگلن اس کے پیچھے پیچھے بھاگا۔ بکری سیدھی لاما کے

www.urdurasaz.com
PDF By princeofdrump@urdufanz.com

کمرے میں جا گھسی۔

اس وقت لاما عبادت میں مصروف تھا۔ بکری اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

لاما نے چونک کر اسے دیکھا۔ عورت کے بالوں کی تیز خوشبو اب بہت زیادہ آ رہی تھی۔

ٹھیک اس وقت بدھ کے بت میں سے ایک شعاع نکلی اور بکری کے سر پر پڑی۔

شعاع کے پڑتے ہی بکری ایکدم سے نہ جانے کہاں غائب ہو گئی۔ انسان کے روپ میں آتے ہیں ماریا خدا کا شکر بجا لائی اور اس نے لاما سے کہا۔

"میں آپ کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ کے مندر میں آ

کر مجھے پھر سے انسانی زندگی ملی"۔

لاما نے سر جھکا کر پوچھا۔

"بہن! تم کون ہو اور تمہیں کس نے انسان سے بکری بنا دیا تھا؟"۔

ماریا نے لاما کو ساری کہانی کھول کر سنائی۔

لاما بڑی خاموشی سے ماریا کی باتیں سنتا رہا پھر بولا۔

"لیکن بہن تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ تم غائب کیونکر ہو گئیں؟"

ماریا کہنے لگی۔

"یہ اب میرے اختیار میں نہیں رہا۔ مجھے آج سے ہزاروں برس پہلے ایک جادوگرنی نے جادو کے زور سے غائب کر دیا تھا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اور کہاں تھا کہ تم پھر سے انسانی شکل میں کسی کو نظر نہیں آؤ گے"۔

لاما خاموش تھا۔ چہرے پر سنجیدگی تھی۔

"بہن ماریا! اب تم کیا چاہتی ہو؟ اگر تم چاہو تو ساری زندگی اس مندر میں سکون سے بسر کر سکتی ہو؟۔ مجھے اپنا بڑا بھائی سمجھو۔ یہاں تمہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

ماریا نے کہا۔

بہت بہت شکریہ بھیا! مگر مجھے اپنے دو بھائیوں کو تلاش کرنا ہے۔

ایک کا نام ناگ ہے اور دوسرے کا نام عنبر ہے۔ ہم تینوں ہزاروں سالوں سے زندہ ساتھ ساتھ چلے آ رہے ہیں۔

لاما نے پوچھا۔

"کیا کبھی موت تمہارے قریب سے نہیں گذری؟"۔

ماریا بولی۔

"موت ہمارے قریب سے کبھی کبھی گذری ضرور مگر ہم مر نہیں سکے"۔

"تم لوگوں نے تو تاریخ کے بڑے بڑے تماشے دیکھے ہوں گے۔ بڑے بڑے بادشاہوں کی سلطنتیں دیکھی ہوں گی"۔

ماریا نے کہا۔

"ہاں لاما بھائی! ہم نے فرعون مصر کے جلوس کو مصر کے بازاروں سے گذرتے دیکھا ہے۔ ہم نے رومی بادشاہوں کو لوگوں پر ظلم کرتے دیکھا ہے۔ ہم نے کولمبس کو امریکہ دریافت کرتے دیکھا ہے"۔

www.urdusaala.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

لاما بڑی گہری توجہ سے ماریا کی باتیں سن رہا تھا۔

"کیا تم لوگوں کو بھوک نہیں لگتی؟ سردی گرمی نہیں لگتی؟"۔

ماریا نے کہا۔

اگر ہم چاہیں تو کئی کئی روز تک کھائے پیے بغیر رہ سکتے ہیں۔

مجھے اور ناگ کو سردی گرمی کا تھوڑا بہت احساس ہوتا ہے۔

مگر ہمارے بھائی عنبر کو بالکل سردی نہیں لگتی؟۔ ہم دونوں کو موت کا ڈر بھی رہتا ہے۔ مگر عنبر پر دنیا کی کوئی تلوار، کوئی آگ اثر نہیں کر سکتی۔

"میری بڑی خواہش ہے کہ میں ناگ اور عنبر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں"۔

ماریا اداس ہو گئی کہنے لگی۔

"خدا جانے وہ بے چارے گرین لینڈ یا سوئٹزرلینڈ میں میری تلاش میں کہاں مارے مارے پھر رہے ہوں گے۔ مجھے ان کی تلاش میں جانا ہے۔ اس لیے میں آپ سے اجازت لوں گی"۔

لاما کہنے لگا۔

میرا تو دل نہیں چاہتا کہ تم جیسی بہن کو اپنے سے جدا کروں مگر تم کہتی ہو کہ تمہارے بھائی تمہاری جدائی میں بے قرار ہوں گے۔ اس لیے مجبور ہو کر میں تمہیں اجازت دیئے دیتا ہوں۔ تم آج کی رات آرام کرو۔

صبح منہ اندھیرے میں تمہیں خود رخصت کر دوں گا۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔

لاما نے ماریا کو ساتھ لیا اور ایک کوٹھڑی میں لے جا کر کہا۔

www.urduzala.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

"تم یہاں آرام سے رات بسر کر سکتی ہو۔ میں خود تمہارے لیے کھانے پینے کی چیزیں لے کر آتا ہوں"۔

لاما چلا گیا۔

یہ سارا ماجرا پجاری پاگلن دیکھ رہا تھا۔ بلکہ سن رہا تھا۔ لاما اسے نظر آ رہا تھا مگر ماریا اسے نظر نہیں آ رہی تھی۔

وہ اس بات پر حیران بھی تھا کہ بکری ایک دم غائب ہو کر عورت بن گئی ہے اور وہ عورت بن کر نظر بھی نہیں آ رہی۔

اس نے ماریا کی باتیں بھی سن لی تھیں کہ اس کے دو بھائی عنبر اور ناگ بڑی خفیہ طاقت کے مالک ہیں اور اس کی تلاش میں ہیں۔

پاگلن وہاں سے کھسک گیا۔

اسی مندر کے شمال میں پہاڑی کے دامن میں ایک دوسرا مندر تھا۔

جس کی کھوہ میں پاگلن کا ساتھی ایک شیطان صفت پجاری رہتا تھا۔

پاگلن نے جا کر اس کو سارا ماجرہ کہہ سنایا۔ وہ پاگلن کی زبانی ماریا کے بارے میں سن کر بڑا حیران ہوا۔ اس نے پاگلن سے کہا۔

"اگر کسی طرح اس عورت ماریا کو قابو کر لیا جائے تو ہم اس سے بڑا کام لے سکتے ہیں"۔

پاگلن نے کہا۔

"وہ غائب رہتی ہے۔ تم اسے کیسے پکڑ سکتے ہو"۔

"یہی تو سوچنے کی بات ہے۔ بہر حال میں چاہتا ہوں کہ کل

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

صبح جب وہ سفر پر روانہ ہو تو میں بھی اس کے ساتھ جاؤں اور راستے میں اسے کسی طرح قابو میں لانے کی کوشش کروں"۔

جیسے تمہاری مرضی۔ میں نے تمہیں آ کر خبر دی ہے۔ اگر کچھ کر سکتے ہو تو کر لو۔ یہ موقع پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔

اتنا کہہ کر پانگن واپس چلا گیا۔

ماریا جیل میں

ابھی دن نہیں نکلا تھا کہ ماریا کی کوٹھڑی پر دستک ہوئی۔

ماریا نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور دیکھا کہ سامنے لاما کھڑا تھا۔

لاما نے کہا۔

"آپ آ گئے؟"۔

لاما بولا۔

"ہاں بہن! تمہیں سفر کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔ میں نے

www.urdurasala.com
PDF By princeoldhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

خاص طور پر تمہارا بندوبست کیا ہے۔"

پچاس آدمیوں کا ایک قافلہ یہاں سے کھالیں اور چربی لے کر سمرقند کی طرف جا رہا ہے تم ایک گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے ساتھ سفر کر سکتی ہو۔

ماریا نے کہا۔

"شاید آپ کو یاد نہیں رہا کہ میں جس گھوڑے پر سفر کروں گی وہ گھوڑا بھی میرے ساتھ ہی غائب ہو جائے گا"۔

لاما مسکرایا۔

میں جانتا ہوں بہن! تم بے شک غائب گھوڑا پر سفر کرنا۔ لوگ جب تمہیں اور تمہارے گھوڑے کو دیکھ ہی نہیں سکیں گے تو کسی کو کیا شک پڑے گا۔

ہاں اس وقت البتہ تمہیں احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ کیونکہ اس وقت تمہارا خالی گھوڑا لوگ دیکھ سکیں گے۔

ماریا نے کہا۔

"اس کا کچھ نہ کچھ انتظام میں کراوں گی"۔

لاما نے ماریا کو ساتھ لیا اور ایک جگہ باہر آ کر اسے دور سے دکھایا کہ ایک سرائے کے باہر کچھ لوگ گھوڑوں پر سامان لاد رہے تھے یہ سفر کی تیاریاں تھیں۔

لاما نے کہا۔

جب تم سرائے کے پیچھے پہنچو گی تو وہاں تمہیں ایک گھوڑا ملے گا۔ تم اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس قافلے کے ساتھ سفر کر سکو گی۔ تمہیں اس قافلے کے ساتھ ساتھ رہنا ہوگا۔ کیونکہ اگر تم اس

www.urdurasala.com
PDF By princeofdkump@urdufanz.com

قافلے سے بچھڑ گئیں تو تم برف کے میدانوں میں بھٹک جاؤ گی۔

ماریا نے کہا۔

"میں قافلے کے ساتھ ہی سفر کروں گی۔ آپ بالکل فکر نہ کریں"۔

ماریا نے لاما کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور سرائے کی طرف روانہ ہو گئی۔

جب وہ سرائے کے پیچھے آئی تو وہاں ایک گھوڑا کھڑا تھا۔ ماریا اس پر سوار ہو گئی۔ اس کے سوار ہوتے ہی گھوڑا بھی غائب ہو گیا۔

ایک بوڑھا بھکشو ذرا فاصلے پر اپنے مکان کی کھڑکی میں سے باہر دیکھ رہا تھا۔ اس نے جو ایک گھوڑے کو اپنی جگہ سے اچانک

غائب ہوتے دیکھا تو چکرا گیا۔

اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر دوبارا گھوڑے کو دیکھنے کی کوشش کی مگر گھوڑا وہاں بالکل نہیں تھا۔ پریشان ہو کر اس نے کھڑکی بند کر دی۔ اور بدھ کے بت کے آگے جھک گیا۔

ادھر پالکن کا شیطان صفت پجاری بھی قافلے والوں کے ساتھ موجود تھا اور سفر کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اس کی نگاہیں ماریا کے گھوڑے کو تلاش کر رہی تھیں۔

اس کا خیال تھا کہ ماریا جس گھوڑے پر بیٹھی ہو گی وہ گھوڑا خالی ہو گا اور اس طرح سے وہ ماریا کے گھوڑے کو پہچان لے گا۔

مگر وہ یہ بات بھول گیا تھا کہ ماریا جس گھوڑے پر بیٹھے گی، وہ گھوڑا بھی اس کے ساتھ ہی غائب ہو جائے گا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdrump@urdufanz.com

اب وہ پریشان ہو گیا۔ پھر بھی اس نے ہمت نہ ہاری اور قافلے کے ساتھ سفر کرنے کے فیصلے پر ڈٹا رہا۔

اسے امید تھی کہ راستے میں کہیں نہ کہیں تو وہ ماریا کی ٹوہ لگا ہی لے گا۔

تبت کے برفانی میدانوں پر سورج کی روشنی چمکنے لگی تھی۔ قافلہ جانے کے لیے بالکل تیار تھا۔ ماریا نے اپنا گھوڑا سب سے پیچھے لگا لیا تھا۔

قافلہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ ماریا نے بھی اپنا گھوڑا ساتھ ساتھ چلانا شروع کر دیا۔ پجاری بھی قافلے میں سفر کر رہا تھا۔

وہ مکار آنکھوں سے قافلے میں چاروں طرف بڑے غور سے

دیکھ رہا تھا۔ مگر اسے کوئی ایسا گھوڑا نظر نہیں آ رہا تھا جو خالی ہو۔ ماریا تو خیر اسے کبھی دکھائی دے ہی نہیں سکتی تھی۔ اس وقت تو اسے گھوڑا بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

سارا دن یہ چھوٹا سا قافلہ برفانی راستوں پر سفر کرتا رہا۔ دوپہر کو ایک جگہ رک کر قافلے والوں نے کھانا کھایا۔ آرام کیا اور پھر سفر پر روانہ ہو گیا۔

رات کو قافلے نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔

خیمے لگا دیئے گئے۔ برف پر ایک جگہ گھوڑے باندھ دیئے گئے۔

آگ کا الاؤ روشن ہو گیا۔ چربی کے تیل خیموں میں روشنی کرنے لگے۔ کھانا تیار ہونا شروع ہو گیا۔ ماریا بھی گھوڑے سے

www.urduraala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اتر کر ایک خیمے کے اندر چلی گئی۔

اس نے گھوڑا دوسرے گھوڑوں کے ساتھ باندھ دیا۔ ٹھیک اس وقت پجاری کی نظر گھوڑے پر پڑ گئی۔ اس نے دیکھا کہ ایک خالی گھوڑا اپنے آپ دوسرے گھوڑے پر ماریا سوار ہے۔ اس نے سوچا اور خالی گھوڑے کے قریب جا کر اسے غور سے دیکھنے لگا۔

مگر ماریا تو ایک خیمے میں جا چکی تھی۔

پجاری کو اب یقین ہو گیا کہ ماریا قافلے کے ساتھ سفر کر رہی ہے۔ ادھر ماریا جس خیمے میں جا گھسی تھی وہاں ایک گول مٹول موٹا کپا ایسا تبتی مہاجن برف پر بچھی کھالوں پر آرام کر رہا تھا۔

خیمے میں کافی جگہ تھی۔ ماریا چپکے سے ایک کونے میں جا کر لیٹ گئی۔

موٹے مہاجن کو معلوم ہی نہ ہوا کہ اس کے خیمے میں ایک عورت آ کر بڑے آرام سے کونے میں لیٹ گئی ہے۔

خیمے میں ایک دیا جل رہا تھا۔ موٹا مہاجن بھاری لحاف اوڑھے کونے میں پڑا تھا اور جاگ رہا تھا۔ جانے کہاں سے ہوا آئی اور دیا بجھ گیا۔

ماریا نے سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اندھیرے میں مہاجن سے ٹکرا جائے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اٹھ کر دیا جلا دیا جائے۔

مہاجن تو سو رہا ہے۔ پس ماریا چپکے سے اٹھی۔ دیئے کے پاس گئی۔ جیب سے ماچس نکال کر دیا جلایا اور اپنی جگہ پر آ کر لیٹ گئی۔

موٹا مہاجن اٹھ کر دیا جلانے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کر دیا اپنے آپ جل گیا۔ مہاجن کی چیخ حلق میں ہی پھنس گئی۔

اس نے اپنی پھٹی پھٹی آنکھوں کے سامنے دیکھا کہ کسی غیبی روح نے ماچس جلا کر دیا جلا دیا ہے۔ وہ خوف سے کانپنے لگا۔

اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ خیمے سے نکل کر باہر بھاگ جائے۔

اس کے دانت بجنے لگے۔ آخر وہ اٹھا اور چیخ مار کر بھوت بھوت کہتا باہر بھاگ گیا۔ اس نے ساری واردات لوگوں کو جا کر سنائی۔

سب اس کی بات پر ہنسنے لگے۔ کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

سب نے یہی کہا۔

"موٹا بھنگ پی گیا ہے"۔

لیکن پجاری کا ماتھا ٹھنکا۔ سمجھ گیا کہ غیبی عورت ماریا مہاجن کے خیمے میں ہے۔

پس وہ پیچھے سے ہو کر مہاجن کے خیمے کے دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔

ماریا نے باہر کسی کے قدموں کی چاپ سنی تو ہوشیار ہو گئی۔ کم بخت اب کون اس کی نیند خراب کرنے آ گیا تھا۔

پجاری چپکے سے خیمے کے اندر آ گیا اور بولا۔

"ماریا؟"۔

ماریا کی جان ہوا ہو گئی۔ اس اجنبی کو اس کے نام کا کیسے پتہ چل گیا؟۔

اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ میں غائب ہوں۔ اور اس خیمے میں

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

لیٹی ہوں اور میرا نام ماریا ہے؟۔

ماریا پریشان ہوگئی۔ سمجھ نہ سکی کہ اس اجنبی کے سوال پر کچھ کہے یا خاموش رہے۔

پجاری نے مسکرا کر کہا۔

ماریا! مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم ماریا ہو۔ تم کئی ہزار سال سے زندہ ہو اور غائب کر دی گئی ہو اور تم اپنے بھائی عنبر اور ناگ کی تلاش میں ہو۔

میں تمہارا ہمدرد بن کر آیا ہوں اور تمہارے بھائیوں کی تلاش میں تمہیں مدد دینا چاہتا ہوں۔

ماریا نے کہا۔

”لیکن تمہیں کیوں کر معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں“۔

پجاری مسکرایا۔

خدا کا شکر ہے کہ تم نے میری بات کا جواب دے کر یہ تو ثابت کر دیا ہے کہ تم اسی خیمے میں ہو۔ اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مجھے کیوں کر معلوم ہوا۔

بات یہ ہے کہ جب تم لاما سے باتیں کر رہی تھیں تو میں بھی وہاں موجود تھا میں اس ملک کا جادوگر ہوں۔

جادوگر کا نام سن کر ماریا کے جسم میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔

کہیں یہ بدبخت بھی تو اسے جادو کے زور سے بکری تو نہیں بنانے آیا؟۔

اس نے کہا۔

”میرا جادوگروں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ برائے مہربانی تم

www.urdupdfsala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اپنا راستہ لو"۔

پجاری کہنے لگا۔

"ماریا بہن! تم اکیلی ہو۔ میں ناگ اور عنبر کی تلاش میں تمہاری مدد کروں گا۔ تم عورت ذات ہو۔ اکیلی سفر کرنے میں تمہیں لاکھ خطرے ہوں گے"۔

ماریا نے کہا۔

"میں ہزاروں سال سے اکیلی سفر کر رہی ہوں۔ میں نے بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کی ہیں۔ مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے"۔

پجاری کو محسوس ہوا کہ جادوگر کہہ کر اس نے غلطی کی ہے۔

چنانچہ کہنے لگا۔

"میں بڑا جادوگر نہیں ہوں ماریا۔ میں تو جادو کے زور سے

لوگوں کے دکھوں کے علاج کرتا ہوں۔ لوگوں کی بھلائی کے لیے اپنے جادو کو استعمال کرتا ہوں"۔

ماریا سوچ میں پڑ گئی کہ یہ شخص اس سے کیوں ہمدردی کر رہا ہے۔

کیوں کہ اس دنیا میں ایسے لوگ بہت کم ہیں جو بغیر کسی غرض کے ہمدردی جتاتے ہیں۔ مگر یہ تو پیچھا نہیں چھوڑ رہا۔

ماریا تنگ آ کر بولی۔

"اچھا بھئی اگر تم میری مدد کرنا چاہتے ہو تو کیا کر سکتے ہو؟ کیا تم جادو کے زور سے یہ پتہ کر سکتے ہو کہ اس وقت ناگ اور عنبر کہاں ہیں؟"۔

اب یہ پجاری کے لیے کٹھن وقت تھا۔ ماریا نے اسے امتحان

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

میں ڈال دیا تھا۔

کہنے لگا۔

"کیوں نہیں؟ میں ابھی تمہیں بتا سکتا ہوں۔"

پجاری نے آنکھیں بند کر لیں اور جھوٹ موٹ کوئی چند ایک منتر پڑھنے کے بعد آنکھیں کھول کر بولا۔

"تمہارے دونوں بھائی اس وقت ایک ایسے جنگل میں سفر کر رہے ہیں جو جنگلی درندوں سے گھرا ہوا ہے۔"

ماریا نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"وہ جنگل کہاں ہے؟ کس ملک میں ہے؟"

"ابھی بتاتا ہوں۔"

پجاری نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں اور منتر پڑھنے لگا۔

کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھول کر کہا۔

"یہ جنگل یہاں سے ایک ہزار میل جنوب میں ہے۔"

ماریا بولی۔

"مگر ہم تو شمال کی طرف جا رہے ہیں۔"

پجاری نے تیر نشانے پر لگتا دیکھا تو جھٹ بولا۔

"یہی تو میں بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تم اس قافلے کے ساتھ شمال کی جانب سفر کرتی رہیں تو ساری زندگی عنبر اور ناگ کو نہ مل سکو گی۔"

"تو پھر میں کیا کروں؟"

ماریا نے اداس لہجے میں کہا۔

پجاری بولا۔

www.urdudata.com
PDF By princeofdkump@urdufanz.com

اگر تم کو پسند ہو تو میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔ ہم اس قافلے کو اسی جگہ چھوڑ دیتے ہیں اور جنوب کی طرف سفر شروع کرتے ہیں۔

میرا جادو کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ یہاں سے ایک ہزار میل کے فاصلے پر جنوب میں ایک دریا بہتا ہے جس کے دونوں کناروں پر گھنے جنگل ہیں۔

میں عنبر اور ناگ کو دریا کے بائیں کنارے کے جنگل میں دیکھ رہا ہوں۔

ماریا نے پوچھا۔

"اگر ہم آج سے سفر شروع کر دیں تو کب وہاں تک پہنچ سکیں گے؟ کیا ہمارے پہنچتے پہنچتے عنبر اور ناگ آگے نہیں نکل

جائیں گے؟"۔

پجاری نے کہا۔

"آخر وہ کتنی دور آگے نکل جائیں گے؟ ہم بھی تو ان کے پیچھے پیچھے سفر کر رہے ہوں گے۔ کہیں نہ کہیں تو جا کر انہیں پکڑ ہی لیں گے"۔

ماریا نے حامی بھرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے ساتھ سفر کرنے پر تیار ہوں۔ ہم صبح یہاں سے نکل چلیں گے"۔

پجاری بولا۔

"صبح منہ اندھیرے ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ تاکہ دوسروں کو پتہ نہ چل سکے۔ میں منہ اندھیرے آؤں گا۔ تم تیار رہنا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"خدا حافظ!"۔

پجاری ماریا کو تیار کر کے چلا گیا۔ وہ بڑا خوش قسمت تھا کہ تیر ٹھیک نشانے پر لگا۔

تھوڑی دیر بعد موٹا مہاجن بھی لیمپ ہاتھ میں لیے دوسرے آدمیوں کے ساتھ ڈرتا ڈرتا خیمے کے پاس آ گیا۔

"اس خیمے کے اندر بھوت ہے"۔

پجاری گھبرا گیا کہ کہیں ماریا کا راز فاش نہ ہو جائے۔ جلدی سے سامنے آ کر بولا۔

"بھائیو! یہ شخص خواب میں ڈر گیا ہے۔ بھوت کوئی نہیں ہے۔ آؤ میں اندر چل کر تمہیں دکھاتا ہوں"۔

پجاری چند آدمیوں کو خیمے میں لے گیا۔ دیا جل رہا تھا۔ خیمہ

بالکل خالی تھا۔

"دیکھ لیں۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ یہاں کوئی بھی نہیں ہے"۔

مہاجن پکار اٹھا۔

"بھائیو! میں سچ کہتا ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے بھوت کو دیا جلاتے دیکھا ہے"۔

ایک آدمی نے پوچھا۔

"بھوت کی شکل و صورت کیسی تھی؟"۔

مہاجن بولا۔

"وہ تو غائب تھا"۔

لوگوں نے غصے میں کہا۔

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdufanz.com

"غائب تھا تو تمہیں نظر کیسے آ گیا۔ چلو اندر جا کر سو جاؤ اور ہمیں پریشان نہ کرو"۔

پجاری نے سوچا کہ یہ کم بخت خیمے میں چلا گیا تو ماریا کو پریشان کرے گا اور ڈر کر پھر باہر بھاگ جائے گا۔

کیوں نہ اسے اپنا خیمہ دے دیا جائے۔

پجاری نے کہا۔

"مہاجن بھیا! تم ایسا کرو کہ میرے خیمے میں جا کر سو جاؤ، میں تمہارے خیمے میں سو جاتا ہوں۔ مجھے بھوت کچھ نہیں کہتا"۔

"بالکل ٹھیک ہے۔ بالکل ٹھیک ہے"۔

پجاری ماریا کے خیمے میں آ کر لیٹ گیا۔ اس نے ماریا کو آواز دے کر کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By: princeofthump@urdufanz.com

"ماریا سو گئیں؟"۔

کوئی جواب نہ آیا۔ ماریا شاید سو گئی تھی۔

ساری رات پجاری اپنے منصوبوں پر غور کرتا رہا اس کا پروگرام یہ تھا کہ ماریا کو جنوب میں دریا کے کنارے لے جا کر وہاں کے راجہ کے پاس بیچ دیا جائے۔

راجہ کا نام ڈیانگ سن تھا۔ اس کے ہاں لڑکا نہیں تھا۔ سب لڑکیاں ہی تھیں۔

اسے یہ غم تھا کہ اس کی موت کے بعد اس کی سلطنت ختم ہو جائے گی۔ اور کوئی اس کا نام چلانے والا نہیں ہوگا۔

دربار کے نجومی نے اسے کہا تھا۔

اے راجہ! اگر تو کسی ایسی عورت کو حاصل کرے جو نظر نہ آتی

www.urdurasala.com

ہو۔ پھر تو اس کا سر کاٹ کر شمشان بھومی میں لے جا کر آگ میں جلا کر راکھ کر دے اور اس کی راکھ تھوڑی سی اپنی رانی کو دریا کے پانی کے ساتھ کھلا دے تو تیرے ہاں چاند ایسا لڑکا پیدا ہوگا۔

چونکہ تو ایسا نہیں کر سکتا اس لیے لڑکے کا خیال دل سے نکال دے۔

راجہ نے ڈونڈی پٹوا دی تھی کہ اگر کوئی اسے ایسی عورت لا کر دے دے جو کسی کو دکھائی نہ دیتی ہو تو وہ اسے آدھی سلطنت دے دے گا۔

لوگ ہنستے تھے۔ کیونکہ کسی کو یقین نہیں کہ دنیا میں کوئی ایسی عورت بھی ہے جو کسی کو نظر نہیں آتی۔

صبح ہوئی تو پچاری نے ماریا کو آواز دے جگا دیا۔

”بہن ماریا! اب ہمیں یہاں سے اپنے سفر پر نکل چلنا ہے۔ جلدی سے اٹھ کر تیار ہو جاؤ۔ باہر دونوں گھوڑے تیار کھڑے ہیں“۔

ماریا اٹھ کر بیٹھ گئی۔

”کیا دن چڑھ آیا ہے؟“۔

پچاری بولا۔

”ہاں بہن ماریا! بس کوئی دم میں دن نکلنے ہی والا ہے۔ ہمیں سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے یہاں سے نکل جانا چاہیے“۔

پچاری بڑی میٹھی زبان میں بات کرتا تھا۔ ماریا اس کی چکنی چپڑی باتوں میں آ گئی تھی۔

اٹھ کر جلدی سے تیار ہوگئی۔ خیمے سے باہر آ کر اس نے دیکھا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کہ دو گھوڑے تیار کھڑے ہیں۔ ایک گھوڑے پر سفر کا ضروری سامان اور کھانے پینے کی چیزیں لدی ہوئی ہیں۔

"تم چاہے جس گھوڑے پر سوار ہو جاؤ"۔

ماریا سفید رنگ کے گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ پجاری کی آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے وہ سفید گھوڑا ایک دم سے غائب ہو گیا۔

وہ بڑا حیران ہوا۔

"کیا تم سوار ہو گئیں ماریا؟"۔

"ہاں۔ جب ہی تو گھوڑا غائب ہو گیا ہے"۔

پجاری بھی ایک گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ابھی کچھ اندھیرا ہی تھا۔

سورج نہیں نکلا تھا۔ پجاری گھوڑے پر سوار آگے آگے تھا۔

PDF By princeofdump@urdufanz.com

اس نے سامان سے لدے ہوئے گھوڑے کی لگام تھام رکھی تھی۔

ان کا سفر شروع ہو گیا۔ وہ قافلے والوں کے خیموں سے دور نکل آئے۔ جب دن کی روشنی پھیلی تو وہ برفانی میدانوں سے کافی دور جا چکے تھے۔

یہاں پہاڑوں کے بیچ میں ایک وادی شروع ہو گئی تھی۔ پہاڑی ڈھلانوں پر کہیں کہیں برف جمی تھی۔ سامنے بڑے بڑے پہاڑ کھڑے تھے۔

جن کی چوٹیاں سفید برف میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ وادی میں درخت بھی تھے مگر ان درختوں پر پتے بہت کم تھے۔

دوپہر تک وہ سفر کرتے رہے۔

اب ذرا عنبر اور ناگ کی طرف بھی جاتے ہیں۔

وہ ماریا کی تلاش میں سفر کرتے کرتے آخر لاما کے بڑے مندر کے باہر پہنچ گئے۔

انہوں نے اپنے آپ کو مسافر ظاہر کر وہاں ایک کوٹھڑی کرائے پر لی اب وہ ٹوہ لگانے لگی کہ یہاں کوئی ایسا جادوگر رہتا ہے جس کے پاس کوئی بکری ہے؟۔

اتفاق سے پاگلن سے ان کی ملاقات ہوگئی۔پاگلن نے جب دیکھا کہ یہ دونو جوان بکری کی تلاش میں ہیں تو اس کا ماتھا ٹھنکا۔

سوچنے لگا ہونہ ہو یہ عنبر اور ناگ ہی ہیں۔

چنانچہ بولا۔

"کیا تم عنبر اور ناگ ہو اور ماریا کی تلاش میں آئے ہو؟"۔

عنبر اور ناگ تو دنگ ہو کر رہ گئے کہ اس شخص کو ان کے نام کیسے

معلوم ہو گئے؟۔

عنبر نے جلدی سے پوچھا۔

"کیا تم جانتے ہو کہ ہم کس کی تلاش میں یہاں آئے ہیں؟"۔

پاگلن مسکرا کر بولا۔

کیوں نہیں۔اگر میں تمہارے نام جانتا ہوں تو یقینا یہ بھی جانتا ہوں گا کہ تم لوگ ماریا یعنی اپنی بہن کی تلاش میں یہاں آئے ہو۔

جو کسی کو نظر نہیں آتی اور جسے ایک جادوگر بکری بنا کر لیے لیے پھرتا ہے۔

اب تو ناگ عنبر کو کوئی شک ہی نہ رہا کہ یہ شخص ان کے سارے

www.urdurasala.com
PDF BY princeofdrump@urdufanz.com

راز جانتا ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہے کہ ماریا کہاں پر ہے؟۔

ناگ نے بے باکی سے پوچھا۔

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ ماریا کہاں ہو گی؟"۔

پانگن نے گہرا سانس بھر کر کہا۔

"افسوس میرے دوستو! تمہیں دیر ہو گئی۔ تم دیر سے یہاں پہنچے"۔

عنبر نے جلدی سے کہا۔

"کیوں کیا بات ہو گئی؟ ماریا تو خیریت سے ہے؟"۔

پانگن بولا۔

"خیریت سے تو ہے مگر تمہاری پہنچ سے باہر ہو گئی ہے"۔

"کہاں ہے وہ؟"۔

ناگ نے جلدی سے پوچھا۔

اگر تم ہمیں ماریا کا پتہ بتا دو تو ہم تمہیں دولت سے مالا مال کر دیں گے۔

پانگن ہنسا۔

"تمہارے اپنے پاس پھوٹی کوڑی نہیں ہے تم دوسرے کو دولت سے کیا مالا مال کرو گے؟"۔

ناگ نے کہا۔

"اگر تم ماریا سے ہمیں ملا دو تو میں اسی وقت تمہیں دنیا کے بہترین جواہرات اور سونا پیش کر سکتا ہوں"۔

پانگن اب گہری سوچ میں پڑ گیا۔ کہیں اس نے ماریا کو پجاری کے ساتھ روانہ کر کے غلطی تو نہیں کی؟۔ کیونکہ پجاری نے

www.urduraala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تو اسے صرف ایک ہزار روپیہ ہی دیا ہے۔ یہ لوگ تو اسے لاکھوں کے جواہرات دینے کا وعدہ کر رہے ہیں۔

پاگلن بولا۔

"اگر تم لوگ مجھے ایک لاکھ روپے کی قیمت کا کوئی ہیرا دو۔ تو میں اسی وقت تمہیں بتا سکتا ہوں کہ ماریا کہاں ہے۔ اس کے آگے میں نہیں بتا سکتا"۔

ناگ نے کہا۔

"میں تھوڑی دیر بعد تمہیں ہیرا دے دوں گا"۔

ناگ کوٹھڑی میں اکیلا رہ گیا۔ عنبر اور پاگلن باہر چلے گئے۔

ناگ نے اس علاقے کے سب سے بڑے سانپ کو طلب کیا

www.urduraala.com

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اور اسے حکم دیا کہ قیمتی سے قیمتی ہیرا لا کر اسے دے۔

سانپ نے سر جھکایا اور چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ آیا تو اس نے منہ میں ایک بہت ہی چمکیلا قیمتی ہیرا اٹھا رکھا تھا۔ ہیرا ناگ کے حوالے کر کے سانپ چلا گیا۔

ناگ نے عنبر اور پاگلن کو کوٹھڑی میں بلوا لیا اور ہیرے دے کر کہا۔

"یہ لو تمہارا ہیرا۔ یہ بہت قیمتی ہے۔ اب بتاؤ کہ ماریا کہاں ہے؟"

پاگلن نے کہا۔

"ماریا اس وقت جنوب میں پجاری کے ساتھ سفر کر رہی ہے۔ وہ دریائے چترا کے کنارے راجہ ڈیا تنگ سن کے دربار کی

www.urduraala.com

طرف جا رہے ہیں۔ کیونکہ بیچاری ماریا کو راجہ کے حوالے کرنا چاہتا ہے"۔

"وہ کیوں؟"۔

عنبر نے پوچھا۔

پاگلن بولا۔

"وہ اس لیے کہ راجہ کے ہاں لڑکا نہیں ہوتا۔ کسی نے اسے کہا کہ اگر وہ کسی غیبی عورت کا سر کاٹ کر اسے جلائے اور اس کی راکھ رانی کو کھلائے تو اس کے ہاں چاند جیسا لڑکا ہوگا"۔

عنبر اور ناگ پریشان ہو گئے۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"۔

"بالکل سچ کہہ رہا ہوں حضور! آپ جلدی سے روانہ ہو

جائیں۔ نہیں تو بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا"۔

عنبر اور ناگ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور پاگلن کے بتائے ہوئے راستے پر گھوڑے دوڑاتے روانہ ہو گئے۔

سارا دن وہ گھوڑے پر سوار سفر کرتے رہے۔ رات کو انہوں نے ایک جگہ آرام کیا۔

صبح اٹھ کر عنبر نے کہا۔

ناگ بھیا! اگر ہم اسی طرح سفر کرتے رہے تو ہو سکتا ہے ماریا تک پہنچتے پہنچتے دیر ہو جائے اور راجہ اس کا سر کاٹ ڈالے۔

اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم یہاں سے پرندہ بن کر اڑو اور آگے جا کر ماریا کی مدد کرو۔

اسے بچاؤ۔ میں گھوڑے پر سوار تمہارے پیچھے پیچھے آتا

www.urdurasala.com
www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہوں۔

"اچھا خیال ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"تو پھر تم اڑ جاؤ"۔

ناگ نے باز کی شکل اختیار کی اور ہوا میں اڑ گیا۔

باز بن کر اس کی رفتار بڑی تیز ہو گئی اور اس نے بجلی جیسی تیزی کے ساتھ ہواؤں میں پرواز شروع کر دی۔

شام کے قریب وہ ایک وادی میں پہنچا تو اس نے ایک گھوڑ سوار کو دیکھا کہ دریا کے ساتھ ساتھ سفر کر رہا ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے ایک خالی گھوڑا ہے جس پر سامان لدا ہے۔

ماریا سفید گھوڑے پر سوار تھی اور کسی کو نظر نہیں آ رہی تھی۔

ناگ غلطی کھا گیا۔ سوچا کہ یہ کوئی مسافر ہے جو اکیلا ہی اگلے گاؤں جا رہا ہے۔ ناگ اڑتا اڑتا آگے نکل گیا۔

اسے خبر ہی نہیں تھی کہ اسی دریا کے کنارے پرلی طرف گھنے درختوں میں راجہ ڈیانگ سن کا قلعہ ہے جس کے اندر وہ رہتا ہے اور جہاں بچاری ماریا کو لے جا رہا ہے۔

بچاری راجہ کے محل میں پہنچ گیا۔

اس نے ماریا سے کہا۔

"ہم دو ایک روز اس محل میں بسر کرتے ہیں۔ یہاں کا راجہ میرا دوست ہے۔ اس سے دوسرے تازہ دم گھوڑے لے کر پھر آگے سفر پر نکلیں گے"۔

ماریا نے کہا۔

PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

"عنبر اور ناگ کہاں ہے؟ وہ تو کہیں نظر نہیں آتے"۔

پجاری بولا۔

"اس محل کے آگے ایک اور دریا ہے۔ بس اسی دریا کے کنارے جنگل میں عنبر اور ناگ پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنے جادو کے زور سے سب معلوم کرلیا ہے"۔

ماریا مجبور ہو کر وہاں رک گئی۔

پجاری نے ماریا کو قلعے کے باہر خیمہ لگا کر وہاں ٹھہرایا اور خود راجہ کے پاس جا کر ساری بات بیان کر دی اور کہا کہ وہ غیبی عورت کو لے کر آیا ہے۔ راجہ کو یقین نہ آیا۔

کہنے لگا۔

"پہلے اس عورت کو دکھاؤ پھر آدھی سلطنت دوں گا"۔

پجاری بولا۔

"میں اس عورت کو دکھا تو نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ غائب ہے لیکن آپ محسوس کر سکیں گے کہ وہ آپ کے پاس موجود ہے۔ آپ اسے رسیوں سے جکڑ سکیں گے"۔

"ٹھیک ہے۔ میں سپاہی تمہارے ساتھ روانہ کرتا ہوں۔ اس غیبی عورت کو رسیوں سے جکڑ کر لے آؤ"۔

راجہ نے سپاہیوں کا ایک دستہ پجاری کے ساتھ روانہ کر دیا۔

سپاہی اپنے ساتھ لوہے کی چھوٹی چھوٹی زنجیروں سے بنا ہوا ایک مضبوط جال لیتے گئے۔ اور پھر اس کے اوپر جال پھینک دیا۔

ماریا پریشان ہو کر باہر نکلی تو دیکھا کہ اس کے اوپر لوہے کا جال پھیلا ہے اور ارد گرد سپاہی کھڑے ہیں۔ سمجھ گئی کہ اس کے ساتھ

PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

دھوکا ہوا ہے۔

اب وہ کچھ نہ کر سکتی تھی۔ وہ غائب ہو سکتی تھی مگر اس جال سے نکل نہیں سکتی تھی۔

جال تنگ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ ماریا کو اس جال میں جکڑ دیا گیا۔ اسے راجہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ راجہ کو کوئی عورت جال میں نظر نہیں آ رہی تھی۔

قریب جا کر اس نے ہاتھ لگایا تو اس کا ہاتھ ماریا کے منہ پر لگا۔

ماریا کا چہرہ عورت کا چہرہ تھا۔ ناک، کان، آنکھیں، منہ، بال، گردن راجہ حیران ہو کر رہ گیا۔ ایک پوری عورت اس کے سامنے کھڑی تھی۔

مگر نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے پاگمن کو آدھی سلطنت کے برابر دولت دے کر رخصت کیا اور ماریا کو لوہے کی دیواروں والی ایک تنگ سی کوٹھڑی میں قید کر دیا۔

اس نے حکم دیا کہ صبح منہ اندھیرے اس غیبی عورت کا سر کاٹ کر شمشان بھومی جلا ڈالا جائے۔ یہ خبر ماریا کو بھی مل گئی تھی کہ صبح اس کا سر کاٹ کر جلایا جائے گا۔ وہ پریشان ہو گئی اور عنبر ناگ کو یاد کرنے لگی۔ اب اسے افسوس ہوا کہ اس نے ایک غیر شخص پر کیوں اعتبار کیا۔ لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ کوٹھڑی کی دیواریں اتنی مضبوط تھیں کہ وہ باہر نہیں نکل سکتی تھی۔ شام ہو رہی تھی۔ کوٹھڑی کے دروازے میں چھوٹا سا سوراخ تھا جس میں سلاخیں لگی تھیں۔

www.urduraza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ بچھڑ گیا

ناگ اڑتا اڑتا کافی آگے نکل گیا۔

وہاں کوئی دریا نہیں تھا۔ بیچاری پاگلن نے تو کہا تھا کہ آگے دریا آئے گا جس کے کنارے راجہ کا محل ہوگا۔

وہاں ماریا سے ملاقات ہو سکے گی۔ مگر یہاں تو کوئی دریا نہیں ہے۔ ناگ اڑتا اڑتا نیچے اتر آیا۔ ایک چھوٹی سی بستی تھی۔

ناگ انسانی شکل میں آ کر ایک دیہاتی سے ملا اور پوچھا۔

"کیوں بھائی! یہاں راجہ کا محل کہاں پر ہے؟"۔

دیہاتی نے کہا۔

"بھائی راجہ کا محل تو تم پیچھے چھوڑ آئے ہو۔ وہ یہاں سے دس کوس پیچھے دریا کے کنارے پر ہے"۔

ناگ نے شکریہ ادا کیا اور دریا کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب اس نے دیکھا کہ دیہاتی نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے تو وہ پھر سے باز بن کر ہوا میں اڑنے لگا۔

اڑتے اڑتے آخر اس نے نیچے دیکھا تو ایک دریا بہہ رہا تھا۔ دونوں طرف جنگل تھے۔ سمجھ گیا کہ یہیں دریا ہے۔

راجہ کا محل کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے جنگل کے اوپر چکر لگانا شروع کر دیا۔ آخر اسے درختوں کے نیچے چھپا ہوا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdump@urdufanz.com

راجہ کے محل کا بڑا دروازہ نظر آ گیا۔ ناگ نیچے اتر آیا۔ وہ راجہ کے محل کے اوپر بیٹھ گیا اور جائزہ لینے لگا۔ دروازے پر چھ سپاہی تلواریں اور بندوقیں اٹھائے چل پھر کر پہرہ دے رہے تھے۔

ناگ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا یہاں کوئی ایسی عورت قید ہے جس کے بارے میں راجہ نے سر کاٹنے کا حکم دے رکھا ہے؟۔ یہ وہ کس سے معلوم کر سکتا تھا؟۔

ناگ نیچے آ گیا۔ اس نے انسانی شکل بنائی اور کھیت میں کام کرتے ایک کسان سے پوچھا۔

”کیوں بھائی! یہاں شمشان بھومی کہاں ہے“۔

دیہاتی نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا۔

”کیا مرنے کا ارادہ ہے؟“۔

ناگ نے کہا۔

”ایسی کوئی بات نہیں بھائی۔ اصل قصہ یہ ہے کہ میرا ایک رشتے دار شمشان بھومی میں مردوں کو جلانے کا کام کرتا ہے۔ میں دوسرے گاؤں سے صرف اسے ملنے آیا ہوں“۔

کسان بولا۔

”پھر ٹھیک ہے۔ تم ایسا کرو کہ یہاں سے کھیتوں کھیت چلے جاؤ۔ وہ جہاں درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے ہیں۔ بس اس جگہ شمشان بھومی ہے اور اس جگہ مردے جلائے جاتے ہیں“۔

ناگ نے کسان کا شکریہ ادا کیا اور شمشان بھومی کی طرف چل پڑا۔

درختوں کے نیچے ایک چھوٹا سا آنگن بنا تھا جہاں ایک جگہ

www.urdurasala.com
PDF By: princeofodrump@urdufanz.com

لکڑیاں اکٹھی کی جا رہی تھیں۔

دو آدمی کھڑے معائنہ کر رہے تھے کہ سب کام ٹھیک ہو رہا ہے کہ نہیں۔

ناگ نے آگے بڑھ کر کہا۔

"جناب! میں بھوکا ہوں۔ مگر غیرت مند ہوں۔ ہاتھ پھیلا کر بھیک نہیں مانگنا چاہتا۔ کیا آپ مجھے کوئی کام دے سکتے ہیں تاکہ میں محنت مشقت کر کے اپنی روزی کما سکوں؟"۔

ٹھیکیدار بڑا متاثر ہوا ناگ کی باتوں سے بولا۔

"اگر تم چاہو تو یہاں لکڑیاں جمع کرنے کا کام کر سکتے ہو۔ تمہیں شام کو ایک روپیہ مل جائے گا"۔

"بڑی مہربانی جناب کی"۔

اور ناگ نے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر اکٹھی کرنی شروع کر دیں۔

دوسرے مزدور کا کام کر رہے تھے۔ ایک مزدور سے ناگ نے جو پوچھا کہ یہ کس بدنصیب کی چتا تیار ہو رہی ہے۔ تو مزدور نے کہا۔

"آج راجہ کے محل سے ایک ایسا سر لا کر جلایا جائے گا جو کسی کو نظر نہیں آتا"۔

دوسرے مزدور ہنس پڑے۔

"ہماری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک ایسے سر کو کیسے جلایا جائے گا جو نظر ہی نہیں آتا"۔

ایک مزدور کہنے لگا۔

www.urdurasala.com
www.urdurasala.com
PDF By princeofdrump@urdufanz.com

"خاموش ہو کر کام کرو۔ ہم کون ہوتے ہیں راجہ کے کام میں داخل دینے والے۔ کسی نے سن لیا تو اس چتا میں تمہاری لاشیں بھی جلا ڈالی جائیں گی"۔

سب ڈر کر چپ ہو گئے اور اپنا اپنا کام کرنے لگے۔

ناگ نے جو کچھ معلوم کرنا تھا وہ معلوم کر چکا تھا۔ ادھر ماریا کا سر کاٹنے کی تیاریاں مکمل کی جا رہی تھیں۔ ماریا کو جال جکڑ دیا گیا تھا اور اس کی گردن کے گرد رسی ڈال دی گئی تھی۔

ناگ نے جب ساری بات معلوم کر لی تو وہاں سے کھسک کر سیدھا محل کی طرف آ گیا۔

پرندہ بن کر راجہ کی چھت پر آ گیا۔ وہاں سے دوبارا انسانی شکل میں نیچے اترا۔

اب وہ ایک سپاہی کے لباس میں تھا۔ تلوار اس کی کمر کے ساتھ لگی تھی۔ محل کے نیچے آ کر اس نے سپاہی سے پوچھا۔

"بھائی تہہ خانے کو راستہ کدھر سے جاتا ہے؟"۔

دوسرے سپاہی نے تعجب سے کہا۔

"تم کیسے محل کے سپاہی ہو کہ تمہیں معلوم ہی نہیں کہ تہہ خانے کو راستہ کہاں سے جاتا ہے؟"۔

ناگ نے کہا۔

"دراصل میں دوسرے شہر میں زیادہ رہا ہوں"۔

محل میں پہلی بار لگایا گیا ہوں۔

سپاہی کو کچھ کچھ یقین آ گیا۔ پھر اس نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

www.urduraza.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

"ادھر سے جاتا ہے راستہ نیچے"۔

ناگ دروازے پر آ گیا۔ سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں۔ ناگ سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔

اب اس نے دیکھا کہ سامنے ایک کوٹھڑی کا دروازہ ہے جس کے باہر چار سپاہی کھڑے ہیں۔ وہ بھی قریب جا کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔

"کیوں بھئی اس بدبخت عورت کا سر کب کاٹا جائے گا؟"۔

سپاہی نے ہنس کر کہا۔

"ہمیں تو یہ سب ایک تماشا معلوم ہو رہا ہے"۔

دوسرا سپاہی کہنے لگا۔

"ارے بھائی! کمال ہو گیا۔ عورت نظر نہیں آ رہی مگر میں

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

نے اس کی گردن پر ہاتھ لگا کر دیکھا ہے۔ بالکل عورت کی گردن ہے۔ نرم نرم"۔

"تیسرا سپاہی کہنے لگا"۔

"افسوس! یہ گردن ابھی تھوڑی دیر بعد کاٹ دی جائے گی"۔

ناگ نے پوچھا۔

"غیبی عورت اندر قید ہے کیا؟"۔

"اور کہاں ہے؟"۔

اندر ہی تو ہے مگر تم کون ہو؟۔

میں نے پہلے تمہیں یہاں کبھی نہیں دیکھا ہے۔

ناگ گھبرا سا گیا۔

پھر بولا۔

www.urdurasala.com

"بھائی میں اب تک راجہ کی فوج میں نوکری کرتا رہا ہوں۔ مجھے آج ہی فوج سے نکال کر یہاں قلعے میں لایا گیا ہے۔ اس لیے ان جگہوں سے واقف نہیں ہوں"۔

سپاہی کچھ مطمئن ہو گئے۔ اب ناگ نے سوراخ سے جھانک کر اندر دیکھا۔

اندر چراغ جل رہا تھا۔ اس کی روشنی میں اس نے لوہے کا ایک جال دیکھا جو کونے میں پڑا تھا۔ اس جال میں ماریا کو جکڑ دیا گیا تھا۔

اتنے میں جیل کا داروغہ آ گیا۔ اس نے چیخ کر کہا۔

"پرے ہٹ جاؤ۔ میں غیبی عورت کو لینے آیا ہوں۔ سر کاٹنے کا سمے ہو گیا ہے"۔

ماریا کے سر کاٹنے کا وقت بھی راجہ نے جوتشی سے طے کر رکھا تھا۔ یعنی رات کے ٹھیک گیارہ بجے ماریا کا سر کاٹ دیا جانے والا تھا۔

ناگ بھی دوسرے سپاہیوں کے ساتھ پرے ہٹ گیا۔ جیل کا دروازہ کھول دیا گیا سارے سپاہی اندر گئے اور جال میں جکڑی ہوئی ماریا کو گھسیٹ کر باہر لے گئے۔

سپاہی بار بار کہہ رہے تھے۔

"میں نے اس کے سر پر ہاتھ لگا کر دیکھا ہے"۔

"میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دیکھا ہے"۔

کوئی کہہ رہا تھا۔

"میں نے اس کی گردن پر ہاتھ لگایا ہے۔ وہ غیبی عورت

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

ہے۔ سچ مچ غیبی عورت ہے۔ بے چاری آج رات ذبح کر دی جائے گی“۔

”خاموش! تم کون ہوتے ہو راجہ کے کاموں میں دخل دینے والے“۔

اب ناگ زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ کیوں کہ یہ لوگ ماریا کو زنجیروں میں جکڑ کر قتل گاہ کی طرف لے جا رہے تھے۔

جہاں اس کا سر کاٹا جانا تھا۔ وہاں راجہ بھی فوج کے ایک دستے کے ساتھ کھڑا تھا۔ ناگ کے لیے وہاں سے ماریا کو نکال کر لے جانا زیادہ مشکل تھا۔

ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ حملہ کر دے کہ سامنے دروازہ آ گیا سپاہی جال گھسیٹ کر کمرے میں لے گئے۔

ناگ بھی ساتھ ہی آ گیا۔ یہاں ایک طرف راجہ تخت پر بیٹھا تھا۔

اس کے محافظ سپاہی ارد گرد تلواریں نکالے کھڑے تھے۔ ناگ نے صرف اتنا کیا کہ جال کے قریب پہنچ کر آہستہ سے اپنی زبان میں کہا۔

”فکر نہ کرو۔ میں آ گیا ہوں“۔

ماریا نے ناگ کی آواز سنی تو اسے پلٹ کر دیکھا۔ وہ بیحد خوش ہو گئی۔

زندگی کا چراغ جس کی لو بجھتی نظر آ رہی تھی اب پھر دوبارہ روشن ہو گئی۔ اسے یقین تھا کہ ناگ اسے اس مصیبت سے ضرور بچا کر لے جائے گا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

مگر عنبر کہاں ہے۔ وہ سوچنے لگی۔

جال کو چبوترے کے آگے پھینک دیا گیا۔ پاس ہی ایک کالا جلاد کلہاڑا پکڑے کھڑا راجہ کے اشارے کا انتظار کر رہا تھا۔

اب موت بالکل سامنے تھی۔ مگر ماریا ناگ کو دیکھ رہی تھی۔ اسے بڑا حوصلہ تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ اب اسے کوئی ہلاک نہیں کر سکتا۔

ناگ پیچھے سے کھسکتا کھسکتا اس طرف آ گیا جہاں جلاد چبوترے پر کلہاڑا لیے کھڑا تھا۔ ناگ نے ایک منٹ کے اندر اندر سانپ کا روپ اختیار کیا اور جلاد کی پنڈلی پر ڈس دیا۔

جلاد ایک کٹے ہوئے درخت کی طرح دھڑام سے کلہاڑے سمیت زمین پر گر پڑا اور مر گیا۔ سب لوگ اس کی طرف

دوڑے۔

دیکھا کہ وہ تو مر چکا ہے۔ راجہ نے بھی آ کر اسے دیکھا۔

"اسے کس نے مار دیا؟"۔

مگر وہاں تو کوئی بھی ایسا شخص نہیں تھا جس پر شک کیا جا سکتا۔ ناگ سانپ کے روپ میں چبوترے کے نیچے جا چھپا تھا۔

راجہ نے سوچا کہ کہیں معاملہ خراب نہ ہو جائے اور وہ اولاد سے محروم ہی نہ رہے اس لیے جتنی جلدی ہو سکے اس عورت کا سر کاٹ ڈالنا چاہیے۔

راجہ نے چلا کر کہا۔

"اس عورت کا سر کاٹ دیا جائے"۔

اس حکم کے ساتھ ہی چھ سات سپاہی تلواریں نکال کر اس

www.urdurasa1.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

مگر عنبر کہاں ہے۔وہ سوچنے لگی۔

جال کو چبوترے کے آگے پھینک دیا گیا۔ پاس ہی ایک کالا جلاد کلہاڑا پکڑے کھڑا راجہ کے اشارے کا انتظار کر رہا تھا۔

اب موت بالکل سامنے تھی۔ مگر ماریا ناگ کو دیکھ رہی تھی۔اسے بڑا حوصلہ تھا۔اسے یقین ہو گیا تھا کہ اب اسے کوئی ہلاک نہیں کر سکتا۔

ناگ پیچھے سے کھسکتا کھسکتا اس طرف آ گیا جہاں جلاد چبوترے پر کلہاڑا لیے کھڑا تھا۔ناگ نے ایک منٹ کے اندر اندر سانپ کا روپ اختیار کیا اور جلاد کی پنڈلی پر ڈس دیا۔

جلاد ایک کٹے ہوئے درخت کی طرح دھڑام سے کلہاڑے سمیت زمین پر گر پڑا اور مر گیا۔ سب لوگ اس کی طرف

دوڑے۔

دیکھا کہ وہ تو مر چکا ہے۔راجہ نے بھی آ کر اسے دیکھا۔

"اسے کس نے مار دیا؟"۔

مگر وہاں تو کوئی بھی ایسا شخص نہیں تھا جس پر شک کیا جا سکتا۔ناگ سانپ کے روپ میں چبوترے کے نیچے جا چھپا تھا۔

راجہ نے سوچا کہ کہیں معاملہ خراب نہ ہو جائے اور وہ اولاد سے محروم ہی نہ رہے اس لیے جتنی جلدی ہو سکے اس عورت کا سر کاٹ ڈالنا چاہیے۔

راجہ نے چلا کر کہا۔

"اس عورت کا سر کاٹ دیا جائے"۔

اس حکم کے ساتھ ہی جھٹ سات سپاہی تلواریں نکال کر اس

www.urdurasaz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

لوہے کے جال کی طرف بڑھے۔ جس کے اندر ماریا کو جکڑا ہوا تھا۔

اب ناگ بھی میدان میں کود پڑا۔ اس نے ایک بہت اونچے لمبے ہاتھی کا روپ دھار کر سونڈ اوپر اٹھا کر زور سے چیخ ماری۔

سب کے دل دہل گئے۔ جو سپاہی جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔

ہاتھی نے آگے بڑھ کر دو سپاہیوں کو سونڈ پر اٹھایا اور پرے پھینک دیا۔

پھر اس نے ایک پاؤں جال پر رکھ کر سونڈ سے جال کو پکڑ کر توڑ ڈالا۔

ماریا آزاد ہوگئی۔ اور ہاتھی کی سونڈ پر چڑھ کر اس کے اوپر جا بیٹھی۔

راجہ پاگلوں کی طرح ہاتھی کو دیکھ رہا تھا۔ ماریا نے ناگ کے

کان میں کہا۔

"وہ مکار پجاری کھڑا ہے جو مجھے دھوکے سے یہاں لایا تھا"۔

ہاتھی نے سر ہلایا اور آگے بڑھ کر پجاری کو سونڈ میں جکڑ لیا۔ پھر اسے اوپر اٹھا کر زور سے فرش پر دے مارا۔

پجاری ہلاک ہوگیا۔ ہاتھی نے اپنی سونڈ راجہ کی طرف بڑھائی۔ راجہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوگیا۔

"مہاراجہ! مجھے معاف کر دیں۔ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے"۔

ہاتھی نے زور سے چنگھاڑ ماری اور ایک دم سے غائب ہوگیا۔ اب ہاتھی کی جگہ وہاں ناگ عام لباس میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔

PDF By princeofdump@urdufanz.com

ماریا بھی اس کے پاس ہی کھڑی تھی۔ ناگ نے کہا۔

"اے راجہ! تمہاری قسمت اچھی تھی کہ تم میرے ہاتھ سے بچ گئے۔ کیا تمہیں خبر نہیں تھی کہ میں دیوتا ہوں۔ ناگ دیوتا ہوں اور جس عورت کا تم سر کاٹنے لگے تھے۔ وہ میری بہن ہے"۔

راجہ نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"اے ناگ دیوتا! مجھ سے بھول ہو گئی۔ مجھے معاف کر دو"۔

ناگ بولا۔

"میں نے تمہیں معاف کر دیا"۔

راجہ ناگ کو اپنے محل میں لے گیا۔ اس کی بڑی آؤ بھگت کی۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی تھی۔ اب راجہ نے ناگ کو اپنی ساری پریشانی بیان کی اور کہا کہ یہ سارے جتن وہ اس لیے کر رہا

تھا کہ اس کے ہاں لڑکا نہیں ہوا۔ اور اس کے بعد اس کی سلطنت ختم ہو جائے گی۔

ناگ نے کہا۔

"اس کا انتظام بھی ہو جائے گا"۔

سب سے پہلا کام ناگ نے یہ کیا کہ راجہ کے گھڑ سواروں کا ایک دستہ لے کر گیا اور پیچھے جہاں عنبر کو چھوڑ آیا تھا وہاں سے اسے ساتھ لیا اور واپس راجہ کے محل میں آ گیا۔

عنبر سارا قصہ سن کر بڑا خوش ہوا کہ ماریا کی جان بچ گئی اور وہ مل بھی گئی۔

راجہ نے عنبر ناگ ماریا کی بڑی خدمت کی۔ آخر اس نے ایک روز ناگ سے کہا۔

PDF By: princeofdump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

"مہاراج! آپ نے کہا تھا کہ میرے دکھ کا علاج بھی آپ کردیں گے"۔

ناگ نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔ تجھے اولاد کے نہ ہونے کا دکھ ہے۔ میں اپنا وعدہ پورا کروں گا"۔

اسی رات ناگ نے اس علاقے کے شیش ناگ کو طلب کیا اور اس سے کہا۔

تمہارے پاس ایسی دوائی ہے جس کے کھانے سے کسی عورت کے ہاں لڑکا پیدا ہو جائے۔

شیش ناگ نے ادب سے سر جھکا کر کہا۔

"اے ناگ دیوتا! کیا آپ نہیں جانتے کہ خدا نے اس دنیا

میں ہر روگ کا علاج جڑی بوٹیوں میں رکھ ہے"۔

اسی راجہ کے جنگل میں اس کے قلعے کے باہر کھائی میں ہرن جوت نام کی ایک بوٹی اگتی ہے۔ اس کے پتوں کے پانچ کنارے ہوتے ہیں۔

اس پر ایک آم کی گٹھلی پر ایسا خشک پھل لگتا ہے۔ اس پھل کے اندر سیاہ رنگ کے بیج ہوتے ہیں۔ اگر رانی سات روز صبح اٹھ کر دودھ کے ساتھ یہ بیج کھا جائے تو خدا کے حکم سے وہ ایک چاند جیسے لڑکے کی ماں بن جائے گی۔

ناگ نے شیش ناگ کا شکریہ ادا کر کے اسے رخصت کیا۔ اسی وقت راجے کے پاس پہنچا اور کہا۔

"اے راجہ! تمہارے دکھ کا علاج مل گیا ہے"۔

www.urdurasala.com
PDF BY princeofdrump@urdufanz.com

راجہ نے بے صبر ہو کر کہا۔

"کیا آپ سچ کہتے ہیں مہاراج؟"۔

"ہاں بالکل سچ آؤ میرے ساتھ"۔

ناگ نے راجہ کو ساتھ لیا اور قلعے کی کھائی میں آ گیا۔

یہاں شیش ناگ کے کہنے کے مطابق پانچ کناروں کے پتوں کی ایک بوٹی جھاڑیوں کی صورت میں اگی ہوئی تھی۔

اس کے ساتھ خشک پھل لگا ہوا تھا جو بالکل آم کی گٹھلی کی طرح تھا۔ ناگ نے اس پھل کو لے کر توڑا تو اس کے اندر سے سیاہ رنگ کے بیج نکل آئے۔

ناگ نے بیج راجہ کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"رانی سے کہو کہ سات روز یہ بیج صبح اٹھ کر پانی کے ساتھ پیا

کرے۔ خدا کے حکم سے اس کی مراد پوری ہوگی"۔

راجہ بڑا خوش ہوا۔ مگر اسے یقین نہیں آ رہا تھا علاج کی خاطر اس نے لاکھوں روپے خرچ کر دیئے تھے۔

اب وہ ایک معمولی سی بوٹی کے پھل سے دور ہو جائے گا۔

اس نے جاتے ہی بیج رانی کو دیئے اور تاکید کی کہ ہر روز اسے کھا لیا کرے۔

کرنا خدا کا کیا ہوا کہ رانی کے ہاں چاند جیسا لڑکا پیدا ہوا۔

راجہ خوشی سے نہال ہو گیا۔ اس نے ناگ کے پاؤں پکڑ لیے۔

"اے عظیم دیوتا! میں کیا خدمت کروں آپ کی؟ آپ نے تو ساری زندگی کے لیے مجھے اپنا غلام بنا لیا ہے"۔

ناگ نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بس اگر ہماری کوئی خدمت کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو یہی کرو
کہ اپنے محل کے باہر ایک لنگر لگا دو کہ جو کوئی آئے وہاں سے کھانا
کھا کر جائے۔

اور جب تک زندہ ہو اور جب تک تمہاری اولادیں زندہ ہیں
اور حکومت کرتی ہیں یہ لنگر جاری رہے۔

راجہ نے سر جھکا کر کہا۔

"ویسا ہی ہوگا مہاراج!"۔

اسی روز راجہ نے محل کے سامنے بہت بڑا لنگر کھلوا دیا۔ وہاں
صبح شام کھانے پکتے رہتے۔ جو کوئی ادھر سے گزرتا، اسے کھانا
کھلائے بغیر نہ جانے دیا جاتا۔

ایک سال تک عنبر ناگ اور ماریا اس راجہ کے محل میں رہے۔

جب ان کی ساری تھکانیں دور ہو گئیں اور وہ تازہ دم ہو گئے تو
ایک روز انہوں نے راجہ سے اجازت طلب کی اس کی خواہش تو
تھی کہ عنبر ناگ ساری زندگی اسی کے پاس بسر کردیں۔

مگر ان لوگوں نے ابھی دنیا کی سیریں کرنی تھیں۔ چنانچہ
انہوں نے راجہ سے ہاتھ ملایا اور رخصت ہو گئے۔

راجہ کے گھوڑ سوار شہر کی سرحد تک ان کے ساتھ آئے۔ سامنے
دریا آ گیا۔

عنبر ناگ کو شاہی کشتی میں سوار کر دیا گیا اور شاہی دستہ سلامی
دے کر واپس چلا گیا۔ کشتی دریا میں بہتی جا رہی تھی۔

عنبر ناگ اور ماریا کشتی میں آرام کر رہے تھے اور باتیں بھی کر
رہے تھے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdbump@urdufanz.com

ناگ نے کہا۔

"اب کس ملک کو جانے کا خیال ہے؟"۔

عنبر بولا۔

"میرا خیال ہے ملک چین ہی باقی رہ گیا ہے"۔

ماریا نے کہا۔

"اس ملک کی سیر تو ہم نے کر لی تھی"۔

ناگ نے تائید کی۔

"ہاں بھئی اس ملک میں تو ہم جا چکے ہیں"۔

"تو پھر کس ملک کو اپنی منزل بنایا جائے؟"۔

عنبر کے اس سوال پر ماریا نے کہا۔

"میرا تو خیال ہے ہمیں اس دریا کے ساتھ ساتھ آگے سفر

کرتے رہنا چاہیے جو کوئی پہلا شہر یا ملک آئے بس اسی زمین پر آباد ہو جانا چاہیے"۔

عنبر نے جھٹ کہا۔

"بھئی ہم لوگ کسی ملک میں آباد ہونے کے لیے نہیں آئے۔ ہم تو سیلانی ہیں مسافر ہیں بس چلتے پھرتے ہی اچھے لگتے ہیں"۔

"چلو ایسا ہی سہی! بس تو پھر یہ طے ہو گیا کہ ہم اس دریا کے ساتھ ساتھ سفر کریں گے"۔

"بالکل طے ہو گیا ہے"۔

سارا دن کشتی دریا میں چلتی رہی۔ شروع میں تو دریا کے کناروں پر جنگل قریب تھے۔

www.urdurasala.com
PDF By: princeofdhump@urdufanz.com

جوں جوں دریا آگے بڑھتا گیا۔ کنارے ذرا ذرا دور ہوتے گئے۔

دریا کا پاٹ بھی چوڑا ہو گیا اور اس کی لہروں میں روانی بھی زیادہ آتی گئی۔

ماریا نے کہا۔

''معلوم ہوتا ہے یہ دریا آگے چل کر کسی سمندر میں مل جاتا ہے''۔

''ایسا ہی لگتا ہے۔ لیکن ادھر جنگ کا کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا۔ یہ کوئی بڑا پرامن علاقہ ہے''۔

عنبر کے اس خیال پر ناگ کہنے لگا۔

''محسوس ایسا ہی ہوتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ علاقہ کون سا

ہے؟ دریا کا پانی بھی گدلا نہیں رہا۔ کچھ صاف ہونے لگا ہے''۔

''اس کا مطلب تو یہی ہے کہ سمندر قریب آ رہا ہے''۔

دیکھتے نہیں ہو کنارے کتنے دور ہو گئے ہیں۔

کنارے بہت دور ہو گئے تھے۔ بلکہ ایک طرف کا کنارہ تو آدھا غائب ہو گیا تھا۔ وہ بالکل نظر نہیں آتا تھا۔

شام ہو چکی تھی۔ دریا پر اندھیرا چھا رہا تھا۔ پرندے اڑتے جا رہے تھے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔

ماریا اور ناگ کو نیند آنے لگی۔

''بھئی ہم تو سوتے ہیں۔ تم جاگتے رہنا عنبر بھائی''۔

ماریا نے کہا اور سو گئی۔

ذرا پرے کشتی کے ایک بینچ پر لیٹ کر ناگ بھی سو گیا۔ عنبر

www.urdurasala.com
PDF By princeofthump@urdufanz.com

جاگ رہا تھا اور کشتی کے چپو کو سنبھالے ہوئے تھا جس کی وجہ سے سمت درست رکھی جاتی ہے۔

اگر وہ چپو کو چھوڑ بھی دیتا تو کوئی بات نہیں تھی۔ کیونکہ دریا کا بہاؤ بڑا ہموار تھا اور کشتی آگے کی طرف ایک نپی تلی رفتار کے ساتھ بہہ رہی تھی۔

سورج غروب ہو گیا۔ دریا پر اندھیرا چھانے لگا۔ اب عنبر بھی نیند محسوس کرنے لگا۔

ویسے تو اسے نیند بہت ہی کم آتی تھی اور وہ اگر چاہتا تو کئی کئی راتیں جاگ کر گذارہ کر سکتا تھا۔ لیکن عام حالات میں نہیں۔

یعنی جب کبھی آرام سکون ملتا ہو تو عنبر کو تھکاوٹ کا احساس بھی ہوتا تھا۔ اور اسے نیند بھی خوب آتی تھی۔ وہ نیند کا مزا بھی اٹھاتا

تھا۔

آج بھی اس کی یہی حالت ہو رہی تھی۔ یعنی اسے نیند آنے لگی تھی۔

دوسری طرف ناگ اور ماریا بھی گہری نیند سو رہے تھے۔ اس نے سوچا کشتی تو بہی چلی جا رہی ہے۔ کیوں نہ تھوڑی دیر کے لیے وہ بھی کمر سیدھی کر لے۔ چنانچہ وہ چپو چھوڑ کر ٹیک لگا اونگھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہ بھی گہری نیند میں کھو چکا تھا اور کشتی رات کے اندھیرے میں اکیلی ہی دریا کی لہروں پر بہی چلی جا رہی تھی۔

آدھی رات کو ان کی آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں کہ دریا میں سیلاب آ گیا ہے اور بڑی بڑی لہریں اٹھ رہی ہیں۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کشتی ڈول رہی ہے۔ ابھی وہ سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ طوفانی بارش، تیز ہواؤں اور لہروں کے شور میں کشتی الٹ گئی اور وہ تینوں اپنی کے اندر غرق ہو گئے۔ ناگ نے پانی کے اندر ہی اپنی جون بدل ڈالی اور سانپ بن کر بڑی تیزی سے پانی کے اوپر آ گیا۔

دریا میں لہریں ٹھاٹھیں مار رہی تھیں۔ پانی کا ریلا اسے بہائے لیے جا رہا تھا۔ عنبر اور ماریا کی کوئی خبر نہ تھی کہ وہ کدھر ہیں اور کس حال میں ہیں۔

ناگ پانی کی لہروں پر بہتا چلا گیا۔

بادل گرج رہے تھے۔ بجلی چمک رہی تھی۔ بارش ہو رہی تھی۔ رات اندھیری تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ جب صبح

ہوئی تو طوفان تھم گیا۔

ناگ ابھی تک دریا کی لہروں پر تیر رہا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ذرا دور ساحل نظر آنے لگا تھا۔ وہ تیزی سے تیرتا ہوا ساحل پر آ گیا۔

یہاں گھاس دلدل اور کیچڑ ہی کیچڑ تھا۔ ناگ دلدل میں رینگتا ہوا آگے نکل گیا۔

یہاں کھیتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ناگ کھیتوں میں سے گذرتا ہوا ایک کھلی جگہ پر آ گیا۔

ایک پگڈنڈی کسی طرف جا رہی تھی۔ چاروں طرف کھیتوں میں بارش کا پانی جمع تھا۔

ناگ پگ ڈنڈی پر رینگتا ہوا آگے چل پڑا۔

www.urdurasala.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

دور صبح کی روشنی میں اسے ایک گاؤں کی مسجد کے مینار نظر آئے۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ مسلمانوں کا گاؤں ہے۔

ناگ نے دیکھا کہ آسمان پر ابھی تک بادل چھائے ہوئے تھے۔

بارش رک گئی تھی۔ ابھی وہ گاؤں سے دور ہی تھا کہ کسی نے بڑے زور سے اس پر پتھر مارا۔ ناگ نے پلٹ کر دیکھا۔

ایک عورت درخت کے پاس کھڑی سانپ سانپ کہہ کر شور مچا رہی تھی۔

کھیت میں سے ایک آدمی بھاگتا ہوا آیا۔ اور اس نے بھی زمین پر سے اینٹ اٹھا کر ناگ پر ماری۔ ناگ پرے ہٹ گیا۔

آدمی کے ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ وہ لاٹھی لے کر ناگ کی طرف

بڑھا۔

ناگ بڑا حیران کہ جب میں انہیں کچھ نہیں کہتا تو پھر یہ کیوں مجھے مارنے پر تلے ہوئے ہیں؟۔

اسے بھلا کیا خبر تھی کہ انسان شروع ہی سے سانپ کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔

ناگ نے پھن پھیلا کر پھنکار ماری۔ آدمی رک گیا۔ مگر پھر لاٹھی لے کر آگے بڑھا۔

اب ناگ کی زندگی اور موت کا سوال تھا۔ اس نے حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ وہ آدمی کا انتظار کرنے لگا۔

جونہی وہ آگے آیا اور اس نے لاٹھی اٹھائی ناگ نے اسے ڈس دیا اور گاؤں کی طرف چل دیا۔

گاؤں کے باہر جا کر اس نے انسان کی شکل اختیار کی اور مسجد میں آ کر رک گیا۔

اتنے میں وہاں شور مچ گیا کہ بیوہ عورت مہریں کے اکلوتے بیٹے گوہر کو سانپ نے ڈس دیا ہے۔ عورت کی چیخ و پکار سے آسمان ہل رہا تھا۔

گوہر کی لاش پائی پر ڈال کر مسجد کے باہر رکھ دی گئی۔ اس کی ماں سینہ پیٹ رہی تھی اور بین کر رہی تھی۔

ناگ سے یہ منظر نہ دیکھا گیا۔

جلدی سے آگے بڑھ کر بولا۔

"اس کو کس قسم کے سانپ نے ڈسا ہے؟"۔

وہی عورت جو وہاں کھیتوں میں موجود تھی بولی۔

"کالا ناگ تھا۔ اس نے پھن پھیلا رکھا تھا"۔

ناگ نے کہا۔

"گھبراؤ نہیں ماں! تمہارا بچہ اچھا ہو جائے گا"۔

عورت نے ناگ کے پیر پکڑ لیے۔

"خدا کے لیے میرے بچے کو اچھا کر دو۔ میں ساری زندگی تیری جوتیاں سیدھی کرتی رہوں گی تیرے پاؤں دھوتی رہوں گی"۔

ناگ نے کہا۔

"خدا سے دعا کرو۔ میں کوشش کرتا ہوں"۔

ناگ نے یونہی ایک بجھا ہوا سیاہ کوئلہ منگوایا۔ اس پر کچھ پڑھ کر گوہر کی آنکھوں پر رکھا۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdbump@urdufanz.com

پھر جھک کر جہاں اس نے خود ہی کاٹا تھا وہاں منہ رکھ کر زہر باہر نکال کر تھوک دیا۔

تھوڑی ہی دیر میں نوجوان نے آنکھیں کھول دیں۔

"لو ماں! تیرا بیٹا خدا کے فضل سے اچھا ہو گیا"۔

عورت اپنے بیٹے سے لپٹ گئی۔ پھر اس نے ناگ سے کہا۔

"بیٹا خدا تیری عمر لمبی کرے۔ تو نے میرے بیٹے کی جان بچا لی۔ میں حشر کے دن خدا کے آگے تیری بخشش کی سفارش کروں گی"۔

ناگ پاگل خانے میں

ناگ کا سارے گاؤں میں شور مچ گیا۔

ہر کوئی اسے مسجد میں دیکھنے آ رہا تھا۔

دو روز ناگ اس گاؤں میں رہا اسے عنبر اور ماریا کی کوئی خبر نہیں تھی۔

اتنا اسے یقین تھا کہ دونوں ضرور بچ گئے ہوں گے۔ اور اسی علاقے میں کسی جگہ پہنچ چکے ہوں گے۔ ناگ جس گاؤں میں ٹھہرا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہوا تھا وہ ملک پاکستان کے دریائے سندھ کے کنارے آباد تھا۔

ناگ نے وہاں سے چلے جانے کا فیصلہ کیا اور ایک روز رات کو وہاں سے نکل کر ایک قریبی ریلوے سٹیشن پر آ گیا۔

سٹیشن ویران تھا۔ رات ہلکی ہلکی خنک تھی ایک لیمپ جل رہا تھا۔

کافی دیر بعد ٹرین آئی۔ ناگ اس میں سوار ہو گیا۔ ساری رات گاڑی چھوٹے چھوٹے سٹیشنوں پر رکتی چلی رہی۔

صبح کو گاڑی ایک بڑے شہر پہنچ گئی۔ ناگ نے ایک آدمی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس شہر کا نام ملتان ہے۔ یہ کافی بڑا شہر تھا۔

یہاں سے گاڑی چلی تو ٹکٹ چیک کرنے والا اندر گیا۔ اس نے ناگ سے ٹکٹ مانگا۔

ناگ نے کہا۔

"میرے پاس پیسے نہیں ہیں اس لیے ٹکٹ نہیں خریدا"۔

چیکر نے کہا۔

"میں تمہیں ریلوے پولیس کے حوالے کروں گا نہیں تو پیسے نکالو اور جرمانہ کے ساتھ ٹکٹ کے پیسے ادا کرو"۔

ناگ بولا۔

"بھائی کہہ جو دیا کہ پیسے نہیں ہیں۔ اگر ہوتے تو ضرور لیتا ٹکٹ کہاں کوئی ایک ہزار روپے میں آتا ہے"۔

چیکر نے غصے میں آ کر کہا۔

"ایک بغیر ٹکٹ سفر کرتے ہو اوپر سے دھونس دکھاتے ہو۔ میں اگلے سٹیشن پر تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں گا"۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ نے اس کی طرف گھور کر دیکھا۔

"تم مجھے پولیس کے حوالے کرو گے تو میں تمہیں موت کے حوالے کر دوں گا"۔

اس کے ساتھ ہی ناگ نے زور کی پھنکار ماری۔

چیکر ڈر کر پرے ہٹ گیا۔ ڈبے میں بیٹھے ہوئے دوسرے لوگوں نے بھی پھنکار سنی۔

اگرچہ ناگ کا چہرہ انسانی تھا مگر اس کی پھنکار بالکل سانپ کی تھی۔

وہ سارے ڈر گئے۔ چیکر اگلے سٹیشن پر چپکے سے اتر گیا۔ ناگ سے پھر کسی نے کوئی بات نہ کی۔ وہ لاہور پہنچ کر گاڑی سے اتر گیا۔

اس شہر کی ناگ نے بڑی تعریف سنی تھی۔ وہ سٹیشن سے باہر آیا تو وہاں بھی چیکر نے اس سے ٹکٹ مانگا۔ ناگ نے وہی جواب دیا کہ پیسے نہیں تھے اس لیے ٹکٹ نہیں خریدا۔

چیکر نے اسے پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا۔

پولیس والوں نے اس کا چالان کر کے اس حوالات میں بند کر دیا۔

کیونکہ ناگ کے پاس جرمانہ ادا کرنے کے لیے بھی پیسے نہیں تھا۔

ناگ بڑا پریشان ہوا کہ اچھا لاہور کی سیر کرنے کے آئے ہیں کہ آتے ہی جیل کی ہوا کھانی پڑی۔ اس نے سلاخوں کے پیچھے سے ایک سپاہی کو آواز دی اور کہا۔

www.urduraza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"بھائی! مجھے یہاں سے جانے دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جس وقت بھی پیسے ہوئے میں آ کر جرمانہ ادا کر دوں گا"۔

سپاہی نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"بک بک نہ کرو اوئے"۔

ناگ خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔ سارا دن ساری رات وہ حوالات میں بند رہا۔

وہ تنگ آ گیا۔ جو کوئی بھی آتا اس کا مذاق اڑاتا۔ اسے برا بھلا کہتا۔

دوسری شام کو ناگ نے وہاں سے نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے اپنی شکل بدلی اور سانپ بن کر حوالات سے باہر آ گیا۔

باہر آتے ہی اس نے پھر سے انسان کی شکل اختیار کی اور شہر

کی سڑکوں پر سیر کرنے لگا۔ خدا جانے پیچھے پولیس والوں کا کیا حال ہوا ہو گا۔

بہرحال ناگ شہر کی جگمگاتی سڑکوں پر سیر کر رہا تھا۔ سیر کرتے کرتے وہ ایک بہت عالیشان ہوٹل کے آگے پہنچ گیا۔

ناگ نے سوچا اس شاندار ہوٹل میں رات بسر کرنی چاہیے۔

وہ ہوٹل کے گھومتے ہوئے شیشوں والے دروازے سے نکل کر ہوٹل کے بڑے ہال کمرے میں آ گیا۔

یہاں چند ایک غیر ملکی عورتیں اور مرد بیٹھے تھے۔ بیچ میں ایک سپیرا سانپ کی پٹاری آگے رکھے بین بجا رہا تھا۔

ناگ بھی ان کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ ہوٹل کے ملازم نے جب ناگ کے معمولی سے کپڑے دیکھے تو قریب آ کر پوچھا۔

"تم کون ہو؟ کس سے ملنا چاہتے ہو؟"۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"میں اپنے دوست کا انتظار کر رہا ہوں۔ اس نے مجھے یہاں کا وقت دے رکھا ہے"۔

ہوٹل کا ملازم واپس چلا گیا۔ مگر اس کی تسلی نہ ہوئی تھی۔

اتنے میں سپیرے نے پٹاری کا منہ کھول دیا۔ ایک زبردست پھنیئر سانپ نے پٹاری میں سے منہ باہر نکالا اور جلدی سے پھر اندر ڈال لیا۔

سپیرے نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح سانپ باہر نکلے۔ مگر سانپ باہر نکلنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ وہ کیسے نکلتا باہر۔ باہر تو ناگ بیٹھا اسے تک رہا تھا۔

سپیرا پریشان ہو گیا۔ آخر اس نے پٹاری کو الٹ دیا۔ سانپ قالین پر گرا اور جلیبی بن کر سمٹ کر بیٹھ گیا جیسے مر گیا ہو۔

نہ ہلتا تھا نہ گردن اوپر اٹھاتا تھا۔ سپیرا بڑا حیران تھا کہ آخر بات کیا ہے؟۔

آج سانپ کو کیا ہو گیا ہے۔

لوگ بھی دلچسپی سے تک رہے تھے کہ یہ سانپ کیا کھا گیا ہے ہلتا جلتا ہی نہیں۔

سپیرے نے کھسیانہ سا ہو کر کہا۔

"صاحب! سانپ کو سردی لگ گئی ہے۔ ابھی ہوش میں آ جاتا ہے"۔

اس نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ بین بجانی شروع کر دی۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

وہ ساتھ ساتھ سانپ کو چھیڑے جا رہا تھا۔

مگر سانپ کو جیسے واقعی سانپ سونگھ گیا تھا۔ کیا مجال ہے کہ اپنی جگہ سے ذرا بھی ہل جاتا۔ بس اسی طرح ٹوکرے میں دم سادھے گم صم پڑا تھا۔

ناگ نے یہ سارا تماشہ بڑے مزے سے دیکھ رہا تھا۔ جب سانپ بالکل اپنی جگہ سے نہ ہلا اور غیر ملکی سیاح بھی اٹھ کر جانے لگے تو ناگ سپیرے سے کہا۔

"تمہارا سانپ میری وجہ سے اپنی جگہ سے نہیں ہل رہا۔ وہ میرے ڈر کے مارے خوف زدہ ہو گیا ہے"۔

سپیرے نے پہلی بار ناگ کی طرف پلٹ کر دیکھا اور چڑ کر بولا۔

"کیوں تم کوئی ناگ دیوتا ہو؟"۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں میں ناگ دیوتا ہوں۔ نہیں تو اپنے سانپ سے پوچھ لو"۔

اب جو سپیرے نے غور سے ناگ کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں اسے ایک بڑی پراسرار چمک نظر آئی۔

وہ کچھ گھبرا گیا۔ ناگ اٹھ کر آگے آ گیا۔ وہ قالین پر غیر ملکی سیاحوں کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے سانپ کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے کہا۔

"اٹھو میری تعظیم کرو"۔

ناگ کا اتنا کہنا تھا کہ سانپ اپنی جگہ سے ہلا اور قالین پر

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

رینگتا ہوا ناگ کے قریب آیا اور پھر اپنا سر اس کے قدموں پر رکھ دیا۔

سیاح رنگ رہ گئے۔ سپیرے کے ہاتھ سے بین گر پڑی۔

بیرے اور ہوٹل کے دوسرے لوگ تعجب سے یہ تماشا دیکھنے لگے۔

ناگ نے کہا۔

''اب تمہاری پٹاری کے دوسرے سانپ بھی اسی طرح مجھے آ کر سلام کریں گے۔''

ناگ نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''سب سانپ آ جائیں۔''

سپیرے کے پاس چھ سات پٹاریاں تھیں۔ ان میں سے سارے کے سارے سانپ نکل کر ناگ کے آگے سر بسجود ہو

گئے۔

یہ تماشا اتنا دلچسپ تھا کہ لوگ دم بخود ہو گئے تھے۔ سپیرے نے ناگ کے پیر پکڑ لیے۔

''مرشد! مجھے بھی کچھ سکھاتا جا۔''

ناگ نے کہا۔

''میں کوئی جادوگر نہیں ہوں۔ میں نے تو یونہی سانپوں کو قابو میں کرنے کا کہیں سے فن سیکھ لیا ہے اور بس۔''

وہاں ایک امیر آدمی بھی بیٹھا تھا جو ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔

وہ ناگ کو اپنے ساتھ کمرے میں لے گیا۔ اسی نے ناگ کی خدمت کرنی چاہیے۔

ناگ نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdbump@urdufanz.com

"خدمت کی کوئی ضرورت نہیں مجھے۔ میں صرف اس کمرے میں دو تین راتیں بسر کرنا چاہتا ہوں۔ تم دوسرے کمرے میں چلے جاؤ"۔

امیر آدمی ہاتھ باندھ کر بولا۔

"حضور! آپ شوق سے یہاں رہیں۔ میں دوسرے کمرے میں چلا جاتا ہوں"۔

ناگ رات کو ہوٹل کے کمرے میں آ جاتا۔ صبح کو لاہور شہر کی سڑکوں پر گھوم پھر کر عنبر اور ماریا کی تلاش میں لگا رہتا۔

تیسری رات امیر آدمی نے ناگ سے کہا۔

"حضور! سانپوں کو قابو کرنے کا گر مجھے بھی سکھا دیں"۔

"تم سیکھ کر کیا کرو گے؟"۔

سانپ پالو گے؟۔

ناگ کے پوچھنے پر وہ شخص بولا۔

"حضور سنا ہے، سانپ دولت کے خزانے پر پہرہ دیتے ہیں۔ میں سانپ کی مدد سے دولت پیدا کرنا چاہتا ہوں"۔

"وہ کس لیے؟ تم پہلے ہی کافی امیر ہو"۔

اس آدمی نے اپنا سر ناگ کے ہاتھوں پر رکھ دیا اور سسکیاں بھرتے ہوئے بولا۔

"میں تباہ ہو چکا ہوں بھائی! میں لاکھوں روپے کے قرضے میں پھنسا ہوا ہوں۔ لاکھوں روپے سرکار کو دینے ہیں۔

کارخانہ گروی پڑا ہوا ہے۔ میری کوٹھی پر بھی بینک والوں کا قبضہ ہے۔ میں اگر دس لاکھ روپے حاصل نہ کر سکا تو میرے بچے

PDF By princeofdump@urdufanz.com

جو اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں تباہ ہو جائیں گے اور میں خودکشی کر لوں گا۔

ناگ نے کہا۔

"اگر تمہیں دس لاکھ روپے مل بھی جائیں تو پھر تم وہی پرانی زندگی شروع کر دو گے۔ چھ سال بعد پھر تمہاری یہی حالت ہو گی"۔

اس نے کہا۔

"نہیں نہیں! ایسا پھر کبھی نہیں ہو گا۔ میں سارے قرضے ادا کر کے اپنا کارخانہ اور کوٹھی واپس لے لوں گا اور شریف آدمیوں کی طرح زندگی بسر کروں گا"۔

ناگ سوچ میں پڑ گیا۔

بولا۔

"میں تمہیں تمہارے اسی ملک کے کسی بنک سے دس لاکھ روپے لا کر دے سکتا ہوں۔ اس کے بعد انہیں سنبھالنا تمہارا کام ہے۔ کیا تمہیں منظور ہے؟"۔

امیر آدمی بولا۔

"میں سنبھال لوں گا۔ مجھے منظور ہے"۔

ناگ نے اسے کہا۔

"اچھا کل دیکھا جائے گا۔ کل تم اس کمرے سے باہر نہ جانا"۔

دوسرے دن ناگ نے امیر آدمی کو کمرے میں ہی رہنے کو کہا اور خود ہوٹل سے باہر آ گیا۔ وہ سیدھا ایک بینک میں پہنچا۔

www.urdurasala.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

اس نے دیکھا کہ خزانچی جنگلے کے پیچھے صندوقوں کے پاس بیٹھا نوٹوں کے بنڈل نکال نکال کر باہر رکھ رہا تھا۔

ناگ تیزی سے اندر چلا گیا۔ چوکیدار نے اسے روکا تو وہ ایکدم سے جون بدل کر شیر کی شکل میں آ گیا اور اس قدر خوفناک انداز میں دھاڑا کہ بینک خالی ہو گیا۔

کچھ لوگ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ خزانچی بھی بے ہوش پڑا تھا۔

ناگ نے جلدی سے نوٹوں کے بنڈل اٹھائے اور لے کر بینک سے باہر نکل آیا اور پھر ایک بلڈنگ کی چھت پر چڑھ گیا۔

نیچے سارا شہر اکٹھا ہو گیا۔ شور مچ گیا کہ شیر نے بینک پر حملہ کر دیا ہے۔ چڑیا گھر کا شیر آزاد ہو گیا۔

ناگ نے بلڈنگ کی چھت پر سے ہی شکل بدل ڈالی۔ وہ باز بن گیا۔

اس نے نوٹوں کے بنڈل سینے سے لگا رکھے تھے۔ اور اڑتا ہوا ہوٹل کی چھت پر آ گیا۔ یہاں اس نے پھر سے انسان کی شکل اختیار کی اور اپنے کمرے میں آ گیا۔

اس کا ساتھی انتظار کر رہا تھا۔

"لو تمہارے روپے۔ اب انہیں سنبھالو"۔

امیر آدمی نے روپے دیکھے تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ خوشی سے رقص کرنے لگا۔

اس نے گنے تو پورے دس لاکھ روپے تھے۔ ناگ اسی روز وہاں سے چلا گیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پولیس بھی ڈاکو کی تلاش میں تھی۔ امیر آدمی نے جونہی ایک نوٹ چلانے کی کوشش کی اسے گرفتار کرلیا گیا۔

اس سے باقی ساری دولت برآمد ہوگئی۔ اس نے عدالت میں بیان کردیا کہ اس کو یہ نوٹ ایک ایسے آدمی نے دیئے تھے جو جادو کے زور سے سانپوں پر قبضہ کرلیتا تھا۔

بینک والوں نے بھی کہا کہ بینک میں ایک شیر نے ڈاکہ ڈالا تھا۔ مگر اس شخص سے سارے نوٹ برآمد ہوگئے تھے چنانچہ اسے سزا ہوگئی۔

ناگ کو اس شہر لاہور میں گرمی لگی تو اس نے سوچا شملہ چلا جائے۔ پس وہ ایک سیاحوں کے دفتر میں آگیا۔

اس نے دفتر کے ڈائریکٹر سے پوچھا۔

"میں شملے جانا چاہتا ہوں۔ کیا کروں؟"۔

ڈائریکٹر نے کہا۔

"آپ کس ملک کے رہنے والے ہیں؟"۔

ناگ نے کہا۔

"ساری دنیا میرا شہر ہے"۔

"آپ کے پاس پاسپورٹ کس ملک کا ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"میرے پاس کسی ملک کا پاسپورٹ نہیں ہے"۔

ڈائریکٹر بڑا پریشان ہوا کہ یہ کس پاگل سے پالا پڑ گیا ہے۔ سر کھجا کر بولا۔

تو پھر آپ ایسا کریں کہ یہاں سے ابھی چار نمبر بس گذرے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

گی۔

آپ اس میں سوار ہو جائیں وہ آپ کو شملے پہنچا دے گی۔

ناگ بڑا خوش ہوا۔ ڈائریکٹر سے ہاتھ ملا کر باہر آ گیا اور بس سٹاپ پر کھڑے ہو کر چار نمبر بس کا انتظار کرنے لگا۔

اتنے میں بس آ گئی۔ دوسرے مسافروں کے ساتھ وہ بھی سوار ہو گیا۔

ٹکٹ چیکر آیا تو ناگ نے کہا۔

"مجھے شملہ جانا ہے۔ کہاں اتروں؟"۔

چیکر سمجھ گیا کہ گرمی کی وجہ سے اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔

اس نے پاگل خانے کے سٹاپ پر ناگ کو اتار دیا اور سامنے پاگل خانے کی بلڈنگ کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

یہ ہے شملہ۔

ناگ پاگل خانے کے بڑے گیٹ پر آ گیا۔

چوکیدار سے پوچھا۔

"کیا شملہ یہی ہے؟"۔

چوکیدار نے کہا۔

"تم باہر کیسے چلے گئے شملے سے؟"۔

ناگ بولا۔

"میں تو اندر ہی نہیں گیا کبھی"۔

چوکیدار کہنے لگا۔

"تو پھر آ جاؤ اندر۔ تمہیں شملے کی سیر کرائیں"۔

ناگ پاگل خانے کی عمارت میں داخل ہو گیا۔ چھ سات

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasaa.com

آدمیوں نے اسے زبردستی پکڑ کر ایک کوٹھڑی میں کر دیا۔

وہ لاکھ چلاتا رہا کہ میں پاگل نہیں ہوں مگر اس کی کسی نے نہ سنی۔

اب اسے پتہ چل گیا کہ یہ شملہ نہیں بلکہ پاگل خانہ ہے اور ان لوگوں نے اسے پاگل جان کر یہاں بند کر دیا ہے۔

ایک پاگل نے ناگ کی چیخ و پکار سنی تو کوٹھڑی کی سلاخوں کے پاس آ کر بولا۔

"میں بھی پاگل نہیں ہوں۔ میرے رشتے داروں نے میری جائیداد پر قبضہ کرنے کے لیے مجھے زبردستی پاگل بنا کر یہاں قید کروا دیا ہے۔"

ناگ نے غور سے ان نوجوان کی طرف دیکھا۔ خوبصورت

آنکھوں والا نوجوان تھا۔ ناگ سمجھ گیا کہ یہ نوجوان پاگل نہیں ہیں۔

دونوں کی دوستی ہو گئی۔ وہ واقعی پاگل نہیں تھا۔ اس کی لاکھوں روپے کی جائیداد تھی۔ ماں باپ مر گئے تھے۔

کوئی سگی بہن اور بھائی نہیں تھا۔ لاکھوں روپے کی جائیداد اسے ملنے والی تھی۔ چچا نے اسے زبردستی پاگل ثابت کر دیا۔

ڈاکٹر کو رشوت دے دی اور اسے پاگل بنا کر پاگل خانے بند کر دیا اور اب ساری جائیداد کو ہڑپ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔

ناگ نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ میں تمہیں یہاں سے فرار ہونے میں مدد

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دونگا ہم دونوں یہاں سے نکل بھاگیں گے"۔

اس نوجوان کا نام الٰہی بخش تھا۔

اس نے کہا۔

"یہاں سے نکلنا بہت مشکل ہے ناگ! کبھی کوئی پاگل یہاں سے بھاگ نہیں سکا"۔

ناگ نے کہا۔

"پاگل نہیں بھاگ سکا۔ ٹھیک ہے۔ مگر ہم تو پاگل نہیں ہیں۔ ہم فرار ہو سکتے ہیں"۔

چنانچہ ایک رات جبکہ آسمان پر گھرے بادل چھائے ہوئے تھے۔

ناگ نے الٰہی بخش کو جگا کر کہا۔

میں نیچے جا کر دیوار کے اوپر رسہ پھینکوں گا۔ تم اس رسے سے لٹک کر نیچے آ جانا۔

الٰہی بخش نے پوچھا۔

"پاگل تو نہیں ہو گیا؟ تم نیچے کیسے جاؤ گے؟"۔

ناگ کو خیال ہی نہیں رہا تھا کہ الٰہی بخش یہ سوال ضرور پوچھے گا۔ ناگ نے یونہی کہہ دیا۔

"یار کسی طرح چلا ہی جاؤں گا۔ تمہیں اس سے کیا۔ تمہیں آم کھانے سے غرض ہے پیڑ گننے سے نہیں"۔

بس تم چھت پر چڑھ کر میرا انتظار کرو۔ میں نیچے سے رسہ پھینکوں گا۔

ناگ برآمدے سے باہر نکل گیا۔ الٰہی بخش سوچنے لگا کہ کہیں

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سچ مچ یہ شخص پاگل ہی تو نہیں ہے۔ باتیں تو پاگلوں جیسی ہی کر رہا ہے۔

بھلا یہ نیچے کیسے جائے گا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ ناگ تو پاگل خانے کی دوسری منزل سے اتر کر نیچے پہنچ بھی گیا تھا۔

اس نے دفتر کے ایک سٹور روم سے رسا نکالا۔ اس کے آگے آنکڑا پھنسایا اور پاگل خانے کی دیوار کے پیچھے کھڑے ہو کر چھت پر رسا پھینک دیا۔

رسے کا آنکڑا چھت کے دودکش کے ساتھ جا کر اٹک گیا۔

ناگ نے زور لگایا۔ رسا تن گیا تھا۔ اس نے سیٹی بجائی۔

الٰہی بخش تیار چھت پر بیٹھا تھا۔ اس نے رسے کے ساتھ نیچے اترنا شروع کر دیا۔ سمجھ گیا کہ یہ ناگ بلا کا آدمی ہے اور پاگل

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بالکل نہیں ہے بلکہ دوسروں کو پاگل کرنے والا ہے۔

الٰہی بخش نیچے اتر آیا۔

ناگ نے کہا۔

"اب چلو تمہارے گاؤں کی طرف بھاگتے ہیں"۔

الٰہی بخش بولا۔

"نہیں یار! وہاں جا کر کیا کروں گا۔ وہاں گیا تو میرا چچا مجھے قتل کروا دے گا"۔

ناگ نے کہا۔

اگر تمہارے جاتے ہی تمہارے چچا کو سانپ ڈس لے اور وہ مر جائے تو کیا خیال ہے؟۔

الٰہی بخش کہنے لگا۔

www.urdurasala.com

"کیا تم سانپ اس کی طرف چھوڑ دو گے؟"۔

"چاہے جو کچھ کروں۔ تمہیں اس سے کیا۔ بہر حال تمہارے چچا کے قتل کا الزام تم پر نہیں آئے گا"۔

"بھائی چاہے جو کچھ کرو۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ بہر حال میں اپنے گاؤں جا کر اپنی زمینوں پر باقی زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں"۔

"تو فکر نہ کرو۔ میں اس شخص سے انتقام لینا چاہتا ہوں جس نے ایک شریف انسان کو جائیداد کے لالچ میں زبردستی پاگل بنا کر پاگل خانے بھجوا دیا اور یوں ایک نوجوان کی ساری زندگی برباد کرنے کی کوشش کی"۔

ناگ نے الٰہی بخش کو ساتھ لیا اور سیدھا ریلوے سٹیشن پر آ

گیا۔

یہاں سے اسے بس مل گئی۔ راتوں رات وہ سفر طے کر کے صبح کے وقت اپنے گاؤں کو جانے والی سڑک پر اتر گئے۔

یہاں سے الٰہی بخش کا گاؤں تین کوس کے فاصلے پر تھا۔ ابھی دن کی روشنی پوری طرح سے نہیں پھیلی تھی۔

کھیتوں میں ہلکا ہلکا اندھیرا تھا۔

ناگ نے الٰہی بخش سے پوچھا۔

"تم اپنے چچا کے گھر جاؤ۔ اس سے ملو۔ میں اسی جگہ کسی سانپ کو بھیج دوں گا۔ سارے لوگوں کے سامنے تمہارے چچا کو سانپ ڈسے گا اس لیے کسی کو تم پر شک نہیں ہو گا کہ تم نے اسے قتل کیا ہے"۔

www.urdufanz.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

"ٹھیک ہے۔ میں چچا کے گھر جاتا ہوں"۔

الٰہی بخش سیدھا اپنے چچا کے گھر چلا گیا۔

چچا نے اسے دیکھ کر تعجب سے کہا۔

"تم پاگل کہاں سے بھاگ آئے ہو؟"۔

الٰہی بخش نے کہا۔

"ڈاکٹر نے لکھ دیا ہے کہ میں پاگل نہیں ہوں اس لیے مجھے چھٹی مل گئی ہے"۔

چچا گھبرا کر اٹھا اور اس نے الٰہی بخش کو مارنا شروع کر دیا۔

"کمینے! تو پاگل ہے۔ تو ہرگز یہاں نہیں آ سکتا میں تجھے مار مار کر ختم کر دوں گا"۔

اتنے میں گاؤں کے دوسرے لوگ بھی جمع ہو گئے۔ انہوں

نے چچا کو بہت روکا مگر وہ الٰہی بخش کو مارتا چلا گیا۔

اب ناگ کی باری تھی۔ اس نے درختوں کے نیچے کھڑے کھڑے گہرا سانس لے کر سیاہ چھوٹے سانپ کا روپ بدلا اور الٰہی بخش کے چچا کے پیچھے سے آ کر اسے ڈس دیا۔

لوگوں نے شور مچا دیا۔

"سانپ! سانپ!"۔

مگر ناگ وہاں سے نکل کر غائب ہو چکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ناگ انسان کی شکل میں وہاں آ گیا۔

چچا کی لاش چارپائی پر پڑی تھی۔ ناگ نے الٰہی بخش کو ایک طرف لے جا کر کہا۔

"لو بھائی۔ میں نے اپنا کام کر دیا۔ اب تم جانو تمہارا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کام۔۔۔میں جا رہا ہوں"۔

اسی روز ناگ وہاں سے چلا آیا۔

اب اس کے دل میں شملہ دیکھنے کی خواہش پھر ابھر آئی۔

اسے پتہ چلا کہ جب تک اس کے پاس ویزا پاسپورٹ نہیں ہوگا اسے بارڈر کراس نہیں دیا جائے گا۔

پاسپورٹ اس کا نہیں بن سکتا تھا ویزا اسے نہیں مل سکتا تھا۔

ناگ نے فیصلہ کیا کہ وہ بغیر پاسپورٹ ویزے کے ہندوستان میں داخل ہو جائے گا اور شملہ ضرور دیکھے گا۔

اس نے ہندوستان کو جانے والی سڑک پر چلنا شروع کر دیا۔

شام ہو گئی تھی۔

ناگ نے سوچا کہ رات اسی جگہ بسر کی جائے اور صبح بارڈر

کراس کیا جائے۔ چنانچہ رات بسر کرنے کے لیے وہ ایک سرحدی گاؤں میں آ گیا۔

یہاں ایک مسجد میں اس نے رات گذاری۔ صبح اٹھ کر اس نے ایک دیہاتی سے پوچھا۔

"میں بھارت جانا چاہتا ہوں۔ بارڈر کہاں سے کراس کروں؟"۔

دیہاتی نے اسے خبردار کرتے ہوئے کہا۔

"بغیر پاسپورٹ کے بارڈر کراس کرو گے تو پولیس والے تمہیں گولی مار دیں گے۔ ایسا کرنا جرم ہے"۔

ناگ پہلے تو سوچ میں پڑ گیا کہ یہ کیا مصیبت آن کھڑی ہوئی ہے پاسپورٹ کی۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پاسپورٹ تو وہ ساری زندگی نہیں بنوا سکتا۔تو پھر اڑ کر ہی بارڈر کراس کرنا چاہیے۔

پس وہ وہاں سے چل کر ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ایک نہر بہہ رہی تھی۔

ناگ نے پرندے کا روپ بدلا اور اڑ کر بھارت کی زمین پر پہنچ گیا۔نیچے ایک سڑک جا رہی تھی۔ناگ سڑک کنارے اتر آیا اور انسان کی شکل میں آ کر بس میں سوار ہو کر امرتسر شہر پہنچ گیا۔

یہ کافی بڑا شہر تھا۔ریلوے سٹیشن کے پاس بس کھڑی ہو گئی۔ رش بہت زیادہ تھا ٹکٹ والا اس تک نہ آیا۔

ناگ بس سے نیچے اتر آیا۔اس نے ایک سکھ سے پوچھا۔

”شملہ کی بس کہاں سے ملے گی سردار جی؟“۔

سکھ نے کہا۔

یہاں سے شملے کوئی بس نہیں جاتی۔تمہیں ریل گاڑی میں انبالے شہر تک سفر کرنا پڑے گا۔

وہاں سے کالکا جانے والی ٹرین ملے گی۔کالکا سے شملے کی گاڑی میں سوار ہو جانا“۔

ناگ ریلوے سٹیشن پر آ گیا۔یہاں پہنچ کر اس نے خیال کیا اس کے پاس ایک تو روپیہ بھی نہیں ہے۔

پھر وہ سفر کیسے کرے گا۔ یہاں تو قدم قدم پر پیسوں کی ضرورت تھی۔

اس نے سوچا کہ پہلے روپوں کا اور کپڑوں کا انتظام ہونا چاہیے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdrump@urdufanz.com

وہ ریلوے سٹیشن سے نکل کر شہر میں آ گیا۔ اب وہ کسی ویرانے کی تلاش میں تھا جہاں وہ اس علاقے کے شیش ناگ کو بلوا کر اس سے دولت حاصل کرے اور کچھ کپڑے وغیرہ خریدے۔

ریلوے اسٹیشن والی سڑک پر سے گذر کر شہر میں داخل ہو جاتی تھی۔

ناگ شہر کی طرف نہیں جانا چاہتا تھا۔ وہ کمپنی باغ کی طرف آ گیا۔

یہاں سے نکل کر وہ ایک ویرانے میں آ گیا۔ اسے دور ایک مندر دکھائی دیا۔

مندر چھوٹا سا تھا۔ ناگ مندر کے دروازے پر آیا تو دیکھا کہ ایک سادھو باہر بیٹھا آنکھیں بند کیے عبادت کر رہا ہے۔

ناگ اس کے قریب سے گذر کر مندر میں آ گیا۔ یہاں کچھ عورتیں بت کے آگے بیٹھی پوجا کر رہی تھیں۔

ناگ مندر کے پچھواڑے سے ہوتا ہوا درختوں کی جانب چلا گیا۔

یہاں دوسرا کوئی شخص نہیں تھا۔ ناگ نے گہرا سانس لے کر سانپوں کی آواز میں شیش ناگ کو پکارا۔

چند لمحوں کے بعد شیش ناگ زمین پر رینگتا ہوا اس کے قریب آ کر جھک گیا اور بولا۔

"کیا حکم ہے میرے آقا"۔

ناگ نے کہا۔

"مجھے کچھ دولت کی ضرورت ہے۔ جلدی سے کہیں سے لا

www.urdurasala.com
www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دو"۔

"جو حکم میرے آقا"۔

اتنا کہہ کر شیش ناگ واپس چلا گیا۔ جب واپس آیا تو منہ میں ایک سرخ یاقوت لیے ہوئے تھے۔

ناگ یاقوت لے کر شہر کے صراف بازار میں آ گیا۔ ایک دکان پر ایک جوہری بیٹھا تھا۔

ناگ نے اسے جا کر یاقوت دکھایا۔ یاقوت بڑا قیمتی تھا۔ اور امرتسر شہر کے نیچے دفن پرانے بادشاہوں کے زمانے کا تھا۔

جوہری کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ اس یاقوت کو بڑی آسانی سے ایک لاکھ روپے کے عوض فروخت کر سکتا تھا۔

اس نے ناگ کو سر سے لے کر پاؤں تک دیکھا۔ سمجھ گیا کہ چور ہے اور یاقوت کہیں سے چوری کر کے لایا ہے۔

"کتنے پیسے دے دوں اس کے؟"۔

"تم ہی بتاؤ"۔

جوہری بولا۔

"یاقوت اتنا قیمتی نہیں ہے۔ اس قسم کے پتھر آج کل مارکیٹ میں عام ہیں۔ بہرحال میں تمہیں اس کے پانچ ہزار روپے دے دوں گا"۔

"لاؤ جلدی کرو"۔

جوہری بڑا خوش ہوا۔ بڑا سستا سودا طے ہو گیا تھا۔ ناگ پانچ ہزار روپے لے کر دوسرے بازار میں آ گیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdbump@urdufanz.com

یہاں اس نے نئے کپڑے نئے بوٹ خرید کر پہنے۔ کچھ باقی روپے جیب میں ڈالے اور ریلوے سٹیشن پر آ گیا۔

راستے میں اسے ایک سکھ مل گیا جس نے اس سے پوچھا۔

”آپ کہاں سے آئے ہیں؟“۔

ناگ نے کہا۔

”مصر سے آیا ہوں۔ پردیسی ہوں۔ شملہ جا رہا ہوں“۔

سکھ سی آئی ڈی کا آدمی تھا اور وہ برابر ناگ کے پیچھے لگا ہوا تھا۔

ناگ کی باتوں سے سکھ کو تسلی نہ ہوئی۔

کہنے لگا۔

”تمہیں میرے ساتھ تھانے چلنا ہوگا“۔

”وہ کیوں“۔

ناگ نے تعجب سے پوچھا۔

سکھ بولا۔

”اس لیے کہ تم مجھے جاسوس لگتے ہو۔ پاکستانی جاسوس“۔

ناگ نے کہا۔

”جاؤ بھائی اپنا کام کرو۔ میں جاسوس نہیں ہوں میں تو ایک سیاح ہوں اور شملہ دیکھنے آ گیا ہوں“۔

”تمہارا پاسپورٹ ویزا کہاں ہے؟ وہ دکھاؤ“۔

ناگ بولا۔

”ہمارے پاس تو نہ ہی پاسپورٹ ہوتا ہے اور نہ ہی تصویر۔

”تو پھر چپکے سے میرے ساتھ تھانے چلے چلو۔ اگر بھاگنے

www.urdurasala.com
PDF By princeofthump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا"۔

ناگ نے سوچا کہ یہ کیا مصیبت آ گئی ہے۔اس نے سکھ سے کہا۔

"بھائی! اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک ہزار روپیہ ابھی دیئے دیتا ہوں اور تم مجھے جانے دو"۔

سکھ نے کہا۔

"دو ہزار لوں گا"۔

"منظور ہے"۔

ناگ نے سکھ کو دو ہزار روپے نکال کر ادا کر دیئے اور ریلوے سٹیشن کے پلیٹ فارم پر بیٹھ کر انبالے جانے والی گاڑی کا انتظار کرنے لگا۔

یہ گاڑی وہیں سے تیار ہوتی تھی۔گاڑی پلیٹ فارم پر آ کر لگ گئی۔

دوسرے مسافر دھڑا دھڑ اس میں سوار ہونے لگے۔

ناگ بھی ایک ڈبے میں سوار ہو گیا۔

اس کا ٹکٹ وہ خرید چکا تھا۔گاڑی سفر پر روانہ ہو گئی۔امرتسر شہر سے گاڑی آگے نکل گئی۔

www.urduraaz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بھوپت ڈاکو

امرتسر سے آگے جالندھر شہر آ گیا۔

یہاں سے گاڑی چلی تو لدھیانہ اور پھر انبالہ شہر آ گیا۔

گاڑی پلیٹ فارم پر پہنچ کر رک گئی۔ ناگ بھی دوسری سواریوں کے ہمراہ نیچے اتر آیا۔

وہ لوگوں کو دیکھتا بھی جاتا تھا کہ شاید کہیں عنبر یا ماریا سے ملاقات ہو جائے۔ سٹیشن پر بڑا رش تھا۔

اس نے معلوم کیا کہ کالکا جانے والی کہاں آ کر رکتی ہے؟۔

ناگ وہاں آ گیا۔ یہاں ایک ٹرین پہلے سے تیار کھڑی تھی۔

وہ ٹرین میں سوار ہو گیا۔ کالکا پہنچ کر اس نے چھوٹی لائن والی گاڑی پکڑی اور اس میں سفر کرتے شملہ آ گیا۔

بڑا خوبصورت پہاڑی علاقہ تھا۔ موسم خوشگوار تھا۔ ناگ نے محسوس کیا تھا کہ آدمی جالندھر ریلوے سٹیشن سے اس کا پیچھا کر رہا ہے۔

جہاں وہ جاتا ہے وہ بھی وہاں آ جاتا ہے۔

اس وقت بھی وہ شخص ناگ کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔

شملے کی مال روڈ پر بڑی رونق تھی۔ ناگ سب سے پہلے ایک ہوٹل میں گیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofthump@urdufanz.com

وہاں اس نے کمرہ کرائے پر لے لیا۔ سامان اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ بستر وغیرہ اس کو ہوٹل کی صرف سے ہی مل گیا تھا۔

اس نے کھانا کھایا۔ کچھ دیر آرام کیا اور پھر سیر کرنے شملے کی وادی میں نکل گیا۔

ایک جگہ پہاڑی کے عقب میں چڑھ کر درختوں کی قطاریں چلی گئی تھیں۔ ناگ بھاگ کر ایک کوٹھی کے برآمدے میں چھپر تلے آ کر کھڑا ہو گیا۔

وہ آدمی بھی وہاں آ گیا۔

ناگ کی طرف وہ برابر گھور کر دیکھ رہا تھا۔ یہاں تنہائی تھی۔

وہ آدمی ناگ کے قریب آ کر بولا۔

"آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟"۔

ناگ مسکرایا۔

"تم کہیں سی آئی ڈی کے آدمی تو نہیں ہو؟"۔

وہ آدمی ایکدم سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟"۔

ناگ بولا۔

مطلب یہ ہے کہ تم جالندھر سے میرا پیچھا کر رہے ہو۔ صاف ظاہر ہے کہ تمہیں مجھ پر شک ہے اور تم سی آئی ڈی کے آدمی ہو۔

مگر میں خطرناک آدمی نہیں ہوں۔ میں تو ایک سیاح ہوں اور مصر کا رہنے والا ہوں۔

اگر تم مجھ سے پاسپورٹ طلب کرو گے تو وہ میرے پاس

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بالکل نہیں ہے۔

سی آئی ڈی والا حیرانی سے ناگ کو تکنے لگا کہ یہ کیسا آدمی ہے کہ ایک غیر ملک میں غیر پاسپورٹ کے سفر کر رہا ہے۔

اس نے کہا۔

"اگر تمہارے پاس پاسپورٹ نہیں ہے تو کیا ہوا۔ میں بھی بغیر پاسپورٹ کے سفر کر رہا ہوں"۔

اور وہ مسکراتا ہوا چلا گیا۔

بارش تھم گئی۔ ناگ نے خیال نہ کیا کہ یہ آدمی بھی خطرناک ہو سکتا ہے۔

وہ واپس ہوٹل میں آ گیا۔ شام کو اچانک کسی نے دروازہ دھڑ دھڑایا۔

"دروازہ کھولو۔ جلدی کرو۔ نہیں تو ہم دروازہ توڑ دیں گے"۔

ناگ نے جلدی سے اٹھ کر دروازہ کھولا۔

باہر پولیس کا پورا دستہ بندوقیں لیے کھڑا تھا۔

"اپنا پاسپورٹ دکھاؤ"۔

سکھ تھانیدار نے حکم دیا۔

ناگ نے کہا۔

"پاسپورٹ تو میرے پاس نہیں ہے"۔

"تو پھر ہمارے ساتھ چلو"۔

سپاہی ناگ کو تھانے لے گئے۔ وہاں جا کر انہوں نے اسے حوالات میں بند کر دیا۔

www.urdurasala.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

ناگ نے تھانیدار سے کہا۔

”سردار جی! مجھے کیوں پریشان کر رہے ہیں۔ چھوڑ دیں۔
میں تو شملے کی سیر کرنے آیا ہوں۔ سیر کر کے ہی جاؤں گا اور تم
لوگ مجھے قید نہیں کر سکتے“۔

تھانیدار نے ناگ کے منہ پر زور سے طمانچہ مارا۔ ناگ بوکھلا
گیا۔

اس کے دانتوں سے خون بہنے لگا۔ وہ نیچے گر پڑا۔ اسے بے
حد غصہ آیا۔ وہ حملہ کرنے ہی والا تھا کہ رک گیا اور اسے تھانیدار
کے بچوں پر رحم آ گیا۔

”بکواس بند کرو“۔

رات کو ناگ کو سپاہی ایک ایسے چھوٹے سے کمرے میں لے

گئے۔

جہاں مجرموں کی اذیت دی جاتی تھی۔ ناگ کی قمیض اتروا کر
اسے ننگے فرش پر لٹا دیا گیا اور اس کے سینے پر برف کی سل رکھ
دی۔

تھانیدار کرسی گھسیٹ کر اس کے سرہانے بیٹھ گیا۔ اور بید اس
کی گردن پر مار کر بولا۔

”بتاؤ تم کس ملک کے لیے جاسوسی کر رہے ہو“۔

ناگ نے کہا۔

تھانیدار صاحب! مجھے آپ کے بچوں پر ترس آتا ہے۔
آپ نے مجھے جس قدر بھی اس وقت اذیت دی ہے
میں آپ کو معاف کرتا ہوں۔ لیکن اگر اس کے بعد مجھے تنگ

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

کرنے کی کوشش کی تو میں مجبور ہو کر حملہ کر دوں گا۔

میرے حملے سے تم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچ سکے گا۔

تھانیدار نے اشارہ کیا۔

سپاہی نے ناگ کی گردن پر کافی زور سے ہاتھ مارا۔ ناگ بے ہوش ہو گیا۔

اسے پانی وغیرہ کے چھینٹے دے کر دوبارہ ہوش میں لایا گیا۔

اب اس کی زبان پر جلتے ہوئے سگریٹ لگانے کی تیاریاں ہونے لگیں۔

اب ناگ اس تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے دفاع کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

تھانیدار کی طرف دیکھ کر بولا۔

"تمہارے کتنے بچے ہیں؟"۔

"چار۔۔ مگر تمہیں اس سے کیا؟"۔

ناگ بولا۔

"مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ لیکن اگر وہ یتیم ہو گئے تو کیا تم اسے پسند کرو گے؟"۔

"بکواس بند کرو پاگل کے بچے!"۔

تھانیدار نے جوتا اتار کر ناگ کے سر پر دے مارا۔

ناگ یہ توہین برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے تھانیدار کی طرف اپنی لال لال آنکھوں سے دیکھا اور پھر اس کی نظروں کے سامنے ایک زبردست اونچے لمبے پھن والا سانپ بن کر لہرانے لگا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تھانیدار کی سیٹی گم ہو گئی۔ دوسرے سپاہی بھی وحشت کے مارے پیچھے ہٹ گئے۔

سانپ نے تھانیدار کو بھاگنے کی مہلت نہ دی۔ اسے لپک کر ڈسا اور غائب ہو گیا۔

تھانیدار تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ ناگ وہاں سے فرار ہو چکا تھا۔

اسی روز ناگ نے شملہ سے بس پکڑی اور واپس کالکا آ گیا۔ کیونکہ ٹرین میں ابھی بہت دیر تھی۔ کالکا سے انبالہ اور وہاں سے ریل میں سوار ہو کر وہ دہلی شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

تھانیدار کی موت کے ساتھ ہی ہندوستان کے سارے تھانوں کو تاریں دیدیں گئیں۔

ناگ کا حلیہ بیان کر دیا گیا کہ اس حلیے کے آدمی کو فوراً گرفتار

کر لیا جائے وہ خطرناک قاتل، جادوگر اور جاسوس ہے۔

ناگ کو اس کی خبر نہیں تھی۔ وہ ریل میں بیٹھا تھا اور ریل دہلی کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔

اب ذرا عنبر اور ماریا کی بھی خبر لیتے ہیں کہ ان کے ساتھ دریا میں طوفان آنے اور کشتی الٹنے کے بعد کیا گذری؟۔

عنبر کو ہوش آیا تو دریا کی لہروں نے اسے کنارے پر پھینک دیا تھا۔

وہ دریا کے کنارے ایک کھیت کی دلدل میں پڑا تھا۔ اٹھ کر اس نے ارد گرد دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس کے کپڑے کیچڑ میں خراب ہو گئے تھے۔

اس نے ایک طرف چلنا شروع کر دیا۔ ذرا آگے جا کر ایک

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

گاؤں آ گیا۔

وہاں وہ نہایا، کپڑے دھوئے اور ریلوے سٹیشن پر آ گیا۔

اس کے پاس چند ایک روپے تھے۔ اس کا ابھی یہی خیال تھا کہ ماریا اور ناگ اسے کہیں نہ کہیں ضرور مل جائیں گے۔

ریل آئی وہ اس میں سوار ہو گیا۔ سفر کرتے کرتے وہ بڑودہ شہر پہنچ گیا۔

یہاں ایک رات ہوٹل میں بسر کی۔ دوسرے دن شہر کی سیر کرتا رہا۔

یہاں وہ بالکل اجنبی تھا۔ ایک جگہ اس نے محسوس کیا کہ ایک آدمی اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ یہ گنجہ آدمی تھا اور سفید کپڑوں میں ملبوس تھا۔

عنبر سے اس نے ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں۔

عنبر نے اسے بتایا کہ وہ مصر شہر کا رہنے والا ہے اور ہندوستان میں سیر کرنے آیا ہے۔

"تمہارا پاسپورٹ کہاں ہے؟"۔

گنجے نے پوچھا۔

عنبر نے بہانہ بناتے ہوئے کہا۔

"دریا میں کشتی الٹ گئی تھی۔ میرا سارا سامان دریا میں بہہ گیا۔ پاسپورٹ بھی اسی میں بہہ گیا ہے"۔

گنجے کو یقین ہو گیا تھا کہ عنبر جھوٹ بول رہا ہے اور ضرور یہ جاسوس ہے اور ہندوستان میں جاسوسی کرنے آیا ہے۔

اس نے تھانے جا کر اطلاع کر دی پولیس آ گئی اور عنبر کو گرفتار

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کر کے لے گئی۔

عنبر پریشان ہوا کہ یہ مصیبت جگہ جگہ اس کا انتظار کرتی ہے۔

یہاں بھی تھانیدار نے اس سے پوچھ گچھ شروع کر دی۔ اسے اذیت بھی دی۔

عنبر نے سوائے اس کے کچھ نہ کہا کہ وہ سیر کرنے آیا ہے۔

اسے جیل میں بند کر دیا گیا۔

اتفاق سے جیل میں اس علاقے کا ایک مشہور ڈاکو بھوپت بھی قید تھا۔

گھنی مونچھیں۔ سرخ آنکھیں۔ خونخوار چہرہ۔ صاف لگتا تھا کہ اس نے کئی آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ بھوپت ڈاکو نے عنبر سے کہا۔ ط

"تم جاسوس کیوں ہو؟ ڈاکو ہوتے تو میں تمہاری قدر کرتا"۔

عنبر نے کہا۔

"میں جاسوس نہیں ہوں۔ ڈاکو بھی نہیں ہوں"۔

بس مسافر ہوں اور سفر کرتا پھرتا ہوں۔

بھوپت ڈاکو سے عنبر کی دوستی ہو گئی۔ عنبر نے اسے بتایا کہ اس کا ایک بھائی ناگ اور بہن ماریا دریا میں طوفان آنے سے بچھڑ گئے ہیں اور وہ ان کی تلاش میں ہے۔

بھوپت نے ہنس کر مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ تم جاسوس ہو اور محض پیسوں کے لالچ میں آ کر ہمارے ملک کے ساتھ غداری کر رہے ہو"۔

عنبر نے کہا۔

www.urduraala.com
PDF By princeofdrump@urdufanz.com

"مجھے پیسوں کا لالچ نہیں ہے۔ میں نے کبھی کسی ملک کی جاسوسی نہیں کی۔ میں جس وقت چاہوں اور جتنی چاہوں دولت پیدا کرسکتا ہوں"۔

بھوپت ڈاکو کے کان کھڑے ہوگئے۔

یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟۔

بھلا ایسا بھی کبھی ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی جس وقت چاہے اور جتنی چاہے دولت پیدا کرسکے؟۔

عنبر نے کہا۔

"میں کرسکتا ہوں۔ میرے پاس بڑی طاقت ہے تم ان باتوں کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ اب جبکہ تم میرے دوست بن گئے ہو میں تمہارے لیے کیا کرسکتا ہوں؟"۔

www.urdurasala.com

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بھوپت بولا۔

"میں یہاں سے فرار ہوکر اپنے ساتھیوں کے ساتھ ملنا چاہتا ہوں۔ کیا تم ایسا کرسکتے ہو کہ مجھے فرار ہونے میں مدد دے سکو؟"۔

عنبر مسکرایا۔

"یہ بڑی معمولی بات ہے۔ لیکن ایک شرط ہے"۔

"وہ کیا؟"۔

بھوپت نے پوچھا۔

"پھر تم یہ خیال تو نہیں کروگے کہ میں جاسوس ہوں؟"۔

بھوپت ہنس پڑا۔

ارے یار! تم بڑے مسخرے ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ پاگل خانے

www.urdurasala.com

میں ضرور رہے ہو۔ بھلا اس جیل خانے کی موٹی موٹی سلاخیں توڑ کر سنتریوں کی رائفلوں کی باڑھ سے گذر کر کبھی کوئی فرار ہو سکتا ہے۔

چلو یار! اٹھو! چل کر کھانا کھاتے ہیں۔

عنبر نے بھوپت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

بھوپت! تم نے مجھے دوست کہا ہے۔ یہ بتاؤ کیا تم یہاں سے فرار ہونا چاہتے ہو؟۔

کیونکہ میں جس وقت اور جب چاہوں یہاں سے فرار ہو سکتا ہوں اور تمہیں فرار ہونے میں مدد بھی دے سکتا ہوں۔

بھوپت ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

عنبر کی بات کا اس پر اثر ہوا تھا۔ سوچنے لگا۔ یہ نوجوان ضرور

غیر معمولی طاقت رکھتا ہے۔ جب ہی اس کی بات میں وزن معلوم ہوتا ہے۔

اس نے کہا۔

”عنبر بھائی! تم کس طرح مجھے فرار ہونے میں مدد دے سکتے ہو؟“۔

”آدھی رات کو میرے ساتھ یہاں فرار ہونے کے لیے تیار رہنا“۔

بھوپت بولا۔

”مجھے بندوق کی ضرورت ہوگی“۔

عنبر نے کہا۔

”بندوق تمہیں مل جائے گی“۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdump@urdufanz.com
www.urdurasaa.com

بھوپت ڈاکو شام تک یہی سوچتا رہا کہ یہ عنبر جھوٹ بول رہا ہے کہ سچ؟۔

بہر حال وہ تیاری بھی کرتا رہا کہ کوئی خبر نہیں یہ کوئی ایسا کام کر گذرے کہ وہ فرار ہو جائے۔

لیکن اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے شام ہوتے ہی اپنے شک کا اظہار بھی کیا۔

"عنبر! مجھے ابھی تک یقین نہیں آتا۔ بہتر ہے کہ تم بھی یہاں سے بھاگنے کا ارادہ ترک کردو"۔

عنبر ہنسا۔

"بھوپت! میں ایک بار جو وعدہ کرلیتا ہوں پھر اسے ضرور پورا کرتا ہوں۔ تم آج آدھی رات کے بعد آزاد ہو گے۔ تیار

رہنا"۔

رات گذرنے لگی۔

عنبر جیل کے برآمدے میں دور ستون کے ساتھ لگ کر آرام کر رہا تھا۔

بھوپت ڈاکو بھی سامنے والی دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھا تھا۔ دوسرے قیدی سو رہے تھے۔ دروازے کے باہر دو سنتری رائفلیں لیے پہرہ دے رہے تھے۔ جب گھڑیال نے رات کے بارہ بجائے تو عنبر اپنی جگہ سے اٹھ کر بھوپت کے پاس آیا اور اس کے کان میں بولا۔

"وقت آ گیا ہے۔ تیار رہو۔ میں اپنا کام کرنے لگا ہوں۔ جس وقت اشارہ کروں میرے ساتھ آ جانا"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بھوپت کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ شخص کیسی باتیں کر رہا ہے اور یہ اتنی مضبوط جیل سے اتنے چوکی پہرے سے کس طرح فرار ہوگا۔

وہ کچھ تیرا بھی تھا اور کچھ تیار نہیں بھی تھا۔ بہر حال وہ تیل دیکھ رہا تھا اور تیل کی دھار دیکھ رہا تھا۔ عنبر خاموشی سے اٹھ کر دروازے کی سلاخوں کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔

اس نے چوکیدار سے کہا۔

"پیاس لگی ہے۔ اندر پانی ختم ہو گیا ہے"۔

سنتری نے رائفل کا دستہ عنبر کے کندھے پر رکھ کر اسے زور سے پیچھے دھکیل دیا۔

"بدتمیز! پیچھے جا کر مرو۔ پانی نہیں ہے تو ہم کیا کریں۔ خبردار

جواب دروازے کے پاس آئے"۔

بھوپت نے آنکھیں بند کر لیں۔ سمجھ گیا کہ یہ عنبر کوئی پاگل آدمی ہے اور اپنے ساتھ اسے بھی مروائے گا۔

خواہ مخواہ اس نے عنبر سے بات کی۔ عنبر ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

اب وہ اندھیرے میں تھا۔ سنتری چکر لگا کر دروازے کے آگے سے گزرنے لگا تو عنبر نے سلاخوں میں سے ہاتھ نکال کر اس کی گردن کے گرد بازو ڈال کر اتنے زور سے جھٹکا دیا کہ سنتری کی گردن ٹوٹ گئی۔

عنبر نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ زمین پر گر پڑا۔ پتھر کی طرح دوسرا سنتری گزرنے ہی والا تھا کہ عنبر نے ایک ہاتھ سے دروازے کا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تالا پکڑ کر زور سے مروڑا۔

تالا ٹوٹ کر اس کے ہاتھ میں آ گیا۔

بھوپت یہ سب کچھ حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اٹھ کھڑا ہو گیا۔

عنبر نے دور سے اشارہ کر کے اسے بلالیا۔

اس نے تو سچ مچ تالا توڑ ڈالا تھا۔ بھوپت حیران ہو گیا۔

وہ جلدی سے اٹھ کر عنبر کے پاس آ گیا۔

عنبر نے سرگوشی میں کہا۔

''خاموشی سے میرے پیچھے آ جاؤ''۔

انہوں نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور ساتھ ہی دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔

دوسرا سنتری راؤنڈ لگاتا وہاں آیا تو اس کو پہلے سنتری کی لاش

نظر آئی۔

وہ سیٹی بجانے ہی والا تھا کہ پیچھے سے اچھل کر عنبر نے اس کی گردن میں بازو ڈال کر زور سے جھٹکا دیا اور اسے بھی ختم کر کے زمین پر پھینک دیا۔

ایک بندوق عنبر نے اور دوسری بندوق بھوپت نے اٹھالی۔

ان کی گولیوں کی پٹیاں بھی اتار کر انہوں نے اپنی کمر کے گرد باندھ لیں۔

''جلدی سے نکلو''۔

بھوپت نے کہا۔

''ابھی دیوار پھاندنی ہے۔ یہاں سے بائیں طرف سیڑھیاں اوپر جاتی ہیں''۔

www.urdufanza.com
PDF By Princeofchump@urdufanz.com

بھوپت کو جیل خانے کا سارا پتہ تھا۔ دونوں سیڑھیاں چڑھ کر جیل کی چھت پر آ گئے۔ یہاں ہر طرف اندھیرا اور خاموشی تھی۔ ایک سنتری کونے میں چھت کے کنارے پر کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔

عنبر نے بھوپت سے کہا۔

"تم اسی جگہ ٹھہرو۔ میں اس کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

عنبر اندھیرے میں آہستہ آہستہ چلتا پہرے دار تک گیا۔

پہرے دار نے پاؤں کی آہٹ سنی۔ پلٹ کر عنبر کو اندھیرے میں دیکھا اور گولی چلانے ہی والا تھا کہ عنبر نے لات مار کر اسے چھت پر گرا لیا اور اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا تاکہ آواز نہ نکال سکے۔

"بھوپت! جلدی کرو۔"

بھوپت بھاگ کر آ گیا۔ انہوں نے پہرے دار کو باندھ کر پھینک دیا۔

"رسہ ضروری ہے۔ اس کے بغیر ہم اس چھت سے نیچے نہیں اتر سکتے۔"

عنبر نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ اس کا بندوبست بھی ہو جائیگا۔"

عنبر نے بھوپت کو اس جگہ کھڑے رہنے کو کہا اور خود واپس سیڑھیاں اتر کر سٹور روم میں آ گیا۔

یہاں سے رسہ لیا اور واپس آ رہا تھا کہ ایک سپاہی نے اسے دیکھ لیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"کھڑے رہو۔کون ہو تم۔بھاگے تو گولی چلا دوں گا"۔

عنبر نے کہا۔

"داروغہ جی نے رسہ منگوایا ہے"۔

"اس وقت تمہارا باپ داروغہ کہاں جاگ رہا ہے؟"۔

سپاہی عنبر کے پاس آ گیا۔بندوق کی نالی اس کے سینے پر رکھ دی۔

"چپ چاپ واپس چلو۔اگر ذرا ادھر ادھر ہوئے تو گولی مار دوں گا"۔

عنبر کچھ دیر کے لیے پریشان ہو گیا۔کم بخت نے رنگ میں بھنگ ڈال دی تھی۔

مگر وہ گھبرانے والا نہیں تھا۔اس کی ہزاروں سال زندگی

www.urduraza.com
PDF By princeofforump@urdufanz.com

خطروں سے کھیلتے گذر گئی تھی۔اس نے پلک جھپکتے میں اچھل کر سپاہی کے جبڑے پر ایسا مکا مارا کہ وہ الٹ کر گرا اور بندوق اس کے ہاتھ سے پرے گر پڑی۔

عنبر نے لپک کر اس کا منہ بند کر دیا۔سپاہی نے بہت زور لگایا مگر عنبر کی طاقت کے آگے اس کی ایک نہ چل سکی۔

اسے تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی چٹان اس کے اوپر گر پڑی ہے۔

تھوڑی دیر بعد ہی سپاہی بے ہوش پڑا تھا۔

عنبر رسہ لے کر تیزی سے اوپر آ گیا۔انہوں نے رسہ ایک جگہ باندھ کر دیوار کی دوسری طرف نیچے کھائی میں پھینک دیا۔

پہلے بھوپت ڈاکو نیچے اترا۔پھر عنبر اتر گیا۔کھائی میں ٹخنوں

www.urduraza.com

تک پانی تھا۔ وہ پانی میں چلتے کناروں پر چڑھ گئے اور ایک طرف بھاگنا شروع کر دیا۔

کافی دور تک بھاگنے کے بعد وہ ایک گاؤں میں پہنچ گئے۔

رات اندھیری تھی۔ گاؤں کے لوگ سو رہے تھے۔

عنبر نے کہا۔

"یہاں کیوں آ گئے ہو؟"۔

بھوپت بولا۔

"کسی امیر آدمی کے گھر سے گھوڑے چوری کریں گے۔ غریب آدمیوں کو بھوپت نے کبھی کچھ نہیں کہا"۔

ایک مکان گاؤں میں سب سے اونچا تھا اور پختہ بھی تھا صاف معلوم ہو رہا تھا کہ کسی امیر جاگیردار کا مکان ہے۔

اس کا طویلہ بھی تھا جہاں گھوڑے بندھے تھے۔ بھوپت نے طویلے کا دروازہ کھول دیا۔

باہر پہرے دار سو رہا تھا۔ اسے کوئی خبر نہ ہوئی۔ کتا اٹھ کر بھونکنے لگا۔

بھوپت نے کتے کے سر پر بندوق کا دستہ اس زور سے مارا کہ وہ زمین پر گر کر بے ہوش ہو گیا۔

لیکن کتے کے بھونکنے سے چوکیدار کی آنکھ کھل چکی تھی۔ اس نے جو دو آدمیوں کو گھوڑے کھولتے دیکھا تو بندوق تان لی۔

"خبردار! اگر اپنی جگہ سے ہلے تو گولی مار دوں گا"۔

عنبر چوکیدار کی بندوق کے سامنے آ گیا۔

"بھوپت گھوڑے کھول کر باہر نکلو"۔

www.urdurasala.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

چوکیدار نے عنبر کے سینے کا نشانہ باندھ کر گولی چلا دی۔

بھوپت نے پلٹ کر دیکھا۔ اسے یقین تھا کہ گولی عنبر کے سینے میں لگی ہے۔

وہ مر گیا ہوگا۔ لیکن وہ بھاگ کر بھوپت کے پاس آیا اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

بھوپت بھی گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

"بھاگو۔"

انہوں نے گھوڑوں کو ایڑ لگائی۔ چوکیدار دوسری بار فائر کرنے ہی والا تھا کہ انہوں نے دھکا دے کر اسے گرا دیا۔

بھوپت نے چوکیدار کے سر پر بندوق سے فائر کیا اور اسے ہلاک کر ڈالا۔ دونوں گھوڑے دوڑاتے حویلی سے باہر نکل گئے۔

حویلی کے لوگ جاگ پڑے تھے۔ مگر بھوپت اور عنبر ہوا سے باتیں کرتے وہاں سے نو دو گیارہ ہو چکے تھے۔

کافی دور گھوڑے دوڑاتے ہوئے جب وہ دوسرے گاؤں سے بھی آگے نکل آئے تو بھوپت نے عنبر سے پوچھا۔

"گولی تمہارے سینے پر لگی تھی۔ پھر تمہیں کچھ نہیں ہوا۔ نہ زخم آیا۔ نہ خون نکلا۔"

عنبر نے کہا۔

"گولی مجھے نہیں لگی تھی۔"

"مگر میں نے خود دیکھا تھا کہ بندوق کی نالی کا رخ تمہارے سینے کی طرف تھا۔"

عنبر ہنسا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"تمہارا وہم ہے۔ اگر مجھے گولی لگتی تو میں مر جاتا۔ ظاہر ہے اگر میں زندہ ہوں تو گولی مجھے نہیں لگی"۔

بھوپت الجھن میں تھا۔

اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ مگر یقین کرنا بھی پڑ رہا تھا۔ کیونکہ عنبر زندہ تھا۔

اگر اسے گولی لگتی تو وہ کیسے زندہ رہتا؟۔

مگر گولی تو اسے لگی تھی!

بھوپت چکر کھا گیا تھا۔ ان کے گھوڑے بہت دور نکل گئے تھے۔

اب آسمان پر صبح کی ہلکی ہلکی روشنی نظر آنے لگی تھی۔ کھیتوں میں ہراول لہرا رہی تھی۔

ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ عنبر نے پوچھا۔

"اب کدھر کا ارادہ ہے؟ ہم کدھر جا رہے ہیں؟"۔

بھوپت نے گھوڑا روک کر دائیں طرف دیکھا اور کہا۔

"کوٹ رائے کی پہاڑیوں میں چلیں گے۔ وہاں میرے ساتھی مل جائیں گے۔ کیا تم میرے ساتھ نہ چلو گے؟"۔

"ضرور چلوں گا"۔

سورج نکل رہا تھا کہ دونوں کوٹ رائے کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں میں ایک جگہ پہنچ کر رک گئے۔

وہاں گھوڑے سے اتر کر بھوپت نے منہ سے جانور کی آواز نکالی۔ دوسری طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔

بھوپت نے دوسری بار آواز نکالی مگر اس کا بھی کوئی جواب نہ

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ملا۔ بھوپت ایک کھوہ میں اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد باہر آیا تو ایک آدمی اس کے ساتھ تھا۔ دونوں ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہنستے آ رہے تھے۔

اس نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا۔

”یہ میرا یار منجریا ڈاکو ہے۔ اندر سو رہا ہے اور ابھی ایک پٹیل کو مار کر آیا ہے۔ ہاہاہا“۔

اور سن رے منجریا! یہ عنبر ہے۔ میرا جیل میں دوست ہے۔ اس نے جیل کا تالا ایک ہاتھ سے توڑ ڈالا۔

منجریا ڈاکو نے عنبر سے ہاتھ ملایا۔

کہنے لگا۔

”یار بھوپت یہ عنبر تو بڑا نازک سا لڑکا ہے یہ نازک نازک

ہاتھ بھلا جیل کا تالا توڑ سکتے ہیں“۔

بھوپت بولا۔

”میرے سامنے اس نے تالا مروڑ کر توڑ ڈالا تھا۔ اچھا ان باتوں کو چھوڑو۔

پولیس ہمارے پیچھے لگی ہے۔ اب کدھر کا ارادہ ہے؟“۔

منجریا کہنے لگا۔

”ہمیں اپنے ساتھیوں کو ڈھونڈھ کر اپنا ایک گروہ بنانا چاہیے۔ اکیلے اکیلے ہم کب تک پھرتے رہیں گے۔ اس طرح تو ہم پکڑے بھی جا سکتے ہیں“۔

”تو پھر چلو راجکوٹ کی طرف چلتے ہیں۔ سیوا جی وہیں کسی جگہ چھپا ہوگا“۔

www.urdurasala.com
PDF By Princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

بھوپت نے منجریا اور عنبر کو ساتھ لیا اور راج کوٹ جانے والی سڑک پر چل پڑے۔

یہ چھوٹی سی سڑک تھی جو آگے جا کر بڑی ہوتی گئی۔ اس پر بسیں بھی نظر آنے لگیں۔ بھوپت نے گھوڑے سڑک پر سے اتار لیے اور کھیتوں میں سے ہو کر گذرنے لگے۔

شہر راجکوٹ بھی بہت دور تھا۔ رات کا اندھیرا چھا رہا تھا کہ یہ لوگ شہر سے باہر والی بستی میں پہنچ گئے۔ یہاں شہر کی عمارتیں روشن نظر آنے لگی تھیں۔

"منجریا! تمہیں سیوا جی کے ٹھکانے کا پتہ ہے؟"۔

"کیوں نہیں دادا! رام داس کی کھولی میں رہتا ہے"۔

یہ جگہ راجکوٹ شہر کے باہر ایک محلے میں تھی۔ بھوپت اور

منجریا دونوں مفرور ڈاکو تھے۔ پولیس ان کی تلاش میں تھی۔

شہر میں جگہ جگہ ان کے اشتہار لگے تھے ان کی گرفتاری کے لیے حکومت نے ایک ہزار روپے انعام مقرر کر رکھا تھا۔

بھوپت اور منجریا نے بھیس بدل رکھا تھا اور پولیس کی سپاہی کی وردی میں تھے۔ عنبر ان کے ساتھ سفید کپڑوں میں تھا۔

رام داس کی کھولی میں جا کر پتہ چلا کہ سیوا جی سونا گاچی گیا ہوا تھا۔

سونا گاچی ایک اڈہ تھا جہاں شہر کے بدمعاش چھپ کر اسلحہ وغیرہ فروخت کرتے تھے۔ پولیس اس علاقے کے ارد گرد منڈلاتی رہتی تھی۔

لیکن چونکہ بھوپت اور منجریا پولیس کی وردی میں تھے اس لیے

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

وہ بے دھڑک ہو کر سونا گاچی کے علاقے میں آ گئے۔

ایک آدمی نے بتایا کہ سیوا جی فلاں جگہ پر ہے۔ بھوپت اور منجریا اس مکان کے باہر جا کر کھڑے ہوئے۔

اس نے عنبر سے کہا۔

''عنبر یار تم ذرا دروازہ کھٹکھٹاؤ اور پوچھو کہ سیوا جی کہاں ہے ہم اندھیرے میں ہو جاتے ہیں''۔

عنبر نے دستک دی۔ ایک مونچھوں والے خونخوار سے آدمی نے دروازہ کھول کر پوچھا۔

''کون ہو بے تم؟''۔

عنبر نے پوچھا۔

''سیوا جی کہاں ہے؟''۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

''ارے میں ہی سیوا جی ہوں تو کون ہے؟''۔

اتنے میں بھوپت اور منجریا اوٹ سے نکل آئے اور سیوا جی یار، کہتے اس سے لپٹ گئے تھے۔

تینوں دوست خوب گرمجوشی سے ملے۔ عنبر سے بھی ملایا گیا۔

اس قسم کے ڈاکوؤں کے ساتھ عنبر کا پہلا اتفاق تھا۔

سیوا جی ان سب کو اندر لے گیا۔

وہ چارپائیاں کمرے میں بچھی تھیں۔ چھت سے پنکھا چل رہا تھا۔ زمین پر دری بچھی تھی۔ جس پر دو تین خوفناک چہروں والے آدمی بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ان لوگوں کو اندر آتا دیکھ کر وہ چپ ہو گئے۔ اور عنبر کو شک بھری نظروں سے تکنے لگے۔

وہ بھوپت اور منجریا ڈاکو کو تو جانتے تھے لیکن عنبر کو پہلی بار دیکھ

205 بھوپت ڈاکو (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 71)

رہے تھے۔

ایک بولا۔

"یہ لونڈا کہاں سے پکڑ لائے ہو منجریا بھیا!"۔

منجریا بولا۔

"یہ تو بھوپت دادا اپنے ساتھ لایا ہے۔ کہتا ہے اس نے جیل کا تالا توڑ ڈالا تھا"۔

"ہاہاہا"۔ ایک بدمعاش نے کہا۔

"ارے اس کے ہاتھ تو عورتوں جیسے ہیں۔ یہ کیسے تالا توڑ سکتا ہے"۔

رام قسم ان ہاتھوں میں چوڑیاں کتنی بھلی لگیں اور باقی بدمعاش بھی قہقہہ مار کر ہنس دیے۔

مرغ کہاں گیا

عنبر کو ان بدمعاشوں کا مذاق بہت برا لگا۔

مگر وہ خاموش رہا۔ وہ مذاق میں آگے بڑھتے گئے۔

انہوں نے عنبر پر فقرے کسنے شروع کر دیے۔ جب بھوپت نے بتایا کہ عنبر ان کے گروہ میں شامل ہو گیا تو ایک بدمعاش نے کہا۔

تو پھر ہماری ناک میں نتھ ڈلوا کر ہمیں گھر بیٹھ جانے دو دادا!!

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

ارے یہ زم ونازک لونڈا تو ایک روز ہمیں پھانسی پر چڑھا کر رہے گا۔

اس سے ڈاکہ کیا پڑے گا۔ ہاں یہ ہمیں ضرور گرفتار کروا کر دم لے گا۔

بھوپت نے کہا۔

"ارے نہیں گنگو! عنبر بہادر ہے"۔

گنگو بولا۔

"تو پھر مجھ سے دو دو ہاتھ کر کے دیکھ لے اگر بہادر ہے تو"۔

"کیوں عنبر! تم تیار ہو؟"۔

عنبر نے سر ہلا کر کہا۔

"ضرور"۔

پھر اس نے گنگو کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کس قسم کا مقابلہ کرنا چاہتے ہو تم مجھ سے؟"۔

گنگو نے زور سے قہقہہ لگایا۔

"ارے کل کا لونڈا ہم سے پوچھتا ہے کہ مقابلہ کیسا ہونا چاہیے۔ ارے تو بتا کیا چاہتا ہے؟"۔

عنبر نے بھوپت کی طرف دیکھا۔

"بھوپت دادا! اپنا پستول بھر کر مجھے دے دو"۔

بھوپت ٹھٹھک سا گیا۔

"کیا مطلب؟"۔

عنبر نے کہا۔

"تم ذرا پستول تو دو"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بھوپت نے پستول عنبر کے حوالے کر دیا۔ عنبر نے اسے کھول کر سب کو دکھایا۔

دیکھ لو۔ اس میں بارہ گولیاں بھری ہوئی ہیں اس کا ایک بھی چیمبر خالی نہیں ہے۔

میں اس پستول کو اپنے ماتھے پر رکھ کر گولی ماروں گا۔

اگر گنگو اسی طرح ماتھے پر پستول رکھ کر گولی کھائے اور زندہ رہے تو میں مقابلہ ہار جاؤں گا۔

سب لوگ سناٹے میں آ گئے۔ بڑی کڑی شرط تھی۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ پستول کی گولی سر میں لگے اور آدمی زندہ رہے؟۔

گنگو بھی کچھ گھبرا سا گیا۔ مگر ہنس کر بولا۔

"پہلے تم سر میں گولی مار دکھاؤ"۔

عنبر نے کہا۔

"مجھے منظور ہے"۔

محفل میں گہری خاموشی چھا گئی۔

بھوپت نے عنبر سے کہا۔

"نہیں نہیں ایسا مقابلہ ہم نہیں چاہتے"۔

منجریا نے بھی عنبر کو منع کیا۔ لیکن سب کے دیکھتے دیکھتے عنبر اٹھ کھڑا ہو گیا۔

اس نے پستول اپنے ماتھے سے لگائی اور ٹریگر دبا دیا۔

دھائیں۔ ایک زبردست دھماکا ہوا پستول چلی۔ اس میں سے گولی نکل کر عنبر کے ماتھے پر لگی۔ اور پھر نیچے گر پڑی۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر اسی طرح کھڑا رہا۔صرف اس کے ماتھے پر بارود کا سیاہ دھبہ سا لگا رہ گیا۔

وہاں جتنے آدمی بیٹھے تھے سب کے سانس اوپر کے اوپر اور نیچے کے نیچے رہ گئے۔ایک پل کے لیے کسی کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔پھر بھوپت نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا۔

''یہ۔یہ کیسے ممکن ہے''۔

عنبر نے بڑے آرام سے پستول گنگو کی طرف پھینک کر کہا۔

''اب تم اپنے ماتھے پر گولی مار کر دکھاؤ''۔

گنگو کا رنگ زرد تھا۔پستول اس کے آگے پڑا تھا مگر اس میں اسے اٹھانے کی ہمت نہیں تھی۔عنبر نے زوردار آواز میں کہا۔

''اب بولتے کیوں نہیں؟ بڑی بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہے

تھے۔ڈر کیوں گئے؟ اٹھاؤ پستول چلاؤ اپنے سر پر گولی۔نہیں تو چوڑیاں پہنو میرے سامنے''۔

منجریا ڈاکو نے کہا۔

''گنگو اٹھاؤ پستول اور اپنے سر پر گولی مارو۔تم اسی لائق ہو''۔

گنگو بدمعاش نے پستول اٹھایا اور اس کا رخ عنبر کی طرف کر کے دھائیں دھائیں پستول کی ساری گولیاں عنبر پر چلا دیں۔

اس کا خیال تھا کہ عنبر تڑپ کر گرے گا اور مر جائے گا۔مگر عنبر اپنی جگہ پر کھڑا مسکراتا رہا اور گولیاں اس کے جسم سے ٹکرا ٹکرا کر نیچے گرتی رہیں۔

ساری محفل دنگ رہ گئی۔بھوپت نے آگے بڑھ کر عنبر کی آنکھیں کھول دیں۔

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دیکھا کہ کہیں اس نے اندر لوہے کی واسکٹ تو نہیں پہن رکھی مگر اندر کچھ بھی نہیں تھا۔

عنبر نے اتنی دیر میں منجریا کی جیب سے پستول نکالا اور گنگو پر فائر کر دیا۔ گولی اس کی گردن میں لگی۔ خون ابلا۔

گنگو بدمعاش دری پر گرا اور خون میں لت پت ہو کر تڑپنے لگا۔

"اس کے ساتھ یہی سلوک ہونا چاہیے تھا"۔

سیواجی نے کہا۔

"یہ کمینہ آدمی تھا۔ اچھا ہوا مارا گیا"۔

مگر عنبر بھائی! تم پر گولی نے اثر کیوں نہیں کیا؟۔

سیواجی کے اس سوال پر بھوپت اور منجریا نے بھی یہی سوال

کیا اور عنبر کے جسم کو ہاتھ لگا لگا کر دیکھنے لگے۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"میرا بدن بھی تمہارے جیسا ہی ہے"۔

منجریا بولا۔

"پھر تم پر گولی اثر کیوں نہیں کرتی؟"۔

عنبر نے کہا۔

"مجھ پر آگ اور تلوار بھی اثر نہیں کرتی"۔

بھوپت بولا۔

"کیا تمہارے پاس کوئی جادو ہے؟"۔

"ہاں! تم یہی سمجھ لو کہ میرے پاس کوئی جادو ہے"۔

بھوپت، منجریا اور سیواجی عنبر سے بڑے مرعوب ہوئے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بھوپت نے کہا۔

"اب میرا خیال درست نکلا کہ حویلی کے چوکیدار نے تم پر گولی چلائی تھی مگر اثر نہیں ہوا تھا۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں؟"۔

عنبر نے کہا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو"۔

اسی رات یہ لوگ راجکوٹ سے نکل کر روہی ندی عبور کر کے ضلع کھیر کے جنگل میں آ گئے۔ یہاں ایک پرانے قلعے کے کھنڈر تھے۔

اسی جگہ انہوں نے اپنا ٹھکانہ بنالیا۔ یہاں ان کے ساتھ چھ سات اور ڈاکو بھی آن ملے۔ اب وہ کسی جگہ ڈاکہ ڈالنے کا پروگرام بنانے لگے۔

اب ہم ماریا کی طرف جاتے ہیں۔

دریا میں طوفان آیا۔ کشتی الٹی۔ وہ تینوں دریا میں گرے۔

لہروں نے انہیں اٹھا کر نیچے پھینکا۔ وہ دریا کی تہہ میں گئے اور جب ابھرے تو الگ الگ ہو چکے تھے۔

ناگ اور عنبر کا حال ہم آپ کو بتا چکے ہیں۔ اب ہم ماریا کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہے۔ جب وہ دریا سے ابھری تو اس نے ہاتھ چلائے۔ اس کے ہاتھ میں کشتی کا ایک تختہ آ گیا۔

وہ اس کے ساتھ لٹک گئی۔ تختے نے اسے لہروں پر بہانا شروع کر دیا۔ طوفان ختم گیا تھا۔ دریا کا پاٹ بڑا چوڑا تھا۔

بارش بھی رک گئی تھی۔ رات ڈھلنے لگی۔ ساری رات ماریا تختے سے لگی بہتی رہی۔

www.urduarsala.com
PDF By princeofdbump@urdufanz.com

دن کی روشنی ہوئی تو ماریا نے دیکھا کہ تختہ دریا کے کنارے کی طرف جا رہا ہے۔

آخر کنارے کے ساتھ جا کر تختہ لگ گیا۔

ماریا کنارے پر چڑھ کر لیٹ گئی۔ وہ بے حد تھکی ہوئی تھی۔

کتنی دیر وہ گیلی زمین پر لیٹی رہی۔ جب اس کی تھکان دور ہوئی تو اٹھی اور ایک طرف کو روانہ ہو گئی۔ وہ سب سے پہلے اپنے کپڑے بدلنا چاہتی تھی۔

کیونکہ کپڑے گیلے ہو کر خراب ہو چکے تھے۔ چلتے چلتے اس نے صبح کی روشنی میں درختوں کے جھنڈ کے نیچے چند ایک مکان دیکھے۔

قریب جا کر معلوم ہوا کہ دھوبیوں کے مکان ہیں۔ باہر

تالاب پر دھوبی کپڑے دھو رہے تھے۔ اندر مکان میں دھوبنیں کپڑوں پر استری پھیر رہی تھیں۔

ماریا کو یہی چاہیے تھا وہ ایک مکان میں آ گئی۔ اس نے استری کیے ہوئے عورتوں کے کپڑوں میں سے ایک جوڑا چپکے سے اٹھایا اور دوسری کوٹھڑی میں جا کر تبدیل کر لیا۔

گیلے کپڑے لا کر اس نے دھوبن کے قریب رکھ دیے۔

دھوبن نے جو گیلے کپڑے دیکھے تو حیران ہو کر بولی۔

"اری میا! یہ گیلے کپڑے کس کے ہیں! یہ کہاں سے آ گئے؟"۔

دوسری دھوبنیں بھی ان کپڑوں کو تعجب سے تکنے لگیں جو نہ صرف یہ کہ گیلے تھے بلکہ ان پر کیچڑ بھی لگا تھا۔

www.urdufanz.com
PDF By princeofdump@urdufanz.com

"اری بھوت آ گیا بھوت!"۔

وہ کوٹھڑی سے بھاگ کر نکلیں۔ بھوت بھوت کا ہر طرف شور مچ گیا۔

مگر ماریا ان کا ایک گدھا کھول کر اس پر سوار ہو وہاں سے جا چکی تھی۔

گدھا بڑے آرام آرام سے چل رہا تھا۔ کچی پگڈنڈی ایک سڑک پر آ گئی۔ یہ سڑک کسی قریبی شہر کو جاتی تھی۔

ماریا کا گدھا بھی کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ ماریا ایک جگہ کھڑی ہو کر سوچنے لگی کہ کس طرف کو چلا جائے وہاں ایک بڈھا بھی کھڑا سڑک پر شاید بس کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

اتنے میں ماریا کا گدھا ڈھینچوں ڈھینچوں کرنے لگا۔

بڈھا چونک اٹھا۔ کیونکہ اسے گدھے کے رینکنے کی آواز تو آ رہی تھی مگر گدھا کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ پریشان ہو کر ادھر ادھر تکنے لگا۔

ماریا نے شرارت سے کہا۔

"گھبراؤ نہیں بابا! یہ میرا گدھا بول رہا ہے"۔

اب جو عورت کو آواز سنی تو بڈھے کی گھگھی بندھ گئی کیونکہ عورت کی آواز آ رہی تھی مگر عورت بھی کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

"بھوت! بھوت!"۔

اتنا کہہ کر بڈھا سڑک پر بھاگنے لگا۔ ماریا کو بڑی ہنسی آئی۔

اس نے گدھے کو وہیں چھوڑ دیا اور خود بس کا انتظار کرنے لگی۔

www.urdurasaa.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

تھوڑی دیر میں بس آ گئی۔ اس میں رش نہیں تھا۔ ماریا اس میں سوار ہو گئی۔ بس آگے چل پڑی۔

ماریا سب سے پچھلی سیٹ پر کھڑکی کے ساتھ لگی بیٹھی تھی۔

بس کنڈیکٹر وہاں نہ آیا کیونکہ اسے وہاں کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

بس اس شہر کی حدود میں داخل ہو رہی تھی۔ وہ شہر کے پہلے سٹاپ پر جا کر رک گئی۔ معلوم ہوا کہ یہ راجکوٹ شہر ہے اور اس کا پہلا بس سٹاپ ہے۔ ماریا بس سے نیچے اتر آئی۔

اسے بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ چلتے چلتے اس نے ایک ہوٹل دیکھا۔ اس کے اندر لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ ماریا نے اندر جا کر بھنا ہوا ایک مرغ تھال میں سے اٹھا لیا۔

باورچی نے ابھی ابھی مرغ وہاں رکھا تھا۔ اب جو تھال خالی دیکھا تو بھونچکا ہو کر ادھر ادھر تکنے لگا۔

"مرغ کہاں چلا گیا؟"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

☆ماریا کہاں گئی؟۔

☆اس کی ملاقات عنبر اور بھوپت ڈاکو
سے کہاں ہوئی؟۔

☆ناگ بھوپت ڈاکو سے کہاں ملا؟

یہ آپ اس ناول کی 72 ویں قسط میں پڑھئے۔

www.urdurasala.com
PDF By
princeofdhump@urdufanz.com

کالا ڈاکو

(عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 72)

PDF By
princeofdhump@urdufanz.com

اے حمید

کالا ڈاکو (عمرو عیار نمبر 72)

فہرست

انوکھی عورت
کالا ڈاکو
چھپکلی گھر
سمندر کے نیچے شہر
شیشے کا گولا
چھپ جاؤ

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

UrduRasala.com کا پیغام

اس ناول کے جملہ حقوق بحق مصنف اور پبلشرز محفوظ ہیں۔ ہم اسے صرف اردو زبان کی ترویج کے لیے Online کر رہے ہیں تاکہ دنیا جان سکے کہ اردو زبان میں کتنا عظیم کام ہوا ہے۔ ہمارا مقصد اس ویب سائٹ کے ذریعے اردو کے گم شدہ خزانے کو ان لوگوں تک پہنچانا ہے جو کسی وجہ سے اس سے محروم ہو گئے۔ خاص طور پر ان بیرون ملک پاکستانیوں کو جو باوجود پوری کوشش کے ان ناولوں کو حاصل نہیں کر سکتے۔

اگر آپ کو یہ کتاب پسند آئی ہے اور آپ استطاعت رکھتے ہیں تو مہربانی فرما کر اس کو خرید کر پڑھے تاکہ مصنف اور پبلشرز کو مالی فائدہ پہنچ سکے۔

پیارے بچو!

عنبر ایک جنگل میں سے گزرتا ہے تو اسے پکڑ لیا جاتا ہے۔

جیل میں اس کی ملاقات مشہور ڈاکو بھوپت سے ہوتی ہے۔

وہ اسے وہاں سے فرار ہونے میں مدد دیتا ہے۔

بھوپت ڈاکو کے ساتھ مل کر عنبر ایک گاؤں پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔

عنبر اسے بری عادتوں سے منع کرتا ہے مگر بھوپت کا ایک ساتھی ظلم کرتا ہے۔

عنبر اسے مار ڈالتا ہے بھوپت عنبر سے انتقام لیتا ہے اور ایک

سنیاسی کے کہنے پر اسے بے ہوش کرنے والی دوا دے کر دریا میں پھینک دیتا ہے۔

عنبر بے ہوشی میں سمندر میں چلا جاتا ہے۔ وہاں وہ ایک جزیرے میں پہنچ جاتا ہے۔

جس پر جاپانیوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ دوسری طرف ناگ جوگی کے لباس میں ریل گاڑی میں بیٹھ کر بنگال کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔

ماریا بھی عنبر کی تلاش میں پھر رہی ہے۔ عنبر کی ملاقات جزیرے میں ایک مظلوم عورت سے ہوتی ہے۔

اس کے بعد آپ خود پڑھ لیجئے گا۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

انوکھی عورت

ماریا مرغا لے کر جا چکی تھی۔

وہ بڑے مزے سے کونے والی میز پر بیٹھی بھنا ہوا مرغا کھا رہی تھی۔

کھا پی کر ماریا ہوٹل سے باہر آ گئی۔ بازار میں بڑی رونق تھی۔ وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اتنے بڑے شہر میں وہ عنبر اور ناگ کو

کہاں تلاش کرتی پھرے گی؟۔

رات بسر کرنے کے لیے اس کو اس شہر میں جگہ کی تنگی نہیں تھی۔ وہ کسی بھی گھر میں جا کر کسی کونے میں رات بسر کر سکتی تھی۔

سوال یہ تھا کہ عنبر اور ناگ اسے کہاں مل سکتے تھے؟۔

یہی سوچتے سوچتے وہ فٹ پاتھ پر چلی جا رہی تھی کہ سامنے سے آتے ہوئے ایک آدمی سے ٹکرا گئی۔ وہ آدمی ماریا کو تو دیکھ نہیں سکتا تھا۔

لیکن اس نے ماریا کے پیچھے آنے والے آدمی کو مارنا شروع کر دیا۔

”اندھے ہو گئے ہو۔ دیکھ کر نہیں چلتے؟“۔

ماریا کی بے اختیار ہنسی نکل گئی۔ چلتے چلتے وہ ایک جگہ آ گئی۔

www.urduraala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جہاں سے ایک بازار بائیں طرف مڑتا تھا۔ ماریا نے دیکھا۔ دور سامنے ایک جگہ آم کے درختوں کا جھنڈ تھا۔

ماریا نے سوچا کہ وہاں چل کر سائے میں کچھ دیر آرام کرتی ہوں۔ پھر آگے چلوں گی۔

آم کے درختوں کے سائے میں ایک ٹوٹی پھوٹی چار دیواری بنی تھی جس کے دروازے کا ایک پٹ کھلا تھا۔

دوسرا دروازہ ٹوٹ کر نیچے گرا ہوا تھا۔ ماریا نے جھانک کر چار دیواری کے اندر دیکھا۔ ایک سبز رنگ کے میلے پانی کا ایک چھوٹا سا تالاب تھا۔

سطح پر درخت کے پتے تیر رہے تھے۔ کونے میں ایک تنگ دروازے والا چھوٹا سا مندر تھا۔ جس کی سیڑھیاں تالاب میں اتر

گئی تھیں۔

''یا خدا! یہ مندر ویران کیوں ہے؟''۔

ماریا نے سوچا۔

ویسے تو اس نے اپنی زندگی میں بے شمار ویران مندر دیکھے تھے۔

لیکن اس مندر کو دیکھ کر اس کو خوف سا آنے لگا تھا۔ اس کے باوجود ایک کشش سی تھی جو اسے کھینچے لیے جا رہی تھی۔

وہ چار دیواری کے دروازے میں سے گزر کر تالاب کے کنارے کنارے مندر کی طرف چلنے لگی۔ مندر کا دروازہ بند تھا۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر دروازے تک آئی۔ اس نے دروازے کو آہستہ سے زور لگا کر کھول دیا۔ اندر سے ٹھنڈی ٹھنڈی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

ہوا کا جھونکا باہر آیا۔

اس ہوا میں ایسی بو تھی جیسی بو شہر کے پرانے مکانوں کی کوٹھڑیوں سے آیا کرتی ہے۔

ماریا نے جھرجھری سی لی اور پیچھے ہٹ گئی۔

مندر کا دروازہ ابھی تک کھلا تھا اور جیسے ماریا کو اندر بلا رہا تھا۔

ماریا مندر کے اندر داخل ہو گئی۔ پہلے تو اسے اندھیرے میں کچھ نظر نہ آیا پھر اندھیرا آہستہ آہستہ دور ہوتا گیا۔

کسی جانب اندر روشنی کی ایک سفید پتلی سی کرن آ رہی تھی۔

جس نے اندھیرے کو دور کر رکھا تھا۔ مندر کی چھت اونچی تھی۔

دیواروں پر پتھر کے بت بنے ہوئے تھے۔ مورتیاں بھی تھیں۔ کونے میں چبوترے پر ایک عورت کی بڑی سی مورتی بنی تھی

جس کے گلے میں مالا تھی اور ماتھے پر سیندور ملا ہوا تھا۔

اس عورت کے بال کھلے تھے اور ہاتھ میں اکتارہ پکڑا ہوا تھا۔

یہ مورتی بڑی خستہ ہو رہی تھی۔ ایک ہاتھ کی انگلیاں اور ایک کان بھی ٹوٹا ہوا تھا۔

ماریا مورتی کے پاس آ کر اسے جھک کر غور سے تکنے لگی۔

ایک دم اس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ مورتی کی شکل میں ہو بہو اس کی اپنی شکل سے ملتی جلتی تھی۔ وہ بالکل ماریا تھی جو پتھر بنی گلے میں مالا ڈالے، ہاتھ میں اکتارہ لیے کھڑی تھی۔

"یا خدا! یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں؟"۔

ماریا نے دل میں سوچا اور مورتی کے عقب میں آ کر غور سے تکنے لگی۔

www.urduzala.com
PDF By princedhump@urdufanz.com

پیچھے ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی۔ جس کے پٹ بند تھے۔ ماریا کو راز معلوم کرنے کی بڑی عادت تھی۔ اس نے پہلے تو کھڑکی کے پاس کان لے جا کر سنا کہ اندر سے کوئی آواز تو نہیں آ رہی؟۔

پھر اس نے آہستہ سے زور لگا کر کھڑکی کھول دی۔ اندر سے ٹھنڈی ہوا کا جھونکا تیزی سے آیا اور ماریا کے چہرے سے ٹکرا کر گذر گیا۔

اچانک اندر سے کسی عورت کی چیخ کی آواز سنائی دی۔

"بچاؤ۔ بچاؤ۔ بچاؤ"۔

عورت ہونے کے ناطے سے ماریا وہاں نہ ٹھہر سکی۔ وہ بے دھڑک کھڑکی میں سے اندر چلی گئی۔

اندر سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں۔ ایک کھلی جگہ تھی۔ جہاں

چھت سے ایک لوہے کی زنجیر لٹک رہی تھی۔

اس کے ساتھ ایک خوبصورت عورت بندھی ہوئی تھی۔ ایک موٹا کالا بھدا آدمی ہنٹر لے کر پاس کھڑا تھا اور اسے ہنٹر مار رہا تھا۔

عورت کے جسم پر ہنٹر لگتا تو وہ چیخ کر واویلا مچاتی۔ سامنے دیوار کے ساتھ ایک مہنت اپنے ساتھیوں کو لے کر زمین پر بیٹھا کھوپڑی کے اندر کھا رہا تھا اور ہنس ہنس کر کہہ رہا تھا۔

"جب تک یہ حرام زادی دیوی کے خزانے کا پتہ نہیں بتاتی اس کی چمڑی ادھیڑ ڈالو مار مار کر"۔

عورت نے روتے ہوئے کہا۔

"مہنت جی! بھگوان کی قسم لے لو۔ مجھے دیوی جی کے

www.urdurasala.com
www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

خزانے کا کچھ نہیں پتہ۔۔۔میرا باپ دیوی جی کے مندر کا پجاری ضرور تھا پر مرتے سمے وہ مجھے کچھ نہیں بتا گیا"۔

"ہاہاہا"۔

مہنت نے قہقہہ لگایا۔

"بکتی ہے تو۔۔۔ابھی تیرا باپ بھی آ کر بتا دے گا۔ جلاد ہنٹر"۔

تڑاخ تڑاخ ہنٹر پڑنے لگے اور عورت کی چیخیں گونجنے لگیں۔

اب تو اس کے جسم پر زخم آ گئے تھے۔ جن میں سے آہستہ آہستہ خون رسنے لگا تھا۔

ماریا کو عورت پر بڑا ترس آیا۔ معاملہ جو کچھ بھی تھا سب سے پہلے تو وہ عورت کو اس ظلم سے نجات دلانا چاہتی تھی۔

چنانچہ وہ لپک کر موٹے کالے جلاد کے پاس آئی اور اس کے ہاتھ سے ہنٹر کھینچ کر لہرایا اور پوری طاقت سے اس کے منہ پر جڑ دیا۔

موٹے جلاد نے بوکھلا کر ایک چیخ کھائی اور درد سے چلاتے ہوئے نیچے گر پڑا۔

ہنٹر چونکہ ماریا کے ہاتھ میں آ گیا تھا اس لیے غائب ہو چکا تھا۔

مہنت اور اس کے دوسرے ساتھی اپنی جگہ سے اٹھے اور بھاگ کر جلاد کے پاس آئے۔

"کیا ہوا کم بخت تجھے! زمین پر کس طرح گر پڑا؟"۔

مہنت نے جلاد کو اٹھانے کی کوشش کی۔ مگر دیکھا کہ اس کے

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasaa.com

چہرے پر گہرا زخم آیا تھا۔

خون مسلسل بہہ رہا تھا اور وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

"اس کا ہنٹر کہاں ہے؟ معلوم ہوتا ہے اس عورت نے ہی ہنٹر چھین کر اس پر حملہ کیا تھا"۔

مہنت نے سنجیدگی سے غور کیا اور بولا۔

"اس عورت کے تو ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ یہ ہنٹر کیسے چھین سکتی ہے؟ اور ہنٹر تو اس کے ہاتھ میں بھی نہیں ہے۔ پھر ہنٹر کہاں چلا گیا؟"۔

زنجیروں کے ساتھ بندھی ہوئی عورت بھی حیران و ششدر کھڑی تھی۔

وہ منہ سے اشلوک بڑبڑا رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ دیوی جی

خود آ گئی ہیں اور انہوں نے ہی اسے ان ظالموں سے بچانے کی کوشش کی ہے۔

مہنت نے جلاد کو ہوش میں لانے کی بڑی کوشش کی مگر ماریا کے پورے ہاتھ کا پڑا ہوا ہنٹر بھلا اسے ہوش میں آنے دیتا تھا؟۔

وہ تو یوں لگ رہا تھا جیسے اگلے جہان کو سدھار گیا ہے۔ مہنت کے ساتھیوں میں سے ایک بدمعاش قسم کا آدمی اٹھا۔

اس نے جلاد کو جھک کر غور سے دیکھا اور پھر زنجیروں میں جکڑی عورت کے پاس جا کر بولا۔

"ذلیل عورت! تو نے ہی ہمارے بھائی کو ہلاک کیا ہے۔ میں تمہاری دونوں ٹانگیں کاٹ دوں گا"۔

اور پھر اس بدمعاش نے تلوار کھینچ کر ہوا میں لہرائی۔

www.urduraza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قریب تھا کہ وہ بھرپور حملہ کر کے عورت کی دونوں ٹانگیں دھڑ سے الگ کر دے کہ ماریا نے پیچھے سے اس کی پیٹھ پر اس زور کی لات ماری کہ وہ تلوار سمیت اچھل کر منہ کے بل زمین پر گر پڑا وہ اٹھ ہی رہا تھا کہ دوسرے آدمی نے دوڑ کر عورت کے سینے میں خنجر مارنا چاہا۔

مگر ماریا تو پوری طرح سے چوکس ہو گئی تھی اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ مظلوم عورت کو ضرور بچائیگی اس نے زمین پر گری ہوئی تلوار اٹھائی اور بھاگتے ہوئے بدمعاش کے سینے میں اتار دی''۔

ایک چیخ کے ساتھ وہ آدمی زمین پر گرا اور تڑپتے تڑپتے ٹھنڈا ہو گیا۔

یہ حال دیکھ کر مہنت اور دوسرے لوگ ڈر کر باہر کو بھاگے۔تھوڑی دیر بعد ماریا اس کمرے میں اکیلی رہ گئی۔

صرف تین لاشیں زمین پر پڑی تھیں اور ایک عورت زنجیر کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں۔مظلوم عورت اب اونچی آواز میں کہہ رہی تھی۔

''جے دیوی بھاسیہ وتی! جے دیوی بھاسیہ وتی''۔

اسے یقین تھا کہ یہ کام دیوی جی کا ہے۔وہ خود اس کی مدد کو وہاں آگئی ہے۔

ماریا بھی اس کے یقین کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتی تھی۔اس نے آگے بڑھ کر مظلوم عورت کی زنجیر کھول دی۔

وہ عورت ہاتھ باندھ کر سر جھکائے کھڑی ہو گئی۔اس کے بازو

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasaa.com

پر ہنٹر کے نشان تھے۔ جہاں سے کہیں کہیں خون رس رہا تھا۔

وہ خوف اور عقیدت سے کانپ رہی تھی۔ کیونکہ اس نے دیوی یعنی ماریا کے ہاتھوں کو اپنے جسم پر محسوس کیا تھا۔

ان ہاتھوں نے اسے سنبھالا دے کر دیوار کے ساتھ بٹھایا تھا۔ لیکن دیوی اسے نظر نہیں آ رہی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ یہ دیوی بھاسیتہ وتی ہی ہو سکتی ہے۔

اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"دیوی سیتہ وتی! میرے بھاگ جاگے جو آپ نے آ کر مجھے مصیبت سے نکالا۔ کیا اب مجھے درشن نہ دیں گی؟"۔

ماریا نے کہا۔

"بہن! میں اگر مجبور نہ ہوتی تو تمہیں ضرور درشن دیتی۔ مگر شو

جی کا حکم ہے۔ میں کسی کے سامنے ظاہر نہیں ہو سکتی"۔

عورت نے سر جھکا دیا۔

ماریا نے پوچھا۔

"یہ بتاؤ کہ یہ لوگ تم کو کہاں سے پکڑ کر لائے تھے؟"۔

عورت نے کہا۔

"دیوی سیتہ وتی! آپ کو تو بہت کچھ معلوم ہے۔ پھر آپ کیوں پوچھتی ہیں؟"۔

ماریا نے جلدی سے کہا۔

"میں تمہاری زبان سے سننا چاہتی ہوں"۔

عورت بولی۔

"دیوی سیتہ وتی! میرا باپ اس مندر کا پجاری تھا"۔

www.urdurasala.com
PDF By princefdhump@urdufanz.com

کتابوں میں لکھا ہے کہ اس مندر کے تہہ خانے میں کسی جگہ ایک جگہ خزانہ دفن ہے جو دیوی کی ملکیت ہے۔

میرا باپ شاید جانتا تھا کہ خزانہ کس جگہ دفن ہے۔ مگر اس نے مجھے کبھی نہیں بتایا تھا۔ میرا باپ مر گیا تو ان لوگوں نے جو اس مندر کے سادھو سنت تھے مجھے پکڑ کر یہاں قید کر دیا۔

وہ مجھ سے خزانے کا پتہ پوچھتے اور مارتے۔ اگر آج آپ نہ آ جاتیں تو یہ لوگ مجھے آج ختم کر کے ہی دم لیتے۔

ماریا نے کہا۔

"کیا تم نے کبھی یہاں کسی ایسے آدمی کو بھی دیکھا ہے جس کی آنکھیں ناگ کی طرح تھیں؟"۔

ماریا اس عورت سے ناگ کے بارے میں معلومات حاصل

کرنا چاہتی تھی۔

لیکن ایسے لگتا تھا کہ اس عورت کو کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔

کہنے لگی۔

"نہیں دیوی! میں نے ایسے کسی آدمی کو کبھی نہیں دیکھا۔

کیوں دیوی! کیا ایسا آدمی آسمانوں سے یہاں آ گیا ہے؟"۔

میرا باپ کہا کرتا تھا کہ اس مندر میں ایک ایسا آدمی کبھی نہ کبھی آئے گا جس کی آنکھیں سانپ کی آنکھیں ہوں گی۔

جو دیوتاؤں کا دوست ہوگا۔

ماریا نے پوچھا۔

"تمہارے باپ نے کچھ اور بھی بتایا تھا؟"۔

"نہیں دیوی سیتا وتی! اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں بتایا

www.urdufanz.com
PDF By princeofdbump@urdufanz.com
www.urdufanz.com

گیا"۔

ماریا نے کہا۔

"کیا اب تم اس مندر میں رہنا پسند کرو گی؟"۔

"نہیں دیوی! اب میرا یہاں کون ہے"۔

"پھر تم کہاں جاؤ گی؟"۔

"میں اپنے بھائی کے پاس چلی جاؤں گی"۔

ماریا نے پوچھا۔

"وہ کہاں رہتا ہے؟"۔

"امبا ضلع کھیر کے گاؤں میں"۔

ماریا نے کہا۔

"کیا تم اکیلی وہاں پہنچ جاؤ گی؟"۔

عورت بولی۔

"دیوی! اس گاؤں کے راستے میں ایک جنگل پڑتا ہے۔ مجھے اس جنگل سے ڈر لگتا ہے"۔

"تو پھر چلو۔ میں تمہیں وہاں تک چھوڑ آتی ہوں۔ لیکن ایک شرط ہے۔ راستے میں کسی کو میرے بارے میں نہ بتانا کہ دیوی سپیدوتی تمہارے ساتھ سفر کر رہی ہے"۔

"بہت بہتر دیوی جی! میں ہرگز ہرگز زبان نہیں کھولوں گی"۔

پس ماریا نے اس خیال سے کہ یہ عورت دربدر نہ ہو جائے اسے ساتھ لیا اور مندر سے باہر نکل آئی۔

"یہاں سے ہمیں کس سواری پر چلنا ہوگا؟"۔

ماریا نے پوچھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عورت نے کہا۔

یہاں سے تین کوس پر ایک گاؤں ہے۔ وہاں پہنچ کر ہمیں گھوڑا گاڑی مل جائے گی جو رتلام ریلوے سٹیشن تک پہنچا دے گی۔

پھر وہاں سے ہمیں ٹرین میں سوار ہو کر کھیر شہر تک جانا ہو گا کھیر سے ایک جنگل بیچ ہمارا گاؤں امبا آتا ہے۔

تین کوس تک ماریا اس عورت کے ساتھ پیدل چلتی گئی۔ ایک گاؤں آگیا۔

اس گاؤں سے عورت نے گھوڑا گاڑی حاصل کی۔ دونوں اس پر سوار ہو کر رتلام کے ریلوے سٹیشن پر پہنچ گئے۔

ٹرین چلنے میں ابھی کچھ دیر تھی۔ انہوں نے ٹکٹ لیے اور ا

یک ڈبے میں بیٹھ گئیں عورت کونے میں بیٹھ گئی۔ ماریا بھی اس کے سامنے خالی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

وہ کسی کو نظر نہیں آتی تھی۔ اس لیے اس کی سیٹ خالی نظر آ رہی تھی۔ اتنے میں ایک موٹی توند والا سیٹھ آیا اور سیدھا آتے ہی ماریا جہاں بیٹھی ہوئی تھی وہاں دھم سے بیٹھ گیا۔

اگر ماریا جلدی سے اٹھ کر پرے نہ ہو جاتی تو اس کا اس موٹے سیٹھ کے نیچے دب کر کچومر ہی نکل جاتا۔

عورت کا کچھ پتہ نہ چلا۔ کیونکہ وہ تو ماریا کو دیکھ ہی نہیں سکتی تھی۔ وہ بار بار ادھر ادھر تک رہی تھی۔ جیسے معلوم کرنا چاہتی ہو کہ

دیوی کہاں ہے؟۔

موجود بھی ہے یا نہیں؟۔

www.urdugala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ماریا نے اس کی پریشانی کو بھانپ لیا اور قریب آ کر کان کے پاس منہ لے جا کر کہا۔

"گھبراؤ نہیں۔ میں تمہارے ساتھ سفر کر رہی ہوں"۔

یہ سن کر عورت کو کچھ تسلی ہوئی۔ ریل نے سیٹی دی اور چل پڑی۔

چھک چھک کرتی ریل پلیٹ فارم کو پیچھے چھوڑ کر کھیتوں میں سے گذرنے لگی۔

ساری رات ٹرین سفر کرتی رہی۔ صبح جا کر وہ کھیر کے ریلوے سٹیشن پر پہنچی۔ عورت ڈبے میں سے باہر نکل آئی۔

اب وہ یہ معلوم کرنے کو بے تاب تھی۔ کہ دیوی بھی اس کے ساتھ نیچے اتری ہے کہ نہیں۔ ماریا نیچے اتر آئی تھی۔

مگر موٹے سیٹھ کی وجہ سے وہ سارا راستہ ڈبے میں کھڑی کر رہی تھی۔ اسے سیٹھ پر بڑا غصہ تھا۔ اس نے دیکھا کہ موٹا سیٹھ قلی کے آگے آگے پیٹ پر ہاتھ پھیرتا چلا جا رہا تھا۔

ماریا نے بھاگ کر سیٹھ کی پیٹھ پر بڑے زور سے ایک ٹانگ ماری۔

موٹا سیٹھ دھڑام سے پلیٹ فارم پر گر پڑا اور قلی کو گالیاں دینے لگا۔

"حرامی! تو نے مجھے دھکا دیا ہے"۔

وہاں عجیب تماشا بن گیا۔ قلی قسمیں کھا رہا تھا کہ میں سیٹھ کو کیسے دھکا دے سکتا ہوں۔ میرے سر پر تو سامان لدا تھا۔

"پھر تیرے باپ نے مجھے لات مار کر نیچے گرایا ہے؟"۔

www.urdurasai.com
PDF By princedhump@urdufanz.com

قلی پریشان تھا۔ ماریا ہنس رہی تھی۔ اس نے قلی کی جان چھڑانے کے لیے آگے بڑھ کر اتنے زور سے موٹے سیٹھ کے منہ پر طمانچہ مارا کہ وہ بلبلا اٹھا۔

”ہائے میں! مارا گیا“۔

قلی خوف کھا کر پیچھے ہٹ گیا اور بولا۔

”اب کہو سیٹھ کس نے مارا ہے؟“۔

سب لوگ ڈر کر وہاں سے بھاگ گئے۔ عورت پریشانی سے ادھر ادھر تک رہی تھی۔

ماریا اس کے قریب جا کر آہستہ سے بولی۔

”میں تمہارے پاس ہوں۔ چلو“۔

عورت کے چہرے پر رونق آ گئی۔ سٹیشن سے نکل کر وہ

شہر میں آ گئے۔

ماریا نے کہا۔

”جنگل کے سفر کے لیے ہمیں کھانے پینے کے لیے کچھ ساتھ لے چلنا چاہیے“۔

”ہاں دیوی! اس جنگل میں کوئی چشمہ اور پھل دار درخت نہیں ہے۔ صرف شکار بہت ملتا ہے۔

ماریا نے کہا۔

”ٹھیک ہے تم یہیں ٹھہرو۔ میں کچھ کھانے کو لے کر آتی ہوں“۔

عورت کو کھمبے کے نیچے بنچ پر بٹھا کر ماریا سامنے والے بازار

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

میں آ گئی۔ ایک دکان پر کھانے پینے کی چیزیں بک رہی تھیں۔

ماریا نے ایک ٹوکری پکڑ کر کچھ بھنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے اٹھائے اور ٹوکری میں رکھ لیے۔ دوکاندار نے ایک تھال میں سے گوشت کے پارچے غائب ہوتے دیکھے تو حیران ضرور ہوا۔ آنکھوں کو ملا۔ پھر سوچا کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تھال میں رکھے ہوئے گوشت کے ٹکڑے غائب ہو جائیں۔ اتنے میں ماریا نے سوڈا واٹر کی دس بارہ بوتلیں بھی اٹھا کر ٹوکری میں رکھ لیں۔

اب تو دکاندار کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ یہ کیسے ہوگیا؟۔

بوتلیں کون اٹھا کر لے گیا۔ ماریا نے اس کی پریشانی دیکھی تو

قریب آ کر اس کے سر پر ایک چپت لگا کر کہا۔

”میں لے گئی ہوں یہ ساری چیزیں“۔

”تم۔۔۔تم۔۔۔“

دکاندار صرف اتنا ہی کہہ سکا اور گر کر بے ہوش ہوگیا۔

ماریا نے یہ ساری چیزیں ایک گدھے پر لادیں اور عورت کے ساتھ جنگل میں سے گذرنا شروع کر دیا۔

یہ جنگل سچ مچ بڑا گھنا جنگل تھا۔ دن کے وقت بھی بڑا اندھیرا تھا۔ دوپہر تک وہ جنگل میں سفر کرتی رہیں پھر انہوں نے ایک جگہ درختوں کے نیچے رک کر کھانا کھایا اور عورت نے کہا۔

”میں تھک گئی ہوں۔ کچھ دیر آرام کروں گی“۔

ماریا نے کہا۔

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"ضرور ضرور۔ تم سو جاؤ۔ میں تمہاری نگرانی کرتی ہوں"۔

عورت درخت سے ٹیک لگا کر سو گئی۔ ماریا پاس ہی بیٹھ گئی۔ اور عنبر ناگ کے بارے میں غور کرنے لگی۔

تھوڑی دیر گذری تھی کہ اسے خیال آیا۔ کیوں نہ وہ جنگل میں ذرا چل پھر کر دیکھے۔ ہو سکتا ہے یہاں کوئی ایسا خفیہ مندر ہو جہاں عنبر اور ناگ سے ملاقات ہو جائے۔

چنانچہ ماریا نے اس عورت کو سوتا چھوڑا اور جنگل میں ٹہلتے ٹہلتے ذرا دور نکل گئی۔ اب ایسا ہوا کہ چار ٹھگوں کا ادھر سے گذر ہوا۔

انہوں نے جو ایک جوان عورت کو جنگل میں اکیلی سوتے ہوئے دیکھا تو رک گئے اور سوچا کہ کیوں نہ اسے پکڑ کر لے

جائیں اور آگے چل کر کسی سیٹھ یا پٹیل کے پاس بیچ کر دولت کمائیں؟۔

پس انہوں نے عورت کو بیہوشی کی دوائی سنگھائی۔ اٹھا کر گھوڑے پر ڈالا اور آگے روانہ ہو گئے۔

ماریا نے واپس آ کر عورت کو غائب پایا۔ تو پریشان ہو گئی۔

پھر جب وہاں گھوروں کے کھروں کے نشان دیکھے تو ان پر چل پڑی۔ گھوڑوں کے سموں کے نشان اسے جنگل سے باہر ایک کھیت میں لے آئے جس کے آخر میں ایک پرانا مکان تھا۔

ماریا نے یہاں آ کر دیکھا کہ مکان خالی ہے آگے دریا آ گیا۔

ٹھگ اس عورت کو لے کر یہاں کشتی میں بیٹھ کر دریا پار کر گئے

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تھے۔ ماریا بھی کشتی میں سوار ہوئی اور دریا پار کر کے دوسرے کنارے پر آ گئی۔

یہاں سے دور اسے ایک گاؤں دکھائی دیا۔ سمجھ گئی کہ امبا گاؤں یہی ہو گا۔ مگر سب سے پہلے عورت کو تلاش کرنا ضروری تھا۔

مگر اب ماریا کے لیے گھوڑوں کا سراغ نکالنا بھی محال تھا۔ مجبور ہو کر ایک طرف کو روانہ ہو گئی۔

ماریا کو یقین تھا کہ ٹھگ اس گاؤں کی طرف نہیں گئے ہوں گے۔

پس وہ گاؤں کے قریب سے ہو کر آگے نکل گئی۔ اب چھوٹی چھوٹی ٹیکریاں آ گئیں۔ پھر ایک ندی آئی۔

جو خشک پڑی تھی۔ اچانک ماریا نے دیکھا کہ اس ندی میں گھوڑوں کے سموں کے نشان آگے جا رہے تھے۔

ماریا بہت خوش ہوئی۔ عورت کا سراغ مل گیا تھا۔ وہ ان نشانوں کے ساتھ ساتھ آگے چلنے لگی۔ خشک ندی کافی دور تک چلی گئی تھی۔

گرمی کافی تھی۔ ماریا کو چلتے چلتے پسینہ آ گیا۔ اس کو پیاس بھی لگ رہی تھی۔ اس کے پاس پینے کو کچھ بھی نہیں تھا۔

گھوڑوں کے سموں کے نشان ایک جگہ ندی سے باہر نکل گئے۔ ماریا بھی خشک ندی سے باہر نکل آئی۔

سامنے جو دیکھا تو ایک پرانے قلعے کا کھنڈر سا دکھائی دے رہا تھا۔ اس علاقے کی پہاڑی ٹیکریوں میں چھوٹے چھوٹے پرانے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قلعوں کے کھنڈر بہت تھے۔

ان کھنڈروں میں کہیں ڈاکوؤں نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا۔ اور کہیں چمگادڑیں یا الو رہا کرتے تھے۔ راتوں کو کہتے ہیں ان پرانے قلعوں سے عورتوں کے رونے اور کبھی قہقہے لگانے کی آوازیں آتی ہیں۔

آبادی آس پاس کہیں بھی نہیں تھی۔ ماریا نے دیکھا کہ گھوڑوں کے سموں کے نشان ایک کھنڈر میں چلے گئے ہیں۔

ماریا رک کر اس قلعے کے کھنڈر کو غور سے دیکھنے لگی۔ جس کے دروازے کی اینٹیں جگہ جگہ سے اکھڑ چکی تھیں۔ سامنے والی بالکونی کا چھجہ آدھا گر گیا تھا۔ پیپل کا ایک درخت قلعے کی فصیل میں سے نکل کر سایہ کئے

ہوئے تھا۔ ماریا دروازے میں داخل ہوگئی تھی۔

ٹھنڈی ہوا اسے لگی۔ پھر اس نے پانی گرنے کی ہلکی ہلکی آواز سنی۔ اسے سخت پیاس لگ رہی تھی۔ وہ پانی کی آواز پر ایک ایسے کونے میں پہنچی جہاں پتھروں میں پانی ٹپک رہا تھا۔

یہ ایک قدرتی چشمہ تھا۔ ماریا نے اوک سے پانی پیا۔ پانی بڑا ٹھنڈا اور میٹھا تھا۔

ابھی ماریا نے پانی پیا ہی تھا کہ اسے کسی عورت کی سسکیوں کی آواز آئی۔

ماریا چونکی۔ یہ ضرور اسی عورت کی آواز تھی۔ وہ ادھر کو لپکی۔ اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ کچھ دور جا کر ایک پرانا دروازہ آیا۔ جس کے باہر طاق میں دیا جل رہا تھا۔ ہلکی روشنی کی وجہ سے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ماریا نے دیکھا کہ دروازہ کھلا ہے اور اندر ایک کونے میں وہی عورت زمین پر بال کھولے بیٹھی ہے۔

اردگرد چار ٹھگ بیٹھے ہنس رہے ہیں۔ اور اس عورت کو گالیاں بک رہے ہیں۔

ماریا سے یہ بے عزتی برداشت نہ ہو سکی۔ وہ اس مظلوم عورت کے پاس گئی اور اس کے کان میں کہا۔

”گھبراؤ نہیں میں آ گئی ہوں“۔

عورت کے منہ سے بے اختیار خوشی سے چیخ نکل گئی۔

”دیوی! تم؟“۔

ٹھگ چونکے۔

”کون دیوی؟ کس کو یاد کر رہی ہو بدبخت؟“۔

ٹھگوں کے سردار کے اس جملے پر عورت نے جلدی سے کہا۔

”کچھ نہیں سردار! میں دیوی سے آپ لوگوں کے لیے دعا مانگ رہی تھی“۔

سب ٹھگ قہقہے لگانے لگے۔

سردار نے کہا۔

”شاباش! اس طرح رہو گی تو بڑی خوش رہو گی“۔

اتنے میں ایک ٹھگ اٹھ کر عورت کے پاس آیا اور بولا۔

”سردار! مجھے اجازت ہے کہ میں اس عورت کو ایک ہنٹر مار سکوں؟“۔

سردار نے تلوار لہرا کر کہا۔

”تم میرے جگری دوست ہو۔ تم اگر چاہو تو اس عورت کا سر

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قلم کر سکتے ہو"۔

"ہاہاہا! میں اب ایسا ہی کروں گا سردار! میں اس عورت کا سر قلم کروں گا۔ مجھے اس کا بڑا شوق ہے۔ کیا اجازت ہے تمہاری؟"۔

سردار انکار نہیں کر سکتا تھا۔

فوراً بولا۔

"کیوں نہیں۔ تمہیں میری طرف سے اجازت ہے"۔

اس ٹھگ نے تلوار نکال لی اور لہراتا ہوا عورت کے سر پر آ کر کھڑا ہو گیا۔

"ماریا گھبرا گئی"۔

عورت ڈر کے مارے بے ہوش ہو گئی تھی۔ ٹھگ تلوار سے

عورت کی گردن اڑانے ہی والا تھا کہ ماریا اس کے سر پر پہنچ گئی۔

اس نے آتے ہی ٹھگ کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور اس کی گردن اڑا دی۔

اپنے ساتھی کی گردن اڑتے دیکھ کر باقی ٹھگ اپنی اپنی جگہوں پر دہشت زدہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔

"یہ کیا ہو گیا سردار؟"۔

ایک ٹھگ نے کہا۔

سردار خود پریشان تھا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

کیا یہ کسی بدروح کی کارستانی تھی؟۔

ایک ٹھگ نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

"سردار! میں اس عورت سے اپنے ساتھی کی موت کا بدلہ لوں گا۔ میں اس کا سر قلم کروں گا"۔

اس سے پہلے کہ سردار اسے منع کرتا۔ وہ شخص انتقام کی آگ میں اندھا ہو کر تلوار سونت کر عورت کی طرف بڑھا۔

چاہتا تھا کہ عورت کا سر اڑا دے کہ ماریا پہلے ہی وہاں تیار کھڑی تھی۔ اس نے تلوار کا بھرپور ہاتھ مار کر دوسرے ٹھگ کی بھی گردن اڑا دی۔

اب باقی ٹھگ وہاں سے بھاگنے کی تیاریاں کرنے لگے۔

سردار خوف کے مارے کانپ رہا تھا۔ سردار خوف کے مارے کانپ رہا تھا۔

ماریا نے بلند آواز میں کہا۔

"ظالم لوگو! اگر تم اپنی جان کی امان چاہتے ہو تو یہاں سے بھاگ جاؤ۔ میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔ نہیں تو تمہارا حشر بھی یہی ہوگا"۔

ٹھگوں نے جو ماریا کی غیبی آواز سنی تو دنگ ہو کر رہ گئے۔

کبھی دیواروں کو، کبھی چھت کو تکنے لگے۔ سردار نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"اے بدروح! ہم ابھی چلے جاتے ہیں"۔

اور باقی ٹھگ وہاں سے نکلنے لگے۔ ماریا نے زوردار آواز میں کہا۔

"دو گھوڑے یہیں چھوڑ جانا"۔

ٹھگ وہاں سے بھاگ گئے۔ جاتی دفعہ وہ دو گھوڑے وہاں

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

چھوڑ گئے۔ سوچ رہے تھے کہ شاید اس بدروح کو بھوک لگی ہے اور وہ گھوڑے ہڑپ کرنا چاہتی ہے۔

ماریا نے عورت کے منہ پر پانی کے چھینٹے دے کر اسے جگایا۔ وہ ہوش میں آتے ہی بولی۔

"دیوی! کہاں ہو؟"۔

ماریا نے کہا۔

"میں تمہارے پاس ہوں۔ ٹھگ کچھ بھاگ گئے۔ جنہوں نے تمہیں مارنا چاہا تھا وہ خود مر گئے۔ چلو اب ہم تمہارے گاؤں چلتے ہیں۔ ہمارے پاس دونوں گھوڑے موجود ہیں"۔

پس ماریا اس عورت کو لے کر گاؤں کی طرف چل پڑی۔

اب ذرا عنبر کی طرف چلتے ہیں۔ عنبر کو ہم منجریا، شیوا جی اور

بھوپت ڈاکو کے غار میں چھوڑ آئے تھے۔ جہاں ڈاکہ مارنے کا پروگرام بن رہا تھا۔

عنبر نے انہیں کہا۔

"میں چوری ڈاکا قتل وغیرہ کے خلاف ہوں۔ تم لوگوں کو بھی یہی مشورہ دوں گا کہ یہ کام چھوڑ کر عزت کی کمائی کرو"۔

مگر چونکہ تم باز آنے والی جنس نہیں ہو اس لیے میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔

مگر چوری ڈاکے وغیرہ میں شریک نہیں ہوں گا۔ اب اگر کسی نے مجھے تنگ کیا اور مجھ پر حملہ کیا تو پستول چلانے سے باز نہیں آؤں گا۔

بھوپت ڈاکو ہنس پڑا۔

www.urdurasaz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"ارے میرے بھائی عنبر! تم کیسی باتیں کرتے ہو۔ یار! ایسا قتل وغیرہ تو ہم ایسے لوگوں کو کرتے ہیں۔ جو غریبوں کا خون چوستے ہیں"۔

عنبر نے کہا۔

"پھر بھی تمہیں کسی انسان کو قتل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے"۔

شیوا جی ہنسا۔

"ارے بھائی! تم کیسی دقیانوسی قسم کی باتیں کر رہے ہو"۔

عنبر نے کہا۔

چاہے تم کچھ کہہ لو۔ اتنا ضرور یاد رکھو۔ اگر تم گندم بوؤ گے تو گندم ہی کاٹو گے۔

اگر کسی پر ظلم کرو گے۔ تو قدرت تم سے اس کا ایک نہ ایک دن

بدلہ ضرور لے گی۔

بھوپت ڈاکو نے رائفل ہوا میں لہرا کر کہا۔

"شاباش عنبر! تم نے بالکل ٹھیک کہا"۔

پھر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر بولا۔

"چلو دوستو! آج کی رات ارجن پور جا کر وہاں کے سیٹھ کو لوٹا جائے۔ کیا خیال ہے؟"۔

سب ایک ساتھ بولے۔

"بڑا اچھا خیال ہے"۔

چاروں ڈاکو بھوپت کی سرداری میں شام ہوتے ہی غار سے نکل کر ارجن پور کی طرف روانہ ہو گئے۔ عنبر بھی ایک گھوڑے پر سوار، منہ پر ڈھاٹا باندھے ان کے ساتھ ساتھ تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ارجن پور وہاں سے دس بارہ کوس کے فاصلے پر تھا۔ وہاں برلا نام کا ایک سیٹھ رہتا تھا جس کا تیل نکالنے کا ایک کارخانہ بھی تھا۔

بھوپت ڈاکو نے سن رکھا تھا کہ وہ بڑا ظالم آدمی ہے اور اپنے مزدوروں اور غریب لوگوں کے ساتھ بڑا ظلم کرتا ہے۔

ان کے جانور اٹھوا کر لے جاتا ہے۔ انہیں مزدوری کم دیتا ہے۔ اور جو اس کے خلاف بولتا ہے اسے اپنے غنڈوں سے قتل کروا دیتا ہے۔

اب تک وہ کئی لوگوں کو قتل کرا چکا تھا۔ اس سیٹھ نے بھوپت ڈاکو کے ایک رشتے دار کو بھی قتل کروایا تھا۔

کالا ڈاکو

آدھی رات کو دور ارجن پور گاؤں کی روشنی نظر آئی۔ گاؤں سے باہر سیٹھ برلا کا تیل کا کارخانہ تھا جس کی چمنی کے اوپر بجلی کا بلب روشن تھا اور دور سے نظر آ رہا تھا۔

بھوپت نے شیوا جی سے کہا۔

”سیٹھ برلا اس وقت کارخانے میں ہی ہوگا کیا خیال ہے؟“۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"کارخانے میں چل کر دیکھ لیتے ہیں پہلے"۔

شیوا جی نے مکارانہ ہنسی کے ساتھ کہا۔

کارخانے میں اس وقت سیٹھ برلا کا منشی دن بھر کا حساب کتاب رجسٹر پر چڑھا رہا تھا۔ مزدور جا چکے تھے۔

صرف چوکیدار بندوق لیے دروازے میں بیٹھا اونگھ رہا تھا۔

اتنے میں کھڑاک ہوا۔ منشی نے آنکھ اٹھا کر دیکھا۔

سامنے لال لال آنکھوں والا بھوپت ڈاکو اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ ایک نے چوکیدار کی گردن پر پستول رکھ دیا تھا۔

منشی تو ڈر کے مارے کانپنے لگا۔ بھوپت نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت مار کر کہا۔

"بچو! تجوری کی چابیاں کہاں ہیں؟"۔

منشی نے تھرتھراتے ہوئے کہا۔

"وہ تو سیٹھ اپنے ساتھ لے جاتے ہیں"۔

بھوپت ڈاکو نے بندوق کا کندھا منشی کی گردن پر مارا۔

منشی گر پڑا۔ اٹھا اور جلدی سے چابیاں نکال کر بھوپت کے حوالے کر دیں۔ بھوپت نے تجوری کھول کر سارا مال تھیلے میں بھر لیا۔

پھر بولا۔

"سیٹھ کہاں ہے؟"۔

منشی نے سہمے ہوئے کہا۔

"چلا گیا ہے۔ گھر پر ہے"۔

www.urduzaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بھوپت نے کہا۔

"ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ ڈرتے کیوں ہو؟"۔

"چلو ساتھیو! ذرا سیٹھ کی خبر لیں"۔

عنبر بھی ان کے ساتھ ہی سیٹھ کے مکان پر آ گیا۔ بھوپت نے دھڑاک سے دروازہ کھول دیا اور آواز دی۔

"سیٹھ برلا! باہر آ جاؤ۔ نہیں تو سارے مکان کو آگ لگا دوں گا"۔

برلا کوٹھے میں ابھی سونے ہی لگا تھا۔ بھوپت کی آواز پر سہم کر رہ گیا۔

جلدی سے نیچے آیا۔ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا بیٹا وہاں آ گیا بھوپت نے کہا۔

"سیٹھ برلا! ہم تم سے تمہارے ظلم کا بدلہ لینے آئے تھے۔

چلو! سامنے دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو جاؤ"۔

عورتیں شور مچانے لگیں۔

"بھگوان کے لیے انہیں چھوڑ دو"۔

بھوپت نے اشارہ کیا۔

شیوا جی نے بندوق چلا دی۔ سیٹھ زمین پر گر کر تڑپنے لگا اور ٹھنڈا ہو گیا۔

شیوا جی بولا۔

"سردار! اس سانپ کے بچے کو بھی ہلاک کر دینا چاہیے"۔

بھوپت نے کوئی جواب نہ دیا۔ عنبر نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا۔

www.urdurasaz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"یہ بچہ معصوم ہے۔ اس کو مت مارو"۔

مگر شیوا جی پستول لے کر اس کی طرف بڑھا۔ عنبر نے بندوق کا نشانہ باندھ کر شیوا جی کے سینے میں گولی اتار دی۔

دھائیں سے شیوا جی زمین پر گرا اور تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔

بھوپت غصے سے لال سرخ ہو گیا۔ مگر مجبور تھا۔ عنبر کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ صرف اتنا ہی کہہ سکا۔

"تم نے اچھا نہیں کیا عنبر! میرے ایک بہترین ساتھی کو ہلاک کر دیا"۔

عنبر نے کہا۔

"یہ ظالم تھا۔ ظالم لوگوں کو اس زمین پر زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے"۔

بھوپت کا ساتھی منجریا آگے آ گیا۔

"تم کون ہوتے ہو انصاف کرنے والے؟"۔

عنبر نے بندوق نال اس طرف موڑ کر کہا۔

میں عنبر ہوں! میں چاہوں تو تمہیں بھی اسی وقت ٹھنڈا کر سکتا ہوں۔ میں اگر چاہوں تو تمہارے سردار بھوپت ڈاکو کو بھی ہلاک کر سکتا ہوں اور تم لوگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

مگر میں تمہاری جان بخشی کرتا ہوں۔ خبردار! اگر تم میں سے کسی نے آئندہ بے گناہ معصوم لوگوں پر ہاتھ اٹھایا تو تمہارا بھی حشر شیوا جی والا ہوگا۔

بھوپت سمجھ دار تھا۔ موقع کو سمجھتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

"یار عنبر! تم تو ناراض ہو گئے"۔

www.urduraza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پھر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"چلو واپس چلو"۔

سارے ڈاکو واپس غار میں آ گئے۔ وہ کافی روپیہ لوٹ کر لے آئے تھے۔

منجریا ڈاکو کو اپنے ساتھی کی موت کا بڑا افسوس تھا۔ اس نے دوسرے دن بھوپت سے بات کی تو وہ بولا۔

"دکھ تو مجھے بھی بہت ہوا ہے۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ ہم اس عنبر کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے"۔

منجریا بولا۔

"ہم دیوی ماتا سے جا کر فریاد کرتے ہیں۔ ہم اس کے پجاری ہیں۔ وہ ضرور کوئی راہ سجھائے گی"۔

"مشورہ تو ٹھیک ہے۔ چلو دیوی ماتا کے مندر میں چلتے ہیں"۔

شام کو بھوپت اور منجریا دیوی ماتا کے مندر میں آ گئے۔ انہوں نے ناریل توڑ کر نذرانہ چڑھایا اور ہاتھ باندھ کر منجریا نے کہا۔

"دیوی ماتا! عنبر نے ہمارے ساتھی کو مار ڈالا ہے۔ ہم اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے ہمیں کوئی ایسا گر بتاؤ کہ اس شخص کو ہلاک کر سکیں"۔

دیوی کی مورتی میں سے آواز آئی۔

تم نے ظلم کیا ہے۔ تم لوگ ظلم کرتے ہو۔ ناحق انسانوں کا گھر لوٹتے ہو۔ بچوں بڑوں کو مارتے ہو۔ عنبر نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہے۔

تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ وہ امر ہے۔ اس کو بڑے عظیم دیوتاؤں کی دعا ملی ہوئی ہے۔

تم اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ اس نے ابھی تک تمہارا لحاظ کیا ہے اور تمہیں کچھ نہیں کہا۔

جاؤ اور آئندہ سے اس کے بارے میں کوئی بات نہ سوچنا۔

بھوپت اور منجریا ڈر کر دیوی کے مندر سے واپس آ گئے۔

وہ بڑے پریشان تھے اور ڈرے ہوئے بھی۔ کیونکہ دیوی نے بھی عنبر کی حمایت کر دی تھی۔ رات کو انہوں نے پھر آپس میں صلاح مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ بڑے راج گرو سے مشورہ کیا

جائے۔

اگلے روز عنبر کو غار ہی میں چھوڑ کر وہ کسی بہانے شہر کے قریب والے مندر میں راج گرو کے پاس پہنچے اور ساری بات کھول کر بیان کر دی۔

راج گرو بڑا دانا حکیم تھا۔

اس نے کہا۔

"وہ عنبر کو تم لوگ ہلاک تو نہیں کر سکتے۔ مگر بے ہوش کر کے اس کو دریا میں ضرور پھینک سکتے ہو۔ اس طرح سے وہ دریا میں بہتے بہتے سمندر میں جا گرے گا۔ میں تمہیں ایسی دوا دوں گا جس کی وجہ سے وہ کبھی ہوش میں نہیں آئے گا اور یوں وہ مردہ ہی رہے گا اور تمہارے انتقام کی آگ بھی ٹھنڈی ہو جائے گی"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

یہ ترکیب سن کر بھوپت اور منجریا بڑے خوش ہوئے۔

انہوں نے راج گرو کو سونے کے سکے پیش کیے اور دوائی لے کر واپس غار میں آ گئے۔ صبح اٹھتے ہی انہوں نے دوائی دودھ میں ڈال کر عنبر کو پلا دی۔ دودھ پیتے ہی عنبر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

بھوپت اور منجریا نے اسے گھوڑے پر ڈالا اور دریائے کھیر میں جا کر پھینک دیا۔

”میرے ساتھی کو ہلاک کرنے والے کا یہی انجام ہوتا ہے“۔

عنبر کو دریا میں پھینک کر دونوں ڈاکو واپس آ گئے اور کسی دوسرے گاؤں میں ڈاکہ ڈالنے کا پروگرام بنانے لگے۔

ادھر ماریا نے اس عورت کو اس کے گھر پہنچا دیا اور واپس

ہوئی۔

گاؤں میں ماریا نے کپڑے تبدیل کیے۔ غسل کیا۔ کچھ دیر آرام کیا اور تازہ دم ہو کر اپنے ساتھیوں یعنی عنبر اور ناگ کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔ چلتے چلتے اسے شام ہو گئی۔

وہ گھوڑے پر سوار تھی اور جنگل میں سے گزر رہی تھی۔ جب شام ہوئی تو وہ جنگل سے باہر آ گئی۔ سامنے کیا دیکھتی ہے کہ دور ایک گاؤں میں روشنی ہو رہی ہے۔

غور سے دیکھا تو یہ روشنی آگ کے شعلوں کی تھی۔ ماریا نے گھوڑے کا رخ اس طرف کر دیا۔ قریب جا کر معلوم ہوا کہ ڈاکو بھوپت نے گاؤں لوٹ کر آگ لگا دی ہے اور ایک سیٹھ کی جوان لڑکی کو اٹھا کر لے گیا ہے۔

www.urdurasala.com
PDF By princedhump@urdutanz.com

سیٹھ اور اس کی بیوی سر پر خاک ڈال کر رو رہے تھے۔ ماریا کو بڑا دکھ ہوا کہ یہ کیسے ظالم ڈاکو ہیں کہ قتل و غارت بھی کرتے ہیں اور لوگوں کی لڑکیاں بھی اٹھا کر لے جاتے ہیں۔

ماریا کسی سے پوچھ بھی نہیں سکتی تھی کہ ڈاکو کدھر گئے ہیں۔ بہر حال وہاں سے اسے صرف اتنا معلوم ہوا کہ ڈاکو سامنے والے جنگل میں گئے ہیں۔

وہیں ان کی کمین گاہ ہے۔ ماریا جنگل کی طرف چل پڑی۔

جنگل میں پہنچتے پہنچتے اسے رات ہوگئی۔ جنگل بڑا گھنا اور بھیانک تھا۔ دور سے شیر کے دھاڑنے کی آواز آ رہی تھی۔

ماریا کے نیچے اس کا گھوڑا کانپنے لگا تھا۔ شیر نے بھی شاید گھوڑے کی بو پالی تھی۔ وہ گھوڑے کی طرف یعنی ماریا کی طرف

بڑھ رہا تھا۔

ابھی آواز بہت دور سے آ رہی تھی۔ اور ابھی آواز بالکل قریب آ گئی۔

ماریا کو خوب معلوم تھا کہ جب تک وہ گھوڑے پر سوار ہے گھوڑا شیر کو نظر نہیں آئے گا۔ لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ شیر تو اس کی بو پر چلا آ رہا ہے۔ یہی ہوا ماریا ایک جگہ پہنچی تو اچانک سامنے سے شیر نکل آیا اور غرانے لگا۔

اسے گھوڑے اور انسان دونوں کی بو آ رہی تھی۔ اب ماریا پریشان ہوگئی۔ اس کی جان کو بھی خطرہ تھا۔ شیر اسے بھی گھوڑے کے ساتھ پھاڑ کر کھا سکتا تھا۔ اس نے اوپر دیکھا۔

ایک درخت کی شاخ لٹک رہی تھی۔ ماریا نے اچھل کر

www.urduraza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

درخت کی شاخ پکڑی اور اوپر چڑھ گئی۔ اس کے اوپر چڑھتے ہی گھوڑا ظاہر ہو گیا۔

شیر نے جونہی اپنے سامنے گھوڑے کو دیکھا تو زور سے گرجا۔

شیر کئی روز سے بھوکا تھا۔ وہ گھوڑے پر چھلانگ لگا کر جھپٹا اور اسے چیر پھاڑ کر پھینک دیا اور مزے لے کر کھانے لگا۔

ماریا درخت پر بیٹھی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔

شیر کا جب پیٹ بھر گیا تو وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ماریا درخت پر سے نیچے اتر آئی۔ وہ گھوڑے کی سواری سے ضرور محروم ہو گئی تھی لیکن اس کی اپنی جان بچ گئی تھی۔

اس نے سوچا کہ اسی جگہ جنگل میں پڑ کر رات گزار لینی چاہیے وہ رات بسر کرنے کے لیے کوئی مناسب جگہ دیکھ رہی تھی

کہ اس نے دو گھوڑ سواروں کو تیزی سے گذرتے دیکھا۔

اندھیرے میں وہ ان کی شکلیں نہ دیکھ سکی۔ دو سائے اس کے آگے سے گھوڑے دوڑاتے گذر گئے۔

ماریا نے سوچا کہ ضرور یہی وہ ڈاکو ہیں جنہوں نے سیٹھ کی بے گناہ لڑکی کو اغوا کر رکھا ہے۔ ماریا ان کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔

آدھی رات کے بعد تک ماریا چلتی رہی۔ اب وہ جنگل سے باہر نکل آئی تھی۔ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔

سامنے کالے کالے پہاڑ کھڑے تھے۔ ان کے دامن میں ایک جگہ دور سے ماریا کو گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنائی دی۔

ماریا کا ماتھا ٹھنکا۔ ہو نہ ہو ڈاکو اسی جگہ ہوں گے۔ جدھر سے

www.urdurasala.com
PDF By printedhump@urdufanz.com

گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز آئی تھی ماریا ادھر کو چل پڑی۔

کیا دیکھتی ہے کہ پہاڑی کے دامن میں ایک اونچی ترچھی آگے کو ذرا جھکی ہوئی ایک چٹان ہے۔ صبح کی نیلی نیلی روشنی پھیل رہی تھی۔

اس دھندلی روشنی میں ماریا نے چٹان کے پاس جا کر دیکھا کہ ایک راستہ چٹان کے اندر جا رہا ہے۔ ماریا اندر داخل ہوئی۔

اندر سے نم دار ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔ ایک بار پھر اندر سے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز آئی۔

"ضرور ڈاکوؤں کا مسکن یہی ہے"۔

ماریا دیوار کے ساتھ ساتھ چلتی غار کے اندر آ گئی۔

اب اسے دو آدمیوں کے باتیں کرنے کی آواز آنے لگی۔ وہ

ایک موڑ گھومی تو کیا دیکھتی ہے کہ درمیان میں پتھر پر دیا روشن ہے۔

ارد گرد پتھروں پر چار ڈاکو بیٹھے ہیں۔ بندوقیں ان کے آگے رکھی ہیں۔ سامنے بھوپت ڈاکو اور منجریا ڈاکو اونچی جگہ پر بیٹھے ہیں۔

اور ایک جوان لڑکی رسی سے بندھی ستون کے ساتھ کھڑی ہے۔ اس کا سر جھکا ہے۔ بال کھلے ہیں اور وہ زار و قطار رو رہی ہے۔ اور ڈاکوؤں سے رحم کی بھیک مانگ رہی ہے۔

بھوپت گرج کر بولا۔

ہم تم پر رحم نہیں کریں گے۔ تمہارے باپ نے ہم سے دس لاکھ روپوں کا وعدہ کیا تھا۔ اس نے روپے نہیں دیئے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہم تمہیں دوسرے شہر جا کر فروخت کر دیں گے۔

لڑکی ہاتھ باندھ کر بولی۔

"میرے باپ کے پاس جتنے پیسے تھے اس نے تم لوگوں کو دے دیئے۔ اس کے باوجود تم نے سارے گاؤں کو آگ لگا دی"۔

منجریا نے اٹھ کر لڑکی کے منہ پر زور سے طمانچہ مارا۔ لڑکی کی چیخ نکل گئی۔ اور اس نے باپ اور ماں کو یاد کیا۔

منجریا نے قہقہہ لگایا۔

"ارے یہ ماں کو یاد کرتی ہے"۔

بھوپت بولا۔

"ایک اور طمانچہ لگاؤ اس کو"۔

منجریا ڈاکو نے لڑکی کا منہ طمانچے مار مار کر سرخ کر دیا۔ لڑکی بے حال سی ہو گئی۔ ماریا سے یہ دردناک منظر نہ دیکھا گیا۔

وہ آگے بڑھی۔ پہلا کام اس نے یہ کیا کہ زمین پر سے ایک ڈاکو کی بندوق اٹھائی۔ منجریا کے سر کا نشانہ باندھا اور گھوڑا دبا دیا۔

"دھائیں" ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ سارے ڈاکو اپنی اپنی جگہوں سے اچھل پڑے۔

گولی منجریا ڈاکو کے سر پر لگی اور اس کی کھوپڑی اڑا کر لے گئی۔

منجریا ڈاکو کی لاش زمین پر بے سدھ پڑی تھی اور بھوپت ڈاکو ہوا میں فائرنگ کرنے لگا تھا۔ دوسرے ڈاکوؤں نے بھی مورچے سنبھال لیے تھے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

وہ یہ سمجھ رہے تھے۔ کہ پولیس اندر آ گئی ہے۔ ماریا ایک پتھر کے پیچھے چھپ کر بڑے آرام سے بیٹھی تھی۔

کافی دیر بعد جب کوئی سپاہی نظر نہ آیا تو بھوپت نے پتھر کے پیچھے سے نکل کر ادھر ادھر دیکھا۔

''یہاں تو پولیس کا کوئی سپاہی نہیں ہے پھر یہ گولی کس نے چلائی تھی؟''۔

سارے ڈاکو حیران تھے۔ اس کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ بھوپت نے منجریا ڈاکو کی لاش کو اٹھا کر دیوار کے ساتھ لٹا دیا اور اس پر کپڑا ڈال دیا۔

وہ غصے سے بپھرا ہوا تھا۔

''میرے ساتھی کو ہلاک کرنے والا زندہ بچ کر نہیں جا

سکتا''۔

بھوپت ڈاکو بڑا بہادر ڈاکو تھا اور اس نے آج تک کبھی کسی غریب پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔ شیوا جی اور منجریا ڈاکو نے اسے غلط راستے پر ڈالنے کی کوشش کی تھی۔

اس نے لڑکی کو اسی وقت آزاد کر دیا۔

''دیوی ماتا! مجھ سے ناراض ہے۔ بھگوان نے یہ غیبی اشارہ تھا۔ میں اس لڑکی کو آزاد کرتا ہوں۔ جاؤ لڑکی تم آزاد ہو''۔

پھر اس نے تین ڈاکوؤں کو اس کے ساتھ کرتے ہوئے کہا۔

اس لڑکی کو اس کے ماں باپ کے گھر پہنچا کر آنا۔ خبردار غداری مت کرنا۔ بھوپت بہادر اور دیانتدار ہے۔ آئندہ وہ کسی کے بہلاوے میں نہیں آئے گا۔ اور کبھی کسی کی ماں بہن کے

www.urdurasala.com
PDF By
princeofdhump@urdufanz.com

ساتھ ظلم نہیں کرے گا۔

تینوں ڈاکوؤں نے لڑکی کو ساتھ لیا اور غار سے باہر نکل آئے۔

ماریا نے سوچا کہ یہ ڈاکو کمینے ہیں۔ اور بھوپت جیسے بہادر اور بات کے پکے نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ان کے ساتھ چلنا چاہیے۔ تاکہ لڑکی کی حفاظت کی جا سکے۔

ماریا بھی ایک گھوڑے پر سوار ہوئی اور ڈاکوؤں کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ تینوں ڈاکو لڑکی کو ایک الگ گھوڑے پر بٹھائے اس کے پیچھے آ رہے تھے وہ جنگل میں داخل ہو گئے۔

جنگل گھنا تھا۔ دوپہر تک وہ چلتے رہے۔ ماریا ان کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ ایک جگہ ماریا کا گھوڑا ہنہنایا۔ تینوں ڈاکوؤں نے

پیچھے مڑ کر دیکھا۔

”یہ گھوڑے کی آواز کہاں سے آئی تھی؟“۔

ایک ڈاکو نے پوچھا۔

دوسرے نے کہا۔

”آواز تو میں نے سنی تھی“۔

”مگر گھوڑا کہیں نظر نہیں آ رہا“۔

تیسرا بولا۔

”میرا خیال ہے ہمارا وہم ہے“۔

”ایک آدمی کا وہم ہو سکتا ہے۔ لیکن گھوڑے کی آواز تو ہم تینوں نے سنی ہے“۔

لڑکی بھی کچھ پریشان سی ہو گئی تھی۔ کیونکہ گھوڑے کے

www.urduarala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہنہنانے کی آواز اس کو بھی آئی تھی۔

ایک ڈاکو نے کہا۔

''ارے بھائی! یہ ہمارے کسی گھوڑے کی آواز ہوگی''۔

''بھائی اگر کسی بھوت نے ہمارا پیچھا کرنا شروع کر دیا ہے تو پھر ہماری خیر نہیں''۔

تینوں نے قہقہہ لگایا اور لڑکی کی طرف غور سے دیکھا۔

لڑکی کانپ گئی۔ اصل میں ان لوگوں کی نیت خراب ہوگئی تھی۔ انہوں نے آپس میں مل جل کر فیصلہ کر لیا تھا کہ اس لڑکی کو اس کے ماں باپ کے پاس نہ پہنچایا جائے۔

بلکہ کسی ڈاکو کے پاس لے جا کر فروخت کر دیا جائے اور پیسے کمائے جائیں۔

ان کے دل میں گناہ کا خیال آ چکا تھا۔ لڑکی اس سے بے خبر تھی۔ ماریا برابر پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔

رات آ گئی۔ جنگل میں سناٹا چھا گیا۔ کسی وقت دور سے کسی شیر کی ہلکی سی دھاڑ گونج جاتی۔ تینوں ڈاکوؤں نے ایک درخت کے نیچے ڈیرا جما لیا۔ انہوں نے ایک ڈاکو کو آگے روانہ کر دیا تھا تاکہ وہ اس ڈاکو کو خبر کر دے جس کے ہاتھ لڑکی کو فروخت کرنا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہاں کالو ڈاکو بھی آ گیا۔ اس نے لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''مال اچھا ہے۔ میں اس کے پانچ سو روپے دوں گا''۔

ڈاکوؤں نے کہا۔

''منظور ہے۔ تم اس لڑکی کو لے جا سکتے ہو''۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

لڑکی نے رونا شروع کر دیا۔

"مجھ پر یہ ظلم نہ کرو۔ مجھے میرے ماں باپ کے گھر پہنچا دو"۔

کالو ڈاکو نے لڑکی کے سینے پر پستول کی نالی رکھ کر کہا۔

"اور اب تم میری غلام ہو۔ میں نے تمہاری قیمت ادا کر دی ہے"۔

تینوں ڈاکو نوٹ گن رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے کہ اچھا سودا کیا۔

وہ بڑے آرام سے بھوپت کو جا کر بات دیں گے کہ وہ لڑکی کو اس کے گھر چھوڑ آئے ہیں۔

کالے ڈاکو نے کہا۔

"میں اس جگہ رات بھر آرام کروں گا۔ صبح اس لڑکی کو لے کر

اپنے ڈیرے پر جاؤں گا"۔

ڈاکوؤں نے کہا کہ وہ ابھی واپس جانا چاہتے ہیں۔

کالو بولا۔

"ٹھیک ہے تم لوگ جا سکتے ہو۔ تم نے مال بیچ دیا ہے۔ میں نے رقم ادا کر دی ہے۔ اب تم آزاد ہو"۔

ماریا یہ ساری کارروائی خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے گھوڑا دور ایک درخت کے نیچے باندھ رکھا تھا۔

جب اس نے دیکھا کہ تینوں ڈاکو واپس جا رہے ہیں اور کالو ڈاکو نے لڑکی کو وہیں رکھ کر جنگل میں رات بسر کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو اس نے سوچا کہ یہ بڑا اچھا ہوا۔

سب سے پہلے اسے ان تین ڈاکوؤں کو بے ایمانی اور ظلم کا مزا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

چکھانا چاہیے۔

جونہی ڈاکو رات کے اندھیرے میں واپس ہوئے ماریا بھی ان کے ساتھ ہی چل پڑی۔ جنگل کے آگے جا کر ماریا دوسری طرف ہو گئی اور کافی آگے جا کر اس پگ ڈنڈی پر جا کر رک گئی جہاں سے ان تینوں ڈاکوؤں کو گذرنا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکوؤں کی ہنسی مذاق اور قہقہوں کی آوازیں سنائی دیں۔

وہ بڑے خوش تھے۔ انہوں نے آپس میں روپے بانٹ لیے تھے۔ وہ رحم کے قابل نہیں تھے۔

انہوں نے ایک معصوم بچی کی زندگی کا سودا کیا تھا۔ ماریا کے پاس بندوق تھی جس میں ایک ہی گولی باقی رہ گئی تھی۔

وہ اس گولی سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتی تھی۔ جب ڈاکو تھوڑی دور رہ گئے تو ماریا گھوڑے سے نیچے اتر کر پرے ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔

اس کے نیچے اترتے ہی گھوڑا نظر آنے لگا۔ جونہی ڈاکوؤں نے قریب آ کر اکیلا گھوڑا دیکھا وہ بڑے حیران ہوئے کہ یہ گھوڑا اس جنگل میں کہاں سے آ گیا؟۔

ایک ڈاکو نے کہا۔

''یہ وہی گھوڑا ہے جس کے ہنہنانے کی آواز میں جنگل میں آئی تھی''۔

دوسرا قہقہہ لگا کر بولا۔

''چلو یہ گھوڑا بھی مفت میں مل گیا۔ اس کو اسی جنگل میں کسی

www.urduraaz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جگہ چھپا دیتے ہیں۔"

کل شہر لے جا کر اس کی بھی قیمت کھری کر لیں گے۔

تیسرے نے کہا۔

"یار! کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے کہیں!"۔

"کیا مطلب؟"۔

"مطلب یہ کہ کہیں یہ کوئی بھوت پریت نہ ہو اور لینے کے دینے نہ پڑ جائیں؟"۔

"ہاہاہاہا"۔

ایک ڈاکو قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"کیا بچوں جیسی باتیں کرتے ہو۔ بھوت پریت ہم ڈاکوؤں کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔"

چلو۔ کھولو اس گھوڑے کو اور لے چلو اپنے ساتھ"۔

ایک ڈاکو بھی آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔ آخر وہ ڈاکو آگے بڑھا جو باتیں کر رہا تھا۔

جونہی اس نے گھوڑے کو ہاتھ لگایا۔

ماریا نے پوری طاقت سے بندوق کا دستہ اس کے سر پر مار دیا۔

"ہائے" کر کے ڈاکو زمین پر گر پڑا۔

دوسرے ڈاکو گھبرا کر گھوڑوں پر چڑھنے لگے تھے کہ ماریا نے دوسرے ڈاکو کی ٹانگ کھینچ لی وہ نیچے گر پڑا۔

تیسرا ڈاکو بھاگنے لگا تو ماریا نے اس پر فائر کر دیا۔ وہ گھوڑے سے گر کر ڈھیر ہو گیا۔

www.urdurasala.com
www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اب جو ڈاکو باقی رہ گیا تھا وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ ماریا نے زمین پر گری ہوئی بندوق اٹھائی۔

یہ بندوق بھری ہوئی تھی۔ اس نے فائر کر کے اس ظالم ڈاکو کو بھی جہنم میں دھکیل دیا۔

ادھر کالو ڈاکو نے گولیاں چلنے کی آوازیں سنیں تو اٹھ کر بیٹھ گیا اور ہاتھ میں پستول تھام کر جنگل میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔

اس کا خیال تھا کہ شاید پیسوں کے معاملے میں تینوں ڈاکوؤں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا ہے اور انہوں نے آپس میں فائرنگ شروع کر دی ہے۔

اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ واپس آ کر اسے بھی ہلاک کرنے کی

کوشش نہ کریں۔ وہ چوکنا ہو کر بیٹھ گیا۔

لڑکی بھی اٹھ بیٹھی تھی۔

"خبردار جو تم نے آواز نکالی۔ خاموش بیٹھی رہو"۔

کالو ڈاکو نے رعب سے لڑکی کو کہا۔ لڑکی بے چاری تو پہلے ہی سہمی ہوئی تھی۔

گولیوں کی آوازیں سن کر اور سہم گئی۔ ماریا نے تینوں ظالم ڈاکوؤں کا کام تمام کیا تو بڑے آرام سے گھوڑے پر سوار ہو کر کالو ڈاکو کی طرف آئی۔

تاکہ مظلوم لڑکی کو اس کی قید سے رہائی دلا کر اسے اس کے ماں باپ کے پاس پہنچائے۔ کالو ڈاکو اسی طرح پستول ہاتھ میں لیے چوکس بیٹھا تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جدھر سے گولیوں کی آواز آئی تھی ادھر دیکھ رہا تھا۔

جنگل میں اب چاروں طرف گہری خاموشی چھا گئی تھی۔

ایک الو کسی درخت پر بولا۔

کالو ڈاکو کے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔ اس نے لڑکی کو اپنے پیچھے چھپا لیا تھا اور اس کے منہ پر کپڑا باندھ دیا تھا۔ تاکہ وہ آواز نہ نکال سکے۔

ماریا ذرا پرے رک گئی۔ اندھیرے میں کالو ڈاکو کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

ماریا گھوڑے پر سے اتر پڑی۔ کالو ڈاکو کو گھوڑا نظر نہیں آیا۔

ماریا نے کالو ڈاکو کو دیکھ لیا تھا۔ وہ ایک درخت کے پاس آ کر رکی اور بولی۔

”کالو! تیری موت کا وقت آ گیا ہے“۔

کالو نے جنگل کی خاموشی میں آدھی رات کو ایک عورت کی آواز سنی تو وہ ایک دم سے چونک پڑا۔

”کو۔۔۔کون ہو تم؟“۔

ماریا نے کہا۔

”تمہاری موت!“۔

اب کالو ڈاکو نے سوچا کہ ضرور یہ کوئی بھوت پریت ہے۔

اس نے کہا۔

”کیا تم کوئی چڑیل ہو؟“۔

ماریا نے کہا۔

”تمہاری موت ہوں۔ تم نے بے گناہ لڑکیوں پر بڑا ظلم کیا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

ہے۔تم نے ماں باپ کے جگر کے ٹکڑوں کو اٹھا کر فروخت کیا ہے۔میں تمہارے ظلم کا بدلہ لینے آئی ہوں"۔

کالوڈاکو کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی پولیس کا افسر ہے جو اس کا پیچھا کر رہا تھا اور اب عورت کی آواز نکال کر اسے ڈرانے کی کوشش کر رہا ہے۔

کالو نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"میں تمہارے جال میں نہیں آؤں گا۔میں جانتا ہوں تم کوئی پولیس افسر ہو اور مجھے ڈرا کر پھنسانا چاہتے ہو۔مگر تم اپنی چال میں کامیاب نہیں ہو سکتے"۔

میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔میں کالوڈاکو ہوں جس کے نام سے اس علاقے کا بچہ بچہ کانپتا ہے۔

ماریا باتیں کرتے کرتے کالوڈاکو کے پیچھے آ گئی۔اس نے زمین پر سے ایک روڑا اٹھا کر پرے پھینکا۔

آہٹ سن کر کالوڈاکو نے تڑپ کر ادھر پستول چلا دی۔

"ٹھائیں"۔

پستول کی آواز سے سارا جنگل ایک بار پھر گونج اٹھا۔

ماریا نے ہنس کر کہا۔

"تم اپنی موت کو نہیں مار سکتے۔میں تمہیں مارنے اور اس لڑکی کو تمہارے چنگل سے بچانے آئی ہوں"۔

کالوڈاکو نے اپنا پستول لڑکی کے ماتھے پر رکھ دیا۔

"اگر تم نے مجھے کچھ کہا تو میں اس لڑکی کو گولی مار کر ہلاک کر دوں گا"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ماریا نے محسوس کیا کہ اس نے لڑکی کو بچا لے جانے کا کہہ کر بڑی غلطی کی۔

اب اسے بڑی عقلمندی سے کام لینا ہوگا کیونکہ یہ ظالم ڈاکو تو بڑی آسانی سے لڑکی کو گولی مار دے گا۔ کچھ دیر جنگل میں گہری خاموشی چھائی رہی۔

کالو ڈاکو چلایا۔

"کیا فیصلہ کیا تم نے پولیس افسر! کیا یہاں سے واپس جاؤ گے یا اس لڑکی کو گولی ماردوں؟"۔

ماریا نے بھاری آواز بنا کر کہا۔

"تم جیتے۔ میں ہار گیا۔ مجھے اس لڑکی کی زندگی بہت عزیز ہے۔ میں جا رہا ہوں"۔

"ہاہاہاہا!"۔

کالو ڈاکو نے قہقہہ لگایا۔

"خبردار جو مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کی میں صبح تک اس لڑکی کو اپنے پستول کی زد میں رکھوں گا"۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پھانسی گھر

کالوڈاکو نے لڑکی کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا تھا۔

لڑکی بے چاری کا برا حال ہو رہا تھا۔پستول اس کی پیشانی پر لگا تھا۔اور وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔

اس کا رنگ زرد تھا اور بدن میں نام کو بھی لہو باقی نہ رہا تھا۔

ماریا ایک طرف درخت کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی اور موقع کے انتظار میں رہی کہ کب کالوڈاکو ذرا سا غافل ہو اور وہ اس پر حملہ

کر دے۔

وہ ایسی حالت میں تھا کہ اگر ماریا اس پر حملہ کرتی تو وہ پستول چلا کر لڑکی کو ہلاک کر سکتا تھا۔

ماریا نے سوچا کہ آخر کتنی دیر تک یہ شخص اس حالت میں رہے گا۔ کسی وقت تو ضرور غافل ہو گا۔

کالوڈاکو اپنی جگہ سے بالکل حرکت نہیں کر رہا تھا۔

گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ گذر گیا۔جنگل میں خاموشی تھی۔سکوت تھا۔ کوئی جانور بھی نہیں بول رہا تھا۔

اب اسے کچھ کچھ یقین ہونے لگا تھا کہ پولیس افسر چلا گیا ہے۔اس نے لڑکی کو الگ کر دیا۔اور پستول کی نالی نیچے کر لی۔

ماریا اسی لمحے کا انتظار کر رہی تھی۔اس نے بندوق اٹھائی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اور کالو ڈاکو پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھی۔ ابھی وہ اپنی جگہ سے ہلی ہی تھی کہ اچانک جنگل میں شیر کی دھاڑ گونج اٹھی۔ شیر اس قدر قریب آ کر گرجا تھا کہ ماریا بھی اپنی جگہ سے گرتے گرتے بچی۔

گھوڑے نے زور زور سے ہنہنانا شروع کر دیا۔

کالو ڈاکو نے لڑکی کو دبوچ کر چاہا کہ ایک طرف پتھر کی اوٹ میں چھپ جائے کہ اتنے میں شیر نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ شیر شاید اس کی گھات میں بیٹھا تھا۔

وہ چھلانگ لگا کر سیدھا کالو ڈاکو کے اوپر آ گرا۔ لڑکی دور جا پڑی۔

کالو نے پستول کا فائر کر دیا گولی شیر کی گردن میں لگی۔ گولی

کھا کر شیر زیادہ غضب ناک ہو گیا۔

وہ زور سے دھاڑا اور اس نے ایک ہی زوردار پنجہ مار کر کالو ڈاکو کی گردن اڑا دی۔ پھر وہ اسے منہ میں دبوچ کر ایک طرف کو چلا گیا۔

مرے ہوئے کالو ڈاکو کی بے جان ٹانگیں دور تک زمین پر گھسٹتی چلی گئیں۔

لڑکی خوف کے مارے سسکیاں بھر رہی تھی۔ اس کا سارا بدن ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ ماریا اب آگے بڑھی۔ جو کام اس نے کرنا تھا وہ شیر نے کر دیا تھا۔

ماریا نے لڑکی کے قریب جا کر کہا۔

"بہن! گھبراؤ نہیں۔ میں دیوی ماتا ہوں اور تمہاری مدد کو آئی

www.urdurasala.com
PDF By princeoldhump@urdufanz.com

ہوں"۔

لڑکی نے ایک عورت کی آواز سنی تو چیخ مار کر بے ہوش ہو گئی۔ ماریا پریشان ہو گئی۔

کیا مصیبت ہے۔ اس نے بڑی مشکل سے پانی تلاش کر کے لڑکی کے چہرے پر چھڑکا۔

اسے ہوش آئی تو وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔

ماریا نے کہا۔

کیا میری آواز پر تم ایک بار پھر بے ہوش ہو جاؤ گی؟ سنو! میری بات غور سے سنو!۔

میں دیوی ماتا کی چھوٹی بہن ہوں اور نیک ہوں۔ میں اس

www.urdurasala.com

PDF By proceedofdhump@urdufanz.com

جنگل میں راتوں کو صرف اس لیے پھرا کرتی ہوں کہ بھولی بھٹکی یا مصیبت میں پھنسی ہوئی عورتوں کی مدد کر سکوں۔

میں نے تمہارے رونے کی آواز سن لی تھی۔ اور تمہاری مدد کو آئی تھی کہ اس ظالم ڈاکو کو شیر اٹھا کر لے گیا۔ اچھا ہوا کہ یہ ظالم مر گیا۔

اب تم آزاد ہو اور میں تمہیں تمہارے ماں باپ کے پاس چھوڑ آؤں گی۔

اب لڑکی کو بھی کچھ حوصلہ ہو گیا تھا۔

اسے یقین آنے لگا تھا کہ دیوی ماتا کی بہن سچ مچ اس کی مدد کرنے وہاں آئی ہے۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"ماتا! میں تمہاری شکر گذار ہوں۔ مجھے میرے ماں باپ

www.urdurasala.com

کے پاس چھوڑ آؤ“۔

”چلو میرے ساتھ چلو“۔

لڑکی گھوڑے پر بیٹھ گئی۔ دوسرے گھوڑے پر ماریا سوار ہو گئی اور وہ جنگل کی پگ ڈنڈی پر اس طرف چل پڑی جدھر اس لڑکی کا گاؤں تھا۔

صبح ہونے سے پہلے ماریا نے لڑکی کو گاؤں کے کنارے پہنچا کر کہا۔

”اب تم جا سکتی ہو۔ میرے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا خیال ہے؟“۔

لڑکی نے کہا۔

”ماتا! کیا تمہارے درشن نہیں ہو سکتے ؟“۔

ماریا نے ہنستے ہوئے کہا۔

درشنوں کی کیا ضرورت ہے؟۔

مجھے دیکھ کر کیا کرو گی؟۔

بس یہی سمجھ لو کہ میری شکل بالکل تمہاری شکل کی طرح ہے۔

ماریا ہنس پڑی۔

لڑکی نے سر جھکا کر سلام کیا اور اپنے گاؤں کی طرف چلنے لگی۔ ماریا اسے گاؤں میں داخل ہونے تک دیکھتی رہی۔ پھر وہ گھوڑے پر بیٹھی ایک طرف کو مڑی۔

اور دور پہاڑوں کی طرف جانے والی سڑک پر روانہ ہو گئی۔

ادھر ناگ ریل گاڑی میں بیٹھا دہلی کی طرف جا رہا تھا۔

گاڑی تیزی سے اڑی جا رہی تھی۔ انبالہ چھاؤنی سٹیشن پر

www.urdurasala.com
PDF By princecfdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

گاڑی رکی۔

ناگ نیچے پلیٹ فارم پر اتر کر ٹہلنے لگا۔ اس نے محسوس کیا کہ ایک سکھ کوٹ پتلون پہنے دور کھڑا اسے گھور کر تک رہا ہے۔ ناگ بک سٹال پر جا کر ایک رسالے کے ورق الٹنے لگا۔

وہ سکھ بھی اس کے پاس آ کر رسالے دیکھنے لگا۔

ناگ وہاں سے چل کر ٹرین کے ڈبے میں آ کر بیٹھ گیا۔ گاڑی چلنے لگی تو وہ سکھ بھی جلدی سے اسی ڈبے میں آ کر سوار ہو گیا۔

ناگ دل میں مسکرایا۔ یہ کم بخت بھی سی آئی ڈی پولیس کا آدمی ہے اور اسے ناگ پر شک ہو گیا ہے کہ یہ پاکستانی جاسوس ہے۔

خیر ناگ چپکا اپنی سیٹ پر بیٹھا رہا۔ ٹرین چھکا چھک کرتی

بھاگتی چلی گئی۔

ناگ نے کھڑکی سے باہر سر نکال لیا اور پیچھے کی طرف جاتے کھیتوں کو تکنے لگا۔

اتفاق سے اس ڈبے میں ایک سپیرا بھی انبالہ چھاؤنی میں سوار ہو گیا تھا۔ اس کے پاس ایک پٹاری تھی جس میں سانپ بند تھے۔

ناگ چونکہ اس ڈبے میں سفر کر رہا تھا۔ اس لیے پٹاری میں بند سانپوں نے ناگ دیوتا کی موجودگی کو محسوس کر لیا۔

ان پر خوف سا چھا گیا۔ اور وہ پٹاری کے اندر ہی چکر لگانے لگے۔

اب وہ باہر آنے کو بے تاب تھا تاکہ ناگ دیوتا کے حضور جا

www.urduraza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کر سلام کریں۔اور ناگ دیوتا کو دیکھیں۔ کیونکہ ناگ دیوتا کو دیکھ لینا سانپوں کی خوش قسمتی ہوا کرتی ہے۔

کہتے ہیں جو سانپ ناگ دیوتا کی شکل دیکھ لے وہ سو سال تک زندہ رہتا ہے۔

ناگ کو کوئی خبر نہیں تھی کہ قریب ہی ایک پٹاری میں کچھ سانپ اس کو سلام کرنے کے لیے بے چین ہو رہے ہیں۔ سپیرا ابھی بڑے آرام سے ڈبے میں بیٹھا اپنی بین کو کپڑے سے چمکانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اچانک اس نے محسوس کیا کہ پٹارے میں کچھ شور سا مچ رہا تھا۔ کچھ اندر ہی اندر گڑبڑ ہو رہی ہے۔اتنے میں چاروں سانپوں نے زور لگا کر پٹاری کا ڈھکنا الٹ دیا۔

سپیرے نے جو سانپوں کو باہر نکلتے دیکھا تو جھٹ سے پٹاری کا منہ پھر بند کر دیا۔

وہ حیران تھا کہ یہ سانپ باہر کیوں نکلتے آ رہے ہیں۔ ادھر سکھ بھی کھسک کر ناگ کے قریب آ گیا۔اور ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں۔

ناگ سب کچھ سمجھ رہا تھا۔ کہ وہ اس سے کیا بات پوچھنا چاہتا ہے۔ آخر اس نے پوچھ ہی لیا۔

”تم کہاں سے آئے ہو؟“۔

ناگ نے کہا۔

”میں امرتسر سے آ رہا ہوں“۔

”مگر تم امرتسر کے رہنے والے نہیں لگتے“۔

www.urdurasala.com
PDF By princecdhump@urdufanz.com

"پھر کس شہر کے رہنے والے ہو اور امرتسر کیا کرنے آئے تھے؟"۔

ناگ نے بغیر گھبرائے ہوئے کہا۔

"میں ملک افریقہ کا باشندہ ہوں۔ آپ کے ملک کی سیر کرنے آیا ہوں"۔

سکھ نے ناگ کو گھور کر دیکھا۔ مگر جھٹ آنکھیں ہٹا لیں۔ اسے محسوس ہوا کہ ناگ کی آنکھوں سے ایسی تیز روشنی نکل رہی تھی، جس کی وہ تاب نہیں لا سکتا تھا۔

ناگ مسکرایا۔

"سردار صاحب! کیا آپ کو یقین نہیں آیا کہ میں افریقہ کا رہنے والا نوجوان ہوں اور آپ کے ملک میں سیر کرنے آیا

ہوں"۔

سردار ایک دم پھر سے سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اسے یاد آیا کہ وہ ڈیوٹی پر ہے اور یہ اس کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو گرفتار کر کے تھانے لے جائے جو کسی دوسرے ملک سے ان کے ہاں جاسوسی کرنے آئے ہوں۔

اس نے بڑے سکون سے کہا۔

"تمہارا پاسپورٹ کہاں ہے؟ کیا تم مجھے اپنا پاسپورٹ دکھا سکتے ہو؟"۔

ناگ نے کہا۔

"پاسپورٹ میرا گم ہو گیا ہے میں دہلی جا کر اپنے سفارت خانے سے نیا پاسپورٹ بنانا چاہتا ہوں۔ اس لیے میں دہلی جا رہا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہوں"۔

سکھ بولا۔

"مگر اس سے پہلے تمہیں میرے ساتھ تھانے جانا ہوگا۔ ہم خود تمہارے ملک کے سفارتخانے والوں سے بات کریں گے"۔

ابھی وہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ سانپ ایک بار پھر زور لگا کر سپیرے کے پٹارے سے باہر نکل آئے۔

سپیرے نے انہیں پکڑنے کی لاکھ کوشش کی مگر وہ پھن اٹھا کر پھنکارتے ہوئے ناگ کی طرف بڑھے۔

ڈبے میں سارے مسافر ڈر کر ایک طرف اکٹھے ہو گئے۔

سانپ پھن اٹھا کر رینگتے ہوئے ناگ کے سامنے آ کر جھک گئے۔

ناگ نے سانپوں کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ کوئی سپیرا انہیں لے کر سفر کر رہا ہوگا کہ انہیں ناگ کی موجودگی کا احساس ہو گیا اور وہ اسے سلام کرنے آ گئے ہیں۔

سکھ نے جب دیکھا کہ چار کالے سانپ اپنے خوف ناک پھن اٹھائے ناگ کے آگے کھڑے اسے جھک جھک کر سلام کر رہے ہیں تو وہ خوف کے مارے کانپنے لگا۔

ناگ نے کہا۔

"سردار جی! کیا آپ کو ایک سانپ دے دوں؟"۔

اور ناگ نے ایک سانپ کو اٹھا کر اپنی ہتھیلی پر بٹھا لیا۔ سانپ ناگ کی ہتھیلی پر بیٹھ کر اپنا پھن اٹھا کر جھومنے لگا۔

سکھ تو جیسے بے جان ہو گیا۔ ماتھے پر پسینہ آ گیا۔ دل میں

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdufanz.com

کہنے لگا کہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا یہاں سے ایک بار چھٹکارا مل جائے تو پھر ساری زندگی اس شخص کا نام نہ لوں گا۔

ناگ نے پوچھا۔

"کیا آپ کو سانپ پسند نہیں ہے؟"۔

سردار جی نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"واہ گورو کے لیے اسے نیچے پھینک دو"۔

ناگ نے کہا۔

"کیا آپ کو پاسپورٹ دکھاؤں؟ یہی میرا پاسپورٹ ہے۔یہ لیجیے پاسپورٹ اور اسے غور سے الٹ پلٹ کر دیکھ لیں"۔

اور ناگ نے سانپ کو سکھ کی جھولی میں ڈال دیا۔

سردار کی چیخ نکل گئی۔ناگ نے اپنی زبان میں سانپ کو

خبردار کر دیا تھا کہ سکھ کو ڈسنا نہیں۔

سانپ پھن اٹھا کر سکھ کی آنکھوں کے سامنے لہرانے لگا۔

اب تو سردار کے بدن سے جان ہی نکل گئی۔

اس کی گھگھی بندھ گئی۔

حلق خشک ہو گیا۔اس نے ہاتھ جوڑ کر لرزتی آواز میں کہا۔

"معاف کر دو۔پھر پاسپورٹ نہیں دیکھوں گا"۔

اتنے میں ٹرین ایک سٹیشن میں داخل ہو گئی۔ٹرین رکی تو ناگ نے سانپوں کو اشارہ کیا کہ اب انہوں نے سلام کر لیا ہے۔اس لیے واپسی اپنی پٹاری میں چلے جائیں۔

ناگ کا حکم پا کر چاروں سانپ واپس سپیرے کی پٹاری میں چلے گئے۔

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

لوگوں کی جان میں جان آئی اور وہ جلدی جلدی ڈبے سے باہر نکل گئے۔

سپیرے نے ناگ کو غور سے دیکھا اور صرف اتنا ہی سمجھ سکا کہ یہ کوئی فیشن ایبل سپیرا ہے اور سانپوں کو پکڑنے کا گر جانتا ہے۔

ناگ گاڑی سے نکل کر پلیٹ فارم پر آیا تو سپیرے نے ناگ سے کہا۔

"بابو! تم سانپوں کو پکڑنا جانتے ہو؟"۔

ناگ نے کہا۔

"سانپ اپنے آپ چل کر میرے پاس آجاتے ہیں۔ مجھے سانپوں کو پکڑنے کی ضرورت نہیں پڑتی"۔

سپیرے نے اب غور کیا کہ یہ نوجوان بابو ٹھیک ہی کہتا ہے۔ سانپ تو اپنے آپ پٹاری میں سے نکل کر اس کی طرف گئے تھے اور انہوں نے اس کے آگے جا کر سلام کیا تھا۔ سر جھکایا تھا تو پھر یہ نوجوان کون ہے؟۔ ہوسکتا ہے اس کے پاس کوئی خفیہ جادو ہو۔ سانپوں کا منتر ہو جس کی مدد سے یہ سانپوں کو قابو میں کر لیتا ہے۔

سپیرا ناگ سے باتیں کرتا پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا۔

ادھر سکھ نے بھاگ کر ریلوے پولیس کو اطلاع کر دی کہ ایک افریقہ کا جاسوس باہر کھڑا ہے۔ اسے گرفتار کر لیا جائے۔ اس نے یہ بالکل نہ بتایا کہ جاسوس کے قبضے میں سانپ بھی ہے۔ ریلوے پولیس اطلاع ملتے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہیں بندوقیں لے کر ٹرین کی طرف بھاگی۔

گارڈ کو فوراً خبر مل گئی کہ گاڑی نہ چلائی جائے۔

ناگ سپیرے سے باتیں کر رہا تھا کہ اسے ریلوے پولیس نے گھیر لیا۔

ناگ مسکرایا۔

سپیرا بھی حیران ہو گیا۔ ناگ نے سپیرے سے کہا۔

''اچھا دوست پھر ملیں گے''۔

اور وہ ریلوے پولیس کے ساتھ چل دیا۔

پولیس والے بڑے خوش تھے کہ انہوں نے ایک غیر ملکی جاسوس کو گرفتار کر لیا ہے۔

وہ اسے حوالات میں لے گئے اور بند کر دیا۔ اسے کوئی خبر نہیں

تھی کہ جس شخص کو وہ پکڑ کر لائے ہیں وہ کتنی طاقت کا مالک ہے۔

ناگ بھی ان لوگوں کو کچھ تماشا دکھانا چاہتا تھا۔

سپیرا ناگ کے بارے میں بار بار غور کر رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس نوجوان کے پاس سانپوں کو قبضے میں کرنے کا جو منتر ہے وہ سیکھ لے۔

چنانچہ اس نے معلوم کر لیا کہ ناگ ریلوے پولیس کی حوالات میں ہے۔ وہ اس شہر کا رہنے والا تھا۔ وہ سیدھا اپنے گھر گیا۔ وہاں جا کر کوٹھڑی میں پٹاری رکھی اور واپس ریلوے پولیس والوں کے پاس آ کر بولا۔

''تھانیدار جی! آپ نے جو جاسوس پکڑا ہے میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں''۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تھانیدار نے شک کی نظر سے سپیرے کو دیکھا اور کہا۔

"تم بھی اس کے ساتھی ہو؟ چلو تم کو بھی حوالات میں بند کرتے ہیں"۔

سپیرے نے کہا۔

"ایسی بات نہیں ہے مہاراج"۔

"تو پھر تم کون ہو اور اس خطرناک جاسوس سے ملنے کیوں آئے ہو؟"۔

سپیرے نے ٹرین کے ڈبے میں سانپوں والی ساری بات کو بیان کر دی۔

تھانیدار نے غور سے سپیرے کی بات سنی پھر بولا۔

تو کیا ہوا اگر یہ شخص سانپوں کو پکڑنا جانتا ہے۔ یہ کام تو افریقہ

کا ہر آدمی کر سکتا ہے۔

چلو بھاگو یہاں سے۔ نہیں تو ابھی تمہیں بھی حوالات میں بند کر دوں گا۔

سپیرا واپس چلا گیا۔

مگر وہ اس تلاش میں رہا کہ ناگ کو یہ لوگ حوالات سے کس جگہ لے جاتے ہیں۔

رات ناگ کو حوالات میں ہی رکھا گیا۔ صبح صبح اسے پولیس کی لاری میں بٹھا کر شہر سے باہر ایک پرانے قلعے میں پہنچا دیا گیا۔ یہ قلعہ جاسوسوں کو اذیت دینے کے لیے سارے شہر میں بدنام تھا۔ کہتے ہیں کہ یہاں جو قیدی بھی لے جایا جاتا ہے۔ وہ صحیح سالم کبھی واپس نہیں آتا۔

www.urdurasala.com
PDF By princecrdhump@urdufanz.com

کسی کا بازو ٹوٹ جاتا ہے تو کوئی ٹانگیں تڑوا کر واپس آتا ہے۔

ناگ کو ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا۔

اس کوٹھڑی کا صرف ایک ہی روشندان تھا۔ جس میں موٹی موٹی سلاخیں لگی تھیں۔

ناگ نے خدا کا شکر ادا کیا کہ روشندان میں جالی نہیں لگی تھی۔ پھر اس کا روشندان کے ذریعے سے نکلنا مشکل ہو جاتا۔

بہر حال وہ دروازے سے پھر بھی نکل سکتا تھا۔

لیکن ناگ اپنی مرضی سے یہ سارا کھیل کر رہا تھا۔ اس نے پولیس والوں کو اجازت دے رکھی تھی کہ وہ اس کے ساتھ جو چاہیں سلوک کریں۔

دوپہر کے بعد ناگ سے پوچھ گچھ شروع ہو گئی۔

"تم کون ہو؟"۔

"تمہارے ساتھی کہاں کہاں ہیں؟"۔

"تمہارا اصلی نام اور نمبر کیا ہے؟"۔

"تمہیں کس نے جاسوسی کرنے کے لیے بھیجا ہے؟"۔

"تم نے اب تک کس کس چیز کے فوٹو لیے ہیں؟"۔ وغیرہ وغیرہ۔

ناگ ان کے سارے سوال سنتا رہا۔ اس نے کسی سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔

وہ مزے لے لے کر ان کے سوال سن رہا تھا۔ اور مسکرائے جا رہا تھا۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تھانیدار کو بڑا غصہ آیا کہ آخر یہ شخص اپنے آپ کو کیا سمجھ رہا ہے کہ ان کا ہنس ہنس کر مذاق اڑا رہا ہے۔ انہوں نے آج تک کوئی ایسا دلیر قیدی نہ دیکھا تھا۔

یہ ان کی بے عزتی بھی تھی۔ تھانیدار نے ناگ کے منہ پر زور سے تھپڑ مار دیا۔

ناگ غصے سے سرخ ہو گیا۔ قریب تھا کہ اس تھانیدار کو ہلاک کر دے کہ پھر غصے پر قابو پا گیا۔

اور بولا۔

”ویسے میں تمہارے اس تھپڑ کا تم سے بدلہ ضرور لوں گا۔ لیکن ابھی میں تمہیں معاف کرتا ہوں“۔

تھانیدار نے سپاہیوں سے کہا۔

”آج رات اسے کھانا پانی نہیں دیا جائے گا“۔

”جو حکم جناب“۔

تھانیدار اتنا کہہ کر چلا گیا۔

سپاہیوں نے ناگ کو اس کی کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ اس کا کھانا پینا بھی بند ہو گیا۔

رات کو اسے نہ کھانے کو کچھ ملا۔ نہ پینے کو پانی۔ ناگ کو کچھ فرق نہیں پڑتا تھا۔

وہ اگر چاہتا تو کئی روز تک بغیر کچھ کھائے پیے زندہ رہ سکتا تھا۔ مگر اس نے سوچا کہ پانی ضرور پینا چاہیے۔

چنانچہ آدھی رات کو وہ سانپ بن کر کوٹھڑی کی نالی سے باہر نکل کر کنوئیں پر گیا اور جی بھر کر ٹھنڈا پانی پینے کے بعد واپس اپنی

www.urdurasan.com
PDF By princedothump@urdufanz.com

کوٹھڑی میں آ کر لیٹ گیا۔

ادھر سپیرا بھی ناگ سے ملنے کو بے تاب تھا۔

اسے یہ خبر مل گئی تھی کہ ناگ قلعے کی کوٹھڑی میں بند ہے۔ اس قلعے میں سپیرے کا ایک رشتے دار سپاہی بھی تھا۔ وہ جھٹ سے اس سے جا کر ملا اور کہا کہ کسی طرح ناگ سے ملا دو۔

سپاہی نے پہلے تو انکار کیا۔ لیکن جب سپیرے نے بہت اصرار کیا اور کہا کہ بس ایک دو منٹ میں مل کر واپس آ جاؤں گا تو سپاہی تیار ہو گیا۔

اس نے کہا۔

"تم آدھی رات کو قلعے کے پچھلے دروازے پر آ جانا۔ میں وہاں تمہارا انتظار کروں گا"۔

آدھی رات ہوئی تو سپیرا قلعے کے پچھلے دروازے پر آ کر بیٹھ گیا۔ سپاہی بھی آ پہنچا۔ اس نے اندھیرے میں سرگوشی کی۔

"خاموشی سے میرے پیچھے پیچھے آ جاؤ"۔

سپیرا سپاہی کے پیچھے پیچھے چلتا، کچھ سیڑھیاں چڑھ کر کچھ دالان عبور کر کے آخر اس کوٹھڑی کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا جس میں ناگ قید تھا۔

سپاہی نے کہا۔

"دروازہ کھلا ہے۔ چپکے سے اندر جا کر قیدی سے بات کر لو اور جلدی جلدی واپس آ جانا"۔

سپیرا بولا۔

"فکر نہ کرو تم"۔

www.urduraza.com
PDF By proceedhump@urdufanz.com

وہ دروازے میں سے ہو کر اندر آ گیا۔

کوٹھڑی میں ایک ننھا سا دیا جل رہا تھا جس کی دھیمی روشنی میں ناگ سو رہا تھا۔

کوٹھڑی میں آتے ہی سپیرے نے کالے سانپ کی بو محسوس کی۔

"کیا یہاں کوئی کالا سانپ ہے؟"۔

یہاں سانپ کہاں؟۔

سپیرے نے سوچا۔ مگر سانپ کی بو برابر کوٹھڑی میں پھیلی ہوئی تھی۔ سپیرے نے یہ سوچ کر اپنا خیال بدل لیا کہ ہو سکتا ہے کہ اس پرانے قلعے میں کسی جگہ کوبرا سانپ موجود ہو۔

ناگ چٹائی پر سو رہا تھا۔ سپیرے نے جا کر اسے جگا دیا۔

ناگ نے اٹھتے ہی دیئے کی مدھم روشنی میں سپیرے کو دیکھا تو بولا۔

"تم آدھی رات کو یہاں کیا لینے آئے ہو؟"۔

سپیرے نے کہا۔

"وقت بہت تھوڑا ہے۔ میں تمہیں یہاں سے فرار ہونے کی ترکیب بتانے آیا ہوں"۔

ناگ نے پوچھا۔

"کون سی ترکیب بتانے آئے ہو تم مجھے؟"۔

سپیرے نے جیب سے ریتی نکال کر کہا۔

"یہ ریتی میں تمہارے لیے لایا ہوں۔ اس کو رگڑ کر تم جیل کی سلاخیں کاٹ سکتے ہو"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پھر تم فرار ہو کر سیدھا میرے پاس آ جانا۔ میں تمہیں اس شہر سے باہر نکال دوں گا۔

ناگ مسکرایا۔

پوچھنے لگا۔

"بھائی! تم میرے لیے یہ اتنی بک بک جھک جھک کیوں کر رہے ہو؟"۔

تمہیں مجھ سے اتنی ہمدردی کیوں ہے؟۔

سپیرے نے کہا۔

"اگر میں تمہیں سچ سچ بتا دوں تو تم مجھ سے ناراض تو نہیں ہو جاؤ گے؟"۔

"نہیں۔ بالکل ناراض نہیں ہوں گا۔ تم بولو"۔

سپیرے نے کہا۔

جب سے تمہیں سانپوں کو سلام کرتے دیکھا ہے۔ میرے دل میں پختہ یقین ہو گیا ہے کہ تمہارے پاس کوئی ایسا خفیہ منتر ہے جس کی مدد سے تم سانپوں کو اپنا غلام بنا لیتے ہو۔

جب مجھے سانپوں کا شوق ہے۔ میں سپیرا ہوں۔ سانپ پکڑتا ہوں۔ انہیں قید کرتا ہوں۔

مگر انہیں غلام نہیں بنا سکتا۔ تم سانپ نہیں پکڑتے مگر سانپ تمہارے غلام ہیں۔

کیا تم مجھے وہ منتر بتا دو گے؟۔

بس میری زندگی کی اب سب سے بڑی خواہش یہی ہے کہ تمہیں یہاں سے فرار ہونے میں مدد دوں اور اس کے بدلے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

میں تم سے سانپوں کو غلام بنانے کا منتر سیکھ لوں۔

ناگ مسکرایا۔

اس سپیرے کی سادہ دلی بہت پسند آئی تھی۔ بھلے آدمی نے سارا کچھ سچ بتادیا تھا۔

ناگ نے فیصلہ کرلیا کہ وہ اس کی ضرور مدد کرے گا۔

"اچھا میں تیار ہوں"۔

اتنا سن کر سپیرے کی باچھیں کھل اٹھیں۔ بڑا خوش ہوا۔ ناگ نے ریتی لے کر سنبھال کر رکھ لی اور کہا۔

"تمہارا گھر کہاں پر ہے؟"۔

سپیرے نے کہا۔

شہر کے مشرقی دروازے کے اندر جاؤ گے تو تمہیں ایک چھتا

ہوا پرانا کنواں ملے گا۔ بس اسی کنوئیں کے ساتھ والا مکان میرا مکان ہے۔

میں تمہارا وہاں انتظار کروں گا۔ تم کس دن آؤ گے؟۔

ناگ بولا۔

میں کل رات تمہارے پاس آجاؤں گا۔

سپیرے نے ہنس کر کہا۔

"تم اپنی ریتی سے ان سلاخوں کو چھ دن سے پہلے نہیں کاٹ سکو گے۔ اس حساب سے تم سات دن بعد میرے پاس آ سکو گے"۔

بہر حال میں تمہارا آج سے سات روز بعد رات کو انتظار کروں گا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ناگ نے سپیرے کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔

"وہ تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مگر میں بھی تمہیں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ میں کل آدھی رات کے بعد تمہارے گھر آ جاؤں گا"۔

باہر سے سپاہی نے سرگوشی میں کہا۔

"بس اب جلدی سے باہر آ جاؤ"۔

سپیرے نے ناگ کو سلام کیا اور یہ کہہ کر کہ میں ہر روز تمہارا انتظار کروں گا کوٹھڑی سے باہر آ گیا۔

دوسرے دن رات کو وہ کھانا کھا کر آرام سے سونے کے لیے چارپائی پر لیٹ گیا۔

وہ بے فکر تھا۔ اسے یقین تھا کہ ناگ چھ روز سے پہلے نہیں آ سکتا کیونکہ اگر ناگ آج ریتی سے سلاخیں کاٹنی شروع کرے تو

سات آٹھ دن کے بعد جا کر کہیں وہ دو سلاخیں کاٹ سکے گا۔

چنانچہ وہ بڑے اطمینان سے ٹھنڈی ہوا میں سو گیا۔

دوسری طرف ناگ شروع رات اپنی چٹائی پر بیٹھا تھا کہ سپاہی نے آ کر کہا۔

"تم کل سے پانی کے بغیر کیوں کر زندہ ہو؟"۔

کھانے کے بعد تو خیر انسان کچھ دن زندہ رہ سکتا ہے مگر پانی کے بغیر ایک دن سے زیادہ زندہ رہنا مشکل ہے۔ پھر تم کس طرح سے زندہ ہو؟

ناگ نے کہا۔

"تم یہ باتیں پوچھنے والے کون ہو؟"۔

سپاہی بولا۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"تمہیں تھانیدار نے بلایا ہے۔ میرا خیال ہے تمہیں آج رات پھانسی دے دی جائے گی۔ پھانسی گھر بالکل تیار ہے"۔

ناگ مسکرایا۔

"تو گویا تھانیدار کا آخری وقت آ پہنچا ہے۔ چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں"۔

سپاہی نے سرزنش کرتے ہوئے کہا۔

"کیا بکواس کرتے ہو؟ چلو سیدھی طرح سے"۔

سپاہی ناگ کو ایک کوٹھڑی کے احاطے میں لے گیا جہاں بیچ پھانسی تیار پڑی تھی۔

جلاد کھڑا تھا۔ تھانیدار دو سپاہیوں کے ساتھ پھانسی کے پاس کھڑا ناگ کو آتے دیکھ رہا تھا۔

اس نے ناگ کے آتے ہی اعلان کیا کہ اسے عدالت نے جاسوسی کے جرم میں پھانسی کی سزا سنا دی ہے۔ جس پر ابھی عمل کر دیا جائے گا۔

ناگ ہنس پڑا۔

"تھانیدار جی! آپ مجھے پھانسی پر کیا چڑھائیں گے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ آج آپ نے اپنے ہاتھوں اپنی موت کا انتظام کر رکھا ہے"۔

"کیا بکتے ہو؟"۔

تھانیدار نے کہا۔

پھر اس نے جلاد کو حکم دیا کہ ناگ کو پکڑ کر پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

ناگ کی طرف جلاد بڑھا تو ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"مسٹر جلاد! کیا تم بھی مرنا چاہتے ہو؟ اگر مرنا چاہتے ہو تو آؤ۔ موت تمہارے لیے بھی تیار کھڑی ہے"۔

تھانیدار نے پستول نکال کر کہا۔

"پکڑ کر منہ بند کر دو اس گستاخ کا ہمیشہ کے لیے"۔

جلاد نے لپک کر ناگ کو قابو میں کر لیا اور اس کی گردن میں پھانسی کا پھندا ڈال دیا۔

ناگ اب بھی ہنس رہا تھا۔ اس نے جلاد کو کچھ نہ کہا۔ جب پھندا گلے میں پڑ گیا تو تھانیدار بڑا خوش ہوا۔

حکم دیا۔

"پھانسی دے دو"۔

جلاد تختہ گرانے ہی والا تھا کہ ناگ نے گہرا سانس لیا اور لوگوں نے دیکھا کہ پھانسی کے پھندے میں سے ناگ غائب ہو گیا تھا۔

اور اس کی جگہ ایک سرخ رنگ کی چڑیا اڑ کر روشندان پر جا کر بیٹھ گئی ہے۔ تھانیدار، جلاد اور سپاہی دنگ رہ گئے اور چڑیا کی طرف منہ کھول کر دیکھنے لگے۔

پھر تھانیدار چلایا۔

"یہ جادوگر ہے۔ اس چڑیا کو گولی مار کر ہلاک کر دو"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سمندر کے نیچے شہر

سپاہیوں نے گولیوں کی باڑھ ماری۔

چڑیا بھی سب کچھ سن رہی تھی۔ وہ روشندان سے غائب ہو گئی۔

تھانیدار نے حیرانی سے ادھر ادھر دیکھا۔ جلاد اپنی جگہ پر دہشت زدہ تھا۔

اتنے میں ایک سپاہی نے چیخ ماری اور فرش پر گر پڑا۔ ابھی

اسے سنبھالا نہیں گیا تھا کہ دوسرا سپاہی چیخ مار کر گر پڑا۔ ایک کالا سانپ تیزی سے رینگتا ہوا تھانیدار کی طرف بڑھا۔

تھانیدار بھاگ کر پھانسی کے چبوترے پر چڑھ گیا۔

"اسے مار ڈالو! مار ڈالو!"۔

سپاہی نے بندوق آگے کی مگر سانپ نے اسے بھی مہلت نہ دی اور وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔

اب وہاں دو سپاہی، ایک جلاد اور ایک تھانیدار باقی رہ گئے تھے۔

کالا سانپ ان پر مصیبت بن کر نازل ہو گیا تھا۔ جلاد نے تلوار کھینچ کر سانپ کو مارنا چاہا مگر سانپ نے اسے بھی ڈس کر ہلاک کر دیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

دوسرے سپاہی بھاگ اٹھے۔ اب وہاں تھانیدار باقی رہ گیا۔

وہ تھر تھر کانپنے لگا تھا۔ کالا سانپ تھانیدار کے سامنے آ کر پھن پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔

پھر تھانیدار نے سنا۔ سانپ انسان کی آواز میں کہہ رہا تھا۔

''میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ تم لوگ مجھے پھانسی نہیں دے سکو گے؟ پھر تم کو یقین کیوں نہیں آ رہا تھا؟ اب دیکھ لو۔ میں تمہارے سامنے ہوں اور تمہارے سارے سپاہی ٹھنڈے ہو چکے ہیں۔ اب تمہاری باری ہے''۔

تھانیدار نے ہاتھ باندھ کر کانپتی آواز میں کہا۔

''بھگوان کے لیے مجھے بخش دو۔ شیش دیوتا! مجھ سے بڑی بھول ہو گئی۔ اب میں کبھی ایسی گستاخی نہیں کروں گا''۔

ناگ نے کہا۔

''نہیں! تم ایسی گستاخی ضرور کرو گے۔ اس لیے میں تمہیں اتنی مہلت نہیں دوں گا''۔

یہ کہہ کر کالا ناگ آگے کو جھکا۔ تھانیدار کے پیچھے دیوار تھی۔ تھانیدار پیچھے کو ہٹا۔ ناگ اور آگے ہو گیا۔ اس نے اپنا پھن تھانیدار کے منہ کے سامنے کر دیا۔

تھانیدار کانپ رہا تھا۔ ماتھا پسینے میں شرابور تھا۔ بجلی جیسی تیزی کے ساتھ ناگ نے تھانیدار کو ڈس دیا اور وہ ٹھنڈا ہو گیا۔

پھانسی گھر میں اب کوئی بھی نہیں تھا۔

ہر طرف لاشیں بکھری تھیں۔ سانپ رینگتا ہوا حوالات سے باہر آ گیا۔

www.urduzaka.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urduzaka.com

شہر سنسان تھا۔ آدھی رات ہو چکی تھی۔ ناگ اسی وقت انسان کی شکل میں آ گیا۔

اس نے سپیرے سے وعدہ کیا تھا کہ وہ آدھی رات کو اس کے گھر ضرور آئے گا۔ ایسا ہی ہوا۔

سپیرا ابھی ادھر کچھ کچھ جاگ رہا تھا۔ اگرچہ اسے یقین تھا کہ ناگ اتنی جلدی جیل کی سلاخیں نہیں کاٹ سکے گا۔ اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔

سپیرا اٹھ کر دروازے تک گیا۔ دروازہ کھولا تو سامنے ناگ کھڑا تھا۔

سپیرا حیران رہ گیا۔

”تم آ گئے؟ کیسے آ گئے؟“۔

ناگ بولا۔

”جیسے آیا کرتے ہیں۔ یعنی اپنے پاؤں پر چل کر آیا ہوں“۔

”لیکن۔ لیکن تم نے اتنی جلدی سلاخیں کیسے کاٹ لیں؟“۔

سپیرے کے اس سوال پر ناگ نے دروازہ بند کر دیا۔

”تم ریتی دے گئے تھے بس اس کی مدد سے سلاخیں کاٹ کر پھینک دیں اور بھاگ کر تمہارے پاس آ گیا۔ اچھا اب مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں سوؤں گا“۔

”ضرور آرام کرو تم“۔

اور ناگ سو گیا۔

دوسرے دن سپیرا ناشتہ لینے شہر گیا تو اس نے سنا لوگ کہہ رہے تھے۔

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"ارے غضب ہو گیا۔ حوالات سے قیدی بھاگ گیا۔ اس نے تھانیدار اور سپاہیوں کو ہلاک کر ڈالا"۔

"ارے کچھ اور نہیں سنا تھا؟ کہتے ہیں قیدی نے سانپ بن کر سپاہیوں اور تھانیدار کو ہلاک کیا ہے"۔

"پولیس قیدی کی تلاش میں ہے"۔

"دس ہزار روپے قیدی کے سر کی قیمت رکھی ہے پولیس نے۔۔۔"

سپیرے نے یہ باتیں سنیں تو سوچ میں پڑ گیا۔ ناشتہ لے کر جلدی سے واپس آیا۔

ناگ اس کا انتظار کر رہا تھا۔ سپیرے نے ناگ کو بالکل نہ بتایا کہ شہر میں لوگ اس کے بارے میں کیا باتیں کر رہے ہیں۔

دونوں نے ناشتہ کیا اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔

ناگ سارا دن سپیرے کے گھر میں رہا۔ سپیرے نے اتنا ضرور ناگ کو بتایا۔

"پولیس تمہاری تلاش میں ہے۔ لیکن تم جب تک میرے گھر میں ہو کر تمہیں نہیں پکڑ سکتا۔ تم جب تک جی چاہے میرے گھر میں رہ سکتے ہو"۔

ناگ نے کہا۔

"نہیں نہیں۔ تمہارا شکریہ! میں کل یہاں سے چلا جاؤں گا۔ مجھے اپنی بہن اور بھائی کی تلاش ہے"۔

رات ہو گئی۔

دونوں کھانا کھا کر لیٹ گئے۔ سپیرے نے رات کو پورا پورا

www.urduraza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

انتظام کر رہا تھا۔ اس نے ایسا کیا کہ ناگ کو سالن میں بہت زیادہ نمک کھلا دیا۔ تا کہ رات کو اسے پیاس لگے۔

دوسری طرف اس کی کوٹھڑی سے پانی کی صراحی اٹھا کر باہر رکھ دی۔

ناگ کو خبر نہ ہو سکی کہ سپیرے نے کیا ڈرامہ کر رکھا ہے۔ وہ کوٹھڑی میں جا کر چار پائی پر لیٹ گیا اور تھوڑی دیر بعد گہری نیند میں کھو گیا۔

سپیرے نے باہر سے دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا۔

خود اس نے اپنی انگلی پر چھری سے تھوڑا سا زخم لگا لیا تا کہ اسے نیند نہ آ سکے وہ ایک جگہ ستون کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا اور ناگ کی بند کوٹھڑی کی طرف آنکھیں لگا دیں۔

اب ایسا ہوا کہ نمک کھانے کی وجہ سے ناگ کو بڑی سخت پیار لگی۔

اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے چار پائی سے اتر کر نیچے دیکھا۔ وہاں پانی کی صراحی نہیں تھی۔

شاید سپیرا صراحی اندر رکھنی بھول گیا تھا۔ ناگ نے دروازے کو دیکھا۔ وہ باہر سے بند تھا۔ پیاس کی وجہ سے ناگ کا حلق خوش ہو رہا تھا۔

اس نے دیکھا کوٹھڑی سے باہر نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ تھا۔

"یعنی کھرے کی نالی۔"

ناگ اس لمحے سانپ بن گیا اور کھرے کی نالی میں سے باہر

www.urdufanz.com
PDF By princedhump@urdufanz.com

نکل گیا۔

باہر ذرا پرے صراحی پڑی تھی۔ سانپ نے صراحی کے پاس جا کر اپنا منہ صراحی کے اندر ڈال دیا اور ٹھنڈا پانی پینا شروع کر دیا۔

یہ سارا تماشا سپیرا ستون کے پیچھے بیٹھا پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

وہ جو کچھ دیکھ رہا تھا اس کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے اپنے بڑے بوڑھوں سے سن رکھا تھا کہ کالا کوبرا جب اس دنیا میں اپنی زندگی کے پانچ سو برس پورے کر لیتا ہے تو اس میں اتنی طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ جس کا چاہے روپ دھار لے۔ وہ سانپ اس کے آنکھوں کے سامنے تھا جو انسان بن کر

اندر کوٹھڑی میں سو رہا تھا اور اب سانپ بن کر نالی کے ذریعے باہر آ کر پانی پی رہا تھا۔

سپیرے کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ مگر جو کچھ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس پر اسے یقین کرنا ہی پڑ رہا تھا۔

اس پر اسے یقین کرنا ہی پڑا تھا۔ ادھر سانپ نے جب صراحی میں سے ٹھنڈا پانی جی بھر کر پی لیا تو وہ صراحی میں سے منہ نکال کر پیچھے کو مڑا اور زمین پر رینگتا ہوا کمرے کی نالی میں سے گزر کر کوٹھڑی میں چلا گیا۔

"یا خدا! یہ تو ناگ ہے۔ شیش دیوتا ہے!"۔

سپیرا چپکے سے چارپائی پر لیٹ گیا۔

باقی رات بھی اسے نیند نہ آ سکی۔ صبح ہوتی ناگ کوٹھڑی سے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

باہر آیا۔

وہ آنکھیں مل رہا تھا۔

سپیرے نے کہا۔

"بھائی! مجھے افسوس ہے رات تمہاری کوٹھڑی میں پانی کی صراحی نہ رکھ سکا۔ تمہیں پیاس تو نہیں لگی تھی؟"۔

ناگ نے کہا۔

"نہیں تو۔ بالکل پیاس نہیں لگی۔ میں تو رات بس گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا"۔

سپیرے نے آگے بڑھ کر ہاتھ جوڑ دیئے اور کہا۔

"شیش دیوتا! میں نے آپ کو سانپ کے روپ میں دیکھ لیا ہے۔ میں آپ کا ادنیٰ خادم ہوں"۔

ناگ نے چونک کر سپیرے کی طرف دیکھا اور سرخ آنکھوں سے گھور کر بولا۔

اگر تم نے میری مدد نہ کی ہوتی اور مجھے اپنے گھر میں پناہ نہ دی ہوتی تو میں تمہیں زندہ نہ چھوڑتا۔

اس لیے کہ تم نے رات صراحی کمرے سے باہر رکھ کر میرا امتحان لینا چاہا تھا۔

سپیرے نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"معاف کر دو شیش دیوتا! مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مگر میں مجبور تھا۔ میں آپ کو سانپ کے روپ میں دیکھنا چاہتا تھا سو میں نے دیکھ لیا"۔

میں ساری زندگی آپ کی خدمت کروں گا۔ اور آپ کے

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قدموں میں رہوں گا۔

ناگ بولا۔

تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ لیکن چونکہ تم نے میری خدمت کی ہے۔

مجھے اپنے گھر میں پناہ دی ہے۔ اس لیے میں تمہارا ایک سوال ضرور پورا کروں گا۔

تم زندگی کی ایک خواہش کا اظہار کرو میں اسے پورا کر دوں گا۔ بس میں تمہارے لیے یہی کر سکتا ہوں۔

سپیرے نے کچھ سوچ کر کہا۔

"اے شیش دیوتا! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ میری مدد کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ مجھ سے میری خواہش پوچھتے ہیں تو میری

خواہش ہے کہ مجھے شیش ناگ کا منکا لا دیں جو سانپ کے کاٹے کا علاج ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"اپنی آنکھیں بند کرو"۔

سپیرے نے آنکھیں بند کر لیں۔

تھوڑی دیر بعد ناگ نے آنکھیں کھولنے کو کہا اور سرخ رنگ کا شیش ناگ کا منکا سپیرے کو دیتے ہوئے کہا۔

"یہ رہا شیش ناگ کا منکا"۔

سپیرے نے منکے کو دیکھا۔ چوما۔ آنکھوں سے لگایا۔

"شیش دیوتا! میں تمہارا یہ احسان ساری زندگی نہیں بھولوں گا"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofthump@urdufanz.com

ناگ نے کہا۔

"تم نے میری مدد کی ہے سپیرے! اگرچہ مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی۔ میں سلاخیں کاٹے بغیر بھی جیل سے باہر آ سکتا تھا۔

لیکن میں تمہاری ہمدردی کا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا۔ میں تمہارا دل نہیں توڑنا چاہتا تھا۔

چنانچہ میں نے ریتی لے لی۔ حالانکہ میں نے سلاخیں نہیں کاٹی تھیں۔ بلکہ پھانسی گھر میں تھانیدار اور سپاہیوں کو ختم کر کے باہر نکل گیا تھا۔

پس میں تمہاری ہمدردی کا انعام دینا چاہتا تھا۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے بھی تمہارے لیے کچھ کیا ہے۔

سپیرے نے منکا اپنی تھیلی میں رکھ لیا۔

ناگ نے کہا۔

"اب مجھے اجازت دو۔ میں اپنی بہن ماریا اور بھائی عنبر کی تلاش میں ہوں جو مجھ سے بچھڑ گئے ہیں۔ اب میں جانا چاہتا ہوں"۔

سپیرے نے ماریا اور عنبر کے بارے میں پوچھنا چاہا۔ مگر ناگ نے اس بارے میں کوئی بات نہیں کی اور سپیرے سے اجازت لے کر مکان سے باہر آ گیا۔

وہاں سے وہ سیدھا ریلوے سٹیشن پہنچا اس وقت پولیس وہاں ناگ کی تلاش میں تھی۔

ناگ بھول گیا تھا کہ اسے پولیس پہچان لے گی۔ وہ جلدی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سے ریلوے پلیٹ فارم کے باتھ روم میں گیا اور جب واپس نکلا تو وہ جوگی کے بھیس میں تھا۔

اس بھیس میں کوئی بھی اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔

لمبے بال، بدن پر راکھ ملی ہوئی، جسم پر ہرن کی کھال کی لنگوٹی، پاؤں سے ننگا اور ہاتھ میں پانی کا کرمنڈل اور بس۔۔۔

جوگی ناگ پلیٹ فارم پر ایک جگہ بیٹھ گیا۔

گاڑی ابھی نہیں آئی تھی۔ گاڑی آگے جانے والی تھی۔ یعنی بنگال کی جانب۔

ناگ کے پاس ٹکٹ بھی نہیں تھا۔ اسے معلوم تھا کہ جوگی لوگوں سے ریلوے والے ٹکٹ نہیں مانگا کرتے۔

پولیس والے پلیٹ فارم پر ناگ کی تلاش میں چکر لگا رہے

تھے۔ ایک ایک کو گھور کر تک رہے تھے۔ جس پر شک ہوتا اسے روک لیتے۔

اس سے پوچھ گچھ کرتے اور پھر ناگ کی تلاش شروع کر دیتے۔

ناگ جوگی کے لباس میں تھا۔ اس پر کسی کو شک نہیں ہو سکتا تھا۔

اتنے میں گاڑی آ گئی۔ لوگوں میں ہل چل مچ گئی۔ سب لوگ گاڑی کی طرف لپکے۔ ناگ بھی ایک ڈبے میں جا کر بیٹھ گیا۔

جوگی سمجھ کر لوگوں نے ناگ کی بڑی عزت کی۔ اسے راستہ دیا اور جگہ بھی بنا کر دے دی۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اب ہم تھوڑی دیر کے لیے ناگ کو اسی گاڑی میں چھوڑتے ہیں اور ذرا عنبر کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کہاں ہے۔

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ عنبر کو بھوپت ڈاکو کے ساتھیوں نے دریا میں پھینک دیا تھا۔

عنبر بے ہوش تھا۔ انہوں نے تو اسے اس طرح بے ہوش کیا تھا کہ اب ساری زندگی اسے بالکل ہوش نہیں آئے گا۔ عنبر دریا میں بہتا چلا جا رہا تھا۔

وہ بالکل ایک لاش کی طرح بہا جا رہا تھا۔ ڈاکو سمجھتے تھے کہ یہ شخص دریا میں بہہ کر ختم ہو جائے گا۔

لیکن عنبر کو ابھی موت نہیں تھی۔

سارا دن وہ لاش کی طرح بہتا رہا۔

رات آ گئی۔

رات کو بھی وہ بہتا رہا۔ یونہی دو راتیں دو دن گذر گئے۔ اب دریا کا پاٹ بہت چوڑا ہو گیا تھا۔

تیسری رات دریا آگے جا کر سمندر میں گر گیا۔ اس کے ساتھ ہی عنبر بھی بے ہوشی کی حالت میں سمندر میں گر گیا۔ سمندر کی لہریں سیاہی مائل تھیں۔

دریا کا گدلا پانی دور تک ویسا ہی چلا گیا تھا۔ آخر وہ سمندر ساتھ مل کر سمندر کے رنگ کا ہو گیا۔

پانچویں رات عنبر کو ہوش آ گیا۔

کیا دیکھتا ہے کہ چاروں طرف سمندر پھیلا ہے۔ آسمان پر گہرا بادل ہے۔ تیز ہوا چل رہی ہے۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

حیران ہوا کہ یا اللہ! یہ میں کہاں آ گیا؟ سمجھ گیا کہ ڈاکوؤں نے اسے دریا میں گرا دیا ہوگا۔

سر میں درد ہو رہا تھا۔ ضرور اسے بے ہوش کر کے پانی میں پھینکا گیا ہوگا۔ اب کیا ہو؟۔

عنبر سمندر کی بڑی بڑی لہروں پر بہا چلا جا رہا تھا۔

دور ایک خونخوار شارک مچھلی نے سمندر میں کسی انسان کے گوشت کی بو سونگھی۔

چوکنی ہوگئی۔ جدھر سے بو آ رہی تھی ادھر کو لپکی۔ قریب آ کر عنبر کو دیکھا کہ سمندری لہروں پر بہا جا رہا ہے۔ بڑی خوش ہوئی۔ دو روز سے بھوکی تھی۔

تیزی سے حملہ کیا۔ منہ کھول کر اپنے تیز دانت عنبر کے جسم پر

گاڑ دیئے۔

لیکن یہ کیا۔ شارک کے کئی ایک دانت ٹوٹ کر گر گئے۔

وہ منہ کو جھٹک کر پیچھے مڑی۔

عنبر خاموش تھا۔ شارک نے دوسری بار حملہ کیا اور عنبر کو ٹکر ماری۔

اس ٹکر سے عنبر کا تو کچھ نہ بگڑا۔ ہاں شارک کی تھوتھنی ضرور زخمی ہوگئی۔

اب تو شارک گھبرا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا بلا سمندر میں انسان کی شکل میں تیر رہی ہے۔

بادل زور سے گرجنے لگے۔ تیز ہوا کے ساتھ اب بارش بھی شروع ہوگئی۔

www.urdurasaaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر سمندر کی لہروں پر بہا چلا جا رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اسی طرح تیرتے تیرتے شاید وہ کسی جزیرے کے ساحل کے ساتھ لگ جائے۔

پھر وہ وہاں سے واپس ہندوستان جانے کی کوشش کرے گا۔

کیونکہ اسے یقین تھا کہ ناگ اور ماریا بھی ہندوستان ہی میں ہیں۔

اچانک عنبر نے اپنے سامنے سمندر میں ایک گولا سا ابھرتا دیکھا۔

یہ گولا سفید تھا اور ایسے لگتا تھا۔ جیسے شیشے کا بنا ہوا ہو۔ اس کے اندر دور سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

عنبر نے محسوس کیا کہ یہ سفید گولا اس کی طرف بڑھا چلا آ رہا

ہے۔

وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ اب اس نے گولے کے اندر ایک انسانی شکل بھی دیکھی۔

یہ انسان دبلا پتلا سا تھا اور اس کے سر پر بھی گردن تک ایک سفید گولا چڑھا ہوا تھا۔

سفید گولا عنبر کے قریب آ کر رک گیا۔

عنبر نے دیکھا کہ گولا کافی بڑا تھا اور اس کے اندر ایک آدمی کھڑا سامنے گول دیوار میں لگے کل پرزوں کو حرکت دے رہا تھا۔

پھر گولے کی ایک شیشے کی کھڑکی کھلی اور وہ انسان کھڑکی سے قریب آ کر عنبر کی طرف تکنے لگا۔

عنبر نے جان بوجھ کر ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے۔ یہ

PDF By priceofdhump@urdufanz.com

تاثر دینے کے لیے کہ وہ ڈوب رہا ہے۔

اسے بچایا جائے۔ وہ اس آدمی پر ابھی یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ امر ہے۔یعنی ابھی مر نہیں سکتا۔

کھڑکی میں سے ایک پلاسٹک کی سیڑھی باہر گری اور انسان نے اشارہ کیا کہ اس سیڑھی پر سوار ہو کر اندر آ جاؤ۔

عنبر نے سیڑھی کو پکڑ کر اس پر چڑھنا شروع کر دیا۔ پھر وہ گولے کے اندر آ گیا۔

اس آدمی نے گولی کی کھڑکی بند کر دی۔ پھر عنبر کے سر پر بھی شیشے کا ایک کالا گولا چڑھا دیا۔

عنبر نے دیکھا کہ گولے کے اندر دیوار پر کئی ایک آلات لگے ہیں۔

بلب بھی ہیں جو کبھی بجھ رہے ہیں۔ کبھی جل رہے ہیں۔

گولا دیکھتے دیکھتے سمندر کے اندر غوطہ لگا گیا۔

اصل حیرانی اب شروع ہوئی جب گولے نے سمندر میں غوطہ لگایا۔

عنبر نے دیکھا کہ گولا بڑے آرام سے سمندر کی تہہ میں نیچے ہی نیچے اترتا چلا جا رہا ہے۔

مچھلیاں ادھر ادھر بھاگ کر پرے ہٹ رہی ہیں۔

"یہ اسے کس دنیا میں لے جا رہا ہے؟"۔

عنبر سوچنے لگا۔

وہ آدمی ایک بٹن دبائے کھڑا تھا اور جھک کر پرزوں کو غور سے تک رہا تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

گولا ابھی تک سمندر کے نیچے اترتا چلا جا رہا تھا۔ اس قدر گہرائی میں جا کر سمندر کے پانی کا دباؤ اتنا زیادہ بڑھ جاتا ہے کہ لوہے کا آدمی بھی اگر ہو تو وہ پچک کر رہ جائے گا۔

مگر اس شیشے کے گولے کو کچھ بھی نہیں ہو رہا تھا۔ اب عنبر نے دیکھا کہ اس کے چاروں طرف بڑے گھنے درختوں کی قطاریں گذر رہی تھیں۔

یہ سارے درخت سمندر کے نیچے اگے ہوئے تھے۔

اب وہ گولا ایک سڑک پر سے گذر رہا تھا۔ جس پر اسی طرح کے کئی گولے چل پھر رہے تھے۔

عنبر حیرانی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ سمندر کے نیچے کافی گہرائی میں یہاں تو ایک شہر آباد تھا۔

مگر لوگ سروں پر شیشے کے خول چڑھائے چل پھر رہے تھے۔

عنبر کا شیشے کا خول ایک بہت بڑی عمارت کے باغ میں داخل ہو گیا۔

یہ عمارت کسی بہت شاندار بحری جہاز سے ملتی جلتی تھی۔ عنبر نے اپنے ساتھی سے بات کرنے کی کوشش کی مگر وہ خاموش رہا۔

شیشے کا گولا ایک جگہ جا کر رک گیا۔

دروازہ کھلا اور وہ آدمی عنبر کو ساتھ لے کر عمارت میں داخل ہو گیا۔

شاندار محل کی طرح کی عمارت تھی۔ اوپر چمنیاں بنی ہوئی تھیں۔

www.urduarsala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جہاز کی طرح مستول بھی بنے ہوئے تھے۔ دائیں بائیں باغ تھا۔

جس میں بڑے گھنے درخت اگے سمندر کی لہروں میں جھول رہے تھے۔ یہ ساری عمارت، سارا شہر پانی کے اندر بنا ہوا تھا۔ عنبر کو ایک کمرے میں لے جا کر بند کر دیا گیا۔

وہ آدمی چلا گیا۔ عنبر کے سر پر بھی شیشے کا خول چڑھا دیا گیا تھا۔ تاکہ وہ سانس لے سکے۔

حالانکہ ان لوگوں کو پتہ نہیں تھا کہ عنبر بغیر آکسیجن کے بھی سانس لے کر زندہ رہ سکتا ہے۔

بہر حال عنبر کمرے میں ایک پلنگ پر لیٹ گیا۔ یہ پلنگ بھی شیشے کا تھا۔

شیشے کا سرہانہ تھا۔ الماریاں بھی شیشے کی تھیں۔ چاندی کے میز پر چاندی کے گلدان رکھے تھے۔ مونگے اور موتیوں کی دیواتیں تھیں۔

کچھ دیر بعد ایک آدمی دروازہ کھول کر اندر آیا۔

اس کے سر پر بھی شیشے کا خول تھا۔

اس کے ہاتھ میں ایک چاندی کی تھالی تھی۔ اس تھالی میں ایک مچھلی رکھی تھی۔

اس آدمی نے تھالی میز پر رکھ دی اور عنبر کی طرف گھور کر دیکھا۔

عنبر شیشے کے بستر سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے آنے والے انسان سے پوچھا۔

www.urdutaza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

”آپ لوگ کون ہیں؟“۔

مجھے یہاں کس لیے لایا گیا ہے؟۔

”میرا نام بیاتشی ہے۔ میں اس ملک کا بادشاہ ہوں۔ تم ہمارے مہمان ہو“۔

پھر وہ ہنسا اور بڑی مکاری سے شیشے کے خول میں آنکھیں گھما کر بولا۔

”تم یہ مچھلی کھا سکتے ہو“۔

بیاتشی باہر چلا گیا۔ اس کے ساتھ جو دو غلام آئے تھے وہ اسی کمرے میں رہ گئے۔

بیاتشی کے جانے کے بعد دونوں غلاموں نے عنبر کے پاؤں میں زنجیر ڈال دی۔

عنبر سمجھ گیا کہ وہ قید کر دیا گیا ہے۔ دونوں غلام اسے ساتھ لے کر محل کے مختلف کمروں میں سے ہوتے ایک تہہ خانے میں لے گئے۔

اس کا دروازہ ایک کل کے ذریعے کھلتا تھا۔ دروازہ کھلا۔ عنبر نے دیکھا کہ اس کمرے کے اندر پانی بالکل نہیں تھا۔ پانی کی دیوار باہر دروازے کے آگے پردے کی طرح کھڑی تھی۔

کمرے کی ہوا کے دباؤ کی وجہ سے پانی اندر نہیں جا رہا تھا۔

غلاموں نے عنبر کو اس کمرے میں دھکیل کر دروازہ بند کر دیا۔

عنبر نے یہاں آ کر پہلا کام یہ کیا کہ سر پر سے شیشے کا خول اتار کر میز پر رکھ دیا۔

کیونکہ یہاں پانی نہیں تھا اور کمرے میں ہوا موجود تھی۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر بستر پر لیٹ گیا۔ اور سوچنے لگا کہ اسے قید کس لیے کیا گیا ہے؟۔

بیاتشی اس کو کیوں گرقید کر کے رکھنا چاہتا ہے۔ ابھی اسے تھوڑی دیر ہی سوچتے گذری تھی کہ اسے کسی کے سسکیاں بھر کر رونے کی آواز سنائی دی۔

عنبر بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہ آواز کہاں سے آ رہی تھی؟۔

عنبر نے کان لگا کر غور سے سنا۔

آواز کسی عورت کی تھی۔

عنبر نے اٹھ کر جدھر سے آواز آ رہی تھی ادھر کان لگا دیئے۔

آواز دیوار کی دوسری جانب سے آ رہی تھی۔

عنبر نے دیوار پر آہستہ سے دو تین بار ہاتھ مارا۔ دوسری

جانب سے رونے کی آواز بند ہو گئی۔

عنبر نے پھر دیوار پر ہاتھ مارا۔ دوسری طرف سے بھی دیوار پر تین بار ہاتھ مارا گیا۔

اب عنبر نے اونچی آواز میں کہا۔

"تم کون ہو؟ کہاں ہو؟"۔

دوسری طرف سے کسی عورت کی آواز آئی۔

"میں اس کمرے میں ہوں۔ تمہارے بالکل ساتھ۔ دیوار کے دوسری جانب"۔

"تمہیں کس نے یہاں رکھا ہے؟ تم رو کیوں رہی ہو؟"۔

عنبر کے اس سوال پر عورت نے کہا۔

"اس کا جواب تمہیں پھر دوں گی۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہو؟"۔

عنبر نے کہا۔

"مجھے سمندر کے اوپر سے یہاں پکڑ کر لایا گیا ہے۔ میرے پاؤں میں زنجیر ہے"۔

عورت نے آواز دی۔

میں سمجھ گئی ہوں۔ تم بیاتش کے شکار ہو۔ کوشش کر کے دیوار میں وہ بٹن دریافت کرو جسے دبا کر تم دروازہ کھول سکتے ہو۔ تمہاری زندگی کا دارومدار اسی بٹن پر ہے۔

کیونکہ میں تمہیں یہاں سے فرار ہونے کا راستہ بتا سکتی ہوں۔

عنبر نے کہا۔

"تم کیوں فرار نہیں ہوتیں؟"۔

عورت نے آواز دی۔

میں یہاں کی رہنے والی ہوں۔ میں دوسری دنیا میں نہیں جا سکتی یہ باتیں بعد میں بتاؤں گی۔

اس وقت تم اپنی خیر مناؤ اور کسی طرح دیوار کا دروازہ تلاش کر کے اسے کھول کر میرے پاس آنے کی کوشش کرو۔

عنبر نے دیوار پر وہ بٹن تلاش کرنا شروع کر دیا جسے دبا کر وہ اس دیوار کا خفیہ دروازہ کھول سکتا تھا۔

آخر اس نے ایک جگہ موتی کی طرح کا ایک بٹن دیکھا عنبر نے بٹن دبا دیا۔ بٹن کے دبتے ہی ایک جگہ سے دروازہ کھل گیا۔

چھوٹا سا دروازہ تھا عنبر جلدی سے دوسری طرف چلا گیا۔ اس کے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جاتے ہی دروازہ اپنے آپ بند ہو گیا۔

عنبر نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا کمرہ ہے۔ کونے میں دیوار کے ساتھ ایک بستر لگا ہے۔

اس بستر پر ایک بڑی خوبصورت نیلی آنکھوں والی لڑکی بیٹھی ہے۔

جس کے سنہری بال اس کے شانوں پر گرے ہیں۔ اس کے ایک پاؤں میں بھی زنجیر بندھی ہے۔ عنبر اس کے قریب گیا اور سٹول پر بیٹھ گیا۔

لڑکی نے کہا۔

"تم کون ہو اور سمندر میں کہاں پھر رہے تھے کہ یہ لوگ تمہیں پکڑ کر لے آئے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"میں ایک مسافر ہوں۔ ہمارا جہاز طوفان کی نذر ہو گیا۔ میں ایک تختے پر تیر رہا تھا۔ کہ ایک آدمی شیشے کے گولے میں میرے پاس آیا اور مجھے سیڑھی لگا کر اندر لے گیا پھر یہاں لا کر قید کر دیا"۔

لڑکی نے آہ بھری اور سر جھکا لیا۔

عنبر نے کہا۔

"تم نے کہا تھا کہ میں بادشاہ بیاتشی کا شکار ہوں۔ تمہارا اس سے کیا مطلب تھا؟"۔

لڑکی بولی۔

سنو! میری بات غور سے سنو! میں اس شہر کی ملکہ کی اکلوتی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

لڑکی ہوں۔ میرا باپ اس شہر کا بادشاہ تھا۔ وہ مر گیا تو میری ماں تخت پر بیٹھی۔

بیاتشی ایک ظالم اور کمینہ وزیر تھا۔ اس نے دھوکے سے زہر دے کر میری ماں کو مار ڈالا اور خود تخت پر بیٹھ گیا۔

وہ مجھے بھی ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ مگر دربار کے ایک نجومی نے بتایا کہ ابھی مجھے ہلاک نہ کیا جائے۔

کیونکہ اس طرح سے اس شہر پر کوئی مصیبت نازل ہو جائے گی۔ نجومی نے مکار اور ظالم تیاشی سے کہا کہ مجھے دو مہینے بعد مار دیا جائے تو شہر پر کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔

عنبر نے بڑے غور سے لڑکی کی باتیں سنی۔ لڑکی کہہ رہی تھی۔

''اب یہ لوگ وقت کا انتظار کر رہے ہیں ایک مہینہ گذر گیا ہے۔ ایک مہینہ باقی ہے۔ پھر مجھے بھی مار ڈالا جائے گا''۔

عنبر نے پوچھا۔

''تمہارا نام کیا ہے شہزادی؟''۔

لڑکی بولی۔

''میرا نام شہزادی ہی ہے''۔

عنبر نے کہا۔

''یہ تو میں سمجھ گیا کہ یہ بیاتشی ایک سنگ دل دھوکے باز وزیر ہے اور تم اس شہر کے اصلی بادشاہ کی بیٹی ہو۔ لیکن میں اس بیاتشی کا شکار کس طرح سے ہو گیا؟''۔

شہزادی بولی۔

بیاتشی ایک آدم خور وزیر ہے۔ اس کی عادت ہے کہ یہ ہر ہفتے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کی شام کو ایک انسان کو کھاتا ہے۔

اس کے آدمی شیشے کے گولے میں سوار ہو کر سمندر کے اوپر جاتے ہیں اور وہاں سے کسی نہ کسی انسان کو پکڑ کر لے آتے ہیں۔ پھر اسے پاؤں میں زنجیر ڈال کر رکھا جاتا ہے اور ہفتے کی رات کو بیاتش اسے مار کر کچا ہی کھا جاتا ہے۔

مجھے تمہاری قسمت پر رونا آتا ہے کہ تم بہت جلد ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔

عنبر نے کہا۔

"یہ تو خیر میری قسمت کی بات ہو گی۔ اگر میری قسمت میں یہی لکھا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ مگر یہ بتاؤ کہ یہ لوگ کون ہیں اور یہ شہر سمندر کے نیچے کیسے آباد

ہے؟"۔

شہزادی نے کہا۔

ایک بہت بڑا شہر ہے۔ ہزاروں سال پہلے یہ شہر سمندر کے باہر آباد تھا۔

اور بڑا ترقی کر چکا تھا۔ پھر ایک روز اچانک ایک بہت بڑا زلزلہ آیا۔ زلزلے کی وجہ سے پہاڑ اور زمین پھٹ گئی۔ سمندر میں ایک ایسا خوفناک آیا۔

ایک بہت بڑی لہر سمندر سے اٹھی اور اس نے سارے شہر کو ڈبو لیا۔ پھر شہر کے نیچے سے زمین کھسک گئی اور یہ شہر ایک دم سمندر کے نیچے آ گیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

شیشے کا گولہ

عنبر بڑی دلچسپی سے شہزادی کی باتیں سن رہا تھا۔

آخر میں شہزادی نے کہا۔

"ہزاروں برس سے ہم لوگ سمندر کے نیچے اس شہر میں زندگی بسر کر رہے ہیں"۔

عنبر نے کہا۔

"کیا یہاں کے لوگ آدم خور بھی ہیں؟"۔

"نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ ہم آدم خور نہیں ہیں۔ یہ گھٹیا بیتاشی ہی آدم خور ہے۔ یہ دوسری دنیا سے لوگوں کو پکڑ کر لاتا ہے اور ہر ہفتے ایک آدمی کو کھا جاتا ہے"۔

عنبر نے پوچھا۔

"کیا اس شہر میں لوگ اس ظالم بیاتشی کے خلاف بغاوت نہیں کرتے؟"۔

شہزادی نے کہا۔

لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ظالم درباریوں کا ایک پورا ٹولہ ہے۔

یہ لوگ بڑے سنگ دل ہیں اور کسی انسان کو یونہی قتل کر ڈالتے ہیں۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دربار کے دوسرے لوگ میرے حمایتی ہیں مگر وہ بے بس ہیں۔ مجبور ہیں۔

عنبر خاموشی سے شہزادی کی باتیں سنتا رہا۔ اس لڑکی نے آہ بھر کر کہا۔

مجھے تم سے پوری پوری ہمدردی ہے۔ کاش میں تمہاری کوئی مدد کر سکتی۔ اگر میں تخت پر بیٹھی ہوتی تو تمہیں کبھی یوں اس ظالم آدم خور کی خوراک نہ بننے دیتی۔

مگر میں خود اس سنگ دل کی قید میں ہوں اور ایک مہینے بعد مجھے بھی ہلاک کر دیا جائے گا۔

میں بھی اپنی موت کا انتظار کر رہی ہوں۔

عنبر نے کہا۔

''شکریہ شہزادی! اگر مجھ سے ہو سکا تو میں اس ہمدردی کا کچھ نہ کچھ بدلہ آپ کو ضرور دوں گا''۔

شہزادی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''تم کتنے اچھے ہو۔ تمہارا دل انسان کی ہمدردی سے بھرا ہوا ہے۔ تم نے مجھے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں''۔

عنبر نے کہا۔

''عنبر میرا نام ہے''۔

شہزادی کچھ دیر خاموش رہی۔

پھر بولی۔

''اب تمہیں واپس اپنے کمرے میں چلے جانا چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ لوگ واپس آ کر تمہیں یہاں دیکھ لیں اور مجھ پر بھی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کوئی عتاب نازل ہو جائے"۔

"جیسے تمہاری مرضی"۔

عنبر نے بٹن دبا دیا۔

دروازہ کھلا۔

عنبر اپنے کمرے میں آ گیا۔

اپنے کمرے میں آ کر اس نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ شہزادی کی جان بچا کر اس کا کھویا ہوا تخت اسے ضرور واپس دلائے گا۔

اب وہ انتظار کرنے لگا کہ کب اسے مارنے کے لیے وقت سے لے جایا جاتا ہے۔

شام کے وقت آخر وہ لوگ آ گئے۔ دروازہ کھلا۔ پانی کی

چادر میں سے گذر کر تین آدمی آئے اور عنبر کو پکڑ کر ساتھ لے گئے۔

عنبر نے انہیں کچھ نہ کہا۔ کوئی اعتراض نہ کیا۔ خاموشی سے ان کے ساتھ چل دیا۔

وہ عنبر کو پکڑ کر ایک کمرے میں لے گئے۔ اس کی چھت نیچی تھی۔

دیواروں پر شارک مچھلی کے بھیانک جبڑے لگے تھے بیچ میں ایک چبوترہ تھا۔

دو جلاد دیوار کے ساتھ کلہاڑے لیے کھڑے تھے۔ ایک جلاد عنبر کو لے کر چبوترے پر آیا۔ اسے چبوترے پر لٹا کر رسیوں سے باندھ دیا گیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

عنبر یہاں بھی خاموش رہا۔

ایک جلاد نے دوسرے جلاد سے کہا۔

"برتن کہاں ہیں جن میں اس نوجوان کا گوشت کاٹ کر ڈالنا ہے؟"۔

دوسرے جلاد نے کہا۔

"اس میز کے نیچے رکھے ہیں۔ فکر نہ کرو۔ اب اس بے چارے کی گردن اڑاؤ اور اس مصیبت سے نجات دلاؤ"۔

پہلے جلاد نے جھک کر عنبر کی طرف دیکھا اور کہا۔

"نوجوان! میں اپنی ڈیوٹی ادا کر رہا ہوں۔ مجھے تم سے بڑی ہمدردی ہے۔ مگر میں مجبور ہوں۔ تمہاری جان نہیں بچا سکتا۔ اگر میں نے تمہیں چھوڑ دیا تو بیاتشی مجھے بھون کر کھا جائے گا"۔

عنبر نے کہا۔

"تم شہزادی کو پسند کرتے ہو بیاتشی کو؟"۔

میں تو تھوڑی دیر میں مر جاؤں گا۔ تم اپنے دل کی بات بتا دو۔ میں کسی سے ذکر نہیں کر سکتا۔

جلاد نے دوسرے جلادوں کی طرف دیکھا اور کہا۔

"ہم دو شہزادی کے حامی ہیں۔ وہ ایک ہمارا دشمن ہے۔ مگر اس سے کیا ہو سکتا ہے۔ تمہاری جان تو نہیں بچ سکتی"۔

تیسرا جلاد جو شہزادی کا دشمن تھا۔

غصے میں آ کر بولا۔

"میں بادشاہ سے تمہاری شکایت کروں گا۔ تم میرے بادشاہ کے دشمن ہو۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پہلا جلاد بولا۔

”مجھے معاف کر دو بھائی“۔

تیسرے جلاد نے آگے بڑھ کر کہا۔

”پیچھے ہٹ جاؤ۔ اس شخص کو میں اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے تم اس کی حمایت کرو گے۔ اور شاید اسے اچھی طرح ہلاک نہ کر سکو گے۔ پرے ہٹ جاؤ“۔

پہلا جلاد پرے ہٹ گیا۔ تیسرا جلاد کلہاڑا لے کر عنبر کے قریب آیا۔

اس نے جھک کر عنبر کو دیکھا اور لال لال آنکھیں گھما کر بولا۔

”تم میرے محبوب بادشاہ کی خوراک ہو۔ میں تمہیں بڑی

تکلیف دے کر ہلاک کروں گا۔ میں تم سے شہزادی کی حمایت کا بدلہ لوں گا۔ اب مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ“۔

عنبر ہنسا۔

کہنے لگا۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“۔

جلاد غرایا۔

”تمہیں میرے نام سے کیا مطلب ہے؟“۔

عنبر نے کہا۔

”میں تو مرنے والا ہوں۔ یہ میری خواہش ہے آخری خواہش ہے کہ میں تمہارا نام معلوم کروں“۔

جلاد نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"میرا نام گولاتھ ہے"۔

عنبر نے کہا۔

گولاتھ! آج کا دن تمہاری زندگی کا آخری دن ہے۔ آج کی شام تمہاری زندگی کی آخری شام ہے۔

آج کے بعد تم زندہ نہ رہو گے۔ موت تمہارے بالکل قریب کھڑی تمہیں گھور کر دیکھ رہی ہے۔

جلاد قہقہہ مار کر ہنسا کہ یہ بدبخت انسان کس قسم کی باتیں کر رہا ہے۔

جب کہ یہ خود موت کی دہلیز پر کھڑا ہے۔ ضرور اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔

دوسرے دونوں جلاد بھی جو شہزادی کے حمایتی تھے عنبر کی

حالت پر آنسو بہا رہے تھے۔

انہیں بھی یقین تھا کہ اس بے چارے کا موت کے خوف کی وجہ سے دماغ چل گیا ہے۔

پہلے جلاد نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

"عنبر بھائی! جو تمہاری قسمت میں لکھا ہے۔ اسے تم نہیں موڑ سکتے۔ اب بہادری اور صبر شکر سے اپنی موت قبول کرو۔ ہمیں تم سے ہمدردی ہے۔ مگر تمہاری موت کا وقت آ گیا ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"شکریہ میرے ہمدرد دوستو! میں تمہارا دل و جان سے شکر گزار ہوں۔ مگر یقین کرو کہ اس جلاد گولاتھ کا وقت اس دنیا میں ختم ہو گیا ہے۔ اس کی موت کو میں اس کے بالکل قریب کھڑے دیکھ

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

رہا ہوں"۔

گولاتھ جلاد نے چلا کر کہا۔

"بکواس بند کرو! میں تمہارا کام تمام کرنے لگا ہوں"۔

اور جلاد گولاتھ نے کلہاڑا اپنے سر پر سے اونچا اٹھا کر پوری طاقت سے عنبر کی گردن پر دے مارا۔

کٹاک کی آواز آئی اور جلاد کا کلہاڑا ٹوٹ کر دور جا گرا۔

گولاتھ حیرانی سے دیکھنے لگا۔

"لکڑی کمزور تھی۔ دوسرا کلہاڑا لاؤ"۔

دوسرے جلاد نے فوراً دوسرا کلہاڑا اس کی طرف بڑھایا۔

گولاتھ نے دوسرے کلہاڑے سے وار کیا۔ وہ کلہاڑا بھی عنبر کے جسم سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔

اس طرح تیسرا کلہاڑا بھی ٹوٹ گیا۔ اب تو سارے جلاد پھٹی پھٹی آنکھوں سے عنبر کو دیکھنے لگے۔

جو رسیوں سے بندھا چبوترے پر پڑا تھا۔ عنبر مسکرا رہا تھا۔

میں نہ کہتا تھا کہ موت گولاتھ کے لیے یہاں آئی ہوئی ہے۔

سو اب تم لوگوں کو یقین آ گیا ہوگا۔

کہو گولاتھ!

کیا حال ہے تمہارا؟۔

کیا خیال ہے تمہارا؟۔

مجھے تو تم نہیں مار سکتے مگر اب تم میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکو گے۔

گولاتھ نے خنجر نکال لیا اور رسیوں سے جکڑے ہوئے عنبر پر

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

حملہ کر دیا۔

وہ بار بار خنجر اسے مار رہا تھا مگر عنبر پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

سب حیران تھے کہ عنبر پر کیوں اثر نہیں ہوتا؟۔

عنبر نے رسیاں توڑ ڈالیں اور گولاتھ کے ہاتھ سے خنجر چھین لیا۔

"میں نے جو کہا تھا وہ اب پورا ہو رہا ہے۔تمہاری موت کا وقت آ گیا ہے"۔

اور اس کے ساتھ ہی عنبر نے گولاتھ کا کام تمام کر دیا۔

دونوں جلاد تھر تھر کانپ رہے تھے۔

"تم۔۔۔تم کون ہو؟"۔

عنبر نے کہا۔

"میں تمہاری طرح کا انسان ہوں"۔

جلاد بولا۔

"مگر اب ہمارا کیا ہوگا۔اگر ہم بیاتش کے لیے تمہیں ہلاک کر کے نہ لے گئے تو وہ ہمارا کام تمام کر دے گا۔ہمارے بال بچوں کو مار ڈالے گا"۔

عنبر بولا۔

"اس کا بھی بندوبست کر دیا جائے گا"۔

سنو! اب ہمارا کام سنگ دل دھوکے باز بادشاہ کو ہلاک کر کے تخت شہزادی کو واپس دلانا ہے۔

جلاد نے کہا۔

"یہ ہم نہیں کر سکتے۔ہماری طاقت اتنی نہیں ہے"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر نے کہا۔

”یہ کام میں خود کروں گا۔ تم اسی جگہ ٹھہرو“۔

عنبر وہاں سے باہر آ گیا۔ اس نے جادوؤں سے پتہ کر لیا تھا کہ بادشاہ کس جگہ پر اس کی لاش کا انتظار کر رہا ہے۔

وہ سیدھا محل کے اوپر والی منزل میں آ گیا۔

یہاں ایک پہرے دار نے اسے روکا تو عنبر نے اسے اٹھا کر نیچے پھینک دیا۔

اب وہ محل کے اندر آ گیا۔ بڑے کمرے میں آدم خور بیاتش ایک میز کے آگے چاندی کی کرسی پر بیٹھا اپنی خوراک کا انتظار کر رہا تھا۔

اتنے میں عنبر اس کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ نے

حیرانی سے اسے دیکھا۔

”تم؟ تم یہاں کس طرح آ گئے؟ تم ابھی تک کیسے زندہ ہو؟“۔

عنبر نے ہنس کر کہا۔

”میں تمہیں ہلاک کر کے شہزادی کو تخت و تاج واپس کرنے کے لیے زندہ ہوں“۔

بادشاہ غضب ناک ہو کر اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا۔

”اسے اسی جگہ ختم کر دو“۔

سپاہی تلواریں سونت کر عنبر کی طرف بڑھے۔

انہوں نے عنبر پر تلواریں برسانی شروع کر دیں۔ مگر عنبر پر تو

www.urduraza.com
PDF By princedhump@urdufanz.com

کسی تلوار کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ عنبر نے بھی ایک تلوار چھین لی تھی اور باقاعدہ لڑائی شروع ہو گئی تھی۔

عنبر کا ہر وار کاری پڑ رہا تھا۔ سپاہی کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔

جبکہ عنبر کے جسم پر جو تلوار پڑتی وہ ٹوٹ کر نیچے گر پڑتی۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارے سپاہی ڈھیر ہو گئے۔

بادشاہ نے اور سپاہی منگوا لیے۔

ان سپاہیوں کا بھی یہی حشر ہوا۔

اب ایک اور دستہ سپاہیوں کا آ گیا۔ عنبر نے ان کا بھی کام تمام کر دیا۔

اب بادشاہ کو اپنی فکر پڑ گئی۔ عنبر جب سب سپاہیوں کو ختم کر چکا تھا تو تلوار تھام کر بادشاہ کی طرف بڑھا۔

بادشاہ نے کہا۔

"تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟"۔

عنبر نے کہا۔

میں پانی کا دیوتا ہوں اور تمہاری موت کا پیام لے کر آیا ہوں۔ تم نے شہزادی کا حق مارا ہے اور اس کی ماں اور باپ کو ہلاک کر کے ناجائز طور پر ان کے تخت پر قبضہ کیا ہے۔

میں تخت تم سے چھین کر اسے شہزادی کے حوالے کرنے آیا ہوں۔

درباری سناٹے میں آ گئے۔ بادشاہ کا رنگ زرد ہو گیا۔ اس نے عنبر کی طاقت دیکھ لی تھی۔

اسے یقین تھا کہ وہ عنبر کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ اس نے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہاتھ باندھ کر کہا۔

''اے دیوتا! مجھے معاف کر دو۔ میں اپنی غلطی پر شرمندہ ہوں''۔

عنبر بولا۔

تم نے کئی بے گناہ انسانوں کا خون بہایا ہے۔انہیں ہلاک کر کے ہڑپ کرلیا ہے۔میں ان سب بے گناہوں کا تم سے بدلہ لوں گا۔

میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

بادشاہ بھاگنے لگا تو عنبر نے دور سے تلوار پھینکی۔تلوار کی نوک سیدھی بادشاہ کے سینے میں جا کر لگی اور وہیں گر کر تڑپنے لگا اور پھر تھوڑی دیر بعد ہی ٹھنڈا ہو گیا۔

درباری ایک دم سے عنبر کے ساتھ مل گئے۔

اسی وقت شہزادی کو جیل سے واپس لایا گیا۔عنبر نے اسے تخت واپس کر دیا اور اس کے سر پر تاج رکھ دیا۔

شہزادی اور درباریوں نے عنبر کا شکریہ ادا کیا کہ اس کی بہادری کی وجہ سے انہیں ایک ظالم بادشاہ سے نجات مل گئی۔

عنبر نے کہا۔

''اب میں واپس اپنی دنیا میں جانا چاہتا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ میں تمہاری دنیا میں شہزادی کی مدد کرنے آیا تھا۔میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔اب مجھے اجازت دی جائے''۔

شہزادی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔درباری بھی اداس ہو گئے۔

www.urduzala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

آخر انہوں نے عنبر کو شیشے کے گولے میں بند کیا اور سمندر کے اوپر تک چھوڑنے آئے۔

جب عنبر سمندر کے اوپر آگیا تو اسے ایک چھوٹی سی کشتی میں سوار کرا دیا گیا۔ اور عنبر اپنے ہمدرد دوستوں سے رخصت ہو گیا۔

جب تک عنبر کی کشتی سمندر میں نظر آتی رہی شہزادی اور درباری سمندر کی سطح پر شیشے کے گولے میں بیٹھے اسے ہاتھ ہلاتے رہے۔

چھپ جاؤ

عنبر کی کشتی سمندر میں بہی چلی جا رہی تھی۔

تین دن اور دو راتیں سمندر میں بہنے کے بعد عنبر کو شام کے وقت دور روشنی کا ایک دھبا سا نظر آیا۔

یہ روشنی کا ستارہ چمک رہا تھا۔ عنبر نے کشتی کا رخ اس طرف کو کر لیا۔

آدھی رات کے قریب وہ کنارے کے قریب پہنچ گیا۔ یہ

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ایک جزیرہ تھا اور روشنی دور ایک پہاڑ کے اوپر سے آ رہی تھی ۔ یہ روشنی آگ کی نہیں تھی ۔ بلکہ ایسا لگتا تھا جیسے پہاڑی کے اوپر کوئی بجلی کا بہت بڑا لیمپ جل رہا تھا۔

عنبر نے کشتی سمندر کے کنارے کھینچ کر ایک طرف جھاڑیوں میں چھپادی۔

وہ بہت تھکا ہوا تھا۔ ریت بڑی ٹھنڈی تھی۔ وہ اس پر لیٹ گیا اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں اسے نیند آ گئی۔

عنبر صبح تک سویا رہا۔ صبح سورج کی روشنی کے ساتھ اس کی آنکھ کھل گئی۔

اس نے اٹھ کر جزیرے پر ایک نظر ڈالی۔ یہ ایک سرسبز و شاداب جزیرہ تھا۔

ساحل اس کا دور تک ویران چلا گیا۔

کسی آبادی کا کوئی نام ونشان نہیں تھا۔ کوئی ماہی گیر کا جھونپڑا بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

عنبر نے سوچا کہ اگر یہ جزیرہ ویران اور بے آباد ہے تو پھر وہ پہاڑی پر روشنی کیسی تھی؟۔

ظاہر ہے کہ جزیرے بے آباد نہیں ۔ بلکہ کوئی قوم یہاں آباد ہے۔

اسے معلوم تھا کہ دوسری جنگ عظیم زوروں پر ہے اور اس جزیرے پر ہو سکتا ہے کہ جاپانیوں نے کوئی زبردست اڈہ بنا رکھا ہو۔

عنبر نے اٹھ کر منہ ہاتھ دھویا۔ زمین پر گرا ہوا ایک ناریل توڑ

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

کراس کا میٹھا پانی پیا اور جنگل میں داخل ہو گیا۔

جنگل کافی گنجان تھا۔ کافی دور آگے جا کر اسے ایک چھوٹی سی سڑک نظر آئی جو پہاڑی پر بل کھاتی اوپر جا رہی تھی۔

یہی وہ سڑک تھی جو اوپر اس مقام پر جاتی تھی جہاں رات کو روشنی ہو رہی تھی۔

عنبر نے اوپر دیکھا۔

پہاڑی کے اوپر ڈھلانی چھتیں نظر آ رہی تھیں۔ پہاڑی زیادہ اونچی بھی نہیں تھی۔

زیادہ سے زیادہ دو اڑھائی سو فٹ اونچی ہو گی۔ عنبر سڑک کے ساتھ ساتھ ذرا ہٹ کر چلنے لگا۔

وہ درختوں کے پیچھے ہو کر چل رہا تھا۔ اس خیال سے کہ اگر

کوئی دشمن یہاں پر ہو تو اس پر اس کی نظر نہ پڑ جائے۔

یہاں سورج کی روشنی بہت تھوڑی آ رہی تھی۔ کیونکہ چاروں طرف جنگل ہی جنگل تھا۔

عنبر پہاڑی کے ساتھ ساتھ اوپر چڑھتا چلا گیا۔ کافی اوپر جا کر ایک میدان سا آ گیا۔

یہاں بھی کافی درخت تھے۔ اور ایک طرف ندی بہہ رہی تھی۔ اور ایک ٹیلے پر ایک مینار تھا۔

رات کو اسی مینار میں روشنی ہو رہی تھی۔ اس کے پیچھے ایک لمبی بیرک تھی جس کے باہر چھ سات فوجی ٹرک کھڑے تھے۔ عنبر سمجھ گیا کہ یہ جاپانیوں کا ٹھکانہ ہے اور جزیرے پر جاپانیوں کا قبضہ ہے۔ وہ دوسری طرف ہو کر پیچھے کو اترنے لگا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ذرا آگے جا کر ٹیلے کی ڈھلان ختم ہوگئی۔ اس نے دوسری طرف نظر ڈالی تو حیران رہ گیا۔

وہاں ایک لمبا چوڑا میدان تھا جو سمندر کے جنوبی کنارے پر دور تک چلا گیا تھا۔

وہاں چار ہوائی جہاز کھڑے تھے۔ ایک ہیلی کاپٹر تھا۔ پیچھے بڑی لمبی لمبی کچی بیرکیں تھیں۔ جن کے باہر کچھ جاپانی سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔

عنبر گویا ایک طرح سے مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ اس نے سوچا کہ واپس جا کر کشتی میں بیٹھے اور اس جزیرے سے نکل جائے۔

کیونکہ خواہ مخواہ مصیبت میں پھنسنا درست بات نہیں ہوتی۔

پس عنبر وہاں سے واپس ہوگیا۔

ان ہی رستوں سے چلتا وہ واپس چل پڑا۔ نیچے جنگل کو جانے والی سڑک پر آ کر اس نے محسوس کیا کہ دور سے قدموں کی آواز آ رہی ہے۔

عنبر ایک طرف درختوں میں چھپ گیا۔ اب قدموں کی آواز قریب سے قریب تر آ رہی تھی۔

عنبر چوکس ہوگیا۔ شاید جاپانی فوجی آ رہے تھے۔ قدموں کی آواز دو تین آدمیوں کی تھی۔

اتنے میں جھاڑیوں کے ہٹانے کی آواز آئی اور تین جاپانی سامنے آگئے۔

ان کے ساتھ ایک عورت بھی تھی۔ تپلی دبلی لمبے قد کی گوری

www.urdufasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

چٹی عورت تھی۔

جس نے سکول کی استانیوں والی وردی پہن رکھی تھی۔ اس عورت کو یہ جاپانی گرفتار کر کے لا رہے تھے۔ عنبر جھاڑیوں کے اور پیچھے ہو گیا۔

عورت بے چاری نڈھال تھی اور بڑی مشکل سے چل رہی تھی۔

وہ اس کے قریب سے گذر گئے تو عنبر نے واپس جانے کا خیال چھوڑ دیا۔

اس عورت کو جاپانی درندوں کے چنگل سے بچانا اب اس کا فرض بن گیا تھا۔ عنبر نے جاپانیوں کا تعاقب شروع کر دیا۔ جنگلی راستوں سے ادھر ادھر گذرتے جاپانی اس میدان میں آ گئے

جہاں ہوائی جہاز کھڑے تھے اور سامنے سمندر لہریں لے رہا تھا۔

اس عورت کو ایک بیرک میں لے جا کر بند کر دیا گیا۔ عنبر دور ایک درخت کے پیچھے کھڑا یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔

اب اس نے فیصلہ کیا کہ آدھی رات کو اس عورت کے پاس جانا چاہیے اور اسے یہاں سے چھڑا کر لے جانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

عنبر واپس آ کر سمندر کے کنارے اس جگہ کی طرف چلا جہاں اس کی کشتی بندھی ہوئی تھی۔

یہ کشتی اس نے جھاڑیوں میں چھپا رکھی تھی۔ جب وہ کشتی کے قریب پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک جاپانی اس پر جھکا اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر پیچھے ہٹنے لگا تو اس کے پاؤں سے ٹکرا کر ایک پتھر نیچے گرا۔ جاپانی نے تیزی سے پیچھے دیکھا اور بندوق آگے کر دی۔ سامنے عنبر کھڑا تھا۔ جاپانی سپاہی نے بجلی کی طرح جھپٹ کر سنگین عنبر کے سینے پر مار دی۔

سنگین عنبر کے سینے کے ساتھ لگتے ہی ٹوٹ کر نیچے گر پڑی۔ جاپانی سپاہی سمجھا کہ اس شخص نے سینے کے ساتھ لوہے کا ٹکڑا باندھ رکھا ہوگا۔

اس نے گولی کا نشانہ لے کر عنبر کے سر پر فائر کر دیا۔ گولی چلی اور وہ بھی عنبر کے سر سے ٹکرا کر نیچے گر پڑی۔

اب عنبر نے جاپانی کو پکڑ کر نیچے گرا لیا۔ وہ اسے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا کیونکہ اس طرح سے وہ اس عورت کو نہیں بچا سکا

تھا۔

جاپانی ویسے ہی عنبر سے خوف زدہ ہو گیا تھا۔ عنبر نے اسے ختم کر دیا اور کشتی کو وہاں سے کھینچ کر دوسری جگہ لے جا کر چھپا دیا۔

شام تک عنبر اسی جگہ بیٹھا رہا۔

جب رات کے اندھیرے جزیرے پر چھانے لگے تو عنبر جھاڑیوں میں سے باہر نکلا اور ان بیرکوں کی طرف چل پڑا جہاں وہ مظلوم عورت قید تھی۔

عنبر چھپ چھپ کر چل رہا تھا۔ جزیرہ ویسے بھی غیر آباد تھا۔ رات کے اندھیرے میں وہ ہوائی اڈے کے پاس پہنچ گیا۔ جس بیرک میں وہ عورت قید تھی اس کے باہر چھجے پر ایک ہلکا بلب روشن تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اس کی روشنی میں عنبر نے ایک جاپانی سپاہی کو دیکھا جو چل کر پہرہ دے رہا تھا۔

عنبر نے سوچا کہ اگر وہ اس پہرے دار سے الجھا تو وہاں شور مچ جائے گا۔ اسے تو یہ لوگ کچھ نہ کہہ سکیں گے لیکن ہو سکتا ہے کہ اس عورت کو یہ لوگ ہلاک کر دیں۔

پس عنبر پیچھے سے ہوتا ہوا بیرک کے عقب میں آ گیا۔

مصیبت یہ ہوئی کہ یہاں کوئی کھڑکی یا روشندان بھی نہیں تھا۔

عنبر دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا دوسری طرف آ گیا۔ یہاں جاپانی پہرے دار اسے صاف نظر آ رہا تھا۔

عنبر پیچھے ہٹ گیا۔ شاید جاپانی نے آہٹ سن لی تھی۔ وہ بیرک کے پیچھے آ کر گھور کر تکنے لگے۔

عنبر ایک پتھر کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ جاپانی سپاہی نے دیکھا کہ وہاں کچھ بھی نہیں تو واپس چلا گیا۔ اور دروازے سے ذرا ہٹ کر ایک پتھر پر بیٹھ کر سگریٹ پینے لگا۔

رات آدھی نہیں ہوئی تھی۔ آدھی رات کو پہرہ تبدیل ہوتا تھا۔ عنبر واپس بیرک کے عقب میں آ گیا۔

اچانک اس کی نگاہ دیوار کی ایک درز پر پڑی۔ یہاں سے لکڑی کی دیوار میں سوراخ تھا۔

عنبر نے آنکھ لگا کر دیکھا۔ اندر وہی عورت خالی زمین پر بیٹھی سر گھٹنوں میں دیئے شاید اونگھ رہی تھی۔ یا شاید سو رہی تھی۔ عنبر نے سوراخ کو دیکھا وہ اوپر تک چلا گیا تھا۔

اصل میں وہاں کبھی کھڑکی ہوا کرتی تھی جسے جاپانیوں نے بند

PDF By princedfdhump@urdufanz.com

کر کے تختے لگا دیئے تھے۔

عنبر نے ایک جگہ انگلی ڈال کر ذرا تختے کو اپنی طرف کھینچا تو وہ اپنی جگہ سے اکھڑ گیا۔

اس طرح سے ہلکی سی آواز پیدا ہوئی۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ اس آواز پر جاپانی سپاہی ادھر آتا ہے کہ نہیں۔ عنبر پیچھے ہٹ کر ایک پتھر کی اوٹ میں چھپ گیا۔

کافی وقت گذر گیا جاپانی نہ آیا۔ عنبر سمجھ گیا کہ تختے کے اکھڑنے کی آواز اس تک نہیں پہنچی۔ اب اس نے دوسرے تختے کو اکھیڑنا شروع کر دیا۔

تھوڑا سا زور لگانے سے دوسرا تختہ بھی اکھڑ گیا۔

اس دفعہ ہلکا سا کھٹکا ہوا۔ عنبر پھر پتھر کی اوٹ میں چلا گیا۔

جاپانی پھر بھی نہ آیا۔ لیکن قیدی عورت تختے کے اکھڑنے کی آواز سن کر دیوار کے پاس آ گئی اور دیوار کی خالی جگہ میں سے باہر جھانکنے لگی۔

اندر ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔ عورت بڑی حیران تھی کہ یہ تختہ یہاں سے کس نے اکھاڑا ہے؟۔

وقت بڑا نازک تھا۔ اگر پہرے دار اس وقت ادھر آ جاتا تو وہ یقیناً اس عورت کو فرار ہونے کے الزام میں پکڑ کر کسی دوسری جگہ لے جا کر قید کر دیتا۔

جو کچھ کرنا ہے جلدی کرو۔ عنبر نے دل میں کہا۔

قیدی عورت ابھی تک دیوار کے ساتھ لگی حیرانی سے ادھر ادھر تک رہی تھی۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تختے اکھڑنے سے وہاں صرف اتنی جگہ بنی تھی کہ وہ عورت اپنا تھوڑا سا چہرہ باہر نکال کر دیکھ سکتی تھی۔

عنبر جلدی سے پتھر کی اوٹ سے نکل کر قیدی عورت کے قریب جا کر کھڑا ہوا۔

عورت کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکلنے لگی تھی کہ عنبر نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"میں تمہیں بچانے آیا ہوں"۔

عورت کی تعجب سے آنکھیں کھلی تھیں۔

عنبر نے جلدی سے کہا۔

"واپس اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ جاؤ"۔

عورت کچھ ڈری سی واپس کونے میں دیوار کے ساتھ

لگ کر بیٹھ گئی۔

اب عنبر نے بڑی تیزی سے کھڑکی کا بڑا تختہ اکھاڑ کر نیچے رکھا۔ کوٹھڑی کے اندر کودا۔ تختے کو اٹھا کر واپس دیوار کے ساتھ اس طرح سے لگایا کہ روشنی باہر نہ جائے اور قیدی عورت کے پاس جا کر بولا۔

"تم کون ہو؟ یہ جاپانی تمہیں کہاں سے پکڑ کر لائے ہیں؟"۔

اس عورت نے کہا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور یہاں کس طرح پہنچے ہو؟"۔

عنبر نے کہا۔

"تم بھی کمال عورت ہے۔ خدا کی بندی میں اپنی جان

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

مصیبت میں ڈال کر تمہیں یہاں سے نکالنے آیا ہوں اور تم نے میرا انٹرویو کرنا شروع کر دیا ہے"۔

عورت بولی۔

میرا نام ایملی ہے۔اس جزیرے سے کچھ فاصلے پر ایک دوسرا جزیرہ ہے۔

میں وہاں اسکول میں استانی تھی۔جاپانیوں نے آج صبح اس جزیرے پر قبضہ کر لیا اور مجھے پکڑ کر یہاں لے آئے ہیں۔میرے ساتھ میرا خاوند بھی تھا۔

اسے بھی انہوں نے گرفتار کر لیا تھا، مجھے نہیں معلوم کہ اسے کہاں لے جا کر قید کیا ہے ان لوگوں نے۔

عنبر نے کہا۔

"میں اس جزیرے سے واپس جا رہا تھا کہ تمہیں ان لوگوں کی قید میں آتے دیکھا اور فیصلہ کیا کہ تمہیں یہاں سے آزاد کرا کر جاؤں گا"۔

ایملی نے کہا۔

"تم اچھے انسان ہو۔مگر یہاں جاپانیوں کی زبردست فوج موجود ہے۔تم مجھے یہاں سے نکال کر کیسے لے جاؤ گے؟ یہ لوگ ہم دونوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے"۔

عنبر نے کہا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو۔اب ایسا کرو کہ میرے پیچھے پیچھے اس دیوار کے سوراخ میں سے باہر کو چلو۔اس کے بعد جو ہو گا دیکھ لیں گے"۔

www.urdumasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ایملی تعجب سے عنبر کو تک رہی تھی کہ یہ کتنا دلیر نوجوان ہے۔

وہ اس کے پیچھے پیچھے چلتی دیوار کے پاس آئی۔

عنبر نے تختے پرے کر دیئے۔ سب سے پہلے عنبر کود کر باہر گیا۔

اندھیرے میں اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھا جب اسے یقین ہو گیا کہ وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے تو اس نے ہاتھ سے ایملی کو اشارہ کیا۔

وہ عورت بھی دیوار میں سے کود کر باہر آ گئی۔ عنبر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور اسے لے کر درختوں میں چھپ گیا۔

اب کرنا خدا کا کیا ہوا کہ جاپانی پہرے دار نے ایملی کے باہر کودنے کی آواز سن لی۔

وہ لپک کر دیوار کے پاس آیا۔ اس نے جھاڑیوں میں سایہ بھاگتا دیکھا تو چھلانگ لگا کر جھاڑیوں میں آ گیا۔

اس نے عنبر کو دیکھ لیا تھا۔ وہ بجلی کی تیزی کے تلوار لے کر اس پر کود گیا۔ عنبر کا تو خیر کیا بگڑنا تھا لیکن جاپانی سپاہی اپنی تلوار ہی سے ہلاک ہو گیا۔

عنبر نے ایملی سے کہا۔

”جلدی سے میرے پیچھے پیچھے بھاگ چلو“۔

وہ دونوں جھاڑیوں اور درختوں میں بھاگتے چلے گئے۔ آخر ایک ٹیلے کے نیچے پہنچ کر انہوں نے دم لیا۔

عنبر کو تو کوئی سانس نہیں چڑھا تھا۔ ہاں اس بے چاری عورت کا برا حال ہو رہا تھا۔ سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ اسے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

آرام کی سخت ضرورت تھی۔

عنبر نے کہا۔

"تھوڑی دیر یہاں آرام کرلو"۔

ایملی گھاس پر لیٹ گئی اور اس نے درخت کے ساتھ ٹیک لگا لی۔

ادھر ایسا ہوا کہ پہرہ بدلنے لگا تو نئے سپاہی نے آ کر پہلے سپاہی کو غائب پایا۔ اس نے اسے آوازیں دیں۔ کوئی جواب نہ آیا تو اسے تلاش کرتا کرتا جھاڑیوں میں آ گیا۔

وہاں اس کی لاش پڑی تھی۔ بس پھر کیا تھا۔ جاپانی نے سیٹی بجادی۔

اسی وقت سپاہی بھاگ کر وہاں پہنچ گئے معلوم ہوا بیرک کی

دیوار ٹوٹی پڑی ہے۔ اور قیدی عورت فرار ہو گئی ہے۔ جزیرے پر خطرے کا سائرن بجادیا گیا۔

سائرن کی آواز ایملی اور عنبر نے سنی تو پریشان ہوئے۔ سمجھ گئے پتہ چل گیا ہے۔ راز کھل گیا ہے۔

عنبر نے ایملی کو ساتھ لیا اور رات کے اندھیرے میں جھاڑیوں میں سے گذرتا جزیرے کے شمال میں آ گیا۔

وہاں پہنچا تو ایسے لگا کہ کچھ جاپانی گڑھے کی طرف باتیں کرتے چلے آ رہے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد دو جاپانی سپاہی دور سے بندوقیں کندھے سے لٹکائے جھاڑیوں کو جھک جھک کر دیکھتے دکھائی دیے۔

www.urdurasaa.com
www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

☆ کیا جاپانی عنبر اور ایملی کو گرفتار کر سکے؟۔

☆ عنبر اس عورت کو لے کر جزیرے سے کیسے نکلا؟۔

☆ ناگ جوگی کے بھیس میں بنگال کیوں کر پہنچا؟۔

☆ ماریا سے ناگ کی ملاقات کن حالات میں ہوئی؟۔

یہ آپ اس ناول کی 73 ویں قسط میں پڑھیں۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdufanz.com

وحشی جلاد
(عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 73)
اے حمید

فہرست

بھاگو! بھاگو!
کھل جا سم سم
جہاز چلتا رہا
آدم خور
وحشی جلاد
پراسرار جہاز

www.urdurasala.com

پیارے بچو!

پچھلی قسط میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ناگ جوگی کے لباس میں ریل گاڑی پر بیٹھا بنگال کے جنگلوں میں سفر کر رہا ہے۔

دوسری طرف ماریا ایک گھوڑے پر سوار اور ناگ کی تلاش میں جنگل میں سے گذر رہی ہے۔ تیسری طرف عنبر بحرالکاہل کے ایک ایسے جزیرے میں ہے جہاں جاپانیوں کا قبضہ ہے۔

عنبر ایک امریکی قیدی عورت کو جاپانیوں کی قید سے چھڑا کر

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اسے سمندر کنارے ایک گڑھے میں چھپا دیتا ہے۔

وہ اس کے خاوند کو بھی رہا کراتا ہے۔ پھر اس جزیرے سے ان دونوں کو لے کر ایک سٹیمر پر فرار ہو جاتا ہے۔ اب وہ سٹیمر پر سوار سمندر میں اکیلے بھٹک رہے ہیں۔ کیونکہ تیل اور کھانے پینے کی چیزیں ختم ہو گئی ہیں۔ سمندر کی لہریں ان کو اٹھا کر ایک ایسے جزیرے پر پھینک دیتی ہیں جہاں ایک وحشی آدم خور قبیلہ آباد ہے۔ یہ لوگ ایملی اور اس کے خاوند کو پکڑ کر لے جاتے ہیں۔ عنبر انہیں چھڑانے کے لیے جاتا ہے تو اسے بھی پکڑ لیا جاتا ہے۔ تورونام کا سپیرا عنبر پر جزیرے کے سب سے زہریلے سانپ چھوڑتا ہے۔ پھر کیا ہوتا ہے؟۔

یہ آپ خود پڑھئے۔

بھاگو! بھاگو!

گڑھے کے قریب آ کر جاپانی سپاہی رک گئے۔

انہیں وہاں کسی انسان کے موجود ہونے کا شک پڑ گیا تھا۔

ایک جاپانی نے جھک کر زمین کو دیکھا۔

وہاں اسے ایک جھاڑی کی ٹوٹی ہوئی شاخ نظر آئی۔ یہ شاخ ایسی تھی کہ جس طرح اسے کسی انسان نے توڑا ہو۔ اس نے وہ شاخ اٹھا کر اپنے ساتھی کو دکھائی اور جاپانی زبان میں کچھ

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کہا۔دوسرے سپاہی نے شاخ کو غور سے دیکھا اور پھر اسے پھینک کر گڑھے کے منہ پر جو جھاڑیاں رکھی ہوئی تھیں، انہیں غور سے تکنے لگا۔

اب دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔پھر ایک سپاہی نے سنگین مار کر جھاڑیوں کو پرے ہٹا دیا۔

جھاڑیوں کے پرے ہٹتے ہی وہاں ایک سوراخ سا ظاہر ہو گیا۔ایک جاپانی نے اندر جھانک کر دیکھا۔

اسے اندھیرے میں کچھ نظر نہ آیا۔

دوسرا سپاہی بھی جھک کر غار کے اندر جھانکنے لگا۔

اتنے میں اندر سے ایک سبز رنگ کا سانپ پھنکارتا ہوا باہر کو نکلا۔

دونوں جاپانی جلدی سے پیچھے ہٹ گئے۔سانپ ان کی طرف لپکا۔ایک سپاہی نے سنگین مار کر اسے کچل دیا۔انہیں اب یقین ہو گیا تھا کہ اندر کوئی انسان نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ جس گڑھے میں سانپ رہتا ہو وہاں کوئی انسان نہیں رہ سکتا۔

اور اگر رہے گا تو پھر زندہ نہیں رہے گا۔انہوں نے سانپ کو پاؤں سے کچل کر گھاس پر مسل دیا۔اس کے بعد وہ آگے چل پڑے۔

جب وہ کافی دور پہاڑی کی دوسری جانب چلے گئے تو سوراخ میں سے عنبر نے باہر جھانک کر دیکھا۔

پھر اندر منہ کر کے عورت کو آواز دی۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"باہر آ جاؤ۔ وہ لوگ چلے گئے ہیں"۔

امریکی عورت سہمی ہوئی باہر آ گئی۔

اس نے باہر آتے ہی سب سے پہلا سوال عنبر سے یہ کیا۔

"تمہیں سانپ نے ڈسا تھا۔ تم پر زہر کا اثر ہو رہا ہے۔ پاؤں میری طرف کرو میں کس کر کپڑا باندھوں گی"۔

اندر ایسا ہوا کہ جس وقت انہوں نے جاپانیوں کو گڑھے کے قریب آتے دیکھا تو عنبر نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ان دونوں جاپانیوں کو اس ترکیب سے مارنے کی کوشش کرے گا کہ نہ تو وہ چیخ مار سکیں اور نہ گولی چلا سکیں تاکہ شور نہ ہو۔

لیکن اچانک اس نے دیکھا کہ گڑھے کے اندر بائیں جانب نیچے ایک لحد سی بنی ہوئی تھی۔

یہ مٹی کھود کر بنائی گئی تھی۔ ایسے لگتا تھا کہ یہاں رات کو کوئی ریچھ آرام کرتا ہے۔

عنبر ایملی کو لے کر اس لحد میں اتر گیا۔ جاپانیوں نے جھاڑیاں ہٹا کر اندر جھانکا تو انہیں کچھ بھی نظر نہ آیا۔

اتنے میں ایک سانپ لحد میں سے اچھل کر باہر کو دوا اور اس نے عنبر کی ایڑی پر ڈس دیا۔ کم بخت کو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ عنبر پر زہر کا بالکل اثر نہیں ہوگا۔

سانپ کی یہ فطرت ہوتی ہے کہ وہ اگر کسی انسان کو ڈس لے تو پھر وہاں سے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ سانپ بھی باہر کو بھاگا۔

باہر جاپانی سپاہی کھڑے تھے۔ انہوں نے سانپ کو مار ڈالا

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اور یہ سوچ کر آگے چل دیئے کہ جہاں سانپ رہتا ہے وہاں انسان کہاں ہوگا بھلا!۔

ایملی نے عنبر کی ایڑی کو سانپ کو ڈستے دیکھا تھا۔وہ خوف سے چیخ مارنے ہی والی تھی کہ عنبر نے اس کے منہ پر زور سے ہاتھ رکھ دیا۔

وہ خاموش ہوگئی۔باہر نکلتے ہی اس نے عنبر کی ایڑی پر کپڑا باندھنے کو کہا تو عنبر بولا۔

"میرا خون اس قسم کا ہے کہ مجھ پر زہر کا کوئی اثر نہیں ہوتا اس لیے تم بے فکر رہو۔"

لیکن ایملی کی سمجھ میں یہ بات نہ آسکی کہ کسی انسان کا خون اتنا علیحدہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس پر سانپ کا زہر بھی اثر نہ کرے۔

بہر حال اس کا دل رکھنے کے لیے عنبر نے پاؤں پر پٹی کس کر باندھ لی۔

گڑھے کے باہر ایملی کو بٹھا کر خود اوپر ٹیلے پر جا کر لیٹ گیا اور سر اوپر اٹھا کر جاپانیوں کو تکنے لگا۔دونوں جاپانی اب ڈھلان اتر کر اس طرف جا رہے تھے جہاں ہوائی اڈہ تھا۔

عنبر اور ایملی شام تک اس گڑھے کے باہر بیٹھے رہے۔

ذرا آہٹ ہوتی تو ایملی گھبرا جاتا۔عنبر اسے تسلی دیتا۔وہ اپنے خاوند کے بارے میں بڑی پریشان تھی۔

اسے سخت پیاس لگ رہی تھی۔وہ بھوکی بھی تھی۔عنبر نے پتوں کا ایک پیالہ بنایا اور قریب ہی ایک چھوٹی سی ندی پر جا کر اس میں پانی بھر لایا۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

راستے میں اس نے ایک درخت پر سے کچھ جنگلی امرود توڑ لیے۔ ایملی نے پانی پی کر امرود کھائے اور اس کی جان میں جان آئی۔

"بھائی عنبر! میں تمہاری بڑی شکر گزار ہوں تو نے میری بڑی مدد کی ہے اور مدد کر رہے ہو۔ اگر جنگ کے بعد امریکہ گئی تو تمہیں ضرور میں اپنے ساتھ لے جاؤں گی"۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"شکریہ ایملی بہن!"۔

ایملی نے ایک آہ بھر کر کہا۔

"نہ جانے میرا خاوند کس حال میں ہوگا؟ ان ظالم جاپانیوں نے ضرور اسے مار ڈالا ہوگا۔ کاش ہم کبھی امریکہ چھوڑ کر ان

جزیروں میں نہ آتے"۔

عنبر نے کہا۔

"میرے خیال میں تمہارا خاوند بھی اسی جگہ قید ہوگا۔ میں اسے تلاش کر کے ڈھونڈ نکالنے کی پوری کوشش کروں گا۔ تم فکر نہ کرو"۔

ایملی کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"کیسے فکر نہ کروں۔ جب مجھے اس کا خیال آتا ہے تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں"۔

"بہن! ان آنسوؤں کو روکو۔ میں تمہارے خاوند کو ضرور تلاش کر کے تمہارے پاس لے آؤں گا۔ حوصلہ رکھو۔ ہمت نہ ہارو"۔

پہاڑی کی مشرقی جانب بالکل سنسان تھی۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

وہاں ذرا نیچے جا کر سمندر کا ساحل آ جاتا تھا جس کے ساتھ ساتھ ناریل کے درختوں کے جھنڈ چلے گئے تھے۔

رات کو عنبر نے ایملی کو گڑھے کے اندر رہنے کے لیے کہا اور خود ساحل سمندر پر آ گیا۔

وہ درختوں کے نیچے سے ہو کر چھپتا چھپاتا یہاں تک آیا تھا اور اپنے ساتھ ایک تھیلا سا بھی لایا تھا۔

یہ تھیلا اسے شام کو پہاڑی کے دامن میں پڑا ہوا مل گیا تھا۔

شاید کوئی جاپانی اسے یہاں رکھ کر بھول گیا تھا۔

عنبر نے گھوم پھر کر یہاں کتنے ہی ناریل اکٹھے کر کے تھیلے میں بھر لیے۔

پھر وہ ساحل کے جنگلوں میں آ گیا۔ اس جگہ جنگلی امرودوں

اور پپیتے کے بے شمار درخت تھے۔ عنبر نے پپیتے اور امرود بھی توڑ کر تھیلے میں بھر لیے۔

تھیلا کافی وزنی ہو گیا تھا لیکن اسے تو بوجھ محسوس ہی نہیں ہوتا تھا۔

اس نے تھیلا کندھے پر اٹھایا اور پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ ایملی یعنی اس کی ساتھی امریکی عورت نے جو اس کے پاؤں میں ٹخنے کے پاس پٹی کس کر باندھ رکھی تھی۔

وہ اسے خواہ مخواہ تنگ کر رہی تھی۔ اس کا ایک سرا کھل گیا تھا اور اس کے پاؤں میں آ رہا تھا۔

عنبر نے دوسرے پاؤں کی مدد سے پٹی ٹخنے سے اتار کر پرے پھینک دی۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جس وقت وہ گڑھے میں پہنچا تو یہ دیکھ کر اس کا کلیجہ منہ کو آ گیا کہ وہاں ایملی نہیں تھی۔

اس نے تھیلا اسی جگہ پھینکا اور باہر نکل کر ادھر ادھر تکنے لگا۔

بے اختیار وہ ایملی کو آواز دینے لگا تھا کہ اس نے آواز حلق سے نکالتے نکالتے دبالی۔

لیکن پریشانی بہت زیادہ تھی۔ آخر یہ عورت کہاں غائب ہو گئی۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ جاپانی اسے پکڑ کر لے گئے ہوں؟۔

پھر عنبر کو خیال آیا کہ اگر جاپانی اسے پکڑ کر لے جانے لگتے تو وہ ضرور شور مچاتی۔

کم از کم عنبر کو خبردار کرنے کے لیے ایک چیخ ہی ماردیتی۔

ایسا بھی نہیں ہوا تھا۔

پھر وہ کہاں غائب ہو گئی تھی؟۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ سیر کو نکل گئی ہو؟۔

لیکن سیر کرنے کا بھلا یہ کونسا وقت تھا؟۔

عنبر جھاڑیوں کی اوٹ میں سے نکل کر درختوں کے ساتھ ہوتا اس طرف آ گیا جدھر چھوٹی سی ندی بہہ رہی تھی۔

رات اگرچہ اندھیری تھی مگر تاروں کی نیلی نیلی چمک میں درختوں کے تنے اور ندی کے پانی دھندلا دھندلا ضرور نظر آ رہا تھا۔

عنبر نے دیکھا کہ ایملی ندی میں بیٹھی نہا رہی ہے۔

وہ ایک ہاتھ سے اپنے سر کو مل رہی ہے اور دوسرے ہاتھ سے اوپر پانی ڈال رہی ہے۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

عنبر نے اطمینان کا سانس لیا اور سر پر ہاتھ مار کر واپس آ گیا کہ یہ عورت کس قدر دلیر بھی ہے اور بزدل بھی۔

جاپانیوں کو دیکھ کر اس کی گھگھی بندھ گئی تھی اور اب کیا بے فکر ہو کر ایسے ندی میں نہا رہی ہے۔ جیسے یہ مغلپورے کی نہر ہو۔

عنبر واپس گڑھے میں آ کر بیٹھ گیا اور ناریل توڑ کر اس کا میٹھا رس پینے لگا۔

اتنے میں ایملی بھی آ گئی۔ عنبر نے اسے ڈانٹ کر کہا۔

اگر تم اسی طرح بے خوف ہو کر جنگل میں پھرنے لگیں تو پھر میں تمہارا ذمہ نہیں لے سکتا۔

کیا تمہیں پتہ نہیں کہ یہاں چاروں طرف ہم دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں؟۔

ایملی نے بال جھٹک کر کہا۔

"میں کئی روز سے نہائی نہیں تھی۔ میرا برا حال ہو رہا تھا چلو بھیا! اب نہیں نکلوں گی یہاں سے"۔

عنبر نے اسے کچھ امرود اور ناریل کھانے کو دیئے۔

ایملی نے کہا۔

"یہ تم کہاں سے لے آئے ہو؟"۔

"میں ساحل کی طرف گیا اور درختوں سے توڑ کر لے آیا۔ وہاں بے شمار پھل دار درخت ہیں۔

دو تین دنوں کا راشن لے آیا ہوں۔

ایملی نے کہا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ آخر ہم کب تک یہاں پڑے رہیں

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

گے؟۔

میرا تو یہاں دم گھٹنے لگا ہے۔ مجھے اپنے خاوند کا بھی غم کھائے جا رہا ہے۔

عنبر بولا۔

"سب سے پہلے آج رات میں تمہارے خاوند کی تلاش میں جاؤں گا۔ اس کے بعد ہی کوئی فیصلہ کریں گے کہ ہمیں یہاں سے کیوں کر نکلنا ہوگا"۔

ایملی نے کہا۔

"تمہارے پاس کشتی موجود ہے۔ ہم اس کشتی میں بیٹھ کر رات کے اندھیرے میں یہاں سے فرار ہو سکتے ہیں۔ ہمارا جزیرہ یہاں سے ساٹھ ستر میل کے فاصلے پر ہے"۔

وحشی جلاد (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر73) 20

لیکن وہ جزیرہ تو اب جاپانیوں کے قبضے میں آ چکا ہے۔ وہاں ہم فوراً گرفتار کر لیے جائیں گے۔

ایملی بولی۔

پھر بھی وہ ہمارا جزیرہ ہے۔ میں نے وہاں برسوں گذارے ہیں۔ ہمارے ملنے جلنے والے مقامی لوگ ہیں۔ ان کے ہاں پناہ مل سکتی ہے۔

پھر ہم کسی روز کسی غیر ملکی بحری جہاز میں سوار ہو کر وہاں سے کوچ کر سکتے ہیں۔

عنبر نے پوچھا۔

"غیر ملکی جہاز سے تمہارا کیا مراد ہے؟"۔

"میرا مطلب ریڈ کراس والوں کے جہاز سے ہے۔ ریڈ

www.urdufasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کراس کے جہاز دشمنوں کے علاقوں میں بھی جاتے رہتے ہیں"۔

عنبر سوچنے لگا۔

اس نے تھیلا ایک طرف رکھتے ہوئے باہر جھانک کر آسمان کو دیکھا۔

اندر آ کر ایملی سے کہا۔

"رات ابھی کافی باقی ہے۔ میں تمہارے خاوند کی تلاش میں جاپانیوں کی بیرکوں میں جا رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ انہوں نے تمہارے شوہر کو وہیں قید کر رکھا ہوگا۔ کیا تم مجھے اس کی کچھ نشانی بتاؤ گی؟"۔

ایملی نے کہا۔

"اس کا نام تھامس ہے۔ اس کی گھنی سیاہ مونچھیں اور ماتھے پر

www.urdurasala.com

زخم کا نشان ہے۔ بس اس سے زیادہ اور کیا نشانی ہو سکتی ہے"۔

عنبر نے کہا۔

ٹھیک ہے اب میں جاتا ہوں اور صبح ہونے تک پہلے پہلے ہی واپس آ جاؤں گا۔

لیکن تم ہرگز ہرگز یہاں سے باہر نہ نکلنا۔ اگر میں صبح کو بھی کسی وجہ سے نہ آ سکا تو گڑھے کے آگے جھاڑیاں ڈال کر خاموش ہو کر پیچھے بیٹھی رہنا اور میرے آنے تک یہیں رہنا۔ میں ہر حالت میں واپس آ جاؤں گا۔

اتنا کہہ کر عنبر گڑھے سے نکل گیا۔

ایملی نے اسے پہاڑی کی اوٹ میں اندھیرے میں گم ہوتے دیکھا اور گڑھے کے منہ پر جھاڑیاں رکھ دیں اور پیچھے زمین پر

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

لیٹ گئی اور اپنے خاوند کو یاد کر کے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

عنبر ٹیلے سے اتر کر دوسرے ٹیلے پر چڑھنے لگا۔ اوپر جا کر اس نے پرلی جانب جاپانیوں کی بیرکوں اور ہوائی اڈوں کو دیکھا۔ دھیمی دھیمی روشنی کہیں کہیں ہو رہی تھی۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ہوائی جہاز رن وے سے ہٹا کر انہیں ایک قطار میں بیرکوں کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا تھا۔

ہیلی کاپٹر بھی دوسری طرف چلا گیا تھا۔ گویا ہوائی اڈہ کسی بڑے جہاز کے اترنے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔

عنبر جھک کر اندھیرے میں ٹیلے سے اترنے لگا۔

وہ سامنے والی بیرکوں کے عقب میں آ گیا۔ یہاں اندھیرا تھا

بیرکوں کے کونے پر ایک مدھم سا بلب جل رہا تھا۔ جس کی کمزور روشنی صرف اردگرد کا تھوڑا سا علاقہ روشن کر رہی تھی۔

عنبر سانس روکے وہاں کھڑا رہا۔ ذرا پرے ہوائی جہاز اور ہیلی کاپٹر رات کی ہلکی نیلی روشنی میں خاموش کھڑے تھے دو جاپانی سپاہی ذرا فاصلے پر کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔

ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ سمندر کی طرف سے لہروں کے کنارے کے پتھروں سے ٹکرانے کی آواز آ رہی تھی۔

عنبر نے سوچا کہ ایملی کا خاوند کس جگہ قید ہو سکتا ہے؟۔

رہ رہ کر اس کا خیال بیرک کی طرف ہی جا رہا تھا۔ ضروری تھا کہ ان بیرکوں کی چھان بین کی جائے۔ لیکن سوال یہ تھا کہ وہ بیرکوں کی چھان بین کیسے کر سکتا تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کاش! اس وقت ناگ اس کے پاس ہوتا۔ ناگ بڑی آسانی سے بیرکوں میں جا کر ساری خبریں لا کر اسے دے سکتا تھا مگر ناگ خدا جانے کہاں مارا مارا پھر رہا تھا؟۔

عنبر سرکتا سرکتا بیرک کی دیوار کے ساتھ آ گیا۔ وہاں کوئی کھڑکی یا روشن دان تک نہیں تھا کہ اس میں سے جھانک کر ہی اندر دیکھ لیتا۔

ابھی وہ وہاں کھڑا غور ہی کر رہا تھا کہ اچانک آہٹ ہوئی اور ایک جاپانی سپاہی نے سنگین سے حملہ کر دیا عنبر نے اچھل کر جاپانی کو گردن سے پکڑ کر نیچے گرا لیا۔

اس نے جاپانی کی گردن اس وقت چھوڑی جب وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ عنبر کو ایک ترکیب سوجھی۔ اس نے جلدی جلدی اپنے

کپڑے اتار کر جاپانی سپاہی کے کپڑے پہن لیے اور جاپانی کو اپنے کپڑے پہنا کر ایک گڑھے میں پھینک دیا۔ اور اوپر گھاس پھونس اور جھاڑیاں ڈال دیں۔

اب وہ خود ایک جاپانی سپاہی لگ رہا تھا۔

عنبر نے بندوق کندھے پر رکھی۔

جاپانی سپاہیوں والی سبز ٹوپی رکھ کر اسکا چھجا آنکھوں پہ ذرا زیادہ جھکا لیا تاکہ اسے کوئی پہچان نہ سکے اور بیرک کی دیوار کیساتھ ساتھ چلنے لگا۔

رات کے اندھیرے میں تو اسے کوئی نہیں پہچان سکتا تھا لیکن صبح کی روشنی میں وہ پہچانا جا سکتا تھا۔ اس لیے اسے جو کچھ کرنا تھا صبح ہونے سے پہلے پہلے کر لینا چاہیے تھا۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasaa.com

یہ بھی اس کی خوش قسمتی تھی کہ قدیم مصری بزرگ کی دعا سے وہ دنیا کی ساری زبانیں بول اور سمجھ سکتا تھا۔

چنانچہ وہ جاپانی زبان بھی سمجھ اور بول سکتا تھا۔

عنبر جاپانی سپاہی کے بھیس میں بیرک کی دوسری جانب نکل گیا۔ ادھر ہوائی جہاز کھڑے تھے۔

وہ یوں چل پھر رہا تھا جیسے پہرہ دے رہا ہو۔ اصل میں وہ عقابی نظروں سے اندھیرے میں بیرکوں کی کھڑکیوں کو کھنگال رہا تھا۔

ان کھڑکیوں میں دو ایک جگہوں پر روشنی ہو رہی تھی۔ عنبر ایک روشن کھڑکی کی طرف چل پڑا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کھڑکی کی طرف آ رہا تھا کہ پیچھے سے

کسی نے جاپانی زبان میں کہا۔

"ارے یوکیڈ! کہاں جا رہے ہو؟ کیا آج پہرہ نہیں دو گے؟"۔

عنبر سمجھ گیا کہ اس کے پہرہ دینے کی جگہ پیچھے ہے اور اسے کھڑکی کی طرف نہیں جانا چاہیے تھا۔

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ ذرا فاصلے پر ایک جاپانی سپاہی رائفل کے سہارے کھڑا اس کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلا رہا تھا۔

"یوکیڈ! ادھر آ کر پہرہ دو۔ میں جا رہا ہوں"۔

عنبر نے دور سے ہی جاپانی زبان میں کہا۔

"دوست! تم چلے جاؤ۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔ بیرک میں میری ٹارچ رہ گئی ہے"۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جاپانی سپاہی بولا۔

"اچھا تو میں جا رہا ہوں۔ جلدی واپس آ جانا۔ کہیں کرنل آ گیا تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے"۔

جاپانی سپاہی چلا گیا۔

عنبر کے لیے اب میدان صاف ہو گیا تھا۔ وہ کھڑکی کے پاس آ کر رک گیا۔ اس نے ایک پٹ ذرا سا کھول دیا۔ اندر دو جاپانی سو رہے تھے۔

عنبر نے کھڑکی بند کر دی اور بیرک کے دروازے میں سے گذر کر اندر داخل ہو گیا۔

یہ بیرک لمبی تھی اور دیوار کے ساتھ ساتھ چار پائیاں لگی تھیں جن پر جاپانی سپاہی خراٹے لے رہے تھے۔

"یہاں کوئی قیدی نہیں ہو سکتا۔ پھر تھامس یعنی ایملی کا خاوند کہاں ہو گا؟"۔

عنبر نے دیکھا کہ بیرک کے کونے میں ایک سپاہی پہرہ دے رہا ہے اور اونگھ بھی رہا ہے۔ عنبر نے ذرا فاصلے پر جا کر وہ اسے پہچان بھی نہ سکے آواز دے کر پوچھا۔

"ارے وہ امریکی قیدی کہیں بھاگ تو نہیں گیا؟"۔

جاپانی چونک کر بولا۔

"کیا بکواس کرتے ہو؟ کس نے کہا ہے تمہیں؟ وہ۔۔۔"

پھر وہ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ کر پہرہ دینے لگا اور عنبر کی طرف دیکھ کر بولا۔

"کیا تم یو کیڈا ہو؟ ارے تم اندر کیا کر رہے ہو؟ وہ امریکی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

قیدی کہاں بھاگ سکتا ہے بھلا۔ مگر تم کیوں پوچھنے لگے؟"۔

عنبر نے ہنس کر دور سے ہی جاپانی زبان میں کہا۔

"ارے میں تو مذاق کر رہا تھا۔ اس لیے کہ تم اونگھ رہے تھے۔ اگر تم اسی طرح پہرہ دیتے رہے تو سارے قیدی یہاں سے فرار ہو سکتے ہیں"۔

جاپانی بولا۔

"یوکیڈا! یہ آج تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ قیدی یہاں نہیں ہیں بلکہ دوسری بیرک کی حوالات میں بند ہیں؟"۔

عنبر نے قہقہہ لگایا۔

"ارے میں تم سے مذاق کر رہا تھا۔ اچھا اب جاتا ہوں۔

شہنشاہ جاپان زندہ باد!"۔

"شہنشاہ جاپان زندہ باد!"۔

جاپانی سپاہی حیران ضرور تھا کہ یہ آج یوکیڈا کو کیا ہو گیا ہے؟۔

کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔ اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ قیدیوں کی حوالات اس بیرک میں نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ پھر اونگھنے لگا۔

عنبر کو وہ راز مل گیا تھا جس کی تلاش میں وہ نکلا تھا۔

وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتا دوسری بیرک کی طرف چل پڑا جو وہاں سے تھوڑی دور ہی تھی۔

اس بیرک کے باہر بھی کونے میں ایک مدھم سا لیمپ جل رہا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تھا۔عنبر صبح ہونے سے پہلے پہلے اپنا مشن پورا کر لینا چاہتا تھا۔اس
کے پاس وقت بہت کم تھا اور وہ ہر قدم جلدی سے اٹھانا چاہتا تھا۔

دوسری بیرک کا دروازہ بند تھا۔

باہر ایک جاپانی سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔نیند سے اس کی بھی
بری حالت ہو رہی تھی۔وہ سر جھکائے اونگھ رہا تھا۔

عنبر اس کے عقب میں جا کر کھڑا ہو گیا۔

جاپانی سپاہی شاید نیند کے عالم میں تھا۔اس کو پتہ ہی نہ چل
سکا کہ کوئی دوسرا انسان اس کے پاس آ کر کھڑا ہے۔عنبر نے اس
موقع کو غنیمت جانا اور آگے بڑھ کر آہستہ سے دروازہ کھولا اور
بیرک میں داخل ہو گیا۔

یہ بیرک زیادہ لمبی نہیں تھی۔ اس کے اندر آدھے حصے

میں کمرے بنے تھے۔

ایک دروازہ کھول کر عنبر نے دیکھا کہ وہ دفتر ہے۔اس کے
عقب میں بھی ایک دروازہ تھا۔

اس کے اوپر جاپانی زبان میں لکھا تھا۔

”حوالات“۔

عنبر یہ بورڈ پڑھ کر بہت خوش ہوا۔اس نے دروازے کو آہستہ
سے اندر کی طرف دھکا دیا۔

دروازہ کھل گیا۔کمال کی بات تھی کہ وہاں کوئی بھی سپاہی پہرہ
نہیں دے رہا تھا۔

شاید جاپانیوں نے ایک ہی پہرے دار کو کافی سمجھا تھا جو
بیرک کے باہر سو رہا تھا۔دروازہ کھلتے ہی سامنے عنبر نے ایک کمرہ

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دیکھا جس کے دروازے پر سلاخیں لگی تھیں۔

گویا یہی حوالات تھی۔ عنبر نے سلاخوں کے پاس جا کر دیکھا۔

سامنے دیوار کی طرف منہ کیے ایک آدمی سو رہا تھا۔

عنبر کو یقین تھا کہ یہی آدمی ایملی کا خاوند ہے۔ اس کا رنگ گورا تھا۔

سر کے بال لمبے اور میلے کچیلے ہو رہے تھے۔ پتلون اور جیکٹ بھی جگہ جگہ سے میلی ہو رہی تھی۔

دروازے پر بڑا مضبوط تالا لگا ہوا تھا۔ عنبر نے تالے کو ہاتھ میں لے کر ایک زور سے جھٹکا دیا۔ تالا ٹوٹ کر اس کے ہاتھ میں آ گیا۔

اس جھٹکے کے شور سے حوالات میں سوئے ہوئے آدمی کی آنکھ کھل گئی۔

اس نے سر اٹھا کر عنبر کو دیکھا۔ عنبر حوالات کا دروازہ کھول کر اس قیدی کے پاس چلا گیا اور بولا۔

"تم ایملی کے خاوند تھامس ہو نا؟"۔

تھامس حیرانی سے عنبر کو دیکھ رہا تھا کہ یہ کونسا آدمی ہے جو اس کا نام، اس کی بیوی کا نام بھی جانتا ہے اور جس نے ایک ہی جھٹکے سے لوہے کا اتنا بڑا تالا کھول دیا۔

عنبر نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر ہلاتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ بتاؤ کیا تم تھامس ہو؟ ایملی کے خاوند؟"۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urduzada.com

"ہاں"۔

اس قیدی کے منہ سے اپنے آپ نکل گیا۔عنبر نے گھومتے ہوئے کہا۔

"تو پھر میرے پیچھے پیچھے آجاؤ"۔

عنبر تھامس کو لے کر حوالات سے باہر آگیا۔

اتفاق کی بات یہ ہوئی کہ تالے کے ٹوٹنے کی آواز سن کر باہر سویا ہوا جاپانی سپاہی بھی اٹھ بیٹھا تھا۔

وہ رائفل لے کر اندر کی طرف بھاگا۔حوالات کے سامنے آتے ہی اس نے دیکھا کہ ایک شخص قیدی کو بھگا کر لیے جا رہا ہے۔

وہ چھپ کر ان دونوں کے باہر دروازے کے پاس آنے کا

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

انتظار کرنے لگا۔

جونہی عنبر اور تھامس دروازے کے پاس آئے۔جاپانی سپاہی نے بندوق دکھا کر کہا۔

"خبردار! آگے بڑھے تو گولی چلا دوں گا"۔

ایملی کے خاوند کا تو خون خشک ہو گیا۔مگر عنبر پر جاپانی کی دھمکی کا کوئی اثر نہ ہوا۔اس نے آگے بڑھ کر جاپانی کی رائفل کو ہاتھ سے پکڑ لیا۔

"اگر چاہتے ہو کہ زندہ رہو تو رائفل نیچے کر لو"۔

عنبر نے یہ جملہ جاپانی زبان میں کہا تھا جسے تھامس بالکل نہ سمجھ سکا۔

ویسے وہ حیران ضرور ہوا کہ یہ نوجوان جاپانی زبان بھی

جاتا ہے۔

جو بڑی مشکل زبان ہوتی ہے۔ جاپانی بھی ایک بار چکر کھا گیا۔ اس دوران میں جاپانی نے گولی چلا دی۔ ایملی کا خاوند تو پتھر کا بت بن گیا۔

کیونکہ اس کے سامنے گولی عنبر کو لگی تھی۔ اور پھر جب ایملی کے خاوند نے یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھا کہ گولی عنبر کی گردن پر لگ کرٹن کی آواز سے نیچے فرش پر گر پڑی ہے اور اسے کچھ بھی نہیں ہوا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

ادھر جاپانی بھی چکرا گیا کہ یا خدا یہ ماجرا کیا ہے؟۔

اس شخص کی گردن پتھر کی ہے کہ اس سے لگ کر گولی نیچے گر پڑی ہے۔ بلکہ ایسا تو پتھر کے ساتھ بھی نہیں ہوتا گولی تو پتھر میں

بھی تھوڑا بہت سوراخ کر دیتی ہے۔

جاپانی کی حیرت کا فائدہ اٹھا کر عنبر نے اس کے ہاتھ سے رائفل چھین کر اسے ہینڈز اپ کرا دیا۔

"خاموشی سے حوالات کے اندر چلے چلو۔ اگر تم نے شور مچانے یا بھاگنے کی کوشش کی تو میں گولی مار کر تمہیں ہلاک کر دوں گا"۔

جاپانی چپ چاپ حوالات کے اندر چلا گیا۔ عنبر نے اسے بند کر کے باہر کنڈی چڑھا دی۔

لیکن گولی چلنے کی آواز حوالات کے باہر بھی گئی تھی اور باہر سے دوسرا سپاہی بھی رائفل لے کر اپنے ساتھی کی مدد کو اندر بھاگا تھا۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جونہی عنبر ایملی کے خاوند کو لے کر باہر نکلا تو اس نے رائفل دکھا کر رعب سے کہا۔

"ہاتھ اوپر اٹھا لو"۔

ایملی کے خاوند تھامس نے اسی وقت ہاتھ اوپر اٹھا لیے۔ عنبر نے جاپانی سپاہی سے جاپانی زبان میں کہا۔

میں جاپان میں بارہ سال رہا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں تمہاری زبان آسانی سے بول سکتا ہوں۔ رائفل نیچے کر کے یہاں سے چلے جاؤ۔

نہیں تو اندر چل کر اپنے ساتھی کا انجام دیکھ لو۔ اگر تم نے ہمیں پکڑنے کی کوشش کی تو تمہارا بھی حال تمہارے ساتھی جیسا ہوگا۔

جاپانی سپاہی نے تعجب سے عنبر کو دیکھا۔ کیونکہ عنبر بڑی روانی اور آسانی سے جاپانی زبان میں بات کر رہا تھا۔

اس نے کہا۔

"میں تم کو گرفتار کر کے رہوں گا۔ اگر بھاگے تو گولی مار دوں گا"۔

عنبر نے سوچا کہ اگر اس بار بھی جاپانی سپاہی کی گولی چلی تو ہو سکتا ہے کہ اس کے دھماکے سے بیرک میں سوئے ہوئے سارے سپاہی جاگ پڑیں گے۔

کیونکہ اب وہ بیرک کے دروازے کے آگے کھڑے تھے۔

عنبر نے ہاتھ اوپر اٹھا لیا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ ہم ہتھیار پھینکتے ہیں"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تھامس نے پریشانی سے عنبر کو دیکھا کہ یہ آدمی کیسا ہے۔ ایک بار جاپانی کو ہلاک کیا اور اب دوسرے سے ہار مان رہا ہے۔

عنبر نے تھامس سے کہا۔

"کوئی حرکت نہ کرنا"۔

اسے ڈر تھا کہ کہیں تھامس نادانی سے جاپانی پر حملہ نہ کر دے۔ جاپانی سپاہی ان دونوں کو لے کر اندر حوالات دروازے پر آ گیا۔ یہاں جاپانی سپاہی نے اپنے ساتھی کو حوالات میں بند دیکھا تو غصے سے اس کا خون کھول اٹھا۔

اس نے تھامس کے کندھے پر رائفل کا دستہ مار کر کہا۔

"آگے چلو الو کے پٹھے۔ صبح تم دونوں کو گولی مار دی جائے گی۔ چلو"۔

تھامس لڑکھڑا گیا۔ اب عنبر کے حملہ کرنے کا وقت آ گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ جاپانی سپاہی عنبر اور اس کے ساتھی کو حوالات میں قید کرتا عنبر نے پیچھے مڑ کر اچھل کر ایک فلائنگ کک جاپانی کے منہ پر ماری۔

وہ پیچھے کو گر پڑا اور رائفل اس کے ہاتھ سے اچھل کر پرے جا گری۔

عنبر نے لپک کر رائفل پکڑ لی اور جاپانی سپاہی کی طرف تان کر کہا۔

"چلو حوالات کے اندر۔ اگر شور مچایا یا کسی کو مدد کے لیے پکارا تو میں تم دونوں کو گولی مار دوں گا"۔

جاپانی سپاہی بے بس ہو گیا تھا۔

www.urduzala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تھامس نے حوالات کا دروازہ کھول کر جاپانی کو دھکا دے کر حوالات کے اندر بند کر دیا۔

عنبر نے رائفل سے اشارہ کیا اور کہا۔

"میرے پیچھے پیچھے بھاگ چلو یہاں سے"۔

وہ دونوں بیرک سے نکل کر باہر ہوائی اڈے میں آ گئے۔ عنبر نے تھامس کو ہدایت کر دی تھی کہ اس کے پیچھے پیچھے چلے اور ادھر ادھر جانے کی ہرگز ہرگز کوشش نہ کرے۔

رات کا پچھلا پہر تھا۔ آسمان پر صبح کی ہلکی نیلی جھلک سی نظر آنے لگی تھی۔

تھامس یعنی ایملی کا خاوند، عنبر کے پیچھے پیچھے چلتا، رینگتا، درختوں اور جھاڑیوں کے اندھیرے میں سے گذرتا جنگل میں آ

گیا۔

ابھی وہ جنگل میں داخل ہی ہوا تھا کہ ایکدم سے شور مچ گیا۔ سائرن ہونے لگا۔ یہ خطرے کا سائرن تھا۔ عنبر اور تھامس بھی ایک جگہ دبک گئے۔

اتنے میں امریکیوں کے بمبار جہاز جزیرے کے آسمان پر آئے اور انہوں نے بمباری شروع کر دی۔ نیچے سے جاپانیوں نے فائرنگ شروع کر دی۔

کم بختوں کے نشانے اتنے ٹھیک تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے تین جہاز گرا لیے۔

دو جہازوں میں تو آگ لگ گئی۔ وہ فضا میں ہی پھٹ گئے اور ایک جہاز کا ہواباز چھتری کھول کر نیچے اتر گیا۔ باقی جہاز

www.urduzala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بھاگ گئے۔

ہوائی اڈے کی طرف سے جاپانیوں کی آوازیں آرہی تھیں۔

ایک دو جگہوں پر آگ لگی تھی جسے جاپانی بجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔

کچھ سپاہی جنگل میں اس جگہ سے دوڑتے ہوئے گذرے جہاں عنبر اور ایملی کا خاوند تھامس چھپے ہوئے تھے۔

تھامس نے ڈر کر کہا۔

"یہ کم بخت تو ادھر بھی آگئے"۔

عنبر نے کہا۔

میرا خیال ہے انہوں نے جنگل میں ضرور کسی جگہ گولہ بارود چھپا رکھا ہوا ہے۔

یہ اسے دیکھنے جا رہے ہیں۔ دونوں خاموشی سے سپاہیوں کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد جاپانی سپاہی بھاگتے ہوئے آئے اور ان کے قریب سے ہو کر گذر گئے۔

تھامس نے عنبر کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"تم کون ہو؟ اور میری بیوی کہاں قید ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہے۔ میں اپنا تعارف صرف اتنا ہی کراؤں گا کہ میں تم لوگوں کا ہمدرد ہوں"۔

"کیا۔۔۔ کیا ایملی زندہ ہے؟"۔

تھامس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"خدا کا شکر بجا لاؤ۔ تمہاری بیوی زندہ ہے۔ اسی نے مجھے تمہیں نکال لانے کے لیے بھیجا ہے"۔

تھامس نے بے تابی سے پوچھا۔

"کہاں ہے وہ؟"۔

عنبر بولا۔

"میں تمہاری بیوی کے پاس ہی لے جا رہا ہوں۔ بس ذرا صبر کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم حوالات سے باہر نکلے ہیں تو اب پھر ان جاپانی وحشیوں کے ہتھے چڑھ جائیں"۔

تھامس نے عنبر کی طرف گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا ایک بات بتاؤ گے میرے ہمدرد! میرے بھائی؟"۔

عنبر نے پوچھا۔

"کونسی بات؟ بھلا پوچھو!"۔

تھامس بولا۔

"میری آنکھوں کے سامنے جاپانی کی گولی تمہاری گردن پر لگی تھی مگر تمہیں کچھ نہیں ہوا تھا۔ تمہاری گردن پر ہلکا سا نشان بھی نہیں ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا تم کوئی جادوگر بھی ہو؟۔ کیونکہ صرف جادو کے زور سے ہی انسان موت پر قابو پا سکتا ہے۔

عنبر نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہاں! تم یہی سمجھ لو کہ میں جادوگر ہوں۔ مگر ایک بات میں صاف کردینی چاہتا ہوں کہ جادو کے زور سے کوئی انسان موت پر قابو نہیں پا سکتا۔

جس کی موت جس وقت لکھی ہے وہ آ کر ہی رہے گی اور کوئی فانی انسان موت سے نہیں بچ سکتا۔

تھامس نے پوچھا۔

پھر تم کیوں نہیں مرے؟

تمہیں موت کیوں نہیں آئی۔ گولی میری آنکھوں کے سامنے تمہاری گردن پر لگی تھی اور رنگ کر نیچے گر پڑی تھی۔

ایسا منظر میں نے ساری زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔

عنبر مسکرایا اور پچھلے پہر کی نیلی نیلی روشنی میں تھامس کا ہاتھ دبا

کر بولا۔

"یہ ایک راز ہے جو تم کبھی معلوم نہ کر سکو گے۔ بس اس کے پیچھے اپنا سر نہ کھپاؤ۔ اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے اسے بھول جاؤ۔ کیونکہ ہو سکتا ہے اس کے بعد تم اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز باتیں دیکھو۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں نا میں؟"۔

تھامس آنکھیں کھولے عنبر کو تک رہا تھا۔ اندھیرے میں اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

آخر بولا۔

اچھا دوست! جیسے تمہاری مرضی! میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ تمہارے معاملے میں دخل دینے کی کوشش نہیں کروں گا۔

عنبر نے مسکراتے ہوئے تھامس سے کہا۔

www.urduraaz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"اب میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ راستہ صاف ہے"۔

عنبر آگے آگے چلا۔

تھامس اس کے پیچھے چل پڑا۔ وہ جھک جھک کر چل رہے تھے۔ عنبر اسے ساتھ لے کر ایک ٹیکری پر چڑھنے لگا۔ وہاں سے گزر کر وہ ایک پہاڑی پر آ گیا۔

یہاں سے پھر وہ ڈھلان پر اترنے لگے۔ آخر تھامس نے کھڑے ہو کر دور سمندر کو دیکھا جو ناریل کے درختوں کے جھنڈوں کے پیچھے سے صبح کی ہلکی ہلکی پر اسرار روشنی میں شیشے کی طرح چمک رہا تھا۔

عنبر پہاڑی کے دامن میں گھنی جھاڑیوں کے پاس ایک جگہ پہنچ کر رک گیا۔

"اب تمہیں ایک اور جادو دکھاؤں؟"۔

"ضرور دکھاؤ"۔

عنبر نے آہستہ سے آواز دی۔

"ایملی بہن!"

اور ایملی جلدی سے گڑھے میں سے باہر نکل آئی۔ دونوں میاں بیوی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ خوشی سے ان کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ان کی دوبارہ ملاقات ہوئی اور انہوں نے ایک دوسرے کو زندہ پایا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کھل جا سم سم

دونوں میاں بیوی اور عنبر گڑھے میں چھپ کر بیٹھ گئے۔

ایملی نے اور اس کے خاوند تھامس نے عنبر کا بہت بہت شکریہ ادا کیا کہ اس نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر ان کی جان بچائی۔

عنبر نے کہا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے اپنی جان خطرے میں نہیں

ڈالی۔

میری جان کو تو کوئی خطرہ ہی نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر میں کسی کی مدد کر سکوں تو مجھے ضرور کرنی چاہیے۔

ایملی نے کہا۔

"پھر بھی ہم تمہارے شکر گزار ہیں"۔

تھامس کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ جنگل میں گولی چلنے کی آواز گونج اٹھی۔

اس کے ساتھ ہی درختوں پر سوئے ہوئے پرندے شور مچانے لگے۔

عنبر نے جھاڑوں کی درزوں میں سے جھانک کر باہر دیکھا۔

صبح ہوگئی تھی۔ جنگل میں دن کا اجالا پھیل رہا تھا۔ آسمان پر

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پرندوں کے غول اڑ کر دوسری طرف جا رہے تھے۔

"یہ گولی کس نے چلائی ہے؟"۔

تھامس نے بھی باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

ایملی نے کہا۔

"شاید جاپانی ادھر آ رہے ہیں"۔

تھامس نے کہا۔

"وہ ہماری تلاش میں آ رہے ہوں گے۔ حوالات میں جب انہوں نے میری جگہ اپنے دو سپاہیوں کو قید دیکھا ہوگا تو ان کا خون کھول اٹھا ہوگا پس وہ گولیاں چلاتے میری تلاش میں آ رہے ہیں"۔

عنبر نے کہا۔

"تم لوگ ایک شے بھول رہے ہو"۔

"وہ کیا؟"۔

ایملی نے پوچھا۔

"عنبر بولا۔

جب امریکی بمبار ہوائی جہاز بمباری کرنے آئے تھے تو دو طیارے فضا میں ہی جل کر تباہ ہو گئے تھے۔ لیکن ہوائی جہاز کا پائلٹ جہاز میں سے پیراشوٹ کے ذریعے کود گیا تھا۔

"ہاں ہاں! میں تو بھول ہی گیا تھا۔ مجھے یاد ہے وہ پیراشوٹ کے ذریعے ہوائی جہاز میں سے کود گیا تھا"۔

تھامس نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

عنبر بولا۔

"بس یہ جاپانی اسی امریکی پائلٹ کی تلاش میں جنگل میں پھر رہے ہیں"۔

ایملی بولی۔

انہوں نے اس پر کہیں گولی نہ چلا دی ہو۔

"ہاں! ہمیں اس امریکی ہوا باز کو اپنے ہاں پناہ میں لینا چاہیے"۔

تھامس نے بے تاب ہو کر کہا۔

عنبر کہنے لگا۔

"ابھی تو ہمیں اپنی جان بچانی چاہیے۔ کیونکہ جاپانی سپاہی ہوا باز کی تلاش میں نکلے ہیں"۔

وہ جنگل کا کونہ کونہ چھان ماریں گے۔ ہو سکتا ہے وہ اس گڑھے تک پہنچ جائیں گے۔

ایملی سہم کر بولی۔

"خدا نہ کرے"۔

تھامس نے کہا۔

"ہمیں یہاں سے نکل کر کسی اور جگہ چھپ جانا چاہیے"۔

عنبر بولا۔

"اس سے مناسب جگہ یہاں ارد گرد کے جنگلوں میں اور کہیں نہیں ہے"۔

ایملی بولی۔

"پھر تو اگر وہ آ گئے تو ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تھامس کہنے لگا۔

”عنبر بھائی۔تم تو زندہ رہو گے۔لیکن ہم دونوں میاں بیوی مر جائیں گے۔جاپانی ہمیں زندہ نہیں رہنے دیں گے“۔

عنبر نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”گھبراؤ نہیں۔میں تمہیں ان درندوں کی گولیوں سے نہیں مرنے دوں گا“۔

تم لوگوں کو اب تک بچاتا آیا ہوں اور میرے خدا نے چاہا تو اس وقت تک بچاتا رہوں گا جب تک تم اپنے گھر تک نہیں پہنچ جاتے۔

تھامس اور ایملی نے عنبر کا شکریہ ادا کیا۔

جنگل میں ایک بار پھر گولی چلی۔اس دفعہ مشین گن کے چلنے

کی آواز آئی تھی۔

تھامس اور ایملی سہم گئے۔عنبر نے گڑھے کے منہ پر آ کر جھاڑیوں میں سے جھانک کر باہر دیکھا۔

”دور کچھ جاپانی ادھر بھاگے آ رہے ہیں“۔

”ہائے! اب کیا ہو گا؟“۔

ایملی نے سہمے ہوئے کہا۔

عنبر نے کچھ سوچ کر کہا۔

تم لوگ اسی جگہ چھپے رہو۔میں باہر جا کر کسی جگہ مورچہ بنا کر بیٹھ جاتا ہوں۔

اگر کوئی خطرہ ہوا تو میں باہر رہ کر تمہاری زیادہ مدد کر سکوں گا۔

تھامس نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

"مناسب خیال ہے"۔

عمران دونوں کو گڑھے میں چھوڑ کر خود تیزی سے باہر نکلا اور جھکے جھکے بھاگ کر قریب ہی درختوں کے پیچھے جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گیا۔

جنگل میں مشین گن چلنے کے بعد گہری خاموشی چھا گئی تھی۔

اب جنگل میں سورج کی روشنی چاروں طرف پھیل چکی تھی۔ اس روشنی میں عمبر نے دیکھا کہ چار جاپانی مشین گنیں لیے ادھر ادھر کسی کو تلاش کرتے جھاڑیوں میں تلوار چلاتے چلے آ رہے ہیں۔ وہ جھاڑیوں کی اوٹ میں ہو گیا۔

جاپانی اس کے قریب سے گذرنے لگے تو ایک سپاہی بولا۔

"وہ بھاگ کر کہاں جا سکتا ہے؟"۔

"آخر پکڑا جائے گا"۔

دوسرے نے کہا۔

"میں تو تھک گیا ہوں بھائیو! اس امریکی ہواباز کے بچے نے ہمارا برا حال کر دیا ہے"۔

تیسرا سپاہی کہنے لگا۔

"ویسے وہ جنگل کے اسی حصے میں کسی جگہ چھپا ہوگا"۔

چوتھا بولا۔

"اور کم بخت وہ امریکی قیدی بھی تو آج صبح ہماری حوالات سے بھاگ گیا ہے۔ کم بخت اسے بھی تو ساتھ ہی تلاش کرنا ہے"۔

"کوئی ایک مصیبت ہو تو بتائیں"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"آؤ دوستو! اس جگہ کچھ دیر بیٹھ کر آرام کرتے ہیں"۔

عنبر خاموشی سے جھاڑیوں میں چھپا ان جاپانی سپاہیوں کی باتیں سن رہا تھا۔

"چاروں سپاہی پاس ہی درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

عنبر کو یہی فکر تھی کہ کہیں وہ اس گڑھے کی طرف نہ چلے جائیں جہاں ایملی اور اس کا خاوند تھامس چھپے ہوئے تھے۔ لیکن وہ گڑھے سے آگے گذر گئے۔

عنبر نے اطمینان کا سانس لیا۔

ابھی وہ اٹھ کر واپس گڑھے میں جانے کی سوچ ہی رہا تھا کہ جھاڑیوں میں کسی کے بھاگنے کی آواز آئی۔

عنبر کے کان کھڑے ہو گئے۔ اس نے اس طرف دیکھا جدھر سے آواز آئی تھی۔

وہاں کوئی انسان نظر نہ آیا۔

عنبر نے سوچا کہ ضرور یہ کوئی جانور ہو گا جو جھاڑیوں میں بھاگتے بھاگتے رک گیا ہو گا۔

وہ اٹھنے ہی لگا تھا کہ آواز پھر آئی۔

عنبر جلدی سے درخت کی اوٹ میں ہو گیا۔ اس نے دیکھا ایک گورا چٹا ناٹے قد کا گول مٹول آدمی ہوا بازوں کا لباس پہنے جھاڑیوں میں چھپ چھپ کر آگے بڑھتا چلا آ رہا ہے۔

عنبر سمجھ گیا کہ یہی وہ ہوا باز ہے۔۔۔ جو جلتے طیارے میں سے کودا تھا اور جس کی تلاش میں جاپانی سپاہی پھر رہے ہیں۔ ہوا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

باز جب عنبر کے قریب سے گزرنے لگا تو عنبر نے اٹھ کر کہا۔

"رک جاؤ"۔

ہوا باز نے پستول نکال لیا۔

عنبر نے جلدی سے کہا۔

"پستول مت چلانا۔ میں تمہارا دوست ہوں"۔

عنبر کو ڈر تھا کہ اگر اس نے پستول کا فائر کر دیا تو اس کی آواز سن کر جاپانی سپاہی وہاں واپس آ جائیں گے اور پھر امریکی ہوا باز کی جان بچانا مشکل ہو جائے گا۔

ہوا باز نے پستول اسی طرح عنبر کی طرف تان رکھا تھا اور اسے حیرت سے تک رہا تھا۔

"تم کون ہو؟"۔

تم بڑی روانی سے انگریزی بول رہے ہو۔

عنبر نے کہا۔

"میں اتنی جلدی اپنا تعارف نہیں کروا سکتا۔ بہرحال تمہارے لیے اتنا کہہ دینا ہی کافی سمجھتا ہوں کہ میرا نام عنبر ہے۔ میں تمہارا ہمدرد ہوں"۔

یہاں قریب ہی ایک گڑھے میں ایک امریکی جوڑا بھی پناہ لیے ہوئے ہے۔ میں وہاں سے تمہاری تلاش ہی کے واسطے نکلا تھا۔ آؤ میرے ساتھ۔

امریکی ہوا باز نے پستول جیب میں رکھ لیا اور عنبر کے پیچھے چل پڑا۔

گڑھا پاس ہی تھا۔ عنبر اسے لے کر گڑھے میں آ گی۔ اس کا

www.urdurasta.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ایملی اور تھامس سے تعارف کروایا گیا۔

وہ بڑا خوش ہوا کہ اسے پناہ گاہ مل گئی۔ وگرنہ وہ تو اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔

کہنے لگا۔

"پھر بھی ہم لوگ ابھی خطرے میں ہیں۔ اس گڑھے میں ہم لوگ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتے۔ جاپانی میری تلاش میں ہی ہیں اور وہ یہاں بھی پہنچ جائیں گے"۔

تھامس نے پوچھا۔

"پھر تمہارے خیال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"۔

ہواباز بولا۔

"یہاں سے نکل کر کسی اور جگہ چھپ جانا چاہیے"۔

ایملی بولی۔

"کوئی اور جگہ یہاں کونسی ہو سکتی ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"سمندر کے کنارے ناریل کے درختوں میں ایک جگہ چٹانیں ابھری ہوئی ہیں۔ ان میں کہیں چھپنے کو جگہ بنائی جا سکتی ہے"۔

لیکن وہاں بھی جاپانیوں کا خطرہ منڈلاتا رہے گا۔

تھامس نے کہا۔

"لیکن ہم کشتی میں سوار ہو کر یہاں سے بھاگ کیوں نہیں جاتے؟"۔

ہواباز نے کہا۔

www.urduraala.com
PDF By princesdhump@urdufanz.com

"اس جزیرے کے ارد گرد کے سارے سمندروں پر جاپانیوں کا قبضہ ہے۔ ان کے جنگی جہاز دن رات پھرتے رہتے ہیں۔"

اگر ہم کشتی میں سوار ہو کر چل پڑے تو جاپانی جہازوں سے بچ کر نکل جانا بڑا مشکل ہوگا۔

ایملی نے کہا۔

"لیکن ہم یہاں بھی تو نہیں رہ سکتے"۔

تھامس نے کہا۔

"اس کے لیے ہم غور کریں گے۔ میرا خیال ہے ابھی عنبر کی ہدایت کے مطابق ساحل سمندر کی چٹانوں میں جا کر چھپ جانا ہی بہتر رہے گا"۔

عنبر نے کہا۔

"تو گویا آپ لوگ تیار ہیں کہ ہم ساحلی چٹانوں میں جا کر پناہ لے لیں؟"۔

"بالکل تیار ہیں"۔

ایملی نے جواب دیا۔

"بہت خوب"۔

عنبر بولا۔

"آج شام اندھیرا ہو جانے کے بعد ہمیں وہاں چلے جانا ہوگا"۔

شام ہوئی اور چاروں طرف رات کا شروع شروع کا ہلکا ہلکا اندھیرا پھیلا تو یہ لوگ گڑھے میں سے نکل کر ایک ایک کر کے

www.urdurasala.com
PDF By pinceofdhump@urdufanz.com

آگے پیچھے ہو کر چھپتے چھپاتے سمندر کی طرف روانہ ہو گئے۔

سمندر تک پہنچنے کے لیے انہیں ایک ٹیلے کی چڑھائی چڑھ کر پھر نیچے اترنا پڑا۔

سامنے دور سمندر کا پانی رات کے اندھیرے میں نظر آ رہا تھا۔

ذرا دور جنوب کی طرف بھورے رنگ کی چٹانیں اس طرح ابھری ہوئی تھیں جیسے اونٹ بیٹھے ہوں۔

عنبر نے چٹانوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”ہمیں ان چٹانوں کے درمیان پہنچنا ہے۔ وہاں اس قسم کے غار ہیں کہ پانی دور تک اندر چلا گیا ہے۔ لیکن یہ پانی گھٹنے گھٹنے ہے اور آگے جا کر خشک ہو جاتا ہے۔ کسی کو شک بھی نہیں پڑ

سکتا کہ اندر کوئی ہو گا“۔

وہ جھاڑیوں، درختوں، ٹیلوں کی اوٹ سے ہوتے ہوئے سمندر کے کنارے ریت پر آ گئے۔

اب رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیل رہا تھا مگر سامنے چاند نکل آیا جس کی روشنی میں سمندر صاف نظر آنے لگا۔

عنبر نے ایک جگہ رک کر کہا۔

”اس روشنی میں خطرہ ہے کہ اوپر کسی پہاڑی سے کوئی جاپانی سپاہی ہمیں نہ دیکھ لے۔ اس لیے ایک ایک کر کے جھک کر بلکہ رینگ کر ریت پر سے گذرنا ہو گا“۔

وہ جھاڑیوں میں رک کے کھڑے تھے۔ سامنے چٹانوں کا سلسلہ تھا جو سمندر کے ساتھ ساتھ مشرق کی طرف گھوم گیا تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

بیچ میں ریت کا چھوٹا سا میدان تھا۔ بس یہ میدان انہیں پار کرنا تھا۔

چاندنی نے کام خراب کر دیا تھا نہیں تو یہ میدان اندھیرے میں وہ بڑے آرام سے پار کر جاتے۔ عنبر نے سب سے پہلے ہوا باز کی طرف اشارہ کیا۔

''مسٹر جمی! پہلے تو چلو''۔

ہوا باز جمی جھاڑیوں میں سے نکلا اور ریت پر اوندھے منہ لیٹ گیا اور پھر اس نے گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل رینگ کر آگے بڑھنا شروع کر دیا۔

رینگتے رینگتے ہو چٹانوں کے پاس پہنچ گیا۔

اس کے بعد عنبر نے تھامس کو اشارہ کیا۔ تھامس بھی اسی طرح

ریت پر رینگتے رینگتے آخر چٹانوں کے پاس پہنچ گیا۔ پھر ایملی بھی ریت کا ساحل عبور کر گئی۔

سب سے آخر میں عنبر نے میدان پار کیا۔ وہ لوگ چٹانوں کی اوٹ میں ہو کر کھڑے تھے۔

عنبر نے جا کر انہیں اپنے پیچھے پیچھے چلنے کو کہا۔ عنبر انہیں چٹانوں میں گھما پھرا کر ایک غار کے سامنے لے گیا۔

اس غار کا منہ نیچا تھا اور اس میں سر جھکا کر جانا پڑتا تھا۔

''یہ غار کافی لمبی ہے''۔

غار میں پانی تھا۔ عنبر پانی میں داخل ہو گیا۔ پانی اس کے گھٹنوں تک آ گیا۔

''فکر نہ کرو۔ پانی آگے جا کر تھوڑا ہو جاتا ہے''۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تھامس، ایملی اور ہواباز بھی پانی میں داخل ہو گئے۔ سمندر کا پانی ٹھنڈا تھا۔

انہیں لے کر عنبر ذرا آگے گیا تو غار بائیں جانب گھوم گئی اور پانی بھی کم ہو گیا۔ کچھ دور جا کر پانی خشک ہو گیا۔ یہاں روشنی بالکل نہیں تھی۔

عنبر نے کہا۔

"آگے ایک چوکور کمرہ سا بن گیا ہے جس کی چھت اونچی ہے۔ کہتے ہیں کسی زمانے میں یہاں سمندری ڈاکو پناہ لیا کرتے تھے اور اپنا لوٹا ہوا مال چھپا کر رکھا کرتے تھے۔"

تھامس بولا۔

"یہ تو مجھے علی بابا کا غار لگتا ہے جس کے باہر جا کر وہ کھل جا سم

سم کہا کرتا تھا اور غار کا منہ کھل جایا کرتا تھا۔"

عنبر مسکرایا۔

"یہ علی بابا کے غار سے بھی زیادہ خطرناک غار ہیں کیونکہ یہاں جاپانی کسی وقت بھی حملہ کر سکتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی جا کر انہیں ہمارے بارے میں خبر کرے تو۔۔ ورنہ وہ اس جگہ سے واقف نہیں ہیں۔"

ایملی نے کہا۔

"عنبر بھائی تم تو کہتے تھے کہ یہ جگہ بڑی محفوظ ہے۔"

عنبر بولا۔

"صرف اس صورت میں کہ اگر جاپانیوں کو ہمارے بارے میں علم ہو جائے کیونکہ پھر یہاں سے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

آگے سے یہ غار بالکل بند ہو جاتا ہے"۔

تھامس نے کہا۔

"مگر یہاں ہوا تو بڑی تازہ آ رہی ہے؟ یہ ہوا کہاں سے آتی ہے؟"۔

عنبر بولا۔

"اس چٹان کی چھت میں کسی جگہ کچھ سوراخ پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ تازہ ہوا ان سوراخوں میں سے آتی ہے۔ میرا خیال ہے ہمیں آگے چلنا چاہیے"۔

عنبر ان لوگوں کو لے کر غار کے چوکور کمرے میں آ گیا۔ ہوا باز نے لائٹر جلایا تو معلوم ہوا کہ اس کی چھت اونچی ہے اور دیواروں کے پتھر ابھرے ہوئے ہیں۔

www.urdurasala.com

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

فرش پر بھی جگہ جگہ پتھر بکھرے پڑے تھے۔ لائٹر بجھ گیا۔

ہوا باز نے جیب سے ایک سفید رنگ کی ٹکیا نکال کر اسے آگ دکھائی۔

یہ ٹکیا دیئے کی طرح جلنے لگی۔ اب وہاں ہلکی ہلکی روشنی ہو گئی۔

یہ لوگ گڑھے سے اپنے ساتھ ناریل اور کچھ پھل بھی تھیلے میں بھر کر لے آئے تھے۔

ناریل کا پانی پینے کے لیے تھا۔ کیونکہ سمندر کا پانی کڑوا اور بھاری ہوتا ہے۔ وہ پی نہیں سکتے تھے۔

ہوا باز کے پاس اس علاقے کا نقشہ تھا۔

اس نے جیب میں سے نقشہ نکال کر روشنی میں پھیلا دیا۔ وہ پنسل لے کر بولا۔

www.urdurasala.com

"اس نقشے کے حساب سے ہم بحرالکاہل کے جنوب میں ہیں۔ یہاں سے مشرق میں جاپان کے علاقے ہیں۔" مغرب میں کوئی دو ہزار میل کے فاصلے پر آسٹریلیا ہے۔ اگر ہم یہاں سے کسی نہ کسی طرح کشتی پر بیٹھ کر نکل بھی جائیں تو ہم ایک چھوٹی سی کشتی میں دو ہزار میل کا فاصلہ آسانی سے طے نہیں کر سکیں گے۔

تھامس نے کہا۔

"کیا ہم جنگ ختم ہونے تک یہاں انتظار کریں گے؟"۔

ہواباز نے کہا۔

"نہیں۔ ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ مگر ابھی ہمارے سامنے کوئی ایسی ترکیب بھی نہیں ہے کہ یہاں سے فرار ہو سکیں"۔

ایملی نے آہ بھری۔

"مجھے تو ایسے لگتا ہے کہ اس غار میں ہماری قبریں بنیں گی"۔

"ہمیں ناامید نہیں ہونا چاہیے"۔

عنبر نے کہا۔

"کوئی نہ کوئی ترکیب سوچ لیں گے ہم لوگ۔ آپ گھبرائیں نہیں"۔

ہواباز بولا۔

"صرف ایک صورت ہماری یہاں سے بچ کر نکلنے کی ہو سکتی ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم کسی طرح جاپانیوں کا چھوٹا جنگی سیٹر چرا کر یہاں سے بھاگ نکلیں"۔

تھامس نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

"یہ بڑی مشکل بات ہے۔ جاپانی اتنے احمق نہیں ہیں کہ آسانی سے ایک جنگی سٹیمر ہمارے حوالے کر خاموش تماشائی بنے ہمیں دیکھتے رہیں گے"۔

اگر ہم ان کے نرغے سے نکل بھی گئے تو ان کے ہوائی جہاز بم مار مار کر ہمارے سٹیمر کو تباہ کر دیں گے۔

پھر ہماری لاشیں مچھلیاں کھائیں گی۔

ایملی سہم گئی۔

"میرے خدا"۔

عنبر نے کہا۔

"یہ کام آپ مجھ پر چھوڑ دیں"۔

ہوا باز نے کہا۔

"تم کیا کر لو گے۔ آخر تم بھی ہماری طرح کے انسان ہو۔ بلکہ تم کو تو فوجی باتوں کا مجھ سے زیادہ علم بھی نہیں ہے"۔

عنبر ہنسا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ میں بھی تمہاری طرح کا انسان ہوں اور فوجی باتیں بھی تم سے زیادہ نہیں جانتا۔ مگر پھر بھی میں آپ لوگوں کی جو مدد کر سکتا ہوں، وہ آپ نہیں کر سکتے بلکہ سوچ بھی نہیں سکتے۔

ہوا باز جھلا کر بولا۔

"میں نہیں مانتا۔ تم نے مجھے پناہ دی۔ تمہارا شکریہ۔ مگر تم مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں"۔

ایملی اور تھامس خاموشی سے ہوا باز کو تک رہے تھے۔ وہ عنبر کو

www.urdusaga.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

غیر معمولی طاقت دیکھ چکے تھے۔

انہیں معلوم تھا کہ عنبر کس قدر طاقت والا انسان ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ہواباز بہت غرور کی باتیں رہا ہے تو تھامس نے کہا۔

"مسٹر جی! اس بات کو یہیں ختم کیا جائے تو بہتر ہے کیونکہ ہم سب ایک ہی کشتی میں سوار ہیں اور ہمیں لڑائی جھگڑے کی بجائے آپس میں سلوک سے رہنا چاہیے"۔

عنبر سمجھ گیا کہ تھامس اور ایملی نہیں چاہتے کہ ہواباز سے الجھا جائے۔

چنانچہ وہ بھی خاموش رہا۔ رات انہوں نے کچھ سو کر باتیں کر کے گذار دی۔ صبح ہوئی تو کمرے میں چٹان کی چھت میں کہیں

سے ہلکی ہلکی روشنی آنے لگی تھی۔

کمرے میں روشنی ہوگئی۔ انہوں نے ناریل کا ناشتہ کیا۔ اب وہ جاپانی سٹیمر کے چرانے کے بارے میں مشورے کرنے لگے۔

ہواباز نے کہا۔

میں نے ہوائی جہاز میں اس جزیرے پر کئی چکر لگائے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہاں جزیرے کے جنوبی ساحل پر جاپانیوں کے چھوٹے جہاز ہر وقت کھڑے رہتے ہیں۔

ان جہازوں پر صرف ایک طیارہ شکن توپ لگی ہوتی ہے۔ اصل میں یہ چھوٹے سٹیمر گھوم پھر کر ہوائی جہاز کو مار گرانے کا کام کرتے ہیں۔

تھامس نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"ان جہازوں پر جاپانیوں کا زبردست پہرہ لگا ہوگا۔ ایسی صورت میں انہیں وہاں سے نکالنا بڑی مشکل بات ہوگی"۔

ہوا باز نے کہا۔

"یہ تو ٹھیک ہے مگر ہمیں ہر حالت میں ایک سٹیمر وہاں سے چرا لانا ہوگا"۔

ایملی بولی۔

"جب ہم میں سے کوئی سٹیمر اڑا لائے گا تو اس کی آواز آئی گی۔ جاپانی ہوشیار ہو جائیں گے"۔

ہوا باز نے کہا۔

"کوشش یہ ہونی چاہیے کہ سٹیمر کو کسی بڑے رسے کی مدد سے کھینچ کر لایا جائے تاکہ انجن چلنے کی آواز نہ آئے اور یہ کام رات

کے اندھیرے میں کیا جائے"۔

عنبر نے کہا۔

میرا خیال ہے مسٹر جی! تم اس کام کے لیے بالکل ٹھیک رہو گے۔ کیونکہ فوج اور جہازوں کے بارے میں تمہارا علم ہم سے زیادہ ہے۔

ہوا باز نے چونک کر عنبر کی طرف دیکھا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ اتنا مشکل کام اسے سونپا جائے گا۔

تھامسن نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم سب کو مل کر یہ کام کرنا چاہیے"۔

عنبر بولا۔

"سارے نہیں کر سکتے۔ صرف ایک آدمی کو یہ کام کرنا ہوگا اور

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہوا باز جمی سے زیادہ لائق آدمی اس وقت ہمارے پاس کوئی نہیں ہے"۔

ہوا باز سمجھ گیا کہ عنبر اسے پھنسانا چاہتا ہے۔

یہ کام میں ضرور کرتا اگر ان سمندوں کے بارے میں میرا کوئی تجربہ ہوتا۔ میں نے ہوائی جہاز میں ضرور یہاں کے چکر لگائے ہیں مگر اس جزیرے پر کبھی نہیں آیا۔

عنبر خاموش رہا۔ ایملی بھی خاموش تھی۔

تھامس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عنبر! یہ کام تم کیوں اپنے ذمے نہیں لے لیتے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"میں تو ایک کمزور انسان ہوں۔ مسٹر جمی بہت طاقت اور

تجربہ کار ہیں۔ بھلا ان سے زیادہ بہتر طریقے سے یہ کام دوسرا کون کر سکتا ہے؟"۔

ہوا باز نے گردن اونچی کر لی۔ اپنی تعریف سن کر وہ بڑا خوش ہو رہا تھا۔ ویسے بھی وہ عنبر کے مقابلے میں اپنے آپ کو بہت بلند خیال کر رہا تھا۔ وہ باتیں کر رہے تھے کہ ان کے پیچھے سے ایک سرخ رنگ کا لمبا سا سانپ نکل آیا۔

اس کا سر سیاہ تھا اور باقی جسم لال تھا جس پر سبز رنگ کے دھبے پڑے تھے۔

یہ سانپ اس جزیرے کا سب سے زہریلا سانپ تھا۔ کہتے ہیں یہ سانپ اگر کسی کو کاٹ لے تو وہ ایک منٹ کے اندر اندر مر جاتا ہے اور اس کا سارا جسم سرخ ہو جاتا ہے اور اس پر کالے دھبے

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پڑ جاتے ہیں۔

سانپ تھامس کے پیچھے جو پتھر تھا وہاں سے نکلا۔ ادھر اندھیرا تھا۔

تھامس کے پیچھے سے ہو کر سانپ آگے بڑھا تو راستے میں ہی امریکی ہوا باز جمی کا پاؤں آ گیا۔

جمی ہوا باز نے بے خیالی میں پاؤں بدلا تو وہ سانپ کی گردن پر پڑ گیا۔ بس پھر کیا تھا سانپ غصے سے پھنکارا۔

اس سے پہلے کہ اس کی پکار سن کر عنبر اسے پکڑتا سانپ نے ہوا باز کی پنڈلی پر کاٹا اور بھاگ کر اندھیرے میں گم ہو گیا۔

ایملی نے سانپ کو کاٹتے دیکھ لیا تھا۔

"سانپ!"۔

وہ چیخی۔

ہوا باز پنڈلی پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اس کے جسم میں سوئیاں سی چبھنے لگیں۔ اسے یوں لگا جیسے اس کی جان نکل رہی ہے۔

تھامس نے اس کی پنڈلی پر کپڑا لپیٹ دیا۔ عنبر نے پنڈلی کو دیکھا جہاں سانپ نے کاٹا تھا وہاں سے خون نکل رہا تھا۔ عنبر کو ناگ نے ایک منتر سکھا دیا تھا۔

جس کی مدد سے سانپ کے کاٹے کا علاج ہو جاتا تھا۔ بلکہ جو سانپ کاٹتا تھا وہ خود آ کر زہر چوس لیتا تھا۔

ہوا باز نے عنبر کی طرف دیکھا۔

عنبر نے کہا۔

"فکر نہ کرو مسٹر جمی! تم مرو گے نہیں"۔

www.urduraza.com

اور پھر عنبر نے پنڈلی کے زخم پر ہاتھ رکھ کر ناگ کا بتایا ہوا منتر پڑھنا شروع کر دیا۔

ہوا باز نا امید ہو چکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسے موت سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ تھامس اور ایملی کو البتہ کچھ یقین سا تھا کہ عنبر اسے موت کے منہ سے بچا لے گا۔ عنبر منہ ہی منہ میں ناگ کے بتائے ہوئے منتر پڑھ رہا تھا۔

ادھر سانپ ۔مندر کی طرف غار میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک اسے ایک جھٹکا سا لگا اور پیچھے کو بھاگا۔

یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی اسے زبردستی پیچھے کھینچ رہا ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے شیش ناگ دیوتا آن کھڑا ہو گیا اور بولا۔

"واپس جا کر جس شخص کو تم نے کاٹا ہے اس کا زہر چوس لو۔

جلدی کرو"۔

سانپ نے شیش ناگ دیوتا کو دیکھا تو کانپنے لگا۔

وہیں سے بجلی کی سی تیزی سے واپس ہو گیا۔ ادھر عنبر ہوا باز کی پنڈلی پر انگلی رکھے منتر پڑھے جا رہا تھا۔

غار کی ہلکی ہلکی روشنی میں ان لوگوں نے دیکھا کہ سرخ رنگ کا ایک سانپ دوڑا چلا آ رہا ہے۔

ایملی اور تھامس سانپ کو دیکھ کر بھاگ کر دیوار کے ساتھ لگے پتھروں پر چڑھ کر کھڑے ہو گئے۔

ایملی کا رنگ زرد ہو گیا۔ ہوا باز بھی لرز اٹھا کہ یہ پھر اسے ہلاک کرنے آ گیا ہے۔ عنبر خاموش تھا۔ اس نے پنڈلی کے زخم پر سے انگلی اٹھا دی۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سانپ نے قریب آ کر پھن اٹھایا اور زخم پر منہ رکھ دیا۔

ہوا باز کی چیخ نکل گئی۔

"یہ مجھے مار ڈالے گا"۔

"شی! خاموشی سے بیٹھے رہو"۔

عنبر نے کہا۔

سانپ نے زخم پر منہ رکھ کر سارے کا سارا زہر چوس لیا اور پھر عنبر کے آگے سر جھکا کر گویا سلام کر کے وہاں سے چلا گیا۔ سانپ کے جانے کے بعد ہوا باز کی حالت بہتر ہونے لگی۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

وہ عنبر کی طرف یوں دیکھنے لگا جیسے اس کے احسان کے بوجھ تلے دبا جا رہا ہو۔

اس نے عنبر کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"بھائی عنبر! مجھے معاف کر دینا۔ میں نے تمہارے بارے میں ایسی باتیں کہہ دی تھیں جو مجھے نہیں کہنی چاہیے تھیں۔ میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں"۔

تھامس اور ایملی مسکرا رہے تھے۔

عنبر نے کہا۔

"کوئی بات نہیں مسٹر جمی! ویسے انسان کو چاہیے کہ وہ کوئی بات منہ سے ایسی نہ نکالے کہ جس کے لیے اسے بعد میں پچھتانا پڑے"۔

ہوا باز نے کہا۔

"میں ساری زندگی تمہارا احسان نہیں بھولوں گا۔ تم نے میری

www.urdurasa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جان بچا کر مجھے خرید لیا ہے“۔

عنبر نے کہا۔

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ میرا فرض تھا جو میں نے پورا کیا“۔

اس کے بعد وہ سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔

آخر یہی فیصلہ ہوا کہ عنبر ہی ان کے فرار ہونے کا بندوبست کرے گا۔ دوپہر کو انہوں نے پھر ناریل کھائے۔ یوں انہیں غار میں رہتے تین دن ہو گئے۔

ایملی تو سورج کی روشنی اور آسمان دیکھنے کو ترس گئی۔ کھانے پینے کی چیزیں یعنی ناریل بھی ختم ہو گئے تھے۔ ویسے بھی وہ ناریل کھاتے کھاتے تنگ آ گئے تھے اور کمزور ہونے شروع ہو گئے

تھے۔

کیونکہ ناریل میں بھلا کتنی طاقت ہوتی ہے۔ چوتھے روز تھامس نے کہا۔

”عنبر بھائی! آخر ہم یہاں کب تک زندہ رہ سکیں گے۔ میرا تو خیال ہے کہ ہمیں اب یہاں سے کشتی پر ہی نکل چلنا چاہیے“۔

عنبر نے کہا۔

”یہ خطرناک بات ہوگی۔ یہاں ہمیں ناریل کا پانی تو مل رہا ہے۔ سمندر میں ہم پیاسے مر جائیں گے“۔

ہوا باز نے کہا۔

”کیا میں کوئی ہوائی جہاز نہیں چرا سکتا؟“۔

عنبر نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"اگر تم ہوائی جہاز چرا بھی لو تو اس کا پیچھا کیا جائے گا اور جاپانی جہاز اسے تباہ کر کے ہی دم لیں گے۔ یہاں جاپانیوں کا باقاعدہ ہوائی اڈہ ہے"۔

تھامس نے کہا۔

"پھر کیا کیا جائے؟"۔

عنبر بولا۔

میں آج رات پھر ساحل سمندر پر جا کر سٹیمر چرا کر لانے کی کوشش کروں گا۔ اگر مجھے دیر ہو جائے تو پریشان نہیں ہونا۔

آدھی رات کو عنبر غار سے نکل کر سمندر کے کنارے کنارے جزیرے کے اس علاقے کی طرف چل پڑا۔

جدھر جاپانیوں نے چھوٹے جنگی سٹیمر کھڑے کر رکھے تھے۔

کوئی دو گھنٹے بعد عنبر وہاں پہنچ گیا۔

اس نے ایک جگہ چھپ کر دیکھا۔ کنارے کنارے تین جہاز کھڑے تھے۔ ایک چھوٹا سٹیمر ذرا فاصلے پر اکیلا کھڑا تھا۔

عنبر نے سوچا کہ یہ جہاز چرایا جا سکتا ہے۔ مگر کس طرح؟ کیونکہ رسے کی مدد سے اس جہاز کو کھینچ کر لے جانا بچوں جیسی بات تھی۔

عنبر نے سوچا کہ اگر کسی طرح وہ اس جہاز پر پہنچ جائے اور عنبر نے سوچا کہ اگر کسی طرح وہ اس جہاز پر پہنچ جائے اور جہاز کے ڈرائیور کو قابو کر کے اسے کہا کہ جہاز کو آگے لے چلو تو کام بن سکتا ہے۔

بہر حال جہاز پر پہنچنا بہت ضروری تھا۔ عنبر چھپ چھپ کر چلتا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جہازوں کے پاس پہنچ گیا۔

اس کے پاس کوئی پستول وغیرہ نہیں تھا۔ یہاں اندھیرا تھا اور جہاز سمندر میں خاموش کھڑے تھے۔

جہاز چلتا رہا

عنبر دیر تک وہاں کھڑا جہازوں کو دیکھتا رہا۔

بڑے جہاز دور دور تھے۔ ان میں کہیں کہیں روشنی ہو رہی تھی۔

تین سٹیمر ایک جگہ کھڑے تھے۔ ایک سٹیمر سب سے الگ ایک جگہ کھڑا تھا۔ عنبر اس پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ پس وہ ریت پر رینگتا ہوا اس سٹیمر کی طرف رینگنے لگا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

آخر وہ سمندر کی لہروں کے پاس پہنچ گیا۔ سمندر سکون میں تھا۔

دور دور سے پانی کی لہریں آ کر ریت پر بچھ جاتیں اور پھر واپس چلی جاتیں۔ عنبر سٹیمر کے پیچھے آ گیا۔

اس نے پانی میں اتر کر سٹیمر کی دیوار کی طرف تیرنا شروع کر دیا۔ تیرتے تیرتے وہ سٹیمر کے پاس پہنچ گیا۔

یہ لوہے کی چھوٹی سی سیڑھی تھی۔

عنبر نے سیڑھی کو پکڑ لیا اور آہستہ آہستہ پاؤں رکھتا اوپر چڑھنے لگا۔

وہ جہاز کے ڈیک تک آ گیا تو اس نے جہاز کی دیوار کے اوپر سے سر نکال کر دیکھا۔ ڈیک پر کوئی بھی نہیں تھا۔ عنبر خاموشی

اور بڑی احتیاط کے ساتھ ڈیک پر چڑھ گیا اور تیزی سے چلتا ایک طرف لنگر ڈالنے والی مشین کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔

قریب ہی چھوٹی سی لوہے کی سیڑھی نیچے جاتی تھی۔ نیچے سٹیمر کا انجن روم تھا۔

تعجب کی بات یہ تھی کہ ڈیک پر کوئی سپاہی پہرہ نہیں دے رہا تھا۔

عنبر نے سوچا کہ سیڑھی اتر کر نیچے جایا جائے اور پھر سٹیمر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جائے۔

وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ سب سے پہلے وائرلیس سیٹ کو بھی قبضے میں لے لیا یا تباہ کر دینا ہو گا۔ کیونکہ وائرلیس کے ذریعے دوسرے جہازوں کو خطرے سے آگاہ کیا جا سکتا ہے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر ابھی نیچے اترنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ نیچے سے کسی کے اوپر آنے کی آواز آئی۔

عنبر مشین پر ڈالی ہوئی ترپال کے پیچھے ہو گیا۔ سیڑھی کے جنگلے پر ایک جاپانی نے ڈیک پر آ کر ٹہلنا شروع کر دیا۔ یہی شاید پہریدار تھا جو کسی کام سے نیچے گیا تھا اور اب واپس اپنی ڈیوٹی پر آ گیا تھا۔

عنبر اس کی حرکتوں کا جائزہ لینے لگا۔ وہ کچھ دیر چھوٹے سے ڈیک پر ٹہلتا رہا۔

پھر جنگلے پر جھک کر نیچے سمندر کے پانی کو تکنے لگا۔ پھر وہاں سے ہٹ کر ادھر آ گیا جہاں عنبر بیٹھا تھا۔

"ارے یہ مصیبت کس طرف سے آ رہی ہے"۔

عنبر نے سوچا۔

جاپانی عنبر کے بالکل قریب آ کر بیٹھ گیا۔ عنبر اور جاپانی سپاہی کے درمیان صرف ترپال کا پردہ تھا۔

عنبر کو جاپانی سپاہی کے سانس لینے کی آواز تک صاف سنائی دے رہی تھی۔ عنبر نے سوچا کہ اس طرح تو جاپانی سپاہی بھی اس کے سانس لینے کی آواز سن رہا ہو گا۔

عنبر نے کچھ دیر کے لیے سانس روک لیا۔ بدقسمتی سے ایک کالی بلی میاؤں میاؤں کرتی نیچے سے سیڑھیاں چڑھ کر آ گئی۔

جاپانی سپاہی نے اسے پچکار کر اپنے پاس بلا لیا۔

بلی میاؤں میاؤں کرتی جاپانی کے پاؤں میں آ کر لوٹنے لگی۔

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdufanz.com

اچانک بلی کو کسی دوسرے کی موجودگی کا بھی احساس ہوا۔اس نے منہ اوپر اٹھا کر گردن چاروں طرف گھمائی۔

میاؤں کیا اور پھر اچھل کر ترپال کی دوسری جانب جہاں عنبر چھپا تھا آ گئی۔اب بلی بالکل عنبر کے سامنے کھڑی اسے تک رہی تھی اور ہولے ہولے غرانے لگی تھی۔

ایسے لگتا تھا کہ اسے کسی اجنبی کی موجودگی کا احساس ہو گیا۔

"توشی!توشی!ادھر آؤ"۔

جاپانی سپاہی نے اسے آواز دی۔بلی تو اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہو رہی تھی۔

عنبر پریشان سا ہو گیا۔اب اسے چوکس رہنے کی ضرورت تھی۔کیونکہ جاپانی اس طرف آ سکتا تھا۔

PDF By princefdhamp@urdufanz.com
www.urduzaza.com

آخر وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا۔بلی زور سے غرائی۔اب جاپانی کو بھی خطرے کا احساس ہوا۔

وہ جلدی سے اٹھا اور ترپال کی دوسری جانب آ کر بلی کو دیکھنے لگا۔مگر بلی پر اس کی نظر بعد میں گئی۔

پہلے اس کی نظر عنبر پر پڑ گئی۔وہ ٹھٹکا حیران سا ہوا اور مشین گن چلانے ہی والا تھا کہ عنبر نے اچھل کر اس کی گردن دبوچ لی۔بلی غراتے ہوئے بھاگ گئی۔

جاپانی کی لاش عنبر نے ترپال کے پیچھے چھپا دی۔

پھر اس کی وردی اتار کر خود پہنی۔

سر پر جاپانی ٹوپی پہن کر اس کا چھجا نیچے جھکا لیا کہ کوئی آسانی سے پہچان نہ سکے۔

جاپانی زبان تو وہ روانی سے بول ہی لیتا تھا۔مشین گن ہاتھ میں لے کر عنبر سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گیا۔

نیچے اسے کوئی انسان دکھائی تو نہ دیا۔تنگ سا راستہ تھا جس کی دونوں جانب دو کیبن تھے۔

ان کے دروازے بند پڑے تھے۔عنبر سیدھا انجن روم کی طرف آ گیا۔یہاں ایک انجینئر انجن کے پینل کے سامنے بیٹھا سو رہا تھا۔

عنبر نے اس کو دبوچ کر اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا۔

جاپانی انجینئر آنکھیں کھولے اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔عنبر انجن چلانا جانتا تھا۔

اب وہ سوچنے لگا کہ انجن چلائے یا نہیں؟۔

کیونکہ انجن چلانے سے وہاں شور پیدا ہو سکتا تھا۔لیکن عنبر اس سنہری موقع کو ہاتھ سے جانے بھی نہیں دینا چاہتا تھا۔

اس وقت سارے سٹیمر پر اس کا قبضہ تھا۔پھر وہ کیا کرے؟۔

پھر اسے خیال آیا کہ اگر وہ کم رفتار پر انجن کو سٹارٹ کر دے تو اس کی آواز زیادہ دور تک نہیں جا سکتی۔

ویسے بھی یہ سٹیمر دوسرے سٹیمروں سے جہازوں سے کافی فاصلے پر تھا۔

عنبر نے اسی فیصلے پر عمل کیا۔اس نے انجن کی سپیڈ کو آخری نقطے پر لا کر بٹن دبا دیا۔

بڑی ہلکی ہلکی گرٹ گرٹ کی آواز آئی اور سٹیمر نے آہستہ آہستہ چلنا شروع کر دیا۔

www.urdufanza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر نے اسے دائیں طرف موڑ دیا۔ رات کے اندھیرے میں سٹیمر چلتا ہوا سمندر کے اس علاقے میں آ گیا جہاں چٹانیں تھیں اور ایملی وغیرہ چھپے ہوئے تھے۔

انہوں نے غار میں بیٹھے بیٹھے جب سٹیمر کی دھیمی دھیمی آواز سنی تو وہ بھاگ کر غار سے باہر آ گئے۔

بیچ بیچ ایک چھوٹا سٹیمر سمندر میں ان کے سامنے کھڑا تھا۔

عنبر نے انجن بند کر دیا۔

ایملی، تھامس اور ہواباز نے سمندر میں چھلانگ لگا دی اور تیرتے ہوئے سٹیمر تک آ گئے۔

انہوں نے ڈیک پر عنبر کو دیکھ لیا تھا۔ عنبر نے سیڑھی لگا دی۔

یہ سب کے سب سیڑھی پر چڑھ کر اوپر ڈیک پر آ گئے۔

ہواباز نے عجیب نظروں سے عنبر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"عنبر! تم نے کمال کر دیا۔ واقعی کمال کر دیا"۔

عنبر نے کہا۔

"اب جلدی سے نیچے آ جاؤ۔ ڈیک پر جاپانی ہمیں دیکھ لیں گے"۔

سب نیچے آ گئے۔ یہاں انہوں نے ایک جاپانی سپاہی کو دیکھا جس کی مشکیں کسی ہوئی تھیں اور منہ پر کپڑا ٹھنسا ہوا تھا۔

ایملی نے پوچھا۔

"اسے یہاں کیوں رکھا ہوا ہے عنبر؟"۔

"اسے ابھی سمندر میں پھینکتے ہیں"۔

جاپانی سپاہی نے یہ سنا تو اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ عنبر نے

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سٹیمر کا انجن چلا دیا تھا۔

ابھی تک سٹیمر ہلکی رفتار پر چلا جا رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ رات کے اندھیرے میں ساحل سے دور ہو رہے تھے۔

خطرہ ان کے سروں پر منڈلا رہا تھا۔ وہ چاروں طرف سے دشمنوں سے گھرے ہوئے تھے۔ سارا سمندر جاپانیوں کے قبضے میں تھا۔

ہوا باز، تھامس اور عنبر کمپاس اور نقشہ لے کر کیبن میں بیٹھے غور کر رہے تھے کہ انہیں کس طرف سے سٹیمر کو بچا کر لے جانا چاہیے۔

ہوا باز کہہ رہا تھا۔

"رات تھوڑی سی باقی ہے۔ ابھی کوئی دم میں دن چڑھ جائے

گا۔"

ہمیں دن چڑھنے سے پہلے پہلے یہاں سے نکل جانا ہو گا۔ ورنہ صبح کی روشنی میں ہم بڑی آسانی سے پکڑے جائیں گے۔

تھامس نے کہا۔

"سوال یہ کہ ہمیں یہاں سے کتنی دور جانے کے بعد اپنے آپ کو محفوظ کرتا ہو گا؟"۔

ابھی کوئی سو میل کے فاصلے پر ہم محفوظ ہوں گے۔ لیکن ایک بات کا خیال ہمیں ہر وقت رکھنا ہو گا کہ اس جزیرے پر جاپانیوں کا ہوائی اڈہ بھی ہے۔

جہاں ان کے تین چار جہاز اور ایک ہیلی کاپٹر موجود ہے۔

انہیں صبح پتہ چل جائے گا کہ سٹیمر غائب ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر کے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ذریعے اس کی تلاش میں نکلیں گے۔ چنانچہ وہ سمندر میں کسی مقام پر بھی ہمیں آ لیں گے۔

عنبر نے کہا۔

"تو پھر تو ہم ہر وقت خطرے میں ہوں گے"۔

"بے شک! جاپانی بمبار جہاز سمندر میں سو میل کے فاصلے پر بھی آ کر ہم پر بمباری کر کے ہمیں تباہ کر سکتے ہیں"۔

تھامس نے کہا۔

"چاہے کچھ بھی ہو ہمیں سٹیمر پر ہی سفر کرنا ہوگا"۔

ایملی نے کہا۔

"ہم کو رفتار تیز کر دینی چاہیے"۔

"ہم جتنی بھی رفتار تیز کر لیں، صبح ہونے تک اس جزیرے

سے زیادہ دور نہیں ہوں گے"۔

عنبر نے آخر میں کہا۔

"جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں انجن کو پوری رفتار پر چھوڑ رہا ہوں"۔

اور اس نے انجن کو پوری رفتار پر کر دیا۔

سٹیمر سمندر کے پانی کو چیرتا ہوا تیز رفتاری سے آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

اب رات ڈھلنا شروع ہو گئی تھی۔ صبح کی ہلکی ہلکی روشنی پھیلنے لگی تھی۔ سٹیمر سمندر میں آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا۔

آخر سورج نکل آیا۔ سمندر پر چاروں طرف روشنی ہی روشنی پھیل گئی تھی۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اب خطرے زیادہ ہو گیا تھا۔ کیونکہ ان کا سٹیمر دوربین کے ذریعے دور سے دیکھا جا سکتا تھا۔

عنبر نے کہا۔

"ہم جزیرے سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ کم بخت یہاں سے وہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں"۔

ہواباز دوربین لگائے پہلے دیکھ رہا تھا کہ کہیں کوئی جاپانی سٹیمر ان کا پیچھا تو نہیں کر رہا؟ اوپر آسمان پر بھی کوئی ہوائی جہاز نہیں تھا۔

ہواباز کو ساحل پر جاپانیوں کے بحری جہاز دوربین سے صاف نظر آ رہے تھے۔

اس نے دوربین عنبر کو دیتے ہوئے کہا۔

"کاش! اس کی رفتار زیادہ ہو سکتی"۔

تھامس نے کہا۔

"اگر جاپانی جہاز لے کر آ گئے تو ہم طیارہ شکن گولیوں سے انہیں مار گرائیں گے"۔

ہواباز بولا۔

"تھامس صاحب! جاپانیوں کی توپ سے نکلا ہوا ایک ہی گولہ ہمارے سٹیمر کو سمندر کی تہہ میں بٹھا دے گا"۔

ادھر کی سنیئے۔

صبح ہوئی تو جاپانیوں نے دیکھا کہ ایک سٹیمر غائب ہے۔ فوراً خطرے کا الارم بج گیا۔

اسی وقت ہیلی کاپٹر اڑا دیا گیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سب سے پہلے ہیلی کاپٹر کی آواز ایملی نے سنی۔ اس نے شور مچا دیا۔

"جاپانی آ گئے"۔

بندھا ہوا جاپانی یہ سن کر بڑا خوش ہوا۔ کیونکہ اب وہ آزاد ہو جائے گا۔

ہوا باز، عنبر اور تھامس نے ایملی کی چیخ و پکار سنی تو جلدی سے ڈیک پر آ گئے۔

آسمان پر دیکھا تو دور ایک فوجی جاپانی ہیلی کاپٹر ان کی طرف بڑھا آ رہا تھا۔

"جاپانی آ گئے۔ توپ کا منہ اوپر کر دو"۔

ہیلی کاپٹر میں بیٹھے ہوئے جاپانیوں نے بھی سٹیمر کو دیکھ لیا تھا۔

120 وحشی جلاد (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 73)

انہوں نے رفتار تیز کر دی اور سٹیمر کے سر پر آ کر دو چکر لگائے اور تین بم نیچے گرا دیے۔

خوش قسمتی سے ایک بھی بم سٹیمر پر نہ گرا۔ بم پانی میں گرے جہاں ہلکے ہلکے دھماکے ہوئے اور پانی اچھل کر سٹیمر کے ڈیک پر گرا۔

یہ دستی بم تھا۔

ہیلی کاپٹر سے سٹیمر پر فائرنگ شروع ہو گئی۔ گولیوں نے سٹیمر کی چھت کے پرخچے اڑا دیے۔

ایک مستول گر پڑا۔ فرش دو جگہوں سے اکھڑ گیا۔ نیچے سے ہوا باز نے طیارہ شکن توپ چلانی شروع کر دی۔

اس گن کی لمبی گولیاں ہیلی کاپٹر کے پیٹ میں جا کر لگیں

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اوراس میں سوراخ ہوگیا۔

ہیلی کاپٹر اوپر کو اڑا۔توپ میں سے گولیوں کی ایک بوچھاڑ اور نکل کر ہیلی کاپٹر کے پیٹ میں دائیں پہلو پر لگی۔اس جگہ پٹرول کی ٹینکی تھی۔

ٹینکی پھٹ گئی اور ہیلی کاپٹر کو آگ لگ گئی۔

ہیلی کاپٹر شعلہ بن کر سمندر میں گر پڑا۔

ایملی اور تھامس نے تالیاں بجائیں۔

بندھے ہوئے جاپانی کا منہ لٹک گیا۔سٹیمر سمندر میں چلتا رہا۔

”آخر ہم نے اسے مار گرایا“۔

ایملی نے خوش ہو کر کہا۔

عنبر بولا۔

”وہ پھر آئیں گے۔اور اس دفعہ وہ ہوائی جہاز لے کر آئیں گے اور ان کے بم بھی بڑے ہوں گے۔شاید وہ بم اس سٹیمر کو اپنے ساتھ ہی سمندر کے نیچے لے جائے۔اس لیے ہمیں زیادہ خوش نہیں ہونا چاہیے بلکہ سوچنا چاہیے کہ کیا کریں؟“۔

ہوا باز نے کہا۔

”عنبر! ہم سوائے سٹیمر کو سمندر میں چلائے رکھنے کے اور کیا کر سکتے ہیں!“۔

”ٹھیک ہے۔ٹھیک ہے۔سٹیمر چلتا رہنا چاہیے“۔

اور جہاز چلتا رہا۔

لیکن ہیلی کاپٹر کے حادثے کے کوئی آدھ گھنٹے بعد ہی نیلے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

آسمان پر ایک جاپانی بمبار طیارہ غوطہ مار کر نکل گیا۔

گڑگڑاہٹ کی زوردار گرج سنائی دی اور عنبر نے ڈیک پر آ کر ہوا باز سے کہا۔

"طیارہ شکن توپ تیار رکھو۔ جاپانی طیارہ دوسری بم گرائے گا"۔

اور ایسا ہی ہوا۔ پہلی بار جاپانی جہاز نے جھک کر غوطہ لگایا تھا اور نشانہ دیکھا تھا۔

اب وہ دور سے غوطہ لگا کر آیا اور سٹیمر کے اوپر سے گذرتے ہوئے بم گرا کر نکل گیا۔ بم کافی بڑا تھا مگر خوش قسمتی سے سٹیمر سے کافی فاصلے پر جا کر گرا۔

سمندر میں ایک زبردست دھماکہ ہوا اور پانی کی سوفٹ اچھل

کر رہ گیا۔

سٹیمر جھولنے لگا۔

جاپانی جہاز ایک بار پھر آ رہا تھا۔ عنبر نے ایملی اور تھامس کو نیچے پہنچا دیا تھا۔

اس نے چیخ کر کہا۔

جمی! توپ کا منہ اوپر کرو۔ جہاز آ رہا ہے۔ جانے نہ پائے"۔

جمی ہوا باز بننے سے پہلے طیارہ شکن توپ کا کورس بھی پورا کر چکا تھا۔

اس کا نشانہ بڑا درست تھا۔ جاپانی جہاز غوطے میں چلا آ رہا تھا۔ جب وہ سٹیمر کے اوپر سے گذرا تو ہوا باز جمی نے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

گولیاں سیدھی جہاز کے پروں پر جا کر لگیں اور پٹرول کی ٹینکی میں آگ لگ گئی۔

جاپانی جہاز سیدھا آگ کا شعلہ بن کر سمندر میں غرق ہو گیا۔

ایملی، ہوا باز جمی اور تھامس بڑے خوش ہوئے۔ عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا کہ کم از کم یہ بلا تو دور ہوئی۔

باقی جو کچھ ہو گا اس سے بھی نپٹنے کی کوشش کی جائے گی۔

جاپانی بمبار جہاز کو گرا لینا ایک بڑا کارنامہ تھا۔ ورنہ اس کا ایک بم سٹیمر پر پڑ جاتا تو سٹیمر کے ان سب لوگوں پرخچے اڑ جاتے۔ اب ان کا سٹیمر کافی دور کھلے سمندر میں نکل آیا۔

جزیرہ بہت پیچھے رہ گیا تھا۔

عنبر نے ہوا باز سے اپنے اس خیال کو ظاہر کیا کہ شاید جاپانی

اب تعاقب نہ کریں کیونکہ وہ چھوٹے سٹیمر کے لیے پہلے ہی ایک ہیلی کاپٹر اور ایک جہاز کی قربانی دے چکے ہیں۔

"تمہارا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جاپانی جاپانی ہوتے ہیں۔ تم ان کی فطرت سے واقف نہیں ہو۔ وہ ایک سٹیمر کے لیے اپنی ساری نیوی تباہ کرا سکتے ہیں مگر اس سٹیمر کو نہیں چھوڑیں گے۔ ہاں۔ وہ اپنی مرضی سے اسے چھوڑ دیں تو الگ بات ہے۔"

آدم خور

جزیرہ بہت دور رہ گیا تھا۔

عنبر جی اور تھامس کیبن میں نقشہ لے کر بیٹھے تھے۔ ایملی کچن میں کھانا تیار کر رہی تھی۔

انہوں نے اندازہ لگایا تھا کہ ان کے پاس سٹیمر میں ہفتے بھر کی خوراک موجود ہے۔

یعنی اگر وہ دن میں ایک بار کھانا کھائیں اور صبح شام دو دو

بسکٹ اور پانی پر گذارہ کریں تو چودہ دن بھی نکال سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ دن میں صرف ایک بار یعنی دوپہر کو کھانا کھائیں گے۔

پانی کے دو بڑے ڈرم پڑے تھے۔ یہ پانی بڑی آسانی سے دس پندرہ دن تک کام دے سکتا تھا۔

ایملی کھانا لے کر آئی تو وہ لوگ نقشے پر جھکے ہوئے تھے۔ عنبر کہہ رہا تھا۔

"ہم سوائے آسٹریلیا کے اور کسی طرف نہیں جا سکتے۔ وہی ایک ملک ہے جہاں ہمیں پناہ مل سکتی ہے۔"

ہوا باز نے کہا۔

"ہمارا ایک طیارہ بردار جنگی جہاز اس سمندر میں پھر رہا ہے۔"

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

افسوس کہ اس سٹیمر میں وائرلیس سیٹ نہیں ہے۔ ورنہ ہم جہاز سے ملاپ کر سکتے تھے۔ اسی جہاز سے میں اپنا طیارہ لے کر اڑا تھا"۔

تھامس نے کہا۔

"کم بخت اس سٹیمر پر وائرلیس سیٹ کون اٹھا کر لے گیا"۔

عنبر بولا۔

"اب یہ ہماری بدقسمتی تھی کہ اس سٹیمر کا وائرلیس سیٹ مرمت ہونے کے لیے گیا ہوا تھا"۔

ابھی وہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ اچانک وہ جاپانی سپاہی اندر داخل ہوا جس کی مشکیں کس کر انہوں نے کیبن میں ڈال رکھا تھا۔ اس جاپانی نے کسی طرح سے اپنی مشکیں کھول لی تھیں اور

پتلون کے اندر چھپایا ہوا خفیہ پستول نکال کر ہاتھ میں تھام رکھا تھا۔

"ہینڈز اپ!"۔

جاپانی نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا۔

عنبر نے خالص جاپانی زبان میں کہا۔

"تم اپنی موت کو آواز دے رہے ہو۔ تم ہم میں سے زیادہ سے زیادہ ایک آدمی کو ہلاک کر سکو گے۔ باقی تم پر قابو پا لیں گے اور تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے"۔

جاپانی سپاہی نے چونک کر عنبر کی طرف دیکھا۔

"تم جاپانی جانتے ہو؟ کیسے؟"۔

"میں ساری زبانیں جانتا ہوں۔ بہرحال تمہاری بھلائی اسی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

میں ہے کہ پستول میرے حوالے کر دو ۔ ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے ۔ تم ہمارے قیدی ہو گے“۔

”جاپانی نے غرا کر کہا“۔

”تم ذلیل دشمن ہو۔ میں خود بھی مر جاؤں گا مگر تم کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں تم میں سے ایک کو مار کر مروں گا“۔

عنبر جاپانی کے سامنے آ گیا۔

”تو پھر یہ لو۔ مجھے ہلاک کر لو“۔

عنبر جاپانی کی طرف بڑھتا گیا۔

جاپانی پیچھے ہٹا۔

”رک جاؤ۔ میں گولی مار دوں گا“۔

عنبر نے کہا۔

”مارو گولی۔ مارتے کیوں نہیں۔ ذلیل، بزدل، کمینے!“۔

عنبر دراصل جاپانی کو تاؤ دلا رہا تھا۔ اور یہی ہوا جاپانی نے غصہ کھا کر پستول کا فائر کر دیا۔

ہوا باز جمی نے چھلانگ لگا کر جاپانی کو دبوچ لیا۔ اور پستول چھین لیا۔

پھر وہ پریشانی کے عالم میں عنبر کی طرف لپکا۔

”کاش! عنبر تم اپنی جان ہم پر قربان نہ کرتے“۔

آہ! تم نے یہ کیا کر دیا۔

کیونکہ ہوا باز جمی کی آنکھوں کے سامنے جاپانی کے پستول سے نکلی ہوئی گولی عنبر کے سینے میں لگی تھی۔

اب جو وہ دیکھتا ہے تو عنبر اس کے سامنے بڑے سکون سے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کھڑا مسکرا رہا ہے۔

پھر اس نے جھک کر فرش پر گری ہوئی وہ گولی اٹھائی جو اس کے سینے پر لگی تھی اور پھر نیچے گر پڑی تھی۔

ہوا باز جمی کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ اگرچہ ایملی اور تھامس کو حیرانی نہیں تھی۔

کیونکہ اس سے پہلے وہ عنبر کا یہ کرشمہ دیکھ چکے تھے۔ ہوا باز جمی نے جاپانی کو کرسی کے ساتھ باندھ دیا۔

جاپانی بھی عنبر کو تعجب کے ساتھ تک رہا تھا کہ اس پر گولی کا اثر کیوں نہیں ہوا۔

ہوا باز جمی عنبر کے قریب آ گیا۔ اس نے عنبر کے سینے پر وہ جگہ دیکھی جہاں گولی لگی تھی۔

وہاں یوں لگتا تھا جیسے کہیں گولی لگی ہی نہیں۔ بس قمیض پر ہلکا سا دھبے کا نشان تھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"بس کبھی کبھی ہو جایا کرتا ہے۔ اس جاپانی کو سمندر میں پھینک دو۔"

یہ دوبارہ حملہ کرے گا۔ اور ضرور نہیں کہ ہر بار میں ہی اس کی گولی کا نشانہ بنوں۔

ہوا باز نے جاپانی کو کرسی سمیت اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔

سٹیمر خاصی رفتار کے ساتھ بہا جا رہا تھا۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ہوا باز جمی نے عنبر سے ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں اور

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

پھر پوچھا۔

"عنبر مجھے ضرور بتاؤ کہ یہ کیسے ہو گیا کہ تمہیں گولی نہیں لگی۔ کیا تم اپنے سینے میں کوئی لوہے کی چادر چھپا رکھی تھی؟"۔

عنبر مسکرایا۔

"ہاں! میں نے لوہے کی چادر سینے کے ساتھ باندھ رکھی تھی"۔

ہواباز نے کہا۔

"نہیں نہیں تو جھوٹ بول رہے ہو۔ ایسا نہیں تھا۔ میں نے خود دیکھا تھا۔ تمہاری قمیض کے اندر کچھ نہیں تھا۔ کیا تم مجھ پر یہ راز افشا نہیں کرو گے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"یہ ایک راز ہے جمی! گہرا راز! میں تم پر اسے ہرگز ہرگز نہیں کھول سکتا"۔

بہتر یہی ہے کہ آئندہ اس سلسلے میں مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا۔

ہواباز جمی خاموش ہو گیا۔

رات آ گئی۔ سمندر پر سکون تھا۔ سٹیمر میں تیل انہوں نے چیک کر لیا تھا۔

تیل زیادہ سے زیادہ تین دن اور چل سکتا تھا۔ انہیں سب سے بڑی پریشانی یہی تھی کہ جب تیل ختم ہو گیا تو پھر وہ کیا کریں گے؟۔

ظاہر ہے پھر سٹیمر سمندر میں لہروں کے رحم و کرم پر ہو گا اور

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

لہریں اسے واپس بھی لے جا سکتی ہیں۔

دن نکل آیا۔ چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔ نقشے کے حساب سے وہ بالکل ٹھیک جا رہے تھے۔

دوسرا دن بھی گذر گیا۔ تیل ختم ہونے کا غم برابر بڑھ رہا تھا۔

تیسرا دن گذرنے لگا۔ وہ ڈیک پر کھڑے ہو کر دور دور تک نگاہ دوڑاتے کہ شاید کہیں کوئی اپنا جہاز نظر آ جائے۔ ہوا باز جمی کو امید تھی کہ امریکہ کا طیارہ بردار جنگی جہاز ان سمندروں میں کہیں نہ کہیں ضرور مل جائے گا۔

کیونکہ وہ اسی سمندر میں گشت لگا رہا تھا۔ سارا دن گذر گیا۔ نہ زمین کا کنارہ دکھائی دیا اور نہ کوئی بحری جنگی جہاز ہی نظر آیا۔

شام کے وقت سٹیمر کے انجن کے جھٹکے کھاتے شروع کر

دیئے۔

جمی، تھامس اور عنبر نے ایک دوسرے کی طرف پریشانی سے دیکھا۔

سب کے چہرے پر ایک ہی خیال تھا کہ تیل ختم ہو رہا ہے وہ انجن کے پاس گئے۔

ٹینکی کھول کر دیکھی۔ تیل صرف اتنا رہ گیا تھا کہ وہ سمندر میں زیادہ سے زیادہ چھ سات میل تک جا سکتے تھے۔

اور وہی ہوا۔ ساتویں میل پر جا کر سٹیمر نے غڑاپ غڑاپ کی دو تین آوازیں نکالیں اور اس کا انجن بند ہو گیا۔

انجن کے بند ہوتے ہی سٹیمر کھڑا ہو گیا۔ اور سمندر کی لہروں پر ڈولنے لگا۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

”یہ تو ایک نہ ایک دن ہونا ہی تھا۔ اس کا افسوس کرنا فضول ہے“۔

ہوا باز جمی نے کہا۔

تھامس بولا۔

تمہارا خیال بالکل درست ہے مگر سوال یہ ہے کہ اب کیا ہو گا۔ اس سٹیمر پر اب ہمارا اختیار نہیں ہے۔ اس پر اب سمندر کی لہریں حکومت کریں گی۔

یہ جس طرف بھی جائے گا۔ ہمیں اس کے ساتھ جانا پڑے گا۔ اگر ہم اسے اپنی مرضی کے مطابق چلانا چاہیں تو نہیں چلا سکیں گے۔

ایملی بہت غم زدہ تھی۔

اس نے آہ بھر کر کہا۔

”کہیں یہ سمندر ہمیں اپنے اندر گم تو نہیں کر لے گا؟“۔

تھامس نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”دل ہلکا نہ کرو ایملی! اگر خدا نے ہماری زندگی ابھی لکھی ہے تو یہ سمندر ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا“۔

جمی نے دوربین لگا کر سمندر میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی پھر اس نے سر کو دو تین بار ناامیدی سے ہلا کر دوربین عنبر کو تھما دی۔

عنبر نے دوربین لگا کر دیکھا۔

چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔ امید کی کوئی کرن کسی جگہ بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

رات کا کھانا تو وہ کئی روز سے نہیں کھا رہے تھے۔ ایملی نے

www.urdufasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بغیر دودھ کے چائے بنائی۔ دو دو بسکٹ ہر ایک کے لیے پلیٹ میں رکھے اور میز پر لا کر رکھ دیئے۔

چاروں نے مل کر بڑی بے دلی سے چائے پی اور بسکٹ کھائے۔ سٹیمر سمندر میں لہروں پر ایک طرف بہا چلا جا رہا تھا۔ جمی نے کمپاس یعنی قطب نما جیکٹ کی جیب سے نکال کر دیکھا اور کہا۔

''ہم اصلی راستے سے ہٹ گئے ہیں۔ اس وقت ہم قطب شمالی سے تین ڈگری نیچے کی طرف جا رہے ہیں''۔

تھامس نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

بھائی چاہے جتنی ڈگری نیچے ہو جائے اب تو ہم ان لہروں کے رحم و کرم پر ہیں۔

یہ جدھر لے جائیں ادھر ہی جانا پڑے گا۔ دعا کرو کہ یہ

ہمیں واپس جاپانیوں کے جزیرے میں نہ لے جائے۔

جمی بولا۔

''ادھر یہ سٹیمر نہیں جا رہا۔ کم از کم میرا قطب نما تو یہی کہہ رہا ہے''۔

کچھ دیر ڈیک پر بیٹھا سمندری ہواؤں میں زمین کی خوشبو سونگھنے میں ناکام کوشش کرتا رہا۔

پھر وہ نیچے آ گیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ سٹیمر لہروں پر جھکولے کھا رہا تھا جس کی وجہ سے ایملی کی طبیعت خراب ہو رہی تھی۔

رات آدھی گذر گئی ہو گی کہ عنبر کیبن سے نکل کر اوپر ڈیک پر آ گیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دوربین اس کے پاس تھی۔اس نے رات کو دوربین میں سے دیکھنے کی کوشش کی۔

اسے کچھ نظر نہ آیا۔دوربین اس نے گلے میں لٹکائی اور جھک کر سمندر میں تکنے لگا۔

لہریں سٹیمر کو ایک طرف جھکائے بہائے لیے جا رہی تھی۔عنبر کو اس وقت ناگ اور ماریا کا خیال آ گیا۔وہ انہیں یاد کر کے اداس ہو گیا۔

ناگ کہاں ہوگا؟۔

ماریا کہاں ہوگی؟۔

کم بخت میں کن لوگوں میں آ کر پھنس گیا ہوں۔اب ان کو اکیلا چھوڑ ابھی نہیں جا سکتا یہ تو مر جائیں گے۔

یہی سوچتے سوچتے عنبر نیچے آ گیا۔ایملی کی طبیعت زیادہ خراب ہو رہی تھی۔

عنبر نے اسے ایک دوائی پلائی جس کے بعد اسے نیند آ گئی اور وہ سو گئی۔

سمندر میں ان کو سفر کرتے دس روز ہو گئے تھے۔آسمان پر بادل آ گئے اور بارش ہونے لگی۔

انہوں نے پانی کے خالی ڈرم لا کر ڈیک پر رکھ دیئے۔موسلا دھار بارش نے ڈرم بھر دیئے۔وہ انہیں اٹھا کر نیچے لے گئے۔

رات کو تیز ہوائیں چلنے لگیں۔جن کی وجہ سے سٹیمر نے جھکولے کھانے شروع کر دیئے۔

تھامس نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

"لنگر پھینک دو۔ رولنگ ختم ہو جائے گی"۔

عنبر نے کہا۔

"یہاں سمندر بڑا گہرا ہے۔ لنگر کسی جگہ نہ اٹک سکے گا"۔

ساری رات طوفان شور مچاتا رہا۔

دن چڑھا تو طوفان تھم چکا تھا۔ دن کی روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ دور ایک کالی لکیر نظر آ رہی ہے۔

جمی نے خوش ہو کر چلا کر کہا۔

"زمین آ گئی۔ او وہ دیکھو سامنے کالی لکیر"۔

عنبر، تھامس اور ایملی نے بھی شوق سے اس کالی لکیر کو دیکھا۔

عنبر بولا۔

"کیا معلوم یہ دشمن کا جزیرہ ہے یا دوست کا!"۔

تھامس نے کہا۔

"نقشے پر اس جزیرے کا کہیں نام و نشان نہیں ہے۔ خدا جانے یہ جزیرہ مونگے کا ہے یا چٹانیں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ سمندر سے سر نکالے کھڑی ہیں"۔

ہوا باز جمی کہنے لگا۔

"دوپہر تک ہم اس کالی لکیر کے پاس پہنچ جائیں گے"۔

دوپہر کے وقت لکیر کافی صاف ہو گئی تھی۔ سٹیمر کو لہریں اس جزیرے کی طرف بڑی تیزی سے بہائے لیے جا رہی تھیں۔ اب انہیں سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ سٹیمر ساحل کی چٹانوں سے ٹکرا کر تباہ ہو جائے گا۔

سیاہ لکیر اب درختوں میں تبدیل ہو گئی تھی۔ یہ کسی جزیرے

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کے درخت تھے جو کنارے دور تک چلے گئے تھے۔

چٹانیں دور پرے رہ گئی تھیں۔ سٹیمر ساحل کے ساتھ ساتھ اگی ہوئی اونچی اونچی دلدلی جھاڑیوں میں جا کر رک گیا۔ وہ ذرا ٹیڑھا ہو گیا۔

عنبر نے کہا۔

"نیچے اترنے سے پہلے اطمینان کر لینا ہو گا کہ اس جزیرے پر کون لوگ رہتے ہیں"۔

جمی نے کہا۔

"یہ کس طرح معلوم کیا جائے؟ مجھے تو اس کا ویران ساحل دیکھ کر یقین سا ہو رہا ہے کہ یہاں کوئی انسان آباد نہیں ہے"۔

تھامس بولا۔

"اتنا ذرخیز اور درختوں سے بھرا ہوا جزیرہ کبھی بے آباد نہیں ہو سکتا۔ یہاں آدمی ضرور رہتے ہوں گے چاہے وہ آدم خور ہی کیوں نہ ہوں"۔

"آدم خور!"۔

ایملی نے چیخ مار کر کہا۔

جمی نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

"ایملی بہن! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ ان علاقوں میں آدم خوروں کا کہیں نام و نشان تک نہیں ہے۔ بے فکر رہو"۔

ایملی نے سہم کر کہا۔

"آدم خوروں کا کوئی پتہ نہیں ہوتا۔ میں نے پڑھ رکھا ہے کہ

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

وہ اس قسم کے جزیروں پر ہوتے ہیں"۔

عنبر نے پوچھا۔

"کس قسم کے جزیروں پر؟"۔

ایملی ڈرتے ڈرتے بولی۔

"اس قسم کے جزیروں پر کہ جہاں سمندری طوفان کے بعد جہاز کنارے پر لگتا ہے اور وہاں آدم خور نکل کر انہیں ہڑپ کر جاتے ہیں"۔

جمی نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔

تھامس کو اس وقت جمی کا قہقہہ بڑا ناگوار گذرا۔ عنبر نے بھی محسوس کیا کہ اس وقت جمی کو خوشی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ان

بے چاروں کی جان پر بنی تھی اور وہ قہقہے لگا رہا تھا۔ لیکن بعد میں جمی نے بتایا کہ وہ قہقہے لگا کر نفسیاتی طور پر ان کے سر کا بوجھ ہلکا کر رہا تھا۔

عنبر نے کہا۔

"ہمارا اسٹیمر اسی جگہ رہے گا۔ آپ لوگ بھی یہیں ٹھہریں میں جزیرے میں جا کر معلوم کرتا ہوں کہ یہاں کون لوگ رہتے ہیں۔

خبردار! کوئی شخص سٹیمر سے اترنے کی کوشش نہ کرے۔ میں جلد واپس آؤں گا۔

عنبر سیڑھی سے اتر کر نیچے جھاڑیوں کی دلدل میں سے گذرتا ساحل سمندر پر آ گیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جمی کا خیال ٹھیک تھا۔ سمندر کا کنارا بالکل ویران تھا۔ کہیں کوئی چوہا تک نظر نہیں آ رہا تھا۔

جہاں سمندر ختم ہوتا تھا وہاں سے ریتلا جیسا علاقہ شروع ہوتا تھا جو کچھ دور تک چلا گیا تھا۔

آگے درختوں کی قطاریں تھیں اور پھر گھنا جنگل۔ عنبر بھاگ کر ریتلے ساحل سے گذر گیا۔ اس خیال سے اگر جزیرے پر دشمن نے اپنی چوکی بنا رکھی ہے تو اس کی نظر نہ پڑ جائے۔

درختوں کے نیچے آ کر عنبر کچھ دیر کے لیے رک گیا۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا۔

بڑی خاموشی تھی۔ درختوں پر کوئی پرندہ بھی نہیں تھا۔ جنگل میں بہت بڑے بڑے درخت تھے۔ جھاڑیاں جگہ جگہ اگی تھیں۔

پھولوں والی بیلیں درختوں کے اوپر چڑھ گئی تھیں۔

یا خدا! اس جزیرے میں کوئی آبادی بھی ہے کہ نہیں؟۔

عنبر دل میں یہ سوچتا ہوا جنگل کے کنارے کنارے چل نکلا۔

جنگل آگے جا کر صاف ہوتا گیا۔

اب ایک چھوٹا سا میدان نظر آیا جس کے ارد گرد گھنے درخت تھے۔ وہاں کچھ جھونپڑے بنے تھے مگر وہاں کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔

عنبر ایک درخت کے پیچھے چھپا کھڑا تھا۔ اس نے سوچا ضرور یہ یہاں کے جنگلی لوگ ہیں۔

وہ دوسری طرف سے ہوتا ہوا آگے نکل گیا۔ کچھ دور جانے پر اس نے ایک آواز سنی۔ یہ آواز کسی جانور کی تھی۔ عنبر نے کان لگا

www.urduzaar.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کر اس آواز کو دوبارہ سننے کی کوشش کی مگر وہ آواز پھر سنائی نہ دی۔

عنبر جزیرے کی دوسری طرف نکل آیا تھا۔

یہاں سامنے سمندر نظر آنے لگا۔ کنارے کنارے ناریل کے درختوں کے جھنڈ پھیلے تھے۔

عنبر سمجھ گیا کہ یہاں دشمن کا کوئی اڈہ نہیں ہے۔ صرف جنگلی قسم کے لوگ رہتے ہیں جو شکار اور جنگلی پھل پر گذارہ کرتے ہوں گے۔

وہ سمندر کے ساتھ ساتھ واپس اس مقام کی طرف چلنے لگا جہاں سٹیمر کھڑا تھا۔

اچانک اسے آسمان پر دھواں سا اٹھتا نظر آیا۔ یہ دھواں کیسا ہے؟۔

شاید کسی جنگلی نے آگ جلا رکھی ہے۔ مگر دھواں ٹھیک اس جگہ سے اٹھ رہا تھا۔ جہاں ان کا سٹیمر کھڑا تھا۔

عنبر کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ ڈرنے لگا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اصل بات کیا ہے۔

کہیں جنگلی لوگوں نے ان کے سٹیمر کو آگ تو نہیں لگا دی؟۔

اور ایسا ہی ہوا تھا۔ یعنی جب وہ قریب گیا تو دیکھا کہ ان کا سٹیمر سمندر کنارے دھڑ دھڑ جل رہا ہے۔

عنبر بھاگ کر اس جگہ پہنچا جہاں اس نے جمی، تھامس اور ایملی کو چھوڑا تھا۔

تینوں وہاں سے غائب تھے۔ یا خدا یہ لوگ کہاں چلے گئے؟ کہیں انہیں جنگلی تو اٹھا کر نہیں لے گئے؟ مگر جنگلی لوگوں کو کیا

www.urduzala.com
PDF By
princeofdhump@urdufanz.com

ضرورت پڑی ہے انسانوں کو اٹھانے کی؟۔

کہیں یہ جنگلی آدم خور تو نہیں؟۔

عنبر اس خیال سے کانپ اٹھا۔ اگر ایسی بات ہے تو یہ بڑی بھیانک بات ہوگی۔

تھامس، ایملی اور جمی کو آدم خوروں سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ عنبر نے جھک کر ریت پر قدموں کے نشان دیکھے یہاں بہت سے انسانوں کے ننگے پاؤں کے نشان تھے۔

سٹیمر جل کر راکھ ہو چکا تھا۔ اب صرف اس کے بچے کھچے ٹکڑوں سے دھواں نکل رہا تھا۔

عنبر قدموں کے نشان پر چل پڑا۔ یہ نشان جنگل میں چلے گئے تھے۔

عنبر قدموں کے نشانوں کا سراغ لیتا جنگل میں داخل ہو گیا۔

جنگل میں گھاس کی وجہ سے عنبر زمین پر پاؤں کے نشان پہچان نہ کر سکتا تھا۔

پھر بھی وہ اندازے کے مطابق چلتا رہا۔

اس کا رخ اس میدان کی جانب تھا جہاں درختوں کی گھنی چھاؤں میں اس نے کچھ جھونپڑے دیکھے۔

عنبر کا خیال تھا کہ ضرور آدم خور وحشی اس کے ساتھیوں کو انہی جھونپڑوں میں لے کر گئے ہیں۔

چلتے چلتے جب وہ جھونپڑیوں کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہاں کوئی بھی نہیں ہے۔

جگہ ویسی ہی ویران تھی عنبر نے جھونپڑوں کے اندر جا کر

www.urduzala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

دیکھا۔

سارے جھونپڑے خالی تھے۔ کہیں کہیں مٹی کے مٹکے پڑے تھے یا زمین پر گھاس کی چٹائی بچھی تھی۔ وہ جھونپڑوں کے باہر آ کر زمین کو دیکھنے لگا۔

یہاں زمین پر بھی کسی جگہ پاؤں کا نشان نہ تھا۔

عنبر جھونپڑوں کے پیچھے سے ہو کر جنگل میں آ گیا۔

وہ سارا دن جنگل میں خاک چھانتا رہا۔ اسے کسی جگہ بھی اپنے ساتھیوں کا سراغ نہ ملا۔

بڑا پریشان ہوا۔ شام ہو گئی۔ جنگل میں اندھیرا پھیل گیا۔

وہاں وہ رہ نہیں سکتا تھا۔

جنگل کے باہر سمندر کے کنارے ایک ایک جگہ ریت پر لیٹ

گیا اور آسمان پر پھیلے ستاروں کو دیکھ کر ماریا اور ناگ کے بارے میں سوچنے لگا کہ وہ لوگ اس وقت کہاں ہوں گے؟۔

ادھر جمی، تھامس اور ایمی کے ساتھ ایسا ہوا کہ عنبر کے جانے کے بعد ہوا باز جمی نے غیر ذمے داری سے کام لیتے ہوئے اونچی اونچی آواز میں باتیں کرنا شروع کر دیں۔

حالانکہ عنبر انہیں اونچی آواز میں بولنے سے منع کر گیا تھا۔

لیکن جمی نے احتیاط نہ کی۔

اس کی آواز ایک جنگلی نے سن لی جو اتفاق سے جنگل کے اس علاقے میں سے گزر رہا تھا۔

وہ رک گیا۔ جزیرے پر ایک انسان کی آواز کہاں سے آ گئی؟۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اس نے جھاڑیوں میں سے جھانک کر دیکھا تو حیران رہ گیا۔

سامنے سمندر میں ایک سٹیمر کھڑا تھا اور دو آدمی اور ایک عورت اس کے قریب کھڑے باتیں کر رہے تھے۔

وہ بھاگ کر اپنے سردار کے پاس گیا اور ساری کہانی سنا ڈالی۔

تھوڑی دیر بعد ہی جنگلی آدمیوں نے چھپ کر اس جگہ کو گھیرے میں لے لیا۔

جمی، تھامس اور ایملی بڑے مزے سے سٹیمر کے قریب کھڑے ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے کہ سن کر کے ایک تیر آیا اور جمی کے سینے میں کھب گیا۔

وہ لڑکھڑا کر گرا اور مر گیا۔ اس کے ساتھ ہی جنگلی بھاگ کر

سامنے آ گئے اور انہوں نے تھامس اور ایملی کے منہ پر ہاتھ رکھ کر انہیں رسیوں سے باندھا اور اپنے ساتھ لے گئے۔

جمی کی لاش کے انہوں نے کئی ٹکڑے کیے اور آپس میں بانٹ دیے۔

تھامس اور ایملی کا دہشت کے مارے برا حال تھا۔ ایملی تو بے ہوش ہو گئی تھی۔

جنگلی آدم خوروں نے جمی کی لاش کے ٹکڑوں کو تو بھون کر کھا لیا اور تھامس اور ایملی کو جنگل میں ایک جگہ لے جا کر قید کر لیا۔

عنبر نے رات بے چینی سے گذاری۔ صبح صبح سورج کی ہلکی روشنی کے ساتھ ہی وہ اٹھا اور جنگل میں ایک بار پھر اپنے ساتھیوں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

وہ جزیرے کے اس علاقے کی طرف آ گیا جہاں وہ پہلے نہیں آیا تھا۔

ادھر چٹانیں اور چھوٹے چھوٹے ٹیلے تھے۔ ان ٹیلوں کے درمیان سمندر کا پانی آتا اور پھر واپس چلا جاتا تھا۔

عنبر ذرا آگے گیا تو ایک چٹان کے سائے میں آگ جل رہی تھی اور دو وحشی بیٹھے کچھ کھا رہے تھے۔

عنبر چھپ کر انہیں دیکھنے لگا۔ وہ آپس میں جنگلی زبان میں باتیں بھی کر رہے تھے۔

چونکہ عنبر ہر زبان سمجھ لیتا تھا اس لیے اس نے کان کھڑے کر کے وحشیوں کی باتیں سننے کی کوشش کی۔

ایک وحشی کہہ رہا تھا۔

"سردار اس عورت سے شادی کر رہا ہے"۔

دوسرا بولا۔

"دوسرے آدمی کو مار کر شادی کی دعوت میں پکایا جائے گا"۔

پہلا وحشی بولا۔

"عورت خوبصورت ہے۔ کاش سردار اسے بھی ہلاک کر کے کھا جانے کا حکم دیتا۔ اس کا سفید سفید گوشت بڑا لذیذ ہوگا"۔

"بھائی اس عورت کا ساتھی بھی تو گورا ہے۔ اس کا گوشت بھی شادی والے دن مزے سے کھائیں گے"۔

"جس ساتھی کو ہم نے تیر مار کر ہلاک کیا تھا اس کا گوشت ذرا سخت تھا"۔

"سردار کس روز شادی کر رہا ہے؟"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"شاید کل۔۔آج رات عورت کے ساتھی کو ہلاک کرکے اس کے گوشت کو نمک لگا کر رکھ دیا جائے گا تاکہ دوسرے روز وہ ختم ہو جائے"۔

عنبر یہ باتیں سن کر کانپ اٹھا۔تو کیا یہ لوگ سچ مچ آدم خور ہیں؟۔

کیا انہوں نے ایک آدمی کو ہلاک کرکے ہڑپ کر لیا ہے؟۔

وہ کون ہے؟۔

جمی یا تھامس؟۔

ایملی سے سردار شادی کر رہا تھا؟۔

عنبر پریشان ہو گیا۔اب یہ معلوم کرنا تھا کہ یہ لوگ کس جگہ قید ہیں؟۔

164 وحشی جلاد (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 73)

عنبر نے دونوں آدم خوروں کی باتیں سنیں اور یہ پتہ کرنے کی کوشش کی کہ اس کے ساتھی کس جگہ پر قید ہیں۔مگر ان کی باتوں سے یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔

آخر وہ آگ بجھا کر اٹھے اور جنگل میں ایک طرف چل پڑے۔

عنبر نے پیچھے پیچھے رہ کر ان کا تعاقب شروع کر دیا۔

یہاں جنگل بڑا پیچیدہ تھا مگر جنگل میں پگ ڈنڈی بنی ہوئی تھی۔

معلوم ہوتا تھا کہ آدم خور اس پگ ڈنڈی پر سے اکثر آتے جاتے رہتے ہیں۔

دن کا وقت تھا۔سورج نکلا ہوا تھا مگر گھنے جنگل کی وجہ سے سورج کی روشنی بہت کم اس جگہ آ رہی تھی۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اچانک چلتے چلتے ایک وحشی رک گیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ عنبر جلدی سے ایک جگہ چھپ گیا۔

دوسرے نے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"۔

پہلا وحشی تھوتھنی سکیڑ کر فضا میں سانس بھر کر بولا۔

"مجھے کسی اجنبی انسان کی بو آ رہی ہے"۔

دوسرا وحشی ہنسا۔

"ارے ان انسانوں کی بو آ رہی ہوگی جنہیں سردار نے قید کر رکھا ہے۔ چلو چل کر ان کا حال معلوم کرتے ہیں"۔

دوسرا وحشی سر کو جھٹک کر چلنے لگا۔

عنبر نے سوچا۔

دیکھو اس کم بخت وحشی آدم خور کی حس کتنی تیز ہے کہ اتنی دور سے گھنے جنگل میں اس نے عنبر کی بو سونگھ لی۔

عنبر نے دوبارہ تعاقب شروع کر دیا۔ مگر اب وہ بڑی احتیاط سے چل رہا تھا۔

چلتے چلتے دونوں وحشی ایک ٹیلے کے دامن میں آ گئے۔ عنبر نے دیکھا کہ یہاں ایک بہت بڑی جھونپڑی بنی ہوئی ہے۔ ضرور اس میں قبیلے کا سردار رہتا ہوگا۔

دونوں وحشی جھک کر جھونپڑی میں داخل ہو گئے۔ پھر کسی طرف سے تین وحشی اور آئے اور وہ بھی جھونپڑی میں چلے گئے۔ ایک جانب سے دو عورتیں آئیں۔

ان کے ساتھ ایملی بھی تھی۔ عنبر ٹھٹک گیا۔ ایملی کے دونوں

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ہاتھ پیٹھ پر لے جا کر رسی سے کس کر باندھ دیئے گئے تھے۔اس کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔اور وہ خوف کے مارے کانپ رہی تھی۔پیچھے پیچھے چار وحشی ہاتھوں میں نیزے لیے پہرہ دیتے چلے آرہے تھے۔

ایملی کو بھی جھونپڑے میں لے جایا گیا۔تھوڑی دیر بعد اسے باہر نکالا گیا۔اور عورتیں اسے لے کر جنگل میں ایک طرف چلی گئیں۔

عنبر سمجھ گیا کہ ایملی کو جنگل میں کسی جگہ قید رکھا ہوا ہے۔اسی طرح کے خاوند تھامس کو بھی قید کر رکھا ہوگا۔مگر سوال یہ تھا کہ ان دونوں مردوں میں کون مرا تھا؟۔

جمی یا تھامس؟۔

بس یہی ایک سوال تھا جو اسے پریشان کر رہا تھا۔عنبر واپس چلا گیا۔

اس نے سارا دن جنگل میں ایک ٹیلے کے سائے میں گذارا۔

وہ چاہتا تھا کہ رات کا اندھیرا پھیل جائے تو اپنی مہم شروع کرے۔

آخر خدا خدا کر کے شام ہوئی۔پھر رات کا اندھیرا جنگل میں چاروں طرف پھیل گیا۔

عنبر چھپ چھپ کر چلتا ہوا جنگل کے اس علاقے میں آگیا جہاں اس کے خیال کے مطابق ایملی وغیرہ قید تھے۔

اس نے اندھیرے میں ایک روشنی کو دیکھا۔وہ اس روشنی کی طرف چلنے لگا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جنگل میں یہ روشنی آگے جا کر ایک درخت کے نیچے چھوٹی سی جھونپڑی کے اندر سے آ رہی تھی جہاں شاید کوئی مٹی کا دیا روشن تھا۔

”ضرور ایملی اسی جگہ قید ہے“۔

عنبر جھاڑیوں میں سے ہو کر جھونپڑی کے پیچھے آ گیا۔ وہ بڑی احتیاط سے اس طرح چل رہا تھا کہ چلنے سے پتوں کی کھڑکھڑاہٹ نہ ہو۔

لیکن جھونپڑی کے باہر پہرہ دینے والے جنگلی وحشی بھی جنگل کے رہنے والے تھے۔

وہ دور سے ہر قسم کی آواز سن لیتے تھے۔ ایک وحشی نے کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنی تو دوسرے نے کہا۔

”شاید کوئی جنگلی درندہ آ رہا ہے۔ تم یہیں ٹھہرو۔ میں اسے مار کر لاتا ہوں“۔

پہلا وحشی پہرہ دیتا رہا۔ دوسرا ادھر بڑھا جدھر عنبر جھاڑیوں میں چھپا ہوا تھا۔ عنبر نے وحشی کو جھک کر آتے دیکھ لیا۔ وہ بھی چوکنا ہو گیا۔

اس نے اپنے جسم کی ساری طاقت کو ایک جگہ جمع کر لیا۔ وہ پیچھے ہو گیا تاکہ وحشی آگے آ جائے۔

جونہی وحشی عنبر کے آگے سے گذرنے لگا۔ عنبر نے ایکدم سے جھاڑیوں سے نکل کر وحشی کی گردن پر ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا منکا ٹوٹ گیا اور بغیر آواز پیدا کیے وہ گرا اور مر گیا۔

عنبر اپنے جھونپڑے کی طرف کھسکنے لگا۔ کیونکہ اسے معلوم ہو

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasaa.com

گیا تھا کہ سردار کے حکم سے ایملی کو اسی جھونپڑے میں رکھا گیا ہے۔

پاس جا کر معلوم ہوا کہ جھونپڑا چھوٹا سا ہے اور اس کے ایک سوراخ میں سے ہلکی ہلکی روشنی باہر آ رہی ہے۔

یہ سوراخ دیئے کا دھواں باہر نکلنے کے لیے رکھا گیا تھا۔عنبر جھونپڑے کے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اس کا پاؤں ایک درخت کے گرے ہوئے تنے سے ٹکرا گیا۔

کھٹاک کی آواز پیدا ہوئی۔وحشی پہرے دار نیزہ لے کر ادھر کو دوڑا۔

عنبر پہلے ہی تیار کھڑا تھا۔

وحشی نے عنبر کو سامنے دیکھا تو چیخ مارنے ہی والا تھا کہ عنبر نے

اچھل کر اس کی گردن دبوچ لی۔

تھوڑی دیر بعد وحشی بے جان ہو کر زمین پر پڑا تھا۔عنبر نے لاش کو وہیں چھوڑا اور تیزی کے ساتھ جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔کیا دیکھتا ہے کہ دیئے کی زرد روشنی میں ایملی ایک جگہ زمین پر بیٹھی ہے۔

اس کے پیر رسی سے بندھے ہیں۔بال کھلے ہیں اور لباس بے حد میلا کچیلا ہو رہا ہے۔

اس نے عنبر کو دیکھا تو رو پڑی۔

"یہ کیا ہو گیا عنبر بھائی!"۔

عنبر نے جلدی سے پوچھا۔

"تھامس کہاں۔۔۔؟"

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasaa.com

اس سے آگے وہ نہ پوچھ سکا۔

ایملی نے کہا۔

اسے ان آدم خوروں نے الگ قید میں ڈال رکھا ہے۔ جمی کو یہ لوگ مار کر کھا گئے ہیں۔

خدا جانے میرے ساتھ اور میرے خاوند کے ساتھ یہ لوگ کیا سلوک کریں گے۔

"یہ آدم خور ہیں عنبر! آدم خور ہیں"۔

عنبر نے ایملی کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

فکر نہ کرو ایملی! میں تمہیں یہاں سے نکال کر لے جانے آیا ہوں۔ جمی کا مجھے بے حد افسوس ہے مگر اس نے بڑی غیر ذمے داری سے کام لیا تھا۔

"بہر حال گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ میں آ گیا ہوں۔ یہ لوگ تمہارا بیاہ سردار سے کر رہے ہیں اور"۔

"میرا بیاہ!"۔

ایملی نے حیرانی سے کہا۔

"میرا بیاہ تو ہو چکا ہے"۔

عنبر بولا۔

"یہ لوگ اس کی پروا نہیں کرتے۔ کل رات سردار سے تمہاری شادی ہو گی اور تمہارے خاوند کے گوشت کو بھون کر مہمانوں میں تقسیم کیا جائے گا"۔

ایملی نے سر پکڑ لیا۔

"یا خدا! یہ کیا سن رہی ہوں؟"۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر بولا۔

"میں نے خود ان کی باتیں سنی ہیں۔ ایملی"۔

ایملی نے کہا۔

"تم یہاں کیسے آ گئے؟"۔

باہر تو زبردست پہرہ لگا تھا۔ پہریدار کہاں گئے ہیں؟۔

عنبر بولا۔

"میں نے ان دونوں کو ختم کر دیا ہے۔ چلو میرے ساتھ ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے"۔

"مگر عنبر! میں اپنے خاوند کو ساتھ لیے بغیر یہاں سے نہیں جا سکتی"۔

"خاموش ایملی! بچی نہ بنو۔ ہوش سنبھالو۔ تمہیں میرے

ساتھ جانا ہوگا"۔

میں تمہارے خاوند کو بھی ان لوگوں کے چنگل سے نکال لاؤں گا۔ چلو اٹھو یہاں سے بھاگ چلو۔

عنبر نے ایملی کو ساتھ لیا اور جنگل میں سے ہو کر باہر سمندر کے کنارے آ گیا۔

یہاں اس نے ایملی کو ایک کھوہ میں چھپا دیا اور خود آدھی رات کے وقت تھامس کی خبر لینے نکل گیا۔ وہ پھر سردار کے جھونپڑے کے پاس پہنچا۔ وہاں گہری خاموشی تھی۔ کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

وحشی جلاد

ابھی عنبر سردار کی جھونپڑی کے پاس ہی پہنچا تھا کہ اچانک چیخ کی آواز بلند ہوئی۔

یہ کسی عورت کی نہیں بلکہ کسی وحشی کی چیخ تھی۔ جس نے عنبر کو دیکھ لیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی ایک تیر آ کر عنبر کی گردن سے ٹکرا کر نکل گیا۔

چیخ کی آواز پر سارے وحشی ہوشیار ہو گئے تھے اور انہوں نے عنبر کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔

عنبر نے مقابلہ نہ کیا۔ اب وہ چاہتا تھا کہ گرفتار ہو کر ان لوگوں پر اپنی کرامت ظاہر کرے اور پھر تھامس کو چھڑائے۔ وحشی عنبر کو پکڑ کر سردار کے جھونپڑے میں لے گئے۔

کالا موٹا بدصورت سردار تھا۔

اس کا پیٹ باہر کو نکلا تھا گلے میں ہڈیوں کا ہار تھا۔ ہاتھ میں تلوار تھی۔

اس نے لال لال آنکھوں سے عنبر کو دیکھا اور گرج کر کہا۔

"یہ ضرور اس عورت کا ساتھی ہے اسے بھی پکڑ کر قید کر لو۔"

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اتنے میں کسی نے آ کر بتایا کہ عورت جھونپڑے سے غائب ہے۔

بس پھر کیا تھا۔ سردار غضبناک ہو گیا۔ اس نے حکم دیا کہ سارے جزیرے کو کھنگال ڈالا جائے اور وہ عورت جہاں کہیں بھی چھپی ہوئی ہے اسے پکڑ کر لایا جائے۔

وحشی شور مچاتے، نیزے لہراتے جنگل میں پھیل گئی۔ عنبر کو ایک جھونپڑے میں بند کر دیا گیا۔

سردار اپنے جھونپڑے میں اپنے وزیر کے ساتھ بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ وزیر نے بھی گلے میں ہڈیوں کا ہار ڈال رکھا تھا۔ اس نے کہا۔

"حضور! عورت کو ضرور اسی شخص نے بھگایا ہے"۔

سردار نے کہا۔

"دوسرا ساتھی تو نہیں بھاگا؟"۔

وزیر بولا۔

"نہیں حضور! وہ جھونپڑے میں قید ہے"۔

سردار بولا۔

"اگر عورت نہ ملی تو میں قبیلے کے سارے بوڑھوں کو ہلاک کر کے کھا جاؤں گا"۔

وزیر نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"حضور! وہ عورت ضرور پکڑی جائے گی۔ ہم نے اندازہ لگا لیا ہے۔ شاہی نجومی نے نجوم کے ذریعے حساب لگا کر بتا دیا ہے کہ وہ جزیرے کے پچھم میں ایک ٹیلے کے کھوہ میں پڑی ہے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

ہمارے آدمی ابھی اسے نکال کر لاتے ہی ہوں گے"۔

اور ایسا ہی ہوا۔ صبح ہوتے ہوتے وحشی ایملی کو کھوہ میں سے پکڑ کر لے آئے۔

سردار نے اس کی طرف غصے سے دیکھا اور اپنی زبان میں کہا۔

"بد بخت عورت کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ ہمارے آدمی تمہیں سمندر کے نیچے سے بھی تلاش کر کے لے آئیں گے۔ تو ہماری بیوی بننے والی ہے۔ بتا تجھے کس نے بھگایا؟"۔

ایملی کو کوئی خبر نہیں تھی کہ عنبر کو بھی ان لوگوں نے گرفتار کرلیا ہے۔

اس نے کہا۔

"میں خود جان بچا کر بھاگی تھی۔ مجھے کسی نے نہیں بھگایا"۔

سردار نے ایملی کے بال کھینچ کر کہا۔

"بکواس کرتی ہو۔ تمہارا ساتھی ہم نے پکڑ لیا ہے"۔

چونکہ ایملی ان وحشیوں کی زبان نہیں سمجھتی تھی اس لیے خاموش رہی اور رونے لگی۔

سردار نے حکم دیا۔

اسے قید میں ڈال دو اور سخت پہرہ لگا دو۔ اگر اب یہ جاگی تو میں پہریداروں کو قتل کردوں گا۔

وہ پہرے دار کہاں مر گئے تھے؟۔

معلوم ہوا کہ دونوں پہرے داروں کی لاشیں جھونپڑے کے پیچھے جنگل میں پڑی مل گئی ہیں۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سردار کے غصے کی انتہا نہ رہی۔

"اس ذلیل انسان نے میرے دو آدمیوں کو ہلاک کر ڈالا ہے، میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا"۔

پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"دن نکلتے ہی اس نوجوان کو سب سے پہلے ہلاک کیا جائے گا اور اس کا گوشت قبیلے میں تقسیم کر دیا جائے گا"۔

وحشی خوشی سے نعرے لگانے لگے۔ کیونکہ ایک بار پھر انہیں کسی سفید انسان کا گوشت کھانے کو ملنے والا تھا۔ عنبر اپنی جھونپڑی میں قید تھا۔

تھامس دوسری جھونپڑی میں قید تھا اور ایملی ایک الگ جھونپڑی میں ڈال دی گئی تھی۔

عنبر نے اور تھامس نے وحشیوں کی چیخ و پکار سن لی تھی۔

دن نکل آیا تو سردار کی جھونپڑی کے آگے ایک تخت لا کر ڈال دیا گیا۔

سردار اس تخت پر آ کر بیٹھ گیا۔ سارے وحشی دائرہ بنا کر ارد گرد بیٹھ گئے۔ سب سے پہلے عنبر کو لایا گیا۔

عنبر نے خدا کا شکریہ ادا کیا کہ پہلے اسے لایا گیا تھا۔ اگر تھامس کو لایا جاتا تو وہ اسے نہیں بچا سکتا تھا اور وحشی ضرور اسے مار ڈالتے۔

عنبر نے باہر آ کر دیکھا کہ ایک تماشا لگا ہے۔

سارے وحشی دائرہ بنا کر بیٹھے ہیں۔ سردار اونچی کرسی پر بیٹھا ہے۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اس کی بیویاں بھی ساتھ بیٹھی ہیں۔ بیچ میں ایک جگہ آگ روشن ہے اور اس پر ایک کڑھاؤ چڑھا ہوا ہے۔

عنبر سمجھ گیا کہ اسے ہلاک کر کے اس کڑھاؤ میں ڈال کر پکوڑے کی طرح تلا جائے گا۔

سردار کے وزیر نے کہا۔

''حضور! اس نوجوان کو زندہ تل دینا چاہیے۔ تاکہ اس کو سخت سزا ملے۔ پھر اس کے گوشت کو کاٹ کر کھایا جائے گا''۔

سردار نے کہا۔

''ٹھیک ہے''۔

پھر حکم دیا کہ کڑاؤ میں تیل ڈالا جائے۔ عنبر نے ان کی بات سن لی تھی۔

وہ ان کی زبان جانتا تھا۔ سردار کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

''سردار اپنے وزیر کی بات پر یقین نہ کرنا۔ مجھے تل کر نہیں بلکہ تلوار سے ہلاک کیا جائے تو بہتر ہوگا''۔

سردار چونک پڑا کہ یہ نوجوان ان لوگوں کی زبان کیسے سمجھ گیا۔

اس نے حیرانی سے عنبر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم ہماری زبان کیسے سمجھ سکتے ہو؟ کیا تم پہلے بھی اس جزیرے میں آچکے ہو؟''۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

''میں اس سے پہلے کبھی اس جزیرے میں نہیں آیا۔ لیکن میں سارے قبیلوں کی زبانیں جانتا ہوں اس لیے کہ میں دیوتا ہوں جو

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

انسانوں کی شکل میں پھر رہا ہوں"۔

وحشی خاموش ہو گئے۔ سردار بھی اس کی طرف خاموشی سے تکنے لگا۔

وزیر نے آگے بڑھ کر کہا۔

حضور! یہ شخص کوئی جادوگر ہے اور چالاک ہے۔ ضرور یہ ہمارے جزیرے میں پہلے رہ چکا ہے۔

جب ہی ہماری زبان جانتا ہے۔ آپ اس کو جتنی جلدی ہو سکے ختم کر دیں۔ کیونکہ یہ جادوگر کے ہمیں پریشان کر سکتا ہے۔

سردار نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اس کی گردن اڑا دی جائے"۔

عنبر کو پکڑ کر درمیان میں کھڑا کر دیا گیا۔

عنبر مسکرا رہا تھا۔

ایک وحشی سردار کا اشارہ پا کر تلوار لے کر آگے بڑھا۔ اس نے پیچھے سے آ کر عنبر کی گردن پر پورے زور سے تلوار ماری۔

تلوار عنبر کی گردن سے ٹکرائی۔

ایسے شور پیدا ہوا جیسے تلوار کسی پتھر سے ٹکرا گئی ہو۔ وحشی جلاد نے دوسری بار تلوار کا وار کیا۔ اس بار بھی تلوار عنبر کی گردن سے ٹکرا کر نیچے گر پڑی۔

وحشی جلاد نے جلدی سے تلوار زمین پر سے اٹھائی اور ایک بار پھر پوری طاقت سے عنبر کے سر پر ماری۔

اب کے تلوار عنبر کے سر سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکرا وحشی کے ہاتھ میں پکڑا رہ گیا۔ اور دوسرا ٹکڑا زمین پر گر پڑا۔

www.urduraza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سردار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"۔

وزیر نے کہا۔

"حضور! یہ جادو ہے۔ یہ شخص جادوگری سے کام لے رہا ہے۔ اسے آگ میں ڈالا جائے"۔

سردار نے حکم دیا۔

"اسے آگ میں ڈال دو"۔

وحشیوں نے آگے بڑھ کر کڑاہا پر سے ہٹا دیا۔ نیچے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔

جلتی آگ میں اور لکڑیاں ڈالی گئیں اب شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔

سردار نے حکم دیا۔

"ڈال دو اسے آگ میں"۔

وحشی عنبر کو لے کر آگے بڑھے۔

عنبر نے کہا۔

"میں خود آگ میں کود جاتا ہوں۔ تم لوگ پرے ہٹ جاؤ"۔

پھر سردار کی طرف دیکھ کر بولا۔

"سردار! میں ایک بار پھر تمہیں کہتا ہوں کہ اس خیال سے باز آ جا۔ کیونکہ آگ بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ میں دیوتا ہوں"۔

سردار نے وزیر کی طرف دیکھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

وزیر نے مکاری سے کہا۔

"سردار! یہ شخص بکواس کرتا ہے۔ آج تک آگ میں گر کر کوئی شخص زندہ نہیں بچ سکا۔ ابھی معلوم ہوتا جاتا ہے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے"۔

اسے آگ میں ڈال دیا جائے۔

سردار نے اشارہ کیا۔

وحشی عنبر کو لے کر آگ کے الاؤ کی طرف آئے۔ شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔

وحشی آگ کی تپش سے گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے۔ عنبر نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا اور بڑے اطمینان کے ساتھ آگ کے شعلوں میں چھلانگ لگا دی۔

چاروں طرف سناٹا چھا گیا۔ پھر وحشیوں نے خوشی سے نعرے بلند کیے اور آگ کے گرد رقص کرنے لگے۔

انہیں یقین تھا کہ یہ شخص ابھی جل کر راکھ ہو جائے گا۔ وزیر بھی بڑا خوش تھا۔

سردار بھی مسکرا رہا تھا کہ ایک شیطان سے نجات مل گئی۔

لیکن تھوڑی دیر بعد ہی سب کے رنگ زرد ہو گئے۔

شعلوں میں سے عنبر بڑے آرام سے باہر نکل آیا۔ اس کے جسم پر آگ کا کوئی نشان نہیں تھا۔

کپڑے بھی نہیں جلے تھے۔ سر کا ایک بال بھی نہیں جلا تھا۔

اس نے سردار کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"سردار! میں نے آگ کی خوب سیر کی ہے۔ ابھی اور سیر

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کروں گا کیا تم اپنے وزیر کو اجازت دو گے کہ وہ بھی میرے ساتھ آگ کے باغ کی سیر کرے؟"۔

سردار کی تو آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ وزیر کا دم خشک ہو رہا تھا۔

عنبر نے آگے بڑھ کر وزیر کا ہاتھ پکڑنا چاہا مگر وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

سردار نے کہا۔

"تم جادوگر معلوم ہوتے ہو۔ تم پر آگ نے اثر نہیں کیا"۔

عنبر نے کہا۔

"میں جادوگر نہیں دیوتا ہوں۔ آگ تو جادوگروں کو بھی جلا کر راکھ کر دیتی ہے"۔

کیا تمہارے قبیلے میں کوئی جادوگر ہے؟۔

اگر ہے تو اسے لاؤ اور اسے کہو کہ آگ میں اس طرح سیر کرے جس طرح میں نے سیر کی ہے۔

سردار نے کہا۔

"کیا تم ایک بار پھر آگ میں کود سکتے ہیں؟"۔

عنبر نے کہا۔

"کیوں نہیں؟"۔

اور اس کے ساتھ ہی عنبر نے آگ میں چھلانگ لگا دی۔

جب عنبر کو آگ میں گئے کافی دیر ہو گئی تو وحشیوں نے نعرہ لگایا۔

"جادوگر مر گیا! جادوگر مر گیا"۔

سردار بھی تخت پر سے اتر کر نیچے آ گیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"آخر وہ جل کر راکھ ہو گیا"۔

آگ کے شعلے مدھم پڑ گئے تھے۔ لکڑی کے انگارے دہک رہے تھے۔

اتنی تپش تھی کہ کسی کو قریب جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

اتنے میں سب لوگوں نے دیکھا کہ عنبر بڑے آرام سے اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرتا ہوا دہکتی آگ کے جہنم میں مسکراتا ہوا باہر نکلا اور بلند آواز میں بولے۔

"دیوتا! دیوتا! ہم پر رحم کر"۔

عنبر نے کہا۔

"اس عورت اور مرد کو لایا جائے جو قید ہیں"۔

اسی وقت ایملی اور تھامس کو باہر نکال کر سامنے لایا گیا۔

انہوں نے جب دیکھا کہ عنبر نے جزیرے کے سردار اور وحشیوں کو اپنا غلام بنا لیا تو وہ بڑے خوش ہوئے اور ان کے مردہ چہروں پر رونق آ گئی۔

اب وزیر بھی ہوش میں آ گیا تھا اور ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ مگر بڑی مکاری سے عنبر کو تک رہا تھا۔

اسے اب بھی یقین تھا کہ یہ کوئی جادوگر ہے۔

عنبر نے سردار سے پوچھا۔

"میرے گورے ساتھی کو کس نے ہلاک کیا تھا؟"۔

سردار نے کہا۔

"جن دو آدمیوں نے آپ کے ساتھی کو تیر مار کر مارا تھا۔ وہ آپ کے ہاتھوں پہلے ہی مارے جا چکے ہیں"۔

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر سمجھ گیا کہ جن دو وحشیوں کو اس نے املی کے جھونپڑے کے باہر پہرہ دیتے ہوئے مارا تھا وہی تھے جنہوں نے جمی کو ہلاک کیا تھا۔

عنبر اور اس کے ساتھیوں کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے گئے۔

عنبر نے وزیر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا اب بھی تمہیں وہم ہے کہ میں جادوگر ہوں؟"۔

وزیر نے سر جھکا کر کہا۔

"دیوتا! آپ دیوتا ہیں۔ مجھے معاف کر دیں"۔

عنبر نے کہا۔

"اب تک تم کتنے لوگوں کو مار کھا چکے ہو؟"۔

وزیر نے کہا۔

"حضور یہاں کبھی کبھار باہر سے مسافر آتا ہے۔ ہمیں ایک مدت ہوگئی ہے کہ کسی انسان کو ہلاک کر کے اس کی دعوت اڑائی ہو"۔

عنبر نے کہا۔

"کیوں نہ آج تمہیں ہلاک کر کے تمہاری دعوت اڑائی جائے"۔

وزیر کانپ کر عنبر کے قدموں پر گر پڑا۔

"حضور! رحم کریں۔ مجھ پر رحم کریں"۔

عنبر نے کہا۔

"تم نے جانے کتنے انسانوں کو قتل کیا ہے تم پر رحم نہیں کیا

www.urdurasala.com
PDF By princefdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

جائے گا"۔

اس نے وحشیوں کو اشارہ کیا۔

"اسے اٹھا کر آگ میں پھینک دیا جائے"۔

وحشی تو عنبر کو دیوتا سمجھ رہے تھے اور اس سے بہت ڈرتے تھے۔

انہوں نے دیکھتے دیکھتے وزیر کو اٹھایا اور آگ میں ڈال دیا۔

وزیر کی چیخ بلند ہوئی اور پھر خاموشی چھا گئی۔

آگ نے اسے ختم کر دیا تھا۔ اب عنبر نے سردار کی طرف دیکھ کر کہا۔

"سردار! کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ آئندہ اس جزیرے پر کسی انسان کو نہیں مارا جائے گا"۔

سردار نے ہاتھ باندھ کر سر جھکا دیا اور کہا۔

"عظیم دیوتا! میں وعدہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد سے اس جزیرے پر کسی انسان کو ہلاک نہیں کیا جائے گا اور کسی مسافر پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ باہر سے جو بھی یہاں آئے گا، اس کی مدد کی جائے گی"۔

عنبر نے تھامس اور ایملی کی طرف دیکھا اور کہا۔

"تم لوگوں کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس کے فضل و کرم سے تمہاری جان بچ گئی"۔

یہ فقرہ عنبر نے انگریزی زبان میں کہا تھا۔

تھامس بولا۔

ہاں! ہم خدا کا شکر بجا لاتے ہیں اور اس کے بعد تمہارا شکریہ

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ادا کرتے ہیں۔

اگر خدا تمہارا سبب نہ بناتا تو اس وقت تمہاری ہڈیاں بھی گل سڑ چکی ہوتیں۔

عنبر نے کہا۔

بہر حال مجھے جمی کا افسوس ہے۔ لیکن غیر ذمے دار آدمیوں کا اس دنیا میں ایسا ہی انجام ہوا کرتا ہے۔

انسان کو چاہیے کہ وہ زندگی میں ذمے داری سے کام لینا سیکھے اور زبان کو اپنے قابو میں رکھے۔

دوپہر کو عنبر کی زبردست دعوت کی گئی۔ جزیرے سے ہرن پکڑ کر بھون کر لائے گئے۔

کیلے کے پتوں کا لمبا دسترخوان بچھایا گیا جس پر ہرن، تیتر

اور جنگلی کبوتروں کا بھنا ہوا گوشت اور قسم قسم کے پھل سجائے گئے۔

عنبر، ایملی اور تھامس نے ایک مدت کے بعد پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور پھر وہ جھونپڑوں میں جا کر سو گئے۔

اس وقت وزیر کے ایک بھائی نے سردار سے کہا۔

”سردار! یہ شخص شیطان کا چیلا ہے اور ہمیں اپنی جادوگری سے دھوکا دے کر دیوتا بن گیا“۔

وزیر کے بھائی کو اپنے بھائی کی موت کا بڑا صدمہ تھا اور وہ عنبر سے بھائی کی موت کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔

اس شخص کا نام تورد تھا اور یہ سانپوں کا بادشاہ مشہور تھا۔ اس کے پاس جھونپڑے میں بڑے بڑے زہریلے سانپ موجود تھے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سردار نے کہا۔

"تم کیا کر سکتے ہو؟"

کیا تم اس شخص کے جادو کا توڑ تلاش کر سکتے ہو؟۔

کیونکہ اگر یہ شخص دیوتا نہیں ہے تو پھر آگ تلوار سے کیوں نہیں مرتا؟۔

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ آگ نے اس پر اثر نہیں کیا اور تلوار اس کی گردن سے ٹکرا کر ٹوٹ گئی ہے۔

تورو بولا۔

"حضور! میرے پاس ایک ایسا زہریلا سانپ ہے۔ کہ اگر کسی کو ایک بار ڈس دے تو اس کا جسم پانی بن کر ہڈیوں سمیت بہہ جاتا ہے"۔

آپ حکم کریں۔ پھر دیکھیں میرے سانپ کیا کام دکھاتے ہیں۔

سردار کچھ سوچ میں پڑ گیا۔

اسے یہ بھی ڈر تھا کہ اگر سانپ بھی عنبر کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو پھر سردار کی بھی خیر نہیں ہے۔ مگر تورو بڑا ہوشیار تھا۔

اس نے ادھر ادھر کی باتیں کر کے سردار کو راضی کر لیا۔ اس نے سردار سے یہ بھی کہا کہ یہ شخص خوامخواہ یہاں آ کر سردار بن گیا ہے۔

اصلی سردار تو آپ ہیں۔

"اسے ختم کرنے کا حکم دیں تا کہ آپ کی سرداری ایک بار پھر قائم ہو سکے"۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

نہیں تو یہ شخص آپ کو غلام بنا کر قید میں ڈال دے گا اور خود اس جزیرے پر حکمرانی کرے گا۔

سردار مکار تورو کی باتوں میں آ گیا۔

اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تمہیں میری طرف سے اجازت ہے کہ ان لوگوں پر اپنے سانپ چھوڑ دو۔ عنبر کے علاوہ اس کے دونوں ساتھیوں کو بھی سانپ سے ڈسوا دو۔"

تورو مسکرایا۔

"حضور! ان کو تو ہم بھون کر کھائیں گے۔ ایک عرصے بعد سفید چمڑی والے ہمارے قابو میں آئے ہیں۔"

سردار نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم اپنا کام کرو۔ مگر دیکھنا کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ نہیں تو یہ شخص پھر کوئی جادوگری کر دے گا اور لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔"

تورو نے کہا۔

"دیکھیں تو سہی میں کس ہوشیاری سے کام کرتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر مکار تورو وہاں سے نکل کر سیدھا اپنی جھونپڑی میں آ گیا۔

یہاں سے اس نے ایک انتہائی زہریلی سانپ لے کر پٹاری میں ڈالا اور اس جھونپڑی کی طرف چلا جس کے اندر عنبر آرام کر رہا تھا۔

سورج غروب ہو رہا تھا۔ جزیرے پر دن ڈھل رہا تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

چھیرے تورو نے پٹاری چھپا رکھی تھی۔

عنبر کی جھونپڑی کے پیچھے آ کر اس نے پٹاری کا منہ کھول کر سانپ کو جھونپڑی کے اندر پھینک دیا۔

اس کے ساتھ ہی وہ خود بھاگ گیا۔

سانپ کے جھونپڑے کے باہر نکلنے کا اس سوراخ کے علاوہ اور کوئی راستہ نہ تھا۔

اسے معلوم تھا کہ سانپ جس راستے سے جاتا ہے اس راستے سے کم ہی باہر نکلتا ہے اور پھر سے اسے اپنے سانپ کے بارے میں بھی علم تھا کہ یہ آدمی کی بو پر جاتا ہے اور جہاں آدمی ہو وہاں جا کر اسے ڈس کر ہلاک کر دیتا ہے۔

عنبر تھک گیا تھا چنانچہ اپنی جھونپڑی میں زمین پر بچھی چٹائی پر

بڑے آرام سے سو رہا تھا۔

سانپ کا رنگ سیاہ اور زرد تھا۔ اس کے جسم پر لال لال دھاریاں تھیں۔ اس کو دیکھ کر ہی دہشت ہوتی تھی۔

سانپ نے عنبر کی بو پالی تھی۔

سانپ بڑے آرام سے رینگتا ہوا عنبر کے پاس پہنچ گیا۔ عنبر گہری نیند سو رہا تھا۔

سانپ نے قریب جا کر اپنا پھن پھیلا لیا اور عنبر کے منہ پر جھک کر جھومنے لگا۔

پھر اس نے بجلی جیسی تیزی کے ساتھ عنبر کے ماتھے پر ڈس دیا۔ لیکن اسے ایسے لگا جیسے اس نے کسی پتھر کی سل پر منہ مار دیا ہو۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اس کے ہونٹ اور دانت زخمی ہو گئی۔ سانپ نے غصے میں آ کر دوسری بار ڈسا اس بار پھر اس کا منہ پتھر سے ٹکرایا اور دونوں اگلے دانت ٹوٹ گئے۔

اب عنبر کی بھی آنکھ کھل گئی۔ اس نے جاگتے ہی سامنے کالے رنگ کے سانپ کو پھن پھیلائے غضب ناک اور سخت غصے میں دیکھا تو سمجھ گیا کہ سانپ کس کے لیے پریشان ہے۔ اس نے آگے ہاتھ بڑھایا تا کہ سانپ کو پکڑ سکے۔

سانپ نے زخمی ہونے کے باوجود عنبر کے ہاتھ پر ڈسنے کی کوشش کی۔ اس کے ہونٹوں سے خون بہنے لگا۔ عنبر نے سانپ کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور ناگ نے اسے سانپوں کی جو زبان سکھائی تھی اس زبان میں اس نے سانپ سے پوچھا۔

"تمہیں کس نے بھیجا تھا؟"۔

سانپ نے جو ایک انسان کو اپنی زبان میں باتیں کرتے دیکھا تو اس پر دہشت چھا گئی۔

سمجھ گیا کہ یہ کوئی غیر معمولی انسان ہے۔ تھر تھر کانپتے ہوئے بولا۔

"مجھے تو روپیرے نے بھیجا ہے جو وزیر کا بھائی ہے اور اس قبیلے کا سب سے بڑا سپیرا ہے"۔

عنبر نے کہا۔

اس نے تمہیں کیا کہہ کر بھیجا تھا؟"۔

سانپ بولا۔

"اس نے مجھے آپ کو ڈس کر ہلاک کرنے کے لیے یہاں

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بھیجا تھا"۔

عنبر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میرے ساتھ آؤ"۔

عنبر نے سانپ کو اپنے گلے میں ڈال لیا اور جھونپڑے سے باہر آ گیا۔

باہر آتے ہی وہ سیدھا سردار کے جھونپڑے کی طرف چلا۔

سردار اپنے جھونپڑے میں بیٹھا بے چینی سے تورد کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ آ کر یہ خوشخبری سنائے کہ عنبر کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔

اچانک اس نے دیکھا کہ عنبر زہریلے سانپ کو اپنے گلے میں ڈالے اس سے کھیلتا، باتیں کرتا اندر آ گیا۔

سردار اٹھ کر کھڑا ہو گا۔

عنبر نے کہا۔

"تورد نام کا سپیرا کہاں ہے اسے بلایا جائے"۔

سردار سمجھ گیا کہ عظیم دیوتا جیت گیا اور وہ ہار گیا ہے۔ اس نے سجدے میں گرتے ہوئے کہا۔

"مجھے معاف کر دو عظیم دیوتا! مجھ سے بھول ہو گئی۔ مجھے معاف کر دو"۔

آئندہ میں ایسی کبھی جرات نہیں کروں گا۔

عنبر بولا۔

اچھا تو گویا اس خوفناک سازش میں تم بھی شریک تھے؟ لیکن اس سانپ نے مجھے بتایا ہے کہ اسے تورد سپیرے نے مجھے ہلاک کرنے کے لیے میری جھونپڑی میں بھیجا تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تورد کو بلاؤ۔ نہیں تو یہ سانپ تمہارے گلے میں ڈال دیا جائے گا اور یہ زخمی ہے۔ غصے میں ہے۔ یہ تمہیں ایک پل میں ختم کر دے گا۔

سردار نے عنبر کے پاؤں پکڑ لیے۔

"ابھی بلاتا ہوں میں تورد کو"۔

عنبر نے سر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"فوراً بلاؤ تورد کو۔ آج ہم اسے ایک تماشہ دکھائیں گے"۔

تورد کو معلوم ہو گیا کہ اس کا وار خالی ہو گیا ہے۔ سانپ عنبر کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔

وہ سردار کے پاس ہے اور سردار نے تورد کو حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔ تورد نے اپنے چھ زہریلے سانپ پٹاری میں رکھے اور

سردار کے جھونپڑے میں آ کر بولا۔

"اگر مجھے کسی نے کچھ کہا تو میں یہ سانپ سردار پر پھینک دوں گا"۔

خواہ میں خود مر جاؤں مگر سردار کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

کیونکہ اس سازش میں یہ بھی برابر کا شریک تھا۔

عنبر نے کہا۔

"سردار نے اپنے قصور کو مان لیا ہے اور معافی مانگ لی ہے۔ مگر تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا، کیونکہ تم اب بھی ہم سب کو ہلاک کرنے کی کوشش کر رہے ہو"۔

تورد بولا۔

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس پٹاری میں بڑے زہریلے

www.urduraza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سانپ ہیں عنبر!"

ٹھیک ہے یہ تمہیں کچھ نہ کہہ سکیں گے مگر یہاں کے سب آدمیوں کو سردار سمیت ہلاک کر دیں گے۔

عنبر نے کہا۔

"تم سانپ چھوڑ کر دیکھ لو۔ یہ کسی کو کچھ نہ کہہ سکیں گے"۔

تورو نے پٹاری کھول کر زمین پر الٹ دی۔ زمین پر الٹتے ہی چھ کے چھ زہریلے سانپ ادھر ادھر بھاگ کر پھن پھیلا کر کھڑے ہو گئے۔

عنبر بھی کچھ دیر کے لیے گھبرا گیا کہ کم بختوں نے لوگوں کو ڈس دیا تو وہ ان میں سے کس کس کو بچا سکے گا۔

اس لیے بہتر یہی ہے کہ سانپ کی مدد حاصل کی جائے۔ عنبر

نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے سانپ سے اس کی زبان میں کہا۔

"کیا تم ان سانپوں کو ڈسنے سے منع کر سکتے ہو؟"۔

سانپ عنبر کی بے حد عزت کرتا تھا اور اسے بڑا عظیم انسان سمجھتا تھا۔

کیونکہ سانپ کی زبان ہر ایرا غیرا نہیں جان سکتا۔ سانپ نے سر جھکا کر کہا۔

"کیوں نہیں حضور!"۔

آپ حکم دیں میں ابھی انہیں منع کرتا ہوں۔

عنبر نے کہا۔

"انہیں حکم دو کہ واپس آ جائیں اور کسی کو نہ کاٹیں"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تورو نے دیکھا کہ عنبر سانپ سے باتیں کر رہا ہے۔ سردار بھی یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

سن رہا تھا۔ اور سانپوں سے سہم کر کھڑا تھا۔ سانپ نے اپنے منہ سے سیٹی کی ایک لمبی سی آواز نکالی۔ اس آواز کو سنتے ہی سارے کے سارے سانپ واپس پٹاری کے پاس آ کر زمین پر بیٹھ گئے اور انہوں نے اپنے پھن اکٹھے کر لیے۔

عنبر نے سانپ سے کہا۔

"انہیں کہو کہ پیرے کو یہاں سے بھاگنے نہ دیں"۔

سانپ نے دوبارہ سیٹی نکال کر سانپوں کو کہا کہ پیرے تورو کو یہاں سے بھاگنے نہ دیا جائے۔

اس حکم کو سنتے ہی چھ کے چھ سانپ اپنی جگہ سے بجلی کی تیزی

کے ساتھ اٹھے اور انہوں نے لپک کر پیرے تورو کے ارد گرد گھیرا ڈال لیا۔

وہ پھن اٹھا کر زمین سے ایک ایک ڈیڑھ ڈیڑھ گز اوپر اٹھ کھڑے ہوئے اور جھوم رہے تھے۔

یہ دیکھ کر تورو پیرے کا برا حال ہو گیا۔

عنبر نے سردار سے کہا۔

"سردار! کیا اب بھی تم لوگ یقین نہیں کرو گے کہ میں تمہارا دیوتا ہوں؟ دیکھو یہ سانپ میرا حکم مانتے ہیں"۔

سردار تو خوف کے مارے تھر تھر کانپ رہا تھا۔

اس نے کہا۔

"عظیم دیوتا! میں تمہارا غلام ہوں۔ تورو مکار ہے۔ اس نے

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

مجھے بھی ورغلا دیا تھا میں اس کی بوٹی بوٹی کر دوں گا۔ مجھے حکم دیں"۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں میں اسے کسی کے حوالے نہیں کروں گا۔ کیونکہ سانپوں نے ابھی ابھی مجھے کہا ہے کہ وہ اس کے خون سے اپنی پیاس بجھانا چاہتے ہیں"۔

تورد نے اتنا سنا تو اس کی جان ہی نکل گئی۔

ٹانگیں خوف کے مارے پہلے ہی کانپ رہی تھیں۔ اب تھر تھر لڑکھڑانے لگیں۔

سانپ اس کے ارد گرد جھوم رہے تھے۔

روتے ہوئے بولا۔

"عظیم دیوتا! مجھے معاف کردو"۔

عنبر بولا۔

"تم ایک مکار اور کمینے دشمن ہو اور کمینے دشمن کو کبھی معاف نہیں کرنا چاہیے"۔

اس لیے اب اپنی موت کے لیے تیار ہو جاؤ۔

اس کے ساتھ ہی عنبر نے سانپ کے کان میں کچھ کہا۔ سانپ نے ایک خاص سیٹی بجائی جسے سن کر چھ کے چھ سانپ ایکدم سے تورد پر ٹوٹ پڑے۔

سب نے باری باری تورد کے جسم پر ڈس کر اس کے خون میں اپنی زہر داخل کر دیا۔

کہاں تو ایک سانپ اور کہاں اکٹھے چھ سانپوں نے تورد کو

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ڈس دیا تھا۔

اس کی ٹانگیں کانپیں، رنگ کالا پڑ گیا۔ گرا اور پھر بے حس ہو گیا۔

اب سب کے دیکھتے دیکھتے اس کا جسم پانی بن کر بہنے لگا۔ اس کی ہڈیاں بھی پانی بن کر گل گئیں اور پھر وہاں صرف پانی کا ایک نشان زمین پر رہ گیا۔

تورد کے انجام سے سردار کی بھی آنکھیں کھل گئیں۔

عنبر نے اپنے گلے والے سانپ سے کہا۔

"اب تم لوگ آزاد ہو۔ جنگل میں جہاں چاہو جا کر رہ سکتے ہو لیکن وعدہ کرو کہ کسی بے گناہ انسان کو ہرگز ہرگز نہیں ڈسو گے؟"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سانپ نے کہا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں عظیم دیوتا"۔

"تو پھر جاؤ آج سے تم آزاد ہو"۔

عنبر نے سانپ کو زمین پر چھوڑ دیا۔ سانپ باقی سانپوں کے پاس گیا۔

ان کے کان میں اپنی زبان میں کچھ کہا اور پھر ساتوں سانپ جھونپڑی میں سے نکل کر جنگل کی طرف گئے اور جھاڑیوں میں گم ہو گئے۔

اب عنبر نے سردار سے کہا۔

"ایملی اور تھامس کو بھی بلایا جائے"۔

اسی وقت ایملی اور تھامس بھی وہاں آ گئے۔ سردار تو ان کے

www.urdurasala.com

آگے پیچھے پھر رہا تھا۔

یہ لوگ جزیرے میں چھ دن رہے۔ ان کی زبردست خاطریں ہوئیں۔

سردار نے تو خدمت کرتے کرتے کمال کر دیا۔ صبح اٹھتے ہی عنبر کی خدمت شروع ہو جاتی اور رات گئے تک جاری رہتی۔ عنبر سردار سے بڑا خوش تھا۔

اس نے ساتویں روز سردار سے کہا۔

"ہمارے لیے ایک بڑی کشتی تیار کروائی جائے"۔

سردار نے کہا۔

"کیوں عظیم دیوتا؟ کیا یہاں سے جی بھر گیا ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"نہیں جی نہیں بھرا۔ لیکن ہمیں کچھ اور کام بھی کرنے ہیں۔ اس لیے ہم اب یہاں سے جانا چاہتے ہیں"۔

سردار نے کہا۔

"حضور! آپ تو دیوتا ہیں۔ آپ کو کشتی کی کیا ضرورت ہے؟"۔

آپ تو سمندر میں ویسے ہی بڑی آسانی سے تیر سکتے ہیں۔

عنبر نے کہا۔

"ہاں! تم ٹھیک کہتے ہو۔ مجھے ضرورت نہیں ہے کشتی کی۔ مگر میرے ساتھی میری طرح سمندر میں نہیں سفر کر سکتے۔ انہیں ایک کشتی کی ضرورت ہے"۔

سردار نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"جو حکم حضور! میں آج ہی کشتی کی تیاری کا حکم دے دیتا ہوں"۔

سردار نے اپنے خاص آدمیوں کو بلا کر اسی وقت حکم دیدیا کہ مہمانوں کے لیے ایک ایسی کشتی تیار کی جائے جو طوفانی سمندروں میں بھی آسانی سے سفر کر سکے۔

کشتی کی تیاری اسی وقت شروع ہوگئی۔ عنبر نے مس اور ایملی کو بتا دیا کہ کشتی تیار ہو رہی ہے اور وہ بہت جلد اس جزیرے سے روانہ ہونے والے ہیں۔

ایملی نے پوچھا۔

"سوال یہ ہے کہ یہاں ہم کس طرف جائیں گے؟"۔

تھامس نے کہا۔

"یعنی ہماری منزل کونسی ہوگی؟ ہمیں تو بالکل علم نہیں ہے کہ اس جزیرے کے اردگرد دشمن بیٹھا ہے کہ دوست رہتا ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"میں آج سردار سے بات کروں گا۔ اسے ضرور معلوم ہوگا کہ یہ جزیرہ سمندر میں کس جگہ واقع ہے"۔

www.urduraala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پراسرار جہاز

دوسرے دن عنبر نے سردار سے پوچھا۔

"سردار کیا تم بتا سکتے ہو کہ تمہارا یہ جزیرہ جہاں آباد ہے اس کے اردگرد کونسا سمندر ہے اور وہاں کونسا ملک قریب ہے؟"۔

سردار نے کہا۔

"عظیم دیوتا! ہم صدیوں سے یہاں آباد چلے آ رہے ہیں۔ ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ ہمارے پچھم میں ایک جزیرہ ہے۔

جہاں ہماری طرح کے وحشی لوگ رہتے ہیں"۔

ہاں بزرگوں سے ہم نے سن رکھا ہے کہ یہاں سے سات روز کے فاصلے پر دکھن کی طرف ایک ملک ہے جہاں دوسری دنیا کے لوگ رہتے ہیں۔ اس سے زیادہ ہمیں کچھ معلوم نہیں"۔

عنبر نے پوچھا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ دنیا میں اس وقت جنگ ہو رہی ہے۔ شہروں پر بمباری کی جاتی ہے۔ یہ لوگ مر رہے ہیں"۔

سردار نے کہا۔

نہیں عظیم دیوتا! ہمیں جنگ کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں۔ ہاں ایک بار ہمارے جزیرے کے اوپر سے سفید رنگ کے چمکدار ستارے سے گذرے تھے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

وہ دور دکھن سے آئے تھے اور پچھم کی طرف گذر گئے تھے۔

ان ستاروں کی دموں سے سفید رنگ کا دھواں نکل رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر ہم ڈر گئے تھے۔

ہم نے آگ جلا کر دیوتا کے حضور بچھڑے کی قربانی پیش کی تھی۔ اس کے بعد کبھی کوئی دھواں دار ستارہ ہمارے جزیرے کے اوپر سے نہیں گذرا۔

عنبر نے یہ ساری باتیں تھامس اور ایملی کو جا کر بتا دیں۔ اب وہ غور کرنے لگے کہ وہ کس مقام پر ہیں اور سات روز کے سفر پر دکھن میں کونسا ملک ہوگا؟۔

تھامس کا نقشہ سٹیمر میں ہی جل گیا تھا صرف اس کے پاس کمپاس تھی جو صرف یہ ظاہر کرتی تھی کہ وہ جنوب مشرق کے

سمندروں میں ہیں۔

ایملی نے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں دکھن کی طرف والے ملک کی جانب سفر شروع کر دینا چاہیے۔ ہو سکتا ہے وہ ملک آسٹریلیا ہی ہو"۔

تھامس نے کہا۔

"اگر کہیں ہم جاپان پہنچ گئے تو پھر ہمارا حشر جو ہوگا ہم وہ خوب جانتے ہیں"۔

عنبر بولا۔

یہ خطرہ ہمیں مول لینا ہی پڑے گا تھامس! کیونکہ اگر ہم شمال کی طرف نکل گئے تو ہو سکتا ہمارا سفر کبھی ختم نہ ہو اور ہم سمندر میں ہی بھٹکتے رہ جائیں۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کیونکہ شمال کی طرف جو بھی ملک ہو گا وہ یہاں سے ہزاروں میل دور ہو گا۔

ان وحشیوں کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ یہاں سے سات روز کے فاصلے پر دکھن کی طرف کوئی ملک ہے۔ یقیناً کوئی نہ کوئی ملک ضرور ہو گا اور ایملی کے خیال کے مطابق میں بھی یہی کہوں گا کہ وہ ملک آسٹریلیا ہی ہو سکتا ہے۔

تھامس نے کہا۔

"پھر ٹھیک ہے۔ خدا کا نام لے کر ہم دکھن کی طرف ہی اپنا سفر شروع کر دیں گے"۔

دس پندرہ دنوں کے بعد کشتی تیار ہو گئی۔

یہ کشتی کافی بڑی تھی اور دو منزلہ تھی۔ جنگلوں نے بڑی

کاریگری کے ساتھ کشتی تیار کی تھی۔ اس کے اوپر بادبان بھی لگے تھے۔

ایک منزل نیچے تھی جس میں کھانے پینے کی چیزیں بھر دی گئیں۔

کھانا پکانے کے لیے چولہے بھی بنائے گئے تھے۔ عنبر تھامس اور ایملی کشتی کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔

اب وہ ٹھیک موسم کا انتظار کرنے لگے۔

بارشیں ختم ہونے والی تھیں۔ خدا خدا کر کے برسات کا موسم ختم ہوا۔

آسمان پر سورج چمکنے لگا۔ بادل چلے گئے۔ سمندر میں آنے والا طوفان بھی تھم گیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

چنانچہ ایک روز جبکہ موسم بڑا صاف تھا اور ہوا بھی اچھی چل رہی تھی۔ عنبر نے سردار سے اجازت لی اور کشتی میں سوار ہو کر دکھن کی طرف رخ کر کے اپنا سفر شروع کر دیا۔

ایملی نے آٹے کو گوندھ کر روٹی پکائی۔ جو انہوں نے دوپہر کے وقت کشتی کے ڈیک پر بیٹھ کر کھائی۔

بادبانوں میں ہوا خوب بھری ہوئی تھی۔ سمندر میں کشتی ہوا کے زور سے ٹھیک خوب بھری ہوئی تھی۔

تھامس قطب نما نکال کر تھوڑی تھوڑی دیر بعد دیکھ کر تسلی کر لیتا تھا کہ وہ ٹھیک رخ پہ جا رہے ہیں۔

اس طرح سفر کرتے کرتے انہیں چار روز ہو گئے۔

سمندر میں کوئی طوفان نہ آیا۔

موسم خوشگوار ہی رہا۔ پانچویں روز انہیں دور سمندر میں ایک سیاہ سا دھبہ سا نظر آیا۔

ان کے پاس اب دوربین بھی نہیں تھی۔ یہ دوربین بھی سٹیمر کے ساتھ ہی جل گئی تھی۔

اس دھبے کو سب سے پہلے ایملی نے دیکھا اور کہا۔

"وہ دھبہ سا کیا ہے۔ ذرا دیکھو تو ادھر!"۔

تھامس اور عنبر نے بھی اس سیاہ دھبے کو دیکھا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ دھبہ کیسا ہے۔

تھامس نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ کوئی چھوٹا سا جزیرہ ہے"۔

عنبر نے کہا۔

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"جزیرہ کبھی دھبے کی شکل میں نظر نہیں آیا کرتا، جزیرہ خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو، اس کی ایک لکیر دکھائی دیا کرتی ہے"۔

ایملی نے پوچھا۔

"تو پھر تمہارے خیال میں کیا ہے عنبر بھائی؟"۔

عنبر نے دھبے کو غور سے تکتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے یہ کوئی جنگی جہاز ہے"۔

"جنگی جہاز؟"۔

ایملی چیخ پڑی۔

"نہیں نہیں۔ خدا کے لیے ایسا نہ کہو۔ ہم پھر ایک بار جنگ کی مصیبت میں نہیں پھنسنا چاہتے"۔

عنبر بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے تھامس؟"۔

تھامس بھی دھبے کو غور سے تک رہا تھا جواب بڑا ہو گیا تھا۔

اس نے آنکھیں سکیڑ رکھی تھیں اور ماتھے پہ ہاتھ کا چھجا بنا ہوا تھا۔ کہنے لگا۔

"عنبر! تمہارا خیال ٹھیک لگتا ہے"۔

"یعنی؟"۔

ایملی نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔

تھامس نے کہا۔

"یعنی یہ کہ دھبہ کوئی جنگی جہاز ہی ہے"۔

ایملی اداس ہو گئی۔ بلکہ پریشان ہو کر کھانے کے برتن اٹھا کر نیچے چلی گئی۔

www.urduaala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اب کشتی کے ڈیک پر صرف تھامس اور عنبر ہی رہ گئے۔ دھبہ
صاف ہونے لگا تھا۔

اب وہ بالکل صاف ایک بحری جہاز نظر آ رہا تھا۔

تھامس نے پریشان ہو کر کہا۔

”عنبر! اگر یہ دشمن کا جہاز ہوا تو کیا کریں گے؟“۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

”کیا کریں گے؟“۔

یہی کہ قیدی بن جائیں گے اور کیا کر سکتے ہیں ہم؟۔

تھامس بولا۔

”ہو سکتا ہے، وہ ہمیں گولی سے اڑا دیں۔ اگر یہ لوگ جاپانی
ہوئے تو ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ویسے تم تو بچ جاؤ

گے۔ ہماری خیر نہیں ہے“۔

عنبر کہنے لگا۔

گھبراتے کیوں ہو بھائی؟ میں نے تمہیں پہلے چھوڑا ہے جو
اب چھوڑوں گا۔

فکر نہ کرو۔ خدا کی رحمت پر بھروسہ رکھو۔ زندگی میں مصیبتیں
آیا ہی کرتی ہیں اور بہادر مرد اس کو ہنسی خوشی برداشت کر لیا کرتے
ہیں۔

دوپہر کے بعد دھبہ صاف ہو گیا۔ وہ ایک بحری جہاز تھا۔
لیکن جنگی جہاز نہیں تھا۔

نہ اس پر کوئی توپ لگی تھی۔ نہ ریڈار لگا تھا۔ ایسے لگتا تھا کہ
مسافر جہاز ہے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

کم بخت انسانوں کی بادبانی کشتی بھی ٹھیک اس جہاز کی طرف چلی جارہی تھی۔

وہ جہاز بھی ادھر ہی آرہا تھا۔ اب انہوں نے دیکھا کہ جہاز کے ڈیک پر کچھ لوگ کھڑے دوربینوں سے کشتی کو دیکھ رہے ہیں۔

عنبر نے تھامس سے کہا۔

"کوئی مسافر جہاز لگتا ہے۔ زیادہ بڑا نہیں ہے"۔

تھامس بولا۔

"اگر یہ امریکی برطانوی یا آسٹریلوی مسافر بردار جہاز ہوا تو یہ ہماری خوش قسمتی ہوگی۔ ہم اس پر سوار ہوکر اپنے وطن پہنچ جائیں گے"۔

عنبر نے کہا۔

"ذرا اندازہ لگاؤ۔ دور سے یہ لوگ تمہیں کس ملک کے باشندے لگ رہے ہیں"۔

تھامس نے آنکھیں سکیڑ کر غور سے ان لوگوں کو دیکھا جو جہاز کے جنگلے پر کھڑے دوربینوں سے اور بغیر دوربین کے بھی بادبانی کشتی کو بڑے تعجب سے تک رہے تھے۔

کہنے لگا۔

"مجھے تو یورپ کے لوگ لگتے ہیں۔ اب خدا جانے کہیں جرمنی کے لوگ ہی نہ ہوں"۔

"پھر کیا ہوا آخر مسافر بردار جہاز ہے۔ یہ لوگ ہمیں کچھ نہیں کہیں گے۔ اور پھر ہم خود مصیبت زدہ ہیں۔ یہ ہمیں کچھ نہیں

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کہیں گے"۔

اب ایملی بھی ڈیک پر آ گئی تھی اور خوف و امید کی ملی جلی حالت سے جہاز کو تک رہی تھی۔

جہاز قریب آ کر رک گیا۔ اس کے ڈیک پر سے ایک کشتی سمندر میں اتاری گئی۔ اس کشتی میں تین آدمی سوار تھے۔ ان کے ہاتھ میں رائفلیں بھی تھیں۔

وہ بادبانی کشتی کے اوپر آ گئے اور عنبر سے کہا۔

"آپ لوگ کون ہیں اور کہاں سے آ رہے ہیں؟"۔

عنبر نے کہا۔

بھائی! ہم لوگ ایک جہاز میں سفر کر رہے تھے کہ وہ طوفان میں پھنس کر ڈوب گیا۔

ہم کسی طرح سے جان بچا کر ایک جزیرے پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

وہاں ایک مہینہ ہمیں وہاں کے باشندوں نے رکھا۔ پھر انہوں نے ہی یہ کشتی بنا کر ہمیں دی اور ہم خدا کا نام لے کر سمندر میں چل پڑے۔۔۔ کہ کہیں نہ کہیں تو پہنچ ہی جائیں گے۔

آپ بتائیں آپ کا جہاز کہاں سے آ رہا ہے اور کہاں جا رہا ہے؟"۔

جہاز والوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

پھر وائرلیس پر پیچھے کہا۔

"سر! یہ کوئی تباہ حال مسافر معلوم ہوتے ہیں"۔

ادھر سے شاید کسی نے کہا۔

www.urdurasa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"ٹھیک ہے انہیں لے آؤ۔اور کشتی چھوڑ دو"۔

عنبر، تھامس اور ایملی کو جہاز پر سوار کرالیا گیا۔جہاز پر آنے کے بعد بادبانی کشتی اکیلی سمندر میں سفر کرنے لگی۔

کچھ دور جانے کے بعد وہ بھی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔

یہاں جہاز کے کپتان نے عنبر سے ملاقات کی اور پوچھ گچھ کی۔سب سے پوچھ گچھ کی گئی۔

سب نے ایک ہی جواب دیا۔جو عنبر نے کہا تھا اسے ہی دہرایا گیا۔

آخر جب کپتان نے پوچھا۔

"تم لوگ کہاں کے رہنے والے ہو؟"۔

تو عنبر، تھامس اور ایملی نے یہی کہا۔

"ہم سوئٹزرلینڈ کے باشندے ہیں اور انڈونیشیا جا رہے تھے"۔

ایملی نے بتایا کہ وہ تھامس کی بیوی ہے۔عنبر نے بتایا کہ وہ انڈونیشیا میں کاروبار کرتا تھا اور جہاز میں ہی اس کی ملاقات اس جوڑے سے ہوگئی تھی۔

کپتان خاموشی سے ان کی باتیں سنتا رہا۔کچھ نہ بولا۔اس نے اپنے میٹ کو اشارہ کیا کہ ان لوگوں کو کیبن میں جا کر بند کر دو۔

ایملی تھامس اور عنبر کو ایک کیبن میں جا کر بند کر دیا گیا وہ قید بھی نہیں تھے۔

لیکن انہیں بغیر اجازت کیبن سے نکل کر اوپر آنے کی

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdu...a.com

اجازت بھی نہیں تھی۔

عنبر نے تھامس سے کہا۔

"ابھی تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ یہ جنگی جہاز ہے کہ مسافر جہاز۔۔۔اگر مسافر جہاز ہے تو پھر اس کی سواریاں کہاں ہیں؟"۔

اگر جنگی جہاز ہے تو توپیں کہاں چلی گئیں؟۔

اگر مال بردار جہام ہے تو مال کس جگہ لدا ہوا ہے؟۔

تھامس بولا۔

"میرا خیال ہے یہ ماہی گیر لوگ ہیں اور سمندر میں مچھلیاں پکڑنے کے لیے نکلے ہیں"۔

ایملی نے پوچھا۔

"لیکن آخر یہ کس ملک کے ہیں؟ انہوں نے بالکل نہیں بتایا کہ یہ کس ملک کے رہنے والے ہیں۔ وہ کبھی انگریزی زبان ماں باتیں کرتے ہیں۔ کبھی ڈچ زبان بولنے لگتے ہیں"۔

عنبر نے کہا۔

"ایک دو بار میں نے ایک ملاح کو جرمن زبان بولتے بھی سنا تھا"۔

"[illegible] کہیں یہ لوگ جرمن تو نہیں ہیں؟"۔

تھامس کی اس بات پر عنبر نے کہا۔

"اگر جرمن ہیں تو پھر ان لوگوں کا جنگ سے کوئی تعلق نہیں ہے"۔

ایملی نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

"ہوسکتا ہے، یہ جہاز سمندر میں جاسوسی کرتا پھر رہا ہو اور یہ جرمن ہی ہوں"۔

آخر عنبر نے کہا۔

ٹھیک ہے۔ ہمیں خاموشی سے یہاں رہنا ہوگا اور اندازہ لگانا ہوگا کہ یہ لوگ کیا کرتے ہیں اور کس مقصد کے واسطے اس سمندر میں گھوم رہے ہیں۔

ویسے مجھے تو یہ کوئی بڑا پر اسرار جہاز معلوم ہوتا ہے۔

ان لوگوں کو جہاز کے کیبن سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ انہیں کھانے پینے کی چیزیں کیبن کے اندر ہی پہنچا دی جاتیں۔

کیبن میں ایک گول سوراخ تھا جس پر موٹا شیشہ لگا تھا۔ اس

شیشے میں سمندر نظر آتا تھا۔

جہاز کی نقل و حرکت کسی وقت بڑی پر اسرار ہو جاتی۔ اوپر ڈیک پر لوگوں کے بھاگنے دوڑنے کی آوازیں آتی۔ کسی وقت خاموشی چھا جاتی۔

ایک بار اوپر سے سمندر میں جال پھینکا گیا تاکہ مچھلیاں پکڑی جا سکیں۔ پھر یہ مچھلیوں سے بھرا ہوا جال اوپر ڈیک پر کھینچ لیا گیا۔

دو روز ہو گئے تھے کہ ایک روز جہاز پر بھاگ دوڑ شروع ہو گئی۔ بھونپو بجنے لگا۔

عنبر نے گول شیشے کے ساتھ منہ لگا کر دیکھا۔

دور ایک جنگی جہاز آگے بڑھ رہا تھا اور اس جہاز پر امریکہ کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

☆ پراسرار جہاز کا راز کیا تھا؟۔

☆ ماریا ہندوستان کے جنگل میں کہاں بھٹک رہی تھی؟۔

☆ ناگ پر جوگی کے لباس میں کیا گذری؟۔

ان کے جواب آپ کو ناول کی 74 ویں قسط میں ملیں گے۔

www.urdu4u.com
PDF By princeofurdu@urduianz.com

PDF By
princeofdhump@urdufanz.com

UrduRasala.com کا پیغام

اس ناول کے جملہ حقوق بحق مصنف اور پبلشرز محفوظ ہیں۔ ہم اسے صرف اردو زبان کی ترویج کے لیے Online کر رہے ہیں تاکہ دنیا جان سکے کہ اردو زبان میں کتنا عظیم کام ہوا ہے۔ ہمارا مقصد اس ویب سائٹ کے ذریعے اردو کے گم شدہ خزانے کو ان لوگوں تک پہنچانا ہے جو کسی وجہ سے اس سے محروم رہ گئے۔ خاص طور پر ان بیرون ملک پاکستانیوں کو جو باوجود پوری کوشش کے ان ناولوں کو حاصل نہیں کر سکتے۔

اگر آپ کو یہ کتاب پسند آئی ہے اور آپ استطاعت رکھتے ہیں تو مہربانی فرما کر اس کو خرید کر پڑھے تاکہ مصنف اور پبلشرز کو مالی فائدہ پہنچ سکے۔

فہرست

تباہ کن آبدوز
سونے کی مصیبت
خزانے کا ڈاکو
جہاز کی تباہی
آدم خوروں کا جزیرہ
کشتی اور طوفان
بنگال کا جادو

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پیارے بچو!

عنبر امریکی جوڑے ایملی اور تھامس کی جان بچا کر انہیں جاپانیوں کی قید سے باہر نکال لایا تھا۔

جزیرے سے فرار ہو کر وہ ایک کشتی میں سوار سمندر میں بھٹکتے پھر رہے تھے۔ انہیں کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کس ملک کے ساحل کے ساتھ جا لگیں گے؟۔

لیکن سمندر میں ہی ایک جرمن تباہ کن جہاز سے ان کی مٹھ

بھیڑ ہو گئی۔

جرمن ملاحوں نے انہیں اپنے جہاز میں قید کر لیا۔ اس جہاز کو امریکی آبدوز نے حملہ کر کے ڈبو دیا۔ عنبر کو امریکی آبدوز والوں نے اپنی آبدوز میں پناہ دی۔

حالات کے ساتھ ساتھ یہ لوگ ایک جزیرے میں پہنچ گئے۔

جہاں جاپانی سونے کا صندوق دفن کر رہے تھے۔ انہوں نے وہ صندوق چوری کر لیا۔

عنبر کے منع کرنے پر بھی امریکی کپتان نہ مانا۔ یہ لوگ جاپانی خزانہ لے کر جزیرے سے فرار ہو گئے۔

اس کے بعد ان پر کیا گزری؟۔

کیا امریکی کپتان سونے کے صندوق کو امریکہ لے جانے

www.urdurasala.com
PDF By printedhump@urdufanz.com

میں کامیاب ہو گیا؟۔

کیا عنبر کی ناگ اور ماریا سے ملاقات ہو سکی؟۔

یہ آپ خود اس کتاب میں پڑھیں۔

تباہ کن آبدوز

امریکی جہاز قریب آ گیا۔

عنبر، تھاگس اور ایملی نے محسوس کیا کہ امریکی جہاز کو دیکھ کر اوپر کچھ بھاگ دوڑ سی شروع ہو گئی تھی۔

یہ تینوں کیبن میں بند تھے اور انہیں اوپر آنے کی اجازت نہیں تھی۔

عنبر نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

"مجھے پہلے ہی شک تھا کہ یہ جہاز مشہور جرمن جہاز سواستیکا ہے جو سمندر میں گھوم پھر کر امریکی جہازوں کو اپنا نشانہ بناتا ہے"۔

تھامس نے کہا۔

"شاید تمہارا خیال درست ہے۔ کیونکہ اوپر ملاح حملہ کرنے کی تیاریاں کررہے ہیں"۔

ایملی نے شیشے والی گول کھڑکی میں سے باہر سمندر میں دیکھ کر کہا۔

"امریکی جہاز دائیں جانب مڑ گیا ہے"۔

سب نے دیکھا۔

جہاز دوسری طرف پہلو بدل کر جارہا تھا اور اب اس کا پیندا

بالکل سامنے آگیا تھا۔

اب اس امریکی جہاز کو بڑی آسانی سے گولے کا نشانہ بنایا جا سکتا تھا۔

عنبر نے کہا۔

سواستیکا جہام والوں نے ضرور امریکی جہاز والوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ ہم تو مال بردار جہاز والے ہیں اور ہم سامان لے کر لندن جارہے ہیں۔

اسی لیے امریکی جہاز نے ان سے کوئی باز پرس نہیں کی اور اپنا رخ بدل لیا ہے۔

تھامس نے کہا۔

"دراصل ہمارے جہاز والے جرمن لوگ یہی چاہتے تھے کہ

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کسی طرح سے امریکی جہاز اپنا رخ بدل لے اور اس کا پیندا ان کے سامنے آ جائے تاکہ آسانی سے حملہ کیا جا سکے"۔

آخر وہی ہوا جس کا ان لوگوں کو خیال تھا۔ ان کے جہاز کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور عنبر نے ایک دم سے چونک کر کہا۔

"ضرور ہمارے جہاز والوں نے تارپیڈو چھوڑا ہے"۔

وہ سب شیشے والی گول کھڑکی کی طرف لپکے۔ کیا دیکھتے ہیں سمندر میں ایک لمبا تارپیڈو امریکی جہاز کی طرف پانی کے اندر اندر بڑھ رہا ہے۔

"میرے خدایا! یہ تو جرمن تباہ کن جہاز سواستیکا ہی ہے۔ اب امریکی جہاز کی خیر نہیں"۔

تارپیڈو یعنی سمندری بم بڑی تیزی کے ساتھ سمندر کے اوپر

ایک ہلکی سی لکیر ڈالتا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔

امریکی جہام والوں کی اس طرف توجہ نہیں تھی۔ اور اگر انہیں پتہ بھی چلا ہوگا تو وقت گزر چکا تھا۔

تارپیڈو یعنی سمندری بم ایک زبردست دھماکے کے ساتھ امریکی جہاز سے ٹکرایا اور اس کے اندر گہرا شگاف ڈالتا ہوا گھس گیا اندر جا کر بم پھٹ گیا۔

جہاز تباہ کن دھماکے کے ساتھ دو ٹکڑے ہو کر ڈوبنا شروع ہو گیا۔

ملاحوں نے سمندر میں چھلانگیں لگا دیں اور کشتیوں پر سوار ہونے کی کوشش کرنے لگے۔

جرمن جہاز کے اوپر سے اب گولہ باری شروع ہو گئی۔ گولے

www.urduraza.com
PDF By princeofhump@urdufanz.com

ملاحوں کی کشتیوں پر جا کر پھٹتے اور انہیں ہلاک کر کے سمندر میں غرق کر دیتے۔

تھوڑی دیر بعد امریکی جہاز اور اس کے بچے کھچے ملاح سمندر میں ڈوب چکے تھے اور وہاں سمندر کی لہریں ہی لہریں تھیں۔ جیسے وہاں کبھی کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

عنبر تھامس اور ایملی کھڑکی سے ہٹ کر بیٹھ گئے۔

تھامس نے کہا۔

"ہم دشمن کے جہاز پر سوار ہیں"۔

ایملی نے کہا۔

"یہ جرمن جہاز ہے۔ اس کا کپتان بڑی مکاری سے حملہ کرتا ہے۔ یہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اسے ہمارے بارے میں بھی

پتہ چل چکا ہے کہ ہم امریکی ہیں"۔

عنبر نے کہا۔

تو پھر کیا ہوا؟ اب ہم سوائے صبر کے اور کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر خدا نے آپ لوگوں کی زندگی لکھی ہے تو یہ لوگ آپ کو کچھ نہیں کہہ سکتے۔

سوچنا تو یہ ہے کہ اس جہاز کو تباہ کیوں کر کیا جائے تا کہ اس کی تباہی و بربادیوں سے دوسرے جہاز بچ سکیں۔

تھامس نے کہا۔

"کم بختوں نے ملاحوں پر بھی گولہ باری کر کے انہیں ڈبو دیا"۔

ایملی بولی۔

www.urdurasaz.com
www.urdurasaz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"ہم خود اس جہاز پر سفر کر رہے ہیں۔ پھر بھلا ہم اس جہاز کو کیسے ڈبو سکتے ہیں؟"۔

"یہی بات تو ہمیں سوچنی ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"ابھی یہ لوگ باتیں کر رہے تھے کہ ان کے کیبن کا دروازہ کھلا اور ایک جرمن ملاح نمودار ہوا"۔

اس نے عنبر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"میرے ساتھ اوپر چلو"۔

عنبر جرمن ملاح کے ساتھ کیبن سے باہر نکل گیا۔ وہ خوش تھا کہ اس کی بجائے تھامس یا ایملی کو نہیں بلایا گیا۔

ملاح عنبر کو ساتھ لے کر اوپر کپتان کے پاس لے گیا۔ کپتان

اپنے کیبن میں کرسی پر بیٹھا میز پر پھیلے ہوئے ایک نقشے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

ملاح نے سلوٹ مار کر کہا۔

"کوئی اور حکم سر؟"۔

"تم جا سکتے ہو"۔

کپتان نے عینک اتار کر میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

ملاح واپس چلا گیا۔

کپتان نے عنبر کے قریب آ کر کہا۔

"بیٹھ جاؤ دوست!"۔

اس کا لہجہ بڑا نرم تھا۔

عنبر سمجھ گیا کہ یہ شخص میٹھا بن کر اس سے کچھ معلومات حاصل

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کرنا چاہتا ہے۔

عنبر کرسی پر بیٹھ گیا۔ کیبن زیادہ بڑا نہیں تھا۔ اس کے کونے والی میز پر ہٹلر کی تصویر پڑی تھی۔ اب کوئی شک باقی نہیں رہا تھا۔ یہ جہاز جرمن تباہ کن جہاز سواستیکا ہی تھا۔

کپتان نے کہا۔

"یقیناً تم نے ہٹلر کی تصویر دیکھ لی ہوگی اور تمہیں یقین ہو گیا ہوگا کہ یہ جہاز مال بردار نہیں ہے۔ تم نے ابھی ابھی اپنے کیبن کی کھڑکی میں سے امریکی جہاز کو سمندر میں غرق ہوتے بھی دیکھ لیا ہوگا۔ کیا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں"۔

عنبر نے سر ہلا کر کہا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ؟"۔

کپتان نے کہا۔

"اب تمہارے لیے بھی یہی بہتر ہے کہ تم بھی صاف صاف بتا دو کہ تم لوگ کون ہو اور بادبانی جہاز میں کہاں سے آ رہے تھے؟ کس مشن پر آ رہے تھے؟"۔

عنبر نے کہا۔

ہم نے جو کہا بالکل سچ کہا تھا۔ ہم ایک مسافر جہاز پر سنگاپور کی طرف جا رہے تھے کہ جہاز غرق ہو گیا۔

ہم کسی طرح جان بچا کر ایک جزیرے پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

وہاں کے لوگوں نے ہماری کچھ روز خاطر مدارات کی اور پھر ہمیں ایک بادبانی کشتی میں سوار کروا کر رخصت کر دیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princedudhump@urdufanz.com

کپتان کیبن میں ٹہل رہا تھا۔ عنبر کے قریب آ کر رک گیا اور جھک کر بولا۔

"تم اتنی عمدہ جرمن زبان کیسے بول لیتے ہیں؟"۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"میری ماں جرمنی میں کافی دیر رہی تھی۔ جرمن زبان مجھے میری والدہ نے سکھائی تھی"۔

کپتان نے اچانک بڑے زور کا تھپڑ عنبر کی گال پر جڑ دیا۔

عنبر بے خیالی میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ چنانچہ وہ گرتے گرتے بچا۔

کرسی پر دراز ٹیڑھا ہو گیا۔ غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ لیکن اس نے بڑے صبر سے کام لیا۔

وہ کپتان پر حملہ کر کے اپنے ساتھی امریکی میاں بیوی کی زندگی خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

کپتان نے بلند آواز میں چیخ کر پوچھا۔

"بتاؤ امریکی آبدوز اٹلس کس سمندر میں سفر کر رہی ہے"۔

عنبر نے بڑے سکون کے ساتھ کہا۔

"ہمیں امریکی آبدوز کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہم پر امن لوگ ہیں اور جنگ سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں ہے"۔

"ہاہاہاہا"۔

کپتان نے قہقہہ مار کر کہا۔

"تمہارا واسطہ نہیں ہے مگر ہمارا واسطہ ضرور ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ تم عرب ہو"۔

www.urdurasala.com
PDF By primeofdhump@urdufanz.com

شام کے رہنے والے ہو اور امریکی حکومت کے لیے جاسوسی کے مشن پر نکلے ہوئے ہو اور تمہارے ساتھ امریکی جوڑا ہے"۔

پھر اس نے عنبر کے کندھے کو جھنجھوڑ کر کہا۔

"اگر تم نے سچ سچ نہ بتایا کہ اٹلس آبدوز کس سمندر میں گشت کر رہی ہے اور اس نے تم لوگوں کو سمندر میں کس جگہ اتارا تھا تو تم سب کو گولی مار کر سمندر میں مچھلیوں کے حوالے کر دیا جائے گا"۔

عنبر نے کہا۔

"ہمیں کسی آبدوز نے سمندر میں نہیں اتارا"۔

کپتان نے ایک اور تھپڑ عنبر کو جڑ دیا۔

مگر اب عنبر اپنے آپ میں سنبھل کر بیٹھ گیا تھا۔ چنانچہ کپتان کو یوں لگا جیسے اس نے کسی سخت پتھر پر ہاتھ مار دیا ہو۔ وہ اپنے

ہاتھ کو سہلانے لگا۔

"تمہاری جلد اتنی سخت کیوں ہے؟"۔

اس نے حیرت سے پوچھا۔

عنبر نے کہا۔

"تمہارے احمقانہ سوالوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ میں جا رہا ہوں"۔

عنبر کیبن سے باہر نکل گیا۔

کپتان نے گھنٹی بجائی۔ جرمن سپاہی اندر آیا۔ کپتان نے حکم دیا کہ امریکی جوڑے کو حاضر کیا جائے۔

ابھی عنبر تھامس اور ایملی کے پاس پہنچا ہی تھا کہ جرمن سپاہی آن نازل ہوا اور تھامس اور ایملی کو پستول دکھا کر اپنے ساتھ اوپر

لے گیا۔

ویسے عنبر کی آنکھوں کے اشاروں سے وہ سمجھ گئے تھے کہ معاملہ پوچھ گچھ کا ہے۔

تھامس اور ایملی کو دیکھ کر کپتان نے جرمن سپاہی کو اشارے سے باہر جانے کو کہا۔

سپاہی چلا گیا۔ کپتان نے دروازہ بند کیا اور تھامس کی طرف آ کر بولا۔

”تم سمجھ گئے ہو گے کہ میں تم سے کیا پوچھنے والا ہوں“۔

تھامس نے کہا۔

”ضرور سمجھ گیا ہوں۔ اور میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ ہم امن پسند امریکی شہری ہیں اور ہمارا اس جنگ سے کوئی تعلق نہیں ہے“۔

کپتان مسکرایا۔

”مجھے خوشی ہے کہ تم یہ تو مان گئے کہ تم امریکی شہری ہو۔ اب تم دوسری باتیں بھی آہستہ آہستہ مان جاؤ گے“۔

کپتان نے گلاس میں شربت ڈال کر ایملی اور تھامس کو دیا۔

”تم کو یہ معلوم ہو چکا ہو گا کہ تم جرمن تباہ کن جہاز سواستیکا پر سوار ہو“۔

اور اب یہ بھی سن لو کہ ہم امریکی آبدوز اٹلس کی تلاش میں ہیں جس نے تم لوگوں نے اس سمندر میں اتارا ہے۔ تمہاری بہتری اور بھلائی اسی میں ہے کہ ہمیں صاف صاف بتا دو کہ امریکی آبدوز اٹلس نے تمہیں سمندر میں کہاں اتارا تھا اور وہ کس طرف سفر کر رہی تھی؟۔

www.urduasaan.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تھامس سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ یہ احمق کپتان اس سے کیا پوچھ رہا ہے۔

خدا جانے امریکی آبدوز کہاں تھی اور کہاں نہیں تھی۔ اس کی جانے بلا۔ یہ اس کے پیچھے ہی پڑ گیا تھا۔

کپتان نے ایملی کے سرخ بالوں کو پکڑ کر کہا۔

کتنے خوبصورت بال ہیں"۔

پھر تھامس کی طرف دیکھ کر بولا۔

"مسٹر تھامس کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تمہاری بیوی اپنے ان خوبصورت سرخ بالوں کے ساتھ سمندر میں ڈوب رہی ہو اور مچھلیاں اس کی لاش کھا رہی ہوں؟"۔

تھامس نے چونک کر کپتان کی طرف دیکھا۔

کپتان سر ہلا کر بولا۔

یقین کرو اگر تم نے مجھے یہ نہ بتایا کہ امریکی آبدوز اٹلس نے تم لوگوں کو کس جگہ سمندر میں اتارا تھا تو میں تمہاری بیوی کو تمہارے سامنے گولی مار کر سمندر میں پھینک دوں گا۔

ایملی نے کہا۔

"ہمیں کسی آبدوز کے بارے میں کچھ علم نہیں"۔

ہم نے پہلی بار آبدوز اٹلس کا نام تمہاری زبان سے سنا ہے۔ کپتان نے گھوم کر بڑے زور کا طمانچہ ایملی کے گال پر مارا۔

ایملی کی چیخ نکل گئی۔

ہونٹوں کے کنارے سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے تھامس اٹھنے لگا مگر کپتان نے دھکا دے کر اسے کرسی پر گرا دیا۔ کپتان

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

نے پستول نکال کر تھامس کی طرف کر دی۔

ہم زبان کھلوانا جانتے ہیں۔ میں تم لوگوں کو صرف آج کی رات کی مہلت دیتا ہوں۔

اگر کل صبح تم لوگوں نے میرے سوالوں کا جواب نہ دیا تو تمہیں گولی ماردی جائے گی۔ اب تم جا سکتے ہو"۔

واپس آ کر ایملی دیر تک سسکیاں بھرتی رہی۔

تھامس نے اسے تسلی دی۔ اس کے ہونٹ پر سے ٹپکتے خون کو صاف کیا۔ عنبر نے بھی اس کا حوصلہ ٹھیک کیا اور کہا کہ انہیں گھبرانا نہیں چاہیے اور کسی ایسی ترکیب پر عمل کرنا ہوگا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹنے پائے۔

تھامس نے کہا۔

"ایسی کوئی ترکیب میری سمجھ میں تو نہیں آ رہی۔ تم ہی بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

کیونکہ اگر آج کی رات خالی چلی گئی تو صبح یہ لوگ ہم دونوں کو ضرور گولی سے اڑا دیں گے۔ تو تم یقیناً بچ جاؤ گے۔ مگر تمہارے بچنے سے پھر ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

عنبر نے کہا۔

"تمہارے خیال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے"۔

تھامس بولا۔

"اس جہاز سے فرار ہونا چاہیے"۔

"ہم کس طرح فرار ہو سکتے ہیں"۔

ایملی نے کہا۔

www.urduraza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"اگر ہم اس جہاز سے فرار نہیں ہو سکتے تو ہمیں چاہیے کہ اس جہاز کے سارے جرمن عملے کو ختم کر کے جہاز پر قبضہ کر لیا جائے"۔

عنبر مسکرایا۔

یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ یعنی میرے لیے تو آسان ہے مگر اس میں خطرہ ہے کہ یہ لوگ کم از کم تم دونوں کو ضرور مار ڈالیں گے۔

تمہاری جان کا خطرہ بہر حال موجود ہے اور جب تم دونوں مر گئے تو میں خالی جہاز پر قبضہ کر کے کیا کروں گا۔

"پھر تم ہی بتاؤ عنبر کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ کیوں کہ کل مجھے اپنی اور اپنی بیوی کی موت نظر آ رہی ہے"۔

تھامس سچا تھا۔ جرمنوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ دوسرے روز اگر یہ کچھ نہ بتائیں تو انہیں گولی سے اڑا دیا جائے۔

عنبر نے کافی سوچ و بچار کے بعد کہا۔

ایک ہی ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے کہ ان لوگوں کو جھوٹ موٹ بتا دیا جائے کہ فلاں سمندر میں امریکی آبدوز نے ہمیں اتارا تھا۔

"اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس سے امریکی آبدوز کا بھی کچھ نہیں بگڑے گا۔ کیونکہ خدا جانے وہ کس سمندر میں چکر لگا رہی ہے"۔

"اب آئے ہو تم لوگ سیدھی راہ پر"۔

پھر اس نے تھامس، ایملی اور عنبر کو کافی کے ساتھ بسکٹ پیش کیے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

اور کہا۔

"ہم جہاز لے کر تمہاری بتائی ہوئی جگہ کی طرف جائیں گے اگر وہاں کہیں کسی جگہ بھی سمندر میں آبدوز کے آثار نہ ملے تو تمہیں شوٹ کر دیا جائے گا۔ اب تم جا سکتے ہو"۔

عنبر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ جرمن کپتان نے اشارہ کیا۔ سپاہی آگے بڑھے اور ان تینوں کو کیبن سے نکال کر باہر لے گئے۔

اپنے کیبن میں آ کر انہوں نے رات کا کھانا کھایا اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔

تھامس کہنے لگا۔

"یہ ترکیب بھی ہماری جان نہ بچا سکی۔ جب جہاز ہماری بتائی

ہوئی جگہ پر پہنچے گا تو ظاہر ہے وہاں پر کسی بھی آبدوز کے نشان نہ ہوں گے۔ اور یہ جرمن ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گے"۔

عنبر نے جواب دیا۔

"بہر حال دیکھا جائے گا۔ یہ لوگ وہاں تک تو پہنچیں"۔

راتوں رات سمندر میں سفر کرتا یہ تباہ کن جرمن جہاز جنوبی سمندر میں پہنچ گیا۔

ایک جگہ لنگر ڈال کر راڈار کے ذریعے سمندر کے نیچے امریکی آبدوز اٹلس کی تلاش شروع کر دی گئی۔

ایک گھنٹے تک یہ کھوج جاری رہی۔ کوئی نتیجہ نہ نکلا اور پھر اچانک راڈار پر ایک نقطہ ظاہر ہوا۔

کپتان اور دوسرے لوگوں کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ سمندر

www.urdurasala.com
PDF By princecoldhump@urdufanz.com

کے نیچے کوئی آبدوز آہستہ آہستہ سفر کر رہی ہے۔

کپتان نے حکم دیا۔

"آبدوز کی صحیح پیمائش کی جائے"۔

معلوم ہوا کہ آبدوز دس میل کے فاصلے پر سمندر میں کوئی چار سو فٹ کی گہرائی میں ہے۔

اب سوال یہ تھا کہ معلوم کیا جائے کہ یہ آبدوز کس ملک کی ہے؟۔

کیونکہ یہ کوئی جرمن آبدوز بھی ہو سکتی تھی۔ جہاز والے اسے سگنل نہیں دے سکتے تھے۔ کیونکہ اگر وہ جرمن آبدوز نہ ہوئی تو پھر اسے جہاز کے بارے میں علم ہو جائے گا اور وہ بھاگ جائے گی۔

یا جہاز کو تارپیڈو مار کر غرق کر دیگی۔

کپتان نے حکم دیا۔

"جہاز کے انجن بند کر دیے جائیں اور جہاز پر ہر کوئی خاموشی سے لیٹ جائے اور حرکت نہ کرے"۔

اس طرح سے آبدوز کے راڈار پر جہاز کا کوئی نہیں ابھر سکتا تھا۔

آبدوز والے بڑے سکون سے اوپر ابھر سکتے تھے یا سفر جاری رکھ سکتے تھے۔

جہاز کی ساری مشینیں بند کر دی گئیں۔ اب راڈار پر آبدوز کا نقطہ پوری طرح صاف شفاف نظر آ رہا تھا۔ مگر آبدوز رکی نہیں تھی بلکہ سفر کر رہی تھی۔

شمال مغرب کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ جب آبدوز دور

www.urdurasaa.com
PDF By princeoldhump@urdufanz.com

ہو گئی تو کپتان نے جہاز کو چلنے کا حکم دیا۔

جہاز چل پڑا اور کافی پیچھے رہ کر آبدوز کا پیچھا شروع کر دیا۔

جہاز کے راڈار پر سے آبدوز کے چمکیلے نقطے کو اوجھل نہیں ہونے دیا جا رہا تھا۔

نیچے کیبن میں بھی ایملی، تھامس اور عنبر کو معلوم ہو گیا تھا کہ کسی آبدوز کا کھوج مل گیا ہے۔

عنبر نے کہا۔

"خدا جانے یہ کونسی آبدوز ہے؟"۔

تھامس نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے۔ ہماری جان بچ گئی"۔

ایملی نے تو ہاتھ باندھ کر، آنکھیں بند کر کے خدا کا شکر ادا

کیا۔

عنبر نے کہا۔

"ویسے یہ ایک اتفاق ہوا ہے۔ لیکن بڑا دلچسپ اتفاق ہوا ہے کہ عین اسی مقام پر جہاں ہم نے بتایا تھا ایک آبدوز سفر کر رہی ہے۔ پتہ نہیں یہ آبدوز جاپانی ہے یا امریکن یا جرمن آبدوز ہے"۔

جہاز کا کپتان اس بات کی برابر کھوج لگا رہا تھا کہ آبدوز کس ملک سے تعلق رکھتی ہے۔

آخر اس کو ایک ترکیب سوجھی اس نے ایک خاص کوڈ کی زبان میں سمندر کے نیچے ایک سگنل بھیجا۔

اس کوڈ کا مطلب ہوتا ہے کہ اسے سوائے جرمن آبدوز والوں کے دوسرا کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اگر جرمن آبدوز ہے تو وہ اسی زبان میں واپس سگنل بھیج کر کہہ دے گی کہ ہم دوست ہیں۔

اور اگر کسی دشمن ملک کی آبدوز ہوئی تو یہ سگنل اس کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔

سگنل تیزی سے سمندر کے نیچے جا کر آبدوز کے ریڈار پر ٹکرایا۔

یہ امریکی آبدوز تھی۔ مگر اس کا نام اٹلس تہیں تھا۔ اس کا نام امریکانو تھا۔

انجینئر نے سگنل سن کر کپتان کو بلایا۔

"سر! ابھی ابھی میرے ریڈار پر ایک سگنل ملا ہے"۔

آبدوز کے امریکی کپتان نے جھک کر ریڈار کو دیکھا اور کان

وائرلیس کے سگنل پر لگا دیئے۔

یہ سگنل چار سیکنڈ تک کئی بار سنائی دیا۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔

امریکی کپتان نے حکم دیا کہ سگنل کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

مگر وہ کسی ایسے کوڈ میں تھا کہ اس کا سمجھنا بہت مشکل تھا۔

امریکی کپتان نے اپنے ریڈار کا رخ اس کی طرف کر دیا جس طرف سے سگنل کی لہر آئی تھی۔

اس نے کہا۔

"کوئی جہاز سمندر میں ہے"۔

اگر یہ اپنا جہاز ہوتا تو ہماری زبان میں سگنل دیتا۔ ضرور یہ دشمن کا جہاز ہے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ریڈار کا رخ دوسری طرف کر کے سگنل پھینکے گئے۔ سگنل نے سمندر کے اوپر سے واپس آ کر ریڈار پر ایک بحری جہاز کے نقطے کو ظاہر کر دیا۔

امریکی کپتان نے حکم دیا۔

"انجن بند کر دیئے جائیں"۔

آبدوز کے سارے انجن بند کر دیئے گئے تاکہ اوپر والے دشمن کے جہاز کو آبدوز کا پتہ نہ چل سکے۔

اوپر جرمن جہاز کا کپتان بھی ریڈار پر جھکا ہوا تھا۔ جب اس کے سگنل کے جواب میں نیچے والی آبدوز نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ سمجھ گیا کہ آبدوز دشمن کی ہے اور وہ بھی اسے غرق کرنے کی کوشش کرے گی۔

اب جرمن تباہ کن جہاز سواستیکا امریکی آبدوز امریکا تو کی خاموش جنگ شروع ہو چکی تھی۔

دیکھنا یہ تھا کہ ان دونوں میں سے کون پہلے دوسرے کو تارپیڈو مار کر تباہ کرتا ہے۔

جرمن جہاز والوں نے آبدوز کی سمت مقرر کر کے سمندر میں گولے پھینکنے شروع کر دیئے۔ یہ گولے سمندر میں کافی نیچے جا کر پھٹتے تھے۔

گولوں کے پھٹنے سے سمندر میں پانی کئی فٹ اوپر اچھلتا اور نیچے طوفان مچا دیتا۔ امریکی آبدوز سمندر کی تہہ کیساتھ لگا دی گئی تھی۔

اس کے سارے انجن بند تھے تاکہ انجنوں کی معمولی سی آواز

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بھی جنگی جرمن جہاز تک نہ پہنچ سکے۔

ملاحوں کو بھی خاموش رہنے کا حکم مل گیا تھا۔

امریکی کپتان خاموش بیٹھا بموں کے دھماکے سن رہا تھا۔ بم ان کی آبدوز سے ذرا فاصلے پر پھٹ رہے تھے۔

جرمن جہاز نے جب دیکھا کہ بمباری کا کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا تو گولہ باری بند کر دی گئی۔

گولہ باری بند ہوئی تو امریکی آبدوز کے کپتان نے خاموش اشارے سے حکم دیا کہ بغیر انجن کے پمپ چلا دائے جائیں اور پانی کے دباؤ سے مدد لے کر آبدوز کو ایک خاص زاویے پر لے جانے کی کوشش کی جائے۔

جرمن جہاز کی گولہ باری سے امریکی کپتان کو یہ معلوم ہو گیا تھا

کہ جہاز کس جگہ پر ہے۔

آبدوز سے پمپ چلا دیئے گئے۔ پانی کے دباؤ سے آبدوز نے ایک خاص سمت کو اوپر اٹھنا شروع کر دیا۔ مگر انجنوں کے بغیر وہ آگے نہیں بڑھ سکتی تھی۔

کچھ دیر بعد آبدوز کا ایک انجن چلا دیا گیا۔

آبدوز نے اوپر اٹھنا اور بائیں جانب آگے بڑھنا شروع کر دیا۔

امریکی کپتان نے پیری سکوپ یعنی آبدوز کی دوربین کو سمندر سے باہر نکال کر دیکھا۔ یہ ایک خطرناک بات بھی تھی۔

کیونکہ جرمن تباہ کن جہاز اسے دیکھ سکتا تھا۔

امریکی کپتان نے ذرا فاصلے پر جرمن جہاز کو دیکھ لیا۔ مگر وہ

ایسے زاویے پر چل رہا تھا کہ اس پر تارپیڈو کا گولہ اثر نہیں کر سکتا تھا۔

امریکی آبدوز کے کپتان نے آبدوز کو جہاز کے پہلو میں لانے کی کوشش شروع کر دی۔

اس میں بڑا خطرہ تھا۔ کیونکہ آبدوز کے انجنوں کی آواز سے جرمن جہاز کو اس کا پتہ لگ سکتا تھا اور وہ گولے پھینک کر آبدوز کو تباہ کر سکتا تھا۔

اس خطرے کو مول لے کر امریکی کپتان آہستہ آہستہ آبدوز کو جرمن جہاز کے پہلو میں لے آیا۔

اب اس نے دوربین سے دیکھا تو جہاز کا پیندا بالکل سامنے تھا۔

اب دیر کرنا اپنی موت کو آواز دینے کے برابر تھا۔

امریکی کپتان نے بڑی تیزی سے کہا۔

"نشانہ ستر ڈگری شمال مغرب"۔

تارپیڈو پھینکنے والے نے نشانے کی سمت مقرر کر دی۔

"ریڈی!"۔

لیس سر۔

ٹارگٹ ستر ڈگری شمال مغرب۔

لیس سر۔

سٹینڈ بائی۔

"فائر"۔

امریکی کپتان نے چیخ کر کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تارپیڈو پھینکنے والے نے سرخ بٹن دبا دیا۔

شاں کی آواز کے ساتھ آبدوز کو ایک ہلکا سا دھچکا لگا اور ایک خوفناک دھماکے سے پھٹنے والا تارپیڈو یعنی لمبا بم آبدوز کے سوراخ میں سے نکل کر جرمن جہاز کی طرف بڑی تیزی سے روانہ ہوگیا۔

اگرچہ یہ بم پانی کے نیچے جا رہا تھا۔ مگر سمندر کی سطح پر اس کی ایک ہلکی سی سفید لکیر بنتی جا رہی تھی۔

جرمن تباہ کن جہاز کا کپتان عرشے پر کھڑا تھا کہ اچانک اس نے ایک سفید لکیر کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔

اس کا رنگ فق ہوگیا۔ وہ چلا اٹھا۔

”جہاز کو موڑو۔ تارپیڈو!“۔

سارے جہاز پر کھلبلی مچ گئی۔ جہاز کو موڑنے کی بھرپور کوشش شروع ہوگئی۔

مگر اتنے بڑے جہاز کو ایک دم سے موڑنا آسان نہیں تھا۔

تارپیڈو بڑی تیزی سے جہاز کی طرف بڑھ رہا تھا۔

امریکی کپتان نے آبدوز سے دوسرا بم بھی چلا گیا تھا اور وہ بھی سفید لکیر چھوڑتا پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ جرمن جہاز کا کپتان ادھر ادھر بھاگ کر آرڈر دے رہا تھا۔

یہ سب کچھ چند ایک سیکنڈ میں ہوگیا۔

آبدوز کا تارپیڈو ایک دھماکے سے جہاز کے پیندے سے ٹکرایا۔

سارا جہاز کانپ اٹھا۔ جہاز میں تارپیڈو نے سوراخ کر دیا

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اور اندر گھس گیا۔

اندر جا کر وہ ایک اور دھماکے کے ساتھ پھٹ گیا۔

اس کے ساتھ ہی دوسرا تارپیڈو بھی جہاز سے ٹکرایا اور پھٹ گیا۔

جہاز کے انجن روم میں آگ لگ گئی۔ اس کے دو حصے ہو گئے اور وہ ڈوبنے لگا۔

عنبر، تھامس اور ایملی اپنے کیبن سے اچھل کر دور جا پڑے۔

جہاز ڈوب رہا تھا۔ جرمن ملاح کشتیوں اور تختوں پر بیٹھے سمندر میں جان بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔

کپتان بھی ایک تختے پر سوار تھا۔ عنبر اور تھامس وغیرہ بھی ایک تختے پر جا بیٹھے اور جہاز سے دور ہونے کی کوشش کرنے لگے۔

کیونکہ جہاز ڈوب رہا تھا۔

جس وقت وہ ڈوبتا تو سمندر میں شدید لہریں ابھرنے والی تھیں۔ دوسری طرف سمندر میں سے کچھ فاصلے پر آبدوز نے سر باہر نکالا۔

امریکی آبدوز کا کپتان اور دوسرے ملاح آبدوز کے عرشے پر آ گئے۔

انہوں نے اوپر ایک چھوٹی توپ اور مشین گن لگا دی اور جرمن ملاحوں پر گولہ باری اور مشین گن کی فائرنگ شروع کر دی۔

دیکھتے دیکھتے ایک گولہ اس تختے پر گرا جس پر کپتان بیٹھا تھا۔

کپتان اور دوسرے ملاحوں کے ٹکڑے اڑ گئے۔

گولیاں برس رہی تھیں۔ جرمن ملاح مر رہے تھے۔ کل یہ

www.urdurasala.com
PDF By princeofthump@urdufanz.com

لوگوں پر گولیاں برسا رہے تھے۔

آج ان پر گولیاں برس رہی تھیں۔ عنبر اور تھامس نے ایملی کو تختے پر لٹا دیا تھا اور خود تختے کو کھینچتے ہوئے آبدوز کی طرف لے جا رہا تھا۔

تھامس نے قمیض اتار کر ہوا میں لہرانی شروع کر دی تھی۔

عنبر نے کہا۔

"اسے بتانے کی کوشش کرو کہ ہم دوست ہیں"۔

"کیسے سمجھاؤں؟"۔

تھامس بار بار قمیض لہرا رہا تھا۔ امریکی آبدوز کے کپتان جب ایک آدمی کو قمیض لہراتے اور تختے پر آگے بڑھتے دیکھا تو اس نے گولی بند کرنے کا حکم دیا۔

تختہ آبدوز کے قریب آ گیا تو تھامس نے چلا کر کہا۔

"ہم امریکی جنگی قیدی ہیں"۔

اتنا کہنا تھا کہ امریکی کپتان نے نیچے ایک تختہ سمندر میں اتار دیا۔

عنبر، ایملی اور تھامس تختے پر بیٹھ گئے۔ تختہ انہیں اوپر آبدوز پر لے آیا۔ امریکی کپتان نے انہیں غور سے ایک ایک کر کے دیکھا اور حکم دیا۔

"انہیں نیچے لے جا کر کیبن میں بند کر دو"۔

عنبر، ایملی اور تھامس کو نیچے کیبن میں لے جا کر بند کر دیا گیا۔

امریکی کپتان ابھی تک آبدوز کے عرشے پر کھڑا جرمن جہاز

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کے ڈوبنے کا منظر دیکھ رہا تھا۔

جب جہاز سمندر کی تہہ میں چلا گیا تو اس نے دوربین آنکھوں سے ہٹائی اور سیڑھیاں نیچے آیا اور حکم دیا۔

"آبدوز سمندر میں اتار دو"۔

سائرن کی آوازیں آئیں۔

سارے ملاح نیچے آبدوز کے اندر آ گئے اور آبدوز نے سمندر میں ڈوبنا شروع کر دیا۔

کافی نیچے سمندر میں جا کر آبدوز رک گئی اور اس نے آگے اپنا سفر دوبارہ شروع کر دیا۔

امریکی آبدوز کا کپتان اپنی طرف سے مطمئن ہو گیا تھا لیکن اسے یہ خبر نہیں تھی کہ جرمن تباہ کن جہاز نے ڈوبتے ڈوبتے

سمندر میں دور اپنے ایک جنگی جہاز کو سگنل دے دیا تھا کہ فلاں جگہ فلاں مقام پر اس پر امریکی آبدوز نے حملہ کر دیا ہے۔

اس سگنل کو جرمن جنگی جہاز نے وصول کر لیا تھا اور اب امریکی آبدوز کی طرف بڑھ رہا تھا۔

آبدوز کا کپتان اس کام سے فارغ ہو کر عنبر وغیرہ کی طرف متوجہ ہوا۔

اس نے تینوں کو اپنے کیبن میں بلایا اور پوچھ گچھ شروع کر دی۔ تھامس اور اس کی بیوی کا رنگ گورا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ امریکی ہوں مگر عنبر کا رنگ گندمی تھا۔

کپتان نے اس کی طرف گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم کہاں کے رہنے والے ہو؟"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر نے کہا۔

”میں مصر میں پیدا ہوا تھا مگر ساری زندگی باہر سفر میں ہی گزاری ہے۔ میں سنگاپور میں کاروبار کرتا تھا۔ ایک جہاز واپس قاہرہ جا رہا تھا کہ جرمن جہاز نے حملہ کر دیا“۔

امریکی کپتان نے سر جھکا لیا۔ وہ کچھ غور کرتا تھا۔ پھر سر اٹھا کر عنبر کو دیکھا اور پوچھا۔

”تم انگریزی بڑے خالص امریکی لہجے میں کیسے بول لیتے ہو؟“۔

”ان لوگوں کے ساتھ رہتے رہتے عادت پڑ گئی ہے۔ ویسے بھی میں دنیا کی ہر زبان کے لہجے کی نقل کر سکتا ہوں“۔

کپتان ہنسا۔

”ٹھیک ہے۔ امید ہے اگر تم جرمن فوج کے ایجنٹ بھی ہو گے تو یہاں شرارت کرنے کی کوشش نہیں کرو گے کیونکہ شرارت کا مطلب ہوگا کہ تم بھی ہمارے ساتھ ہلاک ہو جاؤ گے“۔

عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ اطمینان رکھیں جناب! میں آپ کا وفادار ساتھی ثابت ہوں گا۔ میں دشمن کا ایجنٹ ہرگز نہیں ہوں۔ اگر ایجنٹ ہوتا تو ان دونوں کو جاپانیوں کی قید سے نہ نکال لاتا“۔

”ٹھیک ہے۔ اب تم لوگ جا سکتے ہو“۔

ادھر جرمن جنگی جہاز نے ایک خاص جگہ رک کر دو بمبار ہوائی جہاز اڑا دیئے تاکہ وہ جرمن آبدوز کو تلاش کر کے اسے تباہ کریں۔

دونوں جہاز دو دو بم لاد کر آسمان پر اڑ گئے۔

www.urduraaz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

وہ سیدھے اس جگہ پہنچے جہاں ان کے اندازے کے مطابق امریکی آبدوز کو ہونا چاہیے۔

ویسے ان کا اندازہ بالکل صحیح تھا۔سمندر میں جس مقام پر پہنچ کر جرمن بمبار جہازوں نے پہلے دو بم گرائے ٹھیک اس کے نیچے امریکی آبدوز سفر کر رہی تھی۔ہاں اتنا ضرور تھا کہ وہ سمندر میں کافی نیچے تھی اور بموں کی زد سے باہر تھی۔

دونوں بم باری باری آبدوز سے کافی بلندی پر سمندر میں پھٹے تو آبدوز جھکولے کھانے لگی۔

کیوں کہ بموں کے پھٹنے سے سمندر میں طوفان سا آ گیا تھا۔

آبدوز کا کپتان بھاگ کر کیبن سے باہر آیا۔اس نے آبدوز کی رفتار تیز کرادی اور اسے اور زیادہ گہرائی میں اتار لیا۔

جرمن بمباروں نے چاروں بم پھینک دیئے تھے۔اب وہ سمندر کے اوپر چکر لگا کر اندازہ لگا رہے تھے کہ آبدوز پھٹی ہے کہ نہیں۔

اگر آبدوز تباہ ہو جاتی تو اس کا تیل سمندر کے اوپر آ جانا چاہیے تھا مگر ایسا نہ ہوا۔

سمندر کی سطح پر آبدوز کا تیل نہ پھیلا۔اس کا مطلب یہ تھا کہ آبدوز ابھی زندہ ہے۔

ہوائی جہازوں کے پائلٹ ایک بار پھر واپس آ گئے اور بم لے کر واپس آ گئے اور دھڑا دھڑ گرانے شروع کر دیے۔ان بموں سے بھی آبدوز کا کوئی نقصان نہ ہو سکا۔

جہاز واپس چلے گئے۔انہوں نے رپورٹ دی کہ آبدوز غرق

www.urdusasa.com
PDF By princeodhump@urdufanz.com

نہیں کی جا سکی۔

انہیں دوبارہ زیادہ بم دے کر واپس بھیجا گیا۔ بم انہوں نے باری باری سمندر میں پھینک دیئے۔ مگر آبدوز وہاں سے کافی آگے نکل گئی تھی۔

امریکی کپتان آبدوز کو بچا کر لے گیا تھا۔

یہ آبدوز سمندر میں سفر کرتی رہی اور دشمن کے جنگی جہازوں کو تلاش کر کے تباہ کرتی رہی۔ آخر ایک جگہ سمندر سے باہر نکلی۔ سامنے ایک امریکی تیل بردار جہاز تھا۔

اس جہاز سے آبدوز نے تیل لینا تھا۔ امریکی کپتان نے تھامس اور ایملی کو بحری جہاز کے حوالے کر دیا کیونکہ وہ جہاز امریکہ جا رہا تھا۔

کپتان نے وعدہ کیا تھا کہ وہ تھامس اور ایملی کو ضرور امریکہ پہنچا دے گا۔ تھامس اور ایملی بڑی گرم جوشی سے عنبر کو ملے۔ اور تیل بردار جہاز پر سوار ہو گئے۔

عنبر امریکہ نہیں جانا چاہتا تھا۔ وہ ہندوستان جانا چاہتا تھا۔ جہاں وہ اپنے بھائی ناگ اور بہن ماریا کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔

امریکی آبدوز نے یہاں سے ہو کر بحر ہند میں جانا تھا جہاں اس کا مشن جاپانی بحری جہازوں کو تباہ کرنا تھا۔

آبدوز سمندر سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ ایک پائلٹ امریکی جہاز سے نکل کر آبدوز کے ٹینک میں تیل ڈال رہا تھا۔ عنبر اور امریکی آبدوز کا کپتان آبدوز کے عرشے پر کھڑے تھے۔

سامنے امریکی تیل بردار جہاز کا کپتان بھی کھڑا تھا۔ دونوں

ایک دوسرے سے ذرا اونچی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں دور سے کسی ہوائی جہاز کی گونج سنائی دی۔

یقیناً یہ دشمن کا جہاز تھا۔ اس سے بڑا خطرہ آبدوز کے لیے نہیں ہو سکتا تھا۔

کپتان نے چلا کر حکم دیا کہ آبدوز نیچے اتاری جائے۔

سونے کی مصیبت

اسی وقت تیل کا پائپ کھینچ لیا گیا۔

اس کی وجہ سے سمندر کے اوپر کافی تیل پھیل گیا جو بڑی خطرناک بات تھی۔

کیونکہ دشمن کا ہوائی جہاز اوپر سے یہ تیل کا دھبہ دیکھ کر اندازہ لگا سکتا تھا کہ اسی جگہ آبدوز سمندر میں اتری ہے۔ وہ اردگرد کے علاقے پر بم برسا کر قیامت برپا کر سکتا تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

تیل بردار جہاز نے پائپ کو سمیٹا اور بڑی تیز رفتاری سے جنوب کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ آبدوز بھی سمندر میں اترنے لگی۔

مگر دشمن کا ہوائی جہاز سر پر آ پہنچا تھا۔ اب آبدوز کا سمندر میں اترنا خطرناک تھا۔ کیونکہ سمندر کے اندر آبدوز بے بس تھی اور سمندر کے اوپر رہ کر وہ کم از کم ہوائی جہاز پر گولیاں ضرور برسا سکتی تھی۔

دشمن کے جہاز نے غوطہ لگایا اور آبدوز پر بم گرا دیا۔ بم آبدوز کے بالکل قریب گرا اور وہ اچھل کر ٹیڑھی ہو گئی۔ دوسرا بم آبدوز کی دم پر گرا۔

دھماکہ ہوا اور آبدوز کی دم کٹ گئی اور آبدوز نے ڈوبنا شروع

کر دیا۔

تیسرا بم آبدوز کے اوپر گرا۔ جس سے آبدوز کے پرخچے اڑ گئے۔ عنبر اور کپتان نے سمندر میں چھلانگیں لگا دی تھیں۔ اتنے میں چار جرمن جہاز اور آ گئے۔

انہوں نے تیل بردار امریکی جہاز پر بمباری شروع کر دی۔ اس جہاز کے ملاحوں کو اتنی بھی مہلت نہ ملی کہ وہ سمندر میں چھلانگیں لگا سکتے۔

اوپر تلے جانے کتنے بم سیدھے بحری جہاز کے اوپر آ کر گرے۔ پھٹے اور تیل کو آگ لگ گئی۔ سارے کا سارا جہاز بم بن کر ایک دھماکے کے ساتھ پھٹا اور آگ کا گولہ بن کر سمندر میں غرق ہو گیا۔

www.urduraaza.com
PDF By princeofthump@urdufanz.com

تھوڑی دیر بعد وہاں سمندر کی سطح پر نہ کوئی آبدوز تھی اور نہ تیل بردار جہاز کوئی ایسی کشتی یا تختہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا جس پر کوئی ملاح بیٹھا ہوا ہو۔

صرف ایک چھوٹی سی ربڑ کی کشتی تھی جس پر عنبر اور آبدوز کا کپتان جان بچا کر چھپے بیٹھے تھے اور کشتی لہروں پر ڈولتی ایک طرف بڑھی جا رہی تھی۔

جرمن بمباروں نے شاید اس کشتی کو نہیں دیکھا تھا۔ کیونکہ اگر ان کی نظر پڑ جاتی تو وہ گولیاں برسا کر انہیں ضرور ختم کر دیتے۔

جرمن جہاز اپنا کام پورا کر کے واپس چلے گئے۔

کھلے ویران سمندر پر اب صرف عنبر اور کپتان رہ گئے تھے۔

بمباروں کا حملہ اتنا اچانک ہوا تھا کہ انہیں جان بچانے کے

لیے سمندر میں چھلانگ لگانی پڑ گئی تھی۔

ربڑ کی کشتی جنگلے کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی جس کے چھلانگ لگانے سے پہلے کپتان نے کھینچ کر سمندر میں پھینک دیا تھا۔ اس کی انہیں خاص مشق تھی۔

اس کشتی میں چند ایک چھوٹے ٹین کے گول ڈبے تھے۔ ان ڈبوں میں ایک ہفتے کی دو آدمیوں کے لیے خوراک موجود تھی۔

یعنی بسکٹ، تلی ہوئی مچھلی اور پانی۔

یہ خوراک اتنی تھی کہ اگر ایک آدمی چاہے تو اسے دو دن میں ختم کر سکتا تھا۔ لیکن ہنگامی حالات میں اس پر دو آدمی زیادہ سے زیادہ سات دن گذر بسر کر سکتے تھے۔

ابھی تک کپتان کو عنبر کی خفیہ طاقت کا بالکل علم نہیں تھا۔ وہ

www.urdurasala.com
PDF By princeofthump@urdufanz.com

اسے ایک عام مصری آدمی سمجھتا تھا۔ اور کسی وقت اسے یہ بھی خیال آتا تھا کہ یہ کیا مصیبت اس کے ساتھ لگ گئی ہے۔

ان کی کشتی سمندر میں بہی جا رہی تھی۔

کپتان نے جیب سے کمپاس نکال کر اندازہ لگایا کہ وہ شمال مغرب کی طرف نہیں بلکہ مغرب کی طرف جا رہا ہے۔ چونکہ ان کے پاس چپو نہیں تھے اس لیے وہ سمندر کی لہروں پر بے بس تھے۔ جدھر سمندر کی لہریں کشتی کو بہائے لیے جا رہی تھیں ادھر کو وہ بھی جانے پر مجبور تھے۔

عنبر نے پوچھا۔

"کیا اس طرف کوئی جزیرہ وغیرہ موجود ہے کپتان"۔

کپتان نے کہا۔

"اس علاقے میں بہت سے جزیرے ہیں۔ مگر یہ ہے کہ ان جزیروں میں یا تو آدم خور رہتے ہیں اور یا جاپانیوں نے قبضہ کر رکھا ہے"۔

عنبر کہنے لگا۔

"پھر تمہارا کیا خیال ہے۔ ہم کس قسم کے جزیرے پر اترنا پسند کریں گے؟"۔

کپتان بولا۔

"میں آدم خوروں کا نوالہ نہیں بننا چاہتا۔ اگر جاپانی جزیرے پر جا کر اترے تو کم از کم یہ امید تو ہوگی کہ بچ جائیں گے۔ مگر آدم خور تو ہمیں کسی حالت میں بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے اور بھون کر کھا جائیں گے"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر کہنے لگا۔

"یہ تو ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ خدا جانے تقدیر ہمیں کس قسم کے جزیرے پر پھینک دیتی ہے۔"

کپتان نے جھنجھلا کر کہا۔

"کم بخت میں اپنا پستول بھی نہیں اٹھا سکا۔"

عنبر نے کہا۔

"حملہ بڑا اچانک تھا۔"

کپتان افسوس کے ساتھ بولا۔

"افسوس! میری آبدوز کا سارا عملہ آبدوز کے ساتھ ہی غرق ہو گیا۔ میں ان میں سے کسی ایک کی بھی جان نہ بچا سکا کاش! میں یہ دن دیکھنے کے لیے زندہ نہ رہتا۔"

عنبر نے اسے تسلی دی۔

"کپتان! تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ تم نے آبدوز کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ تقدیر میں یہی لکھا تھا۔"

کشتی کو سمندر میں سفر کرتے دو روز ہو گئے تھے۔ اور بڑی عقل مندی سے خوراک استعمال کر رہے تھے۔

کپتان کا اندازہ تھا کہ اگر کشتی کی یہی رفتار رہی تو وہ چار روز کے بعد زمین کے ساتھ جا لگیں گے۔

عنبر نے پوچھا۔

"اگر ہم جاپانیوں کی قید میں چلے گئے تو کیا وہاں سے فرار ہونے کا کوئی راستہ ہوگا؟"

"فرار ہونے سے کیا فائدہ ہوگا۔ پھر اس طرح سمندر میں

PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urduraaz.com

بے یارو مددگار سفر کرنا ہوگا۔ میں تو باقی ساری زندگی قید کاٹ دوں گا۔ اس بک بک سے نجات مل جائے گی۔"

وہ باتیں کرتے جا رہے تھے۔ کشتی بھی جا رہی تھی۔ دوپہر گزر چکی تھی۔ سورج سمندر میں غروب ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اتنے میں ایک شارک مچھلی نمودار ہوئی۔

اس نے اپنی لمبی آری جیسی تھوتھنی نکال کر عنبر کو دیکھا اور کشتی پر حملہ کر دیا۔

کپتان نے گھبرا کر کہا۔

"اگر اس نے ربڑ کی کشتی پھاڑ دی تو ہم سمندر میں غرق ہو جائیں گے۔ یہ کشتی ہمارا آخری سہارا ہے عنبر! خدا کے لیے اسے بچاؤ اور شارک کو ہلاک کر دو۔"

عنبر کشتی میں جھک کر شارک کے حملے کا انتظار کرنے لگا۔

شارک ذرا آگے جا کر غضبناک ہو کر واپس مڑی وہ بڑی تیزی سے واپس آ رہی تھی۔

وہ اپنی آری نما تھوتھنی سے کشتی کو پھاڑ کر سمندر میں ڈبو دینا چاہتی تھی۔ کپتان کا رنگ فق ہو گیا۔

اسے موت اپنے سامنے سمندر میں کھڑی نظر آ رہی تھی۔ کیونکہ اگر کشتی ڈوب جاتی ہے تو ان دونوں کو بیکراں سمندری موت سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔

عنبر بالکل تیار ہو گیا۔ کپتان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ کوئی انسان کھلے سمندر میں خونخوار شارک کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

www.urduzaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جونہی شارک کشتی کے قریب پہنچی تو عنبر نے آگے بڑھ کر اسے تھوتھنی سے پکڑ کر اوپر اٹھا لیا اور اسے ہوا میں دو تین بار لہرا کر زور سے سمندر میں پھینک دیا۔

شارک کی تھوتھنی ٹوٹ کر عنبر کے ہاتھ میں رہ گئی تھی۔ اور شارک خون میں نہا کر سمندر میں ڈوب چکی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر امریکی کپتان تو ہکا بکا رہ گیا۔

وہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ ایک عام نوجوان کسی اتنی بڑی شارک کو اٹھا کر پھینک سکتا ہے۔ اس نے عنبر کے بازوؤں اور ہاتھوں کو ٹٹول کر دیکھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے؟"۔

عنبر نے پوچھا۔

امریکی کپتان بولا۔

"یہی جو کچھ میں نے دیکھا ہے"۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"کبھی کبھی ایسا ہو جایا کرتا ہے"۔

اس وقت آسمان پر کالے کالے بادل آنا شروع ہو گئے۔ ہوا چلنے لگی۔

کپتان نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا۔

"شاید طوفان آ رہا ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"بارش کا پانی ہمیں جمع کر لینا چاہیے۔ ہو سکتا ہے ابھی ہمیں

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کچھ روز اور سمندر میں سفر کرنا پڑے۔ ہمارا خوراک کا ذخیرہ ختم ہو رہا ہے“۔

کپتان خاموش رہا اور آسمان کو تکتا رہا۔ بادل گھر گھر آرہے تھے۔ گھنگھور گھٹا تھی جو آسمان پر پھیلتی جا رہی تھی۔ پھر بادلوں میں بجلی چمکنے لگی۔

ہلکی ہلکی گرج سنائی دینے لگی۔ یہ بارش طوفان میں بھی بدل سکتی تھی۔

عنبر نے پوچھا۔

”ان سمندروں کے طوفانوں کے بارے میں تمہارا تجربہ کیا کہتا ہے کپتان؟“۔

کپتان نے کہا۔

”میں نے زیادہ تر زندگی سمندر کے نیچے سفر کرتے ہوئے گزاری ہے۔ پھر بھی میرا علم کہتا ہے کہ اس سمندر میں بڑے خوفناک طوفان آیا کرتے ہیں“۔

”بہر حال اب ہمیں یہ طوفان برداشت کرنا ہوگا“۔

شام تک بارش ہوگئی۔ اور ہواؤں نے طوفان کی شکل اختیار کر لی۔ سمندر کی بڑی بڑی لہریں اٹھ کر کشتی کو ادھر ادھر پھینکنے لگیں۔

کپتان اور عنبر کشتی کے ساتھ چمٹ گئے تھے۔ طوفان نے انہیں بے حال کر دیا تھا۔ ہوائیں چیخ رہی تھیں۔ ساری رات طوفان جاری رہا۔

صبح کی شام ہوئی تو طوفان غائب تھا۔ کپتان کا برا حال تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر ویسے ہی ہوشیار تھا۔

"کم بخت طوفان نے برا حال کر دیا"۔

کپتان نے سر اٹھا کر کہا۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ایک سیاہ لکیر نظر آ رہی تھی۔

"زمین"۔

عنبر نے بھی وہ لکیر دیکھی۔ ضرور کوئی جزیرہ تھا۔ سوال یہ تھا کہ یہ جزیرہ کیسا تھا؟۔

وہاں کون لوگ آباد تھے۔ جاپانی آدم خور؟۔

کشتی کو سمندر کی لہریں جزیرے کی طرف بڑی تیزی سے بہائے لیے جا رہی تھیں۔ دوپہر کے بعد ان کی کشتی جزیرے کے ساتھ جا کر لگ گئی۔

یہ جزیرہ بھی ویسا ہی تھا جیسا کہ اس علاقے میں جزیرے ہوا کرتے ہیں کنارے کنارے ریت تھی۔

ذرا آگے جا کر درختوں کے جھنڈ شروع ہوتے تھے۔ جو جنگل میں جا کر گھل مل گئے تھے۔ وہ کچھ دیر ریت پر لیٹے آرام کرتے تھے۔ عنبر کی صحت ویسی ہی تھی مگر امریکی کپتان کمزور ہو گیا تھا۔

وہ کافی دیر ریت پر لیٹا رہا۔

پھر اٹھ کر بولا۔

"ناریل کھانے چاہئیں"۔

عنبر جلدی سے جا کر کچھ ناریل توڑ کر لے آیا۔ کپتان نے ناریل کھا کر ان کا ٹھنڈا میٹھا پانی پیا تو اسے کچھ ہوش آئی۔ اب انہوں نے سوچنا شروع کر دیا کہ یہ جزیرہ بے آباد ہے کہ نہیں۔

www.urduasaan.com
PDF By primeofdhump@urdufanz.com

عنبر نے کہا۔

”ہمیں کسی جگہ چھپ کر جگہ بنانی چاہیے تاکہ اگر اس جزیرے پر آدم خور یا جاپانی آباد ہوں تو ان سے بچا جا سکے“۔

”ٹھیک خیال ہے“۔

انہوں نے کنارے کے سامنے ہی جنگل میں پتے اور جھاڑیاں ڈال کر پوشیدہ جگہ بنالی۔

کچھ دیر وہاں آرام کیا اور پھر سوچا کہ جزیرے کا چکر لگا کر دیکھنا چاہیے کہ یہاں کوئی آباد بھی ہے کہ نہیں۔ دونوں جزیرے کے کنارے کنارے روانہ ہو گئے۔

یہ جزیرہ چھوٹا سا تھا۔ بہت جلد انہوں نے جزیرے کا چکر لگا لیا۔ جنگل میں بھی گھوم پھر کر دیکھا۔ وہاں آبادی کے کوئی

آثار نہیں تھے۔

”یہ جزیرہ تو بالکل ہی ویران ہے“۔

کپتان نے کہا۔

عنبر بولا۔

”تعجب کی بات ہے۔ اتنا سرسبز اور ناریل کے درختوں سے بھرا ہوا جزیرہ کبھی ویران نہیں ہوا کرتا۔ ویران جزیرے تو وہ ہوتے ہیں جہاں سوائے ریتلی چٹانوں کے کچھ نہیں ہوتا“۔

کپتان بولا۔

”ایسے جزیرے اس علاقے میں بہت ہیں۔ انسان آخر کہاں کہاں آباد ہو سکتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہاں ہم کب تک پڑے رہیں گے؟“۔

www.urdufanz.com
PDF By princeoldhump@urdufanz.com

ہمیں یہاں سے نکلنا ہوگا۔ کاش چھوٹا وائرلیس سیٹ ہی میرے پاس ہوتا۔ میں اپنے بحری جہازوں سے ملاپ کر کے انہیں اپنی مدد کے لیے بلا سکتا تھا۔

عنبر مسکرایا۔

"کپتان! تم بڑے دلچسپ آدمی ہو۔ بہر حال ہم کوشش کریں گے کہ یہاں سے نکل سکیں۔ ابھی ہمیں آرام کی ضرورت ہے"۔

پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد عنبر نے کہا۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا کہ یہ جزیرہ بے آباد ہے۔ یہاں کوئی نہ کوئی لوگ ضرور رہتے ہوں گے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس وقت وہ لوگ یہاں نہیں ہیں"۔

"تو پھر کہاں چلے گئے ہیں وہ لوگ؟"۔

عنبر نے کہا۔

"ہو سکتا ہے یہاں سے آگے کچھ فاصلے پر کوئی دوسرا جزیرہ ہو اور یہاں کے لوگ وہاں چلے گئے ہوں"۔

کپتان بولا۔

"لیکن ان لوگوں کی جھونپڑیاں وغیرہ تو یہاں ہونی چاہئیں تھیں۔ کیا وہ لوگ جھونپڑیاں بھی اپنے ساتھ ہی لے گئے ہیں؟"۔

عنبر خاموش رہا۔ شام ہو گئی تھی۔ انہوں نے جنگل میں گھوم پھر کر کچھ پھل تلاش کر لیے جو میٹھے تھے اور لذیذ بھی۔ پانی وہ ناریل کو توڑ کر حاصل کر لیتے تھے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

رات کو وہ سو گئے۔ دن چڑھا تو انہیں بحری جہاز کے سائرن کی آواز سنائی دی۔

کپتان چونک کر اٹھا اور بولا۔

"بحری جہاز آ رہا ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"گھبرانا نہیں ہے بھائی۔ کیا خبر یہ دشمن کا جہاز ہو"۔

دونوں اپنی کمین گاہ سے نکل کر چھپتے چھپتے جھاڑیوں کے عقب میں آ گئے اور پتے ہٹا کر سمندر کی طرف تکنے لگے۔ وہ حیران رہ گئے۔

سمندر میں ساحل سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک چھوٹا سا جنگی جہاز کھڑا تھا۔ جس پر جاپان کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔

"یہ تو جاپانی ہیں!"۔

کپتان نے سہم کر کہا۔

"بد بخت! یہ کہاں آ گئے۔ یہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے"۔

عنبر نے کہا۔

"حوصلہ رکھو کپتان! تم تو کہتے تھے کہ میں جاپانیوں کی قید میں جانا پسند کروں گا"۔

کپتان نے آہ بھر کر کہا۔

"یہ کم بخت یہاں قید نہیں کریں گے۔ یہ ضرور گولی سے اڑا دیں گے"۔

"شی! وہ لوگ کشتی میں آ رہے ہیں"۔

ایک کشتی جہاز سے الگ ہو کر سمندر میں کنارے کی طرف ہی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

چلی آ رہی تھی۔

اس میں چار پانچ جاپانی سپاہی سوار تھے۔ ان کے بیچ میں ایک لکڑی کا صندوق رکھا تھا۔

کپتان نے کہا۔

"یہ لوگ جزیرے پر قبضہ کرنے نہیں آ رہے۔ اگر قبضہ کرنے کا خیال ہوتا تو جہاز کی ساری فوج کشتیوں میں سوار ہو کر یہاں آتی۔"

بلکہ پہلے اس جزیرے پر بم باری کی جاتی۔ معلوم ہوتا ہے یہ کس خاص کام کے لیے یہاں آ رہے ہیں۔

عنبر نے پوچھا۔

"کام؟ کیا خاص کام ہو سکتا ہے؟"۔

کپتان نے کہا۔

"خدا ہی جانے کیا ہو سکتا ہے۔ ابھی پتہ چل جائے گا"۔

عنبر نے کہا۔

"یہ کشتی میں صندوق کیسا لا رہے ہیں؟"۔

کشتی سمندر کے کنارے ریت پر آ کر رک گئی۔ جاپانی کشتی میں سے اتر کر ساحل پر آ گئے۔

اب انہوں نے صندوق کو بھی ریت پر رکھ دیا۔ ایک جاپانی افسر باقی جاپانیوں کو حکم دے رہا تھا۔ اس نے ہاتھ سے جنگل کی ایک خاص سمت کو اشارہ کیا اور اپنی زبان میں کچھ کہا۔

اس کی آواز مدھم تھی ورنہ عنبر جاپانی سمجھ لیتا تھا۔ جاپانی سپاہیوں نے صندوق کندھوں پر اٹھایا اور جنگل میں داخل ہو

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

گئے۔

کپتان بولا۔

یہ لوگ صرف اس صندوق کو کسی جگہ رکھنے آتے ہیں۔ ضرور اس صندوق میں کوئی خاص راز ہے جیسے یہ لوگ اس گمنام جزیرے میں دفن کرنا چاہتے ہیں۔

عنبر نے کہا۔

"بہر حال ہمیں ان کے جانے کا انتظار کرنا پڑے گا"۔

کافی دیر تک جاپانی جنگل میں رہے۔ پھر وہ باہر نکلتے دکھائی دیئے۔

وہ پسینے میں تر تھے۔ صاف لگتا تھا کہ انہوں نے زمین کھود کر صندوق کو دفن کیا ہے۔ وہ سمندر میں ٹھہری ہوئی کشتی میں آ کر

سوار ہو گئے اور کشتی نے جہاز کی طرف سفر شروع کر دیا۔

تھوڑی دیر میں کشتی جہاز کے ساتھ جا لگی۔ اسے سواریوں سمیت اوپر جہاز پر اٹھا لیا گیا۔ اب جہاز نے آخری وسل دیا اور واپس روانہ ہو گیا۔

جب تک جہاز نظر آتا رہا عنبر اور کپتان جھاڑیوں میں چھپے رہے۔ کیونکہ جہاز پر جاپانی دوربین سے ضرور دیکھ رہے ہوں گے کہ جزیرے پر کوئی شخص موجود تو نہیں ہے؟۔

جاپانی جہاز جب نظروں سے غائب ہو گیا تو عنبر اور کپتان لپک کر جھاڑیوں سے باہر نکلے اور ادھر کو چل دیئے جدھر جاپانی جنگل میں داخل ہوئے تھے۔

چلتے چلتے وہ کافی آگے نکل آئے۔ کسی جگہ کوئی ایسے آثار نہ

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ملے کہ جگہ کھودی گئی ہو۔

کپتان نے کہا۔

یہ لوگ کھدی ہوئی جگہ کو جھاڑیوں سے بڑی اچھی طرح ڈھانپ گئے ہوں گے۔ ہمیں بڑی محنت سے وہ جگہ تلاش کرنی ہو گی۔

عنبر بولا۔

"بائیں طرف چلتے ہیں۔ میرا خیال ہے وہ لوگ ادھر گئے تھے"۔

وہ جنگل میں بائیں طرف مڑ گئے۔ یہاں ایسے درختوں کی بھرمار تھی جن کی شاخیں لمبے لمبے کانٹوں سے بھری ہوئی تھیں۔

اچانک ایک جگہ سے پھنکار کی آواز سنائی دی

کپتان نے ایک طرف اچھلتے ہوئے کہا۔

"سانپ!"۔

مگر اس کے اچھلتے اچھلتے جزیرے کے بے حد زہریلے سانپ نے کپتان کی ٹانگ پر ڈس دیا تھا۔ کپتان پکڑ کر بیٹھ گیا۔ عنبر نے سانپ کو تو کچھ نہیں کہا۔

مگر وہ کپتان کی طرف لپکا۔ کپتان کا سانپ کے زہر سے برا حال ہونے لگا تھا۔ رنگ سبز ہو رہا تھا۔ آنکھیں مردہ ہونے لگی تھیں۔

عنبر نے فوراً ناگ کا یاد کرایا ہوا منتر پڑھنا شروع کر دیا۔ منتر کا یہ اثر ہوا کہ سانپ جھاڑیوں میں چھپا ہوا تھا وہ وہاں سے فوراً باہر نکل آیا۔

www.urdurasaz.com
PDF By princeofdhump@urdutanz.com

بے چین ہو کر وہ بل کھاتا کپتان کی ٹانگ کے پاس آ کر جھک گیا۔

عنبر نے منتر تیز کر دیا۔

سانپ نے جھک کر کپتان کی ٹانگ سے منہ لگایا اور زہر چوسنا شروع کر دیا۔

دیکھتے دیکھتے اس نے سارا زہر چوس لیا اور خاموشی سے عنبر کے آگے سر جھکا کر سلام کر کے واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں ہی کپتان اٹھ کر بیٹھ گیا۔

وہ اب اور زیادہ حیران تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ شخص کس قسم کی طاقت رکھتا ہے۔ سمندر میں اس نے اتنی طاقتور شارک مچھلی کو الٹا کر رکھ دیا اور اب سانپ کو مجبور کر دیا کہ وہ زہر کو

واپس چوس لے۔

اس نے کچھ کہنا چاہا۔

عنبر نے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں۔ ابھی ہمیں جاپانیوں کا صندوق تلاش کرنا ہے۔"

انہوں نے صندوق کی تلاش پھر شروع کر دی۔ ایک جگہ جھاڑیوں میں گھاس پر عنبر کو تازہ کھدی ہوئی مٹی نظر آئی۔

"یہاں دفن ہے صندوق۔ مٹی تازہ ہے۔"

وہ زمین پر جھک گئے۔ انہوں نے ہاتھ سے گھاس پرے ہٹائی تو نیچے سے مٹی نکل آئی۔

انہوں نے مٹی کھودنا شروع کر دی۔ مٹی کھودتے کھودتے وہ

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasaa.com

تھک گئے۔ تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد مٹی کی کھدائی پھر شروع کر دی۔

جب کافی مٹی کھد گئی تو نیچے سے وہی صندوق نکل آیا۔ جو جاپانی کشتی میں رکھ کر اپنے ساتھ جزیرے پر لائے تھے۔ صندوق کافی وزنی تھا۔

کپتان نے کہا۔

''اسے باہر نکالنے کی بجائے اسی جگہ کھول کر دیکھا جائے کہ اس میں کیا ہے''۔

انہوں نے ڈھکن کھول کر الگ کر دیا تو نیچے صندوق میں ٹین کی گول گول چھ سات نالیاں رکھی تھیں۔

انہیں اٹھایا گیا تو اس کے نیچے سونے کی اینٹیں ایک دوسری

کے اوپر سلیقے سے لگائی گئی تھیں۔ سونا دیکھ کر آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔

عنبر نے کہا۔

''جاپانی اپنا خزانہ یہاں چھپا کر رکھ گئے ہیں''۔

کپتان نے ٹین کی نالی کھول کر دیکھا۔ اندر نیلے رنگ کا موی کاغذ لپٹا ہوا تھا۔

اسے کھولا گیا تو وہ کسی آبدوز کا نقشہ تھا۔ دوسری نالی میں کسی کارخانے کا نقشہ تھا۔ اس طرح باقی ساری نالیوں میں بھی اسی قسم کے خفیہ نقشے تھے۔ اب انہوں نے سونے کی اینٹوں کو پرکھنا شروع کیا۔

''خالص سونا ہے مسٹر عنبر''۔

عنبر نے ایک اینٹ اٹھا کر اسے ہاتھ میں لے کر پرکھا جانچا۔ تولا اور مسکرا کر بولا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ خالص سونا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ لوگ اسے یہاں کیوں دفن کر گئے؟"۔

کپتان نے کہا۔

"کسی قریبی جزیرے پر انہوں نے یہ سونا رکھا ہوگا۔ ضرور وہاں پر امریکی حملے کا خطرہ ہوگا۔ پس یہ لوگ اسے اٹھا کر یہاں لے آئے کہ یہاں محفوظ رہے گا"۔

"یہی خیال غالب لگتا ہے۔ مگر ہمارے لیے تو یہ سونا بے کار ہے کپتان! کاش اس کی جگہ ڈبل روٹیاں صندوق میں بھری ہوتیں"۔

کپتان کی آنکھوں میں دولت کی چمک آ گئی تھی۔ اس نے اینٹ کو چھو کر کہا۔

"ڈبل روٹی کو لے کر کیا کرتے ہم۔ زیادہ سے زیادہ دو دن زندہ رہ سکتے تھے۔ مگر اتنا سونا تو ہم ساری زندگی میں کبھی حاصل نہیں کر سکتے تھے"۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم یہاں آ گئے۔

عنبر نے کہا۔

"مگر ہم اس سونے کو کیا کریں گے؟"۔

کپتان نے کہا۔

"ہم اسے آدھا آدھا بانٹ لیں گے۔ اور پھر اسے لے کر یہاں سے نکل جائیں گے اور امریکہ جا کر کروڑ پتی بن کر زندگی

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بسر کریں گے"۔

ہمارے بے شمار کارخانے ہوں گے۔ ہماری لمبی لمبی کاریں ہوں گی ہمارے بچے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر سکول پڑھنے جایا کریں گے۔

عنبر نے ہنس کر کہا۔

"مگر کپتان صاحب! یہ سونے کی اینٹیں یہاں سے ہم لے جائیں گے کیسے؟"۔

کپتان نے کہا۔

اس کا بھی بندوبست ہو جائے گا۔ سب سے پہلا کام تو ہمیں یہ کرنا ہے کہ اس خزانے کو یہاں سے نکال کر جزیرے میں کسی دوسری جگہ دفن کر دیں تاکہ بعد میں جب ہم یہاں سے جانے

لگیں تو نکال کر لے جائیں۔

کیونکہ ہو سکتا ہے کچھ روز بعد جاپانی یہاں آئیں اور اپنا خزانہ نکال کر لے جائیں۔ کیا خیال ہے؟۔

عنبر نے کہا۔

"اچھا خیال ہے۔ مگر میں اس خیال سے اتفاق نہیں کرتا"۔

"وہ کیوں؟"۔

"اس لیے کہ سونا مصیبت کی جڑ ہوتی ہے"۔

"تو کیا ہم اتنی دولت کو جاپانیوں کے حوالے کر دیں؟"۔

عنبر بولا۔

"میرا خیال ہے ہمیں اس صندوق کو اسی جگہ رہنے دینا چاہیے"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"تم احمق ہو۔ قسمت نے ہمارے دن پھیرے ہیں تو ہم اتنے بے وقوف نہیں ہیں کہ دولت کو ٹھکرا دیں"۔

عنبر نے کہا۔

"میرا تجربہ یہ کہتا ہے کہ جہاں دولت آئی وہاں تباہی بھی ساتھ ہی آتی ہے"۔

کپتان ہنس دیا۔

"تم بزدل ہو۔ تم سونا نہ لے جاؤ۔ مگر میں ہر حالت میں اسے یہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کروں گا۔ بلکہ اپنی جان بھی لڑا دوں گا مگر اس سونے کی کان کو جاپانیوں کے حوالے ہرگز ہرگز نہیں کروں گا"۔

عنبر سمجھ گیا کہ سونے کی چمک نے امریکی کپتان کا دماغ الٹا

کر دیا ہے۔

وہ دولت کی ہوس میں آ گیا ہے۔ اسے اس لالچ سے اب کوئی باز نہیں رکھ سکتا تھا۔ کپتان نے سونے کی اینٹیں باہر نکالنی شروع کر دیں۔

عنبر نے اسے منع کرتے ہوئے کہا۔

"ہمیں سونے کی اینٹیں الگ الگ نہیں کرنی چاہئیں۔ یہ صندوق ہی نکال کر لے جانا چاہیے"۔

"مگر صندوق بڑا وزنی ہے"۔

"تم ایک طرف ہٹ جاؤ"۔

کپتان پرے ہٹ گیا۔ عنبر نے دونوں ہاتھوں کا زور لگا کر صندوق کو بڑے آرام سے گڑھے میں سے باہر نکال لیا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeoddhump@urdufanz.com

اب بتاؤ اسے کہاں لے جا کر رکھنا ہے؟۔

”سمندر کے کنارے جہاں ہم نے پناہ گاہ بنا رکھی ہے۔ میرا خیال ہے وہ جگہ ٹھیک رہے گی“۔

عنبر نے صندوق سر پر اٹھا لیا۔ جیسے وہ بڑا ہلکا پھلکا ہو۔

صندوق لے کر دونوں اس جگہ آ گئے جہاں انہوں نے اپنی کمین گاہ بنا رکھی تھی۔

یہاں انہوں نے زمین کھودنی شروع کر دی۔ گڑھا کھود کر اس میں صندوق دفن کر کے اوپر مٹی ڈال کر گھاس اور پتے بکھیر دیے۔

دوسرے روز آسمان پر بادل گھر آئے اور بارش ہونے لگی۔

کپتان نے ایک جگہ سے کچھ پودے اکھاڑے اور جہاں صندوق

دفن کیا تھا وہاں بو دیے۔

”دو ایک روز میں یہاں پودے اگ آئیں گے۔ پھر تو جاپانیوں کو کبھی خیال بھی نہیں آئے گا کہ یہاں زمین کھودی گئی ہے“۔

جزیرے پر رہتے ہوئے انہیں چھٹا روز گذر رہا تھا۔ ناریل اور جنگلی پھلوں پر ہی گذارہ ہو رہا تھا۔

کسی طرف سے کوئی جہاز نظر نہیں آیا تھا۔ آٹھویں روز دن چڑھے عنبر اور کپتان پھل کھا کر ناریل کا پانی پی رہے تھے۔ کہ دور سے جہاز کے بھونپو کی آواز آئی۔

وہ چونک پڑے۔ انہوں نے سمندر کی طرف دیکھا۔ دور ایک جہاز جزیرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"کوئی جہاز آ رہا ہے"۔

"خدا کرے امریکی جہاز ہو"۔

کپتان نے کہا۔

"ابھی معلوم ہو جائے گا"۔

عنبر نے دور سمندر میں غور سے دیکھا۔

پھر وہ تشویش سے بولا۔

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ جاپانی جہاز ہے"۔

"اوہ نہیں۔ نہیں"۔

کپتان نے گھبرا کر کہا۔

لیکن حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا تھا۔ جہاز جاپانی ہی تھا۔ اور سب سے بڑی پریشانی کی بات یہ تھی کہ وہی جاپانی جہاز تھا جو چھ

سات روز پہلے جزیرے پر سونے کا صندوق دفن کر گیا تھا۔

"خدایا!"۔

کپتان نے چلا کر کہا۔

"یہ تو وہی جاپانی جہاز ہے"۔

"ہاں! وہی جہاز ہے۔ یہ کیا لینے آیا ہے یہاں؟"۔

عنبر بھی حیران ہو رہا تھا۔ کپتان کا تو پریشانی کے مارے برا حال تھا۔ مگر اس نے بہت جلد پریشانی پر قابو پا لیا اور چھپ کر جہاز کو جزیرے کی طرف آتا دیکھنے لگا۔

عنبر بھی جھاڑیوں میں چھپ گیا تھا۔ جہاز آہستہ آہستہ جزیرے سے کچھ دور آ کر سمندر میں رک گیا۔ وہاں لنگر ڈال دیا گیا۔ کیونکہ جزیرے کے ساحل پر پانی کم گہرا تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جہاز وہاں کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔

اسی دن کی طرح جہاز میں سے ایک کشتی سمندر میں اتاری گئی۔ اس کشتی میں جاپانی سوار تھے۔ انہوں نے مشین گنیں کاندھوں پر لٹکا رکھی تھیں۔

عنبر اور کپتان خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ کپتان زیادہ پریشان تھا۔ کیونکہ اب اس کے سونے کا سوال تھا۔ سونے نے اسے بے چین کر دیا تھا۔ بلکہ ہلا کر رکھ دیا تھا۔

جاپانی کشتی لے کر کنارے پر اتر گئے۔ کشتی انہوں نے ریت پر کھینچ لی۔

جہاز کے ڈیک پر جنگلے کے ساتھ لگے کچھ جاپانی سپاہی یا شاید افسر دوربینیں آنکھوں پر لگائے ان لوگوں کو جزیرے پر اترتے دیکھ

رہے تھے۔

جاپانی سپاہیوں نے ریت پر کھڑے ہو کر جزیرے پر چاروں طرف ایک نظر ڈالی۔ پھر ان کے افسر نے جنگل کی طرف اشارہ کیا۔

جس کا مطلب یہ تھا کہ جنگل میں چلو۔ وہ اسی طرف جنگل میں داخل ہوئے جہاں وہ پہلے خزانہ دفن کرتے گئے تھے۔

”کیا یہ لوگ خزانہ واپس لینے آئے ہیں؟“۔

کپتان نے پوچھا۔

عنبر نے کہا۔

”معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن وہاں خزانہ ہو گا تو لے جائیں گے۔ وہاں تو کچھ بھی نہیں ہے“۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جاپانی جنگل میں چلے گئے تھے۔

ان کا افسر آگے آگے تھا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ جب وہ اس جگہ پہنچا جہاں انہوں نے خزانہ دفن کیا تھا تو یہ دیکھ کر ان کے ہوش اڑ گئے کہ وہاں زمین کھدی ہوئی تھی۔

مٹی ادھر ادھر پڑی ہے اور گڑھا صندوق سے بالکل خالی ہے۔ جاپانی افسر نے جیب سے پستول نکال کر ہوا میں فائر کر دیا اور چیخ کر کہا۔

"جزیرے کو گھیرے میں لے لو۔ دشمن خزانہ اڑا کر لے گیا ہے۔ مگر وہ بچ کر نہیں جا سکتا"۔

فائر کی آواز عنبر اور کپتان نے بھی سنی اور جہاز پر جاپانیوں نے بھی سنی۔

عنبر سمجھ گیا کہ یہ خطرے کا سگنل تھا۔

دوسری طرف اس فائر کی آواز کا اثر جاپانی جہاز پر بہت زیادہ ہوا۔ وہاں سے اوپر تلے چھ سات فائر ہوئے۔ اور پھر جاپانی سپاہی ایک کشتی میں بیٹھ کر تیزی سے جزیرے کے کنارے پر اتر گئے اور انہوں نے زمین پر لیٹ کر مورچے سنبھال لیے۔

جیسے کوئی خطرناک دشمن جزیرے میں گھس گیا ہو۔ جہاز سے مسلسل گولیاں چلائی جا رہی تھیں۔

ان مورچہ بند جاپانیوں نے بھی گولیوں کا مینہ برسا دیا۔ وہ ہوا میں فائر کر رہے تھے۔

گویا کسی خیالی دشمن کو ڈرا رہے تھے۔ اتنے میں جنگل میں سے جاپانیوں کی ٹولی بھی بھاگ کر باہر آ گئی۔ جاپانی افسر نے

www.urdurasaa.com
PDF By princeofthump@urdufanz.com

وائرلیس پر جہاز کے کپتان کو بتا دیا کہ خزانہ چوری ہو گیا ہے۔

جہاز کا کپتان بھی پریشان ہو کر جزیرے پر آ گیا۔ انہیں یقین تھا کہ جس شخص نے خزانہ چوری کیا ہے وہ جزیرے پر موجود ہے۔

ایک نے کہا۔

"سر! ہو سکتا ہے ڈاکو بعد میں آئے ہوں اور خزانہ اٹھا کر لے گئے ہوں"۔

"خاموش"۔

جاپانی افسر چلایا۔

"یہاں کبھی ڈاکو نہیں آتے اور پھر انہیں ہمارے خفیہ ٹھکانے کا کیسے علم ہو گیا۔ یہ کسی ایسے آدمی کا کام ہے جو ہمیں خزانہ زمین میں اتارتے دیکھ رہا تھا"۔

خزانے کا ڈاکو

جہاز پر سارے ستر اسی سپاہی تھے۔

ان سارے جاپانی سپاہیوں کو جزیرے پر چھوڑ دیا گیا۔ انہیں حکم دیا کہ خزانے کے چور جزیرے پر ہی ہیں انہیں ہر حالت میں تلاش کیا جائے۔

سپاہی مشین گنیں لے کر سارے جزیرے پر پھیل گئے۔ جہاز کا کپتان اور دوسرے دو افسر پستول ہاتھوں میں لیے بے چینی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سے ساحل سمندر پر ٹہل رہے تھے اور وائرلیس پر پیچھے خدا جانے کس سے باتیں کرتے جارہے تھے۔

امریکی کپتان کو فکر ہوا کہ جزیرے میں ساحل کے پاس ہی چھپے ہیں کہیں گرفتار نہ ہو جائیں۔

اس نے عنبر سے اپنے ڈر اور خطرے کا اظہار کیا تو عنبر بولا۔

"اب ہم یہاں سے نکل کر دوسری جگہ گئے تو پکڑے جائیں گے۔ ہم اسی جگہ رہنا ہوگا۔"

خدا سے دعا کرو کہ جاپانیوں کی نظر ادھر نہ پڑ جائے۔ ویسے ہم ان کے اتنے قریب اور ساحل کے پاس ہی ہیں کہ انہیں شک نہیں پڑ سکتا۔

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ ہماری سونے

کی اینٹیں ہمیں مصیبت میں پھنسا دیں گی۔

"میں نہ کہتا تھا کہ اس خزانے پر لعنت بھیجو اور اسی جگہ رہنے دو۔ اب اپنے کیے کی سزا بھگتو۔ میرا کیا ہے"۔

امریکی کپتان بولا۔

"کیوں تمہارا کیا ہے؟ تمہیں بھی وہ نہیں چھوڑیں گے"۔

عنبر مسکرایا۔

"زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا نا کہ مجھے گولی مار دیں گے۔ ٹھیک ہے۔ بے شک گولی مار دیں گے۔ میں تیار ہوں"۔

وہ سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے۔ ان کے ارد گرد جھاڑیاں ہی جھاڑیاں پھیلی تھیں۔

گھنے درخت بھی تھے۔ سمندر بالکل قریب ہی تھا اور لہروں کی

www.urduraala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ دونوں جھاڑیوں میں سے جاپانیوں افسروں کو دیکھ رہے تھے۔

انہوں نے سمندر کے کنارے ریت پر کیمپ لگایا تھا اور اس کے سائے میں دونوں جاپانی افسر کرسیوں پر بیٹھے وائرلیس پر کسی سے باتیں کر رہے تھے۔

جہاز سمندر میں خاموش کھڑا تھا۔ ساحل پر چار کشتیاں بڑی تھیں۔ جاپانی سپاہی جنگل میں ''ڈاکوؤں'' کو تلاش کر رہے تھے۔

ان کے شور مچانے کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

جاپانیوں نے سارا جزیرہ کھنگال ڈالا۔

مگر ''ڈاکو'' کہیں بھی دکھائی نہ دیے۔ جاپانی کپتان کے لیے یہ بڑی بے عزتی کی بات تھی کہ جاپان کا شاہی خزانہ اور شاہی فوج

کے اہم راز چوری ہو جائیں۔

اس نے رات کو سینے میں تلوار گھونپ کر خودکشی کر لی۔

جزیرے پر اب ایک جاپانی کرنل اور ستر اسی سپاہی اور ایک جہاز کا نائب کپتان رہ گیا۔

یہ سب کچھ راتوں رات ہو گیا تھا۔ صبح عنبر اٹھ کر جھاڑیوں میں سے نکل کر باہر ذرا دور گرے پڑے ناریل اٹھانے گیا تو اس نے دو جاپانی سپاہیوں کو باتیں کرتے سنا۔

وہ ایک دوسرے سے اپنے افسر کی خودکشی کے بارے میں افسوس کا اظہار کر رہے تھے۔

عنبر نے جلدی جلدی چھ سات ناریل جھولی میں ڈالے اور واپس آ گیا۔ اس نے امریکی کپتان کو سارا واقعہ سنایا۔ اس نے

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کہا۔

''ہو سکتا ہے جاپان کی نئی کمپنی یہاں آ جائے۔ ان لوگوں کو ابھی تک یقین ہے کہ خزانہ چرانے والے اسی جزیرے پر موجود ہیں''۔

عنبر سر کھجا کر کہنے لگا۔

''کم بخت ان لوگوں نے تو یہاں چھاؤنی ڈال لی ہے۔ ہمارا باہر نکلنا بند ہو گیا ہے۔ آخر کب تک ہم اس کھوہ میں چھپے بیٹھے رہیں گے؟''۔

امریکی نے کہا۔

''کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم ان کی کوئی کشتی لے کر یہاں سے فرار ہو جائیں؟''۔

عنبر نے کہا۔

''ہو تو سکتا ہے لیکن یہ لوگ پیچھا کر کے کشتی غرق کر دیں گے۔ ان کے پاس وائرلیس ہے جس سے یہ پیچھے اطلاع کر کے ہماری کشتی پر سمندر میں بم باری کرا سکتے ہیں۔ ہم کشتی لے کر بھاگے تو یہ سمجھ جائیں گے کہ ڈاکو ہی بھاگ گئے ہیں۔

''یہ تو ٹھیک ہے مگر ہمارا اب ہو گا کیا۔ کیا اسی طرح اس کھوہ والی جھاڑیوں میں پڑے پڑے سوکھ جائیں گے یا یہاں سے کبھی نکلنا بھی نصیب ہو گا۔ پہلے کم از کم اس جزیرے کی سیر تو کر لیا کرتے تھے''۔

عنبر نے کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

یہ مصیبت تم نے خود خریدی ہے۔ میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا کہ خزانے کو ہاتھ مت لگاؤ۔

اسے وہیں رہنے دو۔ مگر تم نہ مانے۔ اگر خزانہ وہیں رہتا تو جاپانی آ کر اسے لے جاتے یا دیکھ کر واپس چلے جاتے۔ اب تو وہ اس جزیرے سے اسی وقت جائیں گے جب چور یعنی ہم پکڑے جائیں گے اور یا کسی طرح انہیں یقین ہو جائے گا کہ ڈاکو اس جزیرے پر نہیں ہیں۔

امریکی کپتان سرد آہ بھر کر دوہرا ہو کر جھاڑیوں میں لیٹ گیا۔ شام ہو رہی تھی۔

سمندر سورج میں ڈوب رہا تھا۔ اچانک ایک سپاہی جھاڑیوں میں گھومتے پھرتے اس طرف آ نکلا جدھر عنبر اور امریکی چھپے

ہوئے تھے۔

یا تو یہ جاپانی سپاہی بڑا بے وقوف تھا یا بڑا چالاک تھا اور اسے شک پڑ گیا تھا کہ جھاڑیوں میں ضرور کوئی شے چھپی ہوئی ہے۔ وہ پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا آگے بڑھ رہا تھا۔

سب سے پہلے اس سپاہی پر عنبر کی نظر پڑی۔ اس نے امریکی کو خبردار کیا تو وہ گھبرا گیا۔

اس نے عنبر سے سرگوشی میں کہا۔

"یہ تو سیدھا چلا آ رہا ہے سور کی طرح۔ اب کیا ہوگا؟"۔

"شی"۔

عنبر نے کپتان کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

عنبر نے ساحل سمندر کی طرف دیکھا۔ جاپانی افسر خیمے کے

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اندر چلے گئے تھے۔

شاید شام کا کھانا کھا رہے تھے۔ دو سپاہی دور سمندر کے کنارے جہاز کی طرف منہ کیے پہرہ دے رہے تھے۔ اندھیرا آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا۔

جہاں جاپانی سپاہیوں نے مورچہ بنا رکھا تھا وہاں بھی سپاہی نہیں تھے۔

شاید دوسرے خیمے میں چائے وغیرہ پی رہے تھے۔ عنبر نے دل میں ایک فیصلہ کر لیا۔ جاپانی سپاہی برابر رائفل کی سنگین سے جھاڑیوں کو پرے ہٹاتا آگے بڑھ رہا تھا۔

اب وہ ان کے بہت قریب آ گیا تھا۔ سپاہی قریب سے آ کر دو قدم آگے ہو کر کھڑا ہو گیا اور منہ اٹھا کر کچھ سننے کی کوشش کرنے

لگا۔

شاید اس نے کوئی سرگوشی سن لی تھی۔ یا وہ انسانوں کی موجودگی محسوس کر رہا تھا۔ بس یہی سب سے خطرناک وقت تھا۔ جب عنبر نے ایک فیصلہ کیا اور پیچھے سے اچھل کر جاپانی سپاہی کو گردن سے دبوچا اور جھاڑیوں میں گرا لیا۔

یہ سب کچھ پلک جھپکنے میں ہو گیا۔ امریکی کپتان بھی حیران سا ہو کر رہ گیا کہ عنبر نے یہ کیا کر دکھایا۔

جاپانی سپاہی عنبر کے پنجے میں پھڑ پھڑا رہا تھا۔ مگر اس کا عنبر کے لوہے جیسے شکنجے سے نکل جانا ناممکن بات تھی۔ عنبر نے جاپانی سپاہی کی گردن دبا رکھی تھی۔

وہ پھڑکا۔ تڑپا اور ٹھنڈا ہو گیا۔ عنبر کو جب یقین ہو گیا کہ اب

www.urdurasala.com

جاپانی سپاہی میں جان باقی نہیں رہی تو اس نے اسے چھوڑ دیا۔

امریکی نے کہا۔

"تم نے کمانڈوز کو بھی مات کر دیا۔ اب اس کی لاش کا کیا ہو گا؟"۔

عنبر نے آہستہ سے کہا۔

"تمہاری جان بچانے کے لیے مجھے یہ بھی کرنا پڑا ہے۔ اب لاش کا بندوبست بھی ہو جائے گا"۔

امریکی بولا۔

"کیا تم نے اپنی جان بچانے کے لیے نہیں کیا؟ آخر تم بھی تو میری طرح ہی مصیبت میں گرفتار ہو۔ تمہاری جان کو بھی تو خطرہ ہے"۔

عنبر کہنے لگا۔

"کپتان صاحب! میری جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے"۔

امریکی نے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا تم انسان نہیں ہو؟ کیا جاپانی تمہیں کچھ نہیں کہیں گے؟"۔

عنبر نے کہا۔

وقت آنے پر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میری جان کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔

اب ان باتوں کو چھوڑو اور یہ دیکھو کہ اس کا کوئی ساتھی تو اس کی تلاش میں ادھر نہیں آ رہا؟۔

امریکی نے جھاڑیوں میں سے جزیرے کی جانب دیکھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

وہاں کوئی نہیں تھا۔

"نہیں۔کوئی ادھر نہیں آ رہا"۔

عنبر نے کہا۔

"بہر حال بہت جلد انہیں پتہ چل جائے گا کہ ایک جاپانی سپاہی کم ہے۔ پھر وہ اس کی تلاش میں بھی نکلیں گے۔ میں مجبور تھا۔ایسا کرنا پڑا"۔

انہوں نے جاپانی سپاہی کی لاش کو جھاڑیوں میں چھپا کر اوپر گھاس پھوس ڈال دیا۔

رات ہو گئی۔ کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ ایک سپاہی کم ہے۔ آدھی رات کو عنبر نے امریکی سے کہا۔

"تم یہاں چوکس ہو کر بیٹھنا۔ میں اس جاپانی کی لاش کو

یہاں سے دور سمندر میں پھینکنے جا رہا ہوں۔ جب صبح لاش پانی پر تیرتی ملے گی تو یہ لوگ یہی سمجھیں گے کہ تیرتے ہوئے سمندر میں ڈوب گیا ہے"۔

امریکی نے کہا۔

"ذرا خبر دار ہو کر جانا بھائی"۔

"میں خبر دار ہو کر ہی جاؤں گا۔ہاں تم ہوشیار ہو کر بیٹھنا"۔

یہ کہہ کر عنبر نے جاپانی سپاہی کی لاش کندھے پر ڈالی اور اندھیرے میں جھاڑیوں میں سے نکل کر سمندر کی طرف چل دیا۔

وہ جھک جھک کر اپنے آپ کو چھپاتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔ لاش کا بوجھ تو اسے بالکل محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

وہ کافی دور نکل گیا۔

www.urduzala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

وہاں کچھ چٹانیں تھیں۔ عنبر نے بڑے اطمینان سے جاپانی کی لاش کو چٹانوں کے بیچ میں سمندر میں گرا دیا۔ اور واپس روانہ ہوا۔

ابھی وہ آدھی راستے میں ہی تھا کہ اچانک کسی نے پیچھے سے اس کی گردن دبوچ لی۔

عنبر نے مڑ کر ایک گھونسا مارا۔ وہ جاپانی سپاہی تھا۔ اس نے سیٹی بجا دی۔ عنبر اس کی طرف لپکا جاپانی نے مشین گن کی فائرنگ شروع کر دی۔

عنبر نیچے جھک گیا۔

وہاں شور مچ گیا۔ ایک دم سے کتنے ہی سپاہی وہاں سے نکل آئے اور انہوں نے عنبر کو گھیرے میں لے لیا۔ اور مشین گنوں کا

رخ اس کی طرف کر دیا۔

"لے چلو اسے۔ خزانے کا ڈاکو ہے"۔

انہوں نے جاپانی زبان میں ایک دوسرے سے کہا۔ عنبر سمجھ گیا۔

اس نے سوچا کہ امریکی کپتان کی جان اسی طرح بچ سکتی ہے کہ اپنے آپ کو جاپانیوں کے حوالے کر دے اس طرح سے یہ جاپانی جزیرے میں "ڈاکوؤں" کی تلاش میں کام چھوڑ دیں گے اور امریکی کپتان کی جان بچ جائے گی۔

پس عنبر نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔

جاپانی اسے لے کر اپنے کمانڈر کے پاس آ گئے۔ کمانڈر خوش ہوا کہ آخر خزانے کا چور پکڑا گیا۔ انہوں نے عنبر کو رسیوں میں جکڑ

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کر کشتی میں ڈالا اور جہاز میں لا کر ایک کیبن میں بند کر دیا۔ اب اس سے پوچھ گچھ شروع ہو گئی کہ بتاؤ خزانہ تم نے کہاں چھپا رکھا ہے۔

یہ پوچھ گچھ جاپانی کمانڈر جو کرنل تھا کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ایک جاپانی نیوی کا افسر بھی تھا۔

عنبر نے کہا۔

"میرے ساتھی خزانہ لے کر یہاں سے فرار ہو گئے ہیں اور مجھے یہاں چھوڑ گئے ہیں"۔

"وہ تمہیں یہاں کس لیے چھوڑ گئے ہیں؟"۔

"انہیں خطرہ تھا کہ میں لوگوں کو بتا دوں گا"۔

"تمہارے ساتھی کون تھے؟ تم کہاں سے آئے تھے؟"۔

عنبر نے یہاں بھی ایک کہانی بنالی۔ بولا۔

"ہم بحری ڈاکو ہیں۔ ہمارا کپتان ہانگ کانگ کا رہنے والا ہے"۔

اس کا نام میانگ پن ہے ڈاکو مختلف ملکوں کے رہنے والے ہیں۔ میں مصر کا رہنے والا ہوں اور دولت کمانے کے لالچ میں ڈاکوؤں کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔

افسوس! ان لوگوں نے میرے ساتھ دھوکہ کیا اور مجھے یہاں چھوڑ گئے۔

جاپانی کمانڈر نے پوچھا۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا کہ خزانہ اس جزیرے کے جنگل میں دبا ہوا ہے؟"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر نے کہا۔

جس وقت آپ لوگ خزانہ لے کر اس جزیرے پر اترے، اس وقت ہم لوگ جزیرے کے دوسرے کنارے پر آرام کر رہے تھے۔

جہاز کی آواز سن کر ہم نے آپ کا پیچھا کیا اور ہمیں پتہ چل گیا کہ آپ لوگ زمین میں کوئی صندوق دبا رہے ہیں۔ بس جس وقت آپ لوگ واپس گئے ہمارے کپتان نے فوراً خزانہ زمین میں سے نکال کر اپنے جہاز پر لادا اور مجھے یہاں چھوڑ کر نو دو گیارہ ہو گیا۔

کہانی بڑی پکی تھی۔ جاپانیوں کو یقین کر لینا چاہیے تھا۔ لیکن جاپانی کمانڈر بھی بڑا چالاک تھا۔

اس نے قریب آ کر اچانک عنبر کے منہ پر زور سے مکا مارا۔

اگر کسی دوسرے انسان کے منہ پر ایسا زور سے مکا مارا۔ اگر کسی دوسرے انسان کے منہ پر ایسا زوردار مکا پڑتا تو اس کے اگلے دانت ضرور باہر نکل کر زمین پر گر پڑتے۔

مگر عنبر پر کوئی اثر نہ ہوا۔ الٹا جاپانی کمانڈر کا ہاتھ درد کرنے لگا اور وہ اسے بار بار بغل میں دبا کر سہلانے لگا اور حیرانی سے عنبر کی طرف تکنے لگا کہ اس شخص کا منہ پتھر کا بنا ہے؟۔

جاپانی کمانڈر نے کوئی خاص خیال نہ کیا۔ یہی سوچا کہ عنبر کی منہ کی ہڈی سخت ہے۔

وہ عنبر کے کندھے پر زور سے پستول کا دستہ مار کر بولا۔

”تم نے اب تک ہمیں جو کچھ بتایا ہے وہ سب جھوٹ ہے۔

www.urdufanz.com PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ سیدھے سیدھے بتا دو کہ تم نے صندوق زمین میں سے نکال کر کس جگہ دفن کیا ہے؟۔"

اور تم کہاں سے اس جزیرے پر آئے ہو؟۔

اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہم تمہیں وہ اذیت دیں گے کہ تم اپنے آپ بک پڑو گے۔

عنبر نے کہا۔

"میں نے جو کچھ کہا بالکل ٹھیک کہا ہے۔ خزانے کا صندوق بحری ڈاکو اپنے ساتھ لے گئے ہیں"۔

جاپانی کمانڈر چیخا۔

کمینے! ہم نے سارا پتہ کر لیا تھا اس جزیرے کے ارد گرد میلوں تک اس وقت کوئی بحری جہاز نہیں کھڑا تھا۔

ہمارے پاس تصویریں موجود ہیں۔ تم کیا سمجھتے ہو ہم ویسے ہی خزانہ دفن کرنے آ گئے تھے؟۔

میں تمہیں صبح تک کی مہلت دیتا ہوں اگر تم نے صبح سچی بات نہ بتائی تو تمہیں گولی ماردی جائے گی۔

عنبر خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔

ادھر امریکی کا برا حال ہو رہا تھا۔ اس نے گولیاں چلنے اور جاپانیوں کے شور مچانے کی آوازیں سنیں تو سمجھ گیا کہ عنبر پکڑا گیا ہے۔

پھر اس نے ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں عنبر کو دیکھا کہ جاپانی اسے کشتی میں بٹھا کر جہاز کی طرف لے جا رہے تھے۔ اب اسے ایک ہی ڈر تھا کہ کہیں وہ جاپانیوں کی مار پیٹ سے گھبرا کر سچ سچ نہ

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بتادے۔

پھر تو امریکی کی خیر نہیں ہوگی۔ اس نے سوچا کہ اسے جگہ بدل دینی چاہیے۔ تاکہ اگر عنبر بک بھی پڑے تو جاپانی اسے تلاش نہ کر سکیں گے۔

لیکن اسے پھر خیال آیا کہ سونے کا خزانہ تو اسی جگہ دبا ہوا ہے۔ وہ اسے چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ جاپانی تو اسے اکھاڑ کر لے جائیں گے۔

پھر۔ پھر کیا کیا جائے؟۔

کیوں نہ سونے کی کچھ اینٹیں جیب میں رکھ کر یہاں سے دوسری جگہ چلا جائے؟۔

کچھ تو سونا اس کے پاس بچ رہے گا۔ اس خیال کے ساتھ ہی

امریکی نے زمین کھود کر صندوق کا ڈھکنا کھولا۔ اس میں سے دو تین سونے کی اینٹیں اٹھا کر اپنے سینے کے ساتھ باندھ رکھیں۔ دو اینٹیں جیب میں ڈالیں اور اندھیرے میں کھوہ میں سے نکل کر جزیرے کے جنگل میں بھاگ اٹھا۔

سونے کی اینٹوں کے وزن سے بھاگنا مشکل ہو رہا تھا۔ مگر وہ جاپانیوں کے خوف سے بھاگتا چلا گیا۔ اس وقت جنگل میں کوئی جاپانی سپاہی نہیں تھا۔

کیونکہ عنبر پکڑا جا چکا تھا اور سب سپاہی اس کی طرف متوجہ تھے۔ امریکی تھک کر ایک جگہ جھاڑیوں میں گر پڑا اور ہانپنے لگا۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جہاز کی تباہی

عنبر نے صرف امریکی کپتان کی جان بچانے کے لیے جھوٹ بولا تھا۔

اور امریکی کپتان لالچ کا مارا سونے کی اینٹیں سینے سے لگائے جنگل میں مارا مارا جان بچاتا پھر رہا تھا۔ عنبر کو بھلا کیا ضرورت تھی سونے کی اینٹوں کی؟۔

اسے سونے کی کیا پروا تھی۔ اسے تو صرف امریکی کا خیال تھا

کہ اگر اس نے بتا دیا کہ سونا فلاں جگہ دبا ہوا ہے تو جاپانی وہاں پہنچ جائیں گے اور امریکی کو بھی پکڑ لیں گے کیونکہ امریکی کپتان جہاں تھا وہیں سونا دفن تھا۔

عنبر کو کیا خبر تھی کہ احمق اور لالچی کپتان جان بچا کر اور سونے کی اینٹیں لے کر وہاں سے بھی بھاگ گیا ہے۔

امریکی نے جنگل میں ایک گھنے درخت کے نیچے کھوہ کے اندر اپنے لیے جگہ بنالی اور وہاں چھپ کر ساری رات بسر کر دی۔ صبح اس نے باہر نکل کر دیکھا۔

جنگل میں جاپانی سپاہی کہیں بھی نہیں تھا۔ کوئی بھی نہیں تھا۔

اس نے درخت پر سے کچھ جنگلی پھل توڑ کر کھائے۔ ایک چھوٹے سے تالاب سے پانی پیا اور کھوہ میں چھپ کر پڑ گیا۔

www.urdurasala.com

اس کا خیال تھا کہ عنبر کی اگر جان بچ گئی تو وہ اسے تلاش کرتا کرتا وہاں ضرور آئے گا۔ اور جب وہ اس کے قریب سے گزرنے لگا تو وہ اسے آواز دے کر اپنے پاس بلا لے گا۔

دوسری طرف صبح ہوئی تو جاپانیوں نے عنبر کے ہاتھ رسی سے پیچھے باندھے اور جہاز سے اتار کر جزیرے کے ساحل پر لے آئے۔

اسے ایک جگہ زمین پر دوزانو گھٹنوں کے بل بٹھا دیا گیا اور چار جاپانی رائفلوں کی نالی کا منہ عنبر کے سر کی طرف کر کے کھڑے ہو گئے۔

جاپانی کمانڈر نے آخری بار عنبر سے کہا۔

"اگر تم اب بھی خزانے کے بارے میں سچ سچ بتا دو کہ وہ

کہاں ہے تو تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے۔ نہیں تو یہ ساری گولیاں تمہارے دماغ کے پرخچے اڑا دیں گی"۔

عنبر مسکرایا اور جاپانی زبان میں پہلی بار بولا۔

"کمانڈر! میں تمہیں کبھی نہیں بتاؤں گا کہ خزانہ کہاں ہے۔ اس لیے کہ مجھے معلوم ہے خزانہ کہاں ہے"۔

جاپانی کمانڈر نے اسے جاپانی زبان میں باتیں کرتے سنا تو بڑا حیران ہوا۔

آگے بڑھ کر پوچھنے لگا۔

"تم نے اتنی روانی سے جاپانی بولنا کہاں سے سیکھا؟"۔

عنبر اب کھل کر سامنے آ گیا تھا۔

جاپانی کمانڈر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

www.urdufanz.com
PDF By princedodhump@urdufanz.com

"میں دنیا کی ہر زبان بول سکتا ہوں۔ میں وہ زبانیں بھی جانتا ہوں جن کو تمہارا باپ بھی نہیں سمجھ سکتا"۔

جاپانی کمانڈر کو بہت غصہ آیا۔

اس نے پاؤں کا ٹھڈ پوری طاقت سے عنبر کے منہ پر مارا۔ عنبر نے جسم کو قابو میں کر لیا تھا۔

جاپانی الٹ کر دور جا گرا۔ دوسرے جاپانی بھاگ کر گئے۔ انہوں نے کمانڈر کو اٹھایا۔

کمانڈر نے حکم دیا۔

"اسے گولی سے اڑا دو"۔

جاپانی سپاہیوں نے رائفلوں کی نالیوں کا رخ عنبر کے سر کی طرف کیا۔ نشانہ باندھا اور فائرنگ کر دی۔

چار رائفلیں بیک وقت چلیں۔ دھماکا ہوا۔ اور چاہیے تو یہ تھا کہ عنبر کے سر کے ٹکڑے اڑ جاتے۔

سر کہیں دکھائی ہی نہ دیتا۔ مگر ہوا یہ کہ چاروں کی چاروں گولیاں عنبر کی کھوپڑی سے ٹکرا کر ٹن ٹن کی آوازیں پیدا کرتی نیچے ریت پر گر پڑیں۔

عنبر اسی طرح آرام سے ریت پر بیٹھا رہا۔ جاپانی کمانڈر ذرا حیران ہوا۔

پھر سوچا شاید رائفلوں کا نشانہ خطا گیا ہے۔ دوسری بار حکم دیا۔

رائفلیں چلیں اور عنبر کے سر سے ٹکرا کر نیچے گر پڑیں۔

جب تیسری بار بھی وہی کھیل ہوا تو جاپانی کمانڈر اور دوسرے سپاہی گھبرا گئے کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ یہ انسان ہے یا کوئی جن

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

بھوت؟۔

جاپانی کرنل نے آگے بڑھ کر عنبر کے سر کو پکڑ کر اسے گھما کر دیکھنا چاہا تھا کہ عنبر نے سر کو جھٹک دیا۔

جاپانی تڑپ کر دور جا گرا۔ عنبر نے جھٹکا مار کر اپنے دونوں ہاتھ رسی تڑا کر آزاد کرا لیے اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

جاپانی سپاہیوں نے اپنے کرنل کو گرتے دیکھا تو عنبر پر مشین گن کی فائرنگ شروع کر دی۔

گولیاں عنبر کے جسم سے ٹکرا ٹکرا کر نیچے گرتی جا رہی تھیں۔ عنبر نے آگے بڑھ کر ایک جاپانی کے ہاتھ سے مشین گن پکڑ لی اور اس کا رخ جاپانیوں کی طرف کر کے گولیاں برسانے لگا۔

دیکھتے ہی دیکھتے کتنے ہی جاپانی لہولہان ہو کر گرے اور

تڑپنے لگے۔

جاپانی کرنل نے جیب سے دستی بم نکال کر عنبر پر دے مارا۔ دستی بم دھماکے سے پھٹ گیا۔ مگر جب دھواں چھٹا تو عنبر اپنی جگہ پر ویسے ہی کھڑا تھا۔

اس کا کچھ بھی نہیں بگڑا تھا۔ عنبر نے مشین گن کا ایک اور برسٹ فائر کر دیا۔

اس بار جاپانی کرنل بھی گولی لگنے سے مر گیا۔ سارے جزیرے کے جاپانی سپاہی گولیوں کی آوازیں اور بم کے دھماکے سن کر وہاں بھاگے آ رہے تھے۔

عنبر ایک جگہ بڑے سکون سے کھڑا مشین گن چلا رہا تھا۔

جاپانی بھی عنبر پر فائرنگ کر رہے تھے اور دستی بم مار رہے تھے مگر

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اس کو کچھ نہیں ہو رہا تھا۔

الٹا عنبر کی فائرنگ سے جاپانی سپاہی گاجر مولی کی طرح کٹ رہے تھے۔ اور زمین پر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈے ہو رہے تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں سارے کے سارے جاپانی سپاہی ڈھیر ہو گئے۔

اب صرف جہاز والے سپاہی رہ گئے تھے۔ ادھر سے بھی مسلسل فائرنگ ہو رہی تھی۔

اب ان سپاہیوں نے جب دیکھا کہ جزیرے پر دشمن نے حملہ کر دیا ہے تو وہ کشتی میں سوار ہو کر جزیرے کی طرف چل پڑے۔

عنبر ایک جگہ مشین گن لے کر چھپ گیا۔ جب کشتی قریب آئی

تو اس نے فائرنگ شروع کر دی۔ پھر ایک ہی وقت دو دستی بم مار دیئے۔

جاپانی کشتی سمیت سمندر میں ڈوب گئے۔

ادھر امریکی کپتان بھی جھاڑیوں کی اوٹ سے یہ سارا حیرت ناک ڈرامہ دیکھ رہا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

جب اس نے میدان صاف دیکھا تو بھاگ کر جھاڑیوں سے نکلا اور عنبر کے پاس آ گیا۔

عنبر نے چیخ کر کہا۔

"احمق آدمی زمین پر بیٹھ جاؤ فائر آ رہا ہے"۔

امریکی جلدی سے زمین پر لیٹ گیا۔ ٹھیک اس وقت جہاز کی جانب سے فائرنگ شروع ہو گئی تھی اور جاپانی کشتی میں بیٹھ کر

www.urdurasala.com
PDF By printedfdhump@urdufanz.com

جزیرے کی طرف آ رہے تھے۔

میدان صاف ہو گیا۔

کسی جگہ ایک بھی جاپانی سپاہی باقی نہ رہا۔ تھوڑی دیر میں ایسا انقلاب آ گیا تھا کہ سارے جزیرے پر قبضہ ہو گیا۔

عنبر کو جاپانی کرنل پر غصہ آ گیا تھا۔ اس نے عنبر کی بے عزتی کرنے کی کوشش کی تھی۔ عنبر نے ساری زندگی ایسی تباہی کبھی نہیں مچائی تھی۔

جزیرے کا ساحل جاپانیوں کی لاشوں سے پٹا پڑا تھا۔ عنبر نے مشین گن پھینک کر امریکی سے کہا۔

"ان لاشوں کو سمندر میں پھینک دو"۔

امریکی کپتان بے حد ڈرا ہوا تھا۔ وہ عنبر کو کوئی آسمانی مخلوق یا

جن بھوت سمجھنے لگا تھا۔

اس نے عنبر کی کرامت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تھیں۔ جلدی سے اس نے عنبر کا حکم تسلیم کیا اور جاپانی لاشوں کو گھسیٹ کر سمندر میں پھینکنے لگا۔

عنبر بھی اس کے ساتھ لگ گیا۔ جب ساری لاشیں سمندر میں گرا چکے تو امریکی نے عنبر کی پیشانی چوم لی اور کہا۔

"تم بہت بڑے دیوتا ہو عنبر! تم نے جاپانیوں کو ختم کر کے ایک ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جسے میں ساری زندگی یاد رکھوں گا۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ تمہارے جسم پر گولی اثر کیوں نہیں کرتی؟"۔

عنبر نے کہا۔

"یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ سکے گی۔ اس لیے بہتر ہے کہ

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تم مت پوچھو"۔

امریکی نے مسکرا کر کہا۔

"خدا کا شکر ہے دشمن نابود ہو گیا۔ اب ہم سونے کا خزانہ آپس میں بانٹ کر بڑی آسانی سے یہاں سے لے جا سکیں گے"۔

عنبر نے کہا۔

"مجھے تمہارے سونے کے خزانے کی ضرورت نہیں ہے سونا تم لے جانا میں یہاں سے اپنے بھائی اور بہن کی تلاش میں ہندوستان کی طرف جاؤں گا"۔

امریکی فکرمند ہو کر بولا۔

"لیکن عنبر! میں اس جزیرے سے اکیلا کیسے نکل سکوں گا۔

مجھے جاپانی جہاز کی ضرورت ہو گی"۔

عنبر نے کہا۔

"میں جاپانی بحری جہاز میں تمہیں کسی آباد جزیرے میں اتار دوں گا۔ تم وہاں سے امریکہ چلے جانا۔ میں آگے ناگ اور ماریا کی تلاش میں نکل جاؤں گا"۔

"جیسے تمہاری مرضی"۔

جاپانی جنگی جہاز چھوٹا تھا مگر اس میں ضرورت کی ہر شے موجود تھی۔

عرشے پر دو طیارہ شکن توپیں اور ایک تباہ کن توپ بھی لگی تھی جس کا گولہ سامنے آنے والے کسی بھی جہاز کو تباہ کر سکتا تھا۔ اندر وائرلیس سیٹ بھی تھا۔

www.urdurasaa.com
PDF BY princeofdhump@urdufanz.com

پٹرول کا بھی بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ گولہ بارود بھی تھا اور خوراک بھی کئی مہینوں کی بھری پڑی تھی۔

امریکی کپتان اور عنبر نے سونے کا خزانہ اور جنگی نقشے کشتی پر لاد کر جہاز پر پہنچا دیئے۔

جزیرہ ویران رہ گیا۔

وہاں صرف جاپانی سپاہیوں کی بندوقیں اور دو چار لاشیں ہی بکھری پڑی تھیں۔

عنبر اور امریکی کپتان جہاز پر سوار ہو چکے تھے۔ کپتان نے جہاز کے انجن کو چلا دیا اور کمپاس اور نقشے کی مدد سے جہاز کا رخ جنوبی افریقہ کی بندرگاہ ووغا دیش کی طرف کر دیا۔ کیونکہ وہ علاقہ امریکیوں کے قبضے میں تھا۔

امریکی کپتان کا خیال تھا کہ وہ سونے کا خزانہ لے کر وہاں اتر جائے گا اور پھر وہاں سے کسی بہت بڑے اور محفوظ بحری جہاز میں سوار ہو کر واپس امریکہ پہنچ جائے۔

جہاز سمندر میں روانہ ہو گیا۔ جزیرہ آہستہ آہستہ نگاہوں سے اوجھل ہوتا گیا۔

دوسرے روز امریکی کپتان نے عنبر سے کہا کہ خزانے کو آدھوں آدھ بانٹ لینا چاہیے وہ نہیں چاہتا تھا کہ عنبر کو اس کا حصہ نہ ملے۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"میرے لیے تمہارے سونے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تمہارے لیے یہ سونا ہے مگر ہمارے لیے سنہری مٹی سے بڑھ کر اور

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کچھ نہیں ہے''۔

اس لیے سارا سونا تم ہی لے لو۔ مجھے اگر میری بھائی بہن مل گئے تو سمجھوں گا کہ سونا مل گیا ہے۔

امریکی کپتان دل میں بڑا خوش تھا کہ چلو اچھا ہوا۔ سارے کا سارا سونا اس کے حصے میں آ گیا۔

اوپر اوپر سے وہ عنبر کو مجبور کرتا رہا کہ نہیں تم بھی اپنا حصہ لے لو۔ جب عنبر نے بالکل ہی انکار کر دیا تو امریکی کپتان نے سونے کی اینٹوں کو دوسرے صندوق میں رکھنا شروع کر دیا۔

اس صندوق کے گرد لوہے کی پتری لپیٹ دی اور اوپر لکھ دیا۔

''گھر کا سامان''۔

یعنی ایسا لگتا تھا کہ امریکی کپتان نے اس صندوق میں گھر کی

ضروریات کا سامان رکھا ہوا ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ودعا دیش کی بندرگاہ پر کسی کو شک گزرے کہ وہ صندوق میں کروڑوں روپے کا سونا لے جا رہا ہے۔

کیونکہ اس طرح سے حکومت اس کا سارا سونا ضبط کر سکتی تھی۔

صندوق کو اس نے گھسیٹ کر جہاز کے ایک طرف رکھ دیا اور اب بے چینی سے ودعا دیش بندرگاہ کا انتظار شروع کر دیا۔

یہ بندرگاہ اس کے حساب کے مطابق وہاں سے چار پانچ روز کے فاصلے پر تھی۔

اس نے کمپاس اور نقشے میں دیکھا اور بالکل ٹھیک جا رہا تھا۔

دوسری طرف ایک جاپانی ہوائی جہاز نے جزیرے پر آ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ بحری جہاز وہاں پر نہیں ہے اور جزیرے پر کئی

PDF By printedfdhump@urdufanz.com

ایک جگہوں پر جاپانیوں کی لاشیں بکھری پڑی ہیں۔سمندر نے بھی جاپانی لاشوں کو باہر پھینک دیا تھا۔

اس نے پیچھے وائرلیس کر کے ساری صورت حال بتائی۔

پیچھے سے حکم ملا۔

''سمندر میں جہاز کو تلاش کرو''۔

جاپانی ہواباز ہوائی جہاز لے کر سمندر پر اڑنے لگا۔اس نے دور دور تک پرواز کی۔

آخر دوربین کے ذریعے اس نے دور سمندر میں ایک بحری جہاز کو دیکھا۔وہ ہوائی جہاز لے کر جنگی بحری جہاز کے اوپر آ گیا۔

عنبر اور امریکی نے جب اپنے اوپر ایک جاپانی ہوائی جہاز کو دیکھا تو گھبرا گئے۔

عنبر نے کہا۔

''مشین گن سنبھالو''۔

اگرچہ بحری جہاز پر سے جاپان کا جھنڈا اتار لیا گیا تھا۔پھر بھی اس کی ساخت اور بناوٹ سے ہواباز نے اندازہ لگا لیا کہ یہ ان کا اپنا جہاز ہے۔

نیچے سے اس پر فائرنگ شروع ہو گئی۔وہ سمجھ گیا کہ جہاز کو دشمن کے کمانڈوز نے اغوا کر لیا ہے۔اس نے بھی اوپر سے فائرنگ شروع کر دی۔

بدقسمتی سے ہواباز کے پاس کوئی بم نہیں تھا۔وہ بمباری کرنے تھوڑے آیا تھا۔وہ تو محض دیکھ بھال کرنے والا جہاز تھا۔ہاں اس پر ایک مشین گن ضرور لگی تھی۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

اس نے نیچے فائرنگ شروع کر دی۔ مگر اس کی فائرنگ سے کچھ نہ بگڑ سکا۔

امریکی کپتان بڑا ماہر نشانے باز تھا۔ اس نے طیارہ شکن توپ کا منہ جہاز کی طرف کر کے ایک برسٹ مارا۔

ساری گولیاں جہاز کی ٹینکی میں جا لگیں اور جہاز میں آگ لگ گئی اور وہ پیچھے وائرلیس کر دیا کہ جاپانی جہاز سمندر میں فلاں جگہ پر ہے اور اسے اغوا کر لیا گیا ہے۔

ہوا باز جہاز سمیت سمندر میں گر کر تباہ ہو گیا مگر پیچھے خبر ہو گئی تھی۔

امریکی کپتان نے خوشی کا نعرہ لگایا۔

"وہ مارا۔۔۔ دشمن کا جہاز گرا دیا"۔

عنبر نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ ابھی اور جاپانی جہاز آئیں گے اس ہوا باز نے پیچھے ضرور اطلاع کر دی ہو گی"۔

امریکی پریشان ہو کر بولا۔

"نہیں ایسا نہیں ہے۔ ہم نے اسے وائرلیس کرنے کی مہلت ہی نہیں دی"۔

عنبر بولا۔

"اسے مہلت کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ یہ کام تو اس نے یہاں پہنچتے ہی کر دیا ہو گا"۔

"دیکھا جائے گا۔ ہم جہاز کی رفتار تیز کر دیں گے۔ ہم جہاز کا رخ موڑ دیں گے"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"چاہے جو کچھ کرو۔ سمندر میں ہم اکیلے ہیں"۔

عنبر کا خیال سو فیصد ٹھیک تھا۔

جاپانی ہیڈ کوارٹر کو اپنے اغوا شدہ جنگی جہاز کی پوری پوری خبر مل گئی تھی۔ بلکہ انہوں نے اس کو تباہ کرنے کے لیے دو ہوا بازوں کو بم دے کر روانہ کر دیا تھا۔

امریکی کپتان نے جہاز کا رخ موڑ دیا اور اب اس نے آسٹریلیا کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

"آسٹریلیا یہاں سے بہت قریب ہے ہم وہاں کل تک پہنچ جائیں گے"۔

سونے کی اینٹوں نے اس امریکی کپتان کو نیم پاگل کر دیا تھا۔

وہ جس آسٹریلیاں کو وہاں سے قریب بتا رہا تھا وہ وہاں سے بارہ

روز کے سفر پر تھا۔

عنبر خاموشی سے امریکی کپتان کی دیوانگی اور پاگل پن کو دیکھ رہا تھا۔ ایک طرح سے وہ خوش ہو رہا تھا کہ جہاز کا رخ آسٹریلیا کی طرف موڑ دیا گیا ہے۔

کیونکہ اسی راستے میں ہندوستان آتا تھا۔ اور ہندوستان میں ہی عنبر نے آخر جانا تھا۔ کیونکہ وہاں اسے ناگ اور ماریا سے ملنے کا یقین تھا۔

دل میں عنبر ایک بات سے ضرور پریشان تھا کہ کم بخت جاپانی بمبار ہوائی جہاز ضرور آ جائیں گے اور اس کے جہاز کو ڈبونے کی پوری پوری کوشش کریں گے۔

ان کے کان ہوائی جہازوں کی آوازوں پر لگے ہوئے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تھے۔ابھی تک فضا میں کسی ہوائی جہاز کی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ اس نے دیکھا کہ امریکی کپتان سونے کے صندوق کو گھسیٹ رہا ہے۔

عنبر نے پوچھا۔

"اس کو کہاں لے جانے کی کوشش کر رہے ہو؟"۔

امریکی کپتان بولا۔

"میں اسے نیچے لے جا کر تہہ خانے میں بند کر دینا چاہتا ہوں۔تاکہ اگر جاپانی بمبار حملہ کریں تو یہ صندوق بچا رہے"۔

عنبر نے ہنس کر کہا۔

"دولت کی چمک دمک نے تمہارا دماغ خراب کر دیا ہے۔ ذرا سوچو۔جب جہاز ہی بمباری سے ڈوب جائے گا پھر تم اس

صندوق کو کیسے بچا سکو گے؟"۔

امریکی کپتان نے سر پر ہاتھ مارا اور روتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔نہیں۔ایسا نہ کہو۔جہاز نہیں ڈوب سکتا۔مجھے یہ سارا سونا لے کر امریکہ جانا ہے۔میں ارب پتی ہوں۔میں امریکہ کی ساری زمین خرید لوں گا۔"

میں سارے کارخانے خرید لوں گا۔میں امریکہ کا بادشاہ بن جاؤں گا ہا ہا ہا۔

امریکی کپتان کا سچ مچ دماغ خراب ہو گیا تھا۔

عنبر نے اسے سنبھالا اور جھنجھوڑ کر کہا۔

"احمق نہ بنو۔ہوش کے ناخن لو"۔

امریکی نے زوردار قہقہہ لگایا۔

www.urdurasala.com
PDF By printedhump@urdufanz.com

''میں امریکہ کا بادشاہ ہوں۔ میں جارج پنجم ہوں میں ملکہ وکٹوریہ ہوں۔ ہاہاہا''۔

عنبر نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا کہ اسے ہوش آئے امریکی کپتان زور زور سے رونے لگا۔

''تم مجھ سے میرا سونا نہیں چھین سکتے۔ تم مجھ سے میرا خزانہ نہیں چھین سکتے۔ میں بادشاہ سلامت سے جا کر تمہاری شکایت کروں گا۔ میں تمہاری شکایت کروں گا''۔

اتنے میں دور سے گھوں گھوں کی خطرناک آواز آنے لگی۔ عنبر خاموش ہو کر سننے کی کوشش کرنے لگا۔

امریکی کپتان بھی چپ ہو گیا اور کام ایک طرف لگا دیئے۔ آواز اب صاف ہو گئی تھی۔ یہ ہوائی جہازوں کی آواز تھی۔ امریکی

کپتان نے چیخ ماری۔

''بد بخت جاپانی پھر آ گئے ہیں۔ وہ میرا سونا مجھ سے چھین کر لے جانا چاہتے ہیں۔ میں انہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ میں انہیں برباد کر دوں گا''۔

امریکی کپتان بھاگ کر طیارہ شکن توپ پر جا کر کھڑا ہوا اور اس کا منہ آسمان کی طرف کر دیا۔

عنبر بھی دوسری مشین گن پر جا کر تیار ہو گیا۔

اتنے میں دور سے آسمان پر دو جاپانی بمبار ہوائی جہاز نمودار ہوئے۔

انہوں نے جاپانی جہاز کو دیکھ لیا تھا۔ ایک ایک کر کے جہازوں نے غوطہ لگایا۔ نیچے آ کر جاپانی جہاز کو غور سے دیکھا اور

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پھر اوپر اٹھتے ہوئے ایک ایک بم گرا دیا۔

دونوں بم جہاز سے کچھ فاصلے پر گرے۔ان کے پھٹنے سے سمندر میں ایک طوفان آ گیا۔

سمندر کی لہروں نے جہاز کو ایک طرف جھکا دیا۔

عنبر اور امریکی کپتان نے فائرنگ شروع کر رکھی تھی۔

بمبار جہاز دوسری بار غوطے میں آئے۔عنبر نے گن کا منہ ایک طرف کر کے برسٹ مارا۔

جہاز کے پنکھوں پر گولیاں لگیں۔پنکھے ٹوٹ گئے۔جہاز نے ایک جھٹکا کھایا۔

اس کی ناک سے دھواں نکلا اور پھر وہ لڑکھڑا کر سمندر میں بموں سمیت گر پڑا۔سمندر میں گرتے ہی سارے بم پھٹ گئے

اور جہاز کے پرخچے اڑ گئے۔

پٹرول میں آگ لگی اور اس کے ساتھ ہی جہاز فضا میں ایک دھماکے کے ساتھ پھٹ گیا۔

امریکی کپتان خوشی سے ناچنے لگا اور ناچتے ناچتے ہوئے بے دم ہو کر جہاز کے عرشے پر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔عنبر اسے اٹھا کر نیچے کیبن میں لے آیا اور بستر پر لٹا دیا۔

ساری رات امریکی کو بڑا تیز بخار رہا۔خوش قسمتی سے جہاز میں ہر قسم کی دوا موجود تھی۔

صبح امریکی کی حالت قدرے بہتر تھی۔اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں عنبر کا شکریہ ادا کیا اور اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔

”تم ایک عظیم انسان ہو عنبر! میں نے اگر کوئی بدتمیزی کی ہے تو

www.urdudala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

مجھے معاف کر دینا۔ میں ایک دیانتدار لالچی انسان ہوں۔ تم ان سے باتوں سے بہت بلند ہو"۔

عنبر نے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں بھائی۔ انسان کی کمزوریوں سے میں خوب واقف ہوں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ تم میرا کہا مانو اور فیصلہ کر لو کہ سونے کی یہ ساری اینٹیں تم کسی غریب کے حوالے کر دو گے تاکہ وہ اس دولت کی مدد سے اپنے غریب عوام کی حالت بہتر بنا سکے اور انہیں بھوک سے بچا سکے"۔

امریکی کپتان ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔ میں جان کی بازی لگا کر اس دولت کو یہاں تک لایا ہوں میں اسے

کیسے دوسرے کے حوالے کر سکتا ہوں۔ یہ میری دولت ہے اور میں ہی اس کا مالک ہوں"۔

عنبر سمجھ گیا کہ امریکی کپتان کو سمجھانا بے کار ہے۔ وہ اسے بستر پر چھوڑ کر اوپر عرشے پر آ گیا۔

شام ہو رہی تھی۔ رات کا اندھیرا سمندر پر پھیل رہا تھا۔ وہ کچھ دیر عرشے پر ٹھنڈی ہوا میں آرام کرتا رہا۔ پھر جب رات کا اندھیرا پھیل گیا تو نیچے آ گیا۔

اس نے دیکھا۔ امریکی کپتان اپنے بستر پر گہری نیند سو رہا تھا۔ اس نے اس کے کیبن کا دروازہ بند کر دیا اور اپنے کیبن کی طرف آ گیا۔

اپنے کیبن میں آ کر اس نے بتی گل کی اور بستر پر لیٹ گیا۔

PDF By
princeofdhump@urdufanz.com

اس کے بستر کے ساتھ ہی جہاز کی دیوار پر شیشے کی گول کھڑکی تھی جس میں سے آسمان پر پھیلے ہوئے ستارے صاف نظر آ رہے تھے۔

عنبر نے اپنا چہرہ شیشے کے ساتھ لگا دیا۔ رات ستاروں کے فانوس سے ہلکی ہلکی روشن تھی۔ اس روشنی میں سمندر کی لہریں بھی دکھائی دے رہی تھیں۔

عنبر نے اچانک محسوس کیا کہ دور ایک ستارہ بہت زیادہ چمک رہا ہے۔ اس نے سوچا کہ یہ ضرور ستارہ مریخ ہے۔ کیونکہ یہی ستارہ آسمان پر بہت زیادہ چمکا کرتا ہے۔

اس نے ستارے کی طرف غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ اسے محسوس ہوا کہ یہ ستارا بڑا ہو رہا ہے۔ عنبر بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا اور

پوری توجہ سے اس روشنی کو تکنے لگا۔

یہ روشنی بار بار جل بجھ رہی تھی۔ عنبر نے آنکھیں مل کر بڑے غور سے دیکھا تو اسے محسوس ہوا کہ یہ ستارے کی روشنی نہیں ہے، بلکہ کسی بحری جہاز کی روشنی ہے جو بار بار جل بجھ رہی ہے اور جیسے کسی کو سگنل کر رہی ہے۔

عنبر جلدی سے دوربین لے کر ڈیک پر آ گیا۔

اس نے دوربین آنکھوں سے لگائی اور روشنی کی طرف دیکھا۔ اب روشنی کے ساتھ ساتھ کسی جہاز کا مستول بھی نظر آنے لگا تھا۔

عنبر جلدی سے نیچے گیا اور امریکی کپتان کو جا کر بیدار کیا۔

"جلدی سے اوپر چلو۔ کوئی جہاز آ رہا ہے"۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasaa.com

امریکی کپتان بڑبڑا کر اٹھا اور آنکھیں ملتا گھبرایا ہوا ڈیک پر آ گیا۔

اس نے دوربین لگا کر دیکھا۔ ایک جہاز سمندر میں روشنی ڈالتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اچانک جہاز کی روشنی بجھ گئی۔ اب ستاروں کی روشنی میں جہاز صرف نظر آنے لگا تھا۔ یہ ایک چھوٹا جہاز تھا۔

"میرا خیال ہے کوئی مسافروں کا جہاز ہے"۔

عنبر نے کہا۔

امریکی کپتان بولا۔

"مسافروں کا جہاز روشنی نہیں پھینکا کرتا"۔

"یہ روشنی کس لیے پھینک رہا تھا؟"۔

عنبر نے پوچھا۔

کیونکہ اسے معلوم تھا کہ امریکی کپتان کو بحری جہازوں کے بارے میں زبردست تجربہ ہے۔

امریکی کپتان نے کہا۔

"جہاں تک میرا خیال ہے۔ یہ کوئی جرمن تباہ کن جہاز ہے اور روشنی ڈال کر یہ سمندر کی مچھلیوں کو قریب بلا رہا تھا"۔

"وہ کس لیے؟"۔

امریکی کپتان نے کہا۔

"یہ لوگ جدید آلات کی مدد سے مچھلیوں کے ذریعے سمندر کے نیچے دشمن کی آبدوز کا پتہ چلا لیتے ہیں"۔

عنبر نے کہا۔

www.urdurasala.com
www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"تو پھر تمہارا اب کیا خیال ہے؟ کیا تمہارا سونے کا صندوق یہ جرمن لے جائیں گے؟"۔

امریکی کپتان غصے میں بولا۔

"ہرگز نہیں۔ میں مقابلہ کروں گا۔ میں اس جرمن تباہ کن جہاز کو نیچے ڈبو دوں گا۔ تباہ کر دوں گا"۔

عنبر نے کہا۔

"کیا تمہاری ایک روپ اس جہاز کو سمندر میں ڈبو سکے گی؟"۔

"کیوں نہیں۔ میں نے سمندر کے نیچے ایسے کتنے ہی جہاز تارپیڈو مار کر تباہ کیے ہیں۔ میں ایک ماہر جنگ باز ہوں۔ اب تم میرا کمال دیکھنا"۔

عنبر خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گیا۔ اور جنگی جہاز کو قریب سے آتے دیکھنے لگا۔

ابھی جہاز کافی دور تھا۔ اس نے شاید ان کے جہاز کو نہیں دیکھا تھا۔ کیونکہ ایک دو بار پھر اس نے سمندر میں روشنی ڈالی۔

امریکی کپتان ایک دم سے ایک ماہر کپتان کے روپ میں نمودار ہو گیا۔

اس نے توپ کی نشست مقرر کرنے سے پہلے دوربین سے جرمن جہاز کو غور سے دیکھا۔ رجسٹر پر اس کا فاصلہ اور زاویہ لکھ کر اس کا صحیح حساب نکالا۔

اس حساب سے توپ کی نالی کو فٹ کیا۔ اس میں دو سو پونڈ وزنی خوفناک گولہ ڈالا۔ یہ گولہ عام طور پر کسی بہت بڑے جہاز کو

www.urduraza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تباہ کرنے کے لیے پھینکا جاتا ہے۔

عنبر نے کہا۔

"اتنے بڑے گولے سے توپ پھٹ جائے گی"۔

امریکی نے کہا۔

"تم خاموش رہو دوست! تم نہیں جانتے"۔

عنبر خاموش ہو گیا۔ جہاز اب قریب آ گیا تھا۔ اب اس جہاز نے بھی جاپانی جہاز کو دیکھ لیا تھا۔

اس نے دھماکے کے ساتھ ایک گولہ داغ دیا۔ یہ کچھ فاصلے پر سمندر میں پھٹ گیا۔ اس کے بعد جرمن جہاز نے دو تین گولے اوپر تلے پھینک دیے۔

اس دوران میں چھوٹی مشین گن کا فائر بھی آنے لگا۔

گولیاں عنبر کے آس پاس ڈیک پر تڑ اتڑ گرنے لگیں۔

امریکی کپتان کی توپ پر بھی گولیاں لگیں۔ اب وہ توپ کو تیار کر چکا تھا۔ اس نے آخری بار دوربین لگا کر نشانہ دیکھا اور بٹن دبا دیا۔

دھائیں کی آواز کے ساتھ توپ میں سے گولہ نکل کر جہاز کی طرف گیا۔

ہمارا جہاز ایک بار تو گولے کے جھٹکے سے ہل گیا۔ گولے کا نشانہ بالکل درست لگا۔ یہ گولہ جرمن جنگی جہاز کی چمنی کے ٹھیک اوپر جا کر لگا۔ اور اس کے اندر داخل ہو گیا۔

اندر جا کر وہ انجنوں کے درمیان جا کر بھیانک دھماکے سے پھٹ گیا۔ اس کے پھٹنے سے جہاز کا بوائلر بھی پھٹ گیا۔ بوائلر

پھٹنے سے جہاز اچھلا اور اس میں آگ لگ گئی۔

آگ کے لگتے ہی جہاز میں رکھا ہوا گولہ بارود کا ذخیرہ پھٹ گیا اور اس کے ساتھ ہی سارا جہاز پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور سمندر میں غرق ہو گیا۔

اس جہاز کے کسی شخص کو اتنی مہلت نہ مل سکی کہ وہ کشتی میں سوار ہو کر نیچے جان بچا کر اتر سکتا۔

یہ سب کچھ آناً فاناً ہو گیا تھا۔ جہاز کو غرق ہوتا اور شعلوں میں بھڑکتا دیکھ کر امریکی کپتان پاگلوں کی طرح اچھلنے اور ناچنے لگا۔

ویسے نشانہ اس نے بڑے کمال کا لگایا تھا۔

یہ اس کی مہارت تھی کہ ایک گولے کو اس نے ایسے زاویے پر پھینکا کہ وہ سیدھا جہاز کی چمنی کے اندر جا کر گرا اور پھٹ گیا۔

عنبر نے اس کے نشانے کی تعریف کی اور کہا کہ اگر وہ گولہ نہ پھینکتا تو اس کی اور اس کے سونے کی خیر نہیں تھی۔

امریکی کپتان اپنی کامیابی پر بڑا خوش تھا۔ اس نے دیکھتے دیکھتے میدان مار لیا تھا۔ نیچے جا کر اس نے ایک بار پھر سونے کے صندوق کو کھول کر دیکھا۔

سونے کی اینٹوں کو چوما۔ آنکھوں سے لگایا اور صندوق بند کر کے اس کے گرد ٹین کی پٹری چڑھا کر واپس اپنے کیبن میں آ کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔

اس کی آنکھوں سے نیند غائب تھی۔ کیونکہ اس کا دماغ پریشان تھا۔ وہ ہر وقت یہی سوچتا رہتا کہ کیا وہ اتنا سارا سونا، اتنی ساری دولت لے کر اپنے گھر صحیح سلامت پہنچ سکے گا؟۔

www.urdurasala.com

یہ تو خدا کو ہی معلوم تھا کہ وہ گھر پہنچ سکے گا یا نہیں۔ رات گذر گئی۔ دن کی روشنی سمندر میں پھیل گئی۔

رات کو جس جرمن جہاز کو امریکی کپتان نے گولہ باری کر کے غرق کیا تھا اس نے بڑے اطمینان سے پیچھے وائرلیس کر دیا تھا کہ جنوبی سمندر میں اتنی ڈگری اور اتنے فاصلے پر ایک جاپانی چھوٹا جنگی جہاز ہم پر گولہ بار کر رہا ہے۔ ہم اسے غرق کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پھر اس جہاز کی چمنی میں گولہ گرا تو اس نے جلدی جلدی پیغام دیا۔

"ہیلو چارلی! ہیلو چارلی!"۔

"ہمارے جہاز کی چمنی میں بم گرا ہے۔ جہاز غرق ہونے والا ہے۔"

پیچھے جرمن ہیڈ کوارٹر میں جب اس کے بعد کوئی پیغام نہ ملا تو وہ سمجھ گئے کہ ان کا جہاز غرق ہو گیا ہے۔

انہوں نے سمندر کی سمت اور ڈگری نوٹ کر لی تھی۔ پس اسی وقت چار خوفناک قسم کے جرمن بمبار جہازوں کو جاپانی جہاز کی خبر لینے کے لیے روانہ کر دیا گیا۔

جرمن بمباروں کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ جب تک جاپانی جہاز پوری طرح سمندر میں غرق نہ ہو جائے وہ واپس نہ آئیں۔

عنبر اور امریکی کپتان نے دوپہر کا کھانا کھایا۔ پھر اوپر ڈیک پر آ کر ٹھنڈی ہوائیں آرام کرنے لگے۔

امریکی سونے کی باتیں کر رہا تھا۔ عنبر اسے سمجھا رہا تھا کہ سونے کی ہوس میں ہزاروں انسان پاگل ہو گئے اور مر کھپ گئے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

مگر سونا انہیں کبھی نہ مل سکا۔

امریکی ہنس رہا تھا اور یہی بار بار کہتا۔

"تم خدا جانے کن لوگوں کی باتیں کرتے ہو۔ دیکھ لینا میں سارے سونے کے خزانے کو ساتھ لے کر امریکہ پہنچ جاؤں گا"۔

اتنے میں ایک بار پھر عنبر کے کان کھڑے ہو گئے۔

اسے کان لگا کر ہوا میں کچھ سننے کی کوشش کرتا دیکھ کر امریکی کپتان بھی کچھ فکرمند سا ہوا۔

بولا۔

"کیا ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"وہی جو پہلے تھا"۔

"کیا؟"۔

امریکی کپتان نے گھبرا کر پوچھا۔

"ہوائی جہازوں کی آواز۔ اس بار آواز زیادہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے زیادہ ہوائی جہاز آ رہے ہیں"۔

امریکی کپتان دوربین لے کر فضا میں تکنے لگا۔

"کیا خبر ہے ہمارے اپنے جہاز ہوں"۔

خدا کرے۔ مگر مجھے امید نہیں۔

عنبر نے کہا۔

"امریکی کپتان نے دوربین آنکھوں سے لگا رکھی تھی۔

اچانک وہ گھبرا کر بولا"۔

"یہ تو جرمن بمبار ہیں۔ ایک دو نہیں پورے چار"۔

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر نے اٹھ کر طیارہ شکن گن سنبھال لی۔ امریکی بھی دوسری گن پر چلا گیا۔

جرمن بمباروں نے جہاز کو دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے غوطہ لگانے کی بجائے دور سے جہاز پر راکٹ پھینکے۔

ایک راکٹ جہاز کے مستول پر لگا جس نے اس کا اوپر کا حصہ اڑا دیا۔

گن نے ہوا میں گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ مگر قسمت امریکی کپتان کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ جرمن بمباروں نے باری باری غوطہ لگا کر ایک ایک بم جہاز پر پھینک دیا۔

جہاز کے کئی ٹکڑے ہو گئے اور وہ امریکی کے سونے کے صندوق کے ساتھ ہی سمندر میں غرق ہو گیا۔

امریکی کپتان اور عنبر ایک تختے پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ بمبار واپس چلے گئے۔

اب سمندر میں صرف ایک تختہ تھا۔ جس پر عنبر اور امریکی کپتان گیلے چوہوں کی طرح بیٹھے تھے اور دور دور تک سوائے سمندر کی ابھرتی لہروں کے اور کچھ نہیں تھا۔

www.urduraza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urduraza.com

آدم خوروں کا جزیرہ

ساری رات سمندر میں تختے پر گذر گئی۔

امریکی کا برا حال ہو رہا تھا۔ ایک تو اسے کروڑوں روپے کے سونے کے ڈوب جانے کا غم تھا۔

دوسرے اپنی جان کی فکر پڑ گئی تھی۔ کوئی پتہ نہیں تھا اب جان بھی بچتی ہے کہ نہیں۔

عنبر تختے پر خاموش بیٹھا تھا۔

ہزاروں سال سے اس کی زندگی مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کرتے گذر رہی تھی۔

وہ مصیبتوں کا عادی ہو گیا تھا۔ ویسے بھی اسے یقین تھا کہ ابھی موت اس کی قسمت میں نہیں ہے۔ اسے تکلیف کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا۔

وہ ساری زندگی سمندر میں ڈوب کر بھی گزار سکتا تھا۔ امریکی نے آدھی رات کو عنبر سے کہا۔

"کیا ہم لوگ زندہ بچ جائیں گے؟ میرا مطلب ہے کیا میں زندہ بچ جاؤں گا؟"۔

عنبر نے کہا۔

ہمیں خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے زندگی میں

www.urdurasala.com
PDF By princeofthump@urdufanz.com

مصیبت کا وقت آتا ہی رہتا ہے۔ انسان وہی اچھا ہے جو مصیبت کے دن صبر شکر اور حوصلہ مندی سے کاٹ دے۔

امریکی کپتان نے کوئی جواب نہ دیا۔

یا شاید اس نے کچھ کہا۔ مگر اس کی آواز سمندر کی لہروں کے شور میں دب کر رہ گئی۔

تختہ کافی چوڑا تھا اور اس کو سمندر کی بڑی بڑی لہریں کبھی اوپر اٹھا رہی تھیں اور کبھی نیچے لے جا رہی تھیں۔ سمندر میں طوفان تو نہیں تھا مگر پھر بھی سمندر خاموش اور پرسکون بھی نہیں تھا۔

ساری رات اسی طرح گذر گئی۔

دن چڑھا تو انہوں نے دیکھا کہ دور زمین کا کنارہ نظر آنے لگا ہے۔

امریکی کپتان کے چہرے پر زندگی کے آثار آنے لگے۔

خوش ہو کر بولا۔

"زمین!"۔

عنبر نے بھی دور زمین کے کالے کالے کنارے کو دیکھا۔ ان کا تختہ جزیرے کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہاں کنارے بھورے رنگ کی چٹانیں ہی چٹانیں پھیلی ہوئی ہیں۔

صرف جزیرے کے بیچ میں کہیں کہیں درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔

یہ درخت چھتری نما تھے اور نیچے اوپر تک پھیلے چلے گئے تھے۔

عنبر نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے اس سمندر سے تو نجات ملی"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

امریکی کپتان نے جزیرے کی طرف نظریں جمارکھی تھیں۔ بولا۔

"خدا جانے ابھی میری قسمت میں کیا لکھا ہے۔"

کاش! ہم سونا لے کر کسی دوسری طرف سے نکل جاتے۔

ہائے! میرا کروڑوں روپے کا سونا! میں دنیا کا سب سے زیادہ امیر آدمی نہ بن سکا۔

اور پھر وہ سر پر ہاتھ مارنے لگا۔ ایسے لگتا تھا کہ سونے کے چھن جانے سے وہ دیوانہ ہوگیا ہے۔ عنبر نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔

"پاگل ہو گئے ہو کیا! ہوش کرو۔ زندگی میں دولت ہی سب کچھ نہیں ہے"۔

امریکی کہنے لگا۔

"مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ اب میں زندہ نہیں رہنا چاہتا"۔

"مگر ابھی تو تم زمین کی شکل دیکھ کر بڑے خوش ہو رہے تھے!"۔

"ہاں! میں اس لیے خوش ہو رہا تھا کہ میں زمین پر جا کر مرنا چاہتا ہوں۔"

میں سمندر میں ڈوب کر نہیں مرنا چاہتا۔ اب میں آسانی سے جان دے سکوں گا۔

عنبر اس امریکی کی باتیں سن کر عاجز آ گیا۔ کیسا احمق آدمی ہے۔ دولت چھن جانے سے دماغی توازن کھو بیٹھا ہے۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

تختہ جزیرے کے ساحل سے جا لگا۔

عنبر نے ساحل کی ریت پر اتر کر امریکی کو بھی سہارا دے کر نیچے اتارا۔

دونوں ریت پر لیٹ گئے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی زمین کے سینے پر لیٹ کر وہ بڑے خوش ہو رہے تھے۔ عنبر اس لیے خوش ہو رہا تھا کہ اسے زمین سے محبت تھی اور امریکی اس لیے کہ وہ سمندر کی موت سے بچنا چاہتا تھا۔

اسے اس خیال سے ہی خوف آتا تھا کہ اس کی لاش کو مچھلیاں کھا رہی ہیں۔

کچھ دیر آرام کرنے کے بعد عنبر نے اٹھ کر جزیرے کا جائزہ لیا۔ وہاں بھورے رنگ کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں اور ٹیلے دور تک

پھیلتے چلے گئے۔

کنارے پر ایک بھی درخت نہیں تھا۔ امریکی کا پیاس کے مارے دم نکلا جا رہا تھا۔ عنبر نے ادھر ادھر پانی تلاش کیا۔ اتفاق سے ایک جگہ چھوٹا سا گڑھا پانی سے بھرا ہوا مل گیا۔

یہ پانی میٹھا تھا۔ اس نے امریکی کو وہاں لے جا کر پانی پلایا۔

امریکی کو ہوش آیا۔

عنبر نے کہا۔

”تم اسی جگہ ٹھہرو۔ میں اس جزیرے کا چکر لگا کر دیکھتا ہوں کہ یہاں رہنے کے لیے کونسی جگہ بہتر رہے گی۔ کیونکہ کوئی خبر نہیں ابھی ہمیں کتنے دن یہاں بسر کرنے پڑیں“۔

امریکی نے کہا۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasaa.com

"میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا"۔

عنبر اسے ساتھ نہیں لے جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ جب سے سونا غرق ہوا تھا اس کی دماغی حالت ٹھیک نہیں رہی تھی۔

کبھی وہ اپنے آپ ہنسنے لگتا تھا اور کبھی اپنے آپ رونے لگتا تھا۔ مگر جب امریکی نے بہت مجبور کیا تو عنبر اسے ساتھ لے کر جزیرے میں داخل ہو گیا۔

وہ اس طرف چل دیئے جدھر درختوں کے جھنڈ تھے۔ زمین ریتلی اور بھربھری تھی۔ جھاڑیاں کانٹے دار تھیں۔

جہاں درختوں کا ذخیرہ شروع ہوا وہاں زمین پر ہری ہری اونچی اونچی گھاس اگی تھی۔

دونوں گھاس میں داخل ہو گئے۔

جہاں ایک پگ ڈنڈی بنی تھی۔ جو گھاس کے بیچ میں سے بل کھاتی جا رہی تھی۔

عنبر نے رک کر کہا۔

"یہاں ضرور کوئی قبیلہ آباد ہے۔ ورنہ یہ پگ ڈنڈی کبھی نہ ہوتی۔ یہ لوگوں کے آنے جانے سے بنی ہے"۔

امریکی نے کہا۔

"خدا کرے یہ آدم خور لوگ ہوں اور ہم دونوں کو ہڑپ کر جائیں"۔

عنبر نے اسے ڈانٹا۔

"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ خاموش رہو"۔

امریکی نے اونچی آواز میں رونا شروع کر دیا۔ عنبر نے جلدی

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے نیچے گرا لیا۔ کیونکہ وہ آوازوں سے اس جزیرے کے قبیلے والوں کو خبردار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

مگر جزیرے میں آباد قبیلے کے ایک چوکیدار کو خبر ہو گئی تھی۔

یہ ایک ننگا آدم خور قبیلہ تھا جو باہر سے آنے والوں کے سر کاٹ کر انہیں بھون کر کھا جاتا تھا۔

یہ ننگا چوکیدار ایک درخت پر بیٹھا پہرہ دے رہا تھا۔ اس نے جو ایک انسان کے رونے کی آواز سنی تو چونک کر نیچے دیکھا۔ ذرا فاصلے پر اسے دو انسان نظر آئے۔

اس نے چھلانگ لگا دی اور کمان میں تیر جوڑ کر ان کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

عنبر نے امریکی کو بڑی مشکل سے چپ کرایا اور وہ آہستہ

آہستہ آگے بڑھتے گئے۔

اچانک ایک تیر عنبر کی پیٹھ سے ٹکرا کر نیچے گرا۔ یہ آدم خور ننگے کی بدقسمتی تھی کہ اس نے عنبر کا نشانہ لیا۔

اگر وہ امریکی کو نشانہ بناتا تو وہ اب تک زمین پر گرا تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا ہوتا۔

عنبر نے تڑپ کر پیچھے دیکھا۔ ایک آدم خور وحشی جس کی کالی جٹائیں گردن تک بڑھی تھیں تیر کمان لیے سامنے کھڑا تھا۔ عنبر نے امریکی سے چیخ کر کہا۔

"زمین پر لیٹ جاؤ"۔

عنبر نے ساتھ ہی اچھل کر آدم خور وحشی کو دبوچ لیا۔ وحشی نے تیر کمان پھینک کر ہاتھ میں خنجر کھینچ لیا تھا۔ دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

آدم خور نے خنجر کے کئی ایک بھیانک وار کیے۔

اس کا خیال تھا کہ اتنے خنجر لگنے سے کوئی شخص بھی زندہ نہیں بچ سکتا۔

لیکن جب عنبر کے جسم پر خنجر یوں لگے جیسے پتھر پر لگ رہے ہوں تو وحشی گھبرا گیا۔ اس نے عنبر کی طرف دیکھا۔

عنبر نے اس کی زبان میں کہا۔

''میں تمہارا دیوتا ہوں''۔

اتنا سن کر آدم خور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

عنبر نے اسی کے خنجر سے اس کا کام تمام کر دیا۔ امریکی نے کہا۔

''تم نے غلطی کی اسے مار ڈالا۔ ہم اس سے پوچھ گچھ کر کے

پتہ کر سکتے تھے کہ باقی کے لوگ کہاں ہیں''۔

عنبر نے کہا۔

''اور یہ بڑی آسانی سے چیخ مار کر دوسرے لوگوں کو خبردار کر سکتا تھا۔ میں نے اسے اتنی مہلت ہی نہیں دی۔ اگر اسے یقین ہوتا کہ اس کا خنجر مجھے ہلاک نہیں کر سکے گا تو یہ چلا کر سارے قبیلے والوں کو یہاں جمع کر دیتا اور پھر میرے لیے کم از کم تمہاری جان بچانا بہت مشکل ہو گیا تھا''۔

امریکی نے کہا۔

''کیا یہ لوگ آدم خور ہیں؟''۔

تمہارا کیا خیال ہے؟۔

عنبر بولا۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں اتنا میں ضرور کہوں گا کہ ان جزیروں میں بسنے والے سبزی خور نہیں ہوتے۔ وہ گوشت کھاتے ہیں اور وہ بھی انسانوں کا۔ جیتے جاگتے انسانوں کا"۔

امریکی نے کہا۔

"میں ان لوگوں سے مقابلہ کروں گا۔ میں ان سب کو نیست و نابود کردوں گا۔ تاکہ پھر یہ کبھی کسی انسان کو ہڑپ نہ کرسکیں"۔

اتنا کہہ کر امریکی پھر شور مچانے لگا کہ عنبر نے اسے پکڑ کر نیچے گرایا۔

پھر اسے ڈانٹ پلا کر سمجھایا کہ اگر اسے اپنی زندگی عزیز ہے تو ایسی حرکت پھر کبھی نہیں کرنی چاہیے۔

"اگر پھر تم نے ایسی حرکت کی تو میں تمہاری زندگی کا ذمہ نہیں

لے سکتا۔ اس ڈر سے میں تمہیں اپنے ساتھ نہیں لا رہا تھا"۔

امریکی خاموش ہوگیا۔

وہاں انہیں کوئی آدم خور نہیں ملا۔ درختوں پر پھل لگے تھے اور پانی بھی موجود تھا۔

انہوں نے خوب سیر ہو کر پھل کھائے اور پانی پیا۔ پھر وہیں لیٹ کر باتیں کرنے لگے۔ امریکی بار بار آہیں بھر رہا تھا۔

"خدا نے مجھے سونے دے کر کیوں چھین لیا؟"

آہ! میں ارب پتی بنتے بنتے رہ گیا۔ میرا سارا خزانہ سمندر میں غرق ہوگیا۔ میں لٹ گیا۔

آہ! میں برباد ہوگیا۔

www.urdusala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

امریکی رونے لگا۔ سسکیاں بھر بھر کر رونے لگا۔ عنبر نے اسے بہت سمجھایا۔ بڑی مشکل سے چپ کرایا۔

رات آدھی گذر رہی تھی۔ آخر امریکی سو گیا۔ عنبر بھی کافی تھکا ہوا تھا۔ اسے بھی نیند آ گئی اور وہ نیند کی دنیا میں گم ہو گیا۔ خدا جانے وہ کتنی دیر سویا ہو گا کہ شاید کسی شے کے گرنے سے اس کی آنکھ کھل گئی۔

اس نے دیکھا۔ ایک درخت پر سے ناریل اس کے سرہانے زمین پر گرا تھا اور ٹوٹ گیا تھا۔ اس نے اٹھ کر ناریل کی طرف ہاتھ بڑھایا تو دیکھا کہ امریکی وہاں نہیں ہے۔

عنبر پریشان ہو گیا۔ سوچا وہ پاگل ضرور دیوانے پن میں کسی طرف اٹھ کر بھاگ گیا ہو گا اور کسی آدم خور کے ہتھے چڑھ گیا

ہو گا۔

عنبر نے زمین پر جھک کر دیکھا۔ ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں اسے زمین پر پاؤں کے نشان نظر آئے۔ یہ دو آدمیوں کے پاؤں کے نشان تھے۔

یقیناً امریکی کو کوئی شخص اٹھا کر لے گیا تھا۔ اکیلا آدمی اسے اٹھا کر نہیں لے جا سکتا تھا۔

ضرور ان نے امریکی کو بے ہوش کیا ہو گا۔ عنبر پاؤں کے نشانوں کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ جنگل میں ایک طرف یہ چٹانوں کی جانب نشان نکل گئے تھے۔

ادھر سے یہ پاؤں کے نشان ایک دوسرے جھنڈ میں آ گئے۔ یہاں پہنچ کر عنبر نے فضا میں دھوئیں کی بو سونگھی۔ پھر آہستہ آہستہ

www.urduraza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ڈھول بجنے کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔

عنبر کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ ان کی آوازوں کی طرف بھاگا۔

درختوں میں سے گزر کر جب وہ ایک ٹیلے کے دامن میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں کتنے ہی آدم خور آگ کے گرد ناچ رہے ہیں۔

ان کے تیل سے چپڑے بدن آگ کے شعلوں میں چمک رہے ہیں۔ ایکا ایکی اس کی نظر آگ کے اوپر گئی اور اس کی روح کانپ اٹھی۔

آگ کے شعلوں کے اوپر امریکی کپتان کا سر کاٹ کر لٹکا دیا گیا۔ ساتھ ہی اس کا باقی دھڑ بھی لٹک رہا تھا۔ اور شعلے اسے بھون

رہے تھے۔

عنبر کا خون کھول اٹھا۔ ان ظالم سنگدل آدم خوروں نے ایک بے گناہ انسان کو قتل کر دیا تھا اور اب اس کی لاش اور کٹے ہوئے سر کو آگ پر بھون کر کھانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ عنبر نے فیصلہ کر لیا کہ ان لوگوں کو وہ ایسا سبق سکھائے گا کہ یہ ساری عمر یاد رکھیں گے۔

بلکہ ان لوگوں کو اس جزیرے کی زمین سے مٹا دے گا تاکہ پھر بھی وہ کسی انسان کے ساتھ ایسا وحشیانہ سلوک نہ کر سکیں۔

عنبر نے آگ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

اب جلدی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ چڑیاں کھیت چگ گئی تھیں۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

امریکی بے چارہ مر چکا تھا۔ اس کی زندگی کو واپس نہیں لایا جا سکتا تھا۔ جب عنبر کافی قریب پہنچا تو اچانک ایک وحشی آدم خور کی نظر عنبر پر پڑ گئی۔

اس نے کلہاڑی فضا میں بلند کر کے زور سے چیخ ماری اور اپنی زبان میں کہا۔

"انسانی شکار!"۔

سارے آدم خوروں نے گھوم کر عنبر کو دیکھا۔ انہوں نے ناچنا بند کر دیا۔

عنبر بڑی بہادری سے ان کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔ ڈھول بند ہو گئے۔ آدم خوروں نے تیر چڑھا لیے۔ کلہاڑیاں اٹھا لیں اور اپنے سردار کے اشارے کا انتظار کرنے لگے۔

199 کشتی اور طوفان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 74)

عنبر بڑے اطمینان سے آگے چلا آ رہا تھا۔ اچانک سردار نے ہاتھ بلند کر کے چیخ مار کر کہا۔

"شکار کا سر کاٹ دو"۔

یہ حکم سنتے ہی چار آدم خور کلہاڑے لے کر عنبر کی طرف بھاگے۔

انہوں نے چاروں کلہاڑے تاک کر، نشانہ باندھ کر عنبر کی گردن پر پھینکے۔ ان لوگوں کے نشانے بڑے غضب ناک تھے۔ چاروں کلہاڑے عنبر کی گردن پر آ کر لگے اور اچٹ کر جھنجھناتے ہوئے زمین پر گر پڑے۔

سردار نے سمجھا شاید ان لوگوں کے نشانے خطا ہو گئے ہیں۔ اس نے چلا کر کہا۔

www.urdurasaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"شکار کو تیروں سے چھلنی کر دو"۔

اب دس پندرہ آدم خوروں نے کمانوں میں تیر جوڑ کر ایک ساتھ عنبر کے سینے کا نشانہ باندھ کر چلا دیے۔

یہ تیر گولی کی طرح سن سے عنبر کے سینے میں آ کر لگے اور لگتے ہی ٹکرا کر نیچے گر پڑے۔

سردار نے دوسری بار حملے کا حکم دیا۔

پندرہ دوسرے آدم خوروں نے تیر چلائے۔ اب تو وہ حیران پریشان ہونے لگے کہ آخر یہ آدمی لوہے کا بنا ہے یا پتھر کا۔

عنبر اب قریب پہنچ چکا تھا۔

اس نے ایک نظر امریکی کی لاش کو دیکھا جو شعلوں کی وجہ سے جل رہی تھی۔

ہوا میں گوشت کے جلنے کی بدبو پھیلی تھی۔ عنبر کو سارے آدم خور وحشت کے ساتھ دیکھ رہے تھے اور اپنے سردار کے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

کشتی اور طوفان

سردار بھی کچھ سہم گیا تھا۔

مگر وہ ایک وحشی آدم خور تھا۔ اس نے کلہاڑا لیا اور خود عنبر پر حملہ کرنے کے لیے اس کی طرف بڑھا۔

عنبر نے اسے حملہ کرنے دیا۔ سردار نے کلہاڑا دونوں ہاتھوں سے تھام کر پوری طاقت سے عنبر کے سر پر دے مارا۔ عنبر کا سر دو ٹکڑے ہو جانا چاہیے تھا۔

لیکن ایسا نہ ہوا۔ بلکہ کلہاڑا ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ سردار خوف کے مارے پیچھے ہٹ گیا۔

اب عنبر کی باری تھی۔

اس نے زبان سے ایک لفظ ابھی تک نہیں نکالا تھا۔ اس نے زمین پر سے ایک کنکر اٹھائی اور اسے ہاتھ میں لے کر ہاتھ کو گھمایا اور پوری طاقت سے ایک آدم خور کے سر پر دے ماری۔

کنکر گولی کی طرح آدم خور کے سر پر لگی اور اس کا سر پاش پاش ہو کر اڑ گیا۔

دوسرے لوگوں نے اپنے ساتھی کو ہلاک ہو کر گرتے دیکھا تو عنبر پر حملہ کر دیا۔ عنبر پر کلہاڑیاں، برچھیاں اور تیر چل رہے تھے۔

عنبر کا بال تک بیکا نہیں ہو رہا تھا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

الٹا عنبر کے ہاتھوں ایک ایک کر کے وحشی مرتے چلے جا رہے تھے۔

جب پندرہ بیس آدم خوروں کو عنبر نے اٹھا اٹھا کر زمین پر مارتے ہوئے ہلاک کر ڈالا تو سردار نے دونوں ہاتھ کھڑے کر کے کہا۔

"رک جاؤ"۔

باقی کے آدم خور پیچھے ہٹ گئے۔ اب عنبر نے سردار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم نے اب تک کتنے آدمیوں کو مار کر کھایا ہے؟"۔

سردار کا دماغ چکر کھا گیا۔ کیونکہ عنبر ان کی جنگلی زبان میں ان سے باتیں کر رہا تھا۔

اس نے گھبرا کر عنبر کو دیکھا اور بولا۔

"تم۔ تم ہماری زبان کیسے جانتے ہو؟"۔

عنبر نے آگے بڑھ کر سردار کے گلے میں پڑا ہوا انسانی ہڈیوں کا ہار نوچا اور اسے توڑ کر نیچے پھینک دیا۔

سارے وحشی آدم خور دہشت سے پکار اٹھے۔

"انشعام"

اور انہوں نے دیوانوں کی طرح عنبر پر ایک بار پھر حملہ کر دیا۔ اب عنبر کے ہاتھ میں بھی ایک کلہاڑا آ گیا تھا۔ اس نے ایسا کلہاڑا چلایا کہ جو کوئی سامنے آتا کٹ کر گر جاتا۔ دیکھتے دیکھتے بیس پچیس آدم خوروں کی لاشیں گر گئیں۔

سردار نے آگے بڑھ کر عنبر کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"معافی مانگتا ہوں دیوتا! تم دیوتا ہو"۔

عنبر نے کہا۔

"میں دیوتا نہیں ہوں۔ مگر تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا"۔

اور اس نے ایسا ہاتھ کلہاڑے کا مارا کہ سردار کی گردن تن سے جدا ہو کر زمین پر گر پڑی۔

عنبر نے اسے آگ میں پھینک دیا۔ باقی آدم خور آگے بڑھے کہ عنبر پر پھر حملہ کریں مگر عنبر نے تیر چلا دیا اور ایک آدم خور زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔

باقی آدم خور یہ حالت دیکھ کر چیختے چلاتے وہاں سے بھاگ گئے۔

عنبر اب وہاں اکیلا رہ گیا۔ اس نے بڑی مشکل سے امریکی

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کپتان کا سر اور دھڑ اتار کر اسے زمین میں دفن کیا اور پھر ایک درخت سے ٹیک لگا کر آرام کرنے کی غرض سے بیٹھ گیا۔

باقی رات بھی گزر گئی تھی اور اب جزیرے پر صبح کی روشنی ہو گئی۔

عنبر اٹھا اور ساحل سمندر کی طرف چلا۔ ایک جگہ سے گزرتے ہوئے اسے کسی عورت کے رونے کی آواز سنائی دی۔ وہ رک گیا۔

کان لگا کر سننے لگا کہ یہ رونے کی آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ معلوم ہوا کہ آواز ایک ٹیلے کی جانب سے آتی ہے۔ عنبر ٹیلے کی طرف ہوا۔

یہاں ایک پتھر کے نیچے سے آواز آ رہی تھی۔ عنبر نے پتھر کو

زور لگایا تو وہ ایک طرف ہٹ گیا۔

اس کے پیچھے ایک تنگ سا راستہ اندر کو جاتا تھا۔ عورت کے رونے کی آواز اسی راستے سے اب صاف سنائی دے رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اب کسی مرد کی آواز آ رہی تھی۔ شاید عورت کو اذیت پہنچا رہا تھا۔

عنبر تیزی سے اس تنگ راستے سے گذرتا ہوا آگے بڑھا۔ بائیں جانب گھوما تو سامنے دیکھتا کیا ہے کہ ایک چوڑی سی جگہ پر ایک عورت کو ایک آدم خور وحشی نے زمین پر گرا رکھا ہے اور اسے کوڑوں سے مار رہا ہے۔

عنبر نے پیچھے سے چھلانگ لگا کر اس آدم خور کو جکڑ لیا۔

آدم خور نے خنجر نکال کر عنبر کے پہلو میں مارا۔ مگر عنبر کی گرفت

سے بھلا اب وہ بدنصیب کہاں بچ کر جا سکتا تھا۔

عنبر نے اس کی زبان میں ہی کہا۔

"دو چار آخری سانس لے لو بدنصیب وحشی؟"۔

وحشی نے گھبرا کر پوچھا۔

"تم تم کون ہو؟"۔

عنبر نے کہا۔

"تمہارے باپ۔ بلکہ تمہارے باپ کا بھی باپ"۔

پھر اس نے ایک ایسا مکا وحشی آدم خور کے سر پر مارا کہ جیسے اس کے سر پر چٹان کا ٹکڑا گر پڑا ہو۔

اس کا سر گردن میں دھنس گیا اور وہ آہ کیے بغیر اگلی دنیا میں گیا۔ عنبر نے عورت کو زمین پر سے اٹھا کر بٹھایا اور اس کے سر

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پر کپڑا دے کر کیا۔

"تم کون ہو بہن؟ اور یہاں کس طرح آ گئیں؟"۔

عورت تو عنبر کو فرشتہ رحمت سمجھنے لگی تھی۔ پھر اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ عنبر پر خنجر کے حملے کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا تھا اور اس کے ایک ہی مکے سے وحشی کا سر گردن میں دھنس گیا تھا۔

وہ اسے سچ مچ کوئی دیوتا سمجھنے لگی تھی۔ اس کے لمبے لمبے بال بکھرے ہوئے تھے۔

لباس الجھا ہوا تھا۔ یہ ایک کالی آنکھوں والی جوان عورت تھی۔ اس نے اپنے کپڑے ٹھیک کر کے بال باندھے اور کہا۔

"اے دیوتا! میں ملک بنگال کی رہنے والی ہوں"۔

عنبر نے پوچھا۔

"اور ان آدم خوروں کے ہتھے کیسے چڑھ گئی؟"۔

وہ بولی۔

"میرا نام سندری ہے۔"

میں اپنے باپ کی موت کی خبر سن کر جزیرہ سنگلدیپ آئی تھی۔ میرا خاوند بھی میرے ساتھ تھا۔ میرا باپ مر گیا تو خاوند کسی ضروری کام کی وجہ سے پہلے جہاز میں بنگال چلا گیا۔

میں باپ کا کریا کرم کرنے اور دوسری رسمیں پوری کرنے کے بعد واپس جانا چاہتی تھی۔

پس میرے رشتے داروں نے مجھے جہاز میں سوار کرا دیا اور جہاز بنگال کی طرف چل پڑا۔ مگر ہماری بدقسمتی کہ راستے میں زبردست طوفان آ گیا۔

www.urduzaa.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

جہاز سمندر سے نکلی ہوئی ایک چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ سارے مسافر ڈوب گئے۔

میری زندگی ابھی باقی تھی۔ میں ایک تختے پر سوار ہو گئی اور سمندر میں اکیلی سفر کرنے لگی۔ آخر وہ تختہ ایک روز مجھے اس جزیرے پر لے آیا۔

یہاں مجھے ان آدم خوروں نے پکڑ لیا اور اس غار میں بند کر دیا۔

یہ لوگ مجھے مجبور کرتے تھے کہ میں سردار کے ساتھ شادی کر لوں۔ میں انکار کر رہی تھی۔ آخر انہوں نے مجھے مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ اور آج شاید یہ آدم خور میری جان ہی نکال دیتا کہ اچانک تم نے آ کر اے دیوتا میری جان بچا لی۔

عنبر نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ میں تمہاری ہر طرح سے مدد کروں گا"۔

سندری بولی۔

"لیکن میرے دیوتا! یہ جزیرہ آدم خوروں سے بھرا ہوا ہے۔ ان کا سردار بڑا ظالم ہے اور انسان کے سر کو بھون کر بڑے شوق سے کھاتا ہے"۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"اس وقت سردار کا اپنا سر آگ میں بھونا جا رہا ہے"۔

"کیا مطلب؟"۔

"مطلب یہ کہ میں نے سردار کا سر کاٹ کر آگ میں پھینک دیا تھا جو ضرور اب تک جل کر راکھ ہو گیا ہوگا"۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

"اور باقی آدم خور؟"۔

"آدھے سے زیادہ تو ہلاک ہو گئے ہیں اور باقی بھاگ گئے ہیں"۔

"یہ کیسے ہو گیا؟"۔

"جیسے ہوا کرتا ہے۔ میرے پاس جو طاقت ہے اس کو تم نے خود آنکھوں سے دیکھ لیا ہے"۔

اب تم اندازہ لگا سکتی ہو کہ ان سارے آدم خوروں کو میں نے اکیلے کیوں کر ہلاک کیا ہو گا۔

یہ لوگ ظالم تھے انہوں نے انسانوں کا شکار کیا تھا۔ جانے کتنے بے گناہ انسانوں کو یہ ہڑپ کر چکے تھے۔ ان کو ان کے گناہ سزا ملنی ہی چاہیے تھی۔

سمندری نے کہا۔

"اے عظیم دیوتا! میں کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں؟"۔

عنبر نے کہا۔

"بہن سندری! پہلی بات تو یہ ہے کہ تم مجھے عظیم دیوتا مت کہو۔ میں دیوتا نہیں ہوں۔ بلکہ تمہاری طرح کا انسان ہیں۔ ہاں تجھ میں اور مجھ میں یہ فرق ضرور ہے کہ مجھ پر ابھی موت حرام کر دی گئی ہے"۔

میں ابھی مر نہیں کر سکتا اور مجھ میں بے پناہ طاقت بھر دی گئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ خدا کو ابھی تمہاری زندگی منظور تھی۔ پس اس نے میرا بہانہ بنا دیا۔

www.urdusala.com
PDF By princeofthump@urdufanz.com
www.urdusala.com

سندری کی آنکھوں میں شکریہ کے آنسو تھے۔اس کے جسم پر دو تین جگہوں سے خون رس رہا تھا۔عنبر نے اسے سہارا دے کر اٹھایا اور غار سے باہر لے آیا۔

یہاں اسے ایک جگہ درخت سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا اور پھر اس لیے جنگل میں جڑی بوٹیاں تلاش کرنے نکل گیا۔اسے جڑی بوٹیوں کی بڑی پہچان تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ کچھ جڑی بوٹیاں لے کر واپس آ گیا۔اس نے پتے سندری کے زخموں پر لگا کر کپڑے سے باندھ دیئے۔

سندری کو آرام محسوس ہونے لگا۔ان بوٹیوں میں بڑی تاثیر تھی۔

عنبر اب کوئی ایسی جگہ بنانا چاہتا تھا جہاں وہ سندری کو محفوظ

رکھ سکے۔یہ ایک اور ذمے داری اس پر پڑ گئی تھی۔مگر وہ گھبرایا نہیں تھا۔

اسے ناتوانوں کی مدد کر کے، ان کے کام آ کر ہمیشہ خوشی محسوس ہوتی تھی۔

اس نے بہت سوچا لیکن غار سے بہتر اور محفوظ جگہ اور کوئی نہیں تھی۔پس سندری کو کچھ دیر دھوپ اور کھلی ہوا میں رکھنے کے بعد وہ اسے لے کر غار کے اندر آ گیا۔

یہاں اس نے ایک جگہ گھاس وغیرہ بچھا کر نرم بستر بنا دیا۔جس پر سندری کو آرام کرنے کے لیے کہا۔

شام کو عنبر جنگل سے پھل توڑ کر لے آیا۔آدم خوروں کی جھونپڑی سے وہ ایک مٹی کا مٹکا پانی سے بھر کر اور دو مٹی کے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

پیالے لے آیا۔

سندری کو اس نے جنگلی پھل کھلا کر پانی پلایا اور سلا دیا۔ رات کو عنبر غار کے باہر آ کر پہرہ دیتا رہا۔ کافی دیر پہرہ دینے کے بعد اسے نیند آ گئی اور وہ سو گیا۔

اچانک اس نے آہٹ سنی اور اس کی آنکھ کھل گئی۔

کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدم خور وحشی کلہاڑا تانے اس کے سر پر کھڑا ہے۔ بڑا نا سمجھ تھا۔

موت کے منہ میں اپنے آپ آ گیا تھا۔ لیکن وحشی تھا۔ اسے کیا خبر تھی، وہ موت کے منہ میں جا رہا ہے۔ سوچا تھا کلہاڑے سے عنبر کو ہلاک کر کے عورت کو بھگا لے جاؤں گا اور عنبر کی لاش کو بھون کر مزے سے کھا جاؤں گا۔

عنبر نے چاند کی ہلکی ہلکی روشنی میں وحشی کو دیکھا تو مسکرا کر اس کی زبان میں کہا۔

"تمہاری زندگی کے دن پورے ہو گئے ہیں احمق! آخری دو چار سانس آرام سے لے لو۔ موت تمہیں میرے پاس لے آئی ہے۔"

اس اثنا میں وحشی نے پوری طاقت سے کلہاڑا عنبر کے سر پر دے مارا۔

آخر وہی ہوا جو ہونا تھا۔ کلہاڑا عنبر کے سر سے ٹکرا کر یوں ٹوٹ کر گرا جیسے کسی سخت چٹان میں ٹکرا گیا ہو۔ وحشی کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

عنبر نے ٹانگ اڑا کر وحشی آدم خور کو نیچے گرا لیا۔ اس نے

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

ایک بار پھر حملہ کیا اور خنجر عنبر کے سینے پر مارا۔

خنجر کا بھی وہی حشر ہوا جو کلہاڑے کا ہوا تھا۔ لیکن خنجر سے وحشی کا اپنا ہاتھ شدید زخمی ہو گیا۔ چار انگلیاں بھی کٹ گئیں۔ کیونکہ عنبر کے سینے سے لگ کر خنجر مڑ گیا اور وحشی کے ہاتھ کو کاٹ گیا۔

عنبر اسے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے وحشی کا گلا اپنے مضبوط ہاتھوں کے شکنجے میں لے کر دبایا اور تھوڑی دیر بعد وحشی آدم خور مردہ ہو کر اس کے ہاتھوں سے نیچے گر پڑا۔

عنبر نے اس کی لاش پے ایک گڑھے میں پھینک کر اوپر گھاس ڈال دی۔

اس کے بعد وہ پھر نہ ہو سکا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں اسے سوتا پا کر

کوئی وحشی غار میں گھس کر سندری کو ہلاک کرنے میں کامیاب نہ ہو جائے۔

پس باقی ساری رات وہ پہرہ دیتا رہا۔ صبح سندری اٹھی تو عنبر نے اسے ساری کہانی سنائی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ابھی تک جزیرے پر کوئی آدم خور باقی ہے۔

عنبر نے کہا۔

”آؤ میں تمہیں اس کی لاش دکھاتا ہوں“۔

سندری نے آدم خور کی لاش دیکھی تو بولی۔

”بھگوان جھوٹ نہ بلوائے۔ ابھی اس جزیرے پر کئی آدم خور باقی ہیں“۔

عنبر نے اسے تسلی دی۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

''فکر کرنے کی ضرورت نہیں سندری! جب تک خدا نے تمہاری زندگی لکھی ہے اور جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں تمہیں کوئی آدم خور کچھ نہیں کہہ سکتا''۔

سندری نے کہا۔

''یہ تو ٹھیک ہے مگر اس کے باوجود ہمیں یہاں سے جلد از جلد نکل جانے کی کوشش کرنی چاہیے''۔

عنبر نے بھی سوچا کہ سندری ٹھیک کہہ رہی ہے۔ اس جزیرے پر رہنا اس لیے بھی خطرناک تھا کہ سندری بے بس عورت تھی اور اسے جنگل سے آیا ہوا کسی بھی وحشی آدم خور کا تیر ہلاک کر سکتا تھا۔ قریب سے حملہ کرنے والے دشمن کے وار سے تو عنبر اسے بچا سکتا تھا لیکن اندھیرے سے آیا ہوا زہریلا تیر سندری کو ضرور ہلاک کر

سکتا تھا۔

اس لیے اب وہاں سے نکل جانا بہت ضروری تھا۔ سوال یہ تھا کہ وہاں سے کیوں کر نکلا جائے؟۔

جزیرے پر سوائے آدم خوروں کی دس بارہ کشتیوں کے اور کچھ نہ تھا۔

یہ کشتیاں چھوٹی اور لمبوتری تھیں اور سمندر میں سفر کے لیے نہیں بلکہ مچھلیاں وغیرہ پکڑنے کے لیے بنائی گئی تھی۔ کیا اس کشتی پر سندری کو لے جانے کا خطرہ مول لیا جا سکتا تھا؟۔

سمندر خوفناک تھا۔ اس میں طوفان بھی آ سکتے تھے۔ کیا یہ چھوٹی سی کشتی سمندری طوفانوں کا مقابلہ کر سکتی تھی؟۔

www.urdurasala.com
PDF By princeodhump@urdufanz.com

بنگال کا جادو

کافی سوچ بچار کے بعد عنبر نے سندری سے کہا۔

"بہن! اس آدم خوروں کے جزیرے سے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم ان کی ایک کشتی پر سوار ہو جائیں۔ کھانے پینے کا سامان ساتھ رکھ لیں اور خدا کا نام لے کر سمندر میں اپنا سفر شروع کر دیں۔"

سندری نے کہا۔

"لیکن ان کی کشتی میں ہم سمندر میں سفر کر سکیں گے؟ کشتی تو چھوٹی سی ہے کیا یہ سمندری لہروں کا مقابلہ کر سکے گی؟ اور پھر اس میں تو کھانے پینے کا سامان بھی تھوڑا آئے گا۔"

"یہی سوچ کر میں خاموش تھا۔ بہر حال ہمیں کچھ نہ کچھ ضرور کرنا ہوگا تا کہ اس جزیرے سے جتنی جلدی ہو سکے نکل جائیں۔"

سندری نے کہا۔

"یہاں رہنا میرے لیے خطرناک ہے یہ لوگ مجھے ہلاک کرنے کی پوری پوری کوشش کریں گے۔"

عنبر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

آخر سر اٹھا کر بولا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"اس کا ایک ہی طریقہ ہے"۔

"وہ کیا؟"۔

"وہ یہ کہ ایک نئی کشتی بنائی جائے"۔

"نئی کشتی؟"۔

"ہاں۔ ایک بڑی کشتی۔ جس میں سوار ہو کر ہم سمندری طوفانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی منزل یعنی بنگال پہنچ سکیں۔ یہ بادبانی کشتی ہوگی۔ اسے ہوائیں سمندر میں چلائیں گی"۔

سندری نے کہا۔

"کیا تم نے کبھی بادبانی کشتی بنائی ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"ہاں! دو ایک بار ایسی کشتی پہلے بھی بنا چکا ہوں"۔

"تو پھر شروع کر دو بنانی۔ میں بھی تمہاری مدد کروں گی"۔

"بہتر ہے"۔

عنبر نے آدم خوروں کی جھونپڑیوں میں جا کر ایک کلہاڑا لیا اور درخت کاٹنا شروع کر دیا۔

سارا دن وہ درخت کاٹتا شام کو آرام کرتا۔ رات کو سندری کو غار کے اندر سلا کر خود باہر پہرہ دیتا۔ ایک ہفتے کے بعد اس نے درختوں کے بڑے بڑے تختے بنا لیے۔

لکڑی کی میخیں ٹھونک کر کشتی کا پیندا تیار کر لیا۔ یہ کافی بڑی کشتی تھی اور اس کی ایک نچلی منزل بھی تھی جس میں بارش اور سمندری طوفان میں پناہ لی جا سکتی تھی۔

ایک مہینہ گزر گیا۔ اس دوران میں دو بار آدم خوروں نے

سندری پر حملہ کیا اور کشتی کو آگ لگانے کی کوشش کی مگر دونوں بار آدم خور ہلاک کر دیے گئے۔

اب سندری نے بھی تیر کمان چلانا سیکھ لیا تھا۔ مہینے کے بعد کشتی بن کر تیار ہو گئی۔ اس کے ساتھ ناریل کی چھال سے تیار کیے گئے بادبان لگا دیے گئے تھے۔

سمندری تو کشتی دیکھ کر بڑی حیران ہوئی۔

"عنبر بھیا! تم نے تو کمال کر دکھایا ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے کسی کارخانے میں یہ کشتی تیار کی گئی ہے"۔

عنبر ہنسا۔

"انسان جی لگا کر محنت سے کام کرے تو کامیابی اس کے قدم چومتی ہے میری اچھی بہن! لو۔ اب کشتی تیار ہے۔ آج کی رات

ہم اس میں پانی کے مٹکے اور پھل ذخیرہ کریں گے اور صبح منہ اندھیرے اپنے سفر پر روانہ ہو جائیں گے"۔

سندری نے پوچھا۔

"عنبر بھیا! کیا تمہیں سمندری راستوں کا علم ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہم سمندر میں بھٹک کر کہیں سے کہیں نکل جائیں گے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"ایسی نوبت نہیں آئے گی۔ میری ساری زندگی سمندروں میں سفر کرتے گزر گئی ہے۔ ہزاروں سال سے سمندر سفر کر رہا ہوں"۔

سندری نے چونک کر کہا۔

www.urduraza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"کیا کہا؟ ہزاروں سال سے؟"۔

عنبر کو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ یہ اس نے کیا کہہ دیا۔

سندری کو تو یہ بتانا ہی نہیں ہے کہ وہ ہزاروں برس سے زندہ چلا آ رہا ہے۔

جھٹ بات ٹال کر بولا۔

"میں مذاق کر رہا تھا۔ مطلب یہ تھا کہ مجھے سمندری سفر کا بڑا تجربہ ہے اور میں سمندروں کے راستے سے خوب واقف ہوں۔ اور پھر میں جس جہاز پر سفر کر رہا تھا وہ ایک جدید جاپانی جنگی جہاز تھا"۔

اس کے نقشے سے مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ ہم جنوبی سمندروں میں ہیں یہاں سے جنوب مشرق کی جانب بنگال ہے

اور جنوب مغرب کی جانب افریقہ ہے۔

ہمیں جنوب مشرق کی جانب ذرا اوپر کی طرف ہو کر سفر کرنا ہو گا اس جہاز سے ہم دس بارہ روز کے اندر اندر بنگال کے سمندر میں پہنچ جائیں گے۔

ہاں اگر راستے میں طوفان نہ آیا اور کسی جنگی جہاز نے ہمیں گرفتار نہ کر لیا یا بم کا نشانہ نہ بنا دیا۔

سندری ڈر گئی۔ اسے اب خیال آیا تھا کہ دوسری جنگ عظیم پورے زوروں پر تھی اور خاص طور پر جنوبی گرم سمندروں میں جاپانیوں نے تباہی مچا رکھی تھی۔

وہ ہر جہاز کو گولہ بارے کر کے ڈبو دیتے تھے۔

اس نے سہم کر کہا۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

"پھر کیا ہوگا۔ اگر راستے میں ہمیں جاپانیوں نے پکڑ لیا تو ہم تو ساری زندگی اپنے گھر نہ پہنچ سکیں گے"۔

عنبر نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

پیاری بہن! انسان کو زیادہ اندیشے نہیں کرنے چاہئیں۔ زیادہ وہم اور فکر و وسوسے میں نہیں پڑنا چاہیے بس اللہ کا نام لے کر ہمت سے کام لیتے ہوئے کام شروع کر دینا چاہیے۔

یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ہمیں کوئی بھی جاپانی جہاز نہ ملے اور کوئی امریکی جہاز مل جائے جو ہمیں اپنے جہاز پر سوار کرالے اور بڑی حفاظت سے بنگال پہنچا دے۔

"ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے"۔

"بس پھر تیاری کر لو۔ ہم آج ہی صبح منہ اندھیرے اس

جزیرے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ رہے ہیں"۔

"جیسی تمہاری مرضی!"۔

"نہیں جیسے میرے خدا کو منظور"۔

ساری رات عنبر نے کشتی میں پانی سے بھرے ہوئے مٹکے، مچھلی کے اچار کے مرتبان اور پھلوں سے بھری ہوئی ٹوکریاں رکھنے میں گذار دی۔

وہ بہت تھک گیا تھا۔ منہ اندھیرے کام ختم ہوا تو عنبر نے محسوس کیا کہ بڑی اچھی ہوا چلنے لگی ہے۔

پس اس نے بادبان کھول دیئے اور کشتی کا لنگر اٹھا دیا۔ کشتی سمندر میں پھیل گئی اور ہوا کے زور سے اس نے آہستہ آہستہ سمندر میں جنوب مشرق کی طرف چلنا شروع کر دیا۔

جزیرے پر ابھی اندھیرا تھا۔صرف آسمان پر ہلکی ہلکی صبح کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

جزیرہ دور ہوتا چلا گیا عنبر نے اس جزیرے کو دیکھتے ہوئے امریکی کپتان کو یاد کیا جس کو دولت کی حرص نے پاگل کر دیا تھا اور آخر اسی پاگل پن نے اس کی جان لے لی۔

انسان کو دولت سے اتنا پیار نہیں کرنا چاہیے۔دولت کا پیار آخر کار انسان کو ایک نہ ایک دن موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

''عنبر بھیا! کیا کشتی اسی رفتار سے چلتی رہے گی؟''۔

سندری کے اس سوال پر عنبر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

''نہیں ایسی بات نہیں ہے بہن! جب ہوا تیز ہو گی تو کشتی کی

رفتار زیادہ ہو جائے گی''۔

سندری نے پوچھا۔

''ہوا کب تیز ہو گی؟''۔

عنبر نے کہا۔

''کھلے سمندر میں جا کر ہوا تیز ہو جایا کرتی ہے اور اگر طوفان آ گیا تو ہوا اتنی تیز ہو جائے گی کہ ہمیں بادبان اتارنے پڑیں گے''۔

سندری نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''خدا طوفان سے بچائے''۔

''ہاں ہمیں یہی دعا کرنی چاہیے۔کیونکہ سندری طوفان میں نے دیکھے ہیں۔میں ان طوفانوں سے گذر چکا ہوں۔انسان کے

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdufanz.com

ہوش وحواس ایسے طوفانوں میں بڑی مشکل سے سلامت رہتے ہیں۔"

کشتی بڑے سکون کے ساتھ سارا دن سمندر میں چلتی رہی۔

جزیرہ اب نظروں سے غائب ہو گیا تھا۔

سمندر کی لہریں بڑی پرسکون تھیں۔ آسمان بھی بادلوں سے بالکل صاف تھا۔ ہوا بڑے خوشگوار انداز میں چل رہی تھی۔ عنبر نے شام کو آسمان پر قطبی ستارے کو تلاش کر کے دیکھا۔

وہ اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ ان کی کشتی ٹھیک سمت کو جا رہی ہے۔ قطبی ستارہ عنبر کو نظر آ گیا۔

اس نے دیکھا کہ وہ ٹھیک راستے پر جا رہا تھا۔

چار دن ان کو سمندر میں سفر کرتے گذر گئے۔

وہ پھل کھاتے۔ مچھلی کا اچار کھا لیتے اور پانی پی کر رات کو سو جاتے۔

صبح اٹھ کر سندری جھاڑو لے کر ساری کشتی کی صفائی کرتی۔

عنبر بادبانوں کو باری باری اتار کر ان کی جانچ پڑتال کرتا۔ جہاں کہیں مرمت کی ضرورت ہوتی وہاں مرمت کرتا۔

کشتی کی ساری دیکھ بھال کرتا کہ کہیں کوئی خرابی پیدا تو نہیں ہو رہی۔

ہر شے اپنی جگہ پر ٹھیک کام کر رہی تھی۔ ایک روز صبح کے وقت ان کے سروں کے اوپر سے کچھ ہوائی جہاز گذر کر نکل گئے۔ عنبر نے غور سے دیکھا اور کہا۔

"یہ جہاز ضرور امریکی ہیں جو جاپانی جزیروں پر بمباری

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdufanz.com

کرنے کے بعد واپس جا رہے ہیں''۔

سندری نے کہا۔

''تم نے کیسے اندازہ لگا لیا۔ یہ جہاز جاپان کے بھی ہو سکتے ہیں''۔

عنبر ہنسا۔

''شاید تم نے دیکھا نہیں کہ ان جہازوں پر امریکی فضائیہ کا نشان تھا''۔

سندری بولی۔

''پھر اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہم ان جزیروں کی طرف جا رہے ہیں جن پر جاپانیوں کا قبضہ ہے۔ اس طرح سے تو ہم بڑی آسانی سے جاپانیوں کے ہتھے چڑھ جائیں گے''۔

''تم نے پھر خواہ مخواہ پریشان ہونا شروع کر دیا ہے، ظاہر ہے کہ ہم جنوبی سمندروں کی طرف جا رہے ہیں اور وہاں جاپانیوں نے جنگ شروع کر رکھی ہے''۔

اگر ہم اسی طرح یورپ کی طرف جاتے تو ہمیں جرمنوں سے خطرہ تھا۔ اس کے باوجود ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہم تمام خطروں سے بڑی آسانی سے نکل جائیں۔

''خدا کرے کہ ایسا ہی ہو''۔

''انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا''۔

عنبر اور سندری کو سمندر میں سفر کرتے بارہواں روز جا رہا تھا۔

عنبر کچھ فکر مند تھا کہ وجہ کیا ہے ابھی تک انہیں بنگال کا کالا سمندر کیوں نہیں ملا؟۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com
www.urdurasala.com

اگر یہ کشتی سمندر میں ٹھیک راستے پر جا رہی تھی تو اب تک اسے بنگال کے کالے سمندر میں داخل ہو جانا چاہیے تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ وہ راستہ بھول گئے ہیں؟۔

ایسی بات ہو بھی سکتی تھی۔ کیونکہ عنبر کے پاس راستے کی سمت ٹھیک رکھنے کے لیے کوئی آلہ نہیں تھا۔

اس کے پاس صرف رات کو چمکنے والے ستارے ہی ایک ذریعہ تھے جن کی مدد سے وہ راستہ تلاش کر سکتا تھا۔ اس نے اپنی پریشانی کا اظہار سندری سے کیا تو وہ بولی۔

"کہیں ہم ایک ہی چکر میں تو نہیں گھوم رہے؟"۔

سندری کی بات پر عنبر کے کان کھڑے ہو گئے۔ کئی جہازوں کے ساتھ ایسا بھی ہوا تھا کہ وہ کھلے سمندر میں پہنچ کر کسی بہت

بڑے گرداب میں پھنس گئے۔

یعنی سو دو سو میل کے دائرے میں انہوں نے چکر لگانا شروع کر دیئے۔

وہ یہ سمجھتے کہ جہاز آگے جا رہا ہے لیکن حقیقت میں جہاز ایک بہت بڑے دائرے میں ایک ہی جگہ پر چکر لگا رہا ہوتا۔ یوں کوئی جہاز پانی اور خوراک نہ ملنے کی وجہ سے اپنے مسافروں کو ہلاک کر کے سمندر میں شتر بے مہار کی طرح نکل کھڑے ہوئے اور آخر کسی طوفان کی زد میں آکر ڈوب گئے۔

"یہ بڑی سوچنے کی بات ہے سندری! ایسا ہو سکتا ہے"۔

پھر اس نے غور کیا تو اسے محسوس ہوا کہ وہ ایک دائرے میں چکر نہیں لگا رہے۔

www.urdurasala.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

کیونکہ اگر ان کی کشتی ایک دائرے میں چکر لگا رہی ہوتی تو شام کا ستارہ انہیں کبھی ایک جگہ نہ ملتا۔

بلکہ ایک رات مشرق میں نظر آتا اور دوسری رات مغرب میں نظر آتا۔ جبکہ عنبر کو ہر روز شام کا ستارہ ایک ہی مقام پر نظر آتا تھا۔

چنانچہ اس نے کہا۔

"ویسا نہیں ہے۔ ہم سیدھے جا رہے ہیں اب یہ نہیں معلوم کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں۔ آیا آسٹریلیا کی طرف جا رہے ہیں یا سیدھے جاپان کی جانب"۔

"ہائے مر گئی! خدا نہ کرے کہ ہم جاپان کی طرف جا رہے ہوں"۔

"بہرحال! ہمیں ہر خطرے کے لیے تیار رہنا چاہیے"۔

تیرھویں روز پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ پھل بھی گلنے سڑنے لگے۔ صرف اچار رہ گیا تھا۔ مگر اچار پر سندری گذارہ نہیں کر سکتی تھی۔

عنبر تو بغیر کھائے پیئے بھی زندہ رہ سکتا تھا۔ اسے صرف سندری کی فکر تھی۔ انہوں نے بڑی سوچ سمجھ کر خوراک استعمال کی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ یہ خوراک کم از کم مہینہ ڈیڑھ مہینہ ضرور جائے گی۔

مگر یہ اندازہ غلط نکلا۔ یا پھر انہوں نے شروع شروع میں پانی اور پھل زیادہ استعمال کر لیے تھے۔ عنبر نے سندری کو ہدایت کر دی کہ اچار زیادہ استعمال نہ کرے۔ مگر پانی کے بغیر گذارہ نہیں ہو سکتا تھا۔

PDF By princeofdhump@urdufanz.com

عنبر نے کہا۔

"مجھے یقین ہے ہماری کشتی آج نہیں تو کل کسی نہ کسی زمین کے کنارے ضرور جا لگے گی۔ وہاں ہمیں میٹھا پانی بھی ملے گا اور کھانے کو روٹی بھی مل جائے گی"۔

صبح سندری کو پیاس لگی تو اس نے سمندر کا پانی پی لیا۔ جس سے اسے تسلی ہونے لگی۔

عنبر نے اسے اچار کھلایا جس سے اس کی طبیعت سنبھل گئی۔

عنبر نے اسے سمندر کا پانی پینے سے سختی سے منع کیا۔ دوپہر کو سمندر میں کشتی بڑے آرام سے جا رہی تھی کہ دور کسی جہاز کا مستول نظر آیا۔

عنبر اور سندری پریشان نظروں سے اس جہاز کے مستول کو

تکنے لگے۔

یہ جہاز کس کا تھا؟۔

دشمن کا تھا یا دوست کا؟۔

کہیں یہ بحری ڈاکوؤں کا جہاز ہی نہ ہو۔ کیونکہ ان سمندروں میں بحری ڈاکو اکثر گھوم پھر کر مسافر بردار جہاز کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ جہاز کا مستول قریب آیا تو عنبر پریشان ہو گیا۔

یہ جہاز بحری ڈاکوؤں کا تھا اس کے مستول کے ساتھ بحری ڈاکوؤں کا کالا جھنڈا لہرا رہا تھا جس پر کھوپڑی اور ہڈیوں کا نشان تھا۔

www.urduraza.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

☆ بحری ڈاکوؤں نے عنبر اور سندری کے ساتھ کیا سلوک کیا؟۔

☆ عنبر نے بحری ڈاکوؤں کا کس طرح مقابلہ کیا؟۔

☆ کیا ناگ بھی بحری ڈاکوؤں کے جہاز پر تھا؟۔

☆ ماریا کہاں تھی؟۔

یہ آپ اسی ناول کی 75 ویں قسط میں پڑھیے۔

www.urdufanz.com
PDF By princeofdhump@urdufanz.com

غیبی ڈرائیور

...کہ کپتان کے حوالے کر دیتا ہے۔ عنبر بنگالی لڑکی کو
...ہوتا ہے۔ دوسری طرف ناگ جوگی کے لباس میں
...لاقات عنبر سے ہو جاتی ہے۔ اب ماریا بھی یہاں پہنچ
...ورت کے بنگلے میں ٹھہر جاتی ہے۔ وہاں بڑے
...دیش آتے ہیں۔

...پ کو یہ واقعات بتا کر آپ کا مزا کرکرا نہیں کریں گے۔
...ی کہانی آپ خود پڑھیں۔

اے حمید

شیخ غلام
لاہو

792

موت کا تعاقب
تاریخ کی پُراسرار اور سچی داستان

غیبی ڈرائیور

سار...

...کے کپتان کے حوالے کر دیتا ہے۔ عنبر بنگالی لڑکی کو
...ہوتا ہے۔ دوسری طرف ناگ جوگی کے لباس میں
...لاقات عنبر سے ہو جاتی ہے۔ اب ماریا بھی یہاں پہنچ
...ورت کے بنگلے میں ٹھہر جاتی ہے۔ وہاں بڑے
...یش آتے ہیں۔

...ہ کو یہ واقعات بتا کر آپ کا مزا کر کرا نہیں کریں گے۔
...ا کہانی آپ خود پڑھیں۔

اے حمید

شیخ غلام...
لاہو...

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ

باہتمام شیخ نیاز احمد پرنٹرز

علمی پرنٹنگ پریس ۲۸ ہسپتال روڈ، لاہور

سے چھپوا کر چوک انار کلی لاہور سے شائع کیا۔

پیارے بچو!

عنبر ایک بنگالی لڑکی سندری کو لے کر کشتی میں سوار بنگال کے سمندر کی طرف جا رہا ہے کہ اُسے اس کے گھر پہنچایا جائے۔ راستے میں سمندری ڈاکو حملہ کر دیتے ہیں۔ وہ عنبر اور سندری کو قید کر لیتے ہیں۔ سمندری ڈاکوؤں کا مقابلہ ایک دوسرے جہاز سے ہو جاتا ہے۔ ڈاکو دوسرے جہاز کو ڈبو کر مسافروں کو پکڑ لیتے ہیں۔ اُنہیں ہلاک کرنا چاہتے ہیں کہ عنبر ان کی مدد کرتا ہے اور سارے ڈاکوؤں کو ایک ایک کر کے سمندر میں پھینک دیتا ہے۔ اس جہاز کو وہ دوسرے جہاز کے کپتان کے حوالے کر دیتا ہے۔ عنبر بنگالی لڑکی کو اس کے گھر پہنچا کر واپس ہوتا ہے۔ دوسری طرف ناگ جوگی کے لباس میں بنگال پہنچتا ہے۔ اس کی ملاقات عنبر سے ہو جاتی ہے۔ اب ماریا بھی یہاں پہنچ گئی ہے اور ایک انگریز عورت کے بنگلے میں ٹھہر جاتی ہے۔ وہاں بڑے دلچسپ واقعات پیش آتے ہیں۔

لیکن ہم آپ کو یہ واقعات بتا کر آپ کا مزا کرکرا نہیں کریں گے۔ بہتر ہے کہ ساری کہانی آپ خود پڑھیں۔

اے حمید

پہلا باب ———— پُراسرار نیلم
دوسرا باب ———— اڑنے والا قالین
تیسرا باب ———— ریل میں ڈاکا
چوتھا باب ———— کمرے کا بھوت
پانچواں باب ———— کوٹھی نمبر بارہ
چھٹا باب ———— غیبی ڈرائیور

پُر اسرار نیلم

بحری ڈاکوؤں کا جہاز بہت قریب آگیا تھا۔

عنبر اب اُس پر لہراتا ہوا کھوپڑی والا سیاہ جھنڈا صاف دیکھ رہا تھا۔ سُندری کا تو ڈر کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا۔ عنبر بڑی سنجیدگی سے جہاز کو تک رہا تھا۔ جہاز کے ڈیک یعنی جہاز کے عرشے پر رسّوں کے ساتھ لگے کھڑے قسم قسم کی ڈراؤنی شکلوں والے ڈاکو بھی عنبر کی کشتی کو دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ جہاز قریب آیا تو اس کے کانے کپتان کے حکم سے رسّی پھینک کر کشتی کو جہاز کی طرف کھینچ لیا گیا۔ پھر سیڑھی کے ذریعے عنبر اور سندری کو اوپر لایا گیا۔ کانا کپتان بڑی خوفناک شکل والا تھا۔ اس کو دیکھ کر ہی ڈر آتا تھا۔ ایک آنکھ کانی تھی۔ جس پر کالا غلاف پڑھا تھا۔ سر پر سُرخ رومال بندھا تھا۔ گلے میں سونے کی زنجیر تھی۔ بڑی بڑی مونچھوں کے نیچے خونخوار دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے۔ ایک ہاتھ میں

ننگی تلوار تھی۔ پستول کمر کے ساتھ لگا تھا۔ جہاز پر توپیں لگی تھیں۔ دوسرے ڈاکوؤں نے بھی انہیں گھیر رکھا تھا۔

سب کے چہرے ڈراؤنے اور کرخت تھے۔ عنبر کے لیے یہ کوئی نئے چہرے نہیں تھے، لیکن سندری کا بُرا حال ہو رہا تھا۔ کانے کپتان نے دانت نکال کر غراتے ہوئے پوچھا۔

"تم لوگ کہاں سے آ رہے ہو؟"

عنبر نے اُسے بتایا کہ وہ ایک جزیرے میں طوفان کی وجہ سے پھنس گئے تھے۔ اب وہاں آدم خوروں سے جان بچا کر بھاگے تھے۔ کانے کپتان نے انہیں کھانے پینے کو دودھ اور پھل دیے اور نیچے ایک کیبن میں بھجوا دیا۔ ساتھ ہی سختی سے ہدایت کر دی۔

"خبردار! بغیر اجازت اوپر آنے کی کوشش نہ کرنا"

عنبر نے کہا۔

"اگر آپ ہمیں کسی قریبی بندرگاہ پر اُتار دیں تو ہم آپ کے شکر گذار ہوں گے، کیونکہ ہمیں بنگال جانا ہے"

کانے کپتان نے عنبر کو زور سے دھتکارتے ہوئے کہا:-

"بکواس بند کرو۔ یہ تیرے باپ کا جہاز نہیں ہے۔ بھاگو نیچے"

کیبن میں آ کر سندری نے کہا:-

"عنبر بھیا اب کیا ہوگا؟ یہ نئی مصیبت کیسے کٹے گی؟"

عنبر نے کہا:-

"گھبراؤ نہیں بہن! ہم اس مصیبت کو صبر اور سکون سے کاٹنے کی کوشش کریں گے، لیکن اگر گھی سیدھی انگلی سے نہ نکلا تو ہم اپنے طریقے سے اسے حل کر لیں گے۔ میرے پاس خدا کے فضل سے اس مصیبت کا بھی حل موجود ہے"

سندری کچھ دیر اُداس بیٹھی اپنے گھر والوں کو یاد کرتی رہی پھر وہ سو گئی۔ عنبر کیبن کی گول کھڑکی کے شیشے سے لگا باہر سمندر کو تکتا رہا۔ سمندر دُور دُور تک ویران تھا۔ یہ جہاز ڈاکوؤں کا اپنا جہاز نہیں معلوم ہوتا تھا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ اس جہاز پر ڈاکوؤں نے قبضہ کر لیا ہے۔ کسی زمانے میں یہ جہاز شاید کسی کمپنی کا مسافر بردار جہاز تھا۔ رات کو ایک ڈاکو انہیں کھانے کو روٹی اور دودھ وغیرہ دے گیا۔ عنبر نے سندری سے کہا۔

"ان ڈاکوؤں نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے۔

سوائے اس کے کہ انہوں نے ہمیں قید کر لیا ہے۔"

سندری بولی:

"مجھے تو بڑا ڈر لگ رہا ہے۔ خدا جانے یہ لوگ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔"

عنبر مسکرایا:

"میں بہت سمندری ڈاکو دیکھ چکا ہوں۔ فکر کرنے کی کوئی بات نہیں۔ یہ لوگ سنگ دل ضرور ہیں، لیکن یہ بہادر لوگوں کی قدر کرتے ہیں۔"

رات گذر گئی۔

دن چڑھا تو عنبر نے گول شیشے میں سے دیکھا کہ ایک جہاز سمندر میں گذر رہا تھا۔ بحری ڈاکوؤں کے جہاز سے ایک توپ نے گولہ پھینکا جو دوسرے جہاز کو جا کر لگا اور اس کے ایک حصے میں آگ لگ گئی۔ ادھر سے کوئی گولہ نہ آیا۔ شاید وہ کوئی مال بردار جہاز تھا، کیونکہ اس کے عرشے پر مسافر نظر نہیں آتے تھے۔ چھ سات گولے لگنے کے بعد جہاز پر آگ لگ گئی۔ بحری ڈاکوؤں نے اپنے جہاز کو اس کے قریب کر لیا اور اس میں چھلانگیں لگا کر اسے لوٹنے لگے۔ اس کا سارا مال نکال کر

اپنے جہاز پر لے آئے اور کئی لوگوں کو قتل کیا۔ جہاز کے عملے میں سے کچھ کو پکڑ کر اپنے جہاز پر لے آئے۔ سارا دن اوپر ڈیک پر شور مچا رہا۔ ڈاکو شور مچاتے جشن مناتے قہقہے لگاتے رہے۔

انہوں نے کئی قیدیوں کو سمندر میں پھینک کر ہلاک کر دیا۔ تیسرے پہر ایک ڈاکو عنبر اور سندری کو بھی ساتھ لے کر اوپر آگیا۔ کانے کپتان نے ان دونوں کو اوپر بلایا تھا۔ ڈیک پر دربار سا لگا تھا۔ ڈاکو ارد گرد جنگلے کے ساتھ لگ کر کھڑے تھے۔ کانا کپتان اونچی جگہ پر کرسی ڈالے بیٹھا تھا۔ ہاتھ میں تلوار تھی۔ دوسرے میں پستول تھا۔ ایک تختہ جہاز کے باہر تک گیا تھا۔ کچھ دوسرے جہاز سے پکڑے ہوئے قیدی تھے۔ اُنہیں اس تختے پر سے نیچے سمندر میں گرایا جا رہا تھا۔ کانے کپتان نے عنبر اور سندری کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اس لڑکی سے ہم شادی کریں گے۔ اس کے ساتھی کو سمندر میں پھینک دیا جائے گا۔"

سندری کانپ کر رہ گئی اور سسکیاں بھرنے لگی۔ عنبر نے اُسے تسلی دی۔ کانے کپتان نے قیدیوں میں

ے ایک نوجوان دبلے پتلے لڑکے کی طرف اشارہ کر کے کہا :-

" اس لڑکے کو سمندر میں پھینک دو ۔ یہ بڑا کمزور ہے ۔ سمندر میں مچھلیاں اسے جلدی جلدی چٹ کر جائیں گی ۔

اس پر سارے ڈاکو وحشیوں کی طرح قہقہے لگا کر ہنس پڑے ۔ دو ڈاکوؤں نے دبلے لڑکے کو کھینچا تو اس کا بوڑھا باپ ہاتھ جوڑ کر بولا ۔

" میرے بچے کو کچھ نہ کہو ، اس کی بجائے مجھے سمندر میں پھینک دو "

کالے کپتان نے ہنس کر کہا :-

" بڈھے تجھے بھی سمندر میں ضرور پھینکیں گے مگر پہلے ذرا تیرے لڑکے کو تو سمندری مچھلیوں کے حوالے کر دیں ۔ لے جاؤ اسے "

بوڑھے نے روتے ہوئے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھالیے ۔

" اے خدا ! اگر تو ہے تو میرے بچے کی جان بچالے یہی میرا نور نظر میری زندگی کا آخری سہارا ہے "

کالے کپتان نے گالی دے کر کہا ۔

" ارے بد بخت بڈھے ! کس خدا کو آوازیں دے

رہا ہے ۔ اس سمندر کا خدا میں ہوں "

عنبر کو کالے ڈاکو کی بکواس سے آگ سی لگ گئی ۔ جیسے اس کو خدا نے کہا کہ اس لڑکے کو ظالموں سے بچالو ۔ عنبر تیزی سے آگے آگیا ۔

" خبردار ! اگر کسی نے اس لڑکے کو ہاتھ بھی لگایا تو میں اس جہاز کو غرق کر دوں گا "

ڈاکو ایک دم چپ سے ہو گئے کہ اس نوجوان میں جرأت کہاں سے آ گئی ۔ کالے کپتان کی آنکھ پھڑکنے لگی ۔ وہ دھاڑا ۔

" اس کمینے کی گردن اُڑا دو "

عنبر نے کہا :-

" ذلیل آدمی ! تجھ کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ خدا ہی سب پر غالب ہے اور جس انسان نے خدائی کا دعویٰ کیا ، وہ آخر نیست و نابود ہو گیا "

دو ڈاکو تلواریں لے کر عنبر کی طرف بڑھے ۔ عنبر نے ان دونوں کو یوں اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا جیسے وہ مٹی کے چھوٹے چھوٹے کھلونے ہوں ۔ عنبر کے اندر ایک زبردست طاقت بیدار ہو چکی تھی ۔ اسے جہاز کے سارے ڈاکو چھوٹے چھوٹے کھلونے نظر آرہے تھے ۔

کچھ اور ڈاکو آگے بڑھے تو عنبر نے انہیں بھی سمندر میں اچھال دیا۔ اب عنبر پر پستول اور بندوقوں کی فائرنگ شروع ہو گئی، لیکن سارے لوگ یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ عنبر پر کسی گولی کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ ہر گولی اس کے جسم سے ٹکرا کر کھٹ کھٹ کرتی عرشے کے فرش پر گرتی جا رہی تھی۔ عنبر نے آگے بڑھ کر دو پستول والے ڈاکوؤں کے ہاتھ سے چلتے پستولوں کو چھین لیا اور پھر فائرنگ کرتے ہوئے چھ سات ڈاکوؤں کو ڈھیر کر دیا۔ کانے کپتان نے یہ ماجرا دیکھا تو فوراً آگے بڑھا۔

اُس نے عنبر کا نشانہ باندھ کر پستول کی ساری گولیاں اُس پر چلا دیں۔ لیکن نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔ عنبر نے لپک کر کانے کپتان کو کمر سے پکڑا اور اُٹھا کر زور سے پٹخ دیا۔ اسے اس زور سے پھینکا گیا تھا کہ گرتے ہی اس کی کمر کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ فرش پر گرے گرے تڑپنے لگا۔ ڈاکوؤں نے یہ حال دیکھا تو عنبر پر تلواریں لے کر ٹوٹ پڑے۔ مگر تلواروں کے وار بھی عنبر پر کوئی اثر نہیں کر رہے تھے۔ عنبر کے سر گردن اور سینے سے ٹکرا ٹکرا کر تلواریں

ٹوٹ رہی تھیں۔ عنبر نے بھی تلوار لے کر چلانی شروع کر دی۔

وہ ہزاروں سال سے تلوار کا دھنی چلا آ رہا تھا۔ ایسی تلوار چلائی کہ پل بھر میں کئی ڈاکوؤں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ دوسرے جہاز کے قیدی بھی اب آزاد ہو گئے تھے۔ انہوں نے عنبر کو اپنی مدد کرتے دیکھا تو وہ بھی میدان میں کود پڑے۔ تھوڑی دیر بعد کچھ ڈاکو مر چکے تھے اور باقی گرفتار کر لیے گئے۔ عنبر نے حکم دیا۔

"ان ڈاکوؤں کو باری باری سمندر میں گرا دیا جائے"

ڈاکوؤں کے ہاتھ پیچھے باندھ دیے جاتے اور انہیں چلا کر تختے تک لایا جاتا۔ وہ چیختے چلاتے شور مچاتے مگر انہیں پیچھے سے دھکا دے کر سمندر میں گرا دیا جاتا۔ سب سے آخر میں کانے کپتان کو اٹھا کر سمندر کی خوفناک لہروں کے حوالے کر دیا گیا۔ جہاز ڈاکوؤں سے پاک ہو گیا تو اس کے بانس پر سے کھوپڑی کی ہڈیوں والا بھیانک جھنڈا اتار لیا گیا۔ دوسرے جہاز کے کپتان کو اس جہاز کا کپتان بنا کر عنبر نے وہ جہاز اس کے حوالے کر دیا۔ کیونکہ بحری

ڈاکوؤں نے اس کے جہاز کو ڈبو دیا تھا۔

عنبر نے نئے کپتان سے کہا:

"تم مال لے کر کس ملک کی طرف جا رہے تھے؟"

نئے کپتان نے کہا:

"ہم آسٹریلیا جا رہے تھے۔"

عنبر بڑا خوش ہوا۔

"بڑی اچھی بات ہے۔ اس جہاز کا رُخ آسٹریلیا کی طرف موڑ لو۔ راستے میں ہمیں بنگال کی کسی بندرگاہ پر اتارتے جانا۔"

"بڑی خوشی سے۔" جہاز کے کپتان نے جھک کر کہا۔

جہاز کا رُخ جنوبی سمندروں کی طرف موڑ دیا گیا۔

سندری نے خدا کا شکر ادا کیا تھا۔ وہ بڑی خوش تھی۔ جہاز کے سارے لوگ عنبر کی پوجا کرنے لگے تھے۔ وہ اسے دیوتا سمجھتے تھے۔ عنبر نے ایسا زبردست کام کیا تھا کہ دُنیا کا کوئی انسان نہیں کرسکتا تھا۔ اس اکیلے نے سارے ڈاکوؤں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا تھا۔ اس کے علاوہ سب سے حیران کرنے والی بات یہ تھی کہ اس پر نہ تلوار کا وار اثر کرتا تھا اور نہ

پستول کی گولی کوئی اثر کرتی تھی۔ یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔

عنبر کسی کو اپنے آگے جھکنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

اُس نے ہر ایک کو سختی سے منع کر دیا تھا کہ خبردار کوئی اُس کے آگے نہ جھکے۔

"صرف خدا کی ذات کے آگے جھکنا چاہیے۔ انسان کے آگے کبھی سجدہ نہیں کرنا چاہیے اور نہ جھکنا چاہیے۔"

گیارہ روز کے سمندری سفر کے بعد ایک روز کپتان نے بتایا کہ ہم خلیج بنگال میں داخل ہو چکے ہیں۔

"لیکن یہاں جاپانیوں نے دہشت پھیلا رکھی ہے۔ اگرچہ برما کا ملک اُن کے ہاتھ سے نکل گیا ہے لیکن پھر بھی بنگال کے سمندر میں اُن کی آبدوزیں اتحادی جہازوں کو ڈبوتی پھرتی ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"آپ کس بندرگاہ پر ہمیں اتارنا چاہتے ہیں؟"

کپتان بولا۔

"اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو برما کی بندرگاہ رنگون میں اتار سکتا ہوں۔ یہ ملک دوبارا انگریزوں کے

قبضے میں آچکا ہے۔ یہاں سے آپ بڑی آسانی سے ہوائی جہاز کے ذریعے بنگال کے دارالحکومت جا سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ یہیں رنگون اُتار دیجیے گا۔"

رنگون کی بندرگاہ پر اترتے وقت کپتان اور دوسرے مسافروں نے عنبر کو گلے لگایا۔ بڑی گرم جوشی سے اسے الوداع کہا۔ عنبر نے سندری کو ساتھ لیا اور رنگون کے ایک عالی شان ہوٹل میں آ کر دو کمرے لے لیے۔ ایک کمرے میں سندری اور دوسرے کمرے میں عنبر رہنے لگا۔ عنبر کے پاس روپے بہت ہی کم رہ گئے تھے۔ اس نے سندری سے ذکر کیا تو وہ بولی۔

"کسی سے قرض لے لو۔ میں گھر جا کر اسے بھجوا دوں گی۔"

عنبر مسکرایا۔

"قرض لینے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

عنبر اگلے روز شہر سے باہر ایراوتی دریا کے کنارے ایک پُرانے مندر کے کھنڈر میں آگیا۔ اس سے پہلے بھی عنبر اس شہر کی سیر یں کر چکا تھا۔ اُسے ناگ نے سانپ کو بلانے کے خاص منتر سکھا رکھے تھے۔ عنبر کو معلوم تھا کہ پرانے مندروں اور قلعوں کے

کھنڈروں میں پرُانے خزانے دفن ہوتے ہیں جن پر سانپ پہرا دیا کرتے ہیں۔ اس نے مندر کے پیچھے کھنڈروں میں جا کر منتر پڑھنے شروع کر دیے۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ ایک سبز رنگ کا سانپ جس کے سر پر سنہری تاج تھا، رینگتا ہوا کھنڈروں کے نیچے سے نکلا اور عنبر کے سامنے آ کر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔ عنبر نے سانپوں کی خاص زبان میں اس سے کہا۔

"میں ناگ دیوتا کا بھائی ہوں۔ میں اُس کی اجازت سے تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اگر اس کھنڈر کے نیچے کوئی خفیہ خزانہ دفن ہے تو مجھ پر ظاہر کر دے۔"

سانپ نے گردن جھکا کر کہا۔

"اے عظیم دیوتا ناگ کے بھائی! اس کھنڈر کے نیچے مہاراجہ راون کے زمانے کا خزانہ دفن ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو میں سارے کا سارا خزانہ اٹھا کر آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں۔"

عنبر نے کہا۔

"نہیں سارے خزانے کی ضرورت نہیں ہے۔

تم ایسا کرو کہ صرف اس خزانے میں سے کر
بھی ہار کا ایک موتی نکال کر لے آؤ۔ بس یہ
لیے اتنا ہی بہت ہے۔"

سانپ نے ادب سے کہا:

"جو حکم جناب۔"

اور اس کے ساتھ ہی وہ وہاں سے چلا گیا۔

عنبر کو وہاں انتظار کرتے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ سانپ
واپس آگیا۔ اس نے منہ میں ایک نیلے رنگ
بے داغ ہیرا اٹھا رکھا تھا۔ یہ ہیرا اس نے عن
کے قدموں میں ڈال دیا اور کہا۔

"عظیم ناگ کے بھائی! یہ ایک نیلم ہے جو آ
کل نایاب ہے۔ دنیا کی کسی کان میں نہیں ملتا
اسے قبول کیجیے۔"

عنبر نے سانپ کا شکریہ ادا کیا اور نیلم لے
سیدھا سکاٹ مارکیٹ میں چلا گیا۔ اس مارکیٹ
سناروں اور جوہریوں کی دکانیں تھیں۔ ایک بڑ
جوہری کی دکان پر جا کر عنبر نے کہا۔

"کیا آپ مجھ سے ایک ہمارا خاندانی نیـ
خریدیں گے؟" عنبر نے نیلم نکال کر جوہری کی ہتھـ

پر رکھ دیا۔

"یہ ہمارے گھر کا بڑا پرانا نیلم ہے۔ تنگ دستی
کی وجہ سے ہم اسے فروخت کر رہے ہیں۔"

جوہری نے نیلم کو دیکھا تو اس کی آنکھیں کھل
گئیں۔ اس نے آج تک ایسا بے داغ، شفاف
اور قیمتی نیلم نہیں دیکھا تھا۔ کبھی وہ نیلم کی طرف
دیکھتا اور کبھی عنبر کی طرف تکتا کہ یہ پرانے کپڑوں
والا نوجوان اس نیلم کو کہاں سے چرا کر لایا ہوگا۔
اتنا اسے یقین تھا کہ نیلم چرایا گیا ہے۔ اس نے
عنبر کی طرف دیکھ کر آنکھ ماری اور کہا۔

"کہاں سے لائے ہو میاں؟"

عنبر نے کہا۔

"میں نے اسے کہیں سے نہیں چرایا۔ یہ ہمارا اپنا
گھریلو نیلم ہے۔ حالات سے مجبور ہو کر اسے فروخت
کر رہے ہیں۔ تم یہ بتاؤ کیا دینا ہے؟"

جوہری مسکرایا۔ مکاری سے دیکھا اور کہا۔

"یار! ہم سے کیا چھپاتے ہو؟ ہم تو یہی دھندا
کرتے چلے آ رہے ہیں۔ روز چوری کا مال خریدتے ہیں
اور بیچتے ہیں۔"

عنبر کو بڑا غصہ آیا۔ وہ جوہری کو مارنے لگا تھا کہ وہ جھٹ سے ہاتھ باندھ کر بولا۔

"بھائی لڑائی جھگڑا کس لیے کرتے ہو۔ چلو ہم تمہیں اس نیلم کے پانچ سو روپے دے دیں گے۔ اگر منظور ہوں تو ابھی لے لو۔"

عنبر کو معلوم تھا کہ نیلم کی قیمت کچھ نہیں تو پچاس ساٹھ ہزار روپے سے بھی زیادہ ہوگی۔ وہ اس کے دس بارہ ہزار روپے بھی لینے پر تیار تھا۔ لیکن یہ جوہری تو اسے بالکل ہی بچہ سمجھ کر یا چور سمجھ کر لوٹ رہا تھا۔ اس نے نیلم جوہری کے ہاتھ سے لے لیا اور آگے چل دیا۔ آگے جا کر ایک جاپانی جوہری کی دکان تھی۔ عنبر نے اسے جا کر نیلم دکھایا اور کہا کہ وہ اسے فروخت کرنا چاہتا ہے۔

یہ جوہری سمگلروں کا بادشاہ تھا اور سمگلنگ کا مال خرید کر فروخت کرتا تھا۔ اس کے آدمی ہانگ کانگ اور چین کے سمندروں میں اپنا ناجائز کاروبار کرتے پھرتے تھے۔ اس نے جو اتنے بڑے اور بے داغ نیلم کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ سچ مچ اس نے پہلے ایسا قیمتی پتھر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ کبھی نیلم کو دیکھتا

کبھی عنبر کو۔ سمجھ گیا معاملہ گڑبڑ ہے۔ اس نوجوان نے نیلم کہیں سے اڑایا ہے۔ کہنے لگا۔

"کیا لو گے؟"

عنبر نے کہا:-

"جو اس پتھر کی قیمت ہے، وہ ادا کر دو۔"

جاپانی جوہری مسکرایا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں اندر کو دھنس گئیں۔

"تم اگر میرے گروہ میں شامل ہو جاؤ تو میں تمہیں بڑی سہولتیں دوں گا۔ کمرہ رہنے کو مفت دوں گا۔ کھانا پینا مفت دوں گا اور مہینے میں ایک سو پونڈ بونس بھی ادا کیا کروں گا۔"

عنبر نے کہا۔

"زیادہ باتیں بنانے کی ضرورت نہیں۔ یہ بتاؤ کہ اس نیلم کا کیا دو گے؟"

جاپانی جوہری نے کہا۔

"ابھی بتاتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر جاپانی جوہری نیلم کو وہیں رکھ کر اندر چلا گیا۔ ایک بوڑھا جاپانی عنبر کے پاس آیا۔ اس کی سفید داڑھی کے صرف چھ سات لمبے لمبے بال تھے

جن پر وہ انگلی پھیر رہا تھا۔ کہنے لگا۔

"بیٹا! تمھارے پاس جو نیلم ہے، وہ برما کے شاہی خاندان کا قدیم پتھر ہے جس کی قیمت اس وقت دو لاکھ پونڈ سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔ یہ جوہری تمہیں اس کا کچھ نہیں دے گا۔ اس لیے اپنا نیلم اُٹھا کر یہاں سے بھاگ جاؤ۔ اس سے بچو یہ شخص بڑا دھوکے باز ہے۔"

ابھی وہ باتیں کر رہے تھے کہ جوہری اندر سے باہر آیا۔ اُس نے نیلم اُٹھا کر کہا۔

"میاں میں اس کے صرف پچاس پونڈ دے سکتا ہوں۔ یہ بڑا معمولی قسم کا نیلم ہے۔"

عنبر نے کہا۔

"اپنے پچاس پونڈ اپنے پاس ہی رکھو۔ مجھے یہ سودا منظور نہیں ہے۔"

اور عنبر نے نیلم اُٹھایا اور آگے چل دیا۔ آگے ایک تنگ گلی تھی جس میں سے گذر کر دوسرے بازار میں راستہ نکلتا تھا۔ یہ گلی چھتی ہوئی تھی۔ عنبر جونہی اس گلی میں داخل ہوا ایک جانب سے دو آدمی تیزی سے باہر نکلے اور انھوں نے عنبر کے منہ

پر ایک رومال رکھ دیا۔ رومال میں بے ہوش کرنے دوائی تھی۔ عنبر اُسی وقت بے ہوش ہوگیا۔ ہوش آیا تو وہ ایک کمرے میں بند تھا۔ ہاتھ پیر بندھے تھے۔ سمجھ گیا۔ جاپانی جوہری کی نیّت خراب ہوگئی۔ اس نے حملہ کروا دیا۔ اس کا نیلم بھی غائب تھا۔

اتنے میں وہی جاپانی جوہری اپنے دو چار بدمعاشوں کے ساتھ اندر آیا۔ وہ عنبر کی طرف دیکھ کر مُسکرایا، بولا۔

"اگر تم ہمیں یہ بتا دو کہ یہ نیلم تم کہاں سے لائے تھے اور یہ کہ وہاں اس قسم کے اور کتنے نیلم ہیں تو ہم تمہیں ابھی چھوڑ دیں گے نہیں تو تمہیں ہلاک کر کے لاش دریائے ایراوتی میں پھینک دی جائے گی۔"

عنبر پریشان ہوگیا۔ اس خیال سے نہیں کہ لوگ اسے مار ڈالیں گے۔ مار تو وہ اسے سکتے ہی نہیں تھے۔ وہ تو اس خیال سے پریشان ہوا کہ سندری بے چاری ہوٹل میں اس کے لیے پریشان ہو رہی ہوگی۔ اس نے کہا۔

"میں تمھیں ہرگز نہیں بتا سکتا کہ یہ نیلم میں

کہاں سے لیا ہے۔ یہ ایک راز ہے جس کو ظاہر کرنے کی مجھے اجازت نہیں ہے۔"

جاپانی جوہری نے اپنے بدمعاشوں کو اشارہ کیا۔

"اس کا دماغ درست کر دو۔"

بدمعاش آگے بڑھے۔ انھوں نے عنبر کی گردن میں رسی ڈال کر مروڑنا شروع کر دی۔ عنبر نے جاپانی جوہری سے کہا۔

"تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے۔ میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ نہیں تو مجھے اگر غصہ آگیا تو تم میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچے گا۔"

جاپانی جوہری نے قہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ابھی آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔" پھر اُس نے بدمعاشوں سے کہا۔

"رسی کو اور زور سے کس دو۔"

بدمعاش رسی کو بل دے کر کس رہے تھے، لیکن رسی ایک جگہ پہنچ کر رُک گئی تھی، اور اُن کے اپنے ہاتھ درد کرنے لگے تھے۔ عنبر کو کچھ بھی نہیں ہو رہا تھا۔ وہ اسی طرح بڑے مزے سے بیٹھا تھا۔ جوہری نے کہا۔

"نسخہ نمبر۲ استعمال کرو۔"

ایک بدمعاش جلدی سے بجلی کے تار لے آیا۔ اس کا ایک سرا اُس نے گیارہ ہزار وولٹ کی تار سے لگا دیا۔ اب اس تار میں زبردست بجلی آ گئی تھی۔ لکڑی کے چمٹے سے اس تار کو پکڑ کر بدمعاش نے تار کا دوسرا سرا عنبر کی گردن سے لگا دیا۔ اُن کا خیال تھا کہ بجلی کا زبردست جھٹکا کھا کر عنبر اچھل کر پیچھے گا اور پھر اس کا گوشت جل کر سیاہ ہو جائے گا۔ لیکن وہاں کچھ بھی نہ ہوا۔ نہ وہ اُچھلا اور نہ اس کا گوشت جلا۔ وہ بڑے آرام سے بیٹھا ان لوگوں کو دیکھتا رہا۔ اس نے ایک بار پھر کہا۔

"میرا نیلم واپس کر دو اور مجھے جانے دو۔ میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ یہ میری آخری وارننگ ہے۔ اس کے بعد میں حملہ کر دوں گا۔"

جوہری نے چلّا کر بدمعاشوں سے کہا۔

"بجلی اور تیز کر دو۔"

بجلی زیادہ کر دی گئی اور نیا تار عنبر کی گردن سے لگا دیا گیا۔ مگر عنبر پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اب تو وہ لوگ کچھ پریشان سے ہوئے کہ یہ شخص کیا پتھر کا بنا

ہے کہ اس پر بجلی اثر نہیں کرتی۔ جوہری نے پستول نکال کر عنبر پر ایک کے بعد دوسری گولی چلا دی۔ گولی عنبر کی گردن اور سر کے ساتھ ٹکرائی اور ٹن ٹن کی آواز سے ٹکرا کر نیچے فرش پر گر پڑی۔

اب جاپانی جوہری اور بدمعاشوں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"اب میں وار کرنے لگا ہوں۔ تمہاری موت تمہارے سروں پر آگئی ہے۔ میں نے تمہیں بچانے کی آخری کوشش تک کر کے دیکھ لی مگر تم نہ تو میرا نیلم دیتے ہو اور نہ مجھے چھوڑنے پر رضامند ہو۔ خبردار ہو جاؤ۔"

عنبر نے ایک سیکنڈ میں زور لگا کر رسیاں کاٹ کر رکھ دیں اور اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ پھر اُس نے ایک بدمعاش کو پکڑ کر زمین سے اٹھا کر زور سے دوسرے پر دے مارا۔ دونوں کی کمر ٹوٹ گئی اور وہ زمین پر ایسے گرے کہ پھر نہ اٹھ سکے۔ عنبر نے اب جاپانی جوہری کو گردن سے پکڑ کر جھٹکا دیا۔ پھر اٹھا کر زور سے دیوار پر مارا۔ جاپانی جوہری بھی ایسا گرا کہ پھر نہ اٹھ سکا۔ عنبر نے

دوسرے۔ بدمعاشوں کو پکڑ لیا اور ایک سے پوچھا۔

"تمہیں معلوم ہے، میرا نیلم کہاں ہے؟ جلدی بتاؤ نہیں تو تمہارا بھی یہی حشر ہونے والا ہے۔"

بدمعاش نے کانپتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"ابھی پیش کرتا ہوں جناب! مجھے معاف کر دیں، میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں بے گناہ ہوں۔"

عنبر نے کہا۔

"نیلم جلدی سے میرے حوالے کردو۔ میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔"

وہ بدمعاش اسی وقت اندر گیا اور نیلم لا کر عنبر کے حوالے کر دیا۔ عنبر نے نیلم جیب میں ڈالا اور مکان سے باہر گلی میں آ کر واپس چل دیا۔ ایک دوسرے بازار میں جا کر اُس نے نیلم پچاس ہزار روپے میں فروخت کیا۔ بازار سے کچھ اپنے لیے اور کچھ سندری کے لیے کپڑے اور کھانے پینے کی چیزیں خریدیں اور ہوٹل میں آ کر اُسے باقی روپے دے دیے۔ سندری نے روپے دیکھے تو حیرانی سے بولی۔

"اتنے ڈھیر سارے روپے کہاں سے لے آئے؟"

عنبر نے کہا:

"یہ مت پوچھو - بس یہ سمجھ لو کہ نہ تو یہ چوری کے ہیں اور نہ کسی کی امانت میں خیانت کی ہے - زمین کا مال ہے اور مجھے ایک دوست نے دے دیا ہے - اب ہمیں تیاری کرنی ہے - کل صبح صبح ہم یہاں سے کلکتہ روانہ ہو جائیں گے "

اسی روز عنبر نے ہوائی جہاز کے دو ٹکٹ لے لیے - رنگون سے کلکتے کی طرف ہفتے میں ایک بار جہاز جاتے تھے - بڑی مشکل سے انہیں دو سیٹیں مل گئیں - عنبر دوسرے روز سندری کو لے کر ہوائی اڈے پر آ گیا - جہاز کے چلنے میں ابھی آدھ گھنٹہ باقی تھا - وہ دونوں لاؤنج میں آ کر چائے پینے لگے - عنبر نے محسوس کیا کہ ایک آدمی اُسے غور سے دیکھ رہا ہے - عنبر نے کوئی خیال نہ کیا - وہ سندری سے باتیں کرتا رہا -

وہ آدمی کالے کوٹ اور ہیٹ میں تھا - منہ میں سگار تھا - آنکھوں پر عینک لگی تھی - شکل و صورت سے ہندوستان کا لگتا تھا - دوسری جانب دیوار کے پاس کرسی پر بیٹھا کافی پی رہا تھا اور بار بار عنبر اور سندری کو دیکھ لیتا تھا - اتنے میں اعلان ہوا -

" کلکتے جانے والے مسافر برائے مہربانی تشریف

لے چلیں - جہاز جانے کو تیار کھڑا ہے "

عنبر نے سندری کو ساتھ لیا اور ہوائی جہاز کی سیڑھیاں چڑھنے لگا - ہوائی جہاز میں کافی مسافر تھے - سارا جہاز بھرا ہوا تھا - عنبر بھی سندری کو ساتھ لے کر ایک جگہ بیٹھ گیا - جہاز چلتا ہوا اس جگہ پر آ کر رک گیا جہاں سے اُس نے اُڑنا تھا - جہاز کے سارے انجن کھول دیے گئے - پھر وہ تیزی سے رن وے پر بھاگنے لگا اور ایک خاص مقام پر پہنچ کر ہوا میں اُٹھ گیا -

نیچے رنگون کا شہر چھوٹا سا لگ رہا تھا - دریائے ایراوتی ایک سفید لکیر کی طرح شہر میں بہہ رہا تھا - عنبر نے دیکھا کہ وہی کالے کوٹ والا پر اسرار آدمی اس کی دائیں جانب ایک سیٹ پر بیٹھا اُسے تک رہا تھا - خدا جانے اب یہ شخص عنبر کو تک رہا تھا کہ سندری کو گھور رہا تھا - بہرحال عنبر خاموش رہا - ویسے بھی اُسے کسی سے کوئی خطرہ نہیں تھا - اس میں اتنی طاقت تھی کہ وہ اپنی اور سندری کی حفاظت کر سکے -

ہوائی جہاز کلکتے کے ہوائی اڈے پر اُتر گیا -

راستے میں وہ ایسے علاقے سے اڑ کر آیا تھا جہاں جاپانی حملے کا خطرہ نہیں تھا - ویسے بھی اب جاپانی

پیچھے ہٹنا شروع ہو گئے تھے ۔ چنانچہ رنگون پر انگریزوں نے جاپانیوں کو بھگا کر دوبارہ قبضہ کر لیا تھا ۔ سندری ہوائی اڈے سے باہر نکلی تو کہنے لگی ۔

" ہمارا گھر کالی گھاٹ کے علاقے میں ہے ۔"

انہوں نے ٹیکسی لی اور کالی گھاٹ پہنچ گئے ۔

سندری کے ماں باپ نے اسے دیکھا تو خوشی سے پاگل ہو گئے ۔ انہیں کسی طرح یقین نہیں آتا تھا کہ وہ زندہ واپس آ گئی ہے ۔ وہ تو یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ جہاز غرق ہوگیا ۔ سندری دوسرے مسافروں کے ساتھ سمندر میں ڈوب گئی ہوگی ۔ اسی وقت سنگل دیپ میں اس کے خاوند کو اطلاع کر دی گئی کہ سندری زندہ ہے اور گھر واپس آ گئی ہے ۔ اس کے ماں باپ نے عنبر کا بے حد شکریہ ادا کیا ۔ کیونکہ سندری نے انہیں بتایا تھا ۔

" عنبر بھائی کی وجہ سے میری جان بچ گئی ۔ اگر یہ نہ ملتے تو آج میری لاش بھی سمندر میں مچھلیوں کی خوراک بن گئی ہوتی ۔"

عنبر کچھ روز وہاں رہا ۔ پھر یہ کہہ کر رخصت ہوا کہ اُسے اپنی ایک اور بہن ماریا کی بھی تلاش کرنی ہے ۔

کلکتے سے وہ ریل میں سوار ہو کر مدراس آ گیا ۔ اس کا خیال تھا کہ شاید مدراس میں ناگ یا ماریا سے ملاقات ہو جائے ۔ مدراس میں جگہ جگہ عنبر نے ماریا اور ناگ کو تلاش کیا ۔ مگر وہ اُسے کہیں بھی نہ مل سکے ۔ عنبر کے پاس کافی پیسے تھے ۔ وہ ایک ہوٹل میں کمرہ لے کر رک گیا ۔ اُسے یقین تھا کہ اس شہر میں ماریا اور ناگ سے ضرور ملاقات ہو جائے گی ۔

ایک روز آدھی رات کو اس کی آنکھ کھل گئی ۔ کمرے میں اندھیرا تھا ۔ کسی شے کے گرنے کی آواز آئی تھی جس کی وجہ سے عنبر کی آنکھ کھل گئی ۔ اس نے ٹیبل لیمپ جلا دیا ۔ اچانک اپنے سامنے اس کالے کوٹ والے پُر اسرار آدمی کو دیکھا ۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا اور وہ عنبر کے سر پر کھڑا تھا ۔

" مسٹر ! میرے پاس پستول میں بارہ گولیاں بھری ہوئی ہیں ۔ اگر تم نے مجھے یہ نہ بتایا کہ جو نیلم تم نے رنگون میں فروخت کیا تھا وہ کہاں سے لیا تھا تو میں بارہ کی بارہ گولیاں تمہارے سر میں داخل کر دوں گا ۔"

عنبر نے پلنگ کے ساتھ اٹھ کر ٹیک لگائی ۔ اور بڑی بے نیازی سے کہا ۔

پیچھے ہٹنا شروع ہو گئے تھے ۔ چنانچہ رنگون پر انگریزوں
نے جاپانیوں کو بھگا کر دوبارہ قبضہ کر لیا تھا ۔ سندری
ہوائی اڈے سے باہر نکلی تو کہنے لگی ۔

" ہمارا گھر کالی گھاٹ کے علاقے میں ہے ۔"

انہوں نے ٹیکسی لی اور کالی گھاٹ پہنچ گئے ۔

سندری کے ماں باپ نے اسے دیکھا تو خوشی سے
پاگل ہو گئے ۔ انہیں کسی طرح یقین نہیں آتا تھا کہ
وہ زندہ واپس آ گئی ہے ۔ وہ تو یہ سمجھ بیٹھے تھے
کہ جہاز غرق ہو گیا ۔ سندری دوسرے مسافروں کے ساتھ
سمندر میں ڈوب گئی ہو گی ۔ اسی وقت سنگل دیپ میں اس
کے خاوند کو اطلاع کر دی گئی کہ سندری زندہ ہے اور
گھر واپس آ گئی ہے ۔ اس کے ماں باپ نے عنبر کا
بے حد شکریہ ادا کیا ۔ کیونکہ سندری نے انہیں بتایا
تھا ۔

" عنبر بھائی کی وجہ سے میری جان بچ گئی ۔ اگر یہ
نہ ملتے تو آج میری لاش بھی سمندر میں مچھلیوں کی
خوراک بن گئی ہوتی ۔"

عنبر کچھ روز وہاں رہا ۔ پھر یہ کہہ کر رخصت ہوا کہ
اُسے اپنی ایک اور بہن ماریا کی بھی تلاش کرنی ہے ۔

کلکتے سے وہ ریل میں سوار ہو کر مدراس آ گیا ۔ اس
کا خیال تھا کہ شاید مدراس میں ناگ یا ماریا سے ملاقات
ہو جائے ۔ مدراس میں جگہ جگہ عنبر نے ماریا اور ناگ کو
تلاش کیا ۔ مگر وہ اُسے کہیں بھی نہ مل سکے ۔ عنبر
کے پاس کافی پیسے تھے ۔ وہ ایک ہوٹل میں کمرہ
لے کر رک گیا ۔ اُسے یقین تھا کہ اس شہر میں ماریا
اور ناگ سے ضرور ملاقات ہو جائے گی ۔

ایک روز آدھی رات کو اس کی آنکھ کھل گئی ۔
کمرے میں اندھیرا تھا ۔ کسی شے کے گرنے کی آواز
آئی تھی جس کی وجہ سے عنبر کی آنکھ کھل گئی ۔ اس
نے ٹیبل لیمپ جلا دیا ۔ اچانک اپنے سامنے اس
کالے کوٹ والے پُر اسرار آدمی کو دیکھا ۔ اس کے ہاتھ
میں پستول تھا اور وہ عنبر کے سر پر کھڑا تھا ۔

" مسٹر ! میرے پاس پستول میں بارہ گولیاں بھری
ہوئی ہیں ۔ اگر تم نے مجھے یہ نہ بتایا کہ جو نیلم تم
نے رنگون میں فروخت کیا تھا وہ کہاں سے لیا تھا تو یہ
بارہ کی بارہ گولیاں تمہارے سر میں داخل کر دوں گا ۔"

عنبر نے پلنگ کے ساتھ اٹھ کر ٹیک لگائی اور
بڑی بے زاری سے کہا ۔

"اس کھلونے کو جیب میں رکھو اور بھاگ جاؤ۔ یہاں سے، میں تھکا ہوا ہوں۔ مجھے نیند کی ضرورت ہے"۔ پر اسرار آدمی نے پستول عنبر کی پیشانی سے لگا دیا۔

"مذاق کرنے کی کوشش نہ کرو۔ میں دس تک گنتی گنوں گا۔ اگر تم نے جواہرات کا ٹھکانہ نہ بتایا تو میں تمہاری کھوپڑی اڑا دوں گا"۔

عنبر کو بہت غصہ آیا۔ بد بخت نے خواہ مخواہ اس کی نیند خراب کی تھی۔ ادھر وہ پر اسرار آدمی بڑی شان سے گنتی گن رہا تھا جیسے عنبر ڈر جائے گا اور خزانے کا راز بتا دے گا۔ کوئی دوسرا ہوتا تو شاید بتا بھی دیتا اور ڈر بھی جاتا مگر عنبر پر تو گویا ذرا سا بھی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

---

(۱) جہاز کا [illegible]
(۲) سونے کی مچھلی
(۳) سونے کی ڈالی
(۴) جہاز کی شہزادی۔
(۵) کشتی اور طوفان

اُڑنے والا قالین

پُر اسرار بد معاش گنتی گن رہا تھا۔

"ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ۔ چھ۔ سات۔ آٹھ۔ نو"۔

دس پر پہنچ کر وہ رُک گیا۔

"اب بھی وقت ہے۔ میں تمہیں ایک بار مہلت دیتا ہوں۔ میں تمہاری جان بخشی کر سکتا ہوں۔ اگر تم مجھے اس جگہ کا پتا بتا دو جہاں سے تم نے نیلم چرایا تھا"۔

عنبر نے کہا۔

"پستول کو جیب میں ڈالو اور یہاں سے چلے جاؤ۔ میں بھی تمہیں آخری بار مہلت دیتا ہوں۔ اس کے بعد تمہاری خیر نہیں ہے"۔

پُر اسرار بدمعاش ہنسا۔

"پستول میرے ہاتھ میں ہے اور دھمکیاں تم مجھے دے رہے ہو۔ معلوم ہوتا ہے، تمہارا دماغ ضرور خراب ہوگیا ہے۔ اچھا اب بتا دو نہیں تو میں دس

گی کر پستول چلانے لگا ہوں"۔

عنبر نے کہا۔

"تم پستول چلاؤ"۔

پُر اسرار بد معاش بڑا حیران ہوا کہ یہ کیسا آدمی ہے کہ موت سر پر کھڑی ہے اور بالکل نہیں گھبرا رہا۔ مگر وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اس ضدی شخص کو ختم کر دیا جائے، چنانچہ اس نے دس کی گنتی پوری کی اور پستول چلا دی۔ ایک دھماکا ہوا اور گولی عنبر کی پیشانی سے ٹکرا کر بستر پر گر پڑی۔ عنبر نے گولی اٹھا کر اس شخص کی طرف بڑھا کر کہا۔

"یہی گولی تھی نا تمھاری؟"

پُر اسرار شخص حیران رہ گیا۔ اس نے اوپر تلے چار گولیاں چلا دیں۔ چاروں کی چاروں گولیاں عنبر کے ماتھے سے ٹکرا کر بستر پر گریں اور عنبر نے انہیں اٹھا کر دور پھینک دیا۔ پھر بولا۔

"تم وار کر چکے۔ اب میری باری ہے۔ خبردار ہو جاؤ"۔

عنبر نے ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اس بدمعاش کا پستول دور جا گرا اور اس کا بازو ٹوٹ گیا۔ وہ درد

سے کراہتے ہوئے فرش پر گرا۔ عنبر نے بستر سے اٹھ کر اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور چھت کی طرف اچھال دیا۔ چھت سے ٹکرا کر وہ نیچے فرش پر گرا اور اس کی ٹانگ کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی۔ عنبر نے اسے اٹھایا اور کھڑکی میں سے باہر پھینک دیا۔ پھر اس نے کھڑکی بند کی، بتی بجھائی اور سو گیا۔

اب ذرا ماریا اور ناگ کی بھی خبر لیتے ہیں۔

ماریا ایک گھوڑے پر سوار بنگال کی طرف جنگل جنگل چلی آ رہی تھی۔ دوسری طرف ناگ جوگی کے بھیس میں ریل گاڑی میں بیٹھا تھا اور ریل کلکتے کی طرف بھاگی جا رہی تھی۔ کلکتے کے سٹیشن پر اتر کر ناگ کالی گھاٹ کی طرف آ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ یہاں جو بڑا مندر ہے، اس میں جا کر آرام کرے گا اور پھر شہر میں گھوم پھر کر عنبر کو اور ماریا کو تلاش کرنا شروع کرے گا۔ کالی گھاٹ میں ہی سندری کا گھر بھی تھا جس کا خاوند سنگلدیپ سے واپس آ چکا تھا۔

ناگ مندر کے باہر آ کر رک گیا۔

اس نے ایک جگہ آسن جما لیا۔ شام تک وہیں بیٹھا رہا۔ لوگ اس کے قدموں میں کھانے پینے کی چیزیں

لا کر رکھتے رہے۔ شام کو اُٹھ کر ناگ نے دریا میں غسل کیا اور واپس اپنی کوٹھری میں آ گیا۔ مندر کا پجاری اُس کے پاس آیا اور بولا۔

"مہاراج! آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ آپ کی بڑی آؤ بھگت کرتے ہیں"

ناگ نے کہا۔

"بابا! جوگیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ ایک شہر سے اُٹھ کر کسی دوسرے شہر کو چلے جائیں گے"

پجاری نے کہا۔

"میں اس مندر کا پجاری ہوں۔ میری بچی کئی دنوں سے بیمار ہے۔ لوگ آپ کے پاس آ کر اپنے دکھوں کی دوا لیتے ہیں۔ کیا آپ کے پاس میری بچی کے لیے بھی کوئی دوا ہے۔؟"

ناگ نے کہا:

بچی کہاں ہے۔ مجھے اس کے پاس لے کر چلو"

پجاری ناگ کو ساتھ لے کر بچی کے پاس آ گیا۔ دس بارہ سال کی بچی تھی اور سوکھ کر زرد ہو رہی تھی۔ پجاری کی بیوی پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ ناگ نے بچی کی گردن کو دیکھا تو چونکا۔ اس کی گردن پر سانپ کی

زبان کے نشان تھے۔ یہ نشان صرف ناگ ہی دیکھ سکتا تھا۔ وہ بچی کی بیماری سمجھ گیا تھا۔ ہوتا یہ تھا کہ ہر سینچر کی رات کو ایک سانپ آ کر اس بچی کی گردن کو سونگھ جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کے بدن کی ساری طاقت سانپ کے اندر چلی جاتی تھی اور بچی کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ خطرہ تھا کہ دو ایک ہفتوں کے بعد بچی مر جائے گی۔ ناگ نے کہا۔

"آج کونسا دن ہے؟"

"شکروار جناب"

"یعنی آج جمعہ ہے اور کل ہفتہ۔ ٹھیک ہے کل میں بچی کے کمرے میں رہوں گا۔ اس کی ماں بھی میرے ساتھ رہے گی۔ کل رات بچی کی بیماری کا علاج ہو جائے گا۔ اس کے بعد بچی صحت مند ہو جائے گی"

پجاری اور اس کی بیوی بڑے خوش ہوئے۔ وہ تو اپنی بچی کی زندگی سے بالکل ہی مایوس ہو گئے تھے۔

دوسرے روز رات کو بچی کے کمرے میں دو کرسیاں ڈال دی گئیں۔ کونے میں ایک کرسی پر چھپ کر ناگ بیٹھ گیا اور دوسری کرسی پر اُس نے بچی کی ماں کو بٹھا دیا۔

اتنے میں کمرے کے کونے والی نالی میں سے ایک سفید اور سیاہ رنگ کا لمبا سانپ اپنی لال لال زبان بار بار باہر نکال کر لہراتا اندر آیا اور رینگتا ہوا بچی کی چارپائی کے پاس جا کر رُک گیا۔ بچی کی ماں تو ڈر کر کرسی پر سمٹ گئی۔ ناگ نے سانس روک لیا۔ اس کے باوجود سفید سانپ نے کچھ گھبراہٹ سی محسوس کی۔ اُسے یوں لگا جیسے کمرے میں کوئی بہت بڑی طاقت کا سانپ موجود ہے۔ وہ پیچھے ہٹا۔ پھر آگے بڑھا۔ پھر پیچھے ہٹا اور خاموشی سے گردن اٹھا کر اپنا پھن پھیلا دیا اور جھومنے لگا۔

وہ کھسکتا ہوا بچی کے چہرے کے پاس اپنا مُنہ لے گیا۔

بچی کی ماں نے خوف سے چیخ مار دی۔ سانپ ایک دم سے جھنجلایا۔ گردن گھما کر اس نے کونے میں ایک عورت کو بیٹھے دیکھا۔ غصّے سے پھنکارا اور لپک کر بچی کی ماں کی طرف دوڑا کہ اُسے جا کر ڈس لے گا اور ہلاک کر دے گا۔

ناگ نے زور سے سانس کھینچی۔ اس کی پھنکار سے سفید سانپ جہاں تھا وہیں جیسے پتھر ہوگیا۔ ناگ نے

"میں نے تمہیں اس لیے اس کمرے میں آنے کی اجازت دی ہے تاکہ تم اپنی بیٹی کی بیماری کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو۔"

بچوں کی ماں کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ جوگی مہاراج بیمار بچی کا کس طریقے سے علاج کر رہے ہیں۔ کہنے لگی۔

"مہاراج! ہم آپ کے غلام ہیں۔ آپ سب کچھ جانتے ہیں۔"

رات آدھی گذر گئی۔ کمرے میں صرف ایک دیا جل رہا تھا۔ اس کی روشنی بچی کے بستر پر پڑ رہی تھی۔ کونے میں اندھیرا تھا جہاں ناگ اور بچی کی ماں بیٹھے تھے۔ بچی کی ماں بالکل نہیں سمجھ سکی تھی کہ یہ جوگی کیا ڈرامہ کر رہا ہے۔ بہر حال اسے یقین تھا کہ وہ جو کرے ٹھیک ہی ہوگا۔

آدھی رات کے بعد اچانک سسکار کی آواز سنائی دی۔

بچے کی ماں ڈر گئی۔ ناگ نے سرگوشی میں کہا۔

"خبردار! اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلنا۔ تمہاری بچی کی زندگی کا سوال ہے۔ اس کی بیماری آ رہی ہے۔"

اٹھ کر بتی جلا دی ۔ کمرے میں روشنی ہو گئی ۔ سفید سانپ نے اپنے سامنے ناگ کو دیکھا تو اس کا جسم کانپنے لگا ۔ پھن سمٹ گیا ۔ گردن جھک گئی اور وہ زمین پر لوٹ پوٹ ہونے اور ناگ کے قدموں پر بار بار سر رکھنے لگا ۔ بچی کی ماں یہ دیکھ کر دنگ رہ گئی ۔ خوف سے پھر بھی اس کا بُرا حال ہو رہا تھا ۔ ناگ نے غصّے سے سانپ کو مخاطب کیا ۔

" ایک بچی کی زندگی سے کھیلتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آئی ؟ تم نے ناگوں کی حکومت کے اصول توڑے ہیں ۔ تم نے ایک معصوم جان کو خطرے میں ڈالا ہے ۔ تمہیں زندہ نہیں رہنے دیا جائے گا ۔ کیونکہ ہوسکتا ہے تم پھر کسی کی زندگی سے کھیلنا شروع کردو ۔ کیونکہ تمہیں انسانی خون کی چاٹ لگ گئی ہے ۔"

اپنے بارے میں یہ خوفناک فیصلہ سُن کر سفید سانپ کی تو جان ہی نکل گئی ۔ اس نے اپنا سر ناگ کے قدموں پر ڈال دیا ۔

" ناگ دیوتا ! عظیم دیوتا ! مجھے معاف کر دو ۔ میں وعدہ کرتا ہوں ۔ آئندہ کبھی کسی انسان کو تکلیف نہیں دوں گا ۔"

ناگ نے کہا ۔

" تمہارا کوئی اعتبار نہیں ہے ۔ تم نے ایک اصول توڑا ہے ۔ تمہیں معاف نہیں کیا جا سکتا ۔"

اس کے ساتھ ہی ناگ نے اپنا ہاتھ اوپر اُٹھایا ۔ ہاتھ کا اوپر اٹھنا تھا کہ سفید سانپ فرش سے ایک فٹ اوپر اچھلا اور پھر زمین پر گر کر تڑپنے لگا ۔ ناگ نے دوسرا ہاتھ بھی اوپر اٹھا دیا ۔ اس ہاتھ کے اٹھتے ہی سانپ بے جان ہو کر مر گیا ۔ سانپ کے مرتے ہی بچی کو ہوش آگیا ۔ اس کی ماں نے یہ سارا ڈراما سہمی سہمی آنکھوں سے دیکھا تھا ۔ ناگ نے کہا ۔

" بہن ! اب تمہاری بچی اچھی ہو گئی ہے ۔ یہ سانپ ہر ہفتے کی رات کو آ کر تمہاری بچی کو سونگھ جاتا تھا ۔ جس کی وجہ سے تمھاری بچی کمزور ہوتی جا رہی تھی ۔ اب یہ پھر سے صحت مند ہو جائے گی ۔"

پجاری نے ناگ کا بہت بہت شکریہ ادا کیا ۔

دو چار دن میں ہی اُن کی بچی پھر سے بھلی چنگی ہوگئی ۔ اس کا رنگ بھی سُرخ ہوگیا اور وہ موٹی ہونے لگی ۔

ایک روز ناگ کالی گھاٹ کے محلے میں سے گذر رہا تھا کہ سندری نے مکان سے باہر آ کر کہا ۔

"مہاراج! ہمارے گھر سے کھیر کھاتے جایئے گا۔"
ناگ نے سندری کی طرف دیکھا اور خوش ہو کر کہا۔
"خدا تم پر اپنا کرم کرے۔"
اور پھر وہ سندری کے گھر میں آ کر بیٹھ گیا۔
اس کے خاوند نے سفید خوشبودار کھیر والی تھالی ناگ کے آگے رکھی اور کہا۔
"مہاراج! کھیر کھایئے اور ہمارے حق میں دعا کیجیے۔"
ناگ نے کھیر کھانی شروع کر دی۔ اچانک اس کی نظر ایک رومال پر پڑی۔ اس رومال پہ ایک خاص قسم کا نشان تھا جسے صرف ناگ ہی پہچان سکتا تھا۔
ناگ نے پوچھا۔
"بی بی! یہ رومال تم نے کہاں سے لیا ہے؟"
سندری نے کہا۔
"بابا! ایک بار سمندر میں ہمارا جہاز ڈوب گیا۔ مجھے ایک نوجوان نے بچایا۔ وہ مجھے لے کر میرے ماں باپ کے گھر چھوڑ گیا۔ یہ اس کا رومال ہے جو وہ جاتے ہوئے بھول گیا تھا۔"
ناگ نے پوچھا۔
"اس نوجوان کا نام کیا تھا؟"

سندری بولی:
"نام مجھے معلوم نہیں۔ اس نے کبھی اپنا نام نہیں بتایا تھا۔"
ناگ نے پوچھا۔
"کیا تم نے اس نوجوان میں کوئی خاص بات دیکھی تھی کبھی؟"
سندری بولی۔
"کوئی ایک خاص بات ہو تو بتاؤں۔ سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ وہ مر نہیں سکتا تھا۔"
یہ سن کر ناگ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔
"کہاں ہے وہ؟ اس کی تلاش میں تو میں نکلا ہوں۔ وہ میرا بھائی ہے۔ اس کا نام عنبر ہے۔ وہ کس طرف گیا تھا؟"
سندری نے کہا۔
"وہ ایک روز یہ کہہ کر چلا گیا تھا کہ وہ مدراس کی طرف جا رہا ہے۔ بس اس کے بعد اس کی کوئی خبر نہیں ملی۔"
"شکریہ بہن!"
اتنا کہہ کر ناگ وہاں سے نکل گیا۔

وہ سیدھا ریلوے سٹیشن پہنچا۔ معلوم ہوا کہ ریل رات کو جائے گی۔ وہ اتنی دیر انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ہوائی اڈے پر پہنچ گیا۔ اس کے پاس ٹکٹ کے پیسے نہیں تھے۔ اس کا خیال تھا کہ وہ سادھو جوگی ہے۔ اس سے ہوائی جہاز والے کرایہ نہیں لیں گے۔ مگر وہاں جا کر معلوم ہوا کہ کرائے کے بغیر وہ سفر نہیں کر سکتا۔ اس نے بہتیرا کہا کہ بھائی میں جوگی ہوں۔ مجھے لے چلو۔ کرائے کے پیسے ہمارے پاس کہاں۔ ٹکٹ والا ہنسا۔

"ارے جوگی صاحب! ٹکٹ کے پیسے نہیں ہیں تو پھر اڑنے والے قالین پر کیوں نہیں سفر کر لیتے؟"

اس پر وہاں کھڑے سارے لوگ ہنس پڑے۔ ناگ کو غصہ آ گیا۔ اس کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب میں اڑن قالین پر ہی سفر کروں گا۔ تم دیکھو گے کہ تمہارے جہاز کے ساتھ ساتھ ایک قالین اڑتا چلا جا رہا ہوگا۔"

اتنا کہہ کر ناگ نے زور سے سانس کھینچی اور چڑیا بن کر پھُر سے اُڑ گیا۔

وہاں جتنے لوگ کھڑے تھے، ہکے بکے رہ گئے۔ ایک آدمی تو غش کھا کر گر پڑا۔ ٹکٹ بابو کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ کسی کو اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں آ رہا تھا۔ بہر حال جہاز مدراس کی طرف اڑ گیا۔ اب ہر کوئی شیشے میں سے جھانک جھانک کر باہر دیکھ رہا تھا کہ جوگی کا اڑن قالین کہاں ہے؟ اتنے میں لوگوں نے دیکھا کہ آسمان پر بادلوں میں سے سرخ رنگ کا ایک چھوٹا سا قالین نکلا جو ہوا میں اڑتا چلا آ رہا تھا اور جس پر وہی جوگی یعنی ناگ بڑے سکون کے ساتھ بیٹھا تھا۔

لوگوں کی تو چیخیں نکل گئیں۔ جہاز کے پائیلٹ بھی یہ تماشہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ انہوں نے الف لیلے میں اڑنے والے قالین کی کہانی پڑھ رکھی تھی۔ مگر آج تک کسی کو قالین پر اڑتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اب جو انہوں نے ایک جوگی کو دیکھا کہ بڑے مزے سے قالین پر اُڑتا ہوا جہاز کے ساتھ ساتھ جا رہا ہے تو حیرت سے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ پائیلٹ نے فوراً نیچے سگنل دیا۔

"ہیلو! ایک قالین ہمارے ساتھ اُڑا چلا جا رہا

ہے"۔

نیچے سے آواز آئی۔

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟ یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

پائیلٹ نے کہا۔

"جو میں دیکھ رہا ہوں، وہ سارے مسافر بھی دیکھ رہے ہیں"۔

نیچے سے آواز آئی۔

"اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو وہ ضرور کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہے جو اڑن طشتری پر پرواز کر رہی ہے۔ اس سے بچنے کی کوشش کرو"۔

پائیلٹ جہاز کو دوسری طرف لے گیا۔ وہ ناگ کے قالین سے کافی فاصلے پر آ گیا۔ ناگ بڑے مزے سے قالین پر بیٹھا تھا اور ہاتھ ہلا ہلا کر مسافروں کو خوش آمدید کہہ رہا تھا۔ آخر اس نے جو کہا تھا وہ کر دکھایا۔ مدراس کا شہر آ گیا۔ ہوائی جہاز ہوائی اڈے پر اتر گیا۔ ناگ نے بھی قالین اُتار لیا۔ مسافر اُسے تلاش ہی کرتے رہے مگر وہ کسی کے ہاتھ نہ آیا۔ قالین اس نے دریا میں پھینک دیا اور خود مدراس شہر میں چکر

لگانے لگا۔

اب اُدھر ایسا ہوا کہ عنبر نے جس پر اسرار آدمی کو کھڑکی سے باہر پھینکا تھا۔ اس کے ساتھی آ کر اُسے اُٹھا کر ہسپتال لے گئے۔ ان میں سے ایک نے عنبر سے بدلہ لینے کی قسم کھائی اور عنبر کو رات کو آ کر کلوروفارم سنگھا کر رسیوں سے باندھ کر اپنے ساتھ لے گیا اور ایک کوٹھری میں لے جا کر بند کر دیا۔ یہ کوٹھری ایک زمین دوز تہہ خانے میں تھی۔ عنبر بے ہوش پڑا رہا۔ ان لوگوں نے بے ہوشی کی دوا زیادہ سنگھا دی تھی۔ اس حساب سے عنبر کو شاید دو روز تک ابھی ہوش نہیں آ سکتی تھی۔

ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ عنبر سے اپنے ساتھی کا بدلہ اس طریقے سے لیا جائے کہ اُس کی مشکیں کس کر سمندر میں پھینک دیا جائے۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اس شخص پر گولی وغیرہ کوئی اثر نہیں کرتی۔ وہ عنبر کو کوئی بڑا جادوگر سمجھتے تھے۔ جس رات اُنہوں نے عنبر کو سمندر میں پھینکنا تھا، اُس رات ناگ بھی عنبر کو تلاش کرتے کرتے سمندر کے کنارے پہنچ کر ایک جگہ بیٹھ کر آرام کرنے لگا۔ پھر اُسے نیند آ گئی۔

ناگ سو گیا۔

رات کو اس کی آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہے کہ دو چار آدمی ایک آدمی کو کندھے پر اُٹھائے لیے چلے آ رہے ہیں۔ وہ سمندر کے کنارے اونچے گھاٹ پر آ کر رُک گئے۔ ناگ کو عنبر کی خوشبو آنے لگی۔ بجلی ایسی تیزی کے ساتھ وہاں گیا تو دیکھا کہ سچ مچ عنبر ہی تھا۔ وہ لوگ اُسے سمندر میں پھینکنے والے تھے۔ عنبر بے ہوش تھا۔ ان لوگوں نے ناگ کو دیکھا تو پستول سے فائر کر دیا۔ ناگ دوسری طرف ہو گیا۔ نہیں تو گولی اس کے سینے سے پار ہو جاتی۔

ناگ نے ایک پل کے اندر اندر سانپ کا روپ بدل لیا اور چار میں سے دو کو ڈس کر ہلاک کر دیا۔ ایک آدمی نے سانپ پر گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ سانپ پتھروں کے پیچھے چھپ گیا۔ اب ناگ نے ایک ہاتھی کا روپ بدل لیا۔ دو آدمی سانپ کو ڈھونڈ رہے تھے کہ انہیں بالکل قریب ہی سے ہاتھی کی بھیانک چنگھاڑ سنائی دی۔ اُن کے رنگ فق ہو گئے۔ بھاگنے والے ہی تھے کہ لمبے لمبے سفید نوکیلے دانتوں والا ایک بہت بڑا پہاڑ ایسا ہاتھی نکل کر سامنے آ گیا۔

ہاتھی نے ایک کو پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا۔ دوسرا بھاگنے لگا تو اسے بھی سونڈ سے پکڑا اور دو تین بار گھما کر سمندر کی طرف اچھال دیا۔ اس کے بعد ناگ پھر سے انسان کی شکل میں آ گیا۔ اب اس نے عنبر کو ہوش میں لانے کی کوشش شروع کر دی۔ جلدی سے ناگ جنگل میں جا کر ایک خاص قسم کی جڑی بوٹی توڑ کر لایا۔ اُسے ہاتھوں میں مَسل کر عنبر کے ناک کے قریب کیا۔ اس کی تیز خوشبو سے عنبر نے آنکھیں کھول دیں۔ اپنے سامنے ناگ کو دیکھا تو اس نے خوشی سے اسے گلے لگا لیا۔

"تم کب آئے ناگ بھائی؟ خدا کا شکر ہے کہ تم سے پھر ملاقات ہو گئی۔"

ناگ نے کہا۔

"میں تو تمہاری شکل دیکھنے کو ترس گیا تھا۔ بس تم مل گئے ہو۔ اب ماریا بھی مل جائے گی۔"

دونوں بھائی، دونوں دوست وہاں سے اُٹھ کر شہر میں آ گئے۔ اُن کے پاس کوئی پیسہ نہیں تھا۔ وہ ایک سرائے میں آ کر اُتر گئے۔ سرائے کے مالک سے کہا۔

"ہمارے ایک بھائی صاحب آ رہے ہیں۔ ہمارے پیسے اُن کے پاس ہیں۔ اُن کے آتے ہی ہم آپ کا سارا حساب چکا دیں گے۔"

سرائے کا مالک شریف انسان تھا۔ اس نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ تم جب تک چاہو میری سرائے میں رہ سکتے ہو۔"

عنبر اور ناگ سرائے کے مالک کے اخلاق سے بڑے خوش ہوئے۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ اس شخص کی ضرور مدد کریں گے۔ عنبر نے ناگ سے کہا۔

"ناگ بھائی! اس وقت ہمیں اچھے کپڑوں اور روپوں کی ضرورت ہے۔ آخر تم کب تک جوگی بنے رہو گے۔ اور پھر ہمیں ماریا کی تلاش کے لیے سفر بھی تو کرنا ہوگا۔ کیا خیال ہے؟"

"بڑا اچھا خیال ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس شہر میں کسی جگہ زمین کے نیچے کوئی خزانہ بھی دبا ہوا ہے کہ نہیں؟ دیکھنا تو یہ ہے۔"

عنبر بولا۔

"میرے خیال میں اس ملک میں جگہ جگہ پُرانے بادشاہوں نے خزانے دفن کر رکھے ہیں۔ کم بخت اتنی

دولت اوپر نہیں ہے جتنی زمین کے اندر ہے۔"

"تو پھر آج ہی تلاش شروع کر دیتے ہیں۔"

ناگ نے عنبر کو ساتھ لیا اور مدراس شہر سے باہر کھنڈروں کی طرف نکل گئے۔ یہاں انہیں ایک پُرانا مندر نظر آیا۔ ناگ نے کہا۔

"میرے اندازے کے مطابق عام طور پر اس قسم کی جگہوں پر ہی بادشاہوں کے خزانے دفن ہوتے ہیں۔ میں یہاں کوشش کر کے دیکھتا ہوں۔"

اس مندر میں ایک مورتی پڑی تھی۔ قریب ہی پتھر کا ایک سانپ بنا تھا۔ ناگ نے کہا۔

"ان علاقوں میں سانپوں کی پوجا بہت ہوتی ہے۔ میں یہاں کسی سانپ کو بلانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

ناگ نے کوشش کی مگر وہاں ارد گرد کوئی سانپ نہیں تھا۔

"یہاں معلوم ہوتا ہے کوئی سانپ نہیں ہے۔ کسی دوسری جگہ چل کر قسمت آزمائی کرتے ہیں۔"

وہ دونوں چلتے پھرتے جھیلوں والے باغ کی جانب آ گئے۔ یہاں غریب لوگوں اور پُرانے لوگوں کے جھونپڑے تھے۔ ناگ کو ایک آدمی ملا جس نے پوچھا۔

"آپ لوگوں کو کس سے ملنا ہے ؟"

ناگ اُسے کیا بتاتا۔ یونہی بہانہ بنا کر بولا۔

"سنا تھا۔ یہاں سانپ بڑے ہیں، سوچا کسی ایسے پجاری سے ملیں جو سانپ دکھا دے۔ ہم بھی ان کی پوجا کریں گے"

اس آدمی نے کہا:

"وہ سامنے جو مکان ہے، وہاں ایک پجاری رہتا ہے۔ اس کے پاس بڑے سانپ ہیں۔ جب وہ گھر پر نہیں ہوتا تو سانپ اس کے گھر پر پہرہ دیتے ہیں۔ اس سے جا کر مل لو"

عنبر اور ناگ پجاری کے جھونپڑے کے باہر آ گئے۔ معلوم ہوا وہ گھر پر نہیں ہے۔ سچ مچ وہ گھر پر نہیں تھا اور کتنے ہی سانپ پھن اُٹھائے اُس کے گھر کے باہر پہرہ دے رہے تھے۔ ناگ جھونپڑی کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا وہاں کچھ لوگ آ گئے۔ انہوں نے ناگ کو منع کیا کہ پجاری گھر پر نہیں ہے۔ اس لیے وہ اندر جانے کی کوشش نہ کرے۔ کیونکہ یہ سانپ گھر کے رکھوالے ہیں۔ وہ ڈس دیں گے۔ ناگ مسکرایا اور آگے بڑھ گیا۔ لوگ ڈر کر پیچھے ہٹ گئے۔ ناگ جونہی مکان کے چبوترے پر

آیا۔ وہاں جتنے سانپ تھے ان پر گویا برف پڑ گئی۔ وہ ایک ایک کر کے زمین کے ساتھ ہی لیٹ گئے اور زور زور سے سانس لینے لگے۔

یہ منظر دیکھ کر سارے لوگ دانتوں میں انگلیاں داب کر رہ گئے۔

"ہائیں! یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ یہ سانپ تو بڑے زہریلے ہیں"

"ان سانپوں نے تو آج تک کسی اجنبی کو نہیں چھوڑا"

"یہ سانپوں کا منتر جانتا ہے"

ناگ خاموشی سے اپنا کام کر رہا تھا۔ اُس نے ایک سانپ سے پوچھنا شروع کر دیا تھا کہ وہاں کسی بادشاہ کا پُرانا خزانہ کہاں دفن ہے۔ سانپ نے ادب سے عرض کی۔

"اے عظیم دیوتا!! یہاں سے دس میل شمال مغرب کی جانب سمندر کے کنارے ایک قلعہ ہے۔ اس قلعے میں ایک پُرانا خزانہ دفن ہے۔ اس خزانے پر ایک لال سانپ پہرہ دیتا ہے۔ آپ اس سانپ سے جا کر خزانے کے بارے میں پتہ معلوم کر سکتے ہیں"

اتنے میں سانپوں کا مالک وہاں آ گیا۔ اس نے جو ناگ

کو سانپوں سے باتیں کرتے اور سانپوں کو ناگ کے آگے سجدے کرتے دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ وہ ناگ سے جلنے لگا کہ یہ کوئی نیا نیا سانپوں کے منتر سیکھ کر آیا ہے۔ اور لوگوں کو بے وقوف بنا رہا ہے۔ اس نے ناگ سے کہا۔

"تم نے میرے سانپوں کو ضرور کوئی دوا سنگھا دی ہے۔ اگر تم کو اپنے منتر اور جادو پر اتنا مان ہے تو ذرا ٹھہرو میں اندر سے ایک اور سانپ لاتا ہوں۔ اس کو قابو میں کر کے رکھا تو جانوں گا۔"

ناگ نے کہا۔

"بابا! میں کوئی جادوگر نہیں ہوں۔ نہ کوئی منتر ونتر جانتا ہوں۔ بس یونہی پیار محبت سے تمہارے سانپوں سے باتیں کر رہا ہوں۔ مجھے معاف ہی کر دو تو اچھا ہے۔"

مالک بولا۔

"اب تو آئیں بائیں شائیں کر کے یہاں سے نہیں جا سکتا۔ یا تو میرے سب سے زہریلے سانپ کو قابو میں کر کے دکھا، نہیں تو میں تمہیں زندہ نہیں جانے دوں گا۔ میں تمہیں سانپ سے ڈسوا دوں گا۔" ناگ کو

بڑا غصہ آگیا۔ بولا:

"اچھا چلو لاؤ اپنا زہریلا سانپ۔ اگر مجھ پر اس کا زہر اثر کر جائے تو میں ہار مان لوں گا۔"

ناگ بولا۔

"ٹھیک ہے۔ اگر تمہارے سانپ کا اثر میرے بھائی پر ہوگیا تو میں بھی ہار مان لوں گا۔ لیکن ہماری بھی ایک شرط ہے۔ یہ سارے لوگ سُن رہے ہیں۔ اگر سانپ نے ہم دونوں کو کچھ نہ کہا تو پھر اسی سانپ سے تجھے اپنے آپ کو ڈسوانا ہوگا۔ کیا تمہیں منظور ہے؟"

مالک کچھ سوچ میں پڑگیا۔ لوگوں نے شور مچا دیا۔

"منتری جی! یہ شرط آپ کو ماننی پڑے گی۔ نہیں تو ابھی ہار مان لیں۔"

مالک نے یونہی شان میں آ کر حامی بھر لی۔ بولا:

"چلو مجھے منظور ہے۔"

وہ اندر گیا اور جا کر ایک چھوٹی سی پٹاری لے آیا۔ سارے لوگ ارد گرد ذرا پرے پرے ہو کر کھڑے ہو گئے۔ عنبر ناگ اور منتری درمیان میں آ گئے۔ بیچ میں انھوں نے پٹاری رکھ دی۔ منتری نے کوئی منتر منہ ہی منہ میں پڑھا۔ اُسے بھی اپنے جادو منتر پر بڑا مان

تھا۔ پھر اس نے پٹاری کا ڈھکن اُٹھا دیا۔ شوں آواز آئی اور اندر سے سُرخ رنگ کا ایک خوفناک سانپ باہر نکل کر پھن پھیلا کر کھڑا ہوگیا۔

لوگ ایک ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔

عنبر نے آگے بڑھ کر سانپ کے آگے ہاتھ کر دی سانپ خاموش کھڑا جھومتا رہا۔ اس کی حرکتوں سے صا ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ڈرا ڈرا سا ہے اور کسی گھبرا رہا ہے۔ سانپ نے ناگ کی موجودگی کو محسوس لیا تھا۔ منتری نے کہا۔

"اب بھی سوچ لو۔ اس سانپ کا کاٹا پانی نہیں مانگ

عنبر نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ میں تم سے پانی نہیں مانگوں گا

ناگ بولا:

"یہ سانپ خود جا کر پانی لائے گا۔ یہ میرا نوکر غلام ہے۔"

سانپ نے عنبر کے ہاتھ پر نہ ڈسا اور پیچھے ہ گیا۔ سانپ بار بار ناگ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اب نا آگے بڑھا۔ اُس نے بلند آواز سے کہا۔

"کیا تجھے ابھی تک پتہ نہیں چلا کہ میں تمہارا ع

دیوتا تمہارے سامنے کھڑا ہوں؟"

اتنا کہنا تھا کہ سانپ کی جیسے ماں مر گئی۔ پھن سمٹ گیا اور وہ سر زمین پر رکھ کر ناگ کے قدموں پر آ کر گر گیا۔ سارے لوگوں نے خوشی سے تالیاں بجانی شروع کر دیں۔ منتری پریشان ہوگیا۔ عنبر نے کہا۔

"لو اب تم اس سے ڈسواؤ"

عنبر نے سانپ کو پکڑ کر منتری کی طرف کر دیا۔ منتری چیخ مار کر پیچھے ہٹ گیا اور ہاتھ باندھ کر بولا۔

"معاف کر دو۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں نے تم لوگوں کو غلط سمجھا تھا"

ناگ نے کہا۔

"یاد رکھو! کبھی بڑا بول نہیں بولنا چاہیے اور کبھی کسی کی کامیابی دیکھ کر حسد نہیں کرنا چاہیے۔ اچھا میں نے تمہیں معاف کیا۔ اب ہم جاتے ہیں"

منتری نے بہت کہا کہ کچھ کھا کر جائیں مگر عنبر اور ناگ وہاں سے چلے گئے۔ وہاں سے دونوں بھائی سیدھے شہر کے شمال مغرب میں دس میل کا سفر کر کے سمندر کے کنارے پہنچے۔ وہاں پُرانے زمانے کا ایک قلعہ تھا۔ قلعے کی دیواریں آدھی گر چکی تھیں۔ جگہ جگہ

مٹی اور اینٹوں کے ڈھیر لگے تھے۔

عنبر نے کہا۔

"میرے خیال میں اسی جگہ ہمیں سانپ کو بلانا چاہیے"

ناگ نے آنکھیں بند کر کے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھا اور پھر آنکھیں کھول کر خزانے کے سانپ کو آواز دی۔ خزانے کا سانپ وہاں سے قریب ہی زمین کے اندر ایک زمین دوز تہہ خانے میں خزانے کے صندوق پر کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ اس نے جو ناگ دیوتا کا حکم سنا تو جلدی سے صندوق پر سے اُترا اور مختلف راستوں سے ہوتا ہوا ناگ کے پاس آ کر جھک گیا۔ ناگ نے اس سے خزانے کا ایک قیمتی پتھر مانگا۔ سانپ نے ادب سے کہا۔

"عظیم دیوتا! اس خزانے میں سونا ہی سونا ہے۔ قیمتی پتھر ایک بھی نہیں ہے۔ حکم ہو تو باری باری سونے کی ساری اینٹیں لے آؤں؟"

ناگ نے کہا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ بس تم ایسا کرو کہ سونے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا لے آؤ۔ ہمارے پیسے ختم ہو گئے ہیں اور ہمیں اس دُنیا کے لیے پیسوں کی ضرورت ہے"!

"جو حکم حضور!" سانپ نے کہا اور چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد سانپ سونے کی ایک ڈلی لے کر آ گیا۔ اس نے سونے کی ڈلی ناگ کے حوالے کی اور واپس چلا گیا۔ عنبر اور ناگ سونا لے کر واپس شہر میں آ گئے۔ یہاں اُنھوں نے سونے کی ڈلی بیچ ڈالی۔ انہیں ڈھیر سارے روپے مل گئے۔ انھوں نے کپڑے اور دوسری ضروریات کی چیزیں خریدیں۔ کچھ روپے سرائے کے مالک کو دیے اور دوبارا ملیا کی تلاش شروع کر دی۔

اُدھر ماریا جنگل جنگل ہوتی جب بنگال کی سرحد پر پہنچی تو شام ہو رہی تھی۔ اُسے بھوک لگ رہی تھی۔ اس جنگل میں ایک بھی پھل دار درخت نہیں تھا۔ گھوڑے سے اتر کر وہ درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے ٹیلے پر کھڑے ہو کر دیکھا۔ ذرا دور وادی میں کچھ مکان بنے تھے۔ یہ جھونپڑیوں کی طرز کے تھے۔ کہیں کہیں دھواں اُٹھ رہا تھا۔ ماریا گھوڑے پر چڑھ کر ٹیلے سے اُتری اور ان مکانوں کے پاس آ گئی۔ اس نے گھوڑے کو ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا اور خود ایک جھونپڑی کے دروازے پر آ کر اندر جھانکا۔

اندر ایک عورت بچوں کے لیے چاول ابال رہی تھی۔

مچھلی کا اچار مٹی کی تھالی میں نکال کر پہلے ہی رکھا
ماریا نے دیکھا کہ ابھی چاول پکنے میں کچھ وقت لگے
پس وہ آگے ایک خوبصورت مکان کے پاس آگئی۔
ہوتا تھا کہ یہاں کوئی امیر آدمی رہتا ہے۔ مکان دریا
کنارے تھا۔ دریا میں ایک شاندار کشتی بھی کھڑی
جس پر چھت پڑی تھی۔ ماریا مکان کے اندر آگئی۔
ایک ادھیڑ عمر کا موٹا تازہ آدمی تخت پر بیٹھا حقہ پی
تھا۔ تین چار نوکر نیچے ادب سے بیٹھے تھے۔

"حضور! اس بار غلطی نہیں ہوگی" ایک نوکر
کہا۔

دوسرا بولا۔

"ہم بچے کو آج ہی اٹھا کر لے آئیں گے۔
چاہے جو بھی سلوک آپ اس کے ساتھ کریں۔"

مالک بولا۔

"کتو! میں اس بچے کو دریا میں ڈبو دوں گا۔ وہ میرے
دشمن کا بچہ ہے۔ بڑا ہو کر وہ میری ساری جائیداد
مالک بن جائے گا۔ اس سے پہلے میں اس کے باپ
ہلاک کر چکا ہوں۔ میں اسے بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔
اگر تم بچے کو اغوا کر کے ابھی نہ لائے تو میں تم سب

کو نوکری سے نکال دوں گا اور پھر تم بھوکوں مر
جاؤ گے۔"

"حضور ایسا نہ کریں۔" سارے نوکر گڑگڑائے۔

مالک گرجا۔

"تو پھر ابھی جاؤ اور اس دشمن کے بچے کو اٹھا کر
لے آؤ۔ خبردار! کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو کہ تم اغوا
کر رہے ہو۔"

"ہرگز خبر نہیں ہوگی مالک!" نوکر ہاتھ باندھ کر نکل
گئے۔

ماریا نے سوچا کہ اب اس بے گناہ بچے کی جان بچانا اس
کا فرض بن گیا ہے۔ یہ ذلیل اور ظالم شخص بچے کی جان
لینا چاہتا ہے۔ اس کو بھی اس کے کئے کی سزا ملنی چاہیے
یہ اس بچے کے باپ کو بھی مار چکا ہے۔ مگر سب سے
پہلے کچھ کھانا چاہیے۔ ماریا کو بھوک بڑی لگی تھی۔ وہ
مکان میں چل پھر کر باورچی خانے میں آگئی۔ یہاں ایک بنگالی
نوکر پوڑیاں نکال رہا تھا۔ ماریا نے قریب جا کر تھالی میں
سے چھ سات پوڑیاں اٹھائیں اور حلوے کے ساتھ کھانی
شروع کر دیں۔ نوکر نے دیکھا کہ ابھی تھال میں دس بارہ
پوڑیاں رکھی تھیں، ان میں سے چھ کہاں چلی گئیں؟

ریل میں ڈاکا

چھ پوڑیاں چٹ کرنے کے بعد باقی بھی اُٹھا لیں۔

اب جو باورچی نے باقی پوڑیاں بھی تھال میں سے غائب ہوتے دیکھیں تو چیخ مار کر بھوت بھوت بھوت کا شور مچاتا وہاں سے بھاگ گیا۔ سیدھا مالک کے پاس پہنچا۔ اس نے ڈانٹ کر کہا۔

"اے الّو کی دُم! کیوں ناحق چلّا رہا ہے؟"

نوکر یعنی باورچی بولا۔

"حضور مائی باپ! رسوئی میں بھوت گھس آیا ہے۔ پہلے اس نے آدھی پوڑیاں اُٹھائیں پھر باقی آدھی بھی غائب کر دیں۔ چل کر دیکھ لیجیے سارا تھال خالی پڑا ہے۔"

مالک نے زور سے ایک تھپّڑ باورچی کے منہ پر مارا۔

"حرام زادے نمک حرام! پاگل ہو گیا ہے کیا؟ یہاں بھوت کہاں آ گیا۔ ساری پوڑیاں خود کھا گئے ہو اور الزام بھوت پر لگا رہے ہو۔ بھاگ یہاں سے۔ میں ساری پوڑیوں کے پیسے تمھاری تنخواہ میں سے کاٹوں گا۔"

باورچی کانپتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ ماریا نے پہلے باورچی خانے میں بڑے مزے لے لے کر پوڑیاں کھائیں، پانی پیا۔ پھر مُنہ ہاتھ دھویا۔ ساتھ والے کمرے میں جا کر کپڑے تبدیل کیے۔ بالوں میں کنگھی کی۔ وہ کنگھی میز پر رکھ رہی تھی کہ اس کا ہاتھ لگ جانے سے گلدان نیچے گرتا دیکھا تو ڈر کر بھاگی۔ اُس نے باورچی سے پہلے ہی سُن رکھا تھا کہ گھر میں بھوت آ گیا ہے۔

نوکرانی نے بھی جا کر مالک سے کہا۔

"بھوت نے کمرے میں گلدان توڑ دیا ہے سرکار۔"

"کیا بکتی ہے۔ چل دفع دُور ہو جا یہاں سے۔"

نوکرانی بھی بھاگ گئی۔ مگر وہ ڈر رہی تھی بہت۔

ماریا تازہ دم ہو کر اس کمرے میں آ گئی جہاں مکان کا ظالم مالک بیٹھا اب اس الماری میں سے پستول نکال کر اس میں گولیاں بھر رہا تھا۔ گولیاں بھر کر اس نے پستول تکیے کے نیچے رکھا اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔ پھر اس نے کھڑکی میں سے باہر دریا میں دیکھا۔ اس کے نوکر کشتی لے کر بچے کو اغوا کرنے جا چکے تھے۔

دریا میں رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔

ماریا بھی کونے میں ایک کرسی پر بیٹھ کر آرام کرنے لگی۔

اتنے میں دریا میں دُور لالٹین کی روشنی نظر آئی۔ یہ لالٹین کشتی میں روشن تھی۔ مالک بڑی بے تابی سے دریا کے کنارے گیا۔ کشتی آ کر کنارے لگی۔ ماریا نے دیکھا کہ وہ بچے کو اغوا کر کے لے آئے تھے۔ ماریا بھی بھاگ کر وہاں پہنچ گئی۔ سال دو سال کی عمر کا بڑا پیارا سا بچہ تھا جسے کوئی دوا سنگھا کر بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ مالک نے بچے کو دیکھ کر چیخ کر کہا۔

"اس بچے کو، اس سانپ کو دریا کے بیچ میں لے جا کر غرق کردو۔ جلدی کرو۔"

ماریا جلدی سے کشتی میں سوار ہو گئی۔ چاروں نوکروں نے کشتی کا رُخ دریا کے وسط کی طرف کر دیا۔ کشتی تیزی سے بہی چلی جا رہی تھی۔ جب کشتی بیچ دریا میں پہنچی تو ایک نوکر نے کہا۔

"اس کو اب پھینک دو۔"

"جلدی کرو۔ ہم بھی اس مصیبت سے نجات حاصل کریں۔"

ان میں ایک نوکر بڑا نرم دل تھا۔ اس کا نام سانیال تھا۔ اس نے کہا۔

"بھائیو! خدا سے ڈرو۔ اس بچے پر ظلم نہ کرو۔

آؤ ہم اس کی جان بچاتے ہیں۔ اور اس کو اس کی ماں کے پاس پہنچاتے ہیں۔"

تینوں نوکروں نے سانیال کو مارنا شروع کر دیا۔

"نمک حرام! ہمیں مروانے کی سوچ رہا ہے؟ خبردار جو پھر ایسی بات کی۔ میں تو جا کر تمہاری شکایت مالک سے کروں گا اور تمہیں نوکری سے نکلوا دوں گا۔ تم نمک حرام ہو۔"

سانیال خاموش ہو گیا۔ بلکہ الٹا انہیں ہاتھ جوڑنے لگا کہ بھائیو مجھے معاف کردو۔ غلطی سے یہ خیال دماغ میں آگیا تھا۔ آئندہ ایسا کبھی نہیں سوچوں گا۔ ماریا کو سانیال کی بات بڑی اچھی لگی۔ اُسے سانیال پر ترس بھی آیا کہ نوکروں نے اُسے مارا تھا۔ ایک ہٹے کٹے نوکر نے کیا کیا کہ سانیال کے سر پر زور سے چپت مار دی۔ سانیال بوڑھا ہو رہا تھا۔ نیچے گر پڑا۔ ماریا کو بڑا غصہ آیا۔ اُس نے فرش پر سے ڈنڈا اُٹھایا اور اس ہٹے کٹے نوکر کے سر پر دے مارا۔ وہ چکرا کر گر پڑا۔

دوسرے نوکروں نے سانیال کو پکڑ لیا۔

"تم نے ڈنڈا مارا ہے۔"

"بھائیوں! خدا کی قسم! میں نے ڈنڈا نہیں مارا۔"

"تو پھر کس نے مارا ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"تمہارے سوائے یہاں اور کون ہے جو ڈنڈا مارے
اب ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ہم اس بچے
ساتھ تمہیں بھی دریا میں پھینک دیں گے۔"

وہ ابھی یہ باتیں ہی کر رہا تھا کہ فرش پر سے ڈ
اپنے آپ اوپر اٹھا اور بڑے زور سے اس کے
آن لگا۔ وہ بھی چکرا کر گر پڑا۔ دوسرے نوکر منہ کھو
تکنے لگے۔ سانیال نے کہا۔

"میں نہ کہتا تھا کہ ڈنڈا اپنے آپ اٹھا تھا۔ ا
تم لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔"

"مگر یہ کس نے ڈنڈا مارا؟"

"ضرور کوئی بھوت کشتی میں آ گیا ہے۔"

ماریا نے کہا۔

"ہاں! میں بھوت ہوں اور تمہاری موت بن کر یہا
آئی ہوں۔"

ماریا کی آواز سنتے ہی ان سب پر کپکپی طاری ہو گئی
سارے خوف کے مارے کانپنے لگے۔ ماریا نے کہا۔

"سوائے سانیال کے سارے نوکر اوپر کشتی کی چھت

پر چلے چلو۔"

نوکر ہچکچائے۔ ماریا نے کہا۔

"اگر تم اوپر نہ گئے تو میرے ہاتھ میں ایک خونخوار
قسم کی تلوار ہے۔ میں اس تلوار سے تم سب کی
گردنیں اتار دوں گی۔ چلو اوپر اور میرے سامنے دریا میں
چھلانگیں لگا دو۔"

نوکر ڈرتے ڈرتے اوپر چھت پر چلے گئے۔ ماریا نے
انہیں ایک قطار میں کھڑا کر دیا اور پھر سب کو باری باری
دریا میں دھکا دے دیا۔ ان ظالم لوگوں کے ساتھ وہ ایسا
ہی سلوک کرنا چاہتی تھی۔ اس کے بعد وہ سانیال کے
پاس آ گئی۔ سانیال بھی خوف سے کانپ رہا تھا۔ ماریا
نے کہا۔

"بابا! ڈرو نہیں۔ میں بھوت نہیں ہوں ایک دیوی ہوں
اور بچے کی جان بچانے آ گئی تھی۔"

سانیال نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"دیوی زندہ باد!"

ماریا نے کہا۔

"اب اگر تم خالی کشتی لے کر واپس مالک کے پاس
جاؤ گے تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس لیے میں

تمھارے ساتھ چلوں گی۔ تم ایسا کرنا کہ اس بچے کو اس ماں کے حوالے کر آنا۔"

"جو حکم دیوی جی!"

کشتی واپس موڑی گئی۔ دریا پر بہتی کشتی واپس کنارے کے ساتھ آ کر لگ گئی۔ مالک بے چینی سے کشتی کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے کشتی کے رکتے ہی اندر جا کر سانیال کو دیکھا تو پوچھا۔

"بچہ ڈبو دیا؟"

سانیال نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"نہیں جناب! باقی نوکروں کو ڈبو دیا ہے۔"

"کیا بکتے ہو۔" مالک چیخا۔

سانیال نے کہا۔

"دیوی جی کا یہی حکم تھا۔"

مالک نے جیب سے پستول نکال لیا۔

"مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ بچہ کہاں ہے بتاؤ۔"

"نہیں بتاؤں گا۔"

مالک نے کہا۔

"وہ ضرور کشتی میں ہی ہوگا۔ میں ابھی اسے جا کر گولی مارتا ہوں۔"

مالک پستول لے کر آگے بڑھا ہی تھا کہ ماریا نے اُسے دھکا دے کر فرش پر گرا دیا۔ مالک مُنہ کے بل گرا اور اس کا پستول اچھل کر دُور جا پڑا۔ وہ جلدی سے اُٹھا اور پستول پکڑنے ہی والا تھا کہ ماریا نے لپک کر پستول اپنے ہاتھ میں لے لیا اور گرج کر کہا۔

"جانے تم کتنے بے گناہ لوگوں کو اب تک مار چکے ہو۔ اب تم بھی ذرا مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

مالک تھر تھر کانپنے لگا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ وہی بھوت ہے جو اس کے مکان میں آ گیا تھا۔ اب یہ بھوت اُسے کبھی نہیں چھوڑے گا۔ سانیال نے کہا۔

"دیوی جی! اس پر رحم کریں۔"

ماریا بولی۔

"جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ اس نے کتنے لوگوں کو مروا دیا اور رحم نہیں کھایا۔ اب اس پر بھی رحم کیوں کھایا جائے۔"

ماریا نے کہا۔

"سانیال بچے کو لے کر کشتی سے اُتر جاؤ۔"

سانیال بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر کشتی سے اُتر آیا۔ ماریا بھی کشتی سے اُتر کر کنارے پر کھڑی ہوگئی۔ اس

نے مالک کو کشتی میں ہی رہنے کا حکم دیا ۔ پھر کشتی کو دریا کی لہروں کی طرف دھکیل دیا ۔ لیکن دھکیلنے سے پہلے اس کے پیندے میں سوراخ کر دیا ۔ اس سوراخ میں سے کشتی میں پانی بھرنا شروع ہو گیا ۔ لہریں کشتی کو آگے آگے دریا کے پاٹ کی طرف لے گئیں ۔ پانی تیزی سے اندر بھر رہا تھا اور کشتی ایک طرف کو جھکنے لگی تھی ۔ مالک کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح سے پانی باہر نکل جائے مگر وہ ناکام رہا ۔ پانی بھر گیا اور کشتی ڈوب گئی ۔

کنارے پر کھڑی ماریا نے دیکھا کہ کشتی آہستہ آہستہ دریا کی لہروں میں غائب ہو گئی ہے ۔ اس نے کہا ۔

" ظالم کو اس کے کئے کی سزا مل گئی ۔ سانپال ! اب تم اس بچے کو اس کی ماں کے حوالے کر آؤ "

" جو حکم دیوی جی ! "

سانپال چلا گیا ۔

ماریا اس گھر میں اکیلی تھی ۔ نوکر پہلے ہی بھاگ چکے تھے ۔ صرف ایک باورچی رہ گیا تھا ۔ ماریا انتظار کرنے لگی ۔ سانپال نے آکر بتایا کہ بچے کو اس کی ماں کے حوالے کر دیا گیا ہے ۔ ماریا بڑی خوش ہوئی ۔ اس نے کہا ۔

" بابا ! میں کل یا پرسوں یہاں سے چلی جاؤں گی ۔

میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے ۔ اب میں کچھ دیر آرام کروں گی اور پھر آگے جاؤں گی "

سانپال نے کہا ۔

" دیوی جی ! آپ مالک ہیں ۔ ہم آپ کے غلام ہیں "

ماریا دو روز اس گھر میں رہی اور پھر ایک روز وہاں سے روانہ ہو گئی ۔ گھوڑے پر سوار وہ گاؤں میں سے گذر کر آگے نکل گئی ۔ یہاں اس نے ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ چلنا شروع کر دیا ۔ ریلوے سٹیشن آیا تو وہ گھوڑے سے اتر پڑی ۔ گھوڑے کو اس نے چھوڑ دیا اور خود پلیٹ فارم پر آکر ریل گاڑی کا انتظار کرنے لگی ۔

ریل گاڑی میں رش زیادہ تھا ۔ ماریا کو یہ بھی خطرہ تھا کہ وہ کسی کو نظر نہیں آ رہی ۔ اور کسی کے ساتھ چھو گئی تو بڑی مصیبت کھڑی ہو جائے گی ۔ اس نے دیکھا کہ فرسٹ کلاس کے ڈبے میں صرف ایک عورت سفر کر رہی ہے ۔ یہ عورت انگریز تھی ۔ ماریا بے دھڑک اس ڈبے میں داخل ہو گئی ۔ وہ ایک طرف آرام دہ کرسی پر بیٹھ گئی ۔

انگریز عورت نوجوان تھی اور کوئی رسالہ پڑھ رہی تھی ۔ اس عورت کو خبر ہی نہیں تھی کہ اس کے ڈبے میں ایک ایسی عورت آ گئی ہے جو نظر نہیں آتی ۔ تھوڑی دیر

بعد ریل گاڑی کلکتے کی طرف روانہ ہو گئی۔ جنگ کا زمانہ تھا
رات کو بلیک آؤٹ ہوتا تھا۔ لیکن ڈبے کے شیشوں
کالے پردے چڑھا دیے گئے تھے۔ اس وجہ سے ڈبے
مدھم بتی جل رہی تھی۔ انگریز عورت کچھ دیر پڑھتی لکھتی
پھر اُسے نیند آنے لگی۔ پس وہ اپنی سیٹ پر لیٹ
سونے کی کوشش کرنے لگی۔

ماریا کو بھی نیند آنے لگی تھی۔ وہ بھی دوسری سیٹ
لیٹ کر نیند کا انتظار کرنے لگی۔ ریل گاڑی اس وقت ایک
گھنے جنگل میں سے گذر رہی تھی۔ ابھی ماریا کو لیٹے زیا
دیر نہیں ہوئی تھی کہ کھڑکی کا شیشہ ایک چھناکے کی آو
کے ساتھ ٹوٹ گیا اور دو نقاب پوش ڈاکو اندر آ گئے۔
کے ہاتھوں میں پستول تھے۔ آنکھوں پر نقاب تھے۔ انگر
عورت گھبرا کر اُٹھ بیٹھی۔ اُس نے گاڑی کی زنجیر کھینچنے
کوشش کی مگر ایک ڈاکو نے اس کے تھپڑ مار کر پر
گرا دیا۔

"خبردار اگر ذرا بھی ہلی۔ جتنے روپے پیسے اور زیور
تمہارے پاس ہیں وہ ہمارے حوالے کر دو۔"

دونوں ڈاکو ٹوٹی پھوٹی انگریزی زبان میں باتیں کر رہے
تھے۔ اُن کو کوئی خبر نہیں تھی کہ اُن کے پاس ہی ایک غیر

عورت ماریا بیٹھی ان کی ایک ایک حرکت کو غور سے دیکھ
رہی ہے۔ انگریز عورت بے چاری آخر عورت تھی۔ خوف
سے کانپنے لگی۔ جھٹ اس نے پرس اور اٹیچی کیس میں سے
سارے پیسے نکال کر اُن کے آگے پھینک دیے۔

ایک ڈاکو نے رعب سے کہا۔

"زیور کہاں ہیں تمہارے؟ وہ بھی دو۔"

انگریز عورت نے کہا۔

"ہم لوگ، زیور نہیں پہنا کرتے۔ یہ انگوٹھی ہے لے لو۔"
اور اس نے انگوٹھی اُتار کر پھینک دی۔ دوسرے ڈاکو نے
اٹیچی کیس کو الٹ دیا۔ اندر سے ایک ڈبی گری۔ اُسے
کھولا تو اندر ہیرے کی انگوٹھی تھی۔ انگریز عورت نے منّت
سے کہا۔

"یہ انگوٹھی میری مری ہوئی ماں کی نشانی ہے۔ اسے مت
چھینو مجھ سے۔"

"خاموش۔"

"میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔"

"بکواس بند کرو۔" ایک ڈاکو نے انگریز عورت کو زور
سے دھکا دیا۔ بے چاری کا سر لکڑی کی تپائی سے لگا اور
خون بہنے لگا۔ عورت نے سسکیاں بھرنی شروع کر دیں اور

ماتھے پر رومال رکھ دیا۔

ماریا سے اب زیادہ صبر نہ ہو سکا۔ اس سے زیادہ وہ ان سنگدل ڈاکوؤں کا ظلم نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اٹھ کر بڑے آرام سے اس ڈاکو کے پیچھے آ کر کھڑی ہو گئی جس نے انگریز عورت کو دھکا دیا تھا اور وہ زخمی ہو گئی تھی۔ ڈاکو کو کوئی خبر نہ ہوئی۔ وہ پستول تانے کھڑا تھا۔ گاڑی کھٹا کھٹ کھٹا کھٹ رات کے اندھیرے کو چیرتی بھاگی جا رہی تھی۔ انگریز عورت نے ماتھے پر رومال باندھ لیا تھا۔ پھر بھی اُس میں سے خون رس رہا تھا۔ دوسرا ڈاکو چوری کا مال باندھ کر بھاگنے کی فکر میں تھا۔

اچانک ایک ڈاکو کی گردن پر کسی نے زور سے ہاتھ مارا۔ وہ منہ کے بل گرا اور اس کا پستول پرے جا گرا۔ اس نے جلدی سے پستول پکڑ لیا اور اُٹھ کر اپنے پیچھے دیکھنے لگا کہ اسے دھکا کس نے دیا تھا۔ مگر پیچھے تو کوئی بھی نہیں تھا۔ دوسرا ڈاکو بھی حیران ہوا کہ یہ دھکا دینے والا کون تھا۔

"کیا ہوا تھا؟"

"کسی نے دھکا دیا ہے۔ گردن پر زور سے ہاتھ مارا

ہے۔"

"بکواس کرتے ہو۔ ڈبے میں تو اور کوئی نہیں ہے۔"

"مجھے گردن پر کسی کا ہاتھ لگا ہے۔"

"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ چلو یہ گٹھری اُٹھاؤ اور زنجیر کھینچ دو تاکہ گاڑی کی رفتار ہلکی ہو تو ہم باہر چھلانگیں لگا کر بھاگ جائیں۔"

ڈاکو نے گٹھری اُٹھائی اور وہ زنجیر کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ماریا نے بڑی پُر اسرار اور رعب دار آواز بنا کر کہا۔

"خبردار! زنجیر کو ہاتھ مت لگانا۔"

دونوں ڈاکو اور انگریز عورت نے چونک کر ڈبے میں چاروں طرف دیکھا۔ یہ آواز کہاں سے آئی تھی؟ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ماریا نے کہا۔

"تم مجھے نہ دیکھ سکو گے۔ مگر میں تمہیں دیکھ رہی ہوں۔ اس عورت کا سامان نیچے سیٹ پر رکھ دو۔ اس عورت کے آگے ہاتھ باندھ کر معافی مانگو۔ پستول بھی نیچے رکھ دو۔"

ڈاکو ہکا بکا ہو کر ادھر ادھر تک رہے تھے۔ انگریز عورت بھی سہم گئی تھی۔

ماریا نے کہا۔

"میں دیوی درگا ہوں۔ میں اس عورت کی مدد کرنے

آئی ہوں اور تمہیں تمہارے ظلم کا بدلہ دینے آئی ہوں۔ میں اس جنگل میں سے گذر رہی تھی کہ اس کی سسکیوں کی آواز مجھے اس کی مدد کو کھینچ لائی۔ جلدی کرو۔ پستول نیچے رکھ دو اور اس عورت سے معافی مانگو۔"

ڈاکو اپنی جگہ پر بت بنے کھڑے تھے۔ ایسے لگتا تھا۔ جیسے انہیں آواز پر اعتبار نہیں آ رہا تھا کہ یہ درگا دیوی کی آواز ہے۔ وہ یہ خیال کر رہے تھے کہ شاید اس انگریز عورت نے کہیں ٹیپ ریکارڈ لگا دیا ہے۔ اس پر ماریا کو غصہ آگیا۔ اس نے تپائی پر رکھا ہوا شیشے کا گلاس اٹھا کر زور سے ایک ڈاکو کے سر پر مارا۔ گلاس ٹوٹ گیا اور وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوگیا۔

"معاف کر دو درگا ماتا!"

ماریا نے دوسرے ڈاکو سے گرج کر کہا۔

"تم بھی پستول پھینک دو۔"

اس نے بھی پستول پھینک دیا اور ہاتھ باندھ کر تھر تھر کانپنے لگا۔ ماریا نے آگے بڑھ کر دونوں پستول اٹھا لیے۔ پستول ایک دم سے سیٹ پر سے غائب ہوتے دیکھ کر ڈاکوؤں کی جان ہی نکل گئی۔ سمجھ گئے کہ اب ان کی خیر نہیں ہے۔ یہ ساری گفتگو بنگالی زبان میں ہو رہی تھی۔ انگریز

عورت کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ اس بات پر بڑی خوف زدہ تھی کہ کوئی روح اس کے ڈبے میں اس کی مدد کرنے آئی ہے۔ وہ ڈر بھی رہی تھی اور دل میں روح کا شکریہ بھی ادا کر رہی تھی۔ دونوں پستول ماریا کے ہاتھ میں آ گئے تھے۔ اُس نے کہا۔

"دروازہ کھول کر تم دونوں ڈاکو ڈبے کے دروازے کے بیچ میں باہر کی طرف مُنہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔"

دونوں ڈاکو کانپتی آواز میں بولے۔

"درگا ماتا! رحم کرو۔ ہمیں بخش دو۔"

ماریا بولی۔

"تم ظالم ہو۔ بے زبان عورتوں پر ظلم کرتے ہو۔ انہیں لوٹتے ہو۔ مارتے ہو اور جان سے مار دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ تم پر رحم کھانا نا انصافی ہے۔ چلو جلدی کرو۔ نہیں تو میں ابھی گولی چلا کر تم دونوں کو ختم کردوں گی۔ تمہارے دونوں پستول اس وقت میرے ہاتھ میں ہیں۔ اگر یقین نہیں آتا تو یہ لو۔"

اور اس کے ساتھ ہی ماریا نے کھڑکی سے باہر دو گولیاں فائر کر دیں۔ گولیوں کی آواز پر ڈاکو سہم گئے۔ پچ مچ درگا دیوی کے ہاتھ میں پستول تھے۔

"جلدی کرو۔" ماریا نے چیخ کر کہا۔

دونوں ڈاکو ایک ایک قدم اٹھاتے دروازے کے پاس گئے اور وہاں رُک گئے۔ ماریا نے کہا۔

"کھولو دروازہ نہیں تو میں گولی چلانے لگی ہوں۔"

ڈاکو نے آہستہ سے کنڈی اُتاری اور دروازہ کھول دیا۔ ہوا کا جھونکا اندر گھس آیا۔ ماریا نے کہا۔

"باہر چھلانگ لگا دو آگے پیچھے۔ چلو۔ نمبر ایک۔ جلدی کرو۔"

گاڑی بڑی تیز رفتار سے اڑی جا رہی تھی۔ باہر سخت اندھیرا تھا۔ درخت بجلی کی طرح پیچھے جا رہے تھے۔ کھٹا کھٹ کھٹا کھٹ کا شور مچا تھا۔ خدا جانے اس وقت گاڑی کس دنیا سے گذر رہی تھی کہ ایسے جنگل میں سے گذر رہی تھی جہاں شیر اور ہاتھی رہتے تھے۔ ماریا کی آواز پر ایک ڈاکو نے آنکھیں بند کر کے باہر چھلانگ لگا دی۔ اس کے ساتھ ہی دوسرا ڈاکو بھی باہر کود گیا۔ ان کے باہر کودنے کے ساتھ ہی ماریا نے دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی اور انگریز عورت کے پاس آ گئی۔

انگریز عورت خوف زدہ تھی۔ اس نے زندگی میں آج تک ایسا تماشہ نہ دیکھا تھا۔ اب ماریا نے انگریزی زبان میں اُسے کہا۔

"بہن! خدا نے تمہاری مدد کی ہے۔ مجھ سے ڈرو نہیں۔ میں کوئی درگا دیوی نہیں ہوں۔ بلکہ تمہاری طرح کی ایک عورت ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میں تمہیں دکھائی نہیں دے سکتی۔ کیوں کہ آج سے پانچ ہزار برس پہلے مجھے جادو کے زور سے غائب کر دیا گیا تھا۔"

انگریز عورت نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"پانچ ہزار سال پہلے؟"

"ہاں۔ مگر یہ باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ میں تمہاری دوست ہوں۔ میں کوئی بھوت پریت نہیں ہوں۔ میں تمہارے ساتھ ہی اس ڈبے میں سوار ہوئی تھی۔ لاؤ میں تمہارے ماتھے پر پٹی باندھوں۔"

"شکریہ! میری بہن! میں کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں؟ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر تم میری مدد نہ کرتیں تو یہ ڈاکو میری ماں کی آخری نشانی بھی مجھ سے چھین کر لے گئے ہوتے۔ مگر کیا میں تمہیں چھو سکتی ہوں؟"

"کیوں نہیں۔ لاؤ اپنا ہاتھ۔"

ماریا نے انگریز عورت کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ماتھے سے لگایا۔ انگریز عورت نے ہاتھ سے ماریا کے جسم کو ٹٹولا۔ اس کا ناک، ہونٹ اور سر کے بال محسوس کئے۔ وہ بالکل

عام عورت کی طرح تھی ۔ صرف اس کا ناک لمبا اور ہونٹ خوبصورت تھے ۔ ماریا نے کہا ۔

"آج سے پانچ ہزار برس پہلے جب میں نے ایک بار تالاب میں اپنا عکس دیکھا تھا تو میری آنکھیں نیلی اور بال سنہری تھے ۔ آج بھی میری آنکھیں نیلی اور بال سنہری ہی ہوں گے ۔"

"لیکن بہن ماریا ! تم غائب کیسے ہوگئیں ؟ میرا مطلب ہے کیا اس دنیا میں کوئی ایسا جادو بھی ہے کہ انسان غائب ہو جائے ؟"

ماریا نے کہا ۔

"اس کی زندہ مثال میں تمہارے سامنے موجود ہوں ، لیکن بس ان باتوں پر بحث نہ ہی کرو تو اچھا ہے ۔ تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکو گی ۔ میں اپنے بھائی عنبر اور ناگ کے ساتھ ہزاروں برس سے زندہ ہوں ۔ ہم نے کئی بادشاہوں کی حکومتیں دیکھی ہیں ۔ میرے بھائی عنبر کے پاس ایسی طاقت ہے کہ وہ مر نہیں سکتا ۔ ناگ اصل میں ایک سانپ ہے جو ایک ہزار برس تک سانپ بن کر زندہ رہنے کے بعد اب انسان کے روپ میں آگیا ہے اور جو چاہے شکل بدل سکتا ہے ۔"

انگریز عورت نے پوچھا ۔

"تمہارے بھائی ناگ اور عنبر کہاں ہیں ؟"

ماریا نے کہا ۔

"میں ان کی تلاش میں ہی کلکتے جا رہی ہوں ۔"

"یقین نہیں آتا کہ آج کی سائنسی دنیا میں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی مر نہ سکے ۔ ایک آدمی روپ بدل کر سانپ شیر ہاتھی بن جائے اور ایک عورت غائب ہو جائے ۔"

ماریا بولی ۔

"اس عورت کو جو غائب ہو جاتی ہے تم اپنے پاس محسوس کر رہی ہو ۔ اس کی آواز سن رہی ہو ۔ لیکن اسے دیکھ نہیں سکتیں ۔ اسی طرح میرے دوسرے بھائیوں پر بھی یقین کر لو ۔"

انگریز عورت نے کہا ۔

"مجھے یقین کرنا ہی پڑے گا ۔ کاش میں تمہارے بھائیوں یعنی عنبر اور ناگ سے بھی مل سکتی ۔"

ماریا بولی ۔

"وہ بھی اسی ملک میں ہیں ۔ شاید کبھی تمہاری اُن سے ملاقات ہو جائے ۔ اگر کبھی تم اُن سے ملیں تو انہیں کہنا کہ ان کی بہن ماریا اس شہر میں ان کی تلاش میں ہے ۔"

"بہت اچھا ۔ میں ضرور ان تک تمہارا پیغام پہنچا دوں گی ۔"

گاڑی اب آہستہ ہو گئی تھی ۔ کلکتے کا سٹیشن آ رہا تھا ۔ ٹرین کے دائیں بائیں دُور دُور روشنیاں دکھائی دینے لگی تھیں ۔ پھر گاڑی کلکتہ شہر کے بہت بڑے ریلوے اسٹیشن میں داخل ہو گئی ۔ انگریز عورت نے کہا ۔

" ماریا بہن ! اس وقت تم کہاں جاؤ گی ۔ مجھے بڑی خوشی ہو گی اگر تم میرے ساتھ میرے گھر چلی چلو ۔ تم میرے ساتھ ہی رہنا جب تک کہ تم اس شہر میں ہو ۔ یہ میرے دل کی خواہش ہے ۔ کیا تم منظور کرتی ہو ؟"

ماریا نے کہا ۔

" جیسے تمہاری مرضی ۔ مگر میری ایک شرط ہے ۔"

" وہ کیا ؟"

ماریا نے کہا ۔

" تمہارے سوا کسی کو خبر نہیں ہونی چاہیے کہ میں تمہارے ساتھ اُس گھر میں رہ رہی ہوں ۔"

" مجھے منظور ہے ۔"

" تم کسی کو میرا راز نہیں بتاؤ گی نا ؟"

" ہرگز نہیں بتاؤں گی ۔"

" پھر میں تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں ۔"

" شکریہ بہن ۔ ماریا ! بہت بہت شکریہ !"

انگریز عورت کا نام سوزی تھا ۔ وہ ایک بڑے امیر انگریز کی بیوی تھی جس کی شہر سے باہر جھیل والے باغ کے کنارے ایک عالی شان کوٹھی تھی ۔ سوزی کو لینے اُس کا خاوند ایک لمبی خوبصورت کار لے کر سٹیشن پر آیا ہوا تھا ۔ اس نے آگے بڑھ کر سوزی سے ہاتھ ملایا ، اور خوش ہو کر بولا ۔

" ٹرین ٹھیک وقت پر پہنچی ۔"

پھر اچانک اس کی نظر سوزی کے ماتھے پر بندھی پٹی پر گئی ۔ فکر مند ہو کر پوچھنے لگا ۔

" یہ کیا ہوا سوزی ؟"

سوزی نے مسکرا کر کہا ۔

" گر پڑی تھی اپنے ڈبے میں ۔"

" خدا کے لیے اپنا خیال رکھا کرو ۔ میں ابھی گھر چل کر ڈاکٹر کو بلواتا ہوں ۔"

" اس کی کوئی ضرورت نہیں ، ہیری ! میں ٹھیک ہوں ۔"

ماریا ابھی سوزی یعنی اس انگریز عورت کے ساتھ ساتھ تھی ۔ گاڑی میں سوزی کا خاوند پچھلی سیٹ پر اس کے ساتھ بیٹھنے لگا تو سوزی نے کہا ۔

" ہیری ! تم اگلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ ۔ میں ذرا کھلی ہو کر

بیٹھنا چاہتی ہوں "

"کوئی بات نہیں سوزی! میں آگے بیٹھ جاتا ہوں "

اصل میں پچھلی سیٹ پر سوزی کے ساتھ ماریا نے بیٹھنا تھا۔ گاڑی بنگلے کی طرف روانہ ہو گئی۔ سوزی نے ماریا کے قریب ہو کر کہا۔

"کیا یہ شہر تم نے پہلے دیکھا ہے؟"

سوزی کے خاوند نے پلٹ کر کہا۔

"کیا مجھ سے کچھ کہا تم نے سوزی؟"

"اوہ نہیں نہیں۔ میں۔ ۔ ۔ ۔ "

"لیکن پھر تم کس سے باتیں کر رہی تھیں؟"

"کسی سے نہیں۔ کسی سے بھی نہیں۔ میں کچھ بڑ بڑا رہی تھی۔ شاید مجھے نیند آ رہی ہے "

"تم گھر جاتے ہی سو جانا۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے "

"ٹھیک ہے "

ماریا ہنس رہی تھی۔ اس نے سوزی کے کان میں کہا۔

"ہاں میں اس شہر میں پہلے بھی آ چکی ہوں "

اب ماریا کی سرگوشی ہیری کے کان میں گئی تو اس نے پلٹ کر دیکھا۔

"یہ کون بول رہا تھا؟"

سوزی نے کہا۔

"ارے بھئی کوئی بھی نہیں۔ تم کو خوامخواہ وہم ہو گیا ہے "

سوزی کے خاوند ہیری نے کان کھجاتے ہوئے کہا۔

"ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ میں نے خود کسی عورت کی آواز سُنی ہے "

سوزی ہنس کر بولی۔

"دیکھ لو یہاں میرے سوا کوئی عورت نہیں ہے "

"یہی تو میں بھی دیکھ رہا ہوں "

گاڑی سوزی کے شاندار بنگلے میں داخل ہو گئی۔

کمرے کا بھوت

سوزی نے ماریا کو بنگلے کا اوپر والا کمرہ دے دیا۔ اس کمرے میں کوئی نہیں جاتا تھا۔ یہ سٹور تھا۔ گھر کے اوپر جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔ سوزی ایک پرانی ٹوٹی ہوئی تپائی سٹور میں رکھنے کے بہانے ماریا کو ساتھ لے کر اوپر آ گئی تھی۔ اس نے ماریا سے کہا۔

"یہ کمرہ میں نے اس لیے تمہارے لیے چنا ہے کہ یہاں کبھی کوئی نہیں آتا اور تم بڑے سکون سے رہ لو گی۔ تمہیں کوئی پریشان نہیں کرے گا۔"

ماریا نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں یہاں سکون سے رہ لوں گی۔"

سوزی نے کہا۔

"میں کھانا بھی تمہیں یہیں دے جایا کروں گی۔"

ماریا بولی۔

"اس کی کیا ضرورت ہے۔ میں خود نیچے آ کر کسی جگہ بیٹھ کر کھا لیا کروں گی۔ ویسے میں بہت کم کھانا کھایا

کرتی ہوں۔"

"نہیں ماریا! کھانا میں تمہیں خود یہاں پہنچایا کروں گی۔ تم بالکل بے فکر رہو۔ یہ میرا کام ہوگا۔"

ماریا کا کمرہ چھوٹا سا تھا۔ کھڑکی باغ کی طرف کھلتی تھی جہاں درخت تھے۔ ایک جھیل تھی۔ ماریا نے پلنگ درست کیا۔ کھڑکی کے پاس کرسی رکھ دی تاکہ فرصت کے وقت باغ کی سیر دیکھ سکے۔ سوزی نیچے جا چکی تھی۔ دوپہر کو وہ کھانا لے کر آ گئی۔ ماریا اُسے نظر نہیں آتی تھی۔ اُس نے کمرے میں آتے ہی کہا۔

"ماریا! تم کہاں ہو؟"

ماریا بولی۔

"میں کھڑکی کے پاس کرسی پر بیٹھی ہوں۔ بڑا اچھا نظارہ ہے۔"

سوزی نے کھانا میز پر رکھ دیا۔

"کھانا کھاؤ بہن ماریا!"

"سوزی! یہ تکلیف تم نہ ہی کرو تو اچھا ہے۔"

سوزی کہنے لگی۔

"ماریا بہن! اگر تم نے نیچے آ کر ہمارے ساتھ کھانا شروع کیا تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔ یہ تو تم جانتی ہو۔"

ہو سکتا ہے یہ راز کھل جائے کہ اس گھر میں ایک ایسی لڑکی بھی رہتی ہے جو کسی کو نظر نہیں آتی۔"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔"

سوزی جانے لگی تو بولی۔

"آج میرے خاوند کی بہن اور اس کا خاوند ہمارے ہاں شام کی چائے پر آ رہے ہیں۔ ان کی نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ لڑکے کا نام فلپ ہے۔ انجینئر ہے اور ذرا تیز مزاج کا ہے۔ میرا مطلب ہے شام کو تم اپنے کمرے میں ہی رہنا۔ میں خود تمہیں آ کر چائے دے جاؤں گی۔"

ماریا نے کہا۔

"تم فکر نہ کرو سوزی بہن! میں یہاں سے باہر نہیں جاؤں گی۔ اور اس کی ضرورت بھی کیا ہے۔"

شام کی چائے پر سوزی کے خاوند کا چھوٹا بہنوئی فلپ اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ آ گیا۔ بڑا تیز اور شوخ نوجوان تھا۔ ہر ایک سے مذاق اور شوخیاں کرنے لگا۔ ایک جگہ ٹک کر بیٹھتا ہی نہیں تھا۔ ابھی اس کمرے میں تو ابھی اس کمرے میں۔ سوزی کو یہی فکر تھی کہ کہیں یہ اوپر والے کمرے میں نہ چلا جائے۔ پھر اُس نے سوچا کہ بھلا اس کو اوپر سٹور میں جانے کی کیا ضرورت ہے۔

چائے کے درمیان عورتیں آپس میں باتیں کرنے لگیں۔ سوزی باورچی خانے میں سموسے وغیرہ تیار کر رہی تھی۔ فلپ کے جی میں نہ جانے کیا آئی کہ دوسری منزل میں آ کر بالکونی میں کھڑا ہو گیا اور باغ کے درختوں کو دیکھ کر خوش ہونے لگا۔ پھر اُس نے سٹور روم کو دیکھا کہ اس میں تالہ نہیں لگا تھا۔

"سٹور روم آنٹی نے کیوں کھلا رکھ چھوڑا ہے؟"

فلپ نے دل میں خیال کیا اور دروازے کو ذرا سا دھکا دیا تو پٹ کھل گیا۔ اندر پلنگ بڑے قرینے سے دیوار کے ساتھ لگا تھا۔ ایک آرام کرسی کھڑکی کے آگے پڑی تھی۔ تپائی پر گلدان میں تازہ پھول سجے تھے۔

"یہ تازہ پھول یہاں کون رکھ گیا؟ یہ سٹور روم ہے کہ ڈرائینگ روم۔"

فلپ بڑا حیران ہو رہا تھا کہ سٹور روم کو اتنا سجانے بنانے کی کیا ضرورت تھی بھلا؟

ماریا اس وقت آرام کرسی پر بیٹھی تھی اور فلپ کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔ سوچ رہی تھی۔

"یہ کم بخت اِدھر کہاں آ گیا؟ سوزی ٹھیک کہتی تھی کہ فلپ بڑا تیز اور منچلا لڑکا ہے۔ اس کم بخت کو واپس چلے جانا چاہیے۔"

فلپ اب کھڑکی کے آگے آگیا ۔ ماریا کرسی پر اس کے بالکل قریب بیٹھی تھی ۔ اُسے یہ ڈر تھا کہ کہیں وہ کرسی پر نہ بیٹھ جائے ۔ کیونکہ اگر وہ کرسی پر بیٹھتا تو وہ ماریا کے اوپر یعنی اس کی گود میں بیٹھ جاتا ۔ اگر ایسا ہو جائے تو کتنا مزہ آئے ۔ فلپ کا کیا بُرا حال ہو ؟ ماریا سوچ بھی رہی تھی اور وہاں سے کھسک بھی رہی تھی ۔ آخر وہی ہوا ۔ فلپ نے سوچا کہ ذرا آرام کرسی پر بیٹھ کر باغ کا تماشہ کریں ۔ اگر ماریا تیزی سے نہ اٹھتی تو فلپ اس کی گود میں بیٹھ گیا تھا ۔

پھر بھی اٹھتے اٹھتے ماریا کا پیر تپائی سے ٹکرا گیا اور گلدان نیچے گر پڑا ۔ اگر بات یہاں تک ہی رہتی تو فکر کی کوئی بات نہیں تھی ۔ لیکن بات اس سے آگے بڑھ گئی ۔ ہوا یہ کہ جونہی گلدان تپائی پر سے نیچے گرا ماریا نے انسانی عادت کے مطابق جلدی سے اسے فرش پر سے اٹھا کر تپائی پر رکھا اور اس میں گلدستہ پھر سے سجا دیا ۔

فلپ نے جو دیکھا کہ گلدان جو تپائی پر سے گرا تھا اپنے آپ فرش سے اُٹھ کر تپائی پر آ کر جم گیا اور پھر فرش پر سے گلدستہ بھی اپنے آپ اُٹھ کر گلدان میں چلا گیا ہے تو اس کی آنکھیں پتھرا سی گئیں، ٹھٹھک کر پیچھے

...ا ۔ کچھ گھبرا سا گیا ۔ ماریا کو بھی اپنی طاقت کا احساس ہو چکا تھا ۔ مگر جو ہونا تھا ہوگیا تھا ۔ اب وہ بھی دلچسپی کے ساتھ فلپ کو تک رہی تھی کہ یہ اب کیا کرتا ہے ۔

فلپ تیزی سے مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا ۔ نیچے جاتے ہی اس نے شور مچا دیا کہ اوپر والے کمرے میں بھوت کا بسیرا ہے ۔ پھر اُس نے گلدان کے گرنے اور پھر خود بخود تپائی پر چلے آنے کا سارا قصہ نمک مرچ لگا کر سنایا ۔ سوزی سمجھ گئی کہ ماریا سے ضرور کوئی غلطی ہوگئی ہے ۔ سوزی کے خاوند نے کہا ۔

" مگر پہلے تو اوپر کبھی ایسی بات نہیں ہوئی ۔ اوّل تو اوپر جاتا ہی کوئی نہیں ۔ ہمیشہ تالا لگا رہتا ہے ۔ یہ کس نے کھول دیا اوپر والے کمرے کا ؟ "

سوزی نے کہا ۔

" وہ ۔ وہ اصل میں صبح میں نے صفائی کی تھی ۔ تالا لگانا بھول گئی "

فلپ بولا ۔

" اجی اوپر ذرا کمرے کو جا کر دیکھیں وہ سٹور کہاں ہے پورا بیڈ روم بنا ہوا ہے ۔ پلنگ لگا ہے ۔ تپائی پھول سجے ہیں ۔ کھڑکی کھلی ہے ۔ یہ ساری کارستانی

بھوت کی ہے۔"

فلپ کی بیوی ڈر گئی۔

"ارے! بھوت! خدا کا شکر ہے تم بچ کر آ گئے ہو"

فلپ نے کندھے اچکائے۔

"ارے بیگم! بھوت بھلا میرا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ میں نے اس کا لحاظ کیا ہے۔ نہیں تو اسی وقت ایسی قلابازی مارتا کہ بھوت کو نانی یاد آ جاتی۔"

سوزی نے کہا۔

"یہ تم لوگوں کا خیال ہے فلپ! بھوت کوئی نہیں ہے واں۔ چلو چائے پی لو۔"

فلپ بولا۔

"آنٹی! میں نے اپنی آنکھوں سے گلدان کو فرش پر سے اٹھ کر تپائی پر جاتے دیکھا ہے۔ میں نے آپ کے گھر کے بھوت کا بڑا لحاظ کیا ہے۔ ویسے نہیں تو میں نے اس قسم کے بہت سے بھوت دیکھے ہیں بھ... دو منٹ میں میرے آگے گھٹنے ٹیک دیے ان بھ...

فلپ کی بیوی نے بڑی شان سے فلپ کی طرف ...

سوزی کا خاوند بولا۔

"ارے بھئی! سوال یہ ہے کہ یہ بھوت پر...

...ں کہاں سے آ گیا؟ اب اگر آ گیا ہے تو یہ ہمیں بڑا ...نگ کرے گا۔ میں تو کہتا ہوں اگر تم نے اس سے پہلے بھوتوں کو بھگایا ہے تو ذرا ہمارے بھوت کو بھگا دو۔"

سوزی نے جھٹ کہا۔

"بھئی آپ بھی بچوں ایسی باتیں کرنے لگے۔ کہاں کا ...ت؟ کہاں کا جادو ٹونہ؟ چھوڑیں ان باتوں کو۔۔۔۔"

فلپ نے سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔

"آنٹی یہ نہ کہیں۔ خدا کی قسم اوپر والے کمرے میں ...ت ہے۔ یہ بھوت آپ کو بہت تنگ کرے گا۔ اس کو ...ی بھگا سکتا ہوں۔"

سوزی کے خاوند نے کہا۔

"تو بھائی اوپر چلو اور بھوت کو نکال باہر کرو۔ نہیں میں یہی سمجھوں گا کہ تم محض زبانی باتیں کرتے رہتے اور ڈینگیں مارتے رہتے ہو۔"

فلپ سر اٹھا کر بولا۔

"چلئے میرے ساتھ اوپر۔ اگر بھوت وہاں موجود ہوا میں ابھی اسے کمرے سے نکال کر باغ میں پھینک دوں گا۔"

لیکن کمرے میں جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ بھوت

اس وقت اُس کے بالکل قریب کھڑا تھا۔ ماریا کمرے سے نیچے اتر آئی تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ یہ آدمی نیچے جا کر بڑا شور مچائے گا۔ وہ ساری باتیں چپ چاپ ایک طرف ہٹ کر کھڑی سُن رہی تھی۔ اس نے فلپ کو مزہ چکھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ جونہی فلپ نے گھر کے لوگوں کو اوپر آنے کی دعوت دی ماریا نے میز پر سے ایک چینی کی رکابی اُٹھا کر اُس کے سر پر دے ماری۔

چھن سے رکابی فلپ کے سر سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔

فلپ گھبرا کر ایک طرف گر پڑا۔ اس کی بیوی اور سوزی کا خاوند پریشانی کی حالت میں اُسے تکنے لگے۔ سوزی نے سر پکڑ لیا۔ سمجھ گئی کہ ماریا نیچے آگئی ہے۔ فلپ نے زمین پر سے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ بھوت بھوت آگیا ہے"

ہیری نے کہا۔

"اسے پکڑلو۔ پکڑلو اسے فلپ"

بیوی بولی۔

"خدا کے لئے یہاں سے بھاگ چلو فلپ"

فلپ نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "ارے میں بھاگ

جاؤں؟ کیوں؟ کیا میں اس بھوت سے ڈر جاؤں گا؟ میں تو اس بھوت کو ایسی مار دوں گا کہ پھر کبھی ادھر آنے کا نام نہیں لے گا"

ماریا کو غصہ بھی آ رہا تھا اور ہنسی بھی آ رہی تھی۔

ہیری نے سوزی سے کہا۔

"سوزی! تم بڑے آرام سے کھڑی ہو۔ کیا تم نے پہلے کبھی اس بھوت کو گھر میں دیکھا تھا؟"

"نہیں تو۔ ہرگز نہیں۔ پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا ہے۔ مگر یہ بھوت کہاں سے آگیا؟"

"یہ تو اس بھوت سے پوچھیں گے"۔ سوزی کا خاوند بولا۔

"ہاں بھئی فلپ! خدا کے واسطے اس بھوت کو ہمارے گھر سے نکالے بغیر نہ جانا۔ پیچھے یہ بھوت ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا"

فلپ اندر سے ڈر گیا تھا۔ مگر اوپر اوپر سے بہادری کی باتیں کر رہا تھا۔ وہ اتنی ڈینگیں مار چکا تھا کہ اب شرمندہ ہونے سے گھبرا رہا تھا۔ بولا۔

"چچا آپ فکر نہ کریں۔ میں اس بھوت کی دم کاٹ کر اسے لنڈورا کر کے یہاں سے نکالوں گا۔ ساری عمر یاد رکھے گا یہ بھوت کہ کسی بہادر نوجوان سے پالا

پڑا تھا "

وہ اُٹھ کر ٹائی ٹھیک کرنے لگا ۔ ماریا کو بڑا غصہ آیا۔ کمینہ اس کی دم کاٹنے کی فکر میں تھا ۔ وہ کھسکتی ہوئی فلپ کے پیچھے آ کر کھڑی ہو گئی ۔ پھر اُس نے میز پر رکھا ہوا پانی کا گلاس اٹھایا ۔ فلپ کے کوٹ کا کالر پیچھے انگلی ڈال کر اپنی طرف کھینچا اور اندر ٹھنڈا پانی ڈالنا شروع کر دیا ۔ فلپ نے جو اپنا کالر گردن کے پیچھے سے کھینچتے اور پھر کمر کے ساتھ ساتھ ٹھنڈے پانی کی آبشار نیچے پتلون تک جاتے اور پھر پتلون کے نیچے سے باہر نکلتے دیکھی تو پہلے تو وہ جہاں کھڑا تھا وہیں خوف کے مارے کھڑا رہ گیا ۔ اس کے بعد اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور غش کھا کر گر پڑا ۔

ہیری ، سوزی ، فلپ کی بیوی اور نوکروں نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ فلپ کے کوٹ کے اندر پانی جا رہا ہے اور پتلون کے پائنچوں سے باہر نکل کر فرش کے قالین پر گر رہا ہے ۔ سبھی خوف زدہ ہو گئے تھے ۔ فلپ کی بیوی چیخ مار کر فلپ پر گری ۔ فلپ کو اُٹھا کر بستر پر لٹا دیا گیا ۔ بڑی مشکل سے اُسے ہوش آیا ۔ ہوش آتے ہی اُس نے کہا ۔

" بیگم ! بھاگو یہاں سے "

اور بیوی کو لے کر فوراً نو دو گیارہ ہو گیا ۔

اب سوزی کے خاوند کو فکر پڑ گئی ۔ بولا ۔

" بیگم ! یہ بھوت کہاں سے آ گیا اس گھر میں ؟ یہاں رہنا مشکل ہو جائے گا ۔ میں آج ہی اس شہر سے کسی کالے علم والے جوگی کو بلاتا ہوں ۔ وہ بھوت کو قابو کرے گا ۔

سوزی اب اُسے کیا کہتی کہ نہ بلاؤ کسی کو ؟ ماریا سے غلطی ہو گئی تھی ۔ وہ کیا کر سکتی تھی ۔ پھر بھی کہنے لگی ۔

" ارے آپ تو خواہ مخواہ گھبرا رہے ہیں ۔ بھوت اگر ہے بھی تو ہمیں کچھ نہیں کہے گا ۔ آخر ہمارے گھر کا بھوت ہے "

ہیری بولا ۔

" کمال ہے ۔ گھر کا بھوت نہ ہوا گھر کی بھینس ہو گئی ۔ نہیں نہیں ۔ یہ ہمیں نہیں تو ہمارے مہمانوں کو پریشان کرے گا ۔ اسے یہاں سے بھگانا ہی پڑے گا ۔ میں ابھی کسی جوگی کے پاس جاتا ہوں ۔ کالی گھاٹ کے مندروں میں ایسے کئی ہندو جوگی رہتے ہیں "

ماریا ہنس رہی تھی ۔ سوچا ذرا جوگی کو بھی آ لینے دو ۔

ایری کوٹ پہن کر نکل گیا تو سوزی نے نوکروں کو وہاں سے فارغ کیا۔ جب وہ اکیلی رہ گئی تو اِدھر اُدھر دیکھ کر بولی۔

"ماریا؟ تم یہاں ہو کیا؟"

"ہاں سوزی؟ میں اسی کمرے میں ایک کرسی پر بیٹھی ہوں"

سوزی سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی۔

"یہ تم نے کیا کر دیا ماریا؟ میرے لیے اور اپنے لیے مصیبت کھڑی کر دی ہے تم نے"

ماریا نے ہنس کر کہا۔

"کوئی بات نہیں سوزی بہن۔ ذرا کھیل تماشہ ہی سہی۔ میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گی۔ اور پھر فلپ کو میں سزا دینا چاہتی تھی"

اتنے میں نوکر اندر آگیا۔ سوزی کہہ رہی تھی۔

"لیکن ماریا کہیں بات کا بتنگڑ نہ جائے"

نوکر نے حیران ہو کر سوزی کو دیکھا۔

"میم صاحب آپ کس سے باتیں کر رہی ہیں؟"

سوزی نے سر جھٹک کر کہا۔

"کسی سے نہیں۔ اس بھوت نے ہم سب کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ تم جلدی سے برتن اٹھا کر بھاگو یہاں سے

نہیں تو بھوت تمہیں بھی پکڑ لے گا"

نوکر ہنس کر بولا۔

"میم صاحب! ہم لوگ انڈین ہے۔ ہم خود ایک بھوت ہیں"

اور وہ برتن اٹھا کر دوسرے کمرے میں سے ہوتا ہوا باورچی خانے میں آگیا۔ اتنے میں سوزی کا خاوند ایری ایک لمبے لمبے بالوں والے جوگی کو لے کر آگیا۔ جوگی نے اندر آتے ہی ایک نعرہ لگایا۔ اچھل اچھل کر کمرے میں ایک چکر لگایا اور چھت کی طرف منہ کر کے بولا۔

"ارے بھوت! تو جہاں کہیں بھی ہے فوراً میرے سامنے آجا۔ نہیں تو میں تمہیں چبا کر کھا جاؤں گا۔ جلا کر راکھ کر دوں گا۔ بھسم کر دوں گا"

سوزی ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہوگئی اور عجیب سی ڈراؤنی شکل والے جوگی کو اچھلتے کودتے دیکھنے لگی۔ سمجھ گئی کہ اب یہاں جنگ شروع ہو جائے گی۔ اس کا خاوند بڑا خوش تھا کہ وہ ایک ایسے جوگی کو لے کر آیا ہے جو ابھی بھوت کو کان سے پکڑ کر باہر نکال دے گا۔

ماریا صوفے پر بڑے آرام سے بیٹھی جوگی کو مسخروں جیسی حرکتیں کرتے دیکھ رہی تھی۔ جوگی کمرے کے بیچ

میں قالین پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا اور اونچی آواز میں منتر پڑھنے لگا۔ ماریا نے اسے غور سے دیکھا۔ جوگی کی آنکھیں بند تھیں اور وہ بڑی عجیب قسم کی حرکتیں کر رہا تھا۔ کبھی ہاتھ سر کے اوپر لے جا کر زور سے جھٹکتا۔ کبھی منہ میں انگلی ڈال کر غوں غوں کی آواز نکالتا۔ کبھی سر کو دائیں بائیں گھمانے لگتا۔ اس کے لمبے لمبے گندے بال ہوا میں کھل جاتے۔ ہیری اُسے بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ سوزی اس وقت کا انتظار کر رہی تھی کہ ماریا کب حملہ کرتی ہے۔

ماریا صوفے پر سے اٹھی۔ کونے میں موم بتی اور ماچس رکھی تھی۔ ماریا نے چپکے سے ماچس اٹھالی۔ جوگی کے پیچھے آکر کھڑی ہوگئی۔ پھر اس نے ماچس جلائی اور جوگی کے بالوں کو سلگا دیا۔ جوگی کے ایک طرف کے بالوں کی لٹ کو آگ لگ گئی۔ وہ تڑپ کر اٹھا اور سر پر ہاتھ مار مار کر آگ بجھانے اور پانی پانی کا شور مچانے لگا۔

ماریا کی بے اختیار ہنسی نکل گئی۔

ہیری چونکا۔

"یہ تو عورت کی آواز ہے۔"

جوگی نے کہا۔

"یہ بھوت نہیں بھوتنی ہے۔ ابھی میں اس کی خبر لیتا ہوں۔"

اور وہ زیادہ زور زور سے منتر پڑھنے لگا۔ سوزی خاموش تھی۔ کیا کہتی۔ کیا کرتی۔ سب کچھ جانتی تھی مگر کسی سے کچھ نہ کہہ سکتی تھی۔ ماریا نے اب ایسا کیا کہ باورچی خانے میں گئی۔ وہاں چولہے کے پاس توا رکھا تھا۔ اس کی سیاہی اپنے ہاتھ پر ملی اور پھر چپکے سے جوگی کے سامنے آ کر کھڑی ہوگئی۔ وہ منتر پڑھ رہا تھا۔ بڑے زور شور سے۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ بڑا اچھا موقع تھا۔ ماریا نے ہاتھ بڑھا کر جلدی سے توے کی ساری کالک اس کے منہ پر مل دی۔

"شو شنکر۔ شو شنکر!"

جوگی ہڑبڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔ ہیری اور سوزی کو بے اختیار ہنسی آگئی۔ کیونکہ جوگی کا سارا منہ کالا ہوگیا تھا۔

وہ بار بار پکار رہا تھا۔

"ابھی بھوتنی کو جلا کر بھسم کرتا ہوں۔ ابھی اس کی خبر لیتا ہوں۔ شو شنکر! شو شنکر!"

ماریا نے اب کے پانی سے بھرا ہوا جگ اٹھا کر جوگی کے سر پر الٹ دیا۔ وہ پانی میں تر بتر ہوگیا۔

"بھوتنی! میرے قابو میں آجا۔ نہیں تو میں جادو کر کے

تمہیں ابھی جلا کر راکھ کر ڈالوں گا۔"

ملدیا نے اب کے خالی شیشے کا جگ جوگی کے سر پر دھائیں سے مار کر توڑ دیا۔ بس اب جوگی کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس نے اپنی پٹاری اٹھائی اور وہاں سے ایسا بھاگا کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

کوٹھی نمبر بارہ

دوسرے روز سوزی کے خاوند نے بیوی سے کہا۔

"بیگم! اس مکان میں بھوت کا بسیرا ہو گیا ہے۔ بہتر ہوگا کہ ہم یہ بنگلہ چھوڑ دیں اور کسی دوسرے بنگلے میں چلے جائیں۔"

سوزی نے کہا۔

"مگر یہ بھوت ہمیں تو کچھ نہیں کہتا۔ پھر ہمیں مکان بدلنے کی کیا ضرورت ہے؟"

ہیری بولا۔

"لیکن ہو سکتا ہے کل کو یہ ہمارے بھی خلاف ہو جائے اور ہمیں تنگ کرنے لگے۔"

سوزی بولی۔

"فکر نہ کریں۔ میں اس کا ذمہ لیتی ہوں۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔"

ہیری نے پوچھا۔

"کیا یہ بھوت تمھارا دوست ہے جو تم اس کا ذمہ لے رہی ہو؟

سوزی بولی۔

"آپ ایسا ہی سمجھ لیں"

سوزی نے یہ ساری باتیں ماریا کو بتائیں تو وہ بہت ہنسی۔ کہنے لگی۔

"سوزی بہن! میں تمہاری بہن ہوں۔ ہو سکا تو کبھی نہ کبھی ضرور تمہارے کام آؤں گی۔ ویسے اب میں چاہتی ہوں کہ یہاں سے کسی دوسرے شہر جا کر اپنے بھائیوں کو تلاش کروں۔"

سوزی نے کہا۔

"میرا خیال ہے ابھی تم کچھ روز یہیں ٹھہر جاؤ ہو سکتا ہے۔ تمہارے بھائی تمہیں تلاش کرتے کرتے کسی روز اسی شہر میں آ نکلیں"

ماریا نے کہا۔

"اچھا اگر تم کہتی ہو تو کچھ روز اور ٹھہر جاتی ہوں"

دونوں اوپر والے کمرے میں باتیں کر رہی تھیں۔ دروازہ بند تھا۔ اتفاق سے سوزی کے خاوند کا ادھر سے گذر ہوا تو اس نے اپنی بیوی کی آواز سنی۔ حیران ہوا کہ وہ اندر کس سے باتیں کر رہی ہے۔ دروازہ کھول کر اندر آیا تو وہاں سوائے اس کی بیوی کے دوسرا کوئی نہ تھا۔

"ارے بیگم! تم ابھی ابھی کس سے باتیں کر رہی تھیں؟"

سوزی نے کہا۔

"کسی سے بھی نہیں"

"مگر میں نے تو تمہاری آواز اپنے کانوں سے سنی ہے"

"ارے آپ کو وہم ہو گیا ہے۔ میں تو یونہی کمرہ صاف کرتے ہوئے اپنے آپ سے باتیں کر رہی تھی"

"بھئی کمال ہے"

جب وہ چلا گیا تو ماریا اور سوزی ہنسنے لگیں۔

دو روز بعد کا ذکر ہے کہ ماریا بنگلے سے نکل کر عنبر اور ناگ کی تلاش میں باہر جانے لگی تو اس نے سوزی کو ڈرائینگ روم میں ایک صوفے پر کچھ اداس اداس بیٹھے دیکھا۔ وہ اس کے پاس آ گئی۔ سوزی اُسے نہ دیکھ سکی۔ ماریا نے کہا۔

"سوزی! کیا بات ہے۔ تم اداس کیوں ہو؟"

سوزی نے چونک کر اوپر دیکھا۔ اُسے نظر تو کچھ نہ آیا مگر سمجھ گئی کہ ماریا اس کے قریب ہی کھڑی ہے۔ گھر میں وہ اکیلی تھی۔ بولی۔

"ماریا! رات میرے خاوند میری نے مجھے بتایا ہے کہ اس کا ایک افسر اس کے خلاف ہو گیا ہے اور اس

سے ایک لاکھ روپے رشوت طلب کر رہا ہے۔ کہتا ہے اگر تم نے مجھے ایک لاکھ روپے رشوت نہ دی تو میں تمہارے خلاف غبن کا جھوٹا مقدمہ بنا کر قید کرا دوں گا۔"

ماریا نے پوچھا۔

"وہ افسر کہاں رہتا ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟"

سوزی بولی۔

"اس کا نام ہنزط صاحب ہے اور وہ خضر پور کی کوٹھی نمبر بارہ میں رہتا ہے۔ بڑا بدمعاش انگریز افسر ہے۔ اس نے بہت سے غنڈے پال رکھے ہیں۔ جس کسی کے خلاف چاہتا ہے جھوٹا مقدمہ کھڑا کرنے کی دھمکی دے کر اس سے روپے بٹور لیتا ہے۔ رات میرا خاوند بھی بہت پریشان رہا۔ اسے نیند بھی نہیں آئی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟"

ماریا نے مسکرا کر کہا۔

"سوزی بہن! تم پریشان کیوں ہوتی ہو؟ آخر میں تمہارے کام نہیں آؤں گی تو پھر اور کون کام آئے گا۔"

"تم کیا کرو گی بہن ماریا! وہ بڑا بدمعاش انگریز ہے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔"

ماریا نے کہا۔

"اگر وہ تمہارے خاوند کے گھر آ کر اس کے قدموں میں گر کر معافی مانگے تو پھر ٹھیک رہے گا؟"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" سوزی نے حیران ہو کر پوچھا۔

ماریا بولی۔

"ایسا ہی ہوگا۔ میں جا رہی ہوں۔"

"کہاں؟"

ماریا نے کہا۔

"خضر پور کوٹھی نمبر بارہ ہنزط بدمعاش کے پاس۔"

سوزی اپنی جگہ کھڑی رہ گئی اور ماریا بنگلے سے نکل گئی۔

باہر آ کر اُس نے خضر پور کے علاقے کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ اس نے علاقے کا سارا نقشہ ذہن میں رکھ لیا تھا۔ چوک میں ایک بس کھڑی ہوگئی جس کے ماتھے پر خضر پور لکھا تھا۔ ماریا اس بس میں سوار ہوگئی۔ بس میں رش زیادہ نہیں تھا ورنہ بڑی مشکل ہو جاتی۔ بس نے ماریا کو خضر پور اُتار دیا۔ یہاں دائیں جانب دریا کے کنارے دُور تک خوبصورت بنگلوں کی قطار چلی گئی تھی۔ ماریا نے ان بنگلوں کے ساتھ ساتھ چلنا شروع کر دیا۔ آٹھ نو دس گیارہ۔ اور پھر بارہ نمبر کوٹھی آ گئی۔ باہر

لکھا تھا۔

"مسٹر ہنٹر بہادر"

ماریا نے سر ہلایا اور دل میں کہا۔

"اس بدمعاش ہنٹر صاحب کو تو ایسے ہنٹر لگاؤں گی کہ پھر کسی شریف آدمی کو تنگ نہ کر سکے گا۔"

کوٹھی کا لان بڑا کھلا تھا۔ پھول کھل رہے تھے۔ ایک کتا زور زور سے بھونکنے لگا۔ ایک بنگالی ملازم باہر کو بھاگا۔ اس خیال سے کہ کتا بھونکا ہے تو ضرور کوئی آیا ہوگا۔ وہاں کوئی نہیں تھا، لیکن کتا برابر بھونکے جا رہا تھا۔ جانور نے ماریا کی موجودگی کو محسوس کر لیا تھا۔ اندر سے ایک بڑی بڑی مونچھوں والا لمبا تڑنگا انگریز ہاتھ میں ہنٹر پکڑے باہر نکل آیا۔

"یہ کیوں بھونکتا ہے۔ کون آیا ہے؟"

بنگالی نوکر نے سلام کر کے کہا۔

"کوئی نہیں آیا ہنٹر صاحب! یہ ویسے ہی بھونک رہا ہے۔"

یہی ہنٹر صاحب تھا۔ ہنٹر نے زور سے گھما کر ایک ہنٹر بنگالی نوکر کو مارا۔ نوکر بے چارہ تڑپ کر رہ گیا۔

"حرامی! اس باپ کو چپ کراؤ۔"

ہنٹر اندر چلا گیا۔ بنگالی بے چارا بدن سہلاتا کتے کی سنگلی گھسیٹتا دوسری طرف نکل گیا۔ ماریا کو بڑا غصہ آیا۔ سمجھ گئی کہ ہنٹر بدمعاش کے بارے میں جو سنا ہے ٹھیک ہی سنا تھا۔ اس ظالم بدمعاش کو ضرور سزا ملنی چاہیے۔ ماریا برآمدے میں سے ہو کر اس کمرے میں آ گئی جس میں ہنٹر صاحب ابھی ابھی داخل ہوا تھا۔ اندر کیا دیکھتی ہے کہ وہی مونچھوں والا بدمعاش ہنٹر ایک آرام کرسی پر بیٹھا ہے۔ سامنے دو بدمعاش بیٹھے ہیں۔ اور وہ انہیں کہہ رہا ہے۔

"اس بدبخت ایری کو جا کر کہہ دو کہ اگر کل تک اس نے ایک لاکھ روپے ادا نہ کیے تو نہ صرف اس پر غبن کا مقدمہ بنا دیا جائے گا بلکہ اس کی بیوی سونی کو بھی اغوا کر لیا جائے گا۔"

بدمعاشوں نے سر ہلا کر کہا۔

"ابھی جا کر اسے کہہ دیتے ہیں سر!"

ہنٹر نے کہا۔

"اور اس لکھ پتی بیوہ عورت درگا دتی کے گھر جا کر اسے بھی کہہ دو کہ پرسوں اگر اس نے پچاس ہزار کی رقم ادا نہ کی تو اس کے اکلوتے بیٹے کو قتل کر دیا

جائے گا۔"

"جو حکم صاحب!"

دونوں بدمعاش سر جھکا کر باہر نکل گئے۔ ماریا نہیں چاہتی تھی کہ ابھی وہ جائیں۔ چنانچہ وہ دروازے میں ہی کھڑی ہوگئی۔ جب دونوں بدمعاش وہاں سے گذرنے لگے تو ماریا نے قریب ہی میز پر رکھا ہوا گلدان اُٹھا کر زور سے ایک بدمعاش کے سر پر مارا۔ وہ چکرا کر گرا۔ دوسرا اس کی طرف لپکا تو ماریا نے اس کی گردن پر ایسا ہاتھ مارا کہ وہ بھی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ہنٹر نے یہ واردات دیکھی تو ان کی طرف بھاگا۔ وہ یہ سمجھا کہ ان دونوں کی آپس میں لڑائی ہوگئی ہے۔ قریب آ کر ہنٹر لہرا کر دھاڑا۔

"حرام زادو! ہر وقت آپس میں لڑائی جھگڑا کرتے رہتے ہو۔"

ایک بدمعاش تو بالکل بے ہوش تھا۔ دوسرے کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"سرکار! میں نے اس کو کچھ نہیں کہا تھا۔ اس نے میرے سر پر گلدان دے مارا۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسے بے ہوش ہوگیا۔ میں نے تو اسے ہاتھ تک نہیں لگایا صاحب۔"

ہنٹر نے کچھ پریشان ہو کر ادھر اُدھر دیکھا۔ پھر اُسے گالی دے کر بولا۔

"حرام زادے! بکواس کرتا ہے۔ تو نے ہی اسے مارا ہے۔"

اتنے میں دوسرا بدمعاش بھی ہوش میں آگیا۔ اس نے بڑی مشکل سے بتایا کہ کسی نے اس کی گردن پر بڑے زور کا ہاتھ مارا تھا۔ ہنٹر صاحب نے کہا۔

"ضرور اسی نے یہ کام کیا ہے۔ اب مکر رہا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی ہنٹر نے دوسرے بدمعاش کو ہنٹر مارنے شروع کر دیے۔

"ذلیل کمینے! میں آج ہی تیری گردن اُتار کر دریا میں پھینک دیتا ہوں۔ میرا کام کرنے کی بجائے تم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہو۔"

دوسرا بدمعاش چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

"بھگوان کی قسم صاحب! میں نے اسے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ میں بے گناہ ہوں۔"

"تو پھر اس کی گردن پر تیرے باپ نے مکا مارا تھا؟"

اب ماریا نے دوسری میز پر رکھا ہوا شیشے کا ایک

جگ اُٹھا لیا ۔ جگ اس کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہوگیا۔ ہنٹر دونوں بدمعاشوں کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا ۔ ماریا اس کے پیچھے آگئی ۔ اس نے بڑے آرام سے جگ ہنٹر کے سر پر دے مارا ۔ ایک چھناکا ہوا ۔ جگ ٹوٹ گیا اور ہنٹر بوکھلا کے پیچھے کو مڑا ۔ "کون ہے یہ" اس نے دھاڑتے ہوئے پوچھا ۔

مگر وہاں تو کوئی بھی نہیں تھا ۔ اگرچہ ماریا اس کے قریب ہی کھڑی تھی ۔ مگر ہنٹر تو اُسے کبھی بھی نہیں دیکھ سکتا تھا ۔ اب دوسرے بدمعاش بھی اُٹھ کر کھڑے ہو گئے ۔ جگ کو ہنٹر کے سر پر لگ کر چکنا چور ہوتے اُنھوں نے بھی دیکھا تھا ۔ ہنٹر کے سر پر گومڑ پڑ گیا تھا ۔ وہ زخمی سانپ کی طرح غصے سے پھنکارنے لگا ۔

" یہ کس حرام زادے کی شرارت ہے ؟ یہ کس نے میرے سر پر جگ مارا ہے ؟ یہاں کون ہے جو ایسی جرأت کر سکتا ہے ؟"

ہنٹر کی پتلون میں پستول لگا تھا ۔ ماریا نے ہاتھ آگے بڑھا کر پستول نکال لیا ۔ ہنٹر نے پتلون سے پستول اپنے آپ نکل کر غائب ہوتے دیکھا تو چونک کر

ے ہٹ گیا ۔

" ہیں ! یہ میرا پستول کون لے گیا ؟"

ماریا نے ہنس کر کہا ۔

" میں لے گئی ہوں تمہارا پستول ۔"

کمرے میں ایک غیبی عورت کی آواز سُن کر دونوں معاش اور ہنٹر چونک پڑے ۔ ان کی آنکھیں کھُلی کی کھُلی گئیں ۔ ماریا نے کہا ۔

" میں تمہاری موت ہوں ۔ تم لوگوں کے دن پورے گئے ہیں ۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم تینوں کی جان ل کے لے آؤں ۔ پس تم مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ ۔ میم دیوی ہوں تمہاری موت ۔ ہا ہا ہا ہا !"

یہ سننا تھا کہ دونوں بدمعاش روتے ہوئے فرش پر پڑے اور گڑگڑانے لگے ۔

" میم دیوی ہمیں معاف کر دو ۔ ہمیں نہ مارو ۔ ہم توبہ ے ہیں ۔ آیندہ سے کبھی بُرے کام نہیں کریں گے ۔ ی کو قتل نہیں کریں گے ۔"

ماریا نے کہا ۔

" مگر تم اب تک جن لوگوں کو قتل کر چکے ہو ان حساب کون دے گا ؟"

"ہمیں معاف کر دو۔ ہمیں معاف کر دو"

ماریا نے کہا۔

"تم نے چھوٹے چھوٹے بچوں کو قتل کر کے ان کی لاشیں دریا میں پھینکی ہیں"

بدمعاش بولے۔

"میم دیوی! ہمیں اس ہنٹر صاحب نے کہا تھا کہ جا کر بچوں کو قتل کر آؤ"

ماریا نے کہا۔

"اس ہنٹر کی بھی میں ابھی خبر لیتی ہوں۔ پہلے تمہیں تمہارے ظلم کی سزا دے لوں"

اور اس کے ساتھ ہی ماریا نے دو فائر کیئے اور دونوں بدمعاش فرش پر گر کر تڑپنے لگے۔ ہنٹر نے جو یہ خونی کھیل دیکھا تو گھبرا گیا۔ ایک دم سے جو بھاگا تو دروازے سے باہر نکل کر دوسرے کمرے کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والی منزل میں جا کر ایک الماری کے پیچھے بنے ہوئے خفیہ تہہ خانے میں چھپ گیا۔

ماریا بھلا اسے کب چھوڑنے والی تھی۔ فوراً اس کے پیچھے بھاگی۔ دوسرے کمرے میں آئی تو دیکھا ایک سیڑھی گول چکر کھاتی اوپر چلی گئی ہے۔ وہ بھی اوپر آ گئی۔

یہاں ایک کمرہ تھا جس میں دیوار کے ساتھ ایک الماری لگی تھی۔ کمرہ بالکل خالی تھا۔ بدمعاش ہنٹر وہاں کہیں بھی نہیں تھا۔ سوچنے لگی کہ ضرور وہ بدمعاش کسی جگہ چھپ گیا ہے۔ لیکن کہاں چھپا ہوگا۔ ماریا نے چھٹی حس سے کام لے کر کمرے کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ بہت جلد اُسے محسوس ہوا کہ الماری کے پیچھے سے کسی انسان کی بو آ رہی ہے۔ اُس نے الماری کھولی۔ اندر کپڑے لٹکے ہوئے تھے۔ الماری بند کرنے ہی لگی تھی کہ اس کی نگاہ کپڑوں کے پیچھے سے نظر آتی ایک ہک پر پڑی۔ ماریا نے اُسے اپنی طرف کھینچا تو ایک خفیہ دروازہ کھل گیا۔ ماریا نے دروازے میں سے جھانک کر اندر دیکھا۔ یہ دروازہ چھوٹا سا تھا۔ اندر ایک تنگ کمرہ تھا جس کی چھت بہت نیچی تھی۔ وہاں ایک کرسی رکھی تھی جس پر ہنٹر بیٹھا اپنے دوسرے پستول میں گولیاں بھر رہا تھا۔ ماریا نے اندر جانا مناسب نہ خیال کیا۔ کیونکہ اس طرح سے وہ گولی لگنے سے زخمی ہو سکتی تھی۔ اس نے آواز دے کر کہا۔

"بدمعاش ہنٹر! اپنے آپ اس تہہ خانے سے باہر آ جاؤ نہیں تو میں گولی چلا کر تمہارا سر اڑا دوں گی۔"

"تم میرے نشانے کی زد میں ہو۔"

ہنٹر گھبرا کر کرسی کے پیچھے ہو گیا۔

"تم —— تم کون ہو؟ کیا تم کوئی بد روح ہو؟"

"ہاں! تم یہی سمجھ لو کہ میں ایک بد روح ہوں اور تمہاری جان قبض کرنے آئی ہوں۔"

"لیکن میں نے کیا کیا ہے؟"

"تم نے بہت کچھ کیا ہے۔ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ تم نے کیا کیا ظلم نہیں کیے۔ تمہارے مظالم کی اخیر ہوگئی ہے۔ اب تمہاری لاش اس تہہ خانے میں گلتی سڑتی رہے گی۔ کیونکہ میں تمہیں ہلاک کرنے کے بعد الماری کا دروازہ بند کر دوں گی اور کوئی تمہاری لاش اُٹھانے بھی نہیں آئے گا۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

ہنٹر اب پریشان ہوگیا۔ کہنے لگا۔

"تم کیا چاہتی ہو؟ میں وہی کروں گا۔"

ماریا نے کہا۔

"تم نے سوزی کے خاوند ہیری کو دھمکی دی تھی کہ مجھے ایک لاکھ روپیہ دو نہیں تو تمہارے خلاف مقدمہ کھڑا کر دوں گا اور تمہاری بیوی کو اغوا کر لوں گا؟"

ہنٹر نے کہا۔

"ہاں! میں نے ایسا کیا تھا۔"

ماریا نے کہا۔

"تو پہلی بات تو یہ ہے کہ اسی وقت ایک لاکھ روپیہ باہر نکل کر میرے حوالے کر دو تا کہ میں وہ سوزی کو جا کر دوں۔ پھر میں سوچوں گی کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں۔"

ہنٹر نے پریشانی سے کہا۔

"لیکن میرے پاس اتنے روپے کہاں سے آ گئے؟"

"کیا تم کبھی یہ سوچتے ہو کہ جن سے تم روپیہ طلب کرتے ہو اُن کے پاس روپے کہاں سے آئیں گے؟ اگر تم دوسروں کا خیال نہیں کرتے تو تمہارا خیال کیوں کیا جائے گا۔ میں تمہیں صرف دس منٹ کی مہلت دیتی ہوں باہر نکل کر مجھے ایک لاکھ روپیہ دے دو تا کہ میں سوزی کو جا کر دوں۔"

ہنٹر نے سر مار کر کہا۔

"میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے۔ میں اتنے روپے کہاں سے لاؤں؟"

"بکواس بند کر او ذلیل کتے! تو نے کیا سمجھ رکھا ہے میں کون ہوں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھ سے بچ کر

چلے جاؤ گے؟ تم اس شہر کی زمین کے نیچے بھی چلے جاؤ گے تو میں تمہیں نہ چھوڑوں گی۔ میں جانتی ہوں تم نے ڈرائینگ روم میں قیمتی ہیرے چھپا کر رکھے ہوئے ہیں۔ چلو۔ چل کر اپنی ساری دولت میرے حوالے کر دو۔ نہیں تو میں ابھی تمہیں اس تہہ خانے میں بند کر کے ساری کوٹھی کو آگ لگا دوں گی اور تم اس کے اندر بھسم ہو کر رہ جاؤ گے۔"

ہنٹر گھبرا گیا۔ جلدی سے بولا۔

"دیوی! میں ابھی تمہیں ہیرے اور روپے حوالے کرتا ہوں۔ خدا کے لیے مجھے جان سے نہ مارو۔ میری کوٹھی کو آگ مت لگانا۔"

"اب آئے ہو سیدھی راہ پر۔ چلو۔ باہر نکلو۔"

ہنٹر تہہ خانے سے نکل کر نیچے ڈرائینگ روم میں آ گیا۔ یہاں اس نے ایک خفیہ جگہ سے ایک بکس نکالا جس میں ہیرے جواہرات رکھے تھے۔ اسی بکس کے دوسرے خانے میں کوئی چھ سات لاکھ روپے کے کرنسی نوٹ پڑے تھے۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے یہ بکس میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"اے دیوی! میری ساری دولت حاضر ہے۔"

ماریا نے کڑک کر کہا۔

"بکواس بند کرو۔ یہ تمہاری دولت نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے لوگوں کی لوٹی ہوئی دولت ہے۔"

ڈرائینگ روم میں دونوں بدمعاشوں کی لاش کے پاس کوٹھی کے نوکر کھڑے آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے کہ ان کو کس نے قتل کر دیا۔ جب ہنٹر خاموشی سے ڈرا ڈرا سہما سہما اوپر سے اتر کر کمرے میں آیا تو اسے دیکھ کر دونوں نوکر وہاں سے رفو چکر ہو گئے تھے۔ ماریا نے کہا۔

"اب فرش پر دو زانو ہو کر بیٹھ جاؤ۔"

ہنٹر بدمعاش سمجھ گیا کہ دیوی اسے بھی ہلاک کرنے والی ہے۔ روتے ہوئے بولا۔

"خدا کے لیے مجھے نہ مارو دیوی؟"

ماریا نے کہا۔

"تم نے جب دوسروں کے بچوں کو قتل کروایا تھا کیا اس وقت تمہارے دل میں رحم آیا تھا؟ تم ابھی ابھی ان بدمعاشوں کو کہہ رہے تھے کہ فلاں بیوہ سے جا کر کہہ دو کہ اگر اس نے رقم نہ دی تو اس کے بچے کو ہلاک کر کے دریا برد کر دیا جائے گا۔ کیا اس وقت تمہارے دل میں ذرا بھی رحم آیا تھا؟ پھر تم پر رحم کس لیے کیا جائے؟

اگر تمہیں زندہ چھوڑا گیا تو تم پھر اپنا گھناؤنا کاروبار شروع کر دو گے۔ بلکہ اب تم دوسروں سے انتقام لو گے اور اپنی ساری لٹی ہوئی دولت دوبارہ پیدا کرنے کی کوشش کرو گے، خواہ اس کے لیے تمہیں دوسروں کے بچوں کو قتل ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ تم ایک خونی بے رحم سنگ دل قاتل ہو۔ تم پر رحم کرنا غریب لوگوں پر ظلم کرنا ہے۔ اس لیے فوراً دو زانو ہو کر بیٹھ جاؤ۔ نہیں تو میں اسی جگہ کھڑے کھڑے تمہیں گولی مار کر ہلاک کر دوں گی۔"

ہنٹر کے پسینے چھوٹ گئے۔ لیکن مکار بھی بہت تھا۔ سوچا کہ مرنے والا تو ہوں کیوں نہ بد روح پر بھی گولیاں چلا دوں۔ جھٹ پلٹ کر پستول سے فائرنگ شروع کر دی۔ یہ ماریا کی خوش قسمتی تھی کہ گولیاں اس کے قریب سے ہو کر نکل گئیں اور اُسے کوئی گولی نہ لگی۔ ورنہ یہ دیوی جی تو سیدھی اگلے جہاں کو گئی تھیں۔

اب اُس نے دیر نہ کی۔ پستول پہلے ہی ماریا کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے پے در پے چھ سات فائر کر دیے۔ ہنٹر گولیاں کھا کر رقص کرنے لگا۔ کبھی اچھلتا کبھی جھکتا اور کبھی پھر اچھل پڑتا۔ آخری گولی کے ساتھ ہی وہ گینڈے کی طرح دھم سے فرش پر گر پڑا۔ اس کے اوپر

جا کر ماریا نے کہا۔

"ظالم کو اس کے ظلم کی سزا مل گئی۔"

اور پستول میں جو باقی دو تین گولیاں رہ گئی تھیں ماریا نے وہ بھی بدمعاش ہنٹر کے اوپر چلا دیں۔ ظالم اور قاتل کو اس کی سزا دینے کے بعد ماریا نے ہیرے جواہرات اور نوٹوں سے بھرا ہوا بکس اٹھایا اور بنگلے میں آ گئی۔ یہاں ہنٹر کے نوکر پریشان و حیران کھڑے تھے کہ اندر سے فائرنگ کی آواز کیسی آئی تھی۔ ایک طرف ہنٹر کی موٹر کھڑی تھی۔ ماریا موٹر کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ نوکروں نے دیکھا کہ موٹر کا دروازہ اپنے آپ کھل گیا ہے اور پھر بند ہو گیا ہے تو وہ خوف زدہ سے ہو گئے۔ اب موٹر اُن کے قریب سے گذر کر بنگلے سے باہر نکل گئی۔ انھوں نے کیا دیکھا کہ ڈرائیور کوئی نہیں اور گاڑی چل رہی ہے۔

ایک نوکر تو وہیں خوف سے بے ہوش ہو گیا۔

ماریا موٹر کو لے کر دریا کنارے بنگلوں سے نکل کر خضر پور سڑک پر آ گئی۔ یہاں ٹریفک آ جا رہی تھی۔ چوک میں سے گذرنے لگی تو ایک سپاہی کی اُس کی گاڑی پر نظر پڑ گئی۔ دیکھ کر آنکھیں ملنے لگا۔ دوسرے سے کہا۔

"یار اس گاڑی میں ڈرائیور کوئی نہیں اور گاڑی چلی جا رہی

ہے۔"

دوسرے سپاہی نے کہا۔

"کیا پاگلوں ایسی باتیں کر رہے ہو۔"

"میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ آؤ میرے ساتھ۔"

اور دونوں سپاہی موٹر سائیکل پر بیٹھ کر ماریا کی گاڑی کے پیچھے لگ گئے۔ اگلے چوک میں جا کر وہ اپنا موٹر سائیکل ماریا کی گاڑی کے برابر لے آئے۔ دوسرے سپاہی نے دیکھا کہ سچ مچ موٹر میں ڈرائیور کوئی نظر نہیں آ رہا تھا مگر گاڑی سڑک پر بھاگی چلی جا رہی تھی۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ بولا۔

"یہ میری آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں؟"

"یہی تو میں تمہیں کہہ رہا تھا۔"

"مگر یہ چکر کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ کوئی شخص اسے ریڈیو کے ذریعے کنٹرول کر رہا ہے۔"

"اگر ریڈیو کے ذریعے کنٹرول کر رہا ہے تو پھر اس کے ہارن کا گیند کیوں بار بار پچک رہا ہے؟ اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ کوئی اسے انسانی ہاتھوں سے دبا رہا ہے۔"

اتنے میں چوک میں سرخ بتی کا نشان اُبھر آیا اور ماریا نے کار روک لی۔ دونوں سپاہی موٹر سائیکل لے کر ماریا کی کار کے بالکل ساتھ آ کر لگ گئے اور جھک کر اندر دیکھنے لگے۔ ماریا ذرا نیچے ہو گئی۔ ایک سپاہی نے ہاتھ پھیلا کر ڈرائیور کی سیٹ کو ٹٹول کر دیکھنا چاہا تو اس کا ہاتھ ماریا کی گردن سے ٹکرا گیا۔ اس نے ماریا کے بالوں پر ہاتھ پھیرا ہی تھا کہ ماریا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دانتوں سے زور سے کاٹ کھایا۔

"آہ مارا گیا۔"

سپاہی چیخ مار کر پیچھے کو گرا۔ دوسرے نے پوچھا۔

"کیا ہوا؟"

سپاہی بولا۔ "اندر بھوت ہے۔"

"بھو بھوت —" اور دوسرا سپاہی موٹر سائیکل وہیں چھوڑ کر اُٹھ دوڑا۔ پہلا سپاہی بھی اس کے ساتھ ہی دوڑ پڑا۔ لوگ حیران ہو رہے تھے کہ ان دو سپاہیوں کو کیا ہو گیا ہے کہ موٹر سائیکل ایک کار کے پاس چھوڑ کر دیوانوں کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔ لوگ موٹر سائیکل کے پاس آ گئے۔ اچانک ایک آدمی چلایا۔

"گاڑی میں ڈرائیور نہیں ہے اور یہ چل رہی ہے۔"

چوک میں سبز اشارہ ہوگیا تھا اور ماریا گاڑی لے کر آگے بڑھ رہی تھی۔ دوسرے لوگوں نے بھی کار کی طرف دیکھا مگر ماریا کار لے جا چکی تھی۔ چوک میں جس آدمی نے چیخ مار کر کہا تھا کہ کار میں ڈرائیور نہیں ہے، وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ ماریا جس سڑک پر سے گزرتی وہاں شور مچ جاتا۔

"گاڑی بغیر ڈرائیور کے چل رہی ہے۔"

اس علاقے میں اچھا خاصا ہنگامہ کھڑا ہوگیا۔

غیبی ڈرائیور

سارا شہر گاڑی کے پیچھے لگ گیا۔

ماریا پریشان ہوگئی۔ آخر اس نے ایک جگہ گاڑی کھڑی کر دی۔ دروازہ کھولا اور باہر نکل آئی۔ ٹریفک پولیس کے سپاہی دم بخود کھڑے تھے۔ لوگ بھی دیکھ رہے تھے کہ کار کا دروازہ اپنے آپ کھلتا ہے۔ ماریا نے ایک طرف آ کر دیکھا کہ ایک موٹر سائیکل اکیلا کھڑا ہے۔ وہ ہجوم سے چپکے سے باہر نکل آئی تھی اور کسی کو خبر نہ ہوئی تھی۔ لوگ ابھی تک کار کے گرد ہی جمع تھے۔ ماریا بڑے آرام سے موٹر سائیکل پر بیٹھی۔ اسے سٹارٹ کیا اور لے کر بھاگ گئی۔ اب جو لوگوں نے ایک ایسے موٹر سائیکل کو دیکھا جو بغیر چلانے والے یعنی ڈرائیور کے سڑک پر بھاگا چلا جا رہا ہے تو اور زیادہ شور مچ گیا۔ جس سڑک پر سے ماریا کا موٹر سائیکل گزر جاتا، لوگ دیکھتے کہ سوار اوپر نہیں بیٹھا اور موٹر سائیکل فل سپیڈ پر چلا جا رہا ہے۔

علاقے میں طوفان مچ گیا۔ لوگ سڑکوں پر آ کر کھڑے ہوئے۔ نوجوان کاروں اور سکوٹروں پر ماریا کے سکوٹر کے پیچھے لگ گئے۔ ماریا پریشان ہو گئی۔ کم بخت یہ لوگ تو اس کا پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہے۔ اس کے پاس ہیرے جواہرات اور کرنسی نوٹوں کا بکس بھی تھا۔ اسے ڈر تھا، کہیں ہجوم میں یہ سب کچھ کھو نہ جائے پس ماریا نے موٹر سائیکل ایک پل پر کھڑی کر دی۔ نیچے دریا بہہ رہا تھا۔ ماریا نے موٹر سائیکل کو پل پر سے دریا میں دھکیل دیا۔ سب لوگوں نے دیکھا کہ موٹر سائیکل دریا میں گر گئی ہے۔ انہوں نے زور سے نعرے لگائے۔ جیسے بد روح جو شہر میں آ گئی تھی، اب دریا میں غرق ہو گئی ہے۔

ماریا پُل کی سیڑھیاں اُتر کر نیچے دریا کے کنارے پر آ گئی۔

اُسے دریا کی دوسری طرف جانا تھا۔ کنارے پر ایک کشتی سواریوں کو لے کر پار جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ کشتی میں کافی جگہ تھی۔ ماریا اس میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی۔ کشتی نے اسے دوسرے کنارے پر جا کر لگا دیا۔ دوسرے کنارے پر غریبوں کی

جھونپڑیاں دُور تک چلی گئی تھیں۔ یہ لوگ بے حد غریب تھے۔ محنت مزدوری کر کے اپنے بھوکے بچوں کا پیٹ پال رہے تھے۔ ماریا وہاں جا کر ایک طرف سے شروع ہو گئی۔ وہ ہر جھونپڑی میں جاتی اور سو سو روپے کے نوٹ اور کچھ ہیرے موتی وہاں پھینک کر اگلی جھونپڑی میں چلی جاتی۔ اس طرح ماریا نے ساری دولت ان غریب لوگوں میں تقسیم کر دی۔ وہاں تو ایک شور مچ گیا۔ غریب لوگوں نے جب اپنے گھروں میں سو سو کے نوٹوں اور ہیرے جواہرات کی بارش ہوتے دیکھی تو دنگ رہ گئے۔ نوٹوں پر وہ بھوکوں کی طرح جھپٹ پڑے۔ وہاں زیادہ شور ہنگامے کا خطرہ تھا۔ اور اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں پولیس وہاں آ کر ساری دولت نہ سمیٹ کر لے جائے۔

پس ماریا نے ایک جگہ کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا۔

سنو! میں درگا دیوی کی داسی بول رہی ہوں۔ درگا دیوی نے مجھے دولت دے کر تمہاری مدد کے لیے بھیجا ہے۔ بس اپنے اپنے حصے میں آئی ہوئی دولت سمیٹ کر اپنی اپنی جھونپڑیوں میں خاموش ہو کر بیٹھ رہو۔

اگر تم لوگوں نے شور مچایا تو درگا دیوی تمہاری ساری دولت غائب کر دے گی۔ درگا دیوی نہیں چاہتی کہ کسی کو پتہ چلے۔ اس لیے خاموش ہو کر اپنے اپنے کام پر چلے جاؤ۔ خبردار کوئی شور نہ ڈالے اور نہ کسی کو بتائے کہ اس کی جھونپڑی میں درگا میّا نے دولت ڈال دی ہے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو اس کی ساری دولت پھر سے واپس چلی جائے گی"

ماریا کی آواز سُن کر سارے غریب لوگ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور اشلوک پڑھنے لگے۔ انہوں نے سر جھکا دیے اور کہا۔

"درگا میّا سے کہہ دو کہ ہم کسی کو نہیں بتائیں گے"

"شاباش! اب میں جا رہی ہوں"

اور ماریا وہاں سے چل پڑی۔ غریب لوگ پیچھے نعرے لگاتے رہ گئے۔

ماریا سیڑھیاں چڑھ کر دوبارا پل پر آئی۔ یہاں وہ فٹ پاتھ پر سے ہو کر روانہ ہوگئی۔ جس جگہ اس نے موٹر سائیکل دریا میں پھینکا تھا، وہاں ابھی تک لوگ کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ کچھ پولیس والے بھی وہاں موجود تھے اور کاپی میں کچھ لکھ رہے تھے۔

ماریا پُل پر سے اُتر کر بائیں جانب کالی گھاٹ کی طرف روانہ ہوگئی۔ اب اسے سوزی کا بنگلہ دُور سے دکھائی دینے لگا تھا۔ دریا آگے سے ہو کر پھر سامنے آگیا تھا۔ ماریا جب سوزی کے بنگلے میں داخل ہوئی تو دوپہر ہو چکی تھی۔ سوزی کھانے کی میز پر کھانا لگا رہی تھی۔ اس کا خاوند دوپہر کا کھانا گھر پر ہی کھایا کرتا تھا۔ وہ بس آنے ہی والا تھا۔

ماریا کمرے میں داخل ہو گئی مگر سوزی کو پتا نہ چلا تھا۔ پھر جب سوزی نے ایک جگہ سے کرسی اپنے آپ ہٹ کر دوسری جگہ جاتی دیکھی تو بے تاب ہو کر بولی۔

"ماریا تم آگئیں؟"

"ہاں سوزی" ماریا کی آواز آئی۔

سوزی نے جلدی سے پوچھا۔

"ہنری کا کیا ہوا؟ کیا وہ ملا؟"

ماریا نے کہا۔

"سب ٹھیک ہوگیا ہے۔ اب وہ کبھی تمہیں یا تمہارے بچوں کو اور تمہارے بچوں کے بچوں کو کبھی تنگ نہ کر سکے گا"

"کیا مطلب؟" سوزی نے قدرے تشویش سے پوچھا۔

ماریا نے کہا۔

"میں نے ہنٹر بدمعاش اور اس کے دونوں بدمعاش ساتھیوں کو ہلاک کر دیا — وہ اسی قابل تھے۔"

سوزی صوفے پر گر پڑی۔ "یہ تم نے کیا کر دیا ماریا بہن؟"

"کیوں پریشان ہوتی ہو۔ الزام تم لوگوں پر تو نہیں آئے گا اس کے قتل کا۔ اور پھر میں نے تمہارے لیے نہیں بلکہ دوسرے بے گناہ لوگوں کی جان و مال بچانے کے لیے اس بدمعاش قاتل کو ہلاک کیا ہے۔ وہ آج ایک اور بیوہ کے بچے کو قتل کرنے والا تھا۔"

سوزی خاموش بیٹھی ماریا کی آواز سن رہی تھی اور اس کرسی کی طرف دیکھ رہی تھی جو اس کے دائیں جانب رکھی تھی اور جس کے بارے میں اُسے یقین تھا کہ ماریا اسی کرسی پر بیٹھی ہوگی۔ ماریا نے کہا۔

"میں نے اس کی ساری دولت نکال کر دریا پار رہنے والے غریبوں میں بانٹ دی ہے۔"

"لیکن ماریا! ہو سکتا ہے، ہم پر بھی کچھ الزام وغیرہ؟"

ماریا نے کہا۔

"ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ تمہارا اس قتل سے

کوئی تعلق نہیں اور پھر وہاں بنگلے کے نوکروں کو معلوم ہوگیا تھا کہ کوئی بھوت وہاں آکر ہنٹر پہ گولیاں چلا رہا ہے۔"

ابھی وہ باتیں کر رہے تھے کہ سوزی کا خاوند گھبرایا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس کی گھبراہٹ میں خوشی کا پہلو بھی تھا۔

"سوزی سوزی! کچھ سُنا تم نے؟"

"کیا؟" سوزی نے جھوٹ موٹ حیرانی سے پوچھا۔

"ہنٹر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا۔"

"کس نے قتل کیا؟"

"لوگ کہتے ہیں کسی بھوت نے آکر انہیں گولی مار دی ہے۔ خدا جانے اصل قصہ کیا ہے۔ میرے تو خیال میں ہنٹر اور اس کے بدمعاش ساتھی جن لوگوں کو ہماری طرح تنگ کیا کرتے تھے، اُن میں سے کسی نے آکر قتل کر دیا ہے۔ لیکن وہاں قاتل کا کوئی ثبوت نہیں۔ کسی نے کسی غیر آدمی کو بنگلے میں جاتے یا نکلتے نہیں دیکھا۔ نوکر کہتے ہیں کہ گیراج سے ایک موٹر کار اپنے آپ بغیر ڈرائیور کے چل پڑی تھی۔ خدا جانے اصل قصہ کیا ہے۔"

سوزی نے کہا۔

"چلو اچھا ہوا بدمعاش اپنے انجام کو پہنچا۔ اس نے ہمارے لیے تو ایک خوفناک مصیبت کھڑی کر دی تھی۔ ذرا سوچو ہم ایک لاکھ روپیہ کہاں سے لا کر دیتے تھے"۔

"ہاں بھئی یہ تو کمال ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے، بھوت کو ہم سے بڑی ہمدردی تھی"۔

ماریا پاس ہی کرسی پر بیٹھی تھی۔ وہ ذرا مسکرائی۔ سوزی بھی کرسی کی طرف دیکھ کر ذرا مسکرائی۔ جیسے وہ ماریا کو دکھا رہی ہو۔

"اچھا چلو اب کھانا کھالو"۔

"ہاں اب تو اطمینان سے کھانا کھائیں گے"۔

کھانے پر اُدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں۔ سوزی کے خاوند نے کہا۔

"مجھے اب بھی یقین نہیں آ رہا کہ یہ کام کسی بھوت کا ہے۔ بھلا آج کے سائنس کے زمانے میں بھوت کہاں ہوتے ہیں۔ یہ تو پرانے دقیانوسی زمانے کی باتیں ہیں"۔

سوزی نے کہا۔

"لیکن ہیری! ہو سکتا ہے، کوئی پرانے زمانے کا

بھوت ہماری مدد کو آ گیا ہو"۔

ہیری ہنس پڑا۔

"بھلا ایسا بھی کبھی ہوا ہے۔ بھوت کہاں اس دنیا میں ہوتے ہیں؟ یہ سب انسان کا وہم ہوتا ہے۔ ذرا پانی تو پکڑانا"۔

سوزی ہاتھ آگے بڑھا کر پانی کا جگ اٹھانے ہی والی تھی کہ ماریا کو شرارت سوجھی۔ اس نے سوزی کا ہاتھ پہنچنے سے پہلے جگ اٹھایا اور اسے ہیری کی طرف بڑھایا۔ سوزی بغلیں جھانکنے لگی۔ ہیری نے جو دیکھا کہ پانی کا جگ اپنے آپ ہوا میں کھڑا ہے تو اس کے ہاتھ سے چمچ چھوٹ کر پلیٹ میں گر گیا۔ اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا، لیکن الفاظ اس کے حلق میں اٹک کر رہ گئے۔ سوزی نے اس خیال سے کہ کہیں اس کے خاوند پر زیادہ اثر نہ ہو جائے جلدی سے کہا۔

"گھبراؤ نہیں ہیری! یہ وہی ہمارا ہمدرد بھوت ہے"۔

"لیکن — لیکن — یہ کیسے ہو گیا؟"

اب ماریا نے کہا۔

"ہیری بھائی! گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں

تمہاری ہمدرد ہوں۔ اگرچہ تم مجھے بھوت ہی کہو گے۔ مگر میں بھوت نہیں ہوں اور تمہاری بیوی سوزی کی سہیلی ہوں۔"

ہیری اب بھی ٹک ٹک حیرانی سے جگ کو تک رہا تھا۔ ماریا نے جگ میز پر رکھ دیا۔ ہیری نے رومال سے چہرے پر آیا ہوا پسینہ پونچھا اور سوزی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"سوزی! کیا — کیا یہ سب ٹھیک ہے۔ کیا ہمارے گھر میں بھی بھوت رہتا ہے؟"

سوزی نے کہا۔

"یہ بھوت نہیں ماریا ہے ہیری ماریا! ہماری دوست ماریا۔ یہ میری طرح کی ایک عورت ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اسے کوئی دیکھ نہیں سکتا۔"

ہیری نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"تو کیا ہنٹر اور اس کے بدمعاشوں کو ماریا نے ...؟"

ماریا کہنے لگی۔

"ہاں ہیری! ان بدمعاشوں کو میں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔ لیکن تم لوگوں پر کوئی شک نہیں کر سکتا۔ وہ ظالم اسی قابل تھے کہ انہیں ختم کر دیا جاتا۔ تاکہ لوگ اُن کے ظلم سے بچ جائیں۔ میں نے جو کیا ہے، اُسے تم مجھ پر چھوڑ دو۔"

سوزی بولی۔

"اب ان باتوں کو بھول جاؤ ہیری اور کھانا کھاؤ۔ آؤ ماریا تم بھی ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔"

اس کے بعد کھانے پر سوزی نے اپنے خاوند کو ساری کہانی سنا ڈالی کہ کس طرح ریل گاڑی میں ڈاکا پڑا۔ ڈاکو اسے لوٹ کر مارنا چاہتے تھے۔ پھر کس طرح ماریا نے ان ڈاکوؤں سے اُسے بچایا۔

"تم نے ریلوے سٹیشن پر جو میرے ماتھے پر نشان دیکھا تھا، وہ ایک ڈاکو نے مجھے گرا دیا تھا۔"

ہیری بولا۔

"اب ہمیں ماریا کے راز کو راز ہی رکھنا ہوگا۔ کسی کو کانوں کان خبر نہیں کرنی ہوگی کہ ہمارے گھر میں ایک ایسی عورت چھپی ہوئی ہے جو کسی کو نظر نہیں آتی۔"

سوزی بولی۔

"ہمیں کیا ضرورت ہے، کسی کو بتانے کی بھلا؟"

ہیری نے کہا۔

"یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ شہر میں یہ خبر بڑی گرم ہے کہ ایک بھوت شہر میں گھوم پھر رہا ہے جس نے ہنٹر اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔"

ماریا نے کہا۔

"فکر نہ کرو ہیری بھائی! میں کل یا پرسوں یہاں سے چلی جاؤں گی۔ کیوں کہ اب میں اپنے بھائیوں کو کسی دوسرے شہر میں جا کر تلاش کرنا چاہتی ہوں۔"

اگلے دن صبح صبح ایک پولیس انسپکٹر ہیری کے بنگلے پر آگیا۔ سوزی اور ہیری پریشان سے ہو گئے۔ مگر انہوں نے اپنی پریشانی ظاہر نہ ہونے دی۔ انسپکٹر نے کہا کہ وہ ہنٹر کے قتل کے سلسلے میں اُس کے سارے ملنے جلنے والوں سے مل کر تفتیش کر رہا ہے۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ماریا بھی انسپکٹر کی آواز سُن کر نیچے آ گئی۔ انسپکٹر کے ساتھ دو پولیس کے سپاہی بھی تھے۔ اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد انسپکٹر نے ہیری سے پوچھا۔

"کیا ہنٹر صاحب کی آپ سے دشمنی تھی؟"

"جی نہیں۔ وہ ہمارے دفتر میں افسر تھا۔ میری اُس کی بھلا کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟"

ماریا سیڑھیوں کے پاس کھڑی تھی۔ سوزی اپنے خاوند کے پاس بیٹھی تھی۔ وہ فکر مند تھی۔ انسپکٹر نے کچھ کارروائی لکھی اور پھر یہ کہہ کر چلا گیا کہ

کل وہ پھر آئے گا۔

[کیا سوزی اور ہیری کو قتل کے الزام میں پکڑ لیا گیا؟
ماریا نے ان لوگوں کی کس طرح مدد کی؟
ناگ اور عنبر ماریا کی تلاش میں کہاں پہنچے؟
یہ آپ اسی ناول کی اگلی قسط میں پڑھیں گے۔]

793

A-PDF Image To PDF Demo. Purchase from www.A-PDF.com to remove the watermark

موت کا تعاقب — ۸

تاریخ کی پُراسرار اور سچی داستان

خُونی بُرج

اے حمید

ملک لائبریری

شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ، پبلشرز
لاہور ○ حیدرآباد ○ کراچی

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ

طابع : شیخ نیاز احمد،
مطبع: غلام علی پرنٹرز، اشرفیہ پارک، فیروز پور روڈ، لاہور
سے چھپوا کر چوک انار کلی، لاہور سے شائع کیا۔

قیمت ۶ روپے

مقام اشاعت :
شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ، پبلشرز
ادبی مارکیٹ، چوک انار کلی، لاہور

- صندوق میں لاش
- خونی برج
- قلعے سے فرار
- بڑی رانی
- مردے کا بھوت
- سفید سانپ
- شیر کا حملہ
- لاش غائب
- پرانی سرائے
- ناگ مل گیا

پیارے بچو!

ماریا ناگ پور آ گئی۔ راستے میں ریل گاڑی میں دو آدمی ایک لاش کو صندوق میں بند کر کے لے آئے تھے۔ ماریا کو وہ دیکھ نہیں سکتے تھے۔ آپس میں باتیں کرنے لگے۔ ان کی باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ ایک نوجوان راجکمار کی لاش لے کر ناگ پور کے راجہ کے پاس لے جا رہے ہیں۔ ماریا ان کے ساتھ گئی۔ وہ کسی نہ کسی طرح لاش والا صندوق وہاں سے نکال کر ایک ویران کھنڈر کے تہہ خانے میں لے گئی۔ جہاں اس نے لاش کو زمین کے اندر ایک تہہ خانے میں رکھ دیا۔ ادھر عنبر اور ناگ بھی چلے آ رہے تھے۔ ناگ عنبر سے بچھڑ گیا۔ ناگ کی ملاقات ماریا سے ہو گئی۔ انہوں نے لاش کو صندوق سے نکال کر دیکھا۔ اس راجکمار کو سانپ نے ڈسا کر مارا گیا تھا۔ ناگ نے کہا کہ یہ شخص پھر سے زندہ ہو سکتا ہے۔ اگر وہ سانپ یہاں آ کر اس کا زہر چوس لے جس نے اسے ہلاک کیا ہے۔ ناگ نے سانپ کو بلا لیا۔ پھر کیا ہوا؟ یہ آپ خود پڑھیں گے۔

صندوق میں لاش

ماریا کو اب اپنے بھائیوں کی یاد ستانے لگی۔

چنانچہ ایک روز اس نے سوزی کو الوداع کہا اور کلکتہ کے ریلوے سٹیشن پر آ گئی۔ اس نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ جس طرف کو جانے والی گاڑی تیار ملے گی وہ اس میں سوار ہو جائے گی۔ سٹیشن پر ناگ پور کو جانے والی گاڑی بالکل تیار تھی۔ گارڈ سیٹی بجا کر جھنڈی ہلا رہا تھا۔ ماریا جلدی سے ایک ڈبے میں سوار ہو گئی۔ یہ فسٹ کلاس کا ڈبہ تھا۔ موسم گرمی کا تھا مگر ڈبہ اندر سے ٹھنڈا تھا۔ اس ڈبے میں دو آدمی سوار تھے۔ انہوں نے صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ایک آدمی کے ماتھے پر زخم کا نشان تھا۔ دوسرا ذرا لنگڑا کر چلتا تھا۔ دونوں ڈبے کے سبز شیشے میں سے باہر جھانک رہے تھے۔ گاڑی چلی تو انہوں نے سر پیچھے کر لیے اور گہرا سانس لیا۔

"بھگوان کا شکر ہے گاڑی یہاں سے چلی" لنگڑے نے کہا۔

دوسرا بولا۔ "اب باقی سفر بھی آرام سے کٹ جائے گا۔"

"فکر نہ کرو۔ اگر کوئی خطرہ ہوا تو ہم زنجیر کھینچ کر بھاگ

جائیں گے"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو! پاگل اگر ہم بھاگ گئے تو اس چیز کا کیا بنے گا۔ جو اس صندوق میں بند ہے!"

"بھائی اپنی جان بھی تو بچانی ہے"

"مگر راجہ سے ایک لاکھ روپیہ بھی تو لینا ہے جا کر"

"زندگی خطرے میں پڑ گئی تو میں روپیہ بھی چھوڑ دوں گا"

"دیکھا جائے گا۔ ابھی تو ہم بالکل محفوظ ہیں"

ان کی باتوں سے ماریا سمجھ گئی کہ کسی راجہ کے کہنے پر ان لوگوں نے کوئی کام کیا ہے جس کا نتیجہ صندوق میں بند ہے۔ اب خدا جانے انہوں نے راجہ کے کہنے پر ایک لاکھ روپے کے بدلے میں آ کر کسی کو قتل کر دیا ہے اور لاش صندوق میں ڈال کر اسے ثبوت کے لیے راجہ صاحب کے پاس لے جا رہے ہیں یا کوئی اور بات ہے۔ بہرحال ماریا کے دل میں ایک شوق سا پیدا ہو گیا۔ ایک دلچسپی پیدا ہو گئی کہ دیکھیں اس صندوق میں کیا ہے!

دونوں آدمی بدمعاش لگتے تھے۔ ان کے چہروں پر شرافت بالکل نہیں تھی۔ انہیں ہرگز معلوم نہیں تھا کہ ان کے ڈبے میں ایک عورت بھی ان کے ساتھ سفر کر رہی ہے۔ جس نے ساری باتیں سن لی ہیں۔ ماریا اوپر والی سیٹ پر جا کر لیٹ

گئی اور پہلو بدل کر ان آدمیوں کی باتوں کو بڑے غور سے سننے لگی۔

یہ مفرور قاتل اس لاش کے بارے میں باتیں کرنے لگے جو صندوق میں بند تھی۔

"یار! کم بخت اس راجکمار نے مرتے مرتے بھی دیر لگا دی"

"ایک گولی کھا کر تو میری طرف دیکھتا رہا۔ آخر تین گولیوں سے مرا کم بخت"

"ذرا سونگھو کہیں صندوق میں سے لاش کی بو تو نہیں آ رہی؟"

دوسرے آدمی نے صندوق کے ساتھ ناک لگا دی۔

"اوہوں! بدبو نہیں آ رہی۔ بھئی چونا وغیرہ لگا دیا ہے۔ لاش سے اب بدبو کہاں سے آئے گی"

ایک بار تو ماریا بھی کانپ اٹھی۔ کس قدر ظالم ہیں یہ دونوں بدمعاش! نہ جانے کس بدنصیب ماں کا بیٹا ہو گا یہ جس کو ان ظالموں نے گولی مار کر ہلاک کر ڈالا اور اب اس کی لاش کو راجہ کے پاس لے جا رہے ہیں۔ نہ جانے اس قتل میں کیا راز ہے! وہ راجہ کون ہے؟ یہ راجکمار کون تھا! کیا کسی جائیداد کا جھگڑا تھا! معلوم کرنا چاہیئے۔ اس راز پر سے پردہ اٹھانا چاہیئے۔ ماریا نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اس راز کو کھول کر چھوڑے گی اور معلوم

کرے گی کہ اس بے گناہ کو کیوں قتل کیا گیا؟

گاڑی کلکتہ سے دور نکل آئی تھی اور کھیتوں میں بھاگی جا رہی تھی۔ ناگ پور ہندوستان کے درمیان میں ایک مشہور شہر ہے۔ کافی لمبا سفر تھا۔ ماریا نے دل میں سوچا کہ ہو سکتا ہے خدا کو یہی منظور ہو کہ وہ اس گاڑی میں سفر کر کے بے گناہ راجکمار کے قاتلوں سے اس کا بدلہ لے۔ ہو سکتا ہے اس طرح سے اس کی ملاقات عنبر اور ناگ سے ہو جائے۔

گاڑی چھوٹے چھوٹے سٹیشن چھوڑ رہی تھی۔ دوپہر کے وقت ایک بڑا ریلوے سٹیشن آ گیا۔ گاڑی وہاں رکی۔ فسٹ کلاس ہونے کی وجہ سے بیرا کھانا لے کر آ گیا۔ دونوں مل کر کھانے لگے۔ بیرا چلا گیا ماریا کو بھی بھوک لگ رہی تھی۔ وہ ریل گاڑی سے اتر کر پلیٹ فارم پر آ گئی۔ اس نے دیکھا۔ ایک ٹی سٹال پر ڈبل روٹی مکھن اور چائے بک رہی تھی۔ چپکے سے وہاں جا کر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ ہاتھ بڑھا کر ایک تھالی میں سے آدھی ڈبل روٹی اور مکھن اٹھایا اور سکون سے کھانا شروع کر دیا۔ دکاندار کو معلوم ہی نہ ہو سکا کہ وہاں سے آدھی ڈبل روٹی غائب ہو گئی ہے۔

پھر اس نے چائے کی ایک پیالی اٹھا لی اور پینے لگی۔ چائے پی کر اس نے خالی پیالی رکھی تو وہ نیچے گر کر ٹوٹ گئی مالک نے اپنے نوکر کے سر پر زور سے دھپ مار کر کہا۔

"او کے پٹھے! دیکھ کر برتن نہیں رکھتا۔ روز ایک پیالی توڑ دیتا ہے۔"

نوکر سر کو سہلاتے ہوئے حیرانی سے کبھی ٹوٹی پیالی اور کبھی مالک کا منہ تک رہا تھا۔

"صاحب میں نے تو اس پیالی کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔"

مالک نے ایک اور طمانچہ مار کر کہا۔

"تو پھر یہ تیرے باپ نے توڑی ہے؟"

ماریا کو بڑا غصہ آیا کہ بدبخت اس بے چارے کو یونہی مار رہا ہے۔ اس نے کاؤنٹر پر رکھی ہوئی چھ پیالیاں ایک ساتھ اٹھائیں اور انہیں مالک کے سر پر دے مارا۔ ساری کی ساری پیالیاں ٹوٹ کر بکھر گئیں۔ ٹی سٹال کا مالک بوکھلا کر ادھر ادھر تکنے لگا۔

اتنے میں ریل نے سیٹی دی۔ ماریا جلدی سے اپنے ڈبے میں آ کر بیٹھ گئی۔ گارڈ نے جھنڈی لہرائی۔ ریل چھکا چھک کرتی پلیٹ فارم سے باہر نکل گئی اور دوسرے سٹیشن کی طرف تیزی سے چلنے لگی۔ دونوں قاتل کھانا کھا کر صندوق پر بیٹھے، وہ گرم چائے پی رہے تھے اور راجکمار کے قتل کے بارے میں ہی باتیں کر رہے تھے۔ سفر کرتے کرتے دو روز گزر گئے۔ تیسرے روز شام کے وقت صندوق میں رکھی ہوئی لاش بدبو دینے لگی۔

دونوں قاتل پریشان ہو گئے۔ انہوں نے اٹیچی کیس میں سے خوشبو کی ایک شیشی نکالی اور صندوق کے اوپر انڈیل دی۔ سارے ڈبے میں خوشبو پھیل گئی جس کی وجہ سے لاش کی بدبو دب گئی۔

چوتھے روز صبح بیرا ناشتہ لے کر آیا تو بولا۔

"صاحب! بڑی خوشبو پھیلی ہے ڈبے میں؟"

لنگڑے قاتل نے کہا۔

"تجھے کیا۔ چل بھاگ یہاں سے"

بیرا خاموشی سے چلا گیا۔ ماریا کو بھی بھوک لگی تھی۔ وہ ڈبے سے اترنے لگی تو گارڈ نے سیٹی بجا دی۔ اس سٹیشن پر گاڑی دو منٹ کے لیے ہی رکتی تھی۔ اب سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ ماریا ان قاتلوں کے ساتھ ناشتہ کرے۔ وہ قریب آ گئی۔ دونوں قاتل ناشتہ کر رہے تھے۔ تھالی میں ڈبل روٹی کے ٹکڑے، مکھن، انڈے اور پھل رکھا تھا۔ ماریا نے آنکھ بچا کر دو سنگترے اور ایک سینڈوچ اٹھا لیا۔ دونوں کو پتہ نہ چلا مگر جب انہوں نے ایک پیالی غائب دیکھی تو بڑے حیران ہوئے۔

"یار! یہ کم بخت بیرا ایک ہی پیالی لایا تھا؟"

"نہیں تو۔ میرے سامنے ٹرے میں دو پیالیاں پڑی تھیں"

"تو پھر اب دوسری پیالی کہاں ہے؟"

"خدا جانے کہاں چلی گئی"

ماریا نے بڑے آرام سے ذرا پرے بیٹ پر بیٹھ کر سنگترہ کھایا۔ سینڈوچ کھایا۔ چائے پی اور خالی پیالی لا کر دونوں کے درمیان رکھ دی۔ غیب سے اچانک پیالی کو اپنے آپ آ کر ٹرے میں گرتا دیکھ کر دونوں کے منہ حیرت سے کھل گئے۔

"یہ۔ یہ کہاں سے آ گئی؟"

دہشت سے ان کا برا حال ہو رہا تھا۔ دوسرے نے کہا۔

"تمہارا وہم ہے یار۔ پیالی پہلے سے اسی جگہ پڑی تھی"

"بھگوان کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے پیالی کو ہوا میں سے نکل کر ٹرے میں آتے دیکھا ہے"

"تمہاری آنکھوں پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا"

"میں سچ کہہ رہا ہوں"

"خاموش بیٹھے رہو۔ ناگ پور آ رہا ہے۔ راجہ کا نوکر سٹیشن پر ویگن لے کر آیا ہو گا"

اب ماریا کو شرارت سوجھی تو اس نے سنگترے کے چھلکے اٹھا کر ٹرے میں پھینکنے شروع کر دیئے۔ چھلکوں کو گرتا دیکھ کر دونوں تھر تھر کانپنے لگے۔ ماریا نے سوچا کہ انہیں زیادہ نہیں ڈرانا چاہیئے کیونکہ اس طرح ہو سکتا ہے یہ بے ہوش ہو جائیں اور اس قتل کا راز نہ کھل سکے۔ پس وہ خاموش ہو کر بیٹھی رہی۔ ریل گاڑی اب ناگ پور شہر میں سے گزر رہی تھی۔

ایک پُل آیا جس کے نیچے دریا بہہ رہا تھا۔ اونچی اونچی عمارتیں نظر آنے لگیں۔ آخر ناگ پور کا بہت بڑا ریلوے سٹیشن آ گیا۔ گاڑی چھک چھک کرتی بڑی شان سے پلیٹ فارم میں داخل ہوئی اور پھر کھڑی ہو گئی۔

مسافر ڈبوں میں سے اترنے لگے۔ قلیوں نے شور مچا دیا۔ یہ فسٹ کلاس کا ڈبہ تھا۔ یہاں کوئی مسافر نہ آیا۔ دونوں قاتل بے چینی سے باہر دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں ایک وردی پوش ڈرائیور بھاگتا ہوا ڈبے کے پاس آیا اور بولا۔

"راجہ بکرم سنگھ جی کے مہمان اس ڈبے میں سفر کر رہے ہیں کیا؟"

دونوں قاتل جلدی سے باہر نکل آئے۔ "جی ہاں! ہم ہی راجہ صاحب کے مہمان ہیں۔"

"تشریف لائیے۔ گاڑی باہر کھڑی ہے۔"

"یہ صندوق بھی ساتھ ہے ہمارے"

"کوئی فکر نہیں۔ میں اسے اٹھوائے دیتا ہوں۔"

صندوق میں سے عطر کی خوشبو آ رہی تھی جس کی وجہ سے بدبو دب گئی تھی۔ اسی وقت چار قلی منگوائے گئے۔ جنہوں نے صندوق اٹھا کر باہر ویگن میں لا کر رکھ دیا۔ ماریا پہلے سے ویگن میں آ کر بیٹھ گئی تھی۔ دونوں قاتل بھی ویگن میں سوار ہو گئے

اور ڈرائیور نے ویگن سٹارٹ کر دی۔ شہر کے مختلف بازاروں سڑکوں پر سے گزرتے ہوئے ویگن شہر سے باہر کھیتوں کے بیچ والی سڑک پر سے گزرنے لگی۔ اب کھیت بھی پیچھے رہ گئے اور جنگلی درخت اور گھنی جھاڑیاں شروع ہو گئیں۔ سڑک بھی کچی ہو گئی تھی۔

ماریا کو دُور درختوں میں ایک پرانا قلعہ نظر آیا۔

ویگن قلعے کے اندر جا کر کھڑی ہو گئی۔ ایک ادھیڑ عمر کا آدمی وہاں پہلے سے کھڑا تھا۔ اس نے چوڑی دار پاجامہ، مخمل کا کوٹ اور سر پر پگڑی باندھ رکھی تھی جس میں موتی لگے تھے۔ وہ جلدی سے آگے بڑھا اور قاتلوں کو ایک طرف لے جا کر ان سے باتیں کرنے لگا۔ وہ ان سے یہی پوچھ رہا تھا کہ کیا راجکمار کی لاش وہ ساتھ لائے ہیں! قاتلوں نے مسکرا کر کہا۔

"سرکار! آپ کا حکم ہو اور ہم اسے پورا نہ کریں۔ ہم نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔ اب آپ کو اپنا وعدہ پورا کرنا ہے۔"

راجہ مسکرایا۔

"لاش دیکھنے کے بعد تمہیں ایک لاکھ روپیہ اسی وقت ادا کر دیا جائے گا۔"

صندوق اٹھوا کر قلعے کے پچھواڑے راجہ کے خاص کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ سب نوکر چلے گئے۔ اب کمرے میں دونوں قاتل اور

راجہ رہ گئے۔ بے شک ماریا پہلے ہی اس کمرے میں موجود تھی۔ راجہ نے کمرے کی کھڑکیاں بند کر کے آگے پردے کر دیے۔ بتی جلا دی گئی۔ دونوں قاتل ایک طرف کھڑے تھے۔ راجہ نے صندوق کو کھولا۔ ماریا نے آگے ہو کر جھک کر دیکھا۔ صندوق میں ایک خوبصورت نوجوان کی لاش پڑی تھی۔ جس کے گلے میں موتیوں کی مالا ابھی تک ویسے ہی پڑی تھی۔ راجہ نے لاش کو دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا اور پھر قاتلوں کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"شاباش! تم لوگوں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ یہ لاش راجکمار ہی کی ہے!"

ایک قاتل نے جھک کر کہا۔ "سرکار! اب اپنا وعدہ پورا کر دیجیے۔"

راجہ نے ایک الماری کے دراز میں سے ایک لاکھ روپے کے نوٹ نکال کر ان کے حوالے کر دیئے۔

"تمہاری امانت پہلے ہی سے یہاں رکھ دی گئی تھی۔ یہ لو"

"شکریہ!"

انہوں نے اسی وقت آدھے آدھے پیسے بانٹ لیے۔

"اب ہمیں اجازت دیجیے!"

راجہ نے کہا۔

"تم لوگ سفر کرنے تھک گئے ہو۔ آج رات ہمارے

ہاں آرام کرو۔ کل بیشک چلے جانا۔ یہ میری خواہش ہے۔ مجھے بڑی خوشی ہو گی۔"

"سرکار! ابھی کئی دوسرے کام بھی جا کر کرنے ہیں۔ اس لیے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہم چلے جائیں!"

راجہ نے کہا۔

"دنیا کے کام تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔ کیا تم لوگ میرے ایک رات کے مہمان بن کر مجھے عزت نہیں بخشو گے؟"

آخر دونوں قاتل راجہ کے اصرار پہ رضا مند ہو گئے کہ وہ ایک رات محلے میں بسر کریں گے۔ بس یہی ان کی بدنصیبی تھی ان کے ساتھ کیا ہونے والا تھا؟ یہ نہ ان کو کوئی خبر تھی اور نہ ماریا کے وہم و گمان میں کچھ تھا۔ لاش والا صندوق اسی کمرے میں بند کر دیا گیا۔ راجہ دونوں قاتلوں کو لے کر محلے کی دوسری منزل میں ایک کمرے میں آ گیا۔

"آپ لوگ اس کمرے میں آرام کریں۔ نوکر آپ کو ابھی کھانا دے جائے گا۔ شام کے کھانے پہ میں بھی آپ کے ساتھ کھانا کھاؤں گا۔ اگر کسی دوسری چیز کی ضرورت ہو تو یہ گھنٹی بجا دیجیے گا!"

"شکریہ، شکریہ!"

راجہ چلا گیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی باہر نکل گئی وہ راجہ

کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ راجہ نے یہ قتل کس لیے کروایا ہے! راجہ اپنے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ وہاں ایک خوبصورت عورت بیٹھی ناخنوں پر پالش لگا رہی تھی۔

راجہ نے جاتے ہی کہا۔

"مہارانی! مبارک ہو۔ اب تمہارا بیٹا ہی راج گدی کا مالک بنے گا۔ تمہارے بیٹے کے راستے میں راجکمار کی جو رکاوٹ تھی اسے ٹھکانے لگا دیا گیا ہے!"

رانی کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

"کیا سچ کہ رہے ہیں مہاراج؟"

"اگر نہیں شک ہے تو چل کر صندوق میں پڑی ہوئی لاش دیکھ لو!"

"اب میرا بیٹا راج گدی کا مالک بنے گا۔ یہ سارا قلعہ سارا محل، ساری جائیداد اس کی ہو گی!"

رانی بہت خوش تھی۔ وہ راجہ کے ساتھ قلعہ کی پہلی منزل والے کمرے میں گئی۔ اس نے صندوق کھلوا کر لاش دیکھی۔ راجکمار مردہ پڑا تھا۔ رانی نے کہا۔

"مگر ابھی ہمارے راستے میں ایک رکاوٹ باقی ہے۔"

"تمہارا مطلب راجکمار کی ماں سے ہے؟" راجہ نے کہا۔

"ہاں۔ راجکمار کے بعد اس کی ماں اس قلعے اور اس کی

ساری جائیداد کا دعوی کر سکتی ہے۔"

رانی نے کہا۔

"تو پھر اس کو ٹھکانے لگانے کے بارے میں بھی آپ نے کچھ سوچا ہے"

راجہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"رانی! میں کچی گولیاں نہیں کھیلا ہوں۔ میں نے بھی اس کا سارا بندوبست کر رکھا ہے۔ راجکمار کے بعد اب اس کی ماں کی باری ہو گی۔ دوسرے قاتلوں کو میں نے بالکل تیار کر رکھا ہے۔"

رانی نے راجہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مگر کیا یہ لوگ ہمارا ایک لاکھ روپیہ لے کر چلے جائیں گے؟"

راجہ نے بڑی مکاری سے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے! کیا کبھی اس قلعے سے میرا مال لے کر جا سکا ہے؟ ان کو آج رات ہی ختم کر دیا جائے گا۔ قلعے میں اتنی جگہ ہے کہ یہاں راجکمار کی لاش کے ساتھ دو اور لاشیں سما سکیں"

"آپ کتنے اچھے ہیں مہاراج! آپ کو ہماری دولت کا کتنا خیال ہے"

راجہ قہقہہ مار کر ہنسا۔

"ہا ہا ہا! یہ لوگ بھی تو راجکمار کے قاتل ہیں۔ ان کو یہاں

سے بچ کر نہیں جانا چاہیے۔ آؤ اب ڈرائنگ روم میں چلتے ہیں۔"

ماریا ان دونوں کی باتیں سن کر ہکی بکی رہ گئی۔ اس نے بڑے بڑے مکار شخص دیکھے تھے مگر یہ راجہ اور رانی ان سب پر بازی لے گئے تھے۔ بہر حال اسے ایک بات کی خوشی تھی کہ قاتلوں کو ان کے کئے کی سزا ملنے والی تھی۔ یعنی جو کام ماریا خود کرنا چاہتی تھی وہ یہ راجہ رانی کر رہے تھے۔ ماریا اب ان دونوں کا انجام اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنا چاہتی تھی۔

راجہ بکرم سنگھ کے ان دونوں قاتلوں کے سونے کا بندوبست قلعے کی دوسری منزل کے برج والے کمرے میں کیا تھا۔

خونی برج

اس برج کو خونی برج بھی کہتے تھے۔

غدر کے زمانے میں اس برج میں انگریزوں نے دو سو انسانوں کو ٹھونس کر ہلاک کر ڈالا تھا۔ تب سے اس کا نام خونی برج پڑ گیا تھا۔ اس کے بعد اس برج میں ایک کمرہ سا بنا دیا گیا جس میں مہمانوں کو ٹھہرایا جانے لگا۔ کیونکہ اس برج کی کھڑکیاں دریا کی طرف کھلتی تھیں اور رات کو بڑی ٹھنڈی ہوا چلا کرتی تھی۔ ماریا سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اس نے بھی خونی برج والے کمرے میں ٹھہرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ یہ راجہ کس طریقے سے دونوں قاتلوں کو ان کے انجام تک پہنچاتا ہے۔

رات کا کھانا راجہ نے مہمانوں کے ساتھ کھایا۔ ماریا نے کھانا باورچی خانے میں جا کر کھایا۔ وہاں خانساماں پرانے وقتوں کا تھا۔ سر پر پگڑی باندھے پوریاں تل رہا تھا۔ ایک طرف مرغ روسٹ کیا ہوا رکھا تھا۔ تھال اور طشتریاں پھلوں سے بھری ہوئی تھیں۔ دوسرے نوکر چاکر بھی ادھر ادھر کام

کرتے پھرتے تھے۔ وہ بڑے مزے سے کھا پی بھی رہے تھے۔ یہاں ماریا کے لیے کھانا اٹھا کر کھا لینا کوئی مشکل بات نہ تھی۔ چنانچہ اس نے ایک تھالی میں سے روسٹ مرغا اٹھایا۔ دوسری طشتری میں سے کچھ پھل اٹھائے اور قلعے کی گیلری میں آ کر بڑے مزے سے کھانے لگی۔

یہاں سے دریا کا منظر بڑا صاف اور دلکش دکھائی دے رہا تھا۔ دریا میں ایک کشتی چلی جا رہی تھی۔ ماہی گیر گانا گا رہا تھا۔ اس کی ہلکی ہلکی آواز ماریا کے کانوں تک آ رہی تھی مگر لفظ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ اب رات کا اندھیرا بڑھتا چلا گیا۔ دریا کی طرف سے بڑی ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔ ماریا ختم کر کے اٹھی اور نیچے خونی برج والے کمرے میں آ گئی۔ دونوں قاتل کھانا کھا کر واپس آ گئے تھے اور اپنے اپنے بستروں پر اپنے اپنے حصے کے نوٹ گن رہے تھے۔

"بھگوان قسم یہ دولت بڑے آرام سے مل گئی!"

دوسرا قاتل بولا۔

"مگر یار تم نے تو راجکمار کو سانپ سے ڈسوا کر مارا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ تم نے ناگ کو چھوڑا جس نے راجکمار کو جا کر ڈس دیا۔ اور وہ مر گیا۔ پھر تم نے راجہ کو کیوں کہا کہ تم نے اسے گولی ماری تھی!"

پہلا قاتل ہنسا

"راجہ کہ اگر پستول کی گولی نہ بتاتا تو وہ سمجھتا کہ شاید یہ راجکمار کسی وقت پھر سے زندہ ہو کر بھوت کی شکل میں اس کو آ کر تنگ کرے گا۔ کیونکہ ان راجاؤں میں یہ وہم بڑا عام ہے کہ جو لوگ سانپ کے ڈسنے سے مر جاتے ہیں وہ بھوت بن کر دوبارہ اس دنیا میں آ جاتے ہیں!"

دوسرا قاتل ہنسا

"بڑی عقلمندی سے کام لیا تم نے۔ لیکن تم نے مجھے بھی کیوں اندھیرے میں رکھا؟ کم از کم مجھے تو بتا دیتے کہ تم نے سانپ سے ڈسوا کر راجکمار کو مارا ہے۔ کیونکہ میں نے تو تمہیں چھپ کر سانپ ڈسواتے دیکھ لیا تھا!"

"میں نہیں چاہتا تھا کہ تم کسی دباؤ سے مجبور ہو کر راجا کو بتا دو کہ میں نے گولی نہیں چلائی بلکہ سانپ ڈسوایا ہے۔ میرا خیال تھا کہ واپسی پر تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ کیونکہ جب تک ہم اس قلعے میں بند ہیں ہمارے ساتھ کوئی بھی حادثہ ہو سکتا ہے۔"

"خاص طور پر اس خونی برج میں تو کوئی بھی حادثہ ہو سکتا ہے۔ یار سنا ہے اس خونی برج میں انگریزوں نے غدر کے زمانے میں لوگوں کو دم گھونٹ کر مروا ڈالا تھا!"

"یار ایسی باتیں نہ کرو۔ یہ دیکھو کہ تمہارے نوٹ پورے
پچاس ہزار ہی ہیں! میرے تو پورے ہیں"

"میرے بھی پورے ہیں"

"بس اب صبح کا انتظار ہے۔ ذرا پو پھٹے گی تو ہم یہاں
سے نکل چلیں گے۔ خواہ مخواہ راجہ صاحب کے تکلف میں آگئے
ورنہ حق یہ تھا کہ ہمیں آج ہی شام یہاں سے نکل جانا چاہئے

"میں نے تمہارے سامنے بڑی کوشش کی تھی مگر راجہ نے
زبردستی رات رہنے پر مجبور کر دیا"

"چلو خیر! اب تو رات کاٹنی ہی پڑے گی"

ماریا کونے میں قالین پر نیم دراز یعنی آدھی لیٹی ان دو
کی باتیں سن رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ بے چارے ٹھیک
ہی سوچ رہے ہیں کہ انہیں آج رات یہاں سے نکل جا
چاہیئے تھا کیونکہ آج رات ان کے قتل کی رات ہے اگر
اس وقت بھی معلوم ہو جائے کہ راجہ نے ان دونوں ک
ختم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے تو یہ اسی وقت اس خونی ک
کی کھڑکی سے دریا میں چھلانگ لگا دیں۔

"کیا میں ان لوگوں کو بتا دوں کہ راجہ نے ان کی مو
کی سکیم بنائی ہے؟"

ماریا نے سوچا۔ مگر نہیں۔ یہ لوگ قاتل ہیں۔ انہوں

راجکمار کے علاوہ بھی بہت سے لوگوں کو مارا ہے۔ ابھی یہ
خود کہہ رہے تھے کہ یہاں سے جا کر انہوں نے کسی دوسرے
کو قتل کرنا ہے۔ یہ تو پیشہ ور قاتل ہیں۔ پیسے لے کر لوگوں
کی زندگیوں سے کھیلتے ہیں۔ ان کا زندہ رہنا ٹھیک نہیں۔ ان
کو قتل کا بدلہ ملنا ہی چاہیے۔

ماریا خاموشی سے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی رہی۔
وہ بڑی بے چینی سے اس وقت کا انتظار کر رہی
تھی جب ان دونوں قاتلوں کو ان کے کئے کی سزا ملنے
والی تھی۔ رات گزرنے لگی۔ دریا کی طرف جو کھڑکی کھلی تھی
اس کے باہر اندھیرا تھا۔ دونوں قاتل کچھ دیر تک تو بیٹھے
باتیں کرتے رہے۔ پھر انہوں نے اپنے اپنے روپے
سرہانوں کے نیچے چھپا کر رکھے اور سونے کی کوشش کرنے
لگے۔ تھوڑی دیر بعد کمرے میں ان کے خراٹوں کی آواز
گونج رہی تھی۔

شاید ان کے خراٹوں کا۔ انتظار کیا جا رہا تھا۔
کیونکہ جونہی وہ گہری نیند سوئے ماریا نے آہٹ محسوس
کی۔ وہ تو جاگ رہی تھی۔ ماریا اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ
کر تکنے لگی۔ آہٹ دریا والی کھڑکی کی طرف ہوئی تھی۔ ماریا
ملا کر دبے پاؤں کھڑکی کے پاس گئی اور نیچے جھانکا۔ یہ

کنڈا کمند کا ہوا تھا جو کھڑکی پر پیچھے سے پھینکی گئی تھی۔ کمند کا آنکڑا کھڑکی میں پھنس گیا تھا اور نیچے ایک آدمی رسے کو پکڑ کر اوپر چلا آ رہا تھا۔ اس کی پگڑی سیاہ رنگ کی تھی۔

ماریا پیچھے ہٹ کر دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی

اتنے میں کالی پگڑی والا جلاد اوپر آ گیا۔ وہ کھڑکی میں سے کودا اور کھڑا ہو کر قاتلوں کے بستروں کو دیکھنے لگا۔ اس شخص نے منہ پر بھی سیاہ رومال باندھ رکھا تھا۔ اس کے کپڑے بھی کالے سیاہ تھے۔ بالکل کالا بھوت لگ رہا تھا۔ ماریا دیوار کے ساتھ لگی کھڑی تھی اس کے پاؤں پر شاید کسی چیونٹی نے کاٹا۔ پاؤں کو اس نے پیچھے کیا تو تپائی پر رکھی ہوئی گلاب دانی نیچے قالین پر گر پڑی۔ اس کی ہلکی آواز پر کالا قاتل چونکا۔

اس نے خنجر نکال لیا اور جدھر گلاب دانی گری تھی ادھر کو لپکا۔ گلاب دانی زمین پر گر پڑی تھی وہ سوچنے لگا۔ یہ کس نے زمین پر گرا دی۔ زلزلہ بھی نہیں آیا تھا۔ پھر یہاں اور کون ہے! اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ وہ اٹھا اور گلاب دانی کو چھوڑ کر اپنے شکار کی طرف متوجہ ہوا۔ دونوں قاتل بستروں پر بے سدھ سوئے

تھے۔ انہیں پتہ ہی نہیں تھا کہ موت ان کے سروں پر کھڑی ہے اور بس وہ اس دنیا میں کوئی دم کے مہمان ہیں۔

کالے قاتل نے خنجر تو پہلے ہی نکال رکھا تھا۔

وہ ایک قاتل پر جھکا۔ اس کے منہ پر اپنا بھاری بھرکم ہاتھ رکھ کر اس کے سانس اور آواز کو روکا اور اس کی گردن پر خنجر چلا کر اس کی شہ رگ کاٹ دی۔ قاتل جاگ پڑا مگر اس کے منہ سے آواز تک نہ نکل سکی اور آنکھیں کھلتے ہی دوبارہ بند ہو گئیں۔ ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں۔ ایک کو ختم کرنے کے بعد کالا بھوت دوسرے قاتل کی طرف بڑھا۔ اس کو بھی کالے بھوت نے اسی طرح ختم کر دیا۔

دونوں قاتل اپنے انجام کو پہنچے تو اس نے دونوں کی لاشوں کو باری باری اٹھا کر کھڑکی کے پاس لے جا کر رکھا اور پھر ایک ایک کر کے انہیں نیچے دریا کی لہروں کے حوالے کر دیا۔ دریا میں لاشوں کے گرنے کی آوازیں آئیں اور پھر گہری خاموشی چھا گئی۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ کالے بھوت نے اس کام سے فارغ ہو کر ان قاتلوں کے سرہانوں کے نیچے سے ایک لاکھ روپے کے

رنسی نوٹ نکال کر جیب میں ڈالے اور جس طرح کو
سے آیا تھا واپس چلا گیا۔

ماریا یہ سارا خونی ڈرامہ اپنی آنکھوں سے دیکھتی رہ
اسے خوشی بھی ہوئی کہ ظالم کو ظلم کا بدلہ مل گیا تھا۔
لیکن ابھی ایک ظالم باقی تھا۔ اسے ابھی اس کے ظلموں
کا بدلہ ملنے والا تھا۔ وہ تھا راجہ۔ اس نے اپنے بھتیج
راجکمار کو سانپ سے ڈسوا کر ہلاک کروایا تھا اور اب
وہ اس راجکمار کی ماں کو ہلاک کروانے کی تیاریاں کر ر
تھا۔ ماریا نے فیصلہ کر لیا کہ وہ راجکمار کی ماں کو ہرگز نہ
مرنے دے گی۔

دوسرے دن صبح ہوئی تو کالے بھوت نے ایک ا
کے نوٹ راجہ کے حوالے کر کے سر جھکا کر کہا۔

"حضور! دونوں قاتلوں کو دریا بُرد کر دیا گیا ہے"
راجہ نے شاباش دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں! میں نے خونی برج سے دونوں کی لاشوں کو
دریا میں گرتے دیکھ لیا تھا۔ یہ لو تمہارا انعام۔"

راجہ نے دو ہزار روپے کالے بھوت کے حوالے کر دیئے
وہ ادب سے جھک کر شکریہ ادا کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا
راجہ نے رانی سے کہا

"مہارانی! اب ہمیں راجکمار کی ماتا کو یہاں لا کر اپنی
آنکھوں کے سامنے ذبح کروانا ہو گا۔"
رانی بولی۔

"اس کا یہاں لانا کیوں ضروری ہے بھلا۔ اس کی
بھی لاش ہی منگوا بھیجیے یہاں"
راجہ بولا

"نہیں! اس عورت کو اپنی آنکھوں کے سامنے قتل
کروا کر میں اپنی تسلی کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے ایک آدمی
کو راجکمار کی ماں کو اغوا کر کے لانے کے لیے روانہ
کر دیا ہے۔ وہ آج شام یہاں قلعے میں راجکمار کی ماں
کو لے کر پہنچ جائے گا۔"
رانی نے کہا۔

"لیکن راجکمار کی لاش کا کیا بنے گا!
راجہ بولا۔

"اسے آج شام ہی قلعے کے تہ خانے میں دفن کر
دیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ مگر اسے جلا کیوں نہیں دیتے"
راجہ نے کہا۔

"اس طرح سے لوگوں کو اور پولیس کو شک پڑ جائیگا۔

کہ یہ قلعے میں کس کی لاش کو جلایا جا رہا ہے۔ یہی بہتر ہے کہ زمین کھود کر صندوق کو دبا دیا جائے گا۔ نہ رہے بانس نہ بجے گی بانسری۔"

ماریا یہ ساری باتیں سن رہی تھی۔ جب سے اسے معلوم ہوا تھا کہ راجکمار کو سانپ سے ڈسوا کر مروا دیا گیا ہے جانے کیوں اس کے دل میں ایک خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اگر ناگ آ جائے تو اس راجکمار کو پھر سے زندہ کیا جا سکتا ہے۔ ماریا نے راجکمار کی لاش کو بڑے غور سے دیکھا تھا۔ سانپ کے زہر نے اس کے خون کو جما دیا تھا۔ خدا جانے وہ کس قسم کا سانپ تھا کہ زہر نے خون کو اسی طرح ٹھنڈا کر دیا تھا۔ راجکمار کے چہرے پر بھی سیاہی نہیں آئی تھی۔

ماریا نے سوچا کہ صندوق میں سے لاش نکال لے پھر خیال آیا کہ وہ لاش کو کہاں لے جا کر رکھے گی۔ اسی صندوق میں پڑا رہنے دیا جائے۔ اب جب اس نے دیکھا کہ مکار راجہ اسے زمین میں دفن کرنے کے پروگرام بنا رہا ہے تو اس نے فیصلہ کیا کہ وہ قبر میں سوراخ کر دے گی تاکہ تازہ ہوا صندوق تک جاتی رہے۔ کیونکہ اس نے ناگ کی زبان سے سن رکھا تھا کہ اگر کسی کو اس قسم

کا سانپ ڈس لے جو اس کے خون کو بہانے کی بجائے جما دے تو اس لاش کو تازہ ہوا ضرور لگتی رہنی چاہیے۔ تاوقتیکہ اس کا علاج نہ ہو جائے۔

اسی رات راجہ نے دو آدمیوں کو ساتھ لیا اور راجکمار کی لاش والا صندوق اٹھوا کر اندھیرے میں شمشان میں پہنچا دیا۔ یہاں ہندو لوگ اپنے مردوں کو جلایا کرتے تھے۔ شمشان یعنی ہندوؤں کے قبرستان میں کیکر کے بے شمار درخت تھے۔ ان درختوں کے پیچھے گہری کھائیاں تھیں۔ ایک کھائی میں قبر کھود کر صندوق اس میں دفن کر دیا گیا۔ راجہ نے کہا۔

"اب تم لوگ یہاں شمال کی طرف چلے جاؤ اور خبردار اس راز کے بارے میں کسی سے کوئی ذکر نہ کرنا۔ اگر تم نے کسی کو بتا دیا تو تمہاری جائیداد ضبط کر لی جائے گی اور تمہارے سارے رشتہ دار میں قتل کروا دوں گا۔"

دونوں آدمی بولے۔

"سرکار! ہم کبھی کسی سے کوئی بات نہیں کریں گے۔ آپ نے ہمیں اتنے روپے دے دیئے ہیں کہ ہم بڑے مزے سے کسی دوسرے شہر جا کر کاروبار شروع کر سکتے ہیں۔"

دونوں اندھیرے میں گم ہو گئے۔ راجہ بھی بگھی میں سوار ہو کر واپس قلعے میں آ گیا۔ ماریا اس بگھی پر بیٹھ کر قبرستان گئی تھی۔ واپسی پر وہ وہیں رہی۔ وہ ایک کدال اپنے ساتھ لیتی گئی تھی۔ جونہی یہ لوگ وہاں سے گئے ماریا نے کدال چلانی شروع کر دی۔ مٹی بڑی نرم تھی۔ بڑی جلدی وہاں ایک جانب گہرا سوراخ ہو گیا۔ ماریا نے صندوق کا ڈھکنا بھی کھول دیا۔ سوراخ میں سے تازہ ہوا لاش کو ملنے لگی۔ ماریا نے بہت سی جھاڑیاں اکٹھی کر کے اس سوراخ کو اوپر سے اس طرح سے ڈھانپ دیا کہ کسی کو شک ہی نہیں پڑ سکتا تھا کہ یہاں کوئی سوراخ بھی ہے۔ ماریا نے سوچا کہ وہ پھر کسی وقت صندوق کو یہاں سے نکلوا کر کسی محفوظ جگہ رکھ دے گی۔ ابھی اس کے پاس ایسی کوئی جگہ نہیں تھی۔ قلعے میں وہ یہ صندوق نہیں رکھوا سکتی تھی۔

ماریا کو اب ناگ کا شدت سے انتظار تھا۔

اگر اسے راجکمار کی ماں کی آمد کا انتظار نہ ہوتا تو ماریا یہاں سے ناگ کی تلاش میں نکل کھڑی ہوتی۔ لیکن وہ راجکمار کی ماں کی جان بچانا اپنا فرض سمجھتی تھی۔ کیونکہ راجکمار کی ماں بے گناہ اور معصوم تھی۔

قلعے سے فرار

ماریا واپس خونی بُرج میں آ کر سو گئی

صبح اس کی آنکھ کھلی تو دریا والی کھڑکی میں سے دن کی روشنی اندر آ رہی تھی۔ پرندے گیت گا رہے تھے اس نے اٹھ کر غسل کیا۔ کپڑے دھو کر پھر سے سکھائے اور پہنے۔ ناشتہ کرنے وہ نیچے باورچی خانے میں آ گئی۔ یہاں نوکر چاکر بہت موجود تھے۔ خود بھی ناشتہ کر رہے تھے اور راجہ رانی کا ناشتہ بھی چاندی کے تھالوں میں لگوا رہے تھے۔ ماریا نے دیکھا کہ وہاں وہ کالا بھوت بھی موجود تھا جس نے دونوں تابوتوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اگرچہ رات کالے بھوت نے منہ ڈھانپ رکھا تھا لیکن ماریا نے اس کی آنکھوں سے اسے پہچان لیا۔

کالا بھوت اپنا ناشتہ لے کر ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔

ماریا نے بھی ایک تھالی میں کچھ پوریاں حلوہ وغیرہ رکھا اور کالے بھوت کے پاس آ کر بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگی۔ کالے بھوت کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ ایک غیبی عورت اس کے قریب ہی بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی۔ اگر کوئی اسے کہتا بھی تو اسے کبھی یقین نہ آتا۔ ماریا نے سوچا کہ اس شخص کا زندہ رہنا انسانوں کے لیے خطرے کا باعث ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ پیسے لے کر چاہے جسے قتل کر سکتا ہے۔ آج اس نے پیسے لے کر راجہ کے کہنے پر دو آدمیوں کو مارا ہے کل یہ کسی دوسرے سے پیسے لے کر کسی دوسرے کو مار ڈالے گا۔

ماریا نے آہستہ سے کالے بھوت کی طرف جھک کر سرگوشی میں کہا۔

"تم قاتل ہو۔ تم قاتل ہو۔ میں موت ہوں۔ موت کا فرشتہ ہوں۔ تمہاری جان قبض کرنے آیا ہوں۔"

کالے بھوت کی آدھی پوری ہاتھ میں ہی پکڑی رہ گئی۔ منہ کھل گیا۔ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور چیخ مار کر ناشتے کی تھالی وہیں چھوڑ اٹھ بھاگا۔ ماریا دیر تک ہنستی رہی۔ وہ اسے اسی طریقے سے مارنا

چاہتی تھی۔ وہ ناشتہ کرنے کے بعد کالے بھوت کی تلاش میں قلعے میں گھومنے لگی۔ اتنا اسے معلوم تھا کہ وہ قلعے میں ہی رہتا ہے اور یہاں سے کہیں اور نہیں جاتا چلتے پھرتے آخر اس نے کالے بھوت کو جا لیا۔

وہ ایک درخت کے پاس زمین پر بیٹھا تھا اور شاید کپڑوں کی گٹھڑی سی بنا کر اسے ایک طرف سنبھال رہا تھا۔ ماریا بڑی خوش ہوئی۔ چپکے سے اس کے پاس پہنچ کر سرگوشی میں بولی۔

"میں موت کا فرشتہ ہوں۔ تم قاتل ہو۔"

کالے بھوت کا رنگ اڑ گیا اس نے ایک زور کی چیخ ماری اور بھاگ گیا۔ ماریا نے پھر اس کا پیچھا شروع کر دیا۔ دوپہر کو یہ خبر راجہ تک بھی پہنچ گئی۔ خود کالا بھوت راجہ کے پاؤں پر گر کر رونے لگا۔

"مہاراج! موت کا فرشتہ میرا پیچھا کر رہا ہے کہتا ہے تو نے دو آدمیوں کو مارا ہے۔ میں تمہاری جان لینے آیا ہوں۔"

راجہ نے اسے پرے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"ارے تیرا دماغ خراب تو نہیں ہو گیا! میں نے

سنا تھا کہ تو پاگل ہو گیا ہے اور ایک دم سے چیخ مارنے لگتا ہے۔ اب تمہیں دیکھا۔ تمہاری باتیں سنیں تو یقین ہو گیا کہ تو سچ مچ پاگل ہو گیا ہے۔ تجھے کل ہی میں پاگل خانے بھجوا دوں گا۔ جہاں تیرا علاج ہوگا۔"

کالے بھوت نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"حضور! میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ میں نے خود ایک عورت کی آواز سنی ہے جو میرے کان کے بالکل قریب آ رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ میں تمہاری جان قبض کرنے آیا ہوں۔ میں موت کا فرشتہ ہوں۔"

راجہ ہنسا۔

"ارے کبھی عورت بھی موت کا فرشتہ ہو سکتی ہے! جو عورت ہے وہ بھلا موت کا فرشتہ کیسے ہو گی؟ تیرے کانوں میں یونہی آوازیں آتی ہیں۔ جا جا کر آرام کر۔ بلکہ تو یہاں سے اپنے گاؤں کچھ دنوں کے لیے چلا جا۔"

"جو حکم جناب!"

ماریا قریب ہی ساری باتیں سن رہی تھی۔ اُسے جو شرارت سوجھی تو اسی سرگوشی میں بولی۔

"سنو راجہ! میں موت کا فرشتہ ہوں۔ تم دونوں نے

خون کیے ہیں۔ میں تم دونوں کو نہیں چھوڑوں گا۔ تم دونوں ہی قاتل ہو۔ ہاہاہا۔ ہاہاہا۔"

کالا بھوت تو چیخ مار کر وہاں سے سرپٹ بھاگ گیا۔ راجہ حیران پریشان کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ آواز اس نے خود اپنے کانوں سنی تھی۔ کالا بھوت بالکل ٹھیک کہتا تھا۔ آواز عورت کی تھی۔ راجہ بہادر آدمی تھا۔ ڈرا ضرور مگر اس نے اپنے آپ کو پریشان نہیں ہونے دیا۔ بولا۔

"تم۔ تم کون ہو؟"

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ راجہ نے پھر کہا۔

"تم کون ہو؟ میرے سامنے کیوں نہیں آتے؟ سامنے آ کر بات کرو۔ کیا تم بھوت ہو؟ قلعے کا بھوت ہو؟ کیونکہ میں نے اپنے بزرگوں سے سن رکھا ہے کہ اس قلعے میں ایک راجکماری کا بھوت پھرا کرتا ہے جس کو انگریزوں نے قتل کر دیا تھا۔"

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ راجہ کو پریشان کرنا چاہتی تھی۔ اس سے سوال جواب نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس کا مقصد وہاں رہ کر راجکمارہ کی ماں کو موت کے منہ سے بچانا تھا۔ کیونکہ وہ ظالم بڑی رانی کو کسی وقت بھی قتل ہی پہنچ سکتے تھے۔ راجہ نے جب دیکھا کہ موت کا فرشتہ

کوئی جواب نہیں دے رہا تو اس نے اپنے کانوں میں انگلی ڈال کر انہیں صاف کیا اور سوچنے لگا۔

"کہیں یہ میرا وہم ہی تو نہیں تھا؟"

پھر وہ زیر لب ہنسا۔

"کم بخت یہ کالا بھوت مجھ پر بھی اپنا اثر ڈال گیا ہے۔ اس کے تو کان بجتے ہی تھے" مجھے بھی آوازیں آنے لگیں۔"

راجہ وہاں سے اپنے خاص محل میں چلا گیا وہاں اس کی رانی بھی تھی۔ راجہ نے جا کر موت کے فرشتے کی آواز کے بارے میں اسے بھی بتایا اور کہا۔

"دیکھو اس احمق کا مجھ پر بھی اثر ہو گیا۔ مجھے ایسے لگا جیسے کوئی عورت میرے قریب کھڑی آواز دے رہی ہے"

رانی نے فکر مند ہو کر کہا۔

"کہیں یہ آواز بھی نہ ہو مہاراج!"

راجہ ہنسا۔

"بھئی واہ! مہارانی اس پاگل کا تم پر بھی اثر ہو گیا۔ ہٹاؤ ان باتوں کو۔ آؤ نیچے چلتے ہیں۔ کھانا لگ گیا ہو گا۔"

رات کے کھانے کے بعد ایک بند بگھی آ کر قلعے کی ڈیوڑھی میں کھڑی ہو گئی۔ اس وقت وہاں کوئی پہرے دار نہیں تھا۔ راجہ اور اس کے دو ساتھی وہاں کھڑے تھے۔ بگھی میں سے ایک صندوق کو باہر نکالا گیا۔ راجہ نے اشارہ کیا اور اوپر چلا گیا۔ آدمی صندوق لے کر راجہ کے پیچھے پیچھے چلے اور اس کمرے میں لے جا کر رکھ دیا جہاں پہلے راج کمار کا صندوق رکھا گیا تھا۔ ماریا ساتھ تھی۔ آدمی چلے گئے۔ اب راجہ وہاں اکیلا رہ گیا اس کے بعد وہی کالا بھوت وہاں آ گیا۔ راجہ نے کہا۔

"صندوق کو کھولو۔"

صندوق کھول دیا گیا۔ اس کے اندر ایک ادھیڑ عمر کی عورت بیٹھی تھی جس نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ یہ راجکمار کی ماں تھی اور بے ہوش تھی۔ کیونکہ ماریا نے روشنی میں جھک کر دیکھا کہ بڑی رانی کی سانس چل رہی تھی۔ اسے کوئی دوا سنگھا کر بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ راجہ نے کہا۔

"بڑی رانی کو صندوق میں سے نکال کر خونی برج والے کمرے میں پہنچا کر دروازے پر تالا لگا دیا جائے۔"

"جو حکم سرکار"

کالے بھوت نے بڑی رانی کو صندوق میں سے نکال کر کندھے پر ڈالا اور قلعے کی خفیہ سیڑھیاں چڑھ کر خونی برج والے کمرے میں پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے بڑی رانی کو پلنگ پر لٹا دیا۔ ماریا جلدی سے باہر نکل آئی۔ کیونکہ کالے بھوت نے دروازہ بند کر کے تالا لگانا تھا۔ ماریا اندر بند نہیں ہونا چاہتی تھی۔ وہ باہر آ گئی۔ کالے بھوت نے دروازہ بند کر کے باہر سے تالا لگا دیا اور چابی لے جا کر راجہ کے حوالے کر دی۔

اتنے میں رانی بھی آ گئی۔ راجہ نے خوش ہو کر کہا۔

"میرا آخری دشمن بھی میرے قبضے میں آ گیا ہے۔"

رانی نے کہا۔

"جب تک بڑی رانی زندہ ہے ہمیں اس سے خطرہ رہے گا۔ اس کا جتنی جلدی ہو سکے کام تمام کر دینا چاہیئے۔"

"فکر نہ کرو۔ کل کسی وقت بڑی رانی کا کام تمام کر کے اس کی لاش دریا میں بہا دی جائے گی۔"

"یہ کام آج رات ہی کیوں نہیں کر دیتے؟"

"آج رات رام نومی کی رات ہے۔ پرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ آج کی رات اگر کسی کو ہلاک کیا جائے تو وہ بھوت بن کر چمٹ جاتا ہے۔"

"تو پھر کل رات یہ کام ضرور ہو جانا چاہیئے۔"

"فکر نہ کرو۔ کل یہ کام ہر حالت میں ہو جائے گا۔"

ماریا ان کے کمرے سے باہر آ گئی۔ کچھ دیر وہ قلعے کی اوپر والی چھت پر ٹہلتی رہی اور سوچتی رہی کہ بڑی رانی کی جان کس طرح سے بچائی جا سکتی ہے؟ آخر اس نے فیصلہ کیا کہ بڑی رانی کو کسی طرح سے ہوش میں لا کر یہاں سے نکال لے جایا جانا چاہیئے۔ کیونکہ محل میں اس کا رہنا خطرناک بات تھی۔ یہ سوچ کر آدھی رات کے بعد ماریا خونی برج کی طرف گئی۔

کمرے کے دروازے پر تالا پڑا تھا۔ ماریا نے ہاتھ بڑھا کر تالا کھول کر پھینک دیا اور کمرے میں آ گئی۔ بڑی رانی کو ہوش آ چکا تھا اور وہ بستر سے اٹھ کر کھڑکی میں سے نیچے دیکھ رہی تھی۔ وہ پریشان دکھائی دے رہی تھی کہ کہاں سے کہاں آ گئی ہے؟

ماریا پیچھے سے اس کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی۔ اسے یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں اس کی آواز سے بڑی

رانی ڈر نہ جائے۔ وہ کس طرح سے اس سے بات کرے! ماریا نے گلا صاف کیا تو بڑی رانی نے چونک کر دیکھا۔ کمرے میں دھیمی سی بتی جل رہی تھی۔ کمرہ خالی تھا۔ بڑی رانی حیران ہوئی کہ یہ ابھی کون کھنکارا تھا؟

ماریا کے پاس وقت بہت کم تھا۔ آدھی رات باقی تھی اور اس آدھی رات میں ہی اسے بڑی رانی کو یہاں سے بھگا کر کسی محفوظ جگہ پر پہنچانا تھا۔ اس نے بڑی محبت سے کہا۔

"بڑی رانی! میری آواز سن کر گھبرائیں بالکل نہیں کیونکہ میں آپ کی ہمدرد بن کر، آپ کی جان بچانے یہاں آئی ہوں!"

بڑی رانی نے چونک کر پوچھا

"تم ۔ تم کون ہو؟"

ماریا نے کہا۔

"میں ...... آپ یوں سمجھ لیں کہ میں ایک دیوی ہوں اور آسمان سے آپ کی مدد کرنے آئی ہوں"

بڑی رانی نے جلدی سے کہا۔

"اگر تم میری مدد کرنے آسمانوں سے آئی ہو تو

یہ بتاؤ کہ میرا بیٹا، میرا راجکمار کہاں ہے؟ لوگ کہتے ہیں اس ظالم راجہ نے اسے ہلاک کروا دیا ہے اور اب مجھے ہلاک کرنے کے لیے یہاں اغوا کر کے لے آیا ہے"

ماریا نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ظالم راجہ نے آپ کے راجکمار کو ہلاک کروا دیا تھا مگر......"

"کیا میرا راجکمار مر گیا ہے؟" بڑی رانی نے روتے ہوئے پوچھا

ماریا نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"بڑی رانی جی! حوصلہ رکھیں۔ میری پوری بات تو سن ...ں۔ اس راجہ نے آپ کے راجکمار کو سانپ سے ...سوا دیا تھا اور لاش ایک جگہ دفن کر دی ہے ... میں نے اس لاش کو محفوظ کر لیا ہے اور بہت ...ور میں اسے پھر سے زندہ کر لوں گی۔ آپ مری بات ...عتبار کریں"

...بڑی رانی نے سر پکڑ لیا اور سسکیاں بھرنے لگی۔

"آہ! کبھی سانپ کا ڈسا بھی بچا ہے۔ کبھی مردہ ...ی زندہ ہوا ہے؟"

ماریا نے جوش میں آ کر کہا۔

"کیا کبھی آپ نے ایسی عورت کو بھی دیکھا ہے جو نظر نہ آتی ہو! اگر میں آپ کے سامنے کھڑی ہو کر آپ سے باتیں کرتے ہوئے آپ کو نظر نہیں آ سکتی تو یقین کریں کہ میں آپ کے راج کمار کو پھر سے زندہ بھی کر سکتی ہوں۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو میں اس کی لاش کو کبھی محفوظ نہ کرتی۔ اب آپ زیادہ باتوں میں وقت ضائع نہ کریں۔ وقت پہلے ہی ہمارے پاس کم ہے۔ اس راجہ نے کل رات آپ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ میں اس لیے آپ کے پاس آئی ہوں کہ ابھی میرے ساتھ اس خونی برج سے نکل چلیں۔"

"لیکن ہم کہاں جائیں گی؟"

"یہاں سے تو نکلیں۔ یہ بعد میں سوچا جائے گا۔"

ماریا نے بڑی رانی کو ایک سیاہ چادر اوڑھائی ساتھ لے کر خونی برج سے باہر نکل آئی۔ قلعے کے راستوں کا اسے علم ہو گیا تھا۔ اس نے عقبی د میں سے نکل کر ایک اندھیری سیڑھیاں عبور کیں اب وہ قلعے کے پیچھے نکل آئیں۔ یہاں گھنی جھاڑیاں اور

گھاٹیاں تھیں۔ ماریا نے بڑی رانی کے ساتھ ان جھاڑیوں میں سے گذر کر کھائیاں پار کریں اور ایک کچی سڑک پر آ گئی۔ انہوں نے ایک طرف تیز تیز پیدل چلنا شروع کر دیا۔

بڑی رانی

سڑک ایک ویران جگہ پر نکل آئی۔

ماریا نے اس ناگ پور شہر کی سیر کرتے ہوئے ایک کھنڈر دیکھا تھا جو کسی زمانے میں شاید کوئی مندر تھا مگر اب ڈھے کر کھنڈر بن گیا تھا۔ ماریا بڑی رانی کو لے کر اس کھنڈر میں آ گئی۔ یہاں نیچے ایک چھوٹا سا تہ خانہ تھا۔ ماریا نے یہاں گھاس پھوس بچھا کر بڑی رانی کو بٹھا دیا اور کہا۔

"بڑی رانی! آپ یہاں آرام کریں۔"

بڑی رانی نے بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ پوچھا۔

"میرا راجکمار کہاں ہے؟"

"گھبرائیں نہیں بڑی رانی! میں اسے بھی بہت جلد آپ کے پاس لے آؤں گی۔ آپ اس جگہ سے باہر ہرگز ہرگز نہ نکلیں۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

ماریا بڑی رانی کو کھنڈر میں بٹھا کر خود باہر نکل گئی۔

صبح کو محلے میں شور مچ گیا کہ بڑی رانی غائب ہے

راجہ کے تو ہوش اڑ گئے۔ وہ پریشانی کے عالم میں بھاگا بھاگا رانی کے پاس پہنچا۔

"رانی غضب ہو گیا۔ بڑی رانی غائب ہے۔"

"ہائیں! وہ کہاں چلی گئی! کہاں جا سکتی ہے؟"

"ضرور اُسے کسی نے اغوا کر لیا ہے۔"

"مگر یہاں اُسے کون اغوا کر سکتا ہے؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ میں اس کی تلاش میں جا رہا ہوں۔"

راجہ نے اپنے آدمی ساتھ لیے اور سارا شہر چھان مارا مگر بڑی رانی کا کہیں کھوج نہ ملا۔ دوپہر کو وہ تھک ہار کر واپس آ گیا۔ ماریا دوپہر کو بڑی رانی کے لیے کچھ کھانے پینے کا سامان لے کر گئی۔ بڑی رانی اپنے بیٹے کے لیے بڑی اداس تھی۔ ماریا نے اُسے زبردستی تھوڑا بہت کھلایا۔ وہ بار بار پوچھ رہی تھی۔

"کیا میرا بیٹا اچھا ہو جائے گا! کہتے ہیں ناگ کا ڈسا تو پانی نہیں مانگتا۔"

"خدا نے چاہا تو آپ کا بیٹا ضرور اچھا ہو جائے گا۔"

"آپ دیوی ہیں۔ کیا آپ اتنا بھی نہیں کر سکتیں کہ میرے بیٹے کو پھر سے زندہ کر دیں۔"

"بڑی رانی! اب میں آپ کو کس طرح سے بتاؤں

کہ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ جب تک میرا بھائی ناگ یہاں نہیں آتا۔ راجکمار کو کوئی بھی زندہ نہیں کر سکتا۔ وہی اسے پھر سے زندہ کر دے گا۔"

بڑی رانی رونے لگی۔ ماریا نے اُسے حوصلہ دیا اور خود باہر نکل کر شہر کے بازاروں میں ناگ اور عنبر کو تلاش کرنے لگی کہ شاید وہ کہیں آتے جاتے نظر آ جائیں۔ جانے کیوں اس کا دل کہہ رہا تھا کہ ناگ اور عنبر اسے اسی شہر میں ملیں گے۔ اب ذرا ادھر ناگ اور عنبر کا بھی حال سنیں۔

مدراس شہر میں رہتے جب وہ بیزار ہو گئے تو ایک روز ناگ نے کہا۔

"عنبر! ماریا یہاں نہیں ملے گی۔ میرے خیال میں ہمیں اوپر کی طرف سفر کرنا چاہیئے۔"

"یعنی تمہارا مطلب ہے کہ یہاں سے اب چل دینا چاہیئے۔"

"ہاں بھائی!"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ ریلوے سٹیشن چلتے ہیں۔ جو بھی گاڑی ہندوستان کے اوپر والے شہروں کو جانے والی ہو گی اس میں بیٹھ جائیں گے۔"

وہ ریلوے سٹیشن پر آ گئے۔

یہ مدراس کا ایگمور ریلوے سٹیشن تھا۔ کافی بڑا ریلوے سٹیشن تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک ریل گاڑی بالکل تیار کھڑی ہے۔ وہ اس میں جا کر بیٹھ گئے۔ ناگ نے ڈبے کے دو ٹکٹ لے لیے تھے۔ گاڑی چل پڑی۔ وہ فسٹ کلاس میں سفر کر رہے تھے۔ اس ڈبے میں ایک کالا صاحب بھی سفر کر رہا تھا۔ جس نے عنبر اور ناگ کو نفرت سے دیکھا کہ یہ کم بخت یہاں کہاں آ گئے۔ کیونکہ ناگ اور عنبر کا لباس بڑا معمولی سا تھا۔ انہوں نے کوٹ پتلون نہیں پہن رکھا تھا۔

ریل سفر کرتی رہی۔ چھک چھک انجن بھاگتا چلا گیا۔

رات گذر گئی۔ عنبر اور ناگ نے اپنی اپنی سیٹ ریزرو کروا رکھی تھی۔ وہ ان پر لمبی تان کر سو گئے۔ دن چڑھا تو ڈبے میں ایک بیرا آ گیا۔ اس نے کالے صاحب کے آگے ناشتہ رکھ دیا۔ عنبر اور ناگ نے بھی ناشتہ منگوا لیا۔ اتنے میں عنبر کے ہاتھ سے پانی کا گلاس فرش پر گر پڑا۔ اس کے کچھ چھینٹے کالے صاحب کے بستر پر پڑ گئے۔ وہ غصے سے بولا۔

"اندھے ہو گئے ہو۔ نظر نہیں آتا کیا؟"

ناگ کو غصہ تو بہت آیا۔ قریب تھا کہ پھنکار مار کر کالے صاحب کا کام تمام کر دیتا کہ عنبر نے اس کا ہاتھ دبا دیا اور کالے صاحب سے کہا۔

"معاف کرنا غلطی ہو گئی۔"

"تم جاہل لوگ ایسا ہی ہوتا ہے۔ جانے کس طرح سے فسٹ کلاس کے ڈبے میں آ کر بیٹھ گیا ہے۔ تمہارے پاس ٹکٹ ہے کہ بغیر ٹکٹ کے سفر کر رہا ہے؟"

عنبر نے ٹکٹ نکال کر دکھائے۔ کالا صاحب بولا۔

"اب ایسا ایسا جاہل لوگ بھی فسٹ کلاس میں سفر کرنے لگا ہے۔ ہم کدھر کو جائے گا؟"

ناگ نے کہا۔

"تم لوگ بڑا غرور کرتا ہے۔ یہ ٹھیک نہیں"

"شٹ اپ یو فول"

ناگ کو اب جو غصہ آیا تو اسے عنبر بھی ٹھنڈا نہ کر سکا۔ ریل گاڑی بھاگی جا رہی تھی۔ ناگ نے گھور کر سرخ سرخ آنکھوں سے کالے صاحب کی طرف دیکھا اور ایکدم سے جون بدل کر ایک سیاہ ناگ کی شکل میں آ گیا۔ اس نے اپنا پھن اٹھا کر کالے صاحب کے آگے لہرانا شروع کر دیا۔ کالے صاحب پر جیسے بجلی سی گری اور وہ بے ہوش

ہو گیا۔ ناگ جلدی سے پھر انسان کی شکل میں آ گیا۔ عنبر نے کہا۔

"یار اسے سنبھالو۔ کم بخت کہیں اگلے جہان کا ٹکٹ لے کر نہ چلا گیا ہو۔"

"جانے دو کم بخت مغرور انسان کو۔"

عنبر نے کالے صاحب کے منہ پر پانی کے چھینٹے دیے۔ تھوڑی دیر بعد اُسے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آتے ہی اس نے گھبرا کر ناگ کو دیکھا اور پھر چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"اس کالے کا تو کام ختم ہی سمجھو عنبر بھائی۔ اب یہ سالا ہوش میں نہیں آئے گا۔"

عنبر نے کہا۔

"نہیں یار! یوں ہی کسی کو نہیں مارنا چاہیئے۔"

عنبر نے کالے کے منہ پر ٹھنڈے پانی کا گلاس انڈیل دیا۔ وہ بڑ بڑ کرتا اٹھ کر بیٹھ گیا اور خوف زدہ ہو کر بولا۔

"وہ۔ وہ ناگ ۔ وہ سانپ!"

"ارے بھئی کون سا سانپ؟ کیا تم نے کوئی خواب نہیں دیکھا؟"

"خواب! نہیں نہیں۔ سانپ تھا۔ ناگ تھا۔ بڑا سا پھن

اٹھائے مجھے لال لال آنکھوں سے گھور رہا تھا۔
ناگ نے کہا۔

"ارے تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ یہاں چلتی گاڑی میں سانپ کہاں سے آ سکتا ہے؟"

"نہیں نہیں۔ میں نے تمہیں سانپ میں بدلتے دیکھا ہے۔ میری آنکھیں جھوٹ نہیں بول سکتیں۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے تمہیں سانپ بنتے دیکھا ہے۔"

عنبر اور ناگ زور سے ہنس پڑے۔

"کالے صاحب! تمہارا دماغ خراب ہو چکا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ دہلی جاتے ہی تم کسی پاگل خانے میں داخل ہو جاؤ اور لگ کر اپنا علاج کراؤ۔"

گاڑی ایک جنکشن پر رکی تو کالا صاحب اپنا سامان اٹھا کر ڈبے سے بھاگ گیا۔ ناگ اور عنبر ہنستے رہے۔

"چلو اچھا ہوا ڈبہ خالی ہو گیا۔ اب آرام سے لیٹ کر سفر کریں گے۔"

تھوڑی دیر بعد وہی کالا صاحب ایک سپاہی اور گارڈ کو لے کر آ گیا۔

"یہ ہے وہ لڑکا جو ابھی ابھی سانپ بن گیا تھا"
سپاہی نے ناگ کو غور سے دیکھا اور پوچھا۔

"کیوں بھئی! تم سانپ بن گئے تھے؟"

ناگ نے کہا۔ "آپ اس پاگل کی بات کو سچ مان رہے ہیں؟ ارے سنتری صاحب! بھلا اس زمانے میں کوئی انسان سانپ بن سکتا ہے؟"

گارڈ نے کہا۔

"یہی تو میں کہہ رہا تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ مگر یہ صاحب کہتا ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے تمہیں سانپ بنتے دیکھا ہے؟"

کالا صاحب، جھٹ بولا۔ "ہاں ہاں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

دوسرے لوگ بھی جمع ہو گئے اور بڑی دلچسپی سے ناگ کو تکنے لگے۔ کسی نے کہا۔

"یہ آنکھیں نہیں جھپک رہا۔ ضرور یہ سانپ ہے لے مار ڈالو! یہ شیطان ہے۔ یہ بھوت ہے۔"

مسافروں میں سے کسی نے پستول کا فائر کر دیا۔ گولی ناگ کے قریب سے گزر گئی۔ اس نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"عنبر! اب انہیں کچھ دکھانا ہی پڑے گا۔"
اتنا کہہ کر ناگ نے گہرا سانس لیا اور یکدم سے

سانپ بن کر اس آدمی کی طرف لپکا جس نے فائر کیا
تھا۔ سانپ اس آدمی کی گردن سے لپٹ گیا۔ اسے ڈسا
اور چڑیا بن کر پھرُر سے اڑ گیا۔ لوگوں پر خوف چھا گیا۔
سارے مسافر وہاں سے اٹھ دوڑے۔ کوئی پاؤں تلے کچلا
گیا۔ کوئی گر پڑا۔ سپاہی کالا صاحب اور گارڈ بھی اٹھ
بھاگے تھے۔ عنبر وہاں سے چھپ کر پچھلے ڈبے میں
جا کر بیٹھ گیا۔

گارڈ نے جلدی سے سیٹی بجا دی۔ ڈرائیور نے
گاڑی چلا دی۔ ریل گاڑی سٹیشن سے باہر نکل کر بھاگنے
لگی۔ عنبر پچھلے ڈبے میں دوسرے مسافروں کے ساتھ
خاموش بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اس کم بخت کالے صاحب
نے سارا کام خراب کیا ہے۔ جانے ناگ اس ٹرین
میں ہے کہ نہیں۔ ویسے اسے یقین تھا کہ ناگ چڑیا
بن کر اسی گاڑی میں کسی نہ کسی جگہ بیٹھا سفر کر رہا
ہوگا۔ عنبر کو ایک خطرہ یہ بھی تھا کہ گارڈ اسے پہچان
نہ لے اور ناگ کا ساتھی سمجھ کر اُسے گرفتار نہ کر لے۔
آخر ناگ نے ایک آدمی کو ہلاک کر دیا تھا۔

گاڑی ناگ پور کے ریلوے سٹیشن میں داخل ہو گئی۔
اگلا سٹیشن ناگ پور ہی تھا۔ عنبر نیچے اتر ہی رہا تھا کہ

پولیس لپک کر آ گئی اور اسے ہتھکڑی پہنا کر گرفتار
کر لیا گیا۔

"نہیں ایک آدمی کے قتل کے جرم میں گرفتار کیا
جاتا ہے۔"

عنبر نے کہا۔

"لیکن میں نے کوئی قتل نہیں کیا۔"

تھانیدار نے کہا۔

"قتل تمہارے ساتھی نے کیا ہے۔ اس نے سانپ بن
کر ایک مسافر کو مار ڈالا ہے۔ جب تک اس کا پتا نہیں
لگے گا تمہیں نہیں چھوڑا جائے گا۔"

عنبر پریشان ہو گیا۔ کہ کم بخت ایک تو ناگ بچھڑ گیا
اوپر سے انہوں نے ہتھکڑی ڈال کر پریشان کر دیا
۔ وہ اگر چاہتا تو اسی وقت ہتھکڑی توڑ کر فرار ہو
سکتا تھا۔ لیکن اس نے سوچا کہ چلو پولیس والوں کے مہمان
بنتے ہیں۔ آخر شہر میں کوئی نہ کوئی ٹھکانہ تو تلاش کرنا ہی
پڑے گا۔ بہتر ہے کہ پولیس کے جیل میں رہا جائے۔ ناگ
خود ہی آ جائے گا۔

عنبر پولیس والوں کے ساتھ تھانے آ گیا۔

یہاں اسے حوالات میں بند کر دیا گیا۔ حوالات میں

زمین پر ایک چٹائی بچھی تھی۔ ایک اور قیدی وہاں بیٹھا ز
ی منہ میں کچھ گنگنا رہا تھا۔ اس نے عنبر کو تیز آنکھوں سے
دیکھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

"کسی کو قتل کیا ہے یا چوری کی ہے؟"

عنبر نے آنکھ مار کر کہا۔

"قتل کیا ہے۔"

قیدی بولا۔ "ارے لعنت ہے تم پر۔ تمہیں معلوم نہیں
کہ وہ اناڑی ہے جو چوری کی خاطر کسی انسان کی جان لیتا
ہے۔ جان تو خدا کی امانت ہوتی ہے۔ کسی انسان کو کسی
دوسرے انسان کی جان لینے کا حق نہیں ہے۔ پھر تم نے
ایسا کیوں کیا؟"

عنبر نے کہا۔ "بھائی میں نے تو یوں ہی دل لگی کی خاطر
ایسا کہہ دیا تھا۔ اصل میں میں نے کسی کو نہیں مارا۔ ہاں
میرے دوست کی ایک آدمی سے لڑائی ضرور ہو گئی تھی۔"

قیدی خاموش ہو گیا۔ عنبر نے پوچھا۔

"یہاں کھانے پینے کو کیا ملتا ہے یار؟"

قیدی نے بڑا سا منہ بنا کر کہا:

"یہ کمینے کیا دیں گے بھلا! بس وہی پتلی کڑوی دال او
ایک جلی ہوئی روٹی۔"

"لعنت ہے۔ میں تو یہ نہیں کھاؤں گا۔"

"تو کیا تم بریانی کھاؤ گے؟"

"اگر تم پسند کرو تو میں بریانی بھی پیدا کر سکتا ہوں۔ مگر ذرا
میرے دوست کو آ لینے دو۔"

قیدی زور سے ہنس پڑا۔

"ضرور تم بھی کچھ روز پاگل خانے میں رہ کر آئے ہو
بہت خوب! بہت خوب! اگر پاگل خانے رہ کر نہیں آئے
تو جب یہاں سے نکلو گے تو پاگل خانے پہنچا دیئے جاؤ گے۔"

اب ناگ کی بھی سنیئے۔ وہ چڑیا بن کر ریل گاڑی کے
انجن کو کوئلے والے ڈبے کے اوپر بیٹھا سفر کر رہا تھا۔
گاڑی ناگ پور پہنچی تو اس نے عنبر کی تلاش شروع کر دی۔
جب تک وہ پلیٹ فارم پر آیا پولیس عنبر کو گرفتار کر کے
لے جا چکی تھی۔ ناگ نے چڑیا کے روپ میں ادھر ادھر اڑ کر
سارے سٹیشن کو دیکھا مگر عنبر کا کہیں نشان نہ ملا۔ بڑا پریشان
ہوا۔ اس نے سارے شہر کی سیر کر لی۔ کبھی اڑ کر کسی باغ میں
جاتا۔ کبھی اڑ کر کسی سڑک اور کسی مکان پر جاتا اور عنبر کو
دیکھتا۔ لیکن عنبر اسے کہیں بھی دکھائی نہ دیا۔ نا امید ہو کر واپس
آ گیا اور ریلوے سٹیشن کے اوپر سے گذر کر شہر سے باہر
ایک قلعے کی برجی پر جا کر بیٹھ گیا۔ یہ وہی قلعہ تھا جس میں

راجہ اور رانی رہتے تھے اور جہاں سے ماریا بڑی رانی کو بھگا کر شہر سے باہر والے کھنڈر میں لے گئی تھی۔

ناگ نے دیکھا کہ راجہ اور رانی برجی کے کمرے سے باہر نکل رہے ہیں۔ وہ ان کی باتیں سننے لگا۔ راجہ کہہ رہا تھا۔

"کم بخت بڑی رانی کو اس طرح سے اغوا کیا گیا ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو سکی۔

" باہر تالا لگا تھا۔ کوئی تالا توڑ کر اندر داخل ہوا اور رانی کو بھگا کر لے گیا۔"

" اف! اب کیا ہو گا۔ بڑی رانی کو ڈھونڈھنا بہت ضروری ہے۔"

رانی نے کہا۔ "فکر نہ کرو مہاراج! میں نے سارے نوکروں اور سپاہیوں کو حکم دے دیا ہے کہ وہ بڑی رانی کو ہر حالت میں تلاش کر کے لے آئیں۔ خواہ وہ کسی جگہ ہی کیوں نہ چھپی ہو۔"

راجہ نے سر پہ ہاتھ پھیر کر کہا۔

"مہارانی! ایسے لگتا ہے کہ تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ بڑی رانی اب ہمارے ہاتھ نہیں آئے گی۔"

"مایوس نہ ہوں۔ بڑی رانی اس شہر سے نکل کر کہیں نہیں جا سکتی۔ میرے آدمی اسے تلاش کر کے ہی رہیں گے۔"

ناگ چڑیا کی شکل میں برجی کے اوپر بیٹھا راجہ اور رانی کی باتیں بڑے غور سے سن رہا تھا۔ ویسے اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا باتیں کر رہے ہیں۔ بس وہ اتنا ہی سمجھ سکا کہ کسی بڑی رانی کو اس قلعے سے اغوا کر لیا گیا ہے لیکن اسے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ وہ برجی کے اوپر سے اڑ گیا۔ اڑتے اڑتے وہ ایک باغ میں آ گیا۔ یہاں درختوں پر بڑے میٹھے لال لال امرود لگے تھے۔ ناگ نے امرودوں کا مزا چکھا اور دوبارا اڑنے لگا۔

ناگ کو چڑیا بن کر اڑنے میں بڑا مزا آ رہا تھا۔

اس نے سارے شہر کی سیر کر لی۔ یہ کافی بڑا شہر تھا۔ اونچی اونچی عمارتیں تھیں۔ باغ تھے۔ بڑے بڑے مندر تھے۔ مسجدیں تھیں۔ گرجے تھے۔ ناگ اس شہر سے بہت خوش ہوا۔ یہ سچ مچ بڑا خوبصورت شہر تھا۔ اڑتے اڑتے ناگ شہر سے باہر آ گیا اور ایک پرانے کھنڈر پر جا کر بیٹھ گیا۔ یہ وہی کھنڈر تھا جس کے اندر تہہ خانے میں بڑی رانی چھپی ہوئی تھی۔

مُردے کا بھوت

دوپہر کا وقت تھا۔

ماریا بڑی رانی کو کھانا کھلا کر ابھی ابھی شہر میں عنبر اور ناگ کی تلاش میں گئی تھی۔ بڑی رانی تہہ خانے میں بیٹھی اپنے بیٹے کو یاد کر کے رو رہی تھی۔ ناگ چڑیا کی شکل میں کھنڈر کے اوپر بیٹھا چاروں طرف چونچ گھما کر تکتا رہا۔ چڑیا بن کر اُسے ہر شے بڑی صاف دکھائی دے رہی تھی اسے زمین پر روٹی کا چھوٹا سا ٹکڑا گرا ہوا نظر آیا۔ وہ سوچنے لگا اس ویران جگہ پر یہ روٹی کا ٹکڑا کہاں سے آ گیا؟

وہ کھنڈر کی چھت پر سے اتر کر نیچے آ گیا۔ اس نے روٹی کے ٹکڑے کو چونچ ماری تو معلوم ہوا کہ روٹی بالکل تازہ ہے۔

"یہ تازہ روٹی اس کھنڈر میں کہاں سے آ گئی؟"

ناگ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اسے کسی عورت کے سسکیاں بھرنے کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دی۔ ناگ چوکنا ہو گیا۔ وہ ایکدم سے انسان کی شکل میں آ گیا۔ یعنی پھر سے

ناگ بن گیا۔ اس نے اپنے کان عورت کی آواز پر لگا دیئے۔ عورت ہولے ہولے سسکیاں بھر کر رو رہی تھی۔ ناگ دبے پاؤں کھنڈر میں اس طرف کو چل دیا۔ جدھر سے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ ایک جگہ وہ رُک گیا۔ رونے کی آواز نیچے زمین کے اندر سے آ رہی تھی۔ ناگ نے سوچا۔ ضرور اس جگہ کوئی تہہ خانہ ہے اور کسی ڈاکو نے کوئی عورت یہاں قید کر رکھی ہے۔

تھوڑی سی کوشش کے بعد ناگ نے تہہ خانے کو جانے والا راستہ تلاش کر لیا۔ یہ راستہ تنگ تھا۔ ناگ جھک کر راستے سے گذر گیا۔ نیچے جا کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک چھوٹا سا کمرہ ہے اور کونے میں ایک موم بتی جل رہی ہے جس کی دھیمی دھیمی روشنی میں ایک عورت گھاس پر بیٹھی دیوار سے ٹیک لگائے گھٹنوں میں سر دے کر رو رہی ہے۔

ناگ کے پاؤں کی آہٹ سن کر بڑی رانی چونکی۔

اس نے اپنے سامنے ایک آدمی کو دیکھا تو چیخ مار کر بولی۔

"نہیں نہیں۔ مجھے نہ مارو۔ مجھے نہ لے جاؤ۔ میرا راجکمار آنے والا ہے۔ میرا بیٹا آنے والا ہے۔ دیوی نے کہا ہے کہ وہ اسے لے کر آئے گی۔ وہ اسے زندہ کر دے گی"

ناگ نے بڑی نرمی سے کہا۔

"ماں جی! ڈریں نہیں۔ میں دشمن نہیں دوست ہوں۔ آپ مجھے بھی اپنا بیٹا ہی سمجھیں۔ میں تو یہاں سے گزر رہا تھا کہ آپ کے رونے کی آواز نے میرے قدم پکڑ لیے اور میں یہاں چلا آیا۔ یہ بتائیں کہ آپ کون ہیں اور اس تہہ خانے میں آپ کو کس نے قید کر رکھا ہے؟"

بڑی رانی نے کہا۔

"بیٹا! میں ناگ پور کے شاہی خاندان کی آخری عورت ہوں یہاں کا قلعہ اور اس کے محل سب میری اور میرے بچے کی ملکیت ہیں۔ اس قلعے کا راجہ ایک ڈاکو ہے جس نے اصلی راجہ کو ہلاک کر کے زبردستی اس پر قبضہ جما رکھا ہے۔ اس نے میرے راج کمار کو مروا دیا۔ اب مجھے بھی مروانے والا تھا کہ ایک دیوی مجھے اٹھا کر یہاں لے آئی۔"

"دیوی؛ وہ دیوی کون ہے ماں جی؟"

"بس بیٹا ایک نیک دل عورت ہے وہ کہتی تھی کہ میرا راجکمار بھی اچھا ہو جائے گا۔"

ناگ نے پوچھا۔

"آپ کا راج کمار کہاں ہے؟"

"بیٹا اسے سانپ سے ڈسوایا گیا تھا۔ اس کی لاش صندوق

میں بند شمشان بھومی میں پڑی ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"ماں جی! بھلا کبھی مرا ہوا بھی دوبارا زندہ ہوا ہے۔"

بڑی رانی بولی۔

"یہی تو میں اس دیوی سے کہتی ہوں۔ مگر وہ کہتی ہے کہ راجکمار کو سانپ نے ڈسا ہے اور اس کا خون سارے کا سارا ویسے ہی سرد ہو کر جم گیا ہے اس لیے میرا بھائی آ کر اسے ٹھیک کر دے گا۔"

ناگ خوشی سے ایک دم اُچھل پڑا۔

"میرا بھائی! ماں جی اس دیوی کو آپ نے دیکھا ہے؟"

بڑی رانی نے کہا۔

"یہی تو مصیبت ہے بیٹا! وہ نظر نہیں آتی۔"

ناگ نے خوش ہو کر کہا۔

"ماں جی! وہ دیوی میری بہن ماریا ہے۔ میں ہی وہ ناگ بھائی ہوں جس کا دیوی انتظار کر رہی تھی۔"

بڑی رانی تو خوشی سے نہال ہو گئی۔

"بیٹا تم ہی وہ بھائی ہو جو میرے بیٹے کو دوبارا زندہ کرو گے! بیٹا کیا میرا راج کمار زندہ ہو جائے گا؟ بولو بیٹا! کیا وہ پھر مجھ سے باتیں کرے گا۔ کیا میں اس کو پھر سے چلتا

پھرتا دیکھ سکوں گی؟"

ناگ نے پوچھا۔

"وہ کہاں ہے؛ اس کی لاش کس جگہ پر ہے"؟

بڑی رانی نے کہا۔

"دیوی نے کہا ہے کہ میرے راج کمار کی لاش ایک صندوق میں بند شہر کے ایک شمشان میں دفن ہے اصل جگہ دیوی ہی جانتی ہے"۔

"دیوی ماریا کہاں ہے؟"

"تھوڑی دیر ہوئی مجھے کھانا کھلا کر باہر نکل تھی وہ تمہاری ہی تلاش میں پھرتی رہتی ہے۔ کہتی ہے میرے دو بھائی آنے والے ہیں"

ناگ نے کہا۔

"جی ہاں؛ ہمارا ایک بھائی اس شہر میں پہنچ گیا ہے مگر وہ تھوڑی دیر بعد آئے گا۔"

پھر اس نے کہا۔

"اچھا بڑی رانی؛ میں خود شہر جا کر اسے تلاش کرتا ہوں"

بڑی رانی نے کہا۔

"بیٹا دیوی تو کسی کو دکھائی نہیں دیتی پھر تم اسے کہاں تلاش کرو گے؟"

عنبر نے کہا۔

"بے اس کی خوشبو آ جائے گی"۔

اتنا کہہ کر عنبر کھنڈر سے باہر آ کر چیل بن کر اڑ گیا اور شہر میں چکر لگانے لگا وہ سڑکوں پر آ کر نیچے نیچے اڑتا اور غوطہ لگا کر پھر نکل جاتا مگر اسے کسی جگہ بھی ماریا نظر نہ آئی بھلا وہ اسے کہاں نظر آتی کیونکہ ماریا تو اس وقت کھنڈر میں داخل ہو رہی تھی۔

بڑی رانی کو ماریا کے آنے کی بالکل خبر نہ ہوئی۔ پھر پاؤں کی آواز سنائی دی۔ بڑی رانی نے پوچھا۔

"کون ہے؟"

ماریا نے کہا۔

"میں ہوں دیوی"

بڑی رانی نے جلدی سے کہا

"دیوی! ابھی ابھی تمہارا بھائی نکل کر گیا ہے"۔ ماریا نے خوشی سے اچھل کر پوچھا۔

"میرا بھائی؛ یعنی ناگ آیا ہے؛ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ وہ ناگ ہے؟"

بڑی رانی نے کہا۔

"اس نے خود اپنا تعارف ناگ کہہ کر کروایا تھا وہ کہتا تھا کہ میری بہن ماریا ہے اور میں اسے ڈھونڈنے جا رہا ہوں"۔

ماریا بے حد خوش ہوئی۔ بڑی رانی نے بے تاب ہو کر پوچھا۔
"ویری! کیا وہ میرے راج کمار کو پھر سے زندہ کر سکے گا؟"
"ہاں ہاں بڑی رانی! وہ ضرور ایسا کرے گا اور خدا کے حکم سے اس کی اجازت سے ایسا کرے گا۔ میں اس کی تلاش میں جاتی ہوں۔"

بڑی رانی نے جلدی سے کہا۔
"بھگوان کے لیے مجھے نہ چھوڑ کر جاؤ۔ تمہارا بھائی یہیں آ جائے گا۔"

اتنے میں باہر پھڑ پھڑانے کی آواز آئی۔ ماریا نے کہا۔
"میرا بھائی آ گیا۔ مجھے اس کی خوشبو آ رہی ہے۔"

وہ بھاگ کر باہر گئی۔ ناگ بلبل کا روپ چھوڑ کر پھر سے انسان کی شکل میں آ چکا تھا اور تہہ خانے میں داخل ہو رہا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو خوشی سے نہال ہو گئے۔
"خدا کا شکر ہے آج میں اپنی بہن سے ملا۔"

ماریا نے کہا۔
"خدا کا شکر ہے کہ خدا نے مجھے اپنے بھائی سے ملا دیا۔"

ناگ اندر آ گیا۔ اس نے ماریا سے پوچھا۔
"راج کمار کی لاش کہاں ہے؟"

ماریا نے بتایا۔ "شمشان بھومی یعنی ہندوؤں کے قبرستان میں۔"

"میرا خیال ہے چل کر لاش کو دیکھنا چاہیئے۔"
"ہاں ابھی چلو ناگ۔"

بڑی رانی نے کہا۔
"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

ماریا نے کہا۔ "بڑی رانی بہتر ہے کہ آپ اسی جگہ ہمارا انتظار کریں۔ شہر میں آپ کا جانا ٹھیک نہیں کیونکہ راجہ کے آدمی ہر طرف آپ کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔"

بڑی رانی کو کھنڈر کے تہہ خانے میں ہی چھوڑ کر ناگ اور ماریا شمشان بھومی کی طرف چل پڑے۔ ماریا نے اس سے عنبر کے بارے میں پوچھا۔
"عنبر بھائی کہاں ہیں؟"

ناگ نے کہا۔ "وہ بھی اسی شہر میں کسی جگہ ہے۔"

اور پھر ناگ نے ساری کہانی ماریا کو سنائی۔ وہ بڑی ہنسی۔ اس طرح باتیں کرتے کرتے وہ شمشان بھومی پہنچ گئے۔ وہاں اس وقت لوگ کسی مردے کو جلانے کے لیے لائے تھے۔ ماریا اور ناگ ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے مردے کو لکڑیوں کی چتا پر لٹا دیا۔ پھر اس پر گھی کے کنستر انڈیلے۔ پھر آگ لگا دی۔ آگ ایکدم سے بھڑکنے لگی۔ چتا میں مردہ جلنے لگا لوگ چلے گئے۔ مگر مردے کے رشتہ دار اس کی ہڈیاں لینے کے لیے

اس جگہ بیٹھے رہے۔

"میرا خیال ہے اس وقت قبر کھود کر راجکمار کی لاش نکالنا
بڑا مشکل ہے۔"

ماریا نے کہا۔ ناگ بولا۔

"ہاں! میرا خیال ہے ہمیں رات کو آنا چاہیئے۔"

"رات ہونے میں بھی تو صرف دو تین گھنٹے باقی رہ گئے ہیں۔"

ناگ اور ماریا واپس آ گئے اور شہر کی سڑکوں پر پھرنے لگے
جب رات کا اندھیرا پھیلنے لگا تو وہ دونوں سب سے پہلے کھنڈر
والے تہہ خانے میں گئے۔ وہاں انہوں نے بڑی رانی کو تسلی دی
اور کہا۔

"بڑی رانی! ہم راجکمار کی لاش کو یہاں لانے کے لیے رات
کے اندھیرے کا انتظار کر رہے تھے۔ اب اندھیرا پھیل گیا ہے اب
لاش لے کر آتے ہیں۔"

رانی نے روتے ہوئے کہا۔

"بیٹے اس کی لاش میری آنکھوں کے سامنے نہ لانا اگر
لاش لانی ہے تو پہلے مجھے ہلاک کر دو۔ ہاں اگر تم اسے زندہ
کر سکتے ہو تو اسے زندہ کر کے اپنے ساتھ لے آنا۔"

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"ماں جی گھبرایئے نہیں۔ خدا کے فضل سے ہم آپ کا بیٹا

ساتھ ہی لے کر آئیں گے۔"

ماریا نے تہہ خانے میں موم بتی روشن کر دی تھی جس کی ہلکی
ہلکی روشنی میں بڑی رانی کا چہرہ بڑا اداس لگ رہا تھا۔ ناگ
اور ماریا وہاں سے نکل کر شمشان بھومی میں آ گئے۔ یہاں اب
ڈرا دینے والا اندھیرا اور خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ ماریا کو محسوس
رے شمشان کے کتے بھونکنے لگے۔ ان کے بھونکنے کی آواز سن
کر ایک مہنت بھی جاگ اٹھا۔ وہ لالٹین لے کر جھونپڑے سے
باہر نکلا اور کتے کو پچکار کر بولا۔

"ارے کون ہے یہاں؟ کیوں بھونک رہا ہے تو؟"

ناگ ایک طرف جھاڑیوں میں ہٹ گیا۔ سرگوشی میں بولا۔

"کم بخت یہ کہاں جاگ پڑا اس وقت؟"

"ہش! وہ کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہے۔"

مہنت نے شاید ناگ کی سرگوشی سن لی تھی وہ لالٹین لے کر
اسی طرف بڑھا جہاں ناگ اور ماریا جھاڑیوں میں چھپے ہوئے تھے۔
ناگ نے ماریا کا ہاتھ دبا کر کہا۔

"اب تمہاری باری ہے۔ اپنا کام دکھاؤ۔"

ماریا نے زور سے چیخ مار کر کہا۔

"میں اس مردے کا بھوت ہوں جو آج یہاں جلایا گیا ہے
خبردار اگر قدم آگے بڑھایا تو کچا کھا جاؤں گا۔"

مہنت تھر تھر کانپنے لگا۔ کتا زور زور سے بھونکنے لگا۔ ماریا نے ایک اور چیخ ماری تو کتا اور مہنت دونوں وہاں سے ایسے بھاگے کہ پیچھے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔

ناگ نے کہا۔

"اب کام شروع کرتے ہیں۔"

ماریا ناگ کو ساتھ لے کر شمشان کے عقب میں اس مقام پر لے گئی جہاں اس نے زمین میں راجکمار کی لاش کا صندوق دفن کر رکھا تھا۔

سفید سانپ

ناگ نے کدال کی مدد سے قبر کھود ڈالی۔

اندر صندوق نکل آیا۔ ناگ نے ڈھکنا اٹھا کر دیکھا۔ راجکمار مرا پڑا تھا۔ اس نے جھک کر دیکھا۔ اسے بڑے خطرناک سانپ نے ڈسا تھا۔ لیکن یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ خون بہا نہیں تھا بلکہ جم گیا تھا۔ اس سانپ کے زہر کا اثر ٹھنڈا تھا۔ جس کی وجہ سے خون جم گیا تھا۔ ناگ نے کہا۔

"یہ بچ جائے گا۔ لیکن اسے یہاں سے اٹھا کر کسی دوسری جگہ لے جانا ہو گا۔"

ماریا نے کہا۔ "ناگ! یہاں سے لے جانا بڑا مشکل ہے کیا ایسا انتظام نہیں ہو سکتا کہ اسی جگہ اس کا زہر نکال دیا جائے؟"

ناگ نے کہا۔ "میں کوشش کروں گا۔ اسے سب سے پہلے ایک ایسے سانپ سے کٹوانا ہو گا جس کا زہر گرم ہو گا اس زہر کی وجہ سے اس کا سارا خون پھر سے نیلا ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس سانپ کو بلانا ہو گا جس نے پہلے اسے کاٹا تھا۔"

"تو کیا یہ اسی جگہ نہیں ہو سکتا؟" ماریا نے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے مگر خطرہ ہے کہ کوئی آدمی یہاں آ کر ہمارا کام خراب نہ کر دے۔"

ماریا نے کہا۔ "یہاں جو بھی آئے گا میں اسے بھگا دوں گی تم کام شروع کرو۔"

"بہت اچھا۔"

ناگ نے صندوق کے قریب بیٹھ کر منتر پڑھنا شروع کر دیا ابھی اس نے دس بارہ منتر ہی پڑھے ہوں گے کہ شمشان یعنی قبرستان میں ایک چیخ بلند ہوئی۔ اس چیخ کی آواز سن کر ماریا تو کانپ گئی۔

"یہ کس کی آواز تھی؟"

ناگ نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے کوئی شخص یہاں چھپا ہوا ہے"

اتنے میں آواز آئی۔ "تم کون ہو جو مردے کی لاش باہر نکال رہے ہو؟"

ناگ نے کہا۔ "تم کون ہو؟"

آواز نے کہا۔ "میں اس مردے کا بھوت ہوں جسے آج رات یہاں جلایا گیا تھا۔"

ماریا نے کہا۔ "تم کیا چاہتے ہو؟"

بھوت نے کہا۔ "میں اس شخص کا خون پینا چاہتا ہوں

اور اس لاش کو کھانے آیا ہوں۔"

ناگ نے کہا۔ "تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ یہاں سے بھاگ جاؤ۔ نہیں تو تمہیں ایک بار پھر آگ میں ڈال کر ہمیشہ کے لیے بھسم کر دوں گا۔"

بھوت نے قہقہہ لگایا۔ "تمہاری یہ ہمت! اچھا ابھی تمہیں اس گستاخی کا مزا چکھاتا ہوں۔"

اور بھوت نے اس کے ساتھ ہی ایک درخت اکھاڑ کر زمین پر پھینک دیا۔

ماریا نے کہا۔ "ناگ بھائی! اس بھوت کو ختم کر دو۔"

ناگ نے بھوت کو مارنے والے منتر پڑھنے شروع کر دیئے۔ تھوڑی دیر میں بھوت نے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔

"معاف کر دو۔ مجھے آگ میں نہ جلاؤ۔ ارے مر گیا۔ ارے معاف کر دو۔ اب کبھی یہاں نہیں آؤں گا۔"

ناگ نے کہا۔ "نہیں۔ میں تمہیں بھسم کر کے ہی چھوڑ دوں گا۔ تم یہاں آنے والے لوگوں کو تنگ کیا کرو گے۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

بھوت بولا۔ "میں ساری عمر تمہارا غلام بن کر زندہ رہوں گا۔ میں تمہارے بڑے بڑے کام آؤں گا۔ تم مجھ سے جو کام لو گے خوشی سے تمہاری مدد کروں گا۔ بھگوان کے لیے مجھے نہ مارو۔"

ناگ نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ تو پھر یہ صندوق قبر سے نکال کر باہر لے آؤ"

اسی وقت قبر میں سے صندوق اپنے آپ نکل کر باہر آ گیا۔ ماریا نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ کام تو بڑا اچھا ہوا ناگ بھیا!"

بھوت نے کہا۔ "یہ کیسی لڑکی ہے جو انسانوں کی طرح باتیں کرتی ہے مگر بھوتوں کی طرح دکھائی نہیں دیتی؟"

ناگ نے کہا۔ "اس کا نام ماریا ہے۔ یہ میری بہن ہے۔ اسے ایک درویش نے آج سے ہزاروں برس پہلے غائب کر دیا تھا۔ یہ تب سے ایسی ہے۔ ہمارا ایک بھائی عنبر بھی ہے۔ وہ اسی شہر میں کسی جگہ ہے۔ ذرا اس کام سے فارغ ہو جائیں۔ پھر تمہیں اس سے بھی ملائیں گے۔"

بھوت نے کہا۔ "اچھا تو مجھے اجازت دیں۔ یہ لیں میری نشانی۔"

بھوت نے ایک انگوٹھی ناگ کی طرف پھینکی۔ یہ انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس میں ایک زمرد پڑا تھا۔

"جس وقت آپ کو میری ضرورت پڑے۔ اس انگوٹھی کو کسی شے سے زور سے رگڑ دیں۔ میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اچھا خدا حافظ!"

"خدا حافظ!"

ناگ نے انگوٹھی اٹھا کر انگلی میں ڈال لی اور دوبارہ منتر پڑھنے شروع کر دیئے۔ پندرہ منٹ اسے منتر پڑھتے گزرے تھے کہ اندھیرے میں ایک سانپ نمودار ہوا۔ جس نے آگے آ کر ناگ کے آگے سر جھکا دیا۔ ناگ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"سنو! اس لاش کو کاٹو اور واپس چلے جاؤ"

سانپ نے سر جھکا دیا۔ پھر اٹھا اور لاش کے ٹخنے پر منہ رکھ کر اسے ڈس دیا اور چپکے سے سر جھکا کر اندھیرے میں غائب ہو گیا۔ اس کے ڈسنے سے راجکمار کے سارے جسم میں جما ہوا خون پھر سے گردش کرنے لگا۔ لاش کو پسینہ آ گیا
ناگ نے دوبارہ زور شور سے منتر پڑھنے شروع کر دیئے آخر ایک طرف سے پھنکار کی آواز سنائی دی۔ ماریا ناگ کے پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔

ماریا نے دیکھا کہ ایک سفید سانپ اپنا پھن اٹھائے چلا آ رہا ہے۔ ناگ کے قریب آ کر سانپ نے اپنا پھن جھکا کر ناگ کو سلامی دی۔

ناگ نے کہا۔ "اے سنگچور سفیدے! کیا تو نے اس شخص کو ڈسا تھا؟"

سانپ نے کہا۔ "ہاں ناگ دیوتا! یہ غلطی مجھ سے ہو گئی تھی

مجھے معاف کر دیں۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ آپ کا اپنا آدمی ہے"

ناگ نے کہا۔ "تم سے جو غلطی ہونی تھی وہ ہو گئی۔ اب ایسا کرو کہ اس شخص کے جسم سے اپنا سارا زہر واپس کھینچ کر یہاں سے دفعہ ہو جاؤ۔"

"جو حکم عظیم دیوتا!"

اور سفید سانپ نے اپنا منہ راجکمار کی لاش کی گردن سے لگا کر اس کے خون میں سے زہر چوسنا شروع کر دیا۔ دیکھتے دیکھتے سانپ نے راجکمار کے سارے بدن کا زہر چوس لیا۔ پھر اس نے ادب سے کہا۔

"اجازت ہے ناگ دیوتا؟"

"ہاں! بھاگ جاؤ۔ یہاں سے اور پھر کبھی اپنی شکل نہ دکھانا مجھے"

سفید سانپ چپکے سے دم دبا کر وہاں سے بھاگ گیا۔

ماریا نے کہا۔ "ابھی اسے کتنی دیر میں ہوش آئے گا! یہ تو بالکل لاش کی طرح پڑا ہے۔"

ناگ نے کہا۔ "ابھی ہوش آ جائے گا۔ زہر تو اس کے جسم سے سارا نکل چکا ہے۔"

ابھی وہ باتیں کر رہے تھے کہ راجکمار کے جسم میں حرکت

ہوئی اور اس نے ایک گہرا سانس لیا۔ ماریا نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ زندہ ہو گیا!"

"ہاں! ابھی اسے پوری طرح ہوش آ جائے گا۔"

راجکمار گہرے گہرے لمبے سانس لے رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے آنکھیں کھول دیں اور اوپر دیکھا۔ اسے ناگ کی شکل نظر آئی۔ بڑی کمزور آواز میں بولا۔

"پانی!"

ناگ نے پہلے ہی سے ایک کٹورہ پانی کا بھر کر پاس رکھ چھوڑا تھا۔ اس نے پانی کا کٹورا راجکمار کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ راجکمار سارے کا سارا پانی پی گیا۔ پانی پی کر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"میں کہاں ہوں؟"

ناگ نے کہا۔ "تم اپنے ہمدرد کے پاس ہو۔"

راجکمار نے کچھ یاد کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے شاید سانپ نے ڈس دیا تھا"

"ہاں۔ اور اب تم اچھے ہو گئے ہو"

"لیکن۔ لیکن میں اس صندوق میں کیسے آ گیا؟"

ناگ نے کہا۔ "تمہارے دشمنوں نے تمہیں ہلاک کروانے کی کوشش کی تھی اور اس صندوق میں بند کر دیا تھا۔ میں نے منتر

پڑھ کر تمہیں پھر سے اچھا کر دیا ہے۔ اب تم ہنسی خوشی دوبارا زندگی بسر کر سکو گے۔"

راجکمار نے کہا۔ "میری ماتا جی کہاں ہیں؟"

"وہ بھی اسی شہر میں ہیں اور تمہاری راہ دیکھ رہی ہیں۔ فکر نہ کرو۔ ہم ابھی تمہیں ان کے پاس لیے چلتے ہیں۔"

اس کے بعد ناگ نے راجکمار کو صندوق میں سے باہر نکال کر پتھروں پر لٹا دیا۔ ماریا نے کہا۔

"راجکمار بھائی! اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"

راجکمار نے اِدھر اُدھر دیکھ کر کہا۔

"یہ کس کی آواز تھی؟ یہ لڑکی کون تھی؟ مجھے تو کہیں دکھائی نہیں دیتی؟"

ناگ نے کہا۔ "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں یہ لڑکی میری بہن ماریا ہے۔ تم اسے دیوی بھی کہہ سکتے ہو۔ یہ جادوگرنی ہے اور کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔ تم صرف اس کی آواز سن سکتے ہو۔ اسی نے تمہاری جان بچائی ہے اور تمہاری ماتا جی کو موت کے منہ سے بچایا ہے۔"

"کیا مطلب؟" راجکمار نے حیرانی سے پوچھا۔

ناگ نے کہا۔ "یہ سب ناگ پور والے قلعے کی گدی کا جھگڑا تھا بھائی! یہاں کے مکار راجہ نے پہلے تمہیں سانپ سے

ڈسوا کر مروانے کی کوشش کی اور پھر تمہاری ماتا جی کو اغوا کر کے قلعے میں ڈال دیا۔ ہماری بہن ماریا کا اِدھر سے گذر ہوا۔ اس نے تمہاری ماتا کے بین سنے تو انہیں وہاں سے فرار کروا کر ایک جگہ کھنڈر میں لا کر چھپا دیا۔ اب اسے میری تلاش تھی۔ کیونکہ میں ایسا منتر جانتا ہوں۔ جس کی مدد سے سانپ کے زہر کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ پس میں نے آکر منتر پڑھا۔ تمہارے اندر پھیلا ہوا زہر ختم کر دیا اور اب تم پھر سے بھلے چنگے ہو گئے ہو۔ تمہاری ماتا جی تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔ آؤ ہمارے ساتھ۔"

ماریا نے پوچھا۔ "کیا تم چل سکو گے راجکمار؟"

راجکمار نے اٹھ کر چلنے کی کوشش کی مگر وہ زیادہ دور تک نہ چل سکا۔ ابھی اس کے بدن میں کافی کمزوری تھی۔ ماریا نے کہا۔

"تم لوگ یہیں ٹھہرو۔ میں سواری لے کر آتی ہوں۔"

"آدھی رات کو تم سواری کہاں سے لاؤ گی ماریا!"

ناگ نے پوچھا۔ ماریا نے کہا۔ "تم لوگ اسی جگہ میرا انتظار کرو۔ میں ابھی کوئی نہ کوئی بندوبست کرتی ہوں۔"

ناگ نے راجکمار کو پھر سے لٹا دیا۔ ماریا جلدی سے شمشان بھومی سے نکل کر سڑک پر آ گئی۔ ذرا دور جا کر اس نے دیکھا کہ ایک کچے مکان کے باہر ایک گاڑی کھڑی تھی۔ گھوڑا ذرا پرے بندھا ہوا تھا۔ اس نے سوچا کہ اس گاڑی کو لے چلے۔

پھر خیال آیا کہ کسی غریب آدمی کی گاڑی ہے بے چارہ پریشان ہو گا۔ ابھی وہ سڑک پر کھڑی یہ سوچ رہی تھی کہ اسے دُور سے روشنی نظر آئی۔

شاید کوئی موٹر کار یا ٹرک چلا آرہا تھا۔

بس۔ یہ ٹھیک رہے گا۔ ماریا روشنی کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد روشنی قریب آ گئی۔ یہ ایک موٹر کار تھی۔ ماریا نے سڑک کے بیچ میں پہلے ہی سے ایک بڑا سا پتھر لا کر رکھ دیا تھا۔ کار قریب آ کر رُک گئی۔

"یہ کس بدبخت نے پتھر یہاں پھینک رکھا ہے؟"

اندر سے ایک خوفناک چہرے والے آدمی نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ ایک اور آدمی بھی باہر آ گیا۔ کار میں یہ دونوں خوفناک چہروں والے آدمی ہی بیٹھے تھے۔

"پکڑو اور اٹھاؤ اس پتھر کو۔ ہمیں دیر ہو جائے گی۔ رات گزر گئی تو ہم ڈاکہ نہ ڈال سکیں گے۔ آج کی رات ڈاکے کے لیے بڑی اچھی رات ہے۔"

ماریا سمجھ گئی کہ ڈاکو ہیں اور کسی کے گھر ڈاکہ ڈالنے جا رہے ہیں۔ پہلا بولا۔

"خبرے ہلاک کرو گے یا گولی مارو گے انہیں؟"

"پتھر کو ایک طرف ہٹا رہے تھے۔ دوسرا بولا۔

"فکر نہ کرو۔ آج اس شخص کے سارے خاندان کو ہلاک کروں گا سونا بھی لوٹ لوں گا اور سب کو ختم بھی کر دوں گا۔"

ماریا نے دل میں کہا کہ ان لوگوں کی گاڑی ضرور چھین لی جانی چاہیے۔ بلکہ انہیں بھی ختم کر دینا چاہیے تاکہ ایک پورے خاندان کی زندگی بچ سکے۔ یہ سوچ کر ماریا گاڑی کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے ہاتھ کار کے اندر ڈال کر اس کا ہارن بجایا۔ ہارن کی آواز سن کر دونوں ڈاکوؤں نے تعجب سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"اندر کون ہے؟"

"اندر تو کوئی نہیں۔"

"پھر یہ ہارن کس نے بجایا؟"

"میرا خیال ہے اپنے آپ بج اٹھا ہو گا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

ماریا نے ایک بار پھر ہارن بجایا۔ اب دونوں کے ہوش اڑ گئے۔ بھاگ کر کار کے پاس آئے۔ ماریا پرے ہٹ گئی۔ اندر کوئی بھی نہیں تھا۔

"یہ ہارن کون بجا رہا تھا؟"

دوسرا ڈاکو ڈر کر بولا۔ "آدھی رات کا وقت ہے۔ سنسان علاقہ ہے۔ ضرور یہاں کوئی بھوت آ گیا ہے۔ بھاگو یہاں سے"

لیکن اب وہ بھاگ نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ ماریا نے پورا بندوبست کر لیا تھا۔ دونوں ڈاکو جلدی سے کار میں سوار ہونے ہی لگے تھے کہ ماریا نے ایک ڈاکو کے سر پر اتنے زور سے پتھر مارا کہ وہ چکرا کر اور بے ہوش ہو گیا۔ دوسرا ڈاکو گھبرا کر ایک طرف بھاگا۔ ماریا نے اس کے پیچھے زور سے پتھر مارا۔ جو اس کے سر میں لگا اور وہ اسی جگہ گر کر بیہوش ہو گیا۔ ماریا نے دونوں کو گھسیٹ کر ایک گڑھے میں ڈال کر اوپر مٹی اور بڑے بڑے پتھر ڈال دیئے۔

اس کے بعد ماریا نے کار سٹارٹ کی اور شمشان بھومی کے پاس لے آئی۔ راجکمار اور ناگ ماریا کا انتظار ہی کر رہے تھے۔ انہوں نے کار کو دیکھا تو بڑے خوش ہوئے۔

ناگ نے کہا۔ "تم نے تو کمال کر دیا۔ یہ کار کہاں سے اڑائی ہے؟"

ماریا نے ہنس کر کہا۔ "بس اڑا لی کہیں سے۔ اب جلدی سے راجکمار کو اس میں بٹھا دو۔"

انہوں نے مل کر راجکمار کو کار کے پیچھے لٹا دیا۔ ناگ آگے بیٹھا۔ ماریا نے کار سٹارٹ کی اور اسے مختلف راستوں سے لے کر اس کھنڈر کے باہر لا کر کھڑا کر دیا جس کے تہہ خانے میں راجکمار کی ماتا اس کا انتظار کر رہی تھی۔

شیر کا حملہ

بڑی رانی نے کار کی آواز سن لی تھی۔

اتنے میں ناگ اندر داخل ہوا۔ اس نے راجکمار کو سہارا دے رکھا تھا۔ اپنے بیٹے کو دیکھ کر بڑی رانی خوشی سے نہال ہو کر اس سے لپٹ گئی۔ اسے گلے لگا کر دیر تک پیار کرتی اور روتی رہی۔

"میرے لال! تجھے کس کی نظر لگ گئی تھی۔ خدا نے ہم پر رحم کیا کہ تم پھر سے زندہ ہو گئے۔"

راجکمار نے کہا۔ "ماتا جی! خدا کا شکر ہے کہ پھر سے آپ کی شکل دیکھنی نصیب ہوئی۔"

ناگ نے کہا۔ "راجکمار! تم لیٹ کر آرام کرو۔ تمہیں ابھی آرام کی ضرورت ہے۔"

ماریا نے کہا۔ "اس جگہ آرام نہیں ہو سکتا۔ ہم صرف راجکمار کی وجہ سے یہاں بیٹھے تھے۔ راجکمار مل گیا ہے۔ اب ہمیں یہاں سے کسی اچھی جگہ جانا چاہیئے تاکہ راجکمار کو زیادہ سے زیادہ آرام ملے اور یہ پھر سے صحت مند ہو جائے۔"

ناگ نے کہا۔ "تمہارے خیال میں ایسی جگہ کونسی ہو سکتی ہے"

ماریا نے کہا۔ "یہ شہر بہت بڑا ہے۔ اس شہر میں ہم کسی بڑے اونچے اور اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں بھی ٹھہر سکتے ہیں"

ناگ بولا۔ "بڑا اچھا خیال ہے۔"

بڑی رانی نے کہا۔ "مگر بیٹا اس خبیث راجے کو پتا نہ چل جائے کہیں وہ پھر سے میرے بیٹے کو مروا دے گا۔"

ماریا نے کہا۔ "بڑی رانی! آپ گھبرائیں نہیں۔ راجے کے باپ کو بھی پتا نہیں لگے گا کہ ہم کہاں ہیں۔"

بڑی رانی نے کہا۔ "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم واپس اپنے شہر چلے جائیں!"

ناگ نے کہا۔ "بڑی رانی! اگر آپ واپس چلے گئے تو راجہ کو فوراً پتہ چل جائے گا۔ اس کے جاسوس آپ کے شہر میں تو آپ کے گھر کا باقاعدہ پہرہ دے رہے ہوں گے۔ جوں ہی آپ وہاں پہنچیں گے۔ راجہ کو اطلاع مل جائے گی اور وہ آپ لوگوں کو کسی نہ کسی طرح ہلاک کروا دے گا۔ اس لیے ماریا کا خیال ٹھیک ہے کہ ہمیں اس شہر کے کسی بڑے اعلیٰ اور دور دراز ہوٹل میں کچھ دن آرام کرنا چاہیے۔"

راجکمار نے کہا۔ "لیکن ہم کب تک راجہ سے ڈرتے

رہیں گے۔ اس طرح تو ہم جب بھی اپنے شہر جائیں گے۔ راجہ ہمیں قتل کروا دے گا۔

اس راجہ گدی اور قلعے پر میرا حق ہے۔ مجھے اس سے لڑ کر اپنا حق واپس لینا ہو گا۔"

ماریا نے کہا۔ "تمہیں لڑنے کی ضرورت نہیں راجکمار! آخر ہم کس لیے ہیں ذرا تم صحت مند ہو جاؤ۔ باقی سارا کام میں اپنے آپ ہی کر لوں گی۔"

ناگ نے کہا۔ "تو پھر صبح صبح ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ اس کار کے پیچھے بھی تو پولیس لگ جائے گی۔"

"فکر کی کوئی بات نہیں عنبر بھائی! سب ٹھیک ہو جائیگا۔ منہ اندھیرے یہاں سے نکل کر ہوٹل تلاش کروں گی اور پھر تم لوگ وہاں پہنچ جانا۔"

منہ اندھیرے ماریا تہہ خانے والے کھنڈر سے نکل کر گاڑی میں بیٹھی اور اسے سٹارٹ کر کے شہر کے دور دراز علاقوں میں گھومنے پھرنے لگی۔ اب اسے خیال آیا کہ اس نے خود آ کر غلطی کی۔ کیونکہ اسے تو کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ وہ جلدی سے واپس آ گئی۔ ابھی سڑکوں پر اندھیرا تھا اور لوگ نہیں نکلے تھے۔ نہیں تو ایسی گاڑی دیکھ کر جس کا ڈرائیور ہی کوئی نہ ہو سارے لوگ وہاں جمع ہو جاتے۔

اور شہر میں تماشہ بن جاتا۔ واپس آ کر ماریا نے ناگ سے کہا۔

"بھائی! میں تو بھول ہی گئی تھی کہ خود کسی سے بات نہیں کر سکتی۔ میں نے کسی ہوٹل والے سے کمرے کا پوچھا تو وہ کمرہ دینے کی بجائے غش کھا کر گر پڑے گا۔"

"ہا ہا ہا!" ناگ ہنسا۔ "میں جانتا تھا تم واپس آ جاؤ گی۔"

"اچھا اب ذرا جلدی جاؤ اور کسی اچھی جگہ کا بندوبست کر کے واپس آؤ۔"

"ابھی جاتا ہوں بہن!"

اتنا کہہ کر ناگ نے کار سٹارٹ کی اور شہر میں آ گیا۔

اب دن چڑھ آیا تھا۔ وہ گھومتے پھرتے کافی دور نکل گیا۔ یہاں پہاڑیاں شروع ہو گئی تھیں۔ ناگ نے دیکھا کہ پہاڑ کے اوپر ایک بڑی خاموش اکیلی سی عمارت بیٹھی ہوئی تھی۔ ناگ نے سوچا۔

"یہ جگہ ٹھیک رہے گی۔ ان لوگوں کے آرام کرنے کے واسطے۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ عمارت کوئی ہوٹل ہے یا کیا ہے! اگر سرکاری دفتر ہوا تو پھر کیا ہو گا۔ ویسے جگہ بڑی مناسب ہے۔ شہر سے الگ تھلگ ہے بالکل!"

یہ باتیں سوچتے ہوئے ناگ کار لے کر اس عمارت کے قریب آ کر ایک جگہ رک گیا۔ درختوں کے نیچے اس نے

کار کھڑی کی اور خود اس عمارت کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے باہر ایک بورڈ لگا تھا جس پر لکھا تھا۔

"رائل ہوٹل"

ناگ بڑا خوش ہوا۔ اس کی دلی مراد بر آئی تھی۔ اس نے ہوٹل کی لابی میں جا کر کاؤنٹر پر دیکھا کہ ایک خوش پوش کٹے ہوئے بالوں والی لڑکی کھڑی فون پر کسی سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی ہے۔

"جی ہاں نواب صاحب! میں ابھی ابھی ڈیوٹی پر آئی ہوں۔ شکریہ! شکریہ! جی نہیں۔ اس وقت تو ہوٹل میں کوئی بھی کمرہ نہیں ہے۔ بہر حال میں کوشش کروں گی۔ اگلے مہینے مل جائے گا پورا سیٹ!"

ناگ خاموشی سے کھڑا رہا۔ اس کا لباس معمولی پتلون اور قمیص تھا۔ پاؤں میں چپل تھی۔ فون بند کر کے لڑکی نے ناگ کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ وہ کچھ متاثر نہ ہوئی۔ سوچنے لگی یہ کوئی صفائی وغیرہ کرنے والا ہو گا۔

"جی فرمائیے! میں کیا خدمت کر سکتی ہوں؟"

ناگ نے کہا۔ "مجھے ہوٹل میں تین کمروں کا ایک سیٹ چاہیے!"

لڑکی نے ایک بار پھر ناگ کو سر سے پاؤں تک دیکھا

اور نفرت سے ہونٹ سکیڑ کر بولی۔

"آپ کہاں سے آئے ہیں؟"

ناگ نے کہا: "میں اپنے ماں باپ کے ساتھ مدراس سے آیا ہوں۔"

لڑکی نے کہا۔ "تو پھر کسی سرائے میں جگہ نہیں ملی؟"

"کیا مطلب؟" ناگ نے پوچھا۔

لڑکی نے کہا: "میر مطلب ہے کہ اس شاہی ہوٹل میں اوّل تو جگہ ہی نہیں ہے اور اگر جگہ ہوتی بھی۔ آپ اسے حاصل نہیں کر سکتے تھے۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ اس ہوٹل میں نواب، راجہ مہاراجہ اور کمشنر اور لارڈ آکر ٹھہرتے ہیں۔ آپ کو پتہ ہے اس کے ایک کمرے کا روزانہ کرایہ کیا ہے؟"

"کیا ہو گا؟"

لڑکی نے کہا: "ایک ہزار روپیہ روزانہ۔ کیا آپ دے سکتے ہیں؟"

ناگ نے بڑے آرام سے کہا۔ "جی ہاں میں دے سکتا ہوں۔ کہیے تو ابھی ادا کر دوں؟"

لڑکی سمجھ گئی کہ یہ کوئی چور اچکا ہے یا کوئی فراڈی

ہیں سے مار دھاڑ کر کے سات آٹھ ہزار روپے ہے اور اب یہاں ٹھہر کر کوئی دوسرا فراڈ کرنا چاہتا ہے۔ اس قسم کے لوگ اکثر ان کے ہاں آتے رہتے ہیں۔ انہیں یہ لوگ کبھی ہوٹل میں جگہ نہیں دیتے تھے۔ لڑکی نے کہا۔

"معاف کیجیے گا۔ ہمارے پاس کوئی کمرہ خالی نہیں ہے۔"

ناگ نے کہا: "دیکھیے مجھے ایک کمرے کی سخت ضرورت ہے۔ میری ماں اور بھائی بیمار ہے۔"

لڑکی نے کہا: "تو پھر آپ انہیں شہر کے کسی دوسرے ہوٹل میں جگہ لے دیں۔ یہ کیا ضروری ہے کہ آپ اسی ہوٹل میں ٹھہرنا چاہتے ہیں۔"

ناگ نے کہا۔ اصل میں یہ بڑی خوبصورت جگہ ہے مجھے امید ہے کہ میری ماں اور بھائی اس جگہ بڑی جلدی اچھے ہو جائیں گے۔"

لڑکی جھنجلا گئی تھی۔ تنگ آکر بولی۔

"جناب آپ سے کہہ دیا ہے کہ کمرہ نہیں ہے۔ اب آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔"

اس نے گھنٹی بجا کر بیرے سے کہا۔

"صاحب کو باہر کا راستہ دکھاؤ۔"

بیرا آگے بڑھا اور اس نے ناگ کو بازو سے پکڑ کر پیچھے دھکیلنے کی کوشش کی۔ ناگ نے ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں اپنی ایک جھلک بیرے کو دکھا دی۔ بیرے نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک زبردست شیر نمودار ہوا۔ اس نے زور سے گرج ماری اور پھر غائب ہو گیا۔ بیرا دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔ لڑکی گھبرا گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ بیرے کو اٹھاتی۔ ناگ نے قریب آ کر لڑکی کی آنکھوں میں گھور کر کہا۔

"کیا اب بھی مجھے کمرہ ملے گا کہ نہیں؟"

لڑکی نے کہا: "ہاں۔ ہاں۔"

اور جیسے کسی جادو کے اثر سے دراز میں سے ایک چابی نکال کر ناگ کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"دوسری منزل۔ بارہ نمبر کمرہ۔"

"شکریہ!"

ناگ چابی لے کر اوپر چلا گیا۔ لڑکی نے دوسرے بیروں کو بلایا اور بے ہوش بیرے کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگے۔ وہ ہوش میں آیا تو لڑکی نے پوچھا

"کیا ہوا تھا تمہیں؟"

بیرے نے خوف زدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھ پر ایک شیر نے حملہ کیا تھا!"

لڑکی نے گہرا سانس لیا۔ دل میں سوچا۔ یہ شخص پاگل ہو گیا ہے۔ ضرور اسے مرگی کا دورہ پڑا ہو گا۔ بیرا کہے جا رہا تھا۔

"وہ آدمی شیر ہے۔ اس کا چہرہ ایکدم سے شیر بن گیا تھا۔ شیر نے مجھ پہ حملہ کیا تھا!"

بیرے اسے اٹھا کر اندر لے گئے۔ لڑکی نے مالک کو فون کر دیا۔ اس نے آ کر سارے حالات سنے اور لڑکی سے کہا۔

"اگر یہ پاگل ہے تو تمہیں کیا ہو گیا تھا کہ تم نے اس شخص کو یونہی چابی تھما دی اور کمرہ دے دیا۔ کیا تم نے اس سے ایڈوانس لیا ہے؟"

"جی نہیں"

"تو پھر تمہیں کیا ہو گیا تھا؟"

لڑکی نے کہا: "خدا جانے اس کی آنکھوں میں ایسی کشش تھی کہ مجھ پہ جیسے کسی نے جادو سا کر دیا۔"

مالک نے سر پکڑ لیا۔ "ارے بند کرو یہ بک بک اور جاؤ ابھی اوپر جا کر اس شخص سے پندرہ دنوں کا کرایہ ایڈوانس لو۔ نہیں تو میں ابھی تمہیں نوکری سے برخاست کر دوں گا۔"

لڑکی اوپر جانے ہی والی تھی کہ انہیں ناگ سیڑھیاں اترتے نظر آیا۔ جب وہ قریب آیا تو مالک نے آگے بڑھ کر

اس کا راستہ روک لیا۔

"معاف کیجیے گا۔ اگر آپ کو میری کلرک نے کمرہ دے ہی دیا ہے تو آپ کو ہمارے اصول کے مطابق پندرہ دنوں کا ایڈوانس یعنی پندرہ ہزار روپے اسی وقت ادا کرنے ہوں گے۔ نہیں تو آپ چابی ہمارے حوالے کر کے یہاں سے تشریف لے جائیں۔"

ناگ مسکرایا۔ "بس اتنی سی بات ہے۔ جس کے لیے آپ نے شور مچا رکھا ہے۔"

ناگ نے پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک بڑا لفافہ نکالا۔ اسے کاؤنٹر پر رکھا۔ اس میں سے سو سو کے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر گننے لگا۔ جب پندرہ ہزار روپے پورے ہو گئے تو انہیں مالک کی طرف بڑھا کر بولا۔

"یہ لیجیے پندرہ دنوں کا کمرے کا کرایہ اور کچھ لینا ہو تو بتا دیجیے۔"

مالک خاموش رہا۔ اس نے روپے لے کر الماری میں رکھے اور رسید لکھ کر دے دی۔ وہ یہی سمجھا کہ یہ کوئی چور اچکا ہے۔ کہیں سے ڈاکہ مار کر پیسے لایا ہے اور یہاں رہ کر کسی دوسرے ڈاکے کی تیاریاں کرے گا۔ لیکن بہر حال اسے کمرہ دیا جا چکا تھا۔

ناگ چلا گیا تو مالک نے سب بیروں کو بلا کر کہا۔

"یہ شخص مجھے کوئی خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ آپ لوگ اس سے خبردار رہیں۔ ذرا سی بھی کوئی الٹی سیدھی بات دیکھیں تو اسی وقت مجھے فون کر دیں۔"

"بہت اچھا جناب۔"

ناگ گاڑی میں بیٹھ کر واپس کھنڈر میں آ گیا۔

"چلو بھئی! بڑی خاموش جگہ پر ایک ہوٹل میں کمرہ مل گیا ہے۔"

"بہت اچھا ہوا۔ اب دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

اسی وقت انہوں نے بڑی رانی اور راجکمار کو گاڑی میں ڈالا اور گاڑی سٹارٹ کر کے راڈل ہوٹل والی پہاڑی میں آ گئے۔ کمرہ دوسری منزل میں تھا۔ کافی بڑا کمرہ تھا۔ خوب سجا ہوا تھا۔ بالکل ہوٹل کا کمرہ لگتا تھا۔ قالین بچھے تھے۔ ریشمی پردے پڑے تھے۔ ... اور ماریا نے بڑی رانی اور راجکمار کو بستروں پر لٹا دیا۔ ماریا ... کہا۔

"ناگ! ان کے لیے کسی ڈاکٹر سے مشورہ کر کے کوئی طاقت کی دوا آنی چاہیے۔"

"ابھی جا کر لے آتا ہوں۔ لیکن پہلے انہیں بہترین کھانا تو ملنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے۔"

ناگ نے گھنٹی بجا کر بیرے کو بلایا اور کہا۔

"جتنی جلدی ہو سکے چار آدمیوں کے لیے مرغ کی یخنی، کوفتے، بھنا ہوا مرغ، پلاؤ، بریانی، زردہ، باداموں کی برفی، کھیر اور پھل لے کر آؤ۔"

بیرے نے کہا: "ابھی لایا حضور!" پھر پلٹ کر بولا۔

"مگر حضور آپ تو تین آدمی ہیں۔ چوتھا آدمی کہاں ہے؟"

اب ناگ کو اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا۔ جھٹ بولا۔

"ہمارا ایک مہمان ابھی آنے والا ہے"

ماریا کی ہنسی نکل گئی۔ اس ہنسی کی آواز بیرے نے سنی تو چونک کر ادھر ادھر دیکھا کہ شاید وہ عورت ہنسی ہے جو بستر پر بیٹھی ہے مگر بڑی رانی بالکل خاموش تھی۔ بیرا کچھ پریشان سا ہو کر جلدی سے باہر نکل گیا۔ ماریا نے کہا

"بھئی ناگ بھیا! آپ بھی بڑے بھکڑ ہیں۔ یہ بھی نہ سوچا کہ چوتھا آدمی کہاں سے پیدا کرو گے؟"

راجکمار نے کہا: "میرا خیال ہے۔ بیرے کو کچھ شک پڑ گیا ہے"

"ارے اس قسم کی باتوں کا فکر نہ کریں۔ آپ ڈٹ کر کھانا کھائیے"

بڑی رانی نے کہا: "بیٹا تم اتنے روپے کہاں سے لا کر خرچ کرو گے؟ اچھا میں اپنے شہر جا کر تمہاری ایک ایک پائی ادا کر دوں گی"

ناگ نے کہا: "بڑی رانی! میں بھی آپ کا بیٹا ہوں۔ مجھے بھی تو خدمت کرنے کا موقع دیں"

لاش غائب

ناگ شہر دوائی لینے چلا گیا۔

کمرے میں راجکمار، بڑی رانی اور ماریا اکیلے رہ گئے۔ کاؤنٹر ہی لڑکی کو ایک ٹیلیفون آیا۔ کوئی مرد دوسری طرف بول رہا تھا۔

"ہیلو! رائل ہوٹل؟"

"جی ہاں! فرمائیے"

"دیکھئے یہاں کوئی مسافر آ کر ٹھہرے ہیں؟"

"جی یہاں تو ہر روز مسافر آ کر ٹھہرتے ہیں"

"جی نہیں۔ میرا مطلب ہے ان دنوں کوئی ادھیڑ عمر عورت آپ کے ہوٹل میں آ کر ٹھہری ہے؟"

"جی یہاں تو ہر روز کوئی نہ کوئی ادھیڑ عمر عورت آ کر ٹھہرتی ہے"

"شکریہ"

ٹیلی فون بند کر دیا گیا۔ لڑکی نے سوچا کوئی احمق دوسری طرف بول رہا تھا۔ لیکن دوسری طرف کوئی احمق نہیں تھا بلکہ بہرام ایک خاص جاسوس تھا جسے راجہ نے بڑی رانی کو ڈھونڈھنے کے لیے خاص طور پر مقرر کیا تھا۔ اس شخص نے بڑی رانی کے شہر

والے مکان کے ارد گرد بھی اپنے آدمی پھیلا دیئے تھے تاکہ جونہی بڑی رانی اگر وہاں پہنچے تو اسے فوراً اطلاع کر دی جائے بہرام نے شہر کے سارے ہوٹلوں میں فون کر کے پتہ کرا لیا تھا اب رائل ہوٹل بھی اس نے فون کیا تھا۔

راجہ نے کہا "اتنے اونچے ہوٹل میں اسے ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بڑی رانی اس شہر میں نہیں ہے، وہ ضرور کسی دوسرے شہر جا چکی ہے۔"

بہرام نے کہا "مجھے یقین ہے کہ وہ اسی شہر میں کسی جگہ چھپی ہے اور اس کے ساتھ جو آدمی ہے وہ آپ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا رہا ہے۔"

راجہ گھبرا کر بولا "کیا کہا؟ مجھ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا رہا ہے۔ وہ کیوں؟"

"اس لیے کہ اگر آپ کی راہ میں بڑی رانی ایک رکاوٹ ہے تو اس کی راہ میں آپ سب سے بڑی رکاوٹ اور پھر آپ نے تو بڑی رانی کی راج گدی پر قبضہ کیا ہے۔"

"ہوں۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ پھر اس کا کیا علاج کیا جائے"

بہرام نے کہا "بس مجھے ذرا پتہ چل جائے کہ وہ کہاں ہے اس کے بعد رانی کو راستے سے ہٹانا کوئی مشکل کام نہیں ہوگا"

"پھر اب تم اسے کہاں تلاش کرو گے؟"

یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔"

اتنا کہہ کر بہرام جاسوس باہر نکل گیا۔ یہ بڑا شاہی جاسوس تھا۔ اس نے بڑے بڑے لوگوں کو پکڑا تھا اور اس کی گردن پر کئی لوگوں کا خون بھی تھا۔ ہمیشہ اونچے لوگوں کے لیے کام کرتا تھا اور ہزاروں روپے فیس کے لے لیتا تھا۔ قتل تو ایسی ہوشیاری سے کرتا تھا کہ ذرا سا بھی ثبوت نہیں مل سکتا تھا۔ لوگ یہی سمجھتے تھے کہ مرنے والے نے خودکشی کی ہے۔ اب وہ بڑی رانی کے پیچھے لگ گیا تھا۔ مگر یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ اسے یہ خبر نہیں تھی کہ بڑی رانی کے ساتھ اس وقت لوگ اس کی حفاظت کر رہے تھے جو بہرام ایسے ہزاروں جاسوسوں کو اس سے پہلے ٹھکانے لگا چکے ہیں۔ یعنی ماریا اور ناگ۔!

بہرام بڑا مکار تھا۔ راجہ کا خیال تھا کہ بڑی رانی شہر سے باہر چلی گئی ہے۔ مگر بہرام نے ٹھیک سوچا تھا کہ وہ اسی شہر میں ہے اور کسی اعلیٰ ترین ہوٹل میں ٹھہری ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ امیر ترین خاندانی عورت ہے۔ روپے خرچ کر سکتی ہے۔ پھر راجہ نے اس کے بیٹے کو بھی مروا دیا ہے۔ اس لیے بڑی رانی راجہ سے بدلہ لینے کی سکیم بنا رہی ہے اور اسی شہر ناگ پور میں بیٹھ کر یہ سکیم تیار کر رہی ہے۔ راجہ نے جاسوس بہرام کو بڑی رانی کی ایک تصویر دے دی تھی تاکہ اسے پہچاننے میں آسانی ہو۔

بہرام جاسوس ایک روز رائل ہوٹل آ گیا۔

کاؤنٹر پر اس نے بڑی خوش اخلاقی سے لڑکی کو سلام کیا اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا۔ اس نے اپنا تعارف ایک سیاح کی حیثیت سے کرایا جو صوبہ سندھ سے سیر کرنے آیا ہے۔ یونہی باتیں کرتے کرتے اس نے لڑکی کو بڑی رانی کی تصویر دکھائی اور پوچھا۔

"بہن! میں اس عورت کی تلاش میں ہوں۔ یہ اصل میں میرے ایک دوست کی ماں ہے۔ بڑی مال دار عورت ہے۔ گھر سے ناراض ہو کر آ گئی ہے۔ کچھ دماغ میں خرابی بھی ہے۔ کہیں یہ اس ہوٹل میں آ کر تو نہیں ٹھہری؟"

لڑکی نے عورت کی تصویر دیکھی تو کہا۔

"اس شکل کی عورت تو آج صبح ہی اوپر والی منزل میں آ کر ٹھہری ہے۔ بارہ نمبر کمرہ ہے اس کا۔"

بہرام جاسوس کی باچھیں کھل گئیں۔

"کیا اس عورت کے ساتھ کوئی آدمی بھی ہے؟"

"کیوں نہیں۔ دو آدمی ہیں۔ ایک تو بڑا پُر اسرار آدمی ہے۔ کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ مجھے اور دوسرا نوجوان سا لڑکا ہے۔ بیمار بیمار ساتھی بے چارا۔"

جاسوس بہرام نے خوش ہو کر لڑکی کو جیب سے ایک سو

روپے کا نوٹ نکال کر دیا اور کہا۔

"اچھی بہن یہ میں اپنی خوشی سے تمہیں نذر کر رہا ہوں انکار کر کے میرا دل نہ توڑنا۔"

لڑکی نے مسکرا کر سو روپیہ رکھ لیا۔ اصل میں جاسوس اس لڑکی کو اپنی احسان پر لگانا چاہتا تھا تاکہ آئندہ بھی اس سے مدد لی جا سکے۔ بہرام جاسوس کمرے کا نمبر دوبارا پوچھ کر اوپر دوسری منزل میں آ گیا۔ شام ہو رہی تھی۔ کمروں میں روشنی ہو گئی تھی۔ بہرام جاسوس کی جیب میں بھرا ہوا چھ گولیوں والا ریوالور تھا۔ بارہ نمبر والے کمرے کے سامنے آ کر وہ رُک گیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا اور جادوگر کسی کام سے ابھی ابھی باہر گئی تھی۔ بہرام جاسوس نے دروازے پر دستک دی۔

اندر سے راجکمار نے آ کر دروازہ کھولا۔ بہرام جاسوس نے راجکمار کو زندہ دیکھا تو ایک بار تو وہ بھی لرز گیا۔ ہیں یہ کس طرح سے زندہ ہے؟ اس کو تو سانپ نے کاٹ کھایا تھا۔ یہ تو مر گیا تھا اور اسے زمین میں دفن کر دیا گیا تھا۔ راجکمار نے پوچھا۔

"آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں؟"

بہرام جاسوس نے دیکھا کہ اندر ایک پلنگ پر بڑی رانی آرام کر رہی تھی۔ اس کی تصدیق ہو گئی تھی۔ بہرام نے سر جھکا کر کہا۔

"معافی چاہتا ہوں۔ میں غلط کمرے میں آ گیا ہوں۔"

اتنا کہہ کر وہ چلا گیا۔ راجکمار نے دروازہ بند کر دیا۔

اسی وقت بہرام بھاگا بھاگا راجہ کے پاس آیا اور سب کچھ بتا دیا۔ راجہ نے جب یہ سنا کہ راجکمار ابھی زندہ ہے تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے تو اسے اپنی آنکھوں کے سامنے صندوق میں بند کر کے زمین میں دفن کیا تھا۔"

وہ دونوں اس جگہ آئے۔ جہاں انہوں نے لاش کو دفن کیا تھا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ قبر خالی پڑی ہے اور صندوق غائب ہے راجہ نے سر پہ ہاتھ مار کر کہا۔

"لاش بھاگ گئی۔ میرا دشمن زندہ ہے۔ اب کیا ہو گا۔"

پھر جاسوس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بہرام! میری مدد کرو۔ میں تمہیں ابھی دس ہزار روپے دیتا ہوں۔ کم از کم اس راجکمار کو ضرور جا کر قتل کر دو۔"

بہرام نے کہا: "مہاراج گھبرائیے مت۔ میں راجکمار کے ساتھ بڑی رانی کو بھی ہلاک کر سکتا ہوں۔ آپ فکر کیوں کرتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ سانپ کا ڈسا اور مرا ہوا راجکمار پھر سے کیسے زندہ ہو گیا؟ ضرور کوئی جادوگری ہوئی ہے۔ ہوٹل کی لڑکی نے مجھے کہا تھا کہ بڑی رانی اور راجکمار کے ساتھ جو آدمی ہے وہ کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے۔"

"جو کچھ بھی ہو۔ تم ان دونوں کو آج ہی رات جا کر ختم کر دو۔ میں تمہیں پچاس روپے نقد ادا کر دوں گا۔ مجھے تم ان دونوں کے سر کاٹ کر لا دو۔ میں تمہیں ۲۵ ہزار روپے فی سر کے حساب سے دونوں سروں کے پچاس ہزار روپے اسی وقت ادا کر دوں گا۔"

"ایسا ہی ہو گا مہاراج۔"

اور بہرام جاسوس قلعے سے نکل آیا۔ وہ کار میں سوار ہو کر سیدھا اپنے فلیٹ پر گیا۔ اس نے جیب میں بڑا چاقو رکھا۔ ساتھ ایک تھیلا لیا اور آدھی رات کو رائل ہوٹل کی طرف روانہ ہو گیا اس نے اپنا حلیہ بھی تبدیل کر لیا تھا تاکہ کسی کو شک نہ پڑے وہ ہوٹل کی پچھلی طرف آ گیا۔ یہاں اندھیرا تھا۔ اس نے دیکھا اوپر بڑی رانی کے کمرے کی کھڑکی بند تھی اور اندر سے ہلکی ہلکی روشنی آ رہی تھی۔

جاسوس بہرام نے رسی کے سہارے چڑھنا شروع کر دیا جب وہ کھڑکی کے پاس پہنچا تو اس نے شیشے میں سے جھانک کر اندر دیکھا۔ اندر بڑی رانی تو سو رہی تھی۔ راجکمار بستر پہ پہلو بدل رہا تھا۔ جاسوس بہرام بڑا خوش ہوا کہ دونوں کے سوا وہاں کوئی نہیں ہے۔ اسے کیا خبر تھی کہ اس کی موت مادیا اسی کمرے میں موجود تھی اور یہ الگ بات ہے کہ وہ کونے میں قالین پہ سو رہی تھی۔ بہرام نے ایک کرڑکی مدد سے بڑے آرام سے کھڑکی

کا شیشہ اتار کر نیچے گھاس پر پھینک دیا۔ وہ بڑا ماہر تھا ایسے کاموں میں۔ اتنے آرام سے اندر کمرے میں کود گیا کہ راجکمار کو خبر بھی نہ ہوئی۔

جاتے ہی اس نے پستول راجکمار کے سینے پر رکھ دیا۔

"خبردار! اگر ذرا آواز نکالی تو گولی مار دوں گا۔"

پھر اس نے راجکمار کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا اور بڑی رانی کی طرف بڑھا۔ وہ چاہتا تھا کہ دونوں کے سر کاٹنے سے پہلے ان کے منہ بند کر دے تاکہ وہ کوئی آواز نہ نکال سکیں۔ بڑی رانی سو رہی تھی۔ جاسوس بہرام نے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا۔ رانی کی چیخ نکل گئی۔ اس چیخ نے ماریا کو بیدار کر دیا یہ راجکمار اور بڑی رانی کی خوش قسمتی تھی اگر بڑی رانی چیخ نہ مارتی تو بہرام آج بھی بڑی کامیابی سے اپنا کام کر گیا تھا اور دونوں کے سر کاٹ کرلے گیا تھا۔

ماریا نے اٹھ کر دیکھا کہ ایک ڈاکو قسم کا آدمی چہرے کو کالے کپڑے سے چھپائے بڑی رانی کے منہ میں کپڑا ٹھونس رہا ہے۔ ماریا نے دیکھا کہ راجکمار بھی اپنے پلنگ پر بندھا بے بس پڑا ہے۔ ماریا نے سوچا کہ یہ کوئی راجہ کا بھیجا ہوا آدمی ہے اور بڑی رانی کو اغوا کرنے آیا ہے۔ مگر جب بہرام نے جیب سے چمکتا ہوا خنجر نکال لیا تو ماریا کے تو ہوش اڑ گئے۔

"ارے بد بخت انہیں قتل کر رہا ہے!"

ماریا نے وہیں سے چھلانگ لگائی اور ایک ایسا ہاتھ بہرام کے بازو پر مارا کہ خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا پڑا۔ [بہ]رام نے پلٹ کر دیکھا کہ یہ کون تھا۔ اسے کوئی بھی نظر نہ [آ]یا۔ راجکمار اور بڑی رانی نے جب دیکھا کہ ماریا جاگ پڑی ہے تو ان کی جان میں جان آئی۔ بہرام کو ایک دم لڑکی کی بات [یاد] آ گئی کہ ان کے ساتھ ایک جادوگر قسم کا انسان بھی ہے۔ [شا]ید یہ کوئی جادوگر ہی ہے۔ بہرام نے ریوالور نکالا ہی تھا کہ [گولی] مار کر بڑی رانی کو ہلاک کر دے کہ ماریا نے دوسرا ہاتھ [مار ک]ر اس کا دوسرا کندھا بھی اتار دیا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے [گر] پڑا۔

ماریا نے ریوالور اور خنجر اٹھا کر دراز میں رکھ دیا۔ بہرام [جاس]وس کا ایک کندھا اتر گیا تھا اور وہ درد سے کراہ رہا تھا۔ [ماری]ا اسے وہاں ہلاک نہیں کرنا چاہتی تھی۔ کیونکہ پھر ان پر شک [ہو س]کتا تھا۔ اس نے بہرام جاسوس کے سر پر زور سے ایک ڈنڈا [مارا]۔ وہ بے ہوش ہو گیا۔ پھر اسے اٹھا کر کھڑکی سے نیچے [پھین]ک دیا۔

نیچے گرتے ہی بہرام کی کھوپڑی اور ہڈیاں سرمہ بن گئیں۔ صبح ہوٹل کے عقب میں بہرام کی لاش ملی۔ لڑکی نے کہا کہ

یہ شخص اس کے پاس آیا تھا اور بڑی رانی کا پوچھ رہا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ بہرام ہوٹل کی دوسری منزل کے کمرے میں شیشہ توڑ کر گیا اور ڈاکہ مارنے یا انہیں ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔ ماریا نے اس کا خنجر بھی نیچے پھینک دیا تھا۔

پولیس لاش اٹھا کر لے گئی۔ راجہ کو جب بہرام کی موت کی خبر ملی تو بڑا پریشان ہوا۔ ناگ نے بھی خدا کا شکر ادا کیا کہ ماریا جاگ پڑی تھی۔ ناگ نے کہا۔

"میں نہ کہتا تھا کہ راجہ نے قاتل پیچھے لگا چھوڑے ہیں اب ہمیں راجہ کو جتنی جلدی ہو سکے ختم کر دینا چاہیئے۔ تاکہ بڑی رانی راج گدی دوبارا حاصل کر سکے۔"

ادھر راجہ کا پریشانی کے مارے بڑا حال ہو رہا تھا اب وہ اپنے آپ کو اکیلا محسوس کرنے لگا تھا۔ رانی سے مشورہ کرنے کے بعد اس نے کالے بھوت کو بلوا لیا اور کہا۔

"سنو! بڑی رانی اور راجکمار رائل ہوٹل کے کمرہ نمبر بارہ میں ہیں۔ ابھی جا کر ان دونوں کو قتل کر دو۔ میں تمہیں ایک لاکھ روپیہ دوں گا۔"

کالا بھوت بولا "مگر راجکمار کو تو میں ایک بار مار چکا ہوں"

"بکواس بند کرو۔ اسے ایک بار پھر مار ڈالو۔ چلو جلدی کرو۔"

"جو حکم سرکار۔"

کالا بھوت رائل ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ مگر دل میں وہ بہرام جاسوس کے انجام سے ڈر رہا تھا۔ اس کے لیے اتنا ہی خوف کافی تھا کہ راجکمار پھر سے کیسے زندہ ہو گیا تھا! آخر وہ بھی رائل ہوٹل آ گیا۔ اس نے بھی آدھی رات کو بیرے کا بھیس بدلا۔ جیب میں خنجر رکھا اور بارہ نمبر کمرے پر جا کر دستک دی۔ اندر سے راجکمار نے پوچھا۔

"کون ہے؟"

"جی آپ کا تار آگیا ہے۔"

"ہمارا تار کہاں سے آ گیا!"

"جی تار پر آپ کا نام لکھا ہے۔ دیکھ لیں آ کر۔"

ناگ بھی اندر ہی تھا۔ اس نے راجکمار کو پیچھے کیا اور خود دروازہ کھولا۔ سامنے کالا بھوت بیرے کی شکل میں کھڑا تھا۔ ناگ نے اُسے اندر بلا لیا اور پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا کہ وہ سچ سچ بتا دے کہ کون ہے۔ اور آدھی رات کو اُسے کس نے بھیجا ہے؟ کالا بھوت پریشان ہو گیا۔ ناگ نے اسے ایک پٹڑ دیا تو اس نے صاف صاف بتا دیا کہ راجہ نے راجکمار اور بڑی رانی کو مارنے بھیجا ہے۔

ناگ نے کہا۔

"جا کر راجہ سے کہہ دے کہ اب اپنی جان کی خیر منائے۔ اب اس کی باری ہے"

کالا بھوت وہاں سے بھاگ گیا۔ جا کر راجہ کو ساری بات بیان کر دی۔ راجہ نے کالے بھوت کو خوب مارا اور پھر رانی سے مشورہ کر کے ناگ پور سے راتوں رات کار میں سوار ہو کر پہاڑی مقام پر چلا گیا تاکہ وہاں جا کر آرام سے راجکمار اور بڑی رانی کو راستے سے ہٹانے کے بارے میں کوئی اسکیم تیار کر سکے۔

•

پرانی سرائے

عنبر ناگ پور شہر کی حوالات میں بند تھا۔

اس پر قتل کے الزام میں مقدمہ چلایا جا رہا تھا۔ اتفاق سے رادی قتل ہوا تھا۔ اس کا ایک رشتے دار عدالت میں جج لگا تھا۔ اس نے بڑی تیزی سے مقدمے کی کارروائی پوری کر کے بر کو پھانسی کی سزا سنا دی۔ عنبر نے سپریم کورٹ میں اپیل نے کی ضرورت ہی نہ محسوس کی۔ عنبر کو جیل کی کال کوٹھڑی ں بند کر دیا گیا۔ اس نے ایک روز جیل کے وارڈن سے کہا

"بھائی! آپ لوگ خواہ مخواہ میرا اور اپنا وقت ضائع ر رہے ہیں۔ نہ آپ مجھے مار سکتے ہیں نہ میں مر سکتا ہوں۔ نے افسروں سے کہو کہ مجھے چھوڑ دیں"۔

وارڈن نے نفرت سے کہا۔

"بکواس بند کرو۔ تم قاتل ہو۔ تمہیں پھانسی کی سزا ملنے لی ہے۔ پرسوں صبح صبح تمہیں پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا جائیگا"۔

عنبر بولا۔ "یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ تم پرسوں مجھے پھانسی ے سکو گے۔ ابھی میرے مرنے کا حکم نہیں آیا۔ تم دیکھ

لینا۔ تم لوگوں کو شرمندگی ہوگی اور میں پھانسی کے تختے سے زندہ سلامت اتر آؤں گا۔"

"چلو چلو پرے ہٹ کر بیٹھ جاؤ اور خدا کو یاد کرو۔"

وارڈن نے جا کر جیل کے افسر کو بتایا کہ پھانسی کا مجرم یہ کہتا تھا۔ افسر بھی ہنسا اور بولا۔

"سبھی پھانسی پانے والے یہی کہا کرتے ہیں۔ تم ایسا کرو کہ پھانسی گھر کی صفائی شروع کروا دو۔"

"جو حکم جناب۔"

عنبر کی ساتھ والی کوٹھڑی میں ایک نوجوان لڑکا قید تھا۔ اس کو بھی پھانسی کی سزا ملنے والی تھی۔ مگر ابھی اس کی تاریخ مقرر نہیں ہوئی تھی۔ وہ دبلا پتلا سانولا لڑکا تھا۔ ہر وقت سر جھکائے خاموش بیٹھا رہتا۔ کسی وقت اپنی ماں کو یاد کر کے رونا شروع کر دیتا عنبر نے لوہے کے جنگلے کے ساتھ لگ کر ایک روز اس سے پوچھا۔

"تم نے جب ایک انسان کو قتل کیا ہے تو پھر اب روتے کیوں ہو؟"

اس لڑکے کا نام مورتی تھا۔ کہنے لگا۔

"میں نے خون نہیں کیا۔ خون میرے ایک رشتے دار نے کیا تھا جو بھاگ کر غیر علاقے میں چلا گیا ہے۔ انہوں نے

مجھے اس مقدمے میں پھنسا دیا تھا۔ جھوٹی گواہیاں ڈال کر مجھے پھانسی کی سزا سنوا دی۔ میری ماں بوڑھی ہے اگر مجھے پھانسی ہو گئی تو میری ماں بھی مر جائے گی۔"

عنبر خاموش رہا۔ دوسرے روز مورتی کی بڈھی ماں اسے ملنے آئی وہ بہت رو رہی تھی اور اپنے بچے کے سر پر ہاتھ پھیر پھیر کر بین کر رہی تھی۔ عنبر کے دل میں اس کی ماں کے بین کا بڑا اثر ہوا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ لڑکا موتی بے گناہ ہے۔ اس کے ایک بوڑھے رشتے دار نے بھی عنبر کو بتایا کہ مورتی نے خون نہیں کیا اور یہ بے گناہ مارا جا رہا ہے۔ عنبر نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ مورتی کو بچا کر اپنے ساتھ لے جائے گا۔ اس نے مورتی سے کہا۔

"مورتی! تم اپنی ماں سے کہو کہ اس شہر سے کہیں دور چلی جائے۔"

"وہ کیوں عنبر بھائی؟"

"میں تمہیں یہاں سے بھگا دوں گا۔ پھر تم اپنی ماں کے پاس شہر سے دور چلے جانا تاکہ پولیس تمہیں دوبارا گرفتار نہ کر سکے۔"

مورتی کے چہرے پر اداس مسکراہٹ آئی۔

"بھائی عنبر! تمہاری ہمدردی کا بہت بہت شکریہ! اب تو

میری قسمت میں پھانسی کا پھندا لکھا جا چکا ہے۔"

مورتی نے سوچا۔ بھلا یہ نوجوان جسے خود ایک روز بعد پھانسی ملنے والی ہے اس کی کیا مدد کر سکے گا۔ بہر حال اس کی ہمدردی کا مورتی نے بہت شکریہ ادا کیا اور سر جھکا کر آنسو بہانے لگا۔ عنبر نے کہا۔

"یہ بتاؤ کہ کیا اس ملک میں کوئی ایسی جگہ بھی ہے جہاں تم اپنی ماں کے ساتھ پولیس کی نگاہوں سے بچ کر رہ سکو؟"

مورتی نے کہا۔ "بھائی! ایسی ایک جگہ بندھیا چل کے پہاڑوں میں ایک گاؤں ہے جہاں میری ماں کا ایک چھوٹا بھائی کھیتی باڑی پر گزارہ کرتا ہے۔ مگر میں تو اب زندگی میں کبھی اس گاؤں کو نہیں دیکھ سکتا۔ اُسے یاد کرنے کا فائدہ ہی کیا۔"

عنبر نے کہا۔ "میں جو کچھ تمہیں کہہ رہا ہوں اُسے غور سے سنو! میں آج رات تمہیں اپنے ساتھ یہاں سے نکال کر لے چلوں گا۔ پھر تم اپنی ماں کو لے کر راتوں رات یہاں سے نکل جانا۔"

مورتی نے عنبر کو دیکھا۔

"شکریہ بھائی! لیکن مجھے بہت افسوس ہے کہ کل صبح تمہیں پھانسی دے دی جائے گی۔ اس قسم کی باتیں کرنے سے بہتر ہے کہ تم اپنے خدا کو یاد کرو۔ تمہارا آخری وقت ہے۔"

عنبر ہنسا۔ "مورتی! تمہیں ابھی میری باتوں پر یقین نہیں آ رہا۔ لیکن آدھی رات کو جب تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ میں تمہیں کس طرح یہاں سے نکال کر لیے جا رہا ہوں تو پھر تمہیں یقین آ جائے گا۔"

اتنے میں وارڈن نے زور سے آواز لگائی۔

"باتیں بند کرو تم لوگ۔ پیچھے ہٹ جاؤ۔"

عنبر نے سرگوشی میں مورتی سے کہا۔

"آج رات تیار رہنا۔" اور پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔

رات گذرتی جا رہی تھی۔ صبح تین بجے عنبر کو پھانسی ملنے والی تھی۔ مورتی کو عنبر کی موت کا بہت افسوس ہو رہا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ عنبر کا موت کے قریب پہنچ کر دماغ چل گیا ہے جو اس قسم کی باتیں کر رہا ہے۔

"آہ بے چارہ عنبر! کل اس کی لاش دریا کے کنارے دفن کر دی جائے گی!"

یہ سوچ کر مورتی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس کی بھی دو ایک روز میں تاریخ مقرر ہونے والی تھی۔ پھر اُسے بھی پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا جائے گا۔ رات گذرتی چلی گئی ادھر پھانسی گھر میں پھانسی کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں رسّا باندھا جا رہا تھا۔ عنبر اپنی کوٹھڑی میں فرار ہونے کے لیے

بالکل تیار تھا۔ اس نے مورتی کی دیوار سے منہ لگا کر کہا۔

"مورتی تیار ہو جاؤ"

مورتی جاگ رہا تھا۔ عنبر کی آواز سن کر سوچنے لگا۔ بے چارہ موت کو سامنے دیکھ کر دیوانوں کی طرح باتیں کر رہا ہے۔ بھلا جس شخص کو ایک گھنٹے بعد پھانسی ملنے والی ہو وہ کبھی جیل سے فرار ہو سکتا ہے؟

ابھی مورتی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے سلاخوں کے ٹیڑھا ہونے کی ہلکی سی آواز آئی۔ مورتی لپک کر جنگلے کے ساتھ لگ کر دیکھنے لگا۔ اس نے جو دیکھا وہ اسے حیران کرنے کے لیے کافی تھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ عنبر ایک ہاتھ سے کوٹھڑی کی لوہے کی مضبوط سلاخوں کو ٹیڑھا کر رہا ہے۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ برآمدے میں اندھیرا تھا۔ صرف ذرا دور کونے میں ایک لیمپ جل رہا تھا۔

مورتی پھٹی پھٹی نظروں سے عنبر کو دیکھتا چلا گیا۔

عنبر نے دیکھتے دیکھتے سلاخوں کو دہرا کر دیا اور خود باہر نکل آیا۔ اسی طرح اس نے مورتی کی کوٹھڑی کی سلاخوں کو بھی ٹیڑھا کر دیا اور کہا۔

"جلدی سے، میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔"

مورتی کچھ دیر کھڑا رہا اور سوچتا رہا کہ جائے یا نہ جائے! عنبر نے پلٹ کر زور سے سرگوشی کی۔ "کیا سوچ رہے ہو احمق! بھاگو میرے ساتھ!"

مورتی ایک دم کوٹھڑی سے نکلا اور عنبر کے پیچھے پیچھے جھک کر چلنے لگا۔ برآمدے میں سے گذر کر وہ دوسرے برآمدے میں آئے تو انہیں ایک سپاہی نے دیکھ لیا وہ سیٹی بجانے ہی لگا تھا کہ عنبر نے اس کی گردن پر ایسا ہاتھ مارا کہ وہ قلابازیاں کھا کر دور جا گرا اور پھر نہ اٹھ سکا۔ عنبر نے مورتی کا ہاتھ پکڑا اور اسے گھسیٹتا ہوا جیل کی دیوار کے نیچے آ گیا۔ یہاں ذرا فاصلے پر دیوار کے اوپر ایک بلب جل رہا تھا جس کی روشنی چاروں طرف پڑ رہی تھی۔ عنبر نے مورتی سے کہا

"اس دیوار کے مغربی کونے میں ایک گول سیڑھی اوپر برج تک جاتی ہے۔ ہمیں اس برج میں پہنچ کر دوسری طرف چھلانگ لگانی ہو گی۔ گھبرانا بالکل نہیں!"

مورتی نے آہستہ سے کہا۔

"برج پر تو دو سپاہی مشین گنیں لے کر ہر وقت پہرہ دیتے ہیں!"

"یہ بات تم مجھ پر چھوڑ دو۔ آؤ میرے ساتھ!"

عنبر اور مورتی آگے پیچھے دیوار کے ساتھ لگ کر چلنے لگے

وہ جھک کر چل رہے تھے۔ رات کی وجہ سے وہاں زیادہ پہرے دار نہیں تھے۔ اوپر برج پر سرچ لائٹ بھی رکھی تھی۔ اور اب دو سپاہی مشین گنیں اٹھائے پہرہ دے رہے تھے۔ مگر ان کا منہ دوسری طرف تھا۔ یہ ان کی غلطی تھی۔ کم ازکم ایک سپاہی کا منہ پیچھے کی طرف ضرور ہونا چاہیئے تھا۔ عنبر اور مورتی برج کے گول سیڑھیوں والے دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازہ کھلا تھا۔ عنبر نے مورتی کو ساتھ لیا اور دروازے کے اندر داخل ہو گیا۔ پھر اسے کہا۔

"تم میرے پیچھے پیچھے رہنا اور ہرگز ہرگز کوئی آواز نہ دینا۔ میں جو کروں اس کو خاموشی سے دیکھنا۔"

"بہت اچھا"

مورتی گھبرایا ہوا سا تھا۔ مگر اسے اب عنبر پر بھروسہ ہو رہا تھا۔ اس نے عنبر میں غیر معمولی طاقت دیکھ لی تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ عنبر کوئی عام قسم کا انسان نہیں ہے۔ عنبر خاموشی سے دبے پاؤں سیڑھیاں چڑھتا اوپر آ گیا۔ اس نے دروازے کی اوٹ سے دیکھا کہ دونوں پہرے دار سپاہی کھڑے نیچے جھانک رہے تھے۔ دیوار کافی اونچی تھی۔ نیچے ایک کھائی تھی عنبر نے سیٹی کی ہلکی سی آواز پیدا کی۔ سپاہی چونکے۔

"یہ آواز کس کی تھی!"

"سیڑھیوں میں سے آئی تھی"

عنبر اصل میں انہیں سیڑھیوں کے اندر لانا چاہتا تھا تاکہ گولی بھی چلے تو اس کی آواز گول سیڑھیوں میں دب جائے اور ایسا ہی ہوا۔ دونوں سپاہی سیڑھیوں کی طرف لپکے۔ عنبر دیوار کے ساتھ لگ کر اندھیرے میں کھڑا ہو گیا۔ جب دونوں سپاہی قریب آئے تو ایک نے چیخ کر کہا۔

"یہ پھانسی کا قیدی ہے۔"

دوسرے سپاہی نے جھٹ سے فائر کر دیا۔ مشین گن سے سات گولیاں نکل کر عنبر کے سینے سے ٹکرائیں اور سیڑھیوں میں گریں۔ سپاہی کا خیال تھا کہ قیدی ابھی زمین پر گر پڑے گا اور تڑپ تڑپ کر مر جائے گا۔ گولیوں کی آواز نیچے کھڑے مورتی نے بھی سنی اور اس کا دل دھڑک اٹھا۔

"عنبر بھائی کو گولی لگ گئی۔"

اس نے سوچا اور بھاگنے ہی والا تھا کہ عنبر کی آواز نے اس کے قدم روک لیے۔

"مورتی وہیں کھڑے رہو۔"

اس کے ساتھ ہی عنبر نے ایک سپاہی کے سر پر مکا مار کر اسے ہمیشہ ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔ دوسرے نے فائر کھول دیا۔ مشین گن کی نالی کا رخ عنبر کی چھاتی کی طرف تھا اور

گولیاں تڑا تڑ کرتیں اس سے ٹکرا ٹکرا کر نیچے سیڑھیوں میں گر رہی تھیں۔ ایک بار تو سپاہی کا سر بھی چکرا کر رہ گیا کہ یہ شخص انسان ہے کہ کوئی جن ہے کہ اس پر گولیوں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ عنبر کے پاس اتنا وقت نہیں تھا۔ خطرہ تھا کہ گولیوں کی آواز پر دوسرے سپاہی بھاگ کر نہ آ جائیں۔ اس طرح سے مورتی کی زندگی پھر خطرے میں تھی۔

عنبر نے برستی گولیوں میں ہاتھ آگے بڑھا کر سپاہی کی مشین گن چھین لی۔ پھر اس کے سر پر ہلکی سی ضرب لگائی۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

"جلدی سے اوپر آ جاؤ"

مورتی عنبر کے ساتھ بھاگ کر اوپر آ گیا۔ بُرج میں باقاعدہ مورچہ بنا ہوا تھا۔ ابھی تک جیل میں کسی کو خبر نہ ہوئی تھی۔ عنبر نے دیکھا کہ رسّی کی ایک سیڑھی وہاں پڑی تھی۔ وہ رسّی کی سیڑھی کی مدد سے نیچے اتر رہے تھے کہ جیل میں شور مچ گیا۔ سائرن چیخ اٹھے۔ پتہ چل گیا تھا کہ پھانسی کے دو قیدی بھاگ گئے ہیں۔

"جلدی اترو مورتی!"

دونوں کھائی میں سے اتر کر سامنے ایک درختوں کے جھنڈ میں آ گئے۔ ادھر جیل کے دروازے میں سے سپاہی

جیپ لے کر قیدیوں کی تلاش میں بھاگے۔ ان کے بعد ایک دستہ کتوں کو لے کر باہر کو لپکا۔ کتے بھونک رہے تھے۔ انہیں مورتی اور عنبر کے کپڑوں کی بو سنگھا دی گئی تھی۔ عنبر نے کہا۔

"یہ کتے سیدھے ہماری طرف ہی آئیں گے۔ چلو سامنے تالاب میں چھپ جاتے ہیں"

انہوں نے تالاب میں چھلانگ لگائی اور ناک تک پانی میں ڈوب کر بیٹھ گئے۔ کتے بھونکتے ہوئے تالاب تک آ گئے۔ انہیں قریب آتا دیکھ کر عنبر نے مورتی کو اشارہ کیا۔ دونوں نے گہرا سانس کھینچا اور تالاب میں ڈبکی لگا دی۔ کچھ دیر تالاب کے اندر رہنے کے بعد انہوں نے پانی کی سطح سے سر باہر نکالا تو دیکھا کہ کتوں کی آواز دور سڑک کی جانب سے آ رہی تھی۔

"چلے گئے۔" مورتی بولا۔

عنبر نے کہا۔ "یہاں سے نکل جانا چاہیئے۔"

"بھائی عنبر! تمہیں گولیاں لگی تھیں؟"

عنبر نے کہا۔ "اگر لگتیں تو میں زندہ کہاں ہوتا۔"

"یہی تو میں بھی سوچ رہا تھا۔"

"ان باتوں کو چھوڑو اور یہاں سے گھر کی طرف بھاگو۔"

"لیکن میرے گھر پر تو پولیس موجود ہو گی۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ تو پھر یہاں سے کسی ویرانے کی طرف نکل چلتے ہیں۔"

انہوں نے تالاب کی دوسری طرف پہنچ کر اس جانب بھاگنا شروع کر دیا جہاں چھوٹے چھوٹے ٹیلے تھے۔ ان ٹیلوں میں آ کر انہیں کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں۔ کتوں نے ان کی بو پھر پالی تھی اور اب سپاہیوں کو لے کر ان کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"یہ کتے پھر آ رہے ہیں۔"

"کوئی فکر نہ کرو مورتی! ہم انہیں مار بھگائیں گے۔"

ٹیلے میں ایک جگہ انہیں کسی سرائے کا پرانا کھنڈر نظر آیا۔ وہ اس کھنڈر میں آ کر چھپ گئے۔ کتوں کی آوازیں قریب سے قریب تر ہو رہی تھیں۔ سرائے میں ایک ٹوٹی پھوٹی کوٹھری تھی۔ جس کی آدھی چھت گری پڑی تھی۔ عنبر نے مورتی کو کونے میں چھپ جانے کو کہا اور خود کوٹھری کے ٹوٹے دروازے کی اوٹ میں چھپ کر سپاہیوں کا انتظار کرنے لگا۔

•

سپاہی کتوں کو لے کر قریب آ گئے۔ کتے بھونک رہے تھے جب کتے بہت قریب آ گئے تو عنبر اوٹ سے باہر نکل ر سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے کتوں نے جو اپنے شکار و دیکھا تو اس پر جھپٹ پڑے۔ عنبر نے زمین پر سے کچھ تھر اٹھائے اور پوری طاقت سے گھما کر ان پر مارے۔ یہ پتھر ولیوں کی طرح کتوں کو لگے اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ ونوں کتے زمین پر پڑے تھے اور تڑپ رہے تھے۔ سپاہیوں نے عنبر کو دیکھا تو اس پر گولیوں کا مینہ برسانا شروع کر دیا۔ نبر کو تو خیر کچھ بھی نہ ہوا۔ اس نے آگے بڑھ کر ایک سپاہی ی رائفل چھین لی اور ہوا میں فائر کر کے گرج کر کہا۔

"تم دیکھ رہے ہو کہ تمہاری گولیاں مجھ پر کوئی اثر نہیں ر رہیں۔ میں تمہارا دیوتا ہوں۔ اگر تمہیں جان پیاری ہے تو ہی یہاں سے بھاگ جاؤ نہیں تو تمہارا حال بھی ان کتوں یسا ہو گا۔"

سپاہی پہلے ہی ڈرے ہوئے تھے۔ اب جو عنبر نے سامنے

آ کر یہ باتیں کہیں تو وہ سر پر پاؤں رکھ کر دوڑ گئے۔ جب میدان صاف ہو گیا تو عنبر نے واپس آ کر مورتی سے کہا۔

"میدان صاف ہے۔ اب چلو تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آؤں۔"

مورتی نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ بڑا حیران تھا کہنے لگا۔

"میں گھر نہیں جاؤں گا۔ سپاہی میرے گھر چھپ کر میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ بہتر یہی ہے کہ تم جا کر میری والدہ کو کسی طرح ساتھ لے آؤ۔ ہم یہاں سے بھاگ جائیں گے کسی طرف۔"

"ٹھیک ہے۔ مگر یہاں رہنا بھی مناسب نہیں۔ سپاہیوں نے اس جگہ کو دیکھ لیا ہے۔"

"دریا پار ایک پرانا قلعہ ہے۔ وہاں چل کر چھپ جاتے ہیں۔ ماں آئے گی تو دریا پار کر کے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"آؤ میرے ساتھ۔"

عنبر مورتی کو ساتھ لے کر دریا پر آ گیا۔ یہاں ایک کشتی کھڑی تھی۔ عنبر نے مورتی کو کشتی میں اپنے ساتھ سوار کرایا اور چپو چلانے شروع کر دیئے۔ بیچ دریا میں جا کر مورتی نے ڈرتے ڈرتے پوچھا

"عنبر بھائی! تم پر گولی نے اثر کیوں نہیں کیا؟"

عنبر نے ہنس کر کہا۔ "مجھے تو گولی لگی ہی نہیں تھی۔"

"تم میری آنکھوں کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ گولیاں تمہارے جسم سے لگ کر نیچے گر رہی تھیں۔"

عنبر زور سے ہنسا۔ "تم نے ضرور خواب دیکھا ہو گا مورتی!"

"نہیں بھائی! میں دن میں خواب نہیں دیکھا کرتا۔"

"تو پھر آج تم نے ضرور خواب دیکھا ہے۔"

عنبر نے مورتی کو اپنے بارے میں کچھ نہ بتایا۔ وہ یونہی باتیں کرتے رہے۔ عنبر مورتی کی باتوں کو ٹالتا رہا۔ دریا پار ہو گیا۔ کشتی کنارے کے ساتھ جا کر لگ گئی۔ عنبر نے دیکھا دریا پار ایک پرانے سے قلعے کی عمارت کھڑی ہے۔ یہ کسی مندر کی عمارت لگ رہی تھی۔ مورتی نے کہا۔

"کبھی میرا باپ مجھے اس مندر میں لایا کرتا تھا۔ یہ میرے بچپن کی بات ہے۔ اب یہاں کوئی نہیں آتا۔ مندر ویران ہو گیا ہے۔"

"چلو اس کے اندر چلتے ہیں۔"

اس قلعے کے مندر میں ایک پرانی مورتی بیل کی بنی ہوئی تھی۔ مورتی کے پاس ہی ایک سیڑھی اوپر جاتی تھی وہ اوپر چلے گئے۔ اوپر ایک تنگ سی کوٹھڑی تھی۔ کوٹھڑی میں پھر

ایک سیڑھی تھی جو دوسری طرف ایک ہال کمرے میں اتر گئی تھی۔ یہاں نیچی چھت کے کمرے میں فرش پر جگہ جگہ ٹوٹے پھوٹے بتوں کے پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ مورتی نے کہا۔

"میں اپنے باپ کے ساتھ یہاں آیا کرتا تھا۔"

عنبر بولا۔ "کیا تم میرے واپس آنے تک یہاں ٹھہر جاؤ گے؟"

"کیوں نہیں۔ تم جا کر میری والدہ کو لے آؤ۔ میں اسی جگہ تمہارا انتظار کروں گا۔"

عنبر کو مورتی نے اپنے گھر کا پورا پتا بتا دیا تھا۔ عنبر دریا پار کر کے شہر کے اندر آ گیا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے آخر وہ مورتی کے گھر پہنچ گیا۔ اس کی ماں اداس بیٹھی تھی۔ اس نے سن لیا تھا کہ اس کا بیٹا جیل سے فرار ہو گیا ہے۔ عنبر نے جا کر اسے خوش خبری سنائی کہ مورتی اس کے پاس ہے اور اپنی ماں کا انتظار کر رہا ہے۔

"شاید باہر سی آئی ڈی والے بیٹھے ہوں ماں۔ اس لیے میں اندھیرا ہو جانے پر آؤں گا اور تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

عنبر مکان سے باہر آ کر شہر میں ادھر ادھر پھرتا رہا۔

جب شام کا اندھیرا پھیل گیا تو وہ ایک فقیر کا بھیس بدل کر مورتی کے گھر آ گیا۔ اس نے مورتی کی ماں کو بھی فقیرنی کا لباس پہنایا اور ساتھ لے کر شہر سے باہر نکل گیا۔ دریا کنارے کشتی تیار کھڑی تھی۔ دونوں اس میں بیٹھ کر دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔

یہاں سے عنبر مورتی کی والدہ کو لے کر پرانے مندر میں آ گیا۔

اس نے مورتی کو آواز دی۔ کوئی جواب نہ آیا۔ وہ حیران ہوا کہ مورتی کہاں چلا گیا۔ اس نے تو تاکید کی تھی کہ اسی جگہ رک کر انتظار کرنا

ماں نے کہا۔ "کہیں وہ لوگ میرے بیٹے کو گرفتار کر کے تو نہیں لے گئے؟"

عنبر نے کہا۔ "اگر ایسی بات ہو گی تو میں اسے پھر سے چھڑا کر لے آؤں گا۔

ماں! تم بالکل فکر نہ کرو۔"

مورتی کو پولیس والے وہاں سے پکڑ کر لے گئے تھے اسے پھر سے پھانسی کی کوٹھڑی میں بند کر دیا تھا اور پھانسی دینے کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں۔ عنبر نے مورتی کی ماں کو دریا پار پہاڑوں میں اس کے رشتے داروں کے ہاں پہنچایا۔

اور خود شہر میں آ گیا تا کہ مورتی کو پھانسی گھر سے چھڑایا جائے۔
شہر میں گھومتے پھرتے عنبر رائل ہوٹل کے قریب آ گیا
یہ وہی ہوٹل تھا جس میں ناگ اور ماریا بڑی رانی اور راجکمار کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس وقت ماریا اور ناگ باہر تھے۔ عنبر نے سوچا کہ اس جگہ سے فون کر کے جیل سے پتا کر لینا چاہیئے کہ مورتی کو پھانسی کس وقت دی جا رہی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دیر کر دے اور مورتی کو پھانسی دے دی جائے۔
وہ رائل ہوٹل میں آ گیا۔ اس نے کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی لڑکی سے کہا۔
"کیا میں فون استعمال کر سکتا ہوں؟"
لڑکی نے عنبر کو اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ اس کے کپڑے ٹھیک نہیں تھے۔ لڑکی نے اسے دھتکار کر کہا۔
"چلو چلو بھاگو یہاں سے۔ کہاں سے فقیر لوگ اندر آ جاتے ہیں۔ بیرا! اس پاگل لڑکے کو یہاں سے نکال دو"
عنبر کو بڑا غصہ آیا کہ یہ بڑی بدتمیز لڑکی ہے اس کو اتنا بھی احساس نہیں کہ ایک انسان سے کس طرح بات کی جاتی ہے؟ اتنے میں بیرا آ گیا۔ وہ بڑا ہٹا کٹا تھا۔ پورا بھینسا لگتا تھا۔ عنبر اس کے مقابلے میں بالکل نوجوان لڑکا سا لگتا تھا۔

اس نے آتے ہی عنبر کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ عنبر اب اپنے آپ میں آ گیا تھا۔ بیرے نے عنبر کو کھینچا تو اسے یوں لگا جیسے وہ کسی پہاڑ کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ بیرا عنبر کی طرف کھنچ آیا۔ اب عنبر کی باری تھی۔ اس نے بیرے کو گردن سے پکڑ کر جو دھکا دیا تو وہ ایک دو میزوں سے ٹکراتا ہوا سیدھا لڑھکتا لڑھکتا دروازے سے باہر نکل کر لان کی گھاس پر جا پڑا۔
لڑکی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔
"کون ہو تم؟"
عنبر نے کہا۔ "محترمہ میں بھوت ہوں"
اور اس کے ساتھ ہی عنبر نے دانت نکال کر منہ بنایا۔
لڑکی نے سہم کر کہا۔
"فون کر لو"
عنبر فون کرنے لگا۔ اتنے میں بیرا وہاں آیا اور ڈرتے ڈرتے وہاں سے کھسک گیا۔ عنبر نے معلوم کر لیا کہ مورتی کو آج رات ۳ بجے پھانسی دی جا رہی ہے۔ اچانک عنبر کو ناگ کی خوشبو محسوس ہوئی۔ وہ چونکا۔ اس نے لڑکی کی طرف دیکھا۔
"کیا یہاں ناگ رہتا ہے؟"
"کونسا ناگ؟" لڑکی نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"اوہ! تم نہیں سمجھ سکو گی" عنبر نے کہا اور اب جو پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو سامنے ناگ کھڑا تھا۔ دونوں بھائی بھاگ کر ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ کاؤنٹر والی لڑکی نے یہ منظر دیکھا تو سر ہلا کر چپ ہو گئی۔ سوچا کہ یہ بھوت اس شیر کے چہرے والے کو بھی مل سکتا تھا۔ ناگ نے عنبر کو ساری کہانی سنائی۔ یہ بھی بتایا کہ ماریا بھی اسی جگہ پر ہے۔ وہ اُسے اوپر بڑی رانی کے پاس لے گیا۔ عنبر کا تعارف بڑی رانی اور راجکمار سے کرایا۔

اتنے میں ماریا کی آواز آئی۔

"بھائی عنبر!"

"ماریا! بہن!"

ماریا نے خود عنبر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ کیونکہ عنبر تو ماریا کے ہاتھ کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ماریا سے مل کر عنبر کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ عنبر نے کہا۔

"اب ضرورت مورتی کو بچانے کی ہے۔ اُسے آج رات پھانسی دی جا رہی ہے۔ اس کی بوڑھی ماں دریا پار ایک پہاڑی بستی میں بیٹھی اپنے بچے کی راہ دیکھ رہی ہے یہ لڑکا بالکل بے گناہ ہے"

ناگ نے کہا "یہ کونسی مشکل بات ہے۔ ہم دونوں چل کر اسے پھانسی کی کوٹھڑی سے نکال لاتے ہیں"

بڑی رانی نے کہا "بیٹا! اگر تم پسند کرو تو ہم اُسے اپنے

گھر لے چلیں گے"

عنبر نے کہا "نہیں بڑی رانی! ان کا اپنا پرانا مکان شہر سے بہت دور ایک جنگل میں ہے۔ وہاں اسے کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ ان کا قبیلہ ان کے ساتھ ہے اور وہ لوگ ان پر اپنی جان قربان کرتے ہیں"

ماریا نے پوچھا "کیا میری ضرورت تو نہیں ساتھ چلنے کی؟"

ناگ نے کہا "نہیں۔ بڑی رانی کی حفاظت کے لیے یہاں بھی تو کسی کو رہنا چاہیئے"

"آپ لوگ کس وقت تک آ جائیں گے؟" راجکمار نے پوچھا۔

ناگ نے کہا "میرے خیال میں رات گذر جائے گی۔ پچھلے پہر آئیں گے۔ بہرحال تمہارے پاس ماریا موجود ہے۔ تم بے فکر ہو کر سو جانا"

بڑی رانی نے کہا۔ "بیٹے عنبر! بھگوان تمہاری رکھوالی کرے۔ اپنا خیال رکھنا"

عنبر بولا "آپ کی دعا چاہیے ماں جی!"

ناگ اور عنبر سیڑھیاں اتر کر ہوٹل سے نکلنے لگے تو وہی بیرا وہاں کھڑا تھا۔ عنبر نے اس کی طرف دیکھ کر ذرا سا منہ بنایا۔ بیرا وہاں سے سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ گیا۔

"یہ کیا بات ہوئی! اس کو تم نے کیا کہہ دیا عنبر بھائی؟"

عنبر ہنسا۔ اور ناگ کو ساری بات سنائی۔ ناگ نے کہا۔
"شروع شروع میں میرے ساتھ بھی یہی ہوا تھا مگر اب سیدھی راہ پر آ گئے ہیں"
اسی طرح باتیں کرتے ہوئے وہ لوگ شہر کے چوک میں آ گئے۔ اب رات ہو گئی تھی۔ شہر کی عمارتوں اور مکانوں میں روشنی ہو رہی تھی۔

"میرا خیال ہے ہمیں ٹیکسی لے لینی چاہیے"

"اچھا خیال ہے"

اتنے میں ایک ٹیکسی ان کے قریب سے گزری۔ عنبر نے اسے روک لیا۔ دونوں اس میں بیٹھ گئے۔

"بھائی جیل خانے چلو"

"جی!" ڈرائیور نے چونک کر پوچھا۔

"بھائی میرا مطلب ہے جیل کے دروازے تک چلو ہمیں ایک افسر سے ملاقات کرنی ہے"

"جی اچھا"

ٹیکسی نے انہیں جیل سے دور اتار دیا۔ ناگ نے اسی جگہ اترنا مناسب خیال کیا تھا۔ ٹیکسی کو کرایہ دیا۔ وہ چلی گئی۔ عنبر نے کہا۔

"ہمیں جیل کی پچھلی دیوار سے اندر جانا ہو گا۔ لیکن میرا

خیال ہے میں اسی جگہ تمہارا انتظار کرتا ہوں۔ تم اندر جا کر مورتی کو لے کر جنوبی برج پر آ جانا۔ اس برج پر تمہیں رسی کی سیڑھی مل جائے گی۔"

ناگ نے کہا۔

"ٹھیک ہے"

عنبر نے ناگ کو ساتھ لیا اور جنوبی برج کے سامنے درختوں میں ایک جگہ چھپ گیا۔ ناگ نے اسی وقت سانپ کا روپ بدلا اور گھاس پر رینگتا ہوا کھائی میں پہنچ گیا۔ یہاں سے وہ جیل کی دیوار پر چڑھ گیا۔ اوپر سے ہو کر وہ جیل کے اندر آ گیا۔ عنبر نے اسے پھانسی کی کوٹھڑی اور مورتی کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا۔ وہ دیواروں سے ہوتا ہوا اس بلاک میں آ گیا جہاں پھانسی کی کوٹھڑیاں تھیں۔ ساری کوٹھڑیاں خالی تھیں۔ صرف ایک کوٹھڑی میں اسے مورتی نظر آیا۔ دیا جل رہا تھا۔ اس کی مدہم روشنی میں اس نے مورتی کو دیکھا۔ بالکل وہی حلیہ تھا جو عنبر نے اسے بتایا تھا۔ بے چارہ بے حد اداس اور پریشان ہو کر بیٹھا تھا۔ ناگ رینگتا ہوا دیوار کے اوپر سے ہو کر پھانسی کی کوٹھڑی کے سامنے آ گیا۔ یہاں سخت پہرہ تھا۔ دو سپاہی رائفلیں لیے وہاں پہرہ دے رہے تھے۔ ناگ کے پاس

وقت نہیں تھا۔ اس نے آتے ہی دونوں سپاہیوں کو باری باری ڈس کر بے ہوش کر دیا۔ اس نے سپاہیوں میں صرف اتنا زہر داخل کیا تھا کہ وہ صرف کچھ عرصے کے لیے بیہوش ہو جاتے۔ وہ کوٹھڑی کے اندر چلا گیا اور جاتے ہی پھر سے انسان کی شکل میں آ گیا۔ مورتی حیران ہو کر اُسے تکنے لگا۔ ناگ نے اُسے بتایا کہ حیران ہونے کی نہ ضرورت ہے اور نہ وقت ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ میں عنبر کا بھائی ناگ ہوں۔ جادو کے زور سے ہر شکل اختیار کر لیتا ہوں۔

"چلو میرے ساتھ!"

•

کیا ناگ مورتی کو پھانسی کی کوٹھڑی سے نکال کر لے گیا؟

راجہ نے بڑی رانی اور راجکمار سے کس طرح انتقام لیا؟

عنبر اور ماریا کے ساتھ کیا گذری؟

یہ آپ اسی ناول کی اگلی قسط میں پڑھیے۔

•

A-PDF Image To PDF Demo. Purchase from www.A-PDF.com to remove the watermark

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ

انوارالا[illegible] [illegible]بریری

تغلق روڈ۔ [illegible] [illegible]تولیخان۔ ملتان

باہتمام شیخ نیاز احمد پرنٹرز

علمی پرنٹنگ پریس ۱۵ ہسپتال روڈ، لاہور

سے چھپوا کر چوک انارکلی لاہور سے شائع کیا۔

۱۹۸۰ء

SH. GHULAM ALI & [illegible]

00

[illegible]: پانچ روپے

SONS (PVT) LAHORE

مقام اشاعت:

شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز

ادبی مارکیٹ، چوک انارکلی، لاہور

انوارالادب لائبریری

تغلق روڈ۔ کوٹلہ تولیخان۔ ملتان

- سانپ انسان
- چڑیل کی چیخ
- ناگ پھنس گیا
- سپیرے کی تلاش
- کالا پھن
- ہوائی جہاز میں بھوت
- خانم سہیلی۔

ناگ نے مورتی کو پھانسی کے پھندے سے بچا کر اسکی ماں کے گھر پہنچا دیا۔ ناگ لوگ واپس ماریا کے پاس جانے والے تھے کہ ایک سپیرے کی نظر ناگ پر پڑ جاتی ہے۔ وہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ شخص سانپ ہے اور انسان کی شکل میں پھر رہا ہے۔ وہ اس کو پھانسنے کے لئے پیچھے لگ جاتا ہے۔ ایک روز وہ ناگ کو بے ہوش کر کے اپنی جھونپڑی میں لے جاتا ہے۔ وہ اس کا گلا کاٹنا چاہتا ہے کہ اچانک اس کے گورو کی روح نمودار ہوتی ہے اور سپیرے سے کہتی ہے کہ اس ناگ کو انگوٹھی کے نگینے میں قید کر اور اس سے زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانے حاصل کر۔ سپیرا ناگ کو نگینے میں بند کر کے اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔ ادھر عنبر ناگ کی تلاش میں پہاڑ پر آتا ہے۔ اسے خبر ملتی ہے کہ ایک سپیرا ناگ کو بے ہوش کر کے لے گیا تھا۔ عنبر ماریا کو شہر میں چھوڑ کر ناگ کی تلاش میں نکلتا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ آپ خود پڑھیں۔

انوارالادب لائبریری
تغلق روڈ۔ کوٹلہ تولیخان۔ ملتان

سانپ انسان

پھانسی کی کوٹھڑی کے باہر گہری خاموشی تھی۔

مورتی کچھ دیر تو ناگ کا منہ تکتا رہا۔ یہ شخص اچانک یہاں کیوں کر آ گیا؟ اس نے پہریداروں کو کیسے بے ہوش کر دیا؟ یہ کیسے ہر شکل بدل لیتا ہے؟ کیا یہ جادوگر ہے یا کوئی آسمانی شئے ہے؟ کہیں یہ بھوت تو نہیں؟ ناگ نے مورتی کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟ اگر تم اسی طرح کچھ دیر اور سوچتے رہے تو وہ لوگ پھانسی کا پھندا تمہارے گلے میں ڈال دیں گے"

اب مورتی چونکا۔ اس نے ناگ کا ہاتھ تھام کر کہا

"کیا تم مجھے یہاں سے بچا کر لے جا سکو گے؟"

ناگ بولا۔

"میں آیا کس لئے ہوں؟ میرے ساتھ جلدی سے نکل چلو۔

عنبر باہر ہمارا انتظار کر رہا ہے۔"

مورتی ناگ کے پیچھے پیچھے پھانسی کی کوٹھڑی سے باہر نکل گیا۔ جب وہ زمین پر پڑے ہوئے بے ہوش پہرہ داروں کے قریب سے گذرا تو اس کے بدن میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔ یہ لوگ اسے پھانسی کے تختے پر لے جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اسے کبھی یقین نہیں آ سکتا تھا کہ کوئی انسان اسے پھانسی کی کوٹھڑی سے نکال کر بھی لے جا سکتا ہے۔ مگر اس شخص ناگ نے یہ ان ہونی بات کر کے دکھا دی تھی۔ ناگ اسے لے کر اب جیل کی سیڑھیاں چڑھ کر دوسری منزل پر آ گیا۔

یہاں ہلکا ہلکا اندھیرا تھا۔ چھت کے بیچ میں ایک کمزور سی روشنی والا بلب جل رہا تھا۔ اندھیری دیواروں پر جیسے سائے رینگ رہے تھے۔ کسی کے قدموں کی آہٹ ہوئی۔ ناگ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہا۔

"شی"

مورتی کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ اس کے ماتھے پر پسینہ آ رہا تھا۔

ناگ نے مورتی کو اپنے پیچھے دیوار کے ساتھ کر لیا۔ سامنے سے دو آدمی اندھیرے میں چلے آ رہے تھے۔ ان

میں سے ایک جیل کا ڈاکٹر تھا اور دوسرا وارڈن۔ یہ لوگ مورتی کو پھانسی دینے کے لئے جا رہے تھے۔ ڈاکٹر نے پھانسی کے بعد سرٹیفکیٹ دینا تھا کہ مورتی مر گیا ہے اور وارڈن نے مورتی کو پھانسی کے تختے پر چڑھانا تھا۔ ان کی شکلیں دیکھ کر مورتی کے جسم میں خوف کی ٹھنڈی لہر دوڑ گئی۔ دونوں قریب سے گذرے تو بلب کی دھیمی روشنی ان کے چہروں پر پڑی تھی۔

جب وہ نیچے سیڑھیاں اتر گئے تو ناگ نے کہا۔

"اب وقت بالکل کم ہے۔ یہ لوگ تمہاری کوٹھڑی کی طرف جا رہے ہیں۔ جب انہیں پتہ چلا کہ تم فرار ہو چکے ہو تو جیل کے سائرن چیخ اٹھیں گے۔ جلدی سے بھاگو۔"

دونوں چھت پر سے دوڑ کر برج کے دروازے پر آ کر رک گئے۔ دروازہ کھلا تھا۔ ناگ پہلے اندر گیا۔ یہ ایک ڈیوڑھی تھی جو برج کے مینار پر نکل جاتی تھی۔

وہاں ایک سپاہی مشین گن لئے کھڑے ہو کر پہرہ دے رہا تھا۔ ایسے لگتا تھا کہ وہ تھک گیا ہے اور اپنی جگہ پر آنے والے دوسرے سپاہی کا انتظار کر رہا ہے۔ وہ بار بار جمائیاں لے رہا تھا۔

ناگ نے دروازہ بند کر کے دوسری طرف پاؤں رکھا

تو سپاہی نے جمائی لے کر کہا۔

"شیر سنگھ! آ گئے تم؟"

ناگ نے کھانس کر کہا۔

"ہاں بھائی آ گیا ہوں۔ اب تم جا سکتے ہو"

ناگ سپاہی کے سامنے آگیا۔ سپاہی زندگی میں پہلی بار ناگ کو دیکھ رہا تھا۔

اسے جس سپاہی کا انتظار تھا یہ وہ تو بالکل نہیں تھا۔

"تم —— تم کون ہو؟"

ناگ نے کہا۔

"میں سانپ ہوں"

اور دوسرے لمحے ایک زبردست پھن والا سانپ پہریدار سپاہی کے آگے کھڑا ہو گیا اور اپنا پھن لہرانے لگا۔ سپاہی کا خون سرد ہو گیا چیخ اس کے حلق سے نکلتے نکلتے رہ گئی۔ وہ بے ہوش ہو کر برج کے فرش پر گر پڑا۔ ناگ جلدی سے انسان کی شکل میں آگیا۔ اس نے مورتی سے کہا۔

"میرے ساتھ نیچے اتر چلو"

ناگ نے رسی کی سیڑھی دوسری طرف کھائی کی جانب پھینک دی۔ نیچے عنبر کھڑا تھا۔ اس نے جانور کی بولی بول کر ناگ کو خبر کر دی کہ میں آ گیا ہوں۔

سب سے پہلے ناگ نے مورتی کو نیچے اتارا اور پھر خود بھی اترنے لگا۔ ابھی وہ آدھے رستے میں تھا کہ ایک دم سے شور مچ گیا۔ جیل کے سارے بھونپو زور زور سے چیخ کر قیدی کے فرار ہو جانے کا اعلان کرنے لگے۔ ناگ نے زمین پر چھلانگ لگا دی۔ مورتی گھبرا رہا تھا۔ اسے عنبر نے سنبھال لیا اور اسے ساتھ بھگا کر جنگل کے درختوں میں گم ہو گیا۔ ناگ بھی ان کے پیچھے بھاگا۔ وہ کھائی سے باہر نکل رہا تھا کہ سامنے سے ایک جیپ بڑی تیزی سے بھاگی آئی۔ اس کی روشنیاں جل رہی تھیں۔

ناگ جھک کر جھاڑیوں میں چھپ گیا۔ جیپ میں پولیس سوار تھی۔ وہ مفرور قیدی کی تلاش میں نکلے تھے۔ جب وہ جیپ دور چلی گئی تو ناگ جھاڑیوں سے نکل کر جنگل کیطرف بھاگا۔ عنبر اور مورتی ایک جگہ چھپے اس کی راہ دیکھ رہے تھے۔

"دریا کی طرف نکل چلو"

انہوں نے جنگل میں اس سمت کو بھاگنا شروع کر دیا جس طرف کچھ فاصلے پر دریا بہہ رہا تھا۔ جنگل کی جھاڑیوں درختوں میں سے گذرتے آخر تینوں دریا کنارے آ کر رک گئے۔ ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا۔ اندھیرے نے

سارے جنگل کو ڈھانپ رکھا تھا۔ دریا کے اوپر گہرے نیلے آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔

عنبر نے کہا۔

"موتی! تمہاری ماں دریا پار والی پہاڑیوں میں تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ ہم تمہیں تمہاری والدہ کے پاس چھوڑ کر آئیں گے۔ فکر نہ کرو لیکن اگر پولیس والے تمہاری تلاش میں وہاں بھی پہنچ گئے تو پھر کیا کرو گے؟

"میرے قبیلے کے لوگ بڑے خطرناک قاتل مشہور ہیں۔ وہاں کبھی کسی پولیس والے نے داخل ہونے کی جرأت نہیں کی۔ ایک بار اگر میں اپنے قبیلے میں والدہ کے پاس پہنچ گیا تو پھر میں محفوظ ہوں گا"

عنبر نے کہا۔

"وہاں تمہیں ضرور پہنچا دیں گے"

ناگ نے پوچھا۔

"لیکن دریا پار کس طرح سے کریں گے؟ کیا یہ بھی سوچا ہے عنبر بھائی؟"

عنبر بولا۔

"آج تک ہزاروں دریا پار کئے ہیں۔ یہ تم بھی جانتے ہو۔ اللہ نے چاہا تو یہ دریا بھی پار کر لیں گے۔"

ناگ مسکرایا۔

"میں تو اڑ کر بھی دریا پار کر لوں گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ تم لوگ دریا کے پار کس طرح پہنچتے ہو۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ تم دونوں میں سے کوئی بھی تیرنا نہیں جانتا"

عنبر بھی ہنسا۔

"میں اور موتی تم سے پہلے دریا پار پہنچ جائیں گے۔ فکر نہ کرو"

ابھی وہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ ایک کشتی قریب سے گذری۔ شاید کوئی مچھیرا پچھلی رات کو دریا پر مچھلیاں پکڑنے نکلا تھا۔ وہ ہولے ہولے کوئی گیت بھی گا رہا تھا۔

عنبر نے اسے آواز دی۔

"ارے بھائی! ہمیں دریا پار کرا دے۔ منہ مانگا انعام دوں گا۔ ارے او بھائی مچھیرے! ذرا ادھر تو آنا۔"

مچھیرا کشتی لے کر کنارے پر آ گیا۔

"کیوں بھائی! کہاں جانا ہے تمہیں؟" مچھیرے نے پوچھا۔

ناگ بولا۔

بھائی دور پردیس سے آئے ہیں۔ دریا پار ہمارا پہاڑوں میں گاؤں ہے وہاں جانا ہے"

مچھیرا بولا۔

"دو دو روپے ایک سواری سے لوں گا۔"

"تم دس دس روپے لے لینا بے شک"

"تو پھر جلدی سے سوار ہو جاؤ میری کشتی میں"

عنبر نے ناگ کی طرف دیکھا۔

"کیوں بھائی صاحب! دیکھا۔ کر لیا نا سواری کا انتظام!"

ناگ مسکرایا۔

"اب جلدی سے سوار ہو چلو یار"

تینوں کشتی میں سوار ہو گئے۔ مچھیرے نے کشتی کھینا شروع کر دی۔ وہ پوچھنے لگا۔

"بابو جی! اس وقت آپ لوگ کہاں سے آ رہے ہیں؟"

ناگ بولا۔

"بھائی کہہ تو دیا نا کہ دوسرے گاؤں سے آئے ہیں اور اپنے گاؤں جا رہے ہیں"

"بابو جی! رات کو شہر میں سونے کو جگہ نہیں ملی کوئی؟"

"بالکل نہیں" عنبر نے کہا۔

مچھیرا ہمدردی کے انداز میں بولا۔

"سچ کہتے ہو بابو جی! شہر والوں میں تو ذرا مروت نہیں رہی۔ بڑے پتھر دل ہو گئے ہیں بابو جی"

ہاں بھائی بڑے پتھر دل ہو گئے ہیں شہر والے! پر ہم

کیا کریں۔ ہمارا تو گاؤں میں اپنا گھر ہے۔ سوچا کیوں نہ وہاں چل کر آرام کریں"

"بالکل ٹھیک سوچا بابو جی! اپنے گھر سے اچھی جگہ بھلا اور کیا ہو سکتی ہے۔ سنا نہیں۔ بزرگ کہہ گئے ہیں۔

جو مزا اپنے چوبارے
وہ نہ بلخ نہ بخارے"

اسی قسم کی باتیں کرتے کرتے کشتی دریا پار کر گئی۔ دوسرے کنارے پر جا کر عنبر نے مچھیرے کو تیس روپے نکال کر دیئے۔

"یہ لو تمہارا انعام اور معاوضہ"

مچھیرے نے دس دس روپوں کے تین نوٹ دیکھے تو خوش ہو کر بولا۔

"بابو جی! میں تو آپ سے مذاق کر رہا تھا۔ آپ نے تو سچ مچ اتنے روپے دے دیئے"

عنبر نے کہا۔

"بھائی وہ دولت کس کام کی کہ جو دوسرے انسانوں کے کام نہ آئے۔ اچھا خدا حافظ!"

"خدا آپ کو خوش رکھے جناب"

تینوں نے دریا سے ہٹ کر دور پہاڑیوں کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ مورتی ان کے آگے آگے چلا جا رہا تھا۔

کیونکہ اسے ہی راستے کا پتہ تھا۔ اب آسمان پر دن کی روشنی پھیل رہی تھی۔ دن نکلنے والا تھا۔ عنبر نے کہا۔

"ہمیں دن کی روشنی میں بڑی احتیاط کرنی چاہیئے۔"

مورتی بولا۔

"اب فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے عنبر بھائی! ہم لوگ اپنے علاقے میں داخل ہو چکے ہیں۔ تھوڑی دور جانے کے بعد ہمیں ہمارے قبیلے کے لوگ ملنا شروع ہو جائیں گے۔"

اور ایسا ہی ہوا۔ ابھی وہ وادی میں داخل ہی ہوئے تھے کہ سامنے سے کچھ لوگ دوڑ کر آئے اور انہوں نے مورتی کو کاندھوں پر اٹھا لیا اور خوشی سے رقص کرنے لگے۔ یہ جنگلی قسم کے لوگ تھے۔ رنگ زردی مائل سفید تھا۔ جسم پر پتوں کا لباس تھا۔ ایک نے بھاگ کر مورتی کی والدہ کو خبر کر دی کہ مورتی بابو آ گیا ہے۔ بے چاری ماں کہاں تو اپنے لخت جگر کی موت سے خوف زدہ تھی اور کہاں یہ کہ اسے اپنے بیٹے کے آنے کی خوشخبری مل گئی۔

وہ اپنے پہاڑی مکان سے نکل کر بھاگی بھاگی آئی۔ سامنے اس کا بیٹا چلا آ رہا تھا۔ دو آدمی اس کے ساتھ تھے۔ مورتی نے آگے بڑھ کر پیر چھو لئے۔ ماں نے اپنے جگر کے ٹکڑے کو سینے سے لگا لیا۔ مورتی نے کہا۔

"ماں! مجھے ان دوستوں نے بچایا ہے۔ اگر ان کی مدد نہ ملتی تو میں اس وقت پھانسی کے پھندے کے ساتھ لٹک رہا ہوتا۔"

بوڑھی ماں نے آگے بڑھ کر عنبر اور ناگ کے ماتھے چومے اور کہا۔

"میرے بچو! تم نے مجھے میرا بیٹا واپس دلا کر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ تم نے ماں کے کلیجے میں ٹھنڈ ڈالی ہے۔ میری روح بھی تمہیں دعائیں دیتی رہے گی۔"

عنبر نے کہا۔

"ماں جی! یہ ہمارا فرض تھا جو ہم نے پورا کیا۔"

ناگ بولا۔

"ماں جی! اگر ہمارے اختیار میں نہ ہوتا تو ہم یہ کام ہرگز نہیں کر سکتے تھے۔ یہ تو خدا نے ہمیں اتنی طاقت دی کہ ہم آپ کے بچے کو پھانسی کی کوٹھڑی سے نکال کر آپ کے پاس لے آئے۔"

عنبر نے کہا۔

"اور پھر ہمیں معلوم تھا کہ مورتی بے گناہ ہے۔ اس نے خون نہیں کیا ہے۔ اسے زبردستی موت کے منہ میں دھکیلا جا

رہا ہے"

"خدا تمہارا بھلا کرے میرے بچو!"

باقی رات عنبر اور ناگ نے سو کر گزار دی۔ صبح سویرے قبیلے کے لوگوں نے دونوں کے منہ ہاتھ دھلائے اور گھاس پر کیلے کے پتے بچھا کر اوپر ناشتہ چن دیا۔ ناشتہ کیا تھا۔ بس پھل تھے اور دودھ۔ قسم قسم کے میٹھے پھل کاٹ کر رکھ دیئے گئے۔ ناشتہ کرنے کے بعد عنبر اور ناگ نے مورتی اس کی بوڑھی ماں اور قبیلے والوں سے اجازت لی اور وہاں سے چل پڑے۔ قبیلے کے لوگ اور مورتی انہیں الوداع کہنے وادی میں دور تک آئے۔

دریا کنارے پہنچ کر عنبر نے کہا۔

"اب دریا پار کیسے کیا جائے؟ یہاں تو کوئی مچھیرا بھی نظر نہیں آ رہا۔"

دن کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ہاں آسمان پر بادل چھا رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ بارش ہو گی۔ ناگ ہنس کر کہنے لگا۔

"ابھی کوئی نہ کوئی کشتی والا آ جائے گا۔ اور اگر نہ آیا تو میں ہاتھی بن جاؤں گا۔ تم میرے اوپر بیٹھ جانا اور ہم دریا پار کر جائیں گے۔"

آتی نظر آئی۔

اتنے میں ایک کشتی دوسرے کنارے سے

عنبر اور ناگ ایک جگہ بیٹھ کر اس کشتی کا انتظار کرنے لگے۔

جب وہ کشتی دریا کنارے آ کر لگی تو اس میں ایک مچھیرا بھی بیٹھا تھا۔ جانے کیوں مچھیرے نے ناگ کو بڑے غور سے دیکھا۔ شاید وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ شخص انسان نہیں سانپ ہے۔ ناگ نے بھی بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ کشتی مسافروں سے خالی ہو گئی۔ ناگ نے کشتی والے سے کہا۔

"بھائی ہمیں دریا پار کرا دو۔ کتنے پیسے لو گے؟"

مچھیرا بولا۔

"بابو جی! کشتی میں بیٹھ جاؤ۔ جب دوسرے مسافر بھی آ جائیں گے تو دریا پار کرا دوں گا"

ناگ نے کہا۔

"تم کتنی دیر یہاں انتظار کرو گے؟"

"جب تک کشتی مسافروں سے بھر نہیں جاتی"

"عام طور پر کتنی دیر میں کشتی مسافروں سے بھر جایا کرتی ہے؟"

"کبھی دو گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ کبھی شام بھی ہو جاتی ہے۔"

عنبر نے کہا۔

"نہیں بھائی ہم اتنی دیر انتظار نہیں کر سکتے"
پچھیرا بولا۔
"تو پھر تیر کر دریا پار کر لو بھائی۔ مجھے تو اپنے بال بچوں کے لیے روزی کمانی ہے میں تم دونوں کے دو روپے لے کر کیا کروں گا"
عنبر نے کہا۔
"ہم تمہیں سارے مسافروں کے پیسے دے دیں گے تم ہمیں لے کر اسی وقت دریا میں روانہ ہو چلو"
مچھیرے نے چونک کر عنبر کی طرف دیکھا۔
"کیا تم پچاس روپے دے سکتے ہو بابو جی؟"
ناگ بولا۔
"ہم تمہیں سو روپے دے دیں گے۔ یہ لو سو روپے"
ناگ نے جیب سے سو روپے کا نوٹ نکالنا چاہا تو اس کے ساتھ ہی ایک ہیرا نکل کر زمین پر گر پڑا۔ سپیرا ابھی تک قریب کھڑا ان لوگوں کی باتیں سن رہا تھا اور ناگ کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظر ہیرے پر پڑی تو چونکا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ ہیرا کسی ایسے زمین میں دفن خزانے سے نکالا گیا ہے جس پر سانپوں کا بادشاہ پہرہ دیتا ہے اور یہ کام سوائے سانپ کے دوسرا

کوئی نہیں کر سکتا۔ اب اسے پکا یقین ہو گیا کہ یہ شخص انسان بالکل نہیں ہے۔ سانپ ہے اور انسان کی شکل میں گھوم پھر رہا ہے۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ناگ کا پیچھا کریگا۔
پس جونہی ناگ اور عنبر کشتی میں سوار ہوئے۔ سپیرا بھی وہاں آ گیا اور بولا۔
"بابو جی! مجھے بھی واپس لے چلو"
ناگ نے کہا۔
"مگر بابا ابھی تو تم کشتی میں دریا پار کر کے آئے ہو۔ تمہیں واپس جانے کی کیا ضرورت پڑ گئی؟"
سپیرا بہانہ بناتے ہوئے کہنے لگا۔
"یہاں پہنچ کر مجھے یاد آیا کہ میں اپنی ہرن کی چھال تو مندر میں ہی بھول آیا ہوں۔ پس وہ واپس لینے جا رہا ہوں"
ناگ نے کچھ نہ کہا۔ عنبر بولا۔
"ٹھیک ہے۔ تم بھی آ جاؤ ہمارے ساتھ"
سپیرا بھی خوش ہو کر کشتی میں سوار ہو گیا۔ کشتی دریا میں روانہ ہو گئی۔ راستے میں سپیرے نے ناگ کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ ناگ نے جو ٹکٹکی باندھی تو سپیرا گھبرا گیا۔ آنکھیں جھپک کر نظریں جھکا لیں۔ اسے اپنے سر میں درد ہوتا محسوس ہوا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ ناگ کی آنکھوں

کو زیادہ دیر تک نہیں دیکھ سکتا۔ یہ ناگ کے سانپ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت تھا۔ ناگ کو اس جوگی پر کچھ شک سا پڑا تھا کہ شاید وہ اسے پہچان گیا ہے مگر پھر اسے خیال آیا کہ یہ معمولی سا جوگی سپیرا بھلا اسے کہاں پہچان سکتا ہے۔ یہی ناگ کی بھول تھی۔ اس نے دشمن کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اسے چھوٹا سمجھا تھا،

یہ سپیرا بڑا ہوشیار، چالاک اور تجربہ کار سپیرا تھا۔ اس نے پہاڑوں میں جا کر سانپ مندر میں بیٹھ کر دس بارہ سال تک ریاضت کی تھی۔ تب کہیں جا کر اس کو یہ طاقت ملی تھی کہ وہ ایسے انسان کو پہچان سکے جو حقیقت میں سانپ ہو اور انسان کی شکل میں چل پھر رہا ہو۔ اس نے تو ناگ کو پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا۔ سپیرے کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ اس میں بھی اتنی طاقت آ جائے کہ وہ اپنی جون بدل کر جس کسی جانور کی شکل چاہے اختیار کر سکے۔ ایسا تبھی ہو سکتا تھا کہ وہ سانپ مندر میں بیٹھ کر بارہ برس تک ریاضت کرے۔ آدھی آدھی رات کو اٹھ کر دریا میں کھڑے ہو کر منتر پڑھے اور پھر جب اسے ایسا کوئی انسان نظر آئے جو سانپ کی شکل میں زندہ چل پھر رہا ہو تو وہ اسے فوراً پہچان لے گا۔ پھر

اسے چاہیئے کہ وہ اس سانپ انسان کو کسی طریقے سے پکڑ کر قابو کرے اور چاند کی چودھویں رات کو ٹھیک رات کے بارہ بجے اس کے سینے میں خنجر مار کر اسے ہلاک کر ڈالے۔ اس کے مر جانے سے سپیرے میں اتنی طاقت آ جائے گی کہ وہ جس کی شکل چاہے اختیار کر لے گا۔

سپیرے کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا کہ اسے ناگ نظر پڑ گیا تھا اور اب وہ اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ دوسری طرف ناگ نے سپیرے کے بارے میں غور کرنا چھوڑ دیا اور عنبر سے اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کر دیں۔ کشتی دوسرے کنارے پر جا لگی۔ عنبر نے رقم ادا کی اور کشتی سے اتر کر ایک طرف چل پڑے۔

●

چڑیل کی چیخ

●

سپیرا عنبر اور ناگ دونوں کا پیچھا کر رہا تھا۔

عنبر آگے آگے چل رہا تھا۔ ناگ اس سے ذرا پیچھے تھا وہ ایک کچے راستے پر چلے جا رہے تھے جو دریا کنارے کے جنگل سے گزرتا تھا۔ سپیرا بڑا ہوشیار تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ناگ کو صرف ایک ہی صورت میں قابو کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ کسی طرح سے اسے بے ہوش کر دیا جائے۔ لیکن ناگ کو بے ہوش کرنا کوئی آسان بات نہیں تھی۔ سپیرے نے اگرچہ ایک دوائی میں کپڑا بھگو کر جیب میں ڈال رکھا تھا یہ بے ہوش کرنے والی دوائی تھی۔ اس کے لئے وہ کسی موقع کی تلاش میں تھا۔

عنبر اللہ ناگ جنگل میں سے نکل کر پکی سڑک پر آ گئے۔ یہاں انہوں نے ایک ٹیکسی لی اور رائل ہوٹل پہنچ گئے۔ سپیرا برابر ان کا پیچھا کر رہا تھا۔ راجکمار اور بڑی رانی اس کا انتظار کر رہے تھے۔ ماریا بھی اب پریشان

ہو رہی تھی۔

عنبر نے کہا۔

"مورتی کو اس کے گھر پہنچا دیا گیا ہے۔ اب یہ لوگ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ وہ ایسے قبیلے کے درمیان پہنچ چکا ہے جو اس کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیں گے مگر مورتی کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے دیں گے"

اسی رات سب نے بیٹھ کر سوچا کہ اب آگے کون سا قدم اٹھانا چاہیئے۔ ناگ کا خیال تھا کہ راجہ ایک چور اچکا ہے۔ اس نے زبردستی راجکمار کی گدی پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اس لئے فوراً اسے ختم کر کے محل پر قبضہ کر لیا جائے۔

عنبر نے کہا۔

"اگر قانون راجکمار کے ساتھ ہے تو ہم ایسا کر سکتے ہیں"

راجکمار بولا۔

"قانونی طور پر میں ہی راج گدی کا مالک ہوں راجہ نے جعلی دستاویزیں بنوا رکھی ہیں اصلی دستاویزیں ہمارے پاس موجود ہیں جن میں میں ہی قلعے اور محل کا وارث ہوں"

ماریا نے کہا۔

"تو پھر آپ نے راجہ پر دعوئے کیوں نہیں کیا؟"

بڑی رانی بولیں۔

"ہمیں اپنی زندگیوں کا خطرہ تھا۔ راجہ نے ہمیں کسی کے ہاتھ کہلوا بھیجا تھا کہ اگر ہم عدالت گئے تو وہ راجکمار کو قتل کروا دے گا"

ناگ نے کہا۔

"یہ کوشش تو وہ اب بھی کر بیٹھا ہے"

راجکماری نے کہا۔

"اس لئے کہ اب اسے احساس ہو گیا ہے کہ میں جب تک زندہ ہوں اس کے لئے راستہ ہموار نہیں ہو سکتا۔"

"پھر اب کیا کرنا چاہیئے؟"

عنبر نے پوچھا۔

ناگ نے کہا۔

"وہی جو میں کہہ رہا ہوں۔ راجہ کو ابھی جا کر ختم کر دینا چاہیئے۔ تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے گی بانسری۔"

سب خاموش ہو گئے۔ بڑی ماں نے کہا۔

"راجہ تو محل میں نہیں ہے۔ سنا ہے کہ وہ اپنی رانی کو لے کر پہاڑی مقام پر چلا گیا ہے"

ناگ بولا۔

"چاہے جہاں چلا جائے۔ اس کو ختم کرنا میرے لئے کوئی مشکل نہیں ہے"

عنبر نے کہا۔

"تو پھر تم اس کام کو کر ڈالو"

سب سے مشورہ لیا گیا۔ آخر یہی طے پایا کہ اس بک بک کو ختم کیا جائے۔

راجہ ایک قاتل ہے۔ اس کے ہاتھ کئی بے گناہوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ اسے جتنی جلدی ہو سکے ختم کر دینا چاہیئے۔

"تو پھر یہ کام بھی تمہیں ہی کرنا ہو گا ناگ!"

ناگ نے سر جھکا کر کہا۔

"میں حاضر ہوں"

عنبر نے کہا۔

"میرا خیال ہے تم آج ہی سفر پر روانہ ہو جاؤ۔ تمہارے لئے یہ معلوم کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ راجہ کس جگہ ٹھہرا ہے"

"یہ میں معلوم کر لوں گا۔ آپ لوگ میرا اسی ہوٹل میں انتظار کریں"

ماریا نے کہا۔

"تم راجہ کو ختم کرنے کی اطلاع ہمیں تار کے ذریعے دے دینا۔ ہم اسی وقت محل پر جا کر قبضہ کر لیں گے"

"بالکل ٹھیک ہے"

اتنا کہہ کر ناگ ہوٹل سے چل پڑا۔ سپیرا بھی باہر بیٹھا اسکی راہ دیکھ رہا تھا۔ جونہی ناگ نکلا وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا۔ ناگ نے کلکتے میں جا کر ایک جگہ سے معلوم کر لیا کہ راجہ ایلورا نامی پہاڑی مقام پر گیا ہوا ہے۔ یہ بات سپیرے نے بھی سن لی۔ یعنی سپیرے کو پتہ چل گیا کہ ناگ ایلورا پہاڑی پر جانے والا ہے۔ اس پہاڑ پر جانے کے لئے شہر میں ریلوے اسٹیشن سے بسیں جاتی تھیں۔ ناگ سٹیشن کی طرف جانے کی بجائے دریا کی طرف روانہ ہو گیا۔ سپیرا سمجھ گیا کہ ناگ کسی پرندے کے روپ میں سفر کرنے والا ہے۔ وہ ناگ کو اپنی آنکھوں کے سامنے پرندہ بنتا دیکھنا چاہتا تھا تاکہ اس کا رہا سہا شک بھی دور ہو جائے۔

ناگ دریا کنارے جا کر رک گیا۔

سامنے وہ پہاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں جن کے درمیان سب سے اونچی چوٹی والی پہاڑی ایلورا تھی جہاں راجہ اپنی رانی کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا اور راجکمار کو قتل کرانے کی سکیم بنا رہا تھا۔ ناگ نے ایک گہرا سانس لیا اور انسان سے ایک خوبصورت عقاب بن کر اڑ گیا۔

سپیرے کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

"اے۔ آخر میرا خیال ٹھیک نکلا۔ تم سانپ انسان ہو۔ کوئی بات نہیں۔ اب تم میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جا سکتے"

سپیرا ریلوے سٹیشن آ کر بس میں سوار ہوا اور بس ایلورا کی جانب روانہ ہو گئی۔ یہ راستہ پہاڑیوں میں سے ہو کر گذرتا تھا اور کافی پیچ دار تھا۔ ویسے سارا سفر کوئی ڈیڑھ گھنٹے کا تھا۔ سپیرا دوپہر کے بعد ایلورا پہنچ گیا۔

اب اسے ناگ کی تلاش تھی۔ دن بھر سپیرا سفید عقاب کو آسمانوں پر تکتا رہا اسے سفید عقاب کہیں بھی دکھائی نہ دیا۔ رات کو تھک ہار کر سپیرا ایک جگہ پڑ کر سو گیا۔

دن چڑھا تو وہ پھر ناگ کی تلاش میں نکلا۔

ادھر ناگ سفید عقاب کے بھیس میں پہاڑ پر آ چکا تھا۔

وہ پہاڑ کے سب سے اعلیٰ ہوٹل کے قریب درختوں میں اتر آیا۔ درخت سے اتر کر وہ گھاس پر آ کر بیٹھ گیا اور پھر سے انسان کی شکل میں آ گیا۔ وہ سیدھا ہوٹل میں گیا۔ یہاں اس نے معلوم کر لیا کہ راجہ اور رانی اسی ہوٹل کے کمرہ نمبر دس میں آ کر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ناگ نے

بھی اسی ہوٹل میں کمرہ لے لیا۔ شام کو اس نے کمرہ کی تلاش شروع کی اور دیکھا کہ کمرے کے باہر ایک پہرہ دے رہا ہے۔

اس گورکھے کا بندوبست راجہ نے خود کر رکھا تھا۔

ناگ نے سوچا کہ اندر کس طرح جایا جائے، آخر اسے ایک ترکیب سوجھی رات کو کھانے سے پہلے وہ اپنے کمرے میں آگیا۔ اس نے بیرے کا بھیس بدلا اور ٹرے میں کافی رکھ کر کمرے کے باہر آگیا۔

گورکھے نے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

ناگ نے کہا۔

"دیکھتے نہیں میں ہوٹل کا بیرا ہوں۔ راجہ صاحب سے کھانے کا آڈر لینے جا رہا ہوں"

گورکھے سپاہی نے اوپر سے نیچے تک ناگ کو دیکھا۔ پھر سر ہلا کر کہا۔

"اچھا جاؤ"

ناگ چپکے سے اندر چلا گیا۔ اندر جا کر دیکھتا ہے کہ راجہ ایک آدمی سے باتیں کر رہا ہے۔ رانی آرام کرسی پر بیٹھی کافی پی رہی ہے۔ ناگ ابھی پردے کے پیچھے ہی تھا

اسے راجہ کی آواز آئی۔

"مجھے یقین ہے کہ تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو گے سنگرام سنگھ!"

سنگرام سنگھ کا چہرہ ڈراؤنا تھا۔ آنکھیں لال تھیں اور سامنے کے دو دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے۔ بولا۔

"راجہ صاحب! فکر ہی نہ کریں۔ دو دن کے اندر اندر میں راجکمار اور اس کی رانی ماں کے سر کاٹ کر آپ کے قدموں میں ڈال دوں گا"

"شاباش! راجہ نے خوش ہو کر کہا۔" میں تمہیں منہ مانگا انعام دوں گا"

اب ناگ ذرا کھانس کر سامنے آگیا۔ راجہ اور سنگرام سنگھ نے چونک کر دیکھا۔

"کیا بات ہے؟"

ناگ نے ادب سے کہا۔

"حضور! رات کے کھانے پر آپ کیا نوش فرمائیں گے۔ یہی پوچھنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں"

راجہ نے غصے میں آ کر کہا۔

"ابھی ابھی تو ایک بیرا پوچھ کر گیا ہے۔ تم کیوں آگئے ہو؟"

ناگ سمجھ گیا کہ ہوٹل کا بیرا کھانے کا آرڈر لے جا

چکا ہے۔ پھر بھی اس نے جھک کر کہا۔
"حضور! منیجر صاحب نے کہا ہے کہ آپ کے لئے ہ
نے جنگلی ہرن کے کباب خاص طور پر تیار کروائے ہیں۔ کیا
آپ کھانا پسند فرمائیں گے؟"
رانی نے مسکرا کر کہا۔
"ضرور ضرور ہرن کے کباب تو میں بڑے شوق سے
کھاتی ہوں"
ناگ نے راجہ کی طرف دیکھا۔ راجہ نے کہا۔
"ہاں ہاں ہرن کے کباب ضرور لاؤ۔ اب تم دفع ہو
جاؤ یہاں سے"
ناگ نے دل میں کہا۔
"فکر نہ کرو۔ میں تم لوگوں کے ایسے کباب بناؤں گا کہ
ساری زندگی یاد کرو گے"
اوپر سے بولا۔۔
"جو حکم جناب!"
اور ناگ ٹرے ہاتھ میں لیے کمرے سے باہر آگیا۔
باہر آتے ہی اسے برآمدے میں ہوٹل کا منیجر ملا۔ اس نے
ناگ کو دیکھ کر کہا۔
"ارے تم کون ہو! تم کہاں سے آگئے ہو؟"

ناگ نے کہا۔
"دیکھتے نہیں اندھے ہو گیا؟ میں اس ہوٹل کا بیرا ہوں"
ناگ کو کچھ خبر نہ تھی کہ یہ شخص ہوٹل کا منیجر ہے اور
سارے بیروں کو جانتا ہے۔ اس نے ناگ کو گریبان سے
پکڑ کر جھنجھوڑا اور کہا۔
"کیا بکواس کرتے ہو؟ کون ہو تم؟"
ناگ نے منیجر کو آنکھ مار کر کہا۔
"میں سرکاری جاسوس ہوں۔ گورنمنٹ کے سی آئی ڈی
کے محکمے نے مجھے راجہ اور رانی کی نگرانی کرنے کے
لئے بھیجا ہے"
منیجر ایک دم ٹھٹھک گیا۔
"اوہ! ٹھیک ہے۔ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا"
منیجر آگے نکل گیا۔ ناگ نے جلدی سے اپنے کمرے
میں آکر لباس تبدیل کیا۔ نقلی مونچھیں اتار کر پھینکیں اور
رائل ہوٹل میں اسی وقت عنبر کو فون پر خفیہ اشاروں میں
بتایا کہ راجہ نے ایک آدمی سنگرام کو اس کام پر لگایا ہے
کہ وہ راجکمار اور رانی کو جا کر ختم کر دے۔
"بہرحال فکر کی بات نہیں۔ میں راجہ رانی اور اس شخص
سنگرام تینوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر رہا ہوں۔ نہ

رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری"۔
عنبر نے کہا۔
"یہ کام جتنی جلدی ہو سکے کر دو۔ وقت بہت کم ہے"
"میں آج ہی اس کام سے فارغ ہو کر کل تم لوگوں کے پاس پہنچ رہا ہوں۔ ماریا کو میرا سلام کہنا"
"خدا حافظ!"
"خدا حافظ"

ناگ اپنے کمرے سے باہر نکل رہا تھا کہ اس نے سنگرام سنگھ کو دیکھا کہ منہ لپیٹے ہوٹل کی سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ ناگ نے اس کا پیچھا کیا۔ سنگرام سیڑھیوں سے اتر کر ہوٹل سے باہر آگیا۔ یہاں ایک گاڑی کھڑی تھی۔ وہ اس میں سوار ہو کر چل دیا۔ ناگ نے ادھر ادھر دیکھا۔ ایک ٹیکسی پاس ہی کھڑی تھی۔ ناگ نے ڈرائیور سے جانے کو کہا تو اس نے انکار کر دیا۔ ناگ نے بہت کہا مگر ٹیکسی ڈرائیور نہ مانا۔ آخر ناگ کو غصہ آگیا۔ بولا۔
"ٹھیک ہے۔ ہم اڑ کر چلے جاتے ہیں"
ڈرائیور ہنسا۔
"مجھے تو پہلے ہی معلوم تھا کہ تم پاگل ہو۔ چلا اڑ کر تو دکھاؤ"

"یہ لو میں اڑنے لگا ہوں"
اتنا کہہ کر ناگ سفید عقاب بن کر پھڑ پھڑ کرتا اڑ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتا رہ گیا اور پھر غش کھا کر گر پڑا۔

ناگ سفید عقاب کے بھیس میں سنگرام سنگھ کی کار کے بالکل اوپر اڑا جا رہا تھا۔ رات کا اندھیرا پہاڑوں پر پھیل گیا تھا۔ جس سڑک پر سنگرام کی کار جا رہی تھی اس پر بجلی کے کھمبے لگے تھے جن پر بلب روشن تھے۔ ناگ کو کار صاف جاتی نظر آ رہی تھی۔ وہ کار کے اوپر اڑتا چلا جا رہا تھا۔ کار ایک کوٹھی کے اندر داخل ہو گئی۔ عقاب درخت پر بیٹھ گیا۔ کار میں سے سنگرام باہر نکلا۔ دروازہ بند کر کے کوٹھی میں چلا گیا۔

ناگ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اندر وہ کیا کر رہا ہے۔ کیونکہ سنگرام اب راجکمار اور بڑی رانی کو قتل کرنے کے لئے جانے ہی والا تھا۔ ناگ درخت سے اتر کر پھر سے انسان کی شکل میں آگیا اور اندھیرے میں درختوں کے پیچھے سے کھسکتا کوٹھی کے برآمدے میں آ کر شیشے کے ساتھ لگ کر اندر دیکھنے لگا۔ کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ کھڑکی پہ پردہ گرا تھا۔ اس لئے ناگ

نے سنگرام کو دیکھا کر وہ پستول میں گولیاں بھر رہا تھا۔
گولیاں بھرنے کے بعد سنگرام نے ایک لمبا سا خنجر اپنے
کوٹ کی اندر والی جیب میں چھپایا۔ سر پر کالا ہیٹ پہنا
اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ ناگ جلدی سے پیچھے ہٹا
اور جھاڑیوں میں چھپ گیا۔ ایسا کرتے ہوئے اس کا پاؤں
برآمدے کے جنگلے کے گملے سے ٹکرا گیا۔ گملا فرش پر گر پڑا۔

"کون ہے؟"

سنگرام نے پستول نکال کر آواز دی۔ کوئی نہ بولا۔ گہری
خاموشی۔ سنگرام نے جھاڑیوں میں حرکت دیکھی تو پستول کی
گولی چلا دی۔ سنگرام بھاگ کر جھاڑیوں کے پاس آیا۔
وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے درختوں میں ایک سائے کو
سرکتے دیکھا۔

"رک جاؤ"

سنگرام نے اوپر تلے چار فائر کر دیئے۔ درخت کی
چھال اڑ گئی۔ سنگرام بھاگ کر درخت کے پاس آیا۔ وہاں
کوئی نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک پھنکار کی آواز
سنائی دی۔ سنگرام نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک سیاہ سانپ
زمین سے دو فٹ اوپر اٹھا پھن پھیلائے اسے گھور رہا
تھا۔ سنگرام نے پستول کا نشانہ لے کر فائر کیا۔ گولی سانپ

پھن کے قریب سے ہو کر نکل گئی۔ ناگ جھک کر پرے
گیا۔

سنگرام نے سانپ کو بچتے دیکھا تو کوٹ کی جیب
خنجر نکال لیا۔ سانپ جھاڑیوں میں چھپ گیا۔ سنگرام نے
دیکھا کر سانپ بھاگ گیا ہے تو وہ کار میں آ کر
ار ہو گیا اور گاڑی کا رخ ناگ پور شہر کی طرف کر دیا۔
راجکمار اور بڑی رانی کو قتل کرنے جا رہا تھا۔

اس وقت آسمان پر کالے بادل چھانے لگے۔ چاند
دلوں میں چھپ گیا۔ رات زیادہ اندھیری ہو گئی۔ سردی
ت پڑ رہی تھی سنگرام نے کار کے سارے شیشے بند
ے ہوئے تھے۔ پھر بھی اسے سردی محسوس ہو رہی تھی۔
نکہ پہاڑ پر زیادہ ٹھنڈ ہوتی ہے۔ کار پہاڑی سڑک پر
کھاتی چلی جا رہی تھی۔ اتنے میں ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع
گئی۔ کار کے شیشے پر بارش کے قطرے گرنے لگے سنگرام
ے بٹن دبایا تو کار کے وائپر چلنے لگے

کار کی روشنی میں سڑک پر بارش کی بوندیں گرتی صاف
ظر آ رہی تھیں۔

سنگرام راتوں رات شہر پہنچ کر صبح ہونے سے پہلے
جکمار اور بڑی رانی کا کام تمام کر دینا چاہتا تھا۔ اس

نے اپنا پستول پھر سے بھر لیا تھا۔ اس پستول میں اب
چھ گولیاں تھیں۔ کار سڑک پر چلی جا رہی تھی۔ ایک ط…
پہاڑ تھے۔ دوسری طرف گہری گھاٹیاں تھیں۔

سڑک بل کھاتی جاتی تھی۔

سڑک کا ایک موڑ مڑتے ہوئے بادل زور سے
گرجا۔ ایک کڑاکا ہوا۔ جیسے جنگل میں کسی جگہ بجلی گری
اس کے ساتھ ہی روشنی ہوئی۔ سنگرام کی کار چمک ا…
پھر گہرا اندھیرا چھا گیا۔ اور بارش تیز ہو گئی۔

سنگرام بڑی ہوشیاری سے کار چلا رہا تھا۔

ایک موڑ مڑتے ہی وہ کیا دیکھتا ہے کہ اچانک سامنے
کوئی جنگلی جانور آن کھڑا ہوا ہے۔ سنگرام نے ایک دم
بریک لگائی۔ جنگلی جانور کار کی روشنی میں چھلانگ لگا…
کار کی چھت پر آ گیا۔ سنگرام نے کار کی رفتار تیز کر
دی۔ اس جانور کی شکل ریچھ سے ملتی جلتی تھی۔ سنگرام نے
کار کو ایک دم تیز کر دیا تاکہ دھچکا لگنے سے جنگلی جانور
نیچے سڑک پر گر پڑے۔

کوئی شے چھت پر سے نیچے گر پڑی۔ سنگرام بڑا
خوش ہوا کہ سر سے بلا ٹل گئی۔ اب اس نے کار کی رفتار
تیز کر دی۔ وہ جلدی شہر پہنچنا چاہتا تھا۔ تاکہ رات کی…

…ی ان لوگوں کا کام تمام کر دے۔ بارش زور سے
…نے لگی۔ بادل بار بار گرجتا۔ بجلی رہ رہ کر چمکتی۔ بجلی کی کڑک
…ے سارا جنگل اور پہاڑ گونج اٹھتے۔

ایک جگہ سڑک کا موڑ بڑا چھوٹا تھا۔
… سامنے ایک اونچا پہاڑ تھا۔ سنگرام کار کو موڑنے لگا
… ایک پتھر ڈھلک کر سڑک پر آن گرا۔ ایکدم کار کو بریک
… کر اس نے کار روک لی۔ اگر وہ ذرا دیر کر دیتا تو پتھر
…ں کی کار پر گر کر اسے کچل کر رکھ دیتا۔ اب سڑک بند ہو
… تھی۔ سنگرام نے کار میں سے اتر کر پتھر کو ہٹانے کی کوشش
…کر وہ اس قدر بھاری تھا کہ ذرا بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔
سنگرام بارش میں بھیگ گیا۔ وہ کار میں آ کر بیٹھ گیا اور
…نے لگا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ کیا وہ واپس چلا جائے؟
… وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ بجلی چمکی۔ اس کے ساتھ ہی
… زور سے گرجا۔

ایک آواز جنگل میں سنائی دی۔ سنگرام کے رونگٹے کھڑے
… گئے۔ کیونکہ آواز بڑی ڈراؤنی تھی۔ ایسا محسوس ہوا جیسے
… چڑیل رو رہی ہے۔

سنگرام نے کار کے شیشے چڑھا لیے اور پستول نکال کر ہاتھ
… پکڑ لی۔

باہر کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ بارش کا شور ہی شور
پہاڑی نالے دھڑ دھڑاتے ہوئے گر رہے تھے۔
شور سے بہہ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جنگل میں
چڑیل کے رونے کی آواز سنائی دی۔

اب یہ آواز بڑی قریب سنائی دی۔ جیسے چڑیل کا
قریب ہی آ گئی ہو۔

سنگرام کا دل دھڑکنے لگا۔ سخت سردی میں بھی
پسینہ آ گیا۔

"یہ کیا چیز ہو سکتی ہے؟ یہاں چڑیل کہاں سے آ
وہ دل ہی دل میں سوچنے لگا۔

دھک کی آواز آئی۔ سنگرام نے چونک کر شیشے
باہر دیکھنے کی کوشش کی۔ بارش اور اندھیرے میں اسے
دکھائی نہ دیا۔ آواز بڑے نزدیک سے آئی تھی۔ جیسے
کچھ اوپر سے چھلانگ لگا کر سڑک پر گرا ہو۔ سنگرام
کار کی اگلی روشنی بجھا دی تھی۔ ایک چیخ کی دل ہلا دینے
آواز گونجی۔ آواز اتنی قریب تھی کہ سنگرام کی بھی چیخ نکل
اس کے ساتھ ہی اس نے کار کی روشنی جلا دی۔

سڑک پر روشنی پڑی تو جو کچھ اسے نظر آیا اس کو
کر سنگرام کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

اس نے دیکھا کہ سامنے سڑک پر ایک قوی ہیکل اونچا
لمبا لمبے دانتوں اور خوفناک سیاہ سونڈ والا ہاتھی کھڑا
جھول رہا تھا اور سونڈ اٹھا کر چنگھاڑ رہا تھا۔ سنگرام نے
سامنے والا شیشہ توڑ کر گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ ہاتھی
ایکدم سے پرے ہٹ گیا۔ اب وہ اندھیرے میں آ گیا
تھا۔ سنگرام نے کھڑکی کا شیشہ بھی تھوڑا سا توڑ ڈالا تاکہ
گولی چلا سکے۔

لیکن ہاتھی کار کے پیچھے آ گیا تھا۔

پھر ایسا ہوا کہ سنگرام نے محسوس کیا کہ کسی شے نے
کار کو سڑک پر سے اوپر اٹھا لیا ہے۔ کار سڑک پر سے
اوپر اٹھتی چلی گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ ہاتھی نے کار کو سونڈ میں
لے کر اوپر اٹھایا ہوا ہے۔ سنگرام نے دروازہ کھول کر
باہر چھلانگ لگا دی۔ اس کے چھلانگ لگاتے ہی ہاتھی
نے کار کو وہیں پھینک کر اپنی سونڈ سنگرام کی طرف
بڑھائی۔ سنگرام ایک طرف بھاگا لیکن ہاتھی کی سونڈ وہاں
پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔

سنگرام اب ہاتھی کی سونڈ میں تھا۔

ہاتھی نے سنگرام کو سونڈ میں جکڑ کر اوپر اٹھایا اور
دو تین بار ہوا میں جھلا کر پوری طاقت سے نیچے گری

گھاٹیوں میں اچھال دیا۔ سنگرام کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور پھر گہری گھاٹیوں کے اندھیرے اور بارش کے شور میں گم ہو کر رہ گئی۔ سنگرام گھاٹی کے پتھروں میں گر کر چکنا چور ہو چکا تھا۔

اب ہاتھی نے سونڈ میں کار کو اٹھایا اور اسے بھی سنگرام کے پیچھے ہی گھاٹی میں پھینک دیا۔ کار ایک دھماکے سے پتھروں سے ٹکرائی اور اسے آگ لگ گئی۔ جتنی دیر اس کے اندر پٹرول رہا آگ کار کو جلاتی رہی۔ پھر وہاں گہری خاموشی چھا گئی۔ ہاتھی جھومتا ہوا واپس پہاڑی کے اوپر جانے والی سڑک پر چل پڑا۔

کافی دور جا کر اسے دور سے ایک گاڑی آتی نظر آئی۔ ہاتھی ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ گاڑی قریب سے گذر گئی۔ ہاتھی نے دوبارا اپنا سفر شروع کر دیا۔ ایورا کا پہاڑی مقام اب تھوڑی دور رہ گیا تھا۔ ہاتھی پہاڑی بنگلوں کے آس پاس درختوں میں آیا تو بارش ختم گئی تھی۔ لوگ مکانوں میں لحاف اوڑھے مزے سے سو رہے تھے۔ کہیں کہیں کسی مکان میں روشنی ہو رہی تھی۔ ہاتھی ایک مکان کے پیچھے آ کر گیراج کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی پھر شروع ہو گئی تھی۔

اب ایسا ہوا کہ اس گیراج کے ساتھ ہی ایک کوٹھڑی میں بنگلے کا چوکیدار سو رہا تھا۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اٹھ کر باہر آیا تو اپنے سامنے گیراج میں ایک ہاتھی کو کھڑا دیکھ کر اس نے چیخ ماری اور بھاگ کر کوٹھڑی میں گھسا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ وہ کھڑکی کی سلاخوں سے لگ کر گیراج میں تکنے لگا۔ ہاتھی گیراج میں سے نکل کر بنگلے کے پیچھے چلا گیا۔

چوکیدار کی چیخ کی آواز سن کر گھر کے لوگ جاگ پڑے۔

"کیا ہوا؟ تم نے چیخ کیوں ماری تھی؟"

چوکیدار نے مالک مکان کو بتایا کہ اس نے ابھی ابھی گیراج میں ایک ہاتھی کو دیکھا ہے۔ مالک مکان نے اس کی طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا۔

"جاؤ جا کر سو جاؤ۔ اس پہاڑی مقام پر آج تک کبھی کسی نے ہاتھی نہیں دیکھا۔ ضرور تم نے کوئی خواب دیکھا ہے۔"

"سرکار! سچ کہتا ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے ہاتھی کو گیراج میں کھڑے دیکھا ہے۔"

مالک بولا۔

"تمہارا دماغ چکر کھا گیا ہے۔ جاؤ جا کر سو جاؤ۔"

چوکیدار بولا۔

"سرکار! میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہاں ابھی ا... خوفناک ہاتھی کھڑا جھول رہا تھا۔"

مالک نے پوچھا۔

"تو وہ اب کہاں چلا گیا؟"

"سرکار! وہ گیراج میں سے نکل کر کوٹھی کے پیچھے چلا گ... تھا۔ آپ میرے ساتھ چل کر ہاتھی کے پاؤں کے نشان دیکھ... لیں۔"

مالک مکان نے سوچا کہ ہاں چل کر ہاتھی کے قدموں کے نشان دیکھنے چاہئیں۔ اس میں آخر کیا حرج ہے؟ جب وہ لالٹین لے کر گیراج کے سامنے آئے تو مالک مکان دنگ رہ گیا۔ کیونکہ زمین پر ہاتھی کے بڑے بڑے پیروں کے نشان کیچڑ میں صاف نظر آ رہے تھے۔ وہ گیراج کے پیچھے گئے۔ وہاں کوئی ہاتھی نہیں تھا۔

●

ناگ پھنس گیا

●

ہاتھی اصل میں ناگ تھا۔

کوٹھی کے پیچھے جا کر وہ پھر سے انسان کی شکل میں آ گیا اور دور اوپر پہاڑی پر جا کر ایک پرانے گرجا گھر کے ٹوٹے ہوئے گیراج میں جا کر لیٹ گیا اور صبح کا انتظار کرنے لگا۔ یہاں ایک گھاس پھوس کا بستر سا بچھا ہوا تھا۔ ناگ کو اس گرم گرم بستر پر نیند آ گئی۔ صبح اس کی آنکھ کھل گئی

بادل ابھی تک پہاڑوں پر چھائے ہوئے تھے۔ سردی کافی پڑ رہی تھی۔

ناگ اٹھ کر باہر آ گیا۔ گرجا گھر خاموش تھا۔

ناگ پیچھے سے ہو کر اوپر والی سڑک پر چڑھ آیا اور بسوں کے اڈے کی طرف چل پڑا۔ یونہی اس کا دل چاہتا تھا کہ اڑ کر واپس عنبر اور ماریا کے پاس جانے کی بجائے بس میں سیر کرتا جائے۔ ابھی بس کا اڈہ کافی دور تھا۔ ناگ ایک ایسی پتلی سی سڑک پر سے گزر رہا تھا جو پیدل چلنے

والوں کے لیئے بنائی گئی تھی اور جس کی دونوں جانب گھنی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔

رات بھر کی بارش کے بعد درختوں اور جھاڑیوں میں پانی ٹپک رہا تھا ناگ کو بالکل پتہ نہیں چل سکا تھا کہ سپیرا اس کا پیچھا کرتا چلا آ رہا تھا۔

سپیرا صبح صبح ہی ناگ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا تھا۔ وہ اتفاق سے گرجا گھر کی طرف آ رہا تھا کہ اس نے ناگ کو چڑھائی چڑھ کر چھوٹی سڑک کی طرف آتے دیکھا۔ خوشی سے اس کی باچھیں کھل گئیں۔ شکار خود بخود اس کے پھندے میں چلا آ رہا تھا۔ سپیرا ایکدم جھاڑیوں میں چھپ گیا۔ ناگ جب سڑک پر چڑھ آیا تو سپیرے نے اس کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔

سپیرے کو معلوم تھا کہ ناگ پہاڑی شہر کے چوک کی طرف جا رہا ہے جہاں لوگوں کا ہجوم تھا۔ وار اسی وقت کر دینا چاہیئے تھا۔ ورنہ اس کے بعد اسے کبھی ایسا سنہری موقع ہاتھ نہیں آ سکتا تھا۔ بے ہوش کرنے والی دوائی سپیرے کی جیب میں تھی۔

ناگ بڑے آرام سے ٹہلتا چلا جا رہا تھا کہ اچانک پیچھے سے کسی نے اسے آواز دی۔

"ارے بیٹا ذرا میری بات تو سن"

ناگ نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک ادھیڑ عمر کا سیاہ دبلا پتلا انسان سڑک پر لنگڑاتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ ناگ جلدی سے اس کے پاس پہنچ کر بولا۔

"بابا! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

یہ سپیرا تھا جس نے ٹانگ میں درد ہونے کا ڈھونگ رچایا تھا۔ سپیرے نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

"یا خدا! اس نوجوان کو ساری زندگی سکھی رکھنا۔ یہ برخوردار میری مدد کرنے والا ہے"

ناگ نے پوچھا۔

"بابا! آپ کو کیا تکلیف ہے؟"

سپیرا بڑی مکاری سے بولا۔

"بیٹا! میرے پاؤں میں موچ آ گئی ہے۔ میں پہاڑی پر گر پڑا تھا مجھے ذرا سہارا دے دو۔ بس اگلے چوک تک ہی مجھے جانا ہے۔ وہاں میرا بیٹا رہتا ہے۔"

"ضرور ضرور بابا! آپ کی خدمت کر کے مجھے بڑی خوشی ہو گی۔"

ناگ نے سپیرے کو سہارا دیا۔ سپیرے نے ایک ہاتھ ناگ کی گردن میں ڈال دیا اور دوسرا ہاتھ جیب میں رکھ

لیا۔ اسی جیب میں سپیرے نے وہ رومال رکھا تھا جو بے ہوش کرنے والی تیز دوائی میں بھیگا ہوا تھا۔ ایک جگہ بہت سی جھاڑیاں آ گئیں جنہوں نے آدھی سڑک کو ڈھانپ رکھا تھا۔ سپیرے نے کہا۔

"بیٹا! ذرا رکنا میں پہلو بدل لوں"

"ضرور ضرور باباجی!"

سپیرے نے اب کمال کی پھرتی دکھائی۔ اس نے ایک ہاتھ ناگ کی گردن میں ڈال کر دوسرا ہاتھ جیب سے نکالا اور بڑی تیزی سے بے ہوش کرنے والی دوا میں بھیگا ہوا رومال ناگ کی ناک پر جما دیا۔ سپیرے نے رومال ناگ کے منہ پر زور سے جمانے کے واسطے اپنا سارا زور لگا دیا۔ دوائی اس قدر تیز تھی کہ ناگ نے ایک ہی سانس لیا تھا کہ اسکا دماغ جواب دے گیا اور وہ سپیرے کی باہوں میں بیہوش ہو گیا۔ سپیرے نے اسی وقت ناگ کو سڑک کنارے لٹا دیا۔ پھر اس نے رومال گلے میں ڈال کر رونا شروع کر دیا۔ اس نے سامنے سے دو ایک آدمیوں کو آتے دیکھ لیا تھا۔

یہ آدمی قریب آ گئے۔ انہوں نے سپیرے سے پوچھا۔

"بابا! کیوں رو رہے ہو؟ یہ کون ہے؟"

سپیرے نے روتے ہوئے کہا۔

"بیٹا! کیا بتاؤں یہ میرا لڑکا ہے۔ اس کو مرگی کی بیماری ہے۔ میرے ساتھ پہاڑ پہ آیا تھا کہ دورہ پڑ گیا اور بیہوش ہو گیا۔ میں غریب آدمی ہوں۔ اسے کیسے نیچے ناگ پور کے ہسپتال میں لے جاؤں گا؟"

ایک نے کہا۔

"فکر نہ کرو بابا! آخر انسان کو خدا نے کس لئے بنایا ہے؟ اسی لئے کہ وہ دوسرے دکھی انسان کے کام آئے۔ تم یہیں ٹھہرو۔ میں ابھی اپنی گاڑی لے کر آتا ہوں اور تمہیں اور تمہارے بیمار بچے کو ناگ پور کے ہسپتال میں چھوڑ کر آؤنگا"

"خدا تمہارا بھلا کرے بیٹا!"

مکار سپیرا بے ہوش ناگ کے پاس ہی بیٹھا رہا۔ وہ آدمی کار لینے چلا گیا۔ سپیرے نے ناگ کو اور زیادہ دوائی سنگھا دی۔ اب ناگ کے دماغ میں اتنی دوائی چلی گئی تھی کہ وہ رات تک ہوش میں نہیں آ سکتا تھا۔ تھوڑی دیر میں ہی وہ شریف آدمی کار لے کر آ گیا۔ اس نے ناگ کو اٹھا کر کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ سپیرا اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا اور کار نے شہر ناگ پور کی طرف سفر شروع کر دیا۔

دوپہر کے وقت سپیرا بے ہوش ناگ کو لے کر ناگ پور پہنچ گیا۔

اس آدمی نے کہا۔

"بابا! وہ ہسپتال کہاں ہے جہاں تم اپنے بیٹے کو علاج کے لئے لے جانا چاہتے ہو؟"

سپیرا بولا۔

"بیٹا! تم مجھے پہلے میرے گھر چھوڑ دو۔ میں اس کی ماں کو ساتھ لے کر ہسپتال جاؤں گا"

"جیسے تمہاری مرضی!"

سپیرا شہر سے باہر ایک پرانے مندر کے پیچھے ایک کوٹھڑی میں ٹھہرا رہتا تھا۔

کار نے اسے کوٹھڑی کے پاس اتار دیا۔ سپیرے نے اس آدمی کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور ناگ کو چارپائی پر لٹا دیا۔ جب کار چلی گئی تو سپیرا خوشی سے ناچ اٹھا۔ شکار اس کے قبضے میں تھا۔

اب وہ اس ناگ کی گردن کاٹ کر اس کا خون اپنے ماتھے پر لگانے سے خود ناگ بن جائے گا۔ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اور جس جانور اور درندے کی چاہے شکل اختیار کر سکے گا۔

مگر اس کے لئے ضروری تھا کہ ناگ کو ہوش میں لایا جائے۔

اسے معلوم تھا کہ ناگ آدھی رات سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گا۔ سپیرے نے پہلا کام یہ کیا کہ ناگ کو رسیوں سے جکڑ دیا۔ اس کے منہ میں بھی کپڑا ٹھونس دیا۔ جب رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیل گیا تو سپیرے نے خنجر نکال کر اسے تیز کیا۔ اب وہ ناگ کی گردن کاٹنے کے لئے آگے بڑھا ہی تھا کہ اچانک ایک دھماکہ سا ہوا اور سپیرے کا گورو جو کہ مر چکا تھا سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

سپیرے نے اپنے گورو کی روح کو دیکھا تو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

"گورو مہاراج! کس لئے آپ نے تکلیف کی؟"

گورو کی روح نے ڈانٹ کر کہا۔

"احمق یہ کیا کرنے والا تھا؟"

سپیرا بولا۔

"مہاراج! یہ ناگ انسان ہے اور کئی ہزار سال سے زندہ ہے۔ میں اسے مار کر خود بھی امر ہو جانا چاہتا ہوں" یہ

روح نے کہا۔

"احمق! یہ تجھے کس الو کے پٹھے نے بتا دیا کہ اس ناگ کو مار ڈالنے سے تو امر ہو جائے گا۔ اگر تو نے اس شخص کو ہلاک کر دیا تو اس کے ساتھ ناگ کا جادو بھی ختم

ہو جائے گا اور تیرے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔"

سپیرا حیران ہو کر بولا۔

"مہاراج! پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

روح نے کہا۔

"سن! میری بات غور سے سن! اس شخص کو ہرگز ہلاک نہ کر۔ تمہیں اپنی چارپائی کے نیچے ایک لوٹا ملے گا۔ اس لوٹے میں پانی ہو گا۔ میرے جانے کے بعد یہ پانی اس ناگ پر چھڑک دینا۔ اس پانی کی وجہ سے یہ شخص سمٹ کر ایک بے ہوش سانپ بن جائے گا۔ پھر یہ سانپ ایک سبز رنگ کے ہیرے میں تبدیل ہو جائے گا۔ یہ ہیرا اٹھا کر تو اسے اپنی انگوٹھی میں جڑوا کر اپنے پاس رکھ لے۔ اس سبز ہیرے کی وجہ سے یہ ناگ تیرے قابو میں آ جائے گا۔ پھر تو بھی نہیں مر سکے گا۔ تجھے جتنی دولت کی ضرورت ہو اس انگوٹھی کے ہیرے کو کسی شئے سے رگڑ۔ یہ ناگ سانپ کی شکل میں تیرے سامنے آ جائے گا اور تجھے جتنی دولت اور جس کام کی اس سے ضرورت ہو گی یہ اسے اسی وقت پورا کر دے گا بس۔ اس سے زیادہ تجھے اور کیا چاہیے؟ مگر یاد رکھ اگر تو نے اسے مار ڈالا تو پھر تو کچھ بھی حاصل نہ کر سکے گا۔"

سپیرے نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"گورو مہاراج! جیسا آپ نے کہا ایسا ہی ہو گا"

گورو کی روح غائب ہو گئی۔ سپیرے نے چارپائی کے نیچے لالٹین کی روشنی ڈال کر دیکھا۔ سچ مچ وہاں ایک پیتل کا چھوٹا سا لوٹا پڑا تھا۔ سپیرے نے جلدی سے لوٹا باہر نکالا۔ اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ سپیرے نے خنجر اسی وقت پھینک دیا۔ لوٹے میں سے پانی چلو میں لے کر ناگ پر چھڑکا۔ پانی کا چھڑکنا تھا کہ ناگ چارپائی سے ایک فٹ اوپر اچھل پڑا اس کے بعد وہ سمٹنا شروع ہو گیا اور سکڑتے سکڑتے ایک سانپ بن گیا جو بے ہوش تھا۔

سپیرے نے دوسری بار سانپ پر پانی چھڑکا تو سانپ نے بھی سکڑنا شروع کر دیا۔

سانپ سکڑتے سکڑتے ایک سبز رنگ کا ہیرا بن گیا۔

سپیرے کے چہرے پر خوشی کی چمک آ گئی۔ اس کے گورو نے جو کہا تھا وہی ہوا۔ اگر وہ بے سمجھی میں آ کر ناگ کو ہلاک کر ڈالتا تو ساری زندگی اس دولت سے محروم رہتا۔

سپیرے نے جلدی سے ہیرا اٹھا کر جیب میں ڈالا اور چارپائی پر لیٹ کر صبح ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

دن چڑھا تو سپیرا ہیرا لے کر بازار میں آ گیا۔ یہاں اس

نے ایک چاندی کی سفید انگوٹھی خریدی اور ہیرا اس میں جڑوا کر اپنی انگلی میں پہن لیا۔ پھیرا اس طرح خوش تھا کہ جیسے اسے ساری دنیا کی طاقت مل گئی ہے۔ سارا دن وہ پہاڑوں میں گھومتا رہا۔ تیسرے پہر وہ نگ پور شہر آ گیا۔ چونکہ وہ پرانا تجربے کار پھیرا تھا اسے معلوم تھا کہ اس پرانے شہر میں بادشاہوں کے محل کہاں کہاں ہیں۔ اسے یقین تھا کہ ان محلوں میں بادشاہوں کے خزانے کہیں نہ کہیں ضرور دفن ہوں گے۔

ایک پرانے محل کے کھنڈر میں جا کر پھیرے نے انگوٹھی کا سبز نگینہ ذرا سا رگڑا۔ رگڑنے کے ساتھ ہی ناگ سانپ کی شکل میں پھیرے کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ ناگ کی آنکھیں سرخ تھیں۔ صاف لگ رہا تھا کہ وہ سخت غصے میں ہے مگر چونکہ وہ پھیرے کے قابو میں تھا اس لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ پھیرے کو کاٹ بھی نہیں سکتا تھا۔ اسے یوں محسوس ہوتا تھا کہ اس کے اور پھیرے کے درمیان لوہے کی ایک دیوار کھڑی ہے جس کے پار وہ نہیں جا سکتا۔

پھیرے نے سانپ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اے ناگ! جلدی اس محل کے نیچے جا اور جہاں کہیں خزانہ دبا ہے اس خزانے میں سے ہیرے جواہرات کے ہار لا کر مجھے دے دے"

ناگ نے سر جھکایا اور چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ناگ آیا تو اس کے گلے میں سونے اور جواہرات کے ہار تھے۔ ہار لا کر اس نے پھیرے کے سامنے ڈھیر کر دیئے۔

پھیرے نے انگوٹھی کے نگینے کو دوبارا رگڑا تو ناگ غائب ہو گیا۔ اتنے جواہرات والے سونے کے ہار دیکھ کر پھیرے کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ اتنی دولت اس نے ساری زندگی نہیں دیکھی تھی۔ اسی وقت پھیرے نے سارے ہار گٹھڑی میں لپیٹ کر اپنی کمر کے گرد باندھ لئے اور واپس اپنی جھونپڑی میں آ گیا۔

دوسرے دن اس نے شہر کے ایک جوہری سے بات کی اور کہا کہ اس کے پاس کچھ تاریخی ہار اور جواہرات ہیں۔ جوہری نے کہا۔

"کہاں ہیں۔ مجھے دکھاؤ۔ میں تمہیں اس کی پوری پوری قیمت دوں گا۔"

پھیرا جوہری کو اپنے جھونپڑے میں لے گیا۔ جوہری نے ہار دیکھے تو دنگ رہ گیا۔ کیونکہ وہ بڑے ہی قیمتی ہار تھے۔ ہاروں اور جواہرات کو اچھی طرح دیکھنے کے بعد اس نے پھیرے سے کہا۔

"تم ان ہاروں کا کیا لو گے؟"

پیرے نے مکاری سے مسکرا کر کہا۔

"لالہ! تم جانتے ہو کہ میں پیرا ہوں۔ ساری زندگی سانپوں سے کھیلتا رہا ہوں۔ انسانوں سے کھیلنا بھی جانتا ہوں۔ اگر تم نے مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کی تو میرے سانپ تمہیں تمہارے گھر جا کر بھی ہلاک کر دیں گے۔ اس لیے جو ان ہاروں اور جواہرات کی اصل قیمت ہے اس کا تیسرا حصہ تم رکھ لو اور باقی مجھے دے دو۔ میں تمہارے ساتھ رعایت کر رہا ہوں لیکن یاد رکھو۔ ڈنڈی مارنے کی کوشش نہ کرنا"

جوہری ڈر گیا۔ اسے معلوم تھا کہ پیرا بڑا مکار جوگی ہے۔ اس کے پاس ایسے سانپ بھی ہیں جو انسان کا پیچھا کرتے ہیں اور وہ جہاں کہیں بھی ہو اڑ کر اس کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور ڈس کر مار ڈالتے ہیں۔ جواہرات اور ہار بڑے قیمتی تھے۔

جوہری نے کہا۔

"بابا! فکر نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ دھوکہ نہیں کروں گا۔ اپنا منافع رکھ کر جتنی رقم مناسب ہو گی تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

"تو پھر بتاؤ۔ تم کیا دو گے؟" پیرے نے پوچھا۔

جوہری نے کہا۔

پیرے بھائی! میں اپنا منافع جو تم نے خود مجھے دینے کا فیصلہ کیا ہے رکھ کر تمہیں پندرہ لاکھ روپے دے سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ میں ایک پائی بھی ادا نہیں کر سکتا۔ تمہاری مرضی ہے۔ تم بے شک کسی دوسرے جوہری کو جا کر دکھا سکتے ہو"

پیرے کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ کبھی وہ زندگی میں پندرہ لاکھ روپے بھی کما سکتا ہے۔ اس نے جھٹ کہا۔

"منظور ہے"

جوہری نے کہا۔

"تو پھر میرے ساتھ گھر آؤ۔ میں روپے گھر پر ہی رکھتا ہوں"

پیرے نے کہا۔

دیکھنا! اگر میرے ساتھ دھوکا کرنے کی کوشش کی تو میرے سانپ تمہیں اور تمہارے سارے گھر والوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

جوہری نے کہا۔

"بابا! کیوں بدگمانی کرتے ہو۔ تمہیں کہہ جو دیا کہ تمہارے ساتھ جو سودا ہوا ہے میں اس پر پابند رہونگا۔

تم میرے ساتھ بے دھڑک میرے گھر چلے چلو۔ اور بار دے کر اپنی رقم سنبھالو"

جوہری نے پھیرے کو ساتھ لیا اور شہر کی مختلف گلیوں بازاروں سے ہوتا ہوا اپنے مکان پر آ گیا۔ وہ پھیرے کو مکان کے تہہ خانے میں لے گیا۔ یہاں اندھیرا تھا۔ جوہری نے بتی روشن کی۔ پھیرے نے دیکھا کہ دیوار میں لوہے کی ایک بڑی الماری لگی تھی۔ جوہری نے چابیاں لگا کر نمبر ملا کر الماری کا ایک پٹ کھولا۔ اور اندر سے نوٹوں کے بنڈل نکال کر باہر لگا دیئے۔

"لو اپنے پندرہ لاکھ روپے گن کر الگ کر لو"

پھیرے نے کہا۔

"یہ کام تم ہی کرو تو اچھا ہے"

"جیسے تمہاری مرضی!"

جوہری نے پندرہ لاکھ روپے کے نوٹ گن کر الگ رکھ دیئے۔

"اسے کسی تھیلے ہی میں ڈال دو"

نوٹوں کا تھیلا بغل میں دبا کر پھیرا جوہری کے گھر سے باہر آ گیا۔ یہاں سے وہ سیدھا شہر کے ایک بینک میں گیا اور مینجر سے کہا۔

"جناب میں نے اپنی ایک باپ دادا کے وقتوں کی حویلی فروخت کی ہے۔ اس کی جو رقم ملی ہے وہ میں بینک میں جمع کرانا چاہتا ہوں"

مینجر نے سوچا کہ یہ غریب سا آدمی ہے۔ بھلا کیا جمع کرائے گا۔ اس نے پھیرے کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ بس یونہی پوچھا۔

"کتنے پیسے جمع کرانے آئے ہو بابا؟ ہم تھوڑے پیسے جمع نہیں کرتے"

پھیرے نے پوچھا۔

"بابو جی! آپ کم از کم کتنے پیسے جمع کر لیتے ہیں"

مینجر نے کہا۔

"بھئی اور کچھ نہیں تو کم از کم ایک ہزار روپیہ تو ہو"

پھیرے نے تھیلا میز پر الٹ کر کہا۔

"بابو جی! غریب آدمی ہوں۔ صرف پندرہ لاکھ روپے جمع کرانے لایا ہوں۔ گن لیجئے۔ پوری کی پوری رقم ہے"

پندرہ لاکھ کے نوٹ میز پر دیکھ کر مینجر کے ہاتھ سے قلم چھوٹ کر میز پر گر پڑا۔

"یہ — یہ اتنے سارے نوٹ! آپ تشریف رکھیں۔

آپ کھڑے کیوں ہیں۔ ارے کوئی ہے؟
سیٹھ صاحب کے لیے ٹھنڈا لاؤ۔ چائے لاؤ۔ آپ
کیا پینا پسند کریں گے سیٹھ صاحب؟"

منیجر نے ہیرے کی خوشامد کرنی شروع کر دی۔ وہ
سارا کام بھول گیا۔

ہیرا بڑا ہنسا۔ بولا۔

"اس کی کوئی ضرورت نہیں بابو جی! بس یہ میرے
روپے جمع کر کے مجھے رسید اور چیک بک دے دیں۔
کیونکہ میں کچھ رقم کاروبار میں لگانا چاہتا ہوں"

"ضرور ضرور"

منیجر تو خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ اس نے فوراً
ہیرے کے سارے پیسے جمع کروا کر رسید اور چیک
بک دے دی۔ ہیرے نے فوراً ایک چیک لکھوا کر
اس پر اپنے دستخط کیے۔

"یہ رقم نکلوا دیں"

ہیرے نے پانچ ہزار روپے نکلوا لیے اور وہاں سے
سیدھا ایک ریڈی میڈ کپڑے بیچنے والے کی دکان پر
آ گیا۔ دکان میں بڑی رونق تھی۔ امیر لوگ قیمتی کپڑے خرید
رہے تھے اور وہیں پہن رہے تھے۔ دکان کے مالک نے

ایک غریب پھٹے پرانے کپڑوں والے ہیرے کو دکان
میں داخل ہوتے دیکھا تو اسے دھتکارتے ہوئے بولا

"ارے بابا! معاف کرو۔ پھر کسی وقت آنا۔ دیکھتے نہیں
میں اس وقت کام میں مصروف ہوں — توبہ! ان فقیروں
نے تو ناک میں دم کر رکھا ہے۔ ہر پانچ منٹ کے
بعد کوئی نہ کوئی فقیر بھیک مانگنے آ جاتا ہے۔ ایسے
لگتا ہے یہ ملک ہندوستان تو فقیروں کا ملک بن کر
رہ گیا ہے"

دکان دار دوسرے گاہک کی طرف منہ کر کے بولا۔

"فرمائیے مہاراج! آپ کو کون سی شے دکھاؤں؟"

ہیرے کو اس دکاندار پر بڑا غصہ آیا۔ مگر غصے کو پی
کر بولا۔

"سیٹھ صاحب! میں فقیر نہیں ہوں۔ بلکہ گاہک ہوں
اور آپ کے ہاں کپڑے خریدنے آیا ہوں"

سیٹھ نے طنز سے ہنس کر کہا۔

"ارے بابا! کیوں ناحق پریشان کر رہے ہو۔
صبح صبح بوہنی کا وقت ہے۔ پھر کسی وقت آنا۔
ہمارے پاس کم قیمت کے سستے کپڑے نہیں ہوتے"

ہیرے نے کہا۔

"مگر میں تو مہنگے کپڑے خریدنے آیا ہوں۔ سب سے مہنگا سوٹ مجھے دکھاؤ۔"

سیٹھ پھیرے کا منہ تکنے لگا۔ دوسرے گاہک بھی دلچسپی سے دیکھنے لگے۔ سیٹھ نے منہ بنا کر کہا۔

"یہ الماری والا سوٹ دیکھ لو۔ اگر پسند ہے تو خرید لو —"

پھیرے نے کہا۔

کیا دام ہیں اس سوٹ کے؟

سیٹھ بولا۔

"دو سو روپے کا ایک سوٹ ہے۔ خرید سکو گے بابا؟"

پھیرے نے کہا۔

"اس قسم کے چھ سوٹ باندھ کر الگ رکھ دو اور ریشمی قمیص بھی دکھاؤ اور ولائتی ٹائیاں اور رومال جرابیں بھی دکھاؤ"

اس کے ساتھ ہی پھیرے نے تھیلی میں سے دو سو روپے ایک سوٹ کے حساب سے بارہ سو روپے نکال کر کاؤنٹر پر رکھ دیئے۔ اب تو دکاندار کی آنکھیں کھل گئیں۔ پریشان سا ہو گیا اور پھیرے کے آگے جھک کر بولا۔

"معاف کر دیں سیٹھ صاحب! غلطی ہو گئی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ آج کل بھی راجے مہاراجے بھکاریوں کے بھیس میں شہر کی سیر کو نکل آتے ہیں"

پھیرا ہنسا۔

"اچھا بکواس بند کرو اور مجھے ریشمی قمیص دکھاؤ"

•

سپیرے کی تلاش

●

سپیرا دکان سے نکلا تو بہترین کپڑے پہنے ہوئے تھا۔

ایک حجام کی دکان میں جا کر اس نے بالوں کو خضاب لگا کر کالا کر لیا۔ نہا دھو کر نیا لباس پہنا تو وہ نوجوان راجہ معلوم ہو رہا تھا۔ صرف اس کا رنگ کالا تھا اور جسم کمزور تھا۔ مگر اسے یقین تھا کہ اچھا کھانے پینے سے اس کا جسم بھی موٹا ہو جائے گا اور رنگ بھی سفید ہو جائے گا۔ سپیرے نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ بمبئی شہر میں جا کر جائیداد خریدے گا۔ اور کاروبار میں رقم لگائے گا۔

اسی روز وہ ہوائی جہاز میں بیٹھ کر بمبئی شہر آ گیا۔

اب ذرا ادھر عنبر اور ماریا کی بھی سنو!

سنگرام کی موت کے بعد راجہ اور رانی پریشان ہو گئے۔ راجہ نے خود راجکمار کو مارنے کی سکیم بنا ڈالی اور ایک رات پہاڑی شہر سے بھیس بدل کر سیدھا اس ہوٹل آ گیا اور ایک سیٹھ کی شکل میں وہاں ٹھہر گیا۔

عنبر و ماریا تو ناگ کے لئے پریشان تھے۔

"ابھی تک ناگ واپس کیوں نہیں آیا؟ اس نے سنگرام کو مار ڈالا اور خود کہاں غائب ہو گیا ہے؟"

ماریا نے کہا۔

"میرا خیال ہے کسی خاص وجہ سے رک گیا ہو گا۔ بس آنے ہی والا ہو گا۔"

ماریا کے اس جواب سے عنبر کو کچھ حوصلہ ہوا۔ راجکمار اور بڑی رانی بھی ناگ کے لئے پریشان تھی۔ لیکن وہ سوائے ناگ کا انتظار کرنے کے اور کچھ نہ کر سکتے تھے۔ شام کو عنبر نے ایک ڈاڑھی والے بوڑھے سیٹھ کو دیکھا کہ کرسی پر بیٹھا اخبار پڑھ رہا ہے۔ عنبر قریب سے گذرنے لگا تو سیٹھ نے جھک کر سلام کیا۔

"حضور کو دیکھ کر مجھے اپنا بھائی یاد آ گیا! آپ کہاں کے رہنے والے ہیں حضور؟ میرا خیال ہے اگر خدا جھوٹ نہ بلوائے تو آپ ضرور ملک مصر کے رہنے والے ہیں۔"

عنبر اس بوڑھے ڈاڑھی والے سیٹھ کی عقل مندی پر بڑا خوش ہوا۔

"مگر آپ کو سیٹھ صاحب کیسے پتہ چلا کہ میں مصر

کا رہنے والا ہوں؟

سیٹھ ہنسا۔ یہ سیٹھ اصل میں راجہ تھا جو راجکمار اور بڑی رانی کو قتل کرنے کی غرض سے اس ہوٹل میں آکر ٹھہرا ہوا تھا۔ کہنے لگا۔

"حضور! میں علم نجوم کا بھی ماہر ہوں۔ اگر آپ اپنا ہاتھ دکھائیں تو دیکھ کر معلوم کر لوں گا کہ آپ کی شادی کب ہو گی! دلہن کیسی ہو گی"

عنبر نے ہاتھ آگے کر دیا۔

سیٹھ نے کہا۔

"حضور ایسے نہیں۔ یا میرے کمرے میں تشریف لائیں یا خود مجھے اپنے دولت خانے پر بلائیں۔ بڑے سکون سے قسمت کا سارا حال بتا دوں گا"

عنبر نے کہا

"بارہ نمبر کمرے میں آ جانا"

"شکریہ!"

راجہ یہی تو چاہتا تھا کہ اس کمرے میں جا کر خود اپنی آنکھوں سے راجکمار اور بڑی رانی کو دیکھ لے اس کا موقع خود عنبر نے اسے مہیا کر دیا۔ شام کے بعد ہی راجہ کمرہ نمبر بارہ میں آ گیا۔ عنبر نے اسے اندر

ہو کر راجکمار اور رانی سے ملایا۔

"نجومی صاحب ہیں۔ قسمت کا حال بتا رہے تھے۔ میں نے کہا کہ کمرے میں آ کر میری والدہ اور بھائی کی قسمت کا حال بھی بتا دو۔"

بڑی رانی نے گہری نظر سے نجومی کو دیکھا۔ راجکمار بھی خاموش رہا۔ اصل میں ان لوگوں کو ہر اجنبی سے ڈر لگتا تھا۔ ورنہ ایسی بات نہیں تھی کہ انہوں نے راجہ کو پہچان لیا ہے نہیں۔ راجہ نے اتنا مکمل اور زبردست بھیس بدلا ہوا تھا کہ اسے اس کی رانی بھی نہیں پہچان سکتی تھی۔

عنبر نے کہا۔

"نجومی سیٹھ! ہمارے بھائی کا ہاتھ دیکھو"

راجہ نے جب اپنی آنکھوں سے رانی اور راجکمار کو دیکھا تو بڑا خوش ہوا ایک مرحلہ تو طے ہو گیا تھا۔ اب انہیں گولی سے مارنا کوئی مشکل بات نہیں تھی۔ پستول اس نے اپنے کمرے کی الماری میں رکھ دیا تھا۔ یہی اس سے غلطی ہو گئی، نہیں تو وہ اسی وقت ان تینوں کو مار سکتا تھا۔ ماریا بھی پاس ہی ایک آرام کرسی پر بیٹھی تھی جس کی راجہ کو کوئی خبر نہیں تھی۔ مگر ماریا اس کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہی تھی۔ اس نے ابھی تک منہ سے کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ

ایک اجنبی کے سامنے بولنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ نجومی راجہ ہی ہی کرتا ہوا راجکمار کے بستر کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ تھام کر غور سے دیکھنے لگا اور بولا۔

"بھگوان کی دیا سے قسمت میں تخت لکھا ہے۔ بڑی دولت ہے۔ بڑی کھلی قسمت ہے۔ مگر کچھ پریشانیاں ہیں۔ بھگوان دور کر دے گا۔ ضرور دور کر دے گا"

رانی ماں نے جب دیکھا کہ نجومی ٹھیک ٹھیک قسمت کا حال بیان کر رہا ہے تو وہ بڑی متاثر ہوئی بولی۔

"بابا! یہ بتاؤ کہ ہمیں کب تخت ملے گا؟"

عنبر چونکا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ رانی ماں اس سے یہ بات کھول کر پوچھے۔

مگر بڑی رانی پوچھ ہی بیٹھی تھی۔ راجہ نے کہا۔

"بہن! تخت اس لڑکے کو مل کر رہے گا"

دل میں راجہ نے کہا۔

"میں تو اس کمینے کی ہڈی پسلی توڑ ڈالوں گا۔ یہ تخت کیا اس کو قبر کا تختہ دوں گا"

اوپر سے مسکرا کر بولا۔

"بھگوان کی مرضی سے تخت ضرور ملے گا۔ بڑی جلدی

ملے گا۔ اسی سال میں ملے گا۔ ضرور ملے گا۔ ہی ہی ہی ہی۔!"

عنبر کے کان کے قریب آ کر ماریا نے سرگوشی میں کہا۔

"مجھے یہ کوئی دھوکے باز لگتا ہے۔ ذرا اس کو تنہائی کا موقع دو۔ میں اس کی نگرانی کر کے معلوم کروں گی کہ یہ اصل میں کون ہے"

عنبر نے نجومی سے کہا۔

"ساتھ والے کمرے میں میں تمہیں ایک نقشہ دکھانا چاہتا ہوں۔ ذرا دیکھ کر معلوم کرو کہ یہ کیسا نقشہ ہے؟"

"ضرور ضرور۔ چلو بیٹا چلو"

عنبر راجہ نجومی کو لے کر ساتھ والے کمرے میں آ گیا۔ یہاں اس نے دراز میں سے ایک پرانا سا نقشہ نکال کر اس کے آگے رکھ دیا۔

"یہ دیکھو کہ یہ کیا شے ہے؟"

نجومی راجہ نے نقشے کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ اسے مصروف دیکھ کر عنبر نے کہا۔

"میں تمہارے لیے کچھ کھانے کو کہہ آؤں ابھی آیا"

عنبر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی راجہ نے بڑی مکار آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کر دیا۔ اٹھ کر اس نے کھڑکی کے پٹ کھول

کر دیکھے۔ وہ رات کو اِدھر ہی سے آ کر رانی وغیرہ کو
ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ ماریا اس کی یہ حرکت دیکھ رہی تھی۔
راجہ کو کوئی خبر نہیں تھی۔ ماریا کو راجہ کی حرکتیں پراسرار
لگ رہی تھیں۔ راجہ نے منہ سے کچھ نہ کہا اور وہ بار بار
کھڑکی میں سے نیچے جھانک رہا تھا۔ گویا یہ اندازہ کرنے
کی کوشش کر رہا تھا کہ جب وہ رات کو وہاں آئے
گا تو اسے کسی قسم کی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔
ماریا یہ سب کچھ دیکھتی رہی۔ اتنے میں عنبر اندر آ گیا
نجومی راجہ جلدی سے اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

عنبر نے پوچھا۔

"کچھ پتہ چلا کہ نقشہ کس شے کا ہے؟"

راجہ بولا۔

"بیٹا! پڑھنے کی کوشش کر رہا ہوں؟"

عنبر نے کہا۔

"آیئے ساتھ والے کمرے میں پہلے چائے پی لیں۔
پھر یہ نقشہ بھی دیکھ لیں گے"

ساتھ والے کمرے میں میز پر چائے کے ساتھ
کھانے کی چیزیں رکھی تھیں۔

نجومی کو راجکمار کے ساتھ بٹھا کر عنبر اکیلے کمرے

میں آ گیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی آئی۔ اس نے پوچھا۔

"کیوں ماریا کیا خیال ہے؟"

ماریا نے کہا۔

"بڑا خطرناک آدمی لگتا ہے۔ خیال ہے آج رات
اسی کمرے کی گلی والی کھڑکی سے یہ حملہ کرے گا۔ میں آج
کی رات اسی کمرے میں سوؤں گی۔"

"یہ بات ہے؟"

"ہاں! بڑی پر اسرار حرکتیں کر رہا تھا یہ شخص کبھی کھڑکی
میں سے جھانک کر نیچے دیکھتا۔ کبھی کھڑکی کی کنڈی کا اندازہ
کرتا۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر یہ بات ہے تو تم اسی کمرے میں
رہنا۔ میں دوسرے کمرے میں چوکس رہوں گا۔ یہ بدبخت
یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکتا۔"

ماریا نے کہا۔

"لگتا ہے اسے راجہ نے بھیجا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ اس وقت تو ہم اسے کچھ نہیں کہہ سکتے۔
لیکن رات کو دیکھ لیں گے۔"

راجہ نجومی اگلے روز آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔
کمرے میں آتے ہی [illegible] پستول نکال کر اسے صاف

کیا اور اس میں گولیاں بھر دیں گولیاں بھر کر وہ نیچے لاؤنج
آگیا اور ادھر ادھر گھوم پھر کر وقت گذارنے لگا۔ جب ر
گہری ہوگئی تو وہ اپنے کمرے میں آگیا۔ یہاں اس نے لبا
تبدیل کیا۔ پستول اپنی جیب میں رکھا۔ چہرے پر سیاہ کپ
باندھا اور خاموشی سے اپنے کمرے کی کھڑکی سے نکل
نیچے گلی میں آگیا۔ اوپر تیسری منزل میں راجکمار کی کھڑکی
راجہ نے کمند نکال کر زور سے اوپر پھینکی۔ کمند اڑ گئی۔ را
نے اسے کھینچ کر دیکھا۔ مضبوطی سے کمند اڑ چکی تھی۔

راجہ نے اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔

کھڑکی کے پاس آ کر اس نے کھڑکی کے پٹ کو ہا
لگایا تو وہ کھل گیا۔

راجہ بڑا خوش ہوا۔ اس نے سوچا۔

"یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے کھڑکی کھلی ہوئی ملی۔
بدنصیب لوگ کھڑکی کو اندر سے چٹخنی لگانا بھول گئے
تھے۔"

اسے کیا معلوم تھا کہ عنبر نے جان بوجھ کر کھڑکی کھلی رکھ
تھی۔ گویا پنجرے کا دروازہ کھول دیا گیا تھا تاکہ راجہ آئے
اور پنجرے میں آ کر پھنس جائے راجہ کھڑکی میں سے کمرے
میں کود گیا۔ کمرہ خالی تھا۔ کونے والا مدھم نیلا لیمپ جل ر

تھا۔ راجہ نے کمرے میں گھوم پھر کر جائزہ لیا کہ وہاں کوئی
ہے تو نہیں۔ اس کے خیال میں وہاں کوئی نہیں تھا۔ مگر ماریا
کونے میں کھڑی اس کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔ جونہی
راجہ نے جیب سے پستول نکال کر روشنی میں اسے کھول
کر دیکھا کہ گولیاں ٹھیک ٹھاک ہیں تو ماریا ہوشیار ہو گئی۔

اس کا خیال ٹھیک نکلا تھا۔ یہ شخص قاتل تھا اور راجہ نے
اسے راجکمار اور بڑی رانی ماں کو ہلاک کرنے کے لئے
ہی بھیجا تھا۔ راجہ نے پستول میں گولیاں وغیرہ دیکھ کر
اسے بند کر کے ہاتھ میں لیا اور ہولے ہولے قدم اٹھاتا
دروازے کی طرف بڑھا تاکہ دوسرے کمرے میں جا کر راجکمار
وغیرہ کا کام تمام کر دے۔ ماریا چوکس ہو چکی تھی۔ جونہی راجہ
دروازے کے پاس آیا ماریا نے پیچھے سے ایک زوردار
مکا اس کی گردن پر مارا۔

راجہ بوکھلا کر فرش پر گرا اور پستول چلا دی۔

ٹھائیں کی آواز سے سارا کمرہ گونج اٹھا۔ دوسرے کمرے
سے عنبر بھاگا بھاگا آیا۔ اس نے بتی روشن کر دی۔ کمرہ
روشن ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہی بوڑھا نجومی منہ پر سیاہ
کپڑا لپیٹے فرش پر پستول لئے پڑا ہے۔ عنبر کو دیکھ کر اس
نے پستول تان دیا۔

"ہینڈز اپ۔ خبردار۔ اگر ذرا ہلے تو گولی چلا دوں گا"
بدنصیب کو کیا خبر تھی کہ وہ دونوں طرف سے گھر
ہے۔ اس کی ایک جانب ماریا کھڑی ہے اور دوسری طرف
عنبر۔ جس پر گولی اثر ہی نہیں کر سکتی۔

عنبر ذرا نہ گھبرایا۔ بولا۔

"تم کون ہو؟ اگر سچ سچ بتا دو گے تو میں تمہیں کچھ
نہ کہوں گا۔ کیا تمہیں راجہ نے بھیجا ہے کہ راجکمار
اور بڑی رانی کو گولی مار کر ہلاک کر دو؟"

نجومی راجہ ہنسا۔

"کتنے بھولے ہو کہ پستول میرے ہاتھ میں ہے اور
دھمکی تم دے رہے ہو۔ ارے! میں اگر چاہوں تو ابھی گولی
مار کر تمہیں ہلاک کر سکتا ہوں"

عنبر نے کہا۔

"تم اگر گولی بھی چلا دو تو مجھے نہیں مار سکتے۔ بہر حال
میں سمجھ گیا ہوں۔ تم راجہ کے آدمی ہو۔ اب تم یہاں سے
زندہ نہیں جاؤ گے۔ جیسا حشر راجہ کے پہلے آدمیوں کا ہوا
ہے ویسا ہی حشر تمہارا ہو گا"

راجہ نے پستول کا فائر کر دیا۔ گولی عنبر کے سینے میں لگی اور
لگ کر فرش پر گر پڑی۔ راجکمار گولی کی آواز سن کر اندر آ

لگا تو عنبر نے چیخ کر کہا۔

"خبردار اندر مت آنا۔ ذرا ہٹ کر کھڑے رہو"

راجکمار جلدی سے پرے ہٹ گیا۔ ماریا نے قہقہہ لگا
کر کہا۔

"سچ سچ بتا دو کہ تم کون ہو؟"

راجہ نے جو ایک ایسی عورت کے قہقہے کی آواز سنی جو
اسے نظر ہی نہیں آ رہی تھی تو وہ بڑا حیران ہوا۔ ماریا نے
پیچھے سے آ کر راجہ کے ہاتھ پر زور سے ہاتھ مارا۔ اس کا
پستول چھوٹ کر دور جا گرا۔ عنبر نے پستول اٹھانے کی بالکل
کوشش نہ کی۔ راجہ نے آگے بڑھ کر پستول اٹھانا چاہا تو
ماریا نے پیچھے سے آ کر اسے دھکا دیا۔ وہ لڑھکتا ہوا
دور جا گرا۔ راجہ بڑا پریشان تھا کہ یہ اسے کون دھکے دے
رہا ہے۔ عنبر آرام سے کھڑا تھا۔ راجہ اٹھنے لگا تو ماریا
نے پستول اٹھا لیا۔ دیکھتے دیکھتے پستول فرش پر سے غائب
ہو گیا۔

راجہ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے۔ گھبرا گیا۔ سمجھ
گیا کہ جادوگروں کے پاس پھنس گیا ہے۔ اتنے میں ماریا نے
پستول کی گولی چلا دی۔ گولی راجہ کے پاؤں کے پاس فرش پر
لگی۔ وہ اچھلا۔ عنبر نے کہا۔

"ماریا! اس کو ختم کر دو۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں"

راجہ بوکھلا گیا۔ اور تو اسے کچھ نہ سوجھا۔ دوڑ کر کھڑ
میں سے باہر کود گیا۔ وہ یہ بھول ہی گیا کہ وہ تین منزلوں سے
نیچے کود رہا ہے۔

سچ ہے جب مصیبت آتی ہے تو آدمی کی عقل کام نہیں
کرتی۔ نیچے گلی میں گرتے ہی اس کی ہڈی پسلی ایک ہو گئی
عنبر لپک کر نیچے آیا۔ جھک کر دیکھا تو نجومی کا کپڑ
کھل گیا تھا اور ڈاڑھی جو نقلی تھی اتر چکی تھی۔

"ارے! یہ تو راجہ ہے"

ماریا نے کہا۔ "جلدی سے اوپر آ جاؤ۔"

عنبر اور ماریا اوپر کمرے میں آ گئے۔ آتے ہی انہوں
نے راجکمار اور بڑی رانی کو یہ خوش خبری سنائی کہ راجہ
مر چکا ہے۔

"اب ساری جائیداد اور گدی تمہاری ہے۔ تم
لوگ جس وقت چاہو جا کر قبضہ کر سکتے ہو"

راجہ کی لاش اٹھا کر پولیس لے گئی۔ دوسرے روز
اخباروں میں خبر چھپی کہ راجہ ایک ہوٹل کی گلی میں مردہ پائے
گئے۔ خیال ہے کہ کسی نے انہیں ڈنڈے مار مار کر ہلاک

کر دیا ہے۔ کیونکہ ان کے سر کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی۔

تین روز بعد گدی پر راجکمار اور بڑی رانی نے قبضہ کر لیا۔
اب عنبر اور ماریا ان سے رخصت لے کر واپس رائل ہوٹل
میں آ گئے اور سوچنے لگے کہ ناگ کے ساتھ کیا گزری جو وہ
ابھی تک نہیں پہنچا؟

"میرا خیال ہے عنبر! وہ ضرور کسی مصیبت میں پھنس گیا ہے۔
نہیں تو ایسا کبھی نہیں ہو سکتا تھا کہ سنگرام کو موت کے منہ
میں پہنچانے کے بعد وہ سیدھا یہاں نہ آتا۔"

عنبر بولا۔

"تمہارا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔ پھر تمہارا کیا
خیال ہے؟"

ماریا نے کہا۔

"میرا تو خیال ہے کہ ہمیں پہاڑ پر چل کر خود ناگ کو
تلاش کرنا چاہیئے"

عنبر نے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر تم اسی ہوٹل میں ٹھہرو۔ میں خود
جا کر اسے تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہوں"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی ناگ کے ساتھ ہی غائب ہو
جاؤ اور میں یہاں اکیلی رہ جاؤں"

عنبر نے کہا۔

"نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ تم میرا انتظار کرنا میں بہت جلد واپس آ جاؤں گا"

"جیسے تمہاری مرضی"

رات آرام کرنے کے بعد اگلے روز صبح عنبر نے گرم کپڑے ساتھ لیے اور ایلورا پہاڑ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ ایک ٹیکسی کار میں سفر کر رہا تھا۔ ماریا پیچھے رہ گئی تھی۔ عنبر نے ہوٹل کی کاؤنٹر گرل کو بتایا تھا کہ وہ کچھ روز کے لئے پہاڑ پر جا رہا ہے۔ اس دوران میں کمرہ بند رہے گا اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہو گی

لڑکی نے کہا۔

"مگر جناب! صفائی وغیرہ کا کیا ہو گا؟ آخر کمرے کی صفائی بھی تو کرنی ہوتی ہے"

عنبر نے کہا تھا۔

"ہرگز نہیں۔ کمرے کی صفائی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں دو ایک روز میں واپس آ رہا ہوں"

"ٹھیک ہے جناب"

پہاڑ پر پہنچ کر عنبر نے پائن ہوٹل میں کمرہ لے لیا۔ جاتے ہی اس نے گرم پانی سے غسل کیا۔ کھانا کھایا اور کپڑے بدل

کر ایلورا پہاڑی شہر کی سڑکوں پر گھوم پھر کر ناگ کی تلاش شروع کر دی۔ مگر اس طرح ناگ کو تلاش کرنا بے فائدہ تھا۔ کیونکہ وہاں کوئی بھی ناگ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اور پھر ناگ کسی ہوٹل میں بھی نہیں ٹھہرا تھا۔ سارا دن عنبر سڑکوں پر ادھر ادھر تلاش کرتا پھرا۔ شام کو تھک ہار کر کمرے میں آ کر لیٹ گیا۔

رات کے کھانے کے لئے وہ نیچے ڈائننگ ہال میں آیا تو وہاں شہر کے کچھ لوگ جمع تھے۔

عنبر نے دیکھا، کچھ لوگ ایک جگہ تاش کھیل رہے تھے۔ عنبر اکیلا ہی میز پر بیٹھا تھا۔ ایک آدمی نے آ کر کہا۔

"اگر برا نہ مانیں تو کیا آپ ہمارے ساتھ تاش کھیلنا پسند کریں گے؟"

عنبر بھی بڑا بور ہو رہا تھا۔ بولا۔

"شکریہ میں ضرور پسند کروں گا"

عنبر ان کے ساتھ بیٹھ کر تاش کھیلنے لگا۔ باتوں باتوں میں انہوں نے عنبر سے پوچھا۔

"معاف کیجئے گا آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا یہاں کیا آپ پہاڑ پر موسم کا مزا لینے آئے ہیں یا کسی کاروباری کام کی وجہ سے؟"

عنبر نے سوچا کہ کیوں نہ ان لوگوں سے ناگ کے بارے میں پوچھا جائے۔ شاید یہ کچھ بتا دیں۔

عنبر نے کہا۔

"اصل میں میرا ایک چھوٹا بھائی یہاں آیا تھا۔ اس کے بعد اس کی کوئی خبر نہیں ملی کہ کہاں گیا؟ میں اس کی تلاش میں آیا ہوں"

ایک آدمی نے پوچھا۔

"اس کا حلیہ کیا تھا؟"

عنبر نے کہا۔

"میرے پاس اس کی تصویر موجود ہے"

اور عنبر نے تصویر نکال کر ان کے سامنے رکھ دی۔

اتفاق سے ان لوگوں میں وہ نیک دل آدمی بھی بیٹھا تھا جس نے بے ہوش ناگ کو اپنی گاڑی میں ڈال کر بسوں کے اڈے تک پہنچایا تھا۔ اس نے ناگ کی تصویر کو دیکھتے ہی اسے پہچان لیا۔

"ارے اس کو تو میں جانتا ہوں"

عنبر نے جلدی سے پوچھا۔

"آپ نے اسے دیکھا ہے؟"

وہ آدمی بولا۔

"کچھ دن ہوئے میں پہاڑ کی اوپر والی سڑک سے گزر رہا

تھا کہ ایک بوڑھے سیاہ فام دبلے پتلے آدمی نے پیچھے سے آواز دے کر روکا۔ میں مڑا تو اس آدمی نے ایک نوجوان کو زمین پر لٹا رکھا تھا۔ وہ نوجوان یہی تھا جس کی آپ نے تصویر دکھائی ہے۔ یہ بے ہوش تھا۔ وہ بوڑھا بولا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ اسے مرگی کا دورہ پڑ گیا ہے میری مدد کرو۔ میں گھر جا کر گاڑی لایا اور اس میں دونوں کو بٹھا کر بس کے اڈے پر چھوڑ گیا"

"پھر"

"پھر کچھ بھی نہیں۔ میں گھر واپس آ گیا۔ اس کے بعد میں نے اس شخص کو کبھی نہیں دیکھا"

عنبر ناگ کے بارے میں یہ سن کر پریشان ہو گیا کہ ایک سیاہ فام قسم کا بوڑھا اسے بے ہوش کر کے کہیں لے جا رہا تھا۔ آخر وہ کون تھا؟ عنبر ساری رات سوچتا رہا۔ اس آدمی نے سپیرے کا صرف اتنا حلیہ اور بتایا تھا کہ اس بوڑھے کے کانوں میں سوراخ تھے اور چاندی کی بالیاں پڑی تھیں۔ عنبر نے سوچا کہ وہ شخص کون ہو سکتا ہے اور وہ ناگ کو بے ہوش کر کے کہاں لے جا رہا تھا؟ ظاہر ہے اس نے ناگ کو کوئی دوائی سنگھا کر بے ہوش کیا ہو گا۔

اسے اتنی مہلت ہی نہیں دی ہو گی کہ ناگ اپنا بچاؤ کر سکتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بڑا چالاک بوڑھا ہو گا۔

دوسرے اس بوڑھے کو ناگ کی اصلیت کا پتہ ہوگا۔ ورنہ کسی عام شخص کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ ناگ کو بے ہوش کرنے کی مصیبت مول لیتا پھرے۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر وہ ضرور کوئی سپیرا ہوگا۔ سپیرے کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا تو پھر یہاں سپیروں کو تلاش کر کے ناگ کے بارے میں تفتیش کرنی چاہیئے۔

دوسرے روز عنبر پہاڑوں کے اردگرد سپیروں کی تلاش میں گھومتا پھرا۔ اسے کوئی سپیرا نہ ملا۔ آخر تھک ہار کر وہ ایک جگہ بیٹھا ہی تھا کہ اسے بین بجانے کی آواز سنائی دی۔ وہ چونکا اور بین کی آواز پر چل پڑا۔ تھوڑی دور جا کر دیکھا کہ ایک بوڑھا سپیرا بین بجا کر بچوں کو خوش کر رہا ہے۔

عنبر بھی اس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ جب سپیرا بین بجا کر فارغ ہوا تو بچوں نے اسے کچھ پیسے دیئے۔ پھر جب وہ اکیلا رہ گیا تو ادھر ادھر کی باتوں کے بعد عنبر نے اس سے پوچھا کہ کیا اس نے کسی ایسے سپیرے کو بھی دیکھا ہے جو سب سے زیادہ تجربہ کار ہو اور جسے کسی ایسے سانپ کی تلاش ہو جس کو قابو میں کر کے وہ امیر ہو جائے؟

سپیرا بولا۔

"بابو جی! ایسی باتیں تو قصے کہانیاں بن کر رہ گئی ہیں۔ بھلا

اب ایسے سانپ کہاں جو انسان بن کر ہماری طرح رہیں؟"

"پھر بھی کبھی تم نے کسی ایسے سپیرے کا ذکر سنا ہے جس کو اس قسم کے سانپ والے انسانوں کو تلاش کرنے کی فکر ہو؟"

سپیرے نے دماغ پر زور دے کر کہا۔

"ہمارے قبیلے میں ساور کر نام کا ایک ہی سپیرا تھا جس کو ہر وقت اس قسم کی باتوں کی ٹوہ رہتی تھی۔"

"کہاں ہے وہ سپیرا ساور کر؟"

"سنا تھا کئی روز ہوئے یہاں سے چلا گیا ہے۔"

"کہاں"

"یہ معلوم نہیں۔ قبیلے والے کہتے تھے کہ اسے کوئی زمین میں چھپا ہوا خزانہ مل گیا ہے اور آج کل شاید وہ بمبئی شہر میں مزے کر رہا ہے۔"

"خزانہ؟"

"جی ہاں"

اتنا کہہ کر سپیرا چلا گیا۔

عنبر کو کافی کھوج مل گیا تھا۔ ظاہر ہے ساور کر سپیرے کو ناگ ہی ملا تھا۔ یہی وہ بوڑھا سپیرا ہے جس نے ناگ کو بے ہوش کر کے کسی عمل سے قابو میں کر لیا ہے اور اس کی مدد سے زمین کے اندر کے خزانے حاصل کر رہا ہے۔ تو

گویا اب اسے بمبئی جانا پڑے گا۔ اس نے اسی وقت سامان باندھا اور ناگ پور آ گیا۔

ساری باتیں ماریا کو بیان کیں اور دوسرے روز ہوائی جہاز میں سوار ہو کر بمبئی کی طرف روانہ ہو گیا۔

●

کالا پھن

سپیرے نے بمبئی شہر میں سمندر کے کنارے اپنا دفتر بنا لیا تھا۔

بڑا شاندار دفتر تھا جس میں شیشے لگے تھے۔ ناگ کو اس نے انگوٹھی میں قابو کر رکھا تھا۔ اس سے ہر دوسرے مہینے وہ خزانے کی دولت منگوا لیتا اور عیش کرتا تھا۔ کتنے لوگ اس نے نوکر رکھے ہوئے تھے۔ اس کی ایک سیکرٹری مس کیٹی تھی۔ ادھر عنبر بھی بمبئی کی بندرگاہ پر پہنچ گیا۔ ہوائی اڈے سے وہ سیدھا شہر کے اندر ایک شاندار ہوٹل میں پہنچا۔ وہاں ایک کمرہ کرائے پر لیا اور شہر کی سیر کو نکل کھڑا ہوا۔ عنبر کو اتنا معلوم ہو گیا تھا کہ سپیرے کا نام ساورکر ہے۔ لیکن مصیبت یہ تھی کہ سپیرے نے یہاں اپنا نام ایس مکرجی رکھا ہوا تھا۔

ہوٹل میں واپس آ کر سب سے پہلا کام عنبر نے یہ کیا کہ منیجر سے پوچھا کہ شہر میں ساورکر نام کا کوئی

کاروباری آدمی رہتا ہے؟

منیجر نے ہنس کر کہا۔

"مسٹر! یہ ایک بہت بڑا شہر ہے یہاں ہزاروں ساورکر نام کے لوگ رہتے ہیں۔ تم کیسے اس کو تلاش کرسکو گے؟ یہ بتاؤ کہ وہ کام کیا کرتا ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"سنا ہے کوئی اعلیٰ کاروبار کرتا ہے۔ امیر آدمی ہے"

عنبر کو معلوم تھا کہ سپیرے نے ناگ کی مدد سے کافی دولت حاصل کرلی ہوگی اور بڑے ٹھاٹھ سے زندگی بسر کر رہا ہوگا۔ منیجر نے کچھ سوچ کر کہا۔

"اس کے لئے بہتر ہے کہ ہم ٹیلی فون ڈائریکٹری میں دیکھتے ہیں کہ ساورکر نام کی کوئی کمپنی ہے؟"

منیجر نے ڈائریکٹری دیکھنا شروع کردی۔ آخر تنگ آکر بولا۔

"مسٹر! یہ کتاب تم لے جاؤ اور کمرے میں بیٹھ کر دیکھو کہ ساورکر نام کی کوئی کمپنی ہے؟ اگر ہے تو کہاں ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ شکریہ"

عنبر کتاب لے کر کمرے میں آگیا۔ سارا دن وہ کتاب

پڑھتا رہا۔ ساورکر نام کی کوئی فرم نہیں تھی۔ صرف ایک فرم تھی جس کا نام ایس مکرجی لکھا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ یہاں فون کرکے پتہ کرتے ہیں۔ اس نے فون کیا تو دوسری طرف سے سیکرٹری کیٹی بولی۔

"ہیلو۔ ایس مکرجی اینڈ کمپنی"

"دیکھیں محترمہ! یہ بتائیں کہ کیا اس کمپنی کے مالک کا نام ساورکر ہے؟"

"جی ہاں! مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

عنبر کو صرف اتنا ہی معلوم کرنا تھا۔ اس نے کیٹی کو کوئی جواب نہ دیا اور ٹیلی فون بند کردیا۔ اس نے پتہ دیکھا۔ ایس مکرجی نام کی فرم کا دفتر سمندر کے کنارے تھا۔ عنبر وہاں پہنچ گیا۔ یہ فرم بڑی بڑی بلڈنگیں بنانے کا ٹھیکہ لیتی تھی۔ عنبر نے سیدھا اندر جاکر سیکرٹری کیٹی سے ملاقات کی اور کہا۔

"محترمہ! میرا نام گل خان ہے۔ میں پشاور سے آیا ہوں۔ میں اپنے شہر میں ایک کمرشل بلڈنگ بنانا چاہتا ہوں"

مس کیٹی نے کہا۔

"آپ منیجر صاحب سے جاکر مل لیں"

اس نے فون کرکے منیجر کو بتایا کہ ایک گاہک پشاور سے آیا ہے۔ اس نے کہا۔ اندر بھیج دو۔

عنبر نے مینجر سے جا کر ہاتھ ملایا۔ اس نے بڑی عزت سے بٹھایا اور چائے منگوائی۔ عنبر نے وہی بات دہرائی کہ وہ پشاور میں ایک عمارت بنوانا چاہتا ہے۔ ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ اس دوران میں عنبر نے معلوم کر لیا کہ مالک کا نام ساورکر ہے اور اس نے ابھی ابھی لاکھوں روپے کا کاروبار شروع کیا ہے اور وہ خود وہاں سے دس میل دور سمندر کنارے ایک خوبصورت بنگلے میں رہتا ہے۔

عنبر کو یقین تھا کہ یہ ساورکر وہی پیپرا ہے جس نے کسی طرح سے ناگ کو قابو میں کر رکھا ہے۔ اس نے مینجر سے کہا۔

"کیا آپ کے ساورکر صاحب دبلے پتلے سے سانولے ہیں؟"

"ہاں بالکل ایسے ہی ہیں۔ بڑے اچھے انسان ہیں۔ کہتے ہیں انہیں ورثے میں لاکھوں کی جائیداد ملی تھی۔"

"بہت خوب! اچھا تو میں پھر حاضر ہوں گا"

"ضرور۔ ہم ہر خدمت کے لئے حاضر ہیں۔"

"شکریہ"

عنبر دفتر سے نکل کر باہر آگیا۔ ٹیکسی میں بیٹھا اور جو

پتہ مینجر نے بتایا تھا اس طرف روانہ ہوگیا۔ دس بارہ میل سمندر کنارے سڑک پر سفر کرنے کے بعد اسے دور پہاڑی پر ایک سفید بنگلہ نظر آیا۔

"ڈرائیور! گاڑی اس بنگلے کی طرف لے چلو"

"ٹھیک ہے صاحب!"

تھوڑی دیر بعد عنبر ساورکر کے بنگلے سے تھوڑی دور گاڑی سے اتر رہا تھا۔ اس نے ٹیکسی والے کو کرایہ دے کر رخصت کر دیا۔ اکیلا ایک درخت کے پیچھے کھڑے ہو کر بنگلے کے باغ کو تکنے لگا۔ باغ میں ہری بھری گھاس میں دھوپ کھلی تھی اور دو تین آرام کرسیاں رکھی تھیں۔ اتنے میں ایک عورت ہاتھ میں ٹرے لئے آئی اور میز پر شربت کا گلاس رکھ کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد ایک دبلا پتلا سفید سوٹ والا سانولا سا آدمی کمرے سے نکل کر باغ میں آیا اور آرام کرسی پر بیٹھ کر شربت پینے لگا۔

عنبر نے اسے غور سے دیکھا اور سمجھ گیا کہ یہی وہ پیپرا ہے۔ سوچنے لگا اب اس سے ملاقات کیسے کی جائے؟

کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ کوٹھی کے دروازے پر آیا اور گھنٹی بجائی۔۔۔۔۔۔ گھنٹی کی آواز پر ایک وردی والا نوکر بھاگتا ہوا گیٹ پر آیا۔

"کس سے ملنا ہے؟"

"ساورکر صاحب سے ملنے حاضر ہوا ہوں۔"

"تشریف لائیے"

نوکر عنبر کو لے کر باغ میں آ گیا۔

"آپ سے ملئے"

عنبر نے ساورکر کو سلام کیا۔ ساورکر نے نوکر کو رخصت کرتے ہوئے عنبر کو سر سے لے کر پاؤں تک غور سے دیکھا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"فرمائیے! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

عنبر نے کہا۔

"جناب کی بہت تعریف سنی تھی۔ خیال ہے کہ پشاور شہر میں ایک شاندار تجارتی عمارت آپ کی فرم سے بنواؤں"

پیپرے نے کہا۔

"تو پھر اس کے لئے آپ کو میرے مینجر صاحب سے ملنا چاہیئے تھا"

"جی وہ تو میں مل چکا ہوں۔ اس وقت تو میں صرف آپ سے ملنے آیا ہوں"

پیپرے کا لہجہ دیہاتی اور ان پڑھ لوگوں ایسا تھا۔ کہنے لگا۔ "معاف کیجئے گا۔ میرا وقت بڑا قیمتی ہوتا ہے۔ آپ

پھر کسی وقت تشریف لائیں"

عنبر نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو پریشان کیا"

پیپرے نے کہا۔

"پریشان تو میں پہلے ہی تھا مگر آپ نے آ کر زیادہ پریشان کر دیا ہے"

"خیریت تو ہے؟ آپ پریشان کیوں تھے؟"

پیپرے نے کہا۔

"میری بیوی سخت بیمار ہے۔ ابھی ابھی اس کے پاس سے اٹھ کر آ رہا ہوں۔ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟ اسے کہاں جا کر دکھاؤں؟"

عنبر دل میں بڑا خوش ہوا کہ اس شخص سے دوستی کرنے کا طریقہ اپنے آپ نکل آیا ہے۔

اس نے کہا۔

"ایسی کون سی بیماری ہے کہ جس کا علاج ڈاکٹر بھی نہیں کر سکتے؟ کیا میں بھابی صاحبہ کو ایک نظر دیکھ سکتا ہوں؟"

پیپرے نے کہا۔

"کیا آپ بیماروں کا علاج کر لیتے ہیں؟"

عنبر بولا۔

"میرے پاس کچھ باپ دادا کے وقتوں کے نسخے ہیں۔ میرے والد صاحب دوائیوں کا کام کرتے تھے۔ میں بھی ایک عرصے تک جڑی بوٹیوں کا کاروبار کرتا رہا ہوں۔"

"بہت خوب! خدا کرے کہ میری بیوی آپ کے ہاتھوں اچھی ہو جائے۔ میں آپ کو منہ مانگا انعام دوں گا"

سپیرا عنبر کو لے کر بیوی کے کمرے میں آ گیا۔ عنبر نے دیکھا کہ نہایت شاندار پلنگ پر ایک کالی کلوٹی عورت بڑا قیمتی کمبل اوڑھے لیٹی تھی۔ میز پر دوائیوں کی بے شمار شیشیاں رکھی تھیں۔ عنبر نے جاتے ہی سپیرے کی بیوی کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ پھر نبض دیکھی اور پوچھا۔

"رات کو نیند کم آتی ہے؟"

"ہاں۔ کم آتی ہے۔"

"بھوک آدھی رات کو محسوس ہوتی ہے؟"

"ہاں۔ آدھی رات کو بڑی بھوک لگتی ہے"

"دوپہر کو بخار تیز ہو جاتا ہے نا؟"

"جی ہاں! دوپہر کو بخار تیز ہو جاتا ہے۔"

عنبر کی ساری باتیں ٹھیک نکل رہی تھیں۔ سپیرا ساورکر بھی بڑا حیران ہوا کہ عنبر اس کی بیوی سے جو پوچھ رہا ہے سچ نکل رہا ہے۔ اس نے کہا۔

"بھائی! میری بیوی کو اچھا کر دو۔ میں تمہارا منہ موتیوں سے بھر دوں گا۔ دنیا میں یہی ایک میرا ساتھی ہے۔ اس کے بعد تو مجھے ہر طرف اندھیرا دکھائی دیتا ہے۔"

عنبر نے کہا۔

"ساورکر صاحب! آپ کے پاس تو کروڑوں روپے کی دولت ہے۔ آپ کو غمگین ہونے کی کوئی ضرورت نہیں"

ساورکر نے کہا۔

"میری دولت کس کام کی اگر میری بیوی زندہ نہ رہی۔ میں نہیں چاہتا کہ میری بیوی کو کچھ ہو جائے۔"

عنبر نے کہا۔

"فکر نہ کرو بھائی! میں پوری کوشش کروں گا کہ آپ کی بیگم صاحبہ جلدی سے جلدی اچھی ہو جائیں۔"

پھر اس نے کہا۔

"اس وقت شیشم کے پتے، آلوچے کے بیج تربوزہ کا چھلکا اور دو پیاز لائے جائیں"

بھلا وہاں کس چیز کی کمی تھی۔ ساورکر سپیرے نے اشارہ کیا۔ اسی وقت یہ ساری چیزیں لا کر عنبر کے سامنے رکھ دی گئیں۔ عنبر نے دوسرے کمرے میں جا کر اپنی نگرانی میں انہیں پسوایا۔ پھر دیگچے میں ڈلوا کر جوش دلایا۔ پھر ٹھنڈا

کر کے اس کی ایک خوراک سپیرے کی بیوی کو پلا دی۔ تھوڑی دیر بعد دوسری خوراک پلا دی۔ آدھ گھنٹے بعد سپیرے کی بیوی کا بخار جاتا رہا۔ جسم بالکل ٹھیک ہو گیا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ سپیرا بے حد خوش ہوا۔ عنبر جانے لگا تو وہ بولا۔

"خدا کے لیئے تم ابھی نہ جاؤ بھائی! ابھی میرے پاس ہی رہو۔ جب تک میری بیوی اچھی نہیں ہو جاتی تم میرے پاس ہی رہو۔ میری آدھی کوٹھی میں تم آرام سے رہو۔"

اس کے ساتھ ہی سپیرے نے دس ہزار روپے کا چیک کاٹ کر عنبر کو دیا۔

"یہ تمہارا انعام ہے۔ تمہاری فیس اس وقت ادا کر دوں گا جب میری بیوی بالکل ٹھیک ٹھاک ہو کر چلنے پھرنے لگے گی"

عنبر نے کہا۔

"میرے لئے یہ چیک کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آپ کی بیوی اچھی ہو جائے۔ بس میرا یہی سب سے بڑا انعام ہے"

سپیرا بڑا خوش ہوا۔ عنبر جان بوجھ کر ایسی باتیں کر رہا تھا۔ تاکہ سپیرے کے دل میں اپنی جگہ پیدا کرے۔ سپیرا بولا۔

"بھائی گل! میں تمہارے خلوص سے بڑا متاثر ہوا ہوں میری خواہش ہے کہ تم میرے ساتھ اسی کوٹھی میں کچھ دن بسر کرو۔ یہ میں تم سے درخواست کروں گا"

عنبر اور کیا چاہتا تھا۔ بولا۔

"اگر آپ کی اتنی زبردست خواہش ہے تو میں اسے کیسے ٹھکرا سکتا ہوں۔ ٹھیک ہے۔ میں کچھ روز آپ کے ہاں ٹھہر جاؤں گا"

عنبر نے سپیرے کی کوٹھی میں رہائش اختیار کر لی۔ ایک کمرہ اسے دے دیا گیا۔ جس کی کھڑکی جنگل کی طرف کھلتی تھی۔ سپیرے کی بیوی بالکل ٹھیک ہو گئی تھی۔ سپیرا ہر روز عنبر کے ساتھ سیر کرنے جاتا۔ کھانا بھی اسی کے ساتھ کھاتا۔ ایک روز عنبر نے کہا۔

"آپ بڑے نرم دل ہیں۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے زندگی میں بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں"

سپیرا مسکرایا۔

"بھائی گل! میں نے ایک غریب خاندان سے ترقی کرتے کرتے یہ جگہ حاصل کی ہے"

عنبر بولا۔

"بڑی ہمت ہے آپ کی"

پھر سپیرے کی انگلی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہ انگوٹھی بڑی خوبصورت ہے۔ یہ سبز نگینہ آپ نے کہاں سے لیا تھا؟"

سپیرے نے کہا۔

"یہ میرے ایک دوست نے مجھے تحفہ دیا تھا"

عنبر کو بھی انگوٹھی پر کوئی شک نہیں پڑا تھا اور سپیرے نے بھی ویسے ہی بے نیازی سے جواب دے دیا۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ دونوں کوٹھی کے لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ اچانک جھاڑیوں میں سے ایک سیاہ رنگ کا سانپ نکل کر سامنے آگیا۔ اس نے پھن اٹھا رکھا تھا اور عنبر کی طرف گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔ عنبر یونہی گھبرا گیا۔

سپیرے نے کہا۔

"گھبراؤ نہیں گل! یہ سانپ بچ کر نہیں جا سکتا تم اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلنا"

سپیرے کو کیا معلوم تھا کہ عنبر کو سانپ اگر کاٹ بھی لے تو اسے کچھ نہیں ہو گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔

سپیرا ابھی کچھ منتر پڑھ کر سانپ کے آگے کھڑا کر رہا تھا کہ سانپ نے زور سے پھن مار کر عنبر کے

پاؤں پر ڈس دیا۔ عنبر جھوٹ موٹ ہائے کر کے اپنے پاؤں کو دبانے لگا۔ سپیرا پریشان ہو گیا۔ اس نے سانپ کو گردن سے پکڑ کر مروڑ ڈالا اور پھر جلدی سے عنبر کے پاؤں کو دیکھنے لگا۔

"زہریلا سانپ تھا۔ سنگ چور تھا۔ فکر نہ کرو۔ ابھی دم کرتا ہوں۔ مجھے یہ سارا کام آتا ہے۔"

اس نے اسی وقت عنبر کے پاؤں اور ٹانگ پر کس کر کپڑا باندھ دیا اور منتر پڑھنے شروع کر دیئے۔ عنبر جھوٹ موٹ ہائے ہائے کر رہا تھا۔ پھر بولا۔

"اب آرام آگیا ہے"

سپیرے نے خوش ہو کر کہا۔

"میرا منتر کبھی جھوٹا نہیں ہوتا"

عنبر نے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے آپ کو سانپوں کا بڑا تجربہ ہے"

عنبر اب یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ شخص سچ مچ سپیرا ہی ہے۔

سپیرے نے کہا۔

"میں نے دس سال جنگلوں میں سانپوں کے ساتھ بسر کئے ہیں۔ اصل میں مجھے شوق بڑا تھا سانپوں کو پکڑنے کا۔

اب یہ کام میں نے چھوڑ دیا ہے"

سپیرے نے عنبر کی ٹانگ سے کپڑا کھول دیا۔ اس نے جو زخم دیکھا تو کچھ حیران ہوا کیونکہ عنبر کے پاؤں پر جہاں سانپ نے کاٹا تھا خون بالکل نہیں نکلا تھا۔ بلکہ اس جگہ تو زخم کا نشان بھی نہیں لگا تھا۔ حیران ہو کر بولا۔

"معلوم ہوتا ہے سانپ نے بالکل نہیں کاٹا"

عنبر جلدی سے بولا۔

"نہیں تو۔ سانپ نے کاٹا تھا"

"پھر یہاں زخم کیوں نہیں ہوا"

عنبر کچھ گھبرا گیا۔

وہ سپیرے پر اپنا راز ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بولا۔

"شاید میرا وہم تھا۔ سانپ نے معلوم ہوتا ہے نہیں کاٹا"

سپیرا کچھ پریشان سا ہو گیا۔ گردن کھجاتے ہوئے کہنے لگا۔

"لیکن سانپ نے منہ تو میرے سامنے مارا تھا اور یہ ناگ تھا۔ پھن والا ناگ۔ ایسا سانپ جب منہ مارتا ہے تو کاٹے بغیر ہرگز نہیں رہتا"

"پھر زخم کیوں نہیں ہوا؟ ظاہر ہے اس کا نشانہ خطا

گیا۔ وہ کاٹ نہیں سکا۔"

"شاید"

لیکن سپیرے کو کچھ شک سا ہو گیا کہ یہ شخص جو اپنا نام گل خان بتاتا ہے کوئی عجیب سا آدمی ہے۔ بہر حال وہ عنبر کے ساتھ پھر اسی طرح گھل مل کر باتیں کرنے لگا۔

ایک ہفتہ گذر گیا۔ ایک روز سپیرے نے کہا۔

"گل بھائی! یہاں جنگل میں ہرن اور تیتر کا شکار بہت ہوتا ہے۔ کیا خیال ہے کسی روز شکار پر نہ چلا جائے؟"

عنبر نے کہا۔

"اگر آپ کی خواہش ہے تو کسی روز چلے چلتے ہیں۔ میں بھی گھر میں بیٹھے بیٹھے کچھ بور ہو گیا ہوں"

"تو پھر چلو کل ہی چلے چلتے ہیں۔ یہاں کون سی دیر ہے"

دوسرے روز شکار پر روانہ ہو گئے۔ جنگل کافی بڑا تھا اور سمندر کے ساتھ ساتھ دور تک چلا گیا تھا۔ سپیرا اور عنبر جیپ پر بندوقیں لئے بیٹھے تھے۔ سپیرا جیپ چلا رہا تھا۔ وہ جنگل میں شکار کرتے کافی آگے نکل گئے۔ انہوں نے ایک ہرن مارا۔ کچھ بگلے اور مرغابیاں شکار کیں۔ دوپہر کے بعد ایک جگہ وہ کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ یہ جگہ جنگل میں درختوں کے درمیان تھی۔ ابھی وہ کھانا کھا ہی رہے

تھے کہ جنگل میں کسی درندے کی آواز آئی۔ سپیرے نے کان لگا دیئے۔ آواز دوبارا آئی تو سپیرے نے بندوق اٹھاتے ہوئے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے کوئی ریچھ ہے۔ اس جنگل میں شیر تو نہیں ہیں لیکن کبھی کبھی کوئی ریچھ ادھر آ نکلتا ہے۔"

عنبر نے بھی بندوق سنبھال لی اور وہ درختوں کی اوٹ میں ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک سیاہ کالا اونچا لمبا خونخوار ریچھ سامنے آ گیا۔ اس کے لمبے لمبے ناخن بڑے تیز تھے اور چھریوں کی طرح تھے۔ سپیرے نے بندوق چلا دی۔ مگر وہ کوئی اچھا نشانے باز نہیں تھا۔ نشانہ خطا گیا۔ ریچھ نے بندوق کی آواز سنی تو غضب ناک ہو گیا۔ اس نے سپیرے کو درخت کی اوٹ میں دیکھ لیا تھا۔ وہ غراتا ہوا آیا اور سپیرے پر جھپٹ پڑا۔

یہ حملہ اس قدر تیزی سے ہوا تھا کہ سپیرا سنبھل نہ سکا۔ بندوق اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور ریچھ نے پیچھے سے آ کر اسے اپنی باہنوں میں لے لیا۔

سپیرے نے چیخ کر کہا۔

"گل بھائی! مجھے بچاؤ۔ گولی چلا دو"

مگر ریچھ نے کچھ اس طرح سے سپیرے کو پکڑ رکھا تھا کہ

اگر عنبر گولی چلاتا تو وہ سیدھی سپیرے کو جا کر لگتی۔ اس نے بندوق پھینک دی اور ریچھ کو گردن سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ سپیرا یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ریچھ قلابازی کھا کر دور جا گرا۔ وہ اٹھا اور اب عنبر پر حملہ کر دیا۔ عنبر نے بازو آگے کر دیا۔ ریچھ نے عنبر کا بازو اپنے منہ میں لے کر چبانے کی کوشش کی۔ اسے یوں لگا جیسے اس نے اپنے منہ میں پتھر ڈال لیا ہے۔ ریچھ نے گھبرا کر بازو چھوڑ دیا۔ عنبر نے ریچھ کو ٹانگوں سے پکڑ کر کھینچا اور اچھال کر زمین پر پٹخ دیا۔

ریچھ بلبلا کر اٹھا اور اس نے اپنے چھریوں ایسے تیز پنجوں سے عنبر کے پیٹ کو پھاڑنے کی کوشش شروع کر دی۔ مگر عنبر کے پیٹ کو کچھ نہیں ہو رہا تھا۔ عنبر نے ریچھ کو گردن سے پکڑ کر دبانا شروع کر دیا۔ ریچھ کی آنکھیں باہر کو نکل آئیں اور اس کے حلق سے غرغر کی آواز نکلنے لگی۔ سپیرا حیران کھڑا یہ سارا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اس نے بندوق اٹھا کر فائر کرنا چاہا۔

عنبر نے آواز دی۔

"بندوق نہیں چلانا۔"

عنبر نے ریچھ کا گلا اس وقت چھوڑا جب وہ مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔

سپیرے نے عنبر کے جسم کو دیکھنا شروع کر دیا۔

"زخم تو نہیں آئے؟"

"بچ گیا ہوں معلوم ہوتا ہے"

"لیکن حیرانی کی بات ہے کہ میرے سامنے ریچھ نے تم پر زبردست حملے کیے۔ اس نے تیز ناخنوں سے تمہارے پیٹ کو پھاڑنے کی کوشش کی مگر کمال ہے کہ تمہارے جسم پر ایک خراش تک نہیں آئی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟"

عنبر نے صرف اتنا کہا۔

"خدا جانے کیا بات ہے کہ مجھے کوئی زخم نہیں آیا"

مگر سپیرا سمجھ گیا تھا کہ یہ کوئی غیر معمولی انسان ہے۔

سپیرا گل خان یعنی عنبر سے زیادہ دوستی کرنے لگا۔ وہ عنبر سے اس کی طاقت کا راز معلوم کرنا چاہتا تھا۔ دولت اس کے پاس آ چکی تھی مگر اب وہ چاہتا تھا کہ صحت بھی ایسی حاصل کرے کہ کبھی نہ مرسکے۔ ادھر عنبر بھی اسی ٹوہ میں تھا کہ کسی طرح سے ناگ کا راز معلوم کرے۔ ایک روز عنبر کو ساتھ لے کر سپیرا اپنے کمرے کی بالکونی میں بیٹھ گیا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔ پھر عنبر سے پوچھ بیٹھا۔

"گل بھائی! معلوم ہوتا ہے تمہارے پاس کوئی ایسا راز ہے جس کی وجہ سے تم پر نہ تو سانپ کے کاٹے کا اثر ہوتا

ہے اور نہ کوئی زخم لگتا ہے۔ کیا تم یہ راز مجھے بتاؤ گے؟ میں اس کے عوض تمہیں اتنا بڑا خزانہ دوں گا تم حیران رہ جاؤ گے"

خزانے کا نام سن کر عنبر چونکا۔ خزانہ سوائے ناگ کے دوسرا کوئی نہیں لا سکتا تھا۔ عنبر سمجھ گیا کہ اس کا اندازہ بالکل ٹھیک نکلا۔ ناگ ضرور اسی شخص نے قابو کر رکھا ہے اور یہ ذات کا سپیرا ہے۔ اس نے کہا۔

"سوداگر بھائی! میں راز تو تمہیں ضرور بتا دوں گا مگر مجھے شک ہے کہ تم خزانہ نہ لا سکو گے"

سپیرے نے اچھل کر کہا۔

"اگر ایسی بات ہے تو آج رات ہی میرے ساتھ چلو میں تمہیں خزانہ دکھا دوں گا۔ پھر تو تم مجھے اپنا راز بتا دو گے؟"

عنبر نے دیکھا کہ یہ شخص لالچ میں آ کر خود بخود ہی پھنس رہا ہے۔ بولا۔

"اگر تم مجھے خزانہ دکھا دو تو میں تمہیں اپنی صحت اور زندگی کا قیمتی راز بتا دوں گا"

سپیرے نے کہا۔

"لیکن میں تمہیں خزانہ صرف دکھاؤں گا۔ خزانہ دوں گا اس وقت جب تم اپنا راز مجھے بتا دو گے"

"تو مجھے منظور ہے۔"

"تو پھر ابھی میرے ساتھ آؤ۔"

سپیرے نے عنبر کو ساتھ لیا اور کار جنگل کے ساتھ ساتھ جانے والی سڑک پر ڈال دی یہ سڑک آگے جا کر ایک کھنڈر کی طرف مڑ گئی تھی جو سمندر کے کنارے کھڑا تھا۔ سپیرے نے ایک جگہ گاڑی روک لی۔ عنبر کو معلوم نہیں تھا کہ سپیرے نے جاتے ہوئے ایک بڑا ہی زہریلا سانپ اپنی جیب میں رکھ لیا تھا کہ اگر عنبر کی نیّت خراب ہو گئی تو وہ اس زہریلے سانپ سے اسے ڈسوا کر مروا دے گا۔ یہ اس کا خیال تھا۔ یہ بھی وہم اس کے دل میں تھا کہ ہو سکتا ہے عنبر پر سانپ کے زہر کا اثر نہ ہو۔

ہوائی جہاز میں بھوت

دونوں کھنڈر میں داخل ہو گئے۔

سپیرے نے عنبر کو ایک جگہ کھڑا کرتے ہوئے کہا۔

"تم اسی جگہ ٹھہرو گے۔ دیکھنا ہرگز ہرگز میرے پیچھے آنے کی کوشش نہ کرنا۔ نہیں تو سارا خزانہ مٹی میں مل جائے گا۔"

عنبر سمجھ گیا کہ یہ سپیرا اندر جا کر کوئی منتر پڑھے گا اور شاید ناگ کو حاضر کرے اس لئے اس نے بھی فیصلہ کر لیا کہ وہ سپیرے کا پیچھا کرے گا۔ جونہی سپیرا کھنڈر میں داخل ہوا عنبر بھی دبے پاؤں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔

کھنڈر کے اندر ایک جگہ گہرا غار تھا۔ سپیرا غار میں چلا گیا۔ وہاں اندھیرا تھا۔ سپیرے نے ٹارچ روشن کر کے ایک جگہ پتھر پر رکھی اور انگوٹھی کو گھس دیا۔ گھسنے کے ساتھ ہی ناگ پھن اٹھائے حاضر ہو گیا۔ سپیرے نے کہا۔

"خزانہ کس جگہ ہے؟"

ناگ نے ایک طرف اشارہ کیا۔ ناگ کو عنبر کی خوشبو

آ رہی تھی۔ وہ کچھ بے چین سا ہونے لگا۔ سپیرے نے جو ناگ کو ادھر ادھر بل کھاتے دیکھا تو جلدی سے انگوٹھی کو پتھر سے رگڑ دیا۔ ناگ غائب ہو گیا۔ اب اس نے دیوار کو اس جگہ سے ہلایا جہاں ناگ نے اشارہ کیا تھا۔ اس کے ہلانے سے دیوار کی اینٹیں گر پڑیں سپیرے نے ٹارچ کی روشنی ڈالی تو سامنے دیوار میں ایک صندوق کھلا پڑا تھا جس میں سے ہیرے جواہرات کے قیمتی ہار باہر لٹک رہے تھے۔ سپیرے کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس نے واپس مڑ کر عنبر کو دیکھا کہ کہیں وہ تعاقب تو نہیں کر رہا۔

عنبر جلدی سے باہر نکل گیا تھا۔

سپیرا اسے ساتھ لے کر اندر آ گیا اور خزانہ دکھا کر بولا۔

"یہ دیکھ خزانہ! یہ میں نے خاص طور پر یہاں جمع کر رکھا ہے کہ اگر کبھی کاروبار میں مجھے نقصان ہوا تو اس دولت سے اپنا نقصان پورا کر لوں گا"

عنبر نے خزانے کو دیکھا اور خاموش رہا۔ سپیرا بولا۔

"اب بتاؤ۔ اگر تم مجھے اپنی زندگی کا قیمتی راز بتا دو تو یہ خزانہ سارے کا سارا تمہیں دے دوں گا"

عنبر نے کہا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے جس سانپ کو حاضر کیا تھا وہ کون تھا؟"

اس سوال پر سپیرے نے چونک کر عنبر کو دیکھا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں نے سانپ کو حاضر کیا تھا؟"

عنبر نے کہا۔

"سنو سپیرے! اب زیادہ بننے کی کوشش مت کرو۔ مجھے معلوم ہے کہ تم نے ایک ایسے ناگ کو قابو کر رکھا ہے۔ جو میرا بھائی ہے۔

میں اسی کی تلاش میں گھر سے نکلا تھا اور میں نے اسے پا لیا ہے۔ اگر تم نے مجھے یہ راز نہ بتایا کہ تم ناگ کو کس طرح حاضر کرتے ہو تو میں تمہیں اسی جگہ ہلاک کر کے مٹی میں دفن کر دوں گا"

سپیرا گھبرا گیا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں تمہیں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ جلدی بتاؤ تم نے ناگ کو کس جگہ قابو کیا ہوا ہے؟ اور تم اسے کس طرح حاضر کرتے ہو؟ میں جانتا ہوں تم ایک معمولی سپیرے ہو اور ناگ کی دولت پر عیش کر رہے ہو"

سپیرا سمجھ گیا کہ راز فاش ہو گیا ہے۔ اس نے جھٹ جیب

سے زہریلا سانپ نکلا اور عنبر پر اچھال دیا۔ عنبر ذرا پیچھے ہٹا۔ سانپ اس کی گردن پر گرا اور اس نے دوبار عنبر کی گردن پر کاٹا۔ مگر عنبر پر تو کچھ اثر نہ ہوا۔ عنبر نے سانپ کو ہاتھ سے جھاڑا تو وہ اچھل کر سپیرے کی گردن سے چمٹ گیا۔ چمٹتے ہی سانپ نے سپیرے کی گردن پر بھی کاٹ دیا۔ سپیرا چکر کھا کر گرا۔ سانپ کا زہر اتنا خطرناک تھا کہ سپیرے کی گردن کی رگیں بند ہو گئیں۔ اس کا گلا خشک ہو گیا اور ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکل سکا۔ وہ منتر بھی نہ پڑھ سکا۔

عنبر اس پر جھک گیا۔

"بتاؤ۔ ناگ کو تم نے کہاں قید کر رکھا ہے؟
تم اسے کیسے بلاتے ہو؟"

مگر سپیرا مر رہا تھا۔ زہر نے اپنا اثر کر دیا تھا۔ سپیرا ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکل رہی تھی اور دیکھتے دیکھتے اس نے انگوٹھی والا بازو کھڑا کیا اور پھر نیچے گر پڑا۔ سپیرا مر چکا تھا۔

عنبر پریشان ہو کر پرے ہٹ گیا۔

"یا خدا! یہ کیا ہوا۔ کم بخت ناگ کا راز بتائے بغیر ہی مر گیا۔ اب کیا کروں؟"

عنبر کو ذرا بھی خیال نہ آیا کہ سپیرے نے مرتے وقت

اپنا انگوٹھی والا ہاتھ کیوں بند کیا تھا؟ وہ عنبر کو بتانا چاہتا تھا کہ اسی انگوٹھی میں ناگ کا راز ہے۔ مگر عنبر کو کوئی خیال نہ آیا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ سپیرا کوئی منتر پڑھ کر ناگ کو حاضر کرتا ہے۔ وہ اس سے منتر ہی پوچھتا رہا اور سپیرا مر گیا۔ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ عنبر کے لئے وہ ساری دولت اور خزانہ بے کار تھا۔ اس نے سپیرے کی لاش کو اسی جگہ رہنے دیا۔ خزانے میں سے جواہرات کا ایک ہار نکال کر جیب میں ڈالا تاکہ خرچ پورا ہوتا رہے اور کار میں بیٹھ کر واپس روانہ ہو گیا۔

یہ قسمت کا عجیب چکر تھا کہ عنبر اپنے بھائی ناگ کی زندگی کا سب سے بڑا راز اس کھنڈر میں چھوڑ کر واپس جا رہا تھا۔ اس کے دل میں ذرا سا وہم بھی نہ ہوا کہ وہ سپیرے کے ہاتھ سے انگوٹھی اتارے۔ شہر میں آکر اس نے کار ایک پارک میں کھڑی کی اور سیدھا ہوٹل چلا گیا۔ اپنا سامان اٹھایا اور ہوائی اڈے پر آکر بیٹھ گیا۔ کوئی ایک گھنٹے بعد ناگ پور جانے والا جہاز آیا اور وہ اس میں سوار ہو کر واپس ماریا کے پاس پہنچ گیا۔

ماریا کا کمرہ اسی طرح بند تھا۔ ہوٹل کی کاؤنٹر گرل نے بتایا "جناب ہم نے آپ کے حکم کے مطابق کمرے میں

بالکل صفائی نہیں کی۔ اگر آپ آج نہ آتے تو کل ہم تالہ توڑ کر اندر صفائی کروانے والے تھے۔ کیونکہ اس سے زیادہ دیر تک ہم کمرہ بند نہیں رکھ سکتے۔"

"ٹھیک ہے اب میں آ گیا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد کسی آدمی کو بھجوا دیں کہ صفائی کر جائے۔"

"بہت اچھا"

عنبر تالہ کھول کر کمرے میں آ گیا۔ کمرے میں صفائی وغیرہ بالکل نہیں ہوئی تھی۔ عنبر کا خیال تھا کہ پیچھے ماریا کو چھوڑ گیا ہے وہ ضرور جھاڑ پونچھ کرتی رہی ہو گی۔ مگر۔ ایسا نہیں ہوا تھا۔ میز کرسیوں پر گرد جمی ہوئی تھی۔ اس نے آہستہ سے ماریا کو آوازیں دیں۔ کوئی جواب نہ آیا۔ بڑا پریشان ہوا۔ دوسرے کمرے میں جا کر دیکھا۔ غسل خانہ دیکھا۔ پھر آوازیں دیں۔ باہر بالکونی میں جا کر دیکھا۔ مگر ماریا کہیں بھی نہیں تھی۔

عنبر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ وہ کسی سے پوچھ بھی نہیں سکتا تھا کہ ماریا کو وہ چھوڑ گیا تھا کہاں چلی گئی۔ اتنے میں صفائی کرنے والا آ گیا۔ اور صفائی کرنے لگا۔ عنبر نے یونہی اس سے پوچھا۔

"تم نے کبھی یہاں کوئی آواز تو نہیں سنی تھی؟"

نوکر نے کہا۔

"جناب کیا عرض کروں۔ کل شام میرے ساتھ ایسا ہوا

ر اس کمرے کے قریب سے گزر رہا تھا کہ دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ پھر بند ہو گیا۔ میں تو ڈر کر بھاگ گیا۔ منیجر کو جا کر بتایا۔ ے ساتھ لے کر آیا مگر دیکھا کہ دروازہ بند تھا اور تالا لگا تھا۔ سب میرا مذاق اڑانے لگے۔ مگر صاحب! قسم کھا کر کہتا ہوں میں نے ان آنکھوں سے دروازہ خود بخود کھلتے اور پھر اپنے آپ بند ہوتے دیکھا ہے۔"

عنبر گہری سوچ میں پڑ گیا۔ نوکر چلا گیا تو عنبر نے سوچا کہ نوکر ٹھیک کہتا ہے۔ ماریا ضرور کسی کام سے گئی ہوئی ہے۔ مگر نوکر تو کہتا ہے کہ کل شام دروازہ اپنے آپ کھلا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کل شام ماریا کمرے سے نکلی تھی اور اب تک واپس نہیں آئی۔ وہ کہاں چلی گئی؟ عنبر ساری رات پریشان رہا اور دیر تک جاگتا رہا۔ انتظار کرتا رہا کہ شاید ماریا واپس آ جائے۔ مگر بالکل واپس نہ آئی۔ عنبر ابھی اس ہوٹل کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ یہی ایک ملنے کی جگہ تھی۔ اسے یقین تھا کہ ماریا اگر واپس آئی تو اسی ہوٹل میں واپس آئے گی۔

اب ذرا یہ بھی سنیئے کہ ماریا کے ساتھ کیا ہوا۔

عنبر کے آنے سے ایک روز پہلے شام کے وقت ماریا کمرے میں بیٹھے بیٹھے سخت بور ہو گئی۔ اس نے سوچا کہ شہر کی سیر کرنی چاہیئے۔ چنانچہ چپکے سے دروازے میں چابی لگا کر

اس نے دروازہ کھولا اور باہر آ گئی۔ باہر آتے ہی اس کی نظر ایک نوکر پر پڑی جو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دروازے کو اپنے آپ بند ہوتے اور تالے میں چابی لگتے دیکھ رہا تھا۔ ماریا نے آہستہ سے اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا۔

نوکر نے جب دروازہ بند ہوتے دیکھا تو وہ ڈر کر بھاگ گیا۔ ماریا چپکے سے ہوٹل کی سیڑھیاں اتر کر نیچے ہال کمرے میں آ گئی۔ یہاں لوگ بیٹھے کھانا وغیرہ کھا رہے تھے۔ کچھ کافی پی رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ بڑی رونق تھی۔ ماریا کا دل کچھ بہل گیا۔ یہاں سے نکل کر وہ ہوٹل سے باہر آ گئی۔ اتفاق سے باہر ایک بڑی خوبصورت بس کھڑی تھی۔ ماریا نے سوچا۔ "کیوں نہ اس بس میں سوار ہو کر ذرا شہر کی سیر کی جائے۔"

وہ بس میں سوار ہو گئی۔ اس میں رش بالکل نہیں تھا۔ وہ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ڈرائیور آ کر ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے وہم میں بھی یہ بات کبھی نہیں آ سکتی تھی کہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک ایسی عورت بیٹھی ہے جو اسے رات کو تو خیر کیا نظر آتی مگر دن کو بھی نظر نہیں آنے گی۔ بس روانہ ہو گئی۔ بڑی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔

ماریا بڑی خوش ہو رہی تھی۔ بس ہوائی اڈے پر جا کر رک گئی۔ ماریا بھی دوسری سواریوں کے ساتھ نیچے اتر آئی۔ اسے

کوئی دیکھ تو سکتا نہیں تھا۔ وہ کسی کو نظر ہی نہیں آ سکتی تھی۔ اس نے دیکھا کہ دور سامنے ایک سرخ اور نیلے رنگ کا بڑا دلکش ہوائی جہاز کھڑا تھا۔ ماریا نے سوچا کہ ذرا جہاز کے اندر جا کر بھی سیر کی جائے۔ اور کچھ نہیں تو جہاز والوں کی کھٹی میٹھی گولیاں ہی اڑا کر لائی جائیں۔ ماریا گیٹ میں سے ہوائی اڈے میں آ گئی۔

اسے کسی نے بھی نہ پوچھا۔ حالانکہ دوسرے مسافروں کی زبردست چیکنگ ہو رہی تھی۔ ماریا ہوائی جہاز کے پاس آ کر اسے دیکھنے لگی۔ بڑا خوبصورت جہاز تھا اور کافی بڑا تھا۔ سیڑھی لگی تھی۔ نیچے سیڑھی کے پاس دو آدمی کھڑے مسافروں کا ٹکٹ چیک کر رہے تھے۔ اوپر دو ایئر ہوسٹس کھڑی مسکرا مسکرا کر مسافروں کو خوش آمدید کہہ رہی تھیں۔

ماریا بڑے آرام سے دونوں چیکنگ کرنے والوں کے آگے سے ہو کر سیڑھی چڑھنے لگی۔ اسے بڑا مزا آتا تھا جب وہ اس طرح گذر جاتی اور کوئی اسے نہ پوچھتا۔ مگر اسے افسوس ہوا جب کہ اوپر ایئر ہوسٹسوں نے اسے خوش آمدید مسکرا کر نہ کہا۔ کیونکہ انہیں تو ماریا نظر ہی نہیں آتی تھی۔ بہرحال ماریا جہاز میں آ گئی۔

جہاز اندر سے خوبصورت اور آرام دہ تھا۔ سیٹوں پر

گدیلے پڑے تھے۔ میزوں پر انگریزی۔ رسالے بھی تھے۔ مسافر بیٹھے پڑھ رہے تھے۔ بعض باتیں کر رہے تھے۔ ماریا سیدھی باورچی خانے میں چلی گئی۔ یہاں ٹرے کھانے پینے کی چیزوں سے بھرے پڑے تھے۔ ماریا نے ایک ٹرے اٹھایا اور باہر دور کونے میں ایک خالی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی اور مزے لے لے کر بھنا ہوا مرغ اور سینڈوچز کھانے لگی۔

اس کے بعد وہ دوبارا باورچی خانے میں آئی اور اس نے ایک ٹرے میں سے کافی کا کپ اٹھا کر پینا شروع کر دیا۔ ایک بڑی نازک سی گوری گوری ایئر ہوسٹس اس کے قریب کھڑی ٹرے میں کپ‌یاں سجا رہی تھی۔ اتفاق سے اس کا ماریا سے ہاتھ ٹکرا گیا۔ وہ چونکی۔ ادھر ادھر دیکھا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ سوچنے لگی۔ اس کا ہاتھ کس کے ساتھ ٹکرایا تھا۔ ہاتھ آگے بڑھا کر جگہ ٹٹولی۔ ماریا پرے ہٹ گئی تھی۔ ایسا کرتے ہوئے ماریا میز پہ رکھے ایک کپ سے جا لگی۔ کپ نیچے گر کر ٹوٹ گیا۔ ایئر ہوسٹس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔

"یہ کیا؟"

اتنے میں ایک دوسری ایئر ہوسٹس بھی اندر آ گئی۔

"خانم! کیا بات ہے۔ تمہارا رنگ کیوں زرد ہے؟"

"میں تو چار روز بعد واپس چلی جاؤں گی"

"تو بس پھر میں بھی تمہارے ساتھ ہی واپس آ جاؤں گی"

وہ باتیں کر رہی تھیں کہ اتنے میں ایک مسافر نے کرسی کے پیچھے سے گردن اٹھا کر دیکھا اور کہا۔ "آپ لوگ اپنی باتیں بند نہیں کر سکتیں۔ مجھے تم عورتوں کی باتوں سے بالکل نیند نہیں آ رہی" اس سے پہلے کہ خانم کوئی جواب دیتی مسافر کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کیونکہ اس نے دیکھا کہ پیچھے صرف ایک عورت یعنی ایئر ہوسٹس بیٹھی کافی پی رہی تھی۔ اس نے آنکھیں ملتے ہوئے کہا۔

"محترمہ! کیا آپ اکیلی باتیں کر رہی تھیں؟" خانم نے کہا۔

"نہیں تو" مسافر نے پوچھا۔ "تو پھر دوسری عورت کہاں ہے؟"

"دوسری عورت کوئی بھی نہیں ہے" یہ سنکر مسافر بے ہوش ہو کر اپنی سیٹ پر جھک گیا۔ ماریا کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ اسکی ہنسی پر کئی مسافروں نے چونک کر دیکھا، مگر وہاں خانم خاموش بیٹھی نظر آئی۔

●

خانم کے ساتھ ماریا نے کیا احسان کیا؟
ماریا کی عنبر سے کن حالات میں ملاقات ہوئی؟
پیپرے کی نگینے والی انگوٹھی کا کیا بنا؟
کیا ناگ پیپرے کے جادو سے چھٹ سکا؟
یہ سب اگلی قسط میں پڑھیے۔

●

اسرار الادب لائبریری
تغلق روڈ۔ کوٹلہ تولیخان۔ ملتان

A-PDF Image To PDF Demo. Purchase from www.A-PDF.com to remove the watermark

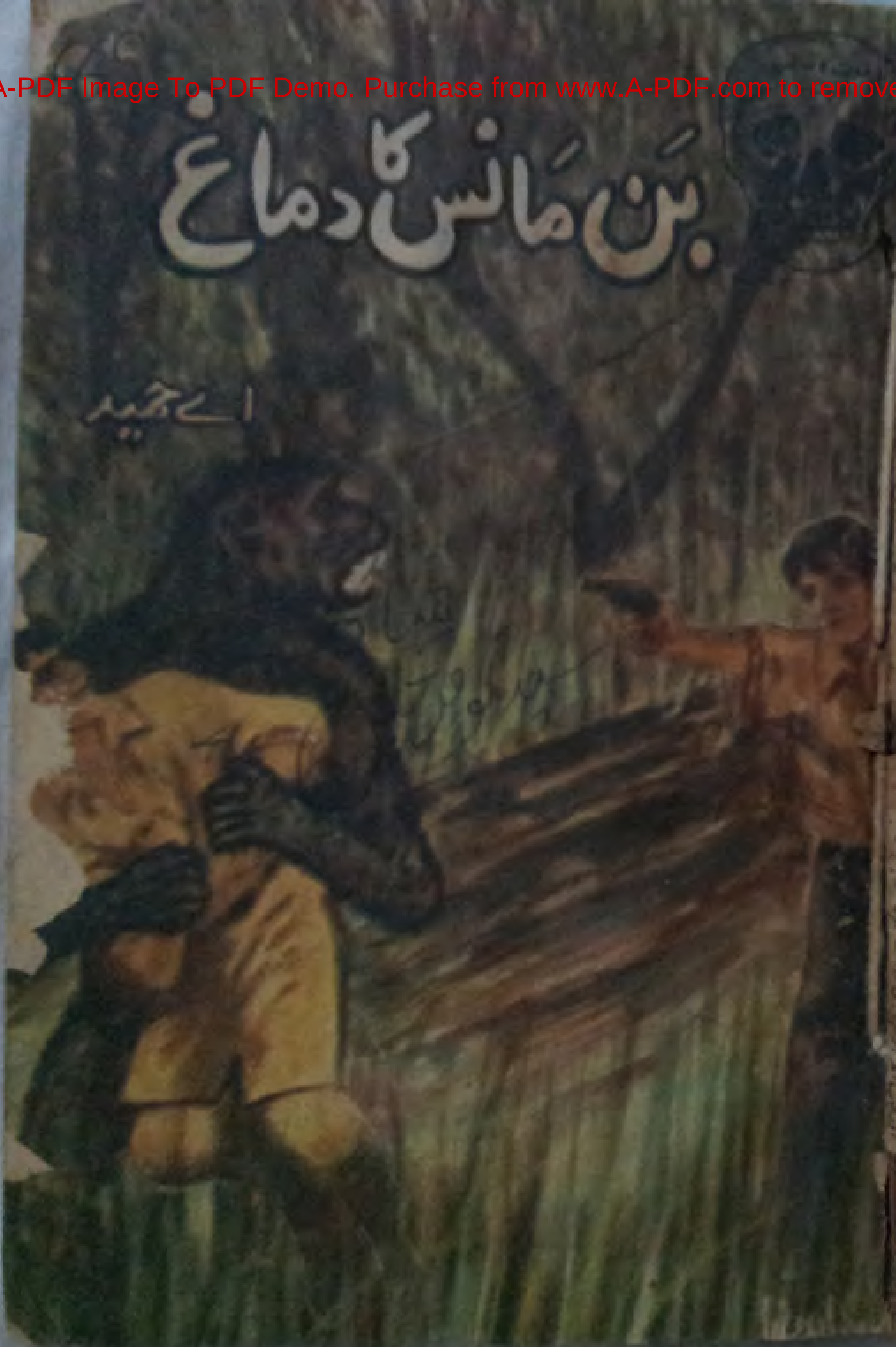

795

موت کا تعاقب نمبر ۸

تاریخ کی پُراسرار اور سچی داستان

بن مانس کا دماغ

اے حمید

شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ، پبلشرز

لاہور ○ حیدر آباد ○ کراچی

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ

باہتمام شیخ نیاز احمد پرنٹر،
غلام علی پبلشرز منا ہسپتال روڈ، لاہور
سے چھپوا کر چوک انارکلی لاہور سے شائع کیا۔

اشاعت اوّل :
قیمت : ۴/۵۰

مقامِ اشاعت :
شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ، پبلشر
ادبی مارکیٹ، چوک انارکلی، لاہور

فہرست

- الف لیلےٰ کا شہر ۵
- انوکھا اپریشن ۲۲
- بن مانس کا دماغ ۳۶
- پہلی کہانی ۷۰
- گیدڑی پری ۸۱
- قبرستان میں ۹۵

پیارے بچو! راجکمار اور اس کی والدہ کو ان کا شاہی قلعہ واپس دلا کر عنبر اور ناگ واپس آتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ماریا غائب ہے۔ ایسا ہوا کہ ماریا یونہی سیر کرتے کرتے ہوائی اڈے پہنچ گئی۔ وہاں ایک ہوائی جہاز کھڑا تھا۔ ماریا سیر کرنے اس میں داخل ہو گئی۔ اتنے میں ہوائی جہاز کا دروازہ بند ہو گیا اور ہوائی جہاز آسمان سے باتیں کرنے لگا۔ ماریا بڑی پریشان ہوتی ہے مگر اب باہر نہیں نکل سکتی۔ یہاں اس کی دوستی ایک ایئر ہوسٹس خانم سے ہو جاتی ہے جو اُسے بغداد لے جاتی ہے۔ یہاں وہ ایک ایسی لڑکی کو بچاتی ہے جس کا دماغ نکال کر اس میں بن مانس کا دماغ ڈالا جا رہا تھا۔ اس لڑکی کے بیمار باپ کے لیے ماریا نقشِ سلیمانی لانے کے واسطے افریقہ کے ایک گھنے جنگل میں جاتی ہے، جہاں تازہ جلے ہوئے مُردے کی راکھ کی مدد سے وہ ایک مُردے کی روح سے ملتی ہے۔ مردہ اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے! یہ آپ خود پڑھیں

•

الف لیلےٰ کا شہر

ہوائی جہاز بغداد کے ہوائی اڈے پر اتر گیا

ایئر ہوسٹس خانم اس سیٹ پر گئی جو خالی نظر آ رہی تھی مگر اصل میں جہاں ماریا بیٹھی ہوئی تھی۔ خانم نے آہستہ سے کہا۔

"ماریا میرے پیچھے پیچھے آنا۔"

ماریا نے خانم کا یہ فقرہ سن لیا۔ اتفاق سے یہ فقرہ ساتھ والی سیٹ پہ بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے سن لیا تھا وہ پہلے تو بڑا حیران ہوا کہ یہ نوجوان ایئر ہوسٹس اُسے اپنے پیچھے پیچھے آنے کے لیے کیوں کہہ رہی ہے۔ پھر اس نے سوچا۔ شاید یہ لڑکی اُسے کوئی خاص راز کی بات بتانا چاہتی ہے۔ یہ سوچ کر اس نے اپنا بریف کیس سنبھالا اور خانم کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ دوسری طرف ماریا بھی خانم کے پیچھے پیچھے چل پڑی تھی۔ خانم ایئرپورٹ کی بس میں سوار ہوئی تو ماریا کے ساتھ ہی ساتھ وہ نوجوان بھی بس میں سوار ہو گیا۔ خانم نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ ماریا ہے یا نہیں! پھر وہ خود بخود ہی ہنس پڑی۔ اپنی بیوقوفی پر۔ کیونکہ ماریا تو اُسے نظر ہی نہیں آ سکتی تھی۔ نوجوان یہ سمجھا کہ خانم اس کی طرف دیکھ

کر ہنسی ہے۔" وہ بھی جواب میں ہنس پڑا۔

خانم کو بڑا عجیب سا لگا کہ یہ نوجوان اس کی طرف دیکھ کر کیوں مسکرایا ہے! بس ایک چوک میں جا کر فٹ پاتھ کے کنارے رک گئی۔ خانم اتر گئی۔ ماریا بھی ساتھ ہی اتر گئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ نوجوان بھی اتر گیا۔ سڑک پر زیادہ آمد و رفت نہیں تھی۔ فٹ پاتھ بھی خاموش تھا۔ خانم نے دیکھا کہ وہ نوجوان اس کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا ہے۔ وہ کچھ گھبرا سی گئی۔ ابھی تک ماریا نے بھی اس سے کوئی بات نہیں کی تھی اور خانم سوچ رہی تھی کہ ماریا کہاں چلی گئی۔

اتنے میں وہ نوجوان اس کے قریب آ کر بولا۔

"محترمہ! میں تمہارے ساتھ ساتھ آ رہا ہوں"

خانم نے رک کر پوچھا۔

"تم میرے ساتھ ساتھ کیوں آ رہے ہو؟"

نوجوان مسکرایا اور اِدھر اُدھر دیکھ کر بولا۔

"اب مذاق چھوڑو اور مجھے وہ راز بتا دو جو تم مجھے بتانا چاہتی ہو!"

خانم حیران ہوئی۔

"کونسا راز؟ تم کون ہو؟"

نوجوان نے آہستہ سے کہا۔

"گھبراؤ نہیں۔ میں اپنا ہی آدمی ہوں۔ بے دھڑک اپنا راز مجھے بتا دو"

"تم کیا بکواس کر رہے ہو!"

نوجوان نے ذرا ٹھٹھک کر کہا۔

"محترمہ! تم نے خود ہی تو مجھے کہا تھا کہ میرے ساتھ آؤ"

اب خانم کو اصل بات کا علم ہو گیا تھا۔ جو فقرہ اس نے ماریا سے کہا تھا اس فقرے کو اس نوجوان نے بھی سن لیا تھا۔ ہنس کر بولی۔

"میں نے تمہیں ساتھ آنے کو نہیں کہا تھا"

نوجوان ہنسا۔

"تو پھر کس کو کہا تھا؟ وہاں تو میرے سوا اور کوئی بھی نہیں تھا"

ماریا اس کے پاس ہی کھڑی تھی۔ خانم نے کہا۔

"وہاں میری ایک سہیلی بیٹھی تھی۔ میں نے اس سے کہا تھا"

نوجوان نے اِدھر اُدھر دیکھ کر کہا۔

"مگر وہاں تو میرے سوا اور کوئی نہیں تھا"

خانم نے کہا۔

"جاؤ اپنا راستہ لو۔ میں کہہ رہی ہوں کہ وہاں میری ایک سہیلی بیٹھی تھی میں نے اسے اپنے پیچھے آنے کو کہا تھا"

نوجوان نے قہقہہ مار کر کہا۔

"تم مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتیں محترمہ! وہاں تمہاری کوئی سہیلی نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو مجھے دکھائی نہ دیتی؟"

اب ماریا سے رہا نہ گیا۔ جھٹ بول اٹھی۔

"جہاز کی سیٹ پر میں بیٹھی تھی"

نوجوان نے ایک دوسری لڑکی کی آواز سنی تو چونک کر جدھر سے آواز آئی تھی۔ ادھر دیکھا۔ وہاں کوئی بھی لڑکی نہیں تھی۔ صرف خانم ایئر ہوسٹس اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے تعجب سے پوچھا۔

"کیا یہ تمہاری آواز تھی محترمہ؟"

خانم نے کہا۔

"نہیں۔ میری آواز نہیں تھی۔ میری سہیلی کی آواز تھی جو اب بھی میرے ساتھ ہے"

ماریا نے کہا۔

"ہاں! میں خانم کی سہیلی ہوں اور خانم کے ساتھ ہوں"

نوجوان کے ہاتھ سے سگریٹ گر پڑا۔ آواز بالکل صاف آ رہی تھی اور یقیناً یہ کسی دوسری لڑکی کی آواز تھی۔

"تم ۔ تم ۔ کون ہو؟"

ماریا نے کہا

"میں بھوت ہوں ۔"

اور اس کے ساتھ ہی ماریا نے ہاتھ بڑھا کر نوجوان کے سر سے ہیٹ اٹھا کر ہوا میں اچھال دیا۔ نوجوان کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"بھوت ۔ بھوت ۔ بھوت!"

اور وہ ہیٹ وہیں سڑک پر چھوڑ کر ایک طرف ایسا بھاگا کہ پھر پلٹ کر نہ دیکھا۔ ماریا اور خانم دیر تک ہنستی رہیں۔

"کم بخت یہ تو میرے پیچھے ہی لگ گیا تھا"

ماریا نے کہا۔

"میں ذرا اس کو ڈھیل دے رہی تھی"

خانم نے کہا۔

"چلو ہوسٹل چلتے ہیں۔ بالکل سامنے ہے"

خانم جس ہوسٹل میں رہتی تھی وہ ایک بلڈنگ کی تیسری منزل پر تھا۔ خانم نے ماریا کو ساتھ لیا۔ لفٹ میں سوار ہو کر تیسری منزل پر آ گئی کمرے کا تالا کھولا اور ماریا کو اندر لے گئی۔ اس فلیٹ میں دو کمرے تھے۔ خانم نے ماریا سے کہا۔

"ماریا بہن! تم ساتھ والے کمرے میں آرام کر سکتی ہو"

"ہم یہاں سے واپس کس روز چلیں گے؟ میں بغداد میں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتی۔ مجھے واپس بھی جانا ہے"

خانم نے ہنس کر کہا۔

"کیا بھوتوں کو بھی کسی کام کی جلدی ہوتی ہے؟"

ماریا نے کہا۔

"میں بھوت نہیں ہوں۔ اگر بھوت ہوتی تو مجھے بھی جلدی ہو سکتی تھی"۔

خانم بولی۔

"تم جو کچھ بھی ہو میری بہن ہو اور تم سے مل کر مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے"۔

ماریا نے کہا

"شکریہ! یقین کرو مجھے بھی تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ میں بھی تمہیں اپنی بہترین سہیلی سمجھتی ہوں۔ لیکن اس وقت مجھے بڑی بھوک لگی ہے"

"اوہ! میں تو بھول ہی گئی تھی۔ تم یہاں ٹھہرو۔ میں ابھی بازار سے کچھ کھانے کو لاتی ہوں"

خانم جانے لگی تو پلٹ کر بولی۔

"اوہ ہاں! میں باہر سے دروازے کو تالا لگا جاؤں گی۔ تم گھبرانا بالکل نہیں"!

ماریا نے طنزیہ انداز میں ہنس کر کہا۔

"یہ تم مجھے کہہ رہی ہو! فکر نہ کرو۔ میں کبھی نہیں گھبرایا کرتی۔ میں آدم خوروں کے جنگلوں سے آدھی آدھی راتوں کو اکیلی گزری ہوں۔ میں گھبرانا نہیں جانتی"۔

خانم باہر سے تالا لگا کر بازار چلی گئی۔ ماریا نے منہ ہاتھ

دھو کر کپڑے تبدیل کئے۔ اس نے ماریا کا ایک سوٹ پہن لیا۔ بالوں میں کنگھی کی۔ انہیں جوڑے میں باندھا اور بڑے آرام سے صوفے پر بیٹھ کر اخبار پڑھنے لگی۔ تھوڑی دیر میں خانم آ گئی۔ اس نے کھانے پینے کی چیزوں سے بھرا ہوا لفافہ اٹھایا ہوا تھا۔ اس میں پھل تھے۔ جام مکھن ڈبل روٹی انڈے اور مچھلی تھی۔ خانم کو آتے دیکھ کر ماریا نے کہا۔

"میں نے تمہارا ایک سوٹ پہن لیا ہے۔ تم برا تو نہیں مانو گی!"

خانم نے کہا۔

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ میرے سارے کپڑے تمہارے ہیں۔ کاش میں تمہیں دیکھ سکتی کہ تمہارے جسم پہ میرا سوٹ کیسا لگتا ہے!"

ماریا نے کہا۔

"ہاں کاش ایسا ہو سکتا۔ مگر مجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اور تو اور میں خود بھی اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتی"۔

"کتنی عجیب بات ہے۔ اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ میرے کمرے میں ایک ایسی لڑکی بھی میرے ساتھ ہے جو کسی کو دکھائی نہیں دیتی تو کوئی یقین نہیں کرے گا اور جو یقین کرے گا وہ حیران ہو کر پاگل سا ہو جائے گا"۔

ماریا نے کہا۔

"ویسے میں نے تمہارا نیلے رنگ کا سوٹ پہنا ہے تم الماری میں جا کر دیکھ سکتی ہو"

خانم نے الماری کھول کر دیکھا۔ سچ مچ اس کا نیلے رنگ کا سوٹ غائب تھا۔ وہ ہنسی۔

"یقین نہیں آتا۔ ابھی تک یقین نہیں آتا"

"کس بات کا خانم بہن یقین نہیں آتا؟"

"یہی کہ تم میرا سوٹ پہن کر غائب ہو گئی ہو"

"ہا ہا ہا!" ماریا نے قہقہہ لگایا۔ "کسی کو بھی یقین نہیں آ سکتا! ویسے میں تمہیں اس کے بدلے بڑا عمدہ سوٹ لا دوں گی۔"

"نہیں نہیں ماریا بہن! مجھے نئے سوٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ میری طرف سے تمہیں تحفہ ہے۔ میں جانتی ہوں تم اگر چاہو تو اس بغداد شہر کی بڑی سے بڑی دکان پر سے قیمتی سے قیمتی سوٹ اٹھا کر لا سکتی ہو"

"مگر میں ایسا نہیں کیا کرتی خانم! اب میں جہاں سے کوئی چیز اٹھاتی ہوں وہاں اس کے دام ضرور رکھ دیتی ہوں"

"یہ بڑی اچھی بات ہے ماریا بہن! آؤ کھانا تیار ہے۔ بس یہاں ہوسٹل میں تو یہی کچھ ہو سکتا ہے"

"یہی غنیمت ہے بہن! اور پھر انڈے تو تم نے بڑے خوبصورت بنائے ہیں"

خانم نے کہا۔

"ہمیں اس قسم کے پکوان بنانے کی خاص طور پر تربیت دی جاتی ہے۔ مزے دار ہیں ناں؟"

"بہت" ماریا نے انڈہ کھاتے ہوئے کہا۔

ے گی۔

خانم بولی۔

"میں تو تمہیں کھاتے بغداد کو ... نہیں دیکھ سکتی۔ بس ... پلیٹ سے اٹھتا دکھائی ... پھر وہ ... جا کر غائب ہو جاتا ہے"

ماریا نے خانم کی ایک ...

"وہ میرے تم دروازے اندر جا کر غائب ہو جاتا ہے"

سچ مچ خانم کے لیے یہ منظر دلچسپ تھا کہ پلیٹ میں سے ایک آ... اپنے آپ اٹھتا ہے اور اوپر جا کر غائب ہو جاتا ہے۔ پھر ٹوسٹ کسی نے اٹھائے۔ ان پر مکھن لگایا اور وہ بھی غائب ہو گئے۔

کھانا کھانے کے بعد خانم نے کافی بنا کر میز پر رکھ دی۔ اس نے ماریا کے لیے کافی بنائی اور پیالی اس کے آگے کر دی۔ خانم نے دیکھا کہ پیالی پلیٹ میں سے اپنے آپ اٹھ کر اوپر گئی اور پھر ذرا ٹیڑھی ہو گئی مگر کافی نیچے نہیں گری۔

وہ کافی ماریا کے ہونٹوں سے لگ کر اس کے حلق میں جا رہی تھی۔

"ماریا بہن! کیا میرے ساتھ شہر کی سیر کو چلو گی۔ یہ بغداد ہے اسے الف لیلے کا شہر کہتے ہیں۔"

ماریا نے کہا۔

"خانم بہن! میں نے ان شہروں کی اس وقت سیریں کی تھیں جب یہاں ہارون الرشید کی حکومت تھی اور سڑکوں پر فوارے چلا کرتے تھے اور رات کو شاہی محل پر چراغاں ہوا کرتا تھا۔"

یقین نہ آنے والی بات تھی ماریا بہن تم نے ہارون الرشید کو دیکھا ہے؟

ماریا نے ہنس کر کہا۔ ۔۔ ہیں آ!

"میں نے بہت کچھ دیکھ رکھا ہے بہن ابھی میں تمہیں اتنے تھوڑے وقت میں کیا کیا بتا سکتی ہوں بس تم یہی کر بھی یقین ۔ کئی ہزار برس سے زندہ چلی آ رہی ہوں۔" سوئٹ "

خانم نے کہا۔

"کمال ہے ماریا بہن! تم کس قدر خوش قسمت ہو کہ تم نے زمانوں کے بادشاہوں اور مہارانیوں کو دیکھا ہے۔"

ماریا بولی۔

"ویسے میں آج کے بغداد شہر کی سیر بھی ضرور کروں گی اور ہم اکٹھے ہی سیر کرنے چلیں گے۔"

اتنے میں خانم نے کہا۔

"میں ہوائی اڈے ایک ضروری ٹیلیفون کر کے ابھی آتی ہوں۔ مجھے یاد آ گیا ہے کہ فون کرنا تو بہت ضروری ہے۔ میں بس ابھی پانچ منٹ میں آتی ہوں۔"

"کیا یہاں فون نہیں ہے؟"

"نہیں۔ ٹیلیفون نیچے کامن روم میں لگا ہوا ہے۔"

اتنا کہہ کر خانم فون کرنے کے لیے کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس بار خانم نے باہر سے دروازے کو تالا نہیں لگایا بلکہ اسے بند کر گئی۔ سوچا تالے کی کیا ضرورت ہے وہ تو ابھی واپس آ جائے گی۔ اس کے جانے کے بعد ماریا نے بغداد کا ایک انگریزی اخبار اٹھا کر پڑھنا شروع کر دیا۔

اتفاق سے خانم کی ایک سہیلی رانی جو اس کے ساتھ ہی ہوائی جہاز پر کام کرتی تھی دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ دروازہ کھلا ہے تو خانم ضرور اندر ہی ہو گی۔ اس نے اندر آتے ہی آواز دی۔

"خانم! خانم! بھئی ذرا اپنی تاش دینا۔"

خانم اندر تھی ہی نہیں تو آواز کون دیتا۔ اچانک رانی نے ایک عجیب و غریب شے دیکھی۔ اس کو دیکھ کر پہلے تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ اس نے آنکھیں دو تین بار ملیں۔

کیا دیکھتی ہے کہ اس کے قریب ہی میز کے پاس کرسی رکھی ہے اور ایک انگریزی کا اخبار کرسی پر سے ذرا اوپر اٹھا ہوا فضا میں لٹکا ہے اور اس انداز سے ہوا میں لٹکا ہوا ہے جیسے کوئی اسے پڑھ رہا ہے۔ رانی گھبرا کر باہر کو نکل گئی۔ اب ماریا نے

بھی محسوس کیا کہ اسے اخبار میز پر رکھ دینا چاہیئے تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ خانم کے ہوسٹل میں کوئی تماشہ بنے۔ ادھر رانی بھاگ کر اپنے کمرے میں گئی۔ اس کا سانس چڑھا ہوا تھا۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اس نے جاتے ہی اپنی سہیلی شیمی کو بتایا کہ ساتھ والے خانم کے کمرے میں کوئی بھوت آ کر اخبار پڑھ رہا ہے۔

"کیا بے معنی باتیں کر رہی ہو"

شیمی نے بے زاری سے کہا۔ رانی بولی۔

"خدا کی قسم! میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اخبار اوپر اٹھا ہوا ہے مگر اخبار پڑھنے والا کوئی نہیں ہے۔ کرسی خالی پڑی ہے"

شیمی نے ناخن پہ پالش لگاتے ہوئے کہا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے"

"تو پھر میرے ساتھ آؤ اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا"

"چلو۔ دکھاؤ۔ اگر نہ دکھایا تو میں تم پہ دس روپے جرمانہ کر دوں گی"

"مجھے منظور ہے۔ آؤ میرے ساتھ"

اور رانی شیمی کو لے کر چپکے سے خانم کے کمرے میں آ گئی۔

اخبار میز پہ پڑا تھا۔ شیمی نے رانی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"لاؤ دس روپے شرط کے۔ اخبار تو میز پر رکھا ہوا ہے"

رانی کبھی اخبار کو دیکھ رہی تھی اور کبھی کرسی کو۔ حیران تھی کہ ابھی ابھی تو اس نے اخبار کو میز سے دو فٹ بلند دیکھا تھا اب یہ واپس میز پر کیسے آ گیا۔ یہ شرارت ماریا نے کی تھی، وہ اس وقت بھی کمرے میں ہی تھی۔

رانی نے کہا۔

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں شیمی کہ میں نے اخبار کو میز سے اوپر اٹھے ہوئے دیکھا تھا"

"تو پھر اب یہ میز پر کیوں رکھا ہے؟ تم شرط ہار گئی ہو۔ دس روپے جرمانے کے دے دو چپکے سے"

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ خانم فون کر کے واپس آ گئی۔

"ارے شیمی! ارے رانی! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

رانی نے سارا واقعہ خانم کو سنا دیا۔ خانم نے ایک بلند قہقہہ لگایا

"شیمی ٹھیک کہتی ہے۔ تم نے ضرور جاگتے میں کوئی خواب دیکھا ہے۔ ہاں رانی! بغداد شہر میں کہتے ہیں آج کل یہ بیماری بڑی عام ہے"

"کون سی بیماری؟" رانی نے پوچھا

"یہی کہ یہاں کبھی کبھی انسان جاگتے میں خواب دیکھنے لگ جاتا ہے"

رانی نے کہا۔

"خدا کے لیے تم لوگ میری بات کا اعتبار کیوں نہیں کرتیں۔ میں سچ کہہ رہی ہوں کہ میں نے....."

شمی نے اس کا منہ بند کر کے کہا۔

"بس بس اب چھوڑو یہ بکواس اور سیدھی طرح سے دس روپے نکالو پرس میں سے"

خانم نے کہا۔

"ہاں بھئی تم شرط ہار گئی ہو۔ تمہیں دس روپے دینے ہی پڑیں گے"

آخر رانی کو دس روپے دینے پڑے اور دونوں سہیلیاں اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ ان کے جاتے ہی خانم نے دروازہ بند کر دیا اور پلٹ کر بولی۔

"کیا بات تھی ماریا؟"

ماریا بہت ہنسی۔

"بس بات کیا ہونی تھی۔ تم دروازہ کھلا چھوڑ گئی تھیں۔ میں اخبار پڑھ رہی تھی کہ رانی اندر آ گئی۔ ظاہر ہے اخبار اسے میز پر سے اوپر نظر آیا۔ میں اسے نظر آ نہیں سکتی تھی۔ وہ پریشان ہو کر باہر کو بھاگی اور شمی کے ساتھ شرط لگا کر اسے یہاں لے آئی۔ پھر میں نے اخبار میز پر رکھ دیا تھا"

"بہت خوب!"

ماریا نے کہا۔

"کیا بغداد شہر کی سیر کو نہیں چلو گی؟"

خانم بولی۔

"ماریا بہن! کیا کہوں۔ ابھی فون کرنے گئی تو دفتر والوں نے کہا کہ تھوڑی دیر کے لیے ہوائی اڈے آ جاؤ۔ ایک ضروری کام ہے۔ میں تمہیں یہی کہنے آئی تھی کہ میں آج سیر کو نہ جا سکوں گی۔ شاید دفتر سے رات کو واپسی ہو۔ تم بے فکر ہو کر یہاں آرام کرو۔ میں باہر سے تالا لگا جاؤں گی۔"

ماریا نے کہا۔

"نہیں نہیں۔ تم ایسا کرو کہ چابی مجھے دے جاؤ۔ میں تالا لگا کر اکیلی شہر کی سیر کو چلی جاؤں گی اور پھر کچھ دیر سیر کرنے کے بعد واپس آ کر آرام کروں گی"

"چلو یہ ٹھیک ہے۔"

خانم جاتے ہوئے ماریا کو چابی دیتی گئی۔

ماریا کچھ دیر تک تو کتابیں وغیرہ دیکھتی رہی۔ پھر اٹھی اور دروازے کو تالا لگا کر باہر نکل گئی۔ جب وہ رانی اور شمی کے کمرے کے آگے سے گذری تو اسے شرارت کرنے کا خیال آیا۔ شمی نے رانی کی بات کا یقین نہیں کیا تھا۔ ماریا نے سوچا ذرا شمی کو یقین دلایا جائے کہ رانی سچ کہہ رہی تھی۔ پس یہ سوچ کر اس نے دروازے کو ذرا کھٹکھٹایا۔ کیونکہ دروازہ اندر سے بند تھا۔

اندر سے رانی نے آواز دی۔

کون ہے؟ اندر آ جاؤ۔

یہ لڑکیوں کا ہوسٹل تھا اور رانی کو معلوم تھا کہ اس کی کوئی سہیلی ہی سکتی ہے۔ ماریا نے پھر دستک دی۔ اب اندر سے تیز آواز آئی۔

"بھئی اندر آ جاؤ نا دروازہ کھلا ہے۔"

ساتھ والے کمرے میں شیمی کتاب پڑھ رہی تھی بولی۔

"اری الّو کی دم! میں نے دروازے کی کنڈی چڑھا دی تھی۔ اٹھ کر دروازہ کھولو۔ شاید خانم ہو گی۔"

رانی بڑبڑ کرتی اٹھی۔

"پہلے کیوں نہیں بتایا تم نے مجھے کہ دروازہ بند ہے"

رانی نے کنڈی کھول کر دروازہ کھول دیا۔

"کون ہے"

باہر کوئی بھی نہیں تھا۔ رانی کو بڑا غصہ آیا کہ کوئی کم بخت سہیلی اس کے ساتھ مذاق کر کے آگے چل دی ہے۔ اس نے زور سے دروازہ بند کر دیا۔ اس دوران میں ماریا اندر کمرے میں داخل ہو چکی تھی۔ شیمی نے اپنے کمرے سے آواز دی۔

"کون تھا رانی؟"

رانی نے غصے میں کہا۔

"وہی بھوت تھا تمہارا"

"کیا مطلب؟"

شیمی نے پوچھا۔

رانی بولی۔

"مطلب یہ کہ کسی لڑکی نے شرارت سے دروازہ کھٹکھٹایا اور بھاگ گئی۔ کیسی بھونڈی بات ہے یہ۔ ان لڑکیوں کو مذاق بھی نہیں کرنا آتا"

دوسرے کمرے سے شیمی کے ہلنے کی آواز آئی۔ رانی بستر پر لیٹ کر پھر سے جاسوسی ناول پڑھنے لگی۔ ماریا نے کمرے کو دیکھا۔ بالکل خانم کے کمرے ایسا ہی تھا۔ پلنگ۔ میز کرسی۔ تپائی۔ ڈریسنگ میز اور الماری۔ دیوار کے ساتھ پلنگ لگا تھا اور اس پر رانی بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی۔

انوکھا پریشن

مایا شمی کے کمرے میں آ گئی۔

یہ کمرہ بھی ویسا ہی تھا جس طرح رانی کا تھا۔ دروازے پر پردہ گرا تھا۔ شمی بڑے آرام سے پلنگ پر بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی۔ تپائی پر اس نے پاس ہی پلیٹ میں مونگ پھلی رکھی تھی جسے وہ دانہ دانہ کر کے منہ میں ڈال کر چبا رہی تھی۔ آنکھیں کتاب پر تھیں۔ ہاتھ اپنے آپ پلیٹ کی طرف آتا۔ ایک دانہ اٹھاتا اور منہ میں ڈال لیتا۔ مایا نے سوچا کہ اس جگہ شرارت کی جا سکتی ہے۔

وہ تپائی کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔

اس نے بڑے آرام سے مونگ پھلی والی پلیٹ اٹھا لی اور ذرا پرے ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ اور تماشہ دیکھنے لگی۔ شمی نے کتاب پڑھتے پڑھتے پہلے کی طرح مونگ پھلی والی پلیٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ پلیٹ کی بجائے میز سے ٹکرا گیا۔ اس نے دوسری طرف ہاتھ کیا کہ شاید پلیٹ ذرا پرے ہو۔ وہاں بھی اس کا ہاتھ خالی گیا۔ اب اس نے گردن ٹیڑھی کر کے تپائی یعنی چھوٹی میز کو دیکھا۔ اس کا جسم ایک دم ٹھنڈا پڑ گیا۔ تپائی پر سے پلیٹ غائب تھی۔ وہ کتاب پرے رکھ کر اٹھ کر بیٹھ گئی، اور میز کو غور سے دیکھنے لگی۔ مونگ پھلی کی پلیٹ وہاں کہیں بھی نہیں تھی۔

شمی پلنگ پر سے اتر کر نیچے آ گئی۔

اس نے جھک کر پلنگ کے نیچے دیکھا۔ پھر وہ ہنس پڑی۔ بھلا پلنگ کے نیچے پلیٹ کیسے جا سکتی تھی! جب وہ پلنگ کے نیچے جھانک رہی تھی تو مایا نے پلیٹ واپس تپائی پر رکھ دی۔ شمی نے پلنگ کے نیچے سے سر اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ پلیٹ وہیں تپائی پر پڑی ہے۔ بڑی حیران ہوئی آنکھیں ملنے لگی کہ کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہی؟ وہ دوبارہ پلنگ پر لیٹ گئی اور کتاب پڑھنے لگی مگر اس کا دماغ یہی سوچ رہا تھا کہ پلیٹ گم کیسے ہو گئی تھی؟

مایا نے ایک بار پھر پلیٹ اُٹھا لی اور ذرا دُور ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دی۔ شمی کا ہاتھ ایک دفعہ پھر خالی میز سے ٹکرا گیا۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ یا اللہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ دیکھا کہ پلیٹ غائب ہے۔ اُٹھ کر جو دیکھا تو پلیٹ ڈریسنگ میز پر پڑی ہے۔

"رانی!"

وہ چیخ کر رانی کے کمرے میں بھاگ گئی۔ رانی نے اُٹھ کر شمی کو تسلی دی۔

"کیا ہوا شمی! تم گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟ اندر کیا کوئی سانپ نکل آیا ہے؟"

شمی نے مونگ پھلی کی پلیٹ کی ساری کہانی سنا ڈالی۔ رانی نے کہا۔

"اب تمہیں پتہ چلا ہوگا کہ میں ٹھیک کہہ رہی تھی۔"

"تو کیا ہوسٹل میں کوئی بھوت آگیا ہے؟"

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"نہیں نہیں۔ میں مر جاؤں گی۔ مجھے بھوتوں سے بڑا ڈر لگتا ہے۔"

رانی نے کہا "پہلے میرے دس روپے تو نکالو۔"

شمی بولی "خدا کے لئے تم دس چھوڑ کر سو روپیہ لے لینا۔ لیکن مجھے آج کی رات اپنے پلنگ پر سونے کی اجازت دے دو۔"

رانی نے کہا "اری چل کر دیکھو تو سہی کہ مونگ پھلی کی پلیٹ کہیں وہیں تپائی پر تو نہیں رکھی ہوئی ہے۔"

شمی ڈرتے ڈرتے اندر گئی تو دیکھا کہ مونگ پھلی کی پلیٹ وہیں تپائی پر پڑی تھی۔

رانی نے کہا "اری! اب تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ضرور تم نے خواب دیکھا ہے۔ دیکھو۔ پلیٹ تو وہیں میز پر پڑی ہے۔"

شمی بولی "خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں بول رہی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ پلیٹ پہلے غائب ہو گئی اور پھر ڈریسنگ ٹیبل پر جا کر پڑی تھی۔"

رانی سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے بھی بھوت کو اخبار پڑھتے دیکھا تھا۔ اتنے میں غسل خانے میں نلکے میں سے پانی گرنے کی آواز آنے لگی۔ شمی رانی کے ساتھ ڈر کر لگ گئی۔

"اندر کون ہے؟"

"کون ہو سکتا ہے" رانی بھی ڈر گئی تھی۔

کمرے میں ان دونوں کے سوا تیسرا کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر غسل خانے میں پانی کا نلکہ کس نے کھول دیا تھا! ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ غسل خانے سے غرارے کرنے کی آوازیں آنے لگیں۔

اب تو رانی اور شمی چیخ مار کر کمرے سے بھاگ گئیں۔

ماریا غسل خانے سے پیچھے سے نکلی۔ تولئے سے منہ صاف کیا اور بڑے آرام سے کمرے سے باہر آ گئی۔ کمرے کے باہر دو چار لڑکیاں کھڑی آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ رانی اور شمی سہمی ہوئی کھڑی تھیں اور انہیں بتا رہی تھیں کہ ان کے کمرے میں بھوت آ گیا ہے۔ اتنے میں ہوسٹل کی وارڈن آ گئی۔ وہ ادھیڑ عمر کی کرخت چہرے والی ظالم قسم کی عورت تھی۔ آتے ہی ماتھے پر بل ڈال کر بولی۔

"یہ کیا بک بک لگا رکھی ہے تم لڑکیوں نے؟ کیا بات ہے؟ کیسا شور ہے؟"

ایک لڑکی نے کہا۔

"میڈم! رانی کے کمرے میں بھوت آ گیا ہے"

وارڈن نے نفرت سے ناک چڑھایا اور غصے میں بولی۔

"کہاں کا بھوت! کیسا بھوت!"

دوسری لڑکی نے کہا۔

"میڈم! شمی کی مونگ پھلی کی پلیٹ غائب ہو گئی ہے۔"

"تیسری نے کہا: "ان کے غسل خانے سے خراٹے کرنے کی آوازیں آتی ہیں۔"

میڈم چنگاڑی: "بک بک بند کرو۔ آؤ دکھاؤ کہاں ہے بھوت! ابھی اس کا خود کستی ہوں جا کر۔"

ماریا ذرا دور کھڑی یہ باتیں سن رہی تھی۔ وارڈن کی بات پر اُسے سخت غصہ آیا۔ اُس نے کمرے کے باورچی خانے میں جا کر دو انڈے لئے اور باہر آ گئی۔ وارڈن تھل تھل کرتی باہر کھڑی بھوت کے خلاف تقریر کر رہی تھی کہ ماریا نے پیچھے سے اس کے سر پر مار کر ایک انڈا توڑ دیا۔ وارڈن ہکا بکا ہو کر رہ گئی۔

"یہ کس کی شرارت ہے؟ اس نے چیخ ماری۔

ساری لڑکیاں پرے پرے ہٹ گئیں۔ ماریا نے دوسرا انڈا بھی اس کے سر پر مار کر توڑ دیا۔ اُس کا سر لتھڑ گیا۔ وہ زخمی شیرنی کی طرح اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

یہ کون بدتمیز ہے!

ماریا نے کہا۔

"ہوسٹل کا بھوت!"

اس کی آواز سن کر سناٹا چھا گیا۔ ماریا کی گونج دار آواز سب نے سنی تھی مگر شکل کسی کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے بعد

لڑکیاں چیخیں مارتی اپنے اپنے کمروں کی طرف بھاگ گئیں۔ ماریا بہت ہنسی۔ کیونکہ وارڈن بھی ڈر کر سر کو کپڑے سے صاف کرتی وہاں سے بھاگ گئی تھی۔

ماریا ہوسٹل کی بلڈنگ سے نکل آئی۔

وہ بغداد کی سڑکوں پر سیر کرنے لگی۔ یہ شہر اُس نے تین ہزار سال پہلے دیکھا تھا۔ اب بالکل ہی بدل گیا تھا۔ یہ ایک بالکل ہی نیا شہر تھا۔ جنگ کی وجہ سے یہاں امریکی اور انگریزی فوجیں چھاؤنی ڈالے ہوتے تھیں۔ رات کو بلیک آؤٹ ہوتا تھا۔ مگر دن کو شہر میں چہل پہل ہوتی تھی۔ ہوٹلوں میں گانے ہوتے تھے۔ بازاروں میں لوگ گھومتے پھرتے خرید و فروخت کرتے نظر آتے تھے۔

ماریا سیر کرتی کرتی ایک ایسے علاقے میں آ گئی جہاں پرانی حویلیاں اور باغ تھے۔ ان باغوں میں انار، انگور اور ناشپاتی کے باغ تھے۔ ایک حویلی کے دروازے پر دربان کھڑا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کسی امیر عرب کا مکان ہے۔ حویلی کی چاردیواری قلعے کی طرح تھی۔ ماریا کا دل چاہا کہ وہ حویلی کے اندر جا کر ذرا سیر کرے۔ وہ دربان کے قریب سے ہو کر گزر گئی۔ اس نے ماریا کو بالکل نہ دیکھا۔

اندر ایک باغ شروع ہو گیا۔ کھجور، انگور، ناشپاتی اور انجیر کے درخت قطار میں اُگے تھے۔ بیچ میں ایک چھوٹا سا راستہ تھا جو

سامنے ایک تین منزلہ مکان کو جاتا تھا۔ اس مکان کی ڈیوڑھی پر بھی ایک حبشی دربان کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔ باغ بڑا خوشگوار اور خوبصورت تھا۔ بیچ میں ایک فوارہ تھا جس میں سے چاندی ایسا شفاف پانی اُبل رہا تھا۔ ماریا باغ کے راستے پر سے گزرتی گئی۔ اُسے پرانا زمانہ یاد آ گیا جب وہ عنبر اور ناگ کے ساتھ مصر اور ایران کے بادشاہی قلعوں کی سیریں کیا کرتی تھی۔ وہ تین منزلہ مکان کے پاس پہنچ کر رک گئی۔ یہ بڑا خوبصورت مکان تھا۔

اوپر بارہ دریاں تھیں جن کے اوپر گنبد بنے ہوئے تھے۔ کسی پرانے عرب سوداگر کی حویلی معلوم ہوتی تھی۔ ڈیوڑھی میں ایک کالا حبشی ہاتھ میں بندوق لئے پہرہ دے رہا تھا۔ ماریا مکان کے اندر داخل ہونے کی بجائے اس کے پیچھے آ گئی کہ ذرا ادھر کی بھی سیر کریں اور دیکھیں کہ ادھر کیا ہے؟ دوسری طرف مکان کی پہلی منزل کی کھڑکیاں تھیں۔ ان کھڑکیوں پر لوہے کی جالیاں لگی تھیں۔ ان پر کسی جگہ پھولوں بھری بیل چڑھی تھی اور کسی جگہ جالی خالی تھی۔ ماریا نے جھانک کر دیکھا۔ جالی کے پیچھے لکڑی کی کھڑکی تھی جس کا پٹ نہ تھا۔ ایک جگہ سیڑھی اوپر کو جاتی تھی۔

ماریا ذرا آگے گئی تو ایک درخت پر انگور کی بیل چڑھی تھی۔ وہ درخت کی طرف جانے ہی والی تھی کہ اسے اچانک کسی عورت کے رونے کی آواز آئی۔ وہ رُک گئی۔ آواز جالی دار کھڑکی کے

اندر سے آ رہی تھی۔ ماریا نے جالی کے ساتھ کان لگا دیئے۔ آواز اندر سے ہی آ رہی تھی۔ یہ کسی لڑکی کی آواز تھی جو ہولے ہولے سسکیاں بھر کر رو رہی تھی۔ ماریا ایک دم ہوشیار ہو گئی۔ سوچنے لگی اس عورت کی مدد کرنی چاہیئے۔ یہ کون ہو سکتی ہے؟ یہ کیا راز ہے؟

آواز آتی رہی۔ پھر رُک گئی۔ تھوڑی دیر بعد پھر سے رونے کی آواز آنے لگی۔ ماریا چپکے سے جالی کے ساتھ لگی سنتی رہی۔ کوئی دکھی لڑکی سسکیاں بھر بھر کر رو رہی تھی۔ ماریا کا دل ہل گیا۔ ماریا کا دل اس لڑکی کی مدد کرنے کے لئے بے تاب ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ جالی دار کھڑکی اندر سے بند تھی۔ سیڑھی جو دیوار کے ساتھ جاتی تھی وہ اوپر جا کر بند ہو گئی تھی۔ ادھر سے اوپر جانے کا کوئی راستہ نہ تھا۔

ماریا نے بے اختیار ہو کر کھڑکی پر آہستہ سے اُنگلی مار کر اُسے بجایا۔

اُس کے کھڑکی بجانے سے آواز اچانک بند ہو گئی۔ ماریا نے ایک بار پھر انگلی ماری اور اسے بجایا۔ ٹھک ٹھک کی آواز کے ساتھ ہی کوئی سسکی بھرتے بھرتے ایک دم سے رُک گیا۔

ماریا نے اپنا منہ کھڑکی کے ساتھ لگا کر کہا۔

"تم کون ہو؟ کیوں رو رہی ہو؟ مجھے بتاؤ۔ میں تمہاری

ہمدرد ہوں۔"

دوسری طرف خاموشی چھائی رہی۔ کسی نے کوئی آواز نہ دی۔ ماریا نے ایک بار پھر کھڑکی پر انگلی مار کر کہا۔

"آواز دو۔ کون ہو تم! میں تمہاری ہمدرد ہوں۔ مجھے بتاؤ۔ میں تمہاری مدد کرنے آئی ہوں۔"

خاموشی۔ وہی خاموشی چھا گئی۔ پھر ماریا کو ہلکی سی کمزور آواز سنائی دی۔ جیسے کسی کنوئیں سے آ رہی ہو۔

"میں بیلا ہوں۔ میری مدد کرو۔ یہ مجھے قتل کرنے والے ہیں۔"

ماریا نے جلدی سے کہا۔

"اندر آنے کا راستہ کون سا ہے!"

اندر سے کمزور آواز آئی۔

"بڑا سخت پہرہ ہے۔ تم کیسے آ سکتی ہو۔ تم عورت ہو یہ لوگ بڑے ظالم ہیں۔"

ماریا نے کھڑکی کے ساتھ منہ لگا کر کہا۔

"مجھے راستہ بتاؤ۔"

اندر کچھ دیر خاموشی چھائی رہی۔ پھر آواز آئی۔

"اگر تم اندر آ سکتی ہو تو پھر اندر آنے کا ایک ہی راستہ ہے۔ ڈیوڑھی میں سے گزر کر غلام گردش آئے گی۔ بائیں کو مڑ جانا۔ وہاں سے ایک سیڑھی اوپر کو جائے گی۔ اس پر سے ہو

کر بالکونی میں آ جانا۔ وہاں سے سیڑھی نیچے اترے گی۔ آگے ایک دروازہ ملے گا جہاں پہرہ ہو گا۔ یہ دروازہ میرے کمرے کا ہو گا۔"

ماریا نے کہا: "میں آ رہی ہوں۔"

اندر سے آواز آئی: "تمہیں قدم قدم پر پہرہ ملے گا۔ بندوقیں اور مشین گنیں ملیں گی۔ کیا تمہارے پاس پستول ہے! کاش! تم میرے پاس آ سکو مگر تم نہیں آ سکو گی۔ خدا کے لئے تم مت آؤ۔ میرے ساتھ اپنی جان نہ گنواؤ۔ یہ لوگ تمہیں بھی مار ڈالیں گے۔ واپس چلی جاؤ۔ واپس چلی جاؤ۔"

ماریا نے کہا: "میرا انتظار کرو۔ میں آ رہی ہوں۔"

اتنا کہہ کر ماریا حویلی کی ڈیوڑھی کی طرف نکل گئی۔ ڈیوڑھی میں ایک سیاہ رنگ کا حبشی ہاتھ میں تلوار لئے پہرہ دے رہا تھا۔ وہ بند دروازے کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔ اگر دروازہ کھلا ہوتا تو بھی ماریا اس کے ساتھ لگے بغیر اندر داخل نہیں ہو سکتی تھی۔ ماریا سوچنے لگی کہ اس دیو حبشی کو وہاں سے کیسے ہٹایا جائے۔ آخر اس کے دماغ میں ایک ترکیب آ گئی۔ اس نے دیکھا۔ ڈیوڑھی کے کونے میں ایک سٹول پڑا تھا۔ اس کے اوپر ایک صراحی رکھی تھی۔

ماریا نے کونے میں جا کر صراحی کو نیچے گرا دیا۔ صراحی تانبے کی تھی۔ اس کے گرنے سے آواز پیدا ہوئی۔ حبشی نے چونک کر

کونے میں دیکھا اور بھاگ کر اُدھر گیا۔ اُس کے اُدھر جانے کی دیر تھی کہ ماریا نے دروازہ ذرا سا کھولا اور اندر داخل ہو کر دروازہ پھر سے بند کر دیا۔ حبشی بڑا حیران ہوا کہ یہ صراحی اپنے آپ سٹول سے کیسے نیچے گر پڑی۔ بہرحال اس نے صراحی کو دوبارہ سٹول پر رکھا اور واپس آ کر پہرے پر کھڑا ہو گیا۔

اب وہ ایک غلام گردش میں داخل ہو گئی جس کی چھت کے ساتھ ایک تانبے کا فانوس لٹک رہا تھا۔ غلام گردش میں اندھیرا تھا۔ فانوس کی دھیمی روشنی نے اور زیادہ پراسرار بنا دیا تھا۔ ماریا بڑی حیران تھی کہ یہ لوگ ایک لڑکی کو قید کر کے اس کے ساتھ کس قسم کا سلوک کر رہے ہیں! اور یہ لوگ کون ہیں! جیسا لیلیٰ نے بتایا تھا اندر غلام گردش میں آگے جا کر بائیں طرف کو گھومی تو آگے ایک تنگ سی پتھریلی سیڑھی اوپر جاتی نظر آئی۔ آگے ایک بالکونی تھی۔

اس گیلری میں دو حبشی سٹین گنیں لئے پہرہ دے رہے تھے۔

اب کیا ہو گا؟ دروازہ بند تھا۔ حبشی چاق و چوبند ہو کر کھڑے تھے۔

ماریا وہاں کھڑے ہو کر سوچتی رہی کہ ان سے کس طرح بچ کر اندر جایا جائے۔ وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ سامنے سے کمرے کا دروازہ کھلا۔ اندر سے ایک آدمی سفید ڈاکٹروں ایسے لباس میں

باہر نکلا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی مشین تھی۔ اُسے دیکھتے ہی حبشی پرے ہٹ گیا۔ ماریا سمجھ گئی کہ یہ شخص اندر جائے گا۔

ماریا بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لی۔ اس نے دروازہ کھولا۔ وہ اندر داخل ہوا تو ماریا بھی اس کے ساتھ ہی اندر داخل ہو گئی۔ اندر ایک اور سیڑھی تھی۔ یہاں چھت پر ایک اور فانوس لٹک رہا تھا۔ سامنے ایک اور کمرے کا دروازہ آ گیا۔ یہاں بھی دو حبشی سٹین گنیں لئے پہرہ دے رہے تھے۔ ڈاکٹر کو دیکھ کر انہوں نے بھی دروازہ کھول دیا اور ماریا اس ڈاکٹر کے ساتھ ہی کمرے میں داخل ہو گئی۔

یہ ایک ہال کمرہ تھا جو زیادہ بڑا بھی نہیں تھا اور زیادہ چھوٹا بھی نہیں تھا۔ چھت پر بڑے بڑے بلب روشن تھے۔ بیچ درمیان میں لوہے کی دو اپریشن والی میزیں بچھی تھیں۔ ایک میز پر بن مانس لیٹا تھا۔ اسے زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا۔ اس کے جسم کے ساتھ مختلف تاریں اور نلکیاں لگی تھیں۔ جو مختلف مشینوں کے ساتھ جا کر پیوست ہو گئی تھیں۔ ساتھ والی میز پر ایک خوبصورت نازک لڑکی کو لٹایا گیا تھا۔ یہ بھی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی اور اس کے سر اور جسم کے ساتھ لگی ہوئی نلکیاں مشینوں میں جا کر فٹ ہو گئی تھیں۔

یہی لڑکی لیلیٰ تھی جس نے ماریا کو اندر بلایا تھا۔

ماریا سمجھ گئی۔ اس کے سرہانے کی جانب وہی کھڑکی تھی جس

میں سے ماریا نے لیلیٰ کے رونے کی آواز سنی تھی۔ اور اسے بلایا تھا۔ کھڑکی اندر سے بند تھی اور اس میں قفل لگا تھا۔ ہال کی دیواروں کے ساتھ ساتھ کئی قسم کی مشینیں لگی تھیں۔ ان میں ڈائیل تھے۔ تاریں ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کوئی بہت بڑا اپریشن ہونے والا ہے۔ بن مانس بے ہوش پڑا تھا۔ صرف لڑکی لیلیٰ ہوش میں تھی اور اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ دیوار کا ایک چھوٹا سا دروازہ کھلا۔

اندر سے دو ڈاکٹر سفید لباس میں باہر نکلے۔ وہ ایک میز گھسیٹ کر بن مانس اور لیلیٰ کی میزوں کے درمیان لے آئے۔ اس میز پر اپریشن کرنے کی چھریاں اور آریاں رکھی تھیں۔ اس میز کو دیکھ کر لیلیٰ کے منہ سے ایک دبی دبی بھیانک چیخ نکل گئی۔

ایک ڈاکٹر نے کہا۔

"اسے بے ہوش کیوں نہیں کیا گیا؟"

دوسرا ڈاکٹر جلدی سے آگے بڑھا۔ اس نے لیلیٰ کو بے ہوشی کا ٹیکہ لگا دیا۔ لیلیٰ بے ہوش ہو گئی۔ اب بڑے ڈاکٹر نے دستانے چڑھائے اور بن مانس کے سر کے بیچ میں ایک برمے سے سوراخ ڈال دیا۔ اس کے سر سے خون نکل کر بہنے لگا۔ دوسرے ڈاکٹر نے جلدی سے خون والی رگیں بند کر دیں۔ بن مانس کی کھوپڑی کے سوراخ میں ایک چاندی کا چھوٹا سا سلنڈر ڈال دیا گیا۔ بن مانس

کے پھیپھڑوں میں ہوا بھرنے والی مشین چل پڑی۔

ایک ڈاکٹر مشینوں کے ڈائیل کے پاس کھڑا تھا اور اس پر سے دیکھ دیکھ کر کاپی پر لکھتا جا رہا تھا۔ ماریا نے سوچا کہ یہ لوگ کوئی بھیانک تجربہ کر رہے ہیں۔ اتنے میں ایک ڈاکٹر بولا

"اگر ہمارا تجربہ کامیاب ہو گیا تو ہم اس دنیا میں انقلاب لے آئیں گے۔ لوگ یہ دیکھ کر دنگ رہ جائیں گے کہ ایک بن مانس انسانوں کی طرح باتیں کر رہا ہے اور ایک عورت بن مانس بن گئی ہے۔ اور وہ زمین پر چار پاؤں سے چل رہی ہے۔"

دوسرا ڈاکٹر مکروہ طریقے سے ہنسا۔

"ہم اس دنیا کے بڑے بڑے سیاستدانوں کو بن مانس بنا دیں گے اور جنگل کے سارے بن مانسوں کو انسان بنا کر شہروں میں چھوڑ دیں گے۔"

ماریا یہ سن کر کانپ گئی۔ یہ لوگ تو شیطانی کام کر رہے تھے۔ ان کو تباہ کرنا بڑا ضروری تھا۔ ماریا نے سوچا کہ جو کچھ کرنا جلدی سے کر گزرنا چاہیئے۔ اگر انہوں نے لیلیٰ کے دماغ میں سوراخ ڈال دیا تو وہ دوبارہ زندہ نہ ہو سکے گی۔ ماریا نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ اس مشین کو آف کر دیا جو بن مانس کے جسم میں بجلی داخل کر رہی تھی۔

مشین ایک دم بند ہوئی تو ڈاکٹروں نے گھبرا کر اس

طرف دیکھا۔

"اسے کیا ہو گیا۔ بند کیوں ہو گئی؟ اسے چلاؤ۔"

تیسرا ڈاکٹر جو مشینوں کے پاس کھڑا ڈائیلوں پر سوئی کے چلنے کی حرکات نکھ رہا تھا جلدی سے مشین کی طرف بڑھا اور بٹن دبانے لگا۔ مگر ماریا نے تو وہ بٹن ہی توڑ ڈالا تھا۔ اس نے لپک کر دوسرا بٹن اون کر دیا مشین چلنے لگی۔ ماریا نے دوسری طرف جا کر بجلی کے اس سوئچ کی تاریں باہر کھینچ لیں، جس کی وجہ سے مشینوں کو بجلی ملتی تھی۔

ساری مشینیں ایک دم سے خاموش ہو گئیں۔ تینوں ڈاکٹروں نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ بڑا ڈاکٹر چلایا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"ضرور کوئی سازش ہوئی ہے۔"

"مشین کی بجلی اون کرو۔"

ایک شخص بھاگا بھاگا آیا اور کہنے لگا۔

"جناب کسی نے ساری تاریں باہر کھینچ کر برباد کر ڈالی ہیں۔"

ڈاکٹر نے چیخ کر کہا۔

"اندر کون آ سکتا ہے۔ یہ ضرور تمہاری شرارت ہے۔"

"جناب! میں بے قصور ہوں۔ میں نے کسی کو اندر آتے نہیں دیکھا۔"

"پھر یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟۔ جلدی سے دوسرا جنریٹر چلاؤ۔"

انجنیئر ایک کمرے کی طرف بھاگا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی گئی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جب تک مشینوں کی بجلی بند رہے گی ییلی کی جان بچی رہے گی۔ اگر ایک بار بجلی چل پڑی تو پھر ییلی کی جان نہ بچائی جا سکے گی۔ انجنیئر نے اندر جا کر دوسری مشین کا سوئچ اون کرنا چاہا مگر ماریا نے پیچھے سے اسے دھکا دیا۔ وہ اندھے منہ ایک طرف گرا۔ اس کا سر دیوار سے ٹکرایا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ دیوار کے ساتھ ایک کلہاڑا لگا تھا۔

اس نے کلہاڑا اٹھایا اور بجلی کی مشین سے نکلنے والی ساری تاریں کاٹ ڈالیں۔ مشین کو اس قدر نقصان پہنچایا کہ وہ دو روز تک بھی پھر سے درست نہیں ہو سکتی تھی۔ جب مشین نہ چلی تو ایک ڈاکٹر شور مچاتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"کہاں مر گئے ہو؟ مشین کیوں نہیں چلائی بدبخت؟"

کیا دیکھتا ہے کہ انجنیئر اندر بے ہوش پڑا ہے اور مشین کی ساری تاریں کٹی پڑی تھیں۔ بڑا حیران ہوا کہ یہ کیا ہو گیا۔ سمجھ گیا کہ کوئی دشمن اندر آ گیا ہے اور مشین کو تباہ کر کے انجنیئر کو ہلاک کر گیا ہے۔ یہ ڈاکٹر باہر کو بھاگنے ہی والا تھا کہ پیچھے کھڑی ماریا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ

کر کہا۔

"کیا حال ہے پیارے؟"

ڈاکٹر نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ پیچھے کوئی بھی نہ تھا۔ ڈاکٹر کا رنگ زرد ہو گیا۔ ماریا نے اس کی گردن پر ایک ہاتھ مارا۔ وہ چکرا کر فرش پر گر پڑا۔ اس کے گرتے ہی ماریا باہر کو نکلی۔ باہر سے اس نے دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی۔ اب وہ ہال کمرے میں آ گئی۔ دونوں ڈاکٹر انتظار کر رہے تھے کہ بجلی آئے تو وہ نیلی کا اپریشن شروع کریں۔ مگر بجلی نہ آئی۔ دونوں ڈاکٹر پریشان ہوئے۔ بڑے ڈاکٹر نے چھوٹے ڈاکٹر سے کہا کہ وہ جا کر دیکھے کہ مشین کیوں نہیں چلائی گئی؟

٭

بن مانس کا دماغ

ڈاکٹر نے دیکھا کہ دروازہ بند ہے۔

وہ دروازہ کھول کر اندر گیا تو معلوم ہوا کہ انجینئر بے ہوش پڑا ہے اور مشین کی ساری تاریں برباد ہو چکی ہیں۔ وہ بھاگم بھاگ کمرے سے باہر نکل کر اپریشن روم میں آیا تو یہاں ایک اور ہی نقشہ تھا۔ بڑا ڈاکٹر فرش پر اوندھے منہ پڑا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب! کیا ہوا آپ کو؟"

اس نے جھک کر ڈاکٹر کا سر اٹھایا۔ ڈاکٹر مر چکا تھا۔ اس کی گردن پر کسی شے کی ضرب کا گہرا نشان تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ماریا کا تھا جو قریب ہی کھڑی تھی۔ اب ماریا نے دوسرے ڈاکٹر کی گردن پر پستول رکھ کر کہا۔

"اس لڑکی کو ہوش میں لاؤ۔ نہیں تو ابھی تمہیں بھی ہلاک کئے دیتی ہوں۔"

"تم..... تم کون ہو؟"

ماریا نے پستول کی نالی اس کی گردن میں چبھو کر کہا۔

"میں بھوت ہوں۔"

ڈاکٹر نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر پہلے ڈاکٹر کے اوپر گر پڑا۔

"کم بخت! یہ بھی بے ہوش ہو گیا۔ اب لیلیٰ کو ہوش کیسے آئے گا؟"

ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ لیلیٰ کے ایک گہرا سانس لینے کی آواز آئی۔ ماریا نے پلٹ کر دیکھا۔ لیلیٰ سر کو ہلا رہی تھی۔ ماریا نے جلدی جلدی اس کے جسم کے ساتھ لپٹی ہوئی ساری زنجیریں کھول کر فرش پر پھینک دیں اور لیلیٰ کے سر کو ہلاتے ہوئے کہا۔

"لیلیٰ بہن! ہوش کرو۔"

لیلیٰ نے آنکھیں کھولیں اور حیران ہوئی کہ یہ آواز جس عورت کی آ رہی ہے وہ نظر نہیں آ رہی۔ ماریا فوراً سمجھ گئی کہ اس پر اپنا راز ظاہر کر دینا چاہیئے نہیں تو یہ گھبرا جائے گی۔ لیلیٰ ماریا کے ہاتھوں اور انگلیوں کو اپنے سر پر محسوس کر رہی تھی۔

"تم۔ تم کون ہو! تم نظر کیوں نہیں آ رہی؟"

ماریا نے جلدی سے کہا۔

"لیلیٰ میں وہی لڑکی ہوں۔ جس نے تمہارے رونے کی آواز سن کر تم سے بات کی تھی۔ تمہیں حوصلہ دیا تھا۔"

لیلیٰ نے کہا: "تم نظر کیوں نہیں آتیں! دکھائی کیوں نہیں

دیتیں!"

ماریا بولی: "خدا کے لئے یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔ اس وقت یہ باتیں نہ پوچھو۔"

"تم یہاں کس طرح پہنچ گئی۔ وہ لوگ کہاں ہیں؟"

"فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہو گیا ہے۔ وہ لوگ یہاں نہیں ہیں۔ چلو میرے ساتھ۔ کیا تم چل سکتی ہو؟"

"کوشش کروں گی۔ مگر باہر پہرہ ہے۔"

"گھبراؤ نہیں۔ ہم اس کھڑکی سے کود جائیں گے۔"

ماریا نے آگے بڑھ کر لیلیٰ کو اٹھایا اور پھر کھڑکی کا تالا توڑ کر کھڑکی کھول دی۔ یہ کھڑکی حویلی کے پچھلے باغ میں کھلتی تھی۔ لیلیٰ اب پوری طرح ہوش میں آ چکی تھی۔ اس نے کہا۔

"میں نہیں دیکھ سکتی۔ مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ تم کہاں ہو؟"

ماریا نے کہا: "میں تمہیں ساتھ لے کر چلوں گی۔ جدھر میں کہوں ادھر کو چلے آنا۔ اب میں اس کھڑکی سے کودوں گی۔ تم بھی میرے ساتھ کود جانا۔"

اور لیلیٰ کھڑکی سے باہر کود گئی۔ ماریا پہلے ہی کود چکی تھی۔

باہر

ابھی وہ باہر باغ میں کودی ہی تھیں کہ اندر پتہ چل گیا کہ لیلیٰ بھاگ گئی ہے اور ڈاکٹر بے ہوش ہیں جن میں سے ایک ڈاکٹر مر گیا ہے۔ پہرے داروں نے حویلی کی ناکہ بندی کر لی۔

ماریا نے کہا۔

"تم یہیں کسی جگہ چھپ جاؤ۔ میں ان لوگوں کو سنبھال لوں گی"

"خدا کے لئے اپنی حفاظت کرو۔ ان کے پاس بندوقیں ہیں۔ وہ گولی چلا دیں گے۔ کیا تم مر نہ سکو گی؟"

ماریا نے کہا: "اگرچہ میں غائب ہوں لیلیٰ مگر مجھے گولی لگ سکتی ہے۔ کیونکہ میرا ایک جسم ہے۔ جس میں سے گولی گزر سکتی ہے!"

"پھر سب سے پہلے تم اپنی حفاظت کرو۔"

"نہیں نہیں۔ تم باغ کے اُس جھنڈ میں جا کر چھپ جاؤ۔ وہ لوگ اِدھر آ رہے ہیں، جلدی کرو۔"

اور لیلیٰ بھاگ کر دُور ایک جگہ درختوں اور جھاڑیوں کے جھنڈ میں جا کر چھپ گئی۔ پہرے دار اور کچھ دوسرے لوگ مشین گنیں لئے اس کھڑکی کی طرف آ رہے تھے۔ جہاں سے ماریا اور لیلیٰ باہر کو کودی تھیں۔ ماریا پرے ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ ایک آدمی نے کھڑکی میں سے اندر جھانک کر دیکھا۔ ماریا نے اس کی کمر پر لات ماری۔ وہ اوندھے منہ گرا۔ ماریا نے اس کی مشین گن اٹھا لی۔ مشین گن ماریا کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گئی۔

اس کے ساتھی آگے بڑھے۔ انہوں نے پہرے دار کو اٹھایا۔ معلوم ہوا کہ مشین گن غائب ہے۔ بڑے حیران ہوئے۔

"مشین گن کہاں چلی گئی؟"

"ابھی میرے ہاتھ میں تھی" دوسرا بولا۔

اتنے میں ماریا نے مشین گن کا بٹن دبا دیا۔ گولیاں تڑ تڑ تڑ تڑ کر کے اس کی گن سے نکل کر پہرے داروں پر برسنے لگیں دیکھتے دیکھتے کتنے ہی پہرے دار حبشی گر گر کر تڑپنے لگے۔

"یہ مشین گن کون اُلو کا پٹھا چلا رہا ہے؟!"

"اسے روکو! اسے روکو! یہ کون ہے؟!"

سب چیخ رہے تھے مگر کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ مشین گن کی گولیاں کدھر سے آ رہی ہیں؟ گولیاں چلنے کی آواز سے حویلی میں سے کچھ دوسرے لوگ نکل کر باغ کی طرف دوڑے۔ ماریا کی مشین گن نے انہیں بھی وہیں گرا دیا۔ اتنے میں ایک حبشی کی نظر جھاڑیوں میں چھپی ہوئی لیلیٰ پر پڑ گئی۔ اس نے پیچھے سے آ کر اسے دبوچ لیا۔ ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا جس کی وجہ سے وہ چیخ بھی نہ سکی۔

حبشی لیلیٰ کو اٹھا کر حویلی کے چور دروازے سے باہر نکل گیا۔ باہر ایک جیپ کھڑی تھی۔ حبشی کو معلوم تھا کہ یہ لڑکی بہت قیمتی ہے اور اس پر ڈاکٹر آدھے تجربے کر چکے ہیں اور وہ اگر اسے دوسرے ڈاکٹروں کے پاس فروخت کر دے تو اسے بہت دولت مل سکتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حبشی نے لیلیٰ کا منہ باندھ کر اٹھا لیا اور اُسے جیپ میں ڈال کر بغداد کے باہر

صحرا کی طرف روانہ ہو گیا۔

ماریا نے جب جھاڑیوں میں آ کر دیکھا تو وہاں لیلیٰ نہیں تھی۔ وہ بڑی حیران ہوئی کہ لیلیٰ کہاں چلی گئی، اس نے تو اسے اسی جگہ ٹھہرنے کو کہا تھا۔ پھر وہ وہاں سے کیوں بھاگ گئی! مگر وہ خود نہیں جا سکتی۔ ضرور اسے اغوا کر لیا گیا ہے۔ یہ سوچ کر ماریا نے زمین کی طرف دیکھا۔ اس جگہ قدموں کے نشان تھے۔ یہ نشان چار تھے۔ صاف لگتا تھا کہ کسی نے زبردستی لیلیٰ کو اغوا کر لیا ہے۔

وہ حویلی سے باہر نکلی تو باہر کوئی نہیں تھا۔ کچے راستے پر کسی جیپ کے نشان تھے۔ تو کیا لیلیٰ کو کوئی شخص جیپ میں اغوا کر کے لے گیا ہے؟ ماریا نے دُور ہوتی جیپ کی آواز سنی۔ اس نے دیکھا کہ ایک جگہ بس جانے کو تیار ہے۔ ماریا اس کی چھت پر بیٹھ گئی۔ بس روانہ ہو گئی۔ یہ بس خالی خالی تھی اور کافی رفتار سے جا رہی تھی۔ کافی دُور جا کر جب سڑک ایک طرف گھومنے لگی تو ماریا وہاں اُتر پڑی۔ یہاں ایک دوراہا تھا۔

ایک راستہ کچا ریتلا سامنے صحرا کی طرف جاتا تھا۔ اس راستے پر جیپ کے پہیوں کے نشان تھے۔ ماریا نے سوچا کہ ہو نہ ہو وہ شخص اس راستے سے لیلیٰ کو اغوا کر کے لے گیا ہے۔ دن نکل آیا تھا اور دھوپ تیز ہو گئی تھی۔ صحرا کی ریت

گرم ہونا شروع ہو گئی تھی۔ ماریا کے لئے دھوپ میں ریت پر چلنا مشکل تھا۔ اس نے سوچا کہ کیا کرنا چاہئیے۔

ایک طرف کھجور کے درختوں کا جھنڈ تھا۔ ماریا وہاں چھاؤں میں جا کر بیٹھ گئی۔ اتنے میں ایک فوجی جیپ وہاں آ کر رُکی۔ اس کو ایک فوجی چلا رہا تھا۔ یہ کوئی انگریز فوجی افسر تھا اور کھجوروں کے جھنڈ میں جو پانی کا چھوٹا سا تالاب تھا اس میں سے پانی لے کر جیپ میں ڈالنے کے لئے رُک گیا تھا۔ ماریا نے سوچا کہ یہ بڑا اچھا موقع ہے۔ اس جیپ میں سوار ہو کر باقی راستہ طے کرنا چاہئیے۔ لیلیٰ کو ضرور اسی راستے سے لے جایا گیا ہے۔ انگریز افسر نے ڈبے میں پانی بھر کر جیپ کی موٹر میں ڈالا اور پھر گاڑی سٹارٹ کر کے آگے کو بڑھا۔

اس عرصے میں ماریا جیپ میں سوار ہو چکی تھی۔

وہ جیپ کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔ فوجی کو اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔ جیپ صحرا میں آگے بڑھنے لگی۔ ریت پر وہ کافی رفتار سے اُڑی جا رہی تھی۔ صحرا شروع ہو گیا تھا۔ ارد گرد ریت ہی ریت تھی۔ ماریا نے باہر گردن کر کے دیکھا۔ اغوا کرنے والے کی جیپ کے نشان ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ ذرا آگے جا کر جیپ کے نشان ایک طرف کو گھوم گئے۔ ماریا کو یہاں اُتر جانا چاہئیے تھا۔ مگر فوجی اپنی دُھن میں گاڑی کو پوری رفتار

پر اڑائے لئے جا رہا تھا۔

ماریا نے سوچا کہ گاڑی کیسے رکوائی جائے؟

اس نے کیا کیا کہ جیپ کے پیچھے لوہے کی چادر پر ہاتھ مارنے شروع کر دیئے۔ دھپ دھپ کی آوازیں سن کر انگریز فوجی نے پیچھے دیکھا۔ جیپ خالی تھی۔ سوچا کہ شاید پہیئے میں کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ پس اس نے وہیں بریک لگا کر گاڑی روک لی۔ ماریا یہی چاہتی تھی۔ اس نے چھلانگ لگا دی اور جیپ سے اُتر کر اس راستے پر روانہ ہو گئی جدھر جیپ کے پہیوں کے نشان جاتے تھے۔

دھوپ کافی تیز ہو گئی تھی۔ لیکن جس راستے پر ماریا جا رہی تھی اس پر کہیں کہیں کھجوروں کے درخت اُگے ہوئے تھے۔ ماریا نے دیکھا کہ دور ایک نخلستان تھا۔ یعنی درختوں کے جھنڈ تھے۔ ان درختوں میں ماریا کو ایک ٹوٹی پھوٹی عمارت بھی نظر آئی۔ جیپ کے نشان اسی نخلستان کی طرف جا رہے تھے۔ ماریا چلتے چلتے اس نخلستان میں پہنچ گئی۔

یہاں بڑی ٹھنڈی چھاؤں تھی اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ ایک چھوٹا سا چشمہ بھی تھا۔ ماریا نے بڑے آرام سے ہاتھ منہ دھویا۔ تر و تازہ ہو کر اب اس نے پہیوں کے نشان دیکھے کہ اسی ٹوٹی پھوٹی عمارت کی طرف جا رہے

تھے۔ ماریا درختوں کے نیچے سے ہو کر اس عمارت کے پاس آ گئی۔ اچانک وہ رک گئی۔ عمارت کے پیچھے درختوں میں ایک جیپ کھڑی تھی۔ تو گویا جس کسی نے بھی لیلیٰ کو اغوا کیا ہے وہ اسے یہاں لے آیا ہے۔ ماریا عمارت میں داخل ہوئی۔

یہ ایک پرانی عمارت تھی۔ جیسے کوئی پرانی سرائے ہو جو گردش روزگار کی وجہ سے ویران ہو گئی ہو۔ اجڑ گئی ہو۔ اندر ٹھنڈا ٹھنڈا اندھیرا پھیلا ہوا تھا اور نمی کی ہلکی ہلکی بُو تھی۔ ماریا نے کان لگا کر سننے کی کوشش کی کہ کہیں کوئی آواز تو نہیں آ رہی؟ اندر گہری خاموشی تھی۔ لیلیٰ کو کس جگہ رکھا گیا ہو گا؟ ماریا کے ذہن میں بس ایک ہی خیال چکر لگا رہا تھا۔

اچانک اسے کسی کے بھاری قدموں کی آواز سنائی دی۔

ماریا ایک طرف ہو گئی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی سے اس کی ٹکر ہو جائے۔ کیا دیکھتی ہے کہ ایک بھاری بھرکم سیاہ فام حبشی کندھے میں مشین گن لٹکائے باہر کو چلا آ رہا ہے۔ یہ کون ہو سکتا ہے؟ شاید اسی نے لیلیٰ کو اغوا کر کے کہیں چھپا دیا ہے؟ ماریا نے پہلے سوچا کہ اس شخص کو جا کر ... جائے۔ مگر اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ پھر خیال آیا کہ اس سے لیلیٰ کے بارے میں پوچھا جائے۔ لیکن ماریا کی آواز اسے ڈرا دے گی۔ شاید یہ احمق بے ہوش ہو جائے۔

یہ الگ مصیبت کھڑی کر دے گا۔ اس لئے اسے گزر جانے دیا جائے۔ آخر لیلیٰ کو اس نے اسی عمارت میں کہیں چھپایا ہے۔ ماریا نے سوچا کہ وہ اُسے ضرور تلاش کرے گی۔ یہ ماریا نے بُھول کی۔ کیونکہ اس حبشی نے لیلیٰ کو ایک عجیب و غریب جگہ چھپا رکھا تھا۔ حبشی جیپ پر بیٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔

اس کے جاتے ہی ماریا نے لیلیٰ کی تلاش شروع کر دی۔

پہلے تو اس نے آوازیں دیں۔ لیلیٰ نے کسی بھی آواز کا جواب نہ دیا۔ ماریا بڑی پریشان ہوئی کہ یا خدا! یہ چھوٹی سی عمارت میں لیلیٰ کو کہاں گم کر دیا گیا ہے! اس نے کونہ کونہ چھان مارا مگر لڑکی کا کہیں نام و نشان تک نہ ملا۔ ماریا تھک ہار کر ایک دروازے کی دہلیز پر بیٹھ گئی۔ اس دروازے کے پٹ غائب تھے۔ ماریا جس پتھر پر بیٹھی تھی اس کی ایک جانب سے پودا باہر کو نکلا ہوا تھا۔

ماریا نے پودے کو اپنی طرف کھینچا تو وہ بڑے آرام سے اکھڑ کر اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ پودا زمین میں اُگا ہوا نہیں تھا بلکہ کسی نے ویسے ہی وہاں اڑا دیا تھا۔ ماریا کو شک سا ہوا۔ اس نے پتھر کو ہلایا تو وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ نیچے ایک گڑھا سا تھا۔ ماریا نے گڑھے میں جھک کر دیکھا۔ وہاں ایک اور پتھر پڑا تھا۔

اس نے بڑی کوشش کے ساتھ وہ پتھر اٹھا کر باہر نکالا تو نیچے ایک صندوق کا ڈھکن نکل آیا۔

ماریا نے ڈھکن اٹھایا تو نیچے ایک تنگ سا راستہ جا رہا تھا۔ ماریا کچھ دیر کھڑی سوچتی رہی کہ وہ اندر جائے یا نہ جائے۔ کیونکہ راستہ اندھیرا تھا اور چھوٹا بھی تھا۔ شاید یہ کوئی پرانے زمانے کا راستہ ہے اور اب کوئی یہاں سے نہیں گزرا۔ مگر یہ پودا کس نے پھنسا دیا تھا؟ یہ تو پرانا نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کسی نے حال ہی میں اسے یہاں اڑا دیا تھا۔ ماریا کو لیلیٰ کی کھوج تھی اور وہ ہر حالت میں اس مظلوم لڑکی کی مدد کرنا چاہتی تھی۔ پس وہ تنگ راستے میں اُتر گئی۔ آگے بالکل ہی اندھیرا تھا۔

ماریا نے محسوس کیا کہ جہاں وہ کھڑی ہے وہاں سیڑھیاں ہیں۔ وہ سیڑھیاں اُترنے لگی۔ چھ سات سیڑھیاں اُترنے کے بعد غار کا راستہ سیدھا ہو گیا۔ اندر عجیب سی بُو پھیلی ہوئی تھی۔ اندھیرا اب کچھ کم ہو گیا تھا۔ ماریا آگے بڑھتی گئی۔ غار بائیں طرف کو مڑ گئی۔ ماریا بھی اُدھر کو مڑ گئی۔

غار کی چھت اونچی ہو گئی تھی۔ آگے جا کر وہ ایک پتھروں کے بنے ہوئے تہہ خانے میں آ گئی۔ جس کی دیواروں پر بت بنے ہوئے تھے۔ یہاں کسی جانب سے ہلکی ہلکی دن کی روشنی آ رہی تھی۔ ماریا نے گھوم پھر کر دیکھا۔ وہاں لیلیٰ کے کوئی

آثار نہیں تھے۔ خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اچانک اسے باہر کسی جیپ کی آواز سنائی دی۔ شاید کوئی آیا تھا۔ ماریا نے کان لگا دیئے۔ جیپ رُکنے کی آواز آئی۔ پھر کچھ لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آئیں۔ ماریا نے محسوس کیا کہ تین آدمی باتیں کر رہے ہیں۔

پھر جیسے کسی نے چونک کر کہا۔

"یہ پتھر کس نے اٹھایا؟"

کوئی اندر گیا ہے۔"

"پستولیں نکال کر اندر اُترو۔"

ماریا دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی اور ان لوگوں کے اندر آنے کا انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر میں ہال کمرے میں ایک حبشی نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا اور وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتا آ رہا تھا۔ پہلے اس نے سر نکال کر تہہ خانے میں چاروں طرف دیکھا۔ پھر آواز دی۔

"جو کوئی بھی اندر ہے ہتھیار پھینک کر سامنے آ جائے کیونکہ ہم تین آدمی ہیں اور تینوں کے پاس پستولیں ہیں۔"

وہاں کوئی ہوتا تو اس کے سامنے آتا۔

ماریا خاموش کھڑی دیکھتی رہی۔ حبشی نے دوبارہ آواز دی۔

"سامنے آؤ۔ تم کون ہو؟"

اندر سے کسی نے آواز نہ دی۔ اس نے پیچھے گھوم کر کہا۔

"اندر کوئی نہیں ہے۔"

پیچھے سے کسی نے کہا۔ "پھر غار کا پتھر کس نے ہٹایا تھا۔ ضرور کوئی شخص اندر چھپا ہوا ہے۔"

حبشی اب تہہ خانے میں آ گیا اور دیوار کے ساتھ لگ کر پستول ہاتھ میں لئے قدم قدم آگے بڑھنے لگا۔ اتنے میں باقی دو آدمی بھی اندر آ گئے۔ یہ بھی سانولے سانولے ادھیڑ عمر آدمی تھے اور چہروں سے ڈاکو لگ رہے تھے۔ انہوں نے تہہ خانے میں چاروں طرف دیکھا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ صرف ماریا تھی اور وہ انہیں نظر نہیں آ سکتی تھی۔

ماریا یہ سب تماشہ دیکھ رہی تھی۔ وہ خاموش اس لئے تھی کہ معلوم کرنا چاہتی تھی یہ لوگ کیا کرتے ہیں؟ اب وہ تینوں ایک جگہ بیٹھ گئے۔ انہوں نے پستول ابھی تک ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھے۔ حبشی نے کہا۔

"حیرانی کی بات ہے کہ پتھر کس نے اٹھایا۔ ڈھکن بھی کھلا تھا۔ صاف لگتا ہے کہ اندر کوئی اُترا ہے۔"

دوسرا بولا۔ "مگر یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔ اگر کوئی اندر آیا ہوتا تو وہ اسی جگہ ہوتا۔ کیونکہ اس کے آگے وہ نہیں جا سکتا تھا۔ دیوار والا دروازہ بند ہے اور اسے سوائے ہمارے

دوسرا کوئی نہیں کھول سکتا۔ کسی کو معلوم ہی نہیں ہے کہ وہ کس طرح سے کھلتا ہے۔"

تیسرے نے کہا: "اور دروازہ بند ہے۔"

حبشی بولا: "اسے بھی کھول کر دیکھنا چاہیئے۔ کہیں کوئی اُسے بھی کھول کر اندر نہ چلا گیا ہو؟"

"یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ دروازے کے تالے کا راز سوائے ہمارے اور کوئی نہیں جانتا۔"

"پھر بھی دیکھ لینے میں کیا حرج ہے!"

"چلو۔ یاقوت! جا کر کھولو۔"

یاقوت حبشی کا نام تھا۔ وہ اٹھا اور وہ تہہ خانے کی ایک دیوار کے آگے جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے پستول جیب میں ڈال لیا تھا۔ دیوار کی طرف منہ کر کے اس نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کئے اور ایک جگہ پتھر پر زور سے ہاتھ مارا۔ ہاتھ کے مارتے ہی دیوار میں ایک چھوٹا سا دروازہ گھڑگھڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ظاہر ہو گیا۔

"اندر جا کر معلوم کرو کہ ہر چیز ٹھیک ٹھاک ہے؟"

"بہت اچھا سر!"

حبشی اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے باہر آ کر کہا۔

"ہر شے ٹھیک ٹھاک ہے جناب۔"

ویری گڈ! اب چلو۔ اپنا کام شروع کرتے ہیں۔"

حبشی کے ساتھ دونوں آدمی اندر داخل ہو گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ دروازہ دوبارا بند کرتے ماریا بھی جلدی سے ان کے ساتھ ہی اندر داخل ہو گئی۔ اندر پہنچ کر اس نے دیکھا کہ وہ ایک چھوٹے سے بڑے صاف ستھرے اپریشن تھیٹر میں کھڑی ہے۔ دیوار کے ساتھ ساتھ مشینیں لگی ہیں۔ ایک میز درمیان میں بچھا ہے جس پر ایک انسان پڑا ہے۔ اس کا سارا بدن سفید چادر سے ڈھکا ہوا ہے۔ چھت کے ساتھ فانوس لٹک رہا ہے۔ الماری میں اپریشن کرنے کے خطرناک اوزار رکھے ہوئے ہیں۔ ماریا بڑی حیران ہوئی کہ اس ویران سرائے کے نیچے ان لوگوں نے کس مقصد کے لئے یہ اپریشن کا کمرہ بنا رکھا ہے! پھر اُسے خیال آیا کہ یہاں یہ لوگ بن مانس اور انسان کا اپریشن کرنے والے ہوں گے۔

ماریا ایک مشین کے پاس جھک کر اُسے دیکھنے لگی۔

اچانک اس کا ہاتھ لگنے سے ایک شیشے کی چھوٹی سی بوتل فرش پر گر کر ٹوٹ گئی۔ ایک آدمی نے چونک کر دیکھا۔ دوسرے نے بھی دیکھا اور بولا۔

"یہ شیشی کس نے گرائی ہے؟"

"معلوم ہوتا ہے خود بخود گر پڑی ہے۔"

"خود بخود کوئی شیشی نہیں گرا کرتی۔"

"تو پھر میں نے تو نہیں گرائی۔"

"میرا خیال ہے یہاں کوئی ہے۔"

"ہا ہا ہا! ہمارے سوا بھلا اور کون ہو سکتا ہے۔ ویسے بھی کوئی غیر انسان یہاں نظر نہیں آ رہا۔"

"میرا دل کہتا ہے کہ یہاں کوئی ہے۔"

"تمہارا دل تو یوں ہی گھبرایا گھبرایا رہتا ہے۔ اگر یہاں کوئی ہوتا تو ہمیں دکھائی نہ دیتا؟"

"بعض چیزیں موجود ہوتی ہیں مگر دکھائی نہیں دیا کرتیں۔"

"اچھا اب ان فضول باتوں کو چھوڑو اور اپریشن شروع کرو۔ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔"

"بہت بہتر! بن مانس کا دماغ لایا جائے۔"

حبشی آگے بڑھا۔ اس نے ایک الماری کھول کر اس میں سے ایک مرتبان نکالا جس کے اندر دوائی میں ڈوبا ہوا بن مانس کا دماغ رکھا تھا۔

"لڑکی کا دماغ نکالنے کی تیاری کی جائے۔"

دونوں اوزار پکڑ کر میز کی طرف بڑھے۔ حبشی نے کپڑا ہٹایا تو ماریا کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ وہ لیلیٰ تھی جو بے ہوش پڑی تھی۔

"سر پر چاک سے نشان لگاؤ اور اس کے سارے بال اُتار دو۔"

"یس سر۔"

حبشی نے چاک سے سر پر نشان لگایا اور مشین چلا کر لیلیٰ کے بال اتارنے کے لئے سر کی طرف جھکا۔ لیلیٰ کے سنہری بال بڑے لمبے لمبے اور خوبصورت تھے۔ ماریا کو یہ کبھی گوارا نہ تھا کہ اس کے اتنے پیارے بال اتار دیئے جائیں۔ وہ ہوشیار ہو گئی۔

ماریا ہوشیار ہو گئی تھی۔

جونہی حبشی بال کاٹنے والی مشین لے کر یلی کی طرف آیا ماریا نے پیچھے سے ایک جھٹکے کے ساتھ تار کھینچ لئے۔ مشین حبشی کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری حبشی اور دونوں ڈاکٹر ہکے بکے ہو کر اسے تکنے لگے۔

"یہ تم نے کیا کیا؟ مشین کیوں پھینک دی؟"

حبشی بولا۔

"جناب! میں نے نہیں پھینکی۔"

"پھر کس نے پھینکی ہے؟"

"جناب! کسی نے میرے ہاتھ کو جھٹکا دے کر مشین دور پھینک دی ہے۔"

"کیا بکواس باتیں کر رہے ہو۔"

"جناب ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ مجھے ہاتھ کا جھٹکا محسوس ہوا ہے۔"

"ہٹاؤ ادھر۔ لاؤ۔ میں بال کاٹتا ہوں۔ لاؤ مجھے دے دو مشین"

اور ایک ڈاکٹر نے مشین زمین پر سے اٹھائی اور اسے مضبوطی سے ہاتھ میں تھام کر بے ہوش یلی کی طرف بڑھا۔ ماریا دوسرے حملے کے لئے بالکل تیار تھی۔ جونہی ڈاکٹر نے مشین کو یلی کی کھوپڑی کے اوپر رکھا۔ ماریا نے پیچھے سے ایک ایسا ہاتھ ڈاکٹر کی گردن پر مارا کہ اس کی ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ لڑھکتی ہوئی گردن کے ساتھ خم کھا کر فرش پر گر پڑا۔

دوسرے ڈاکٹر نے آگے بڑھ کر اسے سنبھالا۔

"اسے شاید دورہ پڑ گیا ہے"

حبشی نے کہا۔

"جناب ڈاکٹر کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔"

"مگر یہ تو زمین پر کندھے کے بل گرا تھا"

"جناب! گردن کی ہڈی زمین پر گرنے کے پہلے ہی ٹوٹ گئی تھی"

ڈاکٹر نے پوچھا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو"

حبشی بولا۔

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس تہہ خانے میں کوئی ایسی قوت

ہمارے درمیان موجود ہے جو ہمیں دکھائی نہیں دیتا۔

"فضول باتیں نہ کرو۔ چلو ڈاکٹر کو اٹھا کر دوسری میز پر رکھو۔ میں اسے ٹیکہ لگاؤں گا"

"مگر جناب جس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی ہو اسے بھلا ٹیکے سے کیوں کر زندہ کیا جا سکتا ہے؟"

اب جو ڈاکٹر نے معائنہ کیا تو حبشی ٹھیک کہہ رہا تھا۔ ڈاکٹر کی گردن کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی اور وہ مر چکا تھا۔

"یہ کیا ہو گیا؟ کیسے ہو گیا؟"

دوسرے ڈاکٹر نے سر پکڑ لیا۔

"اسے کس نے دھکا دے کر مار ڈالا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی گردن پر کسی شے کی ضرب ماری گئی ہے۔ لیکن یہاں کون تھا؟"

"کون ہو سکتا ہے جناب سوائے بھوت کے"

"بکواس بند کرو"

حبشی خاموش ہو کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

"سر! اب کیا حکم ہے؟"

"کس کے بارے میں؟"

"لڑکی یلی کے اپریشن کے بارے میں"

"ہاں — بال مت کاٹو۔ صرف شگاف کرنے والی جگہ

پر سے تھوڑے سے بال کاٹ دو"

"ٹھیک ہے سر"

حبشی نے ایک سوراخ ڈالنے والا برما اٹھایا اور یلی کے سرہانے کی طرف آ کر کھڑا ہو گیا۔ اب وہ ڈر رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ بے ہوش یلی کی روح وہاں موجود ہے اور وہ ان سے بدلہ لینے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ اس نے برمے کی سوئی ابھی یلی کے سر پر رکھی ہی تھی کہ کسی نے اسے پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا۔ حبشی کے منہ سے چیخ نکل گئی وہ سہم کر پیچھے جا گرا۔ برما اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر پرے جا گرا۔ ڈاکٹر نے آگے بڑھ کر میز پر سے چاقو اٹھایا اور ہاتھ اوپر اٹھا کر یلی کی کھوپڑی میں مارنے ہی والا تھا کہ ماریا نے ایک ایسی لات اس کے پیٹ میں ماری کہ وہ ہائے کر کے دور جا گرا۔ اب ماریا نے گونج دار آواز میں کہا۔

"تم شیطان کے چیلے کہاں سے آئے ہو۔ اور یہ کیا اپریشن کرتے ہو؟"

ماریا کی آواز سن کر حبشی اور ڈاکٹر کی گھگھی بندھ گئی۔ حبشی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

"اے روح! مجھے معاف کر دینا۔ یہ لوگ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لے آئے تھے۔

ماریا نے کہا۔

"تم نے لیلیٰ کو اغوا کیوں کیا؟"

"یہی میری غلطی تھی۔ میں ان لوگوں کی باتوں میں آگیا تھا۔ یہ سنگدل لوگ ہیں۔ یہ انسانوں کو بن مانس بنانے کا پروگرام بنا رہے تھے"

"میں انہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی تاکہ یہ کسی دوسرے انسان کے ساتھ پھر کبھی یہ ظلم نہ کر سکیں"

ڈاکٹر نے کہا۔

"تم کون ہو؟"

ماریا نے کہا۔

"تمہاری موت"

ڈاکٹر کچھ سہم گیا تھا۔ پھر بھی بڑے حوصلے سے بات کر رہا تھا۔

"تم کہاں سے آئی ہو؟"

"میں لیلیٰ کی روح ہوں جس کو تم ہلاک کرنے والے تھے اب میں تمہیں ہلاک کر کے چھوڑوں گی"

ڈاکٹر گھبرا گیا۔ تیزی سے اٹھا اور باہر کو بھاگا۔ لیکن ما... پہلے ہی وہاں جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس نے دروازہ بند... دیا۔ ڈاکٹر نے دروازے کو دونوں ہاتھ مارے۔ مگر پتھر اپنی... سے بالکل نہ ہلا۔

ماریا نے اس کی گردن پر ایک زوردار ہاتھ مارا۔ ڈاکٹر کی گ...

...ی اور وہ فرش پر گر کر راہی ملک عدم ہوا۔ حبشی یہ سارا ڈرامہ ...رہا تھا اور کانپ رہا تھا۔ ماریا نے کہا۔

"...یں تمہیں اس شرط پر معاف کر سکتی ہوں کہ لیلیٰ کو ہوش میں ...لاؤ اور آئندہ سے توبہ کرو کہ پھر کبھی ایسے ذلیل کام میں ...نہیں پڑو گے"

...نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"اے روح! میں وعدہ کرتا ہوں کہ باقی ساری زندگی انسانوں کی خدمت کرتا رہوں گا۔ مجھے معاف کر دو"

"تو پھر لیلیٰ کو ہوش میں لاؤ"

حبشی نے ایک الماری میں سے کوئی شیشی نکالی۔ اس میں سے دو ...ے روئی پر ڈالے اور لیلیٰ کی ناک کے ساتھ روئی لگا دی۔ ...ڑی دیر بعد لیلیٰ نے آنکھیں کھول دیں۔ ماریا نے کہا۔

"گھبراؤ نہیں لیلیٰ! اب تم محفوظ ہو"

"خدا کا شکر ہے"

...وہ حبشی کو دیکھ کر چیخ پڑی۔

"...یہی مجھے جیپ میں اغوا کر کے لایا تھا۔ اسے زندہ ...مت چھوڑو"

...نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"...لیلیٰ بیٹی! میں نے توبہ کر لی ہے۔ آج سے تم میری بیٹی ہو"

ماریا بولی۔

"یہ شخص توبہ کر چکا ہے ماریا۔ اب یہ تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر کبھی اس نے تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میں اسی جگہ آکر اسے ختم کر دوں گی"

لیلیٰ اور حبشی کو ساتھ لے کر ماریا غار سے باہر آگئی۔

باہر جیپ کھڑی تھی۔ ماریا نے پوچھا۔

"لیلیٰ! تمہارا گھر کہاں ہے؟"

لیلیٰ بولی۔

"میرے گھر میں میرا باپ ایک عجیب مصیبت میں گرفتار ہے۔ چلو میرے ساتھ۔ میں تمہیں اس سے ملاتی ہوں"

حبشی کو نخلستان میں چھوڑ دیا گیا۔ لیلیٰ ماریا کو ساتھ لے کر گھر آگئی۔ یہ گھر شہر سے دور ایک پہاڑی کے دامن میں تالاب کے کنارے پر تھا۔ ایک کمرے میں لیلیٰ کا باپ بستر پر پڑا زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ لیلیٰ نے کہا۔

"آج سے دو برس پہلے میرا باپ یہاں سے دو میل دور ایک کھنڈر کے قریب سے گذر رہا تھا کہ کسی آسیب نے اسے پکڑ لیا۔ یہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ تب سے لے کر آج تک یہ بے ہوش پڑا ہے۔

بہت علاج کرائے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ آخر ایک درویش نے

کر بتایا کہ اگر کسی طرح سے نقش سلیمانی مل جائے تو اس کی زندگی واپس آ سکتی ہے۔ نہیں تو یہ تین برس کے بعد مر جائے گا۔ اس بات کو دو برس گزر گئے ہیں۔ صرف ایک برس باقی ہے۔ اگر اس ایک برس میں نقش سلیمانی نہ ملا تو میرا باپ مر جائے گا"

یہ کہہ کر لیلیٰ رونے لگی۔ ماریا نے کہا۔

"لیلیٰ! روؤ نہیں۔ یہ بتاؤ کہ اس درویش نے یہ بھی بتایا تھا کہ نقش سلیمانی کہاں سے ملے گا؟"

لیلیٰ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"ہاں! اس نے کہا تھا کہ یہاں سے ایک ہزار میل نیچے ملک افریقہ کے ایک جنگل میں کافر لوگ رہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے مردوں کو آگ میں جلا ڈالتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کے قبرستان میں جا کر کسی تازہ جلے ہوئے مردے کی راکھ لے کر اسے کھا جائے تو اس پر نقش سلیمانی کا راز کھل سکتا ہے"

ماریا نے کہا۔

"گھبراؤ نہیں لیلیٰ بہن! یہ کام میں کروں گی۔ میں آج ہی ملک افریقہ کو روانہ ہو جاتی ہوں۔ جہاں کہیں بھی وہ کافر لوگ رہتے ہوں گے وہاں جاؤں گی اور نقش سلیمانی لے کر تمہارے پاس آؤں گی"

بولی۔

"کیا تم ایسا کر سکو گی بہن؟"

"میں پوری پوری کوشش کروں گی۔ تم میرا انتظار کرنا"

یہ کہہ کر ماریا وہاں سے روانہ ہو گئی۔ اب وہ سیدھی ہوسٹل میں آئی۔ وہ خانم کی مدد چاہتی تھی۔ اس نے خانم سے پوچھا کہ ملک افریقہ کی طرف کون سا ہوائی جہاز کب جاتا ہے۔ خانم نے تعجب سے کہا۔

"ماریا بہن! تم افریقہ کیا لینے جا رہی ہو؟"

ماریا نے کہا۔

"نقشِ سلیمانی کی تلاش میں جا رہی ہوں"

خانم نے پوچھا۔

"کیا آج کے زمانے میں بھی نقشِ سلیمانی دنیا میں موجود ہے؟"

"کیوں نہیں۔ اگر مجھے مل گیا تو میں تمہیں بھی لا کر دکھاؤں گی۔ تم صرف مجھے اس جہاز میں سوار کرا دو جو افریقہ کی طرف جا رہا ہو"

"افریقہ کی طرف جانے والا جہاز یہاں سے کل رات کے بارہ بجے روانہ ہو گا۔ میں تمہیں اس میں سوار کرا دوں گی۔ لیکن وعدہ کرو کہ تم میری اچھی سہیلی بن کر رہو گی اور مجھے بھلاؤ گی نہیں"

"میں وعدہ کرتی ہوں خانم بہن! کہ میں ساری زندگی تمہاری اچھی سہیلی بن کر رہوں گی اور اگر مجھے نقشِ سلیمانی مل گیا تو میں ایک بار تمہارے پاس ضرور آؤں گی"

دوسرے روز رات کے گیارہ بجے خانم نے ماریا کو ساتھ لیا اور ائیرپورٹ پر دور کھڑے ایک شاندار جہاز کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہ وہ جہاز ہے جو افریقہ کو جا رہا ہے"

ماریا نے کہا۔

"بس اب تم جا سکتی ہو۔ میں اپنے آپ جہاز میں سوار ہو جاؤں گی"

خانم بولی۔

"اگر تم چاہو تو میں تمہیں جہاز کے اندر تک پہنچا سکتی ہوں"

ماریا ہنسی۔

"وہ تو میں خود بھی کر سکتی ہوں۔ بھلا مجھے کون دیکھ سکے گا اور روکے گا"

"ہاں یہ تو ہے۔ خانم بھی ہنس پڑی۔

خانم سے رخصت ہو کر ماریا سیدھی جہاز کی طرف آ گئی۔ جہاز پر سیڑھی لگ چکی تھی اور مسافر اس میں سوار ہو رہے تھے۔ ماریا بھی ان کے ساتھ ہی سیڑھیاں چڑھ کر جہاز میں آ گئی۔ اس جہاز میں بہت مسافر تھے۔ ساری نشستیں بھر چکی تھیں۔ ماریا نے دیکھا کہ کونے میں

ایک جگہ خالی تھی۔ وہ وہاں جا کر اطمینان سے بیٹھ گئی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ اس جگہ پر بھی ایک مسافر آنے والا تھا۔

یہ مسافر ایک بھاری بھرکم موٹی توند والا حبشی تھا جس نے سوٹ بوٹ پہن رکھا تھا۔ اگر ماریا جلدی سے نہ اٹھتی تو وہ کم بخت اس کے اوپر ہی بیٹھ جاتا اور ماریا کا ایک بار تو کچومر نکال دیتا۔ ماریا کونے میں جا کر کھڑی ہو گئی۔ موٹا حبشی آرام سے سیٹ پر کھل کر بیٹھ گیا اور مزے سے کافی پینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد جہاز چل پڑا۔ رن وے پر کچھ دیر دوڑنے کے بعد وہ ایک دم سے اوپر کو اٹھا اور ہوا سے باتیں کرنے لگا۔

ماریا کچھ دیر تو کھڑی رہی۔ پھر تھک گئی۔ اس نے جہاز میں نظر ڈالی۔ دور فرسٹ کلاس کے کمپارٹمنٹ میں ایک جگہ بالکل خالی تھی۔ ماریا آرام سے وہاں جا کر بیٹھ گئی۔ ساری رات جہاز سفر کرتا رہا۔ صبح ہونے والی تھی کہ جہاز افریقہ کے ایک شہر کے ہوائی اڈے پر اتر گیا۔ خانم نے اسے شہر کا سارا نقشہ بتا دیا تھا۔ ماریا ائیرپورٹ سے نکل کر شہر سے باہر چلی گئی۔ یہاں سے جنگل شروع ہو جاتے تھے۔ سارا دن وہ سفر کرتی رہی۔ شام کو ایک ایسے مقام پر پہنچی جہاں ایک جھیل کے کنارے ایک مکان بنا تھا۔ اس مکان میں ایک بوڑھا کسان رہتا تھا۔ ماریا نے اسے بالکل نہ بتایا اور بڑے آرام سے وہاں رات بسر کر لی۔

دوسرے روز وہ پھر جنگل میں روانہ ہو گئی۔

آخر وہ ایک ایسے پہاڑ کے دامن میں آ گئی جہاں وہی کافر قبیلہ آباد تھا۔ ماریا نے بہت جلد معلوم کر لیا کہ ان کا قبرستان کہاں ہے۔ یعنی وہ اپنے مردے کس جگہ جلاتے ہیں۔ وہ قبرستان میں جا کر بیٹھ گئی اور کسی مردے کا انتظار کرنے لگی۔ دوسرے روز قبیلے کا ایک نوجوان مر گیا۔ وہ لوگ اسے اٹھا کر لے آئے اور چتا پر لٹا کر اس کے ارد گرد لکڑیاں رکھیں اور آگ لگا دی۔ پھر وہ لوگ چلے گئے۔ ماریا وہاں بیٹھی رہی۔ آدھی رات کو مردہ جل کر راکھ ہو گیا۔

جب مردے کی راکھ ٹھنڈی ہو گئی تو ماریا نے تھوڑی سی راکھ لی اور اسے منہ میں ڈال کر نگل لیا۔ اس کے ساتھ ہی ماریا کا سر چکرانے لگا اور وہ بے ہوش ہو گئی۔ جب اسے ہوش آیا تو کیا دیکھتی ہے کہ وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھی ہے اور درخت کی ٹہنی پر ایک مردہ رسی سے بندھا ہوا لٹک رہا ہے۔ ماریا نے اسے دیکھ کر کہا۔

"تم کون ہو؟ اور تمہیں کس نے اس عذاب میں پھنسا رکھا ہے۔"

مردے نے کہا۔

"ماریا! میں ایک سو برس سے اس عذاب میں پھنسا ہوا

ہوں۔ میں نے اپنے ماں باپ کی خدمت نہیں کی تھی، بلکہ ہمیشہ انہیں بڑا بھلا کہتا تھا۔ اس کے بدلے میں مجھے اس درخت پر لٹکا دیا گیا۔ کہا گیا کہ اگر کبھی کوئی شخص یہاں آکر حاتم طائی کی کہانیاں سنائے تو اس درخت کا آسیب وہ کہانیاں سن کر خوش ہوگا اور تمہاری جان اس عذاب سے چھوٹ جائے گی۔ اے میری بہن! خدا کا شکر ہے کہ تم یہاں آگئی ہو۔ یہ بتاؤ۔ کیا تم حاتم طائی کی کہانیاں سنا سکتی ہو؟"

ماریا نے کہا۔

"کہانیاں میں ضرور سنا دوں گی مگر مجھے اپنی ایک بہن بیلی کے باپ کے لئے نقش سلیمانی کی بھی تلاش ہے۔ وہ مجھے کہاں سے ملے گا؟"

مردے نے کہا۔

"جب تم کہانیاں سنا چکو گی اور میں اس عذاب سے چھٹکارا حاصل کر لوں گا تو پھر میں تمہیں اس جگہ لے جاؤں گا جہاں نقش سلیمانی ہے۔"

ماریا نے کہا۔

"کیا تم وعدہ کرتے ہو؟"

مردے نے کہا۔

"میں افراسیاب کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ تم کہانی سنانی شروع کرو۔ تاکہ میری مصیبت کم ہونی شروع ہو جائے"

ماریا نے کہا۔

"اچھا تو پھر سنو"

اور اس کے بعد ماریا نے حاتم طائی کی پہلی کہانی یوں شروع کی۔

آج کی شام بڑی بوجھل ہے
آج کی رات بڑی قاتل ہے
اور آج کی شام ڈھلے گی کیسے
ہاں آج کی رات کٹے گی کیسے
آگ سے آگ بجھے گی کیسے دل کی
مجھے یہ آگ بھی پی لینے دو
ابھی زندہ ہوں تو جی لینے دو
ابھی زندہ ہوں تو جی لینے دو

پہلی کہانی

•

کہتے ہیں کہ اگلے زمانہ میں یمن میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ طے اس کا نام تھا۔ اس کی شادی چچا کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ اللہ نے اسے ایک بیٹا دیا کہ خوبصورتی میں چاند سورج کو ماند کرتا اور شرماتا تھا۔ لڑکا پیدا ہوا تو دور دور سے حکیم، منجم، رمال اور پنڈت طلب کئے گئے۔ بادشاہ نے سب سے کہا کہ اپنے اپنے علم سے شہزادے کے نصیب کا حال معلوم کرکے ہمیں بتاؤ۔ سب نے سوچ بچار کیا اور بتایا: "صاحب زادہ ہفت اقلیم کا بادشاہ ہوگا۔ تمام عمر برائے خدا کام کرے گا اور اس کا نام خورشید کی طرح قیامت تک جلوہ گر رہے گا۔" بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ بے شمار مال و جواہر نثار کیا اور حاتم اس کا نام رکھا۔ پھر ساری مملکت میں ڈھنڈورا پٹوایا کہ آج کے دن ساری مملکت میں جتنے لڑکے پیدا ہوں وہ سب محل میں پہنچا دیئے جائیں۔ ان کی پرورش بادشاہ کے سایہ میں ہوگی۔ اس دن ساری سلطنت میں چھ ہزار لڑکے پیدا ہوئے تھے۔ وہ سب کے سب محل میں آ گئے اور ہر ایک پر ایک

دائی کھلائی نوکر رکھ دی گئی چار دائیاں حاتم کے لئے الگ نوکر رکھی گئیں۔

لیکن ایک عجیب بات ہوئی جس سے بادشاہ، وزیر اور درباری سب پریشانی کے عالم میں مبتلا ہو گئے۔ دائیاں کھلائیاں لاکھ کوشش کرتیں مگر حاتم طائی کسی طرح دودھ نہ پیتا۔ بادشاہ نے پھر حکیموں اور پنڈتوں کو بلایا تو وہ کہنے لگے: "جہاں پناہ! یہ حاتم زمانہ سے تنہا دودھ نہ پئے گا۔ پہلے ان کو پلوائے گا۔ پیچھے آپ پئے گا۔ جب تک جیتا رہے گا۔ نہ تنہا کھائے گا نہ پئے گا۔" غرض جب سب بچے دودھ پی چکے تو ان نے بھی پیا۔ اور ساری زندگی اس کا یہی طریقہ رہا۔ اس کی ساری عمر دوسروں کا دکھ درد بٹانے میں گئی۔

بچپن ہی سے اسے شکار کا شوق ہوا۔ لیکن جس جانور کو پکڑتا جیتا چھوڑ دیتا۔ اتفاقاً ایک دن شکار کو گیا۔ ایک شیر غراتا ہوا سامنے آیا۔ اس نے دل میں سوچا اگر اسے خنجر مارتا ہوں تو بیچارہ مفت میں مارا جاتا ہے۔ اگر چھوڑتا ہوں تو خود جان سے جاتا ہوں۔ آخر یہ طے کیا کہ یہی بہتر ہے کہ یہ میرا گوشت کھا کر اپنا پیٹ بھر لے۔ یہ سوچ کر شیر کے پاس گیا اور بولا "اے شیر صحرائی! میرا اور میرے گھوڑے کا گوشت حاضر ہے تو اپنا پیٹ بھر اور جدھر کی چاہے راہ لے۔" شیر نے یہ بات سنی تو حاتم کے قدموں پر لوٹنے لگا اور تھوڑی دیر بعد جدھر سے آیا تھا۔ اسی طرف کو چلتا ہوا۔

انہیں دنوں کا ذکر ہے کہ خراسان میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اسی ملک میں بہزخ نامی ایک سوداگر رہتا تھا کہ بے شمار مال اسباب اس کے پاس تھا۔ اس کے ایک لڑکی تھی۔ اس کا نام حسن بانو تھا۔ ابھی اس کی عمر بارہ برس کی تھی کہ سوداگر کی موت کا وقت آپہنچا۔ اس نے لڑکی کو بادشاہ کے سپرد کیا اور اس دنیا سے رخصت ہوا۔ چند دن میں جب حسن بانو بڑی ہو گئی تو بادشاہ نے اس کی ساری دولت اس کے سپرد کر دی لیکن حسن بانو دل کی بڑی نیک تھی۔ دل میں سوچا کہ اتنی دولت لے کر میں کیا کروں گی بہتر ہے کہ اسے اللہ کے نام لٹا کر اپنی زندگی اللہ کی یاد میں بسر کر دوں۔ یہ بات اس نے اپنی دائی سے کہی تو وہ بلائیں لے کر کہنے لگی! تمہاری عمر دنیا سے منہ موڑنے کی نہیں۔ اگر چاہتی ہو کہ زندگی کا کوئی ایسا ساتھی ملے کہ دن اچھی طرح کٹ جائیں تو اپنے دروازے پر سات سوال لکھ کر لگا دو۔ جو کوئی ان سات سوالوں کا جواب لا دے سمجھو کہ جوانمرد ہے اس سے شادی کر کے ہنسی خوشی زندگی کے دن گزارو۔

حسن بانو کو دائی کی یہ بات پسند آئی اور اس کے کہنے سے سات سوال لکھ کر اپنی ڈیوڑھی پر لگا دیئے اور اس انتظار میں دن کاٹنے لگی کہ کوئی جوانمرد آئے اور ان سوالوں کو حل کرے۔

حسن بانو دن رات خدا کی یاد میں لگی رہتی تھی۔ جب فرصت پاتی اپنے کوٹھے پر بیٹھ کر بازار کا تماشا دیکھنے لگتی۔ ایک دن اسی طرح

اپنے کوٹھے پر بیٹھی تھی کہ ایک عجیب تماشا نظر آیا۔ دیکھتی کیا ہے کہ ایک فقیر نہایت بزرگ صورت سامنے سے گزر رہا ہے۔ چالیس خادم اس کے ساتھ ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں چاندی سونے کی اینٹیں ہیں۔ وہ باری باری یہ اینٹیں زمین پر رکھتے ہیں اور فقیر ان پر پیر رکھ کر آگے بڑھتا ہے۔ زمین پر قدم نہیں رکھتا۔ دائی کو بلا کر یہ تماشا دکھایا تو وہ کہنے لگی۔ بیٹی یہ بزرگ بادشاہ کا پیر ہے۔ دور دور اس کمال کا بزرگ دیکھنے میں نہیں آیا۔ حسن بانو کے دل میں بزرگ سے ملنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس نے بڑے ادب سے اس کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ اگر آپ غریب خانہ پر تشریف لائیں تو میری بڑی عزت بڑھے فقیر نے حسن بانو کی دعوت قبول کر لی اور اگلے دن مقررہ وقت پر سونے چاندی کی اینٹوں پر پاؤں دھرتا اپنے چالیس خادموں سمیت حسن بانو کی حویلی میں آ گیا۔

حسن بانو نے اس دعوت کا ایسا انتظام کیا تھا کہ کوئی بادشاہ بھی اس سے بہتر نہ کر سکتا۔ دروازے سے مسند تک زربفت کا فرش۔ مسند کے نیچے زر و جواہر کی کشتیاں۔ سونے چاندی کے برتنوں میں انواع و اقسام کے میوے، پھل، مٹھائیاں اور کھانے۔ جڑاؤ سونے چاندی کے اور گنگا جمنی آفتابے اور سلفچیاں۔ شاہ صاحب نے یہ ساز و سامان دیکھا تو منہ میں پانی بھر آیا۔ تھوڑا تھوڑا کھا کر کھانے سے ہاتھ کھلا اور حسن بانو کو دعائیں دے کر رخصت ہوئے۔

اب سنو مزے کی بات۔ یہ شاہ صاحب بڑے مکار تھے۔ رات کو بھیس بدل کر اپنے چالیسوں خادموں کو ساتھ لے کر حسن بانو کے گھر پر چھاپہ مارا اور اس کا بہت سا زر و جواہر لوٹ لائے۔ حسن بانو نے پہچان بھی لیا کہ یہ ڈاکو تو وہی دن والے بزرگ اور ان کے ساتھی ہیں۔ لیکن اس وقت کچھ نہ بولی۔ صبح کو البتہ فریاد لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ بادشاہ کو رات کی ساری روداد سنائی تو وہ بہت خفا ہوا اور کہا کہ ایسے بزرگ پر الزام رکھتے تجھے شرم نہیں آتی۔ غصہ میں حسن بانو کو یہ سزا دی کہ اس کا سارا مال و اسباب چھین کر شہر سے باہر نکلوا دیا۔ اس حال میں بس بوڑھی دائی کے سوا اس کا کوئی مونس و غم خوار نہ تھا۔

یہ دونوں روتے دھوتے اور خدا کا شکر کرتے جنگل میں ادھر ادھر پھرنے لگے۔ آخر حسن بانو تھک کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئی۔ اپنی حالت پر غور کرتے کرتے نیند آ گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ ایک بزرگ سفید کپڑے پہنے اور سبز عصا ہاتھ میں لیے سامنے آئے۔ حسن بانو کے سر پر ہاتھ پھیرا اور بولے "بیٹی! تو کسی طرح کا غم نہ کر۔ اللہ تیرے ساتھ ہے۔ جس درخت کے سایہ میں تو بیٹھی ہے اس کے نیچے سات بادشاہت کی دولت گڑی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے چھپا رکھی ہے۔ اٹھ اور اس خزانہ کو اپنے خرچ میں لا۔

حسن بانو یہ خواب دیکھ کر چونک پڑی۔ بوڑھی دائی کو ساری بات سنائی۔ دونوں نے مل کر زمین کھودی تو نیچے سے اتنی اشرفیاں اور اتنا سونا نکلا کہ آنکھیں کھل گئیں۔ خدا کا شکر ادا کیا اور خزانہ کا منہ جوں کا توں بند کر دیا۔ اور دائی کے مشورہ سے اسی جنگل میں ایک عالی شان محل تعمیر کرا کر اپنے سارے عزیزوں اور رشتہ داروں کو جو اس کی خانہ بربادی کے سبب در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے تھے وہیں بلوا لیا۔ اور سب پھر ہنسی خوشی رہنے لگے جیسے پہلے بھی رہتے تھے۔ اللہ نے ایک بار پھر سب کے دن پھیرے۔

تھوڑے دنوں بعد حسن بانو نے سوداگر کا بھیس بدلا اور بہت سے تحفے تحائف لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ جہاں پناہ! میں فلاں شہر کے سوداگر کا ہوں۔ میں اور میرے والد سوداگری کا مال لے کر آپ کے شہر کی طرف آ رہے تھے۔ راستہ میں قبلہ گاہی کا انتقال ہو گیا۔ جس جنگل میں ان کا انتقال ہوا ہے، میری خواہش ہے کہ وہاں ایک شہر بسا کر آپ کے نام پر اس کا نام شاہ آباد رکھوں۔ بادشاہ یہ بات سن کر بہت خوش ہوا اور شہر بسانے کی اجازت دے دی اور حسن بانو کا نام ماہرو شاہ رکھا۔

شہر بنا شروع ہو گیا۔ اس دن سے ماہرو شاہ برابر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ ایک دن وہ دربار میں حاضر

تھا کہ بادشاہ کے وہی پیر صاحب جنہوں نے حسن بانو کے گھر میں ڈاکہ ڈالا تھا۔ بادشاہ سے ملنے آئے۔ بادشاہ اور درباری سب تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ بادشاہ نے انہیں مسند پر بٹھایا اور باتیں شروع ہوگئیں۔ باتوں باتوں میں بادشاہ نے ماہروشاہ کی ملاقات شاہ صاحب سے کرادی تھی۔ ماہروشاہ تو انہیں پہلے ہی پہچان گیا تھا ظاہر میں شاہ صاحب سے مل کر بہت خوش ہوا اور ان سے عرض کی کہ اگر حضور اس غریب کے گھر تشریف لائیں تو میرے لیے عین سعادت کا باعث ہو۔ شاہ صاحب نے دعوت قبول کر لی۔ دعوت کا وقت اور دن مقرر ہو گیا۔ اس دن کے لئے۔ ماہروشاہ نے بادشاہ سے برزنج سوداگر کی وہی حویلی مانگ لی جس میں ایک دفعہ شاہ صاحب کی دعوت ہوئی تھی۔ بادشاہ نے وہ حویلی ہمیشہ کے لئے ماہروشاہ کو دے دی۔ اور اس نے اس کی مرمت کروا کے اسے دعوت کے لئے خوب اچھی طرح سجایا۔ دعوت کا دن آیا تو دعوت کا انتظام پہلی مرتبہ سے بھی زیادہ خوبی سے کیا اور ایسا ساز وسامان مہیا کیا کہ اس مرتبہ شاہ صاحب اسے دیکھ کر دنگ ہی رہ گئے لیکن اپنے دل میں سوچتے بیٹھے کہ تھوڑی دیر کی کسر ہے۔ رات کو یہ سارا سامان میرا ہوگا۔

حسن بانو بھی شاہ صاحب کے دل کا حال جانتی تھی۔ اس

دن اس نے اپنے سارے نوکروں سے ہوشیار رہنے کو کہا۔ اور کوتوال شہر کو اطلاع کرادی کہ آج میرے گھر میں ڈاکہ پڑنے کا ڈر ہے۔ کوتوال نے اطلاع پائی تو دو سو سپاہیوں کو لے کر اول ہی رات سے حویلی کے مختلف حصوں میں جا چھپا۔ ابھی آدھی رات ہوئی تھی کہ شاہ صاحب اور ان کے چیلے آپہنچے اور لوٹ مار شروع کر دی۔ جب سب نے سامان کی بڑی بڑی گٹھڑیاں باندھ کر تیار کرلیں تو کوتوال کے سپاہی ان پر ٹوٹ پڑے اور سب کو رسیوں سے جکڑ لیا۔ صبح ہوتے ہی یہ سب بادشاہ کے دربار میں پیش ہوئے تو بادشاہ پر پیر صاحب کا ڈھونگ کھلا۔ انہیں اور ان کے چالیسوں چیلوں کو لمبی لمبی سزائیں دیں اور یہ سوچ کر افسوس کرنے لگے کہ ان پاجیوں کی خاطر میں نے برزنج سوداگر کی بیٹی کو شہر بدر کیا۔ برزنج سوداگر کی بیٹی تو ماہروشاہ کے بھیس میں وہاں موجود ہی تھی۔ وہ اٹھ کر بادشاہ کے قدموں پر گر پڑی اور اپنا سارا حال سنایا۔ بادشاہ حال سن کر بہت خوش ہوا اور حسن بانو سے اپنے قصور کی معافی مانگی۔ حسن بانو نے بادشاہ سے عرض کی کہ جو زر و جواہر اللہ نے مجھے دیا ہے وہ میں لے کر کیا کروں گی۔ مجھے تو بس اتنا کافی ہے کہ روکھی سوکھی کھاؤں اور اللہ کو یاد کروں۔ اس لئے جو کچھ میرے پاس ہے اسے لے کر شاہی خزانہ میں داخل کر لیجئے۔ بادشاہ نے کہا: "جو تمہاری خوشی" عرض دو تین دن کے

بعد بادشاہ و حسن بانو کے شہر میں گئے۔ لیکن جونہی شاہی آدمی اشرفیوں کے کنوؤں کے پاس پہنچے۔ ساری اشرفیاں سانپ بچھو بن گئیں۔ بادشاہ نے یہ دیکھا تو بولے "حسن بانو! اللہ کی مرضی یہی ہے کہ اس نے سارے خزانہ کی مالک تم رہو۔ اللہ تمہیں مبارک کرے۔ اسے جس طرح چاہو۔ اپنے خرچ میں لاؤ۔"

بادشاہ تو یہ کہہ کے رخصت ہوئے اور حسن بانو نے اپنی دولت اللہ کی راہ میں خرچ کرنی شروع کر دی۔ جو مسافر اس شہر میں آتا اسے مسافر خانہ میں ٹھہرایا جاتا۔ اس کی ہر طرح خاطرداری ہوتی اور جب جانے لگتا تو اسے نقد و جنس سے مالا مال کر کے رخصت کرتے۔ حسن بانو کی سخاوت کا شہرہ دور دور ہوا۔ ملک ملک کے لوگ اس کا حال دیکھنے آتے اور جو کچھ سن رکھا تھا۔ اس کے زیادہ دیکھ کر جاتے ہوتے ہوتے حسن بانو کی سخاوت کی شہرت شہر خوارزم میں پہنچی۔ منیر شامی یہاں کے بادشاہ کا بیٹا تھا۔ اس نے جو حسن بانو کے حسن سخاوت کا حال سنا تو بن دیکھے اس کا مشتاق ہوا اور ماں باپ سے چھپ کر فقیروں کے بھیس میں شاہ آباد کی طرف چلا۔ ایک مدت کے بعد مصیبتیں جھیلتا وہاں پہنچا اور جا کر سرائے میں ٹھہرا۔ حسن بانو کے آدمیوں نے کھانے پینے کو کہا تو کچھ نہ کھایا۔ یہ خبر حسن بانو تک پہنچی تو اس نے شہزادے

...اور پوچھا کہ اے بابا! تجھے کیا غم ہے کہ کھانا پینا چھوڑا ...تجھے جو کچھ چاہیئے ہمارے خزانہ سے لے اور رخصت ...کسی بات کا غم نہ کر۔ شہزادے نے جواب دیا۔ اے شہزادی! ...ود ایک ملک کا شہزادہ ہوں مال و دولت کا محتاج نہیں۔ ...یروں کا بھیس تمہاری خاطر بنایا ہے اور تمہارے شہر میں ...زادے کر آیا ہوں کہ تم مجھے اپنی غلامی میں قبول کر لو۔

...حسن بانو نے شہزادے سے کہا: "اے شہزادے! ہم نے تیری بات ...لیکن ہم مجبور ہیں کہ شادی صرف اس شخص سے کریں گے ...ہمارے ...ت سوالوں کا جواب ہمیں لا کر دے۔ اگر تم مجھے ...پانا چاہتے ہو تو ان سوالوں کو حل کر دو۔ اس کے بعد میں تمہاری ...ہو جاؤنگی۔" شہزادہ نے یہ بات سنی تو غم سے رونے لگا۔ ...جب یہ دیکھا کہ رونے دھونے سے کچھ حاصل نہ ہوگا تو ...بانو سے پوچھا: "اے حسن کی ملکہ! اپنے سوال بتاؤ۔ اس پر ...بانو نے کہا۔

...ایک شخص ہے جو برابر یہ کہتا رہتا ہے کہ 'ایک بار دیکھا ہے' ...دوبارہ دیکھنے کی ہوس ہے، بتاؤ، یہ شخص کون ہے، کہاں ہے اور ...یہ بات کہتا ہے۔"

...منیر شامی سخت حیران تھا کہ اس سوال کا جواب کہاں ...سے لیکن مرتا کیا نہ کرتا۔ حسن بانو سے سال بھر کا وعدہ

کر کے روتا پیٹتا وہاں سے رخصت ہوا۔ جہاں جاتا لوگ یہی کہتے کہ نہ جانے کتنے شہزادوں اور وزیر زادوں نے اسی سوال کی کھوج میں اپنی جان دی۔ کیوں مفت میں اپنی جان کھوتا ہے لیکن منیر شامی دھن کا پکا تھا۔ کسی کی نہ سنی اور ایک شہر سے دوسرے شہر، جنگل، پہاڑ اور ویرانوں میں مارا مارا پھرتا تھا۔ آخر ایک دن ایسے جنگل میں جا نکلا جہاں حاتم شکار کھیل رہا تھا۔ اس نے منیر شامی کے رونے کی آواز سنی تو گھوڑا دوڑا کر وہاں پہنچا۔ جا کر دیکھا تو ایک حسین جوان رو رو کر جان کھو رہا ہے۔ حاتم نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو شہزادے نے اپنی دکھ کی کہانی سنائی۔ حاتم نے اسے دلاسا دیا اور کہا کہ یوں رو رو کر اپنی جان مت دے۔ اللہ نے چاہا تو تیری آرزو پوری ہو گی۔

شہزادے کو لے کر حسن بانو کے پاس پہنچا اور اس سے کہنے لگا۔ اے نیک شہزادی! یہ شہزادہ میرا دوست ہے۔ تمہاری محبت میں رو رو کر جان دے رہا ہے۔ اس لیے میں اسے تمہارے سپرد کر کے تمہارے سوال کا جواب لینے جاتا ہوں۔ جب تک نہ لوٹوں اس کی خاطر داری میں کمی نہ کرنا حاتم تو یہ کہہ کر رخصت ہوا اور منیر شامی سرائے میں انتظار کی گھڑیاں کاٹنے لگا۔

گیدڑی پری

•

حاتم گھر سے نکلا تو سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کدھر جائے
کدھر نہ جائے۔ اسی ادھیڑ بن میں جنگل جنگل مارا مارا پھرتا
ور اللہ سے دعا مانگتا تھا۔ کہ یا اللہ اپنی رحمت سے مجھے
د کر۔ ایک دن ایک جنگل سے گزر رہا تھا۔ میدان میں
ہرنی چر رہی تھی۔ ایک طرف سے ایک بھیڑیا آیا۔ قریب تھا
ں پر جھپٹے اور چیر پھاڑ کے برابر کر دے کہ حاتم نے
للکار کر کہا " اے نابکار! کیا کرتا ہے۔ کیوں ناحق اس بچہ
جان لیتا ہے۔" بھیڑیا للکار سن کر رکا اور حاتم سے کہنے
تم شاید حاتم ہو جو تمہیں اس ہرنی پر اتنا رحم آیا۔" حاتم
چھا۔ "تم نے کیسے جانا؟ بولا " حاتم کے سوا اور کون ایسا
بے زبان جانوروں پر یوں ترس کھائے۔ مگر ذرا یہ
کہ میں ہرنی کو نہ کھاؤں تو اپنا پیٹ کس طرح بھروں؟
نے کہا۔ " تم ٹھیک کہتے ہو۔ تمہارا پیٹ تو کسی طرح بھرنا
یئے۔" یہ کہہ کر میان سے خنجر نکالا اور اپنی ران سے گوشت

کا ایک لوتھڑا کاٹ کر اس کے آگے ڈال دیا۔ بھیڑیئے نے سیر
ہو کر کھایا اور جنگل کی راہ لی۔ ہرنی بھی آنکھوں ہی آنکھوں میں
حاتم کا شکریہ ادا کرتی اپنے گھر کو سدھاری۔ یہ دونوں چلے گئے
تو حاتم بھی ایک طرف کو چلا۔ لیکن ران کا زخم چلنے نہ دیتا
تھا۔ اس لئے لاچار ہو کر ایک پیڑ کے نیچے پڑا رہا۔ حاتم درد
سے بے تاب تھا اور پڑا کراہ رہا تھا کہ ادھر سے گیدڑ کا
ایک جوڑا گذرا۔ مادہ نے حاتم کو دیکھا تو نر سے کہنے لگی۔
"نہ جانے یہ آدم زاد کون ہے اور اسے کیا دکھ ہے کہ پڑا
کراہ رہا ہے۔" گیدڑ نے جواب دیا۔
"اے مادہ جو کچھ میں نے بزرگوں کی زبانی سنا ہے اس
کے حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نوجوان حاتم ہے۔" مادہ
نے کہا: "مجھے اس کا کچھ اور حال بتاؤ۔" گیدڑ نے حاتم کی
سخاوت، جواں مردی اور بہادری کا سارا حال اور بھیڑیئے اور
ہرنی کا سارا قصہ مادہ کو سنایا۔ مادہ نے یہ باتیں سنیں تو کہنے
لگی۔ "کیا ہم اس بہادر کی کوئی مدد نہیں کر سکتے؟" گیدڑ نے
کہا: "دشت مازندراں میں ایک جانور ہے۔ اس کے سر کا بھیجا
اس کے زخم کو فوراً اچھا کر دے گا۔ لیکن وہاں آنے جانے
میں پورا ایک ہفتہ لگے گا۔ اگر تو وعدہ کرے کہ ایک ہفتہ
تک حاتم کی پوری دیکھ بھال کرے گی تو میں اس جانور کا

سر لے آؤں۔" مادہ بولی۔ "میں بڑی خوشی سے آٹھ دن میں یہ خدمت
انجام دوں گی۔" "تم فوراً جا کر اس جانور کا بھیجا لاؤ۔ اس طرح
زندگی بھر انسان پر حیوان کا احسان رہے گا۔"
گیدڑ گیدڑی سے رخصت ہو کر مازندراں کی طرف چلا اور
گیدڑی حاتم کی خدمت میں مصروف رہی۔ آٹھ دن برابر دن
کو دن اور رات کو رات نہ سمجھا اور ہر طرح حاتم کی خبرگیری
کی۔ آٹھ دن پورے ہوئے تو گیدڑ اس جانور کا بھیجا لے
آ پہنچا۔ بھیجا حاتم کے زخم پر ملا تو زخم دیکھتے دیکھتے بھر
یا۔ حاتم بھلا چنگا ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور گیدڑ اور گیدڑی
سے کہنے لگا۔ "تم دونوں نے مجھ پر جو احسان کیا ہے اسے
ندگی بھر نہیں بھولوں گا۔ اب تم اگر کوئی خدمت مجھ سے لو
مجھے بڑی خوشی ہو۔" گیدڑ کہنے لگا۔ "اے حاتم! سارے زمانہ
تیرے احسان ہیں۔ ایک احسان ہم پر بھی کرو۔"
حاتم بولا۔ "بتاؤ۔" گیدڑ نے کہا۔ "یہاں سے تھوڑی دور پر ایک
ڑیا رہتا ہے۔ وہ ہر سال ہمارے بچوں کو کھا جاتا ہے اور ہم
کا کچھ نہیں کر سکتے۔" حاتم نے کہا۔ "تم مجھے اس کا پتہ بتاؤ۔
اپنی کوشش کر کے دیکھتا ہوں۔ آگے اللہ مالک ہے۔"
گیدڑ نے حاتم کو بھیڑیئے کا گھر بتا دیا۔ حاتم بھیڑیئے کے
پہنچا اور اس سے بولا۔ "اے اللہ کے بندے تو ہر سال گیدڑ

کے بچے کیوں کھا جاتا ہے بھیڑیئے نے غرا کر کہا۔"تم میرے
معاملہ میں دخل دینے والے کون ہوتے ہو؟ جاؤ۔ اپنی راہ لو،
ورنہ گیدڑ کے بچوں کی طرح تمہیں بھی مزا چکھا دوں گا۔"
حاتم نے بھیڑیئے کو بہت سمجھایا بجھایا جب اس نے ایک نہ
سنی تو لپک کر اس کی گردن پکڑ لی۔ کچھ دیر کشتی ہوتی رہی آخر
حاتم نے بھیڑیئے کو پچھاڑ لیا۔ اپنے خنجر سے اس کے سارے
دانت اور ناخن توڑ ڈالے اور چھوڑ دیا۔ بھیڑیا حاتم کے پاؤں
پر گر پڑا۔ اور رو کر کہنے لگا۔" اے نوجوان! یہ تو نے کیا کیا؟
اب میں اپنا شکار کس طرح کروں گا اور کس طرح اپنا پیٹ بھرونگا؟"
پاس ہی گیدڑ کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اسے بھی بھیڑیئے
پر ترس آیا۔ کہنے لگا:" اے حاتم! تو نے مجھ پر جو احسان کیا ہے
اس کے بدلے میں میں وعدہ کرتا ہوں کہ جیتے جی بھیڑیئے کو کھانے
پینے کی تکلیف نہ ہونے دوں گا۔ جس طرح اپنا پیٹ بھروں گا
اس کا کھانا بھی روز اس کے پاس پہنچاؤں گا۔ حاتم کو یہ بات
سن کر اطمینان ہوا۔ اور وہ بھیڑیئے کو تسلی دے کر گیدڑ کے ساتھ
چلا آیا۔

راستہ میں گیدڑ نے حاتم سے کہا" اے حاتم! مجھے معلوم
ہے کہ تو کس کام سے گھر سے نکلا ہے۔ مجھے میرے بزرگوں کی
زبانی معلوم ہوا تھا کہ جس آواز کی تلاش میں تو نکلا ہے وہ دشتِ ہو

سے آتی ہے۔ حاتم نے پوچھا" دشتِ ہویدا یہاں سے کتنی دور
ہے؟" گیدڑ نے کہا:" یہاں سے بہت دور ہے اور اس کے
دو راستے ہیں ایک راستہ دور کا ہے۔ دوسرا نزدیک کا۔ پاس
کے راستے میں خطرے بہت ہیں۔ دور کا راستہ ان خطروں سے
خالی ہے۔" حاتم نے کہا۔

"اے گیدڑ! میں اپنی منزل پر بہت جلدی پہنچنا چاہتا ہوں۔
اس لیے اللہ کا نام لے کر پاس والا راستہ اختیار کروں گا۔"
یہ کہہ کر گیدڑ سے رخصت ہوا اور گیدڑ کے بتائے ہوئے راستہ
پر ہو لیا۔ بہت دن چلنے کے بعد ایک چوراہا ملا۔ وہاں کھڑا
ہو کر سوچنے لگا کہ کدھر جاؤں۔ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ سامنے
سے ڈیڑھ دو سو ریچھ نظر آئے۔ وہ آ کر حاتم کے پاس رک
گئے اور بولے۔ اس جنگل میں ریچھوں کی بادشاہت ہے تم یہاں
کدھر آ نکلے۔ چلو ہمارے بادشاہ کے پاس چلو" حاتم نے کہا"چلو"
وہ ریچھ حاتم کو اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ حاتم کو دیکھ کر
ریچھوں کے بادشاہ نے اس کا حال پوچھا۔ حاتم سب حال بتا
چکا تو کہنے لگا۔ تم خوب آئے، میرے ایک بیٹی ہے۔ میں مدتوں
سے اس کی فکر میں ہوں۔ بھلا تم سے اچھا شوہر اسے کہاں ملے
گا۔ چلو تمہاری اور اس کی شادی کر دوں۔

حاتم ریچھ کی باتیں سن کر بڑا گھبرایا۔ سوچا کہ کہاں میں اور

کہاں ریچھ کی لڑکی۔ اب کیا کروں؟ وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ریچھ اٹھا اور حاتم کو اپنے گھر میں لے گیا۔ وہاں جاکر حاتم نے دیکھا کہ ریچھ کی لڑکی تو سچ مچ کی شہزادی ہے اور حسن میں کسی طرح پریوں سے کم نہیں۔ حاتم نے اپنے دل میں سوچا کہ جس کی شادی اس پری سے ہو اس کی قسمت پر رشک کرنا چاہیے۔ لیکن میں تو منیر شامی کے کام نکلا ہوں اگر بیاہ رچاکر بیٹھ رہوں تو اس غریب پر بڑا ظلم ہے۔ یہ سوچ کر طے کر لیا کہ وہ شادی ہرگز نہیں کرے گا۔ اس لیے جب ریچھوں کے بادشاہ نے شادی کی بات چھیڑی تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ ریچھ نے لاکھ سمجھایا، نہ مانا۔ ریچھ نے غصہ میں آکر اسے ایک غار میں قید کروا دیا۔ کئی دن تک قید رکھ کر اپنے پاس بلوایا اور پوچھا کہ "کہو اب کیا ارادہ ہے؟ حاتم نے کہا۔ مجھے تو جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔
اب کیا ارادہ ہے؟ حاتم نے کہا، مجھے تو جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔
اب جو تمھاری مرضی ریچھوں کے بادشاہ نے یہ سنا تو حاتم کو پھر قید میں ڈلوایا۔ اس مرتبہ حاتم نے خواب دیکھا کہ اس سے ایک بزرگ کہہ رہے ہیں:

"حاتم! نادان نہ بن۔ جب تک تو شادی نہیں کرے گا تیری رہائی مشکل ہے۔ اس لئے شادی کر لے اور تھوڑے دن بعد اپنی بیوی کی مدد سے منزلِ مقصود پر پہنچنے کی کوشش کر۔" حاتم

نے یہ خواب دیکھا تو اس کے دل کو ڈھارس بندھی۔ اس مرتبہ جب ریچھوں کے بادشاہ نے اسے اپنے پاس طلب کیا اور شادی کا ذکر کیا تو حاتم راضی ہوگیا اور اسی دن اسکا بیاہ ریچھوں کی شہزادی سے ہوگیا۔ حاتم کچھ دن شہزادی کے ساتھ رہا۔ آخر ایک دن اس سے کہنے لگا۔

"شہزادی تمھیں معلوم ہے کہ میں اپنے گھر سے کس کام سے نکلا ہوں یہ ٹھیک ہے کہ تمھارے ساتھ رہ کر مجھے زندگی کی ہر راحت حاصل ہے۔ لیکن بے چارہ منیر شامی انتظار کی گھڑیاں گن گن کر کاٹ رہا ہوگا۔ اس لئے اگر تم اجازت دو تو اب دشت ہویدا جاکر وہ خدمت انجام دوں جس کے لیے یہ سفر اختیار کیا ہے۔

شہزادی بولی: "مجھے آپ کے جانے سے رنج ہوگا لیکن آپ کی خوشی اسی میں ہے تو ضرور جائیے۔ میں ابا جان سے پوچھ کر آپ کے سفر کا سامان تیار کئے دیتی ہوں۔" شہزادی یہ کہہ کر بادشاہ کے پاس گئی اور حاتم کو جانے کی اجازت دلوا دی۔ اور چلتے وقت ایک مہرہ اس کی پگڑی میں باندھ دیا۔ اس کی تاثیر یہ تھی کہ جس کے پاس وہ مہرہ ہو نہ آگ اثر کرے نہ پانی اور نہ کسی طرح کا زہر۔

حاتم یہاں سے رخصت ہو کر جنگل بیابانوں میں سے گذرتا دشتِ ہویدا کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ایک دن وہ ایک ایسے

ریگستان میں پہنچا، جہاں دور دور دانہ پانی کا نشان نظر نہ آتا تھا۔
شام ہو چکی تھی۔ بھوک، پیاس سے حاتم کا بُرا حال تھا کہ سامنے
سے ایک پیر مرد آیا۔ اس نے حاتم کو دو روٹیاں دیں اور ایک آبخورہ
پانی۔ حاتم نے روٹیاں کھائیں اور پانی پی کر خدا کا شکر ادا کیا۔ حاتم
کئی دن اسی ریگستان میں سفر کرتا رہا۔ ہر روز شام کو وہی پیر مرد
روٹیاں اور ایک آبخورہ پانی کا دے جاتا اور حاتم سیر ہو کر
خدا کا شکر بجا لاتا۔ اسی طرح حاتم کو اس ریگستان میں کئی دن گزر
گئے۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ سامنے سے ایک اژدہا منہ پھاڑے
چلا آتا ہے اژدہا قریب آیا تو اس زور سے سانس لیا کہ حاتم
کھنچ کر اس کے پیٹ میں پہنچ گیا۔ اندر پہنچ کر حاتم نے سجدۂ
شکر ادا کیا اور عاجزی سے خدا سے کہا: "اے میرے اللہ تیری
مرضی ہے جسے چاہے جلائے اور جسے چاہے مارے" حاتم تو
یہ دعا کر کے خاموش ہو رہا۔ اب خدا کی کرنی دیکھو۔ ریچھوں کی
شہزادی نے حاتم کو جو مہرہ دیا تھا۔ اس کی تاثیر سے اژدہے
کے زہر نے اس پر کوئی اثر نہ کیا۔ تین دن تک اژدہے کے پیٹ
میں ادھر سے ادھر گھومتا پھرا۔ اژدہا بڑا گھبرایا اور سوچنے لگا
کہ میں نے یہ کیا بلا کھا لی کہ کسی طرح ہضم ہونے کا نام نہیں لیتی۔
اس سے بہتر تو یہ ہے کہ اسے اگل دوں۔ یہ سوچا اور حاتم کو
اگل کر باہر نکال دیا۔ حاتم زندہ سلامت باہر نکلا تو خدا کا شکر

دا کیا۔ دھوپ میں کھڑے ہو کر اپنے کپڑے سکھائے اور آگے
چل پڑا۔

حاتم ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سامنے ایک تالاب نظر
آیا پیاسا تھا۔ اس لیے دوڑ کر تالاب کے کنارے جا بیٹھا۔ ابھی
ے وہاں بیٹھے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک عجب طرح کی
مچھلی پانی سے نکلی۔ اس کا آدھا نچلا دھڑ تو مچھلی کا سا تھا
اور اوپر کا آدھا انسان کا۔ حاتم خدا کی یہ صنعت دیکھ کر عش
عش کرنے لگا۔ اتنے میں مچھلی اس کے قریب آئی اور اس کا
ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتی ہوئی اسے تالاب کے اندر لے گئی۔ وہاں
ے جا کر اس کی بہت خاطر تواضع کی۔ اسے تین چار دن اپنا مہمان
رکھا اور پھر لا کر تالاب کے کنارے چھوڑ گئی۔ حاتم نے وہاں بیٹھ
کر اپنے کپڑے دھوئے دھوپ میں سکھائے اور پہن کر آگے
ہو۔ مدتوں اسی طرح چلتا رہا۔ آخر ایک ایسے پہاڑ پر پہنچا جہاں
ہر طرف نہریں بہ رہی تھیں اور ہزاروں سایہ دار درخت پھولوں
اور پھلوں سے لدے ہوئے کھڑے تھے۔ حاتم کا جی اس پر
فضا جگہ کو دیکھ کر یہ چاہا کہ پڑ کر سو رہے۔ ایک نہر کے
کنارے لیٹتے ہی نیند آ گئی۔ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ پاس ہی ایک
بزرگ بیٹھے ہیں کہ چہرے سے نور ٹپکتا ہے۔ حاتم نے دیکھتے ہی
جھک کر سلام کیا۔ بزرگ نے سلام کا جواب دے کر پوچھا کہ

"اے نوجوان! تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو اور کہاں کا ارادہ ہے؟ حاتم نے اپنا سارا حال سنایا تو بزرگ نے کہا۔

"اے نوجوان! مجھے تیرے حال پر ترس آتا ہے۔ دشتِ ہویدا تک جا کر کوئی آج تک جیتا نہیں لوٹا۔ تو کیوں ناحق اپنی جان گنواتا ہے؟" حاتم نے کہا۔

"اے بزرگ! میں نے یہ سفر کسی دوسرے کی خاطر اختیار کیا ہے۔ اپنی سی کوشش ضرور کروں گا۔ آگے اللہ کی مرضی۔

بزرگ نے حاتم کی یہ باتیں سنیں تو کہا" اے نوجوان ضرور تو حاتم ہے جو دوسرے کے لئے یوں اپنے آپ کو مصیبتوں میں ڈالتا ہے جا اللہ ضرور تیری مشکل آسان کرے گا۔ لیکن کچھ باتیں میری یاد رکھ۔ اگر ان پر عمل کرے گا تو ہر خطرے سے محفوظ رہے گا" حاتم نے کہا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ جو نصیحتیں کریں گے ان پر عمل کروں گا۔ فرمایئے!" بزرگ نے کہا جس وقت تو دشتِ ہویدا کے قریب پہنچے گا۔ بہت سی پریاں آئیں گی اور تجھے اپنے ساتھ لے جائیں گی۔ جہاں وہ تجھے لے جائیں۔ ان کے ساتھ چلے جانا لیکن خبردار! ان کی طرف توجہ مت کرنا اور ایک ہفتہ تک ان میں سے کسی سے کسی کام کو نہ کہنا۔ ورنہ ساری عمر کے لیے اسی طلسم میں پھنس کر رہ جائے گا"

حاتم نے بزرگ کی باتیں بڑے دھیان سے سنیں اور اسے

[سل]ام کرکے اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چل پڑا۔ کئی دن سفر کرنے [کے ب]عد ایک خوبصورت تالاب کے کنارے پہنچا۔ کنارے بیٹھ کر [سستا]نے لگا۔ اتنے میں ایک بڑی خوبصورت عورت پانی میں سے [نکلی]۔ حاتم کا ہاتھ پکڑا اور پانی میں غوطہ مارا۔ تھوڑی دیر میں [دون]وں ایک ہرے بھرے شاندار باغ میں جا پہنچے۔ حاتم ابھی [باغ] کا حسن دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ سامنے سے ہزاروں [پری]وں کا ایک غول نظر آیا۔ سب سر سے پیر تک گہنوں سے [لدی] ہوئی تھیں اور ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر [ایک] گھیرا سا بنا رکھا تھا۔ دیکھتے دیکھتے وہ پریاں حاتم کے [پاس] آگئیں۔ ہر ایک نے اسے اپنی طرف کھینچا لیکن حاتم کو بزرگ [کی نص]یحت یاد تھی۔ اس نے کسی کی طرف دھیان نہ دیا۔ پریوں [نے] حاتم کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اور اسے ایک مکان میں [لے] گئیں جو سارا کا سارا قیمتی جواہرات کا بنا ہوا تھا۔ بیچ میں ایک [تخ]ت بچھا ہوا تھا اور دیواروں پر قد آدم تصویریں نقش [تھیں]۔ حاتم کھڑا یہ تماشا دیکھ رہا تھا کہ دیواروں کی تصویروں [میں ج]ان پڑ گئی اور دیکھتے دیکھتے وہ تصویریں پریاں بن گئیں۔ [وہ پ]ریاں حاتم کو گھیر کر لائی تھیں، وہ سب کی سب دیواروں [میں جذ]ب ہو کر تصویریں بن گئیں۔ حاتم یہ سارا طلسم کا کارخانہ حیرت [سے] دیکھ رہا تھا۔ اسی حیرت کے عالم میں کھڑے کھڑے اس

مرصع تخت پر بیٹھ گیا۔ اس کے تخت پر بیٹھتے ہی ایک پری
تمام پریوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھی۔ تخت کے سامنے
آ کھڑی ہو گئی اور اپنے چہرے پر نقاب ڈال لی۔ حاتم نے چاہا کہ ا
کر اس کے سر سے نقاب الٹ دے اور اس طلسم کا بھید پوچھے
لیکن بزرگ کی نصیحت یاد کر کے وہیں بیٹھا رہا۔ تین دن اور تین
راتیں اسی طرح گزر گئیں۔ جب رات ہوئی، سارا محل کافوری شمعوں
سے جگمگا اٹھا۔ ہر طرف سے گانے بجانے کی آوازیں آنے لگیں ا
دیوار کا نقش بنی ہوئی ہزاروں پریاں وہاں سے نکل کر ناچنے لگیں
وہ پری جو سب میں حسین تھی اور بظاہر ان پریوں کی سردار
معلوم ہوتی تھی۔ اسی طرح تخت کے سامنے کھڑی مسکراتی رہتی تھی

حاتم تین دن رات اس طرح ایک جگہ بیٹھے بیٹھے اکتا گیا تو
چوتھے دن صبح کو اٹھ کر اس پری کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہاتھ پکڑتے
ہی تخت کے نیچے سے ایک اور پری نکلی اور اس نے ا
زور سے حاتم کے ایک لات دھمائی کہ وہ کہیں کا کہیں جا پڑا
ہوش ٹھکانے ہوئے تو دیکھا کہ نہ وہ باغ ہے نہ محل نہ وہ پریاں
ہیں اور نہ وہ طلسمات کا عالم۔ بس ایک لق و دق میدان میں کھڑا
ہے۔ سمجھ گیا کہ دشت ہویدا ہے۔ اتنے میں ایک طرف سے و
آواز آئی جسے سننے کے لئے اتنی مصیبتیں جھیلی تھیں۔ جدھر سے
آواز آئی تھی، دوڑتا ہوا ادھر کو گیا۔ تھوڑی دور جا کر دیکھا کہ ایک

بیٹھا ہے اور تھوڑی دیر میں چلا کر یہ بات زبان سے نکالتا
"ایک بار دیکھا ہے۔ دوسری بار دیکھنے کی ہوس ہے۔"

حاتم اس فقیر کے سامنے گیا۔ سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ فقیر نے سلام
جواب دیا اور پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں کیسے آئے؟ حاتم نے
سارا قصہ شروع سے آخر تک سنا دیا۔ فقیر نے کہا" اے نوجوان!
بڑی ہمت والا ہے جو اتنی مصیبتیں جھیل کر یہاں پہنچا۔ لے میں تجھے
حال سناتا ہوں۔" یہ کہہ کر اپنی داستان اس طرح سنائی۔

"اے نوجوان! میں گھر سے سفر کے ارادہ سے نکلا تھا۔ سیر
تے کرتے ایک تالاب کے کنارے جا پہنچا۔ اس کی خوبصورتی دیکھ
سیر کی خاطر تھوڑی دیر کو بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک پری آئی اور مجھے
اب میں کھینچ کر لے گئی۔ تالاب کے اندر جا کر جو باغ، جو محل اور
پریاں دیکھیں انہیں اچھی طرح دیکھنے نہ پایا تھا کہ ایک پری کی
ت کھا کر اس دشت میں آ پڑا۔ اب جی چاہتا ہے کہ ایک دفعہ
ر وہی ساری بہار دیکھوں۔"

حاتم فقیر کی باتیں سن کر سمجھ گیا کہ اس پر بھی وہی کچھ گزرا ہے
میرے ساتھ پیش آئی تھی۔ اس لئے اسے دلاسا دے کر کہنے لگا
ؤ میں تمہیں وہ سیر ایک بار پھر دکھا دوں۔ یہ کہہ کر اسے اٹھا
ب کے کنارے لے گیا جہاں چند دن پہلے خود جا کر بیٹھا تھا۔ اور
سے کہنے لگا: دیکھو یہ وہی تالاب ہے جو چند دن پہلے تم دیکھ

چکے ہو۔ اس کے کنارے بیٹھ جاؤ۔ ابھی کوئی پری آکر تمہیں تالاب میں کھینچ کر لے جائے گی اور وہ سارا سماں پھر تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ جسے دیکھنے کی ہوس تمہارے دل میں ہے۔" فقیر نے حاتم کو بہت بہت دعائیں دیں اور حاتم اسے تالاب کے کنارے چھوڑ کر شاہ آباد کی طرف روانہ ہوا۔

واپسی میں فقیر سے ملا۔ دو چار دن مچھلی کا مہمان رہا۔ کچھ دن ریچھوں والی شہزادی کے یہاں رہا۔ اور پھر گیدڑوں سے ملتا ہوا چند روز میں شاہ آباد پہنچ گیا۔

حاتم شاہ آباد پہنچا تو لوگ اسے فوراً حسن بانو کے پاس لے گئے۔ حسن بانو اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور پوچھا کہ اے حاتم! ہمارے سوال کا کیا جواب لایا۔ حاتم نے جو کچھ دیکھا تھا، شروع سے آخر تک سنا دیا۔ حسن بانو اور اس کی دائی نے حاتم کی ہمت پر ہزار آفرین کی اور کہا کہ اب تم کچھ دن ستا لو، پھر دوسرا سوال بتاؤں گی۔

حاتم سلام کر کے سرائے گیا۔ وہاں جا کر منیر شامی سے ملا اور اسے بھی سارا حال سنایا۔ وہ بھی بہت خوش ہوا اور کہنے لگا: "اے حاتم! تیرے اس احسان کا بدلہ ساری عمر نہ چکا سکوں گا۔"

قبرستان میں

تین چار دن آرام کر کے حاتم حسن بانو کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ اب بتاؤ تمہارا دوسرا سوال کیا ہے۔ حسن بانو نے کہا۔ "ایک شخص نے اپنے دروازے پر لکھ کر لٹکا رکھا ہے کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال، اس کا کیا مطلب ہے۔" حاتم نے پوچھا: "کیا تم بتا سکتی ہو کہ وہ شخص کون ہے۔ اور کہاں رہتا ہے؟" حسن بانو بولی "میں نے اپنی دائی سے سنا ہے۔ کہ وہ شخص یہاں سے شمال کی طرف رہتا ہے۔" یہ بات پوچھ کر اللہ کا نام لے کر شمال کی طرف چل کھڑا ہوا۔ کئی دن تک بھیانک جنگلوں میں چلتا رہا۔ آخر ایک دن ایک درخت کے نیچے ستانے بیٹھ گیا۔ ابھی بیٹھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ پاس سے کسی کے اس طرح رونے کی آواز آئی کہ حاتم کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ حاتم آواز کی طرف چلا۔ تھوڑی دور جا کر دیکھا کہ ایک نوجوان زمین پر بیٹھا زار و قطار رو رہا ہے۔ حاتم نے حال پوچھا تو رو رو کر کہنے لگا "اے مسافر اپنا حال تجھے کیا سناؤں۔ یہاں سے بارہ کوس

کے فاصلہ پر ایک عالی شان شہر ہے۔ وہاں حارث نامی ایک سوداگر رہتا ہے۔ اس کے ایک لڑکی ہے۔ جو حسن میں حور و پری سے بڑھ کر ہے۔ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی۔ اس لئے سوچا ہے کہ یوں ہی اس جنگل میں رو رو کر جان دے دوں" حاتم نے کہا۔

"اے جوان! تو اتنا مایوس نہ ہو۔ ممکن ہے اللہ کوئی صورت پیدا کرے۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ وہ تم سے شادی کیوں نہیں کرتی" نوجوان نے کہا لڑکی کے تین سوال ہیں، وہ کہتی ہے کہ جو کوئی ان تین سوالوں کا جواب دے گا۔ اسی سے شادی کریگا۔"

حاتم نے کہا" اگر بات صرف اتنی ہی ہے تو غم مت کرو چلو میرے ساتھ اس سوداگر کی حویلی تک چلو" غرض حاتم اور وہ نوجوان حارث سوداگر کی حویلی کی طرف چلے۔ چند گھنٹوں میں وہاں پہنچ گئے۔ نوجوان کو تو حاتم نے سرائے میں ٹھہرایا اور خود سوداگر کے دروازے پر جاکر پیغام بھیجا کہ ایک شخص شادی کرنے آیا ہے۔ لڑکی نے حاتم کو اندر بلا لیا اور خود پردہ کے پیچھے بیٹھ گئی۔ حاتم نے اس سے کہا" اے نیک بخت! تیرے سوال کیا ہیں؟" اس نے کہا میرے تین سوال ہیں، پہلا یہ ہے کہ" اس شہر کے قریب ایک غار ہے اس کا حال کسی کو نہیں معلوم میں چاہتی ہوں کہ اس غار کا پورا حال معلوم ہو"

دوسرا سوال یہ ہے کہ" جمعہ کی رات کو جنگل میں سے ایک آواز آتی ہے کہ افسوس میں نے وہ کام نہ کیا جو آج کی رات میرے کام آتا۔ یہ آواز کس کی ہے اور اس کا کیا مطلب ہے" تیسرا سوال یہ ہے کہ سانپ کے منہ میں ایک مہرہ ہے وہ مجھے لا دے"

حاتم نے کہا" اے سوداگر کی بیٹی! اللہ نے چاہا تو تیرے سوالوں کا جواب لاؤں گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جواب لانے کے بعد مجھے تم پر پورا اختیار ہو گا۔ چاہوں خود تم سے شادی کر دوں یا کسی اور سے بیاہ دوں" سوداگر کی بیٹی نے کہا" ہاں یہ شرط مجھے منظور ہے۔ حاتم یہ قول قرار کرکے سرائے میں آیا نوجوان کو دلاسا دیا اور شہر کے کچھ لوگوں کے ساتھ غار کی طرف چلا۔ شہر کے باہر جاکر لوگوں نے حاتم کو وہ غار دکھا دیا۔ اس کا منہ ایک چوڑے کنوئیں کی طرح تھا۔ حاتم نے اللہ کا نام لیا اور اس غار میں کود پڑا۔ ایک دن اور ایک رات تک اس میں چکر کھاتا رہا تب کہیں جاکر زمین پر پیر ٹکے۔ حاتم نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو سامنے ایک صاف شفاف تالاب نظر آیا۔ تالاب کے دوسری طرف ایک دیوار کھڑی تھی کہ جہاں تک نظر جاتی تھی اس کی لمبائی اور اونچائی کا کوئی اور چھور دکھائی نہ دیتا تھا۔ حاتم دیوار کی طرف چلا۔ پاس جاکر دیکھا تو اس میں ایک دروازہ نظر پڑا۔ حاتم اس دروازے میں داخل ہو گیا۔ دیکھا تو ایک بستی ہے۔

جس کے مکان سب کے سب عالی شان ہیں۔ ابھی سوچ ہی رہا تھا۔ کہ کیا کرے کہ سامنے سے ہزاروں دیو آتے دکھائی دیئے۔ وہ سب کے سب حاتم کو دیکھ کر اس کی طرف دوڑے، چاہتے تھے کہ اس کی بوٹیاں کر کے کھا جائیں۔ ایک دیو نے کہا "یارو یہ آدم زاد ہے اس کا گوشت بڑا مزے دار ہوتا ہے۔ اگر بادشاہ کو خبر ہوئی کہ ہم اسے مار کر کھا گئے تو بڑی سخت سزا دے گا۔ دیوؤں نے یہ بات سنی تو حاتم کو وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ حاتم وہاں سے آگے بڑھا تو ایک اور بستی میں پہنچا۔ اندر گیا تو پتہ چلا کہ بستی بھی دیوؤں کی ہے۔ یہاں بھی دیو اسے کھانے کو لپکے۔ لیکن ایک دیو نے کہا" دوستو! یہ آدم زاد ہے اسے مت کھاؤ۔ ہمارے بادشاہ کی بیٹی بیمار ہے۔ اسے وہاں لے چلو شاید اس کے علاج سے اچھی ہو جائے" یہ بات سب کو پسند آئی۔ اور سب حاتم کو لے کر اپنے سردار کے پاس پہنچے۔ سردار نے حاتم سے کہا" اے نوجوان! میری بیوی کی آنکھوں میں سخت تکلیف ہے۔ کسی طرح دور نہیں ہوتی۔ حاتم نے فوراً مہرہ اپنی پگڑی سے کھولا۔ اسے پانی میں ڈال کر پانی سردار کی بیوی کی آنکھوں میں لگا دیا۔ فوراً آنکھوں کا درد جاتا رہا۔ سردار بہت خوش ہوا۔ اور اسے لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسکی بہت تعریف کی۔ اے شخص! مجھے مدتوں سے پیٹ کے درد کی شکایت ہے۔

بہت علاج کئے۔ کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اگر تو میرا علاج کر دے تو زندگی بھر تیرا احسان نہ بھولوں" حاتم نے بادشاہ سے پوچھا "اے دیوؤں کے بادشاہ! شفا تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن میں اپنی جیسی کر کے دیکھتا ہوں پہلے مجھے یہ بتایئے کہ آپ کے کھانا کھانے کا کیا طریقہ ہے؟ بادشاہ نے کہا" میں سب امیروں وزیروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتا ہوں" حاتم نے کہا۔ بہت اچھا! آج جس وقت آپ کھانا کھائیں مجھے بھی حاضر رہنے کی اجازت دیجئے" بادشاہ نے کہا" بڑی خوشی سے۔ کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ تم بھی میرے ساتھ چلو" حاتم بادشاہ کے ساتھ ہو لیا۔ اندر پہنچے تو دسترخوان بچھا۔ اور اس پر بیسیوں قسم کے کھانے چنے گئے۔ بادشاہ نے کھانے چنے گئے۔ بادشاہ نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو حاتم نے اسے روک دیا۔ اور کہا کہ ذرا سی دیر توقف فرمایئے" بادشاہ رک گیا حاتم نے ایک قاب سے سرپوش اٹھایا اور دسترخوان پر جتنے لوگ بیٹھے تھے انہیں ایک نظر دکھا کر پھر ڈھک دیا۔ تھوڑی دیر میں وہ قاب کھولی تو کھانے کی بجائے کیڑوں سے بھری پڑی تھی۔ بادشاہ یہ بات دیکھ کر حیرت میں رہ گیا۔ حاتم نے کہا" بادشاہ سلامت! اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ یہ ان لوگوں کی نظر کا اثر ہے جو آپ کے ساتھ کھانے میں شریک ہیں۔ اس لئے اگر آپ اکیلے بیٹھ کر کھانا کھایا کریں تو آپ کے پیٹ کی

ساری تکلیف جاتی رہے۔" راگلے دن بادشاہ نے یہی کیا اور دو تین دن میں اس کے پیٹ کا درد بالکل اچھا ہوگیا۔ حاتم کو گلے لگا کر کہنے لگا کہ اے نوجوان! بول کیا انعام مانگتا ہے" حاتم نے کہا۔

"اے بادشاہ میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے مجھے کچھ نہیں چاہئے بس اتنا چاہتا ہوں کہ جو آدم زاد تیرے قیدی ہیں انھیں رہا کر دے" بادشاہ نے فوراً حکم دیا۔ سارے قیدی حاضر کئے گئے بادشاہ نے ان کی رہائی کا حکم دیا اور خلعت اور اشرفیاں دے کر رخصت کیا۔ اس کے بعد حاتم سے کہنے لگا" اے نوجوان! تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا جو میرے پیٹ کا درد اچھا کر دیا۔ اب ایک مہربانی اور کر۔ میری لڑکی مدتوں سے بیمار ہے نہ کچھ کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔ اگر اسے بھی دیکھ کر اس کے اچھا کرنے کی کوئی تدبیر کرو تو عمر بھر کے لئے تمھاری غلامی قبول کر دوں"

حاتم نے کہا۔ چلئے! لڑکی کو دکھائیے! بادشاہ حاتم کو محل میں لے گیا۔ حاتم نے اسے بھی مہرے کا پانی پلایا۔ اسی طرح ہفتہ بھر وہ پانی پلاتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ بالکل اچھی ہو گئی۔ اور اس کا چہرہ کندن کی طرح دمکنے لگا۔" اور حاتم بادشاہ سے اجازت لے کر غار کے باہر آیا۔ بادشاہ نے چلتے وقت بے شمار زر و جواہر اس کے ساتھ کئے۔

حاتم حارث سوداگر کی بیٹی کے پاس آیا اور اسے غار کا

سارا حال سنا کر اس آواز کی کھوج میں چلا جو ہر جمعہ کی رات کو جنگل کی طرف سے آتی تھی۔ حاتم بہت دن بعد ایک گاؤں میں پہنچا دیکھا کہ وہاں کا ہر شخص رو رہا ہے۔ لوگوں سے رونے کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ ہر مہینے کی سات تاریخ کو یہاں ایک بلا آتی ہے اور ایک آدمی کو کھا جاتی ہے۔ اس مرتبہ ہمارے سردار کے لڑکے کی باری ہے۔ اس لیے ہم سب رو رہے ہیں۔" یہ بات سن کر حاتم رئیس کے پاس گیا۔ اور اسے دلاسا دے کر کہنے لگا کہ اس مرتبہ تمھارے بیٹے کی جگہ میں اس بلا کے پاس جاؤں گا لیکن مجھے بتاؤ کہ وہ کتنی بڑی ہے۔ اور اس کی شکل صورت کیسی ہے" رئیس نے اس کی تصویر کھینچ کر دکھا دی۔ حاتم نے کہا" جو میں کہوں وہ کرتے جاؤ تو انشاء اللہ اس بلا سے چھٹکارا پاؤ گے" رئیس نے کہا" جو تمھارا حکم ہوگا بجا لائیں گے۔ جو تم کہو۔"

حاتم نے رئیس سے کہہ کر سو گز لمبا اور سو گز چوڑا ایک آئینہ بنوایا اسے لے کر اس میدان میں رکھ دیا جہاں بلا آیا کرتی تھی۔ اس پر ایک چادر ڈھک دی اور جب اس بلا کے آنے کا وقت ہوا تو چھپ کر آئینہ کے پیچھے بیٹھ گیا۔ آدھی رات کو بلا آئی۔ حاتم نے چپکے سے چادر آئینہ پر سے سرکا دی۔ بلا نے آئینہ میں جو اپنا عکس دیکھا تو اس زور سے چلائی کہ بستی کے سارے آدمی ڈر گئے۔ اس نے غصہ میں آ کر پھونا

شروع کیا۔ یہاں تک کہ ذرا سی دیر میں اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ اور وہ بے جان ہو کر زمین پر گر پڑا۔ پیٹ پھٹنے کی آواز اتنی بھیانک تھی کہ شہر کے سب لوگ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے اور پتہ چلا کہ بلا مر گئی تو سب خوشی خوشی حاتم کے پاس آئے۔ رئیس حاتم کے پیروں پر گر پڑا اور کہا "صاحب مجھے زر و مال نہیں چاہیئے۔ میں تو جس کام سے نکلا ہوں اس کی دھن سوار ہے" رئیس نے پوچھا وہ کیا کام ہے تو حاتم نے اپنا قصہ بتایا۔ رئیس بولا یہ آواز تو ہم بھی ہر رات سنتے ہیں۔ لیکن حال اس کا کسی کو نہیں معلوم" حاتم نے کہا میں آج کی رات یہاں ٹھہر کر وہ آواز سنوں گا"

غرض حاتم رات کو اس بستی میں رہا۔ آدھی رات کو آواز اس کے کان میں آئی۔ کوئی بڑے درد بھرے طریقے سے کہہ رہا تھا۔ "افسوس میں نے وہ کام نہ کیا جو آج کی رات میرے کام آتا" حاتم نے آواز سنی تو اسی طرف کو چلا۔ کئی دن رات چلتے چلتے ایک قبرستان میں پہنچا۔ بڑی صاف ستھری جگہ تھی۔ سوچا کہ رات کو یہیں آرام کروں گا۔ اینٹوں کا تکیہ بنایا اور ایک کونے میں پڑ رہا۔ آدھی رات کے قریب عجیب طرح کا تماشا نظر کے سامنے آیا۔ ایک ایک کر کے سب قبروں کے منہ کھلے۔ ہر ایک میں سے ایک سفید پوش بزرگ نکلا۔ ایک نے نکل کر میدان میں چاندنی

کا فرش کر دیا۔ سب سفید پوش بزرگ اس فرش پر آ کر بیٹھ گئے اتنے میں ایک شخص ایک ٹوٹی ہوئی قبر سے نکلا۔ اس کے کپڑے دوسروں کی طرح اجلے نہ تھے۔ چہرے سے بھی رنج و غم ٹپک رہا تھا۔ وہ بھی آ کر چاندنی سے الگ خاک پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں قہوہ کا دور چلا جب کسی نے قہوہ کا پیالہ اسے نہ دیا تو اس نے بڑی حسرت سے کہا۔ "افسوس! میں نے وہ کام نہ کیا جو آج کی رات میرے کام آتا" اتنے میں غیب سے خوان آنے شروع ہوئے ہر ایک میں ایک پیالہ کھیر کا اور ایک کوزہ ٹھنڈے پانی کا تھا۔ جو پیالہ اس آدمی کے سامنے آیا۔ اس میں سنگریزے تھے کوزہ پانی کی جگہ خون اور پیپ سے بھرا ہوا تھا۔

حاتم یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔ کہ ایک بزرگ نے اسے بھی کھیر کا پیالہ اور پانی کا کوزہ لا کر دیا۔ حاتم نے اس بزرگ سے کہا۔

"اے پیر مرد! تمھاری مہربانی کہ میرے لیے کھیر اور ٹھنڈا پانی لائے لیکن اس غریب نے کیا قصور کیا ہے کہ اسے کھیر کی جگہ کنکر اور اور پانی کی جگہ پیپ کھانے کو دیتے ہو۔ بزرگ نے کہا" اے نوجوان اس کا حال ہم میں سے کسی کو نہیں معلوم۔ بہتر ہے کہ تم اسی شخص سے جا کر پوچھو"

حاتم نے یہ بات سنی تو اٹھ کر اس میلے کچیلے آدمی کے پاس

گیا سلام کر کے اس کے پاس بیٹھ گیا اور جو کچھ دیکھا اور سنا تھا اس کا حال اس سے پوچھا۔ حاتم کی بات سن کر اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ رو رو کر حاتم سے کہنے لگا"

اے جوان مرد! میرا نام یوسف سوداگر ہے۔ اور ان سب لوگوں کا سردار ہوں جو سامنے بیٹھے ہیں۔ میں نے زندگی میں لاکھوں روپے کمائے۔ لیکن اللہ کے نام پر ایک کوڑی بھی صرف نہ کی۔ لوگوں نے مجھے جو نیکی کی بات سمجھائی اس پر کبھی کان نہ دھرا۔ ایک دن ہم لوگ مال تجارت لے کر اس جنگل سے گزر رہے تھے کہ ڈاکو ہم پر آپڑے۔ ہم سب کو مار کر یہاں دفن کر دیا۔ اور مرنے کے بعد میرا یہ حشر ہوا اور میرے سرداروں کو ان کی نیکی کے سبب یہ مرتبہ ملا۔ اے نوجوان! میرا وطن چین ہے۔ اور میری اولاد کا یہ حال ہے کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج ہے۔

حاتم نے سوداگر کی روداد سنی تو اسے بڑا رنج ہوا۔ کہنے لگا اے یوسف! کیا ایسی کوئی ترکیب ہے کہ تیرا یہ دکھ دور ہو" سوداگر بولا۔

ہاں ایک صورت میری نجات کی ہے۔ اور وہ یہ کہ میری بے شمار دولت ایک جگہ دفن ہے۔ اگر کوئی وطن پہنچ کر اس میں سے تھوڑی سی میری اولاد کو دے اور باقی اللہ کی راہ میں بانٹ دے تو امید ہے کہ مجھ پر اللہ کی رحمت ہو۔ اور میرے

برے دن ختم ہوں"

حاتم نے کہا" اے عزیز! میں آج ہی تیرے وطن جانے کی ترکیب کرتا ہوں۔ جو کچھ تو نے کہا ہے اللہ نے چاہا تو اسے پورا کروں گا!" یہ کہہ کے اللہ کا نام لیا اور ملک چین کی طرف چل کھڑا ہوا چلتے چلتے ایک جگہ پہنچا۔ سامنے کنواں نظر آیا۔ ایک آدمی پانی بھر رہا تھا۔ چاہا کہ اس سے مانگ کر پانی پیے اتنے میں ایک سانپ نے کنوئیں سے منہ نکالا۔ اور اس آدمی کی کمر پکڑ کر کنوئیں میں کھینچ لیا۔ حاتم نے جو دیکھا تو آنکھیں بند کر کے جھٹ کنوئیں میں کود پڑا جب پیر زمین پر آکر ٹکے تو حاتم نے آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا کہ ایک وسیع میدان میں کھڑا ہے۔ چاروں طرف ہرے بھرے درخت ہیں اور سامنے ایک عالی شان محل کھڑا ہے۔ محل کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ حاتم اس میں داخل ہو گیا۔ دیکھا کہ بلور کے تخت پر ایک شخص سو رہا ہے۔ اتنے میں وہی سانپ حاتم کی طرف لپکا۔ حاتم نے لپک کر دونوں ہاتھوں سے اس زور سے دبایا کہ چیخ اٹھا۔ اسکی چیخ سے تخت پر سوتا ہوا آدمی جاگ اٹھا۔ اور کہا۔

"اے عزیز! کیا کرتا ہے سانپ کو چھوڑ دے" حاتم نے کہا۔ خدا کی قسم! اگر اس نے مسافر کو نہ چھوڑا تو اسے جیتا نہ چھوڑوں گا" حاتم نے ابھی بات پوری بھی نہ کی تھی کہ سانپ

نے نہ جانے کیسے حاتم کو نگل لیا"۔ حاتم اس کے پیٹ میں پہنچا
تو کسی کو کہتے ہوئے سنا۔

"اے حاتم! یہ طلسم بہت بڑا ہے تو اس میں سے اس
طرح نکل سکتا ہے کہ اپنے خنجر سے اس سانپ کا پیٹ پھاڑ
ڈال"۔ حاتم نے ایسا ہی کیا۔ ایسا کرتے ہی زمین سے ایک چشمہ
ابلنے لگا۔ اور حاتم اس میں تیرنے لگا۔ دو تین غوطے کھا کر ایک
وسیع صحرا میں پہنچ گیا۔ دیکھا کہ وہاں بہت سے آدمی کھڑے ہیں۔
جو سوکھ کر کانٹا ہو رہے ہیں۔ ان میں وہ مسافر بھی ہے جسے سانپ
نے ابھی پکڑا تھا۔ حاتم نے سب سے پوچھا۔ تو معلوم ہوا کہ ان
سب کو بھی سانپ ہی پکڑ کر لایا تھا۔ حاتم نے کہا:

"اے دوستو! خدا کا شکر ادا کرو کہ تمھیں اس طلسم سے باہر
نکالا اور اپنے اپنے گھر کی راہ لو"۔ وہ سب حاتم کو دعا دیتے
ہوئے کوئی ادھر اور کوئی ادھر چل دیئے اور حاتم پھر ملک
چین کی طرف چل پڑا۔ چند دن میں ایک عالی شان شہر کے دروازے
پر پہنچا لوگ اسے پکڑ کر فوراً بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ
کو دیکھ کر حاتم غصہ سے کہنے لگا۔

"اے بادشاہ! تیرے شہر کا نرالا دستور ہے کہ مسافر کو آرام
دینے کی جگہ اسے یوں پکڑوا کر بلاتے ہو"۔ بادشاہ حاتم کی بات
سن کر رونے لگا اور کہا: "اے مسافر تیری بات ٹھیک ہے۔ لیکن ہم

سب ایک بلا کے ہاتھوں میں گرفتار ہیں"۔ حاتم نے پوچھا: "وہ بلا کون
سی ہے"؟ بادشاہ نے کہا

"وہ بلا خود میری لڑکی ہے۔ جو نہ جانے کس طلسم میں گرفتار
ہے کہ جو مسافر اس شہر میں آتا ہے۔ اس سے دو سوال کرتی ہے۔
مسافر سوال کا جواب نہیں دے سکتا اور مارا جاتا ہے۔ اسی لئے
اس شہر کا نام میں نے بدل کر عدل آباد سے بیداد نگر رکھ
دیا ہے"۔

حاتم نے کہا: "مجھے بھی اپنی لڑکی کے پاس لے چلو"۔ بادشاہ
نے کہا "چلو"۔ حاتم محل میں پہنچا تو دیکھا کہ تخت پر ایک شہزادی بیٹھی
ہے۔ حوروں اور پریوں جیسی صورت ہے۔ حاتم اس کے پاس بیٹھ گیا۔
شہزادی نے بھی اس سے بڑی اچھی اچھی باتیں کیں۔ دیر تک باتیں
ہوتی رہیں۔ رات ہو گئی کھانا آیا۔ سب نے ہنسی خوشی کھایا اور پھر
بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ باتیں کرتے کرتے آدھی رات ہو گئی
آدھی رات ہوتے ہی سب آدمی محل سے باہر نکل گئے۔ حاتم اور
شہزادی کے سوا وہاں کوئی نہ رہا۔ دیکھتے دیکھتے شہزادی دیوانوں
کی طرح کودنے لگی اور حاتم کے پاس آ کر بولی۔

"اے مسافر! کیا تجھے اپنی جان پیاری نہیں تھی جو یہاں آیا"؟
حاتم نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر شہزادی کہنے لگی "اچھا ہمارے
سوالوں کا جواب دے یہ سمجھ لے کہ تیری موت تجھے یہاں لائی

ہے۔" حاتم بولا "تیرے سوال کیا ہیں۔"

شہزادی نے کہا۔ "پہلا سوال یہ ہے کہ وہ کون سا میوہ ہے جو میووں سے زیادہ میٹھا ہے۔" حاتم نے کہا۔

"اولاد" شہزادی بولی۔ "اچھا بتا وہ کیا چیز ہے جو ہر ایک کو کھا لیتی ہے۔" حاتم نے جواب دیا۔ "شہزادی وہ چیز موت ہے" یہ جواب سنتے ہی لڑکی کی آنکھیں بند ہو گئیں وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ شہزادی کے گرتے ہی ایک کالا سانپ اس کے بدن میں سے نکلا اور حاتم کی طرف لپکا حاتم نے جھٹ وہ مہرہ جو اس کی پگڑی میں بندھا ہوا تھا۔ منہ میں رکھ لیا۔ جوں ہی سانپ نے اس پر حملہ کیا اس نے اس کی گردن مروڑ کر ایک ہنڈیا میں بند کر دیا۔ اور ہنڈیا زمین میں گڑھا کھود کر گاڑ دی۔ اور خود جا کر لڑکی کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ رہا صبح ہوتے ہوتے لڑکی ہوش میں آئی۔ حاتم کو اپنے پاس بیٹھے دیکھ کر بولی کہ "اے نوجوان تو کون ہے اور میرے محل میں کیسے آیا۔"

حاتم نے اپنے محل میں آنے۔ اس کے پاگل ہو کر اس سے سوال کرنے پھر بے ہوش ہونے، سانپ کے نکلنے اور مارے جانے کی ساری داستان اسے سنائی۔ لڑکی نے فوراً اپنی دائی کو آواز دی۔ وہ آئی اور بلائیں لے کر کہنے لگی کہ "کہو کیا حکم ہے؟" لڑکی نے حاتم کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان سے پوچھو۔ حاتم نے

کو دے دی۔ باقی تین چوتھائی غریبوں کو خیرات کر دی۔ اس کام سے فارغ ہو کر عدل آباد آیا چند دن وہاں رہ کر یوسف سوداگر کی قبر پر آیا۔ جمعہ میں دو دن باقی تھے۔ اس نے وہاں رہ کر انتظار کیا۔ جمعہ کے دن وہی سب کچھ ہوا جو حاتم اس سے پہلے دیکھ چکا تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ اس مرتبہ یوسف سوداگر نے بھی سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ اسے بھی فرش پر بیٹھنے کو جگہ ملی اور اس کے پینے جو کھانے کو کھیر کا پیالہ آیا۔ یوسف نے حاتم کو دیکھا تو اس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ اور کہا"

"اے جواں مرد! تیری بدولت میں اس عذاب سے چھوٹا۔" حاتم کو بھی یوسف کی بدلی ہوئی حالت دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اور وہ یوسف سے رخصت ہو کر آگے چلا۔

ابھی تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ ایک بڑھیا ایک جگہ بیٹھی نظر آئی۔ حاتم نے غریب جان کر اپنی الماس کی انگوٹھی اتار کر اسے دے دی بڑھیا نے دعائیں دیں۔ اور حاتم آگے بڑھ گیا۔ حاتم تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ بڑھیا نے چلا کر کہا۔ اے ڈھکے چھپے پردیسی کا راہ باٹ میں خدا حافظ! اس آواز کے سنتے ہی سات مسلح نوجوان جنگل میں سے نکلے اور حاتم کے ساتھ ہو لیے۔ بات دراصل یہ تھی کہ یہ ساتوں مشٹنڈے اس مکار بڑھیا کے بیٹے تھے۔ اور جنگل میں اکیلے دکیلے مسافر کو لوٹنا ان کا پیشہ تھا۔ بڑھیا اسی لیے وہاں بیٹھی تھی کہ آواز

دے کر لڑکوں کو بتا دے کہ ایک سونے کی چڑیا ادھر سے گزر رہی ہے۔ تھوڑی دور چل کر ساتوں نے حاتم پر حملہ کیا۔ اس کے سارے قیمتی جواہر چھین لیے اور زخمی کر کے ایک اندھے کنوئیں میں ڈال دیا۔ حاتم تین دن وہاں پڑا تڑپتا رہا۔ آخر مہرہ گھس کر زخموں پر لگایا تو آرام ملا۔ اور آنکھ جھپک گئی۔ خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ کہہ رہے ہیں۔

"اے حاتم! اس جگہ قسمت تجھے لائی ہے یہاں بہت بڑا خزانہ دفن ہے۔ کل صبح دو آدمی یہاں آئیں گے اور تجھے یہاں سے نکالیں گے"۔ حاتم یہ بات سن کر بہت خوش ہوا۔ اور صبح کا انتظار کرنے لگا۔ صبح ہوئی تو دو آدمی کنوئیں پر آئے انھوں نے حاتم کو آواز دی اور ایک رسی کے ذریعہ اسے کنوئیں سے باہر نکالا۔ حاتم نے کنوئیں سے نکل کر خدا کا شکر ادا کیا اور اپنے دل میں سوچا "اگر اس وقت وہ سات چور میرے پاس ہوتے تو انھیں یہ سب مال و دولت دے کر کہتا کہ چوری سے توبہ کر لیں"۔ یہ سوچ کر ان کی تلاش میں نکلا۔ اتفاق سے تھوڑی ہی دور چل کر وہ بڑھیا مل گئی۔ اور اس کے آواز لگانے پر وہ ساتوں جوان باہر نکل کر آگئے۔ حاتم نے ان سے کہا۔

"اے عزیزو! اگر ایک بات میری مانو تو کہوں"۔ چوروں نے کہا کہو"۔ حاتم بولا "تم جھوٹوں مسافروں کو لوٹ کر یہ عذاب مول

لیتے ہو اس سے توبہ کر لو تو میں بہت بڑا خزانہ دوں"۔ وہ بولے "ہم تو پیٹ کی خاطر یہ برا کام کرتے ہیں۔ اگر تم اتنی دولت دے دو تو ضرور توبہ کر لیں گے۔ لیکن پہلے ہمیں وہ دولت دکھا دو"۔ حاتم انھیں اندھے کنوئیں تک لے گیا۔ اندر خزانہ دکھایا اور ان سے عہد کیا کہ اب کبھی کسی مسافر کو نہ لوٹیں گے۔

حاتم چوروں سے یہ قسم لے کر آگے بڑھا۔ ابھی تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ ایک خوبصورت سا کتا ہانپتا ہوا اس کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ پیاس کے مارے اس کی زبان باہر نکلی ہوئی تھی۔ حاتم کو اس پر بڑا ترس آیا۔ اسے گود میں اٹھا لیا۔ پاس ہی ایک گاؤں تھا۔ وہاں لے جا کر اسے خوب جی بھر کر پانی پلایا اور پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ دیکھا تو اس کے سر میں ایک کیل ٹھکی ہوئی ہے۔ حاتم نے وہ کیل اس کے سر سے نکال لی۔ کیل نکالتے ہی وہ کتا ایک خوبصورت جوان بن گیا۔ حاتم نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور کہا کہ "اے جوان اپنا حال بتا"۔ اس نے کہا۔

"اے عزیز! میرا مختصر حال یہ ہے کہ میں شہر سورت کا رہنے والا ہوں تجارت کرتا ہوں۔ میری بیوی جادوگرنی ہے۔ اس نے میرے سر میں یہ کیل ٹھونک کر مجھے کتا بنا دیا تھا۔ تین

دن سے میں اسی حال میں بھوکا پیاسا پھر رہا تھا۔ کہ اللہ نے تجھے مجھ پر مہربان کیا۔ اور تو نے وہ کیل میرے سر سے نکال کر مجھ پر یہ احسان کیا۔ اب میری خوشی یہ ہے کہ چند دن میرے ساتھ رہ کر مجھے خدمت کا موقعہ دے۔"

حاتم نے خوشی سے اس کی دعوت قبول کی تین دن اس کا مہمان رہا۔ پھر اس سے رخصت ہو کر حارث سوداگر کی بیٹی کے پاس آیا اور اسے اپنے سفر کا سارا حال سنا دیا۔ سوداگر کی بیٹی نے کہا: "تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہم نے بھی بہت دن سے وہ آواز نہیں سنی۔ جو جنگل کی طرف آتی تھی۔ اب میرا ایک سوال اور رہ گیا ہے۔ اگر وہ بھی پورا ہو گیا تو میں تیری کنیز ہوں۔"

سوداگر کی بیٹی سے رخصت ہو کر حاتم سرائے میں آیا۔ وہاں سوداگر بچہ بے چینی سے اس کی راہ دیکھ رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی گلے سے لگا لیا۔ حاتم نے سفر کا سارا حال سنایا اور کہا: "اے نوجوان تو اطمینان رکھ اللہ نے چاہا تو جلد ہی تیسرا سوال بھی پورا کر کے تیری شادی سوداگر کی بیٹی سے کرا دوں گا۔" سوداگر بچہ آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور حاتم کا شکریہ ادا کیا۔

اگلے دن حاتم پری شاہ کے مہرہ کی تلاش میں چلا۔ اور اپنے دل میں یہ سوچ کر کہ اس کا پتہ دیووں کے بادشاہ سے چلے گا اسی غار کے پاس پہنچا جس کے راستے سے دیووں کے ملک

میرے دشمن ہے زمانہ کا غم
[illegible] ہوں گا
او ظالم جینا نہ سیکھ پاؤں گا
اس لیے آج نہ رہ پاؤں گا
مجھے حالات سے ٹکرانا ہے
ایسے حالات سے [illegible] کی جی لینے دو
اب ضرور آئے گا
آگے کہانی بھی ہے

A-PDF Image To PDF Demo. Purchase from www.A-PDF.com to remove the watermark

796

موت کا تعاقب ۸۱

تاریخ کی پُر اسرار اور سچی داستان

ٹرین میں قتل

ٹرین میں قتل

۸۱

موت کا تعاقب

تاریخ کی پُر اسرار اور سچی داستان

اے حمید

اے حمید

اے حمید

ملک لائبریری

کوٹلہ تولے خاں سلی خانہ تغلق روڈ

ملتان

شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز

لاہور ○ حیدرآباد ○ کراچی

- رات کو دستک
- آخری گولی
- خطرناک کھیل
- ٹرین میں قتل
- زندہ لاش
- صحرا میں موت

رات کو دستک

مردہ لاش ماریہ کے آگے آگے جا رہی تھی۔
نقشِ سلیمانی سامنے پہاڑوں کے کسی غار میں تھی۔ مردہ لاش نے ماریا کو یہی بتایا تھا۔ کمال کی بات یہ تھی کہ لاش ماریا کو دیکھ سکتی تھی۔
کافی دیر سفر کرنے کے بعد لاش اور ماریا جنگل میں سے نکل کر پہاڑوں کے پاس آ گئے۔ یہ پہاڑ کافی اونچے تھے اور سرسبز جنگل سے ڈھکے ہوئے تھے۔ مردہ لاش نے پیچھے مڑ کر کہا۔

"دن نکلنے سے پہلے پہلے ہمیں پہاڑوں کے غار میں پہنچ جانا ہو گا۔ کیونکہ دن کی روشنی میں میں غائب ہو جاؤں گی"

ماریا نے پوچھا۔

"کیا ہم صبح ہونے سے پہلے پہلے غار میں پہنچ جائیں گے؟"

"کیوں نہیں! میرے پیچھے پیچھے چلی آؤ۔"

لاش جھاڑیوں میں سے گزرتی چلی جارہی تھی۔ ماریا اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ آخر وہ ایک پہاڑ کے پاس پہنچ گئے۔ مردے نے کہا۔

"اس پہاڑ میں ایک غار ہے۔ ہمیں اس میں جانا ہے۔ تم ڈرنا نہیں۔ ہوسکتا ہے وہاں کوئی خوفناک بلا ہمارا راستہ روک کر کھڑی ہو جائے"!

ماریا نے کہا۔

"میں نہیں گھبراؤں گی"۔

اب ان کے سامنے ایک تاریک غار تھا۔ لاش غار میں داخل ہوگئی۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ساتھ اندر چلی گئی۔ اندر جاتے ہی جیسے کسی کی زبردست پھنکار سنائی دی۔ یہ ایک اژدہا تھا جس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ لاش نے آگے بڑھ کر اژدہا کے منہ میں ہاتھ ڈال دیا۔ ایک خوفناک چیخ کی آواز گونجی اور اژدہا نے تڑپنا شروع کر دیا۔ اژدہا کے منہ میں ہاتھ ڈال کر لاش نے ایک منکا نکال کر ماریا کو دیا اور کہا۔

"اس کو سنبھال کر رکھنا۔ جب تک یہ تمہارے پاس ہے تم پر سانپ، آگ پانی اثر نہیں کر سکے گا"۔

ماریا نے منکا لے کر جیب میں ڈال لیا۔ آگے گئے تو ایک موڑ پر ایک بن مانس لمبے لمبے نوکیلے دانت نکالے کھڑا تھا۔ اس نے لاش اور

میں جائے۔ یہ سوچ کر ماریا سیدھی ہوائی اڈے پر آگئی۔ اژدہا کے منہ سے نکالا ہوا منکا ماریا کی جیب میں تھا۔ ہوائی اڈے پر اسے معلوم ہوا کہ ایک جہاز آسٹریلیا جارہا ہے اور وہ راستے میں ہندوستان کے شہر بمبئی میں بھی رُکے گا۔ ماریا نے سوچا کہ وہ اس جہاز میں سوار ہو کر ناگ پور چلی جائے گی۔

ماریا جہاز میں سوار ہوگئی۔

جہاز ٹھیک وقت پر فضا میں بلند ہوگیا اور اس نے ہندوستان کی طرف اُڑنا شروع کر دیا۔ جہاز میں کافی لوگ سوار تھے۔ ماریا کونے میں ایک جگہ اکیلی بیٹھی تھی۔ جس وقت جہاز ہوائی اڈے سے اڑا تھا اس وقت آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور تیز آندھی چل رہی تھی۔ ہوائی جہاز کے پائیلٹ کا خیال تھا کہ وہ جہاز کو بادلوں کی تہہ اوپر تک چلی گئی تھی اور ہر طرف بادل ہی بادل تھے۔

جہاز نے نیچے اترنے کی کوشش کی مگر اب نیچے اترنا بھی مشکل تھا۔ پائیلٹ جہاز کو کافی اوپر لے گیا۔ اب اس نے ایک طرف کو اڑنا شروع کر دیا۔ یہاں بجلی چمک رہی تھی اور بادل گرج رہے تھے۔ اصل میں جہاز راستہ بھول گیا تھا اور ایرپورٹ والوں کے ساتھ اس کا سلسلہ ٹوٹ گیا تھا۔ مسافر پریشان ہونے لگے۔ ایرہوسٹس نے آ کر کہا۔

"آپ لوگ فکر نہ کریں۔ جہاز اگرچہ راستہ بھول گیا ہے

مگر ہم کسی نہ کسی شہر میں اترنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جلد ہی طوفان تھم جائے گا اور ہم کسی شہر میں ضرور اتر جائیں گے۔"

مگر طوفان پہلے سے زیادہ تیز ہو گیا۔ جہاز نے ہوا میں ڈولنا شروع کر دیا۔ مسافر شور مچانے لگے۔ جہاز کا عملہ بھی پریشان ہو گیا۔ بجلی زور سے چمکی اور جہاز کے ایک انجن پر گری۔ دھماکہ ہوا اور جہاز کا ایک انجن ٹوٹ کر نیچے فضا میں گر پڑا۔ مسافروں نے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ پائیلٹ نے جہاز کو باقی تین انجنوں سے چلانا شروع کیا اور وہ جہاز کو نیچے لے آیا۔ اس خیال سے کہ وہ کسی نہ کسی جگہ اسے زبردستی اتارے گا۔ لیکن جہاز کی بدقسمتی یہ ہوئی کہ نیچے سمندر تھا۔

جونہی جہاز نیچے آیا دیکھا کہ سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ جہاز میں ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا گیا۔ پائیلٹ جہاز کو اونچا لے گیا۔ اوپر جاتے ہی جہاز کا دوسرا انجن بھی جہاز سے الگ ہو گیا اور اس میں آگ لگ گئی۔ پائیلٹ کے لئے اب سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ جہاز کو سمندر میں اتار دے۔ جہاز اپنے آپ بھی نیچے کو آ رہا تھا۔

ماریا بھی پریشان تھی مگر اسے یقین تھا کہ اژدہا کا منکا اسے پانی سے بچائے گا۔ منکا نکال کر اس نے گلے میں ڈال لیا تھا۔ جہاز ایک زوردار دھماکے کے ساتھ سمندر کی موجوں سے ٹکرا گیا۔ ماریا کو جب ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کے

اوپر پایا۔ موجیں اسے بہاتے لئے جا رہی تھیں۔ کبھی اٹھا کر دوسری طرف پھینک دیتیں اور کبھی دوسری طرف لے جاتیں۔ ہوائی جہاز کا کہیں نام و نشان تک نہیں تھا۔ اژدہا کا منکا ماریا کے گلے میں تھا اور اسی کی وجہ سے وہ ڈوب نہیں رہی تھی۔

سمندر میں زبردست طوفان تھا۔ بادل گرج رہے تھے۔ بجلی چمک رہی تھی اور تیز ہوا چل رہی تھی۔ ماریا کو موجیں لئے جا رہی تھیں۔ خدا جانے کب تک ماریا سمندر کے طوفان میں پھنسی رہی۔ آخر خدا خدا کر کے طوفان تھما۔ بادل چھٹے اور دھوپ نکلی۔ بارش رک گئی۔ آندھی کا زور بھی ٹوٹ گیا۔ ماریا سمندر کی لہروں پر بہی جا رہی تھی۔ اتنے میں ایک شارک مچھلی ماریا کے سامنے آ گئی۔

شارک مچھلی انسان کو زندہ نگل جاتی ہے۔ ماریا گھبرا گئی۔ شارک مچھلی کو ماریا نظر نہیں آ رہی تھی مگر اسے انسانی گوشت کی بو آ رہی تھی۔ وہ اس بو کے سراغ پر ماریا کے قریب آ گئی۔ ماریا خوف سے کانپنے لگی۔ مگر منکا یہاں بھی کام آیا۔ اس کی وجہ سے شارک مچھلی کو جیسے بڑے زور کا جھٹکا لگا اور وہ تڑپ کر بھاگ گئی۔

سارا دن ساری رات اور پھر اگلا سارا دن ماریا سمندر میں تیرتی رہی۔ شام کے قریب ماریا نے دور ایک جہاز کو دیکھا جو شاید طوفان کی وجہ سے سمندر میں رک گیا تھا۔ ماریا نے اس جہاز کی طرف تیرنا شروع کر دیا۔ قریب جا کر ماریا نے دیکھا کہ وہ ایک آبدوز تھی جو

سمندر سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ جہاز کا کپتان دوربین لئے دور سمندر میں دیکھ رہا تھا۔ شاید اسے کسی دوسرے جہاز کا انتظار تھا۔ ماریا جہاز کی لوہے کی سیڑھی سے ہوکر آبدوز کے اوپر چڑھ گئی۔ اسے کسی نے نہ دیکھا۔ وہ آبدوز کے کونے میں بیٹھ گئی اور لمبے لمبے سانس لے کر آرام کرنے لگی۔

یہ آبدوز ایک جرمن آبدوز تھی اور سمندر کے بیچ میں وہ پٹرول لینے کے لئے کھڑی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک جرمن پٹرول والا جہاز وہاں آگیا۔ لمبا پائپ ڈال دیا گیا اور آبدوز میں تیل بھرنا شروع ہوگیا۔ دونوں جہازوں کے کپتان ایک دوسرے سے ہنس ہنس کر باتیں بھی کر رہے تھے۔ آبدوز کے فوجی ملاح بھی اوپر آکر جنگلے کے ساتھ لگ کر کھڑے ہوگئے۔ ان کی باتوں سے معلوم ہوا کہ پٹرول والا جہاز واپس جرمنی جا رہا تھا اور آبدوز ہندوستان کے سمندروں میں جاپانی جہازوں کی تلاش میں جا رہی تھی۔ ماریا نے سوچا کہ وہ آبدوز میں ہی رہے گی۔
اس میں سفر کرکے کم از کم وہ ہندوستانی سمندر میں تو پہنچ جائے گی۔ پھر وہاں سے وہ کسی نہ کسی طرح ہندوستان پہنچنے کی کوشش کرے گی۔ آبدوز کا گول ڈھکن اٹھا ہوا تھا۔ اس کے اندر سے لوہے کی سیڑھی نیچے آبدوز میں اترتی تھی۔ ماریا خاموشی سے آبدوز کے اندر اتر گئی۔ یہ آبدوز لمبی تھی اور اس کے چھوٹے چھوٹے کیبن لمبے رخ پر تھے۔ ماریا ایک کونے میں جاکر آخری کیبن میں آگئی۔ اس کیبن میں کھانے

پینے کے ڈبے رکھے ہوئے تھے۔ ماریا کو معلوم تھا کہ یہاں کوئی ملاح نہیں رہتا۔ بس یہ ایک سٹور ہے۔ جس میں ماریا بغیر کسی کی مداخلت کے بڑے سکون سے سفر طے کرے گی۔ آبدوز نے پٹرول لے لیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی سارے ملاح کپتان سمیت آبدوز کے اندر آگئے۔ اور آبدوز میں بھونپو کی آواز گونجی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ آبدوز سمندر کے اندر اترنے والی ہے۔ آہستہ آہستہ آبدوز نے سمندر کے اندر اترنا شروع کر دیا۔ جب آبدوز کافی نیچے اتر گئی تو اس نے آگے کو سفر شروع کر دیا۔

جس سٹور میں ماریا آرام کر رہی تھی اس کے ساتھ والا کیبن کپتان کا تھا۔ اندر کپتان وائرلیس پر کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کی آواز ماریا کو صاف سنائی دے رہی تھی۔ کپتان کہہ رہا تھا۔
"ٹھیک ہے۔ پندرہ ڈگری جنوب مشرق کی جانب۔ سولہ سو میٹر آگے۔ برطانوی جہاز آرہا ہے۔ پندرہ ڈگری جنوب مشرق۔ ہوشیار۔"
اس کے بعد کپتان نے حکم دینے شروع کر دیئے کہ آبدوز کو ایک خاص زاویے پر لے آؤ۔ کپتان نے پیری سکوپ میں سے باہر سمندر کی سطح پر دیکھا۔ ذرا فاصلے پر ایک برطانوی جنگی جہاز چلا جا رہا تھا۔ اس سے بہتر نشانہ کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔ بڑا اچھا

شکار مل گیا تھا۔ جرمن کپتان نے حکم دیا۔

"پندرہ ڈگری پر پہلا تارپیڈو تیار کرو"

تارپیڈو توپ میں بھر دیا گیا۔ کپتان نے پیری سکوپ دوربین میں سے دیکھتے ہوئے ایک دم حکم دیا۔

"فائر"

آبدوز کو ایک ہلکا سا دھچکا لگا۔ تارپیڈو آبدوز میں سے نکل کر پانی کے اندر ہی اندر سے برطانوی جہاز کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ برطانوی جہاز کے کپتان نے جہاز کا رخ موڑ دیا۔ تارپیڈو جہاز کو لگنے کی بجائے اس کے قریب سے ہو کر گزر گیا۔ کپتان جہاز کے ڈیک پر کھڑا تھا۔ اس نے جو ایک سفید لکیر جہاز کے قریب سے ہو کر سمندر میں گزرتے دیکھی تو اس کا دم خشک ہو گیا۔ یہ تارپیڈو تھا جو اگر برطانوی جہاز کو لگ جاتا تو جہاز کے دو ٹکڑے ہو جاتے اور وہ آن کی آن میں ڈوب جاتا۔ خطرہ آس پاس ہی تھا۔ اس نے چیخ کر حکم دیا۔

"گولہ باری شروع کی جائے۔ یہاں آبدوز ہے"

جہاز کی توپوں نے سمندر میں چار میل کے اندر اندر زبردست گولے پھینکنے شروع کر دیئے۔ یہ گولے سمندر کے اندر جا کر پھٹنے لگے۔ یہ گولے خاص طور پر سمندر کے اندر آبدوزوں کو تباہ کرنے کے لئے بنائے گئے تھے۔ ان گولوں نے سمندر میں چار میل کے اندر

اندر طوفان مچا دیا۔ آبدوز کے سر کے اوپر آ کر گولے پھٹنے لگے۔ آبدوز میں کھلبلی مچ گئی۔ ملاح اِدھر اُدھر دوڑنے لگے۔ کپتان آبدوز کو نیچے لے جانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن برطانوی جہاز نے گولہ باری بند نہ کی۔

دھماکے کے ساتھ ایک گولہ آبدوز کے اوپر آ کر پھٹا۔

آبدوز کے اوپر سوراخ ہو گیا اور پانی اندر داخل ہونے لگا۔ یہ آبدوز کی موت تھی۔ اب آبدوز کو تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔ دوسرا گولہ آبدوز کے پہلو سے آ کر ٹکرایا اور پھٹ گیا۔ آبدوز کی لوہے کی دیوار پھٹ گئی اور پانی اندر آ گیا۔ سمندر کا پانی اس قدر تیزی سے اندر آیا کہ ملاح کچھ بھی نہ کر سکے۔ آبدوز پانی سے بھر گئی اور تھوڑی دیر بعد ملاحوں کی لاشیں تیر رہی تھیں۔

ماریا جس کیبن میں تھی وہ بھی پانی سے بھر گیا۔ ماریا پانی میں ڈوبی ہوئی تھی اور آبدوز کی دیوار کو زور سے دھکیلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اژدہا کا منکا یہاں بھی اس کی جان بچا گیا۔ اس نے منکا آگے کر کے دیوار کے ساتھ رگڑا تو لوہے کی دیوار ٹوٹ گئی۔ ماریا آبدوز سے نکل کر سمندر میں آ گئی۔ پانی اسے اٹھا کر سمندر کی سطح پر لے آیا۔

سمندر کے اوپر آ کر دیکھا کہ دھوپ چمک رہی تھی اور برطانوی جہاز قریب ہی کھڑا آبدوز کی تباہی کا منظر دیکھ رہا تھا۔ سارے

ملاح جہاز کے ڈیک پر کھڑے نعرے لگا رہے تھے۔ انہوں نے جرمن آبدوز کو ڈبو دیا تھا اور اب خوشی منا رہے تھے۔ ماریا تیرتی ہوئی برطانوی جہاز کے قریب آ گئی۔ جہاز کے عقب میں جہاز کا لنگر لوہے کی موٹی زنجیر کے ساتھ لٹک رہا تھا۔ ماریا اس زنجیر کی مدد سے جہاز کے اوپر چڑھ آئی۔

وہ تھک گئی تھی۔ ڈیک پر جنگلے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ جہاز کے انگریز ملاح خوشی سے نعرے لگا رہے تھے اور جہاز کے بھونپو بھی بج رہے تھے۔ یہ مسرت کا اظہار تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دشمن پر فتح پا لی گئی ہے۔ ماریا کو کسی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ سکون سے ڈیک پر نیم دراز تھی۔ اور گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ دھوپ نے اس کے جسم کو سکون دیا۔ اب اسے سخت بھوک لگ رہی تھی۔

یہ سوچ کر کہ جہاز میں کافی کھانے پینے کی چیزیں ہوں گی وہ ڈیک پر سے گزرتی اس دروازے کی طرف آ گئی جو نیچے جاتا تھا۔ سیڑھیاں اتر کر وہ جہاز کے نیچے آئی تو بائیں جانب کیبنوں کی قطار چلی گئی تھی۔ ایک طرف سے انجن کے تیل اور بھاپ کی بو آ رہی تھی۔ دوسری طرف سے ماریا نے ایک ملاح کو ہاتھ میں کافی پیالیاں لئے آتے دیکھا۔

"ضرور باورچی خانہ اِدھر ہو گا"

ماریا نے سوچا اور اس طرف کو چل دی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد باورچی خانہ آ گیا۔ یہ جہاز کا بڑا خوبصورت اور کافی بڑا باورچی خانہ تھا۔ ماریا اندر داخل ہو گئی۔ کچھ ملاح میزوں پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ چائے پی رہے تھے۔ کونے میں سنگِ مرمر کے، بجلی کے چولہوں کے اوپر بڑے بڑے المونیم کے دیگچے چڑھے تھے۔ لمبی میز پر کھانے کے تھال بھرے پڑے تھے۔ کھانے کا وقت ہو رہا تھا۔ ماریا نے ایک پلیٹ اٹھا کر اس میں چوزے کا گوشت، مچھلی اور کچھ کباب اور ڈبل روٹی رکھی اور ایک خالی میز پر بیٹھ کر مزے سے کھانے لگی۔

کسی کو خبر نہ ہوئی کہ کمرے میں ایک عورت بھی بیٹھی مفت کھانا کھا رہی ہے۔ ماریا کھانا کھا چکی تو سوچا کہ کافی بھی پینی چاہیے۔ مگر کافی ابھی تیار نہیں ہوئی تھی۔ آخر اس نے چائے کی ایک پیالی پی اور باورچی خانے سے باہر نکلنے لگی۔ اتفاق سے جب وہ باہر نکلنے لگی تو ایک برطانوی ملاح جھومتا جھامتا اندر داخل ہو رہا تھا۔ وہ ماریا سے ٹکرا گیا۔ ماریا دھکا لگنے سے سامنے میز سے ٹکرائی جس پر سے ایک شیشے کا گلاس گر کر ٹوٹ گیا۔

موٹا ملاح تو بھونچکا رہ گیا کہ یہ اس سے کس کا جسم ٹکرایا ہے؟ باورچی نے پوچھا۔

"یہ گلاس تم نے کیسے توڑ دیا؟"

موٹا ملاح تنگ کر بولا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ یہ کون ابھی مجھ سے ٹکرایا ہے؟"

"کوئی بھوت ہوگا۔"

"بھوت اگر میرے سامنے آجائے تو میں اس کا کچومر نکال دوں۔"

ماریا کو بڑا غصہ آیا کہ کم بخت نے ایک تو مجھے دھکا دے دیا اور اوپر سے میری بے عزتی بھی کر رہا ہے۔ اس نے دوسری میز پر سے پانی کا ایک جگ اٹھایا اور قریب آکر اس کا سارا پانی موٹے ملاح کے سر کے اوپر انڈیل دیا۔ موٹا ملاح دم بخود ہو کر رہ گیا۔ جتنی دیر اس کے سر کے اوپر پانی گرتا رہا وہ اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلا۔ جب جگ کا پانی ختم ہو گیا تو وہ گردن گھما کر بولا۔

"بھوت! یہ بھوت کا کام ....."

اور وہ کانپنے لگا۔ ماریا نے زور سے جگ اس کے سر پہ دے مارا۔ چھن کی آواز کے ساتھ ہی جگ ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فرش پر بکھر گیا۔ موٹا ملاح بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ماریا باہر نکل گئی۔ اب اسے کوئی ایسی جگہ چاہیے تھی جہاں وہ کپڑے بدل کر آرام کر سکے اور کوئی اسے پریشان نہ کرے۔ ایک کیبن کھلا تھا۔ ماریا نے اندر جھانک کر دیکھا۔ شاید یہ کپتان کی بیوی کا کیبن تھا۔ وہ اندر داخل ہو گئی۔ فرش پر قالین بچھا تھا۔ الماری میں کپڑے رکھے تھے۔ ماریا نے

الماری میں سے اپنی پسند کا ایک سادہ سا لباس نکال کر پہن لیا۔ پرانے کپڑے اٹھا کر سمندر میں پھینک دیئے۔ بال بنائے کنگھی کی۔ کندھوں پر شال اوڑھی۔ پاؤں میں جوتا پہنا اور کسی ایسی جگہ کو تلاش کرنے لگی۔ جہاں اسے کوئی پریشان نہ کر سکے اور وہ آرام سے سو جائے۔

ماریا جہاز کے اندر گھومتے پھرتے نچلی منزل میں چلی گئی یہاں گودام تھے۔ سٹور بنے تھے جن کے دروازوں پر لوہے کے بڑے بڑے قفل پڑے تھے۔ ایک جگہ ماریا گھومنے لگی تو اسے یوں لگا جیسے کسی شے کے گرنے کی آواز آئی ہے۔ وہ رک گئی۔ اور کان لگا کر سننے لگی۔ آواز نہیں آئی۔ وہ چلنے لگی تو آواز پھر آئی۔ یہ آواز ایک ایسے لوہے کے دروازے کی دوسری جانب سے آرہی تھی جس کے باہر تالا پڑا تھا۔ ماریا نے لوہے کے دروازے کے ساتھ کان لگا دیئے۔ اندر کوئی کسی شے سے ٹھک ٹھک کر رہا تھا۔ جیسے کوئی کسی شے کو بڑی آہستگی سے توڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔ ماریا حیران ہوئی کہ یہ کون ہے جو تالے کے اندر پڑا ہے۔ اس کا راز کیا ہے؟ ماریا نے دروازے پر ہاتھ سے ٹھک ٹھک کی۔ اندر کی آواز رک گئی۔ تھوڑی دیر بعد ماریا نے پھر ٹھک ٹھک کی۔ اندر سے بھی کسی نے ٹھک ٹھک کی۔ ماریا نے آواز دے کر پوچھا۔

"اندر کون ہے؟"

اندر سے کوئی آواز نہ آئی - کچھ دیر خاموشی رہی - ماریا نے دوبارہ آواز دی -

" اندر کون ہے ؟"

تھوڑی دیر خاموشی رہی - پھر کسی مرد کی آواز اندر سے آئی -

" تم کون ہو ؟"

اس کا جواب ماریا کیا دیتی ؟ اس نے کہا -

" میں کون ہوں یہ مت پوچھو - یہ بتاؤ کہ تم کون ہو ؟"

اندر سے آواز آئی -

" اگر تم اس جہاز کی کوئی عورت ہو تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں جرمن قیدی ہوں اور ڈوبے جہاز الفریڈ کا کپتان شمل ہوں ۔"

ماریا سمجھ گئی کہ جرمن قیدی ہے جس کو اس برطانوی جہاز والوں نے اس کا جہاز ڈبونے کے بعد قید کر لیا ہے ۔ تو کیا اسے اس کپتان کی مدد کرنی چاہیے ! ماریا نے سوچا -

" ہاں ضرور مدد کرنی چاہیے - قیدی کسی بھی ملک کا ہو - وہ قیدی ہوتا ہے - بے بس اور مجبور ہوتا ہے کسی ملک کو حق نہیں کہ وہ کسی دوسرے ملک کے انسان کو اپنی قید میں ڈال کر بے بس کر دے ۔"

یہ سوچ کر ماریا نے کہا -

" کپتان شمل ! میری بات غور سے سنو - میں اس جہاز پر ضرور سفر کر رہی ہوں مگر میرا تعلق اس جہاز سے نہیں ہے اور نہ میں برطانوی عورت ہوں - میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں ۔"

" مگر تم کون ہو ؟"

" میں نے تمہیں پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ مجھ سے یہ ہرگز ہرگز مت پوچھو کہ میں کون ہوں - تمہارے لئے اتنا جان لینا ہی کافی ہے کہ میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں ۔"

" مگر تم میری کیا مدد کر سکتی ہو - اگر تم نے مجھے اس قہ سے نکال بھی دیا تو میں دوبارہ کر لیا جاؤں گا - میں اس جہاز سے نجات حاصل نہیں کر سکوں گا ۔"

" یہ ٹھیک ہے - مگر میں کوشش کروں گی کہ تمہیں اس جہاز سے فرار کرانے میں تمہاری مدد کروں ۔"

" تمہارا نام کیا ہے ؟"

" میرا نام ماریا ہے ۔"

" تم اس جہاز پر کیا کرتی ہو ؟"

" تم پھر وہی سوال کر رہے ہو جس سے میں نے تمہیں منع کیا ہے - بہر حال آج رات کو میں پھر آؤں گی - خدا حافظ ۔"

" خدا حافظ !"

جرمن جہاز کا کپتان شمل ادھیڑ عمر آدمی تھا جس کا جہاز برطانوی ملاحوں نے ڈبو دیا تھا۔ اسے تارپیڈو مار دیا گیا تھا۔ اس کے مسافر اور عملے کے آدمی جہاز کے ساتھ ہی غرق ہو گئے تھے۔ صرف کپتان ایک کشتی پر بیٹھا فرار ہونے کی کوشش کر رہا تھا کہ اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اسے آج ساتواں روز گزر رہا تھا۔ وہ ایک روشندان کو توڑ کر باہر دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ماریا نے اس کی آواز سن لی۔ کپتان شمل بڑا حیران ہو رہا تھا۔ کہ یہ کون عورت تھی جو اس کی مدد کرنا چاہتی ہے اور جس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آدھی رات کو پھر آئے گی ؟

اس نے سوچا کہیں یہ دشمن کی کوئی جاسوس تو نہیں ہے ؟ لیکن وہ تو دشمن کی قید میں ہے ۔ اسے کیا پڑی ہے کہ اس کے پیچھے لگا ئے ؟ کیپٹن شمل سارا دن شام تک یہی سوچتا رہا۔ شام کو ایک انگریز ملاح اسے اندر کھانے کا ڈبہ پھینک کر چلا گیا۔ کھانا کیا تھا بس تھوڑی سی مچھلی اور ڈبل روٹی ۔ کیپٹن شمل نے زہر مار کی اور آدھی رات کا انتظار کرنے لگا۔ جب رات آدھی سے زیادہ گزر گئی اور سمندر کی موجوں کا شور صاف سنائی دینے لگا تو کسی نے دروازے پر دستک دی۔

”میں ماریا ہوں کپتان !“

آخری گولی

کپتان نے دروازے کے ساتھ منہ لگا کر جلدی سے کہا۔

”تم آ گئیں ماریا ؟“

”ہاں ! میں آ گئی ہوں ۔ میں دروازہ کھولنے لگی ہوں۔“

”کیا تمہارے پاس چابی ہے ؟“

”نہیں۔“

”پھر تم لوہے کا اتنا مضبوط تالا کس طرح کھولو گی ؟“

”میں اسے توڑ دوں گی۔“

”شور مچے گا۔“

”میں بڑے آرام سے اسے ریل کر دوں گی۔“

”یہ کیسے ہو سکے گا ؟“

”تم خاموش ہو کر تماشہ دیکھتے رہو اور ہاں ایک بات میں اور تمہیں بتا دینا چاہتی ہوں۔“

”وہ کیا بات ہے بیٹی ؟“

"تم نے مجھے بیٹی کہا ہے۔ اب سمجھ لو کہ میں بیٹی بن کر تمہاری مدد کروں گی۔ مگر۔ مگر میں تمہیں نظر نہیں آؤں گی!"

"کیا؟"

"تم مجھے دیکھ نہ سکو گے۔"

"یہ۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو بیٹی؟"

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں کیپٹن۔"

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کو دکھائی نہ دے جب کہ دونوں آنکھیں ٹھیک ہوں۔"

"اس میں ایک راز ہے جو تمہیں معلوم نہیں ہو سکتا۔ میں اس جہاز پر کسی کو دکھائی نہیں دے رہی۔ میں تمہیں بھی نظر نہیں آؤں گی۔"

"تو کیا۔ تو کیا تم کوئی بھوت ہو؟"

"نہیں۔ میں تمہاری طرح ایک انسان ہوں مگر مجھ میں ایک خاص بات ہے۔ اور وہ یہ کہ میں کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا۔"

"جب میں تمہارے سامنے آ جاؤں گی تو تمہیں بھی یقین آ جائے گا۔"

اس کے بعد ماریا نے اژدہے کے منکے کو گلے سے اتار کر تالے کے ساتھ رگڑا۔ تالا ایک دم سے کھل گیا۔ ماریا نے منکا دوبارہ گلے میں ڈالا اور تالا کھول کر دروازے کو ذرا سا دھکیلا اور اندر آ گئی۔ کپتان شمل نے دروازے کو ذرا سا کھلتے دیکھا۔ پھر دروازہ اپنے آپ بند ہو گیا۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ یہ دروازہ کھلا بھی اور بند بھی ہو گیا۔ تو کیا ماریا ٹھیک کہتی تھی کہ میں دکھائی نہیں دوں گی؟ وہ ضرور اندر آ چکی ہے۔ ماریا نے دیکھا کہ یہ ایک تنگ سا کیبن تھا جس میں سوائے ایک پرانی کھاٹ کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔

کیپٹن شمل دروازے کے آگے کھڑا تھا۔ ماریا نے کہا۔

"کیپٹن! میں اندر آ چکی ہوں۔"

"تم۔ تم کہاں ہو بیٹی ماریا؟"

"یہاں ہوں۔ ادھر۔"

"کہاں؟"

"اس طرف۔"

اور ماریا نے بوڑھے کپتان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے چارپائی کی طرف موڑ دیا۔ کپتان شمل زندگی میں پہلی بار یہ تجربہ کر رہا تھا کہ ایک عورت کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں ہے مگر وہ عورت اسے نظر نہیں آ رہی تھی۔ ایک بار تو اسے پسینہ آ گیا۔ اس کا سارا بدن لرز گیا۔ پھر وہ سنبھل کر بولا۔

"بیٹی ماریا! تم نے جو کہا ٹھیک نکلا۔"

"ہاں کیپٹن! میں نے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ اِدھر آکر بیٹھ جاؤ۔"

کیپٹن چارپائی پر بیٹھ گیا۔ ماریا نے کہا۔

"میں تمہیں یہاں سے آزاد کرانے کی پوری کوشش کروں؟"

کیپٹن بولا۔

"بیٹی! جب تک یہ جہاز کسی بندرگاہ کے ساتھ نہیں لگ جاتا میں آزاد ہو کر کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اگر تم نے مجھے اس کیبن سے باہر بھی نکال دیا تو یہ آزادی میرے لئے بیکار ہوگی۔ کیونکہ برطانوی ملاح مجھے پھر پکڑ کر قید کر دیں گے!"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آدھی رات کو تم کشتی سمندر میں اتار کر فرار ہو جاؤ؟"

"یہ بھی خطرناک بات ہوگی۔ میں اپنی عمر کے اس حصے میں پہنچ چکا ہوں کہ اب سمندر کے طوفانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میرے لئے تو یہی بہتر ہے کہ جب یہ جہاز کسی بندرگاہ پر جاکر رُکے تو تم مجھے کسی طرح یہاں سے نکال دو۔ میں فرار ہو کر دوبارہ برطانیہ پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

"کیا خبر یہ لوگ کب کسی بندرگاہ پر جاکر ٹھہریں۔ کیونکہ

تم ہی کہہ رہے تھے کہ سات روز سے یہ لوگ سمندر میں سفر کر رہے ہیں۔"

"تو پھر اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔"

ماریا نے کچھ سوچ کر کہا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم اس جہاز پر قبضہ کر لو؟"

کپتان چونک پڑا۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو بیٹی؟ بھلا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ میں اکیلا اتنے بڑے جنگی جہاز پر کیسے قبضہ کر سکتا ہوں؟"

ماریا نے کہا۔

"ہر بات اگر سوچ سمجھ کر کسی منصوبے کے ساتھ شروع کی جائے تو اس میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔"

کیپٹن نے کہا۔

"اس کے لئے ضروری ہے کہ میرے ساتھی بھی یہاں ہوں۔"

"ساتھی تو سارے غرق ہو گئے تھے۔"

کیپٹن بولا۔

"اگر کسی طرح سے مجھے وائرلیس مل جائے تو میں اپنی زبان میں یعنی اپنے کوڈ میں کسی جرمن جہاز یا آبدوز کو اس طرف بلا سکتا ہوں۔ مگر اس میں بھی خطرہ ہے کہ یہ جہاز گولہ باری کر کے اسے غرق کر سکتا ہے۔"

ماریا نے کہا۔

"اگر تم کہو تو میں تمہیں وائرلیس لا کر دے سکتی ہوں اور میں تو اس جہاز کے سارے عملے کو ہلاک کر سکتی ہوں مگر میں اتنا خون اپنے سر نہیں لینا چاہتی۔ یہ بہتر ہے کہ تم وائرلیس کے ذریعے اپنے کسی جنگی جہاز کو بلاؤ اور اندر سے ہم بغاوت کر دیں اور یوں یہ جہاز تمہارے قبضے میں چلا جائے۔"

کیپٹن نے کہا۔

"سکیم بڑی اچھی ہے ماریا بیٹی ! اب تم کوشش کر کے مجھے کسی طرح سے ایک وائرلیس سیٹ لا کر دے دو۔"

"میں کوشش کروں گی۔ بلکہ کوشش میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گی۔"

اتنا کہہ کر ماریا واپس آ گئی۔ وہ کونے والے ایک کیبن میں جا کر لیٹ گئی۔ اس کیبن میں بھی کسی کا گزر نہیں تھا اور جہاز کا پرانا کاٹھ کباڑ پڑا تھا۔ صبح اٹھ کر اس نے ناشتہ کیا اور پہلا یہ کام کیا کہ جہاز کی مشینری والے کمرے میں آ گئی اور جائزہ لینے لگی۔ یہاں کئی قسم کی پیچیدار مشینیں پڑی کام کر رہی تھیں۔ ساتھ والے کمرے میں وائرلیس سیٹ لگے تھے جن پر ملاح بیٹھے دوسرے جہازوں کے لئے پیغام نشر کر رہے تھے۔ ماریا نے دیکھا کہ ایک وائرلیس سیٹ

پر کوئی ملاح نہیں تھا۔ وہ واپس اپنے کیبن میں آ گئی۔

رات کو جب جہاز پر بلیک آؤٹ ہو گیا تو وہ خاموشی سے اپنے کیبن سے نکل کر وائرلیس روم میں آ گئی۔ اب تقریباً چھ سات وائرلیس سیٹ خالی پڑے تھے۔ صرف ایک سیٹ پر کوئی ملاح پیغام نشر کر رہا تھا۔ ماریا نے خاموشی سے آگے بڑھ کر کونے والے وائرلیس سیٹ کو اٹھا کر کندھے پر رکھ لیا۔ وائرلیس سیٹ پہلے تو نظر آ رہا تھا مگر ماریا کے کندھے پر آتے ہی غائب ہو گیا۔ اس وجہ سے ملاح کو شک ہی نہ پڑا کہ کوئی وائرلیس سیٹ اٹھائے لیے جا رہا ہے ماریا بڑے آرام سے وائرلیس روم سے باہر نکل آئی۔ سیٹ بھاری تھا اور ماریا کو بوجھ محسوس ہو رہا تھا۔ لیکن وہ تیزی سے چل دی۔ کیپٹن شمل بے چینی سے ماریا کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ اس نے کہا تھا کہ وہ آدھی رات کو آئے گی۔ جونہی دروازے کے قفل کھلنے کی آواز آئی کیپٹن چوکس ہو گیا۔ دروازہ کھلا اور اپنے آپ بند ہو گیا۔

"یہ تم ہو ماریا بیٹی ؟"

"ہاں کیپٹن شمل ! میں ہوں۔"

"کیا وائرلیس سیٹ مل گیا ؟"

"مگر مجھے دکھائی نہیں دے رہا۔"

"ابھی میرے کندھے پر ہے۔ میرے ساتھ وہ بھی غائب ہے جب اسے زمین پر رکھوں گی تو تم اسے دیکھ سکو گے

یہ تو۔ رکھ دیا میز پر۔"

کیپٹن شمل نے دیکھا کہ ایک جدید قسم کا بڑا اعلیٰ وائرلیس سیٹ میز پر رکھا ہوا ہے۔ اس نے سب سے پہلے اندر سے دروازہ بند کیا اور وائرلیس سیٹ پر آ کر اسے اون کیا اور ٹک ٹک شروع کر دی۔

"شاباش ماریا! تم نے بڑا کام کیا ہے۔"

"یہ میرا فرض تھا کیپٹن! میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔"

کیپٹن نے اپنی خفیہ زبان میں سگنل نشر کرنے شروع کر دیئے۔

"ہیلو چارلی! دو سو تین - آٹھ سو چھ - چارلی - سمندر میں خرگوش - درخت مچھلی بندر - ہیلو چارلی! دو سو تین - آٹھ سو چھ چارلی۔"

کیپٹن نے کتنی بار آہستہ آہستہ آواز میں یہ سگنل دہرایا۔ دوسری طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ جب کیپٹن تھک گیا تو اس نے ماریا سے کہا۔

"میرا خیال ہے میں کل پھر کوشش کروں گا۔ معلوم ہوتا ہے آج کی رات کسی کے پاس وائرلیس نہیں ہے۔"

"کیا دن کو کوشش نہیں ہو سکتی؟"

"دن میں وہ لوگ وائرلیس کے روم میں آئے۔ اس نے جنوبی ہند کے لئے سنگاپور ہیڈ کوارٹر کوئی پیغام نشر

کرتا رہا۔ اچانک اس کی نگاہ کونے والی میز پر پڑی۔ اس میز کا وائرلیس سیٹ غائب تھا۔ کپتان کا ماتھا ٹھنکا۔

"یہ وائرلیس سیٹ کہاں ہے؟"

ملاحوں نے گھوم کر دیکھا تو میز خالی تھی۔

"سر! ابھی یہاں پر تھا۔"

کپتان نے چیخ کر کہا۔

"مگر اب کہاں ہے؟"

سارے جہاز پر شور مچ گیا کہ ایک وائرلیس سیٹ چوری ہو گیا ہے۔ تمام ملاحوں سے پوچھ گچھ شروع ہو گئی۔ ہر جگہ تلاش کیا گیا۔ جہاز کا کونہ کونہ چھان مارا مگر وائرلیس سیٹ کہیں نہ ملا۔ کپتان نے اعلان کرا دیا۔

"خبردار! جہاز پر کوئی خطرناک جاسوس آن گھسا ہے۔ اسے جہاں دیکھا جائے پکڑ لیا جائے یا گولی مار دی جائے۔"

مگر جاسوس ماریا ہی تھی اور وہ کسی کو نظر نہیں آ سکتی تھی۔ کیپٹن شمل پر کسی کو شک ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ اس نے وائرلیس سیٹ چھپا رکھا ہے۔ وہ تو قیدی تھا اور کیبن میں بند تھا۔ وہ کہاں سے جا کر وائرلیس سیٹ چرا سکتا تھا۔

کیپٹن شمل نے دوسری رات پھر کوشش شروع کر دی۔ ماریا

اس کے پاس بیٹھی تھی۔ سگنل نشر ہونے شروع ہو گئے۔ مگر ایسا لگتا تھا کہ وہ سگنل دوسری طرف پہنچ نہیں رہے۔ اس نے ماریا سے کہا۔

"آخر کیا بات ہے کہ سگنل دوسری طرف نہیں پہنچ رہے؟" ماریا نے پوچھا۔

"کیا سیٹ ٹھیک ہے؟ اس میں تو کوئی خرابی نہیں ہے؟ ذرا غور سے دیکھو۔"

کیپٹن شمل نے پوری طرح سے سیٹ کا جائزہ لیا تو اسے معلوم ہوا کہ اسکی ایک بیٹری کا سیل ناقص ہے اور کمزور پڑ گیا ہے۔ اس نے ماریا سے کہا۔

"تمہارا خیال ٹھیک تھا۔ اس کا ایک سیل بے حد کمزور ہو چکا ہے جس کی وجہ سے سگنل پوری طاقت سے نشر نہیں ہو رہے۔"

"پھر کیا کرنا ہوگا؟ مجھے؟" ماریا نے پوچھا۔

کیپٹن بولا۔

"بیٹی ماریا! تمہیں کسی دوسرے وائرلیس سیٹ سے بیٹری کا ایک طاقتور سیل اتار کر لانا ہوگا۔"

"ابھی کوشش کرتی ہوں۔"

ماریا باہر نکل گئی۔ جاتے ہوئے وہ باہر قفل پھر سے لگا گئی۔

ادھر ماریا وائرلیس کی طرف بڑھی ادھر جہاز کا سیکورٹی افسر

چھان بین کرنے قیدخانے میں آ گیا۔ یہ کیپٹن شمل کی خوش نصیبی تھی کہ اس نے سیکورٹی افسر کے قدموں کی آواز سن لی تھی۔ اس نے جلدی سے وائرلیس سیٹ کو چارپائی کے نیچے کپڑوں کے انبار میں چھپا دیا اور خود چارپائی پر لیٹ گیا اور ہائے ہائے کرنے لگا۔

سیکورٹی افسر اندر داخل ہو گیا۔ اس نے گھور کر قیدی کیپٹن کو دیکھا۔ پھر چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ کیبن میں کچھ بھی نہیں تھا۔ پھر گرجدار بارعب آواز میں بولا۔

"کیا بات ہے؟ ہائے ہائے کیوں کر رہے ہو؟"

جہاز کے کپتان نے خاص طور پر سیکورٹی افسر کو جرمن قیدی کے پاس بھیجا تھا کہ جا کر معلوم کرے کہ کہیں جاسوس کا تعلق اس کے ساتھ تو نہیں ہے؟ جرمن قیدی نے کہا۔

"پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ ہائے۔ ہائے۔"

"بکواس بند کرو۔ یہاں تمہارا علاج کرنے کے لئے ہم نہیں بیٹھے۔ اگر تم درد کی وجہ سے مر گئے تو تمہاری لاش سمندر میں پھینک دی جائے گی۔"

جرمن کیپٹن نے کوئی جواب نہ دیا۔ اسے بس ایک ہی فکر تھا کہ کہیں سیکورٹی افسر کی نگاہ چارپائی کے نیچے پڑے ہوئے پرانے کپڑوں کے ڈھیر پر نہ پڑ جائے۔ سیکورٹی افسر قریب ایک کھوکے

پر بیٹھ گیا اور بولا۔

"ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ایک خطرناک جاسوس اس جہاز میں سوار ہو گیا ہے۔ اس نے ہمارا ایک وائرلیس سیٹ غائب کر لیا ہے۔ اگر تم ہمیں اس کے بارے میں کچھ بتا سکو تو ہم تمہیں آزاد کر دیں گے۔"

کیپٹن شمل نے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"میرا کسی جاسوس سے کیا کام ہو سکتا ہے۔ میں تو مصیبت کا مارا قید میں پڑا درد سے بے حال ہو رہا ہوں۔"

سیکورٹی افسر چنگھاڑا۔

"لیکن جاسوس تم سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ تم دشمن ہو۔ اور دشمن سے ہمیں کبھی بھلائی کی توقع نہیں ہو سکتی۔ بولو! کیا تمہیں جاسوس ملنے آیا تھا؟"

کیپٹن نے کہا۔

"میں نے کہہ دیا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں تو تم لوگوں کی قید میں بے بس ہو کر پڑا ہوں۔ باہر قفل لگا رہتا ہے۔ پھر کوئی جاسوس اندر کیسے آ کر مجھ سے مل سکتا ہے؟"

سیکورٹی افسر نے کوئی جواب نہ دیا۔ اٹھ کر کیبن میں ٹہلنا شروع کر دیا۔ اس کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا۔ وہ اس ڈنڈے سے دیواروں کو ٹھوک بجا کر دیکھ رہا تھا۔ جیسے معلوم کرنا چاہتا ہو کہ کہیں وائرلیس سیٹ

یا کوئی جاسوس تو نہیں چھپا ہوا؟ جرمن کیپٹن کی جان ہوا ہو رہی تھی۔ کیونکہ اسے ڈر تھا کہیں یہ شخص چارپائی کے نیچے کپڑوں کو نہ دیکھنا شروع کر دے۔

آخر وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا۔ سیکورٹی افسر نے جھک کر چارپائی کے نیچے نگاہ ڈالی اور ڈنڈے سے پرانے کپڑوں کے انبار کو ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا ہے؟"

جرمن کیپٹن کا رنگ زرد ہو گیا۔ پھر بھی سنبھل کر بولا۔

"پرانے کپڑے اور کمبل پڑے ہیں۔"

اس دوران میں کپڑوں کو ہلاتے ہوئے سیکورٹی افسر کا ڈنڈا کسی سخت شے سے ٹکرایا۔ وہ ٹھٹکا۔ اس نے کپڑوں کو جلدی سے ہٹایا تو نیچے وائرلیس سیٹ پڑا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور مونچھیں پھڑکنے لگیں۔

"تو یہ کام تمہارا تھا۔ مگر تم یہاں قید ہو۔ ضرور جاسوس نے تمہیں لا کر دیا ہے یہ وائرلیس سیٹ۔ بولو۔ وہ کہاں ہے؟"

جرمن کیپٹن سمجھ گیا کہ اب اس کی موت آ گئی۔ اس نے کہا۔

تم میری جان بھی لے لو گے تو میں یہ نہیں بتاؤں گا کہ یہ وائرلیس سیٹ مجھے کس نے دیا ہے۔"

سیکورٹی افسر نے زور سے ڈنڈا بوڑھے کپتان کی چارپائی پر ملا اور پھر اسے بالوں سے پکڑ کر گھیٹا۔

"حرام خور! تم کیا۔ تمہارا باپ بھی ہمیں بتائے گا کہ یہ وائرلیس سیٹ تمہیں جہاز پر سے کس نے چوری کر کے دیا ہے۔ ہم تمہاری زبان کاٹ دیں گے۔ تمہارے کان اور ناک کاٹ دیں گے۔ تمہیں اذیت دے دے کر ہلاک کر دیں گے۔ تمہارے جسم کے خون کا ایک ایک قطرہ کر کے بہا دیں گے۔ آخر تمہیں بتانا پڑے گا کہ کون جاسوس تمہارے پاس آیا ہے؟"

سیکورٹی افسر نے جیب سے پستول نکال کر تان لیا۔

بولو! نہیں تو ابھی اسکی گولی تمہارے سر سے پار کر دوں گا۔"

جرمن کپتان گھبرا گیا۔ وہ واقعی مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ کیا جواب دے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ ماریا کے بارے میں بتائے۔ وہ مر سکتا تھا مگر ماریا کا نام نہیں لے سکتا تھا۔ موت اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے کہا۔

"میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے بالکل نہیں معلوم کہ یہ سیٹ کس نے لا کر یہاں رکھ دیا ہے۔"

"بکواس کرتے ہو۔"

سیکورٹی افسر نے زور سے ایک مکا کیپٹن کے منہ پر مارتے ہوئے کہا۔

جرمن بوڑھے کیپٹن کا سر چارپائی سے ٹکرا گیا اور وہ گر پڑا۔ سیکورٹی افسر نے اس کے سفید بال پکڑ کر اسے جھنجھوڑ کر کہا۔

"بولو! یہ سیٹ تمہیں کس نے لا کر دیا ہے؟"

اتنے میں ماریا وائرلیس سیٹ کے لئے طاقتور بیٹری کا سیل لے کر اندر آ گئی۔ دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا۔ اندر آتے ہی اس نے کوئی اور ہی نقشہ دیکھا۔ سیکورٹی افسر پستول تانے کھڑا تھا۔ وائرلیس سیٹ اس کے آگے زمین پر رکھا تھا اور جرمن بوڑھا کپتان زمین پر بری حالت میں پڑا تھا۔ وہ ایک دم ساری بات سمجھ گئی۔ اس نے آتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی۔

سیکورٹی افسر نے دروازہ اپنے آپ بند ہوتے دیکھا تو چونکا۔ اور بولا۔

"باہر کون ہے؟"

اس کا خیال تھا کہ باہر سے کسی ملاح نے دروازہ بند کیا ہے۔ مگر یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا کہ اندر سے کسی نے کنڈی بھی چڑھا دی تھی۔ جرمن کیپٹن نے خدا کا شکر ادا کیا۔ کیونکہ ماریا اندر آ چکی تھی۔ اسے پوری امید تھی کہ اب اس کی جان بچ جائے گی۔ سیکورٹی افسر کا کیا ہو گا؟ اس کی اسے کچھ خبر نہیں تھی۔

سیکورٹی افسر جھک کر دروازے کی کنڈی کھولنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ماریا نے اس کے ہاتھ پر زور سے ہاتھ مارا۔ پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور کونے میں جا پڑا۔ ماریا نے اچک کر

پستول اٹھا لیا۔ پستول اس کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گیا۔ سیکورٹی افسر بھونچکا ہو کر رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اور یہ کون سا بھوت کمرے میں آن گھسا ہے۔ ماریا نے کہا۔

"اب تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ وائرلیس سیٹ کون لایا ہے؟"

سیکورٹی افسر کی زبان کو جیسے تالا لگ گیا تھا۔ اس کی بولنے کی طاقت ختم ہو چکی تھی اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے تھے۔ ماریا نے زور سے کہا۔

"تم نے اس بوڑھے کپتان کو مار کر اس کے بڑھاپے کی توہین کی ہے۔ تمہیں اس کی سزا ملے گی۔ اور غور سے سنو۔ اس جہاز کی جاسوس میں ہوں۔ میں۔ میرا نام ماریا ہے اور میں اس جہاز پر قبضہ کرنے آئی ہوں۔ میں جرمن ہوں۔ اور تمہاری دشمن ہوں۔"

سیکورٹی افسر کبھی اِدھر دیکھتا کبھی اُدھر۔ اسے آواز آ رہی تھی۔ شکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ ایک دم سے دروازے کی طرف بھاگا کہ کنڈی اتار کر فرار ہو جائے۔ مگر ماریا اسے کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ وہ ان کے لیے تباہی کا باعث بن سکتا تھا۔ ماریا

نے پیچھے سے فائر کر دیا۔ گولی سیکورٹی افسر کے سر میں لگی اور وہ اچھل کر گرا اور ذرا سا تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔

٥

خطرناک کھیل

۵

جرمن کیپٹن اپنی جگہ سے جلدی سے اٹھا۔

"اب اس کی لاش کا کیا بنے گا ماریا؟ کہیں کوئی اس سے بڑی مصیبت نہ پڑ جائے۔"

ماریا نے کہا۔

"فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں اس کی لاش کو ابھی ٹھکانے لگائے دیتی ہوں۔ اس کا مرجانا ہی اچھا تھا۔ نہیں تو یہ باہر جاکر وائرلیس سیٹ کا راز فاش کر دیتا اور تم کبھی زندہ نہ بچ سکتے تھے۔"

"تم اکیلی اس کی لاش لے کر کہاں جاؤ گی؟"

"یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔ میں جا رہی ہوں۔ یہ لو بیٹری کا سیل۔ یہ بالکل نیا اور طاقتور سیل ہے۔ تم اس کو سیٹ میں لگا کر سگنل دینے کی کوشش کرو۔ میں ابھی واپس آنے کی کوشش کروں گی۔ اگر مجھے دیر ہوگئی تو پھر کل رات کو

آؤں گی۔"

اتنا کہہ کر ماریا نے سیکورٹی افسر کی لاش کو گھسیٹ کر کیبن سے باہر راہداری میں رکھا۔ کیبن کا دروازہ بند کرکے پھر سے تالا لگایا اور سوچنے لگی کہ لاش کو کہاں لے جائے! لاش کو سمندر میں پھینکنے کے لئے اسے دوسری منزل سے گزر کر اوپر تیسری منزل پر ڈیک تک جانا تھا۔ خطرناک ہو سکتا تھا۔ اور مشکل کام بھی تھا۔

"کیوں نہ اس کی لاش کو دوسری منزل میں کسی جگہ ڈال دیا جائے؟"

ماریا نے سوچا۔ کسی کو شک بھی نہیں ہوگا۔ ماریا نے اندھیرے میں سیکورٹی افسر کی لاش کو گھسیٹنا شروع کر دیا۔ وہ اسے سیڑھیوں پر سے لے کر اوپر والی منزل میں آگئی۔ آدھی رات کی وجہ سے یہاں بالکل سناٹا تھا۔ کوئی پہرے دار بھی نہیں تھا۔ صرف سیڑھیوں کے اوپر ایک مدھم سا بلب جل رہا تھا۔ ماریا نے لاش کو اسی جگہ چھوڑا اور خود جا کر دیکھنے لگی کہ لاش کو کس جگہ ڈالا جائے۔ ایک کیبن کا دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا۔ ماریا نے اندر جھانک کر دیکھا کہ کیبن میں پرانے لکڑی کے صندوق پڑے تھے۔ یہ جگہ اسے پسند آئی۔

واپس آکر اس نے لاش کو گھسیٹ کر کیبن میں ڈالا اور دروازہ بند کر دیا۔ اس کے بعد ماریا نے راہداری میں سے لاش کے گھسیٹنے کے سارے نشانات مٹا دیئے۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ اپنے کونے

والے کیبن میں جا کر لیٹ گئی۔ ادھر جرمن قیدی کیپٹن نے فرش پر گرے ہوئے خون کے سارے دھبے صاف کر دیئے۔ وائرلیس سیٹ میں نیا سیل لگایا اور خفیہ زبان میں سگنل نشر کرنے شروع کر دیئے۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد سگنل ملنا شروع ہو گئے۔

"ہیلو راجہ!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

جرمن کیپٹن نے اپنی خفیہ زبان میں پوچھا کہ کون بول رہا ہے۔

دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہم جرمن آبدوز یو بوٹ ۲۹ سے بول رہے ہیں تم کون ہو؟"

جرمن کیپٹن نے کہا۔

"میں جرمن جہاز الوینڈا کا کیپٹن شمل بول رہا ہوں۔ میری بات غور سے سنو۔ میں اس وقت برطانوی جہاز کوین میری میں قید ہوں کسی طرح سے میرے ہاتھ ایک وائرلیس سیٹ آ گیا ہے۔"

ادھر سے آواز آئی۔

"تم کیا چاہتے ہو؟"

جرمن کیپٹن نے کہا۔

"میں نے اس جہاز پر قبضہ کرنے کے سارے انتظامات مکمل کر لئے ہیں۔ مجھے صرف پندرہ بیس جانباز کمانڈوز کی ضرورت ہے۔ کیا تم کمانڈوز لے کر بحر الکاہل کے سمندر میں

۳۹ ڈگری پر پہنچ سکتے ہو؟"

سگنل پر ادھر سے آواز آئی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پندرہ کمانڈوز ایک زبردست برطانوی جنگی جہاز پر قبضہ کر لیں؟"

جرمن کیپٹن نے سگنل دیا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ذرا سی کوشش کے بعد تم اس طاقتور برطانوی جنگی جہاز پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ میں پوری ذمے داری سے تمہیں حکم دیتا ہوں کہ پندرہ چنے ہوئے کمانڈوز لے کر بحر الکاہل میں ۳۹ ڈگری پر آبدوز لے آؤ۔ اس کے بعد تم کو آدھی رات کو بارہ بجے سگنل کرنا۔ اس کے بعد کی ہدایات میں پھر دوں گا۔ خدا حافظ!"

"ٹھیک ہے کیپٹن! میں کل رات تمہیں ہیڈ کوارٹر سے اجازت لے کر سگنل دوں گا۔"

"اوکے!"

دوسرے دن سیکورٹی افسر کی گمشدگی کی خبر سارے جہاز میں پھیل گئی۔ جہاز کا کپتان فوراً قید خانے میں جرمن کیپٹن کے پاس آیا۔ کیونکہ اس نے سیکورٹی افسر کو جرمن کیپٹن کے پاس پوچھ گچھ کے لئے بھیجا تھا۔ جرمن کیپٹن صاف مکر گیا۔

"یہاں کوئی سکورٹی افسر نہیں آیا جناب! میں تو کل سے پیٹ کے درد میں مر رہا ہوں۔ کسی نے مجھے نہیں پوچھا۔ برائے مہربانی مجھے دو اسپرو کی ٹکیاں بھی لا دیں۔"

"شٹ اپ!"

کپتان نے کیبن کو چاروں طرف دیکھا۔ وہاں روشنی بہت کم تھی جس کی وجہ سے اگر فرش پر کوئی خون کا دھبہ رہ بھی گیا ہوتا تو اسے نظر نہیں آ سکتا تھا۔ مگر جرمن کیپٹن نے خون کے دھبے کمال ہوشیاری سے صاف کر دیئے تھے۔ جہاز کا کپتان باہر نکل گیا۔ سارے جہاز میں سکورٹی افسر کی تلاش شروع ہو گئی۔ آخر دوپہر کو اس کی لاش سٹور میں پڑی مل گئی۔

جہاز میں دہشت سی پھیل گئی۔ پہلے وائرلیس سیٹ غائب ہوا۔ اب سکورٹی افسر قتل کر دیا گیا تھا۔ جہاز میں دشمن کا جاسوس اپنا کام برابر کر رہا تھا اور کوئی اسے پوچھنے والا نہ تھا۔ جہاز کے کپتان نے لاش کے زخم کا معائنہ کرایا۔ معلوم ہوا کہ گولی سیکورٹی افسر کے پستول سے چلا کر اسے ہلاک کیا گیا ہے۔

"کہیں اس نے خودکشی تو نہیں کی؟" ایک ڈاکٹر نے کہا۔

کپتان بولا۔

"گولی کا نشان سر کے پیچھے ہے اور کوئی خودکشی کرنے والا پیچھے گولی چلا کر خودکشی نہیں کیا کرتا۔ اسے کسی نے قتل کیا

ہے اور قاتل میرے جہاز پر ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کوئی نئی واردات کرتا ہے یا ہم اسے پہلے پکڑتے ہیں۔"

"ہم اسے ضرور پکڑلیں گے کیپٹن! وہ بچ کر نہیں جا سکتا۔"

"ابھی تو وہ ہماری آنکھوں کے سامنے سے غائب ہے اسی جہاز میں ہے اور نظر نہیں آ رہا۔"

ایک بار پھر جہاز کے ایک ایک ملاح کو بلا کر پوچھ گچھ اور پڑتال کی گئی۔ کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ پستول بھی کہیں نہیں مل رہا تھا۔ پستول۔ میں آخری گولی تھی جسے چلا کر ماریا نے اسے سمندر میں پھینک دیا تھا۔ ماریا بھی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی اور ہنس رہی تھی کہ کتنے بے وقوف ہیں یہ لوگ! بھلا اسے کبھی پکڑ سکتے ہیں جو انہیں دکھائی ہی نہیں دے رہی؟ جہاز کے ہر کیبن کی پھر سے تلاشی لی گئی۔ جہاز کی تینوں منزلوں کی سیڑھیوں پر کڑا پہرہ لگا دیا گیا۔ جہاز اب بحر الکاہل کو چھوڑ کر اوقیانوس کے سمندر میں داخل ہو گیا۔

دوسری رات کو بارہ بجے ماریا بھی جرمن قیدی کیپٹن کے کیبن میں آ گئی۔ انہوں نے ٹھیک بارہ بجے وائرلیس اون کر دیا۔ اور جرمن ہیڈ کوارٹرز سے سگنل کا انتظار کرنے لگے۔ بارہ بج کر تیس سیکنڈ پر سگنل آیا۔

"ہیلو راجر! میں یو بوٹ ۲۹ سے بول رہا ہوں ہیلو راجر!"

"ہیلو چارلی! میں جواب کا انتظار کر رہا ہوں۔ ہیڈکوارٹر نے کمانڈوز کے بارے میں کیا کہا ہے؟

ادھر سے جواب آیا۔

"کیپٹن! ہیڈ کوارٹر نے اجازت دے دی ہے۔ پرسوں رات میری آبدوز پندرہ کمانڈوز کے ساتھ ۳۶ ڈگری بحرالکاہل میں نمودار ہوگی۔"

جرمن کیپٹن نے جلدی سے کہا۔

"نہیں نہیں۔ ہمارا جہاز کوئین میری، اب اوقیانوس کے سمندر میں آچکا ہے۔ پرسوں رات تم لوگ ۴۷ درجے جنوب مغرب کی طرف آنا۔"

"او کے۔ ہمیں نشانی کیا ملے گی؟"

جرمن کپتان نے کہا۔

"جہاز کے عقب میں ٹارچ سے تین بار وقفوں کے ساتھ روشنی کی جائے گی۔ اس روشنی کو دیکھتے ہی تم لوگ چلے آنا۔ باقی سارا بندوبست ہو چکا ہوگا۔ او کے۔"

"او کے سر۔"

جرمن کپتان نے وائرلیس بند کر دیا۔ اگرچہ یہ ساری گفتگو خفیہ اشاروں اور ہندسوں کے ساتھ ہو رہی تھی پھر بھی اسے ڈر تھا کہ کہیں ان کے سگنل جہاز والے وائرلیس روم میں نہ سن لیں۔

وائرلیس روم میں ان کے سگنل سن لئے گئے تھے۔ ایک انگریز اوپریٹر وائرلیس پر جھکا بیٹھا تھا کہ اسے سگنلوں کی آواز سنائی دی۔

سگنل خفیہ زبان میں نشر کئے جا رہے تھے۔ اس نے انہیں سمجھنے کی بہت کوشش کی مگر نہ سمجھ سکا۔ جب اس نے یہ سراغ لگایا کہ سگنل کہاں سے ہو رہے ہیں تو یہ دیکھ کر اس نے کپتان کو بلا لیا کہ سگنل اس کے اپنے جہاز سے نشر ہو رہے تھے۔

کپتان نے آتے ہی کان لگا دیئے۔ سگنل نشر ہونا بند ہو گئے تھے

"جہاز کے کس حصے سے سگنل کئے جا رہے تھے؟ کیا تم یہ بتا سکتے ہو؟"

آپریٹر نے کہا۔

"سر! میرا اندازہ ہے کہ جہاز کے عقبی حصے کی طرف سے کوئی سگنل دے رہا تھا۔"

"غضب ہو گیا۔ دشمن ہمارے جہاز میں بیٹھا ہمیں احمق بنا رہا ہے۔ جہاز کو تلاش کیا جائے۔"

آدھی رات کو ایک بار پھر سارے ملاح پستولیں لے کر جہاز کی تلاشی لینے نکل کھڑے ہوئے۔ جرمن کپتان نے یہ عقل مندی کی تھی کہ وائرلیس سیٹ ماریا کے حوالے کر دیا تھا کہ وہ اسے سمندر میں پھینک دے۔ ماریا نے اسی وقت وائرلیس سیٹ کو لے جا کر سمندر کی لہروں کے حوالے کر دیا تھا۔ اب چاہے جتنی مرضی تلاشی ہو۔ ملاح جرمن کپتان کے کیبن میں بھی گئے۔ انہوں نے ایک ایک شے کی تلاشی لی۔ مگر کوئی وائرلیس سیٹ کیا اس کا ایک پرزہ بھی نہ ملا۔

کوئین میری، جہاز کا انگریز کپتان چکر میں آ گیا تھا۔ اگر وہ ہیڈ کوارٹر کو اطلاع کرے تو یہ اس کی بدنامی تھی کہ اس کے جہاز پر دشمن کا جاسوس چھپا ہے اور وہ اسے گرفتار نہیں کر سکا۔ اس طرح سے اس کی ترقی رک سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے ہیڈ کوارٹر کو بالکل اطلاع نہیں کی تھی اور اپنے طور پر جہاز کی تلاشیاں لے رہا تھا۔ جس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ایک دن گزر گیا۔ دوسری رات بھی گزر گئی۔ تیسرے دن ماریا چھپ کر جرمن کپتان کے کیبن میں گئی اور جا کر کہا۔

" آج رات کے بارہ بجے جرمن آبدوز کو سمندر سے ابھرنا ہے۔"

کپتان نے کہا۔

" ہاں! تم نے ٹارچ کا بندوبست کر لیا ہے کیا؟"

ماریا نے ایک ٹارچ جیب سے نکال کر چارپائی پر رکھ دی۔ کیونکہ ماریا کے ہاتھ میں جرمن کپتان کو ٹارچ نظر نہیں آ سکتی تھی۔ چارپائی پر رکھتے ہی جرمن کپتان نے ٹارچ کو دیکھ لیا۔ اس نے اسے اٹھا کر بٹن دبایا۔ ٹارچ روشن ہو گئی۔

" شاباش میری بیٹی! تم نے بڑا کام کیا ہے اگر ہم اس برطانوی جنگی جہاز پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یہ ہماری سب سے بڑی کامیابی ہو گی۔ میں تمہیں جرمن ہائی کمان کی طرف سے بہادری کا سب سے بڑا اعزاز آئرن کراس

دلواؤں گا۔"

ماریا ہنس دی۔

" شکریہ کیپٹن! مجھے کسی آئرن کراس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جو کچھ کر رہی ہوں اپنے طور پر کر رہی ہوں۔ کیونکہ میں کسی کو قیدی نہیں دیکھ سکتی۔"

" اچھا اب تم ہوشیار رہنا۔ آج رات ٹھیک بارہ بجے یو بوٹ ۲۹ آبدوز سمندر کی سطح پر ابھرے گی اور اس میں سے پندرہ کمانڈوز نکلیں گے۔ تمہیں انہیں تین بار وقفوں کے ساتھ ٹارچ کی روشنی کا سگنل دینا ہو گا اس کے بعد وہ جہاز کے عقب تک پہنچ جائیں گے۔ پھر کیا ہو گا؟ تم نے کیا بندوبست کر رکھا ہے؟"

ماریا نے کہا۔

" میں نے ایک رسی کی سیڑھی حاصل کر لی ہے۔ وہ سیڑھی میں جہاز کے عقب میں پھینک دوں گی کمانڈوز اس سیڑھی پر سے چڑھ کر اوپر آ جائیں گے۔"

" پھر؟"

" پھر یہ کہ جس وقت کمانڈوز آئیں گے میں تمہیں یہاں سے آزاد کروا کر جہاز کے عقب میں لے جاؤں گی۔ تم انہیں اپنے ساتھ یہاں لے آؤ گے اور یہاں سے رعلہ کی

سکیم تیار کی جائے گی۔ لیکن ان لوگوں کو میرے بارے میں کچھ نہیں بتانا ہوگا"

"بہت اچھا۔ میں تیار رہوں گا،"

ماریا چلی گئی۔ اب وہ رات کا انتظار کرنے لگی۔

ادھر جرمن خطرناک آبدوز یو ۲۹ اوقیانوس کے سمندر میں پہنچ چکی تھی اور ۴۵ ڈگری جنوب مغرب کی جانب آگے بڑھ رہی تھی۔ آپریشن روم میں ان کے راڈار پر جہاز کا کپتان جھکا ہوا دیکھ رہا تھا کہ برطانوی جہاز 'کوئین میری' کس مقام پر ہے۔ آخر راڈار نے جہاز کی سمت ظاہر کر دی۔ جہاز کوئین میری، وہاں سے تین میل جنوب مغرب میں سفر کر رہا تھا۔ کپتان نے دوسرے کمرے میں جاکر سرخ لائیٹ اون کر دی۔ پندرہ چنے ہوئے جرمن کمانڈوز وہاں آرام کر رہے تھے۔ یہ بڑے بے خوف نڈر اور تجربہ کار کمانڈوز تھے اور انہوں نے بڑے بڑے زبردست بہادری کے کام کئے تھے۔ کپتان نے انہیں ہوشیار کرتے ہوئے کہا۔

"تیار ہو جاؤ۔"

کمانڈوز ایک دم سے ہوشیار ہو گئے۔ انہوں نے ربڑ کے سیاہ لباس پہن لئے اور چہروں پر سیاہ روغن مل لیا۔ تاکہ اندھیرے میں وہ نظر نہ آسکیں۔ ربڑ کی کشتیاں نکال کر رکھ دی گئیں۔ ٹھیک بارہ بجے آبدوز نے سمندر میں ابھرنا شروع کر دیا۔ جب آبدوز سمندر کے اوپر آگئی تو اس کا ڈھکنا کھول دیا گیا۔ سب سے پہلے کمانڈر باہر آیا۔ اس

کے بعد پندرہ کمانڈوز ربڑ کی کشتیاں لے کر عرشے پر آکر بیٹھ گئے۔ آبدوز کے کمانڈر نے جیب سے سرخ رنگ کی ٹارچ نکال کر ہاتھ میں پکڑ لی اور گھڑی کو تکنے لگا۔

ٹھیک بارہ بجے اس نے خاص زاویے کی جانب رخ کر کے ٹارچ کو جلا کر ایک بار لہرایا اور ٹارچ بجھا دی۔ تین میل کے فاصلے پر سمندر کے اندھیرے میں ایک سیاہ سایہ سا دکھائی دے رہا تھا۔ اسی وقت اس سیاہ سائے پر تین بار ٹارچ کی روشنی ہوئی۔ پھر وقفہ ہوا۔ اس کے بعد پھر تین بار روشنی چمکی۔ اسی طرح تیسری بار جب ٹارچ کی روشنی چمک کر بجھی تو کمانڈر نے آہستہ سے کہا۔

"سمندر میں اتر جاؤ۔"

کمانڈوز نے سمندر میں ربڑ کی کشتیاں ڈال دیں اور ان کے ساتھ ہی خود بھی چھلانگ لگا دی۔ وہ کشتیوں میں سوار ہو کر اندھیرے میں جہاز کوئین میری کی طرف بڑھنے لگے۔ دوسری طرف ماریا ٹارچ لے کر جہاز کے عقب میں کھڑی تھی۔ جب اس نے اندھیرے میں دور سمندر کی سطح پر تین سیاہ دھبے اپنی طرف بڑھتے دیکھے تو وہ جلدی سے نیچے آگئی اور سیدھی قیدی کپتان کے کیبن کا قفل کھول کر اندر گئی۔

"وہ لوگ آرہے ہیں۔ جلدی سے میرے ساتھ چلو"

قیدی کپتان ماریا کے ساتھ کیبن سے باہر آگیا۔ انہوں نے کیبن کا

دروازہ باہر سے بند کر دیا اور سیڑھیوں میں سے بلیوں کی طرح چلتے ہوئے جہاز کے عقب میں آ گئے۔ جرمن کپتان نے دیکھا کہ رسی کی سیڑھی نیچے گری ہوئی تھی اور تھوڑی سی پانی میں ڈوبی ہوئی لہرا رہی تھی۔ کیونکہ جہاز آگے کو چلا جا رہا تھا۔ ماریا نے کہا۔

"اب تم میری فکر نہ کرنا اور نہ مجھے آواز دینا کپتان! میں تم لوگوں کے ساتھ ساتھ رہوں گی اور تمہاری خفیہ مدد کروں گی۔ تمہارا راستہ صاف کروں گی۔"

"ٹھیک ہے ماریا بیٹی! تمہارا شکریہ!"

ماریا وہاں سے چلی گئی۔

جرمن کپتان چھپ کر جہاز کے عقب میں کھڑا تھا۔ جہاز پر مکمل بلیک آؤٹ تھا۔ ہر طرف اندھیرا تھا۔ ایک پہرہ دار سپاہی رائفل لیے چل پھر کر پہرہ دے رہا تھا۔ جرمن کپتان کو صرف اس کی طرف سے خطرہ تھا کہ کہیں یہ سارا کھیل نہ بگاڑ دے۔ ادھر کمانڈوز کی کشتیاں جہاز کے قریب پہنچ چکی تھیں اور اب جہاز کے پیچھے پیچھے آگے کو بڑھ رہی تھیں۔ کمانڈوز نے جہاز پر سے گری ہوئی رسی کو دیکھ لیا تھا۔

کمانڈوز نے اندھیرے میں جانوروں کی آوازیں نکال کر ایک دوسرے کو خفیہ اشارے کئے اور ایک کمانڈو نے کشتی پر سے کود کر سمندر میں چھلانگ لگا کر پیچھے کو جاتی رسی کی سیڑھی کو پکڑ لیا۔

اس کے ساتھ ہی باقی کمانڈوز بھی سمندر میں کود گئے اور انہوں نے سیڑھی پر سے جہاز پر چڑھنا شروع کر دیا۔

ٹھیک جس وقت کمانڈوز سیڑھی پر چڑھ رہے تھے پہریدار کو کچھ شک سا پڑ گیا۔ وہ چکر لگاتا جہاز کے عقب کی طرف آ گیا۔ یہاں جرمن قیدی کپتان چھپ کر کھڑا کمانڈوز کے اوپر آنے کا نظارہ کر رہا تھا۔ اچانک پہریدار نے عقب میں جھانک کر دیکھا تو سیاہ رنگ کے کچھ سائے اسے جہاز پر چڑھتے نظر آئے۔ اس نے رائفل کا رخ نیچے کر کے اونچی آواز میں کہا۔

"ہالٹ!"

کام خراب ہونے والا تھا۔ اگر پہریدار نے دوسری آواز نکالی تو جہاز کے سارے ملاح چوکس ہو جائیں گے اور اگر اس نے گولی چلا دی تو سارا جہاز بیدار ہو جائے گا اور سمندر کے کنارے پر پانی پھر جائے گا۔

ماریا بھی بھاگ کر آ گئی۔ اس نے بھی پہرے دار کی آواز سن لی تھی۔ مگر اس سے پہلے کہ ماریا وہاں پہنچے جرمن قیدی کپتان نے اپنا کام کر دیا۔ اس نے پیچھے سے پہریدار کو دھکا دیا اور وہ سمندر میں گر گیا۔ کم بخت نے گرتے گرتے گولی چلا دی۔ ایک دھماکہ ہوا اور رات کی خاموشی میں ایک شگاف پیدا ہو گیا۔

کمانڈوز اب جہاز کے عرشے پر چڑھ آئے تھے۔ جرمن کپتان نے انہیں سرگوشی میں کہا۔

"یہاں اندھیرے میں چھپ کر بیٹھ جاؤ۔ کہیں گولی کی آواز پر نیچے سے کوئی آنہ جائے۔"

کمانڈوز ایک دم نیچے ہو کر اندھیرے میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں آٹومیٹک مشین گن تھی جو ایک منٹ میں ایک ہزار گولی فائر کرتی تھی۔ ماریا ذرا فاصلے پر کھڑی تھی اور یہ دیکھ رہی تھی کہ کہیں گولی کی آواز سن کر جہاز کے ملاح اوپر تو نہیں آتے؛

جرمن کپتان بھی اندھیرے میں ایک مشین کے پیچھے چھپا غور سے ڈیک کے دروازے کو تک رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ گولی کی آواز نیچے کسی نے نہیں سنی تھی۔ لیکن دوسرا، جو ملاح پہرہ دے رہا تھا وہ بھاگتا ہوا ادھر آ گیا۔ اس نے گولی کی آواز سن لی تھی۔ اس نے پہلے پہریدار کو آواز دی۔

"جیک! ہیلو جیک! تم کہاں ہو؟"

مگر جیک کہیں بھی نہیں تھا۔ پہریدار نے دوسری باز آواز دی۔ پھر بھی کوئی جواب نہ ملا۔ تو اس نے سوچا کہ بھاگ کر نیچے کپتان کو اطلاع کرنی چاہیے۔ وہ بھاگتا ہوا ڈیک کی دیوار کے پاس آیا۔ یہاں ٹیلی فون طاق میں رکھا تھا۔ ماریا قریب ہی کھڑی تھی۔ پہریدار نے ٹیلی فون کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ماریا نے اس کی گردن پر ایسا ہاتھ ملا کہ وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔

جرمن کپتان یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ کمانڈوز بھی یہ سب کچھ

دیکھ رہے تھے۔ جرمن کپتان نے جب پہریدار کو ٹیلی فون بوتھ کی طرف لپک کر جاتے دیکھا تو وہ بھی ایک بار ڈر گیا تھا کہ اگر اس نے نیچے خطرے کا الارم کر دیا تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ لیکن عین موقع پر ماریا نے اپنا کام دکھا دیا۔ ایک کمانڈو نے حیرانی سے پوچھا۔

"یہ شخص کیسے لڑکھڑا کر گر پڑا؟ کیا میں جا کر اسے چاقو سے ہلاک کر دوں؟"

جرمن کپتان کو یقین تھا کہ ماریا نے اس کا کام تمام کر دیا ہوگا۔ جلدی سے بولا۔

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔ تم اپنی جگہ پر خاموش بیٹھے رہو۔ جب تک میں نہ کہوں ہرگز ہرگز اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔"

اتنے میں ماریا نے ٹارچ کو جلا کر 'سب ٹھیک ہے' کا سگنل دے دیا۔ جرمن کپتان نے کمانڈوز کو اشارہ کیا۔

"میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔"

ماریا آگے آگے راہداری میں جا رہی تھی۔ راستہ بالکل صاف تھا۔ اس نے ایک پہریدار کو دیکھا جو سو رہا تھا۔ پیچھے پیچھے جرمن قیدی کپتان اور کمانڈوز خرگوشوں کی طرح آواز نکالے بغیر آرام سے قدم بڑھاتے چلے آ رہے تھے۔ آخر ایک ایک کر کے سارے جرمن کپتان کے کیبن میں آ گئے۔ ماریا باہر ہی کھڑی رہی اور پہرہ دیتی رہی۔ اندر جا کر جرمن کپتان

جنے کہا۔

"سنو! تم میں سے دو آدمی جہاز کے کپتان کے کیبن میں جا کر اسے گرفتار کریں گے۔ اگر کپتان نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو اسے فوراً گولی مار کر ہلاک کر دینا۔ پانچ کمانڈوز جہاز کی دوسری منزل پر جا کر بارود اور اسلحہ خانے پر قبضہ کریں گے۔ باقی چھ آدمی تمام سوئے ہوئے ملاحوں کو چھرے چاقوؤں سے ہلاک کر دیں گے۔ خبردار پستول اور مشین گن صرف اس وقت چلانا جب تمہیں اپنی زندگی خطرے میں نظر آئے۔ باقی آدمی نیچے انجن روم میں جا کر قبضہ کریں گے اور جہاز کو روک دیں گے۔ ٹھیک ہے؟"

"ٹھیک ہے" کمانڈوز نے سرگوشی میں کہا۔

"کوئی سوال؟"

"کوئی نہیں۔"

"جہاز کا نقشہ تمہیں سپلائی کر دیا گیا ہو گا اور تم سب کو معلوم ہو گا کہ اسلحہ خانہ، انجن روم اور کپتان کا کیبن کہاں ہے؟"

"سب معلوم ہے سر!"

"اوکے۔ ایک منٹ ٹھہرو۔"

جرمن کپتان دبے پاؤں باہر نکل گیا۔ اسے یقین تھا کہ ماریا وہاں ضرور

کھڑی ہو گی اور اسے دیکھ کر ضرور اس کی طرف متوجہ ہو گی۔ یہی ہوا۔ ماریا باہر پہرہ دے رہی تھی۔ اس نے جرمن کپتان کو باہر آتے دیکھا تو آہستہ سے قریب آ کر بولی۔

"رات گزر رہی ہے کیپٹن! جلدی سے حملہ شروع کرا دو۔ تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟"

جرمن کپتان نے کہا۔

"بس میں تمہاری موجودگی کا یقین کرنا چاہتا تھا۔ تم ساتھ ساتھ رہنا۔ میں نے ساری سکیم کمانڈوز کو سمجھا دی ہے۔ پہلا دستہ کپتان کے کیبن میں جا کر اسے گرفتار کرے گا۔ دوسرا دستہ انجن روم میں جا کر جہاز کو روکے گا اور انجن پر قبضہ کرے گا۔ تیسرا بھاری دستہ ملاحوں کو ختم کر دے گا۔ اور چوتھا دستہ جہاز کے اسلحہ خانے اور گولہ بارود پر قبضہ کرے گا۔ یہ چوتھا دستہ پہلے جا رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ جو کچھ کرنا ہے جلدی کرو۔ وقت ضائع ہو رہا ہے۔"

"اوکے۔"

اتنا کہہ کر جرمن کپتان اندر گیا اور اس نے سرگوشی میں کمانڈوز کے چاروں دستوں کو باہر نکل کر حملہ شروع کرنے کا اشارہ کیا۔

چاروں دستے ایک کے بعد ایک کرکے نکلے اور جہاز کی راہداری کے اندھیرے میں گم ہوگئے۔ رات کافی گزر چکی تھی۔ جہاز کا کپتان اپنے کیبن میں میز پر جھکا کوئی ضروری کاغذات دیکھ رہا تھا کہ اسے دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ انگریز کپتان نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا ہی تھا کہ دو جرمن کمانڈوز بجلی ایسی تیزی کے ساتھ چھلانگ لگا کر اس کے سر پر آگئے اور مشین گنیں اس کی گردن سے لگا دیں۔

"آواز نکالی تو ساری گولیاں گردن سے باہر ہو جائیں گی۔"

ابھی انگریز کپتان سنبھل بھی نہ سکا تھا کہ جرمن کمانڈوز نے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اس کے ہاتھ پاؤں کرسی کے پیچھے باندھ دیئے۔ ایک کمانڈو وہیں کھڑا پہرہ دیتا رہا۔ دوسرا باہر نکل گیا۔ انجن روم میں دونوں انگریز انجینئر مشینوں کے [illegible] مزے سے باتیں کر رہے تھے کہ اچانک کسی نے پیچھے سے انہیں دبوچ لیا۔ کمانڈوز نے بڑے سکون کے ساتھ انہیں گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا اور لاشیں کونے میں پھینک دیں۔ یہ دونوں کمانڈو انجینئر تھے۔ انہوں نے اسی وقت جہاز کی مشینیں بند کر دیں۔

جہاز کا انجن خاموش ہوگیا اور جہاز رک گیا۔

تین کمانڈوز جرمن کپتان کے ساتھ ڈیک پر گئے۔ انہوں نے لنگر سمندر میں پھینک دیا۔ جہاز اپنی جگہ پر کھڑا ہوگیا۔ چوتھے دستے نے اسلحہ اور بارود خانے پر جا کر قبضہ کر لیا۔ وہاں پہریداروں نے گولی چلا دی

مگر کمانڈوز نے انہیں بھی ہلاک کر دیا۔ گولی کی آواز سن کر کچھ ملاح جاگ پڑے۔

تیسرے دستے نے ملاحوں پر مشین گنیں لے کر حملہ کر دیا۔ ملاح کچھ جاگے کچھ سو رہے تھے کہ گولیوں کی زد میں آگئے۔ اگر کمانڈوز فائرنگ نہ شروع کرتے تو ملاحوں نے گولیاں چلانی شروع کر دینی تھی۔ کمانڈوز نے جہاز پر قبضہ کر لیا۔ جرمن کپتان نے وائرلیس روم میں جا کر جرمن آبدوز کو سگنل کر دیا کہ جہاز پر قبضہ کر لیا گیا ہے۔ آبدوز سمندر میں سے باہر نکل آئی اور اس نے انگریزی جہاز "کوئین میری" کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ لیکن جرمن کپتان اور کمانڈوز کو بالکل خبر نہیں تھی کہ انگریز ملاحوں کا ایک پورا بیس آدمیوں کا دستہ ایک جگہ رائفلیں لئے یہ سارا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اس کے کمانڈوز نے سپاہیوں کو حملے کا حکم دے دیا۔ انگریز فوجی رائفلیں لے کر باہر نکل آئے اور کمانڈوز پر فائرنگ کرنے لگے۔ چھ کمانڈوز اسی وقت مارے گئے۔ جرمن کپتان نے باقی کمانڈوز کو چیخ کر کہا۔

"آڑ میں چھپ کر فائرنگ کرو۔"

ٹرین میں قتل

۵

جہاز پر ایک دوسرے پر گولیاں چلنے لگیں۔

جرمن کپتان پریشان ہو گیا۔ کیونکہ اس کے صرف سات آٹھ کمانڈوز باقی زندہ رہ گئے تھے اور انگریز فوجیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ جرمن آبدوز ابھی کافی دور تھی۔ اس نے اونچی آواز میں ماریا کو آواز دے دی۔ کیونکہ اب زندگی اور موت کا سوال پیدا ہو گیا تھا۔ ماریا ہوشیار ہو گئی تھی۔ وہ گولیوں کی بوچھاڑ میں انگریز فوجیوں کے مورچوں کی طرف بڑھنے لگی۔ وہ ان کے پیچھے آ گئی۔ اسے کسی نے بھی نہ دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھی جس میں گولیاں بھری ہوئی تھیں۔ ماریا نے ایک ایک کر کے فوجیوں کو مارنا شروع کر دیا۔ جب چھ سات انگریز فوجی ماریا کی گولیوں سے ہلاک ہو گئے تو باقیوں کو ہوش آیا۔ انہوں نے دیکھا کوئی پیچھے سے فائر کر رہا ہے۔ انہوں نے مشین گن پیچھے فائر کرنی شروع کر دی۔ ماریا بال بال بچ گئی۔ اگر وہ نیچے نہ بیٹھ جاتی تو مشین گن کی گولیاں اس کے جسم سے پار ہو جاتیں۔ اب اس کا

وہاں ٹھہرنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

اتنے میں آبدوز جہاز کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی اور اس میں سے جرمن سپاہی مشین گنیں لے کر انگلش جہاز "کوئین میری" پر کود آئے۔ گولیوں کی آوازیں وہ بھی سن رہے تھے۔ انہوں نے ڈیک پر آتے ہی انگریز فوجیوں پر فائر کھول دیا۔ تھوڑے سے مقابلے کے بعد کچھ فوجی مارے گئے اور باقی چار انگریز فوجیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اب پورے جہاز پر جرمن فوجیوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ پیچھے ہیڈ کوارٹر کو سگنل دے دیا گیا کہ جہاز فتح کر لیا ہے۔

برطانوی جہاز 'کوئین میری' کے کپتان کو جنگی قیدی بنا کر آبدوز میں بھیج دیا گیا۔ جرمن کپتان شمل کو اس نئے جہاز کا کپتان بنا دیا گیا۔ دوسرے روز دوپہر کو جرمن آبدوز اپنے کسی شکار کی تلاش میں چلی گئی۔ شام کو ماریا نے جرمن کپتان سے کہا۔

"میں بھی جلدی سے جلدی ہندوستان پہنچنا چاہتی ہوں وہاں میرے دو بھائی میری راہ دیکھ رہے ہیں۔"

کپتان نے کہا۔

"بیٹی ماریا! میں کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں؟ تم نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ ایک تو مجھے انگریزوں کی قید سے آزاد کرایا اور اس کے بعد مجھے اس جہاز کا کپتان بنا دیا میرا تو ارادہ تمہیں ساتھ لے کر جرمنی جانے کا

تھا تاکہ ہٹلر سے تمہیں ملواؤں اور تمہیں جرمنی کا سب سے بڑا جنگی تمغہ آئرن کراس دلواؤں"

ماریا کہنے لگی۔

"شکریہ کپتان! مگر میرا ہندوستان جانا بہت ضروری ہے۔ کیا تم مجھے ہندوستان پہنچا سکتے ہو؟"

جرمن کپتان بولا۔

"اگرچہ ہندوستان کے سمندر میں انگریزوں کا سخت خطرہ ہے مگر میں تمہیں ہندوستان کی کسی بندرگاہ پر پہنچانے کی پوری کوشش کروں گا"

نیا جہاز ہندوستان کے سمندر کی طرف روانہ ہوگیا۔

ایک ہفتے کے سفر کے بعد یہ جہاز ایک رات ہندوستان کے ساحل سے پچاس میل دور سمندر میں ایک جگہ رک گیا۔ کپتان نے ماریا سے کہا۔

"اس سے آگے میں نہیں جا سکتا۔ اگر تم پسند کرو تو میں خود تمہیں ایک کشتی میں بیٹھ کر ہندوستان کے ساحل پر چھوڑ آتا ہوں"

ماریا کہنے لگی۔

"نہیں کپتان! تمہارے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں۔ مجھے کشتی دے دو۔ میں خود چلی جاؤں گی۔ سمندر میں طوفان نہیں ہے۔ میں اپنی منزل پر پہنچ جاؤں گی۔"

جرمن کیپٹن نے ماریا کو آدھی رات کے وقت اندھیرے میں ایک کشتی میں سوار کرا دیا۔ ماریا جہاز سے اتر کر سمندر میں اکیلی چل پڑی۔ اس کی کشتی بڑی طاقتور تھی۔ کچھ دور تک اسے ستاروں کی روشنی میں جرمن کیپٹن کا جہاز نظر آتا رہا پھر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ اب ماریا اکیلی کشتی میں سوار ساحل کی طرف جا رہی تھی۔

ہندوستان کا ساحل رات کے اندھیرے میں نظر آنے لگا تھا۔ اسے صرف اتنا معلوم تھا کہ وہ ہندوستان کے مغربی ساحل پر جا کر اترے گی۔ ابھی وہ ساحل سے کوئی دو میل دور ہوگی کہ ایک گشتی کشتی نے اسے دیکھ لیا اور وہ تیزی سے اس کے پاس آکر رک گئی۔ اس کشتی میں کچھ سپاہی سوار تھے جو رات کو ساحل کے آس پاس گشت لگایا کرتے تھے اور دیکھا کرتے تھے کہ کہیں دشمن کی کوئی آبدوز تو نہیں ابھری۔ انہوں نے جو دیکھا کہ خالی کشتی ساحل کی طرف بہی جا رہی ہے تو بڑے حیران ہوئے کہ یہ کشتی کہاں سے آگئی؟ ماریا تو کسی کو نظر آ ہی نہیں سکتی تھی۔

ہندوستانی سپاہی تھے۔ ان میں ایک انگریز افسر تھا۔ اس نے کہا۔

"کشتی کو قابو میں کر لو"

سپاہیوں نے کشتی کو اپنی کشتی کے ساتھ باندھ لیا اور کھینچتے ہوئے ساحل پر لے آئے۔ یہاں انہوں نے کشتی کو ایک طرف کھڑا کر دیا اور دوبارہ اپنی رات کی گشت پر روانہ ہوگئے۔ ماریا چپکے سے کشتی میں سے اتر آئی۔ اس نے دیکھا کہ ساحل پر کوئی آبادی نہیں ہے۔ دور اندھیرے میں اسے

ایک مکان کا سایہ ابھرا ہوا نظر آیا۔ شاید یہ ان سپاہیوں کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ ماریا اس کی طرف چل پڑی۔

یہ سچ مچ گشتی سپاہیوں کا دفتر ہیڈ کوارٹر تھا۔ یہاں وہ رہتے بھی تھے۔ ایک سپاہی یہاں پہرہ دے رہا تھا اور اونگھ بھی رہا تھا۔ رات ختم ہو رہی تھی اور صبح کا ہلکا ہلکا نیلا نیلا اجالا پھیل رہا تھا۔ ماریا ایک کمرے میں آ گئی۔ یہاں بستر بچھا تھا۔ ساتھ ہی باورچی خانہ تھا۔ ماریا نے اندر جا کر منہ ہاتھ دھویا اور کھانا کھایا۔ نلکے سے پانی گرنے کی آواز سن کر پہریدار اندر آ کر دیکھنے لگا کہ یہ کس نے کھولا ہے؟

اس نے دیکھا کہ نلکے میں سے پانی گر رہا ہے مگر اندر کوئی نہیں ہے۔ ماریا نے جلدی سے پانی بند کر دیا۔ پہریدار آنکھیں ملنے لگا۔ کیونکہ ابھی پانی گر رہا تھا اور ابھی اپنے آپ بند ہو گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور وہ باہر نکل گیا۔ باہر جا کر وہ دوبارہ پہرہ دینے اور اونگھنے لگا۔ تازہ دم ہو کر ماریا نے غور کیا کہ وہ یہاں سے کس طرف جائے؟ اس نے دفتر کے ایک رجسٹر میں دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ مدراس شہر سے دو سو میل دور ہے اور جہاں یہ دفتر بنا ہوا ہے اس کا نام منڈولا ہے۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ سب سے پہلے اسے یہاں سے نکل کر مدراس شہر پہنچنا تھا۔ جہاں سے ٹرین میں سوار ہو کر وہ بڑی آسانی سے مدراس جا سکتی تھی۔ دن نکل آیا۔ گشتی ٹیم واپس آ گئی۔ تھوڑی دیر بعد انگریز افسر ایک ٹرک میں سوار ہوا اور بولا۔

"ہم بڑے دفتر جا رہا ہے۔ دوپہر کے بعد آئے گا۔"

ماریا ٹرک کے پیچھے سوار ہو گئی۔ سوچا یہاں سے تو نکلے۔ آگے جا کر دیکھا جائے گا۔ ٹرک روانہ ہو گیا۔ کوئی دو گھنٹے بعد ٹرک ایک چھوٹے سے قصبے میں پہنچ کر رک گیا۔ یہاں ماریا اتر پڑی۔ معلوم ہوا کہ مدراس یہاں سے ایک [illegible] میل کے فاصلے پر ہے۔ ایک چھوٹا سا ریلوے سٹیشن بھی بنا ہوا تھا۔

ماریا ریلوے سٹیشن پر آ کر بنچ پر بیٹھ کر ریل گاڑی کا انتظار کرنے لگی۔ کچھ دیر بعد ریل گاڑی آ گئی۔ اس پر مدراس شہر کا نام لکھا ہوا تھا۔ ماریا ریل پر سوار ہو گئی۔ دوپہر کے بعد ریل گاڑی نے ماریا کو مدراس شہر پہنچا دیا۔ وہ اس سے پہلے بھی اس شاندار شہر میں آ چکی تھی۔ اب اسے بھوک ستانے لگی تھی۔ آخر وہ ایک شاندار ہوٹل میں داخل ہو گئی۔ یہاں اس نے باورچی خانے میں جا کر خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ غسل خانے میں جا کر منہ ہاتھ دھویا اور کسی نے اسے نہ دیکھا۔ ہاں باورچی ضرور حیران ہوا۔ کیونکہ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک بریانی کی پلیٹ غائب ہو گئی تھی۔

باورچی کو آنکھوں پر یقین نہ آیا اور وہ آنکھیں مل کر رہ گیا۔

ماریا نے ریلوے سٹیشن پر آ کر ٹائم ٹیبل دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ مدراس جانے والی گاڑی شام کے چار بجے پلیٹ فارم نمبر آٹھ سے روانہ ہوگی۔ ماریا پلیٹ فارم نمبر آٹھ پر آ کر گاڑی کا انتظار کرنے لگی۔ تین بجے ٹرین آ کر پلیٹ فارم پر لگ گئی اور مسافر اس میں سوار ہونا شروع ہو گئے۔ ماریا بھی فسٹ کلاس کے ایک ڈبے میں بیٹھ گئی۔

ٹھیک چاہیے ٹرین چل پڑی۔

ماریا کے ڈبے میں کوئی دوسری سواری نہیں تھی۔ ماریا بڑے آرام سے سیٹ پر لیٹ کر سو گئی۔ گاڑی چھکا چھک کرتی اپنی منزل کی طرف اڑی جا رہی تھی۔ رات کو ایک بہت بڑا سٹیشن آیا۔ ٹرین وہاں رک گئی۔ ماریا کی آنکھ کھل گئی۔ وہ نیچے اتر آئی اور پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگی۔ جنگ کی وجہ سے بہت کم روشنی ہو رہی تھی۔ ماریا نے ایک فسٹ کلاس ریفرشمنٹ روم میں داخل ہو گئی۔ یہاں اس نے کچن میں خود جا کر چائے کی ایک پیالی اٹھائی اور باہر آ کر پینے لگی۔

مصیبت یہ تھی کہ وہ کسی بیرے کو آرڈر نہیں دے سکتی تھی۔

چائے پی کر اس نے پیالی میز پر رکھی اور باہر نکل آئی۔ پلیٹ فارم پر کافی چہل پہل تھی۔ ساڑھی والی عورتیں چل پھر رہی تھیں۔ لوگ ٹرین میں سوار ہو رہے تھے۔ ماریا اپنے فسٹ کلاس کے ڈبے میں آ گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ اس کی سیٹ پر ایک سانولی سی رنگت والی دبلی پتلی مدراسی لڑکی بیٹھی ہے جس نے ریشمی دلہنوں والی ساڑھی پہن رکھی ہے اور زیور سے لدی پھندی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک نوجوان دولہا بیٹھا ہے۔

ماریا سمجھ گئی کہ ان کی نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ ان کے ماں باپ دونوں کو چھوڑنے آئے ہوئے تھے۔ ٹرین چلنے لگی تو ماں باپ بڑی گرم جوشی سے انہیں ملے اور ٹرین پلیٹ فارم سے باہر نکل گئی۔

دلہن شرما رہی تھی۔ دولہا نے دلہن کے لیے سیٹ پر نرم نرم گدے

والا بستر کھول کر بچھا دیا اور ایک ڈبے میں سے مٹھائی نکال کر پلیٹ میں سجا کر اس کے سامنے رکھ دی۔

"رادھا! مٹھائی کھاؤ۔ شرماؤ نہیں۔ اب تو ہم ساری زندگی کے لئے ایک دوسرے کے ہو گئے ہیں۔"

دلہن رادھا نے شرما کر کہا۔

"مجھے شرم آتی ہے۔"

دولہا بولا۔

"ارے شرم کرو گی تو بھوکی رہ جاؤ گی۔ لو اب کھاؤ۔ دیکھو میں بھی کھاتا ہوں۔"

"نہیں نہیں مجھے شرم آتی ہے۔"

"تو پھر میں بھی نہیں کھاؤں گا۔"

"پھر تھوڑی سی مٹھائی کھاؤں گی۔"

"چلو تھوڑی سی ہی کھا لو۔"

اور دلہن نے بڑی مشکل سے گوٹے کناری والی ریشمی ساڑھی سے ہاتھ نکالا اور برفی اٹھا کر کھانے لگی۔ دونوں بڑے بھولے بھالے بچوں کی طرح ایک دوسرے سے شرما شرما کر باتیں کر رہے تھے۔ ماریا ان کی باتیں بڑی دلچسپی سے سن رہی تھی اور انہیں دیکھ کر بڑی خوش ہو رہی تھی۔

ٹرین اب بڑی تیزی کے ساتھ جنگلوں میں سے گزر رہی تھی۔

مدراس شہر بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ صبح پانچ بجے اس ٹرین کو ناگ پور شہر پہنچنا تھا۔ اب کیا ہوا کہ دو ڈاکو اس دلہن کے زیوروں کے پیچھے لگے ہوئے اور وہ ساتھ والے ڈبے میں سفر کر رہے تھے۔ انہوں نے دلہن کے زیور لوٹنے کی سکیم بنا رکھی تھی۔ انہیں معلوم تھا کہ دلہا دلہن ڈبے میں اکیلے سفر کر رہے ہیں اور وہ بڑی آسانی سے انہیں لوٹ لیں گے۔

جس وقت گاڑی بھرے جنگل میں پہنچی تو دونوں ڈاکو ساتھ والے ڈبے سے باہر نکلے اور ایک ڈبے کے پائیدان پر پاؤں رکھ کر دوسرے ڈبے کے پائیدان پر آ گئے۔ دلہا دلہن اپنی خوشی میں ڈبے کی چٹخنی چڑھانا بھول گئے تھے۔ ایک ڈاکو نے دروازے کو زور سے لات ماری۔ دروازہ کھل گیا۔ وہ پستول تان کر اندر آ گیا۔

”خبردار! اگر کوئی اپنی جگہ سے ہلا تو گولی مار دوں گا۔“

ساتھ ہی دوسرا ڈاکو بھی پستول تان کر اندر آ گیا۔ دلہن کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اس نے رونا شروع کر دیا۔ ایک ڈاکو نے اس کے بالوں کو جھنجھوڑ کر کہا۔

”خاموش رہو۔ نہیں تو گولی مار دوں گا۔“

دلہن بے چاری چپ ہو گئی اور سسکیاں بھرنے لگی۔ دلہا کا برا حال تھا وہ دبلا پتلا سا نوجوان لڑکا تھا۔ ڈاکوؤں کے ہاتھوں میں پستول دیکھ کر گھبرا گیا۔ ڈاکو نے اسے دھکا دے کر پرے گرا دیا۔

”بس اس جگہ بیٹھے رہو۔ اگر حرکت کی تو گولی مار کر لاش گاڑی سے باہر پھینک دوں گا۔“

پھر انہوں نے بڑے آرام سے دلہن کے زیور اتارنے شروع کر دیئے۔ یہ دلہا دلہن کی خوش قسمتی اور دونوں ڈاکوؤں کی بدقسمتی تھی کہ اس ڈبے میں ماریا بھی سفر کر رہی تھی۔ ماریا خاموشی سے یہ سارا ڈرامہ دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں دلہا نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

”بھائی! ہمیں معاف کر دو۔“

ایک ڈاکو نے زور سے اس کے سر پر مکا مارا۔

”رامی! چپ چاپ بیٹھے رہو۔ بتاؤ۔ باقی زیور اور روپے کہاں ہیں!“

دلہا نے جیب سے چابی نکال کر ڈاکو کو دے دی۔ ڈاکو نے اٹیچی کیس کھولا اور اس میں سے روپے نکالنے شروع کر دیئے۔

کوئی دو چار ہزار روپے کے نوٹ تھے جو شاید اس دلہا دلہن کو منہ سلامی کے ملے تھے۔ دلہن سسکیاں بھر بھر کر روئے جا رہی تھی۔ ڈاکوؤں نے نوٹ ایک بٹوے میں ڈال کر بٹوہ جیب میں ڈال لیا اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔

”یار! اس دلہن کو بھی ساتھ لیتے جانا چاہیے۔“

”ہاں ٹھیک ہے۔ میں اس سے شادی کر لوں گا۔“

”اور اس دلہا میاں کا کیا بنے گا؟“

"اس کو گولی مار دیں گے۔"

اس پر دلہن نے چیخ مار کر ہاتھ باندھ کر کہا۔

"بھگوان کے لیے مجھے لے جاؤ مگر میرے خاوند کو کچھ نہ کہنا۔"

ڈاکو گرج کر بولا۔

"بک بک بند کر حرام کی اولاد!"

اور دوسرے ڈاکو نے دلہن کی گردن پہ زور سے مکا مار دیا۔ دلہن بے چاری سیٹ سے نیچے گر پڑی۔ آب ماریا سے یہ ڈرامہ نہ دیکھا گیا۔ اب معاملہ اس کی برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور جس ڈاکو نے دلہن کو مکا مارا تھا اس کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ ٹرین چھکا چھک کرتی بھاگی جا رہی تھی۔ بڑا گھنا جنگل گزر رہا تھا۔

ماریا نے اپنا دایاں ہاتھ بلند کیا اور پوری طاقت سے اس ڈاکو کی گردن پر ہاتھ مار دیا۔ دھم کی آواز آئی اور ساتھ ہی اس ڈاکو کی گردن ٹوٹ کر بائیں جانب کو جھک گئی اور ڈاکو منہ کے بل آگے کو گرا اور مر گیا۔ مر تو پہلے ہی چکا تھا۔ دوسرا ڈاکو ہڑبڑا کر اٹھا اور اس کی لاش پر جھک گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اس کے ساتھی کو اچانک کیا ہو گیا ہے کہ گردن ایک طرف کو لڑھکا کر گر پڑا ہے۔ "دھم" کی آواز اس نے بھی سنی تھی۔ دلہا اور دلہن بھی تعجب سے یہ سارا حال تکنے لگے۔ ڈاکو نے سوچا کہ شاید اس کے ساتھی

کو کوئی دورہ پڑ گیا ہے۔ اس نے اسے آوازیں دیں۔ اپنا پستول ابھی تک اس نے دلہا کی طرف کر رکھا تھا۔ مرے ہوئے ڈاکو نے کوئی آواز نہ دی۔

پہلے ڈاکو نے مردہ ڈاکو کی گردن اٹھائی تو وہ اپنے آپ اس کے ہاتھ سے نیچے گر پڑی۔

"ارے یہ تو مر گیا!"

اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ پھر وہ خون بھری آنکھیں نکال کر دلہا کی طرف دیکھنے لگا۔

"اب میں تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تمہاری وجہ سے میرے ساتھی کی جان گئی۔"

دلہن تڑپ کر اٹھی اور روتے ہوئے اپنے دلہا کے آگے بچھ گئی۔

"بھگوان کے لئے اسے کچھ نہ کہو۔ یہ میرا سہاگ ہے۔"

ڈاکو نے کھینچ کر دلہن کو پرے پھینک دیا۔

"تم سے تو میں شادی کروں گا اور تمہارے دلہا کو گولی کا نشانہ بنا کر گاڑی سے باہر پھینک دوں گا۔"

دلہا بے چارے کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ خوف سے کانپ رہا تھا کہ ابھی کیسی میٹھی میٹھی باتیں کر رہے تھے اور ابھی کیا سے کیا ہو گیا کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ موت اسے اپنے سامنے دکھائی دے رہی تھی۔ ماریا بھی اس کے سامنے ہی کھڑی تھی۔ مگر وہ اسے دیکھ نہیں سکتا

تھا۔ ڈاکو نے پستول والا ہاتھ اٹھایا۔ وہ فائر کرنا ہی چاہتا تھا کہ ماریا نے پیچھے سے اسے دھکا دے کر گرا دیا۔ پستول ڈاکو کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری۔ ماریا نے جھک کر دونوں ڈاکوؤں کے پستول اٹھائے۔ ڈاکو تیزی سے اٹھا اور دیکھا کہ پستول کہیں نہیں سوچا شاید گاڑی کے دھچکے کی وجہ سے نیچے گرا ہوگا۔ اس نے جیب سے چاقو نکال لیا اور دلہا پر حملہ کرنے لگا۔ دلہن نے چیخ ماری ماریا نے پیچھے سے ڈاکو کو گردن سے پکڑا اور دیوار کی طرف دھکیل دیا۔ ڈاکو کے ہاتھ سے چاقو گر پڑا اور اس کا سر دیوار سے ٹکرایا۔ وہ سیٹ پر گر پڑا۔ اب ماریا نے پستول اس کی کھوپڑی کے ساتھ لگا دیا۔ پستول کی ٹھنڈی نالی ڈاکو نے اپنے سر کے ساتھ محسوس کی ہی تھی کہ ماریا کی سرگوشی آئی۔

”کیا خیال ہے؟ تمہیں گولی مار کر باہر پھینکوں یا اسی طرح گاڑی سے نیچے پھینک دوں۔ میرا خیال ہے جب گاڑی دریا پر سے گزرے گی تو پھر تمہیں کھڑکی سے پھینک دیا جائے گا۔“

ڈاکو تھر تھر کانپنے لگا۔ حیران ہوا کہ یہ سرگوشی کہاں سے آ رہی ہے۔ پستول اس کی کھوپڑی کے ساتھ لگا تھا۔ دلہا اور دلہن ایک دوسرے سے چپٹے کانپ رہے تھے۔ سرگوشی کی آواز انہوں نے بالکل نہیں سنی تھی کیونکہ گاڑی کا بھی شور اندر آ رہا تھا۔

ڈاکو اٹھ کر دوسری طرف کو چھلانگ لگا گیا۔ اب اس نے چاقو دلہن

کے مندر کو آسمان پر اڑتی ہوئی جا رہی تھی کہ راستے میں تم دونوں کو ڈاکوؤں کے نرغے میں گھرے ہوئے دیکھا۔ پس تمہاری مدد کو آ گئی۔ گھبراؤ نہیں۔ میں تمہاری دوست ہوں۔“

دلہا اور دلہن ابھی تک ایک دوسرے سے لگے سہمے بیٹھے تھے۔ ماریا نے کہا۔

”میں اس لاش کو بھی اٹھا کر ڈبے سے باہر پھینک رہی ہوں تم ڈرو نہیں مجھ سے۔ میں تمہاری دوست ہوں۔ تمہاری ماں ہوں۔ میں تمہاری مدد کرنے آئی ہوں اور چلی جاؤں گی۔ اپنا خوف دل سے اتار دو۔“

اب دلہا اور دلہن کا خوف کچھ دور ہو گیا۔

دلہا نے کہا۔

”ماتا! تم نے ہم دونوں کی جان بچائی۔ ہم تمہارے داس ہیں۔ تمہیں سلام کرتے ہیں۔“

ماریا نے کہا۔

”اس کی کوئی ضرورت نہیں بیٹا!“

دلہن کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو جھلملا رہے تھے۔ ماریا نے کہا۔

”دلہن بیٹی! اپنے زیور اٹھا کر صندوق میں سنبھال کر رکھ لو اور آنسو پونچھ کر سنگھار پھر سے کرو۔ تم تو نئی نویلی دلہن ہو تمہارا روپ خراب نہیں ہونا چاہیے۔“

زندہ لاش

رات کے پچھلے پہر گاڑی ایک چھوٹے سے سٹیشن پر رکی۔

دلہا نے کہا۔

"ماتا! ہم یہاں اتر جائیں گے۔ یہ میرے ماں باپ کا گھر ہے"

ماریا انہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ ماریا کہنے لگی۔

خدا تم دونوں کو خوش رکھے۔"

دلہا بولا۔

"ماتا! تم نے ہم پر جو احسان کیا ہے اسے ہم کبھی نہیں بھولیں گے۔"

"ایسی بات نہ کرو۔ میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔"

"ماتا! کیا پھر بھی کبھی ملاقات ہو گی؟"

"اگر قسمت کو منظور ہوا تو۔"

"خدا حافظ!"

"خدا حافظ!"

دونوں دلہا دلہن اپنا سامان اٹھا کر پلیٹ فارم پر اتر گئے۔ گاڑی تھوڑی دیر رک کر آگے چل پڑی۔ دن نکلا تو سب بور کو شاہدرہ ریلوے سٹیشن آ گیا۔ پھل پور کے سبز سنترے بہت مشہور تھے۔ دور سے سبز ہوتے تھے مگر اندر سے سرخ اور بے حد میٹھے۔ ماریا نے دیکھا کہ سٹیشن کے ایک سٹال پر موٹا لالہ چھلوں کی ٹوکریوں کے پیچھے بیٹھا تھا۔ ماریا نے ایک سنگترہ اٹھا کر کھایا۔ چھلکا موٹے لالے کے سر پر رکھ دیا۔

"ارے ارے یہ چھلکا کہاں سے آ گیا؟"

موٹا لالہ گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ماریا نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"تمہاری ماتا نے پھینکا ہے یہ چھلکا۔"

موٹا لالہ بھونچکا سا ہو کر ایک طرف کو ہٹ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ آواز کہاں سے آئی ہے۔ ماریا کا شرارت کرنے کو دل چاہتا تھا سو اس نے کر دی۔ موٹا لالہ پریشان ہی تھا کہ ماریا ریلوے سٹیشن کے گیٹ کے قریب پہنچ چکی تھی۔ ٹکٹ بابو مسافروں کے ٹکٹ دیکھ کر انہیں باہر نکلنے کی اجازت دے رہا تھا۔ ماریا نے دیکھا کہ بابو کے ایک ہاتھ میں ٹکٹ کی گڈی پکڑی تھی۔ ایک ہاتھ میں ٹکٹ میں سوراخ ڈالنے والا پلاس تھا۔

مسافر کا ٹکٹ لے کر وہ نشان ڈال کر دوسرے ہاتھ میں رکھ لیتا اور مسافر کے لئے دروازہ کھول دیتا۔ ماریا نے قریب جا کر اس کے دوسرے ہاتھ سے ٹکٹ چھین لئے۔ بابو پریشان ہو کر کہنے لگا کہ اس کے ٹکٹ کون لے گیا! کیوں کہ بابو کے ہاتھ میں ٹکٹوں کی گڈی غائب ہو گئی تھی۔ مسافر بھی حیران

ستے کہ ابھی ابھی تو ٹکٹ بابو کے ہاتھ میں گڈی پکڑی ہوئی تھی۔

بابو نے ایک مسافر کو گردن سے پکڑ کر تھپڑ مار کر کہا۔

"کمینے! بتا میرے ٹکٹ کہاں ہیں؟ تو اٹھائی گیرہ ہے۔ تو نے ہی میرے ٹکٹ چوری کئے ہیں۔"

مسافر نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"حضور! میں چور نہیں ہوں۔ میں نے آپ کے ٹکٹ ہرگز ہرگز نہیں چرائے۔"

بابو نے ایک اور تھپڑ مار کر کہا۔

"ابھی تمہیں پولیس کے حوالے کرتا ہوں۔ پولیس کے سامنے جا کر تو سب کچھ بک دے گا۔"

ماریا کو اس مسافر پہ ترس آ گیا۔ اس نے ٹکٹوں کی گڈی بابو کے سر پر رکھ کر کہا۔

"ٹکٹ بابو! تمہاری گڈی میں نے لی تھی۔ اب اسے تمہاری کالی ٹوپی پر رکھ دیا ہے۔ اور سنو! اس مسافر کو اگر پھر تم نے کچھ کہا تو میں تمہاری گردن اتار دوں گی تم نے اسے دو تھپڑ مارے ہیں۔ اس کا بدلہ تمہیں مل کر رہے گا۔"

اور ماریا نے دھاڑ دھاڑ کر کے ٹکٹ بابو کو دو تھپڑ مارے اور گیٹ سے باہر نکل گئی۔ مسافروں میں بھگدڑ مچ گئی۔ سب لوگ بھوت بھوت کا شور مچاتے وہاں سے بھاگ گئے۔ ٹکٹ بابو تو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اے

یہ دیکھ کر جو مسافر بغیر ٹکٹ کے تھے وہ جلدی سے باہر کو نکل گئے۔

ماریا وہاں سے سیدھی رائل ہوٹل پہنچی۔ وہ اس کمرے میں آئی جو انہوں نے کرایہ پر لے رکھا تھا اور جہاں وہ عنبر کو چھوڑ گئی تھی۔ معلوم ہوا کہ وہاں کوئی دوسرے مسافر اپنے بچوں کے ساتھ آ کر رہنے لگے ہیں۔ ماریا پریشان ہو گئی کہ عنبر کہاں چلا گیا؟ اس نے سوچا عنبر ضرور کسی کمرے میں اس کے لئے کوئی پیغام چھوڑ گیا ہوگا۔ اس نے کمروں میں گھوم پھر کر ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا۔ اس وقت صرف ایک بوڑھا آدمی پلنگ پر لیٹا اخبار پڑھ رہا تھا۔ ماریا کمروں کی تلاشی لے رہی تھی کہ ایک ٹیبل لیمپ اس کا ہاتھ لگنے سے نیچے گر پڑا۔ شور سن کر بوڑھے نے آواز دی۔

"کون ہے اندر؟"

اندر کسی نے جواب نہ دیا۔ بوڑھا اٹھ کر اندر آیا۔ دیکھا کہ ٹیبل لیمپ فرش کے قالین پر گرا پڑا ہے۔ بڑا حیران ہوا۔

"یہ کس نے گرا دیا؟ میرا خیال ہے ضرور بھونچال کا جھٹکا آیا ہوگا۔ مگر مجھے تو بھونچال محسوس نہیں ہوا۔"

بڑبڑاتا ہوا وہ ٹیبل لیمپ کو پھر سے میز پر رکھ کر واپس پلنگ پر جا کر لیٹ گیا اور اخبار پڑھنے لگا۔ ایک بار ماریا کا ہاتھ ایک کتاب کو لگا۔ کتاب گرنے لگی تو ماریا نے اسے سنبھال لیا۔ اس سے ذرا سا کھڑاک پیدا ہو گیا۔ بوڑھا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"شاید پھر بھونچال آ رہا ہے؟"

مگر وہ پلنگ پر بیٹھا رہا۔ ماریا کو تلاشی لیتے لیتے آخر ایک جگہ ایک چائے دانی کے نیچے عنبر کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط مل گیا۔ اس پر عبرانی زبان میں جو ہزاروں سال پرانی زبان تھی لکھا تھا۔

"ماریا! میں نے تمہارا بہت انتظار کیا۔ تم نہ آئیں۔ اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہمارا بھائی ناگ بمبئی کے ایک غار ایلورا میں کسی جگہ قید ہے۔ اسے ایک سپیرے نے نگینے میں قید کر رکھا تھا مجھے دیو نے بتایا ہے کہ سپیرا مر گیا ہے مگر ناگ بے ہوش ہے۔ وہ سانپ کی شکل میں بے ہوش ہے اور انگوٹھی جس میں نگینہ لگا ہے وہیں پڑی ہے۔ میں بمبئی کے ایلورا غار میں ناگ کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ اگر تم آؤ تو سیدھی بمبئی کے لئے روانہ ہو جانا۔ میں تمہیں بمبئی شہر کے ہوٹل تاج محل میں ملوں گا۔

تمہارا بھائی عنبر"

اس زبان کو سوائے ماریا کے دوسرا کوئی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ ماریا نے خط پڑھ کر اسے پھاڑ کر پھینک دیا اور وہاں سے نکل کر سیدھی ریلوے سٹیشن پہنچ گئی۔ دیوار پر گاڑیوں کا بورڈ لگا تھا۔ اس نے پڑھا تو معلوم ہوا کہ بمبئی کو ایک گاڑی طوفان میل رات کو دس بجے ناگ پور سٹیشن کے پلیٹ فارم نمبر آٹھ سے روانہ ہو گی۔ ماریا نے سوچا کہ اس طرح تو بڑی دیر لگ جائے گی۔ کیوں نہ ہوائی جہاز کے ذریعے

سفر کیا جائے۔

بس وہ وہاں سے سیدھی ہوائی اڈے پہنچ گئی۔ ایک جہاز ایران جانے والا تھا۔ اس نے بمبئی رکنا تھا۔ ماریا اس جہاز میں سوار ہو گئی۔ اس کا خیال تھا کہ شاید ان کی ملاقات خانم ایئر ہوسٹس سے ہو جائے۔ مگر خانم اس جہاز پر سفر نہیں کر رہی تھی۔ ہوائی جہاز ٹھیک وقت پر فضا میں بلند ہو گیا اور بمبئی شہر کی طرف اس نے پرواز شروع کر دی۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ بمبئی پہنچ گیا۔ ماریا ایئر پورٹ سے نکل کر سیدھی تاج محل ہوٹل میں آ گئی۔ اس نے ایک ایک کمرہ چھان مارا۔ عنبر کسی کمرے میں نہیں تھا۔

"اگر وہ یہاں نہیں تو کہاں چلا گیا ہے؟"

ماریا نے سوچا اور شہر سے باہر نکل کر ایلورا نامی غار میں آ گئی۔ یہ غار بڑی تاریخی غار تھی۔ پتھروں میں بت تراشے گئے تھے۔ یہاں بھی کسی جگہ اسے عنبر نہ ملا۔ تھک ہار کر رات کو ماریا واپس تاج محل ہوٹل میں آ گئی۔ یہاں اس نے اس کمرے میں رہنا شروع کر دیا۔ رات کو وہ واپس کمرے میں آ کر سو جاتی اور دن کو عنبر کو تلاش کرتی پھرتی۔ بہت بڑا شہر تھا۔ پھر بھی ماریا نے اسی جگہ رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ عنبر جہاں کہیں بھی ہے وہ واپس اسی ہوٹل میں آئے گا۔

اب ذرا عنبر کا بھی حال سنیں۔

جونہی اسے پتہ چلا کہ ناگ ایلورا نامی غار کے اندر سانپ کے روپ میں

بے ہوش پڑا ہے۔ اور وہ انگوٹھی بھی پاس ہی ہے جس کے نگینے میں ناگ قابو ہے تو وہ ناگ پور کے ہوٹل میں ماریا کے نام خط لکھ کر سیدھا بمبئی آ گیا۔ ایلورا غار میں آیا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے ساری غار کا ایک ایک کونہ چھان مارا مگر وہاں اسے کہیں ناگ یا انگوٹھی کے نگینے کا سراغ نہ ملا۔

عنبر پریشان ہو کر ادھر اُدھر غار میں چل پھر رہا تھا کہ اچانک اس کے پاؤں تلے سے پتھر کھسکا اور وہ دھڑام سے نیچے کسی اندھیرے کنوئیں میں گر پڑا۔ کنوئیں میں ایک عجیب قسم کی گیس نکلنا شروع ہو گئی۔ اس گیس کی وجہ سے عنبر بے ہوش ہو گیا۔ اتنے میں دو آدمی چہروں پر گیس کے نقاب پہنے آئے اور انہوں نے عنبر کی مشکیں کس کر اسے کنوئیں کے ایک خفیہ دروازے سے باہر نکال کر لے گئے۔

اصل میں یہ لوگ بردہ فروش تھے۔ ان کا کام یہ تھا کہ ہندوستان کے مختلف شہروں سے نوجوانوں کو اغوا کر کے باہر مصر کے ملک میں لے جا کر فروخت کر دیتے تھے۔ مصر میں ایک بہت بڑا بند بن رہا تھا جہاں مزدوروں کی بڑی مانگ تھی۔ وہاں کا ٹھیکے دار ایسے خریدے ہوئے غلاموں کے پاؤں میں زنجیریں ڈال کر ان سے کام لیتا تھا اور بہت ظلم کرتا تھا۔

راتوں رات یہ لوگ عنبر اور چند ایک دوسرے بے ہوش نوجوانوں کو ایک بڑے سے بکس میں بند کر کے ہوائی جہاز کے ذریعے مصر لے گئے۔

اور قاہرہ کے شہر سے ایک ہزار میل دور لے جا کر ایک ویران ریگستان میں ایک جھونپڑے کے پاس کنوئیں کے اندر ڈال کر اوپر پہرہ لگا دیا۔ عنبر کو ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو کنوئیں کے اندر ہی پایا۔ مگر یہ کنواں خشک تھا اور اس میں ریت ہی ریت تھی۔

اس کے ساتھی دو نوجوانوں کو بھی ہوش آ گیا۔

دوپہر کو اوپر سے رسی کے ذریعے انہیں کھانا دیا گیا جو صرف چھ سات خشک باسی روٹیاں تھیں، ساتھ ایک لوٹا پانی کا تھا اور بس۔ عنبر کو سارا حال معلوم ہو گیا کہ اسے بمبئی کے غار سے اغوا کر کے یہاں ملک مصر میں لایا گیا ہے اور یہاں ایک خرکار ان سے بیگار لے گا۔ عنبر اس خیال سے پریشان ہوا کہ ماریا اسے تاج محل ہوٹل میں تلاش کر رہی ہو گی۔ دو روز اسے کنوئیں میں رکھا گیا۔ تیسرے روز ان کے پاؤں میں زنجیریں ڈال دی گئیں اور کنوئیں سے باہر نکال کر مٹی کھودنے پر لگا دیا۔

خرکار بڑا ظالم انسان تھا اور ایک آنکھ سے کانا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ ماریا بھی رائل ہوٹل میں نہیں اور ناگ بھی ایلورا غار سے غائب تھا۔ بہتر یہی ہے کہ وہ کچھ روز اسی جگہ کام کرے۔ جو خدا کو منظور ہو گا ہو جائے گا۔ شاید اسی جگہ ناگ سے ملنے کی کوئی راہ نکل آئے۔ عنبر نے خرکاروں کی نگرانی میں بند پر کام کرنا شروع کر دیا۔

اب ناگ کا حال بھی سنیے۔

بیرا مر گیا تھا۔ اس کے ہاتھ سے انگوٹھی چھوٹ کر دور جا پڑی تھی۔

ناگ سانپ کے روپ میں کونے میں بے ہوش پڑا تھا۔ یہ ایک مشہور تاریخی غار تھی جس کو دیکھنے کے لئے لوگ دوسرے ملکوں سے بھی بمبئی آیا کرتے تھے۔ سیاح یہاں آکر دیواروں میں تراشے ہوئے بت دیکھتے۔ ان کی تصویریں اتارتے اور یادگار بنا کر ساتھ لے جاتے۔

اتفاق سے ایک جنگی بحری جہاز بمبئی کی بندرگاہ میں آکر لگا تھا۔ یہ ایک فرانیسی جہاز تھا جو انگریزوں کے ساتھ مل کر جرمنوں کے خلاف جنگ لڑ رہا تھا اور صرف دو روز کے لئے تیل لینے کے لئے بمبئی کی بندرگاہ پر آکر رک گیا تھا۔ اس جہاز کے کپتان کی بیوی گارشیا تھی جس کی عمر چالیس سال کے قریب ہوگی۔ بڑی باوقار خاتون تھی۔ سر کے بال سنہری تھے اور آنکھیں نیلی تھیں۔ وہ اپنے بوڑھے ملازم کے ساتھ غار کی سیر کرتی پھر رہی تھی کہ اتفاق سے غار کے اس حصے میں آگئی جہاں فرش پر سپیرے کی لاش پڑی تھی۔

لاش اب ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکی تھی۔ گارشیا نے لاش کا ڈھانچہ دیکھا تو ڈر کر پرے ہٹ گئی۔

"یہ کس کا ڈھانچہ ہے؟"

نوکر نے کہا۔

"مادام! معلوم ہوتا ہے کئی سال پہلے یہاں کوئی حادثہ ہوا ہوگا جس میں یہ شخص مارا گیا۔ اس کی لاش اسی جگہ پڑے پڑے ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئی۔"

"یہاں سے نکل چلو پیری؟"

پیری بوڑھے نوکر کا نام تھا۔ وہ وہاں سے پلٹنے ہی والے تھے کہ گارشیا کی نظر فرش پر گری ہوئی انگوٹھی پر پڑ گئی۔ اس کا سرخ نگینہ چمک رہا تھا۔

"یہ تو کوئی قیمتی پتھر معلوم ہوتا ہے۔"

گارشیا نے جھک کر انگوٹھی اٹھالی۔ نگینے کو غور سے دیکھ کر کہا۔

"تاریخی انگوٹھی معلوم ہوتی ہے۔ میں اسے پہنوں گی۔"

بوڑھے ملازم پیری نے کہا۔

"مادام! میری مانیں تو اس انگوٹھی کو اسی جگہ پھینک دیں۔ میں نے سن رکھا ہے کہ ہندوستان میں جادو ٹونا بڑا عام ہے۔ ایسی جگہوں پر اکثر آسیب رہا کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس انگوٹھی پر بھی کسی نے جادو کر رکھا ہو اور آپ کسی مصیبت میں پھنس جائیں۔"

گارشیا بڑی روشن خیال خاتون تھی اور پڑھی لکھی تھی۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"پیری! میں جادو ٹونے کو نہیں مانتی۔ یہ ایک خوبصورت انگوٹھی ہے اور اس کا مالک کوئی نہیں۔ پس میں اسے ضرور پہنوں گی اور پیرس جا کر اپنی سہیلیوں کو بڑی شان سے دکھاؤں گی۔ میری کسی سہیلی کے پاس ایسی خوبصورت انگوٹھی نہیں ہوگی۔"

ہی دشمن کی بمباری سے تباہ ہو جائے۔ رات گہری ہو چکی تھی۔ کپتان ابھی ابھی کنٹرول روم سے نکل کر ڈیک کے جنگلے کے ساتھ لگا پائپ پی رہا تھا اور اپنی تجربہ کار نظروں سے سمندر میں دور آسمان پر نظر آنے والے "سیاہ دھبے" کو تک رہا تھا۔ یہ دھبہ کیا ہو سکتا ہے؟

اس کی بیوی مادام گارشیا اپنے بیڈ روم میں آرام سے سو رہی تھی۔ انگوٹھی اس کی انگلی میں تھی۔ اچانک ایک ہلکی سی سیٹی کی آواز اس کے کانوں میں آئی۔ وہ پریشان ہو کر اٹھ بیٹھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر اندھیرے میں دیکھنا شروع کیا۔ بیڈ روم میں صرف کونے والا دھیما بلب جل رہا تھا جس کی بہت ہلکی ہلکی روشنی بیڈ روم میں پھیلی ہوئی تھی۔ اچانک مادام کی رگوں میں خون خوف سے جم گیا۔

کیا دیکھتی ہے کہ ایک لاش اس کی طرف الماری کے پیچھے سے نکل کر بڑھ رہی ہے۔ لاش کسی سیاہ آدمی کی ہے۔ گردن ایک طرف کو ڈھلکی ہوئی ہے اور منہ سے خون بہہ رہا ہے۔ لاش نے دونوں ہاتھ آگے کو پھیلا رکھے ہیں اور وہ مسلسل مادام کو گھورے جا رہی ہے۔ پھر اسے ایسی آواز آئی جیسے کسی کا گلا غرغر کر رہا ہو۔

"واپس دے دو۔ واپس دے دو۔"

مادام کے منہ سے ایک بلند چیخ نکل گئی۔

باہر جنگلے کے ساتھ لگ کر کھڑے کپتان نے مادام کی چیخ کی آواز سنی تو گھبراہٹ میں اس کے ہاتھ سے پائپ چھوٹ کر سمندر میں گر گیا۔

وہ بڑی تیزی سے بھاگتا ہوا کیبن میں آیا اور دیکھا کہ مادام بستر پر بے ہوش پڑی ہے۔ اس نے منہ پر پانی کا چھینٹا مارا۔ مادام کو ہوش آیا تو اس کے کپتان خاوند نے پوچھا۔

"کیا بات تھی گارشیا؟ کیا تم خواب میں ڈر گئی تھیں؟"

مادام گارشیا پھٹی پھٹی آنکھوں سے کیبن میں رکھی الماری کی طرف گھور رہی تھیں۔

"وہ۔۔ وہ۔۔ لاش۔"

"لاش؟" کپتان نے جھک کر پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو گارشیا؟ کس کی لاش؟ کہاں ہے لاش؟"

مادام کو کافی پلائی گئی۔ جب اس کے حواس درست ہوئے تو اس نے اپنے خاوند کو بتایا۔

"اس الماری کے پیچھے سے ایک لاش میری طرف بڑھ رہی تھی۔ کسی ہندوستانی سپیرے کی لاش لگتی تھی۔ اس کی گردن ایک طرف کو جھکی ہوئی تھی اور منہ سے خون بہہ رہا تھا۔"

"ہا ہا ہا!" کپتان ہنسا۔ "تم نے ضرور خواب دیکھا ہے۔"

"نہیں نہیں۔ وہ لاش تھی۔ زندہ لاش تھی۔ وہ مجھے گھور رہی تھی۔ میری طرف اشارہ کر کے بڑھ رہی تھی۔"

"پہلی بات تو یہ ہے گارشیا کہ لاش کبھی زندہ نہیں ہوتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس جہاز پر آج تک کبھی کوئی لاش سوار نہیں ہوئی۔ دیکھ لو۔ اب بھی جاکر دیکھ لو۔ اس کیبن میں لاش کہاں ہے؟ کہیں بھی نہیں ہے؟"

مادام گارشیاء بار بار یہی کہتی رہی کہ اس نے اپنی آنکھوں سے لاش دیکھی ہے اس کا خاوند کپتان اپنی بیوی کو پھر سے بستر پر بیٹا کر گول کھڑکیوں پر پردے ڈال کر بتی جلا کر باہر نکل گیا۔

اس کی سب سے بڑی پریشانی وہ سیاہ دھبہ تھا جو سمندر میں دکھائی دے رہا تھا۔ کپتان نے دوربین نکال کر اس دھبے کو دوبارہ دیکھنے کی کوشش کی۔ اب وہ دھبہ نظر نہیں آرہا تھا۔

"کہاں چلا گیا وہ دھبہ؟"

کپتان نے نیچے اپریشن روم میں فون پر حکم دیا۔

"راڈار کو چیک کرو۔ ہمارے اردگرد کوئی دشمن کی آبدوز تو نہیں ہے؟"

انجینیروں نے اردگرد سمندر میں چیکنگ شروع کر دی۔ انہیں کسی بھی جگہ دشمن کی آبدوز کہیں نہیں ہے۔ سمندر خالی ہے۔"

"او کے۔ ہوشیار ضرور رہنا۔"

"یس سر۔"

رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ آسمان پر ہلکے بادل جمع ہو گئے تھے۔

ور سمندر پر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا تھا۔ نہر سویز وہاں سے کافی دور ۔ کپتان دوربین آنکھوں سے لگائے یونہی عادت کے مطابق سمندر میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ کہیں کوئی دشمن کا جہاز تو نہیں آرہا۔ بحیرہ روم اور بحیرہ عرب میں دو روز پہلے ایک جرمن جہاز نے پار کی تھی۔ سمندر پرسکون تھا۔ کپتان بڑا مطمئن ہو گیا کہ ہر طرف سکون ہے۔ اور اس کا جہاز سلامتی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف بڑھا جا رہا ہے۔ مگر ایسا نہیں تھا۔ جہاز کی زندگی بس چند منٹوں کی رہ گئی تھی۔

ایک خوفناک طاقت والا تارپیڈو بم سمندر کے نیچے ہی نیچے اس جنگی جہاز کی طرف بڑھ رہا تھا۔

صحرا میں موت

۵

کپتان نے جو سیاہ دھبہ دیکھا وہ جرمن آبدوز تھی۔

راڈار کی سکرین پر جرمن آبدوز اس لیئے دکھائی نہیں دی تھی ک
انہوں نے آبدوز کے سارے انجن بند کر کے اسے سمندر کی تہہ کے
ساتھ لگا دیا تھا جس کی وجہ سے اس کے سگنل راڈار پر دکھائی نہیں دے
رہے تھے۔ اور انجینئر دھوکہ کھا گئے تھے۔ اس کے بعد جرمن آبدوز نے
سمندر کی تہہ سے تھوڑا سا اوپر اٹھ کر فرانسیسی جنگی جہاز کے پیندے کا نشا
لیا اور ایک طاقت ور تارپیڈو چھوڑ دیا۔ اس کے ایک منٹ بعد دوسرا
تارپیڈو بھی چھوڑ دیا گیا۔

دونوں تارپیڈو اس حساب سے چھوڑے گئے تھے کہ جب جہا
سمندر میں بہتا ہوا ایک خاص مقام پر آئے تو دونوں تارپیڈو باری با
اس کے ساتھ ٹکرا کر اسے تباہ کر دیں۔ یہ تارپیڈو بم نیلے پانیوں
نیچے ہی نیچے آگے بڑھ رہے تھے۔ کپتان جنگلے پر کھڑا چیونگ گم چبا
رہا تھا۔ اسے کوئی خبر نہ تھی کہ تھوڑی دیر بعد اس کے جہاز پر تباہی

-۶-

و پھر ایسا ہی ہوا۔ اچانک کپتان کی نظر سمندر کی سطح پر گئی تو
ے ایک سفید ۔ ہلکی سفید سی لکیر کو اپنے جہاز کی طرف بڑھتے دیکھا۔
ے پیچھے ایک اور لکیر آگے بڑھ رہی تھی۔ کپتان کے ماتھے پر خوف
پسینہ آگیا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ جہاز کی موت چلی آ رہی ہے۔ اس نے
ا کر چیخ کر کہا۔

"جہاز کا رخ موڑ دو۔ دائیں جانب۔"

ں کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ کپتان نے اچانک جہاز کو دائیں جانب
ا حکم کیوں دے دیا ہے۔! کیونکہ جہاز کو اچانک موڑنا بڑی مشکل
ی ہے اور جہاز کے ایک طرف کو جھک کر غرق ہو جانے کا خطرہ
ہے اور یہ تو بہت بڑا جنگی جہاز تھا۔ کپتان کی بلند دھاڑ ایک بار
ئی دی۔

"جہاز کو موڑ دو۔ جلدی، جلدی۔"

ں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور جہاز کا رخ موڑنے کے
شین کے سنہری ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ ایک ایسی آواز آئی
کوئی آتش فشاں پہاڑ پھٹ پڑا ہو۔ انجینئروں کی آنکھوں میں ایک
ی چمک گئی اور وہ انجن روم میں گرتے ہی مر گئے۔ دھماکے کی
نے ان کے دماغ پاش پاش کر دیئے تھے۔
ارپیڈو بم جہاز سے ٹکرا گیا تھا۔

جہاز کے آدھے حصے میں آگ لگ چکی تھی۔ ایک منٹ بعد دوسرا تارپیڈو بم جہاز سے آن ٹکرایا اور رہی سہی کسر اس نے پوری کر دی۔ جہاز ڈوبنے لگا۔ کشتیاں سمندر میں پھینک دی گئی تھیں۔ کچھ ملاح اس پر سوار ہو کر لہروں سے مقابلہ کر رہے۔ جس وقت پہلا تارپیڈو پھٹا تو کپتان اچھل کر فضا میں بلند ہوا اور پھر اتنی زور سے جنگلے کی سلاخوں کے ساتھ ٹکرایا کہ اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

دوسری طرف کیبن میں سوئی ہوئی مادام گارشیا کو یوں لگا۔ جیسے کوئی آتش فشاں پہاڑ پھٹ گیا ہے۔ وہ ایک جھٹکے کے ساتھ بستر سمیت اچھل کر کیبن سے باہر آگئی اور سیدھی سمندر میں جا گری۔ اس کا بستر فوم کا تھا یعنی کھوکھلے ربڑ کا جس کی وجہ سے وہ کچھ دیر سمندر کی لہروں پر تیرتی رہی۔ پھر اسے کسی نے کشتی میں کھینچ لیا۔

اس کشتی میں چار ملاح سوار تھے۔

مادام گارشیا کو جب خبر ملی کہ اس کا خاوند اور جہاز کے تقریباً سبھی ملاح ہلاک ہوگئے ہیں تو وہ بے ہوش ہو گئی۔ سمندر میں اندھیرا تھا۔ بے چارے ملاحوں نے مادام کو ہوش میں لانے کی بہت کوشش کی۔ آخر انہوں نے اسے بے ہوش ہی رہنے دیا اور خود کشتی کو چلاتے ہوئے ڈوبتے جہاز سے دور ـــ بہت دور لے گئے۔

اب ان ملاحوں کی بدقسمتی دیکھیں کہ ٹھیک اس وقت جرمن آبدوز نے اندھیرے میں سمندر میں سے سر باہر نکالا اور اس کے عرشے پر

لگی ہوئی مشین گن پر آکر ایک جرمن سپاہی نے ان ملاحوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ چاروں ملاح سمندر پر جھکے ہوئے تھے۔ گولیاں ان کے جسموں میں سے گزر گئیں اور وہ سمندر میں ایسے گرے کہ پھر نہ ابھرے۔ مادام گارشیا بے ہوش ہو کر کشتی میں پڑی تھی۔ اگر وہ بیٹھی ہوتی تو اس کی بھی خیر نہیں۔

کشتی مادام کو لے کر سمندر میں رات کے اندھیرے میں اپنے آپ ہی چلی جا رہی تھی۔ رات گزر گئی۔ دن چڑھا تو دھوپ کی وجہ سے مادام گارشیا کو ہوش آگیا۔ اٹھ کر اس نے دیکھا کہ کشتی میں وہ اکیلی ہے۔ چاروں ملاح غائب ہیں۔ اس نے کشتی میں خون کے دھبے دیکھے۔ وہ سمجھ گئی کہ شاید دشمن نے ان پر فائرنگ کی ہو گی۔

اس کے اردگرد چاروں طرف گہرا نیلا سمندر تھا اور کشتی اپنے آپ سمندر کی لہروں کے ساتھ ہی چلی جا رہی تھی۔ مادام کو کچھ خبر نہیں تھی کہ وہ کدھر جا رہی ہے اور اس کا انجام کیا ہو گا۔ اس نے کشتی میں دیکھا۔ بڑے جنگی جہازوں کی کشتی میں ایک کٹ ضرور رکھی ہوئی ہے جس میں کم از کم سات آدمیوں کے لیے دس دن کا راشن رہتا ہے۔ اور پانی کی ایک چھاگل بھی ہوتی ہے۔

یہ دیکھ کر مادام کو تسلی ہوئی کہ کشتی میں راشن کی کٹ موجود ہے۔ اس میں بسکٹ، خشک میوے، ڈبل روٹی کے ٹکڑے، خشک گوشت وغیرہ موجود تھا۔ پانی کی چھاگل بھی قریب ہی پڑی تھی۔ مادام

نے سب سے پہلے پانی پیا اور پھر کشتی میں لیٹ گئی۔ دھوپ بڑی تیز تھی۔ اس نے دھوپ سے بچنے کے لیے ایک چھوٹی سی ترپال اٹھا کر اسے کشتی کے آدھے حصے پر ڈال دیا اور پھر اس کے نیچے سائے میں پڑ کر لیٹ گئی۔

اسے اپنے خاوند کے مرجانے کا بے حد دکھ تھا۔ اس کا سب کچھ ہی تباہ ہوگیا تھا۔ اب وہ یہی چاہتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح سے پیرس پہنچ جائے تاکہ باقی زندگی وہیں اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ مل کر بسر کرے۔ پھر اسے خیال آیا کہ اسکندریہ کی بندرگاہ پر اس کا بھائی بھی ضرور آئے گا۔ اسے تو معلوم ہوگیا ہوگا کہ جنگی جہاز غرق ہوگیا ہے۔ مادام گارشیا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

وہ دیر تک روتی رہی۔

اس کی نظر اپنی انگلی میں پڑی ہوئی انگوٹھی پر پڑ گئی۔ کہیں یہ سب نحوست اس کی وجہ سے تو نہیں آئی؟ مادام نے سوچا۔ وہ انگوٹھی سمندر میں پھینکنے ہی والی تھی کہ پھر کچھ سوچ کر وہ رک گئی اور اپنے خاوند کو یاد کر کے آنسو بہانے لگی۔

شام کو اس نے تھوڑا سا گوشت کھایا۔ دو ٹکڑے ڈبل روٹی کے کھائے اور تھوڑا سا پانی پی کر لیٹ گئی۔ اسے نیند آ گئی۔ وہ سوتی رہی اور کشتی سمندر میں بہتی چلی گئی۔ شام سے رات ہوگئی۔ سمندر میں اندھیرا پھیل گیا۔ آسمان پر ستارے نکل آئے۔ رات گہری ہوگئی۔

اچانک مادام کی آنکھ کھل گئی۔ اس کے کانوں میں وہی تیز سیٹی کی آواز گونجی تھی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھی ایک دم سے اس کی چیخ نکل گئی۔

اس نے دیکھا کہ اس کی کشتی کے ساتھ ساتھ وہی لاش آگے کو بڑھ رہی ہے۔ وہ دونوں ہاتھ پھیلائے کھڑی ہے۔ منہ سے خون بہہ رہا ہے۔ گردن ڈھلکی ہوئی ہے اور غراہٹ کے ساتھ تھوڑی تھوڑی دیر بعد ایک آواز سنائی دیتی ہے۔

"واپس ۔ واپس ۔ کھا جاؤں گا۔

لاش کشتی کی طرف بڑھ رہی تھی۔

مادام چیخ مار کر بے ہوش ہوگئی۔

پھر جب اسے ہوش آیا تو کشتی ہمساحل کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ راتوں رات کشتی ساحل کے ساتھ لگ چکی تھی۔ یہ علاقہ ریتلا تھا۔ مادام نے دیکھا کہ سامنے ریت ہی ریت ہے۔ شاید یمن کا جنوبی کنارہ تھا۔ کیونکہ اگر افریقہ کا جنوبی ساحل ہوتا تو اتنا ویران نہ ہوتا۔ وہاں سبزہ ضرور ہوتا ہے۔ مادام نے کشتی کو ساحل کی ریت پر کھینچ لیا۔ سورج نکل رہا تھا۔ ہلکی ہلکی دھوپ میں صحرا کی ریت چمک رہی تھی۔ جنگ کے دن ہونے کی وجہ سے مادام گارشیا کو امید تھی کہ کوئی نہ کوئی فرانسیسی یا برطانوی ہوائی جہاز اوپر سے ضرور گزرے گا اور وہ اسے مدد کے لیے بلا سکے گی۔ مگر کیسے حالات اس کا انتظار کر رہے ہیں؟ یہ اسے خبر نہیں تھی۔

دوپہر کو جب سورج آسمان کے بیچ میں آگیا تو بڑی سخت گرمی پڑنے لگی۔ سمندر کی طرف سے بھی بھاپ کی طرح کی گرم ہوا آنا شروع ہوگئی تھی۔ مادام کشتی میں جاکر ترپال کے نیچے بیٹھ گئی یہاں سائے میں کچھ ٹھنڈک تھی۔ اسی طرح مادام کو یہاں کشتی میں رہتے ہوئے چار روز گزر گئے۔ یہاں تھوڑا بہت کھا پی کر وہ کشتی میں ہی پڑی رہتی اور اپنی قسمت پر آنسو بہاتی رہتی۔

اس عرصے میں ایک بھی ہوائی جہاز اس کے اوپر سے نہیں گزرا تھا۔ خدا جانے یہ صحرا کا کونسا علاقہ تھا کہ کبھی کوئی پرندہ بھی اڑ کر ادھر نہیں آیا تھا۔ جب ہفتہ گزر گیا تو مادام تنگ آگئی۔ اسی رات اس نے ایک بار پھر لاش کو دیکھا کہ صحرا کی ریت پر کھڑی ہے۔ دونوں ہاتھ مادام کی طرف پھیلا رکھے ہیں اور اسے اپنی طرف بلا رہی ہے۔ وہ چیخ مار کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

لاش غائب ہو چکی تھی۔

ساری رات مادام نے جاگ کر گزار دی۔ اب مادام وہاں سے کسی طرف کو نکل جانا چاہتی تھی۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ کشتی کو سمندر میں ڈال کر ایک طرف نکل جائے۔ اس صحرا میں مرنے سے تو سمندر میں سفر کرنا زیادہ بہتر ہے پھر اسے خیال آیا کہ اس کے پاس صرف چار دن کی خوراک باقی رہ گئی ہے اور پانی تو بڑی مشکل سے دو روز تک چلے گا۔ اس اعتبار سے سمندر کا سفر ٹھیک نہیں تھا۔ صحرا میں چلتے چلتے ہو سکتا

ہے کہ وہ کسی نخلستان میں پہنچ جائے۔

اس امید کے ساتھ مادام گھرشیا نے ہمت سے کام لیا۔ کٹ اٹھا کر اسے پشت پر باندھا اور سمندر کے کنارے کنارے شمال کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ دوپہر تک وہ آرام آرام سے سفر کرتی رہی۔ ریت پر ویسے بھی زیادہ تیز نہیں چلا جاتا۔ اس کی کشتی بہت پیچھے رہ گئی تھی۔ اب وہ اسے نظر نہیں آتی تھی۔ سمندر کا کنارہ یہاں بھی ویسا ہی تھا۔ آگے اسے دور تک ریت ہی ریت نظر آرہی تھی۔

رات کو وہ تھک کر ایک جگہ بیٹھ گئی۔ کٹ اتار کر اس نے ریت پر رکھ دی اور چھاگل سے پانی نکال کر پیا۔ کچھ بسکٹ اور خشک گوشت کے ٹکڑے ڈبل روٹی کے ساتھ کھائے اور کٹ کا سرہانہ بنا کر ریت پر سو گئی۔ ابھی اسے سوتے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک پھنکار کی آواز نے اسے جگا دیا۔

کیا دیکھتی ہے کہ ایک صحرائی سانپ پھن اٹھائے اس کی طرف دیکھ رہا ہے مگر آگے نہیں بڑھ رہا۔ مادام نے ایک ہاتھ اوپر اٹھا کر گھما کر اپنے منہ پر رکھا۔ جیسا کہ انسان گھبراہٹ میں کرتا ہے۔ انگوٹھی کے نگینے کا رخ سانپ کی طرف ہو گیا۔ بس پھر کیا تھا۔ سانپ یوں اچھل کر زمین پر گرا جیسے کسی نے اس پر گرم گرم پانی ڈال دیا ہو۔ مادام نے دیکھا کہ وہی سانپ جو ایک منٹ پہلے پھن اٹھائے اسے گھور رہا تھا اب ریت پر تڑپ رہا ہے۔ مادام نے پرے ہو کر اسے

غور سے تکنا شروع کیا۔ سانپ تڑپ تڑپ کر مرگیا۔ مادام کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ سب کچھ کیا ہوا ہے اور کیسے ہوا ہے؟

وہ ریت پر پھر لیٹ گئی۔

رات کے پچھلے پہر پھر لاش نظر آئی۔ مگر اس بار وہ کافی دور صحرا میں کھڑی اسے ہاتھ کے اشارے سے اپنی طرف بلا رہی تھی۔ مادام ڈری ڈری آنکھوں سے اسے دور سے ہی تکتی رہی۔ کچھ دیر تک مادام کو بلانے کے بعد لاش صحرا میں ہی غائب ہوگئی۔ دوسرے دن صبح کی بجائے مادام نے رات کو سفر کرنے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ دن کو بڑی گرمی ہو جاتی تھی۔ رات کو صحرا میں موسم بڑا خوشگوار ہوتا ہے۔

سارا دن مادام نے آرام کیا۔ رات کو اس نے بچا کھچا کھانے کا خشک سامان اٹھایا اور آگے کو روانہ ہوگئی۔ آدھی رات تک وہ سفر کرتی رہی۔ پھر تھک کر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد وہ پھر چل پڑی۔ یوں صبح ہوگئی۔ صبح کو وہ سو گئی۔ سو کر دوپہر کو اٹھی۔ دیکھا کہ چھاگل میں پانی صرف تھوڑا سا ہی رہ گیا ہے۔ اسے بڑی فکر ہوئی کہ پانی ختم ہوگیا تو وہ کیا کرے گی؟

وہ اٹھ کر چھوٹے سے ریت کے ٹیلے کے سائے میں جا رہی تھی کہ اس نے دیکھا کہ ریت پر کسی ٹرک کے پہیوں کے نشان آگے کو جا رہے ہیں۔ وہ چونکی۔ اسے خوشی ہوئی۔ آگے ضرور کوئی آبادی ہوگی۔ پھر اسے خیال آیا کہ یہ ٹرک کسی دشمن کا تو نہیں تھا؟ جو کچھ بھی ہو

وہ مرنے سے دشمن کی جنگی قیدی بن جانا بہتر ہے گی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ رات کو وہ ٹرک کے پہیوں کے نشانوں کے ساتھ آگے بڑھے گی۔ جب رات ہوئی تو اس نے ٹرک کے نشانوں کے ساتھ ساتھ آگے سفر شروع کر دیا۔

ساری رات وہ سفر کرتی رہی۔

دن کی روشنی میں کیا دیکھتی ہے کہ دور کچھ درخت نظر آ رہے ہیں۔ یہ کھجور کے درختوں کے جھنڈ تھے جو ابھی کافی دور تھے۔ مادام کا حلیہ بگڑ گیا تھا۔ لباس پھٹ چکا تھا۔ سر کے بالوں میں ریت بھری تھی اور چہرہ دھوپ اور سفر کی وجہ سے گہرا سانولا ہو کر خشک ہوگیا تھا۔ کھجوروں کے جھنڈ کو دیکھ کر اس کے جسم میں امید اور خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ موت سے بچ گئی تھی۔

کھجوروں کے جھنڈ میں اسے ہلکی ہلکی سی ایک عمارت کی جھلک بھی نظر آنے لگی تھی۔ اس نے سوچا کہ اسے آرام کرنے کی بجائے سفر کرتے رہنا چاہیے تاکہ جلد سے جلد کھجوروں کے جھنڈوں میں پہنچ جائے اور پناہ حاصل کرے۔ مگر وہ بے حد تھک چکی تھی۔ اس کی ٹانگیں چل چل کر تھکن سے چور ہو رہی تھیں۔

"میرا خیال ہے کچھ دیر آرام کرنا چاہیے۔"

مادام نے چھاگل میں سے پانی کے آخری چند گھونٹ پیئے۔ کچھ بسکٹ کھائے اور ریت کے ٹیلے سے ٹیک لگا کر سونے کی

کوشش کرنے لگی۔ اچانک کسی شے کی کھوں کھوں کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ چونکی۔

یہ کیسی آواز ہے؟ اس نے سوچا بہت جلد اسے احساس ہو گیا کہ یہ کسی ٹرک کی آواز ہے۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور جدھر سے آواز آ رہی تھی ادھر دیکھنے لگی۔ پیچھے سے ایک ٹرک اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ اصل میں ایسی جگہ کھڑی تھی جو صحرا میں آنے جانے کے لیے ایک راستہ تھا۔

ٹرک جب قریب آیا تو اس کی جان ہی نکل گئی۔

کیونکہ ٹرک پر جرمن نشان بنا تھا۔ گویا یہ ٹرک جرمنوں کا تھا۔ وہ اب دشمنوں کی قید میں جانے والی تھی۔ ٹرک میں دو فوجی بیٹھے تھے۔ انہوں نے بھی اس عورت کو دیکھ لیا تھا۔ شکل صورت سے وہ صاف یورپ کی عورت معلوم ہو رہی تھی۔ ٹرک اس کے قریب آ کر رک گیا۔ اس میں سے دونوں فوجی باہر نکل آئے۔ انہوں نے پستول نکال لیے تھے۔

"کون ہو تم؟" ایک جرمن نے اپنی زبان میں پوچھا۔

مادام نے فرانسیسی زبان میں کہا۔

"میں مادام گارشیا ہوں۔ جنگی جہاز پیرس کے کپتان کی بیوی۔ ہمارا جہاز غرق ہو گیا تھا میں بڑی مشکل سے جان بچا کر یہاں تک پہنچی ہوں۔"

یہ مادام نے بڑی غلطی کی تھی کہ اپنے بارے میں صاف صاف سب کچھ بتا دیا تھا۔ جرمن بڑے خوش ہوئے کہ ایک بہت بڑے فرانسیسی جنگی جہاز کے کپتان کی بیوی ہاتھ لگی۔ اس سے وہ بہت سی معلومات حاصل کر سکتے تھے۔ انہوں نے مادام کو گرفتار کر لیا۔ اس کے ہاتھ پیچھے باندھ کر ٹرک میں ڈال لیا اور آگے چل پڑے جہاں مادام کو کھجور کے درختوں کے جھنڈ دکھائی دیتے تھے وہاں جرمن فوجوں کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ یہ سارا علاقہ جرمنوں کے قبضے میں تھا اور وہ یہاں سے آگے ایک بہت بڑے حملے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

مادام گارشیا کو ہیڈ کوارٹر کی پرانی سی عمارت کے قید خانے میں بند کر دیا گیا۔

یہ عمارت ایک کھنڈر سا تھا۔ جرمن فوجی چاروں طرف پہرہ دے رہے تھے۔ مادام کو نیا لباس دے دیا گیا۔ اس نے نہا کر نیا لباس پہنا۔ اسے کھانے کو شوربہ اور ڈبل روٹی دی گئی۔ شام کو جرمن کمانڈروں نے اس سے پوچھ گچھ شروع کر دی۔

"تمہارا خاوند جہاز لے کر کس طرف جا رہا تھا؟"

مادام نے کہا۔

"مجھے اس نے کبھی نہیں بتایا تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔"

"تم جھوٹ بولتی ہو۔ اس نے ضرور تم سے بات کی ہوگی۔ بتاؤ گی نہیں تو ہم سختی کریں گے۔"

مادام نے کہا۔

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میرا خاوند جہاز لے کر کس طرف جا رہا تھا۔ ہاں اتنا یاد ہے کہ وہ اٹلی کی کسی بندرگاہ کا نام لیتا تھا کہ وہاں وہ حملہ کرنے کا پلان بنا رہا ہے۔"

"اس بندرگاہ کا نام کیا تھا؟"

"یہ مجھے نہیں معلوم۔"

ایک جرمن فوجی نے مادام کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ مادام کے آنسو نکل آئے۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ جرمن سپاہی عورت کا احترام نہیں کرتے۔ میں ایک اعلےٰ خاندان کی عورت ہوں اور میرا خاوند ایک بہت بڑے جنگی جہاز کا کپتان تھا۔ تمہیں مجھ سے تہذیب سے پیش آنا چاہیئے۔"

اسی جرمن سپاہی نے مادام کو ٹھڈا مار کر کہا۔

"تم ایک دشمن عورت ہو اور ہماری قیدی ہو۔ بتاؤ تمہارا خاوند کس بندرگاہ کی طرف جہاز لے جا رہا تھا؟"

مادام نے یونہی جان بچانے کے لئے کہہ دیا:

"سائرنیکا کی طرف۔"

"جھوٹ بکتی ہو۔"

"تو پھر میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں؟"

"تم صرف سچ سچ بتاؤ۔ اگر ایسا نہیں کرو گی تو ہمارے پاس سچ اگلوانے کے بڑے طریقے ہیں۔"

"مجھے جو کچھ معلوم تھا میں نے بتا دیا ہے۔ اب تمہاری مرضی ہے چاہے جو سلوک کرو۔"

رمن کمانڈر نے مادام گارشیا کی طرف گھور کر دیکھا۔ پھر اٹھ کر اس نے مادام گارشیا کے منہ پر طمانچے مارنے شروع کر دیئے۔ مادام کی چیخیں کل گئیں۔

"اپنے خاوند کے جنگی جہاز کے بارے میں ہمیں وہ سب کچھ بتاؤ جو تمہیں معلوم ہے اور جو تم ہم سے چھپا رہی ہو۔"

م نے روتے ہوئے کہا۔

"مجھے کچھ معلوم نہیں۔ جو کچھ معلوم تھا میں نے آپ لوگوں کو بتا دیا ہے۔"

ن کمانڈر نے حکم دیا۔

"اس کو تہہ خانے میں پھینک دو۔ بہت جلد اس کا دماغ درست ہو جائے گا۔"

م کو جرمن سپاہی لے گئے اور انہوں نے اسے ایک تہہ خانے میں ے دیا۔ یہ ایک تنگ سا گڑھا تھا جس کے اوپر لوہے کا پنجرہ ڈال یا تھا۔ مادام رونے لگی اور اس وقت کو کوسنے لگی جب اس نے بارے میں صاف صاف بتا دیا تھا۔ دوپہر کو اسے کھانے کو کچھ

نہ دیا گیا۔

تھوڑی دیر بعد دو جرمن سپاہی آئے۔ اوپر جنگلے پر سے انہوں نے ایک لمبا سبز رنگ کا سانپ نیچے تہہ خانے میں پھینک دیا۔ اصل میں یہ سانپ صرف مادام گارشیا کو ڈرانے کے لئے پھینکا گیا تھا اور اس کا زہر نکال دیا گیا تھا۔

مادام گارشیا نے سانپ کو تہہ خانے میں گرتے دیکھا تو اس کی چیخ نکل گئی۔ سانپ بڑا خوف ناک تھا۔ وہ گرتے ہی ریت پر پھن اٹھا کر کھڑا ہو گیا اور مادام کی طرف لال لال زبان نکال کر گھورنے لگا۔

مادام نے خوف زدہ ہو کر ہاتھ اوپر اٹھایا ہی تھا کہ انگوٹھی کا نگینہ سامنے آ گیا۔ سانپ پر نگینے کی روشنی پڑی تو وہ اچھل کر ریت پر گرا اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

اور جنگلے پر کھڑے جرمن سپاہی یہ سارا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے جو سانپ کو تڑپ کر مرتے دیکھا تو بڑے حیران ہوئے کہ یہ کیوں کر ہو گیا؟ انہوں نے دوسرا سانپ لا کر نیچے پھینک دیا۔ اس کے ساتھ بھی وہی ہوا۔ وہ اپنی جگہ سے کوئی ایک فٹ اچھلا اور پھر زمین پر گر کر تڑپا اور ٹھنڈا ہو گیا۔ خود مادام کو بھی ابھی تک نہیں معلوم تھا کہ یہ کیا راز ہے؟

جرمن سپاہیوں نے سارا واقعہ جرمن کمانڈر کو جا کر بتا دیا۔

اس نے کہا۔

"اس عورت کا کھانا پینا بند کر دیا جائے۔"

ساری رات اور دوسرے دن بھی مادام کو کچھ نہ ملا۔ صرف شام کو ایک مٹی کا کٹورہ پانی کا ملا جسے وہ پی گئی۔ پانی پینے سے اسے کچھ ہوش آیا۔ مردہ سانپ اس کے سامنے پڑے تھے۔ بھوک سے اس کا برا حال ہو رہا تھا۔ کوئی اور ہوتا تو مردہ سانپ کھا جاتا مگر مادام ایک اونچے خاندان کی عورت تھی۔ وہ بھوکی مر سکتی تھی مگر اب کرنا خدا کا کیا ہوا کہ جب رات کا اندھیرا پھیلا تو مادام کا پیاس سے برا حال ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ مٹی کے کٹورے میں شاید پانی بچا ہو۔ اس کو دیکھنا چاہیے۔ اس نے کٹورہ اٹھانے کے لئے اندھیرے میں ہاتھ آگے بڑھایا تو اس کا ہاتھ مٹی کے کٹورے سے ٹکرا کر آگے نکل گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی انگوٹھی کا نگینہ بھی کٹورے سے گھس گیا تھا۔

نگینہ گھستے ہی ناگ سانپ کے روپ میں تہہ خانے میں حاضر ہوا۔ اور بولا۔

"کیا حکم ہے میرے آقا؟"

مادام نے جو ایک سیاہ رنگ کا بھیانک سانپ پھن پھیلائے اندھیرے میں اسے گھورتے دیکھا تو اس کی تو جان ہی نکل گئی۔ اس کے علاوہ اسے آواز بھی سنائی دی۔ آواز کسی نوجوان انسان کی تھی۔ وہ خوف سے کانپنے لگی کہ یا خدا یہ کیا راز ہے؟

ناگ نے کہا۔

”میں اس انسان کا خادم ہوں جس کے پاس یہ نگینہ ہے۔
میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟“

اب مادام سب کچھ سمجھ گئی کہ یہ جادو کی انگوٹھی ہے اور اس میں یہ ناگ قید ہے۔ وہ جھٹ بولی۔

”کیا تم مجھے یہاں سے نکال سکتے ہو؟“

سانپ نے کہا۔

”میں تمہیں نکال نہیں سکتا مگر یہاں تم جو کہو کھانے پینے کو لا سکتا ہوں۔“

مادام نے کہا۔

”سب سے پہلے تو مجھے کچھ کھانے کو دو۔ پھر کوئی بات کروں گی۔“

”جو حکم۔“

اتنا کہہ کر سانپ غائب ہوگیا۔ اس کے جاتے ہی تہہ خانے میں ایک خوان آ کر بچھ گیا۔ مادام نے دیکھا کہ اس خوان میں بھنا ہوا مرغا، بھنا ہوا مور، بھنا ہوا تیتر اور پھل رکھے ہیں۔ ٹھنڈے پانی کی ایک صراحی بھی پڑی ہے۔ مادام نے جی بھر کر کھانا کھایا اور پھر انگوٹھی کے نگینے کو ہاتھ سے رگڑ کر کہا۔

”مسٹر سانپ! ذرا سامنے تو آنا۔“

سانپ یعنی ناگ نگینے کے رگڑتے ہی سامنے آگیا۔

”مسٹر! یہ برتن تو واپس لے جاؤ۔“

”فکر نہ کرو۔ یہ ابھی چلے جائیں گے۔“

پ نے ایک پھونک ماری اور برتن غائب ہو گئے۔

”اور کوئی حکم؟“

دام نے کہا۔

”میں یہاں سے کیسے باہر نکل سکتی ہوں؟ مجھے یہ بتاؤ۔“

”میں تمہیں یہاں سے خود نہیں نکال سکتا ہاں ایک سیڑھی لا کر اس تہہ خانے کی دیوار سے لگا سکتا ہوں۔“

”اگر میں باہر گئی تو پکڑی جاؤں گی۔ کیونکہ باہر تو جگہ جگہ جرمن سپاہی پہرہ دے رہے ہیں۔“

اگر تم کہو تو میں پہرے دار کو جا کر ہلاک کر دیتا ہوں۔“ سانپ نے کہا۔

م کہنے لگی۔

”تم کس کس کو ہلاک کرو گے؟“

”جیسے تمہاری مرضی ہو ویسے حکم دو۔ میں بجا لاؤں گا۔“

م نے کہا۔

”اچھا تم ایسا کرو کہ باہر سپاہی پہرہ دے رہا ہے اسے لاک کر دو اور یہاں ایک سیڑھی لا دو۔“

”جو حکم۔“

ب غائب ہو گیا۔ باہر ایک جرمن سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ اس

نے دیکھا کہ ایک سانپ اچانک سامنے آیا اور اس نے بڑی تیزی سے لپک کر اس کی گردن پر ڈس لیا۔ سپاہی کا ایک دم سے گلا خشک ہو گیا اور وہ بول ہی نہ سکا اور زمین پر گر کر مر گیا۔ اس کے ساتھ ہی تہہ خانے کے اندر اپنے آپ سیڑھی لگ گئی۔

مادام سیڑھی پر چڑھ کر اوپر آئی۔ اس نے لوہے کا جنگلہ اوپر اٹھایا اور تہہ خانے سے باہر نکل آئی۔ اس نے دیکھا کہ سانپ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا۔ پہرے دار مرا پڑا تھا۔ اب وہ یہ چاہتی تھی کہ کسی طرح یہاں سے کوئی سواری لے کر بھاگے۔ کیوں کہ صحرا میں پیدل چلنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ سواری بھی کوئی جیپ ہو اور اس میں پٹرول بھی کافی ہو۔

جیپ تو مل جائے۔ پٹرول کا انتظام بھی ہو جائے گا۔

مادام نے دیکھا کہ ذرا فاصلے پر درخت کے نیچے ایک جیپ کھڑی ہے۔ وہ دبے پاؤں چلتی وہاں پہنچی۔ اندھیرا ہونے کی وجہ سے کسی نے اسے نہ دیکھا۔ جیپ کے پاس پہنچ کر مادام زمین پر بیٹھ گئی اور رینگ رینگ کر آگے بڑھنے لگی۔ جیپ کے قریب ہی ایک جرمن سپاہی گہری نیند سو رہا تھا۔ مادام کو معلوم تھا کہ جب جیپ سٹارٹ ہو گی تو اس کا شور بلند ہو گا اور سب کو پتہ چل جائے گا۔ وہ چاہتی تھی کہ شور بھی نہ ہو اور جیپ لے کر وہاں سے بھاگ بھی جائے۔ اس نے انگوٹھی کو رگڑ کر سانپ کو حاضر کیا اور کہا۔

"مسٹر سانپ! کیا تم ایسا کوئی انتظام کر سکتے ہو کہ جیپ یہاں سے چل بھی پڑے اور اس کا شور بھی نہ ہو۔"

سانپ نے کہا۔

"مادام! میں ایک نئی جیپ یہاں حاضر کر سکتا ہوں۔ اس جیپ کو غائب کر سکتا ہوں۔ اگر یہ سٹارٹ نہ ہوتی ہو تو اسے سٹارٹ کر سکتا ہوں۔ مگر اس کا شور بند نہیں کر سکتا۔"

مادام نے سرگوشی میں کہا۔

"تو پھر میں اس جیپ کو یہاں سے کیسے لے کر بھاگوں؟ اس کے شور سے تو سارے لوگ ہوشیار ہو جائیں گے۔"

سانپ نے کہا۔

"یہ تو ہو گا پھر۔"

"آخر تم کس مرض کی دوا ہو؟"

"مادام! میں بعض جگہ مجبور بھی ہوں۔ کیا میں جاؤں؟"

مادام نے کہا۔

"ذرا ٹھہرو۔ اس کم بخت سوتے ہوئے سپاہی کا تو کچھ انتظام کر جاؤ۔ یہ جاگ پڑے گا۔"

"کیا اسے ہلاک کر دوں؟"

"نہیں نہیں۔ خواہ مخواہ کسی کی جان لینا اچھی بات نہیں۔ ایسا کرو کہ اسے بے ہوش کر دو۔"

سانپ نے کہا۔

"ایسا ہی ہوگا"

اور سانپ نے جاکر سوتے ہوتے سپاہی کے منہ پہ ہلکا سا ڈنگ مارا اور سپاہی بے ہوش ہوگیا۔ سانپ غائب ہوگیا۔ مادام جیپ میں بیٹھ گئی۔ اب وہ اسے سٹارٹ کرتے گھبرا رہی تھی کہ جونہی اس نے انجن سٹارٹ کیا سارے لوگ بیدار ہو جائیں گے۔ مگر اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ رات گزرتی جا رہی تھی۔ مادام ہر حالت میں یہاں سے فرار ہونا چاہتی تھی۔ آخر اس نے انجن سٹارٹ کر دیا اور ایک دم سے گیئر لگا کر جیپ کو صحرا میں ایک طرف بھگانا شروع کر دیا۔

جیپ کے شور سے ہیڈ کوارٹر سے نکل کر دو سپاہی باہر آئے۔ انہوں نے جو جیپ کو صحرا کی طرف جاتے دیکھا تو سوچا کہ یہ کون بغیر اجازت کے اس وقت گیا ہے؟ انہوں نے یونہی تہہ خانے کے جنگلے کے قریب جاکر پہرے دار سپاہی کی لاش دیکھی تو ان کا ماتھا ٹھنکا۔ اب جو جھانک کر نیچے تہہ خانے میں ٹارچ کی روشنی میں دیکھا تو قیدی عورت غائب تھی۔ انہوں نے خطرے کی سیٹی بجا دی۔

ہیڈ کوارٹر میں شور مچ گیا۔ اسی وقت ایک ٹرک فرار ہونے والی مادام کے تعاقب میں روانہ کر دیا گیا۔ ٹرک پر مشین گن لگی تھی۔

جونہی جیپ سامنے آئی جرمنوں نے مشین گن سے فائرنگ شروع کر دی۔ تڑاتڑ گولیاں چلنے لگیں۔ کئی گولیاں مادام گارشیا کے سر کے

اوپر سے ہوکر گزر گئیں۔ اس نے جلدی سے انگوٹھی رگڑ کر سانپ کو بلا لیا اور کہا۔

"خدا کے لئے ان لوگوں کا کچھ بندوبست کرو۔ نہیں تو یہ مجھے مار کر ہی دم لیں گے۔"

سانپ نے کہا۔

"میں ان کی چلتی ہوئی مشین گن کو بند نہیں کر سکتا"

"تو پھر کیا کر سکتے ہو تم؟"

"میں مشین گن غائب کر سکتا ہوں"

"تو جلدی کرو۔ کیا سوچ رہے ہو"

ادھر جرمن سپاہی مشین گن چلا رہا تھا۔ ایک دم سے نیچے گر پڑا۔ کیونکہ مشین گن اس کے ہاتھ سے نکل کر غائب ہوگئی تھی۔ دوسرے جرمن سپاہی بھی آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگے کہ مشین گن کدھر چلی گئی؟ انہوں نے سوچا کہ شاید پیچھے کہیں گر پڑی ہے۔

"پستول سے فائرنگ کرو۔ جیپ کو روکنا ہے"

اب پستول سے فائرنگ شروع ہوگئی۔ ناگ نے ان کے پستول بھی غائب کر دیئے۔ جرمن سپاہی گھبرا گئے کہ یہ کیا جادو ہو رہا ہے۔ مگر ٹرک جیپ کے قریب آ رہا تھا۔ مادام نے کہا۔

"ان کے ٹرک کے پہیئے بھی غائب کر دو"

دوسرے ہی لمحے ٹرک کے چاروں پہیئے غائب ہوگئے اور ریت میں

دھنس کر ایک طرف کو الٹ گیا۔ جرمن ریت پر ادھر ادھر گر پڑے۔
جیپ اتنے میں کافی دور نکل گئی تھی۔ سانپ یعنی ناگ اپنا فرض پورا کرنے
کے بعد غائب ہو چکا تھا۔ مادام گارشیا جیپ کو صحرا میں پوری سپیڈ
پر چلا رہی تھی۔ صحرا میں فوجی ٹرکوں نے ایک کچا راستہ بنا دیا تھا
جس پر اس کی جیپ جا رہی تھی۔ مادام کو کچھ خبر نہ تھی کہ یہ راستہ اسے
کہاں لے جائے گا۔ وہ ایک جرمن جیپ پر سوار تھی۔ راستے میں کسی
جگہ بھی پکڑی جا سکتی تھی۔ اس کے باوجود اسے فرار ہونا ہی تھا۔ صحرائی
راستے پر کافی دور سفر کرنے کے بعد اسے دور ایک اونچا چوکور
مینار سا نظر آیا۔ ایک ہیلی کاپٹر اس کے اوپر سے ہو کر گزر گیا۔
شاید وہ کسی کام پر جا رہا تھا۔ مادام کو یہ بھی خطرہ تھا کہ ٹرک
والے جرمن سپاہیوں نے وائرلیس پر آگے اطلاع کر دی ہوگی
اور ہو سکتا ہے کہ آگے جا کر وہ کسی جرمن چوکی پر گرفتار ہو جائے۔
دن کافی نکل آیا تھا اور صحرا میں دھوپ کی وجہ سے گرمی بڑھنے
لگی تھی۔ جوں جوں مادام کی جیپ مینار کے قریب پہنچ رہی تھی مادام
کو فکر ہو رہی تھی کہ خدا جانے وہاں اس کے ساتھ کس قسم کے
حالات پیش آئیں۔ اتنے میں ایک سیاہ رنگ کا چھوٹا سا فوجی جہاز
آسمان پر نمودار ہوا اور سیدھا مادام کی جیپ کے اوپر سے ہو
کر آگے گزر گیا۔ ذرا دور جا کر جہاز نے ایک چکر لگایا اور واپس
دوبارہ مادام کی جیپ کی طرف غوطہ مارا۔

سیاہ ہوائی جہاز میں کون تھا؟
عنبر پر بیگار کیمپ میں کیا گزری؟
ماریا بمبئی سے کس طرف روانہ ہوئی؟
ناگ انگوٹھی کی قید سے کیوں کر آزاد ہوا؟
ان سوالوں کا جواب آپ اسی ناول کی اگلی قسط میں ملے گا۔

A-PDF Image To PDF Demo. Purchase from www.A-PDF.com to remove the watermark

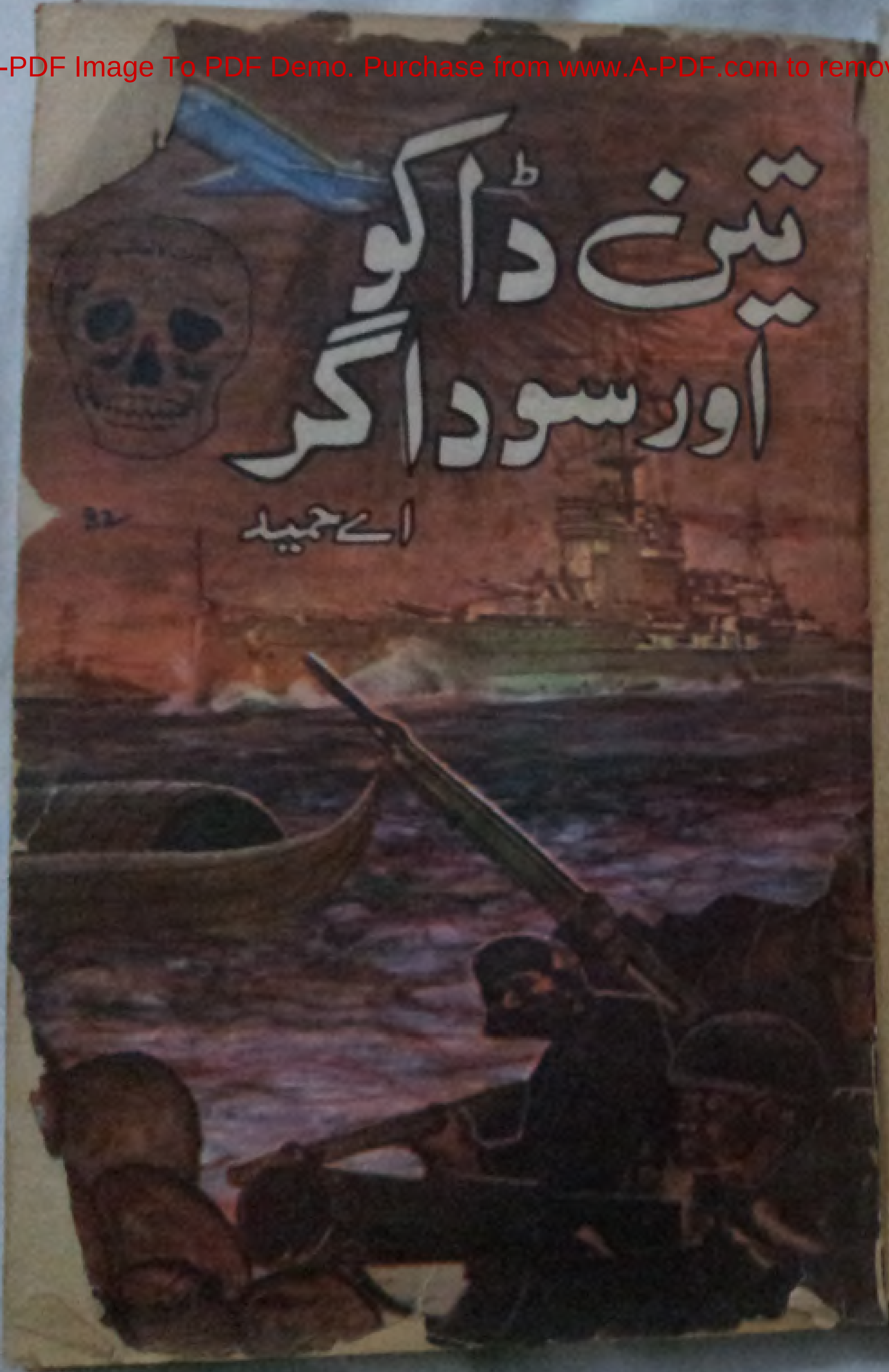

موت کا تعاقب ۸۲
تاریخ کی پُراسرار اور سچی داستان

تین ڈاکو اور سوداگر

اے حمید

شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ، پبلشرز
لاہور ○ حیدر آباد ○ کراچی

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ

طابع: شیخ نیاز احمد،
مطبع: غلام علی پرنٹرز، اشرفیہ پارک، فیروزپور روڈ، لاہور
سے چھپوا کر چوک انارکلی، لاہور سے شائع کیا۔

SH. GHULAM ALI ●
Rs10.00
SONS (PVT) LAHORE

مقام اشاعت:
شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ پبلشرز
ادبی مارکیٹ، چوک انارکلی، لاہور

فہرست

- تین ڈاکو اور سوداگر ۵
- مُردہ سمندر ۲۵
- اندھا کنواں ۴۶
- خطرناک سکیم ۶۵
- آبدوز میں بغاوت ۸۶
- انوکھا سفر ۱۰۵
- اندھیرے میں حملہ ۱۱۷

پیارے بچو!
ناگ ایک انگوٹھی کے نگینے میں قید ہے۔ یہ انگوٹھی مادام گارشیا کے پاس ہے۔ وہ یمن کے صحرا میں جرمنوں کی قید سے فرار ہو کر جیپ پر بھاگی جا رہی ہے کہ ایک جرمن جہاز اُس پر حملہ کرتا ہے۔ مادام گارشیا ناگ کو حاضر کرتی ہے اس کی مدد سے وہ سمندر کے کنارے پہنچتی ہے جہاں اس کی ملاقات ایک مفرور انگریز کمانڈر سے ہوتی ہے۔ راستے میں ایک فرانسیسی ہوا باز پیراشوٹ کے ذریعے صحرا میں چھلانگ لگاتا ہے۔ وہ بھی مادام کے ساتھ مل جاتا ہے۔ ادھر عنبر مصر کے بیگار کیمپ سے فرار ہو جاتا ہے مگر ایک شخص جالوت اُسے بیہوش کر کے مُردہ سمندر کے کنارے ایک کنوئیں میں قید کر دیتا ہے۔ یہ لوگ وہاں پہنچتے ہیں تو انہیں کنوئیں کے اندر سے عنبر کی آواز آتی ہے۔ وہ عنبر کو باہر نکالتے ہیں۔ مادام کی وہ انگوٹھی صحرا میں گر کر گم ہو چکی ہے جس کے نگینے میں ناگ قید ہے۔ مادام عنبر کو انگوٹھی کے بارے میں کچھ نہیں بتاتی۔ ایک رات اچانک سمندر میں ایک آبدوز اُبھرتی ہے پھر کیا ہوتا ہے؟ یہ آپ خود پڑھئے۔

تین ڈاکو اور سوداگر

ہوائی جہاز جیپ کی طرف آ رہا تھا۔
مادام نے گھبرا کر جیپ کو بائیں طرف گھما لیا۔ ادھر ایک چھوٹا سا گڑھا تھا۔ جیپ گڑھے میں پھنس گئی۔ جہاز جیپ کے اوپر سے گزر گیا اور ساتھ ہی ایک دھماکے کی آواز آئی۔ اس دھماکے سے سارا صحرا گونج اٹھا۔ جہاز نے جیپ پر ایک راکٹ مارا تھا جو ریت پر پھٹا تھا۔ اگر مادام جیپ کو بائیں جانب نہ گھماتی تو راکٹ بالکل اس کے اوپر آ کر پھٹتا اور وہ جیپ کے ساتھ ہی اڑ جاتی۔ جہاز دوبارہ حملہ کرنے کے لیے آیا۔ مادام پریشان ہو کر جیپ کے پہلو میں ریت میں گھسی ہوئی تھی۔ جہاز نے دوسرا راکٹ بم فائر کیا جو گڑھے کے کنارے پر پھٹا۔ خوفناک دھماکے کے ساتھ ریت کا طوفان اُٹھ کر جیپ اور مادام کے اوپر گرا۔ وہ سمجھ گئی کہ یہ جرمن لڑاکا ہوائی جہاز ہے اور اُسے مارنے کے لیے آیا ہے۔ مادام کو ایکدم سے انگوٹھی کا خیال آگیا۔ اُس نے انگوٹھی رگڑ کر سانپ سے کہا۔

"خدا کے لیے مجھے اس مصیبت سے نجات دلاؤ۔ جہاز میں آگ لگا دو۔"

سانپ "جو حکم" کہہ کر غائب ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے جہاز تیسری بار حملہ کرنے کے لیے مادام کے اوپر غوطہ لگا رہا تھا کہ اچانک اس کی پٹرول کی ٹینکی میں آگ لگ گئی۔ ایک دھماکا ہوا اور جہاز شعلوں میں جلنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے پائلٹ نے پیراشوٹ کے ذریعے چھلانگ لگا دی اور وہ صحرا میں کافی آگے جا کر اُتر گیا۔

اس کا مادام کو کچھ پتہ نہ چل سکا۔

اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ جہاز کی مصیبت سے جان چھوٹی اور جیپ کو گڑھے میں سے نکال کر صحرائی سڑک پر چوکور مینار کی طرف چل پڑی۔ صحرا میں اترا ہوا پائلٹ کافی فاصلے پر اپنے پیراشوٹ کو لپیٹ کر ٹیلے کے نیچے ریت میں چھپا رہا تھا۔ یہ جرمن پائلٹ تھا۔ اس کے ماتھے پر آگ کے جلنے کے نشان تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ پٹرول کی ٹینکی میں آگ کس طرح سے لگی؟ اس نے جیکٹ کے ساتھ بندھی ہوئی دوربین آنکھوں سے لگا کر صحرا میں دیکھا۔ دور مادام گارشیا کی جیپ بھاگی چلی آ رہی تھی۔ جرمن پائلٹ کو خیال آیا کہ ضرور اسی عورت نے

میرے جہاز کی ٹینکی میں گولی ماری ہو گی۔ اسے جرمن ہائی کمانڈ سے حکم بھی ملا تھا کہ اس مفرور فرانسیسی قیدی عورت کو زندہ یا مردہ گرفتار کیا جائے۔ کیوں کہ یہ جرمنوں کی بڑی بے عزتی تھی کہ دشمن کے ایک جنگی جہاز کے کپتان کی بیوی اُن کی قید سے بھاگ جائے۔

جرمن پائلٹ کے ریت کے ٹیلے کے پیچھے گھات لگا کر بیٹھ گیا۔

وہ مادام گارشیا کی جیپ کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے پستول نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا تھا اور اب اپنے شکار یعنی مادام گارشیا کی جیپ کا انتظار کر رہا تھا۔ اُدھر مادام اپنے دشمن کی گھات سے بے خبر صحرائی راستے پر اس خیال سے جیپ بڑھائے چلے آ رہی تھی کہ اب اسے کوئی نئی مصیبت راستے میں نہیں ملے گی۔ مگر ایک تازہ مصیبت اس کا انتظار کر رہی تھی۔ جونہی اس کی جیپ ریت کے ٹیلے کے سامنے سے گزری۔ جرمن پائلٹ نے فائر کر دیا۔

ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی گولی جیپ کے شیشے کے کنارے پر لگی اور اُسے توڑ کر آگے نکل گئی۔ مادام نے جلدی سے سر نیچے کر لیا۔ خدایا نئی مصیبت کہاں سے آ گئی؟ اتنے میں ایک گولی اور آئی۔ اور جیپ کا ایک ٹائر پھٹ

گیا۔ جیپ ایک طرف کو بیٹھ گئی۔ پھر دوسری اور تیسری گولی آئی اور جیپ میں آگ لگ گئی۔ مادام گارشیا چھلانگ لگا کر ریت پر گری اور بھاگ کر ایک چھوٹے سے گڑھے میں چھپ گئی۔

جرمن پائلٹ نے پستول پھر سے بھر لیا تھا اور وہ فائرنگ کرتا اس گڑھے کی طرف بڑھ رہا تھا جس میں مادام چھپی ہوئی تھی۔ مادام نے اپنے آپ کو مصیبت میں گھرے دیکھا تو فوراً سانپ کو یعنی ناگ کو طلب کر لیا۔ اور اسے کہا۔

"اس نئی بلا کا کوئی بندوبست کرو۔ یہ تو پستول لے کر میرے سر پر آ گیا ہے۔"

"جو حکم!"

سانپ گڑھے میں سے باہر نکل کر غائب ہوا اور جرمن پائلٹ کے پیچھے نکل آیا۔ اُس نے لپک کر جرمن پائلٹ کی گردن پر ڈس دیا۔ زہر اتنا زبردست تھا کہ پائلٹ کھڑے کھڑے گرا اور ریت پر تھوڑا سا تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ مادام گڑھے میں سے باہر نکل آئی۔ اس نے ناگ سے کہا۔

"اب میرا یہاں سے نکلنے کا بھی کوئی انتظام کرو۔"

سانپ نے کہا۔

"میں آپ کو غائب کر سکتا ہوں۔ لیکن دوبارہ ظاہر نہیں

کر سکتا۔"

مادام نے سہم کر کہا

"خدا کے لیے مجھے ایسا سودا منظور نہیں ہے۔ میں غائب نہیں ہونا چاہتی۔ مجھے تو تم کوئی سواری پیدا کر کے دے دو۔"

"جو حکم"

سانپ یہ کہہ کر غائب ہو گیا۔ اس کے غائب ہوتے ہی ایک اونٹ سامنے آ گیا۔ اس پر بڑی خوبصورت عماری رکھی تھی۔ جس پر پردے گرے تھے۔ مادام نے اونٹ کو بڑی مشکل سے بٹھایا۔ اونٹ پر سوار ہو کر اُسے بڑی مشکل دوبارہ اٹھایا۔ اونٹ نے آہستہ آہستہ صحرائی راستے پر چلنا شروع کر دیا۔ چوکور مینار اب بالکل سامنے آ گیا تھا۔ مادام نے دیکھا کہ یہ ایک پانی کی ٹینکی ہے۔ اور نیچے کچھ فوجی بارکیں بنی ہوئی ہیں۔ یہ یقیناً جرمنوں کی چھاؤنی تھی۔

ایک بار تو مادام کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا۔ مادام نے ایک بارک کے اوپر جرمنوں کا جھنڈا لہراتا دیکھ لیا تھا۔ مارے گئے؟ اب کیا ہوگا جس چیز سے ڈر کر بھاگی تھی وہی اب سامنے آ گئی تھی۔ اس نے اونٹ کو دوسری طرف موڑ کر تیزی سے چلانا شروع

کر دیا۔ مادام گارشیا شاید زندگی میں پہلی بار اونٹ کی سواری کر رہی تھی۔ اُسے اونٹ کو تیز چلانا بالکل نہیں آتا تھا۔ چنانچہ اونٹ بڑے مزے سے صحرائی راستے پر جگالی کرتا چلا جا رہا تھا۔

اور ہمارے خیال میں یہی بات مادام کے حق میں چلی گئی۔ کیونکہ اگر وہ اونٹ کو بھگانے کی کوشش کرتی تو جرمن سپاہیوں کو اس پر شک پڑ سکتا تھا۔ اس جرمن چھاؤنی کے کمانڈر کو پیچھے سے یہ تار ملا تھا کہ ایک عورت جیپ لے کر بھاگ گئی ہے اسے ہر حالت میں گرفتار کیا جائے۔ اب جرمن سپاہیوں نے جو دور سے ایک اونٹ کو دیکھا کہ صحرا میں چلا جا رہا ہے تو وہ یہ سمجھے کہ کوئی عرب مسافر ہے اور اگلے گاؤں جا رہا ہے۔ پس انہوں نے مادام گارشیا کی طرف نہ کوئی گاڑی دوڑائی اور نہ کوئی فکر کیا۔

مادام گارشیا اس جرمن چھاؤنی سے آگے نکل گئی۔

اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ایک بار پھر جرمنوں کے چنگل سے نکل گئی۔ لیکن اب اس کے سامنے پھر وہی بھیانک صحرا پھیلا ہوا تھا۔ گرمی تھی۔ پیاس تھی اور صحرا تھا۔ خدا جانے اس کا انجام کیا ہونے والا تھا۔ خدا جانے اس کی

موت اب صحرا میں لکھی تھی کہ بھوکی پیاسی کسی جگہ گر کر مر جائے گی۔ مادام اس خیال سے ڈر گئی۔ جرمنوں کی قید سے بلکہ موت سے تو وہ بچ گئی تھی نہ معلوم اب صحرا کی موت سے بھی بچ سکے گی یا نہیں؟

اونٹ شام تک صحرا میں سفر کرتا رہا۔

مادام نے عماری کے پردے میں سے باہر جھانک کر دیکھا۔ سامنے دور تک کسی شہر یا گاؤں کا نشان نظر نہیں آ رہا تھا۔ مادام کو پیاس لگ رہی تھی۔ اب بھوک بھی اُسے لگنے لگی تھی۔ مگر پیاس نے اُس کا بُرا حال کرنا شروع کر دیا تھا۔ اُس نے دوپہر سے پانی نہیں پیا تھا۔ اور صحرا میں بہت جلد پیاس چمک اٹھتی ہے۔ اُس نے ایک جگہ اونٹ کو روک لیا اور انگوٹھی رگڑ کر ناگ کو بلایا اور اُس سے پانی اور کچھ کھانے کو مانگا۔ ناگ اسے پانی سے بھری ہوئی چھاگل اور کھانے پینے کے لیے کچھ سامان دے کر غائب ہو گیا۔

مادام نے اونٹ کو روک دیا

یہ جگہ ریت کے ایک ٹیلے کے سائے میں تھی۔ ویسے بھی شام ہو رہی تھی۔ گرمی کم ہو گئی تھی اور

صحرا میں سورج کی سنہری کرنیں مغرب میں ڈوب رہی تھیں۔ مادام نے ریت پر چھاؤں میں کمبل بچھایا بڑے مزے سے چھاگل میں سے پانی نکال کر پیا پھر کچھ خشک گوشت اور ڈبے میں سے پھل نکال کر کھائے۔ اس کی جان میں جان آئی اور پھر جو کمبل پر لیٹی تو گہری نیند سو گئی۔

آدھی رات کو وہاں سے تین ڈاکوؤں کا گزر ہوا انہوں نے جو چاندنی رات میں ایک عماری والا اونٹ بیٹھے دیکھا تو سوچا کہ ضرور یہ کوئی امیر سوداگر ہے جو صحرا میں سفر کر رہا ہے۔ اس کے پاس مال و دولت ہو گی، چل کر لوٹا جائے۔ یہ سوچ کر تینوں ڈاکو گھوڑے دوڑاتے اس مقام پر آئے جہاں مادام گارشیا کمبل پر سوئی ہوئی تھی۔ ڈاکو مادام کو غور سے دیکھنے لگے۔ ایک نے کہا۔

"یہ تو کوئی یورپ کی میم معلوم ہوتی ہے"

"مگر اکیلی کیوں سفر کر رہی ہے؟"

"جہنم میں جائے چاہے کسی کے ساتھ سفر کرے۔ ہمیں تو مال دولت سے غرض ہے۔ دیکھو اس کے پاس کچھ رقم بھی ہے کہ نہیں؟

ڈاکوؤں نے اونٹ پر رکھی عماری کی تلاشی لی۔ وہاں سوائے پانی کی چھاگل اور کھانے پینے کے تھوڑے بہت سامان کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔

"یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے" ایک ڈاکو بولا

"تو پھر یہ کون ہے؟ کہیں جرمن کیمپ سے بھاگی ہوئی کوئی قیدی عورت تو نہیں؟

تیسرا کہنے لگا۔

"جہنم میں جائے چاہے جرمن قیدی ہو چاہے روسی قیدی ہو۔ ہمیں تو مال چاہیے۔ اسے اٹھا کر پوچھو مال کہاں ہے؟"

انہوں نے ٹھوکر مار کر مادام گارشیا کو جگا دیا۔ اس نے جو آنکھیں ملتے ہوئے اپنے سامنے تین خوفناک چہروں والے آدمیوں کو دیکھا تو سمجھ گئی کہ ضرور یہ چور ڈاکو ہیں اور اس کی خیر نہیں۔ ہر ایک ڈاکو نے کمر کے ساتھ پستول اور خنجر لگا رکھا تھا۔ کاندھے کے ساتھ رائفل بھی بندھی تھی۔ ایک ڈاکو نے عربی میں پوچھا۔

"کون ہو تم؟"

مادام عربی بالکل نہیں جانتی تھی۔ اُس نے یونہی ٹوٹی پھوٹی اردو میں کہا۔

"میں مصیبت کی ماری فرانسیسی عورت ہوں۔ میرا خاوند جنگ میں مارا گیا ہے۔ اب اکیلی گھر کو جا رہی ہوں۔"

ایک ڈاکو اردو سمجھتا تھا۔ کہنے لگا۔

"تم فرانس جا رہی ہو؟"

"ہاں۔ وہاں میرے بہن بھائی رہتے ہیں۔"

تیسرا ڈاکو گرج کر بولا۔

"جہنم میں جائیں تیرے بہن بھائی۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے پاس کوئی مال بھی ہے کہ نہیں؟"

مادام نے کہا

"میری جیب میں اس وقت صرف ایک ہزار روپے ہیں۔ اگر تم کہو تو میں تمہارے حوالے کئے دیتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے لاؤ ادھر" پہلا ڈاکو بولا۔

اس نے مادام سے ایک ہزار روپے چھین کر اپنی جیب میں ڈال لئے۔

جب وہ جانے لگے تو مادام نے پوچھا

"یہ تو بتاتے جاؤ کہ یہاں سے آبادی کتنی دُور ہے؟"

دوسرا ڈاکو ہنسا

"تمہارے اونٹ کو سب معلوم ہے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور آگے کی

طرف چلے گئے۔ کچھ دُور چاندنی رات میں مادام کو ان ڈاکوؤں کے سائے جاتے نظر آئے۔ پھر وہ بھی غائب ہو گئے۔ رات کا پچھلا پہر تھا۔ آسمان پر صبح کی ہلکی ہلکی نیلی سی روشنی ابھرنا شروع ہو گئی تھی۔ صحرا میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی مگر مادام کو اب نیند نہیں آ رہی تھی۔ کیوں کہ ڈاکو اس کا سب کچھ چھین کر لے گئے تھے۔

اچانک اسے ناگ کا خیال آیا۔ اس نے انگوٹھی رگڑ کر اسے حاضر کیا اور کہا کہ ڈاکوؤں سے میرے روپے چھین کر لے آئے۔ ناگ غائب ہو گیا۔ جب واپس آیا تو اس نے ایک ہزار روپے کی تھیلی اس کے آگے پھینک دی۔

"یہ تمہاری امانت ہے مادام"

"اور ڈاکو کہاں ہیں؟"

"وہ جا رہے تھے کہ میں نے یہ رقم نکال لی۔"

"شاباش! یہ میری امانت تھی۔ جو میرے پاس واپس آگئی۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

مادام اب آرام سے سو گئی۔ اس کی آنکھ اس وقت کھلی جب سورج کی کرنیں صحرا میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس نے اٹھ کر کچھ کھایا پیا اور اونٹ پر سوار ہو کر پھر اپنے سفر پر چل نکلی۔ وہ جس صحرائی راستے پر چل رہی تھی، اسے امید تھی

"میں مصیبت کی ماری فرانسیسی عورت ہوں۔ میرا خاوند جنگ میں مارا گیا ہے۔ اب اکیلی گھر کو جا رہی ہوں۔"

ایک ڈاکو اردو سمجھتا تھا۔ کہنے لگا۔

"تم فرانس جا رہی ہو؟"

"ہاں۔ وہاں میرے بہن بھائی رہتے ہیں۔"

تیسرا ڈاکو گرج کر بولا۔

"جہنم میں جائیں تیرے بہن بھائی۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے پاس کوئی مال بھی ہے کہ نہیں؟"

مادام نے کہا

"میری جیب میں اس وقت صرف ایک ہزار روپے ہیں۔ اگر تم کہو تو میں تمہارے حوالے کئے دیتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے لاؤ ادھر" پہلا ڈاکو بولا۔

اس نے مادام سے ایک ہزار روپے چھین کر اپنی جیب میں ڈال لئے۔

جب وہ جانے لگے تو مادام نے پوچھا۔

"یہ تو بتاتے جاؤ کہ یہاں سے آبادی کتنی دور ہے؟"

دوسرا ڈاکو ہنسا

"تمہارے اونٹ کو سب معلوم ہے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور آگے کی

طرف چلے گئے۔ کچھ دور چاندنی رات میں مادام کو ان ڈاکوؤں کے سائے جاتے نظر آئے پھر وہ بھی غائب ہو گئے۔ رات کا پچھلا پہر تھا۔ آسمان پر صبح کی ہلکی ہلکی نیلی سی روشنی ابھرنا شروع ہو گئی تھی۔ صحرا میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی مگر مادام کو اب نیند نہیں آ رہی تھی۔ کیوں کہ ڈاکو اس کا سب کچھ چھین کر لے گئے تھے۔

اچانک اسے ناگ کا خیال آیا۔ اس نے انگوٹھی رگڑ کر اسے حاضر کیا اور کہا کہ ڈاکوؤں سے میرے روپے چھین کر لے آئے۔ ناگ غائب ہو گیا۔ جب واپس آیا تو اس نے ایک ہزار روپے کی تھیلی اس کے آگے پھینک دی۔

"یہ تمہاری امانت ہے مادام"

"اور ڈاکو کہاں ہیں؟"

"وہ جا رہے تھے کہ میں نے یہ رقم نکال لی۔"

"شاباش! یہ میری امانت تھی۔ جو میرے پاس واپس آ گئی۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

مادام اب آرام سے سو گئی۔ اس کی آنکھ اس وقت کھلی جب سورج کی کرنیں صحرا میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس نے اٹھ کر کچھ کھایا پیا اور اونٹ پر سوار ہو کر پھر اپنے سفر پر چل نکلی۔ وہ جس صحرائی راستے پر چل رہی تھی، اسے امید تھی

کہ وہ کسی نہ کسی بستی میں ضرور پہنچے گی۔ اسی امید پر وہ سفر کر رہی تھی۔ دوپہر تک وہ صحرا میں سفر کرتی رہی۔

دوپہر کے بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچی جہاں کھجوروں کے چند ایک درخت اُگے ہوئے تھے۔ بیچ میں ایک چھوٹا سا تالاب بھی تھا۔ مادام نے اونٹ کو وہاں پر چھوڑ دیا۔ تاکہ وہ جی بھر کر پانی وغیرہ پی لے۔ خود بھی سائے میں لیٹ کر اپنی زندگی کے انقلاب پر غور کرنے لگی۔ کہ کہاں سے کہاں پر آ گئی۔ ابھی کل کی بات ہے کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ فرانس کے سب سے اعلیٰ جنگی جہاز میں بڑے ٹھاٹھ سے سفر کر رہی تھی اور آج صحرا میں بے یار و مددگار پڑی ہے۔

دھوپ بڑی تیز ہو گئی تھی۔ اس نے باقی ساری دوپہر آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ کیوں کہ اب زیادہ گرمی اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ اتنے دنوں میں ہی اس کا رنگ گہرا سانولا پڑ گیا تھا۔ سنہری بال بھی گہرے براؤن ہو گئے تھے۔

شام کے بعد جب رات کے ٹھنڈے سائے صحرا میں پھیل گئے تو مادام نے اپنا سفر پھر سے جاری کر دیا۔ اگرچہ اُسے اپنی منزل سامنے بالکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھر بھی اُسے امید تھی کہ وہ کسی نہ کسی بستی میں ضرور

پہنچ جائے گی۔ اور پھر وہاں سے کسی لاری وغیرہ میں سفر کر کے کسی بڑے شہر پہنچ جائے گی۔ صحرا میں چلتے چلتے آدھی رات گزر گئی۔ اچانک مادام کو چاندنی رات میں ایک جگہ دور صحرا میں آگ دکھائی دی۔ اُس نے سوچا کہ ضرور یہاں کوئی بستی ہو گی۔ پس اُس نے اونٹ کی مہار موڑ دی۔

جب وہ آگ کے قریب پہنچی تو کیا دیکھتی ہے کہ وہ تین خیمے لگے ہیں جس میں سے رونے کی آواز آ رہی ہے۔ مادام جلدی سے اونٹ پر سے اتر کر خیمے کے اندر گئی۔ کچھ کچھ ویرانی باہر بھی برس رہی تھی۔ اندر جا کر دیکھا کہ ایک بوڑھی عرب عورت اور ایک بوڑھا عرب مرد پریشان بیٹھے ہیں۔ عورت رو رہی ہے۔ مادام نے جا کر پوچھا۔

"آپ کیوں رو رہی ہیں بڑی اماں؟"

عورت اسی طرح روتی رہی۔ مرد نے ایک آہ بھر کر کہا۔

"بیٹی کیا بتاؤں۔ ابھی ابھی ڈاکو یہاں آئے تھے۔ انہوں نے ہماری ساری پونجی لوٹ لی اور جاتے ہوئے ہماری جوان بیٹی کو بھی اغوا کر کے ساتھ لے گئے ہیں۔"

مادام نے پوچھا۔

"کیا وہ تین ڈاکو تھے؟"

"ہاں بیٹی تین ہی تھے۔ بڑے ظالم تھے۔ اُن کو ہم لوگوں کے بڑھاپے پر بھی رحم نہ آیا۔"

مادام کو ان ظالم ڈاکوؤں پر سخت طیش آیا۔ کہنے لگی۔

"بابا آپ بالکل نہ گھبرائیں۔ آپ کی لڑکی ابھی آپ کے پاس ہو گی اور آپ کی ساری پونجی بھی جسے ڈاکو لوٹ کر لے گئے ہیں۔"

عرب بوڑھے نے تعجب سے مادام گارشیا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بیٹی تم اکیلی ان خونخوار ڈاکوؤں کا کیسے مقابلہ کرو گی؟"

مادام نے کہا "یہ کام تم مجھ پر چھوڑ دو۔ یہ بتاؤ کہ کیا تمہارے پاس کوئی گھوڑا ہے؟"

"ہاں۔ ایک گھوڑا خیمے کے پیچھے بندھا ہے۔"

بڑھا اسی وقت گھوڑا کھول کر لے آیا۔ مادام نے اپنا اونٹ اُسی جگہ چھوڑا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اس طرف چل دی جدھر تینوں ڈاکو گئے تھے۔ کافی دور صحرا میں گھوڑا دوڑانے کے بعد مادام نے چاندنی رات میں دور ایک جگہ سیاہ دھبے سے دیکھے۔ وہ سمجھ گئی کہ یہی وہ تینوں ڈاکو ہیں۔ وہ گھوڑا دوڑاتی ہوئی ان ڈاکوؤں کے عقب میں پہنچ گئی۔ ڈاکوؤں نے عرب لڑکی کو گھوڑے

پر ڈال رکھا تھا۔ اور آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ ڈاکو مادام کو نہ دیکھ سکے۔ مادام نے گھوڑے کو روک لیا اور انگوٹھی رگڑ کر ناگ کو حاضر کر کے کہا۔

"میری مدد کرو۔"

ناگ نے کہا۔

"تمہاری مدد کروں یا اُن عرب ماں باپ کی جن کی بیٹی کو یہ ڈاکو بھگا کر لے جا رہے ہیں؟"

مادام بولیں۔

"ہاں ہاں ان لوگوں کی ہی مدد کرو جو خدا کے لیے کچھ کرو۔"

ناگ نے کہا۔

"میں یہی کر سکتا ہوں کہ ان ڈاکوؤں کے نیچے سے گھوڑے نکال کر غائب کر دوں۔"

"اس طرح سے تو لڑکی گھوڑے سے گر کر زخمی ہو جائے گی۔"

ناگ نے کہا: "تو پھر کیا کر سکتا ہوں؟"

مادام بولیں: "تم ایسا کرو کہ سب سے پہلے تو ان ڈاکوؤں کے پستول اور خنجر غائب کرو۔ اس کے بعد میں تمہیں بتاؤں گی کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔"

"جو حکم"

اتنا کہہ کر ناگ یعنی سانپ غائب ہو گیا۔ ادھر تینوں ڈاکو گھوڑوں پر سوار چلے جا رہے تھے کہ اچانک انہیں محسوس ہوا کہ ان کے پستول اور خنجر غائب ہیں۔ انہوں نے گھوڑے روک لیے۔

"میرا خنجر اور پستول کہاں گیا؟" ایک ڈاکو نے کہا۔

دوسرا بولا۔ "میرے ہتھیار بھی غائب ہیں۔"

تیسرے نے کہا۔ "مجھے بھی اپنا خنجر اور پستول نظر نہیں آتا۔"

"یہ کیا جادوگری ہے؟"

عرب لڑکی نے روتے ہوئے کہا۔

"میرا خدا میری مدد کرے گا۔ تم ظالم ہو۔ اور خدا ظالموں کو اُن کے ظلم کی سزا ضرور دیتا ہے۔"

"خاموش لڑکی! نہیں تو ابھی گلا گھونٹ کر ہلاک کر دوں گا۔" بڑے ڈاکو نے چیخ کر کہا۔

اب مادام گارشیا نے دوبارہ ناگ کو حاضر کیا اور کہا۔

"ان کے گھوڑے غائب کر دو۔"

"جو حکم!"

ناگ غائب ہو گیا۔ ڈاکو اپنے اپنے گھوڑوں پر بیٹھے ایک جگہ رُکے ہوئے تھے کہ ایک ہلکا سا جھٹکا سا لگا اور

وہ دھڑام سے ریت پر گر پڑے۔ ان کے نیچے سے ان کے گھوڑے غائب ہو چکے تھے۔ وہ بڑے ڈرے۔

یہ معاملہ کیا ہے۔

"یہاں کوئی خطرناک آسیب ہے۔ یہاں سے بھاگ چلو۔"

"اس لڑکی کو کاندھے پر اٹھا لو۔"

"چھوڑ دو۔ چھوڑ دو مجھے۔" لڑکی چلانے اور ہاتھ پیر مارنے لگی۔

ایک ڈاکو نے زور سے اس کی گردن پر مکا مارا۔ لڑکی بے ہوش ہو گئی۔

"اس بدبخت کو اٹھا کر کندھے پر رکھ لو۔"

انہوں نے لڑکی کو کندھے پر رکھا اور صحرا میں بھاگنے لگے۔ ادھر مادام گارشیا نے ناگ کی مدد سے ایک بندوق حاصل کر لی۔ اُسے گولیوں سے بھر لیا اور گھوڑا دوڑاتی ڈاکوؤں کے آگے آ کر کھڑی ہو گئی۔ ڈاکوؤں نے حیرانی سے مادام کو دیکھا۔

"یہ تو وہی عورت ہے۔"

مادام نے کہا۔ "ہاں! میں وہی عورت ہوں اور اب تمہاری موت بن کر آئی ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی مادام نے گولی چلا کر ایک ڈاکو وہیں ڈھیر کر دیا۔

"اس غریب لڑکی کو زمین پر لٹا دو۔"

دونوں ڈاکو خوفزدہ تھے۔ بے ہوش عرب لڑکی کو ز پر لٹا دیا گیا۔ مادام نے کہا "اب منہ دوسری طرف کر کھڑے ہو جاؤ۔"

"ہمیں معاف کر دو۔"

"تم ڈاکو اور قاتل ہو۔ اگر تمہیں زندہ چھوڑا گیا تو خدا جانے ابھی کتنے غریب لوگوں کو لوٹو گے اور قتل ک

ایک ڈاکو نے چھلانگ لگا کر اچانک مادام گارشیا اوپر اپنا آپ گرا دیا۔ مادام گھوڑے سے گر پڑی۔ بندو دور جا پڑی۔ ڈاکو نے لپک کر بندوق پکڑ لی اور مادام طرف بندوق تان کر بولا۔

"اب میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ گھوڑے ک میرے حوالے کر دو۔"

مادام نے چپکے سے انگوٹھی کو رگڑ دیا۔ سانپ سامنے آ گیا۔ مادام کی یہ غلطی تھی۔ اسے اس وقت سانپ ک حاضر نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کیوں کہ ڈاکو کے ہاتھ میں بندوق تھی اور وہ گولی چلا کر سانپ کو ہلاک کر سکتا تھا

ناگ ذرا سمجھ گیا کہ اس عورت نے غلطی کی ہے اور اس کی اپنی جان خطرے میں ہے۔ اس نے چھلانگ لگائی اور ریت کے ٹیلے میں چھپ گیا۔ ڈاکو نے سانپ کو دیکھ لیا تھا۔ اس نے فائر کیا۔ نشانہ خطا گیا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ کوئی صحرائی سانپ تھا جو اتفاق سے وہاں آ گیا تھا اور اب گولی کی آواز سے ڈر کر بھاگ گیا ہو گا۔

مگر یہ سانپ نہیں بلکہ ناگ تھا اور وہ ریت کے ٹیلے سے کھسکتا ہوا ڈاکوؤں کے عقب میں آ گیا تھا۔ ایک ڈاکو نے مادام کے ہاتھ باندھ دیئے۔ دوسرے نے بندوق تان کر کہا۔

"مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تم نے میرے ایک بہترین ساتھی کو گولی سے مار ڈالا ہے۔ میں تمہیں بھی جہنم میں پہنچا کر ہی دم لوں گا۔"

ڈاکو نے فائر کر دیا۔ خوش قسمتی سے گولی خطا گئی۔ سانپ بندوق والے ڈاکو کے پیچھے آ چکا تھا۔ جونہی ڈاکو دوسرا فائر کرنے لگا سانپ نے اچھل کر اس کی گردن پر حملہ کر دیا۔ وہ ایک سیکنڈ میں اُسے ڈس کر ریت میں غائب ہو گیا۔ ڈاکو کے ہاتھ سے بندوق گر پڑی اور وہ ریت پر مردہ ہو کر گر پڑا۔ مادام کے ہاتھ بندھے

تھے۔ دوسرے ڈاکو نے اپنے ساتھی کو گرتے دیکھا تو وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے بندوق کو زمین پر سے اٹھانا چاہا۔ مگر اس کی بدنصیبی کہ اُسی جگہ سانپ اس کا انتظار کر رہا تھا۔

موت اس کا انتظار کر رہی تھی۔ سانپ نے اس کی کلائی پر ڈس دیا۔ اور یہ ڈاکو بھی جہنم میں پہنچ گیا۔ اس کام کے بعد سانپ غائب ہو چکا تھا۔ مادام نے عرب لڑکی کو ہوش میں لانے کی کوشش شروع کر دی۔ جب اُسے ہوش آیا تو بولی۔

"تم کون ہو؟"

مادام نے کہا۔

"یہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گی پہلے میرے ہاتھ کی رسیاں کھولو۔"

* * *

مُردہ سمندر

مادام گارشیا عرب لڑکی کو لے کر اس کے ماں باپ کے پاس آ گئی۔

انہوں نے اپنی بچی کو دیکھا تو خوشی سے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ اپنی بچی سے لپٹ گئے۔ ان کی پونجی بھی انہیں واپس مل گئی تھی۔ وہ مادام کا شکریہ ادا کرنے لگے۔ مادام نے کہا۔

"یہ میرا انسانی فرض تھا جو میں نے ادا کیا۔ اب مجھے اجازت دیں تاکہ اپنے سفر پہ جاؤں۔"

عرب بولا۔ "بیٹی! ابھی کچھ دیر میں دن نکل آئے گا۔ پھر گرمی بڑھ جائے گی اور تم صحرا میں سفر نہ کر سکو گی۔ بہتر ہے کہ آج کا دن ہمارے خیمے میں ٹھہرو۔ جب شام ہو گی تو تم سفر پر چل دینا۔"

بات معقول تھی۔ کیوں کہ مادام کو تجربہ ہو چکا تھا کہ دن کے وقت صحرا میں سفر کرنا اپنی موت کو آواز دینے کے برابر تھا۔ وہ خیمے میں ٹھہرنے پر رضامند ہو گئی۔ صبح

کو مادام کے لئے عرب بوڑھے نے ایک بھیڑ ذبح کی اور اس
کا گوشت بھون کر اسے کھلایا۔ عرب لڑکی اور اس کی ما
بھی مادام کی بڑی خاطرداری کر رہی تھیں۔ کھانے کے بع
عرب بوڑھے نے پوچھا۔

"بیٹی! تم مجھے یورپ کی کوئی عورت لگتی ہو۔ سچ سچ بتا
کہ تم کون ہو اور کہاں جا رہی ہو؟"

مادام نے اپنی ساری رام کہانی انہیں سنا دی۔ وہ یہ سُن
کر بڑے حیران ہوئے کہ جو عورت ان کے سامنے بیٹھی ہے وہ
ایک فرانسیسی بحری کمانڈر کی بیوی ہے اور جرمنوں کی قید سے
بھاگ کر اکیلی صحرا میں سفر کر رہی ہے۔

"تم ایک بہادر خاتون ہو مادام! میں تمہاری بہادری سے بڑا
متاثر ہُوا ہوں۔ لیکن ڈاکوؤں کا تم نے کس طرح سے مقابلہ کیا؟"
مادام نے کہا۔ "بس اتفاق سے میرے ہاتھ ان کی بندوق آگئی
تھی اِس لئے وہ میرے سامنے نہ ٹھہر سکے۔"

اس کے بعد اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ عرب نے اسے بتایا۔
"مادام! تم جس صحرائی راستے پر سفر کر رہی ہو وہ سیدھا باب
مندب کو جاتا ہے۔ یہ شمالی یمن کا ایک قصبہ ہے اور آج کل یہاں
جرمنوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ اگر تم وہاں پہنچیں تو جرمن تمہیں
گرفتار کر لیں گے۔"

مادام نے کہا۔
"تو کیا یہاں سے دوسرا کوئی راستہ مصر کی طرف نہیں
جاتا۔ کیوں کہ مصر پر جرمنوں کا قبضہ نہیں ہے؟"
"مادام! یہاں سے مصر بہت دور ہے۔ اور پھر کوئی
راستہ بھی نہیں ہے۔ ہاں اگر تم یہاں سے مغرب کی
طرف چلنا شروع کر دو تو چار روز کے سفر کے بعد
بحر مردار کے کنارے پہنچ جاؤ گی۔ یہاں ایک جلا ہوا پہاڑ
دکھائی دے گا۔ اگر کسی طرح سے تم اس پہاڑ کی
دوسری طرف پہنچ جاؤ تو وہاں ایلات نام کا ایک قصبہ
ہے۔ اس قصبے پر اٹلی کی فوجوں نے قبضہ کیا تھا مگر سنا
ہے کہ اب وہاں سے اٹلی کی فوجوں کو بھگا کر انگریزوں نے
دوبارا قبضہ کر لیا ہے۔ بس اگر کسی طرح تم وہاں پہنچ
جاؤ تو وہاں تمہیں پناہ مل جائے گی۔ اور تمہارا واپس
جانے کا بھی بندوبست ہو جائے گا۔"

عرب بوڑھے نے مادام کی پوری پوری راہ نمائی کی تھی۔
سارا دن اُس نے ان لوگوں کے ساتھ سیر کی۔ شام کو
انہوں نے مادام کے اونٹ پر سات دن کا پانی اور خوراک
رکھ دی۔ مادام نے ان کی مہمان نوازی کا بہت بہت شکریہ
ادا کیا اور عرب بوڑھے کے بتائے ہوئے راستے پر

صحرا میں اپنا سفر پھر سے شروع کر دیا۔

مادام کا اونٹ ساری رات نئے راستے پر چلتا رہا۔ اس نے کئی چھوٹے بڑے ٹیلے عبور کئے۔ ابھی تین راتوں کا سفر باقی تھا۔ اس کے بعد اسے بحرمردار کے کنارے پر پہنچنا تھا۔ وہاں سے پہاڑ کی دوسری جانب ایلات نامی قصبے میں جانا تھا۔ مادام سفر کرتی گئی اور کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ تیسرے روز صحرا میں زبردست طوفان آگیا۔ آندھی چلنے لگی اور ریت کے جھکڑوں نے قیامت برپا کر دی۔

مادام نے کمبل اوڑھ لیا اور اونٹ کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔ کوئی چار گھنٹے کے بعد طوفان تھما۔ مادام نے اٹھ کر کمبل جھاڑا۔ کتنی ہی ریت اس کے اُوپر سے گری۔ اونٹ بھی آدھا ریت میں دھنس چکا تھا۔ باقی دن مادام نے اسی جگہ ٹیلے کی چھوٹی سی چھاؤں میں گزار دیا۔ ابھی شام ہونے والی تھی اور سورج صحرا میں غروب ہو رہا تھا کہ مادام نے ایک ہوائی جہاز کی آواز سنی۔ اس نے آواز پر کان لگا دیئے۔

آواز قریب آ رہی تھی۔ پھر مادام نے دیکھا کہ ایک سیاہ رنگ کا جہاز آسمان پر جھکا جھکا نیچے آ رہا ہے اور اس کی دم سے دھواں نکل رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی

مادام نے دیکھا کہ ایک آدمی نے ہوائی جہاز میں سے چھلانگ لگا دی۔ اس کا پیرا شوٹ کھل گیا۔ کچھ دیر ہوا میں تیرنے کے بعد وہ صحرا میں کافی فاصلے پر اُتر آیا۔ مادام کا دل دھک سے رہ گیا۔ کم بخت یہ بھی ضرور کوئی جرمن ہواباز ہوگا۔ اب اس سے بھی مقابلہ کرنا پڑے گا۔

یہ سوچ کر مادام نے بوریا بستر باندھا۔ اونٹ پر سوار ہوئی اور اپنا سفر شروع کر دیا۔ شام کا اندھیرا پھیل گیا۔ پھر رات ہو گئی۔ مادام کا اونٹ ٹھنڈے صحرا میں ایک نپی تلی رفتار سے چلا جا رہا تھا۔ کہ اچانک پیچھے سے کسی نے گولی چلا دی۔ گولی مادام کے سر کے اوپر سے ہو کر آگے نکل گئی۔ مادام نے اونٹ روک لیا اور نیچے اتر کر ریت کی اوٹ میں چھپ گئی۔ اور جدھر سے گولی آئی تھی اُدھر دیکھنے لگی۔

ذرا فاصلے پر اُس نے ایک لمبے تڑنگے آدمی کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ جب قریب آیا تو معلوم ہوا کہ وہ ہواباز ہے جو پیرا شوٹ سے اترا تھا۔ مادام نے لمبا سانس بھر کر دل میں کہا۔

"آخر یہ کم بخت بھی یہاں پہنچ گیا۔ ضرور کوئی جرمن یا اطالوی ہے۔ چلو اس سے بھی چھٹکارا حاصل کر لوں گی۔"

وہ انگوٹھی رگڑ کر سانپ کو حاضر کرنے ہی لگی تھی کہ ہوا باز نے قریب آ کر کہا۔

"میں فرانسیسی ہوا باز ہوں۔ تم کون ہو؟"

اس نے مادام کو دیکھ لیا تھا کہ یہ کوئی یورپ کی عورت ہے۔ عرب عورت نہیں ہے۔ ہوا باز کی زبان سے فرانسیسی کا لفظ سن کر مادام کا سارا فکر دور ہو گیا بڑی خوشی ہوئی کہ مدت کے بعد اپنے وطن کا کوئی شخص ملا ہے۔ جلدی سے ریت کے ٹیلے کی اوٹ سے نکل کر سامنے آ گئی اور فرانسیسی زبان میں بولی۔

"میں فرانسیسی جنگی جہاز کے کپتان کی بیوی مادام گارشیا ہوں۔ میں جرمنوں کی قید سے فرار ہو کر ایلات کی طرف جا رہی ہوں۔ تم یہاں کیسے پہنچے ہو؟"

فرانسیسی ہوا باز نے جب دیکھا کہ اس کے سامنے ایک بڑے فرانسیسی افسر کی بیوی کھڑی ہے تو اس نے جھک کر اسے سلام کیا اور کہا۔

"مادام! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ سے ملاقات ہو گئی۔ ہم نے سنا تھا کہ ہمارا بہترین جنگی جہاز جرمن آبدوز نے غرق کر دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی جہاز کا کپتان اور اس کی بیگم بھی ڈوب گئے ہیں۔"

مادام نے اداس آواز میں کہا۔

"میرا خاوند مجھ سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گیا۔ خدا کو یہی منظور تھا۔ میں کسی نہ کسی طرح جان بچانے میں کامیاب ہو گئی۔ بڑی مشکل سے کنارے پر پہنچی۔ جرمنوں نے گرفتار کر کے قید کر دیا۔ وہاں سے بھاگ۔ دوبارہ قید ہوئی۔ پھر بھاگی اور اب بحر مردار کی طرف جا رہی ہوں۔ یہ بتاؤ کہ ایلات قصبے پر اٹلی والوں کا قبضہ تو نہیں ہے؟"

"نہیں مادام! ایلات پر ہم نے دوبارہ قبضہ کر لیا ہے ہماری منزل اس وقت وہی ہو سکتی ہے۔ ایلات پہنچ کر ہی ہم محفوظ ہوں گے۔ اس سارے صحرا میں جرمنوں کا قبضہ ہے۔ میں ایلات کے ہوائی اڈے سے اڑا تھا کہ راستے میں ایک جرمن لڑاکا جہاز نے مجھے آ گھیرا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ میں نے جرمن جہاز کو نشانے میں لے کر تباہ کر دیا مگر جرمن ہوا باز نے مرتے مرتے ایک گولہ میرے جہاز کی دم پر مار دیا۔ جس سے میرے جہاز میں بھی آگ لگ گئی۔"

مادام نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ ہم اب ایلات کی طرف ہی چلیں گے۔"

ہوا باز نے پوچھا۔

"ماداام! کیا آپ کے پاس پانی اور خوراک ہے؟"

"میرے پاس تو سوائے بسکٹوں کے ایک پیکٹ کے اور کچھ بھی نہیں ہے" ماداام نے کہا۔

"فکر نہ کرو میرے پاس پانی بھی ہے اور خوراک بھی"

"یہاں سے ایلات کتنی دور ہو گا ماداام؟"

ماداام بولیں: "عرب بدو نے مجھے جو کچھ بتایا تھا اگر اُس کا حساب درست ہے تو پھر ایلات یہاں سے ایک رات کے سفر پر ہے۔"

"عرب بدوؤں کے حساب بڑے درست ہوتے ہیں۔"

ماداام: "یقیناً ایلات یہاں سے ایک رات کے سفر پر ہی ہو گا۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں آج کی رات بھی سفر کرنا چاہیئے۔ تاکہ ہم کل رات بحرمردار کے کنارے پہنچ جائیں۔"

پس انہوں نے سامان باندھ کر اونٹ پر رکھا۔ دونوں اونٹ پر سوار ہو گئے اور اپنا سفر شروع کر دیا۔ ساری رات ان کا سفر جاری رہا۔ صبح کے وقت وہ ایک علاقے میں آ گئے جہاں زمین سخت ہو گئی تھی اور ہوا میں سمندر کی نمی کی بُو تھی۔ انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ اب بحرمردار ایک رات کے سفر پر ہی ہے۔ دن

بھر انہوں نے صحرا میں آرام کیا۔ شام ہوئی تو پھر سفر پر چل پڑے۔ ساری رات سفر کرتے رہے۔ اگلے دن وہ بحرمردار کے کنارے پر پہنچ گئے تھے۔

بحرمردار ایک بہت بڑا سمندر ہے۔ بلکہ ایک جھیل ہے لیکن بالکل سمندر کی طرح ہے۔ کیوں کہ اس کا کنارا نظر نہیں آتا۔ اس سمندر میں نمک اتنا زیادہ ہے کہ وہ زہر بن گیا ہے اور اس میں کوئی مچھلی زندہ نہیں رہ سکتی۔ پانی میں نمک زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ بھاری ہو گیا ہے اور اگر کوئی اس میں گر پڑے تو وہ ڈوبتا نہیں ہے بلکہ اوپر اوپر تیرتا رہتا ہے۔ چوں کہ اس سمندر میں کوئی مچھلی نہیں ہوتی اس لیے یہاں پرندے بھی نظر نہیں آتے۔

بحرمردار کا سبز اور مٹیالا پانی دھوپ میں شیشے کی طرح چمک رہا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ اس سمندر کے کنارے کنارے مغرب کی طرف ایک سیاہ رنگ کا جلا ہوا پہاڑ کھڑا ہے۔

"ایلات کا قصبہ اسی پہاڑ کی دوسری جانب ہے۔ میرا خیال ہے ہمیں اسی وقت وہاں پہنچنا چاہیئے رات کا انتظار کون کرے۔" ہوا باز نے کہا۔

مادام نے کہا: "گرمی بڑی شدید ہے اور سمندر کی طرف سے بھی سخت گرم ہوا آ رہی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم یہاں دن بھر آرام کریں اور رات کو سفر کریں۔"

آخر یہی فیصلہ ہوا کہ دن کو سفر نہ کیا جائے۔ سارا دن وہ سمندر کے کنارے ایک جگہ کھجوروں کے درختوں کے سائے میں بیٹھے رہے۔ جب دھوپ ڈھلی اور ذرا خنکی یعنی ٹھنڈک ہوئی تو انہوں نے پہاڑ کی طرف اپنا سفر شروع کر دیا۔ آدھی رات کو وہ پہاڑ کے اوپر پہنچ گئے۔ انہوں نے پہاڑ کے اوپر پہنچ کر دوسری طرف دیکھا۔ رات اندھیری تھی۔ چاند ابھی نہیں نکلا تھا۔ انہیں سوائے ایک اندھیری وادی کے اور کچھ دکھائی نہ دیا۔

مادام نے کہا

"ایلات کا قصبہ تو یہاں کہیں نہیں دکھائی دے رہا۔"

ہوا باز بولا۔ "ہو سکتا ہے اسی وادی میں ہو۔ جنگ کی وجہ سے بلیک آؤٹ ہے۔ قصبے کی ساری روشنیاں بجھی ہوئی ہیں۔"

"کیا خیال ہے۔ نیچے اترا جائے؟"

"میرا تو خیال ہے۔ آپ یہاں آرام کریں۔ میں نیچے جاکر پتہ کرتا ہوں کہ وادی میں ایلات کس جگہ پر ہے۔ پھر

واپس آکر آپ کو لے جاؤں گا۔"

"جیسے تمہاری مرضی۔"

ہوا باز نے مادام گارشیا کو پہاڑ کی چوٹی پر چھوڑا اور خود پیدل ہی وادی کی طرف اترنے لگا۔ پہاڑ کی اترائی زیادہ نہیں تھی۔ ہوا باز وادی میں پہنچ گیا۔ مگر یہاں اسے کسی قصبے کا نشان نہ ملا۔ وہ آگے بڑھتا چلا گیا کچھ دور جاکر اس کی نظر ایک پرانے سے قلعے پر پڑی اس نے سوچا ہو سکتا ہے۔ اس قلعے کی دوسری جانب قصبہ ہو۔ ہوا باز رات کے اندھیرے میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ اب وہ قلعے کے دروازے پر کھڑا تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا قلعہ تھا جس کی دیواریں جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھیں اور دروازہ آدھا کھلا تھا اور آدھا دروازہ بند تھا۔ اندر ایک اندھیرا راستہ جا رہا تھا۔ ہوا باز نے سوچا کہ اندر جانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ قلعے کی دوسری جانب چلا جائے۔

وہ قلعے کی پرانی دیوار کے ساتھ ساتھ روانہ ہوا۔

جب وہ قلعے کی دوسری جانب پہنچا تو اسے ایلات قصبے کے کچے مکان اندھیرے میں نظر آئے۔ ہوا باز خوش ہو گیا کہ آخر وہ منزل پر پہنچ گیا۔ وہ خوشی خوشی

قصبے میں آ گیا۔ اچانک کسی نے رائفل کی نالی اس کی گردن پر رکھ دی۔

"ہاتھ اوپر اٹھا لو۔"

یہ الفاظ ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں ادا کئے گئے تھے۔ ہوا باز سمجھ گیا کہ یہ انگریز یا فرانسیسی نہیں بلکہ کوئی جرمن یا اطالوی سپاہی ہے۔ تو کیا اس قصبے پر پھر سے جرمن یا اطالوی قابض ہو گئے ہیں؟ یہ سوچ کر ہوا باز کو پسینہ آ گیا۔ وہ دشمن کا قیدی نہیں بننا چاہتا تھا۔ اُس نے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

"آگے آگے چلو"

اور وہ سپاہی اُسے لے کر قلعے کے دروازے پر آ گیا۔

"اندر چلو۔"

اصل بات یہ تھی کہ ایلات پر انگریزوں کا ہی قبضہ تھا۔ لیکن یہ سپاہی جو ہوا باز کو قلعے میں لے آیا تھا ایک جرمن کمانڈو تھا۔ اس کے دوسرے کمانڈو ساتھی قلعے میں چھپے ہوئے تھے۔ انہیں خاص طور پر ایلات میں انگریزوں کے ذخیروں کو تباہ کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ ان کمانڈوز نے فرانسیسی ہوا باز کو رسیوں سے

باندھ کر ایک طرف پھینک دیا اور وہ آپس میں جرمن زبان میں باتیں کرنے لگے۔ فرانسیسی ہوا باز کچھ کچھ جرمن زبان جانتا تھا۔ ان کی باتوں سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ اپنے ساتھی کمانڈوز کا انتظار کر رہے ہیں۔

اتنے میں آسمان پر ایک ہوائی جہاز کی گونج سنائی دی۔ جرمن کمانڈوز بھاگ کر باہر گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ آئے تو اُن کے ساتھ چھ کمانڈوز اور تھے۔ یہ کمانڈوز پیراشوٹ کے ذریعے جرمن ہوائی جہاز سے کُودے تھے۔

اب انہوں نے ایلات میں انگریزوں کے گولہ بارود کو آگ لگانے کی سکیم پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ دو جرمن کمانڈوز انہوں نے فرانسیسی ہوا باز کے پاس رکھے اور باقی دستی بم اور ڈائنامیٹ لے کر قصبے کی طرف چلے گئے۔

انہوں نے رات کے اندھیرے میں بڑی چابکدستی سے جا کر قصبے کے اندر جگہ جگہ ڈائنامیٹ بچھا دیے اور پھر ٹھیک وقت پر بٹن دبا دیا۔ ایکدم سے خوفناک دھماکے شروع ہو گئے۔ قصبے میں آگ لگ گئی۔ انگریز فوجی مشین گنیں لے کر باہر نکل آئے۔ مگر جرمن کمانڈوز نے دستی بم مار مار کر انہیں بھون ڈالا۔

ایک گھنٹے کے اندر اندر جرمن کمانڈوز نے قصبے ایلا پر قبضہ کر لیا۔ تقریباً سبھی انگریز فوجیوں کو ہلاک کر دیا گی انہوں نے وائرلیس پر پیچھے اطلاع کر دی کہ دشمن کو ختم ک کے قصبے پر قبضہ کر لیا گیا ہے۔ اس سگنل کے ساتھ ہی چار پانچ جرمن ہوائی جہاز فضا میں نمودار ہوئے اور انہوں نے چھاتہ فوج اتار دی۔ ان جہازوں سے بکتر بند گاڑیاں اور ٹینک بھی نیچے اتار دیے گئے۔ دیکھتے دیکھتے سارا قصبہ پھر سے جرمنوں کے قبضے میں چلا گیا۔ اس علاقے کے انگریز کمانڈر کو قید میں ڈال دیا گیا۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی ہو گیا کہ ہوا باز کو اس کی امید نہیں تھی۔

پہاڑ پر بیٹھے بیٹھے یہ ساری جنگ مادام نے دور سے دیکھی۔ بڑی حیران ہوئی کہ یہ جنگ کس کے درمیان ہو رہی ہے؟ اور اب قصبے پر کس کا قبضہ ہے؟ ہوا باز کہاں ہے ان سوالوں کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ اب پہاڑ سے اترتے ہوئے گھبرا رہی تھی۔ کیا جانے قصبے پر پھر سے جرمنوں نے قبضہ کر لیا ہو۔ وہ فرانسیسی ہوا باز ساتھی کا انتظار کرنے لگی۔

ساری رات وہ انتظار کرتی رہی۔

دن نکل آیا۔ چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔ اس روشنی میں مادام نے قصبے کے سب سے اونچے مکان پر جو جھنڈا لہراتا دیکھا وہ جرمنوں کا تھا۔ اس کا دل بیٹھ گیا اب کیا ہوگا۔ اسے یقین تھا کہ فرانسیسی ہوا باز جو اب تک اس کے پاس واپس نہیں آیا تھا ضرور گرفتار ہو چکا ہوگا۔ مادام نے سوچا کہ انگوٹھی والے ناگ کو بلا کر اس سے مشورہ کرنا چاہیے۔ اس نے انگوٹھی رگڑنے کے لیے ہاتھ اوپر اٹھایا تو وہ دنگ ہو کر رہ گئی۔

انگوٹھی اس کی انگلی سے غائب تھی۔

"انگوٹھی کہاں چلی گئی؟"

اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اس نے پہاڑ پر ادھر اُدھر بہت تلاش کیا مگر اسے انگوٹھی نہ ملی۔ انگوٹھی کے گم ہو جانے سے وہ سخت پریشان ہو گئی تھی۔

اب وہ اپنے آپ کو مصیبت میں گھرا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ اب اسے ہر مصیبت کا تنہا مقابلہ کرنا ہوگا۔ بلکہ اب ہو سکتا ہے وہ کسی بھی مصیبت کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ پہاڑ پر ہی بیٹھی رہے گی اور فرانسیسی ہوا باز کا کچھ دیر تک انتظار کرے گی۔

ادھر فرانسیسی ہوا باز کے ساتھ ہی قلعے میں ایلات

کے انگریز کمانڈر کو بھی قید میں ڈال دیا گیا۔ مگر ان دونوں کو الگ الگ قید میں رکھا گیا تھا۔ دو روز گزر گئے۔ پہاڑ کی چوٹی پر مادام انتظار کرتے کرتے تنگ آ گئی۔ اس نے اونٹ کو پہاڑ کے اوپر ہی باندھا اور خود رات کے اندھیرے میں پہاڑ کے نیچے اتر آئی۔ قلعے کے پاس آ کر اس نے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا کہ دروازے پر ایک جرمن سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔

اب جو کچھ بھی کرنا تھا مادام کو اپنی ذمے داری پر کرنا تھا۔ یہاں اس کی مدد کرنے والا اب سانپ نہیں تھا۔ اس کے پاس صرف ایک لمبا خنجر تھا۔ جو زہر میں بجھا ہوا تھا اور جسے ہوا باز اسے اپنی حفاظت کے لیے دے گیا تھا۔ مادام ایک بہادر عورت تھی۔ اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ فرانسیسی ہوا باز اس قلعے میں قید ہو گا۔ مادام رات کے اندھیرے میں جُھک کر آگے بڑھنے لگی۔ جب وہ ٹھیک جرمن پہرے دار کے پیچھے پہنچ گئی تو رُک کر سانس درست کرنے لگی۔ خنجر اس نے ہاتھ میں تھام رکھا تھا۔

جرمن پہرے دار ایک جگہ بیٹھ گیا تھا۔ شاید وہ تھک

یا تھا۔ اس کی پیٹھ مادام کی طرف تھی۔ مادام نے اب زمین پر رینگنا شروع کر دیا۔ ریت کی وجہ سے اس کے رینگنے کی آواز پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ رینگتے رینگتے وہ جرمن سپاہی کے قریب آ گئی۔ اب جرمن سپاہی کو کچھ آہٹ سی محسوس ہوئی۔ اس نے جونہی پلٹ کر دیکھا۔ مادام کارشیا نے ایک شیرنی کی طرح اچھل کر اس کی پُشت میں خنجر گھونپ دیا۔ خنجر کے گہرے زخم اور زہر نے فوراً اثر کیا اور جرمن پہریدار کوئی آواز نکالے بغیر گرا اور پھر نہ اٹھ سکا۔

مادام نے اس جرمن سپاہی کی وردی پہن کر مشین گن ہاتھ میں لی اور قلعے کے اندر داخل ہو گئی۔ کچھ دور اندر جا کر اس نے دیکھا کہ سیڑھیاں نیچے اتر رہی ہیں وہ نیچے آئی تو ایک جرمن سپاہی اسے آتے ہوئے ملا۔ یہاں ایک مدھم سا بلب جل رہا تھا۔ مادام نے لوہے کا ٹوپ ماتھے پر آگے کو کر لیا تھا۔ جرمن نے قریب سے گزرتے ہوئے جرمن زبان میں اُسے کہا۔

پہرہ چھوڑ کر یہاں کیا کرنے آ گئے ہو؟

مادام کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس نے یونہی مسکراتے ہوئے ٹوٹی پھوٹی جرمن میں کہا۔

"ٹھیک ہے"

سپاہی کو شک سا پڑ گیا۔ وہ واپس پلٹا اور مادام کے پاس آ کر بولا۔

"کیا بات ہے؟ کون ہو تم؟"

اس سے پہلے کہ جرمن سپاہی پستول نکالتا، مادام نے مشین گن کی باڑھ مار کر اُسے ہلاک کر دیا۔ گولیوں کی آواز انگریز کمانڈر اور ہوا باز نے بھی سُنی۔ وہ اپنی اپنی کوٹھڑیوں میں قید تھے۔ ہوا باز نے اونچی آواز میں کمانڈر سے انگریزی میں کہا۔

"یہ گولیوں کی آواز کہاں سے آئی ہے؟ ضرور دال میں کچھ کالا کالا ہے"

"ہو سکتا ہے" انگریز کمانڈر نے کہا۔

اتنے میں مادام نے آواز دی۔

"فرانسیسی ہوا باز! تم کہاں ہو؟"

ہوا باز کا چہرہ کھل اٹھا۔ اس نے بلند آواز میں جواب دیا۔

"مادام! میں اس طرف ہوں"

اور پھر اپنے ساتھ والے انگریز قیدی سے کہا۔

"کمانڈر! یہ ہماری دوست ہے۔ اس نے جرمن پہریداروں

کر ہلاک کر دیا ہے۔ وہ ہمارے پاس پہنچ گئی۔ ہے"

اتنے میں مادام وہاں آ گئی۔ اس نے گولی مار کر دونوں کوٹھڑیوں کے تالے توڑ ڈالے۔ ہوا باز اور انگریز کمانڈر آزاد ہو گئے۔ مادام نے کہا۔

"جلدی سے پہاڑی پر پہنچو۔ یہاں سخت خطرہ ہے"

تینوں قلعے میں سے نکل کر پہاڑی پر چڑھنے لگے اوپر پہنچ کر انہوں نے سوچا کہ اب کدھر کو چلنا چاہیئے۔ انگریز کمانڈر نے کہا۔

"اگر ہم بحرِ مردار کے ساتھ ساتھ سفر کریں تو وہاں سے آگے ہمیں ایک لمبا سفر طے کرنا ہو گا"

"کیا اس کے آگے ہمیں کوئی اپنا علاقہ مل جائے گا؟"

"ہاں! ہم بحیرہ احمر کے کنارے پہنچ سکتے ہیں۔ وہاں سے ہمیں اپنے آدمی مل جائیں گے۔ بحیرہ احمر کے مغربی کنارے پر ہمارا قبضہ ہے"

"تو پھر ہمیں اسی وقت یہ سفر شروع کر دینا چاہیئے"

یہ مادام کا خیال تھا۔ ہوا باز نے بھی اس خیال کا اظہار کیا۔ مگر انگریز کمانڈر نے کہا۔

"شاید آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ جس سفر کی میں بات کر رہا ہوں۔ وہ بڑا کٹھن سفر ہے۔ راستہ بڑا تکلیف وہ

ہے۔ بحر احمر تک پہنچنے کے لیے ہمیں ایک ہفتہ سفر کرنا ہو گا۔ یہ صحرا کا سفر ہو گا۔ جہاں ہمیں نہ پانی ملے گا نہ کچھ کھانے کو ملے گا۔ اور ہمارے پاس ایک اونٹ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے پاس تین گھوڑے یا تین اونٹ ہونے چاہئیں۔ پھر پانی اور کھانے کا اتنا ذخیرہ ہونا چاہیئے کہ ایک ہفتے تک ہمارا ساتھ دے سکے۔ اگر ہم نے ان چیزوں کے بغیر سفر شروع کر دیا تو بہت جلد کسی نہ کسی صحرا میں ہماری لاشیں پڑی ہوں گی اور گدھ انہیں کھا رہے ہوں گے۔"

بات بڑی معقول تھی۔ ہوا باز نے کہا۔

"کچھ بھی ہو۔ پہلے ہمیں یہاں سے تو نکل چلنا چاہیئے۔ کیوں کہ یہاں رہنا بھی خطرے سے خالی نہیں ہے۔ جرمنوں کو صبح ہوتے ہی ہمارے فرار ہونے کا علم ہو جائے گا۔ اور انہیں اپنے سپاہیوں کی لاشیں بھی مل جائیں گی۔ وہ ہماری تلاش میں کتوں کو لے کر اس پہاڑی پر ضرور آئیں گے اور ہمیں گرفتار کر لیں گے۔"

"پھر تمہارا کیا خیال ہے؟"

مادام نے پوچھا۔ انگریز کمانڈر بولا۔

"مناسب بات یہی ہے کہ ہم یہاں سے نکل چلیں۔

اور کسی نہ کسی طرح بحر مردار کے کنارے پہنچ کر کسی جگہ چھپ جائیں۔ پھر وہاں سوچیں گے کہ ہمیں آگے سفر کس طریقے سے کرنا ہو گا۔"

"ٹھیک بات ہے۔" ہوا باز نے کہا۔

اس کے بعد انہوں نے اونٹ کو ساتھ لیا۔ اونٹ پر مادام گارشیا کو سوار کرایا اور یہ تینوں مفرور قیدی پہاڑی سے نیچے دوسری طرف اترنے لگے۔ اب رات کافی ڈھل چکی تھی۔ صبح ہوتے ہوتے وہ بحر مردار کے کنارے پہنچ گئے۔ یہاں کہیں کہیں جنگلی کانٹے دار درختوں اور جھاڑیوں کے جھنڈ تھے۔ کمانڈر نے کہا۔

"ہمیں اس جگہ کہیں مورچہ کھود کر مشین گن لے کر بیٹھ جانا ہو گا۔"

ہوا باز نے کہا: "کمانڈر صاحب! اگر جرمن ہمیں تلاش کرتے کرتے یہاں پہنچ گئے تو ہماری مشین گن کب تک ہمارا ساتھ دے گی؟ جرمن ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"پھر تمہارا کیا خیال ہے؟" مادام نے پوچھا۔

ہوا باز نے کہا۔ "میرا تو خیال ہے کہ ہمیں چلتے رہنا چاہیئے۔"

اندھا کنواں

آخر انہوں نے یہی فیصلہ کیا اور آگے چل دیئے۔

جوں جوں وہ آگے جا رہے تھے، بحر مردار یعنی مردہ سمندر کی طرف سے آنے والی ہوا گرم ہوتی جا رہی تھی۔ دھوپ بھی خوب تیز پڑنے لگی تھی۔ صرف مادام اونٹ پر سوار تھی۔ دونوں ساتھی سخت ریتلی زمین پر پیدل چل رہے تھے۔ دوپہر تک وہ کسی نہ کسی طرح گرتے پڑتے سفر کرتے رہے۔ دوپہر کے بعد گرمی اور تپش نے انہیں نڈھال کر دیا اور وہ رک گئے۔ یہاں کھجوروں کا ایک پرانا جھنڈ تھا۔ وہ اس کے سائے میں بیٹھ گئے۔ پیاس نے برا حال کر دیا تھا۔ اونٹ بھی پیاس سے بلبلانے لگا۔ پھر اچانک اونٹ نے ایک طرف گردن اٹھا کر سونگھنا شروع کر دیا۔ کمانڈر نے کہا۔

"اونٹ کو کھلا چھوڑ دو۔ صحرا میں اونٹ پانی کی بو سونگھ لیتا ہے۔ ضرور اس کو پانی کی بو آئی ہے۔"

اسی وقت اونٹ کو کھلا چھوڑ دیا گیا۔ دس بارہ قدم چلنے کے بعد اونٹ نے ایک جگہ ریت میں منہ مارنا شروع کر دیا۔ کمانڈر نے کہا۔

"ضرور یہاں پر پانی موجود ہے"

انہوں نے زمین کھودنی شروع کر دی۔ ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ دس بارہ فٹ ریت کھودنے کے بعد پانی نکل آیا تھا۔ یہ چھپا ہوا ٹھنڈے میٹھے تازہ پانی کا چشمہ تھا۔ انہوں نے خود بھی جی بھر کر پانی پیا اور اونٹ کو بھی پلایا۔ جھنڈ میں آکر انہوں نے کھجوریں کھائیں۔ پیٹ بھرا تو اب سوچنے سمجھنے کی طاقت بھی آ گئی۔

انہیں تعجب تھا کہ جرمن سپاہی ان کے پیچھے نہیں آئے تھے۔ شاید وہ انہیں تلاش کرتے ہوئے پہاڑ کی دوسری سمت نکل گئے تھے۔ دوپہر تک ان لوگوں نے اسی جگہ آرام کیا۔ چشمے پر سے انہوں نے پانی کی چھاگل بھر لی۔ کھجوریں توڑ کر اس کی گٹھڑی بنا کر اونٹ پر رکھ لی اور شام ہوتے ہی دوبارا سفر شروع کر دیا۔ رات کو وہ بڑے سکون سے سفر کرتے رہے۔ کسی وقت کمانڈر اونٹ پر سوار ہو جاتا اور کسی وقت ہوا باز سوار

ہو کر اپنی تھکن دُور کر لیتا۔

اس طرح سفر کرتے کرتے وہ بحیرہ احمر تک پہنچ گئے۔

یہاں انہیں دور سے ایک جہاز سمندر کے کنارے کھڑا دکھائی دیا۔ اس وقت تھکن سے وہ چُور ہو چکے تھے۔ کم پانی اور کم خوراک نے انہیں بے حد کمزور کر دیا تھا۔ کمانڈر اور ہوا باز کے پاؤں چل چل کر زخمی ہو گئے تھے۔ وہ ایک جگہ رُک گئے اور غور کرنے لگے کہ یہ جہاز کس کا ہو سکتا ہے؟ کمانڈر نے کہا۔

"اس علاقے میں ضرور انگریزی فوج کا قبضہ ہے اور یہ جہاز سوائے انگریزی جہاز کے اور کوئی نہیں ہو سکتا" فرانسیسی ہوا باز نے کہا۔ "آپ لوگ یہاں انتظار کریں۔ میں جا کر معلوم کرتا ہوں کہ یہ جہاز کس کا ہے"؟

ہوا باز نے ساحل سمندر کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ رات ڈھل رہی تھی۔ آسمان پر ہلکی ہلکی صبح کی روشنی پھیلنے لگی تھی۔ جوں جوں ہوا باز سمندر کے قریب ہو رہا تھا، اُسے یوں لگ رہا تھا جیسے جہاز دُور ہٹتا جا رہا ہے۔ سمندر کے کنارے پہنچ کر اس نے دیکھا کہ جس جہاز کا پتہ کرنے وہ آیا تھا وہ کنارے سے کافی دُور جا چکا تھا۔ اندھیرے

میں وہ یہ بھی نہ دیکھ سکا کہ اس جہاز پر کس ملک کا جھنڈا تھا۔ جہاز سمندر میں آگے نکل گیا تھا۔ کنارہ جہاز کے جانے کے بعد خالی اور ویران ہو گیا تھا۔

ہوا باز نے واپس جا کر کمانڈر اور نادم کو بتایا کہ جہاز وہاں سے جا چکا ہے۔ جہاز کو نگاہوں سے اوجھل سمندر میں غائب ہوتے انہوں نے بھی دیکھ لیا تھا۔ کمانڈر نے پوچھا۔

"کنارے پر کوئی فوجی بارک یا بندرگاہ تمہیں نظر آئی؟"

"بالکل نہیں۔"

"تو پھر یہ جہاز یہاں کس لیے آ کر کھڑا ہو گیا تھا؟"

"میرا خیال ہے شاید کسی خاص مقصد کے لیے سامان لے کر وہ یہاں آیا تھا اور وہ مقصد پورا کرنے کے بعد اب واپس چلا گیا ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ یہ جہاز کس ملک کا تھا؟" نادم نے کہا۔

کمانڈر بولا۔

"سانپ کی لکیر پیٹنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ وہاں پیدل چل کر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ یہ علاقہ کس ملک کے قبضے میں ہے۔"

"ہاں چلو۔ وہاں چلتے ہیں"

سمندر کے کنارے پر کچھ بھی نہیں تھا۔ دور ایک کوٹھڑی سی بنی تھی۔ ہوا باز نے کہا۔

"یہ کوئی دفتر معلوم ہوتا ہے"

دن کی روشنی اب چاروں طرف پھیل چکی تھی۔ انہوں نے غور کر کے دیکھا۔ کوٹھڑی پر کوئی جھنڈا نہیں لہرا رہا تھا۔ وہ کوٹھڑی کے پاس آگئے۔ کوٹھڑی کا دروازہ بند تھا۔ مادام نے ہوا باز کو اشارہ کیا۔ ہوا باز نے مشین گن اپنے ہاتھ میں تھامی اور دروازے پر زور سے پاؤں مار کر اسے دھڑاک سے کھول دیا۔

دروازہ کھلا تو انہوں نے دیکھا کہ اندر کوئی بھی نہیں کوٹھڑی خالی پڑی ہے۔ صرف کونے میں مٹی کی ایک صراحی رکھی ہوئی تھی۔ سب سے پہلا کام انہوں نے یہ کیا کہ صراحی میں سے پانی نکال کر پیا۔ پانی پی کر ان کی جان میں جان آئی۔ اب غور کرنے لگے کہ اگر یہاں کوئی نہیں رہتا تو یہ پانی کی صراحی کس نے رکھی ہے؟ پانی کی صراحی اس بات کی طرف اشارہ کرتی تھی کہ یہاں کوئی ضرور رہتا ہے۔ پانی تازہ تھا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے اسے ایک دن پہلے بھرا ہے۔ یہ پانی کہاں سے

آ گیا؟ ضرور یہاں کہیں قریب ہی کوئی تازہ پانی کا چشمہ ہے۔ انگریز کوٹھڑی میں دروازے کے پاس بیٹھ گیا۔ یہاں فضا کچھ ٹھنڈی تھی۔ ہوا باز بھی قریب ہی بیٹھ گیا۔ مادام گارشیا نے اونٹ سامنے کھڑا کر دیا۔ کمانڈر بولا۔

"ہمیں یہاں اس طرح جمگھٹا کر کے نہیں بیٹھنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے دشمن یہاں کہیں چھپا ہو۔ اگر اُس نے اچانک فائرنگ شروع کر دی تو ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچ سکے گا۔"

مادام گارشیا نے کہا: "میرا خیال ہے ہمیں یہاں سے دور ہو کر دشمن کا انتظار کرنا چاہئے۔"

ہوا باز بولا۔ "ہو سکتا ہے۔ یہاں جو شخص رہتا ہے وہ دشمن نہ ہو بلکہ ہمارا دوست ہو۔"

"یہ تو تمہارا خیال ہے نا۔ ہمیں بُرے سے بُرے حالات کے لئے تیار رہنا چاہیے۔"

ابھی وہ یہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ ایک ہلکی سی آواز اُن کے کانوں سے ٹکرائی

"یہ آواز تم لوگ سن رہے ہو؟"

سب سے پہلے یہ آواز کمانڈر نے سنی۔ اس نے دوسروں کو کہا۔ اب سب نے کان کھڑے کر لئے اور آواز سننے کی

کوشش کرنے لگے۔ آواز بڑی ہلکی تھی۔ ایسے لگ
تھا جیسے کسی گہرے کنوئیں سے آ رہی ہے۔ انہوں
غور کیا تو محسوس ہوا کہ آواز کوٹھڑی کے اندر سے
رہی ہے۔

"آواز اس کوٹھڑی سے آ رہی ہے"

"لیکن کوٹھڑی تو خالی ہے"

"ضرور یہاں کوئی تہہ خانہ ہے" انگریز کمانڈر نے
"اسے تلاش کرنا چاہیے"

آواز کسی مرد کی تھی۔ وہ جلدی سے کوٹھڑی کے
آکر دیواروں کو ٹٹولنے لگے۔ اچانک ہوا باز کا پاؤ
زمین میں دھنس گیا۔

"ضرور اس جگہ تہہ خانہ ہے"

انہوں نے اس جگہ فرش پر جھک کر سنا۔ آواز ا
جگہ سے آ رہی تھی۔ اب آواز صاف صاف سنائی دے
رہی تھی۔ یہ کسی مرد کی آواز تھی جو کہہ رہی تھی۔
"مجھے باہر نکالو۔ مجھے اس کنوئیں سے باہر نکالو"
یہ لفظ انگریزی، عربی اور فرانسیسی زبان میں ادا ہ
رہے تھے۔ کمانڈر نے کہا۔

"یہ کوئی بڑا چالاک جاسوس معلوم ہوتا ہے۔ بیک وق

ین زبانیں جانتا ہے"

ہوا باز نے کہا۔ "جو کوئی بھی ہے ہمیں اس کی مدد
رنی چاہیے۔ شاید وہ ہمارے کام آ سکے"

مادام نے کہا۔ "تم لوگ تہہ خانہ تلاش کرو۔ میں مشین گن
لے تیار رہتی ہوں۔ اگر اس نے ایسی ویسی کوئی حرکت
ی تو اسے گولی سے اڑا دیا جائے گا"

اب انہوں نے مل کر زمین کی ریت اور گھاس
پھوس پرے ہٹایا تو نیچے سے ایک لکڑی کا ڈھکنا
برآمد ہوا۔ لکڑی کا ڈھکنا اٹھایا گیا تو اس کے نیچے ایک
اندھا کنواں تھا۔ یہ لوگ ایک دم پیچھے ہٹ گئے۔ اب
آواز صاف سنائی دی۔

"مجھے اندر سے نکالو"

کمانڈر نے جھک کر اندھیرے میں کہا۔

"تم کون ہو؟ تمہیں یہاں کس نے بند کیا ہے؟"

یہ انگریزی زبان میں اس نے کہا۔ نیچے سے آواز آئی۔

"میں ایک انسان ہوں۔ یہ شخص جس نے مجھے یہاں
قید کیا ہے غلاموں کا کاروبار کرتا ہے۔ یہ نوجوان انسانوں
کو پکڑ کر دوسرے شہروں میں جا کر فروخت کر دیتا ہے"

کمانڈر نے پوچھا۔

"یا تم کسی ملک کے جاسوس ہو؟"
کنوئیں سے آواز آئی۔
"ہرگز نہیں۔"
"پھر تم اتنی زبانیں کیسے جانتے ہو؟"
کنوئیں سے آواز آئی۔ "میں مصر کے ایک پڑھے لکھے گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں کئی زبانیں پڑھ چکا ہوں۔ مجھے زبانیں پڑھنے کا شوق ہے۔ ایک روز گھر سے باہر صحرا میں سیر کر رہا تھا کہ ایک آدمی مجھے بے ہوش کر کے لے گیا اور فروخت کر ڈالا۔ وہاں سے بھاگا تو اس شخص نے مجھے دوبارا پکڑ کر اس کنوئیں میں بے ہوش کر کے قید کر دیا۔"
ہوا باز نے کہا۔
"میرا خیال ہے یہ کوئی مظلوم نوجوان ہے۔ ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیے۔"
مادام بولی: "ہوا باز کا خیال درست ہے کمانڈر! ہمیں اس نوجوان کو قید سے رہائی دلانی چاہیے۔"
انگریز کمانڈر اس بات کے حق میں نہیں تھا۔ کہنے لگا
"مجھے خطرہ ہے کہ کہیں ہم کسی اور مصیبت میں نہ پھنس جائیں یہ نوجوان ہمارے لیے کسی نئی مصیبت کا باعث نہ بن جائے"

ہوا باز نے کہا: "یہ تمہارا وہم ہے کمانڈر! ہمیں اس کو اس کنوئیں سے نکالنا چاہیے۔"
ہوا باز نے کنوئیں میں منہ لے جا کر کہا۔
"فکر نہ کرو۔ ہم تمہیں باہر نکال رہے ہیں۔ مگر تمہارا نام کیا ہے؟"
کنوئیں کے اندر سے آواز آئی۔
"عنبر۔ میرا نام عنبر ہے۔"
ہاں یہ ہمارے ناول کا ہیرو عنبر تھا۔ جو مصر کے صحرا میں ایک ڈیم پر خرکاروں کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ اس کے پاؤں میں زنجیر ڈال دی گئی تھی اور اس سے بیگار لی جاتی تھی۔ آپ اس کا حال پڑھ چکے ہیں۔ عنبر وہاں اس لئے رک گیا تھا کہ شاید مصر کے صحرا میں اس کی ملاقات ماریا یا ناگ سے ہو جائے۔ جب کئی روز گزر گئے۔ اور ناگ یا ماریا اسے نہ مل سکی تو عنبر نے وہاں سے فرار ہونے کا فیصلہ کر لیا: چنانچہ ایک رات اس نے بڑے آرام سے پاؤں کی زنجیر توڑ ڈالی اور اپنے پہریدار سے کہا۔
"میں یہاں سے جا رہا ہوں۔ تمہیں جو کچھ کرنا ہے کر لو۔"
پہریدار ہنسا کہ یہ کیا احمق قیدی ہے جو اپنے منہ سے کہہ کر فرار ہو رہا ہے وہ اس بات پہ حیران ضرور

ہوا کہ عنبر نے اتنی موٹی اور مضبوط زنجیر کیسے توڑ ڈالی تھی۔ اس نے بندوق تان کر کہا۔

"اگر تم نے ایک قدم بھی اٹھایا تو گولی مار دوں گا۔"

اس کو کیا خبر تھی کہ عنبر پر کوئی چیز اگر اثر کرتی ہے تو وہ صرف بے ہوش کر دینے والی گیس ہے۔ گیس کے سامنے عنبر بے بس ہو جاتا تھا اور بے ہوش ہو جاتا تھا۔ یا اُسے کسی اندھے کنوئیں میں پھینک دیا جائے تو باہر نکلنا اس کے لیے مشکل ہو جاتا تھا۔ پہریدار کی بندوق کو اس نے ایک ہاتھ سے پرے کر دیا اور کہا۔

"میں تمہیں مارنا نہیں چاہتا۔ اس لیے میرے معاملے میں دخل نہ دو۔ پرے ہٹ کر کھڑے ہو جاؤ اور مجھے جانے دو۔ میں نے جانے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اب [illegible] تمہارا آقا اگر اپنی ساری فوج کو بھی لے آئے تو مجھے نہیں روک سکتا۔"

پہریدار نے بندوق کی نالی عنبر کی چھاتی کے ساتھ لگا دی۔

"خبردار! ایک قدم آگے مت بڑھانا۔"

عنبر بولا "معلوم ہوتا ہے تم باز نہیں آؤ گے۔ تمہاری موت آ گئی ہے۔ لیکن میں اب بھی تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔"

عنبر نے بندوق کی نالی ہاتھ سے پرے ہٹا دی اور ایک طرف کو چل پڑا۔ پہریدار نے پیچھے سے گولی چلا دی۔ گولی عنبر کی پیٹھ پر لگی مگر وہ چلتا چلا گیا۔ پہریدار نے بندوق میں جتنی گولیاں تھیں، ساری کی ساری عنبر پر چلا دیں۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ صحرا کی رات میں خاموشی سے چلتا رہا۔ اب تو پہریدار کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ سمجھ گیا کہ یہ کوئی بڑا کمال کا انسان ہے۔ بھاگ کر اس کے آگے پہنچا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"حضور! آپ کوئی بڑے کمال کے درویش ہیں۔ میری خطا معاف کر دیں۔ لیکن اگر آپ اس طرح چلے گئے تو اس خونخوار کیمپ کا مالک میرے بال بچوں کو بڑی بیدردی سے ذبح کر دے گا۔"

عنبر رک گیا۔ پہریدار کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"اچھا اگر یہ بات ہے تو فکر نہ کرو۔ پہلے میں تمہارے ظالم آقا کی خبر لیتا ہوں۔ تم مجھے پکڑ کر اس کے پاس لے چلو۔"

چنانچہ پہریدار نے ایسا ہی کیا۔ اس نے عنبر کو پکڑ لیا اور لے کر مالک کے کیمپ کی طرف چل پڑا۔ گولیوں کی آواز سن کر کیمپ کا مالک اپنے ساتھیوں کو لے کر وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس نے پہریدار کو دیکھا تو چیخ کر بولا۔

"اس کو کہاں سے پکڑ کر لا رہے ہو؟"
پہریدار سے کہا۔

"حضور! یہ بھاگ رہا تھا۔ میں نے اسے پکڑ لیا ہے۔"

مالک کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے ہنٹر لے کر عنبر کو مارنا شروع کر دیا۔ لیکن بھلا عنبر پر اس کا کیا اثر ہوتا۔ ہاں اب عنبر نے فیصلہ کر لیا کہ وہ دوسرے سارے غلاموں کو آزاد کر دے گا۔ باقی سارے غلام بھی وہاں دور کھڑے یہ افسوسناک منظر دیکھ رہے تھے ان کے پاؤں میں زنجیریں تھیں اور چہرے بھوک اور بیماری سے زرد پڑ چکے تھے۔ انہیں اپنے ساتھی پر ظلم ہوتے دیکھ کر افسوس ہو رہا تھا۔

مالک نے گرج کر کہا۔

"کمینے! تمہاری یہ جرأت کہ زنجیر توڑ کر بھاگنے کی کوشش کرو؟ تمہیں معلوم نہیں کہ میرا نام جابر ہے۔ میں زمین کے اندر سے بھی اپنے غلاموں کو ڈھونڈ کر نکال لاتا ہوں۔"

عنبر نے آگے بڑھ کر ہنٹر جابر کے ہاتھ سے پکڑ کر کھینچا۔ عنبر کی گرفت میں اتنی طاقت تھی کہ جابر ایسا چھ فٹ کا دیو بھی نیچے گر پڑا۔ عنبر نے اسے ہنٹروں سے

مارنا شروع کر دیا۔ عنبر کے دو ہنٹروں نے ہی جابر کی کھال ادھیڑ دی اور خون نکل آیا۔ یہ حال دیکھ کر سارے نوکر اس پر ٹوٹ پڑے۔ مگر ان کے لیے عنبر کا ایک ہاتھ ہی کافی تھا۔ اس نے جس کی گردن پہ ہاتھ مارا اس کی گردن ٹوٹ کر ڈھلک گئی اور وہ ایسا گرا کہ پھر نہ اٹھ سکا۔ جابر نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"گولیاں برساؤ۔"

جابر نے بھی پستول نکال کر عنبر پر گولی چلا دی۔ دوسرے نوکر بھی بندوق سے عنبر پر فائرنگ کرنے لگے۔ مگر عنبر بڑے سکون کے ساتھ اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ گولیاں اس کے سینے منہ، سر اور گردن سے ٹکرا کر نیچے ریت پر گرتی رہیں۔ سارے لوگ ششدر ہو کر رہ گئے۔ عنبر نے جھک کر ایک ٹانگ جابر کی ران پر رکھی اور دوسری ٹانگ اس کی چھاتی پر اور پھر اس کے ہاتھ سے پستول چھین کر کہا۔

"تم نے بے شمار نوجوان اغوا کر کے یہاں قید کئے ان پر ظلم کیا۔ انہیں بھوکا پیاسا رکھا۔ جب وہ کمزور ہو گئے تو تم نے انہیں گولیاں مار کر ہلاک کر دیا۔ تم میرے ساتھ بھی یہی سلوک کر رہے تھے۔ لیکن تم میرا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ اب میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ کیوں کہ تمہیں زندہ چھوڑنا

انسانیت کے خلاف بہت بڑا جرم ہو گا۔

اتنا کہہ کر عنبر نے اس کی چھاتی سے پاؤں اٹھا لیا اور پھر اس پر پستول کی ساری گولیاں چلا ڈالیں۔ جابر تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ دوسرے لوگ اس پر ٹوٹ پڑے۔ مگر عنبر نے ان سب کو ایک ایک کر کے ختم کر دیا۔ اب اُس نے اُن تمام نوجوانوں کو آزاد کر دیا۔ جنہیں جابر نے اغوا کر کے وہاں زبردستی بیگار پر لگا رکھا تھا۔ ان کی زنجیریں توڑ دی گئیں۔ انہیں جابر کے خاص باورچی خانے میں لے جا کر خوب اچھی طرح سے کھلایا پلایا گیا۔ پھر انہیں اونٹوں پر سوار کروا کر آزاد کر دیا گیا۔ خود عنبر نے بھی ایک اونٹ لیا۔ پہریداروں سے گلے ملا۔ اور شہر قاہرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

یہ عنبر کا کبھی اپنا وطن ہوا کرتا تھا۔ وہ اسی سرزمین کی فضاؤں میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن اب حالات بڑے بدل گئے تھے۔ سوائے اہرام مصر کے وہاں پرانے زمانے کی کوئی بھی چیز باقی نہیں تھی۔ اور اہرام مصر کو بھی کافی نقصان پہنچایا گیا تھا۔ ان دنوں سب سے بڑے فرعون توتنخ آمون کے مقبرے کی تلاش جاری تھی۔ گویا ڈاکو اب اس نیک دل بادشاہ کے مقبرے کو بھی لوٹنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

عنبر کو اب صحرا کے پرانے راستے بھی یاد نہیں رہے

تھے۔ اس نے صحرائی راستے پر سفر تو شروع کر دیا تھا لیکن اسے اچھی طرح یقین نہیں تھا کہ وہ جس راستے پر جا رہا ہے۔ وہ سیدھا قاہرہ کو ہی جاتا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ جابر کا ایک چھوٹا بھائی اس اندھا دھند فائرنگ سے بچ گیا تھا اور عنبر سے بدلہ لینے کے لیے اس کے پیچھے لگ چکا تھا۔ کچھ فاصلے پر وہ بھی ایک گھوڑے پر سوار عنبر کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔

اس شخص کا نام جالوت تھا۔ یہ بھی اپنے وقت کا بڑا ظالم شخص تھا اور بیگار کیمپ میں کتنی لڑکوں کو ہلاک کر چکا تھا۔ اسے اتنا معلوم ہو گیا تھا کہ یہ شخص عنبر اگر قابو میں آ سکتا ہے تو اس صورت میں کہ اسے کسی طریقے سے بے ہوش کر دیا جائے۔ چنانچہ جالوت نے کلوروفارم کی ایک پوری شیشی تھیلے میں رکھ لی تھی اور عنبر کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔

عنبر صحرا میں جا رہا تھا کہ راستے میں رات ہو گئی اب عنبر کو راستہ نظر نہیں آ رہا تھا اس نے سوچا کہ کسی جگہ رات کو آرام کرنا چاہیے۔ اس کے بعد صبح کی روشنی میں سفر شروع کیا جائے۔ یہ سوچ کر وہ ایک جگہ کھجور کے درخت کے ساتھ اونٹ کو باندھ کر خود بھی لیٹ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ

پہلو بدلتا اور ماریاوزناگ کے بارے میں سوچتا رہا۔ پھر اُسے نیند آ گئی۔

جالوت قریب ہی چھپا اسی گھڑی کا انتظار کر رہا تھا جونہی اُس نے دیکھا کہ اس کا شکار سو گیا ہے، وہ دبے پاؤں آگے بڑھا۔ قریب جا کر وہ ریت پر لیٹ گیا اور سانپ کی طرح رینگتا ہوا عنبر کی طرف کھسکنے لگا۔ اُسے معلوم تھا کہ شکار بے حد ہوشیار ہے۔ اگر ایک بار اُس کی آنکھ کھل گئی تو وہ جالوت کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ قریب آ کر اُس نے تھیلے میں سے کلوروفارم کی شیشی نکالی۔ ایک رومال کو اس دوائی سے خوب اچھی طرح سے تر کیا۔ تھیلا اور کلوروفارم کی شیشی اس جگہ ریت میں رکھی اور رینگتا ہوا عنبر کے سرہانے کی طرف آ گیا۔

عنبر سچ مچ سو رہا تھا۔ جالوت کے لیے یہ ایک بڑا سنہری موقع تھا۔ اس نے بڑی تیزی کے ساتھ کلوروفارم میں بھیگا ہوا رومال عنبر کی ناک پر رکھ کر ہاتھ سے دبا دیا۔ اس کا ایک ہی سانس کافی تھا۔ عنبر نے ایک ہی سانس لیا اور اتنا زیادہ کلوروفارم اس کے اندر چلا گیا جو اُسے چوبیس گھنٹوں تک بے ہوش رکھنے کے لیے کافی تھا۔ عنبر بے ہوش ہو چکا تھا۔ جالوت نے جلدی

ے عنبر کو گھسیٹ کر اونٹ پر ڈالا۔ خود گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ کلوروفارم کی شیشی اور تھیلا اس نے ساتھ لے یا تھا۔ اُس نے یمن کی طرف سفر شروع کر دیا۔

جالوت یمن میں مردہ سمندر کے پاس لے جا کر عنبر کو ایک یہودی بردہ فروش کے پاس بڑے مہنگے داموں فروخت کرنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ ایسے طاقتور انسان کی یہودی بہت زیادہ قیمت دے گا۔ راستے میں جب وہ دیکھتا کہ بے ہوشی کی دوائی کا اثر کم ہو رہا ہے تو جالوت عنبر کو پھر سے دوائی سنگھا کر دوبارہ بے ہوش کر دیتا۔

یوں وہ اُسے لے کر منزلوں پر منزلیں طے کرتا مردہ سمندر کے پاس آ گیا۔ یہاں اس کو ایک کوٹھڑی کے بارے میں علم تھا جہاں اس کا بھائی جابر غلام خرید کر انہیں کوٹھڑی کے اندر بنے ہوئے کنوئیں میں رکھا کرتا تھا۔ تاکہ پولیس کو پتہ نہ چل سکے۔ جالوت نے بھی مردہ سمندر کے کنارے عنبر کو لا کر کوٹھڑی کے کنوئیں میں رسی سے لٹکا کر اندر پھینک دیا اور اس کا اوپر سے منہ بند کر کے خود یہودی کے مکان کی طرف روانہ ہو گیا جو وہاں سے دس کوس کے فاصلے پر تھا۔

یہ تھی عنبر کی کہانی ——— انگریز کمانڈر، ہوا باز اور

مادام گارشیا نے مل کر عنبر کو کنوئیں میں سے باہر کھینچ لیا
انہوں نے عنبر کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک خوش شکل نوجو
ہے جس کا لباس پھٹا ہوا ہے۔ بال بکھرے ہیں مگر چہرے
پر ابھی تک شرافت کی چمک ہے۔ آنکھوں میں حیا اور شرم
ہے۔ ہواباز اور مادام اس سے متاثر ہوئے مگر انگریز کمانڈ
کو ابھی تک عنبر پر شک تھا۔ اس نے پستول نکال کر کہا

"سچ سچ بتاؤ۔ تم کون ہو۔ نہیں تو تمہیں گولی مار کر اسی
کنوئیں میں پھینک دی جائے گی۔"

خطرناک سکیم

عنبر نے سوچا کہ یہ بڑا احمق انگریز ہے۔ اس نے کہا۔
"مسٹر! میں تمہارا نام نہیں جانتا۔ لیکن اتنا ضرور بتا دینا
چاہتا ہوں کہ تمہارے پستول کی گولی میرے لیے بیکار
ہے اور دوسرے یہ کہ میں کسی ملک کا بھی جاسوس
نہیں ہوں۔ بلکہ تم لوگ مجھے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ اور
یہاں کیا کر رہے ہو؟"

کمانڈر نے پستول آگے کر دیا۔

"پہلے تم بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

عنبر مسکرایا: "میں تم لوگوں کو بتا چکا ہوں کہ میرا نام
عنبر ہے۔ مجھے ایک شخص جابر نے قید کر کے بیگار
کیمپ میں ڈال رکھا تھا۔ وہاں سے بھاگ کر میں
نکلا۔ تو اس کے بھائی نے مجھے بے ہوش کر کے بے بس
کر دیا اور اس کنوئیں میں لا کر ڈال دیا میرا خیال ہے کہ
وہ کہیں میرا سودا کرنے گیا ہوا ہے اور ضرور اسی جگہ
واپس آئے گا۔ بس یہ ہے میری کہانی۔"

کمانڈر نے کہا۔

"اور تم یہ کیا کہہ رہے تھے کہ گولی تمہارے لیے بیکار ہے۔ کیا تم جادوگر ہو؟"

عنبر نے کہا: "تم یہی سمجھ لو کہ میں جادوگر ہوں۔ کیونکہ جب تم نے میری کرامت دیکھی تو پھر بھی تم اسے جادو کے نام سے یاد کروگے۔ اب پستول پرے ہٹاؤ اور یہ بتاؤ کہ تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

انگریز کمانڈر نے پستول کی نالی عنبر کے سینے سے لگا کر کہا۔

"جب تک تم اپنے بارے میں سچ سچ نہیں بتاؤ گے میں تمہیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔"

اس پر مادام گارشیا نے کہا۔

"کمانڈر! یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے۔ یہ شخص ہماری کچھ مدد کر سکے!"

ہوا باز نے کہا۔

"ہاں کمانڈر! تم برائے مہربانی اپنا پستول جیب میں رکھ لو!"

ابھی وہ باتیں کر رہے تھے کہ دُور سے ایک گھوڑا ان کی طرف آتا نظر آیا۔

عنبر نے کہا۔

"جالوت آ رہا ہے۔ تم لوگ یہیں کہیں چھپ جاؤ اور تماشہ دیکھو۔"

گھوڑ سوار قریب آ رہا تھا۔ ہوا باز، کمانڈر اور مادام ایک طرف ہو کر درختوں کے پیچھے چھپ گئے۔ عنبر بھی کوٹھڑی سے باہر آ کر ایک طرف چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ جالوت گھوڑے سے اترا۔ کوٹھڑی کے باہر ایک اونٹ دیکھ کر بڑا حیران ہوا کہ یہ کون یہاں آگیا ہے۔ لپک کر اندر گیا تو کوٹھڑی کا تہہ خانہ خالی تھا۔ اس کا ڈھکنا دور پڑا تھا۔ سمجھ گیا کہ شکار نکل گیا ہے۔ کوٹھڑی سے باہر آ کر پستول نکال کر چیخا۔

"تم مجھ سے بچ کر نہ جا سکو گے عنبر! تم نے میرے بھائی اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کیا ہے۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

عنبر درخت کے پیچھے سے نکل کر ایکدم سامنے آگیا۔ وہ خالی ہاتھ تھا۔ کمانڈر، ہوا باز اور مادام دم بخود ہو کر رہ گئے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ یہ شخص ضرور کوئی پاگل ہے جو نہتا ہو کر پستول کے سامنے چلا گیا ہے۔ عنبر نے کہا۔

"جالوت! تمہارا بھائی قاتل تھا۔ اس نے کئی لڑکوں کا خون کیا تھا۔ اس کی یہی سزا تھی۔ تمہارے ہاتھ بھی بیگناہوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ تمہارا بھی انجام یہی ہوگا۔ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

اور عنبر نے جالوت کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ ہوا باز، کمانڈر اور مادام حیران ہو کر عنبر کو تکنے لگے۔ خواہ مخواہ موت کے منہ میں جا رہا ہے۔ مادام نے کمانڈر سے کہا۔

"اس شخص پر گولی چلا دو۔"

یہ آواز عنبر نے بھی سن لی۔ اس نے پیچھے مڑ کر کہا۔

"نہیں نہیں۔ اس پر گولی چلانے کا تم لوگوں کو کوئی حق نہیں۔ یہ میرا شکار ہے۔ اس کو میں ختم کروں گا۔"

جالوت نے عنبر پر اوپر تلے تین فائر کر دیئے۔ مادام کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ کیوں کہ تینوں کی تینوں گولیاں عنبر کے سینے پر آ کر لگی تھیں۔ ہوا باز نے کمانڈر کے ہاتھ سے پستول چھین کر جالوت پر گولی چلا دی۔ گولی جالوت کے قریب سے ہو کر گزر گئی۔ اس پر عنبر نے پلٹ کر غصے سے کہا۔

"میں نے کہا نہیں کہ اس کو میں ہلاک کروں گا۔ یہ میرا شکار ہے۔ فائرنگ بند رکھو۔ مجھے تمہاری گولیوں کی کوئی ضرورت نہیں۔"

اب مادام، کمانڈر اور ہوا باز دم بخود تھے کہ عنبر پر گولیوں نے کوئی اثر نہیں کیا تھا۔ کمانڈر نے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یقیناً اس شخص کو کوئی گولی نہیں لگی۔"

مادام نے کہا۔

"میں نے خود دیکھا تھا کہ گولی اس کے سینے میں لگی تھی۔"

ہوا باز بولا۔

"ہاں! میں نے بھی دیکھا تھا۔ تینوں کی تینوں گولیاں اس کے سینے پر آ کر لگی تھیں۔ مگر نہ خون نکلا نہ اس پر کوئی اثر ہوا۔ ضرور یہ کوئی جادوگر ہے۔"

عنبر جالوت کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے پستول کی باقی گولیاں بھی عنبر پر فائر کر دیں۔ پھر پستول پھینک دیا۔ اب ہوا باز، مادام اور کمانڈر بھی درختوں کے پیچھے سے نکل کر سامنے آ گئے۔ عنبر جالوت کو دھکا دے کر کوٹھڑی کے اندر لے گیا۔ پھر اس نے اسے دونوں

ہاتھوں سے اٹھا کر کوٹھڑی کے کنوئیں میں گرا دیا۔
"اب تم بھی اس وقت تک یہاں پڑے سڑتے رہو گے جب تک کہ کوئی راہ گیر تمہاری آواز سن کر یہاں نہیں آ جاتا۔"

اور اس کے ساتھ ہی عنبر نے کنوئیں کا منہ بند کر دیا۔ عنبر کوٹھڑی سے باہر آ گیا۔ اس نے کمانڈر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بتاؤ اب تمہارا کیا خیال ہے میرے بارے میں؟"
انگریز کمانڈر نے منہ بنا کر کہا۔

"مجھے تم کوئی جادوگر لگتے ہو۔ تمہارے پاس کوئی ایسا جادو ہے جس کی وجہ سے تم پر گولی اثر نہیں کرتی۔"
عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"انگریز شک پرست قوم ہے۔ لیکن یاد رکھو تم زندگی میں ایسا کوئی جادوگر نہیں دیکھو گے جس پر پستول سے نکلی ہوئی گولی اثر نہ کرے۔ بہر حال۔"
عنبر نے مادام کی طرف رُخ کر کے کہا۔

"اب آپ لوگ مجھے اپنے بارے میں بتائیں کہ آپ یہاں کس طرح آ گئے؟ معاف کرنا مجھے تم لوگ کسی جنگی کیمپ سے بھاگے ہوئے قیدی لگتے ہو۔"

مادام نے کہا۔ "تمہارا اندازہ درست ہے۔ ہم جنگی کیمپ سے بھاگے ہوئے قیدی ہیں۔"

اور پھر مادام گارشیا نے شروع سے لے کر آخر تک عنبر کو اپنی ساری سرگزشت سنا ڈالی۔ عنبر بڑے غور سے سنتا رہا۔ اس دوران مادام نے ایک غلطی کی کہ عنبر کو ناگ والی انگوٹھی کے بارے میں کچھ نہ بتایا۔ اصل میں وہ انگوٹھی کا راز کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ موقع ملتے ہی وہ خود صحرا میں جا کر انگوٹھی تلاش کر لے گی۔ عنبر نے ساری کہانی سن کر کہا۔

"بحیرہ احمر پر ابھی کسی ملک کا قبضہ نہیں ہوا ہے۔ ہاں سنا ہے کہ یہاں کبھی کبھی کسی نہ کسی ملک کی آبدوز نکل کر صحرا میں اپنے کمانڈوز اتارا کرتی ہے۔"
کمانڈر نے پوچھا۔

"اس صحرا میں کمانڈوز اتارنے کی کیا ضرورت ہے بھلا۔"
عنبر نے کہا۔ "سنا ہے کہ یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک کان ہے جس میں سے یورنیم نکلتا ہے۔ ہر ملک کی کوشش ہے کہ وہاں سے یورنیم نکال کر لے جائے۔ کہتے ہیں جرمن لوگ کوئی زبردست بم یا راکٹ

بنا رہے ہیں۔ جس کے لیے انہیں یورینیم کی ضرورت ہے۔ ادھر ایسا ہی راکٹ یا بم امریکہ بھی بنا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر ملک کی آبدوز اپنے کمانڈوز یہاں اتارنے کی کوشش کرتی ہے۔"

ہوا باز نے کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں اپنے ملک کی آبدوز کا یہاں رہ کر انتظار کرنا ہو گا۔"

"سوائے اس کے اور کوئی علاج بھی نہیں ہے۔"

مادام نے کہا۔

عنبر نے کہا۔

"مادام ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ کیوں کہ آپ لوگ اگر یہاں سے پیدل یا گھوڑوں یا اونٹوں پر بھی جائیں تو صحرا عبور نہیں کر سکتے۔ یہ بڑا دشوار گزار صحرا ہے۔ آج تک کسی نے اس صحرا کو عبور نہیں کیا۔ بہتر یہی ہے کہ یہاں رہ کر اپنے ملک کی آبدوز کا انتظار کریں۔"

ہوا باز نے کہا۔ "خدا جانے آبدوز کب آئے؟ اور پھر کیا خبر ہمارے ملک کی آبدوز کب آئے؟"

عنبر کہنے لگا: "یہ انتظار تو آپ کو کرنا ہو گا۔ نہیں

آپ اکیلے صحرا میں جا سکتے ہیں۔"

کمانڈر بولا: "ٹھیک ہے۔ ہم انتظار کریں گے۔ لیکن اب خطرہ یہ بھی ہے کہ کہیں پیچھے سے جرمن ہمیں تلاش کرتے یہاں نہ پہنچ جائیں۔"

عنبر نے کہا۔ "ان کو میں سنبھال لوں گا۔ گھبراؤ نہیں کمانڈر! ان کے لیے میں اکیلا ہی کافی ہوں۔"

انہوں نے کوٹھڑی میں جگہ بنا لی اور وہاں رہنا شروع کر دیا۔ وہیں سے وہ چشمہ بھی مل گیا جہاں سے جالوت پانی کی صراحی بھرا کرتا تھا۔ یہ ایک ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ تھا۔ عنبر نے کھجوروں کے جھنڈ بھی تلاش کر لیے۔ وہاں سے تازہ اور میٹھی کھجوریں مل جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے اُونٹ کو بھی ذبح کر دیا۔ کیوں کہ اُس کی خوراک کا ان لوگوں کے پاس کوئی انتظام نہیں تھا اور اُونٹ بیمار پڑ گیا تھا۔ گوشت کو انہوں نے صاف کر کے ٹھنڈی ریت کے نیچے دبا دیا۔ اور کچھ پکا پکا کر کھا لیا انہیں وہاں رہتے تین روز گزر گئے تھے۔ کوٹھڑی کے کنوئیں کے نیچے سے دو روز تک جالوت کی آوازیں آتی رہی تھیں۔

اب وہ آوازیں بھی بند ہو گئی تھیں جس کا مطلب تھا کہ وہ اپنے انجام کو پہنچ گیا ہے۔ ہواباز ہر روز صبح اور شام کو سمندر کے کنارے جا کر دیکھ آتا کہ کہیں کوئی آبدوز تو سمندر سے نہیں نکل رہی۔ اس طرح انہیں دس پندرہ روز گزر گئے۔ اونٹ کا گوشت بھی ختم ہو گیا۔ اب ان لوگوں کا کھجوروں اور چشمے کے پانی پر گزارہ تھا۔ یہ سب بڑے حیران تھے کہ عنبر کچھ نہیں کھاتا تھا۔ نہ کھجوریں کھاتا تھا اور نہ پانی پیتا تھا۔ ہاں کبھی کبھی پانی ضرور پی لیتا تھا۔ کیوں کہ پانی کافی تھا۔ کھجوریں اس لیے نہیں کھاتا تھا کہ کم نہ پڑ جائیں اور اس کے ساتھی بھوکوں نہ مر جائیں۔ اس کو تو کھانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

ایک روز شام کو کمانڈر نے پوچھا۔

"مسٹر عنبر! تمہیں بھوک کیوں نہیں لگتی؟"

عنبر نے کہا: "مجھے کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس کے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہوں۔"

مادام بولیں: "کیا تمہیں کمزوری محسوس نہیں ہوتی؟"

"بالکل نہیں"

ہواباز نے پوچھا۔ "مسٹر عنبر! کیا تم اپنا جادو مجھے سکھا

ئے ہو؟"

رنا جادو؟"

ہی کہ تمہاری طرح مجھ پر بھی گولی اثر نہ کرے۔"

عنبر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ یہ جادو اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"تم نے یہ جادو کہاں سے حاصل کیا تھا عنبر؟"

مادام کے اس سوال پر عنبر نے سر کھجا کر کہا۔

"یوں سمجھ لیں کہ آج سے پانچ ہزار سال پہلے اسی علاقے مصر میں ایک عورت نے مجھے یہ جادو سکھایا تھا۔"

سب کھل کھلا کر ہنس دیے۔ کمانڈر نے کہا۔

"تم آدمی بڑے مذاقیہ ہو۔ خوب ہنسنے ہنسانے کی باتیں کرتے ہو۔ لیکن میں لندن جا کر تمہارا کسی ماہر ڈاکٹر سے بلکہ پورے میڈیکل بورڈ سے معائنہ کرانا چاہتا ہوں کہ معلوم کیا جائے تم پر گولی اثر کیوں نہیں کرتی؟"

عنبر نے کہا۔

"مجھ پر تو خنجر اور آگ بھی اثر نہیں کرتی۔ اگر مجھ

پر پہاڑ یا کوئی بلڈنگ بھی گر پڑے تو میں پھر بھی اس طرح بیٹھا رہوں گا اور مجھے کچھ نہیں ہو گا۔"

"مگر ایسا کیوں ہے؟" مادام نے پوچھا۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"اس لیے کہ میں مر نہیں سکتا۔ کسی خاص وقت تک کے لیے مجھ سے موت دُور کر دی گئی ہے۔"

اس پر بھی سارے کے سارے کھِل کھِلا کر ہنس پڑے۔

"مسٹر عنبر! تم بڑی مزیدار باتیں کرتے ہو۔"

مادام نے کہا اور اپنے سر میں انگلیوں سے کنگھی کرنے لگی۔ عنبر نے کہا۔

"تم لوگوں کے لباس کافی پھٹ گئے ہیں۔ میرا خیال ہے۔ سب سے پہلے کپڑوں کا بندوبست ہونا چاہیئے۔"

کمانڈر نے سر جھٹک کر کہا۔

"یہاں کھانے کو کچھ نہیں مل رہا اور تمہیں ہمارے کپڑوں کی فکر پڑی ہے۔ بھائی اگر کچھ روز اور اسی طرح کھجوریں کھاتے رہے تو میں تو کھجور کا درخت بن جاؤں گا۔"

ہوا باز نے مسکرا کر کہا۔

"میں تو آدھا کھجور کا درخت بن چکا ہوں۔"

اس طرح باتیں کرتے کرتے رات کا اندھیرا اُن کے چاروں طرف صحرا میں پھیل گیا تھا اور سمندر کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آنے لگی تھی۔ اچانک کمانڈر نے ہاتھ اوپر اٹھا کر ان سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ سب خاموش ہو کر کمانڈر کو تکنے لگے۔ ہوا باز نے سرگوشی میں پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

کمانڈر نے کہا۔

"مجھے سمندری لہروں کی کچھ عجیب و غریب آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔"

ہوا باز بولا۔ "کیا مطلب؟"

"شی۔ غور سے سننے کی کوشش کرو۔"

ان سب نے کان لگا دیئے۔ سمندری لہروں کی ایسی آواز آ رہی تھی جیسے وہ کسی چیز سے ٹکرا رہی ہوں۔ کمانڈر نے کہا۔

"ضرور سمندر میں کوئی آبدوز ابھر رہی ہے۔"

سب کے کان کھڑے ہو گئے۔ ہوا باز نے کہا۔

"میں جا کر پتہ لگاتا ہوں۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں" کمانڈر نے خواہش ظاہر کی۔

"نہیں نہیں۔ آپ لوگ اسی جگہ رہیں۔ میں ابھی پتہ لگا کر واپس آ جاؤں گا۔ ہم سب کا جانا ٹھیک نہیں کیا خبر دشمن کی آبدوز ہو۔"

رات اندھیری تھی۔ لیکن صحرا میں ستاروں کی ہلکی دھندلی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی ہواباز سمندر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ دائیں طرف سے ہو کر جا رہا تھا۔ اس طرف ریت کے چھوٹے چھوٹے ٹیلے تھے۔ ہواباز سمندر کے پاس جا کر ان ٹیلوں کے پیچھے چھپ گیا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سمندر کی جانب تکنے لگا۔ کمانڈر کا اندازہ بالکل صحیح تھا۔ اس کے سامنے سمندر میں سے ایک سیاہ آبدوز کا سایہ ابھر رہا تھا۔

ہواباز بڑے غور سے ستاروں کی ہلکی روشنی میں اس آبدوز کو دیکھنے لگا اور پہچاننے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ جلدی جلدی یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ آبدوز کس ملک کی ہے۔ مصیبت یہ تھی کہ آبدوز جب سمندر سے ابھرتی ہے تو اس پہ کوئی جھنڈا وغیرہ نہیں لگا

ہوتا جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ فلاں ملک کی ہے۔ آبدوز سمندر سے ایک میل کے فاصلے پر تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہواباز نے دیکھا کہ آبدوز میں سے کچھ سیاہ لباس میں ملبوس آدمی اترے اور ربڑ کی چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں سوار ہو کر کنارے کی طرف بڑھنے لگے۔

یہ خطرناک مرحلہ تھا۔ ہواباز کے خیال میں اب ان کی پہچان صرف ایک ہی طریقے سے ہو سکتی تھی۔ کہ وہ قریب جا کر ان کی باتیں سُنے کہ وہ کس زبان میں گفتگو کر رہے ہیں۔ اس میں خطرہ بھی تھا کہ اگر وہ دشمن کے کمانڈوز ہوئے تو ہواباز کو اس مرحلے پر زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ وہ اُسے گرفتار کرنے کی مصیبت مول نہیں لے سکتے اس لیے اُسے ہلاک کر ڈالیں گے۔ ٹھیک ہے دو ایک کمانڈوز کو وہ بھی مار سکتا تھا مگر آخر اسے بھی مرنا ہی تھا۔ سوال یہ تھا کہ اب یہ کیوں کر معلوم کیا جائے کہ یہ کمانڈوز دشمن کے ہیں یا کسی اپنے دوست ملک کے؟

یہ مسئلہ ان کمانڈوز نے خود ہی حل کر دیا۔ شاید ایک کمانڈو پیچھے رہ گیا تھا۔ آگے کو بھاگتے

ہوئے ایک کمانڈو نے پیچھے رہ جانے والے کمانڈر کو آواز دے کر بلایا اور جلدی آنے کو کہا۔ یہ الفاظ جرمن زبان میں ادا کئے گئے تھے۔ ہوا باز اب تیزی سے واپس ہوا اور رات کے اندھیرے میں ریت کے ٹیلوں کی اوٹ سے ہوتا ہوا واپس کوٹھڑی میں گیا۔ عنبر، کمانڈر اور مادام اس کا بے تابی سے انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے ہوا باز سے آتے ہی پوچھا۔

"کون تھے یہ لوگ؟"

"جرمن!"

اتنا سن کر سب کے چہروں پر اداسی پڑ گئی کمانڈر نے سر جھکا لیا اور بولا۔

"کم بخت یہ لوگ یہاں بھی آ گئے!"

مادام پریشان ہو گئی تھی۔

"اب ہمیں کیا کرنا چاہئیے؟ کیا ہم ان کا مقابلہ کر سکیں گے؟ اگر وہ یہاں آ گئے تو بڑا سخت مقابلہ ہوگا۔ ہمارے پاس تو اسلحہ بھی نہیں ہے!"

ہوا باز نے کہا۔

"وہ شاید ادھر نہیں آئیں گے۔ وہ آگے کسی خاص ٹارگٹ کو تباہ کرنے جا رہے ہیں!"

عنبر نے کہا۔

"یہ کیسے معلوم ہو کہ وہ کب واپس آئیں گے؟"

کمانڈر نے کہا۔

"اگر تو آبدوز سمندر میں واپس چلی جائے گی۔ تو سمجھ لینا چاہئیے کہ ان کمانڈوز نے بہت آگے جانا ہے اور آبدوز ان کا انتظار نہیں کرے گی۔ اور اگر آبدوز سمندر میں کھڑی رہی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ کمانڈوز کسی قریبی ٹارگٹ پر جا رہے ہیں اور وہ جلد واپس آ جائیں گے!"

عنبر نے کہا۔

"بہرحال وہ اس طرف نہیں آئیں گے۔"

ہوا باز نے کہا۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ ہم یہاں کب تک بیٹھے رہیں گے؟"

عنبر نے

"میرے ذہن میں ایک سکیم آئی ہے۔"

"وہ کونسی سکیم ہے؟ تم بھی بتا دو" کمانڈر نے بیزاری سے کہا۔

عنبر بولا۔ "اگر آبدوز سمندر میں کھڑی رہے تو کیوں

نہ ہم اس پر قبضہ کریں؟"

اس بات پر سب کے کان کھڑے ہو گئے۔ ہوا باز نے سر جھٹک کر کہا۔

"خواب کی باتیں کر رہے ہو مسٹر عنبر تم۔"

مادام بولیں۔

"ہم سنتے ہیں۔ آبدوز پر پورا عملہ ہو گا اور ان کے پاس گولہ بارود کی کمی نہیں ہو گی۔ وہ تو ہمیں آبدوز میں داخل ہوتے ہی بھون کر رکھ دیں گے۔"

عنبر نے کہا۔

"ہاں آپ لوگوں کو بھون سکتے ہیں مگر مجھے وہ نہیں بھون سکیں گے۔ آپ یہ نہ بھولیں۔"

اس پر کمانڈر کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"عنبر! تم نے بڑی کمال کی سکیم بنائی ہے۔ یہ تو ہم بھول ہی گئے تھے کہ تم پر کوئی بم گولی اثر نہیں کرتی۔ ہاں ہم آبدوز پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ اگر تم ہماری رہنمائی کرو۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔ "میں تم لوگوں کے لیے اس کام کے لیے تیار ہوں۔"

ہوا باز نے کہا۔ "مگر تم اکیلے وہاں جا کر کیا کرو گے۔"

"آبدوز پر قبضہ کروں گا اور کیا کروں گا؟" عنبر نے کہا۔

مادام بولیں۔ "اس کے لیے شرط یہ ہے کہ آبدوز سمندر میں کھڑی ہو۔" کمانڈر اٹھ کر کوٹھڑی میں ٹہلنے لگا۔

ٹھیک ہے۔ ہم انتظار کریں گے۔ اگر صبح تک آبدوز سمندر میں ہی ہو گی تو ہم اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے۔"

ہوا باز نے کہا۔

"ہمارا ایکشن کیا ہو گا؟ کیا عنبر اکیلا آبدوز پر حملہ کرے گا؟"

کمانڈر نے کہا۔ "ہماری رہنمائی عنبر ہی کرے گا۔ یہ ہمیں وہاں جا کر اشارہ دکھائے گا۔ پھر ہم بھی حملہ کر دیں گے۔ لیکن یہ کام ہمیں کمانڈوز کے واپس آنے سے پہلے پہلے کر دینا ہو گا۔"

مادام نے کہا۔ "پہلے یہ تو پتہ کر لیا جائے کہ آبدوز وہاں ہے بھی کہ نہیں؟"

"صبح اس کا پتہ بھی چل جائے گا۔"

اب وہ بڑی بے تابی سے صبح کا انتظار کرنے لگے۔

جب صحرا میں دن چڑھا تو انہوں نے کوٹھڑی سے باہر نکل کر ٹیلے کے اوپر جا کر سمندر کی طرف دیکھا۔ ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ

آبدوز سمندر میں کھڑی تھی۔ وہ سمندر سے باہر تھی اور اس پر ایک سپاہی رائفل لیے پہرہ دے رہا تھا۔ کمانڈر نے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"اب ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ مسٹر عنبر! ہمارے اس مشن کی کامیابی کا دارومدار صرف تم پر ہے۔ بتاؤ تم کیا کر سکتے ہو؟"

عنبر نے کہا۔ "میں آبدوز پر جا کر قبضہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ اور جب قبضہ کر لیا تو تین فائر کر کے تم لوگوں کو اشارہ کروں گا۔ تم میرا اشارہ ملتے ہی آ جانا۔"

کمانڈر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم تمہارے اشارے کا انتظار کریں گے مگر تم کس لباس میں آبدوز کے پاس جاؤ گے؟ کیا تم سمندر میں تیر کر جاؤ گے؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"یہ اب تم مجھ پر چھوڑ دو۔ میں جانوں اور میرا کام جانے۔ تم لوگ کوٹھڑی میں جا کر چھپ جاؤ اور میرے تین فائروں کا انتظار کرو۔"

ان لوگوں کو کوٹھڑی میں چھوڑ کر عنبر ٹیلے کی

دوسری جانب سے ہو کر سمندر کی طرف روانہ ہو گیا۔ سمندر اتنا زیادہ دور بھی نہیں تھا۔ بمشکل دو تین سو گز کا فاصلہ ہو گا۔ عنبر نے یہ فاصلہ طے کر لیا۔ آبدوز کچھ فاصلے پر سمندر میں کھڑی تھی۔ اس کی پشت عنبر کی طرف تھی۔ عنبر بڑے آرام سے سمندر میں اتر گیا اور اس نے آہستہ آہستہ آبدوز کی جانب تیرنا شروع کر دیا۔

✤ ✤ ✤

آبدوز پر بغاوت

عنبر پیچھے کی طرف سے تیرتا ہوا آبدوز کے عقب میں پہنچ گیا۔

وہ بالکل ایک مردہ لاش کی طرح تیر رہا تھا۔ جس کی وجہ سے سمندر میں کسی قسم کی لہریں پیدا نہیں ہو رہی تھیں۔ آبدوز کے اوپر جرمن سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ اس کے پیچھے سے ایک شخص سمندر میں تیر کر آبدوز پر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ عنبر آبدوز کے پیندے کے ساتھ لگ کر بے حس ہو گیا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کہیں سپاہی کو شک تو نہیں پڑ گیا۔ صحرا میں اور سمندر پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ہلکی ہلکی گرم ہوا چل رہی تھی۔ دن کی روشنی میں سمندر کی پُرسکون سطح شیشے کی طرح چمک رہی تھی۔ جب عنبر کو یقین ہو گیا کہ ہر طرف معاملہ ٹھیک ہے تو اب اس نے آبدوز کے

اوپر چڑھنے کی کوشش شروع کر دی۔ آبدوز کا آدھا پیندا سمندر کے اندر ڈوبا ہوا تھا۔ جو باہر تھا اس پر پھسلن تھی۔ عنبر تیرتا ہوا ذرا آگے نکل گیا۔ ادھر پیندے کے ساتھ کنڈے سے بنے ہوئے تھے۔ عنبر ان کو پکڑ کر آبدوز کی دیوار پر آ گیا۔ اب اس نے سر اوپر نکال کر دیکھا کہ پہرے دار کہاں پر کھڑا ہے۔ جرمن پہرے دار ڈیک پر اُس جگہ کھڑا تھا۔ جہاں آبدوز کے اندر جانے کا گول سوراخ ہوتا ہے۔ اس کی پیٹھ عنبر کی طرف تھی۔ عنبر نہیں چاہتا تھا کہ وہاں شور مچ جائے۔ پہرے دار اسے دیکھ کر گولی چلا دے۔ وہ مر تو نہیں سکتا تھا لیکن گولی کی آواز پر آبدوز کا عملہ ہوشیار ہو سکتا تھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ آبدوز وہاں سے روانہ ہو جائے۔

عنبر آبدوز کے ڈیک یعنی عرشے پر لیٹ گیا اور اس نے سانپ کی رفتار سے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ وہ پہریدار کے عقب میں پہنچ گیا۔ پہرے دار بڑے مزے سے کھڑا سمندر کی لہروں کو ساحل کی طرف جاتے دیکھ رہا تھا۔ یہ بڑا سنہری موقع تھا۔ عنبر چھلانگ لگانے کے لیے اٹھا تو ٹھٹکا

ہوا۔ پہریدار نے پلٹ کر دیکھا۔ دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں۔ ایک بجلی سی چمکی اور عنبر دوسرے لمحے پہریدار کی گردن سے چمٹا ہوا تھا۔ پہریدار نیچے گر پڑا تھا اور آخری سانس لے رہا تھا۔

جب عنبر کو یقین ہو گیا کہ پہرے دار بے جان ہو چکا ہے تو اس نے اس کی جرمن وردی اتار کر پہن لی اور ہاتھ میں رائفل پکڑ کر اس کی لاش کو بڑے آرام سے آبدوز کے پیچھے سمندر میں لڑھکا دیا۔ عنبر خاموش کھڑا پہرہ دیتا رہا۔ اور نیچے جانے کے بارے میں سوچتا رہا۔ آبدوز کے گول سوراخ کا ڈھکنا اٹھا ہوا تھا۔ عنبر نے جھانک کر دیکھا۔ نیچے لوہے کی سیڑھی جا رہی تھی۔ عنبر ابھی نیچے اترنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اسے کسی کے کھنکارنے اور جرمن زبان میں باتیں کرنے کی آواز آئی۔ وہ دوسری طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں سوراخ میں سے ایک جرمن فوجی باہر نکلا۔ اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر انگڑائی لی اور جرمن زبان میں پہریدار سے یوں مخاطب ہوا۔

"کمانڈوز کے حملے کے لئے بڑا خوبصورت موسم ہے۔"

عنبر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ دوسری طرف منہ کر کے

کھڑا رہا۔ جرمن فوجی نے کہا۔

"کیا بات ہے تم بولتے کیوں نہیں؟ کیا دانت درد کر رہا ہے؟" اور پھر وہ ہنستا ہوا عنبر کے سامنے آ گیا۔ یہاں بھی وہی ڈرامہ دہرایا گیا۔ جونہی دونوں کی آنکھیں ملیں۔ جرمن فوجی پر یہ راز کھل گیا کہ یہ کوئی دوسرا شخص ہے۔ اس نے کہا۔

"کون ہو تم۔ تم ...."

ابھی کچھ لفظ جرمن فوجی کے حلق میں ہی تھے کہ عنبر نے اس کو بھی گلے سے پکڑ لیا۔ اور اس وقت چھوڑا جب وہ مر چکا تھا۔ جلدی سے عنبر نے اس کی لاش بھی آبدوز کے عقبی حصے میں لے جا کر سمندر میں لڑھکا دی۔ اس کے بعد وہ پھر اپنی جگہ پر آ کر اپنی ڈیوٹی پر کھڑا ہو گیا۔ دو دشمن بالکل ایک مشین کی طرح ہلاک کر دیئے گئے تھے۔ شاید عنبر اب کسی تیسرے دشمن کا انتظار کر رہا تھا۔ کہ اچانک آبدوز پر خطرے کا ہارن بج اٹھا۔ شاید آگے گئے ہوئے کمانڈوز نے سگنل کر کے انہیں کہا تھا۔ کہ وہ آبدوز کو سمندر کے اندر لے جائیں خطرہ ہے۔ پس ہارن کے ساتھ ہی آبدوز نے سمندر میں اترنا شروع کر دیا۔

عنبر جلدی سے سوراخ کے اندر اتر گیا۔ اس کے اترتے ہی سوراخ کا ڈھکنا بند ہو گیا۔ سیڑھی اتر کر عنبر نے جو پہلی چیز محسوس کی وہ یہ تھی کہ آبدوز میں زیادہ روشنی نہیں تھی۔ ہلکا ہلکا اندھیرا تھا۔ اس اندھیرے میں ایک دوسرے کی شکلیں بہت کم نظر آ رہی تھیں۔ عنبر کے لیے یہ بات بڑی اچھی تھی۔ وہ سر جھکائے ایک طرف کو نکل گیا۔

آبدوز کے راستے بڑے تنگ تھے۔ بیچ میں دو جرمن افسر سمندری دوربین پر جھکے سمندر میں کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ سامنے دیواروں پر مختلف قسم کے شیشے کے ڈائیل لگے تھے جن میں سرخ اور سیاہ سوئیاں حرکت کر رہی تھیں۔ آبدوز ابھی تک سمندر کے نیچے جا رہی تھی۔ آخر وہ ایک جگہ پہنچ کر رک گئی۔ آبدوز کے کپتان نے وائرلیس پر کہا۔

"ہیلو کمانڈوز! ہیلو کمانڈوز! نمبر پندرہ سولہ نمبر پندرہ سولہ ہزار۔ موسم کیسا ہے؟ کیا بارش ہو گی؟"

دوسری طرف سے سگنل آنا شروع ہو گئے۔ جرمن کپتان نے بڑی تیزی سے سگنل لکھنا شروع کیے۔ سگنل بند ہوئے تو اس نے کاغذ اٹھا کر اپنے ساتھی سے کہا۔

"کمانڈوز ٹارگٹ پر پہنچ گئے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ شاید سمندر کی جانب دشمن کے بمبار جہاز آنے والے ہیں۔"

پھر جرمن کپتان نے ایک جگہ منہ لگا کر کہا

"آبدوز کو بائیں طرف سولہ ڈگری پر لے جاؤ۔"

آبدوز کو ایک جھٹکا سا لگا اور وہ خدا جانے سمندر کے اندر ہی اندر کس مقام پر جا کر رک گئی۔ مشین چلنا بند ہو گئی تھی۔ سارے انجن رک گئے تھے۔ جرمن کپتان نے گھڑی دیکھ کر اپنے ساتھی سے کہا۔

"میں اپنے کیبن میں جاتا ہوں۔ ابھی ان لوگوں کو واپس آتے ایک گھنٹہ اور لگے گا۔"

عنبر نے سوچا کہ گویا اب اس کے پاس صرف ایک گھنٹہ ہے۔ کیوں کہ اس کے بعد کمانڈوز کو ہر حالت میں واپس اپنی آبدوز پر آ جانا تھا اور آبدوز کو آگے چل دینا تھا۔ عنبر آبدوز کے کونے میں ایک جگہ اکیلا کھڑا تھا۔ اس نے سوچا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیئے؟ کپتان اپنے کیبن میں جا چکا تھا۔ باقی افسر اپنے اپنے کام میں لگے تھے۔ وقت گزرتا چلا جا رہا تھا۔ وہ زیادہ دیر لگا بھی نہیں سکتا تھا۔

آخر اس نے فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے نیچے انجن روم

میں جا کر انجینئروں کو قابو کیا جائے۔ وہ چپکے سے تاریک راہداری سے ہوتا ہوا ایک لوہے کے دروازے کی سیڑھیاں اتر کر نیچے انجن روم کے سامنے آ گیا۔ انجن روم کا دروازہ آدھا کھلا ہوا تھا۔ عنبر نے چونکہ جرمن سپاہی کی وردی پہنی ہوئی تھی اس لیے کسی نے بھی اس کو شک کی نظروں سے نہ دیکھا۔ اس نے آہستہ سے انجن روم میں جھانک کر دیکھا۔

تین انجینئر اندر بیٹھے اپنے کام میں لگے ہوئے تھے۔ اُن کی پیٹھ دروازے کی طرف تھی۔ عنبر نے ایک پل کے لیے سوچا۔ اس کا دل یونہی انہیں ہلاک کرنے کو نہ چاہا۔ وہ کچھ سوچ کر دوبارا اوپر چلا گیا۔ سیڑھیاں چڑھ کر وہ دوبارا راہداری میں آیا اور یہاں سے سیدھا باورچی خانے میں آ گیا۔ باورچی خانے میں اس وقت صرف ایک ہی باورچی اکیلا چولہے پر جھکا شاید کافی تیار کر رہا تھا۔ دوپہر کے کھانے کی سبزی میز پر پڑی تھی۔

عنبر اندر چلا گیا۔ باورچی نے اس کی طرف ایک نظر دیکھا اور پھر منہ دوسری طرف کر کے اپنا کام کرنے لگا۔ اس نے سوچا کہ آبدوز کا کوئی سپاہی ہو گا۔ عنبر نے قریب جا کر اس کے کان میں کہا۔

"میں نہیں گرفتار کرنے آیا ہوں۔"

باورچی نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ عنبر نے اس کے سر پر رائفل کا کندہ مارا۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ عنبر نے رائفل ایک طرف رکھی۔ باورچی کے منہ پر کپڑا ٹھونسا اور گھسیٹ کر ایک طرف ڈال دیا۔ وہاں ایک فون پڑا تھا جس کا آبدوز کے اندر ہر کمرے میں کنکشن تھا۔ اس فون پر باورچی سب کو کھانے پینے کی اطلاع کرتا تھا۔ عنبر نے فون اٹھا کر سب سے پہلے انجن روم میں فون کیا۔

"ہیلو! میں کیپٹن بول رہا ہوں۔ ایک فوری میٹنگ ہے جلدی سے کانفرنس روم میں پہنچ جاؤ۔"

فون رکھ کر وہ وہاں سے نکل کر سیدھا کانفرنس روم کے دروازے پر آ گیا۔ یہ ایک ذرا کشادہ کمرہ تھا۔ اس میں ایک لمبی میز بچھی تھی۔ کیپٹن کا حکم پا کر تینوں انجینئر سارا کام چھوڑ کر جلدی سے کانفرنس روم میں آ گئے۔ دروازے پر انہوں نے عنبر کو دیکھا۔

"کیا کیپٹن اندر ہے؟"

عنبر نے تیز تیز جرمن زبان میں کہا۔

"جی نہیں۔ وہ ابھی آ رہے ہیں۔ سنا ہے کوئی میٹنگ

ہونے والی ہے۔"

تینوں انجینئر اندر چلے گئے۔ اس نے باورچی خانے میں جا کر دوسری بار آپریشن روم میں فون کر کے انجینئروں کو کانفرنس روم میں جلدی آنے کا حکم دیا۔ پھر اس نے وائرلیس اور ریڈار روم میں فون کیے اور انہیں بھی حکم دیا کہ جلدی کانفرنس روم میں جمع ہو جاؤ۔ اب آبدوز کا تقریباً سارا سٹاف کانفرنس روم میں آ چکا تھا۔ صرف کچھ سپاہی باقی رہ گئے تھے۔ جو تار پیڈو روم میں تھے۔ عنبر لپک کر کانفرنس روم میں آیا۔ یہاں سارا سٹاف جمع تھا۔ عنبر نے اندر منہ کر کے کہا

"کیپٹن ابھی آ رہے ہیں۔"

اتنا کہہ کر وہ وہاں سے ہٹا اور باہر جو فون کی تاریں اوپر کیپٹن کے کیبن میں جاتی تھیں انہیں کاٹ دیا۔ پھر وہ تار پیڈو روم میں گیا۔ وہاں چار سپاہی بڑے چوکس ہو کر تار پیڈو کی گن کے آگے بیٹھے تھے۔ عنبر نے اندر جاتے ہی کہا۔

"دوستو! جلدی سے کانفرنس روم میں چلو۔ کیپٹن ابھی ابھی کوئی میٹنگ کر رہے ہیں۔"

ایک سپاہی نے کہا۔

"تو کیپٹن کا فون نہیں آیا؟"

عنبر نے غصے میں کہا۔

"بکواس بند کرو جانگلی؟ کیپٹن کانفرنس روم میں جا رہا ہے۔ جلدی پہنچو۔"

"یس سر!"

اور تینوں تار پیڈو سپاہی وہاں سے نکل کر سیدھے کانفرنس روم میں آ گئے۔ یہاں پہلے ہی سے آبدوز کے سارے لوگ جمع تھے اور ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ کیپٹن ابھی تک کیوں نہیں آیا؟ ضرور کوئی اہم میٹنگ ہو گی۔

ایک نے کہا

"میرا خیال ہے شاید ہمیں گولہ باری کا حکم ملنے والا ہے۔"

دوسرا بولا: "میرا تو خیال ہے کہ ہمیں جلدی حملہ کرنے کے لیے کہا جائے گا۔"

تیسرے نے کہا: "کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ بہرحال کیپٹن ابھی تک کیوں نہیں آیا؟"

"میرا خیال ہے فون کر کے معلوم کرنا چاہیئے۔"

"اچھا تو پھر تم خود ہی کیپٹن کو فون کرو۔"

"نہ بھائی تم کرو۔"

"اچھا لاؤ یار میں کرتا ہوں"۔

چیف انجینئر نے فون اٹھا کر نمبر ڈائیل کیا۔ دوسری طرف سے کوئی آواز نہ آئی۔ اس نے فون کو ہلا جلا کر دیکھا۔ پھر بھی کوئی آواز نہ آیا۔ سر ہلا کر بولا۔

"معلوم ہوتا ہے فون خراب ہے"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ فون تو کبھی خراب نہیں ہوا۔ تھوڑی سی تو لائن اوپر جاتی ہے۔ اس میں کیا خرابی ہو سکتی ہے"؟

ایک بولا "میں اوپر جا کر خود معلوم کرتا ہوں۔ کیپٹن نے کبھی اتنی دیر نہیں کی۔ آخر وجہ کیا ہے"؟

ٹھیک اس وقت عنبر نے باہر سے کانفرنس روم کا دروازہ بند کر دیا۔ یہ لوہے کا چھوٹا سا دروازہ تھا۔ جس میں سے جھک کر گزرنا پڑتا تھا۔ یہ دروازہ بڑا مضبوط تھا اور کسی طرح سے بھی نہیں کھل سکتا تھا عنبر نے باہر سے دروازہ بند کر کے چابی لگا دی اندر بیٹھے ہوؤں میں سے کسی ایک نے اٹھ کر دروازے کو دھکا دے کر کہا۔

"کون ہے باہر؟ دروازہ کس نے بند کر دیا ہے"؟

باہر سے کسی نے آواز نہ دی۔ اب تو وہ لوگ

کالا ہے۔ حالات پُراسرار
...گے۔ ضرور دال میں کچھ کالا کالا ہے۔ حالات پُراسرار
...رہے تھے۔ انہوں نے دروازے کو باہر کی طرف
...ھکیلنا شروع کر دیا۔ دروازہ تو باہر سے پوری طرح
...بند کر کے قفل لگا دیا گیا تھا۔ وہ گھبرا گئے۔ انہوں نے
...فون کرنا چاہا۔ صاف معلوم ہو گیا کہ فون کی تار کسی نے
...باہر سے کاٹ دی ہے۔ چیف انجینئر نے اٹھ کر کہا۔

"آبدوز میں بغاوت ہو گئی ہے"

دوسرے انجینئر نے کہا۔

"بغاوت کس نے کرنی تھی؟ آبدوز کا سارا سٹاف تو یہاں پر موجود ہے۔ کیا باورچی نے بغاوت کر دی ہے"؟ تیسرا کہنے لگا۔

"بہرحال اب ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ہم بے بس اور قیدی بن کر رہ گئے ہیں"

دوسری طرف عنبر بڑے سکون سے اب کیپٹن کے کیبن کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازے میں سے جھانک کر دیکھا۔ جرمن کیپٹن میز پر کچھ لکھ رہا تھا۔ عنبر نے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے؟ اندر آ جاؤ"۔

عنبر نے دروازہ کھولا اور اندر چلا گیا۔ کیپٹن نے

پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا اور پوچھا۔
"کیا بات ہے؟"

اس کا خیال تھا۔ شاید چیف انجینئر ہو گا۔ کیونکہ صرف وہی اس کا دروازہ اس طرح کھٹکھٹا سکتا تھا۔ باقی کسی کو اندر آنے کی کبھی جرأت نہ ہوئی تھی۔ عنبر نے کہا۔

"سر! میں آپ کو گرفتار کرنے آیا ہوں"

جرمن کپتان جیسے اُچھل پڑا۔ قلم اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا اور ہاتھ خود بخود میز کی دراز میں سے پستول نکال لایا۔ یہ سب کچھ کیپٹن نے بڑی تیزی سے کر دیا اور عنبر پر گولی داغ دی۔ اس کا خیال تھا کہ یہ کوئی باغی سپاہی ہے اور گولی لگنے سے اب کبھی بھی زندہ نہیں بچے گا۔ مگر وہ یہ دیکھ کر حیران بلکہ پریشان ہو گیا کہ گولی کھا کر بھی عنبر اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کیپٹن نے دوسری گولی بھی فائر کر دی۔

اب عنبر نے جرمن کیپٹن کو گردن سے پکڑ کر نیچے پھینک دیا۔ فرش پر سے اٹھ کر کیپٹن نے ایک زوردار مکا عنبر کو رسید کیا۔ عنبر نے کیپٹن کے سر پر زور سے مکا مارا۔ کیپٹن اس مکے کی تاب نہ لا سکا

بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ عنبر نے کیپٹن کو گھسیٹ کر نے میں ڈال دیا اور اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس اس کے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ دیئے۔

لی کی آواز کانفرنس روم میں بھی سنی گئی تھی۔ ب لوگ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ گرمی سے ان کے چہرے پسینے سے بھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں خوف تھا۔

"ضرور کسی نے کیپٹن کو ہلاک کر دیا ہے"
دوسرا بولا" ہو سکتا ہے کیپٹن نے باغی کو ہلاک کر دیا ہو"

کسی کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کہ آخر یہ معاملہ کیا ہے۔ کانفرنس روم میں گرمی بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ عنبر اب اس خاص کمرے کی طرف بڑھا۔ جہاں دس گیارہ کے قریب سپاہی گولہ بارود کے صندوقوں پر پہرہ دے رہے تھے۔ یہاں معاملہ نازک تھا اور بڑی احتیاط کی ضرورت تھی۔ کیونکہ اگر غلطی سے کسی نے بارود میں گولی چلا دی تو ساری آبدوز کے دھماکے سے پھٹ جانے کا خطرہ تھا۔

عنبر نے جاتے ہی کہا۔

"ہیل ہٹلر!"

سب نے یک زبان ہو کر کہا۔

"ہیل ہٹلر!"

عنبر کو معلوم تھا کہ جرمنی کے سپاہی ہٹلر سے بڑا پیار کرتے ہیں اور پھر ۔ اسے کوئی خاص طور پر پہچانتا بھی نہیں تھا۔ پھر بھی ایک سپاہی نے کہا۔

"تم کو پہلے نہیں دیکھا؟"

عنبر نے آنکھ مار کر سرگوشی میں کہا۔

"میں کمانڈوز کے ساتھ خفیہ طور پر آیا ہوں۔ خبردار میری خبر کسی کو نہ ہونے پائے۔"

سپاہی اسے دلچسپی سے تکنے لگے۔ عنبر نے کہا۔

"میں یہاں پہرہ دینے کے واسطے آیا ہوں تم لوگ جلدی سے باورچی خانے میں پہنچ جاؤ۔ آج کیپٹن کی سالگرہ ہے۔ وہاں اس کی سالگرہ پر کیک بانٹا جا رہا ہے۔ کیپٹن نے تمہیں وہاں بلایا ہے۔"

کیک کا سن کر سارے سپاہیوں کے منہ میں پانی بھر آیا۔ وہ رائفلیں رکھ کر جلدی جلدی ہنستے قہقہے لگاتے باہر نکل گئے۔ تھوڑی دیر بعد عنبر بھی ان کے پیچھے پیچھے باہر نکل گیا۔ کچن ۔ کا دروازہ بند تھا۔

سپاہی ایک ایک کر کے ہنستے مسکراتے اندر داخل ہو گئے۔ اندر جا کر انہوں نے وہاں دیکھا کہ کچھ بھی نہیں تھا۔ کیک کی جگہ میز پر پیاز اور بینگن کی ترکاری پڑی تھی۔ وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

"بھئی کیک کہاں ہے؟"

"میرا خیال ہے شاید کیپٹن نے ہمیں اپنے کمرے میں بلایا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے۔ چلو کیپٹن کے کمرے میں چلتے ہیں"

سب باورچی خانے سے باہر نکلنے کے لیے دروازے کی طرف لپکے۔ انہوں نے دیکھا کہ دروازہ بند ہے۔ دھکا دیا۔ دروازہ بالکل نہ کھلا۔ سب نے مل کر دروازے کو دھکیلا۔ لیکن لوہے کا مضبوط ترین دروازہ کبھی ٹوٹ سکتا تھا بھلا؟ عنبر نے دروازہ باہر سے بند کر کے قفل لگا کر چابی جیب میں رکھ لی تھی۔ سارے سپاہی پریشان ہو گئے۔

"ضرور کسی نے دھوکہ کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کوئی خطرناک سازش کی جا رہی ہے۔"

"کیپٹن کو فون کرو۔ جلدی۔ جلدی۔"

فون اٹھایا۔ معلوم ہوا باہر سے کسی نے تار کاٹ

ڈالے ہیں۔ فون بالکل مردہ ہو کر رہ گیا تھا۔

"آبدوز پر بغاوت ہو گئی ہے"

"بغاوت کس نے کی ہے؟"

"کیا کہہ سکتے ہیں۔ ہمارے پاس اسلحہ بھی نہیں ہے۔ ایک بچوں کی پستول تک نہیں ہے اب کیا ہوگا؟ یہی کر بیٹھ کر سبزی ترکاری پکائیں اور کھائیں"

اتنے میں کسی کی نظر باورچی پر پڑ گئی جو بے ہوش پڑا تھا۔ اسے جلدی سے کھولا گیا۔ اس نے گھبراہٹ میں کہا۔

"وہ کوئی سپاہی تھا۔ مجھے گرفتار کرنے آیا تھا اور بے ہوش کر کے باندھ کر نکل گیا"

سپاہی ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

"یہ صاف صاف بغاوت ہے۔ اسی سپاہی کی کارستانی ہے جس نے ہمیں آنے کو کہا تھا"

"میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ اس سپاہی کو پہلے کہیں نہیں دیکھا"

"اب کیا کرنا چاہیے"

وہی سپاہی بولا۔

"میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ہمیں چاہیے کہ

سبزیاں کاٹ کر پکائیں اور کھائیں کیوں کہ اس کے علاوہ ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے"

عنبر نے آبدوز کے تقریباً سارے عملے کو دو کمروں یعنی کانفرنس روم اور باورچی خانے میں قید کر دیا تھا۔ کیپٹن اپنے کمرے میں بندھا پڑا تھا اس کا مشن آدھا مکمل ہو گیا تھا۔ وہ جلدی سے آبدوز کے باہر آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ اس نے ہوا میں پستول بلند کر کے تین بار فائر کیا۔

"ڈز ـــ ڈز ـــ ڈز"

دور ریت کے ٹیلے کے پاس کوٹھڑی میں بیٹھے ہوئے ہوا باز، کمانڈر اور مادام نے پستول کے تین فائر سنے تو اُن کے چہرے خوشی سے چمکنے لگے۔

"عنبر نے آبدوز پر قبضہ کر لیا ہے" مادام نے خوش ہو کر کہا۔ کمانڈر بولا۔

"یہ کمال کا آدمی ہے"

"اب ہمیں جلدی سے وہاں پہنچنا چاہیے"

ہوا باز نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ تینوں باہر کی طرف بھاگے۔ وہ صحرا میں بھاگتے چلے جا رہے تھے۔ سامنے سمندر آ گیا۔ دھوپ میں آبدوز سمندر میں کھڑی

صاف نظر آ رہی تھی۔ آبدوز کے اوپر عنبر کھڑا زور زور سے ہاتھ ہلا رہا تھا۔

"جلدی کرو۔ وقت بہت کم ہے۔"

انہوں نے سمندر میں چھلانگیں لگا دیں۔ مادام بھی سمندر میں کود گئیں۔ وہ بڑی اچھی تیراک تھیں۔ تیرتے تیرتے یہ تینوں آبدوز کے پاس پہنچ گئے۔ عنبر نے سیڑھی نیچے لٹکا رکھی تھی۔ تینوں باری باری سیڑھی پر چڑھ کر اوپر آ گئے۔

"سب معاملہ ٹھیک ٹھاک ہے۔ آبدوز کا سارا عملہ دو کمروں میں قید کر دیا گیا ہے۔ میرے ساتھ آئیں"

عنبر انہیں لے کر آبدوز کے اندر چلا گیا۔

❋ ❋ ❋

انوکھا سفر

کمانڈر نے ساری آبدوز کا معائنہ کیا۔

ہر شے اپنی جگہ پر بالکل ٹھیک تھی۔ صرف وہاں عملے کا کوئی آدمی نہیں تھا۔ کمانڈر کو عنبر کیپٹن کے کمرے میں لے گیا۔ جرمن کیپٹن اب ہوش میں آ چکا تھا۔ اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسا ہوا تھا اور ہاتھ بندھے تھے۔ عنبر نے کہا۔

"کیا خیال ہے کیپٹن کو ختم کر دیا جائے۔"

کمانڈر نے کہا۔

"اس سے بہت سی باتوں کا پتہ کرنا ہے اگر اس نے نہ بتائیں تو ختم کر دیں گے۔"

ہوا باز بولا۔

"سب سے پہلے تو یہاں سے نکل جانا چاہیئے کیوں کہ کمانڈوز کے واپس آنے کا وقت ہو چکا ہو گا۔"

"اوپر چلو۔ انجن روم میں۔"

کمانڈر کو آبدوز چلانے کا تجربہ تھا۔ وہ ایک بار بحیرہ روم میں ایک آبدوز کا سفر کر چکا تھا۔ اس نے جاتے ہی سب سے پہلا کام تو یہ کیا کہ آبدوز کو سمندر کے نیچے لے جانا شروع کر دیا۔ ایک خاص سطح پر لے جا کر انہوں نے انجن چلا دیئے اور نقشے کے مطابق آبدوز کا رُخ بحیرہ روم کی طرف کر دیا۔ اب انہوں نے کیپٹن کے پاس آ کر اس سے پوچھ گچھ شروع کر دی۔ کانفرنس روم اور کچن میں قید آبدوز کے عملے نے جب آبدوز کو چلتا ہوا محسوس کیا تو گھبرا کر بولے۔

"آبدوز چل پڑی ہے۔ خدا جانے ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے؟"

"بڑی زبردست سازش کی گئی ہے۔"

"ہم اپنی موت کی طرف جا رہے ہیں۔"

جرمن کیپٹن نے کچھ بھی نہ بتایا۔ اس کو بے حد مجبور کیا گیا۔ اس پر تشدد بھی کیا گیا ہے۔ اس کے جسم پر جلتی ہوئی دیا سلائی بھی لگائی گئی مگر وہ بالکل نہ بولا۔ آخر کمانڈر نے تنگ آ کر کہا۔

"اس شخص کو ختم کر دو۔"

اور جرمن کپتان کو اسی وقت ہلاک کر کے اس کی لاش تارپیڈو گن کے ذریعے باہر سمندر میں پھینک دی گئی۔ اب کیپٹن کے کمرے میں کمانڈر، ہواباز، مادام اور عنبر بیٹھ کر صلاح مشورہ کرنے لگے کہ کس طرف جایا جائے؟

"سب سے زیادہ خطرہ ہمیں ان جہازوں سے ہے جو آبدوزوں کی تلاش میں ہوتے ہیں اور موقع ملتے ہی آبدوز کو غرق کر دیتے ہیں۔"

ہواباز نے کہا۔

"اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ہم غلطی سے اس سمندر میں آ جائیں جہاں بارودی سرنگیں بچھا دی گئی ہوں اور ہماری آبدوز ان سے ٹکرا کر غرق ہو جائے۔"

مادام نے کہا۔

"کیا راڈار پر ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اس علاقے میں بارودی سرنگیں بچھی ہوئی ہیں؟"

"مگر بارودی سرنگوں کے سگنل ہم نہیں سمجھ سکتے۔ یہ بڑا ٹیکنیکل کام ہے۔"

"بہرحال جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ ہمیں بحیرہ روم کے سمندر کے درمیان میں رہ کر سفر

کرتے رہنا چاہیئے اور اس دوران میں کسی جرمن بحری جہاز سے رابطہ قائم کر کے اس پر سوار ہو جانا چاہیئے"

"بڑا نیک خیال ہے۔ مگر اس سے پہلے کوئی امریکی جہاز سمندر میں ہمارا نشان ڈھونڈ کر گولہ باری سے ہمیں تباہ بھی کر سکتا ہے۔"

مادام نے کہا۔

"یہ جو اتنے سارے لوگ آپ نے آبدوز کے کمروں میں قید کر رکھے ہیں۔ یہ کہیں ہمارے لیے مصیبت نہ بن جائیں۔"

"کیا مصیبت بن سکتے ہیں؟"

"یہی کہ کہیں دروازے توڑ کر کسی وقت باہر نہ نکل آئیں۔ ہمیں اسلحہ روم کو لاک کر دینا چاہیئے۔"

عنبر نے کہا۔

"مادام! فکر نہ کریں۔ اسلحہ روم بالکل لاک کر دیا گیا ہے اور جن کمروں میں یہ لوگ قید ہیں اُن کے دروازوں کے باہر قفل لگے ہیں اور یہ دروازے لوہے کے ہیں اور اس قدر مضبوط ہیں کہ اگر سارے مل کر بھی زور لگائیں تو اسے نہیں توڑ سکتے۔"

لیکن عنبر کو یہ نہیں معلوم تھا کہ کانفرنس روم میں

لوگ قید ہیں ان میں انجینئر بھی ہیں جو بڑے ماہر مستری ہوتے ہیں۔ جس وقت سے وہ کانفرنس روم میں قید تھے وہ یہی سوچ رہے تھے کہ کمرے کا دروازہ کس طرح سے توڑا جا سکتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ دروازہ بے حد مضبوط تھا اور دوہرے لوہے کی چادر سے بنا ہوا تھا۔ ایک انجینئر نے کہا۔

"اسے صرف ویلڈنگ سے ہی کھولا جا سکتا ہے۔"

ویلڈنگ کا نام سن کر سب کی توجہ ایک طرف ہو گئی۔

"بڑی معقول بات کہی ہے مگر سوال یہ ہے کہ ویلڈنگ کا سامان کہاں سے لایا جائے۔ ویلڈنگ کی مشین تو یہاں سے مل ہی نہیں سکتی۔ یہ کانفرنس روم ہے کوئی ویلڈنگ ورکشاپ نہیں ہے۔"

دوسرا انجینئر کچھ سوچ کر بولا۔

"ایک ترکیب ہو سکتی ہے۔"

"وہ کیا؟ ذرا جلدی بتاؤ۔"

"اس کانفرنس روم میں آکسیجن سلنڈر تو ضرور ہو گا"

"ہاں ضرور ہے۔"

"تو ہم اسے اگر کسی پائپ سے دباؤ کے ساتھ

گزار کر دروازے کے تالے والی جگہ پر شعلہ ماریں تو دروازے کا قفل والا حصہ پگھل سکتا ہے۔ یا پھر ہم دروازے میں گول سوراخ کر سکتے ہیں۔ اور پھر یہاں سے آزاد ہو سکتے ہیں۔"

سارے لوگ اس ترکیب پر خوش ہوئے مگر سوال یہ تھا کہ آکسیجن کے سلینڈر کو کس طرح سے ویلڈنگ مشین میں تبدیل کیا جائے۔

"اس کے شعلے کو کس چیز میں سے دباؤ کے ساتھ گذارہ جائے؟ سوال تو یہ ہے۔"

آخر ایک انجینئر نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا۔ اس نے منہ ہاتھ دھونے والے ٹینک کی ٹونٹی کھول کر اسے آکسیجن کے سلنڈر کے منہ کے آگے فٹ کر دیا۔ پھر اسے ایک طرف جھکا کر آکسیجن گیس خارج کی۔ جونہی گیس باہر کو نکلی اسے دیا سلائی سے آگ لگا دی گئی۔

آگ لگنے سے گیس تیزی سے باہر کو نکلی۔ جس تیزی سے گیس باہر نکل رہی تھی اتنی تیزی سے جل رہی تھی۔ اس کی وجہ سے پیچھے سے گیس کا دباؤ شدید ہو گیا اور ٹونٹی پر گیس کا شعلہ نیلا پڑ گیا اور تیز ہو گیا۔ سب کے چہرے خوشی سے چمک اٹھے۔

"آپ جلدی سے دروازہ کھولو۔"

"کوشش شروع کر رہا ہوں۔"

انجینئر نے گیس کا نیلا شعلہ دروازے پر اس جگہ ڈالنا شروع کر دیا۔ جہاں باہر کی جانب قفل لگا تھا۔

اس طرف یہ ہو رہا تھا اور دوسری طرف باورچی خانے میں جو سات سپاہی قید تھے وہ پچ مچ باورچی کی مدد سے ترکاری پکا رہے تھے۔ اور تیسری بار چائے پی رہے تھے۔ باورچی بولا۔

"باقی لوگ بھی ضرور کسی جگہ قید ہیں۔ انہیں بھوک لگ رہی ہوگی۔ کاش! میں انہیں کھانا پہنچا سکتا۔"

"اب تو ان کا کھانا بھی ہم ہی کھائیں گے۔"

ایک سپاہی نے خوش ہو کر کہا۔ دوسرا بولا۔

"ہمیں شرم آنی چاہیے۔ آخر وہ بھی ہمارے بھائی ہیں۔"

پہلا سپاہی کہنے لگا۔

"جنگ میں کوئی کسی کا بھائی نہیں ہوتا۔ میری ماں کا راشن میرے باپ نے کھا لیا تھا۔ یہ زمانہ ٹھیک نہیں ہے۔"

"مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا میں اچھے لوگ

باقی نہیں ہیں۔ تم اپنا منہ بند رکھو۔ کاش! ہمیں معلوم ہو جاتا۔ کہ ہمارے ساتھی کس جگہ قید ہیں۔ پھر ہم انہیں روٹی پانی تو پہنچا سکتے۔"

یہ ایک مسئلہ بن گیا تھا۔ عنبر ہوا باز مادام اور کمانڈر بھی یہی سوچ رہے تھے کہ ان قیدیوں کو کھانے پینے کا سامان کس طرح سے پہنچایا جائے؟ قید تو انہیں بڑے آرام سے کر لیا گیا تھا مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ مسئلہ بھی بعد میں پیدا ہو گا۔

ہوا باز نے کہا۔

"میرا تو خیال ہے کہ ان لوگوں کو کشتی میں بٹھا کر کھلے سمندر میں چھوڑ دیا جائے۔"

کمانڈر ہاتھ میز پر مار کر بولا۔

"بالکل ٹھیک خیال ہے۔ اس طرح سے آبدوز میں آکسیجن گیس اور کھانے پینے کی چیزیں بھی بچ جائیں گی۔ خدا معلوم ابھی ہمیں کتنے دن سمندر کے اندر رہنا پڑے۔"

مادام نے کہا۔

"مگر ہمیں چاہیئے کہ کشتی میں کھانے پینے کا کچھ سامان بھی رکھ دیں۔"

"بے شک بے شک یہ سامان ضرور رکھ دیا جائے گا۔

عنبر نے پوچھا

"ان لوگوں کو کشتی میں یا کشتیوں میں کس طریقے سے سوار کیا جائے گا؟ آبدوز میں صرف چھ کشتیاں ہیں جن میں دو کشتیاں کمانڈوز ساتھ لے گئے تھے۔ باقی چار کشتیاں رہ گئی ہیں۔ ان میں سے ہم زیادہ سے زیادہ ان لوگوں کو دو کشتیاں دے سکتے ہیں۔"

"ان کشتیوں میں کتنے آدمی آسانی سے بیٹھ سکتے ہیں؟"

ہوا باز نے کہا۔

"آٹھ آدمی اس میں آسانی سے بیٹھ سکتے ہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے ہم انہیں تین کشتیاں دے دیں گے۔"

مادام نے کہا

"ہمارے لیے ایک کشتی کافی ہے۔"

آخر یہی فیصلہ ہوا کہ ان سب لوگوں کو ایک ایک کر کے نکال کر کشتیوں میں سوار کروا کر سمندر میں چھوڑ دیا جائے۔ اس کے لیے سب سے پہلا کام انہوں نے یہ کیا کہ آبدوز کو سمندر سے نکال کر سطح کے اوپر لے آئے۔ پھر انہوں نے تینوں کشتیوں میں

پانی کی بوتلیں اور کھانے کا خشک سامان رکھ دیا۔ تینوں کشتیاں باہر سمندر میں ڈال دی گئیں۔ اب عنبر سب سے پہلے کانفرنس روم کی طرف آیا۔ یہاں آکر اس نے قفل کھولنا چاہا تو اسے محسوس ہوا کہ دروازہ گرم ہے۔ اس نے کان لگایا۔

معلوم ہوا کہ اندر گیس کا ویلڈر جل رہا ہے۔ عنبر سمجھ گیا کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ اس نے دروازے کو ایک زور دار دھکا دیا۔ دروازہ کھل گیا۔ ویلڈنگ کرنے والا دور جا گرا۔ گیس کا شعلہ بجھ گیا۔ عنبر کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔ اس نے اونچی آواز میں کہا۔

"اگر کسی نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی تو اُسے اسی جگہ بھون کر رکھ دیا جائے گا۔ ایک ایک کرکے آبدوز سے باہر ڈیک پر آجاؤ۔"

مشین گن دیکھ کر سارے چپ ہو گئے۔ انہوں نے ایک قطار بنالی اور باہر نکلنا شروع کر دیا۔ عنبر مشین گن دکھا کر انہیں آبدوز کے اوپر چھت پر لے آیا۔ یہاں کمانڈر اور ہواباز بھی مشین گن لئے کھڑے تھے۔

"سیڑھی سے اتر کر نیچے کشتیوں میں بیٹھ جاؤ۔"

سارے لوگ سیڑھی سے اتر کر کشتی میں سوار ہو گئے

ے بعد عنبر باورچی خانے میں گیا۔ اس کے دروازے
...وں اور چابیوں کو آگے لگا کر آبدوز کی چھت پر لے
انہیں بھی کشتی میں سوار کرا دیا گیا۔ تینوں کشتیوں
سارا عملہ آگیا تھا۔ اس کے بعد سیڑھی اوپر اٹھا لی
عنبر نے بلند آواز سے کہا۔
"تم لوگ آزاد ہو۔"
اور آبدوز نے نیچے سمندر میں اترنا شروع کر دیا۔
آبدوز کے عملے نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر عنبر اور دوسرے
...یوں کو برا بھلا کہا۔ مگر وہ بے بس تھا۔ ان کی قسمت
...ں اب سمندر کا ایک طویل سفر لکھا تھا۔ جس میں نہ جانے
کا کیا حشر ہو؟
آبدوز نے سمندر کے نیچے ہی نیچے آگے کی طرف
...ر شروع کر دیا۔ دوسری طرف ذرا کمانڈر کا بھی حال
...ں کہ اُن کے ساتھ کیا گزری؟ وہ اپنا مشن مکمل کرکے
...ب واپس سمندر کے کنارے آئے تو یہ دیکھ کر پریشان
...ے کہ آبدوز غائب تھی۔ انہوں نے سوچا کہ ہو سکتا
...ے کسی خطرے کی وجہ سے آبدوز کچھ دیر کے لیے
...مندر کے نیچے چلی گئی ہو۔ وہاں ریت کے ٹیلوں میں
...ب کر وہ آبدوز کے دوبارا سطح سمندر پر آنے کا

انتظار کرنے لگے۔ دن ڈوب گیا۔ شام ہو گئی مگر آبدوز
دوبارہ سمندر کی سطح پر نہ ابھری۔ انہوں نے یہی سوچا
کہ خطرہ زیادہ شدید ہو گا اس لیے آبدوز یہاں سے
جا چکی ہے۔ اب انہیں پیدل ہی واپس جانا ہو گا
لیکن وہ پیدل کس طرف جاتے؛ ہر طرف دشمن ہی
دشمن تھا۔

کافی سوچ بچار کے بعد سارے کمانڈوز نے فیصلہ کیا
کہ سمندر کے کنارے کے ساتھ ساتھ ٹریپولی کے علاقے
کی طرف سفر شروع کر دیا جائے۔ ساری رات وہ سفر
کرتے رہے۔ صبح ایک ایسے گاؤں میں پہنچے جہاں عرب
بدوؤں کی منڈی لگی تھی۔ باقی کمانڈو پیچھے رہے۔ ایک
گاؤں میں گیا۔ وہاں اُس نے کچھ عرب لباس خریدے اور
واپس آ گیا۔ انہوں نے عرب بدوؤں کا لباس پہن لیا۔
دو تین اونٹ خریدے اور ان پر سوار ہو کر اپنی نامعلوم
منزل کو روانہ ہو گئے۔

٭ ٭ ٭

اندھیرے میں حملہ

پراسرار آبدوز سمندر میں چلی جا رہی تھی۔
...مبر اور کمانڈر نے پٹرول وغیرہ چیک کیا تو انہیں
...چلا کہ آبدوز میں صرف اتنا تیل ہے کہ وہ چار
...روز تک سمندر میں سفر کر سکتی ہے اتنے ہی دنوں
...خوراک اور پانی وہاں جمع تھا۔ کمانڈر نے کہا۔
"ہمیں جلد سے جلد کسی بندرگاہ پر جا لگنا چاہیے اور
...ندرگاہ بھی کسی دوست ملک کی ہو۔"
ہوا باز نے کہا۔ "کیا ہم سپین کے ساحل پر نہیں
...سکتے؟"
کمانڈر نے کہا: "سپین بہت دور ہے۔ ہم زیادہ سے
...ہ جبرالٹر کے ساحل تک جانے کی کوشش کر سکتے
...کیوں کہ وہاں اتحادیوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔"
"وہ یہاں سے کتنی دور ہو گا؟" مادام نے پوچھا۔
کمانڈر بولا۔
"دور تو زیادہ نہیں ہے مگر خطرناک راستہ بہت ہے۔"

راستے میں دشمن کے سمندر سے گزرنا پڑے گا۔ سر...
کا ڈر ہے اور ہو سکتا ہے کہ جرمن جنگی جہاز سے ب...
پالا پڑ جائے۔"

"مگر یہ خطرہ تو ہمیں مول لینا ہی پڑے گا"

"پھر ٹھیک ہے۔ ہم آبدوز کا رخ جبرالٹر کی طر...
کئے دیتے ہیں۔"

"کمانڈر نے اسی وقت آبدوز کا رخ جبرالٹر کی ط...
موڑ دیا۔ آبدوز کی رفتار زیادہ نہیں ہوتی۔ تیل زیاد...
خرچ ہوتا ہے اور فاصلہ کم طے ہوتا ہے۔ آدھی رات
کو آپریشن روم میں سگنل آنے شروع ہو گئے۔ یہ سگن...
خفیہ کوڈ زبان میں تھے جو کسی کی سمجھ میں نہیں آ ر...
تھے۔ کمانڈر نے جواب دینے کی بجائے خاموشی اختیا...
ہی مناسب خیال کیا۔ یہ سگنل ایک جرمن جنگی جہاز ک...
طرف سے آ رہے تھے جنہوں نے اس آبدوز ک...
کمانڈوز مشن پر روانہ کیا تھا۔

جرمن جنگی جہاز والوں نے جب دیکھا کہ آبدوز ک...
طرف سے کوئی پیغام نہیں آ رہا۔ جبکہ سگنل باقاعد...
جا رہے تھے۔ اُن کا راڈار سکرین بتا رہا تھا کہ آبد...
روم کے سمندر میں ایک طرف چل جا رہی ہے تو د...

بڑے حیران ہوئے۔ کیپٹن نے حکم دیا کہ ایک ہوا باز
کو اڑایا جائے۔ وہ جا کر معلوم کرے کہ آبدوز کے ساتھ
کیا حادثہ پیش آ گیا ہے؟

اسی وقت جنگی بحری جہاز کے ڈیک پر سے ایک
جہاز اڑ گیا۔ جہاز کی رفتار بڑی تیز تھی وہ بہت جلد
روم کے سمندر کے اوپر آ گیا۔ اس نے آبدوز کو سگنل
دے کر جرمن زبان میں پوچھا۔

"ہیلو! میں جرمن ہوا باز ہوں۔"

یہ سگنل جب آپریشن روم میں عنبر، ہوا باز اور کمانڈر
نے سُنا تو سوچ میں پڑ گئے۔

"یہ لوگ ہمارے ساتھ ساتھ سفر کر رہے ہیں۔ معلوم
ہوتا ہے پہلا سگنل جرمن بحری جہاز سے آیا تھا۔ انہوں
نے ہمیں اپنی سکرین پر دیکھ لیا ہے اور اب یہ جہاز
انہوں نے ہماری تلاش میں روانہ کیا ہے۔"
ہوا باز نے کہا۔

"کیا اسے جواب دیا جائے؟ یہ کوڈ میں بات
نہیں کر رہا ہے۔ ہم اسے جرمن زبان میں جواب دے
سکتے ہیں۔"
کمانڈر نے کہا۔ "ہاں! میرا خیال ہے، اسے غلط راستے

پر ڈال دیا جائے۔"

اس نے خود وائرلیس پر کہا۔

"ہیلو! میں آبدوز ۲۲۰ کا کیپٹن بول رہا ہوں۔ سب کچھ ٹھیک ہے کمانڈوز مشن کامیاب رہا۔"

جرمن ہوا باز نے پوچھا۔

"پھر تم ادھر کس طرف جا رہے ہو؟"

کمانڈر نے کہا۔

"یہاں سے کچھ دور ایک امریکی آبدوز کا سراغ ملا ہے۔ میں اسے ڈبونے جا رہا ہوں۔ خطرہ ہے کہ اگر اسے نہ ڈبویا گیا تو وہ ہمارے بڑے جنگی جہاز پر حملہ کر دے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ ہیل ہٹلر!"

"ہیل ہٹلر"

"جہاز واپس مڑ گیا۔ کمانڈر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خطرہ ٹل گیا ہے۔"

مگر ایک بہت بڑا خطرہ اُن کے آگے آ رہا تھا۔ اور یہ ایک جرمنوں کا تباہ کن بحری جہاز "وارسا" تھا۔ "وارسا" جہاز نے اس علاقے میں دہشت پھیلا رکھی تھی۔ اس نے اب تک کتنے ہی امریکی اطالوی اور برطانوی جہاز

سمندر میں ڈبو دیئے تھے اور پھر بھی کسی کے ہاتھ نہیں آتا تھا۔ وارسا جہاز کا پانی بالکل ختم ہو گیا تھا۔ اسے پینے کے لیے پانی کی ضرورت تھی۔ اُسے سگنل پر اطلاع دی گئی کہ جرمن آبدوز تمہارے قریب ہی ہے۔ اس سے وقتی طور پر پینے کا پانی لے لو۔ چنانچہ جرمن تباہ کن جہاز "وارسا" سکرین پر جرمن آبدوز کا نشان ڈھونڈ کر اس کے قریب اوپر سمندر میں آ گیا اور سگنل پر کہا۔

"ہیلو! میں وارسا ہوں۔ مجھے پانی چاہیئے"

کمانڈر نے جب یہ سگنل خالص جرمن زبان میں سنا تو سوچ میں پڑ گیا۔ وارسا جرمن تباہ کن جہاز اس کے بالکل اوپر تھا۔ اب، وہ فرار بھی نہیں ہو سکتے تھے اور کوئی بہانہ بھی نہیں بنا سکتے تھے۔ وارسا جہاز کو ٹھیک اطلاع مل چکی تھی کہ جرمن آبدوز فلاں جگہ سمندر میں سفر کر رہی ہے۔ عنبر نے کہا۔

"کیا ہم بھاگ نہیں سکتے؟"

ہوا باز نے کہا۔ "بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔"

کمانڈر نے کہا۔ "اس کی ضرورت بھی کیا ہے۔ کیوں نہ ہم یہی ظاہر کریں کہ ہم جرمن آبدوز کے آدمی ہیں۔ اور

پھر جرمن تباہ کن جہاز کو تھوڑا سا پانی دے کر پیچھا
چھڑا لیں۔"

"بڑی اچھی سکیم ہے۔"

اتنے میں "وارسا" جہاز نے دوبارا سگنل دیا۔

"ہیلو راجر! ہیلو راجر! میں وارسا کا کمانڈر بول رہا ہوں۔ مجھے پانی چاہیے۔ تم لوگ کہاں ہو؟ جواب دو۔ ہیڈ کوارٹر نے مجھے تم سے پانی لینے کو کہا ہے۔"

کمانڈر نے کہا: "دیکھا۔ جرمن ہیڈ کوارٹر ہماری آبدوز کو سمندر میں برابر دیکھ رہا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اس بلا کو پانی دے کر پیچھا چھڑا لیا جائے۔"

کمانڈر نے جلدی سے جرمن زبان میں کہا۔

"ہیلو چارلی! میں سیکنڈ کمانڈر آبدوز سے بول رہا ہوں۔ ہمیں ہائی کمانڈ کا پیغام مل گیا ہے۔ ہم پانی لے کر اوپر آ رہے ہیں۔ مگر ہمارے پاس بہت کم پانی ہے۔"

تباہ کن جہاز نے دوبارا کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ ہمیں صرف ایک دن کا پانی چاہیے۔ ہم آپ لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں۔"

کمانڈر نے کہا۔

"ہم آ رہے ہیں۔"

اس نے وائرلیس آپریٹر رکھ دیا اور بولا۔

"اب اس میں خیریت ہے کہ آبدوز اوپر لے چلو۔ عنبر! تم پانی کا ڈرم لے کر چھت پر آ جانا میں خود کو نائب کمانڈر ظاہر کروں گا۔ یہی کہنا ہے کہ آبدوز کا کمانڈر بیمار ہے اور آرام کر رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اور اگر دوسرے عملے کا پوچھا گیا تو کیا جواب دیں گے؟"

"اس کا جواب میں خود دے لوں گا۔"

آبدوز سطح سمندر کے اوپر آ گئی۔ جرمن جہاز قریب ہی کھڑا تھا۔

سطح سمندر پر آنے کے کچھ ہی دیر بعد آبدوز کی چھت کے سوراخ کا ڈھکنا اوپر اٹھا اور اندر سے انگریز کمانڈر جرمن وردی میں باہر نکلا اس نے وارسا جہاز کے کپتان کو سلام کیا جو اپنے جہاز کے ڈیک پر کھڑا تھا۔ دونوں نے گرمجوشی سے ایک دوسرے کو سیلوٹ کیا اور ہیل ہٹلر کہا۔ اتنے میں ہوا باز اور عنبر بھی جرمن سپاہی کی وردیں میں پانی کا بڑا ڈرم لے کر اوپر آ گئے۔ مصیبت یہ ہوئی کہ جرمن جہاز کا کمانڈر جہاز کو آبدوز کے قریب لے آیا اور ایک کشتی میں سوار ہو کر

اس کی چھت پر آ گیا۔ اُس نے آگے بڑھ کر انگریز کمانڈر سے ہاتھ ملایا اور جرمن زبان میں اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کر دیں۔ دوسرے سپاہی پانی کے ڈرم کو کشتی میں رکھنے لگے۔ جرمن کمانڈر نے کچھ تعجب سے پوچھا

"آبدوز کے باقی ملاح کہاں ہیں؟"

انگریز کمانڈر ذرا کھنکار کر بولا۔

"نیچے اپنی اپنی ڈیوٹی پر ہیں" پھر ہنس کر کہنے لگا۔ "آپ کو تو معلوم ہی ہے۔ یہ علاقہ دشمن سے گھرا ہوا ہے۔ ہمیں ہر وقت چوکس رہنا پڑتا ہے۔"

جرمن کمانڈر مسکرایا۔

"ٹھیک ٹھیک بالکل ٹھیک"

پھر وہ بولا۔ "کپتان بھی اوپر نہیں آیا۔"

انگریز کمانڈر نے کہا۔ "کپتان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ اپنے کیبن میں آرام کر رہے ہیں۔"

"اوہ! انہیں آرام ہی کرنے دیں۔ آج کل جنگ کے زمانے میں اتنا بھی آرام مل جائے تو اُسے غنیمت سمجھنا چاہیے۔"

ہوا باز اور عنبر نے پانی کا ڈرم کشتی میں رکھ کر کہا

"پانی رکھ دیا ہے سر!"

"تھینک یو میرین! تھینک یو۔"

جرمن کمانڈر نے جرمن زبان میں ہوا باز اور عنبر کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اُس نے بڑی گرمجوشی سے انگریز کمانڈر سے ہاتھ ملایا اور کشتی میں بیٹھ کر واپس اپنے جہاز کے پاس گیا اور سیڑھی چڑھ کر اوپر ڈیک پر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی کمانڈر، ہوا باز اور عنبر کی جان میں جان آئی۔ انہوں نے فوراً آبدوز کے سوراخ میں سے گزر کر اس کا ڈھکنا بند کیا اور آبدوز کو سمندر کے نیچے اتارنا شروع کیا۔

دوسری جانب تباہ کن جرمن جہاز کا کمانڈر جب اپنے جہاز میں پہنچا تو اس کے سیکنڈ کمانڈر نے اطلاع دی کہ وائرلیس پر اس کے لیے ایک خاص پیغام ہے۔ وہ تیزی سے آپریشن روم میں گیا۔ دوسری طرف سے جرمن طیارہ بردار جنگی جہاز سے پیغام آ رہا تھا۔

"جس آبدوز سے تم نے ابھی ابھی پانی لیا ہے وہ دشمن کے قبضے میں ہماری آبدوز ہے۔ اسے فوراً تباہ کر دیا جائے یا پکڑنے کی کوشش کی جائے۔"

یہ پیغام بڑا حیران کر دینے والا تھا۔ وارسا کے کمانڈر کو اب معلوم ہوا کہ آبدوز کا نائب کمانڈر کیوں

اس سے باتیں کرتے ہوئے گھبرا رہا ہے اور بہانہ
بنا رہا تھا کہ کمانڈر بیمار ہے۔ اس نے ایک پل کے
اندر اندر سوچا کہ اس آبدوز کو کس طرح سے قابو میں
کیا جا سکتا ہے؟ اگر وہ اس کا تعاقب کرے اور
انتظار کرے کہ اس کا پانی اور راشن ختم ہو اور وہ
اوپر آنے پر مجبور ہو جائے تو آبدوز اس کو تارپیڈو
مار کر تباہ بھی کر سکتی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اسے
گولہ باری سے غرق کر دیا جائے۔

آبدوز زیادہ دور نہیں گئی ہو گی۔ جرمن کمانڈر نے
اسی وقت گولہ باری کا حکم دے ڈالا۔ جہاز کی توپوں
نے نشانہ لے کر جہاں آبدوز سمندر میں اُتری تھی وہاں
ایک دائرے کی شکل میں گولے برسانے شروع کر دیے
یہ گولے گول کنستروں کی شکل کے ہوتے ہیں
جو سمندر میں گرتے ہی نیچے اترنا شروع ہو جاتے ہیں
اور ایک خاص گہرائی میں اتر کر دھماکے سے پھٹ
جاتے ہیں۔ یہ دھماکہ اتنا زبردست ہوتا ہے کہ اس
کے آس پاس جو شے بھی ہو وہ تباہ ہو جاتی ہے۔

ہواباز، انگریز کمانڈر، عنبر اور مادام گارشیا اپنی طرف
سے بڑے مطمئن ہو گئے تھے کہ شکر ہے بلا سر سے ٹلی۔

وہ آبدوز کو ایک خاص گہرائی میں اتارنے کے بدلے
بڑے سکون سے آگے کی طرف روانہ کر چکے تھے کہ
اچانک ایک بھیانک دھماکہ ہوا اور آبدوز اپنی جگہ
سے اچھل کر پرے ہو گئی۔ یہ لوگ ایک دوسرے کے
اوپر گر پڑے۔ کمانڈر نے بلند آواز سے کہا۔

"جرمن جہاز نے حملہ کر دیا ہے۔ فوراً آبدوز کو اور
نیچے گہرائی میں لے جاؤ۔"

اب آبدوز کے اردگرد دھماکے شروع ہو گئے۔
گولے پھٹنے لگے۔ عنبر اور ہواباز نے بڑی مشکل سے
آبدوز کو گہرائی میں پہنچا دیا۔ اب گولے اُن سے کافی
اوپر آ کر پھٹ رہے تھے۔ اگرچہ آبدوز کو کوئی
نقصان نہیں پہنچ رہا تھا مگر ہر دھماکے پر اس
میں بھونچال سا آ رہا تھا۔ کمانڈر نے کہا۔

"ہمارا راز ان پر فاش ہو گیا ہے۔ اب یہ کم بخت
جرمن کمانڈر ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ اور ہم زیادہ
دیر تک اس گہرائی میں بیٹھ بھی نہیں سکتے۔ ہمارے
پاس آکسیجن کی پہلے ہی کمی ہے۔"

مادام نے کہا۔ "پھر کیا کیا جائے؟"

ہواباز نے کہا۔ "ہم اس جرمن جہاز کو تارپیڈو مارنے

کی کوشش کریں گے۔"

کمانڈر بولا۔ "یہ خطرناک بات ہو گی۔ جہاز کو تارپیڈو مارنے کے لیے ہمیں اوپر آنا پڑے گا اور اوپر تباہ کن گولے پھٹ رہے ہیں۔"

عنبر نے کہا۔ "جب گولہ باری بند ہو جائے گی تو ہم اوپر آ کر حملہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہمیں لڑنا ہی ہو گا۔ نہیں تو یہ جہاز ہمیں تباہ کر کے ہی چھوڑے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم حملہ کریں گے۔ چیمبر میں تارپیڈو ڈال دیئے جائیں۔"

عنبر اور ہواباز نے اس وقت تارپیڈو روم میں جا کر دونوں چیمبرز یعنی آبدوز کی توپوں میں دو تارپیڈو ڈال دیئے اور حکم کا انتظار کرنے لگے۔ کمانڈر پیری سکوپ یعنی دوربین کے پاس کھڑا تھا۔ مادام ایک خاص آلے کو دیکھ رہی تھی۔ کافی دیر تک گولہ باری ہوتی رہی کمانڈر نے مادام سے کہا۔

"ہم جرمن تباہ کن جہاز کو دھوکہ دیں گے۔ تھوڑا سا تیل چھوڑ دیا جائے۔ جب یہ تیل سمندر کے اوپر سطح پر پہنچے گا تو جرمن یہ سمجھیں گے کہ انھوں نے آبدوز کو غرق کر دیا ہے۔ وہ مطمئن ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ہم حملہ کر دیں گے۔"

بڑی اچھی سکیم تھی۔ کمانڈر نے ایک خاص پائپ کو کھولنے کا حکم دیا۔ مادام نے جا کر پائپ کھول دیا۔ پانچ منٹ کے بعد کمانڈر نے پائپ بند کرنے کا حکم دیا۔ پائپ بند کر دیا گیا۔ پانچ منٹ بعد یہ تیل سمندر کے اوپر پہنچ گیا۔ جب جرمن تباہ کن جہاز کے کمانڈر اور دوسرے ملاحوں نے سمندر کے اوپر تیل کا ایک بہت بڑا دھبہ دیکھا تو خوشی سے نعرے لگانے لگے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ آبدوز کو غرق کر دیا گیا ہے۔ لیکن جرمن کمانڈر نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ہو سکتا ہے یہ مکار لوگ ہمیں دھوکہ دے رہے ہوں اس لیے ہمیں احتیاط سے کام لینا ہو گا۔"

گولہ باری بند کر دی گئی تھی۔ جرمن تباہ کن جہاز ہوشیار ہو گیا تھا۔ سمندر کے نیچے آبدوز والے بھی چوکس تھے۔ اب وہ حملے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ کمانڈر نے آبدوز کو بڑے سکون کے ساتھ آہستہ آہستہ سمندر کی گہرائیوں سے نکال کر اوپر لانا شروع کر دیا۔ وہ بڑی آہستگی سے آبدوز کو اوپر لا رہا تھا۔ تاکہ پانی میں کسی قسم کا شور نہ

ہے۔ رات کا اندھیرا چاروں طرف سمندر میں پھیل رہا تھا۔ اس اندھیرے میں انگریز کمانڈر نے آبدوز کی وہ نالی سمندر سے باہر نکالی جس کے آگے شیشہ لگا ہوتا ہے۔ اور جس کی مدد سے جہاز کا رُخ دیکھا جاتا ہے کمانڈر نیچے آبدوز میں دوربین کے ساتھ آنکھیں لگا کر اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ اسے کچھ فاصلے پر رات کے اندھیرے سمندر میں جرمن تباہ کن جہاز دکھائی دیا۔ اس نے چلاّ کر کہا۔

"۳۵ ڈگری شمال مغرب کی طرف نشانہ لیا جائے۔"

ہوابازو نے تارپیڈو کا رُخ ۳۵ ڈگری شمال مغرب پر کر دیا۔

جرمن تباہ کن جہاز کا کیا حشر ہوا؟
ناگ جو صحرا میں انگوٹھی میں قید پڑا تھا، اس کا کیا ہوا؟
عنبر یہاں سے کس ملک کو نکل گیا؟
ماریا کو حالات بمبئی شہر سے کہاں لے گئے؟
یہ آپ اس ناول کی اگلی قسط میں پڑھئے گا۔

بچّوں کے اس قسط وار ناول کا ہیرو عنبر پانچ ہزار سال سے زندہ ہے۔ قبرستان میں ایک جادوگر نے اسے کہا تھا "عنبر! تم کبھی نہیں مروگے"۔ عنبر بادبانی جہاز پر سمندری طوفانوں کا مقابلہ کرتا سب سے پہلے مُردہ رُوحوں کے جزیرے میں پہنچتا ہے۔ یہاں ایک لڑکا ناگ اس سے آن ملتا ہے۔ وہ اصل میں ایک سانپ ہے مگر لڑکے کے بھیس میں ہے۔ وہ جب چاہے سانپ بن جاتا ہے اور جب چاہے لڑکا بن جاتا ہے ——

ماریا ایک ایسی لڑکی ہے جو اہرام مصر کے ایک تہہ خانے کی قبر سے اُسے ملتی ہے۔ وہ جادُو کے اثر سے غائب ہے۔ وہ سب کو دیکھتی ہے مگر اُسے کوئی نہیں دیکھ سکتا ——

تینوں بہن بھائی اپنے حیرت انگیز، پُراسرار اور خوف ناک سفر پر نکلتے ہیں —— بادشاہ مرجاتے ہیں —— مگر وہ زندہ رہتے ہیں ——

یہ قسط وار ناول انسان کی ہزاروں سالہ تاریخ کے ہر دروازے سے گزر کر آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

—— ۱۰۰ قسطوں میں ——

ایک مکمل اور سنسنی پیدا کرنے والی داستان

ہر ناول ایک مکمل دلچسپ اور پُراسرار کہانی —— پُورا ناول

شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز

ادبی مارکیٹ ● چوک انارکلی ● لاہور